بھائی گیان سنگھ جی گیانی

تواریخ گورو خالصہ حصہ اوّل دوم سوم

۳
۱۸

1668

1668

سری اکال جی سہائے۔

آغاز تواریخ

پیشتر اس کے میں اپنا اصل کام یعنی تواریخ خالصہ شروع کروں۔ کچہہ زمانہ سلف کے حالات سے بہی ناظرین کو آگاہ کرنا مناسب سمجہتا ہوں۔ یوں تو فارسی اور انگریزی مورخوں نے کوئی تاریخی حال باقی نہیں چہوڑا۔ تاہم اس کتاب کے آغاز میں انہی باتوں کو پہر دوہرانا کچہہ فضول نہیں ہوگا۔ خصوصاً ان لوگوں کے لیئے جن کی نظروں سے فارسی اور انگریزی کی تواریخیں کبہی نہیں گذری ہیں۔ بہت فائدہ بخش ہوگا۔

دنیا کی پیدایش کا حال

دنیا کی ابتدائی پیدایش کا حال قدیم کی کتابوں میں بہت مختلف طور پر درج ہے۔ کسی نے کچہہ لکہا ہے کسی نے کچہہ کہا ہے مگر غور سے دیکہنے پر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے کل طریقے اور مذاہب صرف انسانی قیاسات کی تاریخ ہیں۔ جیسا جسکے خیال میں آیا ویسا اُس نے اپنی کتاب میں تحریر کرکے خلقت کو اپنے اپنے مذہب کا پابند کیا۔ تاہم اصول ہر ایک مذہب کا ایک ہی ہے جہوٹ بولنا چوری کرنا۔ غیبت کرنا۔ بدکاری کرنا۔ وغیرہ وغیرہ سب مذہبوں میں گناہ ہے کوئی مذہب ایسا نہیں۔ جو ان باتوں کو اچھا کہتا ہو۔ ہر ایک نے نجات کو صرف حق شناسی اور نیک عملوں پر منحصر رکھا ہے۔ چونکہ پرمیشور ایک ہے اور اُسکا کوئی شریک نہیں اور وہی ایک ساری مخلوقات کا خالق ہے۔ اسلیئے گو جہان میں کتنے ہی مختلف مذاہب ہیں دنیا کی پیدایش بہی ایک ہی طریقہ پر ہوئی ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے مشہور دانا و حکیم و پیشوا لوگ اپنے اپنے خیالات کے بموجب بہت کچہہ اس معاملہ میں کہہ گذرے ہیں۔ مگر ہر ایک نے آخر میں اکال پرکہ ست چت انند کو بے انت ہی لکہا ہے۔ اور اُس کا تہاہ کسی کو بہی نہیں ملا ہے **گورو نانک جی** خود فرماتے ہیں۔ جاں کرتا سرشٹی کو ساجے آپے جانے سوئی ਜਾ ਕਰਤਾ ਸਿਰਠੀ ਕਉ ਸਾਜੇ ਆਪੇ ਜਾਣੈ ਸੋਈ **گورو گوبند سنگہ صاحب** دسم گورو نے بہی اس کی تائید کی ہے۔ آپ آپنی بدہ ہے جیتی۔ برنت بہن بہن توہے تیتی۔ تمرا لکہا نہ جا پسارا۔ کہہ بدہ سجا پرتہم سنسارا۔

ਆਪ ਆਪਨੀ ਬੁਧਿ ਹੈ ਜੇਤੀ ॥ ਬਰਨਤ ਭਿੰਨ ਭਿੰਨ ਤੁਹਿ ਤੇਤੀ ॥

ਤੁਮਰਾ ਲਖਾ ਨ ਜਾਇ ਪਸਾਰਾ ॥ ਕਿਹ ਬਿਧਿ ਸਜਾ ਪ੍ਰਥਮ ਸੰਸਾਰਾ ॥

اور **وید** مقدس میں ہی پیدایش دنیا کا حال ارادہ خالق سے ہونا لکہا ہے۔ جیسے خواب کی حالت میں صرف روح کے خیال سے انسان کی نظروں میں دفعتہً طرح طرح کی مخلوقات گویا نئی دنیا بن کر دکہائی دیجاتی ہے۔

اسیطرح پر گو خالق نے طرح طرح کی دنیا کو پیدا کیا ہے مگر ساری مخلوقات سے انسان کو ایسی بڑھکر طاقت بخشی ہے کہ اس کے ادراک اور فہم کو ملائک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اگر بظاہر پیدایش انسانات و حیوانات میں چنداں فرق نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن آدمی کو خداوند کریم نے عقل ایک ایسی بے بہا نعمت عطا کی ہے کہ جس کے ذریعہ سے یہ اس درجہ اعلیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ کہ جس کو فرشتے بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ بہ نسبت دیگر موجودات کے اپنی حالت کو بھی بدل سکتا ہے۔ دوسرے نہیں بدل سکتے۔

اسواسطے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے۔ دیکھو آج حیوانات چرند و درند و پرند وغیرہ جس قدرتی طور پر قدیم سے جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں یا گھونسلوں میں رہنا اختیار کر چکے ہیں اسی طرح ابتک چلے آتے ہیں۔ مگر انسان اپنی خداداد عقل و رسائی فہم کے ذریعہ سے دن بدن ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ ورنہ ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ جیسے خدا نے حیوان کو دئے ہیں ویسے ہی انسانکو کیا تمنے کبھی پڑھا یا سنا نہیں؟ کہ ہمارے بزرگ پہلے مثل حیوانات کے جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں بسر کرتے تھے۔ اور اپنے آرام کیلئے گھاس پھوس کا جھونپڑا بنانے کی بھی عقل نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے کھانے کیلئے غلہ بھی پیدا نہ کر سکتے۔ جو غلہ وغیرہ جنگل میں ازخود قدرتی طور پر پیدا ہوتا تھا۔ اسکو پکا کر کھانے کی بھی تمیز نہ رکھتے صرف کچا اناج چبا کر گذارہ کرتے تھے۔ (جیسا کہ ہمنے سمت ۱۹۳۶ بکرمی میں علاقہ ٹیکان راجہ مہت بہادر کے جنگل میں جو جگناتھ جی کے مندر سے پچھم طرف قریب چالیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے بچشم خود دیکھا ہے کہ تمام عورت و مرد برہنہ تن رہتے تھے۔ فقط کیلے کے پتوں سے اپنی شرمگاہ کو گاہی بگاہی جب کبھی راجہ صاحب بہادر یا کوئی اور صاحب شکار کھیلنے کے لیئے جاتے تو ڈھانپ لیتے تھے۔ اگر ان کو کبھی ایسے شخصوں کے ذریعہ سے جو انکی زبان بخوبی سمجھ سکتے تھے راجہ صاحب کی طرف سے کپڑا وغیرہ پہننے کی ترغیب بھی دلوائی جاتی تو وہ صاف جواب دے دیتے تھے کہ اگر ہم کپڑا پہنینگے تو ہمکو درندہ جانور کھا جائینگے۔ یہ لوگ جنگلی میوہ کیلہ وغیرہ اور نیز جانوروں کے شکار سے اوقات بسری کرتے تھے۔ اگرچہ وہاں یہ لوگ جھنڈ کے جھنڈ جنکو ہم بن مانس کہہ سکتے ہیں بندروں کی طرح رہتے تھے۔ تاہم اپنے جوڑے کے سوا دوسری سے مباشرت نہیں کرتے۔ یہ شادی کا طریق ایک دوسرے کے پسند پر منحصر رکھتے ہیں اور دیس کاٹھیاواڑ میں جونا گڑھ سے شمال کیطرف پچاس کوس کے فاصلہ پر تلواڑے کے جنگلوں میں اور بیجانگر و ناگپور کے درمیانی پہاڑوں میں بھی اس قسم کی مخلوقات بہت دیکھنے میں آئیں۔ اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانہ سالف میں ہمارے بزرگ اسی طرح جنگلوں میں رہا کرتے تھے۔ پھر ان کو رفتہ رفتہ مویشیوں کے رکھنے کی تمیز ہو گئی اور جنگل سے نکلکر دریاؤں کے کنارے کنارے اوقات بسری کرنے لگے اس زمانہ میں مثل ہندوستان کے عرب تمام لوگ بت پرست تھے۔ ملک عرب میں محمد صاحب کے پیدا ہونے سے پیشتر عربی لوگ لات و منات دو بڑے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ لات کے پیرو ثقیف اور منات کے پیرو قریشی تھے۔ یہ دونوں بت کعبہ کی کوٹھڑی میں ابتک بند ہیں۔ علاوہ ازیں کعبہ میں ایک سنگ سیاہ جسکو سنگ اسود بھی کہتے ہیں۔ ابتک رکھا ہوا ہے اور اس کو مسلمان لوگ حج کے وقت بوسہ دیتے ہیں۔ اس پتھر کی بابت ہندو مسلمان دونوں قوموں میں مختلف روایات ہیں۔ مسلمان تو اسے ایک فرشتہ کا وجود مانتے ہیں اور ہندو مکیشر مہادیو۔ مگر دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ اسیطرح پر تمام دنیا

ہیں بت پرستی پھیلی ہوئی تھی۔ کوئی جنات کو پوجتا تھا۔ کوئی ستاروں کا معتقد تھا۔ کوئی آفتاب کو مانتا تھا۔ کوئی جانوروں اور درختوں کو سلام کرتا تھا۔ غرضیکہ ہر شخص کسی نہ کسی دنیاوی چیز کا معتقد تھا۔ اور جو انسان تارک الدنیا ہو کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر تپ وغیرہ کرتے اور غیب دانی و پیشینگوئیوں کا دم مارتے تھے۔ اُن کو رِکھی مُنی اولیاء وغیرہ جیسے ناموں سے پکارتے تھے۔ عموماً سب لوگ مفلس ہوتے تھے۔ کاشتکاری اُس زمانہ میں بہت کم ہوتی تھی کوئی خاص بادشاہ یا راجہ نہیں تھا۔ صرف ایک ایک اپنے خاندان و قوم میں مکھیا بنا رکھا تھا۔ جو ان میں کسیقدر انتظام رکھتا۔ عموماً کوئی ہنر یا پیشہ نہیں جانتے تھے۔ حتےّ کہ مکان بنانے کی بھی تمیز نہ رکھتے۔

سب سے پہلے ہمارے اس ملک ہندوستان میں ایران وغیرہ ملکوں کے رہنیوالے لوگوں نے ہندوکش پہاڑ کی راستے سے اُتر کر بستی کی صورتیں بنانی شروع کیں۔ اور یہاں کے لوگوں کو جھونپڑے وغیرہ بنانے کی تمیز سکھلائی۔ وہ لوگ رنگ میں گورے تھے۔ یہاں کے جنگلی سیاہ رنگ لوگوں کو دیو راچھس جنّات۔ ناگ۔ بھوت۔ پریت بھیل و کول وغیرہ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو دیوتا منکھ کہتے تھے۔ ایرانی لوگ چونکہ فن سپاہ گری سے ماہر تھے۔ ان پر غالب آ کر ملک فتح کرتے گئے۔ اور جسقدر ملک فتح کرتے اسکا نام آریہ ورت رکھتے تھے۔ اور اپنے آپ کو بھی آریا کے نام سے مشہور کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس ملک کے باشندوں کو بھی تعلیم دے کر اپنے جیسا بنا لیا۔ جو لوگ ان کے قابو نہیں آئے۔ اُن کی اولاد اسی طرح سے جنگل وغیرہ میں ابتک اقوام بھیل۔ کول۔ کرات۔ گونڈ وغیرہ کے نام سے آباد ہیں۔ اس زمانہ میں کوئی ہتھیار وغیرہ نہ تھا۔ صرف لاٹھی اور ہاتھوں سے لڑتے تھے۔ رفتہ رفتہ تیر و کمان بھی رواج پا گیا۔ جب یہ لوگ دریائے سندھ سے لیکر برہمپتر تک تمام ہندوستان میں پھیل گئے۔ تو ان میں سے جو صاحب مقدرت ہو گئے۔ وہ ملک کے مختلف حصوں کے راجہ مہاراجہ بن بیٹھے۔ کوئی چندربنسی کوئی سورج بنسی وغیرہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

اس زمانہ میں اور اس سے پیشتر قوم یا ذات پات کا لحاظ نہیں تھا۔ روٹی بیٹی سب کی ایک تھی۔ صرف وید پڑھنے والے کو برہمن ہتھیار بند کو چھتری۔ تاجر دکاندار کو ویس اور خدمتگار کو سودر جیسی خفیف تفریق سے پکارتے تھے۔

سورج بنسیوں میں ایک زبردست اور عقلمند منو نامے راجہ ہوا ہے۔ جس نے ہندوستان کا شاستر اور قانون بنایا۔ (ہندوستان کے لوگ پہلے آریا پکارے جاتے تھے۔ مگر جب مسلمان اس ملک میں آئے تو انہوں نے انکو ہندو کا لقب دیا جسکے معنی منحرف اور غلام کے ہیں۔ اور اس ہندو نام نے اسقدر وسعت پکڑی کہ رفتہ رفتہ آریا کا نام بالکل بھلا دیا گیا۔) اور ان چاروں فرقوں میں کچھ ذات پات جیسی اور زیادہ تفریقیں نکالیں۔ یہ راجہ بہت عقلمند اور ہوشیار ہوا ہے۔ اسکا قانون بنایا ہوا ایسا زبردست اور عمدہ ہے کہ ابتک عدالتوں میں بھی مانا جاتا ہے۔

اُس زمانہ میں کسیکو کسی خاص پیشہ سے نفرت نہ تھی۔ مگر رفتہ رفتہ انہی پیشوں کے لحاظ سے مختلف قومیں اور ذاتیں جو زمانہ حال میں دیکھی جاتی ہیں بن گئیں۔ اور ان کے زیادہ علحدہ ہونے کا باعث پر سرام تصور کیا جاتا ہے۔ علی ہذا رفتہ رفتہ شادی و بیاہ کی غرض اکثر بھی اپنی اپنی قوم اور ذات میں محدود ہو گئی۔

اب خیال کرنے کی جگہ ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا جب ہمارے بزرگوار پہاڑوں کی غاروں اور درختوں کے نیچے ناہموار زمین پر بلا کسی قسم کے بستر وغیرہ کے خوشی خوشی پاؤں پھیلا کر بے کھٹکے سویا کرتے تھے۔ اور اس آرام و آسایش کو غنیمت سمجھتے تھے۔ اور ایک اب ہم کہ طرح طرح کے آراستہ مکانوں اور محلوں اور ملایم بستروں وغیرہ میں صدہا نقص نکالتے ہیں پہلے انجیر کے پتوں اور بھوج پتر وغیرہ سے بدن ڈھانکتے تھے۔ اور اب رنگا رنگ کی خوبصورت و قیمتی پوشاکیں بھی خاطر میں نہیں لاتی۔ کبھی یہ حالت تھی۔ کہ ساگ پات جانور کی پھلی کریر کا ڈیلہ کھا کر خدا کا شکر بجا لاتے تھے۔ اب طرح طرح کی ملائم و نفیس غذا بھی گلے میں اٹکتی ہے۔ اور پلاؤ زردہ وغیرہ قسم قسم کی لذیذ نعمتوں پر بھی ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ کنکروں اور خاردار زمین پر ننگے پاؤں چلا پھرا کرتے تھے۔ اور اب قسم قسم کی عمدہ اور قیمتی جوتی و بوٹ وغیرہ میں بھی صدہا حجتیں پیدا کرتے ہیں کسی زمانہ میں چھوٹے سے چھوٹی ندی کا عبور کرنا بھی دشوار معلوم ہوتا تھا۔ بدقت تمام کشتیوں اور سرنالیوں وغیرہ کے ذریعے سے گھنٹوں میں پار اترنا نصیب ہوتا تھا۔ اور جان ہمیشہ خطرے میں رہتی تھی۔ بڑے بڑے جہازوں پر بادبان تان کر ہوا کی منتظر آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ اور اگر کہیں قسمت سے ہوا مخالف ہوتی۔ تو مہینوں ایک جگہ اٹکے رہا کرتے۔ اب وہی دریا اور سمندر ہیں۔ کہ کلوں اور سٹیمروں کے ذریعے سے منٹوں میں باسانی عبور کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت و پیغام کا یہ حال تھا کہ تھوڑے فاصلہ پر بھی بھیجنا مشکل تھا۔ اب بذریعہ ڈاک و تار برقی ہزارہا میلوں کے دنوں اور گھنٹوں میں تو درکنار لمحوں میں خبر آجا سکتی ہے۔ راہ زن اور ڈاکوؤں کی یہ کثرت تھی کہ دن دھاڑے لوٹ لیتے تھے۔ اور ان سے جان کا بچانا بھی دشوار ہوتا تھا۔ مگر اب بلا خوف سونا اچھالتے ہوئے چلے جاؤ۔ کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں۔ بہلی اور یکے کی سواری میں دس دس کوس کا سفر طے کرنا بھی صورت سقر معلوم ہوتا تھا۔ دو روز سفر کرتے تھے تو پندرہ دن ہوش نہیں آتی تھی اور اب ہزارہا کوس کا سفر چھ مہینہ کی بجائے دنوں میں طے ہوتا تھا۔ گھنٹوں اور منٹوں میں پورا ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں امیروں کو بھی ایک کتاب کمال تردد سے میسر آتی تھی۔ اب چھاپے خانوں کے ذریعے سے ہزارہا کتب ایک دم میں تیار ہو جاتی ہیں۔ اور غریب غربا بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پہلے موٹا کپڑا بھی مشکل سے میسر آتا تھا لیکن اب بذریعہ کلوں کے انواع انواع اقسام کے عمدہ عمدہ کپڑے گھنٹوں میں تیار ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ اسیطرح روز بروز صدہا نئے نئے تجربات ہمارے مفید مطلب حاصل ہوتے رہتے ہیں جنکو فقط انسانی فہم اور عقل کی ترقی کا نتیجہ خیال کرنا چاہیئے۔

اہل فرنگ جو آجکل حاکم زمانہ بن رہے ہیں اور ہوا کے گھوڑے چلاتے ہیں۔ تھوڑی ہی عرصہ کی بات ہے کہ ان کے بزرگ کپڑوں کی جگہ درختوں کے پتے پہنتے اور بدن پر رنگ لگاتے۔ جنگلی حیوانات کیطرح پھل پھول کھا کر اوقات بسری کیا کرتے تھے۔ یہ ایسے سادہ مزاج اور بزدل ہوتے تھے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے مخالفوں سے لڑائی میں شکست کھا کر خیال کیا کہ شاید یہ شکست ہمارے بزرگوں کی ناراضگی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اور اس بت کو خوش کرنے کیلئے اپنے چار سو معصوم بچوں کو بلی دان کر دیا تھا۔ درختوں کی پرستش کرتے تھے غرضیکہ ہمارے بزرگواروں کیطرح یہ بھی تھے۔ ملک عرب کا یہ حال تھا۔ کہ حج کے

دنوں میں عورت و مرد بالکل ننگے ہوکر کعبہ کی زیارت کو جاتے تھے - اور اپنی مستورات کو باہم ایک دوسرے سے بدل لیتے تھے - بلکہ شاید کسی کسی فرقہ میں کچھ نہ کچھ بقیہ اس نامعقول رسم کا ابتک چلا آتا ہے -

اس قسم کی بیہودہ رسمیں کچھ خاص ملک عرب پر ہی منحصر نہ تھیں بلکہ ہمارے ہندوستان میں بھی لوگ تیرتھوں پر جاکر دان میں اپنی زوجہ تک کو بھی برہمن کو دیتے تھے - پس اب اس سے ثابت ہے کہ خدا نے انسان کو عقل لاثانی قوت بخشی ہے - کہ جس کے ذریعہ سے وہ اپنی حالت کو روز بروز ترقی دے سکتا ہے - مگر اس ترقی کا سب سے بڑھکر ذریعہ تواریخ کا علم ہے - تواریخ سب فوائد کی جڑ ہے - اس کے مطالعہ سے انسان کو بیشمار فائدے پہنچتے ہیں -

بہادروں کی بہادری اور ناموروں کی ناموری کے تذکرات پڑھکر یا سنکر انسان کے دل میں قدرتی جوش پیدا ہوتا ہے اور خواہ مخواہ بھی طبیعت میں شجاعت اور بہادری کا مادہ آجاتا ہے -

مختلف مذاہب کی تواریخ پڑھنے سے نہ صرف واقفیت حاصل ہوتی ہے بلکہ انسان کو طرح طرح کے دنیاوی مکروہات سے عبرت ہوتی ہے - اجنل اور جد مشتر جیسے مشہور اور نامور راجاؤں کی تواریخ سے مصیبت میں استقلال رکھنے کا سبق ملتا ہے -
اتفاق و نفاق کے فوائد اور نقصان کا حال بھی تواریخ کے ہی مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے -
ظلم و بدعت کا سبق اور عیش و عشرت و مستعدی وغیرہ جیسی چیزوں کا عرق بھی تواریخ ہی سے نکلتا ہے -
انصاف اور رحم دلی - حلم اور بردباری - صبر اور بیقراری موقع و محل کی انتظاری یہ سب ہی ہمکو تواریخ ہی سکھلاتی ہے - غرض ساری دنیا کوٹ کوٹ کر تواریخ ہی میں بھردی گئی ہے - بقول شخصے دریا کوزہ میں کردیا ہے -

جب تواریخ ایک ایسی نادر چیز ہے جو ہمکو تمام دنیا کے مستقبل اور ماضی کا سبق بتلاتی ہے - ہماری نیک و بد میں اصلاح کرتی ہے - میدان جنگ میں ہماری پیٹھ ٹھونکتی ہے - شاباش! شاباش -! شکست کے وقت ہمکو دلاسہ دیتی ہے - گھبراؤ مت! پھر لڑیں گے پھر ماریں گے - جاتی ہیں دیں گے - مصیبت میں آنسو پونچھتی ہے - مشکلات میں سہارا کرتی ہے - کہتی ہے ع مرد باید کہ ہراساں نشود مشکلے نیست کہ آساں نشود - تو بھلا پھر ہم اسکو کیونکر نہ پڑھیں اور سنیں - اور اپنے قومی اور ملکی بھائیوں کو آگاہ نہ کریں -

مگر تواریخ تعلیم! تعلیم!! تعلیم!!! کو کہتی ہے - تعلیم تمام برکتوں کی جڑ ہے - اسی سے انسان کو کمالات حاصل ہوتے ہیں - یہی ہمکو تواریخ پڑھنے کے قابل بناتی ہے - اور سب ہنر و فن سکھاتی ہے - نشیب و فراز بتلاتی ہے - بنج بیوپار میں مدد دیتی ہے - ذرّہ سے کمال کے درجہ کو پہنچاتی ہے - نشست و برخاست کی تمیز سکھاتی ہے - اتفاق - اخلاق - تہذیب - ملت محبت - تمام دنیا کی باتیں بھی پڑھاتی ہے - کسی نے سچ کہا ہے - ریکھہ میں میخ لگاتی ہے ع قلم گوید کہ من شاہ جہانم - قلمکش را بدولت میرسانم - اگر بدبخت باشد من چہ دانم - ولی یکبار دولت میرسانم - ظاہر مثال اہل یوروپ کی دیکھ لو - یہ اسی کی بدولت شایستگی کے کمال کو پہنچ رہے ہیں اور ہم لوگ بے علمی کی وجہ سے حالت زوال کے منزل پر جا رہے ہیں - (خدا ان حضرات کو سمجھے - جنہوں نے ہمارے ملک میں علم کو محدود کیا) - تمام دنیا میں انکی سلطنت ہے - کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے - ریل تار انجن وغیرہ جو کچھ تمکو عجائبات سے آجکل نظر

آتا ہے۔ وہ سب علم ہی کا پھل ہے۔ دنیا کے معاملات تو درکنار خدا بھی بقول سعدی بغیر علم نہیں مل سکتا ع کہ بے علم نتواں خدا راشناخت۔

اب یہاں سے اصل کام یعنی تواریخ خالصہ کا آغاز کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ اصل پیشوا و بانی مبانی خالصہ پنتھ یا مذہب کے گورو نانک صاحب ہوئے ہیں جنکو قوم ہنود کے بھوشت پران نے بھی کلجگ کا اوتار مانا ہے۔ ان کا کلام ایسا خالص سچا اور صلح کل کی پالیسی والا ہوا ہے۔ کہ ہندو اور مسلمان دونوں مخالف قومیں بھی ان کی راستبازی و معرفت کی قایل ہیں۔ ان کا کلجگ میں اوتار دھرم کی رکھیا کی غرض سے ہوا ہے۔ وید مقدس میں ایشور نے فرمایا ہے۔ کہ جس وقت دنیا پر گناہوں کا بوجھ زیادہ ہو جاتا ہے۔ ظلم و بدعت کی پکار مچتی ہے۔ بادشاہ کی نظر انصاف سے پھری ہوئی ہوتی ہے بالکل اندھ گھور ہو جاتا ہے۔ اسوقت میں دنیا میں جیووں کا اودھار کرنے کیلئے اوتار دھارتا ہوں۔ گیتا کے چوتھے ادھیائے کے ساتویں شلوک میں بھی بھگوان نے فرمایا ہے کہ اے ارجن جب زمین پر ویدک دھرم کی توہین ہوتی ہے۔ اور خلقت عذاب کی گرمی سے کلبلا اٹھتی ہے۔ تو میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہوں

ਜਦ ਜਦਾ ਹਿ ਧਰਮਸ੍ਯ ਗਿਲਾਨਿਰ ਭਵਤਿ ਭਾਰਤ

ਅਭ੍ਯੁਤਥਾਨਿ ਧਰਮਸ੍ਯ ਤਦਾਤ੍ਮਾਨੰ ਸ੍ਰਿਜਾਮ੍ਯਹੰ।

جیسے راون کی سرکوبی کیلئے رامچندر کا۔ کنس و کورو وغیرہ کے لیئے کرشن کا اوتار ہوا ہے۔ اسیطرح پر جب افغانان لودھی وغیرہ نے ہندوستان پر ظلم و بدعت کا نقارہ بجایا۔ لوٹ مار پر ہاتھ بڑھایا۔ تعصب کو دخل دیا۔ انصاف طاق پر رکھا مردم آزاری کا بازار گرم ہوا۔ نیم۔ دھرم۔ ایمان۔ سب کا لوٹ گیا۔ اندھیر اپا دنیا پر ہونے لگے۔ تب گورو نانک جی نے کلجگ کے جیووں کا اودھار کرنے کیلئے اوتار لیا۔ چنانچہ اس زمانہ کی بابت گورو نانک جی صاحب کا قول ہے۔

کل کاتی راجے قصائی۔ دھرم پنکھ کر اوڈریا۔ سچ چندرماں کوڑ اماوس دیسی ناہیں کہہ چڑھیا۔ یعنی کالجگ زمانہ چھری ہے اور راجہ قصائی ہے۔ رعیت مثل بھیڑ بکری کے ذبح ہو رہی ہے۔ دھرم یا ایمان پر لگا کر اڑ گیا۔ اور سچ جو مثل چاند کے ہے۔ اسکو جھوٹ اماوس والی اندھیری رات نے چھپا لیا ہے۔ نظر نہیں آتا۔ پس ایسے زمانہ نازک میں گورو نانک جی ظاہر ہوئے ان کے کشف و کرامات اور سچے وعظ سے سب لوگ تھوڑی ہی عرصہ میں اپنے مالک خداوند کریم کی اطاعت و بندگی میں خود بخود قایم ہو گئے۔ بقول بھائی گورداس جی کے ستگور نانک پرگٹیا۔ مٹی دھند جگ چانن ہویا۔ جیوں کر سورج نکلیا تارے چھپے اندھیر پلویا۔ یعنی دنیا میں جو زیادہ گناہوں سے اندھیر ہو گیا تھا۔ وہ ستگور نانک جی کے ظاہر ہونے سے دور ہو گیا۔ جیسے کہ سورج کے نکلنے سے تارے چھپ جاتے ہیں اور تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اسیطرح۔ واقعی اس زمانہ کا ایسا ہی حال تھا۔ تواریخوں سے ثابت ہے کہ اس زمانہ میں مسلمان بادشاہوں نے بیچارے ہندوؤں پر ایک ستم ڈھا رکھا تھا۔ گورو نانک جی نے اپنی تصنیف میں اسیواسطے اس زمانہ کے حاکموں کو قصائی کے نام سے پکارا ہے۔

شاہ دیکھو صفحہ ۱۵۔

اب کچھہ یہاں پر قبل شروع کرنے سوانح عمری گورونانک جی کے کچھہ مسلمان بادشاہوں کے ظلم و بدعت سے ناظرین کو آگاہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے - کیونکہ اُس زمانہ کی بابت کچھہ گورونانک جی نے ہی نہیں کہا - بلکہ مورخان سلف کی تواریخ سے بھی حاکموں کے ظلم کا حال ثابت ہوتا ہے - تاریخ **تاج المعاصر** میں لکھا ہے کہ جب **قطب الدین** ایبک نے میرٹھ فتح کیا تو اس نے تمام ہندوؤں کے تمام مندروں اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر جا بجا مسجدیں بنوا دیں ہیں - اور علیگڑھ میں جسکو کویل بھی کہتے ہیں - جسنے دین اسلام کے قبول کرنے میں حیل و حجت کی وہی تہ تیغ کیا گیا - شہر کالنجر میں اس نے ایک سو تیرہ بڑے بڑے ہندوؤں کے مندروں کو گرا کر انکی جگہ مسجدیں تعمیر کرا دیں ہیں - ایک لاکھہ سے زیادہ تو ہندو بیچارے قتل کئے گئے تھے - اور پچاس ہزار کے قریب غلام اور لونڈی بنائے گئے تھے -

سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان کے اوپر ہر ایک حملہ میں جو جو ظلم و تعدی کئے ہیں ہندوستان کی تواریخ سے ظاہر من الشمس ہیں - کوئی حملہ ایسا نہیں جسمیں اُس نے لاکھوں ہندوؤں کا خون نہ کیا ہو - اور لاکھوں نوجوان اور خورد سال لڑکے لڑکیاں غلام بنا کر نہ لیگیا ہو - غرضیکہ ہر بار سومنات جیسے بڑے بڑے مندروں کو توڑ کر اور شہروں کو لوٹ لوٹ کر کروڑہا روپیہ کے قیمتی جواہرات اور سونا چاندی اسقدر با فراط تمام اپنی ولایت کو لیجاتا رہا ہے جسکا بیان نہیں -

طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ قطب الدین ایبک بادشاہ کے زمانہ میں جب شہر بہار فتح ہوا - تو ایک لاکھہ قریب تو صرف برہمن قتل کئے گئے - اور ہندوؤں کا ایک قدیمی کتب خانہ جس میں بہت پرانی پرانی کتابیں موجود تھیں جلا دیا گیا -

امیر **خسرو** نے تواریخ علائی میں لکھا ہے - کہ **فیروز شاہ** نے شہر بہلسہ کے گرد نواح میں جو دکن میں واقع ہے - بیشمار ہندوؤں کے پرانے پرانے بت منگوا کر اپنے قلعہ کے دروازہ کے سامنے رکھوا دیئے تھے - اور مدت تک ایک ہزار ہندوؤں کے خون سے ان بتوں کو ہمیشہ اشنان یعنی غسل کرایا جاتا تھا - دو مرتبہ اس نے ملک مالوہ کو اس بری طرح سے لوٹا کہ کسی کے گھر میں مٹی کے برتنوں کے سوا کچھہ نہ چھوڑا - ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج کر دیا -

علاء الدین خلجی کا حال امیر عبد اللہ خاں صاحب اپنے تذکرۃ العمر میں یوں لکھتے ہیں کہ یہ بادشاہ تو مذہب کی ترقی کا نام ہی لیتا تھا - ورنہ دراصل اندرونی مطلب اسکا ہمیشہ لوٹ کھسوٹ ہی پر رہتا تھا - اس نے شہر کھمبایت کے گرد نواح میں اسلام کی ترقی کے لیئے ہندوؤں کے خون سے دریا بہا دیئے - اور اقوام ترکی ہندوستان سے اسقدر سونا چاندی جواہرات ہیرا مانک پتہ ریشمی پارچہ جات در زیور وغیرہ لوٹ کر لے گئے کہ اُن کی پشتہا پشت کے لئے کافی ہوا - پچاس ہزار نابالغ اطفال کو اور قریب بیس ہزار کے جوان جوان حسین عورتوں کو غلام بنا کر اپنی ولایت میں بھیجدیا - اسکو قتل کر دینے لوٹ لینے جلا دینے جیسی سخت اور بیرحم کاموں سے کبھی پیچھے نہیں ہوتا تھا - ہاں البتہ منتظم بڑا تھا - دال روٹی کا نرخ بھی خود مقرر کرتا تھا - ایک مرتبہ قلت بارش کیوجہ سے بدون اُسکی اجازت کے کہیں آدھا جیتل[1] محصول غلہ پر بڑھ گیا - تو صرف اس قصور پر بیچارے کوتوال کو چابکوں سے مروا دیا تھا - اگر کوئی دوکاندار کوئی چیز وزن میں کم دیتا تو کمی کی مقدار اس کے بدن کے گوشت سے پوری ہوتی تھی - (خدا کی پناہ !)

ایک روز کا ذکر ہے کہ علاء الدین بادشاہ نے اپنے قاضی سے پوچھا کہ ہندوؤں کیواسطے شرع کا کیا حکم ہے - تو قاضی نے کہا کہ ہندوؤں کی شرع

[1] جیتل اس زمانہ کے سکہ کا نام ہے جو دو آنہ کے برابر ہوتا تھا

اِن سے جب چاندی طلب کیجاوے تو اُن کو عجز و انکسار سے سونا دینا چاہئیے۔ اور اگر مسلمان حاکم کسی ہندو کے منہ میں تھوک دے تو اُس کو بڑی خوشی سے اپنا منہ اُس تھوک کے نگلنے کو کھول دینا چاہئیے۔ خدا کا یہ قطعی حکم ہے کہ یہ ہندوؤں کو مسلمانوں کی خدمت کیلئے پیدا کیا ہے پیغمبر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہندو جبتک دین محمدی قبول نہ کریں اِن کو قید کرو قتل کرو۔ غلام بناؤ۔ مال و متاع سب چھین کر مفلس قلانچ بنا دو۔ اور ان کو دین میں لانے کیلئے صدہا تکلیفوں اور اذیتوں کا نشانہ بناؤ۔ تب بادشاہ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ قاضی جی شرع تو دور رہی۔ میں نے خود یہ حکم دے رکھا ہے۔ کہ کسی ہندو کے پاس سوا غلہ اور موٹے پارچہ جات حسب مقدار خرچ ششماہی کے اور کوئی دوسری چیز نہ رہنے پاوے۔

اِس بادشاہ کے وقت ہندو تجاروں پر اسقدر زوال آیا کہ وہ بالکل مفلس ہو گئے۔ یہانتک کہ اچھے اچھے عالی خاندان اور دولتمندوں کی مستورات بھی مزدوری وغیرہ کرنے کیلئے مجبور ہو گئی تھیں۔ کل رعیت تراہ تراہ کر رہی تھی۔ اِسکی ڈیوڑھی پر ہر وقت چالیس پچاس مقتول ہندوؤں کی لاشیں پڑی رہا کرتی تھیں۔ دولتمند ہندوؤں کو خفیف جرم کے ارتکاب میں بھی سنگین سزا دیجاتی تھی ظالم اسقدر تھا کہ خاص اپنے بھائی کے بھانجے کی صرف باغی ہو جانے کے شبہ میں کھال کھچوائی تھی۔ اور اُن کے گوشت کا پلاؤ پکوا کر ان کے بال بچوں کو کھلوا دیا۔ اور جو کچھ باقی بچ گیا وہ ہاتھیوں کے پیروں تلے روندوایا گیا۔

شہر دولت آباد کو اس نے اسطرح برنیست و نابود کیا کہ کُتا بلی تک باقی نہ چھوڑا۔ فالج والے کو غبارہ کے ذریعے سے اُڑوا دیا۔ اور اندھے کو گھوڑے کی دم سے بندھوا کر گھسٹوایا۔ اور جہنم رسید کیا۔

جو دہلی میں اس نے قلعہ تعمیر کرایا تھا اُس پر ہندوؤں کے تمام بتوں کا ہی پتھر خرچ ہوا ہے۔

جلال الدین خلجی کو امیر خسرو نے اپنی تواریخ میں نرم مزاج قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ چوروں کو اکثر رہا کر دیا کرتا تھا۔ جب ہم اِس نرم مزاجی کی تعریف کو اُس کے ظلم و بدعت سے جو اُس نے ہندوؤں پر کئے ہیں مقابلہ کرتے ہیں تو ہمکو یہی گمان ہوتا ہے کہ شاید وہ چور جنکو وہ رہا کر دیتا تھا قوم سے ضرور مسلمین ہونگے۔ کیونکہ ہمکو کوئی ایسی مثال جسمیں ہندوؤں پر اُسکی نرم مزاجی کا برتاؤ ہوا ہو نظر نہیں آتی۔ اس نے ہی تمام مالوہ گجرات کچھ کے ملک کو لوٹ کھسوٹ کر کے تباہ کر دیا تھا۔ کسی کے گھر میں سوائے مٹی کے برتنوں اور کپڑوں کے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا تھا۔ قوم ہنود کی بیس ہزار لڑکی لڑکیوں کو اُن کے والدین سے جدا کر کے مسلمانوں کو صرف لونڈی غلام بنانے کیلئے انعام میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور چودہ ہزار ہندو رئیسوں کے سر کو قلعہ کی دیواروں پر رکھوا کے ہر ایک پر جدا جدا چراغ روشن کرائے جمنا میں پھنکوا دیا تھا۔ رعایا کو اسقدر مفلس کر دیا تھا۔ کہ ایک مرتبہ قحط سالی کے دنوں میں باوجود اسکے کہ فی سیر یہ من غلہ کا نرخ ہو گیا تھا۔ مگر کیا امکان تھا جو ایک روپیہ بھی غلہ خریدنے کیواسطے کسی کے پاس سے نکلتا لوگ فاقوں کے مارے دریاؤں میں ڈوب کر مر جاتے۔

جلال الدین نے اپنی نرم مزاجی پر تو خلقت کا یہ حال کر رکھا تھا۔ خدا نخواستہ سخت مزاج ہوتے تو نہیں معلوم کیا کرتے۔ امیر خسرو نے اپنی تواریخ میں بادشاہ کی خوشامد کا بہت خیال رکھا ہے۔ ادھر تو بادشاہ کو نرم مزاج ٹھرایا۔ ادھر ہندوؤں کو

داغ والو بنایا ہے۔ مگر امیر خسرو صاحب کی خوشامدانہ الفاظ کچھ بیجا نہیں تھی۔ کیونکہ تمام زمانہ کا یہی حال ہے۔ سچ اور انصاف کی بات کوئی کہتا ہے؟ ورنہ جس کی لاٹھی اُسکی بھینس۔ اُس زمانہ کی تو ہندوؤں کا بھی یہ حال تہا۔ کہ سوائے بسم اللہ الرحمن الرحیم جزاک اللہ۔ واللہ باللہ کی زبان بھی نہیں کھولتے تھے۔ اپنی قوم کو خود کافر و بی تمیز جیسے حقیر الفاظ سے مخاطب کرتے تھے۔ مسلمانوں کو مومن وصاحب تمیز لکھتے تھی۔ اگر کوئی ہندو میدان جنگ میں کٹکر شہید ہوا۔ تو اُس کو فی النار السقر لکھا۔ اور اگر مسلمان ہوا تو اُسکو شہادت کا شربت پلایا۔ غرضیکہ ہندو لوگ بھی اپنی بھاشا ہندی کو چھوڑکر فارسی و عربی کو پسند کرتے تھے۔ بلکہ گورو صاحب کا بھی قول ہے کہ کھتریاں دھرم چھوڑیا۔ ملیچھ بھاشا گہی۔ سرشٹ سب ایک برن ہوئی دھرم کی گت رہی"۔

ਖਤ੍ਰੀਆਂ ਤਾਂ ਧਰਮ ਛੋਡਿਆ ਮਲੇਛ ਭਾਖਿਆ ਗਹੀ ॥ ਸ੍ਰਿਸਟਿ ਸਭ ਇਕ ਬਰਨ ਹੋਈ ਧਰਮ ਕੀ ਗਤਿ ਰਹੀ ॥

ہندی مثل ہے جیتھا راجہ تتھا پرجا۔ ਜਥਾ ਰਾਜਾ ਤਥਾ ਪ੍ਰਜਾ ॥ کیا اس زمانہ کی لوگوں کو نہیں دیکھتے؟ کہ سوائے مائی ڈیر اِگم سرا کِسٹ پٹ کوٹ پتلون کی اور کوئی دوسری بات نہیں آتی۔ کھڑی ہوکر پیشاب کرنا داڑھی منڈوانا۔ ننگا سر رکھنا۔ چھری کانٹی سے کھانا کھانا۔ وغیرہ وغیرہ ایک اوا سمجھہ رکھی ہے۔ سچ ہے ہر عیب کہ سلطاں بپسندد ہنر است۔

فیروز شاہ جو نہایت نیک سنا جاتا تھا اور جس نی اپنی تذکرۃ المفتوحات میں خود لکھا ہے کہ مجھہ سی پیشتر کی بادشاہ ذرا ذرا سی بات میں جان لے ڈالتے تھے۔ اور ہندوؤں کو زندہ آگ میں جلا دیتی تھی۔ کسی کی ناک کاٹ لیتی کسی کا کان اڑا دیتی۔ کسیکو اندھا کر دیتی۔ کسیکی ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھوک دیتی۔ کھال کھچوا لیتی۔ غرضیکہ وہ وہ کرتی جو کسی نے نہ کیا ہو۔ مگر میںنے ایسا نہیں کیا"۔

سچ ہے اپنی دہی کو کون کھٹی کہتا ہے۔ یا اپنی منہ کو کون میاں مٹھو نہیں بنتا۔ مگر تواریخ فرشتہ میں حضرت کی بابت یوں لکھا ہے۔ کہ جب اس بادشاہ نی نگرکوٹ کانگڑہ فتح کیا۔ تو اُس نی وہاں کی تمام مندروں کو گرادیا تھا۔ اور بتوں کو توڑکر اُن پر گائی کا گوشت لپیٹ کر کی برہمنوں کی گلی میں بندھوادی تھی۔ تیرہ ہزار ہندو بت پرستوں کو گرفتار کرکی سب کی منہ میں گائی کا گوشت دیکر گرزوں سی مار مار کر نیست و نابود کر دیا تھا اور یہ بھی اسی بادشاہ کا ذکر ہے کہ ایک روز اسکو مخبر نی خبر دی کہ ایک برہمن خفیہ طور پر دہلی میں بت پرستی کرتا ہے۔ یہ سنتی اس خبر کی اس بیچارے برہمن کو گرفتار کر منگایا۔ اور اُسکو قاضی صاحب کی فتوی پر معہ بت زندہ آگ میں جلوا دیا۔

آخر کار جب ہندوؤں نی جزیہ یعنی ٹکس دینا قبول کر لیا۔ تو اُن کو کچھہ تھوڑی مدت تک چین ملا۔ ورنہ آئی دن یہی حال رہتا کہ فلاں ہندو کی کھال کھینچی گئی۔ فلاں جلا دیا گیا۔ کوئی قتل ہوا۔ کوئی غرق دریا کر دیا گیا۔

جب ہندوؤں کو جزیہ دینی پر کچھہ امن ملا۔ تو انہوں نی از سر نو مندر و شوالی اپنی پرستش کیلئے بنائی۔ مگر افسوس ہے کہ ان سی باوجود جزیہ لینے کی بھی ان کو مندر وغیرہ بنانی دیکھکر مارے تعصب کی بادشاہ نے اپنے عہد و پیمان کی برخلاف پھر دق کرنا شروع کر دیا۔ اور جتنے مندر و شوالی بنائی گئی سب کو گروا دیا۔ اور ان کی جگہ جا بجا مسجدیں تعمیر کرادیں۔

ایک مرتبہ اسی نیک مزاج بادشاہ کی بابت یوں بھی روایت ہے کہ ایک روز دو ہزار نفوس نے آکر فریاد کی کہ ہماری شتکالی میں دو دو

کوئی حاشیہ نہیں ہے

آمدنی کم ہوتی تھی) دو رتی چاندی کم ہے۔ حضور تحقیقات فرما کر ٹکسال والوں کو سزا دیں۔ وزیر بادشاہ کو پہچ پر اس معاملہ میں یوں بول اٹھا۔ کہ شکستگی کی کم و زیادہ ہونے میں تو چنداں قباحت نہیں مگر سکہ مثل کنواری لڑکی کے ہوتا ہے۔ جہاں ایکبار اسکی بدنامی ہوئی پھر اس کو کوئی نہ لیگا۔ وزیر کی یہ بات سنتے ہی اون بیچارے دونوں صرافوں کو قید میں بھیجدیا۔ اور تمام جائداد انکی ضبط کرلی۔ بیچارے صرافوں پر بدو ع ای روشنی طبع تو بر من بلا شدی کا حال گذرا۔

یہ تو ہماری انگریزی سرکار بہادر ہی کا عالی دماغ ہے کہ اب روالی اور آزاد مزاج لوگ اسکی انتظام میں سینکڑوں نکتہ چینیاں کرتے ہیں اور بات بات میں نام دھرتے ہیں۔ مگر وہ اف تک بھی نہیں کرتی۔ بلکہ الٹی بعض بعض موقعوں پر مشکور ہوتی ہے۔

اس زمانہ کی زبردستی اور ظلم کا کہانتک بیان کیا جائے۔ **غیاث الدین** کا ذکر ہے۔ کہ اس نے رانا مل بھٹی کی دختر کے حسن کی تعریف سنکر بلا کسی پس و پیش کے اسکو لکھ بھیجا کہ میرے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کردو۔ اور جب رانا مل نے انکار کیا تو اس پر چڑھائی کردی اور نہایت سختی کرنے لگا۔ لڑکی نے اپنے باپ کو اس مصیبت میں دیکھکر اس سے کہا کہ اگر میری دیہی ڈالنے سے سارا گھر بچ جاوے تو کچھ ہرج نہیں مجھکو اس کے حوالہ کردو اور یہ سمجھو کہ ایک لڑکی ہماری مرگئی۔ ناچار رانا مل نے اپنی لڑکی کو جبراً و قہراً غیاث الدین کے پاس بھیجدیا۔ اور اس کے شکم سے فیروز شاہ پیدا ہوا۔

ان ہی آفتوں سے ہمارے ملک کی اعلیٰ قوموں میں دختر کشی کی بد رسم جاری ہوگئی تھی۔ جو اب گورنمنٹ انگلشیہ کے انتظام سے قریب قریب بالکل مسدود ہوگئی ہے۔

اسی بادشاہ کے عہد میں جیسلمیر میں ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ قوم ہنود کی آٹھ ہزار عورتیں صرف اس خوف سے کہ ان کی عزت میں خلل نہ آوے خود بخود آگ میں جلکر ستی ہوگئیں اور اسیطرح پر دوسرا جہاد چوبیس ہزار عورتوں نے بھٹنڈی کے قلعہ میں کیا۔

اس زمانہ کے راستہ وغیرہ کی بد انتظامی کا یہ حال تھا کہ جب فیروز شاہ نے قلعہ بھٹنڈی کی چڑھائی میں شکست کھائی اور وہاں سے گجرات کی طرف رخ کیا تو راستہ بھول گیا۔ اور مع اپنی فوج کے کچھ کے میدان میں جا نکلا اور وہاں چھ ماہ تک مع لشکر کے بھولا ہوا پھرتا رہا۔ بہت سی جانیں تلف ہوگئیں۔ ڈاک کا ایسا عمدہ انتظام تھا کہ بادشاہ کی بھولنے کی خبر وزیر کو دہلی میں چھ ماہ تک نہیں پہنچی۔

اسی بادشاہ کی بابت یوں بھی ذکر ہے کہ اس نے اپنی رعایا کو محصول و ٹکس اور جزیہ سے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ یہانتک کہ چرخہ۔ چارپائی۔ وغیرہ جیسی خانہ داری کی ذلیل چیزیں بھی بادشاہی محصول سے مستثنیٰ نہیں تھیں۔ پگڑی باندھنے والے بھانڈ۔ بقال قوال طوائفین وغیرہ وغیرہ سب ٹکس دیتے تھے۔ تیرہ لاکھ روپیہ ماہواری تو صرف وزیر صاحب کو جسکے پاس دو ہزار بیگمات تھیں ملا کرتا تھا۔ وزیر جنیس شہریار جہاں۔ جہاں جوں تکبر قرار جہاں کا معاملہ تھا۔

یہ تو فیروز شاہ کی سلطنت کا حال تھا اب **تیمور** کا حال سنیئے۔ اس نے علاقہ دیال پورہ کے پانچ ہزار (۵۰۰۰)۔ اجودھیا کی چودہ ہزار (۱۴۰۰۰) اور بنارس کی بیس ہزار بت پرست ہندو برہمنوں کو بلا قصور قتل کروا دیا تھا۔ اور ان کے سب عیال و اطفال کو لونڈی اور غلام بنا لیا تھا۔ اور باہر شہر پر محصول لگانے کے تکرار میں اس نے ایک سو پنتیس ہزار ہندوؤں کو ایک مکان میں بند کرواکے

آگ لگادی تھی باقی جوان بیں سے بھاگ نکلے تھے۔ وہ قریب دس ہزار کی تلوار سے قتل کیئے گئے تھے۔

جب اس نے تونی کی قلعہ کو گھیر لیا تھا۔ اسوقت وہاں کے راجپوتوں نے پہلے اپنی بال بچوں کو قتل کیا اور بعد میں اسکا مقابلہ کر کے شہید ہو گئے۔ جو باقی بچے وہ قریب دس ہزار کی قید میں آئے۔ تمام شہر اور قلعہ کو لوٹ مار کر کے غارت کر دیا۔ غرضیکہ جو ہندوستانی پایا گیا مار کر کھاٹ اتار دیا گیا۔ اور باقی جو ان کی زن و بچے بچ گئے اُن کو غلام بنا لیا۔ ایک لاکھ پچاس ہزار ترک کی سپاہیوں کو تو صرف اُس نے ہندو بیچاروں کی لوٹ مار کیلیئے مقرر کر رکھا تھا۔ جو آخر کو بڑی بڑی دولتمند ہو کر اپنی ولایت کو نوکری چھوڑ کر چلے گئے۔

جب یہ دہلی میں پہنچا تو وہاں صرف پندرہ یوم رہ کر کہنے لگا کہ میں تو ہندوستان میں صرف ہندوؤں کو تہ تیغ اور غارت کرنے کے لیئے آیا ہوں۔ نہ کہ عیش و عشرت کیلئے۔ اگو میں پہلے ہی لاکھوں ہندو قتل کر چکا ہوں۔ مگر پھر بھی آرام سے بیٹھنا حرام ہے۔ چنانچہ فوراً میرٹھ پر حملہ کیا اور وہاں بیشمار ہندو قتل کیئے۔ اور مندر گرائے۔ غرضیکہ گنگا کے آر پار علاقوں کو اس نے خوب لوٹا اور غارت کیا ہندوؤں کو بالکل محتاج کر دیا۔ اور ان کی بے تعداد لڑکے لڑکیوں کو غلام و لونڈی بنا لیا۔ بہت سی بڑی بڑی راجاؤں کو گرفتار کر کے مجبوراً اُن کے منہ میں گائے کا گوشت دلوا دیا۔

تواریخ توزک بابری میں لکھا ہے۔ کہ جو ہندو لڑائی میں پکڑ کر قید کیئے جاتے تھے۔ وہ سب بادشاہ کے روبرو قتل کیئے جاتے۔ ایک روز اتنے قتل ہوئے کہ لاشوں کے انبار لگ گئے۔ اور بادشاہ کو اپنا خیمہ تین جگہ بدلنا پڑا۔

ہندوستان میں جسقدر اونچی اونچی ٹیلے غارت شدہ آبادیوں کی یادگار میں نظر آتے ہیں۔ وہ سب ان ہی بادشاہوں کی ظلم و بدعت کی شہادت دے رہے ہیں۔

اب وہ قدیم شہر قنوج کا کہاں ہے۔ جسمیں صرف بیس ہزار دکان تو پنواڑیوں کی تھی۔ شہاب الدین غوری نے اس شہر کا نام و نشان بھی نہیں چھوڑا تھا۔ نہ وہ قدیم کا متھرا شہر ہے۔ جسکی آبادی ۲۲ میل مربع تھی۔ اسکو محمود غزنوی نے غارت کر کے زمین کے برابر کروا دیا تھا۔ اور اسی شہر کے ایک بڑی مندر کی تعریف میں جو زمین کے برابر کر دیا گیا تھا بادشاہ کا میر منشی یوں خامہ فرسائی کرتا ہے کہ اگر ایسا مندر بنایا جاوے تو کروڑہا دینار خرچ ہوں۔ اور بہت ہوشیار کاریگر سو برس کام کریں تو کہیں جا کر تیار ہو۔ اس مندر کی شان و شوکت و بلندی کا بیان کرنے سے زبان ہی عاری ہے یہ مکان جواہرات کی کان محمود شاہ کے ہاتھ لگا۔ جتنا جی چاہا اُس نے اور اُسکی فوج نے خوب لوٹا۔

علاوہ ازیں شہر بہلسہ کا بڑا بھاری مندر جو ایک سو پانچ گز بلند و نصف کوس کے قریب لمبا چوڑا تھا۔ اور کہیں دو تین سو برس تک کروڑہا روپیہ خرچ ہو کر بنا ہوگا۔ ایک دم میں شمس الدین نے توڑ کر مسمار کرا دیا تھا۔ امیر خسرو صاحب لکھتے ہیں کہ اس شوالہ کے توڑنے میں لکھو کھا آدمی مارے گئے۔ خون کے دریا بہ گئے۔ کروڑہا روپیہ کے جواہرات جو شوالہ کی سقف میں جڑے ہوئے تھے۔ فوج نے لوٹ لیئے۔ اور وہاں مسجد بنا دیگئی۔

محمد قاسم کی بابت محمد موسیٰ نے اپنی تواریخ سندھ میں یوں لکھا ہے۔ کہ جب شمس آباد کو برباد کیا۔ تو اسپے نسوا لاکھ ہندو

کو جان سے مروا دیا۔ اور بیس ہزار کو قید کر کے بغداد میں بھیج دیا۔ انمیں راجہ بہمن آباد کی دو نوں حسین لڑکیاں بھی خلیفہ کے حرم میں داخل کی گئیں۔ جب خلیفہ ان کے پاس گیا۔ تو انہوں نے اُس سے کہا کہ ہم اصل میں آپ کے لایق نہیں ہیں۔ ہمکو تو محمد بن قاسم نے پہلے ہی سے خراب کر ڈالا ہے۔ خلیفہ ولید نے اُسی دم غیض میں آکر فوج کو اپنے ہاتھ سے لکھ بھیجا کہ محمد بن قاسم کو زندہ بیل کی کھال میں بند کر کے بھیجدو۔ چنانچہ جب اس کی نعش بغداد میں پہنچی اور اُن دونوں لڑکیوں کو دکھلائی گئی تو انہوں نے ہنس کر کہا کہ افسوس تمنے بغیر ہماری کہنی پر بلا تحقیقات ایسے بہادر اور لایق سپہ سالار کو ناحق مروا ڈالا ہے۔ اُس نے ہمکو چھوا تک بھی نہیں تھا۔ ہم نے تو صرف اس بہانے سے اپنے باپ کے قتل کا انتقام لیا ہے۔ خلیفہ سنکر حیران رہ گیا۔ اور اُسیوقت اُن دونوں کو بھی تہ تیغ کرا دیا۔

میر معصوم صاحب اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں کہ ملک سندھ کے بھاٹیہ لوہانہ جاٹ کوری وغیرہ قوموں کیلئے خلیفہ عمر نے یہ قانون جاری کر رکھا تھا۔ کہ کوئی عمدہ کپڑا نہ پہنے۔ نفیس طعام نہ کھائے۔ گھوڑے پر سوار نہو۔ دو منزلہ مکان نہ بنائے۔ خوبصورت لڑکا لڑکی نہ رکھیں اور اگر ہوں بھی تو اُس کو مسلمانوں کی نظر کیا کریں۔

ہندوؤں پر اسقدر جزیہ لگا رکھا تھا کہ وہ تنگ ہو کر خود بخود مسلمان ہو جاویں۔ لیکن شاباش اُن کی ہمّت کو جنہوں نے لاکھوں مصیبتیں اور تکالیف جھیلنی قبول کیں مگر مذہب کا چھوڑنا پسند نہ کیا۔

خلیفہ عمر کا یہ بھی حکم تھا کہ ہندوؤں کی کل سالانہ پیداوار محاصل نے لی جاوے۔ صرف اُن کے پاس تھوڑا سا گذارے کے موافق چھوڑ دیا جاوے۔

تواریخ چچنامہ میں لکھا ہے کہ جب محمد بن قاسم نے ملک سندھ کے قلعہ راؤ کو فتح کیا۔ تو اُس نے قریب تیس ہزار خوبصورت خوبصورت ہندو عورتوں کو والئی قلعہ راؤ کے سر کے ساتھ بغداد میں خلیفہ ولید کے پاس قید کر کے بھیجدیں۔ جنمیں سے وہاں پہنچکر کچھ تو فروخت کر دیگئیں اور کچھ انعام میں تقسیم کر دیگئیں۔ خلیفہ نے محمد بن قاسم کو لکھا۔ کہ تم ہندو کافروں کو ہرگز ہرگز جیں نہ لینے دو۔ جہانتک ممکن ہو اپنے مذہب اسلام میں لاؤ۔ ورنہ قتل کر ڈالو۔ اس نے شہر دیبال پور کے بڑے بڑے مندر مسمار کرا دیئے تھے۔ اور لکھو کھا روپیہ کا مال و متاع لوٹ کر خلیفہ کے پاس بھیجدیا تھا اٹھائیس ہزار ہندو مرد و عورت کو صرف لونڈی و غلام بنا کر بھیجدیئے تھے۔

تیمور شاہ اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ میرا ہندوستان کے ملک میں اسقدر تکلیف اُٹھا کر آنا صرف دو امروں کیلئے ہوا ہے۔ ایک تو ہندو کافروں کو قتل کر کے اُن کو عاقبت میں بخشش کا امیدوار بنانے کی غرض سے اور دوسرے ہندو کافروں کا مال و متاع لوٹ لوٹ کر مسلمانوں کو جن کیلئے وہ شیر مادر کیطرح حلال ہے۔ دینے کیواسطے۔

اکبر بادشاہ جو نہایت نیک اور منصف مزاج وصلح کل کی پالیسی والا بادشاہ تصور کیا جاتا ہے۔ اُس کی بابت ذکر ہے۔ کہ اُس نے عبد السیاح کی عورت کو چھین کر اپنے محل میں داخل کر لیا تھا۔ اور بہت سے ہندوؤں کو خوف دکھا کر انکی حسین لڑکیوں کو لے لیتا تھا۔ رعیت سے فی بیگھہ پختہ زمین پر پانچ من غلہ بادشاہی محاصل میں وصول کیا جاتا تھا۔ خواہ اصلی پیداوار ایک من بھی نہو۔

ٹاڈ صاحب اکبر بادشاہ کی بابت اپنی کتاب میں یوں لکھتے ہیں کہ جب راجہ **جسونت سنگھ** جودھپوریہ جو اُسکا بڑا خیر خواہ تھا۔ کابل کی مہم پر مارا گیا تو اُس نے اُسکے عیال و اطفال کیلئے جو اُسوقت دہلی میں موجود تھے مسلمان بنانے کیواسطے حکم دیا

مگر راجہ کی ہمراہی راجپوتوں نے بڑی عقلمندی اور ہوشیاری سے اس کے بیٹوں کو تو مٹھائی کے ٹوکروں میں چھپا کر نکال دیا۔ باقی اُن کو جو نہیں نکل سکتے۔ ایک کوٹھری میں بند کر کے بارود سے اڑا دیا۔ اور خود بادشاہ کے مقابلہ میں لڑ کر شہید ہوگئے۔ شاباش اُن کو کہ جنہوں نے جان دینا تو قبول کیا مگر دھرم کو نہ چھوڑا۔ یہ مقابلہ ایسا خونریز ہوا تھا کہ دہلی کے تمام بازاروں میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ یہ واقع جانکاہ ۷ ساون سمت ۱۷۳۵ میں ہوا تھا جس کی یادگار میں اب تک جودھپور میں ہر سال کچھ نہ کچھ خوشی منائی جاتی ہے اور یہی بادشاہ صرف جمیل اودیپور رانے کی لڑکی کو لینے کی غرض سے کئی برس تک چتوڑ کے قلعہ پر لڑتا رہا۔ غرضیکہ ہندو بیچارے تو مسلمانوں کے عہد میں بھیڑ کی طرح مونڈا گئے۔ جو آیا۔ خواہ نیک خواہ بد سب نے اس قوم کا سر بغیر مونڈے نہیں چھوڑا۔ اور باقی رہا شاہ اورنگ زیب کے ظلم و ستم کا حال تو دنیا میں اظہر من الشمس ہے۔ ایک بچہ بھی جانتا ہے۔ کہ یہ بڑا متعصب اور ظالم بادشاہ ہو گذرا ہے مثل مشہور ہے کہ بغیر سوا من جنیئوں کے اتارے روزمرہ پانی پینا بھی حرام سمجھتا تھا۔ گو اس کہاوت میں مبالغہ ہے مگر تاہم اس کے ظلم کی انتہا جور و ستم کو ثابت کرتا ہے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ بیچارہ رگھوناتھ جوگی بازار میں پھر رہا تھا شامت کا مارا کہیں اس کی نظر پڑ گیا۔ فوراً بلا کر اس کو مسلمان بنانے کیلئے مجبور کیا۔ جب اس نے نہ مانا تو اس کا سر کٹوا کر عبرتاً چاندنی چوک میں ایک بانس کے اوپر لٹکوا دیا۔ شمس تبریز جیسے مسلمان رسیدہ فقیر کی بھی شرع کے برخلاف ہونے کی وجہ سے اس نے کھال کھچوائی تھی۔ غرضیکہ اس بادشاہ کے ظلم و ستم کا کچھ شمار نہیں رہا شہر کے شہر اور گانوؤں کے گانوؤں اس نے مسلمان کر دیئے۔ اپنے باپ تک کو قید کر لینے سے باز نہیں رہا۔ بھائیوں کو مروا ڈالا۔ جو فعل کیا۔ مردم آزاری و ستمگاری کا کیا۔ غرض مسلمانوں کی سلطنت ظلم و ستم میں ایک سے ایک بڑھ کر ہوئی ہے۔ ایک دو ہوں تو اُسکا ذکر کیا جائے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے۔ کہ محمد بادشاہ گلبرگہ نے مہاراجہ تلنگ کے بیٹے کی زبان کٹوا کر اسکو زندہ آگ میں جلوا دیا تھا۔ پانچ لاکھ آدمیوں کا گلا گھٹوا دیا تھا۔ اور جس ماہ میں بیس ہزار سے زیادہ ہندو قتل کرواتا اس میں بہت خوشی سے جشن کرتا۔ عیاش اس درجہ کا تھا۔ کہ خوبصورت عورتوں کی قطار باندھ کر تالاب میں غسل کرتا اور اُن کو غوطہ دیکر خوش ہوتا۔

ٹامسن صاحب کے تخمینہ کے بموجب فیروز شاہ کے وقت سات کروڑ روپیہ بابر شاہ کیوقت تین کروڑ روپیہ اکبر بادشاہ کیوقت ۳۲ کروڑ۔ جہانگیر کے وقت ۲۲ کروڑ اور اورنگ زیب کیوقت ۳۹ کروڑ روپیہ ہندوستان کا محاصل شاہی خزانہ میں داخل ہوا کرتا تھا۔

اب مندرجہ صدر واقعات سے مسلمان بادشاہوں کے ظلم و بدعت کا حال ناظرین بخوبی وزن کر سکتے ہیں۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ان کے جیسے ظالم۔ خود پسند۔ متعصب عیاش سلطنت کوئی دوسری روئے زمین پر نہیں ہوئی۔ ان کو سوائے ہندو بیچاروں کو قتل کرنے۔ لوٹنے۔ یا ان کی بہو بیٹیوں کی عصمت میں خلل ڈالنے۔ جبراً مسلمان بنا لینے وغیرہ وغیرہ جیسے کاموں کے کبھی ایسی بات کا خیال جس سے رعایا کی بہبودی و آبادی متصور ہوتی خواب میں بھی نہیں گذرا۔ رشوت کا بازار ایسا گرم تھا۔ کہ جسکا بیان نہیں۔ تواریخ سندھ میں اسکی بابت یوں لکھا ہے کہ جب نگر ٹھٹہ کے حاکم نے سنا کہ اسکا قاضی رشوت بہت لیتا ہے۔ تو اس نے قاضی کو طلب کر کے پوچھا۔ قاضی نے کہا کہ بیشک مدعی و مدعا علیہ سے جہاں تک بن پڑے خوب رشوت لیتا ہوں۔ مگر افسوس کہ

رگواہوں کی کچھ نہیں ملتا۔ جس پر حاکم مذکور ہنس کر خاموش ہو رہا۔ جہاں کی قاضی اور حاکم کا یہ حال ہوگا وہاں انصاف کا بھلا کیونکر دخل ہو سکتا ہے۔ سو وقت کوئی قاعدہ قانون نہیں تھا۔ صرف شرع محمدی کی رو سے ہندو و مسلمان دونوں کے مقدمات فیصل کئے جاتے تھے۔ جیسے بھنگ اور چرس غیرہ کا پینا تو مسلمان کے لئے منع کیا ہے۔ مگر ہندو کو قتل کرنا۔ لوٹ لینا۔ اُن کی عورتوں کی عزت بگاڑنا۔ انواع انواع اقسام کے عذاب اور تکلیف دینا۔ اُن کو جبراً اپنے مذہب میں لانا مسلمان کے لئے عین ثواب لکھا ہے۔

مگر ظلم کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ بقول سعدی ؎ ہر زبردست زیردست آزار۔ گرم تا کی بماند ایں بازار۔ جب مسلمانوں نے بہت ظلم پر کمر باندھی۔ اور تمام خلق اللہ کو رنج پہنچایا۔ اور سب کے ایمان دھرم میں فرق آگیا۔ تب گورو نانک جی نے دھرم کے بچانے کی غرض سے اوتار لیا۔

گورو نانک جی کے خاندان کا اصل سلسلہ سورج بنسی سری رامچندر جی مہاراج کی اولاد کسو سے ملتا ہے۔ اسکا مفصل حال بچتر ناٹک و منگل پرکاش میں خود گورو گوبند سنگھ صاحب بہت تشریح کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ تاہم تھوڑا سا یہاں بھی بطور مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

سورج بنسی رامچندر جی مہاراج کے دو بیٹے تھے۔ کسو اور لئو۔ قصور کو کسو نے اور لاہور کو لئو نے آباد کیا تھا۔ یہ دونوں بہت مدت تک حکومت کرتے رہے۔ اور ان کی کئی پشتوں کے بعد کسو کی اولاد میں سے کال کیت اور لئو کے خاندان میں سے کال رائے دونوں بہت زبردست راجہ پیدا ہوئے۔ کہ آپس میں ایک مدت تک جنگ کرتے رہے۔ آخرش کال کیت نے فتح پائی۔ اور کال رائے فرار ہو کر سنوڈ کے ملک میں (جو متھرا اور بھرت پور کے علاقہ سے امرکوٹ تک کے حصہ کا نام ہے) چلا گیا۔ جہاں اُس نے موقع پاکر اپنے آپ کو تھوڑے ہی عرصہ میں زور آور بنا لیا۔ اور امرکوٹ نگر کو آباد کر کے اپنی راجدھانی قایم کر بیٹھا۔ اُس نے اولاد حاصل کرنے کی غرض سے سوڈھا نامی دیوی کی جو امرکوٹ میں اب تک پوجی جاتی ہے پرستش کرنی شروع کی۔ اور ادھر سنوڈ دیس کے راجہ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور اسکا نام سوڈھی رائے رکھا گیا۔

کال رائے کے مرنے کے بعد سوڈھی رائے اُس کا جانشین ہوا۔ اور اسکی اولاد کا نام سوڈھی مشہور ہو گیا۔ بلکہ اب تک اُس ملک میں سوڈھی قوم کے بہت سے لوگ آباد ہیں۔ سوڈھی رائے کی پانچویں پشت میں ایک بجی رائے نامی بہت دلاور اور جنگجو راجہ ہوا۔ جس نے پنجاب میں کسو کی اولاد کے راجاؤں پر چڑھائی کی۔ اور خونخوار جنگ کے بعد اُن کو شکست دی۔ وہ بیچارے بھاگ کر پورب کے ملک میں جا آباد ہوئے۔ اودھ اور کانپور کے علاقوں میں ٹھاکر لوگوں کی قوم انہیں لوگوں کے خاندان سے سلسلہ رکھتی ہے۔ اور بعض جو ان میں سے تارک ہو کر کاشی جی میں بید پڑھنے لگے۔ وہ بیدی قوم کے نام سے مشہور ہو گئے۔

ادھر بجی رائے سوڈھی رائے کی پانچویں پشت میں کمل رائے کو بید کے پڑھنے اور سننے کا ازحد شوق ہوا۔ چنانچہ اُس نے بید پاٹھی لوگوں کو ہر طرف سے بلوایا۔ منجملہ ان کے ایک بیدی رائے نامی بہت مشہور و لایق پنڈت تھا۔ اُس نے راجہ کو ایسی عمدہ طریقہ سے آسان آسان الفاظ میں بیدوں کا ترجمہ کر کے سنایا۔ کہ راجہ کو بیراگ پیدا ہو گیا۔ اور اپنا تمام راج پاٹ بیدی رائے کو دیکر خود گوشہ نشین ہو گیا۔

اسوقت بیدی رائی زاجہ کی بہت سی اصرار پر سلطنت کا بوجھہ اپنی ذمہ لیلیا - مگر بڑی خوشی سی راجہ کمل رائی سے کہا کہ جیسی چاروں بید سنکر تمنی ہمکو اپنا کل راج دیدیا ہی - اسی طرح سی جب ہماری خاندان میں گورو نانک صاحب اوتار دھارین گے - تب وہ اپنی چوتھی گدی میں تمکو راج جوگ کی گدی دیکر جگت گورو بناوین گے -

کھتری اصل میں چھتری لفظ کا بگاڑ ہی ورنہ چھتری سی علحدہ کوئی دوسری قوم نہیں ہی - گو آجکل کے زمانہ میں مختلف اقوام خیال کیجاتی ہیں - تاہم اصلیت ان کی چھتریوں ہی سے ملتی ہے -

چنانچہ اسی خاندان بیدی میں سے **گورو نانک** جی پیدا ہوئی - اور جن کی چوتھی گدی میں **گورو رامداس** صاحب سوڈھی کو حسب پیشینگوئی بیدی رائی کے راجگدی بیدیوں کی خاندان سے واپس مل گئی -

اسی بیدی راجہ کی اولاد میں سے ایک رام نرائن بیدی کھتری ہوا ہی - جس کے بیٹے شیو رامداس کے دو لڑکے تھے - ایک کالو چند دوسرا لالو چند - کالو رائی بلار حاکم تلونڈی کا کارکن تھا - اس زمانہ میں لودھی پٹھانوں کا بہت زور شور تھا - یہ لوگ حد درجہ کی ظالم بےرحم نا انصاف - متعصب - اور ہندوؤں کے جانی دشمن تھے - انہوں نے ہندوؤں پر طرح طرح کی غضب اور مصیبتیں نازل کر رکھی تھیں - یہاں تک کہ کوئی دقیقہ ان کے دھرم میں فرق ڈالنی و زبردستی مسلمان بنالینے میں باقی نہیں چھوڑا تھا - بیچاری خلقت ایک عذاب میں گرفتار تھی - ہندو بیچاری تراسر ترامر کرتے تھے - کسی کی فریاد یا پکار نہیں سنی جاتی تھی - سوای خدا کے ان کا کوئی دوسرا مددگار اور حامی نظر نہیں آتا تھا - مظلوم بیچاروں کی آہ سے آسمان دہل اٹھا تھا - اور زمین چیخ اٹھی تھی - مگر آخر تابکے - آتی ہر ایک چیز کی انتہا ہوتی ہی - مثل مشہور ہی - ہر کمالی را زوالی - ان بیچاروں کی فریاد بھی خدا کی درگاہ میں قبول ہوئی - اور گورو نانک جی دنیا پر دھرم کا پرچار کرنے کیلئے بھیجے گئے - بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن - اجابت از در حق بہر استقبال می آید -

سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں کاتک سدی پورنماسی سمت ۱۵۲۶ مطابق ۱۴۶۹ع کو چار گھڑی رات رہی **گورو نانک جی** نے مائی ترپتا جی کے بطن سی کالو چند کھتری بیدی موصوف کے گھر موضع تلونڈی تحصیل شرقپور ضلع لاہور میں اوتار لیا - (دیکھو پیشین گوئی جو بھوشت پوران کی آٹھویں ادھیائ پورب بھاگ[۱] بجواب سوال سوام کارتک جی مندرج ہی -) کہ کلجگ کی پہلی حصہ میں

੧— ਏਵੰ ਵੈ ਧਰਮ ਪ੍ਰਾਚੁਰਜੇ ਭਵਿਸ੍ਯਤੀ ਯਦਾ ਕਲੌ। ਤਦਾ ਵਈ ਲੋਕ ਰੱਖ੍ਯਾ ਅਰਥੀ ਮਲੇਛਾਨਾ ਨਾਸ ਹੇਤਬੇ ਪਬ੍ਰਮੇਤ ਸੁਭੇ ਦੇਸੇ ਬੇਦੀ ਬੰਸੇ ਚ ਨਾਨਕੋ ॥੨੪॥ ਨਾਮਨਾ ਭੁਵਿ ਰਾਜ ਰਿਖਿ ਬ੍ਰਮ-ਗਯਾਨੈਕ ਮਾਨਸਹਾ ਭਵਿਸ੍ਯਤੀ ਕਲੌ ਸਕੰਦ ਤੱਤ੍ਵ ਬਿੱਤ ਕੱਲ੍ਯਾ ਹਰੋ ॥੨੫॥ ਸ ਸ੍ਰੀਮਨ ਰਾਜ ਸਾਰਦੂਲਾਨ ਉਪਦਿਸ੍ਯ ਚ ਪੁਨਹ ਪੁਨਹ ਮਲੇਛਾਨ ਹਨੰਸ੍ਯਤੀ ਸਕੰਦ ਧਰਮ ਤੱਤ੍ਵ ਉਪਦੇਸ-ਕ੍ਰਿਤਾਹਾ ॥੨੬॥

ਇਸੀ ਪ੍ਰਕਾਰ ਦੇ ੧੧ ਸਲੋਕ ਭਵਿੱਸ੍ਯਤ ਪੁਰਾਣ ਕੇ ਪੂਰਬ ਭਾਗ ਕੇ ੨੮ ਅੱਧ੍ਯਾਯ ਮੇਂ ਲਿਖੇ ਹੈਂ ਔਰ ਪੰਥ ਪ੍ਰਕਾਸ਼ ਪੋਥੀ ਮੇਂ ਸਬ ਸਲੋਕ ਲਿਖੇ ਹੈਂ ਜੋ ਦੇਖਨਾ ਚਾਹੇਂ ਦੇਖ ਲੇਵੇਂ।

نانک نام رکھی دس اوتار برہم گیانی اور راج رکھی پچھم دیس میں بیدی کھتریوں کے خاندان میں پیدا ہوں گے - اور بیدست کو از سر نو ترقی دینگے - اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر **گورو نانک** جی کی تصنیفات کو جس میں خالص سچائی اور معرفت الٰہی کے سوائے اور کوئی دوسری بات لاگ لپیٹ دنیاوی کی نہیں نظر آتی - اگر بغور دیکھا جاوے اور ان کی سوانح عمری کا ہی بخوبی مطالعہ کیا جاوے تو ممکن نہیں کہ کوئی صاحب فہم انکو دنیاوی انسان خیال کرے بلکہ دوسرے لفظوں میں ان کے اوتار اور صاحب کشف ہونے میں تامل کرے -

آجتک جتنے پیشوا اور رہنما اس دنیا پر گذر چکے ہیں - سب نے تھوڑا یا بہت اپنے اپنے فرقوں کو ایک دوسرے پر ضرور ترجیح اور فوقیت دی ہے - مگر برخلاف اسکے **گورو نانک** جی نے ہندو کیا مسلمان سب کو ایک ہی کا بندہ خیال کیا ہے - اور ہر ایک کو اسکے فرقہ اور طریقت کے مطابق راہ حق بتلایا ہے - کسیکو اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرے میں جانے کی ترغیب نہیں دی - اور یہی خاص وجہ ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں مخالف قومیں انکی راستبازی اور پاکبازی کے قایل ہیں -

جب کالو جی کو گورو نانک جی کے پیدا ہونے کی خوشخبری ملی - تو انہوں نے بہت سا زر و مال اپنی حیثیت سے زیادہ غریب غربا کو تقسیم کیا اور حسب دستور پنڈت ہردیال کو جو اس زمانہ کے مشہور نجومی پنڈت تھے - بلاکر گرہ وغیرہ کا حال دریافت کیا - چنانچہ پنڈت مذکور نے زائچہ یعنی ٹیوا کھینچکر اپنے نجوم کے حساب سے یہ بتلایا کہ اے کالو جی تیری بڑی خوش نصیبی کا باعث ہے جو تیرے گھر ایسا لڑکا پیدا ہوا - یہ بڑا صاحب اقبال ہوگا - اس کو تمام دنیا پوجیگی - ہندو اور مسلمان سب اسکے کلام کے قایل ہونگے - اسکے تمام رنگ ڈھنگ اور گرہ اوتاروں سے نظر آتے ہیں - تب مسماۃ دولتاں دائی نے بھی یہ کہا کہ مہاراج میں نے صدہا لڑکے لڑکیاں اپنی عمر میں جنائی ہیں - لیکن ایسا کوئی لڑکا صاحب اقبال دیکھنے میں نہیں آیا - کیونکہ اسکے پیدا ہونے کے وقت ایک عجیب مبارکبادی اور خوشی کے نعروں کی آواز میرے کانوں میں عالم غیب سے پہونچی تھی - اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی بڑے آدمی کے آنے میں دھوم دھام ہوتی ہے - علاوہ ازیں پیدا ہوتے ہی یہ لڑکا بجائے رونے کے ایسا قہقہہ مار کر ہنسا تھا - کہ جیسے کوئی قوی ہیکل آدمی ہنستا ہے - اور تمام گھر میں ایک قسم کی روشنی مثل آفتاب کے پھیل گئی تھی -

جس مکان میں گورو نانک صاحب جی پیدا ہوئے تھے - وہاں اب عالیشان مکان موسومہ **نانکانہ** صاحب بعمارت پختہ بنا ہوا ہے - اور وہاں تمام سکھ لوگ زیارت کیواسطے جاتے ہیں - باقی اسکا مفصل ذکر حصہ پنجم میں ہوگا -

گورو نانک جی کے پیدا ہوتے ہی ان کے باپ کے گھر شادیانے بجنے لگے - ہر طرف سے مبارک مبارک کی صدا آنے لگی قرب و جوار کے بھانڈ میراثی وغیرہ کل منگتی قومیں مبارکبادی کا انعام و اکرام پاکر خوش خوش دعائیں دیتی واپس جاتیں - برادری میں شیرینی بتاشے تقسیم ہو رہی تھی - کالو جی مارے خوشی کے باغ باغ ؎ ہو رہے تھے - ادھر مائی ترپتا جی کے پاس تمام برادری اور گانوں کی عورتوں کا مجمع لگ رہا تھا - کوئی گاتی تھی - کوئی ناچتی تھی - کوئی ڈھولک پھیری کی آواز سے دل کو خوش کرتی تھی - بار بار مائی ترپتا

؎ بہت خوش - با خوشی خوشی ؎

جی کو لڑکے کے دیکھنے کیلئے دق کرتی تہیں - غرضیکہ اندر باہر خوشی کی دھوم مچ رہی تہی - ادھر جیسے آفتاب کے طلوع ہونے سے اندھیرا چھپ جاتا ہے - بقول بہائی گورداس جی ؎ کلجگ نانک پرگٹیا - مٹی دھند جگ چانن ہویا - جیونکر سورج نکلتے تارے چھپے اندھیر پلویا - تمام لوگوں

ਕਲਿਜੁਗ ਨਾਨਕ ਪ੍ਰਗਟਿਆ ਮਿਟੀ ਧੁੰਦ ਜਗ ਚਾਨਣ ਹੋਆ। ਜਿਉਂ ਕਰ ਸੂਰਜ ਨਿਕਲੇ
ਤਾਰੇ ਛਿਪੇ ਅੰਧੇਰ ਪਲੋਆ।

کے دل خودبخود دھرم کیطرف رجوع ہوگئے -

ایک سال کی عمر میں آپ کھڑے ہونے لگے - اور دانت نکل آئے - مثل مشہور ہے (ہونہار برواکے چکنے چکنے پات) جب کبھی بیٹھتے تو چارزانو ہوکر بیٹھتے - اور کچھ نہ کچھ بھجن کے طور پر ضرور بولتے رہتے - جب تین سال کے ہوئے - تو لڑکوں کو ایسی عمدہ عمدہ عبرتناک روایتیں اور حکایتیں سناتے کہ جن سے خدا کی صفت اور بزرگی کا سبق ملتا تھا - جو کچھ آپ کو گھر سے ہاتھ لگتا وہ فقیروں اور غریب غربا کو تقسیم کردیتے تھے اسی اثنا میں ایک روز آپکی خالہ بی بی لکھو یعنی بہن ترپتا جی سے ملنے کو آئی - اور گوروجی کی اس حالت کو دیکھکر کہنے لگی کہ یہ لڑکا تو کچھ پاگل سا معلوم ہوتا ہے - کیونکہ جو کچھ گھر سے پاتا ہے - وہ غریبوں کو اٹھا دیتا ہے - یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ ماسی جی! جو لڑکا آپ کے گھر پیدا ہوگا وہ کرتار کی مرضی سے مجھسے بہی زیادہ مست اور پگلا ہوگا - چنانچہ حسب پیشینگوئی ان کے بیٹے رام تھمن جی ویسے ہی ہوئے - بابا رام تھمن جی بیراگیوں کے فرقہ کے ایک مشہور فقیر گزرے ہیں - ان کے مکان پر جو قصبہ قصور کے متصل واقع ہے - ہر سال بیساکھی کا بڑا میلا لگتا ہے جب گورونانک صاحب پانچ برس کی عمر کے ہوئے - تب یہ لڑکوں کے ساتھ کھیل کود کیوقت میں بہی حبس دم کرکے یاد الہی میں مست ہو جاتے تھے - اور اکثر بھجن گاتے رہتے تھے - اور اگر کوئی فقیر یا بزرگ آدمی مل جاتا - تو اس سے بہی معرفت کے ذکر اذکار کیا کرتے جو کچھ کسیکو زبان مبارک سے فرما دیتے تھے - وہی ظہور میں آجاتا تھا -

کالوجی نے ان کو سات سال کی عمر میں ہندی پڑھنے کیواسطے گوپال پنڈت کی پاٹ شالہ میں سپرد کیا - وہاں جب پنڈت صاحب نے آپکو ہندی کے ہندسے لکھکر یاد کرنے کو دیئے تو آپ نے پنڈت مذکور سے کہا - کہ پادھا جی جس کسی نے دنیاوی حساب کتاب پڑھا ہے وہ آخرت میں سخت عذاب و تکلیفات میں مبتلا ہوگا - میں تو ایک خدا کی صفت پڑھنے پڑھانے آیا ہوں اور میری رائے میں تو تم بہی اس دھندے کو چھوڑکر اس سچے علم کو سیکھو - جس سے عاقبت کا بھلا ہو - اور کچھ شبد بہی پادھا جی کی اطمینان کے لیئے اوچارن یعنے تصنیف کیئے -

ੴ
ਸਿਰੀਰਾਗ ਮਹਲਾ ੧ ॥ ਜਾਲ ਮੋਹ ਘਸ ਮਸ ਕਰ ਮਤ ਕਾਗਦ ਕਰ ਸਾਰ। ਭਾਉ ਕਲਮ ਕਰ ਚਿੱਤ ਲਿਖਾਰੀ ਗੁਰ ਪੁਛ ਲਿਖ ਬੀਚਾਰ। ਲਿਖ ਨਾਮ ਸਲਾਹ ਲਿਖ ਲਿਖ ਅੰਤ ਨ ਪਾਰਾਵਾਰ। ਬਾਬਾ ਏਹੁ ਲੇਖਾ ਲਿਖ ਜਾਣਾ। ਜਿਥੈ ਲੇਖਾ ਮੰਗੀਐ ਤਿਥੈ ਹੋਇ ਸਚਾ ਨੀਸਾਣਾ।

؎ جال موہ گہس مس کرمت کاغذ کرسار - بھاؤ قلم کرچت لکھاری گور پچھ لکھ ویچار - لکھ نام صلاح لکھ لکھ انت نہ پاراوار - بابا ایسو لیکھا لکھ جان جتھے لیکھا منگیئے تتھے ہووے سچا نیشان - (معنی) موہ (گیان) کی سیاہی سے حق شناس عقل کے کاغذ پر - پریم (شوق -) قلم سے پاک دل کو نویسندہ بناکر عارف گورو سے عارفانہ حساب لکھ - خدا کے نام کا ورد اور اسکی صفت لکھ ! بیحد لکھ ! اے بابا ! (استاد) ایسا حساب لکھ جو جانتا ہے - بروز حشر یہ گویا تیری سند ہوگی - ۱۲ -

بعدہٗ نانک جی ۹ سال کی عمر میں سنسکرت سیکھنے کے لیئے پنڈت برج ناتھ کے پاس بھیجے گئے۔ اُس نے آپکو اونکار کی صورت پڑھنے کے واسطے لکھدی۔ مگر آپ نے قبل اس کے کہ اونکار کی صورت کو پڑھنا شروع کریں۔ پنڈت سے اُس کے معنی پوچھے۔ تب تو پنڈت جی چکرائے اور کہنے لگے کہ لڑکوں کو شروع میں معنی نہیں پڑھائے جاتے۔ مگر تم جانتے ہو تو بتا دو۔

پھر گورو نانک جی نے لفظ اونکار کی ایسی مفصل اور عمدہ تشریح کی کہ پنڈت جی دنگ رہ گیئے۔ علاوہ اُس شرح حاشیہ کے جو اونکار کی شرح میں وید مقدس کہتے ہیں۔ گورو جی نے اونکار کے نام سے ایک ایسی پرتاثیر تصنیف پنڈت کو سنائی کہ وہ سنکر گیان کو پراپت ہو گیا۔

اُجڑے کھیت کو سرسبز کرنے کا معجزہ

گورو نانک جی کی اسی عمر کی ایک یہ بھی روایت ہے۔ کہ آپ ایک روز چرواہے لڑکوں کے ساتھ چراگاہ میں چلے گئے۔ اور وہاں ان لڑکوں کا دھیان معرفت کی باتوں میں ایسا لگایا۔ کہ سب کے سب اپنے مولیشیان سے غافل ہو گئے۔ اُدھر مویشیوں کے جھنڈ نے ایک کسان کے کھیت کو چر لیا۔ کسان سارے لڑکوں کو پکڑ کر تھانہ دار کے پاس لے گیا۔ اور فریادی ہوا۔ کہ ان لڑکوں نے اپنے مولیشیان سے میرے سارے کھیت کو اجڑوا دیا ہے۔ اُسپر وہاں سے حکم ہوا۔ کہ لڑکوں سے معاوضہ دلایا جاوے۔ تب گورو نانک جی بول اُٹھے۔ کہ جس کھیت کی بابت اجاڑنے کی فریاد ہے۔ وہ تو بالکل سرسبز کھڑا ہے۔ چنانچہ حاکم نے جب کھیت کا ملاحظہ کیا تو اُسے بالکل سرسبز اور لہلہاتے پایا۔ گورو نانک جی کے اس معجزہ سے سب لوگ حیران رہ گیئے۔ اور اُسی دن سے آپ کو اولیا خیال کرنے لگے۔

جب یہ گیارہ برس کے ہوئے تو ان کو فارسی کے درس کے لیئے میانجی کے پاس بٹھایا گیا۔ مگر آپ نے وہاں بھی ہندی اور شاستری پڑھانے والے پنڈتوں کی طرح مولوی صاحب کی خوب تسلّی کی۔ اور الف۔ ب۔ ت کے جواب میں یہ کہا۔ کہ قطب الدین۔ الف اللہ نوں یاد کر غفلت منوں وسار۔ سانس پلٹے نام بن دھرگ جیون سنسار۔ ب بدعت کو دور کر قدم طریقت راکھ۔ سیناں آگے نیوں چل منداکسے نہ آکھ۔ ت توبہ کر عاجزی سائیں نے پرواہ۔ ساتھ نہ چلئے قطب الدین جنم گنوایو باد۔ ث ثنا کر رب دی خالق لوں کر یاد سیاد نہ کیتو قطب الدین جنم گنوایو باد۔ جسکا مختصر مطلب یہ ہے۔ کہ الف سے اللہ کو یاد کر۔ ب سے بدعت کرنا چھوڑ دے۔ اور کسیکو برا مت کہہ۔ اور فضول جھگڑوں میں زندگی کو برباد مت کر۔ ت سے توبہ کر۔ ث سے خداوند کی تعریف کر اور اپنے خالق کو یاد کر۔ اسی طرح کل حرفوں کی تشریح کی۔ جو جنم ساکھی میں مفصل طور پر درج ہے۔

جنیو پہننے کا ذکر

اُسی سال میں آپکو جنیو پہنانے کے لیئے پروہت بلایا گیا۔ اور جب پروہت نے اُن کے گلے میں جنیو ڈالنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اُس وقت جنیو پہننے سے انکار کیا۔ اور چند شبد جنیو کی تعریف میں تصنیف فرما کر پروہت کو قایل کر دیا۔

ਓਅੰਕਾਰ ਸੈਲ ਜੁਗ ਭਏ ਓਅੰਕਾਰ

ف ਓਅੰਕਾਰ ਬ੍ਰਹਮਾ ਉਤਪਤਿ। ਓਅੰਕਾਰ ਕੀਆ ਜਿਨ ਚਿਤਿ। ਓਅੰਕਾਰ ਸੈਲ ਜੁਗ ਭਏ। ਓਅੰਕਾਰ

ਬੇਦ ਨਿਰਮਏ। ਓਅੰਕਾਰ ਕਾ ਸੁਣਹੁ ਬੀਚਾਰ। ਓਨਮ ਅਖਰ ਤ੍ਰਿਭਵਣ ਸਾਰ। ਸੁਣ ਪਾਂਡੇ ਕਿਆ ਲਿਖਹੁ

ਜੰਜਾਲਾ। ਲਿਖ ਰਾਮ ਨਾਮ ਗੁਰਮੁਖ ਗੋਪਾਲਾ।

ف اونکار برہما اُتپت۔ اونکار کیا جن چت۔ اونکار سیل جگ بھئے۔ ایکار بید نرمئے۔ اونکار سنو دھ بچار۔ اونگ اکھر تربھول سار۔ سن پانڈے کیا لکھے جنجالا۔ لکھہ رام نام گورمکھہ گوپالا۔ اونکار یعنی پرمیشور نے برہما کو بنایا۔ سب لوگ اُسی کی یاد کرتے ہیں۔ اُسی سے پہاڑ وغیرہ سب دنیا بنی ہے۔ اُسی نے جمع

اِس کے بعد ایک روایت یوں ہی ہے۔ کہ ایک روز آپ چپکے چپکے گھر سے باہر نکل گئے۔ اور جنگل میں جا پڑے۔ وہاں اتفاقاً رائے بولار حاکم کا بھی شکار کھیلتے کھیلتے گذر ہوا۔ تو دیکھتا کیا ہے کہ نانک جی سو رہے ہیں۔ اور اُن کے چہرہ پر ایک خونخوار سفید رنگ کا سانپ اپنے پھن سے سایہ کئے ہوئے ہے۔ گھوڑوں کے سموں کی آہٹ سے سانپ تو غائب ہو گیا مگر رائے بولار کو اس امر کے دیکھنے سے یقین کامل ہو گیا کہ گورو نانک صاحب بھی مثل حضرت سلیمان کے ایک پیغمبر ہیں۔

غرضیکہ اسی طرح پر گورو نانک جی چھوٹی سی عمر میں ہی دنیا سے لاپرواہ تھے۔ اور شب و روز یادِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے۔ عموماً جنگل اور بیابان میں چلے جاتے۔ اور اگر گھر میں رہتے۔ تو وہاں بھی خاموش مراقبہ کی حالت میں پڑے رہتے۔ اِن کی اس حالت کو دیکھکر لوگوں نے کالو جی سے کہا کہ تمہارے بیٹے کو کچھ جنون کا عارضہ معلوم ہوتا ہے۔ اِسکا علاج کرواؤ۔ چنانچہ بید علاج کیلئے بلایا گیا۔ اور جب بید گورو نانک صاحب کے روبرو آیا۔ تو انہوں نے اُس سے یہ شبد کہا "بید بلایا بیدگی پکڑ ڈھنڈولے بانہہ بھولا بید نہ جانہی درد کلیجہ مانہہ۔ جاہ بید گھر آپنے میری تھاہ نہ لے۔ ہم رتے شوہ آپنے تو کس دارو دیں"۔

ਬੈਦ ਬੁਲਾਯਾ ਬੈਦਗੀ ਪਕੜ ਢੰਢੋਲੇ ਬਾਂਹ। ਭੋਲਾ ਬੈਦ ਨ ਜਾਣਈ ਕਰਕ ਕਲੇਜੇ ਮਾਂਹ।

ਜਾਹ ਬੈਦ ਘਰ ਆਪਣੇ ਮੇਰੀ ਥਾਹ ਨ ਲੇਹ। ਹਮ ਰੱਤੇ ਸਹੁ ਆਪਣੇ ਤੂੰ ਕਿਸ ਦਾਰੂ ਦੇਂਹ।

یعنی حکیم علاج کیلئے بلایا گیا ہے۔ جس نے نبض دیکھی۔ مگر بھولے حکیم کو یہ خبر نہیں کہ کلیجہ میں درد ہے۔ (درد کلیجہ سے مطلب عشق ہے) اے حکیم جا۔ ہم اپنے خصم کے عشق میں بیمار ہیں تو کس کی دوا کرتا ہے؛

درخت کے سایہ کا معجزہ۔

ایک روز پھر جنگل میں رائے بولار کا شکار کیلئے گذر ہوا۔ تو دیکھا کہ جس درخت کے نیچے گورو نانک جی سو رہے ہیں اُسکا سایہ ایک ہی جگہ پر قایم ہے۔ اور دوسرے کل درختوں کا سایہ حسب معمول پلٹ گیا ہے۔ رائے بولار گورو صاحب کے اس فی البدیہہ معجزہ کو دیکھکر اور بھی زیادہ تر معتقد بن گیا۔

اِن باتوں سے گورو نانک جی کی شہرت کو دن بدن ترقی ہوتی گئی اور وہ تھوڑے ہی عرصہ میں اولیاء زمانہ دلی دجہان مشہور ہو گئے۔ اسی زمانہ میں اُن سے ایک روز بھائی مردانہ نے (جو اُن کے گھر کا خاص میراسی تھا اور اکثر اُنکے ہمراہ رہا کرتا تھا) کہا۔ کہ موضع پاکپٹن میں بابا فرید کا میلہ ہے۔ اور وہاں ہر قسم کے فقیروں کا مجمع ہوگا۔ اگر آپ وہاں تشریف لے چلیں۔ تو نہایت عمدہ بات ہے۔ چنانچہ گورو صاحب ۱۵۔ ماہ جیٹھ سمت ۱۵۴۱ بکرمی کو پاکپٹن کے میلہ میں تشریف لیگئے۔ وہاں پر شیخ ابراہیم سجّادہ نشیں بابا فرید سے گورو نانک جی کا جو کچھ باہمی مباحثہ ہوا۔ وہ سب ماجھ راگ کی وار گورو گرنتھ جی میں درج ہے۔ جب تین روز

ਦਯਾ ਕਪਾਹ ਸੰਤੋਖ ਸੂਤ ਜਤ ਗੰਢੀ ਸਤ ਵਟਾ ਏਹ ਜਨੇਊ ਜੀਅ ਕਾ ਹਈ ਤ ਪਾਂਡੇ ਘਤਾ ਨਾ ਏਹ ਤੁਟੈ

ਨਾ ਮਲ ਲਗੈ ਨਾ ਏਹੁ ਜਲੈ ਨ ਜਾਇ। ਧੰਨ ਸੁ ਮਾਣਸ ਨਾਨਕਾ ਜੋ ਗਲ ਚਲੇ ਪਾਇ।

نوٹ صفحہ ۱۸ سطر ۲۵ دیا کپاہ سنتوکھ سوت۔ جت گنڈھی ست وٹ۔ ایہو جنیئو جیو کا ہئی تاں پانڈے گھت۔ ناں ایہہ ٹوٹے ناں مل لگے۔ نا ایہو جلے نہ جائے۔ دھن سو مانس نانکا۔ جو گل چلے پائے۔ یعنی مہربانی کی کپاس سے صبر کا سوت کات کر۔ اسمیں ست (راستگوئی) کی مروڑی اور جت کی گانٹھ لگا کر جنیئو بناؤ۔ جو سچا جنیئو تمہاری روح کا ہے۔ ایسا جنیئو نہ تو میلا ہوتا ہے۔ نہ ٹوٹتا ہے۔ نہ آگ میں جلتا ہے۔ اگر ایسا تمہارے پاس جنیئو ہے تو پہنو اور لوگوں کو بھی پہناؤ۔

بقیہ صفحہ آئندہ

بعد میلے واپس آئے۔ تب **کالو** نے **نانک جی** کو فقیروں کے ساتھ مرغوب دیکھکر بدیں خوف کہ شاید رفتہ رفتہ یہ
فقیر نہ ہوجائیں۔ اُن کو دنیا داری کے کاروبار میں پھنسانا چاہا۔ اور مگھر کے مہینے میں (جب گورو جی ۱۵ سال کے تھے) اُن کو کچھ
نقدی دیکر بنج بیوپار کا سودا خریدنے کے لیئے لاہور کی طرف روانہ کیا۔ اور بھائی **بالا** جاٹ کو خدمت کیلئے ہمراہ بھیجا۔ اور تاکید کردی
کہ نہایت کھرا اور منافع والا سودا خریدنا۔ مگر جب گورو جی باپ سے رخصت ہوکر موضع چوہڑکانہ کے پاس پہنچے اور دیکھا۔ کہ وہاں بیراگی
فقیروں کی ایک جماعت تین روز سے فاقہ کی حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ تو بالا سے کہنے لگے۔ کہ ان بھوکوں کو کھانا کھلانے
سے بڑھکر مجھکو کوئی دوسرا کھرا نفع والا سودا خریدنے کے لیئے نظر نہیں آتا۔ اور فوراً اس روپیہ کی جو اُن کو بیوپار کے لیئے باپ نے
دیا تھا۔ جنس منگاکر ان فقیروں کو کھلا پلا دیا۔

جب کل روپیہ فقیروں کے کھلانے پلانے میں خرچ ہوگیا۔ تب آپ گھر کی طرف واپس ہوئے۔ اور گانوں کے نزدیک پہنچکر خود تو ایک
پیلو کے درخت کے نیچے (جو اب تنبو صاحب کے نام سے مشہور ہے) بیٹھ رہے۔ اور بھائی بالا کو گھوڑی دیکر گھر بھیجدیا۔

جب **کالو** نے بھائی بالا سے یہ سب حال سنا تو مارے غصہ کے لال پیلا ہوگیا۔ اور جہاں **نانک جی** بیٹھ رہے تھے۔ وہاں
جاکر ان کو بہت سخت وسست کہا۔ اور رائے بولار کے پاس لیجاکر کہنے لگا۔ کہ دیکھیئے اس لڑکے نے کیسا نقصان کیا ہے
سودا خریدنے کے لیئے بھیجا تھا۔ مگر سارا روپیہ فقیروں کو کھلا آیا ہے۔ تب **گورو نانک جی** نے سرنگوں ہوکر جواب دیا
کہ۔ آپ کا حکم بہت کھرا اور منافع والا سودا خریدنے کے لیئے تھا۔ اس لیئے یہ سب سے بڑھکر منافع والا سودا خرید گیا۔
گورو جی کے اس جواب کو سنکر **رائے بولار** نے مہتہ **کالو چند** سے کہا۔ کہ تم کب تک اس کامل کبیر اور عامل اکسیر
سے بے خبر رہوگے۔ جسقدر یہ تمہارا روپیہ خرچ کیا کریں۔ تم ہمارے خزانہ سے لے جایا کرو۔ مگر ان کو کسیطرح رنج نہ پہنچایا کرو۔
گو **گورو نانک جی** کی ایسی ایسی سخاوت کی باتوں سے **کالو چند** ہمیشہ کبیدہ خاطر رہا کرتا تھا۔ مگر وہ اپنی دریا دلی و
حاتم مزاجی سے باز نہیں آتے تھے۔

ط ਮੁਸਲਮਾਨ ਕਹਾਵਨ ਮੁਸ਼ਕਲ ਜਾਂ ਹੋਇ ਤਾਂ ਮੁਸਲਮਾਨ ਕਹਾਵੈ। ਅਵਲ ਔਲ ਦੀਨ ਕਰ
ਮਿਠਾ ਮਸਕਲਮਾਨਾ ਮਾਲ ਮੁਸਾਵੈ। ਹੋਇ ਮੁਸੱਲਮ ਦੀਨ ਮੁਹਾਣੇ ਮਰਣ ਜੀਵਣ ਕਾ ਭਰਮ ਚੁ
ਕਾਵੈ। ਰਬ ਕੀ ਰਜਾਇ ਮੰਨੇ ਸਿਰ ਉੱਪਰ ਕਰਤਾ ਮੰਨੇ ਆਪ ਗਵਾਵੈ। ਤਉ ਨਾਨਕ ਸਰਬ ਜੀਆਂ
ਮਿਹਰੰਮਤਿ ਹੋਇ ਤੌ ਮੁਸਲਮਾਨ ਕਹਾਵੈ।

انگہن ۔ ۱۲

ع مسلمان کہاون مشکل جاں ہوئے تاں مسلمان کہاوے۔ اوّل اَول دین کر مٹھا۔ مسکلماناں مال مساوے۔ ہوئے مسلم دین مُہانے مرن جیون کا بھرم چکاوے۔ رب کی رضائے منّے سر اُپر کرتا منّے آپ گنواوے۔ تو نانک سرب جیاں مہرمت ہوئے تت مسلمان کہاوے۔ (یعنے) مسلمان کہلانا بہت مشکل ہے۔ اگر مسلمان ہو تو بیشک اپنے تئیں ایسا کہاوے۔ یعنی اولیاء کے طریقہ کو اچھا سمجھے۔ [illegible] کرے۔ اسطرح پر اپنے مذہب میں [illegible] حاصل کرے مرنے اور جینے کا شک مٹاوے۔ خداوند کریم کی رضا پر شاکر رہکر اپنی [illegible] اور تدبیرات کا خیال چھوڑ دے۔ اور خدا کے نام پر خیرات دے۔ اور سب مخلوقات پر رحم کرے۔ تب مسلمان کہاوے ۱۲

آخرکار **کالو جی** نے تنگ آکر **گورو نانک جی** کو ماگھ سمت ۱۵۴۱ میں اپنی بڑی دختر نیک اختر بی بی **نانکی جی** کے ہمراہ (جو قصبہ سلطانپور علاقہ کپورتھلہ میں **دولت خاں** کے دیوان لالہ جے رام کے ساتھ منسوب تھی) بھیجدیا۔ وہاں دیوان مذکور نے ان کی بہت خاطر و تواضع کی۔ اور ہر قسم کی آسایش کا سامان ان کے واسطے مہیا کیا۔ مگر آپ ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے اور دوسری کسی طرف دھیان نہ دیتے۔

چھ ماہ کے بعد جے رام و نانکی جی دونوں نے سوچا۔ کہ ان کو کسی ایسے شغل میں لگانا چاہئے کہ جہاں ان کو کام کے سرانجام میں سر اٹھانے تک کی فرصت نہ ملے۔ چنانچہ دیوان جے رام نے سمت ۱۵۴۲ بکرمی میں نواب کے حضور عرض کر کے **گورو نانک جی** کو مودیخانہ کا کام دلوا دیا۔

گورو نانک جی اپنی بہن اور بہنوئی کے کہنے سے مودیخانہ کا کام کرنے لگے۔ مگر جسقدر روزانہ رسد نواب صاحب کے جاتی۔ اس سے دہ چند گورو نانک صاحب غریبوں و محتاجوں کو بانٹ دیتے تھے۔ جس مکان میں آپ مودیخانہ کا کام کرتے تھے۔ وہ جگہ ابتک ہٹی صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اور سکھ لوگ وہاں زیارت کو جاتے ہیں۔

گورو نانک جی جب نواب کے نوکروں کو یا خیرات وغیرہ میں رسد وزن کر کے دیتے تھے۔ تو اس وقت دوران وزن میں تیرا تاں ایں تیرا ہاں!! زبان مبارک سے فرمایا کرتے۔ ایک سے دس تک کی تعداد زبان سے نہیں بولتے تھے۔

کئی مرتبہ لوگوں نے نواب کے پاس **گورو صاحب** کی فضول خرچی کی شکایت کی۔ مگر بفضل ایزدی جب کبھی حساب کیا گیا تو ہمیشہ کچھ نہ کچھ نواب ہی کی طرف نکلا اور گودام کی موجودات بھی آمدنی سے دو چند سہ چند زیادہ نکلتی رہی۔ بلکہ ایک مرتبہ کا ایسا ہی ذکر ہے۔ کہ نواب نے گورو نانک جی کو مودیخانہ کے حساب کی شکایت میں تا فیصلہ حساب و کتاب نظر بند بھی کر دیا تھا۔ اور جس مکان میں گورو جی نظر بند رہے تھے۔ وہ ابتک زیارت گاہ خلق اللہ بنام کوٹھڑی صاحب موجود ہے۔ لوگ وہاں درشنوں کے لئے ہمیشہ جاتے آتے رہتے ہیں۔ اب دیوان **رام جس** صاحب معاون ریاست کپورتھلہ نے اسی کوٹھڑی صاحب کے مکان کی بہت عمدہ پختہ عمارت تعمیر کرا دی ہے

اسی اثنا میں دیوان جے رام نے گورو نانک جی کی نسبت موضع پکھو۔ ضلع۔ گورداسپور میں **مولچند** چونہ کھتری کی لڑکی موسومہ سلکھنی جی سے کر کے ۲۴ ماہ جیٹھ سمت ۱۵۴۴ مطابق ۱۴۸۷ء کو ان کی شادی بھی کر دی۔ اسوقت گورو نانک جی کی عمر ۱۸ سال تھی پھر عرصہ چھ سات سال کے بعد ۔ ساون سمت ۱۵۵۱ بکرمی کو گورو جی کے گھر ایک نونہال بلند اقبال **سری چند** جی جن سے اداسیان کا فرقہ نکلا ہے۔ پیدا ہوئے۔ اور ۱۹ پھاگن سمت ۱۵۵۳ کو دوسرے بیٹے **لکھمی چند** جی تولد ہوئے۔ جنکی اولاد بیدی صاحبزادگان کے نام سے اب تک چلی آتی ہے۔

ان دونوں لڑکوں کی پیدائش کی بابت تاریخ **سیر المتاخرین** میں یوں بھی لکھا ہے کہ گورو صاحب اپنے گھر میں کبھی نہیں جاتے تھے۔ شب و روز فقیروں کی صحبت یا مودیخانہ کے کام میں مصروف رہتے تھے۔ جب ان سے تمام لوگوں نے خصوصاً ان کی بہن **نانکی جی** نے گھر میں جانے کیلئے بہت تقاضا کیا۔ تو انہوں نے ان کا دلی منشا سمجھکر ایک ایلایچی سولکھنی جی کے پاس دو لونگ کھانے

کیلیئے بھیجدئے۔ جن کے یہ دونوں لڑکے پیدا ہوئے۔

بعد ازاں سمت ۱۵۵۴ میں ایکدن کی بابت یوں ہی روایت ہے کہ گورو نانک جی بیئیں ندی میں اشنان کرنی کیلیئے گئے۔ اور ایسا غوطہ لگایا۔ کہ تین دن تک باہر نہ نکلے۔ دیوان جے رام اور نواب صاحب دونوں نے اس خبر کو سنکر تمام دریا چھنوا ڈالا اور جابجا جال ڈلوادئیے۔ مگر اُن کا کچھ پتہ نہ ملا۔ ادھر گورو نانک جی غوطہ مارتے ہی سچ کھنڈ یعنی درگاہ باری تعالیٰ میں پہنچ گئے۔ وہاں اُن کو برن دیوتا جسکو اہل اسلام خواجہ خضر کہتے ہیں۔ اُس نور عزّوجل کے حضور لیگئے۔ جسکی تعریف میں خامہ فرسائی کرنا یا زبان کو دخل دینا بالکل انسانی امکان سے باہر ہے۔ اور وہاں گورو نانک جی کو نور الہی سے اس کلام الہی یا گورمنتر کا اپدیش ہوا جو انہوں نے گرنتھ صاحب کی آغاز میں درج کیا ہے۔ اور جس کا اپدیش وہ اپنے سکھوں کو کرتے رہے ہیں۔ اور وہاں سے اُسوقت یہ بھی حکم ہوا تھا۔ کہ جو کوئی نہا دھوکر اس گورمنتر کو پڑھیگا۔ اُس کو میں نجات دونگا

سچ کھنڈ کی بابت یوں بھی روایت ہے کہ جب گورو جی وہاں پہنچے۔ تو انہوں نے وہاں رام کشن محمدؐ عیسیٰ۔ موسیٰ جیسے ہزاروں اوتار و پیر پیغمبر وغیرہ سب کو ایک ہی درجہ پر دست بستہ گردن جھکائے منتظر ارشاد بارگاہ الہی میں کھڑے دیکھا تھا۔ بلکہ اُس کے ثبوت میں گورو مہاراج نے گرنتھ صاحب میں اس طرح پر شبد فرمایا ہے۔ جت در لکھ محمدا۔ لکھ برہما۔ بشن مہیش لکھ لکھ رام بڑیریئے لکھ راہی لکھ بیس۔ لکھ لکھ اُتھے گورکھا جتی تے سنیاس :۔ وغیرہ وغیرہ

ਜਿਤੁ ਦਰ ਲੱਖ ਮੁਹੰਮਦਾ ਲਖ ਬ੍ਰਮਾ ਬਿਸਨੁ ਮਹੇਸ॥ ਲਖ ਲਖ ਰਾਮ ਬਡੀਰੀਅਹਿ
ਲਖ ਰਾਹੀ ਲਖ ਵੇਸ॥ ਲਖ ਲਖ ਉਥੈ ਗੋਰਖਾ ਜਤੀ ਅਤੇ ਸੰਨਿਆਸ॥

سچ کھنڈ سے گورو نانک جی جمال الہی حاصل ہونے کا شرف پاکے تین دن کے بعد اسی جگہ سے جہاں پر غوطہ لگایا تھا باہر نکلے۔ اور قبرستان میں جا بیٹھے۔ اس امر کی خبر رفتہ رفتہ شہر میں پہنچ گئی۔ اور اُن کی بہن نانکی جی کو بھی معلوم ہوگیا۔ شہر کے سب لوگ گورو نانک جی کا درشن کرنے کیلیئے آئے اور اُن کی اس معراج جانیکا حال سنکر بہت متعجب ہوتے۔ اب گورو جی نے مودیخانہ کا کام بالکل ترک کر دیا۔ اور شب و روز یاد الہی میں مصروف رہنے لگے۔

دبستان مذاہب یوں ہی خامہ زن ہیں۔ کہ ایک روز گورو نانک جی مودیخانہ کی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک فقیر بلیغ الفہم پاک صورت نیک جمال وارد ہوا۔ اور کہنے لگا کہ نانک! تم دنیا میں کس کام کیلیئے بھیجے گئے ہو۔ اور کیا کام کرنے لگے ہو۔ اس دنیا کے دھندوں کو اب چھوڑو۔ اور جس کام کیلیئے آئے ہو۔ اُس پر کمر باندھو۔ اس کو سنتے ہی گورو جی نے تمام مودیخانہ کو لٹا دیا۔ اور آپ تارک ہوکے غائب ہوگئے۔ اور چند روز بعد پھر ظاہر ہوکر قبرستان میں جا بیٹھے۔ یہ سنکر نواب دولت خاں نے جے رام کو مودیخانہ کا حساب داخل کرنے کیلیئے حکم دیا۔ اور جب حساب داخل کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ مبلغ سات سو روپیہ گورو صاحب کا

نواب کے ذمہ اور زاید بابت منافع کے نکلتا ہے۔ تمام شکایت کرنیوالے لوگ جھوٹے پڑے اور وہ سو روپیہ کی رقم جو بطور انعام کے تھی وغیرہ کی پرورش کیلئے ان کی والدہ کے گھر دیدی گئی۔ اور جب گورو جی قبرستان میں تین دن بعد دریا سے نکلکر یا سچ کھنڈ سے واپس آکر بیٹھ گئے تھے۔ تو نواب نے ہرچند ان کو بلایا۔ اور مودیخانہ کا کام دوبارہ ان کو دینا چاہا۔ مگر انہوں نے کچھہ جواب نہ دیا۔ بلکہ بالکل لاپرواہ ہوگئے۔ اس کی حکومت وشان وشوکت کا ذرہ بھی خیال نکیا۔ جو غالبًا درست معلوم ہوتا ہے۔

اب گورو نانک جی قبرستان میں بیٹھکر لوگوں کو اس سچے منتر کا جو ان کو سچ کھنڈ سے ملا تھا۔ اپدیش کرنے لگے۔ اور ہر فرد و بشر جو ان کی صلح کل دسچے و پر تاثیر وعظ کو سنتا۔ ان کا پیرو ہو جاتا۔ ان کی وعظ صرف ایک ست کرتار کی بندگی و عبادت کیلئے ہوتی تھی۔ یہ دنیا کے جھوٹے جھوٹے دکھلاوے کی عبادت اور بندگی کو ہمیشہ منع کرتے تھے۔ جو کچھہ فرماتے تھے خالص سچ کہتے تھے۔ اور کسی مذہب کی طرفداری یا لگاؤ لپیٹ نہیں رکھتے تھے۔ اور سوائے خدا کی بندگی اور عبادت کے دوسرے کسی کی پرواہ نہیں رکھتے تھے۔ حتی کہ نواب کی بلاوے پر بھی نہیں گئے اور کہدیا کہ ہم اب صرف خدا کے حکم کی تعمیل میں ہیں۔ ہم نواب کے نوکر نہیں جو اس کے پاس جاویں۔ تب نواب نے یہ کہا کہ اگر آپ خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو اس کے گھر مسجد میں چلکر نماز کیوں نہیں ادا کرتے ہو۔ جسپر گورو نانک جی مسجد میں نواب کے ساتھ چلے گئے۔ نواب اور قاضی وغیرہ سب نماز ادا کرنے لگے۔ اور حسب دستور اٹھ بیٹھکر سجدہ میں جانے لگے۔ مگر گورو نانک جی کھڑے رہے۔ اور اٹھ بیٹھکر سجدہ میں نہیں گئے۔ جب نواب نے ان سے اسکا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے نواب! تیرا دل تو نماز کے وقت کابل میں گھوڑے کی خریداری میں مصروف تھا۔ خدا کی طرف جسکی تو نماز ادا کر رہا تھا۔ تیرا دھیان مطلق نہیں تھا۔ پھر تمہاری نماز کے ساتھ میں کیونکر شامل ہو سکتا تھا۔ چونکہ نواب کا دل اس وقت واقعی کابل میں گھوڑے خرید رہا تھا۔ اس وجہ سے وہ قایل اور شرمندہ ہو کر کہنے لگا کہ آپ قاضی صاحب کے ساتھ پڑھتے۔ تب گورو نانک جی نے کہا کہ علاوہ ازیں انکی طبیعت بھی اپنے گھر پر گھوڑی کے بچہ کی طرف لگ رہی تھی۔ جسکو وہ غیر محفوظ چھوڑ آئے تھے۔ اور خایف تھے کہ کہیں کنوئیں میں نہ گر پڑے۔ قاضی جی سنکر حیران و پریشان رہ گئے۔ اور کہنے لگے کہ سچ ہے۔ تب گورو جی نے فرمایا کہ اصل نجات دینیوالی نماز وہ ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔ مگر وہ اور ڈھنگ کی ہے۔ اور تم لوگوں کو بھی وہی نماز پڑھنی چاہئیے اور یہ شبد تصنیف فرماکر ان کو بتلایا۔ "پنج نمازاں وقت پنج پنجاں پنجے ناؤں۔ پہلا سچ حلال دوئی تیجی خیر خدا۔ چوتھی نیت راس من پنجویں صفت ثنا۔ کرنی کلمہ آکھ کے تاں مسلمان سدا۔ نانک جیتے کوڑیار کوڑے کوڑی پا۔"

ਪੰਜ ਨਿਵਾਜਾਂ ਵਕਤ ਪੰਜ ਪੰਜਾਂ ਪੰਜੇ ਨਾਉਂ। ਪਹਿਲਾ ਸੱਚ ਹਲਾਲ ਦੁਇ ਤੀਜਾ ਖੈਰ ਖੁਦਾਇ
ਚੌਥੀ ਨੀਯਤ ਰਾਸ ਮਨ ਪੰਜਵੀਂ ਸਿਫਤ ਸਨਾਇ। ਕਰਣੀ ਕਲਮਾ ਆਖ ਕੇ ਤਾਂ ਮੁਸਲਮਾਨ ਸਦਾਇ

یعنی پانچوں نمازوں کے پانچ وقت ہیں اور پانچ ہی ان کے نام ہیں۔ اول سچ بولنا۔ دوئم حلال کر کے کھانا۔ سوئم خدا کے نام پر خیرات دینا۔ چہارم نیت کو صاف رکھنا۔ پنجم خدا کی صفت کرنا۔ یہی گویا پانچوں نمازوں کا ادا کرنا ہے۔ اور اعمال نیک کا کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہلانا ہے۔ باقی سب جھوٹ ہے۔ نواب اس سچے وعظ کو سنکر گورو نانک جی کا

مرید بن گیا۔ اور خدا نے اس کے گھر اولاد بھی جسکا وہ دلی خواہاں تھا عطا کی۔

اسی اثنا میں مسمی بھاگیرتھ قوم کھتری ساکن موضع ملسیہ پرگنہ قصور ضلع لاہور جو اس زمانہ کا بڑا بھگت پوجاری اور دیوی پوجنے والوں کا پیشوا تھا۔ **گورو نانک جی** کا شہرہ سنکر اُن کے پاس آیا۔ اور اُن کی زبان مبارک سے اُن کے کلمات دُرافشاں جنت نشاں کو سنکر اُن کا مرید ہوگیا۔ اس کے خود قایل ہوجانے سے اس کے تمام پیرو گورو نانک جی کے سکھ یعنی مرید بن گئے اور آپکی شہرت دن بدن بڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ ہزارہا لوگ اُنکے پیرو ہو گئے۔ اور ہندو اور مسلمان دونوں قومیں اُن کو ماننے لگیں۔ ہزارہا روپیہ اُن کی نذر و نیاز میں آنے لگا۔ جسکو یہ تمام فقیروں غریب و غرباؤں مسکین اور بیکسوں کو کھانا کھلانے میں خرچ کر دیتے۔ پاس کوڑی ہی نہیں رکھتے تھے۔ حلوا اور منڈا (روٹی) پکوا کر تقسیم کرا دیتے۔ جو آتا۔ خالی نہ جاتا غرضیکہ ہر وقت انکے پاس لوگوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اور سب انکی پر تاثیر وعظ سے خوش ہو کر ان کے پیرو ہو گئے۔

جب آپ نے دیکھا کہ ہجوم بہت رہتا ہے۔ اور عبادت کا موقع بہت کم ملتا ہے تو مردانہ مطرب کو جو اُن کو رباب پر بھجن گا کر سنایا کرتا تھا۔ ہمراہ لیکر بغرض سیاحت و نجات خلقت سمت ۱۵۵۶ بکرمی میں سلطان پور سے چلکر بہت سے صاحب عبادت فقرا سے ملاقات فرماتے ہوئے لاہور تشریف لیگئے۔

جب آپ لاہور میں پہنچے تو وہاں کے کل امیر و غریب **بابا نانک صاحب** کی زیارت کے لیے آئے۔ بلکہ ہندو اور مسلمان دونوں مذہبوں کے فقیر جو اس زمانہ میں اولیاء کہلاتے تھے۔ وہ بھی آئے۔ اور مباحثہ مذہبی و معرفت الٰہی کی چھیڑ چھاڑ آپس میں ہوتی رہی۔ آخر کو گورو نانک صاحب ہی غالب رہے۔

سید **احمد** عرف میر تقی ہی جو **سکندر** لودھی بادشاہ کا رشد تھا۔ اور جس نے ہزارہا ہندوؤں کو اپنے فتوے سے نیست و نابود کر ڈالا تھا۔ بلکہ کبیر صاحب اور نام دیو جیسے بھگتوں کو بھی اس نے تصدیع دلوایا تھا۔ جنکا ذکر گرنتھ صاحب اور دیگر کتابوں میں درج ہے۔ **بابا نانک** کے پاس آیا۔ اور اُن کے کلام پر تاثیر سے قایل ہو کر تعصب مذہبی کو چھوڑ کر تارک بن گیا۔

میر سید ہی جو ۹۳۳ ہجری میں فوت ہوگیا تھا۔ اور جسکا مزار ابتک گنڈ گزوں میں موجود ہے۔ اسی موقع پر گورو صاحب سے دولت باطنی کا فیضیاب ہوا تھا۔

غرضیکہ لاہور میں ہفتہ عشرہ ٹھہر کر اور یہاں کے لوگوں کو راہ حق بتا کر **گورو نانک جی** ایمن آباد[۱] ضلع گوجرانوالہ میں تشریف لے گئے اور وہاں شہر کے باہر ایک تالاب پر جہاں ابتک روڑی صاحب کے نام سے ایک گوردوارہ بنا ہوا ہے۔ جا کر قیام پذیر ہوئے۔ یہاں پر بھائی لالو ایک نجار بڑا فقیر دوست صاحب عبادت رہتا تھا۔ یہ خبر پا کر گورو جی کے پاس فوراً آیا۔ اور خوش ہو کر خاطر تواضع میں معروف ہوا۔ شہر کے باشندے بھی گورو جی کی زیارت کیلئے روز مرہ آتے

۱ اس فقیر کی قبر موضع اُچ ضلع ملتان میں ہے۔ ۹۳۲ ہجری میں فوت ہوا ہے۔ ۲ یہ قصبہ فیروز شاہ بادشاہ کی دائی مسماۃ ایماں نے آباد کیا تھا۔

مگر گورو جی بھائی لالو بھگت پر خاص مہربانی رکھتے - بلکہ اُس کے گھر کی رُوکھی مسّی روٹیوں کو بہت خوشی سے کھاتے اقوام کھتری اکثر گورو جی پر لالو نجار کے گھر کا کھانا کھانے کی وجہ سے اعتراض کرتے - اتفاقاً ملک بھاگو نے جو اُس شہر کا مشہور رئیس تھا - گورو جی کو اپنے فرزند کی شادی کے برھمبھوج میں کھانے کا نیوتا دیا - مگر گورو جی نے اُس کے گھر کا پکوان کھانے سے انکار کیا - اِس پر اُس کو بہت غصہ آیا - اور گورو نانک جی کو سرِ دربار بلاکر پوچھنے لگا - کہ کیا لالو جیسے نجار رذیل قوم کے گھر کا کھانا ہمارے کھتریوں کے گھر سے بہتر ہے جو تم کھاتے ہو - اور ہمارے نفیس پکے ہوئے پکوان کے کھانے سے انکار کرتے ہو - تب گورو جی نے فرمایا کہ تمہارا کھانا ظلم و بدعت کی آمدنی سے تیار ہوتا ہے اس واسطے ہم جگ میں بھوجن کھانے نہیں آتے - اور لالو کے گھر کا کھانا حق حلال کی کمائی کا ہوتا ہے اِس وجہ سے ہم اُسکو بہت پسند کرتے ہیں - اِس کے سنتے ہی بھاگو تو غضب میں بھر گیا - اور کہنے لگا - کہ اِس امر کو ثابت کرو - ورنہ سزا پاؤگے چنانچہ گورو نانک جی نے ایک ہاتھ میں بھائی لالو کے گھر کی سوکھی سی روٹی لیکر - اور دوسرے میں بھاگو کے برہمبھوج کی پوری حلوا دباکر جو نچوڑا - تو لالو کی روٹیوں میں سے دودھ نکلا - اور بھاگو کی پوریوں میں سے خون ٹپک پڑا - اِس پر بھاگو گورو جی کو بجائے اِس کے کہ معافی مانگتا سخت و سُست کہنے لگا - اور کہا کہ تم جادوگر ہو - مگر گورو جی نے اُس کے کہنے کا کچھہ خیال نہ کیا - اور اپنی جائے قیام پر واپس چلے آئے -

اِس امر کی تمام شہر میں شہرت ہو گئی - اور کل شہر کی مظلوم رعیت بابا نانک جی کے پاس بھائی لالو جی کے ہمراہ گئی - اور پکار پکار کر کہنے لگی کہ ہم پر بہت ظلم ہوتا ہے - اور ہمارے حاکم ہماری بہو بیٹیوں کو جبراً بُلا لیتے ہیں - اور مسلمان کر ڈالتے ہیں - یہاں پر گئو بدہ ہوتا ہے - ہم سے دیکھا نہیں جاتا - آپ ہم لوگوں کو اِن ظالموں کے پنجہ سے بچا دیں - اُدھر مردانہ جو ایک مسلمان کے ہاں شادی میں کھانا کھانے گیا تھا - اُس کو اُس نے مار کر نکال دیا - اور کہا کہ تو کافر کے ہمراہ رہتا ہے - تجھکو کھانا نہیں ملیگا - روتا ہؤا گورو نانک صاحب کے پاس واپس آیا - تب گورو جی کو اُنکی گریہ و زاری پر رحم آگیا - اور انہوں نے اکال پرکھ یعنی خداوند کریم سے اُن کے واسطے دُعا مانگی - تب اُن کو الہام ہؤا - کہ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ ظالم اپنے اعمال کی سزا میں پامال ہوں گے - اور اُسی وقت گورو نانک جی نے بھائی لالو کیطرف مخاطب ہو کر یہ شبد اوچارن کیا - جیسی میں آوے خصم کی بانی تیسڑا کریں گیان وے لالو - پاپ کی جنج لے کابلوں دھایا

ਜੈਸੀ ਮੈ ਆਵੈ ਖਸਮ ਕੀ ਬਾਣੀ ਤੈਸੜਾ ਕਰੀ ਗਿਆਨ ਵੇ ਲਾਲੋ। ਪਾਪ ਕੀ ਜੰਞ ਲੈ ਕਾਬਲੋਂ ਧਾ
ਇਆ ਜੋਰੀ ਮੰਗੈ ਦਾਨ ਵੇ ਲਾਲੋ। ਸਰਮ ਧਰਮ ਦੁਇ ਛਪਿ ਖਲੋਤੇ ਕੂੜ ਫਿਰੇ ਪਰਧਾਨ ਵੇ ਲਾ
ਲੋ। ਕਾਜੀਆਂ ਬਾਮਣਾ ਕੀ ਗਲ ਥਕੀ ਅਗਦ ਪੜੈ ਸੈਤਾਨ ਵੇ ਲਾਲੋ। ਮੁਸਲਮਾਨੀਆਂ ਪੜ੍ਹ
ਨਿ ਕਤੇਬਾਂ ਕਸਟ ਮਹਿ ਕਰਹਿ ਖੁਦਾਇ ਵੇ ਲਾਲੋ। ਜਾਤਿ ਸਨਾਤੀ ਹੋਰ ਹਿਦਵਾਣੀਆ ਏਹ ਭੀ
ਲੇਖੈ ਲਾਇ ਵੇ ਲਾਲੋ। ਖੂਨ ਕੇ ਸੋਹਿਲੇ ਗਾਵੀਅਹਿ ਨਾਨਕ ਰਤ ਕਾ ਕੁੰਗੂ ਪਾਇ ਵੇ ਲਾਲੋ।

جوری منگے دان وے لالو۔ ایسے بہت کلمات زبان مبارک سے فرمائے۔ جن کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ اے لالو جسقدر مجھکو الہام ہوا ہے۔ ویسا میں تم لوگوں کو سناتا ہوں۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان ظالموں کی بیخ کنی ہوگی۔ اور یہ اپنے اعمالوں کا نتیجہ بخوبی اٹھائیں گے۔ مع زن و بچہ قتل ہوں گے۔ مال و متاع جسقدر انہوں نے ظلم سے جمع کیا ہے وہ سب غارت ہوگا۔ بلکہ جیسے ایک گنہگار کے پیچھے سارا جہاز ڈوب جاتا ہے۔ ویسے ہی تمہارا کل قبیلہ ایک ظالم کے پیچھے تکلیف اٹھائیگا۔

تب ان لوگوں نے عرض کیا کہ مہاراج اس حکم کی تعمیل کس کے ہاتھ سے ہوگی۔ اس پر گورو صاحب نے پھر منجملہ ان کلمات کے فرمایا کہ "آون اٹھترے ۷۸ جان ستانوے ۹۷۔ ہور بھی اٹھسی مرد کا چیلہ۔ اب گورو صاحب کی پیشینگوئی اس سے بخوبی ثابت ہے۔ کہ سمت ۱۵۷۸ بکرمی میں **بابر** سمرقندی نے آکر امین آباد کو غارت کیا۔ اور حسب فرمان گورو صاحب قتل عام کر کے اور سارا شہر لوٹ مار سے برباد کر کے دہلی کے تخت پر جا بیٹھا۔ اور پھر سمت ۱۷۹۷ بکرمی میں **نادر شاہ** نے سلطنت چغتائی کو بالکل پامال کر ڈالا۔ اور پھر مرد یعنی **گورو گوبند سنگھ صاحب** کا چیلہ خالصہ پنتھ ملک پنجاب پر قابض ہوگیا۔

امین آباد سے روانہ ہوکر **گورو نانک جی** موضع سیوکی ضلع سیالکوٹ میں آکر ٹھہرے۔ جہاں پر ایک مکان ہوسومنگانہ صاحب ابتک بنا ہوا موجود ہے۔ اور اس جگہ کے نام سرکار انگلشیہ کی طرف سے کچھ جاگیر بھی معاف ہے۔ اس جگہ کی بابت یوں بھی روایت ہے کہ سیوکی کے پاس ایک موضع بھاروپور اسوقت آباد تھا۔ پہلے گورو نانک جی وہاں آکر ٹھہرے اور وہاں کے لوگوں سے حمزہ غوث کا جو گل قوم کا فقیر تھا پتہ پوچھا۔ تو لڑکوں نے گورو نانک جی سے مذاق کیا۔ بلکہ پتھر مارے۔ تب مردانہ نے کہا کہ یہ گانوں تو اجڑ جانے کے لایق ہے۔ اس پر گورو نانک جی نے فرمایا کہ مردانہ! ایسا غصہ نہیں کرنا چاہیئے۔ "مگر جو تیرے منہ سے نکلا ہے۔ وہ کرتار پورا کریگا"۔ چنانچہ کچھ مدت بعد وہ گانوں بالکل تباہ ہوگیا۔ ابتک اس گانوں کی یادگار میں ٹیلے موجود ہیں۔ پھر وہاں سے گورو نانک صاحب اٹھکر سیوکی موضع کے قریب جہاں اب گوردوارہ ہے بیٹھے تھے۔

وہاں سے چلکر گورو نانک جی حمزہ غوث فقیر سے جو شہر سیالکوٹ کے غارت کرنے کیلئے چلہ میں بیٹھا تھا۔ سیالکوٹ میں ملنے کیلئے آئے۔ اور شہر کے مشرق جانب قبرستان کی جہاڑیں جو شاہ حمزہ غوث کے مکان سے نزدیک تھیں ایک بیری کی درخت کے نیچے آبیٹھے۔ اور روایت ہے کہ بھائی مردانہ کو شاہ حمزہ غوث کے پاس جو ایک مقبرہ میں چلہ کے درمیان بیٹھا ہوا تھا بھیجا۔ مگر اس نے بالکل جواب نہیں دیا۔ مردانہ واپس چلا آیا۔ پھر گورو نانک جی نے شاہ حمزہ غوث کو خود جا کر آواز دی تو بھی وہ نہیں بولا۔ جب وہ واپس ہوئے تو مقبرہ قدرت ایزدی سے از خود پھٹ گیا اور اس کے اندر روشنی آفتاب کی چلی گئی

ਸਾਹਿਬ ਕੇ ਗੁਣ ਨਾਨਕ ਗਾਵੈ ਮਾਸ ਪੁਰੀ ਵਿਚ ਆਖ ਮਸੋਲਾ।ਜਿਨ ਉਪਾਈ ਰੰਗ ਰਵਾਈ ਬੈਠਾ ਵੇਖੈ ਵ
ਖਇਕੇਲਾ।ਸਚਾ ਸੋ ਸਾਹਿਬ ਸਚ ਤਪਾਵਸ ਸਚੜਾ ਨਿਆਉ ਕਰੇਗੁ ਮਸੋਲਾ।ਕਾਇਆ ਕਪ
ੜੁ ਟੁਕ ਟੁਕ ਹੋਸੀ ਹਿੰਦੁ ਸਤਾਨ ਸਮਾਲਸੀ ਬੋਲਾ।ਆਵਨ ਅਠਤਰੈ ਜਾਨ ਸਤਾਨਵੈ ਹੋਰ ਭੀ
ਉਠਸੀ ਮਰਦ ਕਾ ਚੇਲਾ।ਸਚ ਕੀ ਬਾਣੀ ਨਾਨਕ ਆਖੈ ਸਚ ਸੁਣਾਇਸੀ ਸਚ ਕੀ ਬੇਲਾ।

تب شاہ ہمزہ غوث گورو نانک جی کو صاحب کشف و کرامات سمجھکر اُن کے قدموں پر آگرا۔ گورو جی نے اُس سے پوچھا کہ تو اِس شہر کو کیوں غارت کرنا چاہتا ہے۔ جسکا اُس نے یہ جواب دیا۔ کہ اِس شہر کے لوگ بالکل جھوٹے ہیں۔ ایک شخص نے مجھکو اپنا لڑکا دینے کیلئے کہا تھا۔ مگر پیچھے اقرار سے منکر ہو گیا۔ تب گورو جی نے بھائی مردانہ کو دو پیسے دیکر شہر میں جھوٹ اور سچ خریدنے کیلئے بھیجا۔ جو تمام شہر میں پھرا مگر اُس کو جھوٹ سچ کا سودا کسی نے نہیں دیا۔ اور کہا یہ کوئی سودا نہیں ہے۔ جو تمکو دیا جاوے۔ بلکہ بہت تو قہقہہ مارتے۔ اور مردانہ کا منہ چڑھاتے۔ مگر مولا نامی ایک کھتری کے لڑکے نے جسکی عمر غالباً نوجوان تھی۔ مردانہ کو بلا کر دو پیسے لے لیئے۔ اور دو ٹکڑے کاغذ کے لیکر ایک پر مرنا سچ ہے اور دوسرے پر جینا جھوٹ لکھکر اُسکو دیدیئے۔ وہ بجنسہ گورو نانک جی کے پاس لے آیا۔ تو انھوں نے شاہ ہمزہ غوث کو دکھا کر کہا کہ دیکھو اِس شہر میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مرنا سچ جانتے ہیں اور جینا جھوٹ۔ سارا شہر کیسے جھوٹا ہو سکتا ہے۔ آپ فقیر ہیں۔ آپ دنیا میں رحم کے لیئے آئے ہیں نہ کہ غضب کے لیئے؟ جسپر ہمزہ غوث کو تسکین آگئی۔

اِس کے بعد گورو نانک جی مولا کھتری کو جس نے مرنا سچ اور جینا جھوٹ لکھ بھیجا تھا۔ اپنے پاس بُلایا۔ اور اُس پر ایسا کرم فرمایا۔ کہ اُسکو اپنے ہمراہ لیگئے۔ اِس مقام کی یادگار میں جہاں گورو جی بیٹھے تھے ابتک ایک عالیشان مندر موسومہ بیر بابا نانک صاحب قایم ہے۔ اور جسکے ساتھ کچھہ جاگیر بھی قریب چھہ سات ہزار کے سرکار انگلشیہ کیطرف سے معاف ہے۔

سیالکوٹ سے گورو نانک جی پورب کے ملکوں کی سیر کا ارادہ کرکے رائے بولار کی آرزو پوری کرنے کیلئے تلونڈی ہوتے ہوئے چھانگہ مانگا کے خوشنما جنگل میں (جہاں ایک جگہ چھوٹا ننکانہ صاحب کے نام سے اُن کی تشریف آوری کی یادگار میں اب تک قایم ہے)۔ جا نکلے اور اُس گرد و نواح کے فقیروں سے ملتے ہوئے۔ اور اُن کے دلوں کو اپنے کلامات عارفانہ سے شاد کرتے ہوئے قصبہ چونیاں میں شیخ داؤد[۵] کرامانی و سید حامد گنج بخش سے جا ملاقی ہوئے۔ یہ دونوں اُس زمانہ کے نامی فقیروں میں سے ہو گذرے ہیں۔ اِن سے گورو نانک جی ملکر ستلج دریا کو عبور کر کے ملک مالوہ کی سیر کرتے ہوئے سنگرور وغیرہ مقامات میں قیام پذیر ہوتے ہردوار گنگا جی پر جا نکلے۔

جب گورو نانک جی ہردوار پہنچے تو وہاں کنکھل میں گنگا جی کے کنارے پر جہاں اب ایک عالیشان مندر بنا ہوا ہے جا اُترے۔ اور وہاں کے پنڈوں اور مہاتماؤں کو اپنے سچے اور امرت روپی اُپدیش سے خوب خوش کیا۔ اِس جگہ کی بابتہ ایک یہ بھی روایت ہے۔ کہ وہاں سے روانہ ہو کر سمت ۱۵۵۱ بکرمی میں دہلی تشریف لے گئے۔ اور مجنوں کے ٹیلے پر (جہاں اب ایک عالیشان مندر اُن کی یادگار میں قایم ہے۔) جا آسن جمایا۔

سکندر لودہی نے تعصب سے یہ شیوہ پکڑ رکھا تھا۔ کہ جو فقیر مشہور ملتا اُس سے کرامات حاصل کرنے کی غرض سے

داد

[۵] اِن دونوں فقیروں کی مزاریں قصبہ چونیاں میں ابتک موجود ہیں۔ شیخ داؤد کرامانی ۹۸۲ھ میں فوت ہوا ہے۔ ۱۲

اِس کو گرفتار کرکے قید کردیا۔ اور سوا من آٹا روزانہ چکی میں پسواتا۔ بیچارے بہت سے فقیر اِس عذاب میں گرفتار پڑے تھے۔ جب **گورو نانک جی** وہاں گئے۔ تو اُسی دن بادشاہ کی سواری کا ایک زنجیر فیل سفید رنگ کا جو ایک باغ میں دن میں متصل رہتا تھا۔ اتفاقاً مرگیا۔ اور اُس کا مہاوت جس کو اُس کے ذریعہ روزی ملتی تھی۔ رونے پیٹنے لگا۔ تب گورو جی نے رحم کھاکر اُس کے مردہ ہاتھی کو پھر اپنا مبارک ہاتھ پھیر کر زندہ کردیا۔ یہ خبر جب بادشاہ کو پہنچی تو اُس نے اِن کو بلا بھیجا۔ اور اُن سے کرامات حاصل کرنے کا خواہاں ہوُا۔ مگر انجام کار اُن کو بھی اُن ہی فقیروں کے ساتھ قید کردیا اور چکی پیسنے کے لیے حکم دیا۔ تب گورو جی نے بھائی مردانہ کو رباب بجانے کیلئے کہا اور آپ بھجن گانے لگے۔ جس کی تاثیر سے کل چکیاں خودبخود پھرنے لگیں۔ اِس فی البدیہہ معجزہ کو دیکھکر سکندر لودھی قایل ہوگیا۔ اور اُن کے قدموں پر گر پڑا۔ معافی کا خواہاں ہوُا۔ تب **گورو نانک جی** نے اُس سے کہکر سارے فقیروں کو قید سے آزاد کروایا۔ اور اُس کو نصیحت کی کہ فقیروں کا فرقہ خداوند کریم کا وجود ہے۔ اِن کو تکلیف دینا یا رنج پہنچانا گویا قادر مطلق کو ناخوش کرنا ہے بلکہ تمکو ہمیشہ اِن لوگوں کی خدمت کرنی چاہیئے۔ بادشاہ پر گورو نانک جی کی اِس عمدہ نصیحت نے ایسا اثر پہنچایا۔ کہ وہ اُن کا دلی معتقد ہوگیا۔ اور فقیروں کو تکلیف دینے سے توبہ کرلی۔

میان معروف جیسے اُس زمانہ کے رسیدہ لوگ سب گورو نانک جی کے دوست بن گئے۔ اور اُن کی سچی اور خالص وعظ کو بہت پسند کرتے۔ ہرچند بادشاہ نے چاہا کہ گورو نانک جی اُس کے پاس رہیں۔ مگر وہ نہیں رہے۔

اسیطرح بہت سے کرامات و معجزات دکھلانے کے بعد جنکا مفصل ذکر **نانک پرکاش** گورمکھی کتاب میں موجود ہے علی گڑہ ہوتے ہوئے متھرا۔ بندرابن میں وارد ہوئے۔ یہاں کے چوبے برہمنوں اور ہر قسم کے مہاتماؤں اور فقیروں سے مذہبی اور معرفت الٰہی کے مباحثے کیئے۔ اور اُن کو اپنے پُر تاثیر وعظ سے اچھی طرح معقول کیا۔ اور پھر وہاں کے عمدہ عمدہ مکانوں اور مندروں کی سیر کرتے ہوئے آگرہ جا نکلے۔ ਨਨਕਪ੍ਰਕਸ

آگرہ میں جہاں آپ جاکر بیٹھے تھے۔ وہاں پر ابتک ایک مکان مائی تھان گورو کی دھرم سالہ کے نام سے اُن کی یادگار میں مشہور ہے۔ وہاں بہت لوگ آپ کے پیرو ہوگئے۔ اُس کے بعد اجودھیا۔ لکھنؤ۔ کانپور وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے کاشی جی یعنی بنارس میں جا پہنچے۔

یہاں پر شہر کے مشرق طرف ایک باغ میں جو اب گورو کے باغ کے نام سے مشہور ہے جا بیٹھے۔ اور وہاں کے پنڈتوں اور بڑے بڑے مہاتماؤں سے مذہبی اور ہر قسم کی گیان چرچا کرنے لگے۔ سب کو اپنے صلح کل اور خالص سچے درس بھرے کلمات سے محظوظ کیا۔ **کبیر** و نام دیو۔ روداس وغیرہ بھگتوں سے بھی ملے اور اُن کے ساتھ ہی کچھ مدت تک ہر چرچا کا خوب پرچا رہا۔ جو کچھ شبد یا بانی **گورو نانک جی** نے وہاں اُچارن کیئے ہیں۔ وہ سب گورو گرنتھ جی میں درج ہیں۔ گو سابق کی گورمکھی پوتھیوں میں کبیر جی کا گورو نانک جی سے بنارس میں ملاقی ہونے کا کہیں ذکر نہیں

لیکن کبیر کے چیلے دھرم داس نے نانک پربودھ میں لکھا ہے۔ کہ گورُو نانک جی سے کبیر جی کی بنارس میں ملاقات ہوئی تھی۔ جو غالباً سچ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ۱۵۵۸ بکرمی میں گورُو نانک جی وہاں گئے تھے۔ اور ماگھر سُدی ایکادشی سمت ۱۵۷۵ بکرمی میں کبیر جی نے اُن کے وہاں جانے کے گویا ۱۷ برس بعد وفات پائی۔ پس اِس سے اُسوقت کبیر جی کا حیات ہونا بہرحال ثابت ہے۔

یہاں سے گورُو جی گنگا کے کنارے کنارے بکسر اور چھپرا وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے شہر پٹنہ میں جو پاٹلی دیوی کے نام پر راجہ ہنس پال نے بکرماجیت سے ایک ہزار برس پیشتر آباد کیا تھا۔ جا وارد ہوئے۔ یہاں پر بھی ہر قسم کے فقیر اور امیر گورُو جی کے پاس آئے۔ اور اُن کے سچے اُپدیش سے فیضیاب ہوئے۔ اِسی جگہ کی بابت ایک یہ بھی روایت ہے۔ کہ جب گورُو جی لوگوں کو اپنی سچی وعظ سنا رہے تھے۔ اور مہاتما لوگوں سے گیان چرچا کر رہے تھے۔ اُسوقت بھائی مردانہ جو اُن کے ساتھ تھا۔ سوالی ہوا۔ کہ جب آپ فرماتے ہیں کہ خداوند کریم اپنے پیارے بھگتوں کو اپنے جیسا سمجھتا ہے تو دنیا کے لوگ اُس کے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کرتے۔ اور جب النسانی جامہ ایک بے بہا لعل ہے۔ تو لوگ کیوں اِس کی قدر نہیں کرتے۔ اِس کا جواب اُس وقت گورُو صاحب نے بنظر مناسب نہیں دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد جب مردانہ نے بھوک کی شکایت کی تو امتحاناً اُس کو ایک لعل بے بہا دیکر فرمایا کہ بازار میں جا کر اِسکو فروخت کر کے جو جی چاہے کھا آؤ۔ مردانہ اُس لعل کو لیکر ہر جگہ پھرا اور اُس کی قیمت میں ہر ایک نے اپنی سمجھ کے موافق جو کچھ ہو سکا مردانہ کو دینا چاہا۔ یعنی سبزی فروش نے ترکاری اور پرچوں والے نے آٹا دال۔ غرض کوئی دکاندار اُس کی قیمت نہ لگا سکا۔ جب وہ لعل ثالث رائے جوہری کے پاس گیا۔ تو اُس نے مردانہ کو مبلغ یکصد روپیہ اُس لعل کی نذر میں دیا۔ اور لعل کو بھی واپس دیکر کہا کہ یہ بے بہا ہے اِس کی قیمت میری طاقت سے باہر ہے۔ چنانچہ مردانہ وہ سو روپیہ اور لعل دونوں لیکر گورُو نانک جی کے پاس واپس آیا۔ اور جو کچھ گذرا تھا۔ وہ سب اُن کے روبرو نے کم و کاست عرض کر دیا۔ تب گورُو نانک جی نے کہا کہ اے مردانہ! تیرے سوال کا جواب اب حل ہوا۔ اسیطرح پر عارفان و کاملان راہِ حق کی شناخت اور قدر کرنیوالے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔ اور النسانی جامہ بھی ایک گوہر ہے۔ اِس کو مفت ضایع کرنا سراسر نادانی ہے۔ جو لوگ کہ عارفوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں۔ وہ البتہ اُس جوہری کی مانند قدر کرتے ہیں۔ اب تو یہ روپیہ اُس کو دے آ۔ کیونکہ بغیر لعل دیئے روپیہ کا لینا مناسب نہیں حسب الارشاد اُن کے مردانہ جوہری کے پاس روپیہ واپس لے آیا۔ مگر اُس نے لینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ یہ روپیہ لعل کی قیمت نہیں ہے۔ جو وہ واپس لیا جاوے۔ بلکہ یہ اُس لعل کا نذرانہ ہے۔ وہ لعل ایسا بے بہا ہے۔ کہ اُسکی قیمت نہیں ہو سکتی۔ اور جو شخص اُسکی قیمت نہ دے سکتا ہو اُس کو مبلغ یکصد روپیہ اُس کا نذرانہ ضرور چاہیئے۔ غرضیکہ بہت سی بحث و تکرار کے بعد ثالث رائے جوہری خود مع اپنے خدمتگار ادھر کہ قوم اروڑہ کے جو خدا پرست آدمی تھا۔ گورُو نانک جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُن کے

کلامات پرتاثیرات سے ایسا محظوظ ہؤا۔ کہ اُن کا مرید بن گیا۔ غرضیکہ اسیطرح پر وہاں کے لوگوں کو **گوروُ نانک جی** کچھ مدت تک اپنا اپدیش سناتے رہے۔ اور بعدہ ادھیرکہ مذکور کو جو ان کا سکہ یعنی مرید بن گیا تھا۔ اور جس کے دل کو انہوں نے روشن کر دیا تھا۔ وہاں کی لوگوں کو ست سنگت کا اپدیش کرنے کیلئے دھرم سالہ میں بیٹھا کر گیا جی کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور راجگری وبہار وغیرہ کا سیر کرتے ہوئے گیا جی میں جہاں ہندو لوگ پنڈدان کراتے ہیں۔ جا پہنچے۔ یہاں پر پنڈوں اور برہمنوں نے پنڈدان کرنے کے لیئے بہت اصرار کیا۔ مگر **گوروُ نانک صاحب** نے بالکل انکار کیا۔ اور چند شبد زبان مبارک سے اُن کی تسکین کے لیئے جو گورو گرنتھ جی میں مندرج ہیں تصنیف فرمائے جنکا خلاصہ مضمون یہ ہے۔ کہ جو اپنے مرحوم بزرگوں کے فائدہ پہنچانے کے لیئے پنڈدان دیتے ہیں۔ وہ تو برہمن کہا لیتے ہیں اور جو چراغ جلاتے ہیں وہ یہاں ہی گل ہو جاتا ہے۔ اُن تک روشنی کب پہنچا سکتا ہے۔ غرضیکہ کسی کو کچھ نہیں پہنچتا۔ یہ سب بناوٹ کی باتیں ہیں۔ ہم نے تو عبادت کا چراغ روشن کر رکھا ہے۔ جو دنیا کے گمراہوں کو راستہ دکھلاتا ہے۔ اور ہمیشہ جلتا رہتا ہے۔ ہوا یا آندھی کا اُس پر بالکل اثر نہیں ہو سکتا۔

اس قسم کی سچی اور پرتاثیر باتیں سنکر وہاں کے بہت سے لوگ ان کے معتقد ہوگئے اور آپ وہاں سے بودھ گیا کو جہاں بدھ کا اوتار ہؤا ہے تشریف لیگئے۔

یہاں کا دیوگر گوشائیں جو ایک بڑا جاگیردار صاحب کرامات مہاراج سرکار کہلاتا تھا۔ **گوروُ نانک جی** کے کلمات عارفانہ و معرفت الٰہی سنکر ایسا معتقد ہؤا۔ کہ ان کا مطیع بن گیا۔ اور اُس کا گدی نشین چیلہ مسمی بھگت گر اپنی کل وراثت کو ترک کر کے مع اپنے کل ساتھیوں کے پنجاب میں چلا آیا۔ اور **گورو ہر رائے** کی اجازت سے دھرم چند سے اپدیش لیکر بھگت بھگوان کے نام سے مشہور ہؤا۔ اس کے صدہا جاگیردار چیلے ضلع پٹنہ کے علاقہ میں ابتک موجود ہیں۔

بودھ گیا میں مردانہ نے بدھ اوتار کی پشت کا درشن کرتے ہوئے دیکھکر اس کی وجہ دریافت کی۔ کہ بجائے منہ کی پشت کا کیوں درشن کیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں گورو نانک جی نے اُس کو سمجھایا۔ کہ اس نے ایک زمانہ میں پولیٹیکل مصلحت سے یہ وعظ کی تھی۔ کہ خدا کوئی چیز نہیں۔ اور تمام لوگ اُس کے پیرو ہوگئے تھے۔ مگر بعد میں اس نے یہ کہا۔ کہ جس ہتے سے میں نے ایسا خلاف اپدیش کیا ہے۔ وہ منہ میرا دیکھنے کے قابل نہیں اور جو کوئی اس کو دیکھیگا۔ گنہگار ٹھہریگا اس وجہ سے اسکی پشت کا درشن کیا جاتا ہے۔ بودھ مذہب جو ایک زمانہ میں تمام دنیا پر پھیل گیا تھا۔ اسی شخص کا نکالا ہوا ہے۔

گوروُ نانک جی یہاں سے روانہ ہو کر بیج ناتھ مہادیو کا دیدار کرتے مونگیر۔ بھاگل پور۔ صاحب گنج۔ راج محل وغیرہ کی سیر

ਦੀਵਾ ਮੇਰਾ ਏਕ ਨਾਮ ਦੁਖ ਵਿਚ ਪਾਇਆ ਤੇਲ ਉਨ ਚਾਨਣ ਓਹ ਸੋਖਿਆ ਚੂਕਾ ਜਮ ਸਿਉ ਮੇਲ॥
ਏਥੈ ਓਥੈ ਆਗੈ ਪਾਛੈ ਏਹੁ ਮੇਰਾ ਆਧਾਰ॥
ਪਿੰਡ ਪੱਤਲ ਮੇਰੀ ਕੇਸੋ ਕਿਰਿਆ ਸਚ ਨਾਮੁ ਕਰਤਾਰ

کرتے ہوئے مالدیو میں آ پہنچے - اِس جگہ کے آم بہت مشہور ہیں - خاصکر اُس باغ کے جہاں گورو جی بیٹھے تھے - اور جو
اَب گورو کا باغ بولا جاتا ہے - بہت ہی شیریں ہوتے ہیں -

پھر یہاں سے مرشدآباد - بردوان - ہگلی - کرشن نگر - شہزادپور - شیرازگنج وغیرہ وغیرہ شہروں کے لوگوں کو اپنے پاک و مبارک وعظ سے مشرف فرماتے ہوئے ڈھاکہ میں جا پہنچے - یہاں کے نامی گرامی فقراشل ریوداس و نراین داس بیراگیوں کے اور شمال ناتھ - و چندر ناتھ جوگیوں کے - و شیخ احمد و غلام اللہ و مولانا خان محمد مسلمین فقیروں کے سب گورو جی کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور زیارت کر کے بہت مسرور ہوئے - چونکہ یہاں کے لوگ جادوگری میں یکتا تھے - سب نے اپنے اپنے جوہر دکھائے - مگر گورو جی کے روبرو کسی کی فسوں گری نہ چلی - آخرکار سب کو قایل ہو کر حسب فرمان گورو نانک جی فرمان علم الٰہی کا پابند ہونا پڑا - تین روز تک یہاں پر گورو نانک جی کا قیام رہا - جس عرصہ میں اُنھوں نے صدہا تاریک دلوں کو راہ حق بتا کر روشن ضمیر بنایا - اور یہاں سے روانہ ہو کر تین کوس کے فاصلہ پر اُس مقام پر جہاں ابتک ایک گوردوارہ موسومہ برچھا صاحب آپکی یادگار میں قایم چلا آتا ہے - جا بیٹھے - یہاں کی عورتیں جادوگری میں مشہور ہیں - اور مسماۃ نور شاہ جوان سب کی گروہ تھی - اتفاقاً بھائی مردانہ پر عاشق ہوگئی - اور اُس کو اپنے جادو کے زور سے قید کرلیا - گورو نانک جی جو روشن ضمیر تھے اِس کا حال معلوم کر کے اُس عورت کے مکان پر خود گئے - اور اپنے کلام الٰہی کے زور سے بیچارے مردانے کو وہاں سے رہا کرایا - اور اُن عورتوں کو اپنے پُرتاثیر وعظ سے ایسی حرکات ناشایستہ کرنے سے منع کیا - اُسوقت گورو نانک جی نے اپنی زبان سے یہ شبد اُچارن کیا تھا - گلیں اسیں چنگیریاں آچاریں بُریاں - ریساں کریں تناڑیاں جو سیون در کھڑیاں" -

ਗਲੀਂ ਅਸੀ ਚੰਗੀਆਂ ਆਚਾਰੀ ਬੁਰੀਆਹਾ ॥ ਮਨਹੁ ਕਸੁੱਧਾ ਕਾਲੀਆਂ ਬਾਹਰਹੁ ਚਿਟਵੀਆਹਾ ॥
ਰੀਸਾਂ ਕਰਹਿ ਤਿਨਾੜੀਆਂ ਜੋ ਸੇਵਹਿ ਦਰ ਖੜੀਆਹਾ ॥ ਨਾਲ ਖਸਮੈ ਰਤੀਆਂ ਮਾਣਹਿ ਸੇਜ ਰਲੀਆਹਾ ॥

یعنی زبان کی اچھی اور اعمال کی بد ہیں - مگر برابری اُن کی کرنا چاہتی ہیں - جو مالک کے دروازہ کو کھڑی سیو رہی ہیں - غرض ایسے ایسے بہت سے شبد کہے - جن سے اُس عورت کو عبرت ہوگئی - اور بابا نانک صاحب کے قدموں پر گر کر معافی کی خواہاں ہوئی - گورو صاحب کے اُپدیش سے اُسکو کچھ ایسی ہدایت ہوئی - کہ وہ اپنا تمام مال و زر لُٹا کر گوشہ نشین ہوگئی -

چونکہ یہاں کا پانی بالکل کھاری تھا - اسلیئے یہاں کے لوگوں کی التجا پر گورو جی نے اپنے برچھے سے زمین کھود کر ایک شیریں پانی کا چشمہ جو ابتک وہاں موجود ہے نکالا تھا - یہ برچھا گورو صاحب اُسی عورت کی درخواست پر اپنی یادگار میں چھوڑ گئے تھے - جو ابتک وہاں موجود ہے - بلکہ وہ مقام صرف برچھا صاحب کے نام سے پکارا جاتا ہے -

بعد ازآں یہاں سے گورو نانک جی کورو کم اکھیا دیوی کے مندر پر گئے وہاں بہت لوگ آپ کے درشنوں کو آئے اور آپکے سچے کلام کی تاثیر سے دیوی کی پرستش چھوڑ بیٹھے -

یہاں سے گوری پور دھوبیہ بندر کو جو سمندر کے کنارے پر واقع ہے تشریف لے گئے۔ وہاں پر **گورو نانک جی** کا گوردوارہ دمدمہ صاحب کے نام سے ابتک موجود ہے۔ اس کو **گورو تیغ بہادر جی** نے سمت ۱۷۲۳ بکرمی میں بادشاہی لشکر سے نی کس ایک ایک سپر مٹی ڈلوا کر اسقدر بلند کرا دیا تھا۔ کہ بہت فاصلہ سے نظر آتا ہے۔ اس گوردوارہ کے پوجاری اوداسی فقیر ہیں۔

بعدہ ملک آسام کی اجمیری گنج۔ کریم گنج۔ سلہٹ وغیرہ شہروں کی سیر کرتے ہوئے دریائے سرتا کو عبور کیا۔ اور کچھار و ملک منی پور کے شہر آسیم پہل وغیرہ کو دیکھتے ہوئے ملک لوشائی میں جا پہنچے۔ یہاں کے سردار دیو لوت کا ذکر جنم ساکھی میں یوں لکھا ہے۔ کہ وہ جب گورو صاحب کے مارنے پر آمادہ ہوا۔ تو اس کا ہاتھ مع تلوار اوپر کا اوپر ہی رہ گیا۔ اور وہ اس معجزہ کو دیکھکر آپکا مرید بن گیا۔

پھر یہاں سے پھر آپہاڑی و شہر اگرتلا۔ لکھی پور۔ چاندپور۔ و دریائے پدما کو عبور کر کے شہر فریدپور و کیشب پور۔ بارد دست۔ دمدم۔ وغیرہ چوبیس پرگنوں کی سیر کرتے ہوئے۔ اور لکھوکھا بندگان خدا کو راہ راست پر لاتے ہوئے کلکتہ میں رونق بخش ہوئے۔ اسوقت یہ شہر چھوٹا سا گاؤں **کلی کٹ** کے نام سے مشہور تھا۔ **گورو نانک صاحب** اسکو دیکھکر دریائے ہگلی سے پار اترے۔ اور سترہ۔ شری رام پور ہوتے ہوئے دریائی الورو۔ و لکھنشور کو عبور کر کے شہر میدنی پور میں جا پہنچے۔ اور وہاں سے دریائے کانسٹی کو عبور کر کے ڈہل بھوم ہوتے ہوئے دریائے پتیرنی۔ اور برہمنی اور مہادیو سے اتر کر شہر کٹک میں وارد ہوئے۔ جہاں پر گورو صاحب کی دو تین دھرم سالہ ابتک موجود ہیں۔ بعدہ سمت ۱۵۶۲ میں یہاں سے سکھی گوپال کا درشن کرتے ہوئے جگناتھ پوری میں رونق افروز ہوئے اور سنگھ پور کے سامنے جہاں اب بنام منگوسٹ مکان **گورو صاحب** کا موجود ہے۔ جا بیٹھے۔ اور ان کی زبان میں بھجن گانا شروع کر دیا۔ جس کو سنکر صدہا لوگ ان کی طرف جھک پڑے۔

روایت ہے کہ وہاں **گورو نانک جی** جب جگناتھ سوامی کی آرتی اتارنے کیوقت پنڈتوں کے ساتھ شریک نہیں ہوئے۔ تو وہاں کے لوگوں نے بہت اعتراض کیا اور گورو نانک جی سے پوچھا کہ تم آرتی میں شامل کیوں نہیں ہوئے۔ تب انہوں نے فرمایا کہ یہ آرتی جو تم لوگ کرتے ہو۔ اصل میں جھوٹی ہے اور در داخل بت پرستی ہے۔ تمہارے اس جھوٹ موٹ چراغ جلانے سے جس کو ذرا سا ہوا کا جھونکا بھی بجھا سکتا ہے۔ اور دھوپ وغیرہ دھکانے سے اس سچے پرماتما کی آرتی نہیں ہوتی۔ اس کی آرتی خود بخود ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس وقت آپ نے (اگگن میں تھال

نوٹ صفحہ ۳۱ - لہ یہ بھی کامروپ ملک ہے کہ جس کا ذکر ہندوؤں کی پوتھیوں میں اسطرح پر سچ ہے۔ کہ یہاں کی عورتوں نے جادو سے گورکھ ناتھ کے چیلوں کو بیل اور بہادر مردانہ کو مینڈھا بنا لیا تھا۔ اور گورکھ ناتھ۔ اور نانک جی نے ان کو گدہی اور سگ مادہ بنا کر ان پر فتح پائی تھی۔ ۱۲ (مؤلف) یہاں کی عورتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں۔ مگر مرد دائم المریض اور کمزور ہوتے ہیں۔ غیر ملک کے مردوں کو نہایت پسند کرتی ہیں۔ اور ان کی ایسی خدمت کرتی ہیں۔ کہ وہ ان کا مطیع ہو جاتا ہے۔ خدمت بھی ایک عجیب جادو ہے۔ ۱۲

روچند کا دیپک بنے) آرتی تصنیف فرمائی - جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے - کہ یہ فلک اُس کی آرتی کے واسطے طشت بن رہا ہے - جس میں سورج اور چاند کی روشنی کا چراغ جلتا ہے - ستارے اُس میں گوہر و پھول ہیں - ہوا چور کرتی ہے صندل کے پہاڑ کی خوشبو کا دھوپ دُھک رہا ہے - اور ہر طرح کی بے انتہا آواز سنکھ اور گھڑیال کا کام دیتی ہیں - غرضیکہ اُس پرماتما کی آرتی خود بخود ہو رہی ہے - ہم کیا چیز ہیں - جو اُس کی آرتی اُتار سکیں - ایسی قدرتی آرتی دیکھکر ہم اُس مالک کو واہ واہ کہتے ہیں - دیکھو ہے اے پرمیشور تیرا ہاتھ آنکھ - ناک - پاؤں - وغیرہ جس اوضاع سے کُل جاندار چلتے پھرتے حرکت کرتے ہیں - یہ سب تیرا ہی جلوہ ہے - اور پھر تو سب سے علحدہ ہے - ہم اِن بتوں کی آرتی اور اُن کے دست پا کی طرف کیا دیکھیں - جو خود انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں - ہم تو تیری اس قدرت کو دیکھکر قربان ہیں - جس کا یہ سب ظہورا ہے - ے کہ بچشمانِ دل مبیں جز دوست - ہر چہ بینی بداں کہ مظہر اوست - چنانچہ یہ کلمات **گورو نانک صاحب** سے سنکر سب لوگ نہایت خوش ہوئے - اور آپ وہاں سے چلکر دریائے شور کے کنارہ پر جا بیٹھے - جہاں اب تک **باولی صاحب** کے نام سے ایک مکان اور چاہ بہ یادگار گورو صاحب بنا ہوا موجود ہے - اور اس بستی کے گرد نواح میں سوائے اِس چاہ کے (کہ جسکی دیوار کے ساتھ دریائے شور ہے) اور کہیں میٹھا پانی نہیں ملتا - جگن ناتھ کا پانڈہ مسمی کالجگ نے جو ایک لاولد و دولتمند شخص تھا **گورو صاحب** کی خدمت میں آکر عرض کی - کہ آپ یہاں اپنے دیدار انور و پاک کلام سے ہمکو نہال کریں - جو کچھ مکانات وغیرہ سامان حضور کو مطلوب ہو - سو یہ غلام ابھی تیار کرا دیتا ہے اُس پر بھی **گورو صاحب** نے ایک شبد کہا جس کے معنے یہ نکلتے ہیں - کہ اگر تم ایسا ہی سامان مہیا کر ہمکو - کہ طلائی مکانات جواہرات سے مرصع ہوں - مشک و زعفران خوشبو سے لپٹا ہوا ہو - اور مکان فرش و فروش سے آراستہ ہو - جس میں مرصع پلنگ بچھا ہوا ہو - اور خوشی و تفریح کیواسطے حوریں و پریاں مجرے کر رہی ہوں - اور تمام ملک پر حکومت ہو - تو بھی وہ تمام سامانِ عروج و جاہ و جلال بدون عبادت و یاد الٰہی کے ہمارے کسی کام کا نہیں - نہ ہمکو انہیں دیکھکر خوش ہونا

ف ਗਗਨ ਮੈ ਥਾਲੁ ਰਵਿ ਚੰਦੁ ਦੀਪਕ ਬਨੇ ਤਾਰਕਾ ਮੰਡਲਾ ਜਨਕ ਮੋਤੀ। ਧੂਪ ਮਲਿਆਨਲੋ ਪਵਨ ਚਵਰੋ ਕਰੇ ਸਗਲ ਬਨਰਾਇ ਫੂਲੰਤ ਜੋਤੀ। ਕੈਸੀ ਆਰਤੀ ਹੋਇ। ਭਵ ਖੰਡਨਾ ਦਯਾਲ ਤੇਰੀ ਆਰਤੀ ਅਨਹਤਾ ਸਬਦ ਵਾਜੰਤ ਭੇਰੀ।੧। ਰਹਾਉ। ਸਹਸ ਤਵ ਨੈਨ ਨਨ ਨੈਨ ਹਹਿ ਤੋਹਿ ਕੌ ਸਹਸ ਮੂਰਤਿ ਨਨਾ ਏਕ ਤੋਹੀ। ਸਹਸ ਪਦ ਬਿਮਲ ਨਨ ਏਕ ਪਦ ਗੰਧ ਬਿਨ ਸਹਸ ਤਵ ਗੰਧ ਇਵ ਚਲਤ ਮੋਹੀ। ਸਭ ਮਹਿ ਜੋਤਿ ਜੋਤਿ ਹੈ ਸੋਇ। ਤਿਸ ਦੈ ਚਾਨਣਿ ਸਭ ਮਹਿ ਚਾਨਣਾ ਹੋਇ। ਗੁਰ ਸਾਖੀ ਜੋਤਿ ਪਰਗਟ ਹੋਇ। ਜੋ ਤਿਸ ਭਾਵੈ ਸੋ ਆਰਤੀ ਹੋਇ। ਹਰਿ ਚਰਣ ਕਮਲ ਮਕਰੰਦ ਲੋਭਿਤ ਮਨੋ ਅਨਦਿਨੋ ਮੋਹਿ ਆਹੀ ਪਿਆਸਾ। ਕ੍ਰਿਪਾ ਜਲ ਦੇਹਿ ਨਾਨਕ ਸਾਰਿੰਗ ਕਉ ਹੋਇ ਜਾ ਤੇ ਤੇਰੈ ਨਾਇ ਵਾਸਾ।

چاہیئے۔ باخداوند کریم کو بھلا دینا چاہیئے۔ ایسے ایسے کلمات **گوروجی** کے سن کر پانڈہ مذکور قدم بوس ہوا اور اُسکو **گوروصاحب** نے اپنے چشمۂ فیض سے دینی دُنیوی مرادیں عطا فرمائیں۔ اس کی اولاد اب تک **کلجگ** کے نام سے ملقب و مشہور ہے۔ اور تب سے پنجاب کا پانڈہ بھی وہی مانا جاتا ہے

وہاں سے گورو مہاراج روانہ ہو کر جھیل **چلکا** کے کنارہ سیر کرتے ہوئے خوردہ و دراناپور وغیرہ شہروں کو اپنی قدوم بابرکت سے رونق بخشتے ہوئے ستارن گڑہ کے قریب مہاندی سے اتر کر سہاگ پور میں وارد ہوئے۔ وہاں کے لوگ جو سنیچر دیو کی مورتی کو **پرمیشور** جان کر مانتے تھے اور پوجتے تھے۔ اُن کو اپنی کلام کے زور سے سچے پرمیشور کی عبادت میں مشغول کر کے کوہ کنک میں جو بندھیاچل کی ایک شاخ ہے داخل ہوئے۔ وہاں بہت سے فقرا تارک الدنیا کو جو پانی کی پرستش میں مشغول تھے دیکھا اور بعد بہت سی بحث اور چرچا کے اُن کو بھی پرمیشور کیطرف رجوع کیا۔ یہاں سے بندھیاچل میں بہت دن سفر کھینچکر اقوام بھیل و کرات کے راجا مسمی **کوڈا** کو جو آدم خوری سے بھی باز نہ آتا تھا۔ نصیحت کر اُس کے پنجہ سے بھائی مردانہ کو بچایا۔ چلتے چلتے ایک ایسے جنگل ویرانہ میں چلے گئے۔ کہ بھائی **مردانہ** نے گھبرا کر **گوروصاحب** سے کہا کہ۔ مہاراج! آپ مجھے کہاں لے آئے۔ جہاں سوائے جنگل و پہاڑ و خونخوار گھاٹیوں اور شیر و ہاتھی وغیرہ جانوروں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اور مارے خوف اور بھوک پیاس کے جان نکلی جاتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ فقیروں کو جنگل میں منگل اور دنیا داروں کو اُجنگل یعنی خرابی ہے۔ اسیواسطے دنیا دار جنگلوں میں نہیں جاتے۔ اور میں کوئی فقیر نہیں جو تمہارے ساتھ اسی طرح ویرانوں میں بھٹکتا پھروں۔ اونٹ اور بیل کا کیا ساتھ وہ چلے دن اور وہ چلے رات۔ اگر مجھکو تمہارے اس سفر اور سیر کی خبر ہوتی تو مہاراج ایں گھر سے باہر قدم نہ رکھتا۔ **گوروصاحب** نے فرمایا کہ اے بھائی مردانہ! اگر بھوک نے تمکو بہت ستایا ہے تو آک یعنی **مدار** کے پھل پیٹ بھر کے کھالو۔ مگر جمع نہ کرنا۔ یہ جواب سنکر بھائی **مردانہ** نے کہا کہ اگر دو چار دن جینے کی آس بھی تھی تو آپ ابھی زہر کھلا کر جلدی موت کے منہ میں دیا چاہتے ہیں۔ تاہم مہاراج کے دوبارہ ارشاد پر بھائی **مردانہ** نے وہ پھل توڑ کر کھائے۔ تو مانند مصری کے شیریں پائے۔ غرض خوب کھائے۔ بلکہ کچھ پوشیدہ باندہ لایا۔ جب دوسرے دن کھانے لگا تو زہر سے کڑوے معلوم ہوئے۔

پھر ملک دکن و **پورب** کا سیر کرتے ہوئے نربدا ندی کے کنارے پر پہنچکر شہر جبل پور میں تشریف فرما ہوئے وہاں سے مسمی پھلو فقیر جنگم سے جو صاحب کرامت تھا ملاقات اور بحث کا موقع پڑا۔ تو اُس کو آپ نے تسلی بخش کلام سے نہال کیا۔

اور وہاں سے **چترکوٹ** و **مہیئر** کی (جہاں جنگم فقیر کی اب تک ایک درگاہ موجود ہے) سیر کرتے ہوئے **پٹیکری** یعنی **پہاڑی۔ وتاترے** کی زیارت اور وہاں کے رہنے والے فقرا سے چرچا و بحث کر کے **فریدواڑہ** میں پہنچے اس جگہہ **بابافرید** کا وہ چاہ ہے۔ جس میں وہ گل ڈال کے اُلٹے لٹک کر زہد کیا کرتے تھے۔ اور اُن کے پاؤں کی

ਚਿਲਕਾ

ਕੌਡਾ

ਅੱਕ

॥ ਮਹੀਅਰ

ਫਰੀਦਵਾੜ

تلیاں جو لٹکنے کے وقت اوپر کو ہوتی تھیں۔ اُن سب کا پوست وگوشت زاغ وزغن کھاتے اور بابا **فرید** اُن سے فرماتے کہ اے گوشت کے طالب زاغ و زغنو! آؤ تمام گوشت میرے بدن کا تمہارے لیئے وقف ہے۔ مگر یہ التجا کرتا ہوں۔ کہ میری یہ دونوں آنکھیں جو دیدار یار کے انتظار میں کھلی ہیں۔ ان کو نہ چھیڑنا۔ تاکہ میری امید قایم رہے (حسب قول ۵) کاگا سب تن کھائیو جو چن چن کھائیو ماس۔ دو نیناں ست کھائیو۔ پیا دیکھن کی آس۔ یہاں **بابا صاحب** کا میلہ بھی ماہ جیٹھ میں بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔

یہاں سے تال بھوپال۔ محل سرو۔ کوہ ساگرہ وشہر چندیری ہوتے ہوئے **بابا نانک صاحب** دریائے سندھ سے اتر کر جہالرا پاٹن میں پہنچے۔ یہاں ہی ایک مکان اب تک گورو صاحب کا موجود ہے۔ وہاں کے بہت سی لوگونکو خدا پرست کر کے جہانسی۔ گوالیار سے دریائے چنبل کو عبور کر کے دھولپور۔ بھرت پور۔ ریواڑی۔ گوڑگانوہ۔ جھجر دوجانہ کرولی وغیرہ مقامات میں ہوتے ہوئے شہر کرنال میں وارد ہوئے۔ یہاں شیخ **شمس الدین** مرید شیخ **شرف الدین** بہت سے فقرا مثل **جلال الدین** تھانیسری و **شاہ ابو چشتی** صابری کو ہمراہ لیکر **گورو صاحب** سے ملاقی ہوا۔ جن کو بعد ملاقات گورو مہاراج نے کلمات ضروری سے مخاطب ہو کر رخصت کیا۔ یہاں پر ایک مکان بھی **گورو نانک صاحب** کی تشریف آوری کی یادگار میں بنا ہوا ہے۔ اور اس کی بابت یوں روایت ہے۔ کہ نواب گنج پورہ کی اولاد حاصل کرنیکی درخواست پر **گورو نانک جی** نے اُن کو فرمایا کہ اس پیپل کے درخت کو جب پھول آوے تو اُسے اپنی اہلیہ کو کھلا دینا۔ اولاد ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بلکہ اب تک بھی اُس پیپل کے پھولوں سے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

निपटटी

پھر یہاں سے میلہ سورج گرہن **تھانیسر** میں آئے۔ اور **سیدہ وٹی** میں فروکش ہوئے۔ عین موقع میلہ گرہن پر ایک راجا کے بیٹے نے جو **گورو صاحب** کا سکھ تھا ایک ہرن شکار کردہ کو اُن کی نذر کیا۔ اور کہا کہ میں اور میرا والدہ بھوکے ہیں۔ اس کے پکانے کا حکم دیجیئے۔ اور آپ بھی اسے تناول فرمائیے۔ چنانچہ حسب الحکم **گورو صاحب** وہ ہرن کا گوشت ہانڈی میں پکانے لگے۔ اس بیجا حرکت گوشت پکانے کو برخلاف دھرم ہنود کے دیکھکر بہت سے لوگ معترض ہوئے۔ مگر آپ نے ایسے معرفت و دھرم کے **شبد** یعنی کلام سے اُنکو مطمئن فرمایا۔ جن کو سُن کر سب لاجواب ہو گئے۔ اُس شبد کے معنی یہ ہیں کہ تمام جانور ماس سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور گوشت ہی سے پرورش پاتے ہیں۔ اور گوشت ہی کا جسم ہے۔ عورت جو گھر میں لاتا ہے گوشت ہی کی ہوتی ہے۔ سب عیال و اطفال گوشت ہی کے بنے ہیں۔ گوشت کے پستان منہ میں لیتا ہے۔ کیا گھر کا ماس اچھا ہے اور شکار کا ماس تمکو برا معلوم ہوتا ہے؟ سورج گرہن آکاس میں لگتا ہے۔ ہمارا کوئی نفع نقصان اس سے تعلق نہیں۔ یہ محض طامع لوگوں کے من گھڑت مسئلے ہیں۔ غرضیکہ ایسے ایسے معقول جواب دیئے۔ کہ مخالف گروہ کے دانت کھٹے ہو گئے۔ اور اُن کے کلام پر

اعتقاد لائے۔ چنانچہ وہ بانی گورو صاحب کی گورو گرنتھ صاحب جی میں درج ہے۔ پھر یہاں سے قصبہ پہویہ و
موضع گرہ و شہر سمانہ سے ہوتے ہوئے متصل موضع منگوآل جو اب متعلق ریاست سنگرور کے ہے قیام پذیر ہوئے۔
یہاں پر ایک مکان موسومہ ننکانہ صاحب جسکو ریاست سنگرور نے ایک عالیشان عمارت میں تیار کرایا تھا
آجتک اُن کی یادگار میں قایم ہے۔ وہاں بہت سے لوگوں کو پرمیشور کی راہ پر لگا کر بموجب یاد کرنے اپنی ہمشیرہ
نانکی جی کے قصبہ مالیر کوٹلہ و جگراؤں ہوتے ہوئے دریائے ستلج پتن ہری کو عبور کر کے قصبہ سلطان پور میں
آئے۔ اور تمام احوال سفر اوّل کا اُن سے بیان کیا۔ (پہلا سفر ختم ہوا)

گورونانک جی کا دوسرا سفر

چند روز کے بعد گورونانک جی معہ بھائی بالا اور مردانہ دکن کے ملک کا سیر کرنے کیواسطے قصبہ سلطان پور سے
روانہ ہو کر پٹی پور او قصبہ پٹی کی راہ سے شہر قصور میں پہنچے۔ تو وہاں شیخ عبد القدوس[۱] اور شیخ محمد صادق ਅਬਦੁਲਕੁਦੂਸ
و شیخ ابو شیبہ وغیرہ مسلمان فقیروں سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ جن سے کچھ دیر تک تذکرات معرفت الٰہی کی خوب ਅਬੂ ਸੀਆ
چھیڑ چھاڑ رہی۔ بعدہٗ قصبہ چونیاں و موضع کنگن پور سے بیر و بھگت کو ہمراہ لیکر موضع بھیاں میں سید شمس الدین
دساون زمیندار وغیرہ کو جو اُن کے مرید تھے سرفرازی بخشتے اور چونیا پیر سے ملتے فیروز پور، مکتسر، بدہ تیرتہ وغیرہ
مقامات میں قیام کرتے ہوئے سرسہ میں پہنچے۔ یہاں پر خواجہ صاحب کی مزار کے چاروں کونوں پر چار چھوٹی
چھوٹی کوٹھریاں ہیں۔ اور وہاں کے مسلمان مجاوریوں راوی ہیں۔ کہ شمال و مغرب جانب کی کوٹھڑی میں بابا
نانک شاہ و شیخ فرید وغیرہ چار درویشوں کے ہمراہ چلہ میں بیٹھے تھے۔ اس سے ثابت ہے کہ گورونانک
جی و شیخ فرید ایک ہی زمانہ میں ہوئے ہیں۔
پھر یہاں سے بیکانیر تشریف لیگئے۔ وہاں جین دھرم کے لوگوں سے جو منہ پر کپڑا باندھے رکھتے ہیں بہت مباحثہ رہا۔
اور جو کچھ اُسوقت گورونانک صاحب نے اپنی زبان درافشان سے فرمایا۔ وہ سب گورو گرنتھ صاحب میں

[1] ਸਲੋਕੁ ॥ ਪਹਿਲਾ ਮਾਸਹੁ ਨਿੰਮਿਆ ਮਾਸੈ ਅੰਦਰਿ ਵਾਸੁ ॥ ਜੀਉ ਪਾਇ ਮਾਸੁ ਮੁਹਿ ਮਿਲਿਆ ਹਡੁ ਚੰਮੁ ਤਨੁ ਮਾਸੁ ॥ ਮਾਸ-
ਹੁ ਬਾਹਰਿ ਕਢਿਆ ਮੰਮਾ ਮਾਸੁ ਗਿਰਾਸੁ ॥ ਮੁਹੁ ਮਾਸੈ ਕਾ ਜੀਭ ਮਾਸੈ ਕੀ ਮਾਸੈ ਅੰਦਰਿ ਸਾਸੁ ॥ ਵਡਾ ਹੋਆ ਵੀਆ-
ਹਿਆ ਘਰਿ ਲੈ ਆਇਆ ਮਾਸੁ ॥ ਮਾਸਹੁ ਹੀ ਮਾਸੁ ਊਪਜੈ ਮਾਸਹੁ ਸਭੋ ਸਾਕੁ ॥ ਮਾਸੋ ਨਿੰਮੇ ਮਾਸੋ ਜੰਮੇ ਹਮ ਮਾਸੈ ਕੇ
ਭਾਂਡੇ ॥ ਗਿਆਨੁ ਧਿਆਨੁ ਕਛੁ ਸੂਝੈ ਨਾਹੀ ਚਤੁਰ ਕਹਾਵੈ ਪਾਂਡੇ ॥

[۱] یہ فقیر موضع گنگوہ میں ۹۴۵ھ میں فوت ہوا ہے۔

مندرج ہے ۔ جنکا اصل مطلب یہ ہے ۔ کہ ننگے پاؤں پھرنے اور بال نوچنے سے خدا کی عبادت نہیں ہوتی ۔ اور منہ پر کپڑا رکھنے سے جو یہ خیال ہے ۔ کہ بلا روک دم باہر آنے سے جیو مر جائیں گے ۔ یہ محض بیوقوفی ہے ۔ جو غسل نہ کرنا ۔ میلا کچیلا پانی پینا ۔ مانگ کر کھانا ۔ اپنے پیشاب کو اپنے ہاتھ پر لیکر منتشر کر کے پھینکنا ۔ پاخانہ کو مٹی سے ملا دینا (اس خیال سے کہ ایک جگہ گرنے سے جیو مر جائیں گے) یہ سب باتیں نجات کا ذریعہ نہیں ہو سکتیں ۔ بلکہ کراہت اور قباحت عظیم کا باعث ہیں ۔ نجات تو صرف خدا کی عبادت و ریاضت سے حاصل ہوتی ہے ۔ جس صاف پانی کو تم لوگ اپنے استعمال میں نہیں لاتے ۔ اسی کی تم پیدائش کھاتے ہو ۔ اور دنیا کی زندگانی بھی اسی سے ہے ۔ غرضیکہ ایسی ایسی بہت سی نصیحتیں کیں جن سے ان کے دل **خدا** واحد کی پرستش و عبادت میں راغب ہو گئے ۔ پھر یہاں سے **جیسلمیر ۔ جودھپور** میں وارد ہو کر وہاں کے کن پھٹے جوگی لوگوں کو راہ راست پر لگاتے ہوئے **اجمیر** میں پہنچے ۔ اور وہاں **خواجہ قطب الدین** صاحب کا مکان جسکو ڈھائی دن کا **جھونپڑا پیر صاحب** کہا کرتے تھے ۔ دیکھا ۔ **خواجہ قطب الدین چشتی** جو خواجہ **حسن بصری** کے خاندان سے تھے (جنکے بابا **فرید** بھی جس کو مسلمان زاہد الانبیا کہتے ہیں ۔ مرید ہوئے ہیں) اور پارسائی و پاکبازی میں مشہور تھے مع خواجہ **علاء الدین و شمس الدین** وغیرہ جو اس وقت وہاں خواجہ ممدوح کے مریدوں میں سے موجود تھے ۔ و بہت سے دیگر اشخاص کے گورو صاحب سے جا ملے ۔ انہوں نے سوال کیا ۔ کہ آپ جو ہندو ۔ مسلمان کو یکساں سمجھتے ہیں ۔ تو مسجد میں جا کر نماز گذارو ۔ اس پر گورو صاحب نے یہ شبد[۵۲] کہا ۔ مہر مسیت صدق مصلےٰ حق حلال قرآن ۔ شرم سنت میل روزہ ہوہ مسلمان ۔ کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نماز ۔ تسبیح ساتس بھاوسی **نانک** رکھے لاج ۔ ایسے بہت شبد ان کو سنائے جن سے ان کی خاطر جمع ہو گئی ۔ وہ لوگ صدق دل سے **گورو صاحب** کے قایل ہو گئے ۔

وہاں سے کاتک سمت [۱۵۶۴] بکرمی میں پشکر تیرتھ کا میلہ دیکھنے کے لیئے گئے ۔ جہاں ہزارہا لوگ ان کی پاکیزہ کلام سے فائدہ مند ہوئے ۔ پھر یہاں سے نصیر آباد ۔ دیوگڑھ ۔ لودھی پور ہوتے ہوئے دریائے سابھرمتی کو عبور کر کے کوہ آبو میں وارد ہوئے ۔ وہاں بھی جین دھرم کے بہت سے پیرؤں کو اپنی کلام سے راستہ پر لگا کر مندر کو (جو ایک لاثانی مکان جین دھرم کا ہے ۔) دیکھتے ہوئے شہر پٹن ۔ ایدر ۔ احمد نگر ۔ ڈونگر پور ۔ والنس واڑہ ۔ وغیرہ میں ہوتے ہوئے دریائے ماہی کو عبور کر کے شہر جاوڑا میں و دریائے چنبل اتر کر مہدپور[۵۳] اجین میں رونق بخش ہوئے ۔ یہاں بھی بیراگی گوسائیں

---

[۵۱] اس کی بابت یوں روایت ہے کہ جس شاہزادہ کو بادشاہان دہلی تخت پر بٹھانا چاہتے تھے ۔ اس کی اور دیگر شاہزادوں کی کمانیں اس مکان میں رکھی جاتیں ۔ جس کی پیر کیطرف سے چڑھائی جاتی ۔ وہ تخت کا مالک سمجھا جاتا ۔ چنانچہ جب شاہجہان کے شاہزادوں کی نوبت آئی ۔ اور پیر صاحب نے کمان دارا شکوہ کی چڑھائی ۔ اس امر سے تو پہلے اورنگ زیب نے تحقیقات کی تو اس نے ایک سرنگ پائی ۔ جو مجاوران کے گھر سے مکان مذکور کے اندر تک تھی ۔ اور اسمیں سے جا کر مجاور جسکی طرف سے ان کو رشوت زیادہ ملجاتی ۔ چڑھا آتے ۔ ۱۲

[۵۲] ਮਿਹਰ ਮਸੀਤ ਸਿਦਕ ਮੁਸੱਲਾ ਹੱਕ ਹਲਾਲ ਕੁਰਾਣਾ। ਸਰਮ ਸੁੰਨਤ ਸੀਲ ਰੋਜਾ ਹੋਹ ਮੁਸਲਮਾਣਾ। ਕਰਣੀ ਕਾਬਾ ਸਚ ਪੀਰ ਕਲਮਾਂ ਕਰਮ ਨਿਵਾਜਾ। ਤਸਬੀ ਸਾਂਤਿ ਸੁਭਾਵਸੀ ਨਾਨਕ ਰੱਖੈ ਲਾਜਾ।

سے چند روز تک بحث و چرچا ہوتی رہی۔ جو گورو گرنتھ صاحب میں درج ہے "ویراگی سو جو بیچ میں آوے۔ شو کی آگی شکت لو اوے۔ الخ۔ غرض اس مضمون کے بہت سے کلام کو سنکر سب لوگ نہایت خوش ہوئے۔ اور شکر گذار ہو کر ان کی نیک نصیحت کی تعریف کرنے لگے۔

پھر یہاں سے کایشر مہادیو۔ جوتی لنگ۔ ہرشدی دیوی وغیرہ مشہور مکانوں پر نظر ڈالتے ہوئے۔ اندور۔ داونکار ہوشنگ آباد ہوتے ہوئے دریائے نربدا کو عبور کرکے گاوڑ بارہ نرسنگہ پور۔ بالاگھاٹ وغیرہ۔ ملک گونڈ کے شہروں۔ جنگلوں۔ پہاڑوں۔ اور جھیلوں کا سیر کرتے ہوئے کوہ مہادیو سے اتر کر متصل شہر سیونی کے مقام رام ٹیک پر پہنچے۔ یہاں راجہ امریک کے جگ کرنیکا تالاب اور عالیشان قلعہ ایک قدرتی پہاڑی کا بہت بلند اور وسیع بنا ہوا موجود ہے۔ یہاں **رامچندر جی** کا بھی مکان بنا ہوا ہے۔ وہاں سے کامٹی ناگپور۔ وردھا۔ کورلھا پور۔ ہنگولی سے ہو کر قصبہ اونڈہ جہاں نامدیو بھگت ہوا ہے پہنچے۔ یہاں نامدیو بھگت سے گیان چرچا کرکے بلدانہ و ملکاپور وغیرہ شہروں کا سیر کرتے ہوئے دریائے گوداوری کو عبور کرکے فتح آباد ملک **حیدر آباد** میں جانکلے۔ شہر روگر۔ کلاس۔ میڈک۔ گولکنڈہ۔ ملک حیدر آباد۔ امرآباد وغیرہ بستیوں اور جنگلوں پر نظر ڈالتے ہوئے بدر شہر میں وارد ہوئے۔ یہاں پر **گورو نانک صاحب** کا مکان بنام **نانک جھیرہ** مشہور ہے۔ اسی جگہ پیر سید یعقوب و **جلال الدین** کے ساتھ بہت گفتگو ہوئی تھی۔ اور ان کی یہاں ہی مزاریں ہیں۔ وہاں سے گن پور۔ بانگل کے متصل ایک جنگل میں پہاڑ کی چوٹی پر جابیٹھے۔ وہاں کن پھٹے جوگی وغیرہ فقرا نے **گورو نانک صاحب** کی خدمت میں ایک تل کا دانہ نذر کیا۔ اور خیال کیا کہ دیکھیں اس کو یہ کسطرح سب میں تقسیم کرلیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس دانہ کو پانی میں پیس کر سب کو تقسیم کردیا۔ یہ دانائی **گورو صاحب** کی دیکھکر سب قایل ہو گئے۔ اسیواسطے اس جگہ پر جو **گورو نانک صاحب** کی یادگار میں مکان بنا ہوا ہے۔ وہ تل گنجی صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں سے ملک کیرل کو دیکھتے ہوئے کرشنا ندی اتر کر پانڈرپور میں جہاں بھل اوتار ہوا ہے۔ اور تمام لوگ اسی کا ورد کرتے ہیں۔ گویا اُسکو خدا مانتے ہیں پہنچے اور وہاں سے شہر گوٹی کے گردنواح کی سیر کرتے ہوئے دریائے پارس کو عبور کرکے اننتا پور احاطہ مدراس میں جا داخل ہوئے۔ اور یہاں سے شہر گڑآیا۔ مدراس۔ چنگل پٹ ہوتے ہوئے دریائے پالار سے پار اتر کر ارکاٹ و دیلور۔ پانڈی چری وغیرہ شہروں کے لوگوں کو اپنے دیدار اور پرتاثیر کلمات سے فیضیاب کرتے اور صرف خدا کی بندگی کا سبق پڑھاتے ہوئے دریائے پنار جنوبی کے پار اتر گئے۔ اور گڈلور۔ چلم پور۔ سری رنگم ہوتے ہوئے دریائے کاویری سے گزر کر تنجور میں داخل ہوئے۔ وہاں سے ترچنا پلی۔ ناگاپٹام۔ اور ملک کوچہ کا سیر کرتے ہوئے دریائے بیکاہی سے اتر کر پوم کوٹ میں جہاں ابتک ایک مکان **گورو نانک صاحب** کی یادگار میں موجود ہے پہنچے اور دو ایک دن قیام کرکے سیت بندر رامیشور میں داخل ہوئے۔ وہاں کے پانڈوں سے بہت گفتگو ہوئی۔ بھائی **مردانہ** کے سوال پر **رامچندر جی** کے پل باندھنے اور لنکا پر فتیاب ہونے کی حقیقت **گورو نانک صاحب** نے سنائی۔ یہاں

سے جزیرہ سنگلدیپ میں کہ جسکو سیلون - لنکا - سراندیپ بھی کہتے ہیں پہنچکر راجہ شیونابہ کے شہر میں جا پہنچے
ان کی بندگی کو سنکر راجہ خود انکی زیارت کے لیئے آیا۔ اور ان کے کلمات بمونہ آبحیات کو سنکر نہایت خوش ہوا۔
اور اولاد کے واسطے التجا کی۔ علی ہذا اُسکی رانی بھی **گورو صاحب** کے درشن کرکے اولاد کی خواہاں ہوئی۔ اور
کہا کہ مہاراج! میرا خاوند میرے بس میں نہیں ہے۔ کوئی منتر بخشو **گورو صاحب** نے اُس کو یہ نصیحت کی۔ **شبد** - نون
سو اکھر کھون گن جیہبا منیا منت - اے ترے بھینے ویس کر تاں وس آوی کنت - یعنی حلم اور رحم اور شیریں کلامی
ਨਿਵਣ ਸੁ ਅਖਰੁ ਖਵਣੁ ਗੁਣੁ ਜਿਹਬਾ ਮਣੀਆ ਮੰਤੁ ਏ ਤ੍ਰੈ ਭੈਣੇ ਵੇਸ ਕਰਿ ਤਾਂ ਵਸਿ ਆਵੀ ਕੰਤੁ ।
کو اختیار کرنا ہی منتر ہے - اور ان ہی تینوں چیزوں سے خاوند بس میں ہوتا ہے - **گورو صاحب** کے اِس شبد کو سنکر
رانی بہت خوش ہوئی - اور گورو صاحب کی دعا سے ان کے گھر میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی بھی پیدا ہوئے - پھر وہاں
سے چلتے وقت راجہ مذکور کی درخواست پر مسمی جھنڈا انجار کو جو ان کا پرمی سیوک تھا اپنا خلیفہ مقرر کر آئے - یہ ایک دفعہ
گورو انگد صاحب کے درشن کو ملک پنجاب میں آیا تھا - اسکی اولاد ابتک موضع سیانا ضلع بٹالہ میں موجود ہے -
پھر **گورو نانک جی** ہندوستان کو واپس آئے - اور ملیبار کے **راجہ رام** کے گدی نشین کو جو قوم کا کمہار تھا - اپنا مرید
بنا کر اُس سے تین سو ساٹھ سدابرت قایم کروائے - جو ابتک دھرم ارتھ بدستور جاری ہیں - یہاں سے سرگرمیہ شنکر اچارج
کا صندل کے جنگل میں جا کر دیکھا - اور وہاں کے مہنت سے گیان چرچا کرکے اُس کو اپنا مطیع کیا - یہاں سے علاقہ کراری
کو دیکھتے ہوئے دریائے واپار کو عبور کرکے شہر ٹوٹی کرن - پالیم کوٹہ - راس کمار - مدرچتور - ٹراونکور - علاقہ کوچین -
شہر پلی کٹ - کویم بٹور - کوہ نیلگری وغیرہ کا سیر کرتے ہوئے کالی کٹ میں جو اب علاقہ فرانس میں ہے جا داخل ہوئے -
اور پھر یہاں سے علاقہ کورگ میں شہر مرکرا کوڈلی پیٹ میں ہو کر علاقہ میسور میں شہر ڈرک دبنگلور - گوہی - وگو دور - وعلاقہ
کنٹرا میں شہر سرنگری گوا ماتحت پرتگال و احاطہ بمبئی میں دھارواڑ - راجاپور - رتن گری وغیرہ کا سیر کرتے ہوئے شہر ناسک
گوداوری کے کنارے پر جو پنج ولی کے نام سے مشہور ہے - اور جس جگہ **رامچندرجی** نے اگست مُنی کے پاس مقام کیا تھا
آ پہنچے - یہاں پر ترمبک ناتھ کا مندر دیکھتے ہوئے دریائے ٹاپتی کو عبور کرکے راج میلا شیر ہو کر دریائے نربدا کے
پار اُترے - اور کوہ **بندھیاچل** کا سیر کرتے ہوئے - بھروچ - بڑودہ - احمدآباد سے ہو کر خلیج کھمبایت اور شہر بھاونگری
پالیتانا ہوتے ہوئے جہاں جین دھرم کا ایک عالیشان مکان کروڑ ہا روپیہ کی لاگت کا بنا ہوا موجود ہے گائیکوار جونا
گڑھ میں جا وارد ہوئے - یہاں نرسی بھگت قوم ناگر برہمن جو ماگھ سمت ۱۵۸۲ بکرمی میں فوت ہوا ہے اسوقت سمت ۱۵۶۵
میں ہوا اپنے مریدوں کے ان کے پاس نظر نیاز لیکر آیا - اور ان سے معرفت الٰہی کا چرچا سنکر نہایت خوش و شاگرد ہوا
بلکہ چند اشعار اپنے راگ کدار میں **گورو نانک صاحب** کو سنائے - جس سے باہمی اخلاص و ارتباط بہت ہو گیا -
بلکہ **داتا گنج بخش صاحب** فقیر بھی جو اُس زمانہ میں اعلےٰ درجہ کے عارف تھے **گورو نانک جی** کی تعریف سنکر

ਅਗਾਸਤ ਮੁਨ

ਨਰਸੀ॥

ان کے پاس آئے۔ اور ملک بہت خوش ہوئے۔ یہاں کا نواب **فیض بخش** اوّل درجہ کا فقیر دوست شخص تھا۔ اس نے گورو
نانک صاحب کی بہت خدمت کی تھی۔ اور اس نے چلتے وقت ان کی کھڑاؤں کو جو اب تک قلعہ کے پاس ایک عالیشان
دھرم سالہ میں رکھی ہوئی ہیں یادگار میں رکھ لیا تھا۔

یہاں سے ریواگری یعنی گرنار پر جاکر جہاں ۱۵ میل کی چڑھائی ہے گرناری[ا] وغیرہ ہر ایک فرقہ کے فقرا سے ملاقی ہوئے۔ اور ਗਿਰਨਾਰ
باہم گیان گوشٹ کا خوب چرچا رہا۔ تھوڑے دنوں بعد وہاں سے روانہ ہو کر بلاول بندر میں ہوتے ہوئے پربھاش چھیتر میں
جہاں اقوام جادو قتل ہوئی تھی۔ سومناتھ مہادیو کا مندر دیکھتے ہوئے۔ اور بہت سے پانڈوں کو پرمیشور کی بھگتی میں لگاتے
ہوئے پور بندر یعنی سودامان[۲] پوری میں جا پہنچے۔ یہاں سودامان بھگت کا مندر دیکھتے ہوئے دوارکا گومتی میں تشریف ਸੁਦਾਮਾ
لیگئے۔ یہاں **کرشن** مہاراج کی دارالحکومت تھی۔ اور اب یہاں پر ان کے بھی بہت سے مندر وغیرہ مکانات عالیشان
بنے ہوئے ہیں۔ منجملہ ان کے سارداامٹ شنکراچارج کا مکان بھی وہیں موجود ہے۔ یہاں سے **گورو نانک**
صاحب بیٹ دوارکا میں کہ جس کے چاروں طرف سمندر ہے۔ سنکھ تلائی کنارہ پر (جو دریائے شور کے عین درمیان بطور
جزیرہ کے واقع ہے) جا کر رونق افروز ہوئے۔ یہ وہی جگہ ہے۔ جہاں پر جرا سندھ سے کرشن جی بھاگ کر چھپے تھے۔ ਸਿੰਧ
پھر یہاں سے کچھ کی رن کا سیر کرتے ہوئے شہر انجار۔ مندرا مسکا منڈی میں داخل ہوئے۔ یہاں کے لوگ بام مارگی ਮਸਕਾਮੰਡੀ
بالاسندری دیوی کی پرستش کرتے تھے۔ یہاں ان لوگوں کو صرف ایک خداوند کریم کی عبادت کرنے کی ہدایت فرما کر شہر بھج
ریاست رئیس **جالیہ** ولکھپت کی سیر کرتے ہوئے آساپورن دیوی کا مکان دیکھ کر نارائن سرودر پر جو ایک مشہور تیرتھ
اہل ہنود کا ہے جا پہنچے۔ اور یہاں پر بھی لوگوں کو پرمیشور کی بھگتی پر لگا کر دھرتی دھر کی جھاڑی سے ہوتے ہوئے امرکوٹ۔
اللہ یار کا ٹانڈہ وغیرہ شہروں میں پھرتے پھراتے فیروز پور ہوتے ہوئے احمد پور۔ خان پور علاقہ بہاولپور میں جا نکلے۔
یہاں سے دریائے ستلج عبور کر کے شجاع آباد۔ شیر شاہ۔ وغیرہ قصبات پر نظر ڈالتے ہوئے موضع اوچ میں جو پیرزادوں
کی بستی ہے جا پہنچے۔ اور وہاں کے فقیر فقراؤں سے ملتے ہوئے شہر ملتان[۳] میں جا وارد ہوئے۔ پرہلاد بھگت کی مبارک جگہ
واقع قلعہ کو دیکھ کر دریا کے کنارے پر جا ٹھہرے۔ جس وقت یہاں کے فقیروں کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے
آزمائش کے لئے آپ کے پاس ایک پیالہ دودھ کا بھرا ہوا بھیجدیا۔ چنانچہ انہوں نے اس میں کچھ بتاسے ڈالدیئے۔ اور اوپر ایک
پھول رکھ کر پیالہ کو بجنسہ واپس کر دیا۔ اس معمہ کا مطلب یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پیالہ میں دودھ بھر کر بھیجنے سے ملتان کے
فقیروں کا یہ اشارہ تھا۔ کہ یہ جگہ پیشتر سے ہی فقیروں اور پیروں سے پر تھی۔ آپکی یہاں پر تشریف آوری فضول معلوم ہوتی ہے

[ا] گرناری ایک فقیر ہو گذرا ہے۔ جس کے پیرو وہاں بہت سے لوگ ہیں۔ اور بلکہ وہ اس کو اب بھی ہمیشہ زندہ خیال کرتے ہیں [۲] سودامان بھگت بھی جگہ پر ہوا ہے اور اس کا ایک بڑا بھاری مندر یہاں پر بنا ہوا ہے۔ سورت یہ قصبہ عنایت اللہ رئیس جھنگ نے ۱۱۲۲ھ میں آباد کیا تھا۔ سید ذوالفقار علی شاہ معروف سید شاہ گل محمد کی اولاد وپیرزادے یہاں پر بہت آباد ہیں۔ [۳] ملتان کو ایک مالی نام راجہ نے آباد کیا تھا۔ جس کی اولاد میں سے ہرنا کش پرہلاد کا باپ ہوا ہے جس نے اپنے آپکو خدا مشہور کر دیا تھا شروع کر دیا تھا۔ مگر پرہلاد اس کا بیٹا صرف خدا کی پرستش کرتا تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل مطلق نہ کرتا۔ جس پر روایت ہے کہ اسکی حمایت کیلئے بشن نے نرسنگھ اوتار دھار کر اسکو مارا۔ ۱۲

جسکا جواب یہ تہا۔ کہ ہمارا آنا یہاں مثل شیر و شکر کے ہوجائیگا۔ اور پہول کی مانند ہم کسی کے بار خاطر نہ ہونگے۔ اِس جواب باصواب سے ماہر ہوکر حضرت بہاوالحق شاہ شرف و خواجہ مومن دین سدا سہاگن وغیرہ جو اُس زمانہ کے نیک و مشہور فقراؤں میں سے تہے۔ خود گورو نانک جی کے پاس تشریف لیگئے۔ اور اُن کی ملاقات سے محظوظ ہوئے۔ باہم معرفت کا ذکر اذکار و اسرار الٰہی کا اظہار خوب ہؤا۔ اور جب تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا آپس میں بہت اختلاط و انبساط کے ساتھ کٹی۔ مثل مشہور ہے ؏ خوب گذریگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو۔

پھر وہاں سے چلکر قصبہ ملتان میں تشریف لیگئے۔ یہاں پر سجن کے نام سے ایک مشہور و معروف ٹھگ رہا کرتا تہا۔ اُس نے دیکھا کہ گورو نانک صاحب کو جو روپیہ نذر و نیاز میں ملتا ہے۔ وہ سب مردانہ کے ہاتھ سے غریب غربا کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ مردانہ کو خزانچی تصور کرکے بڑی خاطر داری اور محبت کے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔ اور وہاں اُسکی مشکیں باندھ کر اُس سے خزانہ کا بھید پوچھنے لگا۔ چونکہ گورو صاحب روشن ضمیر تھے۔ اُن کو یہ حال معلوم ہوگیا۔ وہ فوراً مردانہ کی خلاصی کرانے کیلئے بھائی بالا کو ساتھ لیکر اُس ٹھگ کے مکان پر تشریف لیگئے اور اُس کے سنگدل کو اپنے موثر انہ نصایح سے ایسا موم کیا۔ کہ وہ خود ہی شرمندہ ہوگیا۔ اور مردانہ کو رہا کرکے اپنے افعال ناقصہ سے تائب ہوکر معافی کا خواہاں ہؤا۔

وہاں سے گورو نانک صاحب۔ روایت ہے۔ کہ اپنی ہمشیرہ بی بی نانکی کے یاد کرنے پر موضع تلونڈی اپنی پیدائش کی جگہ کو راستے میں اپنے والدین کو ملتے ملاتے سمت ۱۵۵۷ بکرمی میں سلطان پور اپنی بہن کے پاس پہنچ گئے۔ اور اُن کو جو خود نہایت پاکباز و رسیدہ تھیں۔ اپنے دیدار انور سے مسرور فرمایا۔ پھر تھوڑے دن بی بی نانکی کے پاس رہ کر لاہور تشریف لیگئے۔ اور وہاں جواہر مل جواہری کے چوہٹہ میں جہاں ابتک گوردوارہ موجود ہے جا بیٹھے۔ اور اُس جگہ بھیڑ۔ بکری۔ اور گائے کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ذبح ہوتے ہوئے دیکھکر فرمانے لگے۔ کہ لاہور شہر زہر قہر۔ سوا پہر۔ یعنی اِس شہر میں ہمیشہ سے سوا پہر دن چڑہے تک قہر گذرتا ہے۔ اِسلیئے افغانوں کی سلطنت پر تھوڑے ہی عرصہ میں زوال آویگا۔ یہ کہکر وہاں سے چلدیئے۔ اور پچیس ۲۵ کوس کے فاصلہ پر جاکر پرگنہ کلانور ضلع گورداسپور میں دریاے راوی کے کنارہ پر ایک خوش قطعہ زمین دیکھکر قیام فرمایا۔ اور وہاں کے دودہ گوت زمینداران کی درخواست پر ایک گانوں بنام کرتارپور سمت ۱۵۶۹ ب میں آباد کیا۔ اراضی مذکور کا قبالہ دیوان کروڑی مل کھتری از بزرگواران بخشی بھگت رام متوطن لاہور نے (جو پہلے گورو نانک صاحب سے مخالفت رکھتا تھا۔ اور بعد ازآں اُن کے عظمت و جلال کو دیکھکر دل و جان سے اُن کا مرید بن گیا تھا) ان کو نہایت خوشی سے لکھدیا بلکہ ہمیشہ گانوں کے آباد کرانے میں مدد دیتا رہا۔ جب دھرم سالہ و مکانات وغیرہ سب تیار ہوگئے۔ تب گورو نانک جی نے اپنے سکھوں کی درخواست پر موضع پکھو سے اپنے متعلقین کو بلالیا۔ اور وہیں سکونت اختیار کی۔

گورو نانک صاحب کا تیسرا سفر

سمت ۱۵۷۰ بکرمی میں پھر گورو صاحب بارادہ سفر کوہستان کرتار پور سے روانہ ہو کر معہ بھائی مردانہ دبالا کے مقامات پکھو کی شہر نور پور۔ سجان پور۔ کوٹ کانگڑہ وغیرہ کا سیر کرتے ہوئے دیوی جوالا مکھی پر پہنچے۔ یہاں پر شعلہ آتش جوالا مکھی کو جو پہاڑ میں سے نکلتا ہے دیکھکر مردانہ نے **گورو نانک صاحب** سے دریافت کیا۔ کہ یہ کیا اسرار ہے۔ تب انہوں نے فرمایا۔ کہ اس جگہ کی بابت روایت تو یوں ہے۔ کہ زمانہ سلف میں جب دیوتاؤں اور راکھشسوں میں باہم نزاع برپا ہو گئی تھی اور راکھشس لوگ دیوتاؤں پر غالب آ گئے تھے۔ تو دیوتاؤں کی درخواست پر اُن کی مدد کے لیئے آدشکتی یعنی قدرت کاملہ نے ظاہر ہو کر میدان جنگ میں اُن کی امداد کی۔ اور تمام راکھشسوں کو نیست و نابود کر دیا۔ اُسوقت دیوی جی اس جگہ پر قیام پذیر ہوئی تھیں۔ اس لیئے ہندو لوگ اسکو پوجتے ہیں۔ مگر دراصل شعلۂ آگ جو سنگ زمین سے نکلتا ہے۔ محض تاثیر زمین ہے۔ اور قدرت الٰہی کا ایک ظہور ہے۔ اور یہ کچھ یہاں ہی پر موقوف نہیں بلکہ۔ اسیطرح کئی جگہ روئے زمین کے مختلف مقامات اور پہاڑوں میں سے ایسے شعلے نکلتے ہیں۔

یہاں سے ڈلہوزی دھرم سالہ منی کرن ہوتے ہوئے روال سر میں پہنچے۔ یہاں ایک نہایت عجیب و غریب تماشا دیکھا۔ کہ تالاب روال سر میں پانچ چھ چھوٹے چھوٹے ٹیلے[۱] جن پر درخت اور جھاڑیاں افراط سے اُگی ہوئی ہیں پانی میں ادھر سے اُدھر تیرتے پھرتے ہیں۔ یہاں کے منی کرن حوض کے پانی کی خاصیت دیکھی۔ کہ اُس میں چاول اور روٹی پک جاتی ہے۔ اور ایسا گرم ہے کہ اُسمیں ہاتھ تک نہیں ڈالا جاتا۔ غرض یہاں کے پنڈوں کو پرمیشور کی بھگتی میں لگا کر نادون۔ سکیت منڈی دلنگ گگو کا سیر فرماتے ہوئے علاقہ چنبہ میں وارد ہوئے۔ وہاں کے سب لوگ مسانی یعنی سیتلا دیوی کو پوجتے تھے۔ ان کو بت پرستی کرنے سے منع کیا۔ اور صرف ایک سچے پرمیشور کی عبادت اور بندگی کے لیئے ہدایت کی۔

وہاں سے نادون۔ بلاسپور۔ کہلور۔ وہندور کا سیر کرتے ہوئے کیرت پور میں تشریف لے گئے۔ یہاں پر بڈھن شاہ فقیر سے جو ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔ اور صرف بکریوں کے دودھ سے گذارہ کرتا تھا۔ جا ملے۔ یہ فقیر ان کی زیارت سے بہت خوش ہوا۔ اور ان کے پر تاثیر کلامات سے اوسکی تسکین ہوئی۔ ایک دودھ کی مٹکی سے اُس نے گورو **نانک صاحب** کی بھی تواضع کی۔ مگر انہوں نے اُسوقت اُس خاطر کو منظور نہیں کیا۔ اور کہا کہ اسکو ہماری امانت

[۱] اصلیت اسکی یوں معلوم ہوتی ہے کہ درخت اور جھاڑیوں کی جڑیں اسقدر افراط سے ہیں کہ ان کا وزن مٹی اور پتھروں سے جو اُن کے اوپر والے حصے کے ساتھ بہتے ہوئے [illegible] زیادہ بھری پانی میں ان پتھروں کے بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہیں [illegible] خیال کے لوگ ان کو بزرگوں کی عظمت و کرامت سمجھتے ہیں۔ [illegible] خیال کے لوگ ان کو دیوتاؤں کی برکت سمجھتے ہیں مگر اصلیت اسکی یوں ہے کہ اُس کے نیچے والا کس ہے (گندھک کی کان ہے) جو پانی کو گرم رکھتی ہے

سمجھکر اپنے پاس رکھ چھوڑو۔ پھر جب ملینگے تو لینگے۔ چنانچہ بدھن شاہ نے اسی وقت اُس دودھ کے مٹکے کو[۵۱] بجنسہ زمین میں امانتاً دفن کردیا۔ اور **گورو نانک صاحب** بہانتو جہیل وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے قصبہ پنجو ڈیرہ جہاں بیساکھی شدی ۳ کو دھارا تیرتھ کا میلہ لگا ہوا تھا وارد ہوئے۔ میلہ میں ہزارہا لوگوں کو اپنے دیدار پرتاثیر و عظ سے فیضیاب کرکے سپاکوٹ کے راستہ سے بمقام جوتڑ صاحب تشریف لائے۔ یہاں پر ایک عالیشان مکان ان کی یادگار میں بنا ہوا ہے۔ اور ہر سال جیٹھ کے مہینے میں ایک میلہ بھی بڑی دھوم دھام سے لگتا ہے۔

یہاں سے روانہ ہوکر بفاصلہ تیس کوس منجانب شمال ایک پہاڑ کی چوٹی پر جو سطح سمندر سے تقریباً ۱۵ ہزار فیٹ بلندی پر ہے جا بیٹھے۔ اور وہاں کے باشندوں سے پانی کی نہایت تکلیف سنکر ایک بھگت صادق ماہی نام کی بہت التجا کرنے پر **گورو نانک صاحب** نے اپنے مبارک ہاتھ سے پتھر کا ٹکڑا ایک جگہ سے اُکھیڑا۔ تو اُس کے نیچے سے ایک نہایت شفاف اور شیریں پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ تمام لوگ اُن کی عظمت و برکت کے قایل ہوگئے۔ یہاں پہلے تین تین کوس تک پانی نہ تھا۔ اس چشمہ کے گرداگرد دیوار بنا کر بطور تالاب کے قایم کیا۔ اور اسکی حفاظت مسمی ماہی بھگت کے سپرد کی۔ بلکہ اُس تالاب کا نام بھی ماہی سر مشہور ہوگیا۔ اُسوقت سے اس پہاڑ کے لوگ سوائے **گورو نانک صاحب** کے اَور کسی کو نہیں مانتے۔ ماہی بھگت کی اولاد سے کڑاہ پرشاد گورو صاحب کے نام پر تقسیم کرتے ہیں۔ بلکہ اُن میں سے اب بھی ایک شخص مسمی جھلّا نامی مشہور معروف آدمی صاحب عظمت موجود ہے جس نے ہزارہا لوگوں کو تعلیم گورو سکھی کی دیکر تمام باشندگان کوہی کو **گورو صاحب** کا سیوک بنا رکھا ہے۔ وہ لوگ داؤوں والے **گورو سُندر سنگھ صاحب** گنگو شاہیئے کو اپنا گورو تصور کرکے ہزارہا روپیہ کا نقد و جنس و تحفہ تحایف چڑھاتے ہیں۔

یہاں سے **گورو نانک صاحب** ملک سرور گڑھوال (جو اب ڈیرہ دون کے نام سے مشہور ہے) منصوری چکروتہ وغیرہ مقامات کی سیر کرتے اُترکاشی میں (جہاں صدہا بڑے بڑے رکھی منی عبادت معبود میں مشغول تھے) جا پہنچے اور یہاں کے باشندوں کو جو عموماً۔ آگ۔ پانی۔ کی پوجا کرتے تھے اپنے پرتاثیر کلام سے ایک اکال پُرکھ ست چت انند سروپ کی عبادت میں لگا کر جمنوتری۔ گنگوتری۔ سری نگر ہوتے ہوئے بدری نارائن تشریف لیگئے۔ اور وہاں کے برہمنان دھنت راول وغیرہ کو پرمیشور کی عبادت میں لگا کر[۵۲] بھیم گوٹ نامی پربت پر جا چڑھے۔ اس خوشنما کوہ کی ساتوں بلند چوٹیوں

۵۱ جس کے واپس لینے کی بابت یوں روایت ہے کہ سنہ [illegible] بکرمی میں ایک دفعہ گورو ہرگوبند جی مع اپنے بیٹے بابا گورو دتا جی کے اُس جنگل میں جہاں بدھن شاہ فقیر رہتا تھا شکار کھیلنے کیلئے تشریف لیگئے۔ اور فقیر مذکور سے کہا کہ ہماری امانت دودھ کی واپس دو۔ تب بدھن شاہ نے کہا کہ وہ امانت گورو نانک جی کی کہے گئے سوائے اُن ہاتھ کے اور کسی کو نہ ملے گی۔ باوجود اس امر کے کہ گورو ہرگوبند جی نے بہت اصرار کیا۔ کہ ہم انہی کا اوتار ہیں۔ اور انہیں کی گدی پر ہیں۔ بھگوان کی امانت دیدو۔ مگر فقیر نے ایک نہ مانی۔ آخرش گورو ہرگوبند جی نے اپنے بیٹے گورو دتا جی کو اشارہ کیا۔ جو وہاں سے اُٹھکر ایک چھوٹی سی ندی میں جو کہ پورے کے نیچے بہتی ہے غوطہ زن ہوئے۔ اور جب غوطہ لیکے باہر نکلے تو بجنسہ گورو نانک صاحب کی نورانی صورت شباہت ہوگئی۔ اور دریا سے نکلکر اسی صورت میں بدھن شاہ کے پاس گئے۔ تو گورو ہرگوبند جی اُن کو آتے ہوئے دیکھکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ۔ آؤ بابا جی! اُسیوقت سے گورو نانک جی کے خطاب میں بابا کا لفظ بڑھا گیا۔ بدھن شاہ نے گورو نانک صاحب سمجھکر دودھ کی مٹکی جو امانتاً زمین میں گاڑی ہوئی تھی اُنکو دیدی۔ حد سو برس کے بعد نکال کر واپس دی۔ اور دودھ جو کہ دیا گیا تو بالکل تازہ نکلا۔ ۱۲

کا سیر کرکے رانی کھیت - الموڑہ ہوتے ہوئے نینی تال میں رونق افروز ہوئے - اور اس پرگنہ کے ایک جنگل ویرانہ میں جو گورکھ متا نام سے مشہور تھا - اور جہاں کن پھٹے جوگی رہا کرتے تھے - تشریف لے گئے - وہاں اُن جوگیوں سے بہت مباحثہ رہا - انہوں نے اپنے اپنے انواع اقسام کے معجزے دکھلائے - مگر **گورو نانک صاحب** کے آگے کچھ پیش نہ گئی - اور آخرکار سب کو قایل ہونا پڑا - اسیوقت سے اُس جگہ کا نام **نانک متا** مشہور ہوگیا - اور وہاں اب نانک پنتھی فقرا رہتے ہیں -

یہہ نیز **گورو نانک جی** کا ایک عجیب معجزہ جو ابتک شہادت دیتا ہے - قابل بیان ہے - **گورو نانک جی** یہاں ایک رینٹھے کے درخت تلے بیٹھے تھے - جوگیوں نے اُن سے کچھ کھانیکو مانگا - اسیوقت انہوں نے اُوپر سے ریٹھے توڑ توڑ کر ان لوگوں کو تقسیم کیئے - جو اُن کو بہت شیریں معلوم ہوئے - اسوقت تک اُس شاخ میں جس کے تلے **گورو نانک جی** رونق افروز تھے - شیریں پھل لگتا ہے - اور دوسری طرف تلخ -

پھر یہاں سے شہر گورکھپور میں گئے اور وہاں بے صدہا لوگوں کو جو بتھر وگند ھرپ وغیرہ کی اُپاشنا کرتے تھے - پرمیشور کی بھگتی پر لگا کر جھیلہ کھانجی - جھیل مانسرور - کرشن تال وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے ماہ پھاگن سمت ۱۵۷۱ بکرمی میں کوہ دھولاگڑھ کی راستے سے شہر کھٹمنڈو دارالسلطنت ملک نیپال میں متصل مکان پس پتی مہادیو کے جا ٹھہرے - یہاں نیز ابتک ان کی تشریف آوری کی یادگار میں ایک مندر جس کی خدمت اُداسی فقیر لوگ کرتے ہیں بنا ہوا ہے -

یہاں سے پھر للتا پٹی وکوہ ریوریسٹ سے گذر کر ملک سکم میں داخل ہوئے - اور اس ملک کے دارالخلافت شہر تام لنگ کے متصل ایک ٹیلہ پر آسن جما کر **مردانہ** کو راگ الاپنے کے لئے ارشاد فرمایا - اور خود بھجن گانے لگے - قدرت ایزدی سے کچھ ایسا سماں بندھا - کہ تمام بیابانی چرند پرند بے اختیار ہوکر **گورو نانک صاحب** کے آس پاس آکھڑے ہوئے - **گورو نانک جی** کی اس تعجب خیز برکت وعظمت کو دیکھکر وہاں کے باشندے اِن کے مرید ہوگئے - بلکہ ابتک انہی کے کلام کا اپنی زبان میں ورد کرتے ہیں -

پھر یہاں سے کوہ کنچن چنگا - دارجلنگ یا رو وغیرہ میں ہوتے ہوئے ٹاشی شوڈن ریاستگاہ ملک بھوٹان میں زیب بخش ہوئے - اور یہاں بھی ملک سکم کی طرح صدہا لوگ اِن کی برکت اور تقریر کے قایل ہوکر پرمیشور کے بھگت بن گئے - بلکہ لامہ گو رو جو اُن کا قدیمی پیر ومرشد تھا - وہ بھی **گورو نانک صاحب** کا معتقد ہوگیا - اور اِن کے کلام کو بھوٹانی زبان میں اپنے ورد کے لیئے قلمبند کرلیا - بلکہ شہر آسکرو وغیرہ میں ابتک اُن کی یادگار کے مکانات قایم ہیں اور **نانک پیر** کے نام سے مشہور ہیں - اُس لامہ گورو کی بابت وہاں کے لوگ یوں بیان کرتے ہیں - کہ وہ ابتدائے دنیا سے ابتک ایک ہی شخص چلا آتا ہے - جب پانچ سو برس سے زیادہ عمر ہوتی ہے تب وہ اپنا قالب بدل لیتا ہے - اور چولا چھوڑنے سے پہلے جس کے گھر جاکر جنم لیتا ہے - اُس کا پتہ نشان سب بتلا جاتا ہے - اور ثبوت اِسکا یہ ہے کہ جب پیدا ہوتا ہے اسیوقت اپنے پورب لے جنم کی ساری سرگذشت ہوبہو بیان کردیتا ہے - بچپن ہی سے بزرگی کی عقل اور گفتگو سے پیش آتا ہے

روایت ہے کہ **گورو نانک صاحب** اونہ پربت کو طے کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں جوتی جوت ست چت آنند سروپ کے دیدار کے لیئے تشریف لے گئے - اور اثنائے راہ میں جیسا کہ سورج پرکاش میں لکھا ہے - مہادیو - پرہلاد - دھرو وغیرہ سب سدھوں اور بھگتوں سے ملاقات کرتے گئے - اور وہاں پہنچکر اکال پرکھ کے جلال کا جسکی تعریف بالکل غیر ممکن ہے درشن کیا - وہاں سے حکم ہوا - کہ تم کو میں نے دنیا میں راہ حق بتلانے کیلئے بھیجا ہے - جو تمہاری تعلیم پر عمل کریگا - اسکو میں نجات دونگا - وہاں سے اتر کر **گورو نانک جی** نے اپنے ہمراہیان بھائی **بالا** اور **مردانہ** کو ہمراہ لیکر مقامات جیسے پنج لکھم پور - برہم کنڈ - ڈیرہ گڑھ - شب پور - دھمری قلعہ یکسار - رانی گنج وغیرہ کوہستان کا سیر کرتے ہوئے جنک پور میں جہاں **راجہ رامچندر جی** بیاہے گئے تھے - تشریف لیگئے - پھر وہاں سے گنڈک دریا کو جس میں سے گول گول چھوٹے چھوٹے خوبصورت پتھر نکلتے ہیں - اور ان کو بیراگی لوگ سالگرام کی مورت تصور کرکے پوجنے کے لیئے لے آتے ہیں - عبور کرکے سیتا مارہی - گورکھپور - بلرام پور - بھڑائچ - گھاگرا - دھوری رائے - کانتی پور - بلم گڑھ - سیتا پور - وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہر فرقہ کے فقیروں سے ملتے ملاتے - دنیا کے عجائبات دیکھتے دکھاتے لدھیانہ - جالندھر وغیرہ کے راستہ سلطان پور میں اپنی بہن کے پاس واپس آئے - اور چند روز ان کے پاس قیام کرکے ماہ مگھر سمت ۱۵۷۳ بکرمی میں موضع کرتار پور جسکو انہوں نے خود آباد کیا تھا - چلے گئے - ان کے قبایل وغیرہ سب یہاں رہتے تھے - وہ ان کو دیکھکر بہت خوش ہوئے - ان کے مرجھائے ہوئے دل ازسر نو لہلہا اٹھے - ہر طرف سے سکھوں اور مریدوں کی جماعتیں خبر پا پاکر زیارت اور درشنوں کیلئے آنے لگیں لنگر تقسیم ہونے لگا - شبد وکیرتن کا ہر وقت سماں بندھا رہتا - جو آتا **گورو نانک جی** کے درشنوں سے فیضیاب ہوکر ان کا معتقد ہو جاتا - غرض ہر وقت ایک ہجوم مثل شاہی دربار کے لگا رہتا - ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ دریائے راوی کے کنارہ پر بھائی **بالا** و بھائی **مردانہ** کو ساتھ لیئے ہوئے اجاڑ میں چلے گئے - تو وہاں ایک نہایت حسین عورت مثل حور کے خوبصورت جوانی میں مست زیور وجواہرات سے مرصع نازک بدن سیم تن غنچہ دہن ہر آن میں چالاک چوبند نہایت عقلمند جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے قیامت برپا کرے - دور سے ہی سجدہ کرتی ہوئی نظر پڑی - اس نے بہت سے ناز و انداز دکھلائے - پھندے فریب کے جال بچھائے - بہتیرے عقل کے پیادے اور گھوڑے دوڑائے - ہر رخ اور ہر پہلو سے **گورو نانک جی** کو دام میں لانا چاہا - کوئی شہ اور کوئی گھات باقی نہ چھوڑی - لیکن کوئی چال پیش نہ گئی - ان کے بادشاہ دل کو شکست نہ دیسکی - آخرکار اپنی ساری بازی کو ہار کر خود بخود غایب ہو گئی - **گورو نانک صاحب** نے اس کی طرف نگاہ تک بھی نہ کی - بھائی مردانہ نے پوچھا - کہ مہاراج! یہ کون عورت تھی؟ انہوں نے جواب دیا - کہ یہ عورت دنیا تھی - جو اس کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں - وہ قیامت تک طرح طرح کے عذاب و ثواب سہتے ہیں - اور جو کسی مرشد کامل یا گورو کی عنایت سے اس کے فریب میں نہیں آتے - وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں - اور ان کو دین و دنیا کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی - پھر بھائی مردانہ نے کہا - کہ یہ عورت جس کو آپ دنیا کہتے ہیں - باوجود لا انتہا عمر اور بے شمار خاوند کرنے کے ضعیف کیوں نہ ہوگئی؟ تب انہوں

نے فرمایا۔ کہ اے مردانہ جو لوگ مرد ہوئے۔ وہ تو ہمیشہ اس سے نفرت کرتے رہے۔ یہ ان کے پیچھے پیچھے پھرتی رہی۔ مگر انہوں نے اس پر نگاہ تک نہ ڈالی۔ اور باقی جو نامرد لوگ ہیں اسپر فریفتہ ہو کر اسکے دام میں پھنس جاتے ہیں۔ اور آخرت کے دن عذاب اٹھاتے ہیں۔ آجتک اس پر کوئی فتحیاب نہیں ہوا۔ جو اس کو مغلوب اور زیر کرتا۔ اسیواسطے یہ نوجوان اور حسین نظر آتی ہے۔ اس کے بعد بھائی **مردانہ** نے یہ پوچھا۔ کہ گورو جی آپ ملک تبت سے آگے ہمکو چھوڑ کر تن تنہا کہاں چلے گئے تھے؟ تو **گورو نانک جی** نے کل حال بارگاہ ایزدی میں جانیکا اور وہاں کے حکم کا سب مردانا کو سنایا۔ اور کہا۔ اگرچہ یہ راز فاش کرنے کے قابل نہ تھا۔ مگر چونکہ تم ہمارے سارے سفر میں شریک رہے ہو۔ اسواسطے کہہ دیا گیا ہے۔ یہ بات سنکر **مردانہ** بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ آپ ہمکو وہاں تو نہیں لیگئے۔ مگر اب **مکہ شریف** کا دیدار اور حج تو کرا دیجئے۔ چنانچہ مردانہ کے کہنے پر **گورو نانک جی** نے **کعبہ شریف** جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور کہا کہ اچھا مردانہ تھوڑے دنوں میں تجکو کعبہ شریف ہی دکھا دینگے۔

گورو نانک جی کا چوتھا سفر

تھوڑے دنوں بعد حسب وعدہ **گورو نانک جی** بھائی مردانہ و بالا کو ہمراہ لیکر مغربی ملکوں کی سیر کے لیئے نکل کھڑے ہوئے اور ایمن آباد ہوتے ہوئے جب منزیرآباد میں پہنچے تو وہاں ایک شخص مسمّی تارو پوپٹ از قوم کھتریاں **گورو نانک جی** کے پاس حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ آج میرا خیال گھر میں چولھے کی طرف جا پڑا۔ تو میںنے دیکھا کہ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں پہلے جل گئیں۔ اس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شاید میں جو سب بھائیوں سے چھوٹا ہوں۔ سب سے پہلے موت کی آگ میں جلوں اس لیئے آپ کی سرن آیا ہوں۔ آپ کرم فرما کر مجکو موت کے پنجے سے بچائیں۔ اس بات کو سنکر گورو جی اس پر بہت خوش ہوئے۔ اور اس کے دل کی ایسی تسلی کی کہ وہ دنیا سے کنارہ کش ہو گیا۔ اور ہمیشہ ریاضت و عبادت میں رہنے لگا۔

یہاں سے **گورو نانک جی** جہانگیر شاہ سے گجرات میں ملتے ہوئے کوہ رہتاس پر چلے گئے۔ اور وہاں حسب درخواست بھائی مردانہ ایک پانی کا چشمہ نکالا جس کو شیر شاہ بادشاہ نے سمت ۱۵۹۹ب میں ہرچند قلعہ کی دیوار کے اندر لینا چاہا۔ مگر قدرت ایزدی کچھ ایسی ہوئی۔ کہ متواتر تین دفعہ بادشاہ نے اس چشمہ کو قلعہ کے اندر لیا مگر وہ ہر ایک مرتبہ دیوار سے باہر نکل گیا۔ اور ابتک اسی طرح سے موجود ہے۔

بعد ازآں یہاں سے ٹیلہ بال گدائی پر جسکی بلندی چار کوس کے قریب ہے تشریف لیگئے۔ اور وہاں بہت سے کن پھٹے جوگیوں سے حبس دم کی بابت بحث مباحثہ کرتے رہے۔ اور کچھ شبد بھی ان کی تسلی کیلیئے اسوقت اچارن کیئے۔ جو گورو **گرنتھ صاحب** میں مندرج ہیں۔ غرضیکہ وہ جوگی بھی آخرکار ان کے قایل ہو گئے۔

وہاں سے پنڈ دادنخان ۔ ڈیرہ اسمٰعیلخاں ۔ غازیخاں وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے جام پور ۔ راجن پور ۔ کوٹ مٹھن کے راستہ سے ہر فرقہ کے فقراسے بحث مباحثہ کرتے اور عام لوگوں کو اپنے سخن اور پرتاثیر وعظ سے فیضیاب کرتے ہوئے سکھر بھکر پہنچے ۔ اور وہاں سے شکارپور ۔ لاڑکانہ ۔ کوٹری وحیدرآباد اور سندہ وغیرہ کو دیکھتے بھالتے ۔ اور لوگوں کو اپنی نظر کیمیا اثر سے معرفت الٰہی کی سچی دولت سے مالامال کرتے کراچی بندر جا داخل ہوئے ۔ اُس زمانہ میں سندہ کے لوگ عموماً بت پرست تھے ۔ مگر یہ **گورو نانک صاحب** کی ہی کمال مہربانی اور نے زوال بخشش کا نتیجہ ہے ۔ جو اب ملک سندہ میں جابجا گورو کی دھرم سالہ نظر آتی ہیں ۔ بلکہ بڑے بڑے شہروں میں تو سو سو پچاس پچاس دھرم سالہ جس میں گرنتھ صاحب کھولا جاتا ہے ۔ اور بھجن کیرتن وغیرہ ہوتا رہتا ہے موجود ہیں ۔ اس دیار کے لوگ اسقدر اعتقاد کے پورے ہیں ۔ کہ ہر ایک آدمی بغیر گورو گرنتھ صاحب کے درشن کیئے پانی نہیں پیتا ۔ کراچی بندر پر جس باغ میں گورو نانک صاحب ٹھہرے تھے ۔ وہاں ابتک ایک مکان اُن کی یادگار میں بنا ہوا ہے ۔ اور مہنت لعل داس وہاں کے منتظم و مہتمم ہیں ۔

کراچی سے ملک بلوچستان کے راستہ قلات وغیرہ شہروں پر نظر ڈالتے ہوئے بیم پور سے دریائے شور کو عبور کرکے ملک عرب میں وارد ہوئے ۔ اور بہائی مردانہ کے ساتھ حاجیوں کا بھیس بدلکر شہر ظلقادہ ۔ عطب ۔ مقالہ ۔ عدن ۔ تحنہ ۔ صفا میں ہوتے ہوئے سمت ۱۵۷۰ بکرمی میں خاص **مکہ شریف** پہنچ گئے ۔ (روایت ہے) کہ رات کے وقت **مکہ معظمہ** کیطرف **گورو نانک صاحب** پاؤں پسار کر سو رہے ۔ جب صبح کو وہاں کے مجاور جھاڑو دینے آئے ۔ تو گورو صاحب کو اسطرح پر پاؤں پھیلائے سوتے دیکھکر غصہ میں بھر گئے ۔ اور کہنے لگے کہ تم کیسے نلے ادب نے پاک خارج العقل ہو کہ خدا کے گھر کیطرف پاؤں پسارے پڑے ہو ۔ انہوں نے جواب دیا ۔ کہ ہم مسافر وہی تھکے ہوئے رات کو آئے تھے ۔ جدھر خدا کا گھر نہو ۔ اُدھر ہمارے پاؤں کردو " ۔ چنانچہ مجاوروں نے غصہ سے اُن کے قدموں کو چاروں طرف پھرایا ۔ مگر قدرت ایزدی کچھ ایسی ہوئی کہ جسطرف اُن کا پیر ہوتا ۔ خدا کا گھر بھی اسیطرف نظر آتا ۔ آخر رفتہ رفتہ قاضی صاحب تک نوبت پہنچی ۔

قاضی **رکن الدین** و مولوی **عبدالرحمٰن** وغیرہ نے اِن سے سوال کیا کہ تم ہندو ہو یا مسلمان ؟ آپ نے جواب دیا ۔ کہ "ہندو کہاں تو ماریئے ۔ مسلمان بہی ناہ ۔ پانچ تت کا پتلا غیبی کھیلے ماہ " ۔ یعنی ہندو اور مسلمان دونوں کا جسم ایک

(ਹਿੰਦੂ ਕਹਾਂ ਤਾਂ ਮਾਰੀਆ ਮੁਸਲਮਾਨ ਭੀ ਨਾਹਿ। ਪੰਚ ਤਤ ਕਾ ਪੁਤਲਾ ਗੈਬੀ ਖੇਲੇ ਮਾਹਿ।)

ہی اربعہ عناصر سے بنا ہے ۔ ہاتھ پاؤں ۔ ناک کان سب اعضاء ہی ایک سے ہیں ۔ ایک ہی خدا نے پیدا کیا ہے ۔ اور دونوں میں اُس نے ایک سی طاقت بخشی ہے ۔ کسیکو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دی ۔ یہ تو ہمارے تمہارے دنیاوی خیالات و منگھڑت ہیں ۔ کہ کوئی سنت و شرع **محمدی** کا قایل ہوکر مسلمان بن بیٹھا ہے ۔ اور کوئی زنار و چوٹی رکھکر ہندو کہلاتا ہے ۔ ورنہ خدا کے نزدیک دونوں یکساں ہیں ۔ اور اُس نے اپنی طرف سے کوئی تفریق نہیں کی ہے ۔

سوال قاضی ۔ اِس کتاب سے جو آپ کے پاس ہے کیا مطلب ہے ۔ **جواب نانک صاحب** ۔ کتاب سے تیں ۳۰

مطالب حاصل ہوتے ہیں۔ جو لوگ کتب خوانی میں کمال حاصل کر کے قاضی اور مولویوں کے ساتھ حجتیں کرتے ہیں۔ وہ تو استخوان کھاتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے روزگار و بزرگی کو مقدم سمجھتے ہیں وہ گوشت کھاتے ہیں۔ اور وہ جو ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں اور ہر ایک شے اپنے خدا ہی کا ظہور سمجھتے ہیں۔ وہ اصل مغز کا مزہ چکھتے ہیں۔ غرض اسیطرح بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ جسکا مفصل حال پوتھی **گوشٹ مکہ** میں درج ہے۔

یہاں سے چلکر **گورو نانک صاحب** شہر بشہر تنبوع دیکھتے ہوئے **مدینہ شریف** میں تشریف لیگئے۔ اور وہاں ایک جگہ بیٹھکر بھجن گانے لگے۔ جسپر بعض جہلاء نے شرع محمدی کے برخلاف گانے دیکھکر ان کو حکماً منع کیا۔ مگر انہوں نے ان کی ممانعت کی کچھ پروا نہ کی اور برابر گاتے رہے۔ حتیٰ کہ وہاں کے رئیس امام **جعفر** نے جو **حضرت علیؓ** سے گیارھویں پشت میں ہوئے ہے ان کی نسبت سنگساری کا فتوے دیا۔ مگر جب لوگوں نے پتھر اٹھائے تو سب کے ہاتھ پتھروں کے ساتھ چمٹ گئے۔ اور امام صاحب گورو نانک صاحب کے اس فی البدیہہ معجزہ کو دیکھکر ان کی بزرگی کے قایل ہو گئے اور معافی مانگ کر ان لوگوں کی جن کے ہاتھوں میں پتھر چمٹ گئے تھے۔ رہائی کروائی۔

پھر **گورو نانک صاحب** نے کہا۔ کہ تم لوگ گانے سے کیوں پرہیز کرتے ہو۔ کیونکہ عشق حقیقی کے سرود کا تو **محمد صاحب** کو بھی شوق تھا۔ چنانچہ وہ مکہ میں اکثر سرود سنتے رہے ہیں۔ بعد ازاں ان کا وہاں کے چاروں اماموں (امام **غوث**۔ امام **جعفر**۔ امام **اشرف**۔ امام **اعظم**) سے خوب مباحثہ ہوا۔ مگر آخر ش انہیں **گورو نانک** صاحب کی بزرگی اور پاکبازی کا قایل ہی ہونا پڑا۔ بلکہ امام مذکور نے نہایت ممنون ہو کر کہا کہ فقیر صاحب! جیسے کہ آپ صاحب برکت اولیاء ہو اور تمہارے کلام میں تاثیر ہے۔ اگر تم نبی کے کلمہ اور چاریاروں پر ایمان لاؤ۔ تو تمام دنیا تمہاری مرید ہو جاوے۔ اور بڑا رتبہ حاصل ہو۔ تب انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہمارا اس نبی کے کلمہ اور چاروں اصحابوں پر اعتقاد ہے۔ جو ہمیشہ قایم رہتے ہیں۔ اور تمام دنیا کو یکساں فائدہ اور آرام پہنچا رہے ہیں۔ چاروں عناصر ہمارے یار ہیں اور روح خدا کا مرسل ہے۔

پھر یہاں سے روانہ ہو کر **گورو نانک صاحب** ملک میں سیر کرتے ہوئے شہر بغداد میں جا پہنچے۔ اور یہاں ایک مکان پر بیٹھکر بھجن گانا شروع کیا۔ جسکو سنکر **پیر عبد القادر و میر بہاول** وغیرہ اس زمانہ کے سب رسیدہ فقیر گورو جی سے ملنے آئے۔ اور باہم ایک دوسرے سے ملکر بہت محظوظ ہوئے۔ رفتہ رفتہ گورو جی کی بزرگی کا شہرہ خلیفہ کے (جو اُس وقت بغداد کا حاکم تھا) کان تک پہنچا۔ وہ بھی ان کے پاس زیارت کیلئے آیا۔ اس خلیفہ نے بڑے ظلم سے دولت جمع کی تھی۔ اور رعیت پر نہایت سختی کرتا تھا۔ **گورو نانک صاحب** اسکو آتا دیکھکر کنکر جمع کرنے لگے۔ اس نے پوچھا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جہاں تمہاری بے انتہا دولت عاقبت میں تمہارے ساتھ جائیگی سو وہاں یہ ہمارے کنکر بھی پہنچ جائیں گے۔ اس اشارہ کو سمجھکر اس نے عرض کی کہ حقیقت میں بات تو یوں ہی ہے۔ مگر دل کو صبر و قرار آنا بہت

دشوار ہے۔ تب **گورو نانک جی** نے ذیل کے چند اشعار میں اُس کو نصیحت کی۔ جو اب سکھوں کی کتاب میں نصیحت نامہ کے نام سے مشہور ہے ؎ دہو ہذا

نصیحت نامہ

کیجے نیک نامی جو یوے خدا۔
دمڑا اسی کا جو خرچے اور کہاء
کیجئے توبہ نہ کیجے گمان۔
دنیا کا دیوانہ کہے ملک میرا۔
آیا اکیلا اکیلا چلایا۔
کیا ظلم دنیا پہ دمڑا کمایا۔
لعنت ہے اُن کو واں کی کمائی
جسکا تو بندہ وہی ناچیتارا۔
بستی اُجاڑے پھر نہ بساوے
لوٹے ملک عیش و عشرت کماء
شرمندہ ہو کچہ نیکی کمائے
توبہ کرو بہت کیجے نہ زور۔
چلتے کبوتر جناور کی چھالوں
نہ ہر وقت بندہ عبادت بسار

جو دیسی زمیں پر وہ ہوسی فنا۔
دیوے دلاوے رجاوے خدا
ہمیشہ نہ رہیگی تو ایسی نہ جان
آئی موت سر پر نہ تیرا نہ میرا۔
چلتے وقت کچھ کام نہ آیا۔
نہ کھایا کھولایا اجائیں گنوایا۔
دغے بازی کر دنیا لوٹ کھائی
دنیا کے لالچ میں صاحب بسارا
گو کے پکارے کی داد نہ پاوے
دوزخ کی آتش آخر جلاء۔
لعنت کا جامہ تو پہریں نہ جاء
دوزخ کی آگ جلائیگی گور۔
کتے خاک ہوی کو پوچھے نہ ناؤں
مستی و غفلت سے بازی نہ ہار۔

دایم و دولت کے بیشمار
ہوتا نہ راکھے اکیلا نہ کھائے
ہاتھی و گھوڑے لشکر ہزار۔
کیتے گئے دیکھہ باجے بجا۔
لیکھا مانگے جی کیا دیجے جواب۔
وہ ہوں گے پشیماں کریں ہائے ہائے۔
پیئے پیالے وہ کھائے کباب۔
نہ کیتی عبادت نہ رکھیو ایمان۔
حاکم کہادیں حکومت نہ ہو۔
قہر سے نہ دیکھے دنیا کے دیوانے
غفلت کروگے تو کھاوگے مار۔
مشایخ پیغمبر کیتے شاہ خان۔
جہل گنج جوڑے نہ رکھو ایمان
توبہ کرو ہر وقت کرنے گناہ

نہ رہیں گے کروڑی نہ رہیں گے ہزار
تحقیق دل والی وہی بہشت جائے
کبھو غرق ہوتوں کو لاگے نہ بار۔
رہے گا وہی ایک ساچا خدا
توبہ پکارے تو پاوے عذاب
جائے جو درگاہ تو پاوے سزاو
دیکھو رے لوگو جو ہوتے خراب
کرے نت ظلمی پکارے جہاں
دنیا کا دیوانہ پھرے ست لو۔
ہمیشہ نہ رہیگی تو ایسی نہ جانے
بیٹا اور بیٹی کی لی ہے نہ سار۔
نہ دیسی زمیں پر انکے نشان۔
وہ قارون بھی آخر ہوا پشیمان۔
نانک اِس عالم سے تری پناہ

خلیفہ مذکور پر **گورو نانک صاحب** کی پند و نصایح کا کچھ ایسا تیر اثر پڑا۔ کہ اپنی تمام مردم آزاری کے گذشتہ کرداروں سے نادم ہو کر تایب ہوا۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ اپنی تمام دولت کا شہر **بغداد** کے چاروں کونوں میں انبار لگا کے غریب غربا کو لوٹ لینے کا حکم دے دیا۔ خلیفہ کی اس یکایک فیاضی اور خداترسی کی طرف رجوع ہونے سے تمام رعایا کو بڑا تعجب ہوا۔ اور سب **گورو نانک جی** کے شکرگذار ہوئے۔ بلکہ بہت سے لوگ اِن کے مرید بھی ہو گئے۔ جب شہر کا خلیفہ جو ایک مشہور ظالم تھا۔ خود توبہ کرکے **گورو نانک صاحب** کا قایل ہو گیا۔ تو پھر شہر کے لوگوں کا کیا ٹھکانا تھا۔ اکثر راست گو حاجیوں کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ کہ یہاں پر ایک مکان بھی گورو نانک صاحب کی یادگار میں بنا ہوا ہے۔ جسکو لوگ **نانک پیر** کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور وہاں عموماً لوگ اُن کو مسلمان پیر خیال کرتے ہیں۔ جب گورو نانک جی وہاں سے چلنے لگے۔ تو خلیفہ نے اُن کو ایک جامہ جسپر کئی زبانوں میں **قرآن شریف** و **زبور** وغیرہ کی آیتیں منقش تھیں نذر کیا۔ جسکو گورو نانک

صاحب اپنے ساتھ لے آئے۔ یہ چولہ (پیراہن) ابتک **ڈیرہ بابا نانک** میں موجود ہے۔ اور کابلا سنگھ بنسی جسکی تفویض میں وہ پیراہن رکھا ہوا ہے۔ ہولا کے میلہ پر عموماً لوگوں کو اس کی زیارت کراتا ہے۔

پھر وہاں سے **گورو نانک صاحب** ملک روم میں ہو کر حلب میں جو وہاں کا دار السلطنت ہے رونق افروز ہوئے اور ایک جگہ بیٹھکر حسب دستور بھجن گانا شروع کیا۔ چونکہ یہاں پر بادشاہ و پیران پیر **محی الدین** کے حکم سے بموجب شرع محمدی کے گانے بجانے کی بالکل ممانعت تھی۔ لوگوں نے ان کو منع کیا۔ بلکہ پیر صاحب خود سنکر منع کرنے کے لیئے گئے۔ مگر اسوقت قدرت ایزدی سے راگ کا کچھ ایسا سما بندھا ہوا تھا۔ کہ جو جاتا وہ بت کی مانند ہو جاتا۔ یہاں تک کہ بادشاہ بھی آیا۔ اور اسکی بھی وہی حالت ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد جب **گورو نانک جی** نے بھجن گانا بند کر دیا۔ تو دفعتاً سب ہوش میں آ گئے۔ اور ان سے کہنے لگے۔ کہ یہاں پر سرود کرنے کی بڑی سخت ممانعت ہے۔ تب انھوں نے فرمایا۔ کہ اگر تمہارے پیغمبر صاحب گانے کو حرام سمجھتے تھے۔ تو خود اپنی عورت حضرت **عائیشہ** کو اپنے کاندھے پر بٹھا کر شتر بانوں کا راگ سنانے کو کیوں لیجاتے تھے۔ اور خود بھی سنا کرتے تھے۔ اصل میں پیغمبر صاحب نے عشق حقیقی کے معرفت آمیز راگ سننے کی بالکل ممانعت نہیں کی۔ علم موسیقی روح کی غذا ہے۔ اس سے دل کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد **گورو نانک صاحب** نے "لکھ اکاساں آکاس لکھ پاتالاں پاتال" کا شبد راگ میں الاپا۔ تو **پیر محی الدین** صاحب نے کہا کہ ہمارے پیغمبر صاحب نے تو چودہ طبق کہے ہیں۔ آپ کیسے لاکھوں بیان کرتے ہیں۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ ان کو صرف چودہ طبق دیکھنے کی طاقت تھی۔ مگر ہمکو خدا کی قدرت میں لاکھوں طبق نظر آتے ہیں۔ اس کی قدرت کا کوئی شمار نہیں عقل و فکر کی مجال نہیں۔ کہ اس کے اسرار میں دم مارے۔ چنانچہ پیر صاحب اور ان کے بیٹے دونوں کو قدرت ایزدی کے ظہورہ میں لاکھوں آسمان و زمین دکھا کر قایل کر دیا۔ پیر صاحب **گورو نانک صاحب** کی اس طاقت کو دیکھکر ان کے دلی معتقد ہو گئے۔ اور بلکہ کچھ مدت تک ان کو اپنے پاس رکھا۔

اس کے بعد **گورو نانک جی** دیار بکر کی سیر کرتے ہوئے دریائے فرات کو عبور کر کے شہر سواس میں پہنچے۔ اور وہاں کے لوگوں کو بھی علے ہذا ایسی تعلیم دیتے ہوئے۔ ملک **ایران** کے شہر طہران میں تشریف لیگئے۔ اور وہاں کے حاکم کو بھی مثل خلیفہ بغداد کے راہ راست پر چلنے کی ہدایت کرتے ہوئے شہر اصفہان و نیروسی وغیرہ کو دیکھتے بھالتے ملک افغانستان کے قریب شہر ہرات میں پہنچے۔ وہاں کے لوگ انکا معرفت آمیز پر تاثیر گانا سنکر ان کے ایسے مطیع ہوئے۔ کہ جسکا بیان نہیں۔ اکثر لوگ اپنے کاروبار کو چھوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر وہاں کے حاکم **باکو** کو جو شاہ **چنگیز خاں** کے خاندان سے تھا پہنچی۔ اور وہ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جسوقت یہ **گورو نانک صاحب** کے پاس آیا۔ تو اسوقت وہ برہنہ سر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے اپنا تاج ان کے آگے پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ہم ننگے سر نہیں ہیں۔ ہمارے سر پر چار ترک کا تاج رکھا ہوا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ترک دنیا۔ ترک عقبےٰ۔ ترک مولےٰ۔ ترک

اور بھی بہت سی اسیطرح کی ہدایتیں اُس کو کیں جن سے اُسکا دل بہت ملایم ہو گیا - اور خدا ترسی اور زہد و تقویٰ کرنے لگا
جب ہرات سے رخصت ہو کر **گورو نانک صاحب** ملک بخارا کے جنگلوں کی سیر کرتے ہوئے شہر خوارزم میں پہنچے - تو
بھائی مردانہ نے کہا - کہ حضور میرا وقت اب پورا ہو گیا ہے - اور موت نے مجھکو آ ٹوٹا ہے - آپ دو ایک روز یہاں پر ٹھہر جاویں
کل دوپہر کو میں اس جہانِ فانی سے کوچ کر دونگا - میری بھول چوک معاف فرمائیے گا - چنانچہ دوسرے روز دوپہر کو ایسا ہی ہوا
اور بھائی **مردانہ** راہی ملک بقا ہو گئے -

گورو نانک صاحب بھائی **مردانہ** کی تجہیز و تکفین ادا کر کے کابل و قندہار وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے لونگر میں پہنچے -
اور اُس جگہ کو خوشنما دیکھکر چند روز وہاں ٹھہرے - اور ایک چشمہ پانی کا نکالا - جو ابتک چرن گنگا کے نام سے مشہور چلا آتا ہے
یہاں کے بہت سے ہندو و مسلمان گورو نانک صاحب کے مریدین گئے - جنکی اولاد کے لوگ ابتک وہاں پر **گورو نانک جی**
کے ایسے پکے معتقد ہیں - کہ پنجاب کے لوگوں پر بھی سبقت لے گئے ہیں - بلکہ جو کڑاہ پرشاد اُن کی نیاز میں تیار کرتے ہیں -
تا وقتیکہ اُس پر پنجہ کی شکل خود بخود نمودار نہ ہو جاوے - اُس کو خیال کرتے ہیں کہ مقبول نہیں ہوا - اور دوبارہ سہ بارہ اپنے گناہوں
اور تقصیروں کی معافی مانگتے ہوئے جبتک پنجہ نہیں پڑتا - تیار کرتے رہتے ہیں -

اس کے بعد شہر جلال آباد - پشاور وغیرہ ملکوں کی سیر کرتے ہوئے حسن ابدال کی پہاڑی پر بمقام پنجہ صاحب وارد ہوئے
یہاں کی بابت جنم ساکھیوں میں یوں روایت ہے - کہ اس پہاڑی کی ایک بلند چوٹی پر ایک فقیر ولی قندہاری نامی رہتا تھا
یہ فقیر اپنے زمانہ کا اچھا رسیدہ فقیر تھا - اس سے **گورو نانک جی** کی بہت دیر تک بحث ہوتی رہی - آخر کار وہ بھی قایل
ہو گیا - اس کے قبضہ میں ایک چشمہ پانی کا تھا - مگر وہ کسیکو عام طور پر وہاں سے پانی لینے نہیں دیتا تھا - گورو نانک
صاحب کی کرامت سے وہ چشمہ اوپر سے خشک ہو کر نیچے کی پہاڑی میں سے جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے جاری ہو گیا - تب ولی قندہاری
نے گورو نانک صاحب پر اوپر سے ایک چھوٹے سے ٹیلے کو دھکیل دیا - جسکو اُنھوں نے اپنے پنجہ سے روک دیا - اور اُس پر
پنجہ کا نشان نمودار ہو گیا - یہ جگہ پنجہ صاحب کے نام سے مشہور ہو گئی - اور یہاں پر سکھ لوگ زیارت کیواسطے اکثر آتے ہیں -
پھر وہاں سے کشمیر - پونچھ وغیرہ کا سیر کرتے ہوئے اپنے پریمی بھگت بھائی **لالو** نجار کے یاد کرنے پر امین آباد کیطرف روانہ
ہوئے - اور اثناء راہ میں سیالکوٹ بھی اُسی مولا کھتری کو ملنے کیواسطے جس سے انہوں نے پہلے سفر میں جھوٹ - سچ کا سودا خریدا تھا -
اور (فقیر حمزہ غوث کو قایل کر کے) اپنے ہمراہ لیگئے تھے - اور پھر اُسکو اُسکی درخواست پر شادی کرنے کے لیئے سیالکوٹ میں بھیجدیا
تھا - تشریف لائے - اور مولا کھتری کے مکان پر گئے - مگر اُس کے گھر کے لوگوں نے بایں خوف کہ وہ پھر کہیں اُن کے
ساتھ نہ چلا جاوے اُسکو ایک کوٹھڑی میں چھپا دیا - اور گورو نانک جی سے کہدیا - کہ وہ یہاں پر موجود نہیں ہے - قدرت الٰہی
ایسی ہوئی - کہ اسی کوٹھڑی میں مولا کھتری کو ایک زہر دار سانپ نے ایسا کاٹا - کہ وہ وہیں کا وہیں رہ گیا - اُسوقت **گورو نانک**
صاحب نے یہ شبد اپنی زبان مبارک سے تصنیف فرمایا - نال کراڑاں دوستی کوڑے کوڑی پائیں - مرن نہ جانڑی

مولیا آئیو کیتے تھائیں ۔ یعنی کراڑوں کی دوستی کا نتیجہ جھوٹا ہوتا ہے ۔ مرنے کوئے مولا تو بھول کر کس جگہ گیا ۔

ਯਾਨਲਊ ਕਰਾੜਾਂ ਦੋਸਤੀ ਕੂੜੇ ਕੂੜੀ ਪਾਇ। ਮਰਨ ਨ ਜਾਤੋਈ ਮੂਲਿਆ ਆਵੈ ਕਿਤੈ ਥਾਇ। ॥ ॥ ॥ ॥

روایت ہے کہ مولا کھتری کی لاش کو اس کے گھر کے لوگ **گورو نانک صاحب** کے پاس لے گئے ۔ اور نہایت عجز سے معافی کے خواہاں ہوئے ۔ اُسوقت گورو صاحب نے یہ فرمایا کہ اُسوقت تو کرتار کا حکم ایسا ہی تھا ۔ مگر اسکا جسم سؤر کی جون میں ہوگا ۔ اور ہم اُسوقت **گورو ہرگوبند جی** کے جامہ میں ہوکر اسکا اودہار کریں گے (اس کا حال گورو ہرگوبند صاحب کے بیان میں دیکھو ۔)

اِس مرتبہ جہاں گورو جی بیٹھے تھے ۔ وہاں اب ایک باولی صاحب کے نام سے **گورو نانک صاحب** کی تشریف آوری کی یادگار میں ایک خوبصورت اور عمدہ گوردوارہ بنا ہوا ہے ۔ کچھ جاگیر بھی سرکار کی طرف سے اِس جگہ کے نام معاف ہے ۔ اور یہ گوردوارہ اُداسی سادھوؤں کے تحت میں ہے ۔ اس کا مفصل حال حصہ پنجم میں ہوگا ۔

پھر سیالکوٹ سے **گورو نانک صاحب** روانہ ہوکر ایمن آباد میں تشریف لے گئے ۔ اور بمقام روڑی[ا] صاحب جا ٹھہرے بھائی **لالو** اور سب لوگ جو ان کی بزرگی سے واقف تھے ۔ زیارت کے لیئے آئے ۔ وہاں کے حاکموں کے ظلم کا دیجال تھا جو بیشتر دیکھ گئے تھے ۔ تمام رعایا نالاں تھی ۔ تب **گورو نانک جی** نے کہا ۔ کہ ۔ اُب قول کے پورا ہونے کا وقت آگیا ۔ **بابر** سمرقندی کشمیر کو فتح کر کے اسطرف چلا آرہا ہے ۔ اور وہ ان کو خوب غارت کریگا ۔ ابھی گورو صاحب وہیں قیام پذیر تھے ۔ **شاہ بابر** سمت ۱۵۷۸ میں سید پور ہ المعروف ایمن آباد میں معہ اپنی افواج کے پہنچ گیا ۔ وہاں کے حاکم پٹھانوں نے بابر شاہ کا مقابلہ کیا ۔ مگر بادشاہی فوج کی تاب نہ لا سکے اور حسب قول **گورو نانک صاحب** قتل کیئے گئے ۔ بادشاہی فوج نے تمام قصبہ میں قتل عام مچا دیا ۔ اور جو کچھ جسکے ہاتھ لگا سب لوٹ لیا ۔ بہت سے لوگوں کو بیگار میں پکڑ لیا ۔ بھائی **بالا** ۔ اور **گورو نانک صاحب** بھی بذمرۂ بیگاریاں پکڑے گئے ۔ اور ان کے سروں پر بوجھ رکھا گیا ۔ مگر روایت ہے ۔ کہ وہ بوجھ گورو نانک صاحب کے سر سے ایک ہاتھ اونچا رہتا تھا ۔ اور وہ اُس حالت میں بھی خوش تھے ۔ اور پرمیشور کا بھجن گاتے جاتے تھے ۔ اِس معجزہ کی خبر رفتہ رفتہ باربرداری کے افسر کے پاس پہنچی ۔ وہ **گورو نانک جی** کی اس حالت کو دیکھکر متعجب ہوا بلکہ ان کے سر پر سے بوجھ اُتروا دیا ۔ اور ان کو بادشاہ کے پاس لے گیا ۔ بادشاہ دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا ۔ اور بڑے ادب سے استقبال کیا ۔ اور اپنے وزیر سے توارکی زبان میں کہنے لگا ۔ کہ یہ وہی بزرگ فقیر صاحب کرامت معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے مجھکو غزنی کے مقام پر خواب میں ہندوستان پر حملہ آور ہونے کا اشارہ کیا تھا ۔ اور مجھکو فتحیابی کا یقین دلایا تھا ۔ ان کی دعا سے اُمید قوی ہے کہ ہم دہلی پر فتحیاب ہوں گے ۔ چنانچہ بادشاہ نے **گورو نانک صاحب** سے کہا ۔ کہ میرے واسطے آپ دعا کریں ۔ تاکہ میں اپنے حملہ میں کامیاب ہو جاؤں ۔ انھوں نے جواب میں فرمایا ۔ کہ خداوند کریم کا ایسا ہی حکم ہے

[ا] جس جگہ پر گورو نانک صاحب ٹھہرے تھے ۔ اب ایک گوردوارہ بنام روڑی اُن کی یادگار میں بنا ہوا ہے ۔ ۱۲

تو ضرور فتحیاب ہوگا۔ ہم تجھکو پیشتری خواب میں اشارہ کر چکے ہیں۔ اِسی اثنا میں بادشاہی غلام بابر شاہ کے واسطے ایک قدح بھنگ کا بھر لایا۔ بادشاہ نے گورو نانک صاحب کو تواضع کیا۔ مگر انہوں نے نوش کرنے سے انکار کیا۔ اور یہ کہا۔ کہ ہیں اُس سچّے اور دوامی نشہ میں چوُر ہوں۔ جس میں خمار آنے کا گمان ہی نہیں ہوتا۔ اور ہر وقت یکساں رہتا ہے۔ وہ عشق حقیقی عشق کا ہے۔ اُس کے بعد کچھ جواہرات وغیرہ کی نذر پیش کی گئی۔ مگر جب گورو نانک جی نے اُن سے بھی اپنی لاپرواہی ظاہر کی۔ تو بادشاہ بہت ہی خوش ہوُا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اگر یہ اینٹ پتھر ہیں اور آپ اِن کو قبول نہیں کرتے۔ تو میں کچھ بھنگ ثمر قند سے اپنے استعمال کے واسطے لایا ہوں۔ اُس میں سے کچھ تو لے لیجئے۔ تب گورو نانک صاحب نے بھائی بالا سے اشارہ کیا۔ جو اُس تھیلہ میں سے موٹھہ بھر کر نکالنے لگا۔ روایت ہے۔ کہ جب موٹھہ بھر کے نکالتا تھا۔ تو گورو نانک جی اُسے شمار کرتے جاتے تھے۔ جب سات تک نوبت پہنچی تو بھائی بالا نے کہا۔ کہ کیا آپ ساری بادشاہت اِسی کر خاندان کو بخش دیں گے؟ سات پشت تک بہت ہے۔ گورو نانک صاحب کی اِس بخشش سے بادشاہ اور بھی زیادہ ترخوش ہوُا۔ پھر بادشاہ دہلی پر حملہ آور ہوُا۔ اور ابراہیم بادشاہ کو زیر کرکے دہلی کے تخت پر خود بیٹھ گیا۔

پھر یہاں سے گورو نانک صاحب شیخ سرور[ع] کو جو اُن کا بڑا سچا معتقد تھا فقیری کی عظمت بخشتے ہوئے ساہو وال وغیرہ کی سیر کرتے سمت ۱۵۷۹ بکرمی میں اپنی جائے مسکن مقام کرتارپور میں واپس تشریف لے آئے۔ تھوڑے دنوں بعد ۱۳۔ ماہ کاتک سمت ۱۵۹۱ کو ان کی والدہ انتقال کر گئیں۔ اور اس کے بیس روز بعد اُن کے والد کالو چند بھی راہی ملک بقا ہوئے۔ پھر گورو نانک صاحب موضع اچل متصل قصبہ بٹالہ ضلع گورداسپور میں شب راتری کا میلہ دیکھنے بھائی اور وہاں کے کن پھٹے جوگیوں سے جوگ ابھیاس (حبس دم کے معاملات) کی بابت بحث مباحثہ کرتے جسکا مفصل حال سدہ گوشٹ میں بخوبی درج ہے۔ ہردوار۔ گنگاجی پر تشریف لیگئے۔ وہاں کے پنڈوں کو لوگوں سے پورب طرف ترپن کراتے ہوئے دیکھکر آپ پچھم کیطرف منہ کرکے اُنہیں کیطرح انجلی انجلی پانی اُچھالنے لگے۔ تب پنڈوں نے کہا۔ کہ ہم تو پِتروں کو پانی دلواتے ہیں۔ آپ پچھم کیطرف کسکو پانی دیتے ہو۔ تب گورو نانک جی نے فرمایا۔ کہ ہم کرتارپور میں اپنی کھیتی کو پانی دیتے ہیں جس طرح سے تمہارا پانی تمہارے مردہ بزرگواروں کو پہنچتا ہے۔ ہمارا بھی پہنچ جائیگا۔ اِس کو سنکر پنڈے لوگ بہت نادم ہوئے۔ اور صدق دل سے گورو جی کے معتقد ہوگئے۔

پھر وہاں سے گورو نانک جی ملک مالوہ وغیرہ کا سیر فرماتے ہوئے کرتارپور میں تشریف لائے۔ اور اپنی بقیہ عمر وہاں کے دھرم سالہ میں اسطرح پر کاٹی۔ کہ دن میں تمام لوگوں کو جو اُن کی زیارت کے لیئے دُور دُور سے آتے تھے عشق حقیقی کا اپدیش کرتے۔ اور رات کو عبادت میں مصروف رہتے۔ سدابرت جاری کر رکھا تھا۔ جو غریب غربا آتا خالی نہ جاتا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ معہ بھائی بالا کے باہر جنگل میں قدرت الٰہی کا نظارہ کر رہے تھے۔ اور اُس کی صنعت وکاریگری

[ع] سخی سرور سلطان ایک جاٹ تھا۔ گورو نانک جی کی مہربانی سے وہ پیر صاحب کرامت ہوگیا۔ مقام نگاہا دھونکل میں اِس فقیر اور گورو نانک جی دونوں کی یادگار میں مکانات بنے ہوئے ہیں۔ اور وہاں پر سخی سلطان کا میلہ بھی لگتا ہے۔ ۱۲

دبخشش کی ہزارہا صفت کرتے تھے۔ کہ ایک لڑکا موسومہ بوڑا ساکن موضع رماس جو وہاں سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بکریاں چراتے چراتے **گورو نانک صاحب** کے پاس حاضر ہو کر اُن کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بابا جی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے۔ کہ قوم افغانان ہمارے خام و پختہ زراعتوں کو کاٹ کر لے گئے۔ اور ہماری کچھ پیش نہ گئی۔ اس حادثہ پر میرے دل میں ایک سخت وسواس پیدا ہو گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب ان افغانوں کا ہاتھ کوئی نہ روک سکا۔ تو اُس ڈاڈھے دکامل زبردست ملک الموت کا ہاتھ کون پکڑیگا۔ اس لیئے امیدوار ہوں۔ کہ مجھکو اُس مشکل وقت میں سہارا دینیوالی کوئی صورت بتلا دیئے۔ چنانچہ **گورو نانک صاحب** اُس لڑکے کی ایسی ایسی باتوں کو سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ بھائی لڑکے! تو تو بڈھوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ اگر اُس سخت وقت کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ تو خدا کی ریاضت اور بندگی کر۔ دنیا کے دھندوں کو چھوڑ۔ کرتار تیری مدد کریگا۔ معن اُن کے اوپدیش سے اُس لڑکے کی طبیعت میں عشق حقیقی پیدا ہو گیا اور وہ دنیا کے تمام دھندوں کو چھوڑکر **گورو نانک جی** کی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔ اور بھائی بڈھا (پیرمرد) کے نام سے مشہور ہو گیا۔

یہ شخص سمت ۱۶۹۱ بکرمی میں سوا سو برس کی عمر طے کر کے **گورو ہرگوبند جی** کے وقت میں فوت ہوا ہے۔ جبتک یہ جیتا رہا۔ اسوقت تک گوروؤں کی سجادہ نشینی کی رسم یہی ادا کرتا رہا ہے۔ اور اُس کے بعد اُس کی اولاد گوروؤں کو گدی تلک دیتی رہی ہے۔

اسیطرح پربہاں مولچند کھتری۔ ساکن موضع سنکہرا دپر ہنی مل۔ دبھائی لالو۔ بھائی کالا۔ بھائی میاں۔ بھائی جھتا۔ نندھا دا۔ بیرا۔ ستا۔ وکلیا وغیرہ سب لوگوں کو گورو صاحب نے فقیری کی اچھی عظمت بخشی ہوئی تھی۔ یہ لوگ لنگر و دھرم سالہ میں سادھوؤں کی خدمت میں بدل وجان مشغول رہا کرتے تھے۔ اور **گورو نانک صاحب** کی مہربانی سے ریاضت و قناعت زہد و تقوے۔ اور عبادت وغیرہ سب فقیری اوصاف میں پورے ہو گئے تھے۔

غرضیکہ اسیطرح پر **گورو نانک صاحب** اپنے سچے اور صاف اصولوں کی تائید میں دنیا کے لوگوں کو تعلیم دیتے ۷۰ برس ۴ مہینے اور ۱۰ دن کی عمر طے کر کے اسوج بدی دسمی سمت ۱۵۹۶ بکرمی کو مطابق ۱۵۳۹ء و ۹۹۳ھ ہجری کے یہ **گورو انگد جی** کو جو اُن کی آزمایش میں ثابت قدم نکلے تھے اپنا جانشین بنا کر راہی ملک بقا ہو گئے۔ روایت ہے کہ ان کے فوت ہونے کے بعد ہندو و مسلمان دونوں مخالفین قوموں میں۔ اِن کی نعش پر بہت جھگڑا ہوا۔ ہندو اِن کو اپنے قوم کا ہادی سمجھکر آگ میں جلانا چاہتے تھے۔ اور مسلمان اپنا پیر خیال کر کے دفن کرنا چاہتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک شخص آیا۔ اور اُس نے کہا کہ مجھکو تو **گورو نانک صاحب** دس میل کے فاصلہ پر جاتے ہوئے ملے ہیں۔ تم ناحق تکرار کرتے ہو۔ اندر چلکر تو دیکھو۔ جب اندر جاکر دیکھا گیا۔ تو نعش غایب ہو گئی تھی۔ اور صرف چادر اور کچھ پھول وہاں پڑے ہوئے تھے۔ جس کی نسبت یوں لکھا ہے۔ کہ نصف ہندو پھاڑ کر جلانے کیلئے لے گئے۔ اور بقیہ نصف

مسلمانوں نے لیجاکر دفن کردی۔ ہندوؤں نے سمادہ بنالی۔ مسلمانوں نے مزار قایم کرلی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد یہ دونوں مقام دریابرد ہو گئے۔ پھر سمت ۱۸۲۸ بکرمی میں سردار ستارہ سنگھ خلف سردار گوربخش سنگھ قوم جاٹ کوٹ ردو یہ نے **ڈیرہ بابا نانک صاحب** بہ شکل مربع بہ عمارت پختہ از سرِ نو تعمیر کرایا۔ جو ابتک ان کی یادگار میں زیارت گاہ خلق اللہ موجود ہے۔

جب **مہر چند** وغیرہ پسران **دھرم چند** نبیرہ **لکھمی چند گورو نانک جی** کے چھوٹے لڑکے نے موضع کرتار پور کی سکونت چھوڑ کر زمینداران موضع پکھو سے کچھ زمین خرید کر کے اس میں کچھ آبادی وبیہ کی بنیاد ڈالکر وہاں رہنے لگے۔ تو انہوں نے وہاں بھی ایک ڈیرہ **بابا نانک صاحب** کا تعمیر کرایا۔ اور بلکہ اُس دیہہ کو **ڈیرہ گورو نانک صاحب** کے نام سے مشہور کیا۔ اسی کو پھر سمت ۱۸۸۵ بکرمی میں **چندو لال** کے چچا **نانک چند** نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے ایک عالیشان عمارت میں تعمیر کرایا۔ جسکو مہاراجہ صاحب بہادر **رنجیت سنگھ** نے اپنے وقت میں سنگ مرمر اور سونا چاندی کے کام سے اور بھی زیادہ رونق دی۔ علاوہ ازیں اِس مکان کے ساتھ بیدی صاحبان بھی اکثر مختلف اوقات میں مکانات بناتے رہے ہیں اِس جگہ کے نام ابتک سرکار انگلشیہ کیطرف سے بھی مبلغ للعہ کی سالانہ جاگیر معاف ہے۔ یہاں پر بیساکھی کا میلہ ہر سال بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ اور بہت سا نقد وجنس اس میں چڑھتا ہے۔ اُداسی فرقہ کے سنت مہنت بھگوانداس اِس مکان کے پوجاری ہیں۔

گورو نانک صاحب کی مشرح سوانحعمری گو جنم ساکھیوں سے دستیاب ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی اُسکو مکمل تواریخ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ **گورو نانک صاحب** کی عمر کا بہت ساحصہ قریب قریب تمام روے زمین کے سفر وسیاحت میں گذرا ہے جس کا روزنامچہ نہ تو اُنھوں نے خود لکھا ہے۔ اور نہ اُن کے کسی ساتھی نے۔ باقی رہا جو کچھ جنم ساکھیوں میں لکھا گیا۔ وہ تمام بھائی **بالا** کی زبانی **گورو انگد صاحب** نے سنکر درج کیا ہے۔ ایک آدمی کو خواہ اُسکا حافظہ کتنا ہی درست اور تیز ہو **گورو نانک صاحب** کے جیسے دور و دراز سفر کا کُل حال حرف بہ حرف یاد رہنا بالکل غیر ممکنات سے ہے۔ اگر کامل تحقیقات کیجائے اور دو چار شخص اپنی تمام عمر اسی میں صرف کردیں۔ تو غنیمت سے ایسے حالات اور مقامات ظاہر ہوں گے جن کی ہمکو آجتک مطلق خبر نہیں۔ گورو گرنتھ صاحب میں حالانکہ قریب قریب اُن کی کل تصنیفات تلاش کر کے درج کی گئی ہیں۔ تاہم اُن کی بہت سی ایسی تصنیفات روز بروز نکلتی آتی ہیں۔ جو گرنتھ صاحب میں درج نہیں ہیں۔ اور طرزِ عبارت ولب ولہجہ سے بھی خیال ہوتا ہے کہ وہ اُنہی کی زبان سے کہی گئی ہیں۔

چونکہ جنم ساکھیاں بہت سی ہیں۔ اور اُن میں اُن کے سفر کا حال پہلے ہی سے بہت مشرح طور پر درج ہے۔ بلکہ جسکو آجکل کے بعض نئی روشنی والے اصحاب مبالغہ[۱] آمیز بھی تصور کرتے ہیں۔ لہذا طوالتِ مضمون کے خیال سے اِس تواریخ میں اُن کے سفر کو بہت اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ نہایت صحت اور کامل تحقیقات کے بعد۔

۱؎ اگر غور سے دیکھا جاے۔ تو روے زمین پر کوئی مذہب یا فرقہ ایسا نہیں نکلیگا۔ جس کے پیشواؤں کی سوانح عمری خالی از مبالغہ ہو۔ ۱۲

یوں تو دنیا کے کل مذہب والے لوگوں نے اپنے اپنے پیشواؤں کی تعریف میں کوئی لفظ باقی نہیں چھوڑا۔ اور ہر ایک اپنے مذہب اور ہادی کو ایک دوسرے پر ترجیح دیتا رہا ہے۔ لیکن اگر طرفداری ہے کے خیالات کو دور کر کے انصاف کی نظر سے دیکھا جاوے تو یہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ **گورو نانک جی** جیسا راستباز۔ منصف۔ صلح پسند۔ نیک مزاج۔ سنجیدہ طبع ہمہ صفت موصوف شاید ہی کوئی دوسرا پیشوا یا اوتار جسکی غیر مذہب والے لوگ بھی تعریف کریں۔ اور عظمت کی نگاہ سے دیکھیں۔ دنیا میں پیدا ہوا ہو۔ جناب **کسٹ صاحب** بہادر کمشنر قسمت امرتسر مصنف تواریخ بقا یا ہند۔ مولوی **غلام محمد صاحب** مورخ تواریخ **سیر المتاخرین**۔ مصنفان تواریخ و **بستان مذاہب** و **گماکہ پنجاب** وغیرہ سب نے جو غیر مذہب اور غیر ملک کے لوگ تھے **گورو نانک صاحب** کی بزرگی۔ پاکبازی۔ منصف مزاجی۔ راستبازی کو تسلیم کیا ہے۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی رائے میں ان کی نسبت بہت اعلےٰ خیال سے لکھا ہے۔

گورو نانک صاحب کا پورا پورا فوٹو (عکس) اُن کی تصنیفات مندرجہ گورو گرنتھ صاحب کے مطالعہ سے البتہ نہایت عمدہ اور صاف اتر سکتا ہے۔ ذیل میں اُن کی چند تصنیفات بطور مشتے نمونہ از خروارے جن کا تذکرہ اُن کی سوانح عمری سے رہ گیا ہے۔ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

قوم ہنود میں یہ رسم ہے۔ کہ جس کسی کے گھر لڑکا پیدا ہو۔ یا کوئی مر جائے تو اُس کے ہاں بارہ تیرہ یوم تک سوتک رہتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اُس کے گھر کا کھانا پینا ایام سوتک میں ناپاک تصور کیا جاتا ہے۔ اور کوئی غیر آدمی جو اس کنبے سے علحدہ ہوتا ہے۔ اس کے گھر کا پانی تک نہیں پیتا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک امیر ہندو نے کسی مقام پر جہاں **گورو نانک صاحب** بھی موجود تھے برہم بھوج کیا۔ اور اس میں اُن کو بھی مدعو کیا۔ جب سب کھانا تیار ہو گیا۔ تو اتفاق سے اُس کے گھر میں لڑکا پیدا ہو گیا۔ اور سب برہمنوں نے سوتک پڑ جانے کی وجہ سے کھانا کھانے سے انکار کیا۔ اُس وقت **گورو نانک صاحب** نے برہمنوں کو یہ شبد سنا کر سوتک وغیرہ کے تعصب سے باز رکھا۔ **شبد**۔

"جے کر سوتک منی اے سبھ تے سوتک ہوئے۔ گوہے اتے لکڑی اندر کیڑا ہوئے۔ جیتے دانے انّ کے جیاں باجھ نہ کوئے۔ پہلا پانی جیو ہے جت ہریا سب کوئے۔ سوتک کیونکر رکھی اے سوتک پوے رسوئے **نانک** سوتک ایو نہ اُترے گیان اُتارے دھوئے"

"من کا سوتک لوبھ ہے جہبوا سوتک کوڑ۔ اکھی سوتک دیکھنا پر تریا پر دھن روپ۔ کنی سوتک کن پئے لا اعتباری کھائے۔ **نانک** ہنسا آدمی بدھے جم پور جائے"

"سبھو سوتک بھرم ہے دوجے لگے جائے۔ جمن مرنا حکم ہے بھانڑے آوے جائے۔ کہانا پینا پوتر ہے دتو نے رزق سنباہے۔ **نانک** جنی گورمکھ بوجھیا تناں سوتک ناہیں"

ਜੇਕਰ ਸੂਤਕ ਮੰਨੀਐ ਸਭ ਤੈ ਸੂਤਕ ਹੋਇ। ਗੋਹੇ ਅਤੇ ਲਕੜੀ ਅੰਦਰ ਕੀੜਾ ਹੋਇ। ਜੇਤੇ ਦਾਣੇ ਅੰਨ

ਕੇ ਜੀਆ ਬਾਝੁ ਨ ਕੋਇ। ਪਹਿਲਾ ਪਾਣੀ ਜੀਉ ਹੈ ਜਿਤ ਹਰਿਆ ਸਭ ਕੋਇ। ਸੂਤਕ ਕਿਉ
ਕਰ ਰਖੀਐ ਸੂਤਕ ਪਵੈ ਰਸੋਇ। ਨਾਨਕ ਸੂਤਕ ਏਵ ਨ ਉਤਰੈ ਗਿਆਨ ਉਤਾਰੇ ਧੋਇ।
ਮਃ ੧ ।। ਮਨ ਕਾ ਸੂਤਕ ਲੋਭ ਹੈ ਜਿਹਵਾ ਸੂਤਕ ਕੂੜ। ਅੱਖੀ ਸੂਤਕ ਵੇਖਣਾ ਪਰ
ਤ੍ਰਿਅ ਪਰ ਧਨ ਰੂਪ। ਕੰਨੀ ਸੂਤਕ ਕੰਨ ਪੈ ਲਾਇਤਬਾਰੀ ਖਾਹਿ। ਨਾਨਕ ਹੰਸਾ ਆਦਮੀ ਬੱ
ਧੇ ਜਮਪੁਰ ਜਾਂਹਿ। — ਸਭੋ ਸੂਤਕ ਭਰਮ ਹੈ ਦੂਜੈ ਲੱਗੈ ਜਾਇ। ਜੰਮਨ ਮਰਨਾ ਹੁਕਮ
ਹੈ ਭਾਣੈ ਆਵੈ ਜਾਇ। ਖਾਣਾ ਪੀਣਾ ਪਵਿਤ੍ਰ ਹੈ ਦਿਤੋਨੁ ਰਿਜਕ ਸੰਬਾਹਿ। ਨਾਨਕ ਜਿਨੀ ਗੁ
ਰਮੁਖ ਬੁਝਿਆ ਤਿੰਨਾ ਸੂਤਕ ਨਾਂਹਿ।

تشریح ۔ اگر سوتک مانا جاوے تو دنیا کی سب چیزوں میں سوتک ہے۔ اوپلے اور لکڑیوں میں بھی جن سے کھانا پکایا جاتا ہے۔ کیڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اول تو پانی ہی جس سے انسان کی زندگی ہے۔ پیدائیش کیڑوں سے خالی نہیں۔ سوتک جب خاص رسوئی میں ہے۔ تو پھر اسکا کہانا کیا پرہیز ہوسکتا ہے۔ سوتک سوائے گیان کے نہیں اُتر سکتا۔ اصل سوتک (پرہیز) جو تسلیم کے قابل ہے۔ اسکا کسیکو خیال نہیں۔ یعنی من (دل) کا سوتک لوبھ (طمع) ہے اُس سے پرہیز ہونا چاہیئے۔ زبان کا سوتک جھوٹ بولنا ہے۔ آنکھ کا سوتک غیر کی زوجہ کے حسن یا مال کو دیکھنا ہے۔ کان کا سوتک خرافات اور بدی سننا ہے۔ **نانک جی** فرماتے ہیں۔ کہ اُن انسانوں کی روح جو اِن سے پرہیز نہیں کرتے۔ اُنہی ناواجب خیالات سے بندھی ہوئی دوزخ میں چلی جاتی ہے۔

صرف دوئی کے خیالات سے سوتک وغیرہ کا بھرم ہوتا ہے۔ ورنہ موت اور پیدائیش صرف قادر مطلق کے حکم سے ہوتی ہے۔ جو کچھ اُس نے رزق کھانا بنا دیا ہے۔ سب پاک ہے۔ **نانک جی** فرماتے ہیں۔ کہ جنہوں نے خدا کو مرشد کامل کی مہربانی سے پہچانا ہے۔ اُن کو کوئی سوتک وغیرہ نہیں ہے۔

اسیطرح پر ایک مرتبہ جوگیوں کو جو اپنے جوگ کے گھمنڈ میں پھولے پھرتے تھے۔ ذیل کا شبد سنا کر لاجواب کیا۔

شبد ۔ جوگ نہ کھنتھا جوگ نہ ڈنڈے جوگ نہ بھسم چڑہائیے۔ جوگ نہ مونڈی مونڈ منڈائی جوگ نہ سنگی وائیے۔ انجن ماہنہ نرنجن رہیئے جوگ جگت ایوں پائیے۔ گلیں جوگ نہ ہوئی۔ ایک درشٹ کر سم سر جانے جوگی کہیئے سوئی۔ جوگ نہ باہر مڑھی مسانی جوگ نہ تاڑی لائیے جوگ نہ دیس دسنتر بھویئے جوگ نہ تیرتھ نہائیے۔ انجن ماہنہ نرنجن رہیئے جوگ جگت اینو پائیے۔ ست گور بھیٹے تاں سہنسا ٹوٹے دہاوت ورج رہائیے۔ نجھر جھرے سہج دھن لاگے گھرہی پرچا پائیے۔ انجن ماہنہ نرنجن رہیئے جوگ جگت اینو پائیے۔ نانک جیوندیاں مر رہیئے ایسا جوگ کمائیے۔ باجے باجھوں سنگی باجے تو نربھو پد پائیے۔ انجن ماہنہ نرنجن رہیئے۔ جوگ جگت اینو پائیے۔

ਜੋਗ ਨ ਖਿੰਥਾ ਜੋਗ ਨ ਡੰਡੈ ਜੋਗ ਨ ਭਸਮ ਚੜਾਈਐ। ਜੋਗ ਨ ਮੁੰਦੀ ਮੂੰਡ ਮੁਡਾਇਐ ਜੋਗ
ਨ ਸਿੰਙੀ ਵਾਈਐ। ਅੰਜਨ ਮਾਹਿ ਨਿਰੰਜਨ ਰਹੀਐ ਜੋਗ ਜੁਗਤ ਇਉ ਪਾਈਐ। ੧।।
ਗਲੀ ਜੋਗ ਨ ਹੋਈ। ਏਕ ਦ੍ਰਿਸ੍ਟਿ ਕਰ ਸਮਸਰ ਜਾਣੈ ਜੋਗੀ ਕਹੀਐ ਸੋਈ। ਰਹਾਉ।

॥ਜੋਗ ਨ ਬਾਹਰ ਮੜ੍ਹੀ ਮਸਾਣੀ ਜੋਗ ਨ ਤਾੜੀ ਲਾਈਐ॥ਜੋਗ ਨ ਦੇਸ ਦਿਸੰਤਰ ਭਵਿਐ
ਜੋਗ ਨ ਤੀਰਥ ਨ੍ਹਾਈਐ॥ਅੰਜਨ ਮਾਂਹਿ ਨਿਰੰਜਨ ਰਹੀਐ ਜੋਗ ਜੁਗਤਿ ਇਵ ਪਾਈਐ॥
੨॥ਸਤਿ ਗੁਰ ਭੇਟੈ ਤਾਂ ਸਹਸਾ ਤੂਟੈ ਧਾਵਤ ਵਰਜ ਰਹਾਈਐ॥ਨਿੱਝਰ ਝਰੈ ਸਹਜ ਧੁਨ
ਲਾਗੈ ਘਰ ਹੀ ਪਰਚਾ ਪਾਈਐ॥ਅੰਜਨ ਮਾਂਹਿ ਨਿਰੰਜਨ ਰਹੀਐ ਜੋਗ ਜੁਗਤਿ ਇਵ ਪਾ
ਈਐ॥ ੩॥ਨਾਨਕ ਜੀਵਤਿਆਂ ਮਰ ਰਹੀਐ ਐਸਾ ਜੋਗ ਕਮਾਈਐ॥ਵਾਜੇ ਬਾਝਹੁ
ਸਿੰਙੀ ਵਾਜੈ ਤਉ ਨਿਰਭਉ ਪਦ ਪਾਈਐ॥ਅੰਜਨ ਮਾਂਹਿ ਨਿਰੰਜਨ ਰਹੀਐ ਜੋਗ ਜੁਗਤਿ ਇ
ਵ ਪਾਈਐ॥ ੪॥

تشریح - یعنی جوگ نہ تو جھولی رکھنے میں ہے نہ ڈنڈے میں۔ نہ خاک ملنے میں۔ نہ سر منڈوانے میں نہ بین بجانے میں۔ دنیا میں مایا - یعنی خواہشات سے نے خواہش ہو کر رہنا یہی گویا جوگ کمانا ہے۔ باتوں سے جوگی نہیں ہوتا۔ دنیا میں سب کو ایک نظر سے دیکھنا البتہ جوگ ہے جوگ نہ تو باہر کے جنگل اور قبرستان میں ہے۔ نہ تاڑی لگا کر بیٹھنے میں۔ نہ باہر ملک ملک کی سیر کرنے میں نہ تیرتھ وغیرہ پر نہانے میں۔ یہ تو دنیا کی خواہشوں سے نا خواہش ہو کر رہنے میں ہے۔ کامل مرشد کے ملنے سے دل کا وہم دور ہوتا ہے۔ اور دل کی بھٹک رک جاتی ہے تسکین ہو جاتی ہے۔ آسانی سے دھن لگ جاتی ہے۔ اور اپنے آپ میں ہی شغل حاصل ہو جاتا ہے۔ دنیا میں خواہشات سے نے خواہش ہو کر رہنا یہی جوگ ہے۔ جیتے جی اپنے آپکو مردہ سمجھے۔ تب جوگ کے رتبہ کو پہنچے۔ بغیر باجا بجائے از خود آواز باجے کی اپنے آپکو سنائی دے تب بلا خوف کے رتبہ کو پاوے۔ دنیا کی خواہشوں سے نے خواہش ہو کر رہے۔ تب جوگی کہلاوے۔

پھر ایک دفعہ ہندو - برہمنوں۔ اور مسلمانوں کے اندرونی افعال کا ان کے ظاہری برتاؤ سے مقابلہ کر کے آپ نے ذیل کے شبد تصنیف فرمائے

شبد - پرھ پُستک سندھیا بادنگ۔ سل پوجس بگل سمادھنگ۔ مکھ جھوٹ بھبوکھن سارنگ۔ ترے پال تہال بچارنگ۔ گل مالا تلک للاٹنگ۔ دوے دھوتی بستر کپاٹنگ۔ جے جانس برہمنگ کرمنگ۔ سبھ پھوکٹ نسچو دھرمنگ۔ کہہ نانک نہچو دھیاوے۔ ون ستگور واٹ نہ پاوے۔

ਪੜ੍ਹ ਪੁਸਤਕ ਸੰਧਿਆ ਬਾਦੀ॥ਸਿਲ ਪੂਜਸ ਬਗਲ ਸਮਾਧੀ॥ਮੁਖ ਝੂਠ ਬਿਭੂਖਨ ਸਾਰੀ॥
ਤ੍ਰੈਪਾਲ ਤਿਹਾਲ ਬਿਚਾਰੀ॥ਗਲ ਮਾਲਾ ਤਿਲਕ ਲਿਲਾਟੀ॥ਦੁਇ ਧੋਤੀ ਬਸਤ੍ਰ ਕਪਾਟੀ॥ਜੇ ਜਾਨਸ
ਬ੍ਰਹਮੰ ਕਰਮੀ॥ਸਭ ਫੋਕਟ ਨਿਸਚੇ ਕਰਮੀ॥ਕਹੁ ਨਾਨਕ ਨਿਹਚਉ ਧਿਆਵੈ॥ਬਿਨ ਸਤਿਗੁਰ
ਬਾਟ ਨ ਪਾਵੈ॥

شرح - سندھیا اور پُستک نے فائدہ پڑھتے ہیں۔ پتھر کو پوجتے ہیں۔ اور بگلے کیطرح آنکھیں بند کر کے تاڑی لگاتے ہیں۔ منہ سے سچ کے برابر جھوٹ بولتے ہیں۔ مگر ان کے اندرونی حال کو خدا ہی جانتا ہے۔ گلے میں مالا پہنکر ماتھے پر تلک لگاتے ہیں۔ اور دو دھوتی وانگوچھہ رکھتے ہیں۔ اے برہمنوں! اگر انہی کاموں سے تم نجات سمجھتے ہو۔ تو در اصل یہ سب فضول ہیں۔ گورو نانک جی فرماتے ہیں۔ کہ یہ بخوبی

سمجھ لو۔ کہ بغیر سچے ہادی کے بتلائے۔ اور صرف ایک سچے خدا پر یقین لائے نجات نہیں ملیگی۔ **شبد**۔ مانس کھانے کریں نماز۔ چھری وگاویں تن گل تاگ۔ تن گر برہمن پوریں ناد۔ اوناں بھی آویں اوہی ساد۔ کوڑی راس کوڑا واپار۔ کوڑ بول کریں آہار۔ شرم دھرم کا ڈیرہ دور۔ نانک کوڑ رہیا بھرپور۔ متھے ٹکا تیڑ دھوتی ککھائی۔ ہتھ چھری جگت قصائی۔ نیل بستر پہر ہووہ پروان۔ ملیچھ دھان لے پوجیں پوران۔ ابھیا کھیا کا کٹھا بکرا کھانا۔ چوکے اوپر کسے نہ جانا۔ دیکے چوکا کڈی کار۔ اُوپر آئے بیٹھے کوڑیار۔ مت بھٹے وے مت بھٹے ایہ ان اساڈا پھٹے۔ تن پھٹے پھیڑ کرین۔ من جوٹھے چلی بھرین۔ کہہ نانک سچ دھیائیے۔ سچ ہوئے تاں سچ پائیے۔

ਮਾਨਸ ਖਾਣੇ ਕਰਹਿ ਨਿਮਾਜ॥ ਛੁਰੀ ਵਗਾਇਨ ਤਿਨ ਗਲ ਤਾਗ॥ ਤਿਨ ਘਰ ਬ੍ਰਾਮਨ ਪੂਰੇਂ
ਨਾਦ॥ ਉਨ੍ਹਾਂ ਭਿ ਆਵੈ ਓਈ ਸਾਦ॥ ਕੂੜੀ ਰਾਸ ਕੂੜਾ ਵਾਪਾਰ॥ ਕੂੜ ਬੋਲ ਕਰਹਿ ਆਹਾਰ॥
ਸਰਮ ਧਰਮ ਕਾ ਡੇਰਾ ਦੂਰ॥ ਨਾਨਕ ਕੂੜ ਰਹਿਆ ਭਰਪੂਰ॥ ਮੱਥੇ ਟਿਕਾ ਤੇੜ ਧੋਤੀ ਕਖ
ਈ॥ ਹੱਥ ਛੁਰੀ ਜਗਤ ਕਾਸਾਈ॥ ਨੀਲ ਬਸਤ੍ਰ ਪਹਿਰ ਹੋਵੈ ਪਰਵਾਨਾ॥ ਮਲੇਛ ਧਾਨ ਲੇ ਪੂਜ
ਹਿ ਪੁਰਾਨਾ॥ ਅਭਾਖਿਆ ਕਾ ਕੁਠਾ ਬਕਰਾ ਖਾਣਾ॥ ਚਉਕੇ ਉਪਰ ਕਿਸੇ ਨ ਜਾਣਾ॥ ਦੇ ਕੇ ਚਉਕਾ
ਕੱਢੀ ਕਾਰ॥ ਉਪਰ ਆਇ ਬੈਠੇ ਕੂੜਿਆਰ॥ ਮਤ ਭਿਟੈ ਵੇ ਮਤ ਭਿਟੈ॥ ਇਹੁ ਅੰਨ ਅਸਾਡਾ
ਫਿਟੈ॥ ਤਨ ਫਿਟੈ ਫੇੜ ਕਰੇਨਿ॥ ਮਨ ਜੂਠੈ ਚੁਲੀ ਭਰੇਨਿ॥ ਕਹੁ ਨਾਨਕ ਸਚ ਧਿਆਈਐ॥
ਸੁਚ ਹੋਵੈ ਤਾਂ ਸਚ ਪਾਈਐ॥ —

شرح۔ یعنی مسلمان جو ہیں وہ آدم خور ہو رہے ہیں۔ مگر نماز پڑھتے ہیں۔ ہندو نے گلے میں جنیو پہن رکھے ہیں۔ اور ہاتھ سے قلم کی چھری چلاتے ہیں۔ ایسے ہندوؤں کے گھر برہمن جا کر کھانا کھاتے ہیں۔ ان کو بھی ویسا ہی ذایقہ آتا ہے۔ ایسے لوگوں کا سرمایہ جھوٹ ہے۔ اور ان کا بیوپار بھی دروغ ہے۔ جھوٹ بول کر رزق حاصل کرتے ہیں۔ دین و ایمان کو طاق پر رکھ چھوڑا ہے۔ **نانک جی** فرماتے ہیں۔ کہ تمام جھوٹ ہی پھیل رہا ہے۔ پیشانی پر تلک کمر میں رنگی ہوئی دھوتی۔ اور ہاتھ میں دنیا کو ذبح کرنے کے لئے قلم کی چھری لے رکھی ہے۔ نیلے کپڑے پہن کر عزت حاصل کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں سے وہ روپیہ (جو بدعت اور ظلم سے حاصل کیا گیا ہے۔) لیکر پورانوں کی پوجا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا ذبح کیا ہوا بکرا کھاتے ہیں۔ مگر اپنے چوکے پر کسیکو آنے نہیں دیتے۔ چوکا لگا کر اُس کو لکیر سے محدود کرتے ہیں۔ اور اُسکے اندر خود جو جھوٹ سے بھرے ہوتے ہیں جا بیٹھتے ہیں۔ اور غیر کو دیکھکر طرفہ اُسپر یہ کہتے ہیں۔ کہ دیکھو دیکھو ہمارے چوکے کو مت چھونا کہیں ہمارا کھانا نہ خراب ہو جاوے۔ ہ خود ہر خواہ مخواہ جھوٹا فسا و کرتے ہیں۔ دل تو ناپاک ہے۔ اور ظاہرا منہ سے کلی کرکے صاف ہونا چاہتے ہیں۔ **نانک جی** فرماتے ہیں۔ کہ اگر انسان سچے خدا کی یاد کرے۔ اور باطن میں صداقت اختیار کرے۔ تو پاک ہوتا ہے۔ چوکے اور تلک و دھوتی وغیرہ سے انسان پاک نہیں کہلا سکتا۔

پھر ایک موقع پر ایک مسلمان سے جسکو اپنے روزہ اور نماز کا گھمنڈ تھا۔ یہ فرمایا۔ شلوک محلہ ۱۔ مہر مسیت صدق مصلےٰ حق حلال قرآن۔ شرم سنت سیل روزہ ہوہ مسلمان۔ کرنی کعبہ سچ پیر۔ کلمہ کرم نماز۔ تسبیح سا تس بھاوسی نانک رکھے لاج۔

ਮਿਹਰ ਮਸੀਤ ਸਿਦਕ ਮੁਸਲਾ ਹੱਕ ਹਲਾਲ ਕੁਰਾਣਾ ਸ਼ਰਮ ਸੁੰਨਤ ਸੀਲ ਰੋਜ਼ਾ ਹੋ
ਹ ਮੁਸਲਮਾਨਾ ਕਰਣੀ ਕਾਬਾ ਸਚ ਪੀਰ ਕਲਮਾ ਕਰਮ ਨਿਮਾਜ਼ਾ ਤਸਬੀ ਸਾ ਤਿਸ ਭਾ
ਵਸੀ ਨਾਨਕ ਰਖੈ ਲਾਜਾ।

شرح - یعنی رحم کی مسجد میں صبر کا مصلےٰ بچھا کر حق حلال کا قرآن پڑھو - اور شرم کو سنّت سمجھکر حلم کا روزہ رکھو - تب سچے مسلمان ہو سکتے ہو - ظاہرا نماز اور فاقہ کشی سے کچھ نہیں ہوتا - نیک افعال کو اپنا کعبہ سمجھو - اور راستبازی کو مرشد کا کلمہ سخاوت کی نماز ادا کرو - اور خداوند کی رضا پر شاکر رہنے کی تسبیح پھیرو - تب مسلمان کہلاؤ -

اب مذکورۃ الصدر تصنیفات سے جو یہاں پر صرف بطور نمونہ کے درج کی گئی ہیں - ناظرین **گورو نانک صاحب** کی راستی پسندی اور منصف مزاجی کو بخوبی اخذ کر سکتے ہیں - کل گورو گرنتھ صاحب جسکو دوسرے الفاظ میں وید کہا جا سکتا ہے خالص معرفت اور سچائی کے موثر کلامات کا مخزن ہے - گوروؤں کا پورا پورا فوٹو گورو گرنتھ جی میں اُن کی تصانیف کے مطالعہ سے ملتا ہے - اور سچ تو یوں ہے - کہ جیسی صاف اور بلا تعصب اور سچی تعلیم **گورو نانک صاحب** کی ہوئی ہے - شاید ہی کسی اور مذہب کے پیشوا کی ہوئی ہو - مگر افسوس ہے - کہ سکھوں کا مذہب فی زمانناً اپنے پیشواؤں کی تعلیم سے قریب قریب بالکل برعکس چل رہا ہے - ورنہ آج تمام ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگ اِسی فرقہ کے پیرو نظر آتے - جن اصحاب کو گورو گرنتھ صاحب کے پڑھنے اور سننے کا کبھی اتفاق ہوا ہے - وہ البتہ میرے اس ریمارک کی صداقت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں - ورنہ یوں تو ہر کس و ناکس اپنے اپنے خیال کے بموجب ایک دوسرے مذہب پر نکتہ چینی و حرف گیری کر سکتا ہے - فقط

گورو انگد صاحب

گورو انگد صاحب کا اصل نام لہنا تہا۔ یہ نام اِن کو گورو نانک صاحب نے اپنی گدی دینے کیوقت عطا کیا تھا۔ یہ سلطان سکندر لودھی کے عہد میں ۱۱۔ ماہ بیساکھ سمت ۱۵۶۱ بکرمی مطابق سنہ ۱۵۰۴ء کو چار گھڑی رات باقی رہی کے وقت پھیرو مل کھتری کے گھر موضع متے کی سرائے علاقہ مکتسر ضلع فیروزپور میں سبھرائی جی کے شکم سے پیدا ہوئے۔ اور سمت ۱۵۷۶ میں بمقام موضع کھنڈور صاحب پرگنہ ترنتارن میں مسماۃ کھیوی جی کے ساتھ بیاہے گئے۔ جس سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

سمت ۱۵۸۹ بکرمی میں یہ گورو نانک صاحب کے مرید بنے۔ اور عرصہ دراز تک اُن کی خدمتگذاری اور فرمانبرداری میں دل وجان سے مصروف رہے۔ اُن کے حکم کی تعمیل میں ذرا حیل وحجت نہ کرتے۔ اور اپنے اعتقاد میں ایسے ثابت قدم نکلے۔ کہ گورو نانک صاحب نے اِن کو گدی کے معاملہ میں اپنے خاص بیٹوں پر بھی ترجیح دی۔

بعد گدی نشینی کے بہ حسب ایماءِ گورو نانک صاحب اپنے اصلی مسکن موضع کھنڈور میں چلے گئے۔ اور وہاں ایک غار تالاب کے کنارہ جو اب پختہ بن کر چپتیانہ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ کنکروں کے بستر پر زہد وریاضت میں ایسے مصروف ہوئے۔ کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ اور صرف تھوڑے سے دودھ پر اوقات بسری کرنے لگے۔

یہ بھی علی ہذا گورو نانک صاحب کی طرح بڑے راستباز اور پاکباز ہوئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ اپنی سخاوت اور بزرگی کی وجہ سے ایسے مشہور ہو گئے۔ کہ ہزارہا لوگ اِن کی زیارت کو آتے۔ اور اِن کے مرید ہو جاتے۔ انہوں نے بھی گورو نانک صاحب کی طرح محتاجوں اور فقیروں کو کھانا کھلانے میں خوب لنگر گرم رکھا۔ اور گورو نانک صاحب کے سچے اصولوں کی تائید میں بڑی سرگرمی سے کوشش کرتے رہے۔ گورمکھی حروف بھی انہی کی ایجاد ہے۔ انہوں ہی نے آدل میں بھائی بالا جی سے جو گورو نانک صاحب کے ساتھ ہر ایک سفر میں ہمراہ تھے۔ سمت ۱۶۰۱ بکرمی میں اُن کے کل سفر کا حال سنکر ایک کتاب موسومہ جنم ساکھی میں قلمبند فرمایا۔

قبل گدی دینے کے گورو نانک صاحب نے اِن کے اعتقاد کو بارہا آزمایا تہا۔ اور یہ ہمیشہ ثابت قدم نکلے۔ ایک مرتبہ

کا ذکر ہے۔ کہ فرش پر ایک چوہا مرا ہوا پڑا تھا۔ **گورو نانک صاحب** نے اپنے بیٹوں اور چند سکھوں کو اُسے اُٹھا کر پھینک دینے کا حکم دیا۔ سب ہچکچا ئے۔ مگر **انگد صاحب** نے فوراً اُسکو اٹھا کر پھینک دیا۔ ایک روز گورو صاحب سے اُن کی اہلیہ نے اپنے فرزندوں کے واسطے سفارش کی اور کہا کہ گوروائی کی گدی ان کو ملنی چاہیئے۔ تو گورو صاحب نے فرمایا کہ یہ عہدہ موروثی نہیں ہے۔ بلکہ ذاتی لیاقت و فرمانبرداری سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اُن کی خاطر جمع کرنے کے لیئے ایک روز ایک پیالہ **سنگ سلیمانی** کا جو اُن کے ہاتھ سے کیچڑ والے حوض میں گر پڑا تھا۔ اپنے فرزندوں سے نکالنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ کسی مزدور سے نکلوایا جاویگا۔ اگر ہم نکالیں تو ہماری پوشاک خراب ہو جاویگی۔ پھر جو **انگد جی** کی طرف نظر کی تو وہ فوراً بلا لحاظ مکلف پوشاک کے جو اُسوقت پہنے ہوئے تھے۔ حوض کی کیچڑ میں کود پڑے۔ اور برتن نکال لائے۔ تیسری بار ایک روز **گورو نانک صاحب** نے امتحاناً ایک مردہ کی لاش کو دریا کے کنارہ پر دیکھکر حکم دیا۔ کہ جو شخص ہمارے قول پر اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ اِس مردہ کو کھاوے۔ یہ سنکر سب خاموش رہ گئے۔ کسی نے جرأت نہ کی۔ مگر **انگد صاحب** نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ روایت ہے کہ جب **گورو انگد جی** مردہ کھانے کو گئے۔ تو اُن کو وہ کڑاہ پرشاد کی لذت کا معلوم ہوا۔ چہارم **گورو نانک صاحب** اپنے مریدوں کی آزمایش کیلئے دیوانہ بن گئے۔ اور واہیات خرافات کہنا۔ سب کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ جسکو دیکھکر تمام لوگ بلکہ لڑکے بھی بھاگ نکلے۔ مگر صرف ایک انگد صاحب ہی ثابت قدم رہے۔ بس اسی طرح جب بہت دفعہ امتحان کیا گیا۔ اور سوائے **گورو انگد صاحب** کے دوسرا کوئی قایم نہ رہا تو **گورو نانک صاحب** نے ان کی ثابت قدمی و جان نثاری پر بہت خوش ہو کر گوروائی کی گدی بھی انہی کو عطا فرمائی۔

گورو انگد صاحب اصل متوطن ملک مالوہ علاقہ مکتسر موضع متے کیے سرائے کے جسکو اب ناگا کی سرائے کہتے ہیں تھے۔ ان کے اخلاق و عادات بچپن میں ہی حمیدہ اور پسندیدہ تھے۔ یہ کبھی کسی سے بدکلامی یا کینہ نہ کرتے۔ اور جو کچھ اپنی محنت سے پیدا کرتے۔ وہ سب غریبوں اور فقیروں کو کھلا دیتے۔ اُس ملک میں ابتک ان کی سخاوت کا شہرہ ہے۔ جو کوئی ان سے کچھ سوال کرتا۔ یہ بہر صورت اُس کو پورا کرتے تھے۔

سمت ۱۵۸۷ بکرمی میں **بابر بادشاہ** کی چڑھائی پر ان کا گاؤں ویران ہو گیا۔ کیونکہ قوم بھٹی و چچا ہدہ گرد نواح کے مسلمانوں نے اپنے قرب و جوار کے دیہات بالکل برباد کر ڈالے تھے۔ اُسوقت کے اجاڑے ہوئے صدہا گانوں اب بمشکل ٹیلے دکھائی دیتے ہیں چنانچہ ابتک اُس گانوں کا بلند ٹیلہ وہاں نظر آتا ہے۔ اُس پر ان کے نام کا گوردوارہ جو سمت ۱۶۹۲ بکرمی میں **دیوان محکم چند** نے تعمیر کرایا تھا۔ موجود ہے۔

گورو انگد جی کے والد صاحب جسمت۔ فقیر دوست عالم آدمی حاکم فیروز پور کے کارکن تھے۔ اپنے گانوں کے ویران اور تباہ ہو جانے کی وجہ سے مع اپنے عیال و اطفال کے سمت ۱۵۷۹ بکرمی میں ملک ماجہ دریاے بیاس کے کنارے پر موضع کھنڈور اپنے فرزند کے سسرال میں جا آباد ہوئے۔ اور پیشہ تجارت سے اوقات بسر کرنے لگے۔ یہاں کے باشندے اُسوقت دیوی جی کی پرستش کرتے تھے۔ انکا خاندان بھی دیوی جی کی اُپاشنا کرنے لگا۔

سمت ۱۵۹۳ بکرم کو اپنے باپ کی وفات کے بعد گورو انگد جی نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ بلکہ اپنے باپ سے بھی زیادہ دیوی کے بھگت بن گئے۔ ہر سال سینکڑوں بھگتوں کو ہمراہ لے کر درشن کو جایا کرتے۔ لباس بھی دیوی جی کے بھگتوں کا سا رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ درگا اُپاسکوں کے ہمراہ ویشنو دیوی کے درشنوں کو جاتے ہوئے راستہ میں گورونانک صاحب جی کی تعریف اور کراستوں کا شہرہ سنکر اُن کے درشنوں کے واسطے گھوڑی کی باگ کرتارپور کیطرف موڑی۔ تو گانوں کے متصل اتفاقاً گورونانک صاحب ہی تن تنہا جنگل کیطرف سے دھرم سالہ کو آتے ہوئے ملگئے۔ چونکہ انہوں نے ان کو کبھی دیکھا نہ تھا۔ اسوجہ سے لاعلمی میں اُن کے ساتھ گھوڑے ہی پر برابر گفتگو کرتے ہوئے گانوں میں جا پہنچے۔ یہ اپنے گھوڑی کے باندھنے میں مصروف ہوئے۔ اُدھر گورونانک صاحب دھرم سالہ میں اپنی جگہ پر جا بیٹھے۔ جب یہ درشن کے واسطے وہاں گئے۔ تو گورو صاحب کو پہچان کر قدموں میں گر پڑے۔ اور معافی مانگی۔ گورونانک صاحب نے اُن کو تسلی و تشفی دیکر بٹھلایا۔ اور کہا۔ کہ سوائے اکال پورکھ کے اور کسی دوسرے دیوی دیوتا کی بندگی نہیں کرنی چاہیئے۔ اِس کو سنتے ہی گورو انگد جی کی طبیعت کو کچھ ایسا اثر پہنچا۔ کہ اُنہوں نے دیوی جی کے درشنوں کو آگے جانا ملتوی رکھا۔ اور بموجب ارشاد دیوی جی کے جو خواب کی حالت میں اُن کو ہوا تھا۔ دل و جان سے گورونانک صاحب کے معتقد ہو گئے۔ اور اُن کو یقین

ਲਹਿਣਜੀ کامل ہو گیا۔ کہ نجات سوائے ہدایت عارفان الٰہی کے کوئی دیوی دیوتا نہیں دے سکتا۔ کیونکہ سابق میں لہنا جی نے دیوی جی سے نجات کی التجا کی تھی۔ تو الہام ہوا۔ کہ یہ درجہ مرشد کامل سے تجھے حاصل ہوگا مجھے دُنیاوی نعمتوں کی ضرورت ہو تو کہو۔ غرض اُنہوں نے اپنے بہت ہمراہیوں کو بھی گورونانک جی کا معتقد بنا دیا۔ اور اُس دن سے دنیا کی تمام جھوٹی دولت و بڑائی کو ترک کر کے نہایت غریبی و عاجزی سے بارہ برس تک گورونانک صاحب کی خدمت میں مصروف رہے۔

ان کا ہمیشہ یہ قاعدہ تھا۔ کہ آدھی رات کو اُٹھتے اور غسل کر کے ایک گوشہ میں عبادت کے لیئے بیٹھ جاتے۔ اور آفتاب طلوع ہونے پر دربار خاص میں جلوس فرما کر گورونانک صاحب کی بانی سنتے۔ اور اپنے سب سکھوں کو معرفت الٰہی کا اُپدیش کرتے۔ اور اپنے پاک جمال سے سب کو نہال فرماتے۔ پھر دس بجے دن کے نقارہ بجا کر ہندو مسلمان قوم کے غریب غرباء و محتاجوں کو کھانا تقسیم کرتے۔ کہتے ہیں کہ ان کے لنگر میں اکثر حلوا و کھیر ملتا تھا۔ قصبہ کھنڈور کے کل اقوام زمیندار گوت کھیرا وغیرہ نے قاعدہ باندہ رکھا تھا۔ کہ ہفتہ میں ایک دن کا دودہ جسقدر جس کسی کے گھر ہوتا۔ وہ گورونانک صاحب کے لنگر میں دے آتا۔ اگر کوئی غفلت کرتا۔ تو اُس کی گاؤ میش وغیرہ دودہ دینے سے بند ہو جاتیں۔

ਸ਼ਿਵਨਾਥ سمت ۱۶۰۱ بکرم میں بباعث نہونے بارش کے زمینداروں نے جمع ہو کر ایک جوگی مسمی شیونا تھ کے پاس جس نے اپنے آپ کو صاحب کرامت و پرمیشور کہہ رکھا تھا۔ جا کر بارش کی التجا کی۔ اُس حریص و مکار جوگی نے کہا۔ کہ گورو انگد کو اپنے گانوں سے نکال دو۔ تو میں بارش کرا دوں گا۔ ان احمق زمینداروں نے جوگی کی بات پر یقین لا کر اُن کے نکالنے کا ارادہ کیا۔ وہ خود بخود اُن

ਖਾਨਰਜਾਦ ਪੇਮਾਂ کے کہنے سے پہلے موضع خان رجادہ میں چلے گئے۔ اور وہاں اپنے صادق سکھ بھائی پیرچیاں کے ہاں جا ٹھہرے۔ جب

جوگی بارش نہ کرسکا۔ تو تمام زمیندار اپنی بیجا حرکت پر بہایت شرمندہ ہوئے۔ اور جوگی سے ناراض ہو گئے۔

اتفاقاً **گورو امرداس صاحب** جو اُس وقت **گورو انگد صاحب** کے معتقدین میں سے تھے موضع کھنڈور میں آنکلے۔ وہ **گورو انگد صاحب** کے یہاں سے چلے جانے کا حال سنکر بہایت جوش میں آئے اور لوگوں سے کہا۔ کہ اگر بارش چاہتے ہو۔ تو جہاں جہاں تم اِس جوگی کو گھسیٹ کر لیجاؤ گے۔ اُسی اُسی جگہ بارش ہو جاویگی۔ چنانچہ جاٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اور جوگی کے پاؤں میں رسی باندھ کر کھینچتے ہوئے کھیتوں میں لیتے پھرے قدرت ایزدی سے جس جگہ اُس کے اعضاء گئے۔ وہیں بارش ہوئی۔ بعد ازاں گانوں کے سب لوگ جمع ہو کر **گورو انگد صاحب** کو بصد عجز و نیاز اپنے گانوں میں لے آئے۔ **گورو امرداس جی** کی اِس معجزہ صفت کارروائی پر **گورو انگد صاحب** بہت خفا ہوئے۔

گورو انگد صاحب کے پاس جسقدر نقد و جنس سکھ لاتے تھے۔ وہ سب لنگر و دھرم ارتھ میں صرف کر دیتے تھے۔ اپنے ذاتی خرچ میں کچھ بھی نہ لاتے۔ اور دونوں فرزنداں مسمّی **داتو جی** و **داسو جی** کو یہ حکم دے رکھا تھا۔ کہ تم اپنی معاش دوکان یا زراعت سے حاصل کرو۔ یہ پوجا کا مال دنیاداروں کے لیئے زہر کا حکم رکھتا ہے۔ اور آپ بھی صرف جو کی ایک خشک روٹی کے سوائے آٹھ پہر میں اور کچھ نہ کھاتے۔ خدا کا نام ہی اپنا آدھار سمجھتے تھے۔ ہزاروں آدمی اِن کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ سہ پہر کو پوتھی جنم ساکھی **گورو نانک صاحب** کی سنتے تھے۔ ان کے ہاں بھی مثل **گورو نانک جی** کے ہر وقت شاہانہ رونق رہتی تھی۔ اس لیئے ان کو سب لوگ **دوسری پادشاہی** کہا کرتے تھے۔ اُنہوں نے اپنی خوش اخلاقی و ذاتی لیاقت سے ہزارہا لوگوں کو اپنا معتقد بنا کر سکھوں کے فرقہ کو بہت ترقی دی۔ ان کے کل معجزات پوتھی سورج پرکاش میں مفصّل طور پر درج ہیں۔

سمت ۱۵۹۷ بکرمی میں جب **ہمایوں** بادشاہ **شیر شاہ** افغان سے شکست کھا کر اپنی ولایت کو بھاگا جاتا تھا۔ تو اثناء راہ میں دریائے بیاس کے کنارہ پر **گورو انگد جی** کی بزرگی کا شہرہ سنکر اُن کے پاس گیا۔ اس وقت یہ عبادت میں ایسے محو تھے۔ کہ بادشاہ کی تعظیم نہ دے سکے۔ اسپر بادشاہ کو غصہ آگیا۔ اور اُس نے اِن کو قتل کرنے کے ارادہ سے ہرچند تلوار میان سے نکالی۔ مگر وہ نہ نکلی۔ اتنے میں **گورو انگد جی** نے مراقبہ سے بیدار ہو کر کہا۔ کہ اے بادشاہ تو نے یہ شمشیر **شیر شاہ** پر کیوں نہ چلائی۔ وہاں سے تو پیٹھ دکھا کر چلے آئے۔ اور اب بیدل فقیروں پر شمشیر کی بہادری دکھانا چاہتے ہو!! بادشاہ نے **گورو صاحب** کو ولی سمجھکر اُن سے معافی مانگی۔ گورو جی نے جو دوست و دشمن سب کو یکساں سمجھتے تھے۔ فرمایا۔ کہ بعد چند سال کے تم **ہند** کے بادشاہ ہو جاؤ گے۔ بلکہ اِسی حالت گردش میں تمہارے گھر ایک شاہزادہ صاحب اقبال نیک نام ایسا پیدا ہوگا۔ جو تمام **ہندوستان** و **افغانستان** پر حکومت کریگا۔ چنانچہ تھوڑی مدت بعد **گورو انگد صاحب** کا قول پورا ہو گیا۔ یہ گورو صاحب ایک فقیر موحد صلح کُل خدا دوست صاحب کشف و کرامت اور غایت درجہ کے عابد اور متقی تھے۔ ہر ایک شخص اور ہر ایک قوم سے ان کی دلی محبت تھی تعصب کا تو نام ہی نہیں جانتے تھے۔ اور غضب و

قہر و بدمزاجی۔ وغیرہ اِن کی سرشت میں ہی نہیں تھے۔ غایت درجہ کے ہردلعزیز تھے۔ جو کوئی اُن کے سامنے جس خواہش سے گیا۔ اُس کا مقصد ضرور پورا ہؤا۔ ہزارہا لوگوں کو اِن کی تعلیم سے فائدہ ہؤا۔ انہوں نے بہی باوجود موجود ہونے دونوں بیٹوں کے صرف امرداس جی کو جو اِن کا نہایت لایق۔ فرمانبردار اور جان نثار مرید تھا۔ اپنا جانشین بنایا تہا۔ اور آپ بروز بدہ چیت سدی چوتہہ۔ پہر دن رہے کیوقت سمت ۱۶۰۹ بکرم مطابق ۱۵۵۲ع بمقام کھنڈور (۷۳ سال ۲ ماہ ۹ یوم کی عمر میں گدی نشین ہوکر ۱۲ سال ۹ ماہ ۷ یوم گوریائی کرکے) ۸۵ سال ۶ ماہ ۱۱ یوم کی عمر میں اِس ملک فانی سے کوچ کر گئے۔ اِن کا ڈیرہ موضع کھنڈور کے باہر بہت عمدہ عالیشان عمارت کا بنا ہؤا موجود ہے۔ جسکو انہوں نے اپنی حیات میں ہی تیار کرا رکھا تھا اِس مکان پر سال بھر میں دو میلہ ہوتے ہیں۔ ایک سالونن اور دوسرا اسوج میں مبلغ ایک ہزار چارسو اٹھاون روپیہ کی سالانہ جاگیر سدابرت کے واسطے مکان مذکور کے نام سرکار انگریزی کی طرف سے معاف ہے۔

گورو انگد صاحب کے بیٹوں میں سے **داتو جی** تو لاولد ہوئے۔ اور **داسو جی** کی اولاد باوی صاحبزادہ کہلاتے ہیں جو سمادھ کے پوجاری ہیں۔

سری گورو امرداس صاحب پادشاہی سوم

یہ گورو صاحب سکندر لودہی کے وقت ۹- ماہ بیساکہ سُدی چودہ سمت ۱۵۳۶ بکرمی کو (مطابق ۱۴۷۹ء سنہ ۸۸۴ھ) بروز جمعہ پہر رات باقی رہی کے وقت موضع باسرکی پرگنہ امرتسر میں تیج بہان بہلے کھتری کے گھر سولکہنی جی کے بطن سے پیدا ہوئے - ۱۱- ماگہ سمت ۱۵۵۶ بکرمی کو ان کی سماۃ رام کور سے شادی ہوئی - دو بیٹے اور ایک بیٹی ان کے پیدا ہوئے - ان کی شروع سے فقیر دوستی وخدا پرستی کی عادت تہی - ہمیشہ زیارت تیرتہ ہا وغیرہ میں مشغول رہا کرتے یہاں تک کہ اکیس دفعہ ہردوار - گنگا جی کا اشنان برہنہ پا پیادہ چلکر کیا تھا -

ایک مرتبہ کا ذکر ہے - کہ یہ مولا کے باغ میں سوئے ہوئے تھے - ایک برہمچاری پنڈت نے ان کے پاؤں میں پدم کا نشان دیکھکر ان سے کہا - کہ آپ کسی راج گدی پر بیٹھکر دین و دنیا کے بادشاہ ہوں گے - انہوں نے فرمایا - کہ جو حکم ایزدی یوں ہی ہے تو ظہور میں آجاوے گا -

روایت ہے - کہ آپ نے اسوقت اُس برہمچاری کو کچہہ مٹھائی دینی چاہی - مگر پنڈت صاحب نے کہا کہ تمہارا مرشد کون ہے - انہوں نے جواب دیا - کہ میرے کوئی مرشد نہیں کیا - یہ سنتے ہی برہمچاری نے کہا - کہ میں ایسے بےمرشد کا منہ دیکھنا ہی گناہ سمجھتا ہوں - اسی دن سے اُن کو مرشد کی تلاش ہوئی - اور بیراگی - گوسائیں جوگی - اسلام ہر فرقہ کے فقراء سے ملے - مگر کسی سے تسکین نہوئی - یہ سب اپنے اپنے مذہب کے طریقوں میں ہی پابند کرنا چاہتے رہے۔

تھوڑے دنوں بعد انہوں نے بی بی امرو صاحبہ گورو انگد صاحب کی دختر سے (جو ان کے برادر زادہ سے منسوب تہی) گورو نانک صاحب کی بانی جو وہ بڑی فجر اٹھہ کر ہمیشہ پڑھا کرتی تہی سنی - تو ان کے دل کو ایک ایک قسم کا اس بانی کے سننے سے خود بخود قرار آگیا -

غرض اُنہوں نے اُس بانی کے مصنف کا حال و نام و نشان دریافت کیا تو بی بی جی نے معہ اوصاف پاکیزہ اپنے والد بزرگوار کا نام ظاہر کیا۔ اور حسب درخواست اُن کے اُن کو اپنے ساتھ لیکر **گورو انگد صاحب** کے پاس لائیں۔ یہ بھی دیدار سری گورو صاحب سے نہایت محظوظ ہوئے۔ اور دل و جان سے اُن کے معتقد ہو کر اُن کو اپنا مرشد بنایا۔ اور سمت ۱۵۹۷ بکرمی سے گورو صاحب کی خدمت میں حاضر رہکر بارہ برس تک اُن کی خدمت کی۔ منجملہ اُن کے ایک خدمت کا حال جس کی وجہ سے اُن کو عالی مرتبہ گدی گورپائی کا حاصل ہوا۔ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اُنہوں نے باوجود اسقدر ضعیف العمری کے یہ سخت خدمت اپنے ذمہ لی ہوئی تھی۔ کہ ہمیشہ آدھی رات کو اُٹھکر دریائے **بیاس** سے جو تین کوس کے فاصلہ پر تھا۔ پانی بھر کر لاتے اور اپنے گورو کو اشنان کراتے۔ جانے کے وقت کھنڈور سے ایک دراز فاصلہ تک اپنے گورو کی طرف پیٹھ کرنا بے ادبی سمجھکر اُلٹے پاؤں چلتے۔ اور ہر طرح کی خدمات لنگر وغیرہ میں دل و جان سے مصروف رہتے۔ اور اپنے مرشد کا ادب یہاں تک رکھتے۔ کہ ایک روز برلب دریا گورو صاحب کے ہمراہ چلے جاتے تھے۔ اتفاقاً آپکا ہاتھ ہل کر مرشد سے آگے بڑھ گیا۔ اُس بے ادبی کے نتیجہ میں اُنہوں نے اپنے ہاتھ کو بیکار سمجھ لیا۔ اور اپنے مرشد کا حکم بجالانے میں ایسے فرمانبردار تھے۔ کہ ایک روز جاڑے کے موسم میں حالانکہ بارش ہو رہی تھی۔ ہوا بھی نہایت تیز تھی۔ اور رات ایسی اندھیری کہ ہاتھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مگر اُنہوں نے اپنے معمول کو نہ چھوڑا۔ اور حسب دستور گاگر اُٹھا کر بیاس پر سے پانی لینے کے لیئے چلدیئے۔ راستہ میں تمام پانی بھرا ہوا تھا۔ بجلی کڑک رہی تھی مشکل سے قدم پڑتا تھا۔ غرض بدقت تمام دریا پر پہنچے۔ وہاں اُس کو بھی طغیانی پر دیکھا۔ باوجود یکہ پانی بھرنے کی دریا میں سے کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ مگر حق فرمانبرداری و راسخ الاعتقادی نے اُن کو پیچھے لوٹنے نہ دیا۔ اور زندگی سے ہاتھ دھو کر دریا میں کود پڑے۔ اُن کے اس اعتقاد کو دیکھکر دریا بھی خاموش ہو گیا۔ وہ حسب معمول اشنان کرکے گاگر پانی کی اُٹھا کر واپس آئے۔ جب بہت سی تکلیفات اُٹھا کر گاؤں میں پہنچے۔ تو ایک بافندہ کے صحن میں بر سر راہ تانی کی ایک میخ سے ٹھوکر کھا کر گر پڑے۔ اپنے آپ کو تو نہیں سنبھالا۔ مگر جل مقدس کو بڑی ہوشیاری سے سنبھال کر گاگر سے گرنے نہ دیا۔ اُس وقت بافندہ نے گرنے کی آہٹ سنکر اپنی عورت سے پوچھا۔ کہ اس نازک وقت میں یہ کون شخص ہے جو لاہی نے طعنہ سے کہا۔ کہ سوائے **امرو** بیچارہ نتھالوہ کے دوسرا یہاں گرنیوالا کون ہے۔ وہی اسوقت ہر روز دریا سے پانی لایا کرتا ہے۔ **امرداس جی** کی طبیعت میں جولاہی کے طعنہ نے ذرا بھی اثر نہ کیا۔ بلکہ اپنے اعتقاد میں بالکل ثابت قدم رہے۔ اور اپنے گورو کو بدستور سابق جا غسل کرایا۔ **گورو انگد صاحب** اپنی غیب دانی سے اُس سرگذشت کا سارا حال معلوم کرکے **امرداس جی** سے بہت خوش ہوئے۔ اور صبح کو دیوان خانہ میں بافندہ کی عورت کو بلا کر شب کا ماجرہ استفسار فرمایا۔ تو اُس عورت نے جو کچھ گذرا تھا سب کہہ سنایا۔ جس کو سنتے ہی گورو انگد جی نے نہایت پریم سے مہر و محبت کے آنسو بھر کر سر دربار امرداس جی کو اپنے گلے سے لگایا۔ اور بہ آواز بلند اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ یہ **گورو امرداس نتھاوں کی تھان۔ نمانیوں کے مان۔ نتے اوٹاں کی اوٹ**

یعنی جس کا کوئی نہیں۔ اور کسی لائق نہیں۔ اسکو یہ بدرجہ غایت فیض بخشنے والے عظمت وعروج کے گھر ہوں گے۔ اور صدہا لوگوں کو ظاہری وباطنی دولت سے مالا مال کرکے مرتبہ جاہ وجلال بخشیں گے۔ سچ ہے **مصرعہ** ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ ہر کہ خود را دید او محروم شد **مصرع** مہتری در قبول فرمانست۔ پھر اسی روز سے **امرداس جی** کو **گورو انگد صاحب** نے سمت ۱۶۰۹ بکرمی میں گورو یائی گدی پر ممتاز وسرفراز فرمایا۔

جب **امرداس جی** کو گدی ملی۔ تو انہوں نے اپنی سکونت قصبہ گوبندوال میں اختیار کی۔ یہ قصبہ سمت ۱۶۰۳ بکرمی میں **گورو انگد صاحب** کی کوشش سے دریائے بیاس کے کنارہ آباد کیا گیا تھا۔ شروع میں اس قصبہ کو ایک گوبندہ نامی کھتری نے بادشاہ سے زمین حاصل کرکے آباد کیا تھا۔ مگر روایت ہے کہ اس جگہ بھوت پریت بہت رہتے تھے۔ جو اکثر اس گانوں کے آباد ہونے میں ہارج ہوتے تھے۔ اور عموماً قرب وجوار کے لوگ بھی اس پر چھاپہ مار کے لوٹ مار کیا کرتے۔ (شاید یہی بھوت پریت ہوں گے) **گوبندہ** حیران ہوکر **گورو انگد صاحب** کے پاس گیا۔ اور کہا کہ بغیر آپ کی مہربانی کے اس گانوں کا آباد ہونا دشوار نظر آتا ہے۔ چنانچہ اس کی التجا پر انہوں نے اپنے ہاتھ کی ایک چوب دیکر **گورو امرداس** جی کو اس کے ہمراہ بھیجا۔ اور فرمایا کہ جہانتک ہماری یہ چھڑی پھیری جائیگی۔ وہاں تک کوئی شیطان نہیں رہیگا۔ غرض ایسا ہی ہوا۔ اور گانوں باسانی آباد ہو گیا۔ بلکہ گورو صاحب کے لحاظ سے ڈاکو لوگ بھی مطیع اور مددگار ہو گئے۔ جس کے بعد حسب اجازت گورو انگد صاحب **گورو امرداس جی** بھی وہیں معہ اپنے عیال واطفال کے جا آباد ہوئے۔ انہوں نے گورو **نانک صاحب** کے فرقہ کو بہت ترقی دی۔ یہانتک کہ چند پہاڑی راجاؤں کو بھی اپنا معتقد بنالیا۔ جہاں سے ہزارہا روپیہ نقد وجنس بطور چڑھاوے کے آنے لگا۔ لنگر یعنی سدابرت ہروقت جاری رہتا۔ غریب غرباء کو بافراط کھانا تقسیم ہوتا۔ انکا روزمرہ یہ طریقہ تھا۔ کہ ایک دیوار کی میخ کو پکڑ کے تمام دن اور رات خدا کی بندگی میں کھڑے رہتے۔ باوجود عمر ایک سو برس کے ضعیفی میں بھی کبھی ایک گھنٹہ کیلئے بستر پر بیٹھ لگا کر نہ سوتے تھے۔ ان کی اس غایت درجہ کی بندگی کا شہرہ سنکر **شیخ محمد طاہری لاہوری** جسنے سمت ۱۰۰۱ ہجری میں وہیں وفات پائی۔ اور **سید شاہ بلاول** جنکا مزار لاہور میں اب تک مشہور ہے۔ اور ۱۰۴۶ ہجری میں قضا کر گئے۔ اور **سید محمد مقیم ساکن حجرہ شاہ مقیم وخواجہ بہاری وغیرہ** سب جن کی بابت تواریخوں میں یوں لکھا ہے (کہ ایک وقت میں کئی آدمیوں کے ساتھ جدا جدا مطلب کی گفتگو کرتے تھے) **گورو امرداس صاحب** کی زیارت کو آئے۔ اور ان کے زہد کو دیکھکر متعجب ہوئے۔ منذرجہ صدر فقراء نے پوچھا۔ کہ باوجود اسقدر عارف ہونے کے آپ اسقدر ریاضت وزہد کیوں کرتے ہیں؟

تب **گورو امرداس جی** نے تمثیلاً جواب میں کہا۔ کہ ایک غریب آدمی ہمیشہ بڑی تکلیفوں سے بازار کی خاک جمع کرکے اور دھو چھان کر کچھ نہ کچھ اسمیں سے اپنے گزارہ کے لیئے پیدا کر لیتا۔ ایک کیمیاگر ہمیشہ اسکو اسی طرح کرتے دیکھتا۔ اس نے ایک روز رحم کھا کر اس زمین میں جہاں کی وہ خاک چھانا کرتا تھا۔ ایک لعل پھینک دیا۔ جسکو وہ پاکر نہایت آسودہ

حال دلتو انگر بن گیا۔ لیکن اُس خاک چھاننے کے پیشہ کو نہ چھوڑا۔ کیمیاگر نے پوچھا۔ کہ کیا تم اب بھی محتاج ہو۔ ؟ اُس نے جواب دیا۔ کہ جس پیشہ کی مہربانی سے میری تباہی دور ہوئی ہے۔ اُس کو میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اگر چھوڑدوں تو میری احسان فراموشی اور نالایقی ہے۔ اسیطرح پر جس ریاضت اور زہد سے ہمکو یہ مرتبہ ملا ہے۔ ہم اُسکو کیونکر چھوڑ دیں۔ اس جواب باصواب سے اُن سب لوگوں کے دل کی تسکین ہو گئی۔

پھر اُنہوں نے گورو امرداس جی سے نجات کا راستہ پوچھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ تمام دنیاوی خواہشوں کو ترک کر کے یاد الہی میں مصروف ہونے اور اُس کی رضا پر شاکر رہنے سے نجات ملتی ہے۔ اسیطرح پر باہم بہت کچھ مذہبی مباحثہ کے بعد گورو صاحب نے اُن فقیروں کو رخصت کیا۔

یہ اکثر بانی یعنی تصنیفات محمد و ثنا نہایت موثر زبان میں لوگوں کے اُپدیش کے لیئے جو گورو گرنتھ صاحب جی میں درج ہیں اُچارن کیا کرتے۔ اِن کا بھی معمول اپنے سابق گوروؤں کی طرح تھا۔ رات کو یاد حق میں مصروف رہنا۔ اور دن کو تقسیم لنگر و اُپدیش کرنا وغیرہ کاموں میں لگے رہنا۔ سب کو کھانا کھلانے کے پیچھے سے آپ تھوڑا سا دودھ چاول یا دلیا کھا لیا کرتے تھے۔ اُس کے بعد گوپال پنڈت سے کچھہ دیر تک وید اور شاستروں کی کتھا سنا کرتے۔ ਦਲੀਆ

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ گوئندا عرف مروا ہے کھتری کے بیٹے نے حاکم لاہور کے پاس دعوے کیا۔ کہ ہمارے باپ کا یہ گانوں آباد کیا ہوا ہے۔ اور ملکیت ہماری ہے۔ گورو امرداس جی کو فقیر سمجھکر یہاں ٹھہرا رکھا تھا۔ اب وہ دعویدار بن بیٹھا ہے اور بہت سے مکان بھی تعمیر کروا چکا ہے۔ مگر پھر بھی صبر نہیں کرتا۔ اور ہمارے باپ کے باغ میں باولی لگاتا ہے۔ اُمیدوار ہوں کہ بعد تحقیقات فقیر مذکور کو بے دخل کیا جاوے۔ چنانچہ اس پر حاکم نے اُن کو طلب کیا۔ اِنہوں نے اپنے داماد کو مختار کر کے مقدمہ کی جوابدہی کے لیئے عدالت میں بھیجدیا۔ حاکم نے گواہ طلب کیئے۔ اور مدعی کے طلب کرانے پر یہ خود لاہور گئے مرزا جعفر بیگ حاکم نے اِن سے ثبوت طلب کیا۔ اُنہوں نے غصہ میں آکر کہا۔ کہ ہم فقیروں سے کیا ثبوت طلب کرتے ہو۔ گردن لوٹے زمین سے گواہی لو۔ چنانچہ حاکم نے خود موضع گوئندوال میں جا کر بہت سے گرد نواح کے معتبروں کو جمع کر کے زمین سے پوچھا تو آواز آئی۔ کہ میں سوائے خدا اور فقرا کے کسی کی ملکیت نہیں۔ اُس زبان شہادت پر اس نے مدعی کے دعوے کو خارج کیا۔ اور خود اُن کا معتقد ہو گیا۔ جب لاہور گیا۔ تو راستہ میں گھوڑے سے گر کر گردن لوٹ گئی۔ اور مر گیا۔ ਗੋਇੰਦਾ

اس سانحہ کو گورو امرداس صاحب کے کلام کا نتیجہ خیال کر کے اُس کا بیٹا مرزا طاہر بیگ خاں اِن کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواہاں ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میں آپ کا خادم ہوں۔ مجھپر نظر کرم رکھیں۔ بلکہ جب اپنے باپ کے عہدہ پر ممتاز ہوا۔ تو باولی کھدوانے میں گورو امرداس جی کو بہت مدد دی۔ اور جب تھوڑے دنوں کے بعد قلعہ چتوڑ کے محاصرہ میں گیا۔ تو بادشاہ سے گورو امرداس جی کے کشف و کرامات کی بہت کچھ تعریف کی۔ اور یہاں تک کہا۔ کہ اگر آپ اُن کی منت مانیں گے تو یقین ہے۔ کہ قلعہ ضرور فتح ہو جاوے گا۔ چنانچہ بادشاہ کی منت ماننے پر ایسا ہی ہو گیا۔ ਤਾਹਰ ਬੇਗ ਚਿਤੌੜ

یہ غایت درجہ کے راستباز اور پاکباز گورو ہوئے ہیں- اور ان کی خدمت سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچا ہے- ان کے معجزات وکرامات پوتھیوں میں درج ہیں- اُن کا بیان بوجہ طوالت چھوڑ دیا گیا- انہوں ہی نے **اکبر بادشاہ** کے بائیس صوبوں کی طرح بائیس منجے یعنی گدیاں جنکا ذکر آگے آئیگا مقرر فرمائی تھیں-

سمت ۱۶۰۰ بکرمی میں یہ گوبند وال سے گنگا اشنان کے لیئے روانہ ہو کر نور محل جہاں ان کی دھرم سالہ ہے ہوتے ہوئے کورکھیتر میں (ہندوؤں کا ایک مشہور تیرتھ ہے) جا ٹھہرے- وہاں کے ہر ایک فرقہ کے فقرا و پنڈت لوگ ان کے درشن کو آئے- اور بہت سی بحث اور چرچا کے بعد سب نے ان کی مہربانی کا شکریہ ادا کیا- یہاں سے چل کر جب یہ دریائے جمنا کو عبور کر کے **قصبہ غلی** میں پہنچے- تو ٹھیکہ دار نے حسب دستور سوار و پیہ فی کس محصول کا ان سے طلب کیا- کیونکہ ان کے ہمراہ ایک بڑا ہجوم تھا- انہوں نے محصول دینے سے انکار کیا- اور کہا- کہ ہم فقرا سے تو **دھرم راج** بھی محصول نہیں مانگتا- تم کیونکر لے سکتے ہو- یہ کہکر وہیں مقام کر دیا- ان کو دیکھکر اور جاتری بھی محصول سے بچنے کے لیئے وہیں اتر پڑے- جب یہ خبر **اکبر بادشاہ** کو دیوان ٹوڈرمل نے جو گورو صاحب کا معتقد تھا- پہنچائی- تو بادشاہ نے فوراً معافی محصول کا حکم دیکر ٹھیکہ دار کو لکھ بھیجا- جب ٹھیکیدار کے پاس یہ حکم پہنچا- اور کل لوگوں کو معلوم ہو گیا- کہ بادشاہ نے **گورو امرداس جی** اور ان کے ہمراہی سکھوں کو محصول سے مبرا کر دیا ہے- تو سارے جاتری جو ان کو دیکھکر وہاں اتر پڑے تھے- ان کے سکھ بن گئے- اور ان کے ہمراہ بلا محصول چلے گئے- ٹھیکہ دار کا اس سے بڑا نقصان ہوا- اور کہتے ہیں- کہ وہ آزردہ خاطر ہو کر بادشاہ دہلی کے پاس واسطے اپنی حق رسی کے چلا گیا- ادھر سارے جاتری ہردوار اشنان کر کے اپنے اپنے گھروں کو بلا روک ٹوک محصول واپس چلے گئے-

اس روایت کا ذکر **گورو امرداس جی** نے گورو گرنتھ صاحب میں بھی کیا ہے- ۲۱- ماگھ سمت ۱۶۱۵ بکرمی کو گنگا جی سے واپس آکر انہوں نے موضع گوبند وال میں ایک باولی تعمیر کرانی شروع کی- ان دنوں میں **اکبر بادشاہ** نے قلعہ چتوڑ گڑھ کا محاصرہ کر کر بڑی کوشش کے ساتھ **جیمل وفتا** راجپوتوں سے لڑائی شروع کر رکھی تھی- باوجود اس کے بہت مدت تک لڑائی ہوتی رہی- مگر قلعہ فتح نہ ہوا- آخر بادشاہ لاچار ہو کر اپنی ساری فوج پر خفا ہوا- اور پیروں فقیروں پر بھی ملامت کرنے لگا- تو دیوان ٹوڈرمل نے جو گورو جی کا خادم تھا- التماس کی- کہ حضور کے بزرگوں کو **گورو نانک صاحب** کے طفیل سے ہندوستان پر فتح حاصل ہوئی تھی- اگر اب بھی ان کے جانشین **گورو امرداس جی** کی منت کیجاوے- تو یقین ہے- کہ اُن کی دعا سے ضرور مراد بر آوے- چنانچہ بادشاہ نے ایک معتبر مسمی **بھگوان داس کھتری** سرہندی کو **گورو امرداس صاحب** کے حضور میں بھیجکر عرض کیا- کہ براہ مہربانی میری فتح کے واسطے دعا کیجئے- تو انہوں نے فرمایا- کہ جب ہماری باولی کا گڑھ پھوٹے گا- تو قلعہ چتوڑ گڑھ ٹوٹیگا- یہ خبر فرحت اثر سنکر بادشاہ نے فی الفور کاریگر بھیجکر گڑہ باولی مذکور کا سمت ۱۶۱۶ بکرمی کو توڑ ڈالا- اسی وقت چتوڑ گڑھ کا قلعہ بھی فتح ہو گیا- اسیوقت سے بادشاہ **گورو امرداس صاحب** کا دل وجان سے معتقد ہوا- اور تحفہ تحایف اور نذر نیاز اُن کی خدمت میں بھیجنے لگا-

پھر جب **اکبر بادشاہ** سمت ۱۶۲۲ بکرمی میں لاہور کی طرف آیا۔ تو خود قصبہ گوئندوال میں **گورو امرداس صاحب** کی زیارت کے لیئے گیا۔ اور بہت کچھ تحفہ تحائف اور زر نقد نذر کیا۔ بلکہ پرگنہ جہبل کے بارہ گانوں کی آمدنی کی سند گورو صاحب کو بطور معافی کے دینا چاہا۔ مگر انہوں نے قبول نہ کی اور کہا۔ کہ گورو گھر کو کسی کا محتاج کرنا۔ اور جاگیردار بنانا نہیں چاہیئے۔ ہم خود شاہنشاہ ہیں۔ یہ کہکر جو پانچوں اشرفیاں بادشاہ نے نذر کی تھیں۔ وہ بھی اُسیوقت غریب غرباء کو تقسیم کر دیں۔ اور اپنے لنگر سے کڑاہ پرشاد منگاکر سب کو بطور تبرک تقسیم کر دیا۔ بادشاہ نے کھاکر کہا۔ کہ شاید یہ گورو صاحب نہایت ضعیف العمری کے باعث ایسا کھانا کھاتے ہیں۔

جب بادشاہ لاہور کو چلا گیا۔ تو ایک روز چند سکھوں نے اُن سے پوچھا کہ سکھ یعنی مرید کو کس طریقہ پر قایم رکھنا چاہیئے۔ تب اُنہوں نے فرمایا۔ کہ مرید کو اپنے گورو یعنی مرشد کے حکم پر ہمیشہ مثل صدف کے (جو ابرِ نیساں کے قطرہ کو اپنے دل میں رکھکر موتی بنا لیا ہے) عمل کرے۔ اور ہمیشہ پر اتہکال پچھلی رات کو اُٹھ کر اپنے گورو کا جپ کرے۔ اور گورو کی شکل کا دھیان کر کے اپنے دل کو قایم کرے۔ پرمیشور کو ہر وقت حاضر و ناظر سب جگہ سمجھکر اُس کی عبادت اور رضاء میں راضی رہے۔ اور زن زمین۔ زر کیطرف جو تمام جھگڑوں کی جڑ ہیں۔ بالکل مایل نہ ہو۔ محنت و مزدوری سے بدون مکر و فریب جو کچھ حاصل ہو اُسی میں قناعت کرے۔ بلکہ اپنی کمائی کا دسواں حصہ خدا کے نام پر خیرات کر دے۔ اور سوائے اپنے گورو کے اور کبھی دیوی۔ دیوتا۔ پیر۔ پیغمبر کی خوشامد و منت اپنے نفع کے واسطے نہ کرے۔ فقیروں کی خدمت ہمیشہ کرتا رہے۔ اور دنیا کی تمام دولت کو خدا کا مال سمجھکر اُس پر کسی طرح کا تکیہ نہ رکھے۔ اور جس چیز کے کھانے سے درد پیدا ہو۔ اور جس کام کے کرنے سے بدنامی ہو۔ وہ کبھی نہیں کرنا چاہیئے۔ غرضکہ ایسی ایسی اور بھی بہت سی نصیحتیں زبان پر لائے۔ جن کے سننے اور عمل کرنے سے ہزارہا لوگوں کی نجات ہوگئی۔

یہ جب تک گورو یائی کی گدی پر **راجہ جنک** کی طرح راج جوگ بھوگتے رہے ہیں۔ تب تک گوئندوال میں ماں باپ کے روبرو کوئی لڑکا فوت نہیں ہوا۔ جس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک روز ایک بیوہ کا لڑکا باری کے تپ سے مر گیا۔ تو گورو جی نے اُس عورت کے رونے پیٹنے پر رحم کھاکر درگاہ ایزدی میں دُعا مانگی۔ کہ جب تک میں یہاں زندہ رہوں۔ تب تک والدین کے روبرو کبھی فرزند کی موت نہو۔ اُن کی دعا قبول ہوئی۔ اور اُس قصبہ میں تا حیات اُن کے کسی والدین کو اپنے لڑکے کی وفات کا صدمہ نہ اُٹھانا پڑا۔

واضح ہو۔ کہ **گورو امرداس صاحب** نے اپنی دختر نیک اختر بی بی **بہانی** کی شادی سمت ۱۶۱۲ بکرمی میں **گورو رامداس صاحب** سے کر دی تھی۔ جو اِن کو اپنا مرشد اور گورو سمجھکر ہمیشہ اِن کی خدمت و فرمان برداری میں مشغول رہا کرتے تھے۔ **گورو رامداس و بی بی بہانی جی** جس اعتقاد سے اُن کی خدمت کرتے تھے۔ اور ہمیشہ جان نثاری و فرمانبرداری کا دم بھرتے تھے۔ ہر ایک سے ایسا ہونا نہایت مشکل ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ مرتبہ گدی گورو یائی وجاہ و جلال کا گورو امرداس صاحب نے اپنی آخیر عمر میں **گورو رامداس صاحب** کو عطا فرمایا۔ اور آپ سمت ۱۶۳۱ بکرمی میں بروز منگل بھادوں سُدی ۱۵ پندرس کو دو گھڑی رات رہے ملک جاودانی کو کوچ کر گئے۔

گورو امرداس صاحب جی ۶۱ برس کی عمر میں **گورو انگد صاحب** کی خدمت میں آئے تھے۔ اور بارہ برس تک ان کی خدمت میں رہکر گدّی حاصل کی تھی۔ پھر اُن کے انتقال کے بعد بائیس (۲۲) برس تک گوریائی کی گدّی پر رونق بخش رہے۔ غرض ان کی کل عمر ۹۵ سال کی تھی۔ اس موضع گوبندوال میں دو تین مکان نامی گرامی ہیں۔ ایک چوبارہ صاحب۔ جہاں گورو جی تپ کیا کرتے تھے۔ دوسرا باؤلی صاحب۔ جس کی پانی تک چوراسی سیڑھیاں ہیں۔ اس باؤلی صاحب کی نسبت یوں روایت ہے۔ کہ جو کوئی ایک روز میں چوراسی دفعہ اشنان کرکے ایک ایک پوڑی پر بیٹھ کر **جپ جی صاحب** کا پاٹھ کرے۔ اُس کی چوراسی جون کٹ جاتی ہے۔ اور دنیا کی آواگون سے نجات پاجاتا ہے۔ یہ باؤلی صاحب شہر سے باہر جنوب کی طرف واقع ہے۔ یہاں پر ہمیشہ دھرم ارتھ سدابرت جاری رہتا ہے۔ اور ہر سال میں دو میلے لگتے ہیں۔ ایک بیساکھی کا۔ دوسرا **جگ کا**۔ یعنی **گورو امرداس جی** کا سرادھ بھادوں سُدی پورنماشی کو بڑی دھوم دھام کا ہوتا ہے۔ اس جگہ گورو صاحب کی اولاد باوے بھلّے بہت آباد ہیں۔ ان کا مفصّل ذکر حصہ پنجم میں کیا جائیگا۔

گورو رامداس صاحب

محرّران عبارت رنگیں و منشیان حقیقت نگاریں کا غذ بوقلموں پر کلک گلگوں سے بخط گلزار یوں رقم فرماتے ہیں۔ کہ یہ گورو رامداس صاحب ۲۲۔ ماہ کاتک بدی دوج بروز پنجشنبہ سمت ۱۵۹۱ بکرمی مطابق ۱۵۳۴ء کو چار گھڑی دن چڑھے بمقام لاہور چونی منڈی میں بعہد شیر شاہ مسمی ہرداس سوڈہی کے گھر مائی دیا کور کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے۔ یہ ابھی چھوٹے ہی تھے۔ کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ اور اتفاق وقت سے ان پر افلاس کا بھی زور ہوگیا۔ تاہم اُس حالت میں بھی ان کے چہرہ پر صغر سنی میں آثار جلالت و کرامت جھلکتے تھے۔ اور عین خورد سالی میں ہی یہ فقیر دوست و شایق عبادت تھے۔

ان کی شادی کی بابت مؤرخان قدیم یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جب گورو امرداس صاحب گدی نشین ہوئے۔ اور تمام سکھ دیس بدیس سے درشن کو آئے۔ تو اُس وقت لاہور کی سنگت کے ہمراہ گورو رامداس صاحب بھی اُن کے درشن کو چلے آئے۔ اور گورو جی کے پاس رہنے لگے۔ تھوڑے دنوں بعد جب گورو امرداس صاحب ایک برہمن کو اپنی دختر کی نسبت کے لیئے کوئی اچھا سا لڑکا تلاش کرنے کو روانہ کرنے لگے۔ تو برہمن نے پوچھا۔ کہ لڑکا کتنی عمر کا تلاش کیا جاوے۔ تو اُسوقت گورو صاحب کی اہل خانہ دریچہ میں بیٹھی ہوئیں گورو رامداس صاحب کی طرف جو اُسوقت سامنے کھڑے تھے اشارہ کرکے برہمن کو کہنے لگیں کہ ایسا ہی قد و قامت اوس لڑکے کا ہو۔ یہہ بات سنکر گورو امرداس صاحب نے فرمایا۔ کہ لڑکا تو تمنے گھر بیٹھے ہی تلاش کر لیا اب برہمن کو بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارا داماد تو اب یہی لڑکا ہو چکا۔ اُسی وقت رامداس صاحب کو گورو صاحب نے پاس بلاکر حال خاندان کا دریافت کرکے منگائی کا شگن دیدیا۔ اور بعد چند ماہ کے اپنی بیٹی بہانی سے سمت ۱۶۱۲ میں شادی کردی مگر بباعث محبت پدری اُن کو ہمیشہ کے لیئے موضع گوئندوال میں ہی اپنے باپ کے پاس رکھا۔ اور گورو رامداس صاحب بھی اپنے دلی اعتقاد سے گورو امرداس صاحب کو اُن کی روز بروز انواع انواع اقسام کے کشف و کرامات والی باتیں دیکھکر اوتار خیال کرتے۔ اور شب و روز اُن کی خدمت میں دست بستہ حاضر رہتے۔ اپنے کھانے پینے کے آرام کا بالکل خیال نہ کرتے۔ جو کچھ وہ حکم دیتے اُس کی فوراً تعمیل کرتے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ **گورو امرداس صاحب** نے اپنے چیلوں اور لڑکوں کی آزمایش کے لیئے سب کو حکم دیا۔ کہ باولی صاحب کے متصل ہر ایک آدمی اپنا اپنا چبوترہ تیار کرے۔ جس کا عمدہ ہوگا۔ اُس پر ہم بیٹھ کر میلہ کے روز درشن دیا کریں گے۔ چنانچہ سب نے چبوترے بنائے۔ مگر گورو صاحب نے ناپسند فرما کر سب گروا دیئے۔ پھر لوگوں نے دوبارہ سہ بارہ بنائے۔ مگر گورو جی ہر مرتبہ ناپسند فرما کر گروا دیتے۔ تب سب لوگوں نے گورو جی کو خفقانی خیال کرکے چبوتروں کا بنانا چھوڑ دیا۔ مگر صرف **رامداس صاحب** نے چبوترہ کا بنانا نہ چھوڑا۔ حالانکہ **گورو امرداس صاحب** اُن کے چبوترہ کو بھی ہر بار ناپسند کرکے گروا دیتے تھے۔ لیکن **گورو رامداس جی** کے چہرہ پر بالکل شکن نہیں آیا۔ اور نہ انہوں نے ہمت ہاری۔ بلکہ خوشی سے بناتے گئے۔ اور دل میں یہ تصور کیا۔ کہ ہمکو تعمیل حکم واجب ہے۔ چبوترہ سے کچھ غرض نہیں۔ غرض اسیطرح پر **گورو امرداس صاحب** نے **گورو رامداس جی** کو اپنے اعتقاد میں ثابت قدم پاکر اور اُن کو ہر امر میں لایق و فایق سمجھکر گوریائی کی گدی عنایت فرمائی۔ روایت ہے۔ کہ **گورو رامداس جی** کو **گورو امرداس جی** نے گوریائی کی گدی دیکر حکم دیا۔ کہ بموجب حکم **گورو نانک صاحب جی** کے **گورو انگد جی** نے ہمکو فرمایا تھا۔ کہ ایک جگہ متبرک تیرتھ کی جو زمانہ دراز سے غایب ہو رہی ہے اِس کو ظاہر کرنا لازم ہے۔ یہ کہکر جہاں **گورو امرداس جی** نے سجیون بوٹی واسطے دفع مرض **گورو انگد صاحب** کی بڑی کوشش سے حاصل کی تھی۔ سو وہاں اپنے ہمراہ **گورو رامداس جی** کو لے کر موضع تونگ و سلطان پنڈ۔ گمٹالہ کے درمیان ایک جنگل میں جو ایک تالاب خام کے کنارہ[۵۱] پر واقع تھا۔ تشریف لائے۔ اور زمینداران موضع مذکورین سے زمین لیکر گورو رامداس صاحب کے ہاتھ مبارک سے ۵۔ ہاڑہ سمت ۱۶۲۹ بکرمی مطابق سال ۱۰۳ نانک شاہی میں شہر **امرت سر** کی بنیاد رکھوائی اور نام بھی اس جگہ کا **رامداس پورہ** اُنہی کے نام پر رکھا۔ اور وہاں چند مکانات بھی جو اب گورو کے محل سے مشہور ہیں تعمیر کرا دیئے۔ پھر گورو صاحب نے ان محلوں کے گرداگرد باون[۵۲] ذات کے آدمی آباد کیئے۔ اور تالاب امرت سر کھدوایا۔ جس کا مفصل ذکر حصہ پنجم میں لکھا جاویگا۔ یہ گورو رامداس صاحب بھی اپنے متقدمین کی طرح ہر وقت بندگی میں مشغول رہتے تھے۔ کتھا۔ کیرتن۔ اُپدیش وغیرہ حسب دستور ہوتا تھا۔ لنگر بھی جاری تھا۔ غرضیکہ سکھوں کے فرقہ کو ان کے وقت میں بہت رونق ہوئی۔ کل پنجاب میں اِن کی سکھی پھیل گئی۔ ان کی تصنیفات معرفت الہی سے بھری ہوئی۔ اور غضب کی پُر درد ہُوا کریں۔

پس یہ گورو صاحب گوشہ نشینی و عبادت الہی میں شب و روز مشغول رہتے۔ ان کے عہد تک چال وچلن درویشانہ لباس فقیرانہ طریقہ آزادانہ نانکشاہی میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ اور نہ کسی طرح کا تنازعہ ہوا۔ جو رنگ ڈھنگ طریقہ گورو **نانک صاحب** کے وقت سے جاری ہوا تھا۔ وہی روز بروز ترقی پکڑتا گیا۔ اگر کسی مرید نے کچھ دیدیا۔ تو انکار نہیں۔ ورنہ کسی سے کچھ طلب نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ ان کے پاس آتا وہ لنگر میں صرف کیا جاتا۔ اور فیاض ایسے تھے۔ کہ ایک سکھ سوداگر نے کنٹھہ مرصع مروارید کا نذر کیا۔ تو اُسے ایک ملنگ فقیر کو جو اُسوقت پاس کھڑا مانگ رہا تھا بخش دیا۔ جس سے وہ سوداگر بے دل ہوگیا۔ مگر گورو جی نے اُس کو تسلی دیکر اُس کے خاندان پر دولتمندی کی بخشش فرمائی۔ جس کی اولاد کے لوگ ابتک

پیشاور میں تو انگر چلے آتے ہیں۔

سمت ۱۶۳۱ بکرمی میں جب **اکبر بادشاہ** لاہور کو جاتا تھا۔ تو وہ اِن کے اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ سُن کر زیارت کو آیا۔ اور موضع سلطان ونڈ و تونگ وغیرہ قصبات گرد نواح کی زمین کو گورو چک کے ساتھ شامل کر کے اُن کو سند معافی کی لکھدی۔ اور موضع مذکور کی زمین کا قطع بالکل علیحدہ کر دیا۔ علاوہ ازیں اور بہت سا نقد و جنس نذر و نیاز پیشکش کر کے وہی جاگیر جو گورو امرداس صاحب کو دینا چاہا۔ مگر انہوں نے بھی جاگیر لینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ فقیروں کو جاگیر سے جو فتنہ و فساد کی بنیاد ہوتی ہے۔ کیا تعلق ہے۔ اِس امر پر بادشاہ اُن کو سچا تارک فقیر سمجھکر بہت خوش ہوا۔ اور اُن کو سلام کر کے رخصت ہوا۔ بادشاہ کو مایل دیکھکر لوگوں کے اعتقاد کو اور زیادہ ترقی ہوئی اور **گورو رامداس صاحب** کی مانتا دن بدن بڑھتی گئی۔

گورو رامداس جی تو **گورو امرداس جی** کی خدمت میں ہر وقت دل و جان سے مصروف رہتے ہی تھے۔ مگر اُن
ਭਾਨੀ ਜੀ کی اہلیہ **بی بی بھانی جی** ان سے بھی زیادہ خدمت کرتی تھیں۔ بلکہ اِنہی کی خدمت کی وجہ سے اُن کو گورویائی ملی تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ **بی بی بھانی جی** بڑی فجر اپنے والد بزرگوار **گورو امرداس جی** کو چوکی پر بیٹھا کر اشنان کرانے لگیں۔ اتفاقاً چوکی کا پایہ ٹوٹ گیا۔ جھٹ انہوں نے اپنا پیر اُس کے نیچے دبدیا۔ حالانکہ چوکی کی میخ پاؤں میں ایسی گھُسی کہ خون جاری ہوگیا۔ اور نہایت تکلیف پہنچی۔ مگر اُف تک نہ کیا۔ بعد فراغت اشنان جب گورو صاحب نے دیکھا کہ خون جاری ہے حیران رہ گئے۔ اور **بھانی جی** کی اس ثابت قدمی و صداقت اعتقاد پر نہایت خوش ہو کر فرمایا۔ کہ اے بیٹی! جو کچھ تیرا جی چاہے سو مانگ اُسوقت انہوں نے درخواست کی کہ یہ مرتبہ گورویائی جو آپ نے میرے خاوند کو عطا فرمایا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے ہی خاندان میں بنا رہے۔ یہ سن کر فرمایا۔ کہ اے بیٹی! اگرچہ یہ درخواست قابل نامنظوری تھی۔ لیکن چونکہ ہم وعدہ منظوری درخواست کر چکے ہیں۔ اِسلیئے مجبوراً قبول کرنا پڑا۔ ورنہ اِس رتبہ کا موروثی ہونا اچھا نہیں۔ کیونکہ اِس سے صدہا قسم کی قباحتیں اور فساد پیدا ہوتے ہیں اِسی اثنا میں بماہ ماگھ سمت ۱۶۳۴ بکرمی **گورو رامداس صاحب** نے تمام مریدوں کو جمع کر کے تالاب امرتسر کھدوانا شروع کیا۔ اور اپنے دست مبارک سے بھی کسی قدر مٹی نکالتے۔ بلکہ کہتے ہیں۔ کہ کل دیوتاؤں نے اِس تالاب کے کھودنے میں انسان کا سروپ دھار کر مدد دی ہے۔ اِس کا ذکر گورو گرنتھ صاحب میں بھی **گورو ارجن صاحب** نے کیا ہے۔ اِس تالاب کی
ਦੁਨੀ ਚੰਦ ابتدائی حالت کی بابت ایک عجیب دلچسپ روایت ہے۔ کہ ایک **دونی چند** کھتری علاقہ پٹی ملک ماجھہ کا رئیس۔ جس کے پانچ بیٹیاں تھیں۔ جن میں سے چار تو یوں کہتی تھیں۔ کہ ہمکو جو کچھ ملا ہے۔ وہ سب ہمارے باپ کی خوش طالعی کی وجہ ہے۔ مگر پانچویں جو سب سے چھوٹی تھی۔ عقل میں بڑی ہونے کے باعث بول اُٹھی۔ کہ کوئی کسی کی تقدیر کا شریک نہیں۔ ہر ایک کو اپنا اپنا مقدر ملتا ہے۔ جو فی الحقیقت اُس کے باپ کو ناگوار گذرا۔ اور اُس نے دیدہ و دانستہ بیچاری لڑکی کی شادی ایک جزامی کے ساتھ کر دی۔ اور اُسکا کل زیور وغیرہ چھین کر کہنے لگا۔ کہ جا! اب دیکھیں کہ تیرا مقدر تجھکو کیا دیتا ہے۔ چونکہ وہ لڑکی بڑی عقلمند تھی ذرا ہراساں نہ ہوئی۔ بلکہ نہایت مستقل مزاجی سے اپنی قسمت پر شاکر رہ کر اپنے جزامی خاوند کو ایک ٹوکری میں رکھ لیا۔ اور سر پر اٹھا کر

گانوں بہ گانوں گدائی کرتی ہوئی پھرنے لگی ۔ پہلے اُس کو کھلا کر پیچھے آپ کھاتی ۔ اور ہمیشہ اُسکی خدمت میں حاضر رہتی ۔ بعد چندے اِسی حالت میں ایک دفعہ **گورو امداس جی** کے درشن کو آئی ۔ اور تالاب امرتسر کے کنارہ پر ایک بیری کے درخت تلے ۔ جو اب تک دُکھ بھنجنی کے نام سے نہایت متبرک مقام مشہور ہے اُسکو اُتار کر خود **گورو رامداس صاحب** کے لنگر میں کھانا لانے کے لیئے چلی گئی ۔ اُدھر جزامی نے وہاں پڑے پڑے دیکھا ۔ کہ چند سیاہ پرندے اِس پانی کے چھوٹے سے جوہڑ میں نہانے سے سفید رنگ کے بشکل ہنس ہو گئے ہیں تو اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ شاید میں بھی اِس پانی میں نہانے سے اچھا ہو جاؤں ۔ لڑھکتا لڑھکتا اُس پانی میں جا گرا ۔ اور غوطہ مارتے ہی اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا ۔ ہاتھ پاؤں سب ٹھیک ہو گئے ۔ گویا کایا پلٹ گئی ۔ جب اُسکی عورت روٹیاں لیکر آئی ۔ تو اُس کو اِس حالت میں دیکھکر یک لخت پہچان نہ سکی ۔ اور کہنے لگی ۔ کہ تو کون ہے ؟ جو میرے خاوند کو مار کر کہیں پھینک آیا ہے ۔ اور خود اِس جگہ بیٹھ گیا ہے ۔ تب اُس نے ساری سرگذشت کہہ سنائی ۔ اور قسمیہ کہا ۔ کہ میں ہی تیرا خاوند ہوں ۔ مگر اُس عورت کو یقین نہ آیا ۔ آخرش یہ مقدمہ **گورو رامداس صاحب** کے حضور پیش ہؤا ۔ جنہوں نے کل حال سن کر اُس عورت کی تسلی کی ۔ اور کہا کہ یہ تیری مستقل مزاجی اور اِس متبرک پانی کا نتیجہ ہے ۔ جو تیرے خاوند کی کایاں پلٹ گئی ۔ بلا شک یہ تیرا خاوند ہے ۔ تب اُس عورت کو بمشکل تمام یقین آیا ۔ اور وہ دونوں عورت و مرد اُسیوقت **گورو رامداس صاحب** کے سکھ بن گئے ۔ بعد ازاں **گورو رامداس صاحب** اُسی درخت بیری کے نیچے تشریف لیگئے اور اِس متبرک جگہ کا نام دُکھ بھنجنی رکھا ۔ بلکہ اُسیوقت چند اشعار اِس تالاب کی تاثیر اور برکت کے اوصاف میں تصنیف فرمائے ۔ جو گورو گرنتھ صاحب میں درج ہیں ۔ اور اِس تالاب کی تصدیق اپنے سکھوں کو یوں سنائی ۔ کہ خاص **برھم پوران ۔ راون بھاش ۔ اور بھوشت پوران** میں سورج بنسی **راجہ اکواک** نے زمانہ سابق میں اِس جگہ ایک جگ کیا تھا ۔ جس میں کل دیوتا اور رشی منی وغیرہ تشریف لائے تھے ۔ اُسوقت راجہ موصوف نے اُن کے چرنوں کا چرن امرت اِس جگہ رکھ کر حسب ارشاد اُن کے اِس مقام کو نجات دہندہ الاتیرتھ قایم کیا تھا ۔ مگر زمانہ کے انقلاب سے یہ جگہ معدوم ہو گئی تھی اب حسب الحکم **گورو امرداس جی** یہ تیرتھ ظاہر ہؤا ہے ۔ اور روز افزوں ترقی پر رہیگا چنانچہ وہی امرتسر اب سارے پنجاب کا مرکز بن رہا ہے ۔

گورو رامداس جی کے تین بیٹے تھے ۔ سب سے بڑا **پرتھی چند** تھا ۔ جو یکم اسوج سمت ۱۶۱۵ بکرمی میں پیدا ہؤا ۔ دوسرا **مہا دیو** تھا ۔ جو ۴ ماگھ سمت ۱۶۱۸ بکرمی کو تولد ہؤا ۔ **تیسرے** سب سے چھوٹے **ارجن جی** تھے ۔ جن کا ۱۹ بیساکھ سمت ۱۶۲۰ بکرمی میں جنم ہؤا ۔ **پرتھی چند** گو سب سے بڑا تھا ۔ مگر عقل میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے ہمیشہ اپنے باپ کی نافرمانبرداری کرتا ۔ اور اپنے دوسرے بھائیوں سے رشک رکھتا ۔ اِسی وجہ سے اِس کو گدی نہیں ملی ۔ اُس سے چھوٹا **مہا دیو** ایک لاپرواہ مست آدمی تھا ۔ ہمیشہ یاد الٰہی میں محو رہتا ۔ دنیاوی کاموں سے بالکل الگ تھا ۔ یہانتک کہ شادی بھی نہ کی ۔ **ارجن جی** جو سب سے چھوٹے تھے ۔ ہر وقت اپنے باپ کی فرمانبرداری میں دل و جان سے مشغول رہتے ۔ جو کچھ وہ فرماتے ۔ فوراً اسکی تعمیل کرتے اور کبھی عذر نہ کرتے ۔ اِسی وجہ سے **گورو رامداس صاحب** نے اُن کو ہر طرح پر لایق سمجھکر اپنا جانشین قرار دیا ۔

اِن کو گدی دینے کی زیادہ تر وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے ۔ کہ ایک مرتبہ سمت ۱۶۳۶ بکرمی میں **گورو رامداس صاحب** نے اپنے حقیقی برادر **سہاری مل** کی درخواست پر اُن کو اپنے فرزند کی شادی پر لاہور بھیجنا چاہتا تھا ۔ خود جانا مناسب نہ سمجھکر **پرتھی چند** کو وہاں جانے کا ارشاد کیا ۔ تو انہوں نے بدیں خیال کہ میرے پیچھے کہیں **ارجن جی** کو گدی نہ دیدیں ۔ لاہور جانے سے بالکل انکار کیا ۔ پھر مہادیو سے کہا ۔ اُس نے اپنے آپ کو تارک الدنیا بیان کر کے نہ جانا چاہا ۔ لیکن جب **ارجن جی** سے کہا گیا ۔ تو وہ فوراً تیار ہو کر چلے گئے اور کوئی غدر نہ کیا ۔ جانے سے پہلے **گورو رامداس صاحب** نے کہا ۔ کہ بغیر بلائے ہمارے یہاں پر نہ آنا ۔ وہیں ٹھہرے رہنا چنانچہ اسی انتظار میں **ارجن جی** وہاں دو برس تک رہے ۔ مگر باپ کے فراق میں ایک ایک گھنٹہ ہی برس کے برابر گذرتا تھا ۔ یہانتک کہ صبح سے شام تک بالاخانہ پر بیٹھے ہوئے امرتسر کی طرف قاصد کی انتظاری میں نہایت بیقراری سے دیکھتے رہتے ۔ اُس حالت ہجر میں جو اشعار انہوں نے تصنیف فرمائے ہیں ۔ وہ گورو گرنتھ صاحب کے ماجھ راگ میں درج ہیں ۔ اور ایسے پر تاثیر ہیں ۔ کہ سنگدل ہی سنکر آنکھیں ڈبڈبا لاتا ہے ۔ چنانچہ اسی حالت میں اپنے باپ کے پاس دو عریضے بھی بھیجے ۔ جنکو **پرتھی چند** نے رشک سے راہ میں ہی گم کر لیا ۔ اور **گورو رامداس صاحب** تک نہ پہنچنے دیا ۔ جواب دونوں کا نہ آیا ۔ پھر تیسرا خط انہوں نے اس مضمون کا بھیجا ۔ کہ اگر ایک گھڑی بھی دیدار فیض آثار کا نہ ہوتا تھا ۔ تو قلق اور بےچینی گذرتی تھی ۔ اے خداوند اب کب ملنا ہوگا ۔ مجھے تو کھانا ۔ سونا بھی حرام ہو رہا ہے ۔ اور بغیر درشن آپ کے رات دن گذرنے میں نہیں آتے ۔ لہٰذا امیدوار ہوں کہ اجازت قدمبوسی دیجاوے ۔ عرضیہ آخیر کا خط بہی گورو صاحب کو ملا جب پیشتر کے دو خطوں کا حال جو اُنکو نہیں ملے تھے ۔ معلوم ہوا ۔ تو اُنہوں نے **پرتھی چند** سے پوچھا ۔ مگر اُس نے بالکل لاعلمی ظاہر کی ۔ بلکہ گستاخ ہو کر کہنے لگے ۔ کہ کیا ہنڈوی تھی جو میںنے رکھلی ۔ مگر چونکہ گورو صاحب روشن ضمیر تھے اُن کو سب حال معلوم ہو گیا ۔ اُن کی جیب کی سر دربار تلاشی لی ۔ دونوں خطوط بجنسہ نکل آئے ۔ جس سے وہ شرمندہ ہو کر واہیات خرافات بکتے ہوئے گھر کو چلے گئے ۔ بعدہٗ **گورو رامداس صاحب** نے **بابا بوڈھا** کو بھیجکر **ارجن جی** کو لاہور سے بلالیا ۔ اور اُن کو ہر طرح سے لایق و فایق سمجھکر گوریائی کی گدی کا تلک دیدیا ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ گورو ارجن صاحب تین سال کی عمر میں کھیلتے کھیلتے اپنے نانا **گورو امرداس جی** کی گدی پر جا بیٹھے ۔ انہوں نے بڑی محبت و الطاف سے گود میں لیکر فرمایا ۔ کہ "تجھکو تیرے والد سے گدی ملیگی ۔ اور تو بڑا بھاری گورو ہوگا" چنانچہ ویسا ہی ظہور میں آیا ۔

پرتھی چند کو جو سب سے بڑا لڑکا تھا ۔ گدی کے نہ ملنے سے بڑا قلق ہوا ۔ اور **گورو ارجن جی** سے حسد کرنے لگا ۔ بلکہ بہت سے جھگڑے اور فساد بھی کیئے ۔ **گورو رامداس صاحب** نے خفا ہو کر اُن کو بہت سی نصیحتیں جو گورو گرنتھ صاحب میں درج ہیں ۔ کیں ۔ خلاصہ مطلب اُن کا یہ ہے ۔ کہ باپ کے ساتھ بیٹے کو جھگڑنا بڑا بھاری عیب ہے ۔ اور جس دولت و آدمیوں کا تم غرور کرتے ہو ۔ یہ سب ہیچ ہیں ۔ ایسی تکبری سے دوزخ میں پڑوگے ۔ مگر اُن کو ایک نہ لگی ۔

گورو رامداس صاحب **گورو ارجن جی** کو گدی دیکر آپ موضع گوئندوال میں تشریف لے گئے ۔ اور وہاں کل ۹۵ برس ۱۰ ماہ ۱۷ یوم کی عمر طے کر کے ساون بدی تیج سمت ۱۶۳۸ بکرمی میں مطابق ۱۵۸۱ع کے بروز جمعہ چار گھڑی رات باقی رہے

ਸਹਾਰੀ ਮੱਲ

ਮਾਝ

کے وقت اس ناپائدار دنیا سے کوچ کر کے راہی ملک بقا ہوئے۔ ان کی سمادھ **گورو امرداس جی** کے ڈیرہ کے نزدیک بنائی گئی تھی۔ مگر وہ دریا برد ہو گئی۔ کیونکہ ان کا حکم تھا۔ کہ ہماری سمادھ نہ بنائی جاوے۔

ملک پنجاب کے سوڈہی صاحبزادگان جن کا مفصل ذکر حصہ پنجم میں ہو گا۔ **گورو رامداس صاحب** جی کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ گدی پر کل ۷۔ برس ۱۱۔ ماہ ۱۸۔ یوم جلوہ گر رہے۔ فقط

سری گورو ارجن صاحب پادشاہی پنجم

گورو ارجن صاحب منگل کے دن آدہی رات کے وقت بتاریخ ۱۸ - بیساکھ سُدی ستمی سمت ۱۶۲۰ بکرمی مطابق ۱۵۶۳ء اکبر بادشاہ کے وقت موضع گوئندوال میں گورو رامداس صاحب کے گھر بی بی بہانی جی کے شکم سے پیدا ہوئے - یہ گورو امرداس جی کے نواسے تھے - انہوں نے دو شادیاں کیں - پہلی سمت ۱۶۳۲ بکرمی میں چندن داس کھتری سوڈہی ساکن موضع موڑا کی لڑکی ਮੋੜ
مسماۃ رام دیویبی سے - اور دوسری ۲۲ ہاڑہ سمت ۱۶۴۶ بکرمی میں کشن چند ساکن موضع مہو - پرگنہ پھلور کی دختر گنگا جی سے - ਮਹੂ
پہلے اِن کے گھر میں اولاد نہوتی تھی - جب ایک روز ماتا گنگا جی نے اس بارہ میں گورو ارجن صاحب سے بہت کچہ کہا - تو اُنہوں نے فرمایا - کہ بابا بڈھا صاحب جو جنگل میں رہتے ہیں - اُن کی خدمت کرو - اُن کے بر سے تمہارے گھر اولاد ہوگی - تب وہ بابا بڈھا کے لئے بہت عمدہ اور نفیس کھانا تیار کر کے رتھ میں بیٹھکر اُن کی خدمت میں گئیں - بابا جی نے دور سے رتھ کی آواز سن کر پوچھا کہ یہ کون آرہا ہے - کسی نے کہا - کہ گورو کے محل - تب اتفاقیہ اُن کے منہ سے نکل گیا - کہ اسوقت گورو کے محلوں کو کہاں کی بھاجڑ (تباہی) ਭਾਜੜ
پڑی ہے - غرض ماتا گنگا جی اُن کو کھانا کھلا کر بجاے بر کے سراپ حاصل کر کے واپس تشریف لائیں اور گورو ارجن صاحب اپنے خاوند کو سب برتانت کہہ سنایا - تب اُنہوں نے فرمایا - کہ تمکو رتھ میں بیٹھکر نہیں جانا چاہیئے تھا - یہ تو بری جگہ تم سراپ لے آئی ہو - اب اگر بر لینا ہے تو پاپیادہ مسّی روٹی اور ایک گٹھہ پیاز اور کچہ لسی (چھاچھ) لیکر جس کو بہت خوشی سے کھاتے ہیں چلے جاؤ - یقین ہے - کہ وہ اسطرح سے تم پر خوش ہو کر بر دیدینگے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - جب یہ اُن کے پاس پاپیادہ اُسطرح کا کھانا لیکر گئیں - تو بابا بڈھا صاحب نے پیاز توڑتے وقت فرمایا - کہ جاؤ تمہارے شکم سے اِسیطرح پر دُشمنوں کا سر توڑنے والا شاہزادہ پیدا ہوگا - جو فی الحقیقت سچ ہوا - یعنی گورو ہرگوبند جی جو بہادری میں یکتا تھے - اور ہر وقت دو تلواریں کمر میں باندہے رہتے تھے - پیدا ہوئے -

گورو ارجن جی کے ایام طفولیت سے ہی فقیری کے آثار نمایاں ہوتے تھے - یہ اُسوقت میں بھی بہت سلیم الطبع تھے - اور ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف رہا کرتے - سمت ۱۶۳۸ بکرمی میں ان کو گوریائی کی گدی ملی - اُس کے بعد اُنہوں نے اپنے فرقہ کو بہت ترقی دی - جا بجا تالاب - باولیاں اور دھرم سالا تعمیر کرائیں - ترنتارن اور قصبہ کرتارپور کی بنیاد انہوں نے ہی ڈالی - اور مذہبی قاعدے اور قانون بنا کر ہزارہا لوگوں کو اپنے فرقہ میں شامل کر لیا - اور اپنے اعتقاد کا ایسا پابند کیا - کہ تمام سکھ لوگ گورو نانک صاحب کو وشنو کا اوتار ماننے لگے -

باوجودیکہ گورو رامداس صاحب کی اولاد میں باہم مسند گوریائی کے اوپر ہمیشہ جھگڑے اور فساد ہوتے رہتے تھے - مگر گورو ارجن صاحب کی فضیلت اور برکت اقبال سے سکھوں کے فرقہ کو دن بدن افزونی ہوتی رہی - پوتھیوں میں

اِن کے دولتمند ہونے کی بابت یوں روایت ہے۔کہ دنیا کی دولت **گورو نانک صاحب** سے بارہ کوس کے فاصلہ پر رہتی تھی اور **گورو انگد صاحب** سے چھہ کوس پر۔اور **گورو امرداس صاحب** کے دروازہ پر۔**گورو رامداس صاحب** کے قدموں میں۔اور **گورو ارجن صاحب** کے گویا خاص گھر میں۔اور یہی خاص وجہ ہے۔کہ دولت امرتسر میں ہر مندر صاحب کے چاروں دروازوں سے آتی ہے۔

گورو ارجن صاحب سے پہلے کسی گورو کے عہد میں کوئی رسم وصولی کار بھیٹ[۵۱] سالانہ یا ششماہی سکھوں پر جاری نہ تھی۔ یہ طریقہ انہی کے عہد میں رائج ہوا۔ایک ایک مسند[۵۲] واسطے جمع کرنے نذرانہ یعنی دسونده کے ہر ایک تعلقہ میں مقرر کیا گیا۔جب سال ختم ہوتا۔تب مسند لوگ اپنے اپنے علاقہ کے سکھوں سے کار بھیٹ یعنی چندہ مذہبی وصول کرکے **گورو ارجن صاحب** کے حضور لکھا کھا روپیہ لاتے۔سکھوں کے گروہوں کے گروہ دور دور سے ان کی زیارت کے لیئے ہمیشہ آتے رہتے۔اور نقد وجنس چڑھتا تھا اور گورو صاحب کی طرف سے ہی وہ لوگ خلعت و دستار رخصتانہ میں لیکر واپس جاتے۔یہ طریقہ دسویں گورو تک بلکہ تا حیات **ماتا سندری جی** برابر جاری رہا۔

ایک روز کا ذکر ہے۔کہ گورو صاحب تالاب امرتسر سے شمال کیطرف تھوڑے فاصلہ پر جاکر ایک شیشم کے درخت تلے بیٹھ گئے۔اور وہیں بھجن کیرتن کرنے لگے۔اُسیوقت **بھائی سنتوکھا**۔قوم اروڑہ ساکن پشاور ان کی خدمت میں بہت سا روپیہ نذر گذران کر دست بستہ ملتمس ہوا۔کہ مہاراج! میں لاولد ہوں۔اِس لیئے چاہتا ہوں۔کہ اس زر کثیر سے کوئی ایسا کام بن جاوے۔جس سے ہمیشہ کے لیئے زمین پر میرا نام قایم رہے۔چنانچہ گورو صاحب نے اُس روپیہ سے ایک تالاب کھدوایا۔اور اسکا نام سنتوکھ سر اُسی کھتری کے نام پر رکھا۔سمت ۱۶۴۱ بکرمی میں اس تالاب کی کھدوائی ہوئی تھی۔جب یہ تین گز نیچے کھودا گیا۔تو نیچے سے ایک پختہ گنبد کی عمارت نمودار ہوئی۔جب مٹی علیحدہ کی گئی۔اور دروازہ کھولا گیا۔تو اُس میں سے ایک آدمی تپیشر سمادھ لگائے ہوئے بحالت حبس دم بیٹھا ملا۔جب اُس کو لخلخہ وغیرہ سنگھایا گیا۔اور اُس کے بدن کی مالش کی گئی۔تو اُسکو ہوش آیا۔اور اُسوقت اُس کے ساتھ **گورو ارجن جی** نے جو کچھ گفتگو کی وہ سب گورو گرنتھ جی کے شبد[۵۳] میں درج ہے۔اُس نے اپنی سرگذشت اسطرح پر بیاں کی۔کہ جبوقت **سری رامچندر جی لئو۔وکشو** سے جنگ میں ہار گئے تھے۔اور **آنند ریوتا** سے امرت کی برکھا کروا کے اپنی مردہ سینا یعنی فوج کو زندہ کروایا تھا۔اور تیرتھ **بنام امرتسر** جو یہاں سے جنوب کی طرف تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے قایم کیا تھا۔اُسیوقت سے میں یہاں تپیشروں اور منیشروں کے ساتھ جو یہاں رہتے تھے مدت دراز تک تپسیا کرتا رہا۔اور پھر جب **ترتیا جگ**

---

[۵۱] کار بھیٹ اُس رقم کا نام ہے جو سکھوں سے گورو کے خرچ کے لیئے وصول کیجاتی تھی۔۱۲ [۵۲] مسند اُسکو کہتے تھے جو زکوۃ کا روپیہ وصول کرتا تھا۔۱۲

[۵۳] ਤੂ ਬਾਜੀਗਰ ਜੈਸੇ ਬਾਜੀ ਪਾਈ। ਨਾਨਾ ਰੂਪ ਭੇਖ ਦਿਖਲਾਈ। ਸਾਂਗ ਉਤਾਰ ਥੰਮਿਓ ਪਾਸਾਰਾ। ਤਬ ਏਕੋ ਏਕੰਕਾਰਾ। ਕਵਨ ਰੂਪ ਦ੍ਰਿਸਟਿਓ ਬਿਨਸਾਇਓ। ਕਤਹਿ ਗਇਓ ਓਹ ਕਤ ਤੇ ਆਇਓ। ਜਲ ਤੇ ਊਠਹਿ ਅਨਿਕ ਤਰੰਗਾ। ਕਨਿਕ ਭੂਖਨ ਕੀਨੇ ਬਹੁ ਰੰਗਾ। ਇਤ ਆਦਿਕ।

میں میرے مرشد راجہ جنک نے کسی بات پر خفا ہو کر بد دعا دی۔ کہ تو کلجگ کو دیکھیگا۔ اِس لیئے اُسوقت سے میں اِس حالت حبس دم میں یہاں بیٹھا ہوں۔ زمانہ کے انقلاب سے اِسقدر مٹی اوپر چڑھ گئی۔ کہ یہ گنبد جس میں میں بیٹھا تھا دب گیا۔ اُسوقت مجھکو میرے مرشد نے کہا تھا۔ کہ کلجگ میں گورونانک صاحب دنیا کو نجات بخشنے کے لیئے اوتار لینگے۔ اُسوقت تیری نجات ہوگی۔ اب وہ موقع آگیا۔ آپ کے پاکیزہ کلام سے میری نجات ہوئی۔ اور یہ کہکر جوگی موصوف جان بحق ہوگیا۔ اُسکی تجہیز و تکفین کی گئی۔

گورو ارجن صاحب بہی بڑی سرگرمی سے تالاب کے کھُدوانے میں معروف رہے۔ اور اپنی تمام مریدی و سکھی میں جا بجا حکمنامے (پروانے) امداد کے لیئے بھیجدیئے۔ بہائی بھگتو۔ بہائی بھلو۔ بہائی سائلو۔ بہائی پیرا۔ بہائی جیٹھا۔ اور بہائی داسو وغیرہ بہت سے سکھوں کو واسطے تیاری پژادہ پختہ خشتہا ء کے مامور فرمایا۔ اور قُرب و جوار کے دیہاتی لوگوں سے لکڑی جمع کرائی۔ اور تیرتھ امرتسر کو دکھ بھنجنی کے متصل ایک چبوترہ پر بیٹھکر بڑی سرگرمی سے تعمیر کروانے لگے۔ اور تالاب کی تعریف میں شبد جو گورو گرنتھ صاحب میں درج ہیں اُچارن کرتے اور کہتے۔ کہ کسی زمانہ میں یہ شہر تجارت کا گھر ہوگا۔ لکھو کھا روپیہ یہاں دیس بدیس ودیساکھی کے روز آیا کریں گے۔ اور کلجگ میں سب تیرتھوں کا سر دمن یعنی سرتاج ہوگا۔

پھر کاتک سُدی پنچمی سمت ۱۶۴۵ بکرمی کو اِس تالاب کے وسط میں گورو ارجن صاحب نے ایک مندر بنوایا۔ جس کی بنیاد رکھنے کے وقت کی ایک یوں روایت ہے۔ کہ گورو نے اُس مبارک دن کو کُل پیر و فقیر مدعو کیئے تھے۔ اور پہلی اینٹ اُنہوں نے حضرت میاں میر فقیر سے رکھوائی جس کو معماروں نے کچھ ٹیڑھی خیال کرکے دوبارہ قاعدہ سے دوسری طرف جما دیا۔ اِس پر گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ مندر ایک دفعہ گر کر پھر دوبارہ مستحکم طور پر تیار ہوگا۔ چنانچہ احمد شاہ پادشاہ کابل کی آمد پر سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں جس کا مفصل ذکر حصہ دوم میں ہوگا ایسا ہی ہوا۔

گورو ارجن صاحب نے اپنے کل سکھوں و مریدوں کو ہدایت فرمائی کہ اپنی بود و باش شہر امرتسر میں اختیار کریں اور دن بدن اِس کی آبادی کو ترقی دیں۔ چونکہ اُسوقت اُنکا بڑا بھائی پرتھی چند ان سے مارے حسد کے ہر وقت جھگڑا و فساد رکھتا تھا۔ یہ اپنی سکونت تبدیل کرنیکا ارادہ کرکے سمت ۱۶۴۶ بکرمی میں ملک مانجھہ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ اور قصبہ گوئندوال و کھنڈور اپنے بزرگان کے مکانات کی زیارت کرکے موضع چوہلہ۔ وسر ہالی وغیرہ سے گذرتے ہوئے جب موضع کھاری کے گرد نواح میں پہنچے۔ تو وہاں کی آب و ہوا عمدہ دیکھکر ٹھہر گئے۔ اور کچھ زمین حاکموں سے لیکر قصبہ ترنتارن کی بنیاد ڈالی۔ بعد ازاں سمت ۱۶۴۹ بکرمی میں وہاں ایک تالاب کھُدوایا۔ اور اِس کو پختہ بنانے کے لیئے اینٹوں کے پژاوے چڑھوا دیئے۔ جب اینٹیں پک کر تیار ہوئیں۔ تو اُن کو مسمی امیر الدین پسر نور الدین حاکم وقت نے پرتھی چند کی ترغیب پر زبردستی سرائے نور الدین کی عمارت میں صرف کر لیا جسپر گورو صاحب نے بہت رنجیدہ خاطر ہو کر فرمایا۔ کہ کسی زمانہ میں یہی اینٹیں اِسی تالاب میں آلگیں گی۔ چنانچہ سمت ۱۸۲۳ بکرمی کو سردار بدھ سنگھ فیض اللہ پوریہ و سردار جسا سنگھ رام گڑھیہ وغیرہ نے اپنی حکومت میں سرائے نور الدین کو مسمار کرکے وہی اینٹیں اِس تالاب میں پھر لگوادیں۔ باقی مہاراجہ رنجیت سنگھ و کنور نونہال سنگھ کے عہد میں تالاب مذکور معہ پرکرمان پختہ بنا

طرف سے پختہ ہو گیا - اور ایک مکان پختہ بنام گوردوارہ **منجی صاحب** جس میں سنہری اور رد پہری نقش و نگاریں تعمیر کیا گیا گذارہ پوجاریان و آبادی مکان کے لئے پہلے تو سرکار لاہور سے بہت کچھ ملتا تھا - لیکن اب صرف مبلغ ایکہزار چار سو سات روپیہ جاگیر سالانہ بنام دربار صاحب معاف ہے - علاوہ اس کے مبلغ تین ہزار روپیہ کی جاگیر واسطے خرچ نان و پارچہ جزامیان کے جو وہاں بہ کثرت رہتے ہیں - بنام اولاد بھائی **بستی رام** و **رام سنگھ** وغیرہ کے سرکار انگریزی کی طرف سے مرفوع القلم ہے - اگرچہ ہر ایک ماہ کی اماوس کو ہزاروں لوگ وہاں اشنان کرنی کو جاتے ہیں - مگر سال میں دو میلے بڑی دھوم دھام کے ماہ چیت و بھادوں کی ماوس کو لگتے ہیں - ان میلوں میں ہزار ہا روپیہ پوجا چڑھتی ہے - جس سے وہاں کے پوجاریان کی بخوبی پرورش ہوتی رہتی ہے - یہاں پر اکثر جزامی لوگ بامید فضل کرتار جمع ہو کر تالاب میں غسل کرتے ہیں - اور بموجب بر یعنی بخشش **گورو ارجن صاحب** کے ہر سال میں قریب دس بارہ جزامیوں کے صحت یاب ہو کر چلے جاتے ہیں -

بعد ازاں سمت ۱۶۵۱ بکرمی میں **گورو ارجن جی** نے ایک قطعہ زمین حاکمان وقت سے بطور زر خرید زمینداره لیکر دیہہ کرتارپور جو اب ضلع جالندھر میں ایک مشہور قصبہ ہے - آباد کیا - اس میں اب ان کی اولاد سوڈھی صاحبان سکونت پذیر ہیں - انکا مفصل حال حصہ پنجم میں تحریر کیا جاوے گا -

پھر آپ اپنے سکھوں **بھائی بہوریا** و **چودھری چوہڑ مل** باجگذار کی درخواست پر پرگنہ چونیاں کا دورہ کرتے ہوئے موضع جستر کلاں میں تین چار ماہ تک قیام پذیر رہے - اور وہاں کے باشندوں کو نیک ہدایت کرتے رہے - پھر بھائی **سمند و لالو برہمن** - **بھائی تلسا** - **مکند کھتری** اور **کیدارا** - وغیرہ سکھان کو اپنے پر تاثیر اپدیشں سے نہال کیا - اور انہوں نے حسب حیثیت اپنے نقد و جنس اور بیل گھوڑے جو اس ملک میں عمدہ ہوتے ہیں - ان کو نذر کیئے -

ایک روز کا ذکر ہے - کہ مسمی **سنتو** قوم کھتری گوت چوپڑہ نامور ساہوکار نے جو عارضہ جذام میں مبتلا تھا - ان کی خدمت میں حاضر ہو کر صحت پانے کے لئے استدعا کی - آپ نے اسکو فرمایا - کہ اس دھرم سالہ کے ستون سے ہمیشہ بغلگیر ہوا کر - اور مساکین کو کھانا تقسیم کیا کر - کرتار تجھکو شفا بخشیگا - چنانچہ ایسا کرنے سے اسکو تھوڑے ہی دنوں میں صحت ہو گئی - اب وہ ستون **تھمہ دکھ نوارن صاحب** کے نام سے مشہور ہے - جس سے صد ہا لوگ اب تک بغلگیر ہو کر مرض جذام سے صحت پا لے ہیں -

بعدہٗ یہاں سے روانہ ہو کر راستہ میں لوگوں کو اپنے اپدیش اور دیدار سے نہال کرتے ہوئے شہر لاہور میں وارد ہوئے - اور وہاں ہی ایک باولی ڈبی بازار میں تیار کروانے لگے - اسی اثنا میں **شاہ سلیمان** ساکن موضع بھیکووال (جو ۱۰۶۴ سنہ ہجری میں گذرا ہے) اور **شیخ چھیلی شاہ** (جسکو شاہزادہ **دارا شکوہ** ولی سمجھتا تھا و ۱۰۶۹ سنہ ہجری میں فوت ہوا ہے) اور **شاہ عنایت قادری** و **شاہ حسین** وغیرہ مسلمین فقرا اور **چھجو بھگت** ان سے ملنے کو آئے - اور ان کے ساتھ بہت دیر تک تذکرات معرفت الٰہی کرتے رہے - غرض ان کی تصانیف منصفانہ و کلمات عارفانہ کو سن کر بہت محظوظ ہوئے - رفتہ رفتہ ان کی بزرگی اور لیاقت کی خبر وہاں کے حاکم **حسن خان** کو پہنچی - وہ بھی ایک دن چند امراؤں کو ہمراہ لیکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا

اور بہت سے سوال و جواب کے بعد پوچھنے لگا۔ کہ شاہ صاحب کوئی نجات کا طریقہ ہی زبان مبارک سے فرمائیے۔ تب گورو جی نے یہ شبد تصنیف فرمایا۔ **شبد**۔ میراں دانا دِل سوچ۔ محبت مَن تن وَسّے سچ شاہ بندی موچ۔ دیدنی دیدار صاحب کُچھ نہیں اِس کا مول۔ پاک پروردگار تو خود خصم بڑا اتول۔ دستگیری وہ دلاور توں ہی توں ہی ایک۔ کرتار قدرت کرن خالق **نانک** تیری ٹیک۔

ਮੀਰਾਂ ਦਾਨਾ ਦਿਲ ਸੋਚ। ਮੁਹਬਤੇ ਮਨ ਤਨ ਬਸੈ ਸਚ ਸਾਹ ਬੰਦੀ ਮੋਚ। ਦੀਦਨੇ ਦੀਦਾਰ ਸਾਹਿਬ ਕਛੁ ਨਹੀ ਇਸ ਕਾ ਮੋਲ। ਪਾਕ ਪਰਵਦਗਾਰ ਤੂ ਖੁਦ ਖਸਮ ਵਡਾ ਅਤੋਲ। ਦਸਤਗੀਰੀ

ਦੇਹਿ ਦਿਲਾਵਰ ਤੂਹੀ ਤੂਹੀ ਏਕ। ਕਰਤਾਰ ਕੁਦਰਤ ਕਰਣ ਖਾਲਕ ਨਾਨਕ ਤੇਰੀ ਟੇਕ।

جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے دانا امیر اپنے دل میں سوچ۔ جب سچے خداوند کریم کی محبت تیرے دل و جان میں بس جاویگی۔ تو دنیا کے قیدخانہ سے مخلصی یعنی نجات حاصل ہوگی۔ آنکھوں سے صرف خداوند کریم کا دیدار جو نے بہا ہے کر۔ اور کہہ پاک پروردگار۔ جو خود بخود مالک ہے۔ تیری قدرت لاانتہا ہے۔ میری دستگیری کے لیئے صرف تو ہی ایک دلاور ہے۔ اے خداوند کریم! تو قادرِ مطلق اور خالق ہے۔ نانک کو تیرا ہی آسرا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی چند شبد کہے جن کو سن کر حاکم مذکور کی تسکین ہو گئی۔ اور تعصب و ظلم سے توبہ کرکے عبادتِ خدا و انصاف میں مصروف ہو گیا۔ بلکہ اُن کا دل و جان سے معتقد ہو کر اُن کی باولی تیار کرائی جس میں بہت مددی (جو لاہور کے ڈبی بازار میں واقع ہے) انقلاب زمانہ سے اس میں مٹی پڑ گئی تھی۔ اور یہ ایک مدت تک معدوم رہی۔ پھر **مہاراجہ رنجیت سنگھ** کے وقت میں لگائی گئی۔ جس کی بابت یوں روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ مہاراجہ **رنجیت سنگھ صاحب** بیمار ہو گئے۔ تو اُن کو خواب میں اِس باولی کی نسبت الہام ہوا۔ کہ اگر وہ اُس باولی کو نکلوا کر اُس میں غسل کریں گے۔ تو اُن کو صحت ہو جائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بلکہ ابتک اکثر مریض لوگ اُس میں اُسی اعتقاد پر نہاتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

ਬਾਰਠ پھر یہاں سے **گورو ارجن صاحب** روانہ ہو کر ڈیرہ **گورو نانک صاحب** کا درشن کرتے ہوئے موضع بارٹھ میں جہاں پر **سری چند** جی فرزند ارجمند **گورو نانک صاحب** عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ تشریف لیگئے۔ اور حسب معمول سابق گوروؤں کے اُن کے حضور مبلغ پانسو روپیہ نقد و ایک راس اسپ و ایک خلعت فاخرہ کو پیشکش کیا۔ اور باہم مزاج پرسی و خیر و عافیت سے فارغ ہو کر گیان چرچا کرنے لگے۔ دوران گفتگو میں **سری چند صاحب** نے **گورو ارجن جی** سے کہا کہ تم نے اسقدر لمبی ریش کس لیئے بڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا۔ کہ آپ جیسے فقیروں کے قدموں کی خاک جھاڑنے کے لیئے۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ تم نے اِن ہی باتوں سے تو گورو یائی حاصل کر لی ہے۔ تب **گورو ارجن جی** نے کہا۔ کہ حضور گورو یائی تو آپ نے بخشی ہے۔ مگر پرتھی چند ہم کو نہایت تکلیف دے رہا ہے۔ اُس کے جواب میں انہوں نے کہا۔ کہ اُس کا تمہارے اوپر کچھ زور نہیں چلیگا۔ وہ یوں ہی کھپ کھپ کر مر جائیگا۔"

ਰੋੜ بعد ازآں **گورو ارجن جی** اُن سے رخصت ہو کر موضع سہسرہ۔ و گورو کا باغ۔ روڑ وغیرہ مقامات میں قیام فرماتے ہوئے امرتسر میں واپس آئے۔ **سری چند صاحب** کی دعا و مہربانی کا حال سنکر سب سکھ لوگ **گورو ارجن جی**

کی طرف مائل ہو گئے۔ جس سے **پرتھی چند** کو نہایت ذلت پہنچی۔ اور وہ شرم کھا کر موضع ہیہر ضلع لاہور میں جس کو اُس کے دوست **خلجی خاں** نے اُس کے واسطے آباد کروایا تھا۔ اور جہاں ابتک اُس کی اولاد کے لوگ رہتے ہیں جا آباد ہؤا۔ اور وہاں ایک نقل امرتسر کے تالاب و ہر مندر کی تعمیر کرا کے اپنے مریدوں سے کہنے لگا۔ کہ یہی تیرتھ نجات دینے والا ہے۔ جب یہ بات **گورو ارجن صاحب** نے سنی تو انہوں نے کہا۔ کہ چونکہ اُس نے **گورو رامداس صاحب** کی ہمسری کی ہے۔ اُس تالاب میں پانی نہ رہیگا" اور نہ وہاں آبادی ہوگی۔ چنانچہ قدرت ایزدی سے ایسا ہی ہؤا۔ کہ ابتک خشک و ویران پڑا ہے۔

پرتھی چند کی ہر وقت کی راڑہ و تکرار سے **گورو ارجن صاحب** بھی موضع وڈالی میں جو امرتسر سے مغرب کی طرف چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جا آباد ہوئے۔ اور وہیں ان کے گھر ایک نہایت سعادتمند اور بلند اقبال نونہال جو **گورو ہرگوبند صاحب** کے نام سے مشہور ہوئے پیدا ہؤا۔ اس خبر کے سنتے ہی **پرتھی چند** کے کلیجہ پر سانپ لوٹنے لگا۔ اور اُسی دن سے اُس لڑکے کی جان کے فکر میں ہوگیا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ اس بے رحم حاسد نے اُس معصوم لڑکے کے آگے جہاں وہ کھیل رہا تھا ایک زہریلا سانپ چھوڑوا دیا۔ مگر اُس سانپ نے **گورو ہرگوبند جی** کو مطلق نہ چھیڑا۔ جب یہ وار اُس کا خالی گیا۔ تو ایک روز مسمات سوبھی دایہ کو رشوت دیکر **ہرگوبند صاحب** کو مروانا چاہا۔ جس نابکار مکار عورت نے اپنی میٹھی فریب آلودہ باتوں سے ماتا **گنگا جی** کو اپنی سہیلی بنا لیا۔ اور ایک روز اپنے پستان کو زہر لگا کر **کرشن روپ گورو ہرگوبند** کو اپنی گود میں لے لیا۔ مگر خوش نصیبی سے اُسوقت اُن کی ماں کو کچھ شک گذرا۔ اور فوراً اپنے لڑکے کو اُس مکارہ کی گود سے چھین لیا۔ اور جب اُس دایہ سے اصل حال پوچھا۔ تو اُس نے بھی سچ سچ بک دیا۔ اور کہا کہ یہ بُرا فعل جو کچھ مجھ سے سرزد ہؤا ہے سو وہ سب **پرتھی چند** کی ترغیب سے ہؤا ہے۔ اور اپنے کردار پر ایسی پشیمان ہوئی۔ کہ اُسی زہر سے جو لڑکے کو دینا چاہا تھا۔ خود ہلاک ہوگئی۔

اس بات کو سن کر سب لوگوں نے **پرتھی چند** کو بہت شرمندہ اور ذلیل کیا۔ بعد چندے سکھوں کی درخواست پر جب **گورو ارجن صاحب** امرتسر میں پھر تشریف لائے۔ تو سکھوں نے صاحبزادہ کی پیدائش کی خوشی میں ایک بڑا بھاری جلسہ کیا۔ جسکو دیکھکر پرتھی چند کی حسد کی آگ اور بھی زیادہ بھڑک اُٹھی۔ اور اُس نے **نند لال** برہمن لانگری (باورچی) کی معرفت مبلغ پانسو روپیہ کا لالچ دیکر **گورو ہرگوبند صاحب** کو پھر زہر دلوانا چاہا۔ مگر اس مرتبہ بھی شفقت ایزدی ایسی ہوئی۔ کہ جب وہ زہر کو دہی میں ملا کر کھلانے لگا۔ تو انہوں نے اُس کے کھانے سے انکار کیا۔ بلکہ جب اُس نے بہت اصرار کیا۔ تو وہ زور زور سے رونے لگے۔ یہانتک کہ **گورو ارجن صاحب** کو خبر ہوگئی۔ اور شک گذرا۔ چنانچہ انہوں نے اُسی دہی کو سر دربار امتحاناً ایک کُتے کو کھلایا۔ جو کھاتے ہی مر گیا۔ تب تو برہمن کے ہوش اُڑ گئے۔ اور سوائے سچ کہنے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔ آخرش برہمن تو اپنے اعمال کا نتیجہ پا کر داخل جہنم ہؤا۔ مگر پرتھی چند کو لوگوں نے ایسا ذلیل و حقیر کیا۔ کہ وہ اپنا منہ دکھلانے کے قابل نہ رہا۔ اور شہر امرتسر سے نکلکر پہلے تو موضع ہیہر میں آباد ہؤا تھا۔ اب ایک دوسرا گانوں کوٹھہ گورو کا ضلع فیروزپور میں آباد کر کے وہاں جا بسا۔ سچ ہے۔

> دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

پرتھی چند نے تو **گورو ارجن صاحب** کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ

باقی نہیں چھوڑا تھا۔ مگر برعکس اس کے اُن کے اقبال میں دن بدن ترقی ہوتی گئی۔ خود بخود تمام زمانہ میں اُن کی پاکبازی اور سنجیدہ مزاجی کا شہرہ ہوگیا۔ ہر چہار طرف سے مخلوقات زیارت کے لیئے آنے لگی۔ اور **گورو نانک صاحب** کے فرقہ کے معتقد ہو کر اُن کی مرید بننے لگی۔ انہوں نے اپنے فرقہ کو مستحکم کرنے کے لیئے بہت سی قوانین و ضوابط مذہبی تیار کیئے۔ اِن سے پیشتر سکھوں کے مذہب کی کوئی کتاب نہیں تہی۔ **گورو گرنتھ صاحب** کو انہوں ہی نے تالیف کیا۔ چونکہ یہ گورو بڑے دُور اندیش اور دانا تھے انہوں نے سوچا۔ کہ دنیا میں جسقدر پیشوا ہو گذرے ہیں سبھوں نے اپنے اپنے مذہب کو ایک ایک کتاب سے پابند کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ بغیر کسی کتاب کے مذہب یا فرقہ مضبوط جڑ نہیں پکڑ سکتا۔ کتاب گویا مذہب کی جڑ ہوتی ہے۔ **حضرت موسےٰ** نے توریت **حضرت عیسےٰ** نے انجیل اور پیغمبر **محمد صاحب** نے **قرآن شریف** سے اپنے اپنے مذہبوں کو آسمانی کتاب ظاہر کر کے پابند بنایا۔ اِسیطرح پر **گورو ارجن صاحب** کو بھی الہام ہوُا۔ کہ اے **گورو ارجن!** جو کلامات **گورو نانک صاحب** یا اُن کے جانشین تصنیف فرمایا کرتے تھے۔ وہ محض میری ارشاد ہوتا تھا۔ چنانچہ خود **گورو نانک صاحب** نے بھی ایمن آباد کے مقام پر وہاں کی رعایا کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ کہ "جیسی مَیں آوے خصم کی بانی تیسڑا کرین گیان وے لالو"! یعنی جیسا مالک مجھکو کہتا ہے ویسا تو سمجھ رے لالو! پس تو اُن کی کُل کلاموں کو جمع کر کے ایک کتاب موسومہ **گرنتھ صاحب** تیار کر جس کے پڑھنے سے **کلجگ** کی تُچھ بُدھی (کم فہم) جیو ونکا اودھار ہوئے چنانچہ اُسی وقت سے **گورو ارجن صاحب** نے گذشتہ گورؤں کے کلامات کو ہر جگہ سے فراہم کرنا شروع کیا۔ اور جو کچھ گذشتہ تصنیفات قصبہ گوئندوال میں **گورو امرداس صاحب** کے فرزند **موہن** کے پاس موجود تھیں۔ وہ سب وہاں سے امرتسر لے آئے۔ اور امرتسر تالاب کے مشرق جانب اُس مقام پر جو اب رام سر کے نام سے مشہور ہے بیٹھ کر **سکھمنی صاحب** تصنیف کرنے لگے۔ جب اِس پرم آنند مکت دایک بانی کو تصنیف کر چکے۔ اور گذشتہ گوروؤں کے کلام جہانتک دستیاب ہو سکے فراہم ہو چکے۔ تب آپنے ایک خیمہ میں بیٹھکر **گورو گرنتھ صاحب** کو اِس طریقہ سے تالیف و تصنیف کرنا شروع کیا۔ کہ آپ قنات کے اندر سے بولتے جاتے۔ اور باہر **گورو داس** نویسندہ لکھتا جاتا۔ پہلے سلسلہ وار اپنے سابقہ گورو صاحبان کی بانی ہر ایک راگ اور راگنی میں درج کراتے پیچھے سے بھگتوں کی بانی بھی اسیطرح راگ راگنیوں میں چڑھوا کر ختم کرتے۔ چونکہ ہر ایک شبد و شلوک میں ہر ایک گورو نے تخلص **گورو نانک صاحب** کے ہی مبارک نام کا رکھا ہے۔ اسیوجہ سے شناخت کے لیئے جس گورو کی تصنیف شروع ہوتی اُسکے پیشتر محلہ ۱۔ محلہ ۲۔ محلہ ۳۔ محلہ ۴۔ محلہ ۵ لکھوا دیتے۔ اور **کبیر۔ نامدیو۔ دہنا۔ رودواس۔ پیپا۔ سین۔ سدہنا۔ تلوچن۔ بینی۔ سورداس۔ رامانند** وغیرہ بھگتان کی بانی جو لکھی جاتی تھی۔ اُسمیں سب کے نام علحدہ علحدہ درج کروائے تھے۔

کہتے ہیں کہ **گورو ارجن صاحب** نے اپنے سکھوں کو اُن بھگتوں کا (جو عالم غیب سے آکر اپنی اپنی تصانیف (بانی) کو موقع مقررہ پر اُچارن کر کے درج گرنتھ صاحب کروا جاتے تھے) اُن کی درخواست پر درشن بھی کروا دیا تھا۔ اور بعض کا یہ بھی

قول ہے۔ کہ گورو صاحب خود ہی اپنی قدرتی طاقت سے اُن کے نام پر اُن کی بانی تصنیف کرتے تھے۔ اور مسمی **متھرا۔ کلس وکیرت۔ وکلن** وغیرہ سترہ کس قوم برہمن (بھٹوں) نے بھی جو کچھ **گورو ارجن صاحب** کی تعریف میں تصنیف کیا تھا وہ بھی گورو گرنتھ صاحب میں درج کیا گیا۔

ان بھٹوں کی بابت گوربلاس میں یوں درج ہے۔ کہ جب پرمیشور کوئی اوتار پیدا کرتا ہے۔ تو برھما خود چاروں وید سولہ النسانی شکلوں میں پیدا ہو کر اُس کی صفت بیان کرتے ہیں۔ باقی رہا **ستا**۔ و بلونڈ مطربان کی تصانیف المعروف ٹکہ کی بار کا گورو گرنتھ صاحب میں درج ہونے کی صرف یہی وجہ ہے۔ کہ جب **گورو ارجن دیو صاحب** کے دربار کی شاہانہ رونق ہو گئی تو **پرتھی چند** وغیرہ حاسدوں نے یہ چال چلی۔ کہ ستا۔ بلونڈ مطربان کو جو اپنے فن میں یکتا تھے۔ اور گورو جی کے دربار میں روزمرہ سرود کیا کرتے تھے۔ زیادہ روزینہ دینے کا طمع دیکر ورغلالیا۔ اور وہ بھی اپنی قومی خصلت و ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ایسے منحرف ہو گئے۔ کہ باوجود بار ہا سمجھانے کے نہ مانے۔ حالانکہ گورو صاحب خود اُن کے مکان پر گئے۔ مگر وہ ایسے بے ایمان ہو گئے کہ اُن کا بھی لحاظ و آداب نہ کیا۔ اور گستاخانہ پیش آئے۔ اور واہیات خرافات بکنے لگے۔ جس پر **گورو ارجن صاحب** نے ناراض ہو کر اُن کو بد دعا دی۔ اور کہا کہ اب جو کوئی تمہارے واسطے سفارشی ہوگا۔ اُس کے گلے میں جوتیوں کی مالا ڈالکر منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کرا کے شہر میں پھرایا جاویگا۔ اور ادھر رباب کی جگہ سرندہ ایجاد کر کے اپنے سکھوں کو گانا سکھا کر دربار صاحب کی رونق کو پہلے سے بھی زیادہ کر دکھایا۔ اُدھر قضاء الٰہی سے اُن مطربان مغرور کو اُس بد دعا سے مرض جذام نے ایسا دق کیا۔ کہ اُن کے عزیز و اقرباء نے بھی اُن کو گھر سے باہر نکال دیا۔ وہ ہر روز دربار صاحب میں آکر گورو صاحب کے سامنے عاجزی سے ناک رگڑا کرتے اور کہتے کہ گرچہ من سر بسر گنہ کردم۔ نامہ خویش را سیہ کردم۔ تو دریں نامہ سیاہ مبیں۔ کرم خویش بیں گناہ مبیں۔ من خود از کردہ ہائے خود خجلم۔ تو مکن روز حشر منفعلم۔ باوجود گناہ گاری ہا۔ از تو دارم امیدواری ہا۔ لیکن کسی نے عرض نہ کی۔ آخر الامر **بھائی لدّھا** خود اپنا منہ سیاہ کرے جوتیوں کا ہار گلے میں ڈال گدھے پر سوار ہو جیسا گورو صاحب نے حالت غضب میں فرمایا تھا۔ بجنسہ کر کے اُن کے دربار میں حاضر ہو کر مطربان کی معافی کا خواہاں ہوا۔ تب **گورو ارجن صاحب** نے ہنسکر فرمایا۔ کہ اچھا ہمنے معاف کیا۔ مگر جس منہ سے انہوں نے گوروؤں کی ہجو کی تھی۔ اب اُسی منہ سے تعریف کریں تو بخشے جائیں گے۔ چنانچہ حسب ارشاد گورو صاحب اُنہوں نے ویسا ہی کیا۔ جس کو سنکر وہ بہت خوش ہوئے۔ بلکہ گورو گرنتھ صاحب میں درج کرنے کا اعزاز بخشا۔ اور اُن کو اُن کے اصلی عہدہ پر ممتاز فرمایا۔

سمت ۱۶۶۱ بکرمی مطابق سمت ۱۳۵ نانک شاہی میں گورو گرنتھ صاحب کو **مُندآونی** کا شبد لکھکر ختم کیا۔ مُنداونی سے مراد مہر کی ہے۔ راگ مالا جو مُنداونی سے پیچھے کسی نے درج کی ہے۔ وہ اصل میں **مادہو آنل** شاعر کی کتاب سے جو علم موسیقی کا منتہی تھا نقل کی گئی ہے۔ پھر **گورو ارجن صاحب** نے بھائی **بنو** کو گورو گرنتھ صاحب کی جلد بندھوانے کے لیئے لاہور بھیجا۔ جنہوں نے نہایت چالاکی اور ہوشیاری سے راستہ میں گورو گرنتھ صاحب کی ایک دوسری نقل تیار کر ڈالی بلکہ اسمیں بعض تصنیفات **گورو**

نانک صاحب کی جو اُن کو بعد میں دستیاب ہوئیں - وہ ہی درج کروالیں - اور دونوں کی جلدیں بندھوا کر **گورو ارجن صاحب** کے حضور لا رکھیں - چونکہ بھائی بنو کی یہ کارستانی بدوں استجواب اجازت گورو صاحب ہوئی تھی - اسوجہ سے گورو صاحب اُن کی اِس کارروائی سے کچھ خوش نہ ہوئے - بلکہ گو نہ ناراض ہوئے - اور بھائی بنو کی جلد کا نام **کھاری بیڑ** رکھکر - فرمایا - کہ بھائی بنو تمہارا تو منشا تھا - کہ گرنتھ صاحب صرف ایک ہی ہوتا تاکہ دنیا میں اسکی عزت و حرمت بہت زیادہ ہوتی - مگر تمہارے ایسا کرنے سے وہ بات نہ رہی - گھر گھر گرنتھ صاحب ہوگا - چنانچہ ویسا ہی آجکل دیکھنے میں آتا ہے - اور وہ گرنتھ صاحب موضع مانگٹ ضلع گجرات میں بھائی بنو کے خاندان میں اب تک موجود ہے - پھر دوسرے اصلی گورو گرنتھ صاحب کو بڑی دھوم دھام سے عام جلسہ کرکے ہرمندر امرتسر میں استھاپن کیا - اور بابا بڈھا صاحب کو گرنتھ صاحب کی خدمت و پرستش کرنے کا اعجاز بخشکر فرمایا کہ اسکو ہمیشہ گورو کے سکھ سنا اور پڑھا کریں - اور جو کوئی اپنی مراد حاصل کرنے کے اعتقاد سے گورو گرنتھ صاحب کا سارا پاٹھ سات روز یا چودہ روز میں - یا اکھنڈ پاٹھ سولہ پہر میں بدھی پوربک (حسب قاعدہ) کرائیگا - اُسکی منشاء ضرور پوری ہوگی چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوا - کہ جس کسی نے جس خواہش سے پاٹھ کرایا - اُسکا مطلب ضرور بر آیا -

بعد چند مدت کے جب **گورو ہرگوبند صاحب** امرتسر سے کیرت پور کی طرف چلے گئے - تو وہ گورو گرنتھ صاحب کسی وجہ سے قصبہ کرتار پور میں سوڈہی دھیر مل کے ہاتھ لگ گیا - جو ابتک اُسی کے خاندان میں ہے - اِس گورو گرنتھ صاحب کا ادب آداب ہی سکھوں کے مذہب میں یہاں تک ہے - کہ جب سمت ۱۸۸۹ بکرمی میں **مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر** نے بڑی شان شوکت سے درشن کے لیئے **لاہور** میں منگوایا - تو مبلغ ایک لاکھ سو روپیہ نقد نذرانہ کا دیکر مبلغ گیارہ روپیہ کا کڑاہ پرشاد یومیہ بھوگ کے لیئے مقرر کیا - اور جب رخصت کیا تو مبلغ پچاس ہزار روپیہ کی جاگیر اوداس کرائی - اور پھر جب اسیطرح سمت ۱۹۱۶ بکرمی میں **مہاراجہ نرِندر سنگھ صاحب والی ریاست پٹیالہ** نے اِسی گورو گرنتھ صاحب کو پٹیالہ میں منگایا - تو مبلغ اکاون روپیہ نقد بطور نذر پیشکش کیا تھا - اور مبلغ پانچ روپیہ کا کڑاہ پرشاد روزانہ ایک سال تک ہوتا رہا - جب رخصت کیا تو مبلغ سات سو روپیہ سالانہ کی جاگیر اوداس کرائی - بیساکھی کے میلہ پر اِس گورو گرنتھ صاحب کا سب کو عام درشن ہوتا ہے - لیکن اگر کوئی خاص دن درشن کرنا چاہے - تو مبلغ سوا روپیہ کا کڑاہ پرشاد کرانا پڑتا ہے -

گورو ارجن صاحب کے عہد میں سکھوں کے فرقہ نے اسقدر وسعت کی - کہ سندہ - ڈیرہ جات - پشاور - کشمیر - کابل قندہار - مالوہ - ہندوستان وغیرہ ہر چہار طرف سے ہزارہا روپیہ نقد و انواع انواع اقسام کے تحفہ تحایف گورو جی کے پاس آنے لگے - راجگان کوہستان ہری پور - چینہ - سکیت - منڈی وغیرہ سے بھی معقول چڑھاوا آتا تھا - اور اِدھر گورو صاحب نے بھی عام سدابرت جاری کر رکھا تھا - ہر وقت لنگر گرم رہتا - جو آتا خالی نہ جاتا - جو کچھ روپیہ لنگر سے بچ جاتا - وہ تعمیر مکانات و تالاب وغیرہ میں صرف ہوتا - امرتسر میں گورو کا بازار بھی اُسیوقت بنا تھا -

اِس سے پیشتر جب **گورو ارجن صاحب** کو گدی ملی تھی - تو اُن کو **پرتھی چند** اُن کے بڑے بھائی نے رشک سے بہت

کچھ زر بار اور دق کیا تھا۔ یہانتک کہ ان کو اپنی اصل سکونت امرتسر کو چھوڑکر موضع بڑالی میں جانا پڑا تھا۔ اور اُسکی وجہ یہ ہے۔ کہ جب **گورو رامداس صاحب** اپنے چھوٹے بیٹے **ارجن صاحب** کو گدی دیکر رحلت فرما گئے۔ تو پرتھی چند اُن کے بڑے بیٹے نے کل نقد و جنس پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اور **گورو ارجن صاحب** کو بالکل جواب دیا۔ یہانتک کہ فرش فروش برتن وغیرہ چھوٹی موٹی چیز گورو رامداس صاحب کے لنگر میں تھی سب پر قبضہ کرلیا۔ اور مسندوں کو طمع دیکر سکھوں کی پوجا وغیرہ بھی خود لینے لگے۔ اِدھر **گورو ارجن صاحب** کے لنگر میں اسقدر تباہی آگئی۔ کہ کئی کئی دن تک بھونے ہوئے چنوں پر ہی گذارہ ہوتا۔ ایک دن اتفاقاً بھائی گورداس جی آئے۔ تو اُن کو بھی وہی بھونے ہوئے چنے ملے۔ گورو صاحب کے لنگر کی یہ حالت دیکھ کر اُن کو بہت افسوس ہؤا۔ اور اُنہوں نے اُسی وقت بھائی بوڈھا و بھائی سالو وغیرہ کو ہمراہ لیکر میلہ دیپ مالا کے موقع پر بمقام تھیلی صاحب جہاں سے سکھوں کا گذر ہوتا تھا۔ جا بیٹھے۔ اور وہاں سب سکھوں کو اصل حال جتا کر گورو صاحب کی طرف مایل کردیا۔ اور اُن سے نذر و بھیٹ کا مبلغ ایک ہزار روپیہ گورو صاحب کو دلوایا۔ بلکہ جابجا گورو صاحب کیطرف سے حکم نامے لکھکر بھجوا دیئے۔ اُن کی کوشش سے سارے ملک کو اصل حال معلوم ہوگیا۔ تو سب لوگ گورو ارجن صاحب ہی کی خدمت میں آنے لگے۔ پھر پرتھی چند نے یہ کیا۔ کہ **صلحی خاں** کو جو اُس ملک کا حاکم تھا بہت کچھ رشوت دیکر اپنا مددگار بنالیا۔ اور گورو صاحب پر دعوے دائر کردیا۔ جسکا **اکبر بادشاہ** نے یہ فیصلہ کیا کہ جس کو جو رتبہ والد دے گیا ہے۔ وہ منسوخ نہیں ہوسکتا۔ آخر جب کوئی تجویز پیش نہ گئی۔ تو ہمیشہ **صلحی خاں** کی امداد سے جھگڑا و فساد رکھنے لگا۔ اِسی اثنا میں **وزیر خاں** نائب وزیر ساکن لاہور (جسکی مسجد ابتک دہلی دروازہ کے متصل موجود ہے) کا مرض جلودھر سے ایسا پیٹ بڑھ گیا۔ کہ بیٹھنے سے بھی لاچار تھا۔ جب کسی طرح سے یہ مرض رفع نہ ہؤا۔ تو فقیر **میاں میر** کے ارشاد سے **گورو ارجن جی** کی خدمت میں پہنچا۔ اُوس وقت گورو جی ذکھ بھنجنی پر درخت بیر کے نیچے بیٹھے ہوئے تالاب کھدوا رہے تھے۔ **وزیر خاں** کو اُس کے ملازموں نے پالکی سے نکال کر گورو صاحب کے قدموں پر لٹا دیا۔ تب گورو صاحب نے بابا بڈھا نامی سکھ سے جو مزدوروں کی طرح مٹی نکال رہا تھا۔ کہا کہ اِس پر مہربانی کرو۔ وہ خاموش ہوکر مٹی کی ٹوکری ڈال کر چلا جاتا رہا۔ جب تیسری دفعہ گورو صاحب نے کہا۔ تو اُس نے کیچڑ کی بھری ہوئی ٹوکری وزیر خاں کے پیٹ پر ایسی ماری۔ کہ اُس کے پیٹ کا مواد باہر نکل گیا۔ اور اُسکو صحت ہوگئی۔ گورو صاحب نے اُس کو کڑاہ پرشاد دیا۔ جس سے وہ بالکل صحت یاب ہوکر اُن کا دلی معتقد بن گیا۔ اور رات کے وقت جو ایک سکھ سکھمنی بانی پڑھتا تھا اُس کو سُن کر نہایت خوش ہؤا۔ بلکہ گورو صاحب سے کہکر اُس سکھ کو ہمیشہ کیلئے اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور جبتک جیتا رہا اُس سے برابر بانی کا پاٹھ سنتا رہا۔ بلکہ روزمرہ کڑاہ پرشاد بنوا کر کھاتا۔

آخرش **صلحی خاں** نے پرتھی چند و گورو ارجن صاحب کا باہمی فیصلہ اس طرح پر کرایا۔ کہ تمام سکھی سیوکی کا مالک تو گورو ارجن صاحب کو بنا دیا۔ اور باقی گورو چک کے کل زمینداره وغیرہ کی وراثت معہ کچھ حصہ اُس سند کے جو **اکبر بادشاہ** دے گیا تھا۔ پرتھی چند کو دیدیا۔ اِس سند میں چودہ ہزار بگیہ غیر مزروعہ اراضی واقع کنارہ ستلج (جہاں اب موضع کوٹھہ وڈھلوں وغیرہ آباد ہیں) اور چودہ ہزار بگیہ مزروعہ اراضی (واقع مواضعات ہیر و کلیر) وقف تھی۔

مخفی نہ رہے کہ پہلے گوروارجن صاحب نے بباعث نہ ہونے اپنی خاص اولاد کے پرتھی چند کے بیٹے **مہربان** کو اپنی گود میں لے لیا تھا جس سے اسکو گونہ تسلی تھی - مگر جب دوسرے محل سے ان کے گھر **ہرگوبند جی** پیدا ہو گئے - تو وہ گوروائی کی گدی سے بالکل مایوس ہو گیا - اور اس نے بہت سی کوششیں ہرگوبند جی کے مار ڈالنے کی - جسکا مفصل ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں - کیں - مگر چونکہ خداوندکریم کی مہربانی تھی اُس کی ایک کاریگری بھی نہ چلی - تب اس نے حیران ہو کر یہ دعوے کیا - کہ میرا لڑکا پہلے متبنیٰ بنایا گیا تھا - اور گدی کا وہی حقدار ہونا چاہیئے - جسکا فیصلہ گوروارجن صاحب نے اسطرح پر کیا کہ بائیس مسندوں میں سے ساڑھے تین مسند اول سنچا - دریائے اٹک کے مغربی حصہ دار کی - دوم سوجا ملک دھنی گھیب کی - سوم پنجو بار سیالاں وکڑانہ کی - و نصف بھونڈ جٹ ملک مالوہ کی آمدنی مہربان متبنیٰ کو عطا کی - مگر پرتھی چند کو اِس پر بھی صبر نہ آیا - اور چندو لال قوم کھتری بادشاہی دیوان سے جس کی لڑکی کی نسبت کو **گوروارجن صاحب** نے اپنے بیٹے **گورو ہرگوبند** کے ساتھ کسی خاص وجہ سے نامنظور کیا تھا - اور اسی وجہ سے اُسے ہر وقت ایک قسم کا رنج رہتا تھا - جا ملا اور اُس کے ذریعہ سے **اکبر بادشاہ** کو یہ شک دلایا - کہ گوروارجن صاحب ڈاکوؤں اور رہزنوں کو اپنے پاس رکھتے ہیں - اور ہمیشہ ڈاکہ زنی کے مال سے گذارہ کرتے ہیں - جس کے تدارک کے لیئے بادشاہ کیطرف سے سمت ۱۶۵۷ بکرمی میں **صلبی خاں** تعینات کیا گیا تھا - مگر قدرت ایزدی ایسی ہوئی - کہ **صلبی خاں** کو جب وہ قصبہ گوبند وال کے پاس پہنچا تو اس کے باپ کے ایک نوکرنے جس کو وہ تنخواہ نہیں دیتا تھا - غصہ میں آکر مار ڈالا - جس کی بابت دیوان چندو لال و پرتھی چند نے بادشاہ کو یہ سمجھایا - کہ صلبی خاں گوروارجن جی کی سازش سے قتل کیا گیا ہے - تب بادشاہ نے غصہ میں آکر **صلہی خاں** پٹھان حاکم لاہور کے نام ان کی پاداش کے لیئے روانہ ہونیکا فرمان جاری کر دیا جب وہ روانہ ہوا تو پرتھی چند بھی اُس کے ہمراہ ہو لیا - جب دونوں موضع ہیہر علاقہ لاہور میں جہاں پرتھی چند رہا کرتا تھا پہنچکر دو ایک روز کے لیئے ٹھہر گئے - اور **گوروارجن صاحب** کو صد ہا قسم کے عذاب و لوٹ میں ڈالنے کی تدبیریں سوچنے لگے مگر بقول شخصیکہ گردنی خویش آمدنی پیش - چاہ کن را چاہ در پیش " کا معاملہ ہوا - یہ اِدھر اِس تدبیر میں تھے - اُدھر **گوروارجن صاحب** کی لو اُس قادرِ مطلق کے ساتھ لگی ہوئی تھی جس کے اختیار میں ساری دنیا ہے - اور جو سب کے افعالوں کا خود نگہبان ہے - دم میں کچھ کا کچھ کر دیتا ہے - ذرہ کو پہاڑ - پہاڑ کو ذرہ - بادشاہ کو فقیر - فقیر کو بادشاہ - آبادی کو اُجاڑ - اُجاڑ کو آبادی بنا دیتا ہے - حاضر و غائب امیر و فقیر سب کو یکساں سمجھتا ہے - اور کہتے تھے - کہ اے مالک تیرا ہی ہمکو آسرا ہے - تو ہی ہماری پناہ ہے - تیری ہی کرپا سے ہم ان ظالموں کے پنجہ سے بچ گئے - اسی اثنا میں ایک روز صلہی خاں - و پرتھی چند دونوں شکار کے لیئے باہر نکلے - تو پرتھی چند نے صلہی خاں سے کہا - کہ یہ ہمارے پزاوے واسطے تعمیر مکانات تیار ہو رہے ہیں - ملاحظہ کیجئے گا - جب خان مذکور پزاووں کے پاس گیا - تو اتفاقیہ اُسکا گھوڑا ایک جانور کے اُڑنے سے جھجک کر پزاوہ پر جا چڑھا - اور ایسی چھلانگ ماری کہ جہاں آگ کے شعلے بڑے زور شور سے نکل رہے تھے - جا پڑا - اور معہ خان مذکور کے اُسی آگ میں جل بھن کر رہ گیا - رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت - اِس کے بعد جب سمت ۱۶۶۹ بکرمی میں **اکبر بادشاہ** لاہور آیا - تو قصبہ ٹانڈا ضلع گورداسپور میں دیوان چندو لال نے یہ کہا - کہ **گوروارجن صاحب** نے جو کتاب تصنیف کی ہے اُس میں مذہب اسلام کا بہت ہتک کیا ہے - اور پیغمبران خدا کی برائی

لکھی ہے۔ تب بادشاہ نے **گورو ارجن صاحب** کو مع گورو گرنتھ صاحب کے بلا بھیجا۔ جس پر وہ کسی خاص وجہ سے تشریف نہ لے
گئے۔ مگر صرف بھائی گورداس جی اور بابا بڈھا اپنے سیوکوں کو گورو گرنتھ صاحب کے ہمراہ بھیج دیا۔ چنانچہ جب بادشاہ نے گورو گرنتھ
صاحب کو ایک جگہ سے پڑھنے کا حکم دیا۔ تو پہلے پہل یہ شبد نکلا۔ **شبد**۔ خاک نور کردن عالم دنیا۔ آسمان زمین درخت آب پیدائش خدا
بندہ چشم دیدن فنا۔ دنیا مردار خوردنی غافل ہوا۔ غیبان حیوان حرام کشتنی مردار بخورا۔ دل قبض قبضا قادر و دوزخ سزا۔ ولی نعمت برادرا
دربار ملک خانہ ہائے۔ جب عزرائیل بستنی تب چہ کار بدائے۔ احوال معلوم کردم پاک اللہ۔ بگو **نانک** ارداس پیش درویش بندہ
جس پر **چندولال** نے یہ کہا۔ کہ یہ جگہ سکھوں نے صرف حضور کے دکھلانے کے واسطے پہلے سے نکال رکھی تھی۔ حضور دوسری جگہ ملاحظہ
فرمائیں۔ چنانچہ بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے ورق الٹ کر پڑھنے کا حکم دیا۔ تو وہاں سے یہ شبد نکلا۔ **شبد راگ مارو محلہ ۵**
اللہ اگم خدائی بندے۔ چھوڑ خیال دنیا کے دھندے۔ ہوئے پے خاک فقیر مسافر۔ ایہہ درویش قبول درا۔ سچ نماز یقین مصلے منشا مار
نوار و آسا۔ دیہہ مسیت من مولانا کلام خدائے پاک کھرا۔ شرع شریعت لے کماود۔ طریقت ترک کھوج ٹولاوو۔ معرفت من مارو ابدالا
ملو حقیقت جت پھر نہ مرا۔ قرآن کتیب دل ماہنہ کماہی۔ دس عورات رکھو بدراہی۔ پنج مرد صدق لے باندھو۔ خیر صبوری قبول پڑا۔
مکہ مہر روزہ پے خاکا۔ بہشت پیر لفظ کمائی اندازہ۔ حور نور مشک خدایا۔ بندگی اللہ آلہ حجرہ۔ سچ کماوی سوئی قاضی۔ جو دل سودھے
سوئی حاجی۔ سو ملاں ملعون نوارے۔ سو درویش جس صفت دھرا۔ سبھے وقت سبھی کر دیلا۔ خالق یاد دلا منہ مولا۔ تسبیح یاد کرو
دس مردن سنت سیل بندہان ترا۔ دل میں جانو سب فی الحالا۔ خل خانہ برادر ہمو جنجالا۔ میر ملک امرے فانا پایا۔ ایک مقام خدا درا
اوّل صفت دوجی صبوری تیجی حلیمی چوتھی خیری۔ پنجویں پنجے۔ ایک مقامے ایہہ پنج وقت تیرے اپر پرا۔ سگلی جان کرو مو دیفہ۔ بد عمل
چھوڑ کرو ہتھ کوجہ۔ خدا ایک بوجہ دیوہ بانگاں۔ بور گوبر خوردار کھرا۔ حق حلال بخورا کھانا۔ دل دریا دھووہ میلانا۔ پیر پچھانے بہشتی

---

੧ ਖਾਕ ਨੂਰ ਕਰਦੰ ਆਲਮ ਦੁਨੀਆਇ। ਆਸਮਾਨ ਜਿਮੀ ਦਰਖਤ ਆਬ ਪੈਦਾਇਸਿ ਖੁਦਾਇ। ਬੰਦੇ ਚਸਮ ਦੀਦੰ ਫਨਾਇ। ਦੁਨੀਆ ਮੁਰਦਾਰ ਖੁਰਦਨੀ ਗਾਫਲ ਹਵਾਇ। ਗੈਬਾਨ ਹੈਵਾਨ ਹਰਾਮ ਕੁਸਤਨੀ ਮੁਰਦਾਰ ਬਖੋਰਾਇ। ਦਿਲ ਕਬਜ ਕਬਜਾ ਕਾਦਰੋ ਦੋਜਕ ਸਜਾਇ। ਵਲੀ ਨਿਆਮਤ ਬਿਰਾਦਰਾ ਦਰਬਾਰ ਮਿਲਕ ਖਾਨਾਇ। ਜਬ ਅਜਰਾਈਲ ਬਸਤਨੀ ਤਬ ਚਿ ਕਾਰੇ ਬਿਦਾਇ। ਅਹਵਾਲ ਮਾਲੂਮ ਕਰਦੰ ਪਾਕ ਅੱਲਾਹ। ਬੁਗੋ ਨਾਨਕ ਅਰਦਾਸ ਪੇਸਿ ਦਰਵੇਸ ਬੰਦਾਹ।

੨ ਮਾਰੂ ਮਹਲਾ ੫ । ਅਲਹੁ ਅਗਮ ਖੁਦਾਈ ਬੰਦੇ। ਛੋਡ ਖਿਆਲ ਦੁਨੀਆਂ ਕੇ ਧੰਧੇ। ਹੋਇ ਪੈ ਖਾਕ ਫਕੀਰ ਮੁਸਾਫਰ ਇਹੁ ਦਰਵੇਸ ਕਬੂਲ ਦਰਾ।੧। ਸਚੁ ਨਿਮਾਜ ਯਕੀਨ ਮੁਸੱਲਾ। ਮਨਸਾ ਮਾਰ ਨਿਵਾਰਹੁ ਆਸਾ। ਦੇਹ ਮਸੀਤ ਮਨ ਮੌਲਾਨਾ ਕਲਮ ਖੁਦਾਈ ਪਾਕ ਖਰਾ।੨। ਸਰਾ ਸਰੀਅਤ ਲੇ ਕੰਮਾਵਹੁ। ਤਰੀਕਤ ਤਰਕ ਖੋਜ ਟੋਲਾਵਹੁ। ਮਾਰਫਤ ਮਨ ਮਾਰੋ ਅਬਦਾਲਾ ਮਿਲਹੁ ਹਕੀਕਤ ਜਿਤ ਫਿਰ ਨ ਮਰਾ।੩। ਕੁਰਾਨ ਕਤੇਬ ਦਿਲ ਮਾਹਿ ਕਮਾਹੀ। ਦਸ ਔਰਾਤ ਰਖਹੁ ਬਦ ਰਾਹੀ। ਪੰਚ ਮਰਦ ਸਿਦਕ ਲੈ ਬਾਧਹੁ ਖੈਰ ਸਬੂਰੀ ਕਬੂਲ ਪਰਾ।੪। ਮੱਕਾ ਮਿਹਰ ਰੋਜਾ ਪੈ ਖਾਕਾ। ਬਹਿਸ਼ਤ ਪੀਰ ਲਫਜ ਕਮਾਇ ਅੰਦਾਜਾ। ਹੂਰ ਨੂਰ ਮੁਸਕ ਖੁਦਾਯਾ ਬੰਦਗੀ ਅਲਹ ਆਲਾ ਹੁਜਰਾ।੫। ਸਚੁ ਕਮਾਵੈ ਸੋਈ ਕਾਜੀ। ਜੋ ਦਿਲ ਸੋਧੇ ਸੋਈ ਹਾਜੀ। ਸੋ ਮੁੱਲਾਂ ਮਲਊਨ ਨਿਵਾਰੇ ਸੋ ਦਰਵੇਸ ਜਿਸ ਸਿਫਤ ਧਰਾ।੬।

سوئی - عزرائیل نہ دوزٹھرا[۱۱] - کایا کردار عورت یقینا - رنگ تماشے مانہ کینا - ناپاک پاک حضور حدیثاں - ثابت صورت دستار سرا[۱۲] - مسلمان موم دل ہووے - انتر کی مل دل تے دھووے - دنیا رنگ نہ آوے نیڑے - جیوں کُسُم پاٹ گھیو پاک ہرا[۱۳] - جاں کو مہر مہربانا - سوئی مرد مرد مردانہ - سوئی شیخ مشائخ حاجی - سو بندہ جس نظر نرا[۱۴] - قدرت قادر کرن کریما - صفت محبت اتھاہ رحیما - حق حکم سچ خدایا - بجھ نانک بند خلاص ترا[۱۵] -

اِس پر ہی اُس چغلخور کا منہ کالا نہ ہوا - کہنے لگا - کہ قبلہ عالم اِس کتاب میں بُت پرستی کو بہت اچھا لکھا ہے - تو پھر بادشاہ نے تیسری جگہ سے ورق اُلٹا کر اپنی انگلی سے اشارہ پڑھنے کا کیا - وہاں پر یہ شبد نکلا - راگ سوہی محلہ ۵ - شبد[۵۰] - گھر میں ٹھاکر نظر نہ آوے - گلمیں پاہن لے لٹکاوے - بھرمی بھولا ساکت پھرتا - نیر وروے کھپ کھپ مرتا - جس پاہن کو ٹھاکر کہتا - سو پاہن لے اُسکو ڈُبتا - گنہگار لون حرامی - پاہن ناو نہ پارگرامی - گور مل نانک ٹھاکر جاتا - جل تھل پورن پُرکھ بدھاتا" یعنی اپنے خاص گھر میں تو ٹھاکر کو دیکھا نہیں - گلی میں پتھر کا ٹھاکر لٹکائے پھرتا ہے - اِسی وہم میں مورکھ آوارہ پھرتا ہے - پانی کو متھ متھ کر حیران ہوتا ہے - جس پتھر کو وہ ٹھاکر کہتا ہے - وہی اُسکو لے ڈوبتا ہے - اے گنہگار نمک حرام - بُت کا نام پرمیشور نہیں ہے - نانک جس کو مرشد ملا - اُس نے سچے ٹھاکر کو جو کیا زمین کیا پانی سب جگہ میں پھیل رہا ہے - پہچانا -

جب بادشاہ نے اِس شبد کے معنی سُنے - تو گرنتھ صاحب کو شکایت کے بالکل برعکس پاکر نہایت خوش ہوا - اور[۵۱] ۵ اشرفی بطور نذرانہ گرنتھ صاحب پر چڑھایا - اور ایک قیمتی خلعت گورو ارجن صاحب کے واسطے دیکر بابا بڈھا اور گورداس جی کو واپس کیا - اور کہا کہ لاہور سے واپس ہوتے پر گورو صاحب کا میں ہی نیاز حاصل کروں گا - یہ سنتے ہی دشمنوں کے چہرے فق ہو گئے - مارے شرم کے اُن کے دل شق ہو گئے - چہار طرف سے لعنت اور پھٹکاریں پڑنے لگیں - جب بادشاہ لاہور سے ملک دکن کیطرف واپس ہوا[۵۲]

ਸਤੇ ਵਕ੍ਤ ਸਤੇ ਕਰ ਵੇਲਾ ਖਾਲਕ ਯਾਦ ਦਿਲੇ ਮਾਂਹਿ ਮੌਲਾ ।ਤਸਬੀ ਯਾਦ ਕਰੋ ਦਸ ਮਰਦਨ ਸੁੱਨਤ ਸੀਲ ਬੰਧਾਨ ਬਰਾ ॥੭॥ਦਿਲ ਮੇਂ ਜਾਨੋ ਸਭ ਫਿਲਹਾਲਾ ।ਖਿਲਖਾਨਾ ਬਿਰਾਦਰ ਹਮੂ ਜੰਜਾਲਾ ।ਮੀਰ ਮਲਕ ਉਮਰੇ ਫਾਨਾਇਆ ਏਕ ਮੁਕਾਮ ਖੁਦਾਇ ਦਰਾ ॥੮॥ਅਵਲ ਸਿਫਤ ਦੂਜੇ ਸਾਬੂਰੀ ।ਤੀਜੇ ਹਲੇਮੀ ਚੌਥੇ ਖੈਰੀ ।ਪੰਜਵੈਂ ਪੰਜੇ ਇਕਤ ਮੁਕਾਮੇ ਏਹ ਪੰਜ ਵਕਤ ਤੇਰੇ ਅਪਰਪਰਾ ॥੯॥ਸਗਲੀ ਜਾਨ ਕਰੋ ਮੌਦੀਫਾ ।ਬਦ ਅਮਲ ਛੋਡ ਕਰਹੁ ਹਥ ਕੂਜਾ ।ਖੁਦਾਇ ਏਕ ਬੁਝਿ ਦੇਵਹੁ ਬਾਂਗਾ ਬੁਰਗੂ ਬਰਖੁਰਦਾਰ ਖਰਾ ॥੧੦॥ਹਕ ਹਲਾਲ ਬਖੋਰਹੁ ਖਾਣਾ ।ਦਿਲ ਦਰੀਆਇ ਧੋਵਹੁ ਮੈਲਾਣਾ ।ਪੀਰ ਪਛਾਣੈ ਭਿਸ੍ਤੀ ਸੋਈ ਅਜਰਾਈਲ ਨ ਦੋਜ਼ਠਰਾ ॥੧੧॥ਕਾਇਆ ਕਿਰਦਾਰ ਔਰਤ ਯਕੀਨਾ ।ਰੰਗ ਤਮਾਸੇ ਮਾਣਿ ਹਕੀਨਾ ।ਨਾਪਾਕ ਪਾਕ ਹਦੂਰ ਹਦੀਸਾ ਸਾਬਤ ਸੂਰਤ ਦਸਤਾਰ ਸਿਰਾ ॥੧੨॥ਮੁਸਲਮਾਣੁ ਮੋਮ ਦਿਲ ਹੋਵੈ ।ਅੰਤਰ ਕੀ ਮਲ ਦਿਲ ਤੇ ਧੋਵੈ ।ਦੁਨੀਆ ਰੰਗ ਨ ਆਵੈ ਨੇੜੈ ਜਿਉ ਕੁਸਮ ਪਾਟੁ ਘਿਉ ਪਾਕ ਹਰਾ ॥੧੩॥ਜਾਂ ਕੋ ਮਿਹਰ ਮਿਹਰ ਮਿਹਰਬਾਨਾ ।ਸੋਈ ਮਰਦ ਮਰਦ ਮਰਦਾਨਾ ।ਸੋਈ ਸੇਖ ਮਸਾਇਕ ਹਾਜੀ ਸੋ ਬੰਦਾ ਜਿਸ ਨਜਰ ਨਰਾ ॥੧੪॥ਕੁਦਰਤ ਕਾਦਰ ਕਰਣ ਕਰੀਮਾ ।ਸਿਫਤ ਮੁਹਬਤ ਅਥਾਹ ਰਹੀਮਾ ।ਹਕ ਹੁਕਮ ਸਚ ਖੁਦਾਇਆ ਬੁਝਿ ਨਾਨਕ ਬੰਦਿ ਖਲਾਸ ਤਰਾ ॥੧੫॥

توجب وعدہ سمت ۱۶۶۱ بکرمی کو امرتسر میں مقام کرکے گورو ارجن صاحب کی زیارت کو خود گیا۔ صوفیانہ عارفانہ قیاس پاکیزہ صورت نورانی
شباہت کو دیکھکر از حد محظوظ ہوا۔ مسمیان ستا۔ بلونڈ وغیرہ مطربان کا جو اسوقت کے مشہور قوال تھے) جادو صفت گانا۔ اور تال لب کی
رونق کا ملاحظہ کرکے نہایت خوش ہوا۔ اور کہا کہ مہاراج جی۔ اگر آپ کچھ زبانِ مبارک سے فرماویں تو عین بندہ نوازی ہوگی۔ تب گورو ارجن
جی نے بادشاہ کی طرف مخاطب ہوکر یہ شبد فرمایا۔ **شبد تلنگ محلہ ۵**۔ "میراں دانا دل سوچ۔ محبتِ من تن وسے سچ شاہ بندے۔
سوچ دیدن دیدار صاحب کچھ ناہیں اُسکا مول۔ پاک پروردگار۔ توں خود خصم بڑا اتول۔ دستگیری دیہہ دلاور توہی توہی ایک۔ کرتار قدرت
کرن خالق **نانک** تیری ٹیک۔" الغرض بادشاہ اُن کے ایسے ایسے غیر متعصب کلامات کو سُن کر اُن کا معتقد ہوگیا۔ اور بہت کچھ نقد و جنس
بطور نذرانہ پیشکش کیا۔ اور کہا۔ کہ مجھکو کوئی خدمت فرمائیے۔ تب گورو صاحب نے سفارش کرکے کل پنجاب کی لگان کو قحط سالی کی وجہ سے
اُس سال کے لیے معاف کرادیا۔ بلکہ بہت سا غلہ پارچہ غریبوں کو تقسیم کرنے کا حکم دلوا دیا۔ اُس دن سے اُن کی بزرگی کا تمام زمانہ میں شہرہ
ہوگیا۔ جب **اکبر بادشاہ** نے سمت ۱۶۶۳ بکرمی میں مطابق سنہ ۱۶۰۶ء قضا کی۔ اور بجائے اُس کے **نورالدین** معروف **جہانگیر بادشاہ**
تخت نشین ہوا۔ تو شاہزادہ **خسرو**۔ **جہانگیر بادشاہ** سے خوف کھاکر کابل کی طرف بھاگ نکلا۔ اثناءِ راہ میں ترنتارن کے مقام
پر **گورو ارجن صاحب** سے ملکر کہنے لگا۔ کہ میرے پاس خرچ نہیں۔ آپ کچھ امداد کیجئے۔ تب گورو صاحب نے اُس کو بادشاہ
کا بیٹا سمجھکر پانچ ہزار روپیہ دیدیا۔ مگر جب شاہزادہ مذکور افغانستان سے گرفتار ہوکر واپس آیا۔ اور لاہور میں بادشاہی حکم سے قتل کیا گیا
تو چندو لال دیوان نے موقع پاکر حسبِ عادت پھر گورو صاحب کی جہانگیر بادشاہ سے شکایت کی۔ اور کہا۔ کہ یہ شاہزادہ خسرو کے
مددگاروں میں سے ہیں۔ انہوں نے پچاس ہزار روپیہ دیکر اُسکی مدد کی تھی۔ اور چاہتے تھے کہ وہ بادشاہ بنایا جاوے۔ اِس سے بادشاہ
کو بہت غصہ آیا۔ اور گورو صاحب کی طلبی کا حکم دیا۔ جب گورو ارجن صاحب کے پاس یہ حکم پہنچا۔ تو انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ اب وقت
آخری عنقریب آگیا ہے۔ اِس لیے گورو یائی کی گدی اپنے بڑے بیٹے **گورو ہرگوبند صاحب** کو دے کر معہ بھائی بدھی چند بھائی
سا لہو۔ بھائی پیترا۔ بھائی پراتا۔ و بھائی جیٹھا پانچ شخصوں کے لاہور میں تشریف لے گئے۔ اور معرفت وزیر خاں نائب وزیر۔
کے جو اُن کا معتقد تھا بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ کو اُن کی صورت اور شباہت سے ظاہر ہوگیا۔ کہ یہ فقیر نہایت پاکباز اور رسیدہ
شخص ہیں۔ اِن کو دولت اور ریاست سے کچھ سروکار نہیں۔ اور وزیر خاں کے سمجھانے سے چندو مذکور کی شکایت کا کسیقدر شک
رفع ہوگیا۔ مگر پھر چندو بدذات کے دوبارہ ورغلانے پر بادشاہ کی طبیعت بدل گئی۔ اور گورو صاحب سے کہا۔ کہ تمنے ہمارے
دشمن کو مبلغ ... کی امداد دی ہے۔ اِس کے عوض دو لاکھ روپیہ کا جرمانہ خزانہ شاہی میں داخل کرو۔ یا کرامت دکھلاؤ۔ ورنہ
جان سے جاؤگے۔ اُس کے جواب میں انہوں نے کہا۔ کہ ہم فقرا کے پاس سوائے نامِ خدا کے اور کوئی دوسری دولت نہیں ہے۔ اور
نہ ہم نے اِسقدر شاہزادہ خسرو کو دیا ہے۔ یہ کسی دشمن نے آپ سے خلاف بیان کیا ہے۔ اِس پر بادشاہ نے گورو ارجن صاحب کو
کوتوالی میں نظربند رکھنے کا حکم دیا۔ اور خود دو روز کے بعد ملک سندہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ پیچھے سے چندو اپنی ضمانت پر گورو صاحب
کو ہاکر اپنے گھر لے گیا۔ اور کہنے لگا کہ یا تو میری دختر کا ناطہ منظور کرو۔ نہیں تو بڑے عذاب سے مارے جاؤگے۔ آپ نے بڑی مستقل

مزاجی سے جواب دیا۔ کہ چندو! مرنے سے تم اگیانیوں کو ڈر معلوم ہوتا ہے۔ ہم لوگوں کو واہگورو نے خایف نہیں کیا۔ ہم تو ہمیشہ امر اور زندہ رہیں گے۔ باقی رہا رنج و راحت جسم کا خاصہ ہے۔ اس کی ہم کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ لڑکے کی نسبت جس کے ساتھ ہونی تھی وہ تو ہو چکی۔ **گورو ارجن صاحب** کے مکرر سہ کرر انکار نے چندو کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور اُس نے اِن کو سکھوں سے علیحدہ کر کے اپنے مکان میں قید کیا اور اِس طرح پر تصدیعہ دینے لگا۔ کہ پہلے ایک دیگ آہنی میں پانی بھروا کر اُس میں گورو صاحب کو بٹھا کے نیچے سے آگ جلانی شروع کی۔ اگرچہ کئی انبار لکڑیوں کے جلا کر راکھ کر دیئے۔ مگر گورو صاحب نے اُف تک نہ کی۔ چُپ چاپ یادِ الٰہی میں بیٹھے رہے۔ پھر اُس نابکار نے دیگ سے نکلوا کر اُن پر گرم ریت ڈلوائی۔ مگر اُنہوں نے کسی طرح نہ مانا۔ اور نہایت استقلال سے یادِ حق میں مصروف رہے۔

روایت ہے کہ جب **میاں میر صاحب** کو جو گورو صاحب کے دوست تھے۔ خبر ہوئی۔ تو اُنہوں نے اپنے مرید **مستان شاہ** کے ہاتھ کہلا بھیجا۔ کہ اگر حکم ہووے۔ تو چندو لال کو معہ عیال و اطفال کے غارت کر دوں۔ مگر گورو صاحب نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ آپ اپنی مہر کی نگاہ سے ہمارے دل کو اپنے محبوب کی محبت میں قایم رکھیں۔ آتما یعنی روح کو کوئی تکلیف نہیں دے سکتا۔ اور نہ ایسی پہنچ سکتی ہے۔ کیونکہ آتما کسی کے قابو میں نہیں آتا۔ اور نہ آگ میں جلتا نہ پانی میں ڈوبتا نہ ہتھیار سے کٹتا ہے۔ پس ہمکو خدا کی حکم کی تعمیل ہونے دینا چاہیئے۔ یہ سب اُسی کے حکم سے ہو رہا ہے۔ کیا خدا۔ اور آپ جیسے بزرگ حاسدوں کے دل کو نہیں پھیر سکتے۔ مگر یہ آج میری ہی ساتھ نہیں۔ سلف سے **منصور شمس تبریز** وغیرہ سب کے ساتھ ایسا ہوتا آیا ہے۔ ادھر جب گورو صاحب نے چندو نابکار کا کہنا نہ مانا۔ تو اُس بدخصلت نے چماروں سے گائے کا خام تازہ چمڑا منگوا کر اُس میں گورو صاحب کو بٹھا کر کے سلانا چاہا۔ مگر جب وہ سینے کو تیار ہوا۔ تو گورو صاحب نے چندو سے کہا۔ کہ مجھکو آج دریائے راوی کا اشنان کرا لینے دے۔ پھر جو تو کہیگا۔ سو قبول ہوگا۔ اِسپر اُس نے اِن کو اپنے ملازمان کی نگرانی میں ایک نالہ پر جو اسوقت ثمن برج قلعہ لاہور کے نیچے تھا۔ اشنان کرنے کے لیئے بھیجدیا۔ وہاں سے وہ اشنان کر کے جپ جی صاحب کا پاٹھ کرتے ہوئے راہی ملکِ بقا ہو گئے۔ یعنی **گورو ارجن صاحب** کا انتقال اِس جہان فانی سے ۴۳ برس کی عمر میں جیٹھ سدی ۴ سمت ۱۶۶۳ مطابق سنہ ۱۶۰۶ء و سنہ ۱۰۱۵ھ اور سمت ۱۳۷ نانک شاہی کو پہر دن رہے کے وقت (متصل قلعہ لاہور جہاں ابتک ان کی سمادھ موجود ہے) ہوا۔ مگر مولوی **غلام علی صاحب** مصنف **محیط اعظم** اِن کے انتقال کی بابت یوں خامہ زن ہیں۔ کہ جب شاہزادہ خسرو بارگاہ سلطانی سے بھاگ کر متصل امرتسر کے پہنچا۔ تو اُس وقت اُنہوں نے کچھ نقدی سے امداد دیکر اپنی دعا سے امیدوار تخت کا کیا تھا۔ مگر جب شاہزادہ مذکور **جہانگیر بادشاہ** کے روبرو افغانستان سے گرفتار ہو کر لاہور میں مارا گیا۔ تب چندو لال دیوان شاہی نے جو اِن سے دشمنی رکھتا تھا۔ بادشاہ سے شکایت کر کے اُن کو لاہور بلا بھیجا تھا۔ جہاں بادشاہ نے اُن پر جرمانہ کیا۔ جسکو اُن کے سکھوں نے فوراً ادا کرنا چاہا۔ مگر اُنہوں نے اجازت نہ دی۔ بلکہ یہ کہا۔ کہ جو کوئی ہمارے چھوڑانے کے لیئے روپیہ دیگا۔ وہ گورو کی سکھی سے خارج ہوگا۔ اور سخت گنہگار ٹھہریگا۔ بعد ازاں چندو اُن کو اپنی ضمانت پر رہا کرا کے اپنے گھر لے گیا۔ اور وہاں اُن کو اپنی لڑکی کا ناطہ قبول کرنے کے لیئے بہت مجبور کیا۔ جب اُنہوں نے کسی صورت سے منظور نہ کیا۔ تو اُس ظالم نے رحم نے دریائے راوی میں بہا دیا۔ اور اُن کی لاش دستیاب نہ ہوئی۔ اِن کی سوانح عمری سے بخوبی ثابت ہے۔ کہ یہ گورو بڑے عقلمند اور مستقل مزاج ہوئے ہیں۔

سکھوں کی قوم کی جڑ یا بنیاد کو انہی کے وقت میں استحکام ہؤا۔ اور سکھوں کے مذہب کو بہت ترقی ہوئی۔

گورو ارجن صاحب کی سمادھ قلعہ لاہور سے باہر متصل سمادھ **مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب** کے واقع ہے۔ عمارت نہایت عالیشان ہے۔ اور وہاں کچھ سونا بھی لگا ہوا ہے۔ علاوہ ایک چاہ کے ایک گاؤں موضع منڈی پور پرگنہ سیالکوٹ جمعی مبلغ آٹھ سو نوّے روپیہ سالانہ کی جاگیر بھی سرکار انگلشیہ کی طرف سے بنام سمادھ دوام کیلئے معاف ہے۔ **سنت سنگھ** و **ہیرا سنگھ** پسران **بھائی رتن سنگھ** اس مکان کے پوجاری ہیں۔ مبلغ ایک سو پچاس روپیہ نقد سالانہ ریاست **نابھہ** سے مرمت کے واسطے ملتا ہے۔

گورو ہرگوبند صاحب

یہ گورو سمت ۱۶۵۲ بکرمی مطابق ۱۵۹۵ء و ۱۰۰۴ ہجری میں **گورو نانک صاحب** کی پیدائش سے ۱۲۶ سال بعد اتوار کے دن ۲۱ اساڑھ کو آدھی رات کے وقت **گورو ارجن صاحب** کی دوسری بیوی مسماۃ گنگا جی سے پیدا ہوئے۔ ان کے لڑکپن کا زمانہ بہت ہی خطرناک حالت میں گذرا۔ ان کو اپنے تایا پرتھی چند کی وجہ سے کئی مرتبہ جیساکہ گورو ارجن صاحب کے بیان میں تحریر ہو چکا ہے۔ موت کا منہ دیکھنا پڑا۔ مگر چونکہ خداوند کریم کو ان کی زندگی ہر طرح پر منظور تھی۔ اس کی کوئی کاریگری نہ چلی۔

ان کی تین شادیاں ہوئیں۔ پہلی تو باپ کی حیات میں نرائن داس کھتری ساکن موضع ڈلہ علاقہ کپور تھلہ کی لڑکی دامودری سے ۲۲۔ بھادوں سمت ۱۶۶۱ بکرمی کو ہوئی۔ اور باقی دو گدی پر بیٹھنے کے بعد۔ ایک ۸۔ بیساکھ سمت ۱۶۶۷ بکرمی کو ہری چند کھتری ساکن کرتارپور۔ ضلع جالندھر کی دختر نانکی سے اور دوسری سمت ۱۶۷۲ میں ۱۱۔ ساون کو درگامل کھتری مروا ساکن موضع منڈیالی کی لڑکی مہادیوی سے۔

یہ اساڑہ بدی ششی سمت ۱۶۶۳ بکرمی کو ۱۱۔ سال کی عمر میں گدی پر بیٹھے۔ اور گدی پر بیٹھتے ہی برخلاف فقیرانہ طریقہ اپنے بزرگوں کے دو تلواریں اپنی کمر میں باندھ کر کہنے لگے۔ کہ ایک تو میری کی دوسری پیری کی۔ یہ دونوں باتیں ہم اپنے وقت میں رکھیں گے۔ ان کو لڑکپن سے فن سپہ گری کا بہت شوق تھا۔ ڈنڈ کشتی۔ ورزش۔ پٹہ بازی۔ گتکا پھری۔ تیر اندازی سب میں طاق

تھے ۔ اور بڑے شکیل و قوی ہیکل جوان تھے ۔ بدنی طاقت میں دیو پر بھی فوقیت رکھتے تھے ۔ یادِ الٰہی میں بھی علیٰ ہذا اپنے بزرگواروں سے کسی طرح پر کم نہ تھے ۔

حالانکہ بہت چھوٹی عمر میں انکو گوریائی کی گدی ملی ۔ مگر اُنہوں نے اپنی سنجیدہ مزاجی اور عالی دماغی سے اُس عہدہ کو اِس حُسن لیاقت سے نباہا ۔ کہ تمام لوگ عش عش کر گئے ۔ ۱۱ ۔ سال کا سن اور دو تلواروں کا کمر میں باندھنا ۔ گھوڑے پر سوار ہونا ۔ شکار کھیلنا ۔ کشتی لڑنا تیر اندازی کرنا ۔ گوریائی کی گدی پر بیٹھکر مذہبی معاملات کا اُپدیش کرنا ۔ دینی اور دنیوی دونوں امور میں دخل رکھنا ۔ واقعی ایک عجائبات سے تھا ۔ پہلوان ۔ سجیلے خوبصورت جوان ۔ تیر انداز ۔ پٹے باز ۔ شہسوار ۔ شکاری ۔ برچھی‌باز ۔ بید پاٹھی ۔ شاعر وغیرہ ہر فن و کمال کے لوگ اِن کے پاس موجود رہتے تھے ۔ بہادری اور شجاعت اِن میں اسقدر تھی ۔ کہ بھیم اور ارجن پر سبقت لیگئے تھے ۔

جسوقت سے ان کو اپنے باپ کے انتقال کی خبر ملی اُسیوقت سے اِن کے دل میں چندو لال دیوان سے انتقام لینے کا خیال پیدا ہو گیا ۔ اِن کی تعلیم بھی اکثر بہادری اور شجاعت کی پیروی میں ہوتی تھی ۔ اپنے سکھوں کو فن سپہ گری کی طرف بہت ترغیب دیتے تھے جو شخص اِن کو کوئی عمدہ گھوڑا یا ہتھیار نذر میں دیتا ۔ اُس پر ازحد خوش ہوتے ۔ بلکہ اپنی تمام سکھی و مریدی میں یہ حکم جاری کر دیا تھا ۔ کہ کہ جو کوئی عمدہ ہتھیار یا گھوڑا ہمارے پاس لاویگا ۔ وہ اپنی تمام مرادوں کو حاصل کریگا ۔ غرض اسطرح پر تھوڑے عرصہ میں اُنہوں نے اپنی شان و شوکت کو مثل راجگان کے بڑھالیا ۔ مگر اُس کے ساتھ ہی فقیری طریقہ اپنے متقدمین کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا ۔

۵ ۔ اساڑھ سمت ۱۶۶۵ بکرمی کو اُنہوں نے ایک بلند چبوترہ دربار امرتسر کے سامنے بنوا کر اُسکا نام تخت اکال رکھا ۔ اور اُسپر فرش فروش بچھا کر دونوں وقت بیٹھکر دربار لگانا شروع کر دیا ۔ رہ راس کے بعد معہ نشان صاحب کے (جو تالاب کی پرکرما لینے کی رسم ابتک امرتسر میں جاری ہے ۔) اُسیوقت لگائی گئی تھی ۔ علاوہ اِس کے اُنہوں نے ایک قلعہ خام موسومہ لوہگڑھ جواب شہر پناہ کے اندر آگیا ہے تعمیر کروا کے اُس میں سامانِ جنگ فراہم کرنا شروع کیا ۔ بلکہ کچھ سپاہ بھی نوکر رکھ لی ۔

پھر **گورو ہرگوبند صاحب** سمت ۱۶۶۸ بکرمی میں اپنے سکھوں کی درخواست پر لاہور تشریف لیگئے ۔ اور وہاں متصل بھاٹی دروازہ کے دو ایک روز قیام کر کے اپنے آبا و اجدا کی یادگاروں کا درشن کر کے قلعہ کے پاس اپنے باپ **گورو ارجن صاحب** کی سمادھ کی بنیاد ڈالی ۔ پھر حضرت میاں میر فقیر سے جو اُن کے باپ کے دوست تھے ملنے گئے ۔ اور وہاں فقیروں کی مجلس میں **شیخ جان محمد لاہوری** (جس نے سنہ ۱۰۸۲ھ میں قضا کی) و **محمد اسمٰعیل** المعروف **میاں کلا** و **شیخ کرم شاہ قریشی** (جنہوں نے سنہ ۱۰۵۰ ہجری میں وفات پائی ہے ۔) مسلمین فقرا سے باہم بحث مباحثہ کا اتفاق پڑا ۔

روایت ہے ۔ کہ **شیخ کرم شاہ قریشی** نے ایک دن فقیروں کی مجلس میں جسکے درمیان **گورو ہرگوبند صاحب** بھی شامل تھے یہ دعوےٰ کیا ۔ کہ میں **مکہ معظمہ شریف** میں مروں گا ۔ اِنہوں نے اُس کے جواب میں فرمایا ۔ کہ میاں صاحب! خدا کے حکم میں دم مارنا ہمارا تمہارا کام نہیں ۔ تم تو اپنا مرنا کعبہ میں چاہتے ہو ۔ مگر خدا کی مرضی تمہیں دہلی کے قریب مارنے کی ہے ۔ چنانچہ نشان ازلی سے ایسا ہی ہوا ۔ کہ وہ فقیر سنہ ۱۰۹۳ ہجری میں دہلی کے پاس جہاں ابتک اُس کی مزار موجود ہے ۔ ایک عورت کے الزام میں قتل کیا گیا

پھر گورو ہرگوبند صاحب میانمیر سے رخصت ہو کر امرتسر واپس آئے۔ اور تخت اکال بُنگہ پر جلوس فرما کر حسب دستور اپنے سکھوں کو دینی و دنیوی معاملات کا اُپدیش کرنے میں مصروف ہوئے۔ کتھا کیرتن سنا کرتے مگر عموماً ڈھاڈیوں سے جیمل - فتا - راجہ رسالو - دُولا بھٹی - ملک مرید - چندر ہڑا - راجہ ٹونڈلیس - رائے مہما - جیتا - للہ بھیلمہ وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے بہادروں کی واریں - جنہوں نے دھرم کے واسطے اپنی جانیں قربان کر دیں - بڑے شوق سے سنا کرتے - اور وہ گانیوالے بھی ایسے ڈھنگ سے گاتے تھے - کہ بزدلوں کے دلوں پر بھی خواہ نخواہ شجاعت کا مادہ پیدا ہو جاتا تھا - بلکہ گورو ہرگوبند صاحب کو اُن کا طریقہ ایسا پسند آیا - کہ گورو گرنتھ صاحب کی چند واروں کو بھی اُسی وزن پر گانے کی ہدایت فرمائی۔

یہ اپنا لباس ہمیشہ شاہانہ رکھتے - جغہ کلغی - ہتھیار باندھ کر گھوڑے پر سوار ہو کر سیر شکاروں کو ہمراہ لیکے ہمیشہ شکار کے لیئے جاتے - اور تخت اکال پر فرصت کے وقت بیٹھکر اپنی رعایا اور سکھوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے - چونکہ روشن ضمیر تھے - ہر ایک کے دل کا حال معلوم کر کے ٹھیک ٹھیک انصاف کرتے - اس لیئے تمام لوگ ان کو سچا پادشاہ کہتے۔

ان کا اسطرح پر عروج و جاہ و جلال دیکھکر ان کے بھائی مہربان پرتھی چند سوڈھی کے لڑکے کو بڑا رشک ہوا - اور اپنے حسد کی آگ کو اس طرح پر بجھانا چاہا - کہ دہلی میں دیوان چندو لال کے پاس چلا گیا - اور اُس کے ذریعہ سے پادشاہ کے مزاج کو گورو ہرگوبند صاحب کیطرف سے یہ چغلی کھا کر کہ وہ اپنے پاس رہزنوں اور ڈاکوؤں کا مجمع رکھتے ہیں اور اپنے سکھوں کو سپہ گری کے کام میں پختہ کر رہے ہیں - اور قرب و جوار کی رعایا و سکھوں کے مقدمات خود فیصل کرتے ہیں - بلکہ عنقریب آپ کی بادشاہی میں فساد برپا کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں - بالکل درہم برہم کر دیا۔

بادشاہ نے وزیر خاں نائب وزیر کو مع عنبر بیگ خاں دہ ہزاری کے اُس کی تحقیقات کے لیئے اور گورو ہرگوبند صاحب کو بادشاہ کے حضور میں حاضر کرنے کے لیئے تعینات کیا - وزیر خاں ایک فقیر دوست آدمی تھا - اور گورو گھرانے سے خوب واقف تھا - اس نے امرتسر پہنچتے ہی گورو ہرگوبند صاحب کی خدمت میں سارا حال بیان کیا اور کہا کہ آپ کو بادشاہ نے یاد فرمایا ہے - یہ تو پہلے ہی سے چاہتے تھے - کہ پادشاہ سے دوچار ہونے کا موقع ملے - تاکہ دشمنوں سے انتقام لینے کی کوئی صورت پیدا ہو - فوراً تیار ہو گئے - جیٹھ بدی سمت ۱۶۷۲ بکرمی میں دربار امرتسر کا کل کاروبار بابا بڈھا و بھائی گورداس کو سپرد کر کے معہ ایک سو سوار و پیادہ سکھان کے دہلی کی طرف روانہ ہوئے - راستہ میں ترنتارن - کھنڈور - گوئندوال - بیدی پور - گوجروال وغیرہ مقامات میں قیام کرتے - اور اُس گردنواح کے سکھوں کو دینی دنیوی معاملات کے اُپدیش سے فیضیاب کرتے دہلی پہنچے - اور وہاں ٹیلہ مجنوں پر جہاں گورو نانک صاحب قیام پذیر ہوئے تھے فروکش ہو کر دوسرے دن بادشاہ کے حضور گئے۔

بادشاہ نے گورو صاحب کی صورت و شباہت اور طرز تقریر سے اُن کی لیاقت و عظمت کا تھوڑی ہی دیر میں وزن کر کے اصلی حال کو سمجھ لیا - بقول شخصیکہ ؎ تا مرد سخن نگفتہ باشد - عیب و ہنرش نہفتہ باشد - اور بجائے اظہار خفگی کے اُن کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آیا - بلکہ پانسو روپیہ یومیہ اُن کے خرچ کے واسطے مقرر کر کے اُن کو رخصت کیا - بادشاہ اُن کے

حسن اخلاق و تیراندازی و فن سپہ گری پر ایسا مائل ہؤا۔ کہ ان کو ہر روز اپنے ہمراہ شکار میں لیجاتا۔ اور دربار میں بلا گران سے ہمیشہ دوستانہ برتاؤ رکھتا۔ اور بڑی عزت سے پیش آتا۔

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے شکار میں ایک ایسے خونخوار شیر کو مارا۔ جو پہلے بادشاہ کے کئی مشہور و بہادر نشانہ بازوں و شکاریوں کا کام تمام کر چکا تھا۔ اور اس کے مارنے کے لئے بادشاہ نے بہت سی تدبیریں کیں۔ مگر وہ کبھی ہاتھ نہ آیا تھا۔ اس امر سے بادشاہ کے دل میں **گورو ہرگوبند صاحب** کی شجاعت و بہادری کا اور بھی زیادہ خیال ہو گیا۔ اور ایسا خوش ہؤا۔ کہ وقتاً فوقتاً دربار میں بیٹھکر ان کی دلیری نشانہ بازی۔ سنجیدہ مزاجی۔ اور عالی دماغی کی بہت تعریف کرتا۔

دیوان چندو لال نے بادشاہ کو **گورو صاحب** کے ساتھ اس طرح پر شیر و شکر دیکھکر خیال کیا کہ اگر یہی حال رہا۔ تو یہ مجھ سے اپنے باپ کا بدلا لئے بغیر نہیں رہیں گے۔ کوئی ایسی تدبیر ہو جس سے یہ کہیں باہر بھیجدیئے جاویں۔ فوراً دو چار نجومی پنڈتوں کو بلا کر بادشاہ کے پاس بھیجدیا جنہوں نے بادشاہ سے کہا۔ کہ حضور کے اوپر سات سال کے لئے ساڑھ ستی آئی ہے۔ اسکا کوئی علاج ہونا چاہیئے۔ ورنہ تمام بادشاہت پر زوال آجاویگا۔ اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ گورو ہرگوبند صاحب جیسے پاکباز اور رسیدہ آدمی آپکے واسطے کسی قلعہ میں جاکر چالیس روز تک چلہ پر بیٹھکر دعا مانگیں۔ تو البتہ ساڑھ ستی کا انجام بخیر ہوگا۔ ورنہ ایک مدت تک تکالیف رہیگی۔

اس زمانہ کے پادشاہوں کا بھی یہ حال تھا۔ کہ نجومیوں کی باتوں پر بہت اعتقاد کرتے تھے۔ فوراً یقین آگیا۔ اور **گورو ہرگوبند صاحب** سے **وزیر خاں** کی معرفت کہلا بھیجا۔ کہ اگر آپ میرے واسطے گوالیار کے قلعہ میں تشریف لیجاویں اور وہاں اس ساڑھ ستی کے روکنے کے واسطے بیٹھکر چلہ کھینچیں تو بعید از عنایت نہوگا۔ گورو صاحب اصل مطلب کو تو پہنچ گئے۔ مگر یہ موقع ایسا تھا۔ کہ وہ انکار نہیں کر سکتے تھے۔

ناچار ماہ بھادوں سمت ۱۶۷۱ بکرمی میں اپنے کل ہمراہیوں کو وہیں چھوڑ کر صرف بھائی **پیرا۔ جیٹھا۔ بدھیا۔ موکھا۔ راجو** پانچ آدمیوں کو ہمراہ لیکر آگرہ ہوتے ہوئے گوالیار کے قلعہ میں تشریف لے گئے۔

اس قلعہ میں بادشاہی قیدی رہا کرتے تھے۔ اور ہرداس مل کھتری یہاں کا قلعہ دار تھا۔ اور اس کو **گورو ہرگوبند صاحب** کی زیارت کا مدت سے اشتیاق تھا۔ چنانچہ وہ انکی زیارت کرنے سے بہت محظوظ ہؤا۔ اور ان کے ٹھہرنے کے واسطے ایک نہایت عمدہ اور راحت افزا مکان کھلوا دیا۔ **چندو** نے **گورو ہرگوبند صاحب** کو صدہا قسم کی تکالیف اور عذاب میں ڈال کر و زہر ہلاہل دیکر مروا ڈالنے کے لئے ہرداس مل قلعدار کو ورغلانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا تھا۔ مگر چونکہ وہ نہایت خدا ترس اور انسان آدمی تھا۔ اس نے چندو کا کہا ایک ہی نہ مانا۔ بلکہ الٹا ہر روز گورو صاحب کی خدمت میں بڑے صدق دل سے حاضر رہتا۔ اور جو کچھ حکم کرتے۔ اس کی فوراً تعمیل کرتا۔

اب اس موقع پر یہاں بیان کیا گیا ہے۔ کہ چالیس دن گذر گئے اور بادشاہ نے گورو صاحب کو واپس نہ بلایا۔ جس سے ترشح ہوتا ہے۔ کہ شیر مارنے کے بعد بادشاہ کو **گورو ہرگوبند صاحب** کی شجاعت اور دلیری کا فرور کھٹکا ہو گیا۔ اور اس نے نجومیوں کے بہانے سے گوالیار کے قلعہ میں بھیجکر ان کا نظربند رکھنا مصلحت سمجھا۔

رفتہ رفتہ **گورو ہرگوبند صاحب** کے قلعہ گوالیار میں نظربند ہوجانے کی خبر اُن کی والدہ کو امرتسر میں پہنچی۔ ماں کو جیسی اپنے بیٹے کی محبت ہوتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ علاوہ ازیں مستورات عموماً رقیق القلب ہوتی ہیں۔ اِس ناہنجار خبر کے پہنچتے ہی اُن کی حالت ناقابل برداشت ہوگئی اور انہوں نے بابا بڈھا صاحب کو فوراً اُن کے پاس روانہ کیا۔ جو تھوڑے ہی دنوں میں گورو صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جب بادشاہ نے اِن کو چالیس روز کے بعد واپس نہ بلایا۔ تو اُن کے ہمراہی گھبرائے۔ مگر وہ عبادت الٰہی میں بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ مصروف رہے۔ اور جو کچھ بادشاہی خرچ آتا۔ اُسکا کڑاہ پرشاد بنواکر لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ خصوصاً قلعدار سے سفارش کرکے وہاں کے کل قیدیوں کو آسایش دلوائی۔

روایت ہے۔ کہ کچھ مدت بعد اُن کے ہمراہی بھائی جیٹھا نے جو ہر قسم کا روپ دھارنا جانتا تھا بابا بڈھا کے مشورے سے ایک روز رات کو جہاں بادشاہ سوتا تھا شیر کی شکل دھار کر اُسکو خواب میں ڈرایا۔ بادشاہ ڈر کر اُسیوقت چونک پڑا۔ اور کل اراکین سلطنت کو طلب کرکے اُس کی تعبیر پوچھنے لگا۔ مگر لوگوں نے یہ کہکر کہ خواب میں اکثر ایسا ہوجاتا ہے۔ ٹال دیا۔ لیکن جب متواتر تین چار شب اُس کے ساتھ ایسا ہی ہُوا۔ کہ خواب میں اُس کو شیر دکھائی دیتا۔ اور وہ خوف کھاکر چونک پڑتا۔ تو **حضرت جلال الدین صاحب** سجادہ نشین ਜਲਾਲੁਦੀਨ **حضرت نظام الدین اولیا** کی خدمت میں گیا۔ اور خواب کا حال بیان کیا جس کے جواب میں اُنہوں نے فرمایا۔ کہ معلوم ਨਿਜ਼ਾਮੁੱਦੀਨ ہوتا ہے۔ کہ تمنے کسی صاحب کشف و کرامات فقیر کی بے ادبی کی ہے۔ اِسی اثنا میں ایک روز اتفاقاً **میاں میر صاحب** کا بھی جنکی ਮੀਆਂਮੀਰ عمر اُسوقت قریب دو سو برس کے بیان کی جاتی ہے۔ دہلی میں گذر ہوگیا۔ تو **جہانگیر بادشاہ** نے اُن کی بہت خاطر کی۔ اور ਜਹਾਂਗੀਰ اُن سے پوچھا۔ کہ کامل فقیروں کی کیا شناخت ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ کہ فقیروں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ کیا ہندو کیا مسلمان سب قوموں میں صاحب کرامات لوگ ہوتے آئے ہیں۔ ہندوؤں میں فی زمانہ **گورو ارجن صاحب** کا دم غنیمت تھا۔ اُن کی بزرگی اور پاکبازی کا کہاں تک بیان کیا جائے۔ اُن پر تمہارے دیوان چندو وپرتھی چند وغیرہ نے اسقدر ظلم و بدعتیں کیں۔ کہ اُن کی جان تک لے لی۔ مگر انہوں نے اُف تک نہ کی۔ بلکہ ہمیشہ خداوند کریم کے شکرگذار رہے۔ باوجودیکہ صاحب مقدرت ہونے کے دوست و دشمن سبکو یکساں سمجھتے تھے۔ انتقام و معاوضہ کا کبھی خیال بھی نہ کرتے۔ اب اُن کا بیٹا **گورو ہرگوبند** بھی حالانکہ امیری ٹھاٹھ رکھتا ہے۔ مگر بہت کامل اور رسیدہ شخص ہے۔ تمنے اپنے اہلکاروں کی چغلی پر اُس کو گوالیار کے قلعہ میں نظربند کر رکھا ہے۔ اِس کا نتیجہ تمہارے لیئے اچھا نہ ہوگا۔ تمکو ایسے لوگوں کی خدمت کرنی چاہیئے۔ جو کچھ تمکو خواب میں معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب اُن ہی کی خفگی کا نتیجہ ہے۔ تب تو بادشاہ کے کان کھڑے ہوئے۔ اور اُس نے فوراً **وزیر خاں** کو بلا کر **گورو ہرگوبند صاحب** کو وہاں سے لانے کے لیئے حکم دیا۔ اور معافی تقصیر کا خواہاں ہُوا۔ جب **وزیر خاں** گوالیار میں گورو صاحب کے پاس پہنچا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ جبتک اور بقیہ قیدی بھی یہاں سے رہا نہ ہونگے میں ہرگز باہر نہیں نکلونگا۔ جس کے لیئے بادشاہ کو وزیر خاں نے لکھ بھیجا۔ اور وہاں سے حکم آیا۔ کہ جو جو شخص **گورو ہرگوبند صاحب** کا دامن پکڑلے۔ اس کو قید سے رہا کردو۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا جس جس نے دامن پکڑ لیا۔ اُس کی رہائی ہوگئی۔ یہ تو ایک دنیا کی ظاہرا مثال ہے۔ جس کو بہت باریک نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ یعنی اِسطرح پر جو شخص گورو دُوارہ کا یہاں دامن پکڑے گا۔ اُسکو عاقبت

میں بھی ان کے ذریعہ سے رہائی ملیگی۔
اس کے بعد **گورو ہرگوبند صاحب** وہاں سے روانہ ہوکر معہ ہمراہیاں آگرہ اور متھرا وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے دہلی میں بادشاہ کے حضور پہنچ گئے۔ جس نے بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ اور معافی کا خواہاں ہوکر اُن کو ہر قسم کا اعزاز بخشا۔ اور ہمسری کا رتبہ دیا۔
گورو ہرگوبند صاحب کے قلعہ گوالیار میں بھیجے جانے کی نسبت بعض کا یہ خیال ہے۔ کہ چندو نے بادشاہ سے شکایت کرکے ان کو عدم ادخال جرمانہ کے عیوض جو انکے باپ پر ہوا تھا۔ گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کروا دیا تھا۔ کچھ مدت بعد **میاں میر صاحب** فقیر سے (جو گورو ارجن صاحب کے دوست تھے) کل حال سن کر بادشاہ نے اُن کو رہا کرکے اپنے پاس بلالیا۔ اور ہمیشہ ان کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ تھوڑے ہی دنوں میں گورو صاحب کا بادشاہ سے ایسا خلا ملا ہوگیا۔ کہ کل اراکین سلطنت ان کا لحاظ کرنے لگے۔ اور انہوں نے بھی ہر ایک کے ساتھ ایسا اخلاق بڑھایا۔ کہ سب اِن کے مدّاح ہو گئے۔ بادشاہ اِن پر ایسا فدا ہوا۔ کہ ہر وقت اِن کو اپنے ساتھ رکھتا۔ شکار میں جب جاتے۔ تو یہ خالی ہاتھ کبھی نہ آتے۔ بہت سے شیر مارے اور ہمیشہ بادشاہ کو اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھلا کر محظوظ کیا کرتے۔ نشانہ باز ایسے کامل تھے۔ کہ کوئی وار خالی نہ جاتا۔ بڑے بڑے راجپوت اور پٹھان جو نشانہ بازی میں دم مارتے تھے۔ ان کے آگے پانی بھرتے اور کان پکڑ جاتے۔
بادشاہ کے دل میں ان سے ان کی شجاعت و بہادری اور صفائی ہاتھ کے کرتب دیکھکر دن بدن دونی الفت و محبت ہو گئی یہاں تک کہ فیصلہ مقدمات بادشاہی وغیرہ میں بھی ان کو دخل دیدیا۔ اور ہمیشہ اپنے ہمراہ رکھنے لگا۔ اور اسقدر معتقد ہوگیا۔ کہ ان کو سات حزب التواپ و ایک ہزار سپاہ پیادہ و پانسو سوار رکھنے کی اجازت دیدی۔ اور تمام بادشاہی حکام پنجاب کے نام حکم جاری کردیا۔ کہ وہ لوگ **گورو ہرگوبند صاحب** سے ہمیشہ نیک سلوک کریں۔ اور جس قسم کی امداد کی ان کو ضرورت ہو بلا تامل دیں بلکہ اُن کو اپنا افسر اور نگران کار خیال کریں۔
کچھہ مدت تک اسی طرح پر گذری۔ پھر ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ بادشاہ کی نظر گورو ہرگوبند صاحب کی سُمرنی (تسبیح) پر جو نہایت خوبصورت اور موتیوں کے دانوں کی تھی۔ جا پڑی۔ بادشاہ نے اُس کو ہاتھ میں لیکر دیکھا۔ اور بہت خوش ہوکر کہنے لگا۔ کہ گورو جی اسکا ایک دانہ ہمکو دو تو ہم اپنی تسبیح میں اسکا امام ڈالیں۔ جسکے جواب میں اُنہوں نے موقع پاکر کہا۔ کہ یہ بھی آپ ہی کا مال ہے۔ مگر ایک مالا مروارید کی اِس سے بہی عمدہ اور نہایت قیمتی جو میرے والد بزرگوار کے پاس تھی۔ آپ کے دیوان چندو کے پاس معہ اُن کے کل اسباب کے ابتک موجود ہے۔ وہ آپ منگالیں۔ بلکہ اس بہانہ سے کل مفصل حال اپنے باپ کے قتل کا اور چندو کی دشمنی کا بادشاہ کو سنا دیا۔ چونکہ انکا عموماً کل اراکین سلطنت سے ارتباط تھا سب نے ایک زبان ہوکر ان کے بیان کی اُسیوقت تصدیق کردی۔ تب بادشاہ نے فوراً دیوان چندو کو طلب کرکے کل حال دریافت کیا۔ اور **گورو ارجن صاحب** کی مالا مروارید طلب کی۔ اُس نے مالا سے بالکل لاعلمی ظاہر کی۔ آخر جب بادشاہ نے اُس کی خانہ تلاشی کرائی۔ تو وہ مالا حسب نشان وہی **گورو ہرگوبند صاحب** اُس کے مکان سے برآمد ہوگئی۔ مالا کیا نکلی چندو کا سارا راز فاش ہوگیا۔ سب کارستانی کھُل گئی۔ اور بادشاہ کو بھی کامل یقین ہوگیا

گورو ارجن صاحب کو بھی اسی نے قتل کیا ہے۔ بلکہ سمجھ گیا کہ جو کچھ وقتاً فوقتاً گورو ارجن صاحب و اُن کے بیٹے گورو ہرگوبند صاحب کی نسبت اُسے بدظن کیا جاتا تھا۔ وہ سب اُسی کی شرارت و فطرت کا نتیجہ تھا۔ فوراً اُس کی جائداد ضبط کرنے کا حکم دیکر اُسکو **گورو ہرگوبند صاحب** کے حوالہ کر دیا۔ اور کہا کہ یہ آپ کا مجرم ہے۔ آپ جسطور سے اپنے باپ کا انتقام اس سے لینا چاہیں۔ لیں۔

اُسی وقت گورو ہرگوبند صاحب چندو کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پیروں میں زنجیر ڈلوا کر حلال خوروں سے جوتے لگواتے اپنے ڈیرہ پر لے آئے۔ اور دوسرے دن دہلی سے لاہور کی طرف کوچ کر دیا۔ راستہ میں ہر فرد و بشر جو اُن کی زیارت کو آتا۔ چندو کے سر پہ پانچ جوتے چھٹانک جاتا۔ کتوں کے ہمراہ اُس کو کھانا ملتا۔ جب لاہور پہنچے۔ تو چندو کو گورو صاحب نے اُسی حالت سے گلی گلی کوچہ کوچہ گشت کروایا۔ راستہ میں جو سکھ اُس کو دیکھتا۔ بلا تحاشا اُس کے چاند پر دس بارہ جوتے جما جاتا۔ جب وہ **گورو تا** بھڑبھونجے کی دوکان سے جسکی بھاڑ کا جلتا جلتا ریگ اُس نے **گورو ارجن صاحب** کے بدن پر زبردستی ڈلوایا تھا گذرا۔ تو اُس بھڑبھونجے نے جو اس موقع کا دل وجان سے منتظر تھا۔ فوراً اُٹھکر اُس کے سر پر گرم گرم تپا ہوا ریت ڈالکر وہی آہنی کڑچھا اُس کی کمر پر ایسا رسید کیا۔ کہ وہ نیم جان ہو کر اُسی صدمہ سے چیت سمت ۱۶۷۶ بکرمی میں فی النار سقر ہو گیا۔

اِسطرح پر گورو ہرگوبند صاحب نے اپنے والد بزرگوار کا چندو سے انتقام لیا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد اپنے والد کی سمادھ کی تیاری کا بر بمبیوج جیٹھ سُدی چوتھ کو کر کے لاہور سے امرتسر تشریف لے گئے۔ اور وہاں قلعہ لوہگڈھ کی تعمیر میں نہایت سرگرمی سے مصروف ہوئے۔ تمام سکھ لوگ **گورو ہرگوبند صاحب** کی اس طرح پر فتحیابی کے ساتھ واپس آنے کی خبر سنکر اُن کی زیارت کو آتے۔ اور اُن کو مبارکباد دیکر ہزار ہا روپیہ کا نقد و جنس عمدہ عمدہ گھوڑے اور ہتھیار جنکو وہ بہت پسند کرتے تھے نذرانہ میں چڑھا جاتے ਲੋਹਗੜ੍ਹ

اسی اثنا میں **جہانگیر بادشاہ** بتقریب سیر کشمیر امرتسر پہنچا۔ اور وہاں **گورو ہرگوبند صاحب** کے دربار آب حیات کی عظمت کو دیکھکر بہت خوش ہوا۔ ہزار ہا روپیہ کا نقد و جنس دربار کی نذر کیا۔ اور گورو ہرگوبند صاحب کو اپنے ہمراہ لاہور لے گیا۔ اور وہاں کچھ مدت تک سیر و شکار کا شغل رکھا۔

تواریخ دبستان مذاہب اور **مولوی غلام علی** مورخ دونوں اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ بادشاہ نے اُن کو کل پنجاب کی نگرانی کا اختیار دیدیا تھا۔ بلکہ جب لاہور سے کشمیر کی سیر کو روانہ ہوا۔ تو اسوقت بھی ان کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور راستہ میں کوہستانی راجاؤں سے اُن کو نذر و نیاز اور قسم قسم کے تحفہ تحایف دلواتا گیا۔ اس سفر میں جب **گورو ہرگوبند صاحب** موضع چیڑا واقع ضلع سیالکوٹ میں پہنچے۔ تو وہاں کی بابت یوں روایت ہے۔ کہ اُنہوں نے چند کسانوں سے جو اس جگہ ہل جوت رہے تھے پانی مانگا انہوں میں سے ایک نے تند ہو کر کہا۔ کہ اگر آپ ایسے ہی جلد باز ہو تو پانی زمین سے خود کیوں نہیں نکال لیتے؟ اسپر گورو صاحب نے اپنا نیزہ زمین میں اس زور سے مارا۔ کہ وہیں سے پانی نکلنے لگا۔ جو اُنہوں نے اپنے گھوڑے کو پلایا۔ اور خود بھی پیا۔ اور اُن کسانوں سے کہا۔ کہ اوا! تم ہمکو پانی نہیں دیتے تھے۔ اب ہم سے جتنا جی چاہے لے جاؤ۔ اُس موقع پر ایک غریب برہمن باشندہ دیہہ مذکور **گورو ہرگوبند صاحب** کی اس کرامت و عظمت کو دیکھکر اُن کے قدموں پر آگرا اور ملتمس ہوا۔ کہ اپنی لڑکی کی شادی کرنے کا ارادہ رکھتا

ہوں۔ اور پاس کچھ نہیں۔ حضور مدد فرماویں۔ تب گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر تم مجھکو اپنی لڑکی کی شادی پر یاد کرو گے تو میں آؤں گا۔ اور تمہاری دلی منشاء کو پورا کرونگا۔ پھر اُس مقام پر جہاں سے پانی نکلا تھا۔ رفتہ رفتہ ایک تالاب موسومہ گورو سر بن گیا۔ اور اُن کے اس معجزی کی یادگار میں ایک مکان قائم ہو گیا۔ یہ مقام متعلق دربار بیر بابا نانک صاحب واقع سیالکوٹ ہے۔ جو شخص وہاں کی جانب سے اس مقام کی خدمت کرتا ہے اُسکو کچھ جاگیر بھی بطور گذارہ مہنت کی طرف سے ملتی ہے۔

جب کشمیر پہنچے تو وہاں **گورو ہرگوبند جی** سری نگر میں اُس مقام پر جو اب برہمن سنگت کے نام سے مشہور ہے قیام پذیر ہوئے۔ اور جبتک وہاں رہے بادشاہ کے ساتھ ہمیشہ سیر و شکار میں مشغول رہے۔ پھر گورو صاحب بعد تھوڑے دنوں کے بادشاہ سے کہکر سری امرتسر کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اور راستہ میں مظفر آباد۔ ایبٹ آباد وغیرہ مقامات میں قیام کرتے۔ اور اپنے سکھوں کو ممتازی و سرفرازی بخشتے جب قصبہ گجرات میں وارد ہوئے۔ تو وہاں **دولا شاہ** سے (جو اُس زمانہ میں وہاں کا ایک مشہور فقیر تھا۔ اور جس کی نسبت یہ فقرہ عام کی زبان زد تھا۔ کہ "جسپر مہر کرے دولا۔ اُسکا کیا کریسکے مولا") ملاقات کا اتفاق ہؤا۔ اور وہ ان کی نیاز حاصل کرنے سے از حد مسرور ہؤا۔ علاوہ ازیں اسی جگہ کی بابت سینہ بہ سینہ ایک یہ بھی روایت چلی آتی ہے۔ کہ جب **گورو ہرگوبند صاحب** گجرات کے بازار میں سے گذرے تھے۔ تو اُن کو دیکھکر وہاں کے لڑکوں اور باشندوں نے کچھ مذاق آمیز باتوں کی بوچھاڑ کی تھی جس پر بازار سے نکلکر عنقریب تھے کہ اپنی بددعا سے اُس شہر کو غارت کردیں۔ بلکہ اپنی زبان مبارک سے اِسقدر فرما چکے تھے۔ کہ "گجرات مسخری"۔ کہ شاہ دولا صاحب نے اتنی ہی میں حاضر ہوکر بہت ادب سے دست بستہ ماواجب عرض کیا۔ اور رحم کے خواستگار ہوئے۔ جسپر انہوں نے یہ فرمایا۔ کہ "شاہ دولا سائیں لوک"۔ دراصل گجرات کے باشندے جہاں تک دیکھنے میں آئے مذاق پسند ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے بھی بڑے حاضر جواب اور لطیفہ باز ہیں۔

پھر گورو صاحب کو **راجچند** برہمن ساکن گجرات جو اُن کے ہمراہ کشمیر میں بھی موجود تھا۔ اپنے گھر لے گیا۔ اور حسب حیثیت اُن کی تواضع مدارات بہت اچھی طرح سے کی جس کے صلہ میں اُسکو گورو صاحب نے ایک حکمنامہ یعنی سند خوشنودی آپ دستخطی خود عطا کیا۔ چنانچہ اُسکی اولاد ابتک سکھوں میں دکھلاکر اپنا حق وصول کرتی ہے۔ جہانگیر شاہ فقیر سے بھی یہاں پر گورو صاحب ملاقی ہوئے تھے۔

گجرات سے گورو ہرگوبند صاحب روانہ ہوکر وزیر آباد حافظ آباد ہوتے موضع بھائی کے منّو میں تشریف لے گئے۔ وہاں ان سے دوا رامل مردانا باشندہ ٹھٹہ نے اپنی لڑکی کی شادی کردی۔ اور جن برہمنوں نے یہ شادی کرائی تھی۔ اُن کو **گورو ہرگوبند صاحب** نے بھائی کا خطاب دیکر حکمنامہ (سند) بہ دستخطی خود عطا فرمایا۔ اور اُسی سند کے طفیل ابتک اُن کی اولاد جاگیردار چلی آتی ہے۔

پھر یہاں سے **گورو ہرگوبند صاحب** موضع تلونڈی جائے پیدائش **گورو نانک صاحب** میں رونق فرما ہوئے اور وہاں اپنے بزرگوں کی جگہ کی زیارت کرکے نمانی ایکادشی جیٹھ کا میلہ مقرر کیا۔ یہ میلہ وہاں پر ابتک ہر نمانی ایکادشی جیٹھ کو بڑی دھوم دھام سے لگتا ہے۔ بعد ازاں وہاں سے مواضعات مانگا وغیرہ کے راستہ سے لاہور پہنچکر موضع مزنگ میں فروکش ہوئے۔ اسی اثناء میں سمت ۱۶۸۴ بکرمی میں **جہانگیر بادشاہ** کشمیر سے لاہور کو واپس آتے ہوئے راستہ میں شکار اجل ہو گیا۔ اور اُسکا بیٹا

شاہجہان تخت پر بیٹھا۔

اس زمانہ میں **گورو ہرگوبند صاحب** کی کشمیر سے واپس آنے کی خبر سن کر دور دور سے سنگتیں (قافلے) اپنے اپنے ملکوں کا تحفہ تحایف لیکر زیارت کے لیئے آئی تھیں۔ چنانچہ ایک تاجر جو سکھ تھا۔ ترکستان سے ان کے لیئے تحفہ میں ایک گھوڑا کابل کی سنگت کے ہمراہ لایا تھا۔ اتفاقاً وہ جانور حاکم پشاور کو پسند آگیا۔ اور اس نے تاجر سے ہرچند خریدنا چاہا۔ مگر اس نے نہ دیا۔ آخرکار پشاور کے حاکم نے اس گھوڑے کو زبردستی چھین کر بادشاہ کے حضور بھیجدیا۔ بادشاہ نے اس گھوڑے کو بہت پسند کیا۔ اور اس کی قیمت حسب منشاء سوداگر کے پاس بھیجدی۔ جب سنگت **گورو ہرگوبند صاحب** کی خدمت میں پہنچی۔ تو تاجر نے ان سے سارا حال گھوڑے کے لانے اور راستہ میں زبردستی چھن جانے کا بیان کیا۔ تب گورو جی نے فرمایا۔ کہ وہ گھوڑا گورو کے گھر میں خود آجاوے گا۔ تم فکر مت کرو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شان ایزدی کچھ ایسی ہوئی۔ کہ بادشاہ کے پاس وہ گھوڑا بہت بیمار ہوگیا۔ اور دانہ گھاس بالکل چھوڑ دیا۔ جب بہت لاغر اور بدشکل ہوگیا۔ تب بادشاہ نے اس کو اپنے استاد **قاضی رستم خاں** کو بخش دیا۔

چونکہ قاضی مذکور شہر نگر واقع لاہور میں متصل مکان **گورو ہرگوبند صاحب** رہتا تھا۔ جب وہ گھوڑا مکان پر لایا۔ تو گورو صاحب نے اس کو پسند کرکے خرید لیا۔ گھوڑے نے بھی تھوڑے دنوں میں وہ رنگ روپ نکالا۔ کہ دیکھنے والے عش عش کرنے لگے۔ قاضی کا دل گھوڑے کی یہ حالت دیکھکر ٹھکانے نہ رہا۔ گورو جی سے کچھ اور زیادہ قیمت مانگنے لگا۔ جب انہوں نے انکار کیا۔ تو ایک روز تند ہوکر ان سے یوں ہمکلام ہوا۔ کہ اگر آج روپیہ نہ دوگے تو کل داماد بن کر لونگا۔ بابا بڈھا صاحب کو جو اسوقت گورو جی کے پاس بیٹھے تھے قاضی کا یہ بیہودہ کلمہ سخت ناگوار گذرا۔ اور انہوں نے جواب میں یہ کہا۔ کہ تیری کیا مجال ہے جو ایسا کرے۔ باقی رہا **گورو ہرگوبند صاحب** خود تیرے داماد بنینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ **قاضی رستم خاں** کی لڑکی کو ان کی طبیعت جو عشق حقیقی میں ڈوبی ہوئی تھی اور مدت سے فقیروں کی صحبت کی مشتاق تھی۔ **گورو ہرگوبند صاحب** پر مایل ہوگئی۔ حتےٰ کہ خود بخود ان کی خدمت میں بامید حصول دولت باطنی امرتسر چلی گئی۔ انہوں نے مدت تک اس سے احتراز کیا۔ مگر اسکی خدمتگذاری وہر وقت کی گریہ وزاری نے ان کے دل میں رحم ڈالدیا۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ اسکا اشتیاق و فراق حد اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے اور وہ اپنی جان تک بھی قربان کرنے کو تیار ہے۔ تو ناچار اسکو ایک علیحدہ مکان رہنے کے لیئے دیدیا۔

اس پر قاضی اس کے باپ نے بادشاہ کے حضور شکایت کی کہ **گورو ہرگوبند صاحب** میری لڑکی کو ورغلا کر میرے گھر سے نکال لے گئے ہیں۔ مگر وزیر خاں نے بادشاہ کو اسطرح سمجھایا۔ کہ قاضی اپنی لڑکی کی شادی نہیں کرتا تھا۔ وہ اکثر فقیروں کی صحبت کو بہت پسند کرتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی فقیر کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔ اور امرتسر میں گورو کے لنگر سے جیسے کہ عام غریب غربا و مسافروں کو کھانا تقسیم ہوتا ہے وہ بھی کھاتی ہوگی۔ اور اصل باعث یہ ہے کہ وہ گھوڑا جو آپ نے اسکو دیا تھا اس نے ان کے پاس فروخت کردیا تھا۔ اب ان سے کچھ زیادہ قیمت مانگتا ہے۔ اور وہ انکار کرتے ہیں۔ اسوجہ سے یہ شکایت کرتا ہے۔ بادشاہ چونکہ گورو صاحب کو اپنے والد کے وقت سے جانتا تھا۔ (بلکہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ **جہانگیر شاہ** نے شاہجہان کا ہاتھ گورو

ہرگوبند صاحب کو پکڑا کر کہا تھا۔ کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ آپ اسپر نظر عنایت رکھنا جس کے جواب میں انہوں نے کہا تھا۔ کہ فقیروں کا دل مثل آئینہ کے ہے۔ جیسا یہ ہمسے پیش آویگا ویسا ہی ہم اس کے ساتھ سلوک کریں گے۔) اسکو قاضی کی شکایت پر اعتبار نہ آیا۔ اور اسکا دعوے خارج کر دیا۔

اسی دوران میں مہربان پرتھی چند کے بیٹے نے چندو دیوان کے لڑکے سے ملکر بادشاہ کے حضور گدی کا دعوے کر دیا۔ اور چندو کا بیٹا اپنے باپ کے خون کا دعویدار ہوا۔ جسپر بادشاہ نے سمت ۱٦٨٥ بکرمی میں گورو ہرگوبند صاحب کو لاہور میں طلب کر کے جواب لینے کا حکم دیا۔ مگر وزیر خان نے بادشاہ کو کل حالات مفصل چندو کے ظلم اور پرتھی چند کی سازش و عداوت کے سنا کر بادشاہ کو وہ موقع بھی جس میں بادشاہ جہانگیر شاہ نے اُن کا ہاتھ گورو صاحب کو پکڑایا تھا۔ یاد دلایا۔ تب بادشاہ نے اسی وقت اُن دونوں کے دعوے کو خارج کر دیا۔ اور گورو ہرگوبند صاحب کو بڑی عزت سے خلعت فاخرہ دیکر رخصت کیا۔

باوجودیکہ مہربان نے گورو صاحب کے اوپر دعوے کیا تھا۔ مگر انہوں نے اُسکا کچھ خیال نہ کیا۔ اور رفع فساد کی غرض سے اُسے اپنا بھائی سمجھکر خود اُسکے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور چاہا۔ کہ صفائی ہو جاوے۔ مگر کوتہ اندیش نے ایک نہ مانی۔ بلکہ بجائے خاطر تواضع کے بدکلامی سے پیش آیا۔ آخرش ناچار گورو صاحب واپس تشریف لائے۔ سکھوں نے تو بہت چاہا کہ مہربان کو اُس کے کردار کی سزا دیں۔ مگر گورو صاحب نے اُن کو منع کر دیا۔

اسی سال میں انہوں نے پیندے خان پٹھان پہلوان کو جو موضع میروڑ کا رہنے والا تھا۔ معہ اُس کے جمال خاں و رستم خاں و عالم خاں وغیرہ بھائیوں کے نوکر رکھا۔ یہ شخص اُس زمانہ کا ایک مشہور شہزور بہادر پہلوان تھا۔ اور اُس کی طاقت کا یہ حال تھا۔ کہ روپیہ اور اشرفی کے حروف صرف اپنی چٹکی سے مٹا دیتا تھا۔ اس کے ساتھ گورو ہرگوبند صاحب ہر روز کشتی اور زور آزمائی کیا کرتے۔

کچھ مدت بعد مسماۃ کولاں قاضی کی دختر نے گورو ہرگوبند صاحب کے خاص محلوں میں بال بچوں کی رونق دیکھکر چشم پر آب ہو کر عرض کی کہ ایک فرزند کی تجسس مجھے بھی ہے۔ تب گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ ہم تجھکو ایسا فرزند دیں گے جس سے تیرا نام صفحۂ دنیا پر ایک مدت مدید تک بلکہ قیامت تک قایم رہیگا۔ اور اُسیوقت ایک تالاب اُس کے نام پر موسومہ کولسر جو اب تک امرتسر میں دربار صاحب کے دکھن جانب واقع ہے۔ تعمیر کروانا شروع کر دیا۔ جب سمت ۱٦٨٦ بکرمی میں تالاب تیار ہو گیا۔ تو اُس کے کنارہ پر کولاں کے رہنے کے واسطے ایک مکان بنوا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ جو سکھ امرتسر میں اشنان کرنے کے لیئے آوے۔ پہلے اسکو چاہیئے کہ کولسر میں اشنان کرے۔ اور اچھی طرح سے پاک صاف ہو کر پھر دربار صاحب سری امرتسر جی کے تالاب میں غسل کرے۔

اسیطرح پر کچھ مدت بعد جب سکھوں نے دیکھا کہ گورو صاحب پیندے خاں پٹھان اور مسماۃ کولاں کی طرف زیادہ پرورش کی نظر رکھتے ہیں۔ تو بابا بڈھا کی معرفت یہ گوش گذار کرایا۔ کہ آپ کا غیر قوم کی طرف زیادہ تر مایل ہونا گو معیوب معلوم ہوتا ہے۔ تب گورو صاحب اپنے سکھوں کے اعتراض کو بسر و چشم قبول کر کے اپنے اوپر سنگت کی طرف سے کچھ تاوان منظور کیا۔ اور اُس رقم سے ایک جدید تالاب موسومہ ببیک سر تیار کروایا۔ اور مسماۃ کولاں کو کرتار پور اپنے اصلی مسکن پر پہنچا دیا۔

گورو ہرگوبند صاحب ایک نہایت خوبصورت سرو قد ۔ دست دراز بلند پرواز ۔ گندم رنگ ۔ آہو چشم ۔ فراخ سینہ ۔ خندہ پیشانی آدمی تھے ۔ شجاعت اور بہادری تو گویا ان کا حصہ تھا ۔ شہ زور اسقدر تھے ۔ کہ اگر دیو بھی مقابلہ میں آتا تو چت پڑا رہتا ۔ فن سپہ گری میں ایسے کامل تھے ۔ کہ جسکا بیاں نہیں ۔ سخاوت میں حاتم سے اور عدل میں نوشیرواں سے بھی سبقت لیگئے تھے ۔ غرضیکہ بہر صفت موصوف تھے ۔ علےٰ ہذا ریاضت و عبادت میں بھی یکتا تھے ۔ پوشاک ہمیشہ شاہانہ رکھتے تھے ۔ اور کل ہتھیار باندھتے تھے ۔ کمر میں دو ہری شمشیریں کاندھے پر کمان جسکو ہر کس و ناکس چڑھا بھی نہیں سکتا تھا ۔ پشت پر ترکش ۔ سپر ۔ پستول و پیش قبض وغیرہ سب قسم کے ہتھیاروں سے کمربستہ ہو کر اکال بنگہ کے تخت پر جلوس فرما ہوتے تھے ۔ صبح کو کتھا کیرتن سننے وا ودیش وغیرہ میں معروف رہتے ۔ دوپہر کو لنگر تقسیم ہونے کے بعد خاصہ تناول فرما کر کچھ دیر تک آرام کرتے ۔ سہ پہر کو اجلاس میں مقدمات مالی و ملکی کا فیصلہ کیا کرتے ۔ عدل میں ایسے مشہور تھے کہ ہر کس و ناکس ان کو سچا بادشاہ کہتا تھا ۔ مدعی و مدعا علیہ دونوں خوش رہتے تھے ۔ پھر شام کو کشتی وغیرہ دیکھتے اور بہادروں کی سوانح عمری قوالوں سے سنتے اور رہراس وغیرہ سنکر دربار برخاست کرتے ۔

منشی رام جس صاحب کھتری مصنف محیط اعظم و صاحب دبستان مذاہب ان کی بابت یوں خامہ زن ہیں ۔ کہ "ایک مرتبہ جب راجہ تارا چند نالاگڑھیہ اطاعت شاہی سے منحرف تھا ۔ تو اسوقت اُسکی سرکوبی کے لیئے بادشاہ **جہانگیر شاہ** نے گورو ہرگوبند صاحب کی اعانت چاہی تھی اور ان کو اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے مامور کیا تھا ۔ چنانچہ انہوں نے جاتے ہی فتح پائی ۔ اور راجہ مذکور کو شاہی اطاعت قبول کروا کے بادشاہ سے جا ملایا ۔ بلکہ بادشاہ سے سفارش کر کے رخصتانہ میں اس کو خلعت فاخرہ اور خطاب سے ممتاز و سرفراز کروایا ۔ کل صوبہ پنجاب کے حکام کی نگرانی بادشاہ نے ان کے تعلق کر رکھی تھی ۔ ۰۰۰ ے سوار ۔ ایک ہزار پیادہ و سات ضرب توپ ان کے ہمرکاب رہنے کے لیئے بادشاہ کی طرف سے منظور تھے ۔ اور جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ **گورو ہرگوبند صاحب** کا بادشاہ سے بہت اختلاط و ارتباط ہے ۔ اسوقت بادشاہی معزول شدہ لوگ بھی ان کے پاس آ کر پناہ لینے لگے ۔ جیسا کہ **یار خاں** و خواجہ سرا ۔ سپہ سالاران معزول شدہ انہی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ۔" ਰਾਮਜਸ

مگر ناظمان پنجاب کو **گورو ہرگوبند صاحب** کی اطاعت بوجہ ہونے غیر مذہب کے ناگوار معلوم ہوتی تھی ۔ اور ہر وقت اُن کے دل پر سانپ لوٹا کرتا تھا ۔ **جہانگیر شاہ** کے وقت تو اُن کی کچھ پیش نہ گئی ۔ مگر جب **شاہجہاں** جو ابھی ایک ناتجربہ کار نوجوان متلون مزاج شہزادہ تھا تخت پر بیٹھا ۔ تو اُن لوگوں کو اپنے ارمان نکالنے کا خوب موقع ہاتھ آیا ۔ ہر ایک نے اپنے دل کے پھپھولے توڑے ۔ غرض شکایت کرنے کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا ۔ اُدھر قاضی **رستم خاں** کی فریاد ۔ اور **مہربان** ان کے چچا زاد بھائی کی پکار وغیرہ سب نے طومار باندہ کر الٹہڑ مزاج بادشاہ کو اُن کی طرف سے برگشتہ کر دیا ۔ اور اس نے ان کے اختیارات نگرانی کل صوبہ پنجاب کو چھین لیا ۔ جس سے ان کے اعزاز و اقتدار میں جیسا کہ بادشاہ کا خیال تھا ۔ بالکل فرق نہ آیا ۔ کیونکہ ان کا عروج و اقبال جو خداداد تھا زیادہ تر پیری اور مریدی پر اثر رکھتا تھا ۔ ਰੁਸਤਮ ਖਾਂ

علاوہ ازیں ان کو جو اختیارات **جہانگیر شاہ** نے اسوقت دیئے تھے ۔ وہ دراصل اگر غور سے دیکھا جاوے تو بالکل پولیٹیکل

مصلحت پر مبنی تھے۔ کیونکہ اُس وقت عموماً پنجاب کے تمام ہندو اُن کے پیرو تھے۔ اور اُن کے بہادرانہ و شاہانہ متانت و دبدبہ سکندری نے بادشاہ کو کبھی چین سے سونے نہیں دیا تھا۔ وہ اپنے دل میں سمجھے بیٹھا تھا کہ اگر اُن کو چھیڑا گیا تو بادشاہت میں امن قایم رہنا ایک محال امر ہو جاویگا۔ اُدھر **گورو ہرگوبند صاحب** نے بھی مصلحت وقت سمجھکر اُن اختیارات کو بادشاہ کے دوستانہ برتاؤ سے منظور کر لیا تھا۔ ورنہ در اصل اُن کو سوائے پرمیشور کی تابعداری کے کسی غیر کی پابندی کسی طرح پر ملحوظ خاطر نہ تھی۔

اُن کے اختیارات چھین جانے کے تھوڑے ہی دنوں بعد کا ایک ایسا واقع ہے۔ کہ جس سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ وقت کی بالکل پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ **گورو ہرگوبند صاحب** موضع گمٹالہ کے متصل باہر جنگل میں شکار کھیلنے کے لیئے جسکا کہ اُن کو از حد شوق تھا تشریف لے گئے۔ اور قضارا **شاہجہان بادشاہ** کا بھی اُسی جنگل میں لاہور کیطرف سے بہ شغل شکار گذر ہوا۔ اتفاقاً اُسکا ایک سفید باز (جو شاہِ ایران سے تحفہ میں آیا تھا) ایک سرخاب کے پیچھے اُڑتا ہوا **گورو ہرگوبند صاحب** کے بازوں کے پاس آبیٹھا اور اُنہوں نے اُس کو پکڑ ڈالیا۔ جب یہ خبر **شاہجہان** کو ملی تو اُس نے کئی دفعہ باز کو واپس منگانے کے لیئے پیغام بھیجا۔ مگر اُنہوں نے اُسکی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور باز دینے سے بالکل انکار کیا۔ اب اِن کے دشمنوں کو بادشاہ کے زیادہ درہم برہم کرنے کا خوب موقع ہاتھ لگا۔ کسی نے کہا کہ یہ مسلمانوں کا دشمن ہے۔ کوئی بولا کہ یہ قاضی رستم خاں کی لڑکی کو زبردستی بھگا لیگیا اور بڑا خود پسند ہے۔ کسی نے یوں کہکر بادشاہ کو مشتعل دیا۔ کہ دیکھیئے بڑا غضب ہے۔ اِسکا کیسا اونچا دماغ ہوگیا ہے کہ سلطانی ادب و لحاظ کو بھی پاس خاطر میں نہیں لاتا۔ حضور نے اپنا باز منگا بھیجا اور اُس نے نہیں دیا۔ اِسکا علاج اگر ابھی سے نہ ہوگا تو پھر بہت دشوار ہو جائیگا۔ یہ سنتے ہی ۱۳ ماہ چیت سمت ۱۶۸۵ بکرمی کو **شاہجہان** نے مغلوب الغیظ ہوکر حکم دے دیا کہ **مخلص خاں** نائب ناظم لاہور معہ **غلام رسول و مولا بخش** پسران قاضی **رستم خاں** بہ امداد سات ہزار فوج جرار پیادہ و سوار کے فوراً جا کر **گورو ہرگوبند صاحب** کی سرکوبی کرے۔ چنانچہ اُسی وقت نائب ناظم معہ افواج مذکورہ صدر امرتسر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر گورو ہرگوبند صاحب بھی بہ جمعیت تین ہزار ملازمان و مریدان ہتھیار بند روانہ ہوکر تین کوس کے فاصلہ پر متصل موضع بڈالی کے بادشاہی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیئے جا اُڑے اور ایسی مستقل مزاجی اور بہادری سے مقابلہ کیا۔ کہ تھوڑی ہی دیر میں مخلص خاں نائب ناظم و غلام رسول وغیرہ سرداران و سپہ سالاران کے سر جدا کر دیئے۔ مثل مشہور ہے۔ سردار مارا اور فوج ماری۔ اب کیا تھا ناظم کے مارے ہی فوج تو ایک آن میں تتر بتر ہوگئی۔ ایک ایک سکھ نے دس دس آدمیوں کا کام تمام کیا۔ اور فوج شاہی شکست کھا کر بھاگ نکلی۔ گورو ہرگوبند صاحب کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکی۔ اِسطرح پر گورو صاحب فوج کو شکست دیکر اپنی فتح کا نقارہ بجاتے ہوئے خوشی خوشی واپس امرتسر میں آئے۔ اور دربار میں کڑاہ پرشاد کرا کے اپنے سارے بہادروں کو خوب تقسیم کیا۔ اور بہت سا انعام و اکرام بانٹا۔

بادشاہ اِس خبر کے سنتے ہی غضبناک ہوا اور اُسی وقت ۲۶ چیت سمت ۱۶۸۵ بکرمی کو **بہادر خاں قصوری۔ و قلندر خان تورانی** سپہ سالاران کو معہ دیگر بہادران **کالے خاں و طاہر بیگ** وغیرہ کے پندرہ ہزار فوج دیکر گورو صاحب کی باداش کے لئے روانہ کیا۔ اِدھر امرتسر میں گورو صاحب نے بادشاہی فوج کی آمد کا حال سنکر اپنے بہادران پیندے خاں و جمال خاں۔ میر مومن خاں

بھائی بدہی چند۔ موہن۔ گوپال۔ بھائی نہالا۔ داماد گورا بیراڑ۔ و بھائی پرانا۔ بھائی جیٹھا۔ دموہری رندہاوا وغیرہ کو علیحدہ علیحدہ فوج سپرد کرکے قلعہ لوہگڈہ پھر مورچہ باندہ کر مقابلہ کے لیئے کھڑا کردیا۔ اور خود قلعہ کے اندر برج میں بیٹھکر وہاں سے تیراندازی کرنے لگے۔ صبح سے شام تک دونوں طرف سے برابر تیر و تفنگ کی خوب مار دہاڑ رہی۔ کسیطرف کا پاؤں نہ ہلا۔ آخر جب اندھیرا ہوگیا اور آفتاب غروب ہوا۔ فلک نے ماتمی لباس پہنا اور جوانان کارزار بھی تھک گئے۔ تو لڑائی بند ہوگئی اور بادشاہی فوج خیموں میں جاکر آرام گزیں ہوئی۔ اُدھر **گورو ہرگوبند صاحب** کی فوج نے بھی پرشاد چھک کر یعنی کھانا وغیرہ کھاکر تھوڑی دیر آرام کیا۔ اور پھر ۳۔ بجے رات کے اُٹھکر حسب فرمان گورو صاحب بادشاہی لشکر پر جو بیدھڑک سو رہا تھا ایسا اچانک چھاپہ جا مارا کہ اُسکو اپنے بیگانہ کی خبر نہ رہی۔ آپسمیں ہی کٹنے مرنے لگے اور بھاگ نکلے۔ جس سے لشکر شاہی کو بہت نقصان پہنچا۔ اور علی محمد۔ مرزا بیگ۔ قاسم خاں وغیرہ مشہور دلاور سرداران کام میں آئے۔ آخر جب آفتاب طلوع ہوا تو بادشاہ کی فوج پھر اس زور شور سے حملہ آور ہوئی کہ گورو ہرگوبند صاحب کی فوج تاب نہ لاسکی اور قلعہ میں جاکر پناہ گیر ہوئی۔ اور قلعہ کے اندر سے توپ و بندوق کی لڑائی شروع کردی۔ ۷ ضرب اتواپ تو گورو صاحب کے پاس پیشتر سے ہی تہیں۔ مگر اُن کے بہت سے مرید لڑائی کی خبر پاکر دور دور سے سامان جنگ و خوراک مہیا کرکے اِن کے ساتھ آشریک ہوئے تھے اس روز بھی شام تک دونوں طرف سے خونخوار جنگ ہوتا رہا۔ حالانکہ گورو صاحب کی طرف کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ تاہم جو کچھ باقی بچے۔ اُنہوں نے اپنی ثابت قدمی اور بہادری سے میدان کو ایسا گرم رکھا کہ بادشاہی فوج کو اندر کا حال بالکل معلوم نہ ہونے دیا۔

گورو ہرگوبند صاحب نے جب اپنی طرف کو کچھ کمزور دیکھا اور بادشاہی لشکر کا ہجوم زیادہ معلوم کیا۔ تو مصلحتاً اسی وقت اپنے قبایل کو معہ مال و اسباب کے موضع جھبال پرگنہ گویندوال میں جو اُن کی جاگیر کا گانوں تھا روانہ کردیا۔ اور آپ نہایت مستقل مزاجی سے مقابلہ افواج شاہی میں ڈٹے رہے۔ اسی اثنا میں **قلندر خاں** سپہ سالار لشکر شاہی کو یہ خیال گذرا۔ کہ فقیروں پر فتح پانا کون بہادری ہے یا بادشاہ کو کون ملک و دولت حاصل ہوجائیگی۔ ناحق خلق خدا کا خون ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں فقیروں کا ستانا کسی مذہب میں روا نہیں ہے۔ یہ سوچکر اُس نے گورو صاحب کو پیغام بھیجکر اپنے نیک خیال سے آگاہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ اس جگہ کو چھوڑ جاویں تو ہم بھی بادشاہ سے سرخرو ہوجاویں اور خلقت خدا کا ہی نقصان نہو۔ پھر آپکو اختیار رہے جب چاہیں یہاں تشریف لے آویں۔ چنانچہ گورو صاحب نے بھی مصلحت سمجھا۔ اور لڑائی کو چھوڑ کر معہ ہمراہیاں کے موضع جھبال میں جہاں اپنے قبایل کو پہلے بہیج چکے تھے۔ تشریف لیگئے۔ پیچھے سے بادشاہی فوج نے میدان خالی پاکر امرتسر کو اچھی طرح تاخت و تاراج کیا۔ اور جو سامان شیرینی وغیرہ گورو صاحب کی دختر بی بی بیرو کی شادی میں مہیا کیا گیا تھا۔ وہ سب مٹھائی کے کوٹھے بھرے بھرائے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اور لاہور کو واپس جاکر بادشاہ سے اپنی ظفریابی ظاہر کرکے بیان کیا کہ **گورو ہرگوبند صاحب** میدان کو چھوڑ کر کہیں فرار ہوگئے۔

اُدھر **گورو ہرگوبند صاحب** نے موضع جھبال میں پہنچکر اپنی دختر نیک اختر بی بی **بیرو** کی شادی (جس کے خیال سے میدان جنگ کو چھوڑنا اُنہوں نے اُسوقت زیادہ تر مصلحت سمجھا تھا) **سادھو** نامی کھتری کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے کردی اور کہتے ہیں۔ کہ شادی کے وقت گورو صاحب نے بشگون کے چوک کو جو عام طور پر آرد گندم سے زمین پر پورا جاتا ہے۔ جواہرات سے پُروایا

تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ جگہ ابتک مانک چوک کے نام سے مشہور ہے۔ بلکہ وہاں اُسکی یادگار میں ہر سال جیٹھ کے مہینے میں ایک میلہ لگتا ہے۔
ਬਕਾਲਾ اس کے بعد گورو صاحب موضع گوئیندوال میں تشریف لیگئے۔ اور وہاں چند روز قیام فرماکر موضع بکالہ میں مسمی مہر چند ایک دولتمند شخص کی درخواست پر بہ تقریب برہمبھوج مع قبایل کے تشریف لیگئے۔ وہیں اُن کی والدہ صاحبہ ماتا گنگاجی نے ۱۶۔ ہاڑہ سمت ۱۶۸۶ بکرمی کو انتقال فرمایا اور حسب وصیت اُن کی لاش جل پرواہ کی گئی۔

پھر بھلے صاحبزادگان کی درخواست پر اپنے قبائیل کو مصلحت وقت سمجھکر وہیں گوئیندوال میں چھوڑا اور خود دریائے بیاس کو عبور کرکے موضع کرتارپور میں رونق افروز ہوئے۔ یہاں مسماۃ کولاں دختر قاضی رستم خاں ان کی دلی خادمہ نے انہی ایام میں ان کے روبرو انتقال کیا۔ پھر گورو
ਸਨੂਹ صاحب نے یہاں پر اپنے منظور نظر ملازم پینڈے خاں کی شادی کرائی۔ اور ایک علیحدہ مکان رہنے کیلئے بنوادیا۔ جبتک یہاں رہے ہمیشہ علی الصبح صاحب کے آئے دربار لگاکر بیٹھتے اور اپنے مریدوں وسکھوں کو سچے اپدیش (وعظ) سے ممتاز فرماتے۔ وہاں کے دہقانی لوگونکی شکایت پر کئی ایک خونخوار شیروں کو جو اکثر مردمان و مویشیان کا نقصان کرجاتے تھے اپنے دست مبارک سے مارا۔

پھر یہاں سے روانہ ہوکر قصبہ ہرگوبندپور واقع پرگنہ بٹالہ میں وارد ہوئے۔ اس مقام کو جو چندو لال دیوان کا مسکن تھا اور بادشاہ کے حکم سے اُسکی ضبطی جائداد میں ویران کردیا گیا تھا۔ اور پھر ہرگوبند صاحب نے کاتک سمت ۱۶۷۷ بکرمی میں بادشاہ سے اجازت وسند حاصل کرکے اپنے نام سے از سر نو آباد کیا تھا۔ یہاں پہنچکر گورو صاحب نے اس گانوں کی آبادی کو ترقی دینا چاہا۔ مگر بھگوانا کھتری عرف
ਘੇਰੜ گھیرڑ جو چندو دیوان کا رشتہ دار اور اُس علاقہ کا مالگذار تھا۔ بادشاہ کو ان کا مخالف دیکھکر انہیں اُس گانوں سے بے دعوےٰ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور ان کے اس کام میں ہارج ہوا۔ بلکہ اپنے آدمیوں سے گورو صاحب کے خیموں کو اُکھڑوا کر مستعد بہ جنگ ہوا۔ آخرش خوب لڑائی ہوئی اور بھگوانا مع اپنے دو چار ہمراہیان کے مارا گیا۔ گورو ہرگوبند صاحب نے اُسکی مکان کو مسمار کرادیا۔ اور مصلحت سمجھکر اپنے بہادر پینڈے خاں کی درخواست پر وہاں ایک مسجد اور سرائے تعمیر کرادی اور ایک لنگر بھی غریب غربا کے لیئے جاری کروادیا۔

پھر حسب یادآوری بابا بڈھا صاحب ڈیرہ نامدیو کو دیکھتے ہوئے موضع رامداس پور میں پہنچے۔ اور اُن کو اپنے دیدار انور سے مسرور فرمایا۔ تھوڑے دنوں بعد بابا بڈھا صاحب ۱۶۔ مگھر سمت ۱۶۸۶ بکرمی کو راہی ملک بقا ہوگئے۔ پھر وہاں سے گورو ہرگوبند جی
ਬਾਰਠ موضع بارٹھ میں بابا سریچند صاحب خلف بابا نانک صاحب کی زیارت کرنے کو تشریف لیگئے۔ باباجی انکی ساری
ਗੁਰਦਿਤਾ سرگذشت کو سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور اُن کے لڑکے بابا گوردتا کو جو اُس وقت اُن کے ساتھ تھے۔ اپنی گود میں بٹھاکر پیار کرکے گورو صاحب سے فرمانے لگے۔ کہ آپ کے چار یا پانچ صاحبزادے ہیں۔ اُن میں سے کوئی ہمارا بھی ہے؟ تب گورو جی نے جواب دیا۔ کہ سب لڑکے آپ ہی کے ہیں جس کو جی چاہے آپ اپنی خدمت میں لے لیں۔ چنانچہ بابا سریچند جی نے اُسی وقت سیلی ٹوپی گوردتا جی کو دیکر فرمایا کہ گورئیائی کی گدی تو پیشتر ہی سے تمہارے بزرگوں کے پاس ہے۔ فقط فقیری باقی تھی۔ سو وہ بھی اب تمہاری ہو چکی۔ اِسکا بقیہ مفصل ذکر حصہ پنجم میں کیا جائے گا۔

گورو ہرگوبند صاحب یہاں سے رخصت ہوکر پھر موضع ہرگوبندپور میں واپس تشریف لائے۔ اور سناکہ رتن چند

پر بھگوانا گھیر ڑ و کرم چند ولد چندو دیوان وسوڈھی مہربان وغیرہ کی شکایت پر **عبد اللہ خاں** صوبہ جالندھر کی طرف سے **علی بخش** و **امام بخش** سرداران معہ پانچ ہزار فوج اُن پر چلے آتے ہیں۔ چنانچہ اُسی وقت سے انہوں نے بھی جنگ کیلئے تیاری کرنا شروع کر دیا۔ اور اپنے مریدوں کے نام جابجا حکمنامجات واسطے امداد کے لکھ بھیجے۔ تھوڑے دنوں ہی میں ایک جماعت کثیر فراہم ہوگئی۔ جب بادشاہی فوج آپہنچی۔ تب انہوں نے مسمیان بھائی مولک بھائی مدن۔ بھائی جیٹھا۔ بھائی بدھی چند پیندے خاں۔ محمد خاں وغیرہ بہادراں کو معہ دو ہزار کساں مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ تین پہر تک میدان جنگ خوب گرم رہا۔ اُس کے بعد بادشاہی فوج کے سرگروہ مسمیان **بہرام خاں بلوند خاں۔ علی بخش و کریم بخش** وغیرہ سرداران مارے گئے۔ اور بقیہ فوج بھاگ گئی۔

ناظم جالندھر اپنے لڑکے کی وحشت اثر خبر کو سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا اور خود معہ **حمید الدین۔ محمد خاں۔ بہرام خاں** وغیرہ بہادراں اور **کریم بخش و نبی بخش** ہر دو برادران کے موضع رہیلہ کے متصل گورو **ہرگوبند صاحب** پر حملہ آور ہوا۔ جسکا انجام یہ ہوا۔ کہ وہ خود معہ اپنے ہمراہیاں کے خاص گورو صاحب کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور فوج اُس کے گرتے ہی میدان خالی کر گئی۔ یہ جنگ بہت خونریز ہوا۔ اسمیں گورو ہرگوبند صاحب کی طرف کے بھی بہت سے بہادران مثل بھائی جیٹھو ونانو۔ پیڑا۔ و محمد خاں و بھائی پرسا۔ کلیانا۔ جگا۔ اور متھرا وغیرہ شہید ہوئے۔ مگر بہرحال فتح انہی کی رہی۔ مصنف دبستان مذاہب نے جو خود اس جنگ میں شریک تھا۔ نہایت تشریح کے ساتھ اس جنگ کی بابت لکھا ہے۔

اس لڑائی کو فتح کرکے گورو ہرگوبند صاحب قصبہ کرتارپور میں تشریف لیگئے۔ اور وہاں کچھ مدت تک قیام رکھا۔ اسی اثناء میں بھگوانا و چندو لال کے لڑکوں نے دہلی میں جاکر بادشاہ کے حضور فریاد و پکار کی اور ناظم جالندھر کے مارے جانے کی بھی شکایت پہنچی۔ تو بادشاہ نے دوبارہ فوج کشی کا حکم دیا۔ مگر **وزیر خاں** صاحب نے جو گورو **ہرگوبند جی** کا دوست تھا۔ بادشاہ کو اس طرح پر سمجھا کر کہ (جو کچھ شکایت آپ کے پاس گذری ہے۔ وہ بالکل عداوت اور دشمنی سے کی گئی ہے۔ گورو ہرگوبند صاحب **گورو نانک جی** کے گدی نشین ہیں۔ اور نہایت لایق صاحب عظمت شخص ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار نے ان کو کچھ زمین زرخرید عنایت کی تھی۔ جہاں انہوں نے ایک گانوں آباد کیا ہے۔ اور اُس میں ایک مسجد و سرائے بھی تعمیر کروائی ہے۔ اور غریب و غرباء کیلئے کھانا وغیرہ بھی تقسیم ہوتا ہے۔ ایسے شخصوں کی شکایت پر فقیروں سے لڑنا مصلحت نہیں) معاملہ کو درگذر کیا۔

پھر کرتارپور سے **گورو ہرگوبند صاحب** معہ اپنے قبایل کے ملک مالوہ میں تشریف لیگئے۔ مگر **پیندے خاں** کو جسے کچھ اپنی قوت بازو کا گھمنڈ ہوگیا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ گورو صاحب کو صرف میری وجہ سے فتح ملتی ہے۔ وہیں چھوڑ گئے۔ جب موضع ڈروہلی میں پہنچے تو وہاں ان کے پاس بھائی گوریا مسند کا شمیر سے تحفہ تحایف لیکر حاضر ہوا۔ اور پنڈت تانتر ساکن آگرہ کو جو ہمیشہ کتھا سنایا کرتا تھا۔ اسی جگہ کتھا کے بھوگ پر مبلغ ایکہزار روپیہ نقد و ایک جوڑی کنگن طلائی معہ پارچات مکلف کے گورو صاحب نے دیا۔

اسی گرد و نواح میں تمی سا دھو پسر عاقل بخار اپنی شادی کرا کے ڈولی لئے جاتا تھا۔ اُسکی دلہن جو گورو صاحب کے ایک سکھ (مرید) کی دختر تھی انکا خیمہ دیکھکر ڈولی میں سے خود بخود اُتر کر زیارت حاصل کرنے کے لیئے چلی گئی۔ اسکا یہ فعل اُس کے خاوند اور براتیوں کو نہایت

ناگوار گذرا - کیونکہ وہ سلطان کے مریدوں میں سے تھے - روایت ہے کہ انہوں نے اُس لڑکی کو قتل کرنا چاہا - مگر شفقت ایزدی سے قاتل کا ہاتھ بالکل جنبش نہ کر سکا - اِس امر کو دیکھکر وہ سب لوگ **گورو ہرگوبند صاحب** کی عظمت کے قایل ہو گئے - اور وہیں اُن کے مرید بن گئے - بھائی باگڑیاں والے انہی کی اولاد ہیں - ان کا مفصل ذکر حصہ چہارم میں ہوگا -

پھر یہاں سے ملک مالوہ کے مواضعات دیال پور - جنڈ الوالہ - مل - بھگتا وغیرہ کے باشندگان کو اپنی سچی تعلیم سے فیضیاب کرتے موضع کانگڑ میں تشریف لیگئے - یہاں کا رئیس سمی جودہ خلف مہر مٹھہ - جو (کوت دھائی وال میں سے ایک مشہور بادشاہی باجگذار تھا -) ان کا مرید بن گیا - اِس کے مرید ہوتے ہی ملک مالوہ کے زمینداران و کاشتکاران از قوم براڑ (جو جنگ جوئی و جوانمردی میں ازحد مشہور تھے) قافلوں کے قافلے ہزارہا روپیہ کا نقد و جنس لیکر ان کے پاس حاضر ہو کر مرید ہونے لگے غرض کل نودں کے گاؤں ان کے پیرو ہو گئے -

اس مقام پر **گورو ہرگوبند صاحب** سے ایک سوداگر جو ترکستان سے گھوڑوں کا غلہ لیکر دہلی کو جاتا تھا - ملاقی ہوا - کیونکہ اُن کو عمدہ عمدہ گھوڑوں کا ازحد شوق تھا اسلیئے اُنہوں نے اُس سوداگر سے چند گھوڑے خریدے - اُس سوداگر نے عمدہ عمدہ گھوڑوں کے تذکرات میں نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کیا - کہ میں ایک جوڑی گھوڑوں کی نہایت ہی خوبصورت و عجیب باد رفتار خوش گوار قابل دید ہر صفت موصوف حضور کیلیئے مخصوص لاتا تھا - مگر راستہ میں صوبہ لاہور نے بادشاہ کیواسطے زبردستی چھین لیئے - قہر درویش بر جان درویش - کچھ نہ کر سکا - اگر کچھ دم مارتا - جان و مال دونوں سے ہاتھ دھوتا - ناچار صبر کرکے چلا آیا - یہ سنتے ہی **گورو ہرگوبند صاحب** جو ایک بڑے بہادر اور عالی دماغ پولیٹیکل شخص تھے - اپنی پیرو قوم کی طاقت و جرأت کی آزمایش کو مد نظر رکھکر اُن سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے - کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اُن گھوڑوں کو ہمارے پاس لے آوے - تو ایک شخص بدہی چند نامی از قوم چھینبہ جاٹ باشندہ موضع سرسنگ نے اُٹھکر عرض کی - کہ اگر اس ناچیز کو حکم ہو تو آپ کی کرپا سے شاید لا سکوں - اور یہ کہتے ہی اُسیوقت خم ٹھوک کر لاہور کی طرف روانہ ہوا - یہ شخص بھی ایک عجیب بلا کا پتلا تھا - لاہور پہنچکر گورو کے سکھوں میں سے ایک شخص موسومہ جیون نجار کے گھر جا اُترا - اور ہر روز عمدہ عمدہ گھاس کھود کر بادشاہی اصطبل میں جا کر بیچنے لگا - رفتہ رفتہ وہاں کے داروغہ سے ایسا ربط بڑہایا - کہ اُس نے اُس کو گھوڑوں کی خدمت کرنے پر نوکر رکھ لیا - جب یہ نوکر ہو گیا تو اِس نے تھوڑے ہی دنوں میں داروغہ کے مزاج میں ایسا رسوخ اور اعتبار پیدا کیا - کہ وہ اصطبل کی کنجیاں وغیرہ بھی اِسی کی تحویل میں رکھنے لگا - اِس نے اپنے اور کاموں کے علاوہ ایک یہ بھی معمول کر لیا تھا - کہ روز آدہی رات کے وقت ایک پتھر اصطبل کی دیوار پر سے دریا میں جو اُس کے نیچے بہتا تھا - اِس خیال سے پھینک آتا - کہ جس روز وہ گھوڑے کو دریا کی راہ سے لیجاوے - اُس روز اُس کے کودنے کی آواز پتھر کے شک میں لوگوں کو اُسطرف مخاطب کرنے سے باز رکھے - چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد ایک روز موقع پا کر اُن میں سے ایک گھوڑے کو کھولکر معہ ساز و سامان آدہی رات کیوقت دریا میں ڈالدیا - اور گورو صاحب کی خدمت میں لا کھڑا کیا - گھوڑی کو دیکھکر وہ خوش تو ہوئے - مگر اُن کی خوشی زیادہ تر اُس آدمی کی جرأت اور بہادری کی طرف مایل تھی -

بدہی چند کو اُس کے کام کی داد دیکر اُسکی دلیری اور عقل کو پھر دوبارہ آزمانا چاہا - اور فرمایا - کہ گھوڑا اپنے جوڑے کی مفارقت سے کچھ اُداس معلوم ہوتا ہے - جس پر بدہی چند نے گذارش کی - کہ اگر حضور کی نظر کرم ہو تو اُسکا مہیا کر دینا بھی کچھ بڑی بات نہیں - اور یہ کہتے ہی وہاں

ਸਰ ਸੰਗ

سے ہوا ہو کر پھر لاہور پہنچا۔ اور وہاں اپنے تئیں کھوجیا اور رملی (سُراغ رس) کے نام سے مشہور کیا۔ اور اپنی وضع۔ رفتار گفتار وغیرہ کو ایسا بدل لیا کہ کوئی اُسکی شناخت نہ کرسکا۔ آخر صوبہ نے اُسکو بلا کر گھوڑے کا سراغ لگانے کے لیئے حکم دیا۔ اِس نے کہا کہ پہلے مجھے وہ موقع جہاں سے گھوڑا چوری گیا ہے۔ دکھلایا جاوے۔ پھر میں کوشش کرونگا۔ چنانچہ جب اُس کو موقع دکھلایا گیا تو کہنے لگا کہ مجھے یہاں پر دو تین رات رہنے کی اجازت دیجاوے۔ تاکہ میں اپنی اختر شناسی وغیرہ کے حساب سے مجرم کا پتہ لگاؤں۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر آزمایش کرنے کی بھی اجازت مانگی۔ جب ایسا کیا گیا۔ تو اُس نے گھوڑے کو دریا میں ڈال کر کہا کہ لو! ملک مالوہ میں **گورو ہرگوبند جی** کے پاس وہ گھوڑا گیا ہے۔ یہ بھی جاتا ہے اگر کچہ ہمت ہے تو روک لو۔ لوگ دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔ یہ گھوڑے کو اُڑا کر منزل مقصود پر لے آیا۔ اور بیچارے بچھڑے ہوئے جوڑے کو ایک دوسرے سے ملا کر مسرور کیا۔

گورو ہرگوبند جی بدہی چند کی اس چالاکی اور دلیری کو دیکھکر عش عش کر گئے۔ اور اُس سے ساری سرگذشت سنکر از حد خوش ہوئے۔ اُدھر لاہور میں جب بدہی چند للکار کر گھوڑے کو اسطرح پر لیچلا۔ تو ناظم نے بہت سے سوار اُس کے تعاقب میں دوڑائے۔ مگر اُس جوانمرد کو کوئی نہ پکڑ سکا۔ آخر ش ناظم نے کل حال بادشاہ کے حضور دہلی میں لکھ بھیجا۔ وہاں سے پوس سمت ۱۶۸۸ بکرمی میں (دس دس ہزاری) عبداللہ خاں سلیم خاں۔ بہلول خاں وغیرہ مشہور و معروف سپہ سالاران معہ بارہ ہزار سپاہ ترک کے اُن کی گرفتاری کے لیئے مامور ہوئے۔ اور ناظمان لاہور اور جالندھر نے بھی اپنی اپنی فوجوں کو بموجب فرمان شاہی روانہ کیا۔ غرضیکہ کل فوج شاہی قریب بائیس ہزار کے ہو گئی۔ اِدھر گورو ہرگوبند صاحب نے بھی جو شجاعت اور طاقت میں رستم وقت تھے اور ایسے موقع کو دل سے چاہتے تھے۔ بلکہ خود مول لیتے تھے اپنے مالوہ ملک کے ہزارہا قوی اور چیدہ چیدہ جنگجو جوانوں کو جواز قوم براڑ۔ سدہو مہراج کے بھلر۔ رندھاوا۔ والہٹ۔ مان۔ دھالی وال وغیرہ معہ دیگر سکہان و بہادران کے ہمراہ لیکر متصل موضع لہرا بادشاہی لشکر کے مقابلہ میں مورچے باندھ دیئے۔ دونوں طرف سے بندوقوں کی باڑھیں شروع ہو گئیں۔ ہر ایک جوان جو جس فن میں یکتا تھا۔ اپنے جوہر دکھانے لگا۔ آفتاب کی شعاع اور شمشیر کی چمک دونوں نے ملکر بہادروں کے دلوں کو چمکا دیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ تیروں کے بارش نے خون کے دریا بہا دیئے۔ اُدھر بادشاہی قواعددان فوج۔ اِدھر ملکیہ مگر شان ایزدی تھی کہ گورو ہرگوبند صاحب کی طرف جتنے آدمی تھے۔ قواعد والوں کے بھی کان کترتے تھے۔ ایک ایک دس دس بادہ بارہ کا کام تمام کرتا تھا۔ کوئی شخص پیچھے قدم ہٹانا تو جانتا ہی نہ تھا۔ **گورو ہرگوبند صاحب** جو خود تیر اندازی کے نشانہ میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ ایک تیر سے دستہ کے دستہ کو گراتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں بادشاہی فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ عبداللہ خاں وغیرہ جو نامی سردار تھے۔ سب مارے گئے۔ گورو صاحب کی طرف کے آدمی تو عموماً ملکیہ تھے۔ دن بھر لڑتے رہتے۔ اور رات کو اپنے مکانوں پر چلے جاتے۔ مگر بادشاہی فوج میدان میں پڑی رہتی۔ مالوہ کا جنگل و میدان۔ جہاں پانی کا نام نہ نشان۔ کھانے کو بھی علیٰحدہ باجرے کی خشک نان جسکا ایک لقمہ بھی بغیر پانی کے نگلنا گویا موت سے لڑنا تھا۔ دن کی تکان رات کی سردی اور پانی کی شان نے بادشاہی فوج کا خود بخود کام تمام کر دیا۔ جو بچ گئے وہ ملکیہ گورو صاحب کے مریدوں نے تہ تیغ کیئے۔ آخرش بادشاہی فوج کے آدمی لڑتے لڑتے جب بہت تھوڑے رہ گئے۔ تو میدان چھوڑ کر دہلی کو بھاگ گئے۔

مگر چونکہ اُسیوقت بادشاہ کو ملک دکن کی مہمات کا بہت زیادہ خیال گذر رہا تھا۔ اسوجہ سے دوبارہ لشکر کشی کا حکم دینا مصلحت نہ سمجھا۔ ادھر **گورو ہرگوبند صاحب** مواضعات کانگڑہ۔ لوپو۔ اکوئی۔ سونٹی وغیرہ کے باشندگان کو اپنا مرید بنائے قصبہ کیرت پور میں جسکو انہوں نے اپنے دوست تارآچند کھلوریہ سے سفید اراضی حاصل کر کے معرفت اپنے بڑے لڑکے **باباگوردتا جی** کے اسوج سمت ۱۶۷۹ ب میں آباد کرایا تھا۔ تشریف لیگئے۔ تو تارآچند وغیرہ راجگان کوہستان سے (جو ان کے احسانات سے جب ان کو کل پنجاب کی نگرانی کا اختیار تھا لدی ہوئے تھے۔) سنتے ہی ان کی خدمت میں حاضر آئے۔ اور زیارت حاصل کر کے ازحد مسرور ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ آپ نے جو اسطرف کرم فرمایا یہ ہم لوگوں کی عین خوش نصیبی ہے۔ ہم لوگ آپ کی خدمت کے لیئے بدل و جان حاضر ہیں۔ اور کچھ مدت تک وہاں سیر و شکار کا باہم خوب مشغلہ رہا۔ اسی جگہ انہوں نے بڑھن شاہ صاحب فقیر سے دودھ کی امانت کو (جو گورو نانک صاحب اُس کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ اور اُس نے امانتاً زمین میں دفن کر رکھا تھا) واپس لیا۔ دیکھو نوٹ گورو **نانک صاحب** کا صفحہ نمبر ۴۳۔

پھر یہاں سے سمت ۱۶۹۰ بکرمی میں دیپ مالا یعنی دیوالی کے میلہ کی تقریب پر گورو صاحب امرتسر تشریف لے گئے۔ میلہ میں چاروں طرف سے مسند لوگ معہ اپنی اپنی سنگتوں (قافلوں) کے ہزار ہا روپیہ کا نقد و جنس لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ اور چونکہ گورو صاحب ایک مدت بعد امرتسر واپس آئے تھے۔ اسوجہ سے لوگ اِن کا بہت اشتیاق اور آرزو سے درشن کرتے۔ اور میلہ کی رونق بھی بمقابلہ گذشتہ میلوں کے زیادہ ہوئی۔ پوجا اور چڑھاوہ بھی بے اندازہ آیا۔ میلہ ختم ہونے پر کارپردازوں کو حسب دستور خلعت وغیرہ دیکر رخصت کیا گیا۔ اور گورو صاحب تھوڑے دنوں بعد باشندگان امرتسر کو ہرمندر کی خدمت میں بہمہ تن معروف رہنے کی ہدایت کر کے خود کرتارپور کو تشریف لے گئے۔

وہاں پینڈے خاں از بہادران **گورو ہرگوبند صاحب** کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور اُس نے اُسی زمانہ میں اپنی بڑی لڑکی کی شادی عثمان خاں پٹھان باشندہ موضع میرکلاں سے کر دی۔ کہتے ہیں کہ گورو صاحب نے اِس شادی میں پینڈے خاں کو نقد و جنس سے بہت مدد دی۔ اور بے انتہا دولت صرف کی۔ شادی کے تھوڑے ہی دنوں بعد گورو صاحب کے پاس اُن کا مرید کابلی مل ساکن قندہار قدمبوسی حاصل کرنے کے لیئے آیا۔ اور اُس نے نذر میں ایک راس اسپ نہایت عمدہ بادپیمان و ایک پوشاک پشمینہ نہایت قیمتی ایک قبضہ تلوار۔ ایک کٹار اور ایک بے بہا مالا مروارید پیشکش کیا۔ مگر عثمان خاں داماد پینڈے خاں کا دل اُن چیزوں کو دیکھکر قایم نہ رہا۔ لیکن چونکہ وہ سب چیزیں اُنہوں نے **باباگوردتا جی** کو عنایت کر دی تھیں اس وجہ سے اُسکی کچھہ پیش نہ گئی۔ آخرکار اُن چیزوں کی چرانے کی فکر میں ہوا۔ اور ایک دن موقع پاکر اُن سب چیزوں کو معہ بہت سے اور مال کے چرا لیا۔ جب اُسپر واپسی مال کے لیئے تشدد کیا گیا۔ تو پینڈے خاں بھی جس کے کان میں شیطان پھونک گیا تھا۔ کہ سوائے تیرے کوئی دوسرا نہیں۔ اپنے اصل مالک سے جسکا نمک پروردہ تھا۔ (صرف اپنے چور داماد کی حمایت میں) منحرف ہوگیا۔ سچ ہے ؎ تکبر عزازیل را خوار کرد۔ بہ زندان لعنت گرفتار کرد۔ ایسی ایسی حرکات ناشایستہ و ناگفتہ بہ نمک حرامی کی کرنے لگا۔ کہ گورو صاحب نے اُسکو بھی ناچار اپنی ملازمت سے خارج کر کے بالکل عاق کر دیا۔ اِسی اثنا میں عثمان خاں اُس کے داماد نے گورو صاحب کے سفید باز کو میر شکار سے چھوٹا ہوا دیکھکر پکڑ لیا۔ اور پھر واپس دینے سے مطلق انکار کیا۔

ادھر دہیر مل پسر گورو دتا جی جو اپنے باپ اور دادا دونوں کو گورائی کی گدی سے الگ کرکے خود گورو بننا چاہتا تھا۔ پینڈے خاں وغیرہ کو جنکو وہ بہت بہادر سمجھتے تھے۔ گورو صاحب کے برخلاف دیکھکر ان کے ساتھ آملا غرض ایک روز عثمان خان - طاہر خان - اور پینڈے خان وغیرہ افغانان کو ساتھ لیکر سفید باز اور کل اشیاء کو **قطب الدین خاں** صوبہ دار جالندھر اپنے رشتہ دار کی معرفت بنظر خیر خواہی **شاہجہان بادشاہ** کے پاس بھیجنے کے لیئے روانہ ہؤا۔ مگر کل سامان راستہ ہی میں **گورو ہرگوبند صاحب** نے خبر پا چھنوا لیا۔ یہ سب روتے پیٹتے صوبہ جالندھر کے پاس جا فریادی ہوئے۔ مگر صوبہ مذکور نے جو ایک جہاندیدہ آدمی تھا۔ انکی شکایت کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ بلکہ اُلٹی اُن کو صدہا لعنت ملامت دیکر کہا۔ کہ تم لوگ اُن کے نمک پروردہ ہو۔ تمکو ایسا کرنا ہرگز نہیں چاہئے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا۔ کہ یہاں تو دال گلتی نہیں۔ تو وہاں سے رتن چند پسر چندو و کرم چند پسر بھگوانا دسوڈھی مہربان وغیرہ دشمنان گورو ہرگوبند صاحب کو اپنے ساتھ شریک کرکے لاہور میں شاہی دروازہ پر جاکر داد و فریاد کے لیئے واویلا مچانے لگے۔ جہاں سے انجام کار حاکمانِ جالندھر و لاہور کو ادنپر فوج کشی کرنے کا حکم ہؤا۔

غرض بیساکھ سمت ۱۶۹۱ بکرمی میں بمقام کرتارپور گورو ہرگوبند صاحب کا اپنے نمک پروردہ کی بدولت پھر بادشاہی فوج سے مقابلہ آپڑا۔ ادھر بادشاہ کی طرف سے **کالیخاں** پیشاوری - جنگ دلیر - ملک انور خاں - و قطب الدین و امیر خاں معہ نمک حرام پینڈے خاں وغیرہ کے نامی نامی و مشہور سپہ سالاران - ادھر گورو صاحب کی طرف سے - ملک جاتی پروہت - بہائی بدھی چند - نانو تل نانک دیا بابا **گوردتا جی** و سوا ہیرا - وجیوں رندہادہ وغیرہ بہادران ایک سے ایک چڑھ بڑھ کر میدان جنگ میں باہم زور آزمائیاں کرنے لگے۔ تین روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ طرفین نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ خون کے دریا بہا دیئے۔ فلک بھی دہل اُٹھا آخرالامر تیسرے دن بادشاہی فوج کے پیر ہل گئے۔ اور کالے خاں پیشاوری و جنگ دلیر و قطب الدین وغیرہ سب تہ تیغ ہوئے۔ پینڈے خاں بھی جس کو اپنے زور کا بہت غرور تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ **گورو ہرگوبند صاحب** کو فتح صرف میری ہی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ گورو صاحب کی تلوار مبارک سے دو ٹکڑے ہؤا۔ اور جو باقی بچ گئے۔ وہ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ باقی رہا لڑائی کے ختم ہوتے ہی گورو صاحب نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اسباب وغیرہ لدوا کر قصبہ کیرت پور کی طرف کوچ کر دیا۔

جب گورو صاحب روانہ ہوئے۔ تو عثمان خاں کو جو قتل ہونے سے بچ گیا تھا۔ موت نے پھر آگھیرا۔ اور میدان خالی دیکھکر بادشاہی فوج کو پھر لوٹا کر قصبہ کرتارپور میں خوب اچھی طرح لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ بلکہ اُن کو اشتعال دیکر جمعیت کثیر گورو ہرگوبند صاحب کے تعاقب میں لے چڑھا۔ اور جیٹھ سمت ۱۶۹۱ بکرمی میں پھگواڑہ کے متصل اُن کے خیموں پر اچانک جا پڑا۔ بندوقوں کا تو کوئی موقع نہ تھا۔ دونوں طرف سے کھٹ کھٹ تلوار چلنے لگی۔ سہتی - کرولی - بانک کٹار اپنا اپنا جوہر دکھانے لگیں۔ جو جس کے ہاتھ لگ گیا۔ اُسی سے شروع ہوگیا۔ زمین خون ڈالنے لگی۔ مارا مار!! مار!!! کی پکار مچ گئی۔ کسی نے کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ اتنے میں عثمان خاں بانی فساد و رتن چند و کرم چند وغیرہ سب سرگروہ گورو ہرگوبند صاحب کے دستِ مبارک سے تلوار کے گھاٹ اُتر کر بار ہوئے۔ باقی جو بچ گئے جنگ کو خیرباد کہکے لاہور کو واپس ہوئے۔ گو ان کی طرف کے آدمی بھی بہت کام میں آئے اور جان مال دونوں کا بہت نقصان

ہؤا۔ مگر تاہم فتح کا نعرہ اُنہی کے نام کا بولا گیا۔ یہاں سے چلکر گورو ہرگوبند صاحب قصبہ کیرت پور میں تشریف لے گئے۔ اور وہیں ایک عرصہ تک با امن قیام پذیر رہے۔ بادشاہ کو بھی پھر اُن سے چنداں پرخاش نہ ہوئی۔

راجہ تاراچند جو اُسوقت کا ایک بااختیار رئیس تھا۔ گورو صاحب کی آمد کا حال سنکر فوراً اُن کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور جبتک اُسکا مقام قصبہ کیرت پور میں رہا۔ وہ اُن کی ہر طرح سے امداد کرتا رہا۔

بعد ازاں کاتک سمت ۱۶۹۱ بکرمی میں گورو ہرگوبند صاحب حسب درخواست المست صاحب اُداسی فقیر بغرض سیر ممالک مشرقی کرتار پور سے روانہ ہوکر ہردوار گنگا جی پر رونق افروز ہوئے۔ اور وہاں حسب دستور گنگا جی کا اشنان کرکے برہمنوں کو بہت سا نقد و جنس دیکر بغرض امداد المست فقیر مذکور جس کو کن پھٹے جوگیوں نے مقام نانک متا سے نکال دیا تھا۔ علاقہ پیلی بھیت ضلع بریلی کی طرف روانہ ہوئے۔ اور نجیب آباد نگینہ۔ مراد آباد۔ چندوسی۔ بریلی و پیلی بھیت وغیرہ مقامات میں قیام فرماتے تب منزل مقصود پر پہنچے۔ تو وہاں کن پھٹے جوگیوں کو اپنی عظمت و دبدبہ سکندری سے فوراً بے دخل کر دیا۔ اور تمام المست جی کا قبضہ کرا دیا۔ علاوہ ازیں ایک پیپل کے درخت کو جسے کن پھٹے جوگیوں نے گورو نانک صاحب کا نشان سمجھکر بالکل بیخ و بنیاد سے اُکھاڑ دیا تھا۔ صندل کا چھینٹا دے کراز سرِ نو سرسبز کیا۔ اُس پیپل کے جو پتے نکلتے ہیں سب میں چندن کے چھینٹوں کا نشان ہوتا ہے۔ یعنی اُن پر بوند کی بوند پڑی ہوتی ہے اُسکو سکھ لوگ تبرکاً لاتے ہیں۔ پھر وہاں سے علی گڈھ۔ بلند شہر۔ دہلی۔ کرنال وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے کیرت پور میں واپس آئے

پھر یہاں پر سمت ۱۶۹۵ بکرمی میں بابا گوردتا جی اُن کے بڑے لڑکے نے انتقال کیا۔ اور اُس موقع پر جب دہیر مل سے گورو گرنتھ صاحب پاٹھ رکھنے کے لیئے مانگا گیا۔ تو اُس نے بالکل انکار کیا۔ گورو صاحب تو پیشتر ہی سے اُن مخالفان سے سازش رکھنے میں سخت ناراض تھے۔ مگر اسوقت گرنتھ صاحب کے نہ دینے سے بہت خفا ہو گئے۔ اور قطعی حکم دیدیا۔ کہ آیندہ کوئی گورو کا سکھ اگر دہیر مل کا درشن کرے گا تو قصور وار ٹھہریگا۔ اور یہی وجہ ہے کہ سکھ لوگ ابتک دہیر مل کی اولاد سے نفرت کرتے ہیں۔

पीरमल

سمت ۱۶۹۶ بکرمی میں گورو ہرگوبند صاحب کے پوتے گورو ہررائے صاحب کی نسبت کی بابت یوں روایت ہے۔ کہ مسمی دیارام کھتری ازگوت سلی باشندہ موضع اُلوپ شہر جس کے گھر چار لڑکیاں تھیں اپنے ملک کی سنگت (جاتری) کے ساتھ گورو صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کے گورو ہررائے صاحب اُن کے نبیرہ کے ساتھ اپنی سب سے بڑی لڑکی چند کور کا عقد منظور کرنے کے لیئے گذارش کی۔ اِدھر اُسکی عورت نے جو اپنے شوہر کی تجویز سے بالکل بے خبر تھی۔ گھر میں گورو ہررائے صاحب کی ماسی اپنی دوسری لڑکی کشن کور کی بابت علیحدہ گفتگو کی۔ اور رام چند پسر دیارام نے بھی علےٰ ہذا اپنے دل میں ماں باپ دونوں کی تجویزوں سے بالکل ناواقف اپنی ہمشیرہ پریم کنور تیسری لڑکی کی شادی بھی اُنہی کے ساتھ تجویز کرکے گورو ہرگوبند صاحب سے کہہ دیا۔ باقی دیارام کا باپ جو گھر میں ان تجویزوں سے ناواقف رہ گیا تھا۔ سوائے سنے ہی الگ ہی الگ اپنی طرف سے چوتھی لڑکی رام کنور کی منگنی کا بھی اُنہی گورو ہررائے کے ساتھ جن سے اور وں کی تجویز ہوئی تھی انتظام کیا۔ پورانے وقت میں عام رواج تھا۔ کہ جس شخص کے ساتھ لڑکی کی نسبت کا ایک دفعہ گمان کیا جاوے۔ تو اُس لڑکی کی شادی اُسی کے ساتھ کیجاتی تھی۔ خواہ اُس بیچاری کو کتنی ہی دقتیں و مشکلات

کا اپنی آئندہ زندگی میں مقابلہ کرنا پڑی۔ بلکہ اسکو ایک امر متعلقہ قوانین مذہب خیال کرتے تھے۔ اب بھی پرانے فیشن کے لوگ اُس خیال کے معتقد ہیں۔ اس لیے اُن چاروں لڑکیوں کی بسنبت ہر ایک کے خیال بموجب اہنی ایک گورو ہر رائے صاحب سے قرار پا کر ۱۷۔ اساڑہ سمت ۱۶۹۷ بکرمی کو شادی بھی ہو گئی۔ جہیز میں حسب دستور اقوام راجپوت وچھتری وغیرہ کے اُن کے ساتھ چار کنیزکیں بھی (تو کھی۔ کوٹ کلیانی۔ انوکھی دلدکی) ملیں

پھر کچھ دنوں بعد ۳۔ بھادوں سمت ۱۶۹۷ بکرمی کو بدہی چند (جو گورو ہرگوبند صاحب کا ایک مشہور زور آور اور بہادر سکھ تھا) اپنے لڑکے لعل چند کو اُن کی خدمت میں سپرد کر کے راہی ملک بقا ہو گیا۔

اِنہی دنوں میں گورو صاحب نے بابک نامی ربابی (قوال) کے قضا کرنے پر اُس کے بیٹے امیر اکو اُسکی جگہ بیٹھنے کا شرف دیا۔ اور اُس سے اکثر بہادران کی سوانحات جنگ کی واریں (لاونیاں) وغیرہ راگوں میں سنتے۔

سمت ۱۶۹۹ بکرمی میں راجہ تارا چند نے بھوان کا دلی معتقد و دوست تھا۔ ان کو مواضعات آنند پور وماکھوال کی اراضیات کی (جنکو گورو تیغ بہادر نے آباد کر کے پیچھے سے بہت رونق بخشی تھی۔) سند معافی دیدی۔ اور اُن کی خاطر و تواضع میں ہر وقت دل وجاں سے حاضر رہتا۔ بعد چندے جب اُنہوں نے اپنی زندگی کے دن بہت کم دیکھے۔ تو ہر رائے جی اپنے نبیرہ کو ہر طرح پر گدّی کے لائق دیکھ اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور ۱۳۔ اسوج سمت ۱۷۰۱ بکرمی کو مطابق سمت ۱۷۶ نانک شاہی جی کے بھائی بھانا جی اپسر بابا بڈھا جی کے ہاتھ سے اُن کی رسم تجادہ نشینی بھی ادا کرادی اور خود تارک ہو گئے۔ پھر تھوڑے ہی دنوں بعد یعنی ۵ ا چیت سمت ۱۷۰۱ بکرمی کو گورو ہرگوبند صاحب سنہ ۱۰۵۴ ہجری ۳۸ سال ۹ ماہ چار یوم کی عمر میں معہ ۳۷ برس ۱۰ ماہ ۱ یوم تک ایام گورپائی میں ہزار ہا جیووں کا ادوہار کر کے اِس جہان فانی کو چھوڑ کر ملک جاودانی میں جا بسے۔ اِن کے انتقال سے دنیا پر اندھیرا ہو گیا۔ میدان جنگ خالی ہو گیا۔ تمام سورہیر بہادروں کے دل ٹوٹ گئے۔ فلک نے ماتمی لباس بنایا۔ تمام عالم میں کہرام مچ گیا۔ کوئی متنفس ایسا نہ تھا۔ جو پھوٹ پھوٹ کر نہ رو دیا۔ بالکل اجدھیا کی طرح جیسا رامچندر جی کے بن باس جانے پر وہاں کا حال ہوا۔ یہاں بھی علیٰ ہذا تمام کوچہ و بازار چھوڑ چرند پرند تک سب صورت نقش بن رہے تھے۔ کسیکو کسی کی خبر نہ تھی۔ سب کے سب سرنگوں دریائے غم میں غوطہ لگا رہے تھے چشم عالم کے آنسو اسقدر جاری ہوئے۔ غرق سرتا پا ہوئے۔ دریائے میں سماج میدان شجاعت کو بہت صدمہ پہنچا۔ بہت سے بہادروں نے تو اِس خبر کے سنتے ہی خودکشی کر لی۔ بلکہ یہاں تک روایت ہے کہ جب اِن کی چتا کو آگ دی گئی تو راجہ رام پرتاب راجپوت مجرم شاہی جو کچھ مدت سے معہ اپنے ہمراہیان کے جیسلمیر سے بھاگ کر ان کی خدمت میں پناہ گیر ہوا تھا۔ اُن کی جلتی ہوئی چتا میں کود پڑا۔ اور قدموں پر سر رکھکر انہی کے ساتھ جان بحق ہوا۔ اُسکو دیکھکر اُسکا بیٹا رام سنگھ بھی کود کر اپنے باپ کے ساتھ جا ملا۔ اسی طرح بہت سے لوگوں نے قصد کیا۔ مگر گورو ہر رائے صاحب نے سب کو تسلی و تشفی دیکر باز رکھا۔

کیرت پور میں انکا پختہ ڈیرہ (سمادھ) سردار بھوپ سنگھ رو پڑیہ کا بنایا ہوا پاتال پوری کے نام سے اتبک موجود ہے۔ کوئی جاگیر اِس مکان کے نام سرکار کی طرف سے معاف نہیں ہے۔ مگر پوجا با افراط چڑھتی ہے۔ جس سے وہاں کے پوجاریاں کا گذارہ چلا جاتا ہے۔

مصنف دبستان مذاہب ان کی بابت یوں خامہ فرسائی کرتا ہے ۔ کہ سمت ۱۶۸۲ بکرمی میں میری گورو صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ اور وہ مجھ سے ہمیشہ بے تکلفانہ یارتباط پیش آتے رہے ۔ میں نے جو کچھ گذشتہ پانچ گوروؤں کی بابت اپنی کتاب میں درج کیا ہے ۔ وہ سب انہی سے سن کر ۔ اور ان کا جو کچھ حال لکھا ہے ۔ وہ سب میری چشم دید ہے ؛؛

انہوں نے دبستان مذاہب میں جو کچھ تاریخی حالات گورو ہرگوبند صاحب کے قلمبند کیئے ہیں ۔ گو بہت اختصار کے ساتھ ہیں تاہم جو کچھ اس کتاب میں ان کی بابت کم و بیش درج کیا گیا ہے ۔ اس کی بالکل تصدیق کرتے ہیں ۔ فقط

گورو ہرائے صاحب

یہ گورو بابا گوردتا جی کے بیٹے اور گورو ہرگوبند جی کے پوتے تھے ۔ ماگھ سُدی دوج سمت ۱۶۸۶ بکرمی کو اتوار کے دن ۱۰ بجے رات کے وقت کیرت پور میں شاہجہاں بادشاہ کے عہد میں ماتا نہال کنور کے بطن سے پیدا ہوئے بچپن سے ہی انکی طبیعت میں معرفت الٰہی و حق شناسی کے آثار نمایاں تھے ۔ اپنے دادا گورو ہرگوبند صاحب کی حاضر باشی کو بہت پسند کرتے تھے ۔ اور وہ بھی علے ہذا ان سے بہت محبت کرتے ۔ اساڑھ سمت ۱۶۹۷ بکرمی میں دیا رام کھتری باشندہ انوپ شہر کی چاروں بیٹیوں سے جنکا مفصل ذکر گورو ہرگوبند صاحب کے بیان میں ہو چکا ہے ان کی شادی ہوئی ۔ اور ۷ ۔ بیساکھ سمت ۱۷۰۱ بکرمی کو بہ عمر ۱۴ سال ۱ ماہ ۲۳ یوم گدی نشین ہوئے یہ غایت درجہ کے رحیم خدا ترس تھے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ جنگ و جدل کو زیادہ پسند نہیں کرتے تھے ۔ اور ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے ۔ حتی الامکان دیدہ و دانستہ کسیکو نقصان نہ پہنچاتے ۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ باغ کی سیر فرما رہے تھے ۔ اتفاقاً جامہ کی رگڑ سے (جو اس زمانہ میں کم از کم ۱۰۸ کلیوں کا ہوتا تھا ۔) چند پھول لوٹ کر گر پڑے ۔ دیکھتے ہی بہت افسوس کرنے لگے ۔ اور آئندہ سے ہمیشہ دامن اٹھا کر چلنا اختیار کیا ۔

حق پسند اسقدر تھے ۔ جسکا بیان نہیں ۔ ایک مرتبہ شاہ روم کا سفیر دہلی سے واپسی کے وقت راستہ میں ان کی پاکبازی کا شہرہ سنکر ان کی زیارت کیواسطے آیا ۔ اور دوران گفتگو میں اُن سے پوچھنے لگا ۔ کہ خدا کی بارگاہ میں حضرت **عیسٰےؑ ۔ موسٰےؑ و محمدؐ صاحب** وغیرہ کل پیغمبروں میں سے کسکو زیادہ دخل ہے ۔ اور کون شفاعت کرا سکتا ہے ۔ جسکا جواب اُنہوں نے یہ دیا ۔ کہ ہر ایک کی نجات اُس کے نیک اعمال پر منحصر ہے ۔ بدون نیک افعال کے کوئی شفاعت نہیں کر سکتا ۔ ہر ایک پیر فقیر رسول پیغمبر و اوتار خود اپنے اپنے کردار کا جوابدہ ہے ۔ جتنے ایسے ایسے صاحب کمال لوگ آجتک ہو گذرے ہیں ۔ اور آیندہ ہوں گے ۔ سب اسیطرح اپنے اپنے افعال کا نتیجہ اُٹھاتے رہے ہیں ۔ اور اُٹھائیں گے ۔ جب وہ خود حساب سے خالی نہیں ۔ تو دوسرے کو بلا حساب کیونکر نجات دلا سکتے ہیں ۔ **محمدؐ صاحب** نے اپنی خاص والدہ کو بھی (جب اُس نے اپنی نزع حالت میں کہا کہ مجھے اللہ سے شفاعت دلا) کہا تھا ۔ کہ دوزخ اور بہشت تجھکو تیرے اعمال دلائیں گے ۔ میں کچھ نہیں کر سکتا ۔ بلکہ میری امداد یا شفاعت کا خیال کرنا ہی خلاف ایمان ہے ۔ اسلیئے جو لوگ پیشوا اور پیغمبروں کے بھروسہ پر نیک کرداروں کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ اور عبادت نہیں کرتے ۔ ہرگز ہرگز نجات کے مستحق نہیں ہوں گے ۔ سفیر مذکور اس جواب کو سن کر از حد محظوظ ہوا ۔ بلکہ اُس نے اِس کو اپنے حالات سفر میں بہت تعریف کے ساتھ درج کیا ہے ۔

اُس زمانہ میں **شاہجہاں** کے چاروں شاہزادوں میں سلطنت کے معاملہ پر باہم نفاق پڑ رہا تھا ۔ ایک دوسرے کی فکر میں رہتا تھا ۔ **اورنگ زیب** نے **داراشکوہ** کو جو ولیعہد تھا ۔ باورچی کی سازش سے شیر کی مونچھ کا بال کھانے میں دلوا کر بیمار کروا دیا تھا ۔ اور چاہتا تھا کہ وہ مرجائے ۔ تو اُس کی جگہ مجھکو ملے ۔ حکماء نے علاج میں بیان کیا ۔ کہ تا وقتیکہ دس تولہ کا ایک ہلیلہ زرد اور چار تولہ کا ایک لونگ نہ ملے شہزادہ کا صحت پانا محال ہے ۔ آخرش بڑی تلاش اور جستجو کے بعد معلوم ہوا ۔ کہ دونوں نایاب[1] چیزیں **گورو ہررائے صاحب** کے دوائی خانہ میں ملیں گی ۔ چنانچہ بادشاہ نے **وزیر خاں** کو اُن کی خدمت میں دونوں چیزوں کے لانے کے لیئے روانہ کیا ۔ ہرچند **اورنگ زیب** نے اُن کو منع کر بھیجا ۔ مگر اُنہوں نے اپنی خدا ترسی اور حق شناسی انکار کرنا بعید سمجھکر ۔ چیت سمت ۱۷ بکرمی کو دونوں چیزیں دوائی خانہ سے نکلوا کر **وزیر خاں** کو دے دیں ۔ جس کے کھاتے ہی بیان کیا گیا ہے ۔ کہ دارا شکوہ بہت جلد تندرست ہو گیا ۔

پھر کاتک سمت ۱۷ بکرمی میں **داراشکوہ** خود اُسی کا شکریہ ادا کرنے کے لیئے لاہور جانے کے وقت **گورو ہررائے صاحب** کی خدمت میں بمقام کیرت پور مع تحفہ تحایف حاضر ہوا ۔ اور کہتے ہیں کہ بہت کچھ مال و زر دیکر اُن کے لنگر کے اخراجات کے لیئے کچھ جاگیر بھی وقف کرنا چاہا ۔ مگر اُنہوں نے قطعی انکار کیا ۔ اور کہا کہ خدا کے لنگر کو کسی جاگیر وغیرہ کا خاصکر محتاج کرنا گویا اُسکی بافت کو محدود کرنا ہے ۔ انکی اس بے لاگی و لاطمعی سے داراشکوہ بہت ہی خوش ہوا ۔ بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس موقع پر داراشکوہ نے ان کی تعریف میں ایک قصیدہ بھی تصنیف کر کے نذر کیا تھا ۔ جب وہ رخصت ہو کر لاہور گیا ۔ تو شروع سمت ۱۷۱ بکرمی میں والیان ہندور و کہلور انکی خدمت میں

[1] بیان کیا گیا ہے ۔ کہ گورو ہررائے صاحب کو ایک فقیر نے چار دانہ ہلیلہ کے کسی ولایت کے پہاڑوں میں سے لیکر بطور تحفہ دیئے تھے ۔ یہ وزن میں چودہ چودہ و دس دس تولہ کے تھے ۔ روایت ہے ۔ کہ دھنتر بیر جو ہندوں کا ایک مشہور حکیم ہوا ہے ۔ سمندر میں سے دونوں ہاتھوں میں اسی قسم کی ہلیلہ لیکر نکلا تھا ۔ ۱۲

زیارت کے لیئے آئے۔ اُنہوں نے اُن کو گرم گرم کڑاہ پرشاد کھانے کے لیئے عطا کیا۔ اور اپنے پہلوانوں کی اُن کے پہلوانوں سے کشتی کرا کے اُن کو تماشا دکھلا کر ہر طرح سے محظوظ و مسرور کیا۔ اور دھرم کا اپدیش کر کے اُن کو رخصت کیا۔ بعد ازاں آپ کیرت پور سے روانہ ہو کر ملک

ਬਹਿਲੀਵਡੀ ਹਰੀਆਂਵੇਲਾਂ ਲਹਿਲੀ ਕਲਾਂ

دوآبہ میں جالندھر و مواضعات لہلی کلاں پرگنہ ہوشیارپور۔ وہریاں ویلاں وبہلی کلاں وغیرہ میں اپنے مریدوں کو اپنے سچے دھرم کے اپدیش سے فیضیاب کرتے قصبہ کرتارپور کے باہر جہاں اب ایک گوردوارہ موسومہ ٹاہلی صاحب کے نام سے بنا ہوا موجود ہے۔ جا ٹھہرے۔ وہاں اپنے بڑے بھائی دھیرمل سے ملکر کچھ مدت تک قیام رکھا۔

ਪਲਾਹੀ ਫਰਾਲ — ਭੰਗਰਲੀ ਬੰਬੇਲੀ

پھر چند ماہ کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر مواضعات نبیلی۔ بھنگرلی۔ فرالِ سندھراں۔ وپلاہی وغیرہ میں قیام کر کے اپنے سکھوں کو دھرم اُپدیش سے فیضیاب کرتے دریائے ستلج کو عبور کر کے سنگھاوالی ہوتے ہوئے موضع ڈرولی میں جا داخل ہوئے۔ یہاں کے لوگوں نے ان کی تواضع و مدارات میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ نہایت اعتقاد سے اُن کی خدمت کرتے رہے۔ یہانتک کہ ان کو سات آٹھ ماہ تک وہیں رکھا۔ اس موضع میں جبتک یہ رہے۔ خوب رونق رہی۔ ہر وقت ست سنگ کتھا کیرتن اور اکال پُرکھ کے بھجن و ثناء کا شغل بنا رہتا۔ لنگر الگ گرم رہتا۔ غریب غرباء امیر امراء سب کو ہر ایک قسم کا عمدہ عمدہ کھانا پکا پکایا وقت پر ملجاتا۔

ਗਾਮੜਤ

پھر یہ سمت ۱۷۱۸ بکرمی میں اپنی دادی دامودری جی کی سمادھ اور ایک چاہ تعمیر کرا کے ملک مالوہ کے سکھوں کی درخواست پر موضع کھلت وغیرہ میں فروکش ہوتے بیساکھ سمت ۱۷۱۸ بکرمی میں موضع بیدووالی میں تشریف لیگئے۔ وہاں مسمیان موہن۔ کالا۔ کرم چند۔ سنتو و محبت

ਬੇਦੇਵਾਲੀ

وغیرہ ازبزرگواران راجگان پھول اِن کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت عجز و انکساری سے عرض کرنے لگے۔ کہ اقوام کوڑا۔ تھہولر و دنالیوال جو آپکے ہیں۔ ہمکو بہت ستاتے ہیں۔ ہمارا سخت مشکل ہے۔ کیا کریں کیا نکریں۔ ایک عذاب میں گرفتار ہیں۔ ہماری فریاد تو آپ ہی تک ہے۔ کیونکہ ہم لوگ بھی صرف آپ ہی کے سکھ ہیں بغیر آپ کی سفارش کے ہم لوگوں کا یہاں رہنا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اسپر گورو صاحب نے جیت پرانا وغیرہ اقوام کوڑا کے سرغنہ کو بلا کر اُن لوگوں کے واسطے بہت کچھ کہا۔ مگر اُنہوں نے ایک نہ مانی۔ اور یہ عذر کیا۔ کہ اگر ان لوگوں کو چاہ بنانے کی اجازت دیجاوے تو پھر رفتہ رفتہ یہاں کے مالک بھی ہو جاویں گے۔ جسپر گورو صاحب نے اُن لوگوں کو سراپ دیکر کہا۔ کہ اب تم ہمارا بچن نہیں مانتے۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تھوڑے ہی دنوں بعد یہ تمہاری تمام زمین کے جس بات سے تم ڈرتے ہو۔ مالک بن جاویں گے اور تمہاری اولاد کے لوگ اِن کی اولاد کے ساتھ رشتہ کرنے کو عین فخر سمجھیں گے۔ اُن کو یہ سراپ دیکر موہن و کالا وغیرہ سے یہ کہا کہ تم لوگ یہاں سے چلکر جہاں تمکو شام ہو جاوے۔ وہیں اپنا جھنڈا لگا کر گاؤں آباد کرو۔ اور چاہ وغیرہ تعمیر کرانا شروع کردو۔ اگر تم سے یہ لوگ مزاحم ہوں گے تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ وہ بہ تعمیل ارشاد اُسیوقت روانہ ہو پڑے۔ اور جب اُس مقام پہ جہاں اب موضع مہراج آباد ہے۔ پہنچے تو آفتاب غروب ہو گیا۔ چنانچہ اُنہوں نے وہیں ڈیرہ جما کر اُس جگہ کو آباد کرنا شروع کردیا۔ رفتہ رفتہ جب یہ خبر اقوام کوڑا وغیرہ کو پہنچی۔ تو جیت پرانا جو اُن کا بڑا مشہور اور بہادر سردار تھا۔ فوراً ماڑی۔ ونندووال وغیرہ مواضعات قرب وجوار کے لوگوں کو جمع کر کے اُن پر چڑھ آیا۔ ادھر اُن لوگوں میں اسقدر جرأت کہاں تھی۔ کہ اُن کے مقابلہ کی تاب لاسکتے۔ مگر گورو صاحب کی امداد سے اُنہوں نے بھی بڑے جوش و خروش سے اُن کا استقبال کیا۔ دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ کچھ دیر تک میدان جنگ

خوب گرم رہا۔ انجام کار جیت پرانا اُن کا اصل سرغنہ جو بانی فساد تھا۔ کالا چند کے ہاتھ سے تہ تیغ ہؤا۔ اُس کے گرتے ہی اقوام گوجرانکے لوگوں نے پیٹھ دکھائی۔ اِدھر موہن و کالا چند کی جنکو گورو صاحب کی خاص مدد سے فتح ملی تھی خوب بن آئی۔ وہ گاؤں بھی جواب مہراج کے نام سے مشہور ہے آباد ہوگیا۔ اور کنواں بھی باسانی تیار ہوگیا۔ اُس کنوئیں کو اب تک وہاں کے باشندے **گورو ہر رائے صاحب** کا کنواں کہتے ہیں۔

اِس کے بعد چونکہ چودھری کرم چند اُسی جیت پرانا کی لڑائی میں لڑکر شہید ہوگیا تھا۔ اور اُس کے دونوں بیٹے پھول و سندلی یتیم رہ گئے تھے۔ اِس لیئے اُس کے بھائی کالا نے اپنے دونوں بھتیجوں کو جو ابھی چھوٹے چھوٹے تھے۔ کاندھے پر اُٹھا کر گورو صاحب کے قدموں پر لا رکھا۔ اور اُمیدوار بخشش کا ہؤا۔ ذکر ہے۔ کہ طفلک پھول نے اپنے عمو کالا کی تربیت سے اُسوقت اپنے شکم کو نقارہ کی طرح بجا کر گورو صاحب سے یہ اشارہ کیا۔ کہ میں بھوکا ہوں۔ جسپر گورو صاحب نے خوش ہوکر اُس کو یہ بر دیا۔ کہ اِن کے گھوڑے جمنا سے پانی پیئیں گے " یعنی جمنا تک اِنکا راج ہوگا۔ چنانچہ ویسا ہی ہؤا۔ ریاستہائے **پٹیالہ۔ جیند۔ نابھہ** جنکا اِسوقت جمنا تک راج پھیلا ہؤا ہے اُنہی کی اولاد ہیں اور اِسیواسطے راجگان پھول کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

جب کالا اپنے بھائی کے بیٹوں کو گورو صاحب کے مبارک بر سے فیضیاب کراکے گھر پر واپس لے گیا۔ تب اُسکی عورت نے طعنہً یہ کہا کہ اپنے فرزندوں کو کیا دلایا؟ شریک زادوں کی رعایا بنایا۔ اچھا کیا۔ اِس پر چودھری کالا پھر دوبارہ گورو صاحب کی خدمت میں جاکر اپنے خاص لڑکوں کے لیئے بھی فضل کا اُمیدوار ہؤا۔ اُنہوں نے فرمایا۔ کہ جا! تیری اولاد بھی معافی دار ایک قسم کی خود مختار اپنا بویا آپ ہی کھائیگی۔ کسیکی محتاج نہیں ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ اُسکی اولاد لوہگڑھ کے سردار اب تک نہایت خوشحال اور فارغ البال حالت میں چلے آتے ہیں۔

اُنہی ایام میں بھائی گورا ولد بھگتو نے جیتا چوہر برار کو گورو صاحب کو (جو ہمیشہ اُس کو ازراہ تمسخر یوں چھیڑا کرتا تھا۔ کہ تیرا باپ تو مر گیا ہے اور تیری دوسری والدہ جو بالکل جوان ہے۔ وہ اگر تو مجھکو دیدے۔ تو بہت بہتر ہے۔) ایک دن شکارگاہ میں جب وہ پیچھے رہ گیا تھا موقع پاکر قتل کر ڈالا۔ جب یہ خبر **گورو ہر رائے صاحب** کو ملی تو اُنہوں نے بھائی گورا کو جس نے صرف مذاق پر غصہ کھاکر ایک لایق آدمی کو قتل کر ڈالا تھا۔ یہ بددعا دیکر کہ تیرا بنس نشٹ ہوجاوے اپنے دربار سے عاق کردیا۔ اُس روز سے بھائی گورا گورو صاحب کے روبرو نہ ہوتا۔ مگر عفو تقصیر کی تدبیریں معہ اپنے ہمراہیاں کے ہمیشہ اُن۔ کے آس پاس پھرتا رہتا۔

پھر جب گورو صاحب موضع ڈروالی سے روانہ ہوکر کرتار پور کو تشریف لیچلے۔ تو اثناء راہ میں ایسا اتفاق ہؤا۔ کہ وہ خود تو دریائے ستلج کو عبور کرکے پار چلے گئے۔ مگر قبایل کی ڈولیاں معہ خزانہ و اسباب باربرداری کے پیچھے رہ گئیں۔ اتفاق سے کہیں بادشاہی فوج کا ڈیرہ بھی جو لاہور سے دہلی کو جاتی تھی۔ اُسی گرد نواح میں پڑا ہؤا تھا۔ اُس کے سپہ سالار **محمد یار بیگ خاں** کو جب اُسطرف گورو کے خزانہ اور ڈولیوں کی آمد کا حال معلوم ہؤا۔ تو وہ معہ فوج کے اُن پر حملہ آور ہؤا۔ اِدھر جب بھائی گورا کو (جو ایسے موقع کا دل و جان سے متلاشی تھا۔ اور حسن اتفاق سے اُسی گرد نواح میں موجود تھا) یہ خبر ملی تو وہ فوراً معہ اپنے ہمراہیان کے (گورو صاحب کے متعلقین کی حفاظت میں

بادشاہی فوج کے مقابلہ میں آکھڑا ہوا۔ اور اس زور سے حملہ کو روکا کہ اپنی جوانمردی اور حوصلہ کا کوئی ارمان باقی نہ چھوڑا۔ غرضیکہ خوب لڑا جسطرف رُخ کرتا۔ تلوار سے صف کی صف اُڑا دیتا۔ ایسا دنداں شکن مقابلہ کیا۔ کہ بادشاہی فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ ناچار دشمن کی فوج پسپا ہوگئی۔ اور بھائی گورا نے ڈولیوں کو اُن ظالموں کے قبضے سے چھوڑا کر دریائے ستلج کے پار کیا۔ جب **گورو ہر رائے صاحب جی** کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو اُنہوں نے اُسیوقت بھائی گورا کو بلا کر اُس کے کام کی بہت داد دی اور اُس کے قصور کو معاف کر کے اُس کو دودہ پوت دین دنیا دونوں کی کل نعمتوں سے فیضیاب کیا۔ اور وہاں سے مواضعات دوساںجھا۔ نوزمحل۔ پوادھڑا وغیرہ کا دورہ کرتے ہوئے دریائے بیاس کو عبور کر کے قصبہ گوئندوال میں تشریف فرما ہوئے۔ اِنہی دنوں سمت ۱۷۱۳ بکرمی میں جب **اَورنگزیب** بادشاہ نے اپنے باپ **شاہجہاں** کو آگرہ کے قلعہ میں قید کر دیا۔ اور ولیعہد **داراشکوہ** اپنے بڑے بھائی کی جان لینے کے درپے ہوا تو وہ اُس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اپنی جان بچانے کے لئے افغانستان کی طرف بھاگ نکلا۔ اور دریائے بیاس کو عبور کر کے اِن کی خدمت میں آحاضر ہوا۔ گیارہ سو اشرفی معہ چند عمدہ عمدہ تحفہ تحایف کے نذر میں پیش کر کے دعاءِ خیر و امداد کا مستدعی ہوا۔ لیکن ابھی گورو صاحب نے کچھ جواب نہ دیا تھا۔ کہ بادشاہی فوج اُس کے تعاقب میں آن پہنچی۔ جسکو سنتے ہی شاہزادہ کے حواس باختہ ہو گئے۔ اور ان سے ملتمس ہوا۔ کہ اگر ایک روز کے لئے آپ اِس بلاءِ ناگہانی کو دریا سے پار نہ اُترنے دیویں۔ تو میں لاہور پہنچ جاؤں۔ اور میری جان بچ جاوے۔ چنانچہ گورو صاحب نے ایسا ہی کیا۔ یعنی اپنی فوج کو دریا کے کنارہ پر بھیجکر شاہی فوج کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ جس نے اُن کو ایسا روکا کہ وہ پچھلے پیروں لوٹ گئے۔

اِدھر اِس اثنا میں **داراشکوہ** لاہور پہنچکر وہاں سے افغانستان کی طرف بھاگ گیا۔ اور گورو صاحب گوئندوال سے روانہ ہوکر کھنڈور صاحب و ترنتارن صاحب ہوتے ہوئے امرتسر میں بتقریب میلہ دیپ مالا تشریف لیگئے اور وہاں سے چند روز قیام کر کے بعد اختتام میلہ پھر گوئندوال میں واپس آگئے۔ اور کچھ دنوں وہاں ٹھہر کر مواضعات بمبیلی۔ نوزمحل۔ حکیم پورہ۔ پلاہی کا دورہ کرتے کیرت پور اپنے اصلی مسکن پر واپس تشریف لائے۔

اُدھر **اَورنگزیب** نے تخت پر بیٹھتے ہی تعصب کی تلوار کھینچ لی۔ ہندوؤں کو بزور اسلام میں لانے لگا۔ گانوں کے گانوں اور شہر کے شہر مسلمان کر دیئے۔ **گورو ہر رائے صاحب** کو بھی جو اُس زمانہ میں ہندوؤں کے پیشوا متصور ہوتے تھے۔ کل پنجاب کے ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی غرض سے اِسلام میں لانا چاہا۔ اور اُن کو داراشکوہ کی امداد کے الزام میں طلب کر بھیجا۔ مگر یہ چونکہ متعصب آدمیوں کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اور اُسکی بدطینتی سے بخوبی واقف تھے۔ اِسلیئے خود تو نہ گئے۔ مگر اپنی جگہ اپنے بڑے بیٹے رام رائے کو یہ ہدایت کر کے بھیج دیا۔ کہ اگر تم اپنے دھرم اور بزرگوں کے قواعد پر قایم رہوگے۔ تو میں ہر وقت تمہاری مدد پر رہونگا۔ جو کچھ تم چاہوگے وہی ہو جاوے گا۔

گوربلاس وغیرہ پوتھیوں میں (جنسے گوروؤں کی سوانحعمری کا سبق ملتا ہے) اِن کے وہاں پہنچ کر **اَورنگ زیب** کو صدہا قسم کے معجزات وغیرہ دکھلانے کی بابت بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر انجام کار یہ ہے کہ جب **اَورنگ زیب** نے رام رائے جی سے یہ پوچھا

کہ آپ کی کتاب میں جو یہ لکھا ہے۔ کہ "مٹی مسلمان کی پیڑی پی کمہار"۔ اِسکا کیا مطلب ہے۔ تب اُنہوں نے بجائے اِس کے کہ صاف صاف ترجمہ کرتے۔ بادشاہ کی مروت و خوشامد سے یہ کہہ دیا۔ کہ حضرت کاتب کی یہ غلطی ہے۔ اصل میں یہاں پر "مٹی" نے "ایمان کی" ہونا چاہیئے۔ بادشاہ اُنکے جواب سے بہت خوش ہوا۔ بلکہ بجائے سختی کرنے کے بہت مہربان ہوگیا۔ لیکن جب گورو ہر رائے صاحب نے یہ خبر پائی۔ کہ رام رائے نے اپنے دھرم کا مطلق خیال نہ کرکے بادشاہ کی منہ دیکھی کی ہے۔ اُسیوقت اُن کو اپنی فرزندی سے عاق کردیا۔ اور کہلا بھیجا کہ تمنے ست کو چھپا کر اَست بتلایا ہے۔ تم ہمکو اپنا منہ تک نہ دکھلاؤ۔ بلکہ اپنے تمام سکھوں کو بھی اسکے ساتھ ملنے سے منع کردیا۔ رام رائے اِس بات کے سنتے ہی فوراً کیرت پور میں واپس آئے۔ اور بہت کچھہ کوشش کی کہ اُن کا قصور معاف کیا جائے۔ مگر گورو صاحب نے اُن کی صورت تک نہ دیکھی لاچار وہ حیران ہوکر لاہور کیطرف چلے گئے۔ اُن کے لاہور جانے کے کچھہ مدت بعد **گورو ہر رائے صاحب** نے اپنے دوسرے چھوٹے لڑکے سری **ہر کرشن جی** کو جنکی عمر اُسوقت صرف پانچ سال کی تھی اپنا جانشین قرار دیکر ۳۱ برس کی عمر میں بعد ۱۷ سال گوریائی کرکے سمت ۱۷۱۸ بکرمی میں کاتک سدی نومی اتوار کو چھہ گھڑی دن رہے کے وقت راہی ملکِ بقا ہو گئے۔ ان کی سمادھ قصبہ کیرت پور۔ پتال پوری میں بعمارت پختہ ابتک موجود ہے۔ فقط

سری ہر کرشن صاحب

یہ گورو ہر رائے صاحب کے ہاں کشن کور کے شکم سے سمت ۱۷۱۳ بکرمی میں ۹۔ ساون بدی دسمی کو چار گھڑی دن چڑھے کے وقت پیدا ہوئے۔ اور ۱۔ کاتک سمت ۱۷۱۸ کو پانچ سال ۳ ماہ ایک یوم کی عمر میں اپنے باپ کی جگہ گدی پر بیٹھے۔

باوجود اس کے کہ یہ اسقدر چھوٹی عمر میں ایسی جلیل القدر جگہ پر ممتاز ہوئے۔ مگر اِن کا استقلال وجاہ وجلال اپنے بزرگوں سے کسی طرح پر کم نہ تھا۔ اِن کی اُس زمانہ کی باتیں سن سن کر ایک حیرت پیدا ہوتی ہے۔ ہر مذہب اور ہر فرقہ کے صاحب کمال لوگ اِن کو دیکھنے کے لیئے آتے تھے۔ ہر وقت اِن کے پاس لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ جو سخن منہ سے نکالتے تھے۔ نہایت موزوں اور قیمتی ہوتا تھا۔ غرض اُنہوں نے اپنی والدہ کے مشورہ سے انتظام کاروبار گوریائی میں کسی قسم کا فرق نہ آنے دیا۔ رام رائے اِن کا بڑا بھائی جو عاق کردیا گیا تھا۔ اِس خبر کے سنتے ہی کہ یہ گدی پر بیٹھ گئے ہیں بیچین ہوگیا۔ اور رشک کی آگ میں جلنے لگا۔ فوراً **اورنگ زیب** بادشاہ دہلی کے پاس جا کر ناسشی ہُوا۔ کہ ہرکرشن میرے چھوٹے بھائی کو جو ابھی پانچ سال کا ہے۔ خوشامدی لوگ سچا بادشاہ کہہ کہہ کر لوٹ رہے ہیں۔ اور سات پشت کی دولت وعمدہ عمدہ تحفہ تحایف جو ہمارے بزرگوں نے جمع کیئے تھے۔ وہ سب کاربردار لوگ تباہ کر رہے ہیں۔ علاوہ اِس کے وہ اپنی بالکل صغیر سنی کے باعث گورپائی کے لایق ہرگز نہیں۔ حضور یہاں بلاکر اُسکا امتحان کریں۔ ہم میں سے جو زیادہ کرامات دکھلاوے اور لایق ہو۔ وہ گدی کا مالک بنایا جاوے۔

چنانچہ بادشاہ **اورنگ زیب** نے راجہ جے سنگھ سوامی والی جیپور کو **گورو ہرکرشن صاحب** کے بلانے کے لیئے قصبہ کیرت پور جانے کا حکم دیا۔ جب راجہ صاحب کے آدمی اُن کے پاس گئے۔ تو انہوں نے کل کاروبار مسنداں (کارپردازاں) کے تعلق کرکے دہلی کیطرف کوچ کردیا۔

بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب یہ روانہ ہوئے۔ تو اِن کے ہمراہ ہزارہا سکھ چلدیئے۔ مگر اُنہوں نے موضع پنجوکرہ میں پہنچکر ایک طویل خط کھینچا اور حکم دیا۔ کہ کوئی سکھ بدون ہماری اجازت کے اِس خط سے آگے نہ بڑھے۔ چنانچہ سب لوگ وہیں رہ گئے۔ اور یہ وہاں سے روانہ ہوکر کروکشیتر میں تشریف لے گئے۔ یہاں پر روایت ہے کہ پنڈت لعل جی نے اِن سے کہا کہ اگر آپ سچے ہرکرشن ہیں تو کرشن جی نے جو گیتا بنائی ہے۔ اُسکا مطلب سمجھادیں۔ تب اُنہوں نے اپنے ایک جاہل مطلق ملازم چھجو کہار سے گیتا کے معنی کرا کے پنڈتوں کو ایسا شرمند

کیا۔ کہ وہ متعجب ہوکر اِن کے معتقد ہو گئے۔

پھر یہاں سے روانہ ہوکر جب یہ دہلی کے قریب پہنچے۔ تو راجہ جے سنگھ سوائی خود ان کی پیشوائی کے لیئے آیا۔ اور نہایت عزت سے لیجا کر ان کو اپنے خاص مکان پر ٹھہرایا۔ اور دوسرے روز ان کو محل میں درشن کرنے کے لیئے بلایا۔ جب یہ محل میں گئے۔ تو پٹ رانی ان کی عظمت کا امتحان کرنے کے لیئے خود نیچی جگہ بیٹھ گئی۔ اور دل میں ارادہ کیا۔ کہ اگر یہ واقعی صاحب کمال ہوں گے تو میری گود میں آبیٹھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ یہ اُسی کی گود میں جا بیٹھے۔ ان کی اس دور اندیشی اور قیافہ شناسی کو دیکھکر کل رانیاں دنگ ہو گئیں۔ اور سب اپنی اپنی طرف سے نذر و نیاز پیش کر کے اولاد کی خواہاں ہوئیں۔ چنانچہ ان کی دعاء خیر پر پٹ رانی کے شکم سے راجہ بشن سنگھ پیدا ہؤا۔

جب یہ محلوں میں رانیوں کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ اُسوقت پیچھے سے معظم شاہ شہزادہ جو اُن کا ہمعمر تھا حسب ایماء بادشاہ معہ چند امراء کے اِن سے ملنے کو آیا تھا۔ مگر بوجہ عدم موجودگی گورو صاحب کے واپس گیا۔

روایت ہے کہ اُن دنوں دہلی شہر میں ہیضہ کی وبا بہت پھیلی ہوئی تھی۔ مگر جو ہر کرشن جی کے پیر کا انگوٹھا دھو کر پی لیتا وہی اچھا ہو جاتا۔ تمام شہر کے لوگ اُنکا انگوٹھا دھو دھو کرلے جاتے۔ اور آرام پاتے۔

انہوں نے دہلی پہنچکر صاف کہہ دیا تھا کہ ہم بادشاہ سے ہرگز نہیں ملیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ روایت ہے کہ راجہ جے سنگھ سوائی نے بادشاہ کے روبرو ان کی بہت تعریف کی جسکو رام رائے سنکر بہت رنجیدہ ہؤا۔ اور کہنے لگا کہ اگر کرامت دکھلاتا ہے۔ تو کیا ہؤا ہنوز چیچک کا ہی لقمہ ہے۔

اُدھر جب گورو ہر کرشن جی کو یہ خبر ہوئی۔ تو اُنہوں نے یہ بد دعا دی۔ کہ رام رائے عمر بھر بیقرار رہیگا۔ اور لاولد زندہ آگ میں جلایا جاویگا۔ الغرض ہر دو صاحبان کے قول پورے ہوئے۔ یعنی قبل ملنے بادشاہ سے سری ہر کرشن جی فوراً بعارضہ چیچک بیمار ہوکر سات برس کی عمر میں چیت سدی ۱۴ سمت ۱۷۲۱ بکرمی کو صد ہا روپیہ کا کڑاہ پرشاد تقسیم کرا کے بھائی گوردتا جی کو ایک ناریل اور پانچ فلوس دیکر حکم دیا کہ بابا بکالے۔ یعنی نہم گورو موضع بکالے میں ملیں گے۔ اور خود انتردھیان ہوکر راہی ملک جاودانی ہو گئے۔ ان کا ڈیرہ (سمادھ) دہلی سے چار کوس کے فاصلہ پر دکھن کی طرف جمنا کے کنارہ بعمارت پختہ ابتک موجود ہے۔ اور جس جگہ دہلی میں یہ قیام پذیر ہوئے تھے۔ وہاں ایک مکان موسومہ بنگلہ صاحب ابتک اُنکی یادگار میں بنا ہؤا موجود ہے۔ عام سکھ لوگ وہاں زیارت کے لیئے جاتے ہیں۔

گورو تیغ بہادر جی

یہ گورو ہرگوبند صاحب کے سب سے چھوٹے نہایت سعادتمند اور دانشمند فرزند تھے - ۱۹ مگھر سمت ۱۶۷۸ بکرمی کو اتوار کے دن آدھی رات کے وقت امرتسر میں نانکی جی کے شکم سے پیدا ہوئے - اور ۱۵ - اسوج سمت ۱۶۸۶ بکرمی کو انکا ۹ سال کی عمر میں گوجری جی سے بمقام کرتارپور عقد ہوا - بیان کیا گیا ہے - کہ اِن کو اپنے باپ سے از حد محبت تھی - جنگ وغیرہ جیسے موقعوں پر بھی ہمیشہ انہی کے ہمراہ رہا کرتے

جب گورو یائی کی گدی گورو ہرگوبند صاحب اِن کے بڑے بھائی بابا گوردتا جی کے بیٹے گورو ہررائے صاحب کو عطا کر کے راہی ملک عدم ہونے لگے - تو اِن کی والدہ نے اُن سے کہا - کہ میرے لڑکے کو بھی کوئی بلند مرتبہ بخش جاؤ - جسپر اُنہوں نے اپنے خاص دست مبارک کا ایک رومال و ایک مالا مروارید و چند ہتھیار اُن کو دیکر وصیت کی - کہ دنیا میں ہر ایک شئے اپنے اپنے وقت کی محتاج ہوتی ہے - جب تمہارے نور چشم کا وقت آویگا - تو وہ بھی ایک نہایت مشہور صاحب عبادت و ریاضت اور تارک شخص دھرم پر اپنی جان تک قربان کرنیوالا گورو ہوگا - تم فی الحال صبر رکھو - اور جب وقت آوے - تو اِن چیزوں کو اپنے لڑکے کو دیدینا - اُسی روز سے اِن کی والدہ معہ اِن کے موضع بکالہ میں جا آباد ہوئیں -

جب گورو ہرکشن صاحب کی وصیت کی خبر موضع بکالہ میں پہنچی تو دہیرمل وغیرہ بہت سے سوڈھی اپنے اپنے گھر علیحدہ علیحدہ بائیس ۲۲ مسند میں لگا حسب حیثیت شان و شوکت بنا گورو بن بیٹھے - مگر یہ گورو جنکے واسطے خاص وصیت ہوئی تھی خاموش اپنے گھر میں گوشہ نشین رہے - اپنی جبلی عادت کے موافق ہر وقت مراقبہ و مکاشفہ میں مشغول رہتے - اور کسی سے کچھ سروکار نہ رکھتے اسی اثنا میں جب ایک سکھ مکھن شاہ نامی قوم لبانہ ساکن ٹانڈہ ضلع جہلم (جسکی بابت یوں روایت ہے - کہ اُسکا جہاز سوداگری کے مال سے لدا ہوا کہیں سمندر کے بھنور میں اٹک گیا تھا - مگر جب اُس نے پانصد اشرفی گورو صاحب کی منت مانی - تو اُسکا جہاز تم چل پڑا -) ایک کثیر رقم گورو صاحب کی منت کی لیکر موضع بکالا میں پہنچا - تو یہاں وہ گھر گھر گورو دیکھکر نہایت شش و پنج میں ہوا آخر اپنے دل میں یہ ٹھان کر کہ جو اصل گورو ہوگا وہ خود مانگ لیگا - سب کے سامنے ایک ایک دو دو اشرفی نذر گذرانتا گیا - جب کسی نے کچھ نہ کہا تو اُس نے حیران ہوکر لوگوں سے دریافت کیا کہ کوئی اور بھی گورو باقی ہے - تب کسی نے اُس سے کہا کہ ہاں ایک اور بھی مست دیوانہ تیغا اسجگہ رہتا ہے - چنانچہ اُس نے وہاں بھی جاکر ایک اشرفی نذر کی - لیکن اُنہوں نے فرمایا کہ بھائی ہماری منت تو

پانصد اشرفی تمہارے ذمہ ہیں۔ تم ایک کیوں دیتے ہو۔ اِس کے سنتے ہی وہ چشم پُرآب ہوکر اِن کے قدموں میں گر پڑا۔ اور حسب اقرار پانصد دینار دیکر ملتمس ہؤا۔ کہ مہاراج! آپ نے اپنے تئیں کیوں پوشیدہ کر رکھا ہے۔ تمام سکھ آپکی تلاش میں حیران و سرگرداں ہو رہے ہیں۔ آپ اپنے آپکو کرپا کرکے ظاہر کریں۔ اور بیچارے سکھوں کے پژمردہ دلوں کو شاد کرکے اِن جھوٹے اور لالچی گوروؤں کے عذاب سے جو اُن کو دھوکا دیکر لوٹ کھسوٹ مچا رہے ہیں پناہ دیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ یہ ہمکو ایک بڑا بھاری بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ ہم تنہائی کو بہت پسند کرتے ہیں۔ مگر وہ صادق اور واثق مرید فوراً کوٹھے پر چڑھکر باواز بلند پکار پکار کر کہنے لگا۔ کہ گورو لدھا! گورو لدھا! یعنی گورو ملگیا۔ جس کو سنتے ہی تمام لوگ جمع ہو گئے۔ اور اُس نے ساری سرگذشت سنکر اِن کو ۸ - بیساکھ سمت ۱۷۲۱ بکرمی کو حسب قاعدہ گورپائی کی گدی پر بیٹھا دیا۔ اور اِنہی کو اپنا سچا گورو ماننے لگے۔ اُسوقت اِنکی والدہ نے بھی وہ اشیاء جو گورو ہرگوبند صاحب دے گئے تھے۔ اِن کے حوالہ کر دیں ✤

اب ہر چہار طرف سے سکھوں کی سنگت اِن کے درشنوں کے لیئے آنے لگی۔ اور پوجا پرتسٹا بھی افراط سے چڑھنے لگی جسکو دہیرمل وغیرہ سوڈھیوں نے جو خود اپنی اپنی جگہ گورو بنے بیٹھے تھے۔ دیکھکر مارے حسد کے رہ نہ سکے۔ فوراً اِن پر حملہ آور ہوکر کُل مال و اسباب اِن کا لوٹ لیا۔ اور اِن پر بندوق کا نشانہ بھی سر کیا۔ مگر قدرت الٰہی سے گولی اِن کے پاس سے نکل گئی۔ اور اِنکا بال بھی بیکا نہ ہؤا۔ اِن کا ایک خادم البتہ مارا گیا۔ باوجودیکہ دہیرمل وغیرہ نے اِن کے ساتھ اسقدر زیادتی کی۔ مگر اُنہوں نے اُسکا کچھہ انتقام نہ لینا چاہا۔ لیکن سکھوں نے جب اپنے گورو کی یہ حالت دیکھی تو اُن کے دلی جوش اور حق خادمانہ نے اُن کو بالکل چُپ چاپ بیٹھے نہ رہنے دیا فوراً اتفاق کرکے دہیرمل کی پاداش پر آمادہ ہو گئے۔ اور اُسکی خوب گت سنواری۔ یہانتک کہ اُسکا سب مال و اسباب چھین کر اُس کو وہاں سے نکالدیا۔ اور اُسنے بھی جب دیکھا۔ کہ عام لوگ اُسکے برخلاف ہیں وہاں سے بھاگ کر کرتارپور میں چلا گیا ✤

پھر وہاں سے گورو تیغ بہادر صاحب ماگھ سمت ۱۷۲۱ بکرمی میں روانہ ہوکر مکھن شاہ وغیرہ اپنے ہمراہی سکھوں کے امرتسر تشریف لے آئے۔ یہانپر جب پوجاریاں امرتسر نے سُنا۔ تو انہوں نے اِس خیال سے کہ یہ کہیں دربار پر قابض نہ ہو جاویں درشنی دروازہ کو بند کر لیا۔ اور ہرمندر جی کے اندر اِن کو جانے نہ دیا۔ یہ تالاب میں اشنان کرکے اکال بنگہ کے متصل ایک درخت بیر کے نیچے۔ جو اب تھڑہ صاحب کے نام سے مشہور ہے جا بیٹھے۔ اور وہاں تھوڑی دیر تک بیٹھ کر پوجاریوں کو "اُمرتسر ٹیے اندر سڑیئے" کا سراپ دیکر جسکے معنی یہ ہیں۔ کہ ہمیشہ حسد کی آگ میں جلتے رہیں گے۔ امرتسر سے مشرق کیطرف دو کوس کے فاصلہ پر موضع بلّہ میں تشریف لیگئے۔ چنانچہ وہاں کے پوجاریوں کا ابتک یہی حال دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ باہم ہر وقت ایک دوسرے سے دل میں جلتے رہتے ہیں۔ اور کوڑی کوڑی پر جھگڑتے ہیں۔ حکام وقت بھی اُن کو ازحد فسادی اور افترا پرداز خیال کرتے ہیں۔

جب امرتسر میں یہ خبر گھر گھر پہنچ گئی۔ کہ گورو صاحب اسطرح پر سراپ دیکر بغیر درشن کے واپس چلے گئے ہیں۔ تو وہاں کی عورتیں جمع ہوکر حسب حیثیت نذر و نیاز لیکر گورو صاحب کے پاس موضع بلّہ میں چلی گئیں اور گورو صاحب کے قدموں میں جا حاضر ہوئیں۔ اور نہایت عجز و انکساری سے اپنی بہبودی کی خواہاں ہوئیں۔ جسکے جواب میں گورو صاحب نے خوش ہوکر فرمایا۔ کہ امرتسر کی

عورتوں کو سخاوت اور عام راسخ الاعتقادی و پرمیشور کی بھگتی کی وجہ سے ہمیشہ نجات حاصل ہوگی۔ فی الواقع یہاں کی عورتوں میں سخاوت مزاجی و فقیروں کی خدمت کا ازحد خیال ہے۔ اسی یادگار میں ابتک موضع بکالہ میں ۱۵ ماگھ سدی کو ایک بڑی رونق کا میلہ لگتا ہے۔ جس میں امرتسر کی تمام مستورات درشن کے لیئے جاتی ہیں۔

پھر موضع بکالہ سے اپنے متعلقین کو ہمراہ لیکر راستہ کے لوگوں کو اپنے پُر درد اپدیش سے فیضیاب کرتے جیٹھ سمت ۱۷۲۲ اب میں قصبہ کیرت پور پہنچے۔ یہاں پر تمام مالوہ کے سکھ لوگ ان کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی زیارت کے لیئے آنے لگے۔ تھوڑے دنوں میں نقد و جنس اسقدر چڑہا۔ کہ لنگر اور خزانہ رونق پکڑ گئے۔ چونکہ وہاں کے سورجمل سوڈہی وغیرہ اُن سے رشک رکہتے تھے۔ انہوں نے اساڑہ سمت ۱۷۲۲ بکرمی میں دریاے ستلج کے کنارہ پر موضع ماکھووال کی اراضیات کی ملکیت خریدلی۔ اور وہاں جاکر اسکی آبادی کو رونق دینے لگے۔ اور اسکا نام انندپور رکھا۔ ادھر دہیرمل سوڈہی نے روزبروز اُن کی ترقی اقبال کو دیکھکر رام راے کو پھر چمکاکر بادشاہ کے پاس گوریائی کا دعوے دائر کرادیا۔ مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی۔

جب یہ خبر بھائی گوربخش مسند کی زبانی گورو تیغ بہادر صاحب کو پہنچی تو دافع فساد کی غرض سے ۱۵ - مگھر سمت ۱۷۲۲ کو معہ قبایل کے بطور سیر ملک پورب تیرتھ جاترا پر روانہ ہوئے۔ اور ملوئی سکھوں کی درخواست پر مواضعات گھڑولواں - انندپور کلوڑ - دادو ماجرہ - لونگھا - ٹہل پورہ - آگرٹلنگ - راجوماجرہ - مولوال - وغیرہ کے باشندگان کو اپنے پرتاثیر اور دردآمیز معرفت کے اپدیش سے فیضیاب کرتے ۲۲ - پوہ سمت ۱۷۲۲ بکرمی کو موضع سیکہ میں پہنچے اور وہاں گانوں کے باہر ایک خوشنما سایہ دار جگہہ میں تالاب کے کنارہ پر خیمہ زن ہوئے۔

یہاں کی بابت روایت ہے کہ گوت جونده کے چودھری ملوکا نے (جو خاص اپنی قوم کے بائیس تیئیس گانوں کا شاہی باجگذار سردار تہا۔) کچہہ تعظیم نہ کی۔ بلکہ نہایت گستاخی سے پیش آیا۔ جس کے جواب میں انہوں نے اس کو سراپ دیکر یہ کہا کہ جوندے عقل کے اندہے۔ ان کا بائیا تیئیا۔ ہو دیگا تھیئیا تھیئیا" یعنی ان کے بائیسوں تیئیسوں گانوں ویران ہوجائیں گے چنانچہ ایساہی ہوا۔ کہ اُن کے مواضعات کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے۔

پھر وہاں سے قصبہ ہنڈایہ د مواضعات بھنڈیر د علی شیر و کہیوا وغیرہ میں قیام فرماتے قصبہ بھیکی میں رونق افروز ہوگئے۔ یہاں کے رئیس مسمی دیسو جاٹ نے ان کی نہایت خدمت کی۔ اور کہنے لگا۔ کہ مجہکو چادھے مسلمان اور بھٹی راجپوت بہت تکلیف دیتے ہیں۔ جیسی روایت ہے۔ کہ انہوں نے اُس کو اپنا سکھ بنایا۔ اور اپنے پانچ تیر عطا کرکے فرمایا کہ جبتک تم ان کو اپنے گھر میں باادب رکھوگے اسوقت تک تمہارے دشمن تم پر کسیطرح سے غالب نہ آسکیں گے۔ مگر اُسکی عورت نے جو سلطان کی مرید تہی۔ تیروں کو بجاے حفاظت سے رکہنے کے دو دو ٹکڑے کر کے گورو جی کے پاس واپس بھیجدیا جس پر اُنہوں نے یہ سراپ دیا۔ کہ جسطرح تمنے مریدی سے منحرف ہوکر ہمارے تیر توڑے ہیں۔ ویسے ہی تمہاری حکومت اور خاندان دونوں کا سلسلہ ٹوٹ جائیگا۔ چنانچہ ایساہی ہوا۔ کہ گینڈسیر اسکے نبیرہ پر اسکی اولاد و حکومت دونوں کا

خاتمہ ہوا۔

اس کے بعد موضع سوئی سر (جہاں اِن کے گھوڑوں کے چور کو سولی دی گئی تھی) دمدمہ گاگا ہوتے ہوئے موضع دہمدہان میں تشریف فرما ہوئے۔ یہاں پر میاں نامے سقا کو جو ایک مدت سے اُن کے ساتھ تھا۔ پانی کا خوب چھڑکاؤ کرنے پر خوش ہو کے اپنا ایک چولہ جو گیا رنگ کا دایک لوہ آہنی عطا کر کے بھائی کے خطاب سے ملقب کیا۔ اور بلکہ اُس علاقہ کی مسندی یعنی کار برداری کے عہدہ پر سرفراز فرمایا۔ میاں کی ٹولی کے جو اُداسی سادہو مشہور ہیں۔ وہ اسی کے پیرو ہیں۔

پھر موضع دہمدہان سے روانہ ہو کر مقام کُرکھیتر (جہاں پانڈوں کی لڑائی ہوئی تھی) اور قصبہ کینتھل۔ تھانیسر وغیرہ میں ہوتے ہوئے موضع کرناٹک پور میں پہنچے۔ یہاں پر ٹلوکداس بیراگی سادہو جس کی عمر اُسوقت قریب ایکسو پچاس سال کی بیان کیجاتی ہے۔ ایک مدت سے اِن کی زیارت کا مشتاق تھا۔ اِن کے آنے کی خبر سنتے ہی فوراً اِن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قدمبوسی حاصل کر کے از حد مسرور ہوا۔ کہتے ہیں کہ اِسکو اُن کے امرت روپی اپدیش سے کچھ ایسی تسکین ہوئی۔ کہ وہ مع اپنے کل گرد نواح کے مریدوں کے اُن کا سکھ بن گیا۔ اور اُن کی ایک کھڑاؤں و پوتھی جو ابتک وہاں موجود ہے پرستش کے لئے اپنے پاس رکھلی۔

پھر گورو تیغ بہادر صاحب یہاں سے شہر متھرا۔ ٹیلہ کنس (جہاں پر ابتک ان کی یادگار میں ایک مکان بنا ہوا موجود ہے) آگرہ۔ اٹاوہ۔ الہ آباد۔ مرزاپور۔ بندھیاچل وغیرہ مقامات کا سیر کرتے ہوئے اور وہاں کے لوگوں کو اپنے پُر تاثیر اور سچے حق پرستی کے اپدیش سے فیضیاب کرتے کانسی یعنی بنارس میں تشریف لیگئے۔ اور وہاں لکھی چبوترے کے متصل جہاں ابتک اُن کی یادگار کا ایک عالیشان مکان بنا ہوا موجود ہے جا ٹھہرے۔ اور کچھ دنوں یہاں قیام کر کے گیاجی میں تشریف لیگئے۔ یہاں پر راجہ جے سنگھ جے پوریہ جو بحکم بادشاہ اورنگ زیب ملک آسام کو فتح کرنے جاتا تھا۔ ان کی عظمت و کرامت کا شہرہ سنکر ان سے ملنے آیا۔ اور بہت کچھ نقد و زر اُن کی نذر کر کے ملتجی ہوا۔ کہ یہ اُس کے ہمراہ چلیں۔ اِسکی وجہ یہ تھی کہ پہلے کئی مرتبہ وہ آسام پر چڑھائی کر کے شکست کھا چکا تھا۔ اور اُسکو جیسا کہ ابتک مشہور ہے۔ کہ کوروکھیا کے لوگ از حد جادوگر ہوتے ہیں۔ یہ خیال تھا کہ شاید اُن کے جادو کی وجہ سے وہ اُن پر فتحیاب نہوتا ہو۔ اسلیئے اِن کو اہل کرامت و فضیلت سمجھکر ساتھ لیجانا چاہا۔

چونکہ راجہ اِن کے ساتھ لیجانے میں بہت درپے ہوا۔ اسلیئے وہ ناچار اپنے متعلقین کو پٹنہ میں اپنے خسر کرپال و گنشام وغیرہ مریدان کی زیر حفاظت چھوڑ کر راجہ کے ساتھ ہوئے۔ اور مُنگیر۔ بھاگلپور مالدیو۔ و شہر مرشدآباد وغیرہ میں قیام فرماتے شہر ڈھاکہ میں رونق افروز ہوئے۔ یہاں سمیاں بولاقی داس و نتھے شاہ وغیرہ جو وہاں پر گوروؤں کی طرف سے اُس ملک کے پیشتر ہی سے مسند یعنی کار پرداز مقرر تھے۔ اِن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بہت لوگوں کو آگاہ کر کے بہت سا روپیہ نذرانہ میں دلوایا۔ یہاں پر ابتک اُس مکان میں جہاں یہ ٹھہرے تھے۔ اِن کا ایک پلنگ جسکو یہ چھوڑ

آئے تھے۔ یادگار میں موجود ہے۔ اور وہاں کے سکھ اسکو پوجتے ہیں۔

اب جس کام کے لیئے یہ راجہ کے ہمراہ گئے تھے۔ اُس کی بابت مذہبی کتابوں میں یوں روایت ہے۔ کہ لڑائی شروع ہونے پر جب راجہ رام رائے والی ملک آسام نے اپنی دیوی کی پوجا کی۔ اور اُس سے فتح پانے کی درخواست کی۔ تو اُسکو الہام ہوُا کہ اس مرتبہ تجھکو فتح کا ملنا بہت دشوار ہے۔ کیونکہ اُسکے ہمراہ ایک صاحب کمال شخص مددگار ہیں۔ پس راجہ رام رائے کو فوراً شکست ملی۔ اور اُس نے لاچار ہوکر **گورو تیغ بہادر صاحب** کے ذریعہ راجہ بشن سنگھ سے ملاقات کرکے اطاعت شاہی کو قبول کرلیا۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ راجہ بشن سنگھ نے اس فتح کو صرف **گورو تیغ بہادر صاحب** کے طفیل سے حاصل ہونا یقین کرکے جو کچھ دولت وہاں سے لوٹ میں ہاتھ لگی۔ اُس میں سے سات لاکھ روپیہ کی اشرفیاں اور بہت سے بے بہا جواہرات گورو صاحب کی نذر کیں۔ پھر جب اس جگہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے تولد ہونے کی خوشخبری پٹنہ سے آئی۔ تو راجہ مذکور نے اس خوشی میں بڑی دھوم دھام سے جلسہ کیا۔ اور ہزارہا روپیہ گورو صاحب نے غریب غربا و محتاجوں کو تقسیم کیا۔ اس موقع پر لشکر شاہی نے بھی کچھ چندہ کرکے دینا چاہا۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ اور کہا کہ جس مقام پر ہم اسوقت بیٹھے ہیں۔ اسجگہ **گورو نانک صاحب** بھی کسی زمانہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اسلیئے بجائے چندہ دینے کے تم لوگ اگر فی کس پانچ پانچ ڈھال مٹی کی ڈالکر اس جگہ کو بطور یادگار گورو صاحب موصوف بلند کردو۔ تو بہت بہتر اور افضل ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوُا اور وہ مقام بات کی بات میں ایک پہاڑی کی مانند بلند ہوگیا جسپر اُنہوں نے ایک مکان تعمیر کراکے اسکا نام دمدمہ صاحب رکھا یہ مکان اسقدر بلند ہے۔ کہ دھوبیہ بندر کے متصل برہم پتر دریا کے کنارے پر ہے دس کوس کے فاصلہ پر بھی نظر آتا ہے۔

جب راجہ بشن سنگھ واپس ہوُا۔ تو راجہ رام رائے نے **گورو تیغ بہادر صاحب** کو وہیں ٹھہرالیا۔ اور کچھ مدت تک یہ وہیں قیام پذیر رہے۔

روایت ہے۔ کہ راجہ لاولد تھا۔ مگر گورو صاحب اُس کے ساتھ چوپڑ کھیلتے ہوئے خوشی کے عالم میں آکر اپنے دست مبارک کی مُہر اُسکے شکم پر لگا کر کے یوں فرمانے لگے۔ کہ قادر مطلق تجھکو ایک لڑکا عنقریب بخشیگا۔ مگر اُس کے چہرہ پر ہماری اس مُہر کا نشان ہوگا۔ جو تھوڑے دنوں بعد بجنسہ ظہور میں آیا۔

پھر گورو صاحب یہاں سے روانہ ہوکر کلکتہ جگناتھ[ف]۔ اڑیسہ اور بنگالہ کا سیر کرتے ہوئے جیٹھ سمت ۱۷۲۴ میں واپس پٹنہ آئے

ف یہاں کے مندر جگناتھ کو اندر دمن نامی ایک راجہ نے کرشن جی کے ۵۰۰ برس بعد بنا کر اس میں جگناتھ کی مورت کو استھاپن کیا تھا۔ یہ مندر اڑیسہ کے ملک میں سمندر کے کنارہ پر ہندوؤں کا چوتھا دھام کہلاتا ہے۔ اِس کی بابت یوں روایت ہے۔ کہ اندر دمن راجہ کرشن جی کا اُپاشک تھا۔ ایک روز اُس نے خواب میں کرشن جی و بلبھدر اُن کے بھائی و سبھدرا اُن کی ہمشیرہ تینوں کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے دیکھکر اُن سے وجہ دریافت کی۔ تو کرشن جی نے جواب دیا۔ کہ ہم دونوں بھائیوں نے چونکہ—

یہاں پر شہزادہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو دیکھکر ازحد مسرور ہوئے ۔ بہت لوگوں کو انعام واکرام تقسیم کیا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد اودھر راجہ رام رائے کے گھر بھی حسب پیشینگوئی ایک نونہال پیدا ہوا جس کی خوشی میں اُس نے ہزارہا روپیہ اور صدہا قسم کے تحفہ تحایف گوروجی کی خدمت میں بھیجے۔ پھر ایک ماہ کے بعد **گورو تیغ بہادر صاحب** پٹنہ سے روانہ ہوکر بنارس ۔ اجدھیا۔ ہردوار وغیرہ کی سیر کرتے ۱۲۔ ماہ چیت سمت ۱۷۲۴ بکرمی کو قصبہ کیرت پور میں اپنی اصلی جاے سکونت پر پھر واپس تشریف لائے۔

ان کے آنے کی خبر سنکر ہرچہار طرف سے سکھوں کی جماعت زیارت کے لیئے نذر ونیاز لیکر آنے لگی۔ اور انہوں نے مواضعات آنندپور ماکہووال میں قیام کرکے چند مکانات بھی تعمیر کروائے ۔ اور پھر تھوڑے ہی دنوں بعد **گورو گوبند سنگھ صاحب** اپنے لخت جگر کو بھی پٹنہ سے بلوالیا۔ اوران کو علوم گورمکھی وشاستری وفارسی ہر قسم کے ہنر سپہ گری تیراندازی اور شہسواری میں تعلیم دلوانے لگے۔

ادھر **اورنگزیب** بادشاہ نے جب تعصب کی تلوار چلانی شروع کی۔ اور ہندوؤں کو جبراً مسلمان کرنے لگا۔ یہاں تک کہ گاؤں کے گاؤں مسلمان کرڈالے۔ تو ہندوؤں نے ان کے پاس آکر فریاد کی۔ اور پناہ کے خواہاں ہوئے۔ جسپر انہوں نے دھرم پر اپنے آپ کو تصدق کرنا چاہا۔ اوراُن کو یہ ہدایت کی۔ کہ تم سب لوگ ملکر بادشاہ کے پاس اس مضمون کی عرضداشت بھیجدو۔ کہ اگر حضور ہمارے **گورو تیغ بہادر صاحب** کو مسلمان بنالیں تو ہم سب لوگ خود بخود آپکے دین میں آ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷)

بہت سی غیر عورتوں کی عفت میں اپنے ہاتھ پاؤں سے دوڑ دہوپ کر خلل ڈالا تھا۔ اور ہماری ہمشیرہ سبھدرا ارجن کے ساتھ ناجائز طور پر نکل گئی تھی۔ اسلیئے ہم تینوں نے اپنے ہاتھوں پیروں کو خود کٹواکر دھرم راج کا ڈنڈ لیا ہے۔ کیونکہ اگر ہم ایسا نکرتے۔ تو مذہبی انتظام میں خلل آتا۔ اسلیئے اب تمکو چاہیئے۔ کہ ہماری اسطرح کی شکل ایک لکڑی کی مورت میں بنواکر مندر میں استہاپن کردو۔ تاکہ عام لوگ ہمارا درشن کرکے عبرت پکڑیں۔ اور دوزخ کی آیندہ سزا سے نجات پاویں۔ چنانچہ راجہ نے ایساہی کیا۔ اور اپنی رعایا کو جبراً اُن کی پرستش کرنے کا حکم دیا۔ باقی رہا وہاں پر جاکر جو ہندو لوگ کھانے پینے کی چھوت چھات نہیں مانتے۔ اُسکی یہ وجہ ہے۔ کہ ایک شخص بنگال میں کرشن چیتن پربہو نامی اُڑیسہ کا راجہ اوتار مشہور ہوا ہے۔ وہ بام مارگی تھا۔ اور کرشن چرتامرت پوتھی اُسی کی تصنیف ہے۔ جب لوگ اُس سے نفرت کرنے لگے۔ تب اُس نے گوشت اور شراب کا کھانا چھوڑکر اپنے تئیں ولیشنومت کا مشہور کیا۔ اور اُسکی یہ منشاء تھی۔ کہ کل انسان باہم کھانے پینے کا پرہیز نہ کریں۔ اس لیئے اُس نے یہ بدرسم نکالی۔ جو ابتک چلی جاتی ہے۔ اور جگناتھ کے رتھ کی بابت جو یہ عام زبان زد ہورہا ہے۔ کہ وہ ازخود چلتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ رمید کے دن جب ہزارہا آدمی اکٹھے ہوتے ہیں۔ تو وہ سب بڑے بڑے لمبے ایک ایک میل تک کے مضبوط رسّوں سے لپٹ کر اپنا زور لگاتے ہیں۔ تو وہ جنک پور پہنچ جاتا ہے۔ رتھ کا وزن ۳۰۰ من پختہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور اُسپر صدہا آدمی جب وہ چلتا ہے تو چڑھ بھی جاتے ہیں۔ اور جو ایک یہ بھی روایت ہے۔ کہ بہتیس

جاویں گے۔ اور بعض بزرگوں کی زبانی یہ بھی سنا جاتا ہے۔ کہ دہیر مل و رام رائے وغیرہ نے جو اِن سے سخت دشمنی رکھتے تھے۔ سندوؤں سے وَرغلان کر اُس قسم کی عرضی بادشاہ کے پاس بھجوادی۔ جسپر **اورنگ زیب** نے اِن کو دہلی میں طلب کر بھیجا چونکہ اُنہوں نے دھرم کے پیچھے اپنی جان کو قربان کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اِسلیئے قبل روانگی کے اپنے نورِ چشم **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو اپنا سارا کاروبار سپرد کر کے ساڑھ سنمت ۱۷۳۲ بکرمی کو چند سوار اپنے ہمراہ لیکر انند پور سے دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ اور راستہ میں بہادر گڈھ متصل شہر پٹیالہ کے مقام پر جو اُس زمانہ میں قصبہ صَیف آباد کے نام سے مشہور تھا۔ صَیف علی خاں کے یہاں جو اُن کا دلی معتقد تھا۔ سات دن رہکر قصبہ سامانہ میں محمد بخش پٹھان سے ملتے ہوئے رہتک وغیرہ مقامات میں قیام کرتے متھرا اور آگرہ کی طرف تشریف لیگئے۔ آگرہ جانے کی بابت بہ ضرورت بیان کیجاتی ہے۔ کہ وہاں ایک پیر زن مائی بھاگو اِن کے درشن کی ایک مدت سے آرزومند تھی۔ اور قبل اِس کے کہ یہ اپنے تئیں دھرم کے پیچھے بلی دان کریں۔ اُس صادق الاعتقاد کی تمنا کو بھی ضرور پورا کرنا لازم تھا۔ اِسلیئے پہلے آپ آگرہ تشریف لیگئے۔ اور وہاں شہر کے باہر ایک باغ میں مقام فرماکر اُس ضعیف العمر نیک عورت کو اپنے درشنوں سے فیضیاب کیا۔ اور چونکہ اُدھر اورنگ زیب نے تاخیر کی وجہ سے اِن کی گرفتاری کا عام اشتہار دیدیا تھا۔ اِسلیئے اُنہوں نے اپنے تئیں ظاہر کرنے کے لیئے ایک غریب گڈریئے کو ایک قیمتی دو شالہ اور ایک اشرفی دیکر حلوائی کے پاس کچھ شیرینی خریدنے کے لیئے بھیجا۔ حلوائی کو گڈریئے کی حیثیت سے زیادہ مال دیکھکر شک گذرا۔ اور رفتہ رفتہ کوتوال شہر تک یہ خبر پہنچی۔ جس نے اصل مالک کا حال دریافت کر کے حسب نشاندہی گڈریئے کے **گورو تیغ بہادر صاحب** کو گرفتار کر لیا۔ اور بہ حراست بادشاہ کے حضور بھیجدیا۔

جب یہ دہلی پہنچے۔ تو بادشاہ نے اِن کو معہ متی رام دیوان بھائی گوردتا۔ بھائی اُودا۔ بھائی جیتا۔ و بھائی دیالا۔ پانچ کس ہمراہیان۔ کے ایک مکان متصل کوتوالی میں جہاں اب گوردوارہ بنا ہوا ہے۔ نظر بند رکھنے کا حکم دیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸) پینتیس سال کے بعد جب جدید مورت تیار کیجاتی ہے۔ تو ایک پنڈا۔ اور راجا اور مورت کا بنانے والا بڑھی تینوں مر جاتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ سنمت ۱۹۳۲ بکرمی میں جب مورتیں از سر نو بنائی گئی تھیں۔ اُس کے بعد سنمت ۱۹۷۱ بکرمی تک ہم نے خود دیکھا ہے۔ کہ اُن تینوں آدمیوں میں سے جنہوں نے مورت بنائی اور بنوائی کوئی بھی نہیں مرا۔

علاوہ ازیں جو یہ مشہور ہے۔ کہ اگر وہاں کا جوٹھا پرشاد نہ کھاوے تو جذامی ہو جاتا ہے۔ یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ میں نے وہاں کا پرشاد جبتک وہاں رہا ہوں۔ نہیں کھایا۔ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے علیحدہ طیار کر کے کھاتا رہا ہوں۔ اور ابتک ایشور کی دیا سے تندرست ہوں۔ دیگر وہاں کے چولہے کی جو یہ کرامات مشہور ہے۔ کہ پہلے اوپر کی ہنڈیا پکتی ہے۔ پھر نیچے کی۔ اسیطرح سب سے تلے کی ہانڈی آخیر میں تیار ہوتی ہے۔ اُسکا حال یہ ہے۔ کہ اُس میں کوئی جگناتھ جی کا خاص کشف نہیں۔ بلکہ وہ چولھا ہی اِس قسم کا بنا ہوا ہے۔ کہ سب سے اوپر کی ہانڈی میں پہلے آنچ پہنچکر پھر دوسری ہانڈیوں کے تلے پہنچتی ہے۔ اگر اُسی طرح کا کسی دوسری جگہہ بھی بنایا جاوے۔ تو وہی حالت ہو

بعد ازاں **اورنگزیب** نے دوسرے دن اپنے روبرو بلاکر اُن کو کہا۔ کہ یا تو کرامات دکھلاؤ۔ ورنہ دین اسلام قبول کرو۔ بلکہ بہت کچھ بلند مرتبہ وغیرہ دینے کا لالچ بھی دیا۔ مگر **گورو تیغ بہادر صاحب** نے جو اپنے دھرم میں ثابت قدم تھے اُور بمقابلہ مذہب تبدیل کرنے کے جان دیدینا بہت افضل سمجھتے تھے۔ اور دنیاوی بلند مرتبہ کو روحانی خوشی کے آگے ہیچ خیال کرتے تھے۔ بڑی فراخدلی اور آزاد مزاجی سے جواب دیا۔ کہ ہندو اور مسلمان دونوں خدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ اگر اُسکو صرف مسلمانوں کا مذہب ہی رکھنا منظور ہوتا۔ تو دوسرے مذہب پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مسلمانوں میں ہم ہندوؤں سے کوئی زیادہ تر فضیلت نہیں دیکھتے۔ نجات ہر ایک کو اپنے اپنے افعال کے ذریعہ سے ملیگی۔ خواہ ہندو ہو خواہ مسلمان۔ تم بادشاہ ہو تمکو تعصب نہیں چاہیئے۔ باقی رہا کرامات دکھلانا خدا کے حکم میں دست اندازی کرنا ہے۔ فقیر لوگ اُس کی رضاء کے شاکر ہیں۔ ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم اُس کی قدرت میں دخل دیں۔ ہم اُس کے فرمان کی تائید میں اُس کی سچائی اور رہنمائی کو ظاہر کرنے کے لیئے آئے ہیں۔ نہ کہ کرامات دکہا کر اُسکا مقابلہ کرنے کے لیئے؟ غرض کہ بہت کچھ کہا۔ جان دیدینا قبول کیا۔ مگر دھرم چھوڑنا مصلحت نہ سمجھا۔ پھر بیرحم **اورنگ زیب** نے اُن کو انواع انواع اقسام کی اذیتیں اور تقدیعے دینے شروع کیئے۔ یہانتک کہ اُن کے ہمراہی متی رام جی کو آرے سے چروا ڈالا۔ اور بھائی دیالا کو آہنی دیگ میں چڑھوا کر جان بحق کیا۔ جن دونوں نے بڑی ثابت قدمی سے بلیدان ہونا قبول کیا۔ مگر منہ سے اُف تک نہ نکالا۔

روایت ہے۔ کہ **گورو تیغ بہادر صاحب** باوجود اسکے کہ قید میں تھے۔ مگر اپنے عبادت کے کشف اور روحانی طاقت سے جمنا میں اشنان کر آتے۔ اور اپنے پریمی بھگتوں کے یہاں جاکر کھانا کھا آتے۔ **خواجہ سید عبد الحسن** داروغہ مجلس جس کے خاندان سے قصبہ کھرڑ ضلع انبالہ میں ایک بیٹیں موسومہ حکیم **سید محمد کبیر** خلف الرشید **سید غلام عباس** مرحوم ابتک موجود ہے۔ فقیر دوست آدمی تھا۔ حتیٰ المقدور ان کو بڑے آرام سے رکھتا۔ مگر بادشاہی فرمان کو کہانتک نہ بجا لاتا

ناچار جب ظالم **اورنگزیب** نے دیکھا۔ کہ یہ کسیطرح دین اسلام قبول نہیں کرتے۔ اور اُسکے ظالمانہ برتاؤ کا کچھ خوف نہیں مانتے۔ تو اُن کے قتل کا حکم صادر کیا۔ اُسیروز اُنہوں نے بھائی گوردتا کو پانچ پیسے اور ایک ناریل دیکر اپنے لخت جگر **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے پاس انندپور میں روانہ کردیا۔ اور خود ۱۳۔ مگھر سدی پنچمی سمت ۱۷۳۲ بکرمی کو حسب معمول اشنان کرکے پوشاک پہن کر بڑ کے درخت تلے جو دروازہ پر تھا بیٹھکر جپ جی صاحب کا پاٹھ کرنے لگے۔ اِدھر اُنہوں نے پاٹھ کے اختتام پر پرمیشور کے دھیان میں سجدہ کے لیئے سر جھکایا۔ اودھر کمبخت جلال الدین جلاد نامراد نے اپنی خونریز تلوار سے اِن کے سر کو تن سے جدا کیا۔ سر کیا قلم کیا ہندوستان سے افغانی سلطنت کی بیخ وبنیاد اُڑادی۔ تمام عالم میں اندھیرا چھاگیا۔ ایک کہرام مچ گیا۔ گویا دنیا کا چراغ بجھ گیا۔ بیچارہ فلک بھی چیخ اُٹھا۔ در و دیوار کانپ اُٹھے۔ بقول اہل ہنود دیوتاؤں نے پھول برسائے۔ ہر طرف سے الامان الامان کی صدا آنے لگی۔ زمین بھی خون اُگلنے لگی۔ بادل آنسو بہانے لگے

لوگ سر پیٹ پیٹ کر رونے لگے۔ کوئی افسوس کرتا۔ کوئی ہاتھ ملتا۔ کوئی کہتا ہائے غضب ہوا یہ کیا ہوا۔ افغانی سلطنت کا ستیاناس ہوا۔ بادشاہ کا بیڑا غرق ہوا۔ جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ سکتے کا عالم ہوگیا۔ کوئی ایسا نہ تھا جس نے غم نہیں کیا۔ پھوٹ پھوٹ کر نہیں رویا۔ قلم بھی لکھتے ہوئے تھراتی ہے۔ سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پتھر پسیجتے ہیں۔ خدا معلوم اُس وحشی صفت سنگدل کا کیسا پتھر دل تھا۔ جس نے ایسا نالایق حکم دیا۔

سناٹے کا عالم تو ہو ہی رہا تھا۔ اسی اثناء میں جیون جاروب کش جھاڑو دینے کے بہانہ سے اندر گیا۔ اور **گورو تیغ بہادر صاحب** سچے بہادر کے سر کو لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈال اٹھا کر **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی خدمت میں انندپور کی طرف چلتا ہوا۔ جب اُنکے پاس پہنچا۔ تو وہ جیون کی اس بہادری پر بہت خوش ہوئے۔ بلکہ زبان سے یہ فرمایا۔ کہ "رنگڑ ہیٹے گورو کے بیٹے"۔ اور اسکو اپنا سکہ بنا کر جیون سے جیون سنگھ بنایا۔

بعد ازاں دھڑ جسے نہ تو بادشاہ نے دفن کرایا۔ اور نہ جلانے کا حکم دیا۔ بلکہ چاندنی چوک میں بر سرِ راہ رکھوا دیا۔ ایک شخص لکھی نامی قوم لبانا باشندہ رکاب گنج جو اُن کا مرید تھا۔ اپنے صدہا بیلوں کے غول کو قلعہ میں چونہ وغیرہ ڈال کر واپس لاتے ہوئے شام کے وقت جب ذرا اندھیرا ہو گیا۔ اُٹھا لایا۔ اور اپنے مکان کے اندر بادشاہی خوف سے چتا بنا کر معہ اپنے گھر کے لاش کو جلا دیا اُسی مقام پر اب اُن کا ایک عالیشان ڈیرہ (مزار) بنا ہوا ہے۔ اور رکاب گنج کے نام سے مشہور ہے۔ اور جہاں سر کاٹا گیا تھا وہاں بھی ایک مندر بنا ہوا ہے۔ اور سیس گنج کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایام نظربندی میں اُنہوں نے جو جو تصانیف اور معرفت و بیراگ کے بھرے ہوئے اشعار کوئلوں سے در و دیوار و درختوں کے پتوں پر لکھ رکھے تھے۔ وہ سب سکھوں نے جمع کر کے **گورو گوبند سنگھ صاحب** اُن کے نونہال بلند اقبال کے پاس بھیج دیئے۔ جو اُنہوں نے حسب پیشینگوئی **گورو ارجن جی** کے گرنتھ صاحب کے اُن خالی اوراق پر جو خاص اس کام کے لئے دانستہ چھوڑے گئے تھے۔ درج کرا دیئے۔

سچ تو یہ ہے۔ کہ ان کے اشعار ایسے پُر تاثیر اور دردانگیز ہیں۔ کہ اُن کے پڑھنے اور سننے سے خواہ نخواہ آنسو ڈبڈبا آتے ہیں اور کلیجہ کانپ اُٹھتا ہے۔ خود بخود وحشت ہو جاتی ہے۔ دنیا کے سب کام کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل اور بیابان کی سیر کو جی چاہنے لگتا ہے مصنف سیر المتاخرین نے ان کی بابت یوں لکھا ہے۔ کہ **حافظ آدم** نامی مرید شیخ سرہندی و **گورو تیغ بہادر** دونوں صاحبان کو ملک مالوہ و پنجاب وغیرہ میں دورہ کرتے اور اپنے مریدوں سے نذر و نیاز لیتے دیکھ کر مخبروں نے یہ شکایت لکھی کہ یہ لوگ رعایا سے بزور اپنا حق پیری وصول کرتے ہیں۔ اور اس سے احتمال فساد ہے۔ جس پر **عالمگیر** نے اول الذکر کو تو جلاوطن کر دیا۔ اور اُن کو قتل کروا ڈالا"۔ اور پھر ایک موقع پر یہ بھی لکھا ہے۔ کہ "یہ گورو جب ہندو دھرم کی حفاظت کرنے لگے تب **اورنگزیب** نے اِن کو مروا ڈالا۔ جب اُنہوں نے ہندو دھرم کی تائید میں اپنا سر دیا۔ تو دہلی میں اُس وقت یکبارگی اندھیرا ہو گیا۔ اختر نمودار ہوئے۔ اور لوٹنے لگے۔ زمین لرزاں تھی۔ تمام خلقت میں خواہ نخواہ رنج پیدا ہو گیا"۔

گورو گوبند سنگھ صاحب

اِس میں کچھ شک نہیں۔ کہ خالصہ مذہب کی بنیاد تو **گورو نانک صاحب** نے ڈالی۔ مگر اُسکو وجود میں لاکر دنیا پر ظاہر کرنے والے **گورو گوبند سنگھ صاحب** ہوئے۔ اُنہوں نے تو صرف زبان سے کہا تھا۔ مگر اِنہوں نے کر دکھایا۔ سچ تو یوں ہے۔ کہ صفحہ ہستی پر ہندوؤں کا نام قایم رکھنے والے اُن کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوار کر اُن کی ہاری ہوئی بازی کو جتانے والے اُن کی ڈانواں ڈول کشتی کو پار لگانے والے۔ اُن میں شجاعت اور ہمت کا از سرِ نو مادہ پیدا کرنے والے ایک نہایت بیدار مغز اور عالی حوصلہ پیشوا یہی ہوئے ہیں۔

اُنہوں نے اپنی سوانحعمری المعروف بچتر ناٹک میں اپنی پیدایش کی بابت یوں رقم فرمایا ہے۔ کہ میں اپنے پچھلے جنم میں ہیم کوٹ[۱] پربت پر جہاں پانڈو نے تپ کیا تھا۔ مہاکال کی عبادت کر رہا تھا۔ اور میں اُس قادر مطلق کی بندگی میں ایسا محو ہوا۔ کہ دو سے ایک ہوگیا۔ تب اُس بینواپاک پروردگار نے مجھکو اپنے لڑکے کا خطاب دیکر ارشاد فرمایا۔ کہ جن جن اوتاروں پیغمبروں کو میں نے آجتک دنیا پر وہاں کے لوگوں میں حق پرستی پھیلانے کے لیئے بھیجا ہے۔ وہ وہاں جاکر مجھکو بھول جاتے رہے ہیں۔ اور بجائے اِس کے کہ میری عبادت کراتے۔ خود خدائی کا دعوے کرکے اپنے تئیں پوجاتے رہے ہیں برہما۔ شوجی۔ رام چندر۔ کرشن وغیرہ سب نے اپنے آپکو خدا کہلایا ہے۔ اور ہر ایک نے اپنے اپنے فرقہ کے چلانے میں قدرت میں دخل دیا ہے۔ اِسلیئے میں تجھکو اپنا بیٹا بناکر دنیا میں بھیجتا ہوں۔ تمکو چاہیئے کہ وہاں جاکر صرف میری پرستش پھیلاؤ۔ اور اپنا کچھ دخل نہ دو۔ اِسواسطے میں اظہار کرتا ہوں کہ میں پرم پرکھ یعنی خداوند کریم عزوجل کا داس بمعنی خادم ہوں۔ جو کوئی مجھکو پرمیشور کہیگا۔ وہ دوزخ کی آگ میں جلیگا۔ میں اُسکا

[۱] ہیم کوٹ اتراکھنڈ میں ہمالیہ پہاڑ پر بدری ناتھ سے قریب آٹھ سات کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں پر مہاکال کا مندر بنا ہوا ہے۔ اسکے قریب وہی مکان ہے۔ جہاں پانڈو راجہ نے جس کے پانچ لڑکے یدھشٹر ارجن وغیرہ ہوئے ہیں۔ تپ کیا تھا۔ اور مہابھارت میں جن کی ہر

خادم ہوں۔صرف جہان کا تماشا دیکھنے آیا ہوں "۔

پچھلے جنم میں یہ امرکوٹھ کے دوشٹ دمن نام سے راجا تھے۔ یہ غایت درجہ کے رحیم تھے۔ ہمیشہ ہر ایک شخص کی جو مصیبت زدہ ہوتا تھا۔ تہ دل سے مدد کرتے تھے۔ جو مظلوم فریادی آتا۔ اُس کی فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر سواروں کی فوج کو جنکے ہاتھ میں برچھی مخصوص ہوتی تہی ساتھ لیکر حمایت کرتے۔ اِسلیئے یہ بھگت وچھل کے نام سے مشہور تھے۔ چنانچہ ابتک اُس گرد نواح کے ہر ایک دیہہ میں اُن کی مورتیں مع سواروں کے بنی ہوئی موجود ہیں۔ اور وہاں کے لوگ وچھل مہاتما کے نام سے اُن کی پرستش کرتے ہیں۔ دودہ وغیرہ چڑہاتے ہیں۔ پھر یہ **نیجے راج** اپنے لڑکے کو (جسکی اولاد کے پرتاب سنگھ وغیرہ رئیس امرکوٹ میں ابتک موجود ہیں۔) راج پاٹ کا انتظام سپرد کر کے مثل بھرتھری وغیرہ کے خود تارک ہو کر منڈن نامے رِشی سے اُپدیش لیکے ہمالیہ پہاڑ پر ہیم کوٹ کے مقام میں تپسیا کرنے چلے گئے۔ جہاں سے اِن کو اکال پرکھ نے اپنے خاص بیٹے کا خطاب دیکر پھر دنیا میں سچا اور قدرتی مذہب خالصہ پنتھ کا چلانے کے لیئے بھیجا۔

اِنہوں نے **گورو تیغ بہادر صاحب** کے یہاں ۱۳۱۔ پوس سمت ۱۷۲۳ بکرمی کو سنیچر کے دن آدہی رات کے وقت شہر پٹنہ میں بعہد **عالمگیر** پادشاہ جنم لیا۔ اور پانچ برس کی عمر تک وہیں ہر طرح کے ناز و نعم میں پرورش پائی۔ لڑکوں کے ساتھ جو کھیل کھیلتے۔ اُس میں عموماً پادشاہوں کی نقل کرتے۔ یعنی چند لڑکوں کی فوج بناتے۔ اور آپ گھوڑے پر سوار ہو کر بادشاہ بنتے۔ کبھی سرکنڈے کے تیر کمان بنا کر اُن سے کھیلتے۔ کبھی بندوق چلانے کی نقل کرتے۔ کبھی مسند پر بیٹھکر حکومت کرتے۔ غرضیکہ اسی قسم کے عجیب عجیب کھیل کھیلتے اور اپنے سب ہمعصر لڑکوں کے ساتھ نہایت اخلاق اور محبت سے پیش آتے۔ عموماً زبان سے جو کچھہ کہدیتے۔ وہی ہوجاتا۔

پھر جب اِن کے والد ماجد **گورو تیغ بہادر صاحب** نے وہاں سے اِن کو انندپور اپنے پاس بلا بھیجا۔ تو راہ میں بنارس مرزاپور۔ الہ آباد۔ اجُدہیا جی وغیرہ ہوتے ہوئے جب یہ موضع لکھنو ضلع انبالہ میں پہنچے۔ تو وہاں جھنڈو نامی مسند (کارپرداز) نے اِن کو اپنے مکان پر ٹھہرالیا۔ اور کچھہ عرصہ تک یہ وہیں رہے۔

وہیں پر ایک اور پیر **سید بھیکھ** اُس زمانہ کے ایک نہایت روشنضمیر فقیر ساکن موضع گھڑام نے (جو اُس گرد نواح میں اُن دنوں **پیر الف الدین** ساکن ساڈہورہ کے ساتھ گشت کرتے پھرتے تھے۔) اِن کو لڑکوں کے ساتھ کھیلتے دیکھکر لوگوں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۲) قسم کی شکایت لکھی ہے۔ یہاں پر مہاکال کو سوائے کڑاہ پرشاد کے اور کسی چیز کا بھوگ نہیں لگتا۔ یہ وہی مقام ہے جسکی بابت درون پرب مہابھارتھ میں یوں لکہا ہے۔ کہ جب راجہ جیدرتھ نے ارجن کے بیٹے ابہمنو کو ماردیا تو ارجن نے قسم کہائی۔ کہ میں بغیر انتقام لیئے۔ یعنی جیدرتھ کو مارے پانی تک نہیں پیونگا۔ تب کرشن جی نے کہا۔ کہ جب تک برہم لوک سے مہاکال کا دہنک (کمان) نہ آوے۔ جیدرتھ کا مارا جانا مشکل ہے۔ تب کرشن جی ارجن کو اسی مقام پر لیگئے۔ ارجن نے مہاکال کی اُپاشنا کر کے دہنک حاصل کیا۔ اور اُس سے جیدرتھ کو مارا۔ ہمالیہ پہاڑ پر اُترا کھنڈ کے بشندے اپنے تئیں دیوتا کہتے ہیں۔ اور یہاں کے لوگوں کو مرتو لوک کے آدمی پکارتے ہیں۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہنود کے پورانوں میں ہر جگہ برہم لوک

سے پوچھا کہ یہ کس کے لڑکے ہیں؟ اور جب حال معلوم ہوا۔ تو دو ہانڈی مٹھائی کی منگوا کر دونوں ہاتھوں پر رکھ کے آپ کے روبرو پیش کیں۔ انہوں نے دونوں کو قبول کر لیا۔ مگر انہوں نے فقیر کے دلی مقصد کو سمجھکر ایک دوسری مٹھائی کی ہانڈی اپنے پاس سے منگا کر ان دونوں کے درمیان رکھدی جسکا مطلب یہ تھا۔ کہ ہندو اور مسلمان دونوں کو ہم یکساں سمجھکر تیسرا اور ایک نیا فرقہ خالصہ پنتھ قایم کریں گے۔ فقیر جس نے جدا جدا دو ہانڈیوں میں مٹھائی پیشکش کرنے سے ہندو اور مسلمان دونوں کا سوال پیش کیا تھا۔ یہ جواب سن کر قایل ہو کے واپس چلا گیا۔ اور یہ تھوڑے دنوں بعد انندپور میں اپنے والد بزرگوار کے پاس تشریف لے آئے۔

یہاں پر لاہور کے قافلہ کے ساتھ ایک شخص ہر جس نامی قوم سوبھکیا کھتری نے **گورو تیغ بہادر صاحب** ان کے باپ سے دست بستہ عرض کی۔ کہ میں اپنی لڑکی مسماۃ جیتو کی شادی آپ کے شہزادہ بلند اقبال کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم گستری منظور فرمایئے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ بارات لاہور آوے۔ ہر جس کے جواب میں انہوں نے یہ فرمایا۔ کہ اب ہمارا جانا لاہور کیطرف محال ہے۔ تم وہاں سے ساز و سامان سب لے آؤ۔ ہم تمہارے لیئے اگر کہو گے تو یہیں نزدیک ایک دوسرا لاہور آباد کر دیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا۔ کہ انندپور سے شمال کیطرف سات آٹھ کوس کے فاصلہ پر ان کے لیئے لاہور کے نام سے ایک جدید گاؤں خوشنما بازار وغیرہ سے رونق دیکے آباد کر دیا۔ ہر جس کھتری لاہور سے کل ساز و سامان شادی کا مہیا کر کے معہ اپنے کل خاندان اور رشتہ داروں کے وہاں آگیا۔ اور ۱۵ جیٹھ سمت ۱۷۳۰ بکرمی شادی کی تاریخ مقرر ہوئی۔

الغرض **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی شادی کی ہر طرف دھوم مچ گئی۔ ہر سمت سے صدائے نوشا نوش آنے لگی بلبل گل سے ہم آغوش ہونے لگی۔ آب فوارہ خوشی سے اچھلنے لگا۔ نظارہ مہرویاں سے دل بہلنے لگا مسرت کا فلک پُر دماغ ہو گیا بادہ عشرت سے لبریز دل کا ایاغ ہو گیا۔ ہر جانب سے صدائے نوید مستعد شگفتگی اظہار امید۔ سامان عیش کی ندا تھی۔ ہل من مزید کی صدا تھی۔ غم کوسوں دور۔ بزم سور و سرور۔ تہنیت شادی کا پیام تھا۔ مژدہ وصل کا سر انجام تھا۔ گلرویان چمن ہر صفت میں معروف تھے۔ نوجوانان گلشن نوشا نوش میں مشغوف تھے۔ آئیے آئیے تشریف لائیے۔ کرم فرمایئے۔ کلبہ احزان کو رشک ارم بنایئے سب کی زبان زد تھا۔ ایک عجیب خوشی کا مقام تھا۔ ماں باپ دو لوں پھولے نہیں سماتے تھے۔ اپنے لڑکے کے سر پر سے اشرفیاں نوچھاور کرتے تھے۔ الغرض تاریخ مقررہ پر **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے سر پر موتیوں کا سہرا زینت دستار کیا گیا۔ سامان عیش تیار کیا گیا۔ بڑی دھوم دھام سے بارات چڑھی۔ آگے آگے باجے اور تاشے کی آواز۔ اسکے پیچھے سامان رقص و مطربان کا ساز باز۔ عمدہ عمدہ قیمتی زیورات سے مرصع گھوڑوں کی رفتار۔ رتھوں کی جھنکار۔ ہر طرف سے چلو چلو بڑھو بڑھو کی تکرار۔ ہاتھیوں کی قطار۔ آتشبازی کی بھرمار۔ پھولجھڑی۔ انار۔ گولا۔ ماہتابی کی بہار۔ چار سُو سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۳) اور دیو بھومی کا ذکر آیا ہے۔ وہ شاید یہی اُترا کھنڈ ہمالیہ پہاڑ سے نسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ دیو بھومی کے جو جو اوصاف لکھے ہیں وہ سب یہیں ہمالیہ پہاڑ پر اترا کھنڈ وغیرہ جیسے مقامات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ دریائے گنگا کا نکاس برہم لوک سے پورانوں میں لکھا ہے۔ اور اب تحقیقات سے معلوم ہو گیا ہے۔ کہ گنگا ہمالیہ پہاڑ سے نکلتی ہے۔ بیاس جی نے شومیر پربت کی جو بہت سی تعریف لکھی ہے۔ وہ بھی تحقیقات سے معلوم

مرغان خوشنوا کی پکار۔ پھولوں کی بہار۔ چنبیلی۔ جوہی۔ موتیا۔ ہار سنگار۔ اُسکے بعد نوشہ کا خراماں خراماں باد رفتار۔ جس کے حسن کے آگے قمر بھی شرمسار۔ ہاتھوں میں تلوار گلے میں موتیوں کا ہار۔ ساتھ میں ہمعمر لڑکے سوار۔ غرضیکہ عجیب شان و شوکت اور عجب لیل و نہار سے بارات لڑکی والے کے دروازہ پر پہنچی۔

بارات کی سج دھج کو دیکھکر ہر جس کھتری اور اُسکے برادری کے لوگ مارے خوشی کے جامہ میں نہ سماتے تھے۔ نوآباد لاہور میں تماشائیوں کی یہ کیفیت ہو گئی۔ کہ ایک دوسرے پر گرتا تھا۔ کوٹھوں پر مستورات کا الگ ہجوم تھا۔ کوئی سُہاگ گاتی تھی۔ کوئی ٹھٹھنی دیتی تھی۔ کوئی دوڑ کر نوشہ کی ساس کو مبارک باد دیتی تھی۔ کوئی دلہن کو مارے خوشی کے گلے لگاتی تھی۔ کوئی سر چومتی تھی کوئی اسیس دیتی تھی کوئی ناز سے چٹکی بھرتی تھی۔ کوئی بارات کی تعریف کرتی۔ کوئی نوشہ پر قربان ہوتی۔ کوئی آتشبازی پر فدا ہوتی۔ غرضیکہ عجیب کیفیت تھی۔ نوآباد لاہور نے پورانے کو بھلا دیا تھا۔

پہلے ملنی کی رسم ادا ہوئی۔ پھر دولہا عقد کے لیئے اندر بلایا گیا۔ اور بارات کو باہر اوتارا گیا۔ ہر جس نے بھی بارات کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ ایک عرصہ تک بارات کو وہیں رکھا۔ ہر روز اُن پر رنگ ڈالتا۔ اور کہتا کہ دوسرے روز پھر کپڑے بدل کر آؤ۔ قسم قسم کے کھانے اور مٹھائیاں باراتیوں کے آگے رکھتا۔ پوری۔ کچوری۔ حلوا۔ بالوشاہی۔ گلاب جامن۔ برفی۔ پیڑا نان ختائی۔ ریوڑی۔ سمبوسا۔ سیپو۔ دال۔ شکر پارے۔ قلاقند۔ سوہن حلوا۔ جلیبی۔ امرتی۔ موتی چور کے لڈو وغیرہ ہر قسم کی میٹھی سلونی چیز بارات کو تواضع کرتا۔ جہیز میں بھی زیور کپڑا۔ اونٹ گھوڑا۔ سونے چاندی کے برتن۔ پلنگ پیڑہا۔ بہت کچھہ اپنی حیثیت سے بدرجہا زیادہ دیا۔ اور کوئی حوصلہ یا ارمان دل کا باقی نہ چھوڑا ہر قسم کا سامان مہیا کر کے کنّیا دان دیا۔ اور خوشی خوشی بارات کو رخصت کیا۔

کوتہ کلام اِن کی شادی ہو گئی اور یہ ڈولہ لیکر واپس اننندپور تشریف لائے۔ اِن کی والدہ نے اِن کے اور دلہن دونوں کے سر پر سے حسب دستور پانی وار کر پیا۔ اور اشرفیاں نوچھاور کر کے انعام و اکرام میں تقسیم کیں۔ ہر طرف سے مبارک! مبارک!! کے نعرے چھوٹے۔ ہر ایک نے فصلِ بہار کے مزے لوٹے۔

غزل

نوید باد کہ آئی ہے بہر کے فصلِ بہار
کہ کر رہی ہیں عروسانِ باغ اپنا سنگار
اُدھر بنفشہ ہے مصروف کنگھی چوٹی میں۔

صلائے عام کہ سامانِ عیش ہے تیار۔
اِدھر لگایا ہے نرگس نے آنکھ میں سرمہ۔
اُدھر سنگار میں مشغول اپنے ہار سنگار۔

زہے مقام تعیش زہے مقام سرور۔
اُدھر سے چمپا دکھاتی ہے چمپتی کی بہار۔
اِدھر کو دیکھو چمبیلی ہے چاؤ میں آئی ہوئی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۴) ہٹوا۔ کہ اِسی ہمالیہ پہاڑ کا نام ہے۔ سنسکرت میں "ہنو" کے معنی بڑے کے ہیں۔ اور "میر" پہاڑ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ ہمالیہ پہاڑ دنیا کے تمام پہاڑوں سے اونچا ہے۔ اور سات چوٹیاں بھی اسی کی ہیں ۱۲۔

اُدھر خوشی سے لگائے ہوئے ہے دانت انار	چمن میں جا کے جو دیکھا عجب لطافت ہے	کہ چار سو میں ہے مرغانِ خوشنوا کی پکار
اِدھر ہیں نغمہ سرائی میں مطربانِ چمن -	اُدھر ہے فرطِ تعیش سے گرم رقص اشجار	اِدھر لبوں پہ ہے مستی لگائی سوسن نے
اُدھر کو غنچہ کا منہ چومتی ہے بادِ بہار -	عجب خوشی کی راتیں عجب خوشی کا ہے دن -	عجب خوشی کی ہیں گھڑیاں عجب ہے لیل و نہار

غرض دو سال تک تو نہایت امن اور چین سے گذری مگر اس کے تھوڑے ہی دن بعد زمانہ نے رنگ بدلا - فلک نے سیاہ لباس پہنا یعنی **گورو تیغ بہادر صاحب** ان کے باپ ان کو سارا کام سپرد کر کے دہلی کیطرف چلے گئے - اور وہاں **اورنگزیب** ظالم کے پنجے میں پھنس کر دھرم کے پیچھے اپنے آپ کو قربان کر دیا - جب یہ خبر وحشت اثر ان کو ملی - اور جیون رنگڑ بیٹے نے ان کے باپ کا سر مبارک سامنے لا رکھا - تو دیکھکر **اورنگزیب** کی اِس ستمگاری پر دست تاسّف ملا - اور نہایت مستقل مزاجی سے ذیل کے اشعار ہندی میں بار بار زبان پر لائے ؎

سادھن ہیت اتی جن کری - سیس دیا پر ہی نہ اُچری - دھرم ہیت ساکہ جن کیا - سیس دیا پر سرڑ نہ دیا ؏

ਸਾਧਨ ਹੇਤ ਇਤੀ ਜਿਨ ਕਰੀ । ਸੀਸ ਦੀਆ ਪਰ ਸੀ ਨ ਉਚਰੀ । ਧਰਮ ਹੇਤ ਸਾਕਾ ਜਿਨ ਕੀਆ
ਸੀਸ ਦੀਆ ਪਰ ਸਿਰਰੁ ਨ ਦੀਆ ।

پھر چتا بنا کر سر کا داہ کر کے اُن کی یادگار میں ایک ڈیرہ بنوا دیا - اور شاکر برضا ہو کر اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کی فکر میں کمر بستہ ہوئے - اور جابجا اپنے دادا **گورو ہرگوبند صاحب** کی طرح عمدہ عمدہ گھوڑے اور اسلحہ مہیّا کرنے کے لیئے سکھوں کو لکھ بھیجا -

ان کو بھی اُنہی کی طرح گھوڑے کی سواری - سکھوں کی مددگاری - نیزہ بازی - تیر اندازی زور آزمائی اور شکار وغیرہ کا از حد شوق تھا - اور غایت درجہ کے جوانمرد و عالی حوصلہ تھے - شجاعت اور طاقت میں ارجن و بھیم سے بھی سبقت لیگئے - بیدار مغزی و مستقل مزاجی - فیاضی اور مہمان نوازی سب میں لاثانی تھے - طبیعت نہایت دقیقہ رس اور زود فہم تھی - شعر و سخن کا بھی مذاق تھا - غرض علم و ہنر کے قدردان - اخلاق و تمدن کی کان - عبادت اور ریاضت میں قابل بیان - نہایت خوش الحان انصاف پسند دانشمند ہر امر میں چاک چوبند تھے -

اب انہوں نے ہر طرح کا سامان حرب مہیا کر کے شاہانہ ٹھاٹھ بنایا - اور ہندوؤں کی دستگیری کا بیڑا اُٹھایا - اِسی اثنا میں
۱۱ - مگہر سمت ۱۷۳۳ بکرمی کو راجہ رتن رائے خلف راجہ رام رائے والی ملک آسام (جو **گورو تیغ بہادر صاحب** ان کے والد کی دعا سے پیدا ہوا تھا - اور حسب پیشینگوئی اُس کی پیشانی پر بائیں طرف مہر کا نشان لگا تھا) ہر قسم کے تحفہ تحایف لیکر ان کے درشنوں کو انندپور میں آیا - اور ایک پنچ کلا ہتھیار (جس میں برچھی بندوق - گرز - پیش قبض - کلہاڑہ یا پانچ ہتیار کسی کیطرح شامل تھے -) اور ایک چوکی صندل کی (جس کے چاروں کونوں میں یہ صفت تھی - کہ جب اُس پر **گورو گوبند سنگھ صاحب** بیٹھکر نہاتے تو چاروں گوشوں سے چار پتلیاں نہایت خوبصورت بنی ہوئیں خود بخود نکل کر حاضر خدمت

ہوجائیں) اور پانچ راس گھوڑے نہایت بیش قیمت بادرفتار زردوزی زین وزیورات طلائی سے مرصع وایک زنجیر فیل تعلیم یافتہ۔ جس کے شانوں پر سفید پھول کا سا داغ۔ اور پیشانی سے دُم تک سفید خط کا نشان موجود تھا۔ گورو گوبند سنگھ صاحب کے حضور بطور نذر پیش کیئے۔ ہاتھی کی صفت میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ ایسا سدھایا ہوا تھا۔ کہ چلتے ہوئے تیر کو اٹھا لاتا۔ جوتا جھاڑکر مالک کے سامنے رکھ دیتا۔ گنگا ساگر سونڈ سے پکڑ کر پانی دیتا۔ جنگ میں تلوار چلاتا۔ مشعل دکھاتا۔ چنور کرتا۔ علاوہ اس کے بہت کچھہ نقد وزر بھی نذر گذرانا۔ جسکو گورو گوبند سنگھ صاحب نے بڑی خوشی سے قبول کیا۔ اور راجہ کو ایک مدت تک اپنے پاس رکھکر سیر وشکار کی بہار دکھاکر اور معاملات دینی ودنیوی دونوں کی تعلیم دیکر رخصت کیا

اِسکے بعد میلہ بیسا کھی سمت ۱۷۳۸ بکرمی کو ایک سکھ دونی چند نامی قوم کھتری ساکن شہر کابل نے اِن کی خدمت میں آکر ایک پشمینہ کا نہایت عمدہ کار چوبی خیمہ اور ایک قنات معہ دیگر تحفہ جات سمور وغیرہ اور بہت سے نقد وجنس کے نذر کیا۔ جسکو دیکھکر یہ بہت خوش ہوئے۔ اور اُسکو اپنے ہر ایک طرح کے سچے اور پریم بھرے اُپدیش سے بہرہ ور کیا۔

پھر اسی سال میں ایک شکارپوریہ سیٹھ گلن مل نامی معہ اپنے ہمراہیوں کے اِن کی خدمت میں مبلغ ۱۰۰۰۰ روپیہ کی اشرفیاں بابت دسوندھ کے لیکر حاضر ہوا۔ اور اُسکے ہمراہیان نے بھی ہزارہا روپیہ جُدا چڑھایا۔ غرضیکہ ہر سمت سے اِسیطرح اِن کے مرید لوگ عمدہ عمدہ گھوڑے اور ہر قسم کے ہتھیار وتحفہ جات لیکر آنے لگے اور بیشمار روپیہ پیسہ چڑہانے لگے۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ امیر کبیر ہو گئے۔ اور تمام عالم میں اِن کا شہرہ ہو گیا۔ دن بدن اِن کی اسقدر ترقی دولت اور عظمت کو دیکھکر راجہ بھیم چند کھلوریہ "جو اب بلاسپور کی ریاست مشہور ہے" اِن کے ملاقات کو آیا۔ اور پرشادی ہاتھی کو دیکھکر اُسپر فریفتہ ہو گیا۔ ہرچند چاہا۔ کہ گورو گوبند سنگھ صاحب اُسکو دیدیں۔ مگر اُنہوں نے بالکل انکار کیا۔ راجہ کو یہ امر سخت ناگوار گذرا اُدھر سوڈھی صاحبان جو اُن سے دلی حسد رکھتے تھے۔ اُنہوں نے بھی موقع پایا۔ راجہ کے دل کو بہت بہکایا۔ مگر کچھہ پیش نہ گئی۔ کیونکہ راجہ اِن کی قوت اور حوصلہ سے کسی طرح پر غافل نہیں تھا۔ خوب جانتا تھا۔ کہ اگر ذرا بھی سر اُٹھاؤنگا۔ تو وہیں نتیجہ دیکھو نگا۔ اِسلیئے خاموش ہو رہا۔ لیکن کچھہ عرصہ بعد جب اُس کے لڑکے کی شادی کا (جو راجہ فتح شاہ سرینگر والے کی دختر سے قرار پائی تھی) موقع آیا۔ تو اُس نے بارات کی زیبایش کے بہانہ سے منگا کر ہاتھی کو لینا چاہا۔ اور پیغام بھیجا۔ مگر چونکہ گورو گوبند سنگھ صاحب بڑے دوراندیش اور معنی رس النسان تھے۔ وہ اُس کے اصل مطلب کو فوراً سمجھہ گئے۔ اور اُس کے دلنوں میں نہ آئے۔

پھر راجہ خود اُسکے پاس آیا۔ اور اُسی بہانہ سے پھر دوبارہ طلب کیا۔ مگر ظاہرا گورو گوبند سنگھ صاحب نے اُن کی ہر طرح سے خاطر وتواضع کی۔ اور سیر وشکار میں لے گئے۔ لیکن جب ہاتھی کی بابت ذکر آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ہاتھی سکھوں نے صرف گوروؤں کی سواری کے لیئے مخصوص کر رکھا ہے۔ اِسواسطے ہم اِسے علیحدہ نہیں کر سکتے۔

یہ سنتے ہی راجہ اپنے تئیں سنبھال نہ سکا۔ فوراً بول اُٹھا کہ خیر عاریتاً تو نہیں دیا۔ مگر یہ ہاتھی تم سے بزور لیا جاویگا۔ اور آپکو

ہمارے علاقہ میں رہنا بھی دشوار ہو جائیگا۔

اِس کے جواب میں **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے فرمایا۔ کہ جو حکم اکال پورکھ کا ہوگا وہی ہوگا۔ تیرا کیا کچھہ بھی نہیں ہو سکتا جسپر راجہ مغلوب الغیظ ہوکر واپس چلا گیا۔ اور ماگھ سمت ۱۷۴۳ بکرمی میں ان پر حملہ آور ہوا۔ اِنہوں نے نہایت مستقل مزاجی سے اُسکا مقابلہ کیا۔ اور تھوڑی ہی دیر کے جنگ میں اُسکو پسپا کر دیا۔ تمام اسباب و زر لٹا کر پیچھے بھاگ گیا۔ حالانکہ دوبارہ بھی حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر لڑکے کی شادی کا موقع نزدیک آجانے کی وجہ سے خاموش ہو رہا۔

اِس کے بعد ۸ جیٹھ سمت ۱۷۴۱ بکرم کو ناہن والے راجہ میدنی پرکاش نے جو راجہ بھیم چند کہلوریہ سے دلی رنج رکھتا تھا۔ مگر گورو صاحب کا از حد معتقد تھا۔ انکو اپنے پاس شکار وغیرہ کھیلنے کے واسطے بلا لیا۔ اور یہ بھی وہاں جاکر اُسکے ہمراہ نہایت خوشی سے سیر و شکار وغیرہ میں مصروف رہے۔ اور کچھہ دنوں بعد موقع پاکر سرنگر کے راجہ فتح شاہ کو جو ان کا معتقد تھا۔ مگر راجہ ناہن سے خصومت رکھتا تھا۔ بلا بھیجا۔ اور دونوں راجاؤں کا باہم صلح اور مصافحہ کرا دیا۔ اور جب شکار میں جاتے۔ تو دونوں راجاؤں کو اپنی شجاعت اور بہادری کے کرتب دکھلاتے۔ تلوار اور تیر دونوں سے شیروں کا شکار کرتے۔ اِسی اثناء میں کاتک سمت ۱۷۴۲ بکرمی میں حسب درخواست راجہ ناہن اُسکے علاقہ میں ایک خوش قطعہ زمین پسند کرکے پاونٹہ نام کا ایک گانوں آباد کیا۔ اور مع سکھوں کے وہیں اپنی سکونت اختیار کی۔ قبایل کو بھی انندپور سے وہیں بلا لیا۔ اور تعمیر قلعہ میں جسکا نشان ابتک موجود ہے۔ مشغول رہنے لگے۔

اُنہی ایام میں سید بدھو شاہ فقیر قصبہ ساڈھورہ سے ان کو ملنے آیا۔ اور معرفت الٰہی و عشق حقیقی کا باہم خوب چرچا کیا۔ پھر رام رائے جی **گورو ہر رائے صاحب کے** عاق شدہ فرزند بھی اُنہی دنوں میں ان سے ملنے کو تشریف لائے۔ اور بھادوں سمت ۱۷۴۱ بکرمی کو دریائے جمن کی سطح پر کشتی میں بیٹھکر ان سے ملاقی ہوئے۔ عرصہ تک باہم اختلاط و ارتباط کی گفتگو رہی۔ پھر جب رام رائے صاحب نے رخصت ہوتے وقت یہ عرض کیا۔ کہ آپ نہایت لایق اور سچے گورو ہیں براہ کرم ہمارے گھر کو خاص اپنا سمجھکر مدد فرماتے رہا کریں۔ جسکو گورو صاحب نے بسر و چشم منظور کرکے اُنہیں رخصت کیا۔

اِسی اثناء میں اُنہوں نے سرداران کالے خاں و نجابت خاں و حیات خاں و بھیکن خاں وغیرہ باشندگان قصبہ داملہ کو معہ پانچ سو سواروں کے جو بادشاہی عتاب میں آکر بھاگے بھاگے پھرتے تھے۔ اور کوئی راجگان راجپوت میں سے اُن کو مارے خوف کے پناہ نہیں دیتا تھا۔ سید بدھو شاہ صاحب کی سفارش پر اپنے پاس نوکر رکھ لیا۔

پھر کاتک میں موچن کپال تیرتھ کے میلہ پر تشریف لیگئے۔ اور وہاں جاکر اپنا لنگر جاری کر دیا۔ گرد نواح کے مسند اکار پرداز لوگ سکھوں کو ہمراہ لیکر ان کے درشن کو آئے۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق بہت کچھ نقد و زر نذر گذرانا اُسوقت جب مسندوں کو رخصتانہ میں سر پاؤ دینے کے لیئے وہاں سے کچھہ دستیاب نہ ہو سکا۔ تو گورو گوبند سنگھ صاحب نے عام حکم دیدیا۔ کہ جو کوئی میلہ میں تیرتھ کے نزدیک پاخانہ بیٹھے۔ اُس کی جرمانہ میں پگڑی اُتار لو۔ اور اِسی طرح

سے جسقدر دستیاب ہوئیں۔ وہ دہوبی سے دہلا دہلا کر مسندوں کو رخصتانہ میں دیگئیں کہتے ہیں کہ اس میلہ میں بہت سے مشہور مشہور سادہو اور فقیر مثل راجن راج۔ راہد کا داس۔ لکڑ داس۔ شاہ ابوالصابری سہارنپوری وبدہو شاہ سادہوریہ وغیرہ بھی ان سے وہاں ملکر معرفت الٰہی کے مذاق سے بہت ہی خوش ہوئے۔

جب میلہ ختم ہونے پر یہ پانوٹہ میں واپس آئے۔ تو مسماۃ پنجاب کور اہلیہ رام رائے ساکن ڈیرہ دون کا یہ پیغام پہنچا۔ کہ مسندوں نے اُن کے شوہر کو دیدہ و دانستہ زندہ جبکہ وہ حالت حبس دم میں تہے۔ مردہ مشہور کرکے جلادیا ہے۔ آپ اسکو سنتے ہی معہ پانچ سو سواروں کے وہاں پہنچے۔ اور اُن اکتالیس الٰہ مسندوں کو جنہوں نے ایسا نالایق فعل کرکے بہت سامال واسباب اُنکا تغلب کرلیا تھا۔ گرفتار کرکے فوراً واصل جہنم کیا۔ اور پنجاب کور کو رام رائے کی جگہ پر بیٹھا کر ایک لایق سربراہ کو کل کام سپرد کرکے واپس تشریف لے آئے۔

بیان کیا گیا ہے۔ کہ جہاں یہ اپنے فرقہ کو جنگجو بنایا چاہتے تھے۔ وہاں ان کو انہیں علم سکہلانے کا بھی شوق تھا۔ علم کی بہت قدر کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ اِن کے فرقہ کے لوگ علم جیسی نعمت عظمیٰ جسکے بغیر انسان بالکل مثل حیوان ہوتا ہے۔ نے بہرہ نہ رہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے چند مریدوں کو رگھوناتھ پنڈت کے پاس جو اکثر اِن کو دیوی بھاگوت کی کتھا سنایا کرتا تھا سنسکرت پڑھنے کے لیئے بھیجا۔ مگر پنڈت صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ کے سکھ عموماً جاٹ۔ کھتری۔ بڑھئی۔ کلال وغیرہ شودر قوم سے ہیں۔ اِن کو وید شاستر پڑہنے کا کسیطرح پر حق حاصل نہیں ہے۔ پنڈت صاحب کا یہ بیہودہ اور خود غرض جواب اُن کو نہایت ہی ناگوار گذرا۔ اور آپ نے اُسیوقت خفا ہو کر فرمایا۔ کہ جس علم کو تمہاری قوم نے اپنا روزگار سمجھکر دوسروں کے لیئے حرام ٹھہرا رکھا ہے اور جن سکھوں کو تم بلحاظ قوم اور ذات حقیر سمجھتے ہو۔ وہی اب ایشور کے حکم سے ایسے پنڈت ہوں گے۔ کہ تمہاری قوم کے لوگ بھی اُنہی سے سیکھا کریں گے۔ اور اُسیوقت اُنہوں نے پانچ سکھوں کو جو بعد میں امرت چھک کر بھائی رام سنگہ۔ کرم سنگہ۔ گنڈا سنگہ بیر سنگہ و سوبھا سنگہ کے نام سے نرملہ پنڈت مشہور ہوئے۔ برہم چاری کے لباس میں سنسکرت پڑھنے کے لیئے کاشی جی بھیجدیا۔ جو آخر الامر اُن کے بخشش اور کرم سے بنارس میں چیتن مٹ کی جگہ (جہاں اب نرملہ سادہوؤں کا قیام ہے) رہکر سنسکرت کا علم بخوبی حاصل کرکے اعلےٰ درجہ کے پنڈت ہوکر سمت ۱۷۵۰ بکرمی میں انندپور کے مقام پر اُن کی خدمت میں واپس آئے۔ واقعی آجکل نرملہ فرقہ کی علمی طاقت پر غور کرنے سے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی پیشینگوئی بخوبی ثابت ہوتی ہے۔

پھر اُنہی لوگوں سے بہت سی سنسکرت کی کتابوں کا مثل بھاگوت۔ مہابھارت۔ وشنو بھاگوت۔ اوپنشد وبھوج پربندہ وغیرہ کے بھاشا میں ترجمہ کراتے رہے۔

اسی اثناء میں ۹ بیساکھ سمت ۱۷۴۲ بکرم کو جب راجہ بھیم چند اپنے لڑکے کی شادی کرنیکو راجہ فتح شاہ والی سرینگر کے یہاں بڑی دہوم دہام اور شان وشوکت کے ساتھ بارات لیکر پہنچا۔ تو **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے بھی اُدھر اپنے دیوان نند چند کو بہ ہمراہی دو سو سوار ایک لاکھ کے تحفہ دیکر راجہ فتح شاہ کے پاس تُوید دینے کے لیئے بھیجا۔ جسکے دیکھتے

ہی راجہ بھیم چند کھلوریہ چل گیا۔ اور راجہ فتح شاہ سے کہنے لگا کہ دیکھو گورو گوبند سنگھ ہمارا دشمن ہے۔ اگر تم اس سے میل ملاپ رکھوگے۔ یا اسکا ٹونیہ قبول کروگے۔ تو ہم تمہارا ڈولہ یہیں چھوڑ جائیں گے۔ اب راجہ فتح شاہ کو خواہ نخواہ اپنے سمدہی کی خاطر تنبول سے انکار کرنا پڑا۔

الغرض جب اس نے سب راجاؤں کے سامنے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کا تحفہ لینے سے انکار کیا۔ تو دیوان نند چند کو ازحد ناگوار گذرا۔ اور اس سے خاموش نہ رہا گیا۔ اس نے فوراً اپنے ہمراہیوں سے کھاٹ وجہیز کے کل سامان کو ایک اشارہ میں لٹوا لیا۔ اور فوراً گورو صاحب کی خدمت میں واپس آگیا۔ راجگان کی فوج نے تھوڑی دور تک تعاقب کیا۔ مگر ناکامیاب رہے آخر کو راجہ بھیم چند کھلوریہ۔ راجہ کرپال چند کٹوچیہ۔ راجہ کیسری چند جسوالیہ۔ راجہ سکھدیال جسروٹیہ۔ راجہ ہری چند ہنڈوریہ راجہ پرتھی چند ڈڈوالیہ و راجہ فتح شاہ سرینگریہ وغیرہ سب راجا آپس میں ملکر بہ جمعیت دس ہزار فوج **گورو گوبند سنگھ صاحب** پر حملہ آور ہوئے۔ اُدھر یہ بھی دو ہزار کی جماعت ساتھ لیکر ۱۷۴۲ء بیساکھ سمت ۱۷۴۲ بکرمی متصل موضع بہنگانی آگے سے چار کوس کے فاصلہ پر مقابلہ میں آکھڑے ہوئے۔ جمنا اور گری ندی کے درمیان میں کھیت پڑا۔ جانبین سے لڑائی شروع ہوگئی۔ دن دن بندوقوں کے فیر ہونے لگے۔ سن سن تیر چلنے لگے۔ کھٹا کھٹ تلوار بجنے لگی۔ ابھی خفیف سی لڑائی ہوئی تھی۔ کہ پانچسو اُداسی ساد ہو جو ہر روز گورو صاحب کا حلوا اور منڈا اُڑاتے تھے۔ دُم دبا کر چپکے سے رات کو بھاگ گئے صرف کرپال داس مہنت معہ پانچ کس فقرا کے رہ گیا۔ دوسرے روز کالے خاں وغیرہ سرداران بھی معہ پانچسو سواروں کے نمکحرام ہو کر گورو صاحب کا خزانہ لوٹنے کی طمع میں مخالفین سے جا ملے۔ لیکن جب ان کی نمک حرامی کا حال بدھو شاہ کو جنکی سفارش سے گورو صاحب نے ان کو رکھا تھا۔ معلوم ہوا۔ تو وہ اسی وقت دو ہزار سوار و پیادہ کی جماعت لیکر فوراً ان کی مدد کے لیئے آپہنچا۔ اس کے آتے ہی میدان خوب گرم ہوگیا۔ لعل چند حلوائی۔ نند لعل ساہی۔ مہنت کرپال داس صاحب چند ان کا ماموں کرپال چند۔ دیوان نند چند۔ ماہری چند۔ بھائی اُسیگو۔ بھائی جیت مل گلاب رائے۔ گنگا رام دیا رام۔ بھائی جیون وغیرہ ان کی طرف کے بہادران خوب جانیں توڑ توڑ کر لڑے۔ گولی اور تیروں کے مینہ برسا دیئے خون کے پرنالے چلا دیئے۔ اچھے اچھے بہادروں اور دلاوروں کے منہ پھیر دیئے۔ غرضیکہ تین روز میدان جنگ کا یہی حال رہا۔ کوئی کسیطرف سے نہیں ہٹا۔ آخر کار کالے خاں و حیات خاں سرداران جو نمکحرامی سے اُدھر جا ملے تھے مہنت کرپال داس کے تیر سے جہنم رسید ہوئے۔ اور نجابت خاں لعل چند کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوا۔ مگر راجہ ہری چند جو ایک سخت برگزیدہ تیرانداز تھا۔ خاص گورو صاحب کے سامنے آیا۔ اور پہلے تیر سے ان کے گھوڑے کو ہلاک کرکے دوسرے سے ان کو بھی خفیف سا زخمی کیا۔ لیکن جب ان کی باری آئی۔ تو انہوں نے اپنے پہلے ہی تیر سے اسکا کام تمام کیا۔ اور دوسرے سے راجہ کیسری چند و سکھدیو چند کو سخت مجروح کیا۔ ان تینوں کا گرنا تھا کہ راجگان کوہستان کی سپاہ بالکل بے دل ہوگئی۔ اور مقابلہ کی تاب نہ لاسکی۔ آخر کار پیچھے کو بھاگ نکلی۔ گورو صاحب کی فوج نے کئی کوس تک اسکا

تعاقب کیا۔ اور بہت کو بیجان اور زخمی کیا۔ اُن کا جو کچہہ مال و اسباب تھا۔ وہ بھی لوٹ لیا۔ اگرچہ اسطرف کے بھائی سنگہ۔
جیت مل وغیرہ بہادران و بدہو صاحب کا بیٹا بھی کام میں آئے۔ مگر چونکہ فتح اسطرف کی ہوئی۔ اسوجہ سے چنداں اُن کا
افسوس نہ ہؤا۔ **گورو گوبند سنگہ صاحب** اسطرح پر پہاڑی راجاؤں کو شکست دیکر فتح کا ڈنکا بجاتے ہوئے
قلعہ پانوٹہ میں واپس تشریف لائے۔ اور سب بہادران کو خلعت فاخرہ دے دیکر رخصت کیا۔ ایک شانہ و نیم دستار اور
ایک حکمنامہ (سند) بدہو شاہ کو (جو ابتک اُس کے خاندان میں بطور یادگار موجود چلی آتی ہیں) اور نیم دستار مہنت کرپالداس
کو جنکی گدی کا مکان موضع ہیہر میں ابتک موجود ہے۔ مخصوص عطا کیا۔

اِس کے بعد یہ بموجب درخواست اپنی والدہ کے ۱۳ جیٹھ سمت ۱۷۴۳ بکرمی کو پانوٹہ سے موقبائل کے روانہ ہوکر مواضعات
لاہڑ۔ رائی کے۔ ورائے پور وغیرہ میں قیام فرماتے قصبہ انند پور اپنے اصلی مسکن پر تشریف لیگئے۔ یہانپر سکھوں کا قافلہ ہر
طرف سے اِن کی خدمت میں انواع انواع اقسام کے تحفہ تحائف لیکر آنے لگا۔ کوئی عمدہ عمدہ گھوڑے لاکر نذر کرتا۔ کوئی قسم قسم
کے ہتھیار۔ برچھی۔ ڈھال۔ تلوار۔ بندوق۔ کرابین۔ پیشقبض وغیرہ وغیرہ۔ کوئی کچہہ کوئی کچہہ۔ ایک کھتری سنگہ نے اپنی لڑکی
موسومہ سندری جی کا ڈولہ نذر کیا۔ جسکے ساتھ ۸ اساڑہ سمت ۱۷۴۳ بکرمی کو بڑی دہوم دھام سے شادی کی رسم ادا کی گئی۔
غرض اسیطرح ہر طرف سے سامان جنگ فراہم ہونے لگا۔ اور **گورو گوبند سنگہ صاحب** نے لوہگڈہ۔ انندگڈہ
پھول گڈہ۔ فتح گڈہ ناموں سے جابجا قلعے تعمیر کروانے شروع کیئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے اپنا کل ٹھاٹھ
شاہانہ بنالیا۔ دبدبہ سکندری دکھنے لگے۔ چور چکار۔ اُٹھائی گیرے۔ جیب کترے وغیرہ جو اُس گردنواح میں رہتے تھے۔
سب کو گرفتار کرکے ایسی ایسی سخت سزائیں دیں۔ کہ وے علاقہ چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور تمام علاقہ میں ایک امن
قایم ہوگیا۔ اسی اثناء میں ماگھ سدی پوہ سمت ۱۷۴۴ کو سندری جی کے شکم سے ایک بہادر دہرم پر جان قربان کرنے
ادہر راجہ بھیم چند وغیرہ نے بھی جب دیکہا۔ کہ اِن کی طاقت دبدن دوگنی چوگنی ہوتی جاتی ہے۔ اِن سے صلح کرلی
پھر تھوڑے دنوں بعد جب **اورنگ زیب** کو مہمات ملک دکن قلعہ گولکنڈہ وغیرہ سے فراغت ہوئی۔ تو اُس نے
اپنے فوجداران میاں خاں۔ الف خاں ذوالفقار خاں وغیرہ کو بہمراہی فوج کثیر راجگان کوہی پر جنہوں نے عرصہ دراز
سے خراج ادا نہیں کیا تھا۔ مامور کیا۔ میاں خاں خود تو جموں کیطرف چلا گیا۔ مگر الف خاں اپنے برادرزادہ کو راجگان
ناہن۔ کہلور۔ ہنڈور (نالاگڈہ) وچمبہ کی پاداش کے لیئے چھوڑ گیا۔ اِس نے فوراً نادون پہنچکر پھاگن سمت ۱۷۴۴ بکرمی میں
تمام پہاڑی راجاؤں پر اسقدر زور و دباؤ ڈالا۔ کہ تمام تہلکہ مچ گیا۔ الغرض فتح سنگہ جسروٹیہ۔ پرتھی چند ڈڈوالیہ۔ کرپالچند
کٹوچیہ۔ دیال چند کاٹ گڈہیہ۔ و راجہ رام چند کہلوریہ وغیرہ سب نے اتفاق کرکے نادون کے قریب بادشاہی فوج کا مقابلہ
کیا۔ مگر کجا بادشاہی قواعد دان فوج اور کجا یہ پہاڑی لوگ جنکا کوئی ساز و سامان درست نہیں تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں
ایک نہایت خفیف سے مقابلہ کے بعد میدان کی تاب نہ لاسکے۔ اور بھاگ نکلے

پھر راجہ بھیم چند و دیال چند وغیرہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی خدمت میں حاضر ہوکر امداد کے طلبگار ہوئے۔ اور مبلغ ضمنہ ۵۰۰۰ روپیہ نقد دیکر اُن کو اپنی کمک پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اُسی وقت اُنہوں نے اپنے بہادران دیوان نند چند و دیوان موہری چند و کرپال چند و دیا رام وغیرہ کو پانسو سوار دیکر اُن کی امداد کے لیئے روانہ کیا۔ جنہوں نے پہنچتے ہی ایک تھوڑے عرصہ میں بادشاہی فوج کی ساری چوکڑی بھلادی۔ اور بات کی بات میں اُن کا منہ پھیر دیا۔

مگر کہتے ہیں کہ راجہ کرپال چند کانگڑیہ۔ و راجہ ہری پور کی سازش سے بادشاہی فوج نے پھر حملہ کیا۔ جبپر راجہ دیال چند جاکر خاص **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو اپنے ہمراہ لے آیا۔ اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ ذکر ہے۔ کہ میدان میں راجہ دیال چند نے دشمن کی طرف فوج کی جماعت کثیر دیکھکر ہراساں ہوگیا۔ مگر **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اُسکو تسلی دی اور کہا۔ کہ گھبراؤ مت تمہارے دشمن کو تمہاری فوج اپنی سپاہ سے کئی حصے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اگر یقین نہیں ہے۔ تو ان پیپل کے درختوں کو جو ہماری طرف ہیں شمار کرکے دیکھ لو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جو اُن درختوں کو گنتا کسی سے ٹھیک نہ گنے جاتے۔ کوئی زیادہ گن جاتا۔ کوئی کم۔ یہ پیپل کے درخت ایک میدان میں اُس موقع پر ابتک کھڑے ہوئے ہیں اور اُن کے شمار کی ابتک وہی عجیب کیفیت ہے۔ صحیح شمار نہیں ہوسکتا۔ کبھی ایک درخت کم ہوجاتا ہے۔ کبھی بڑھ جاتا ہے۔ غرضیکہ میدانِ جنگ خوب گرم ہؤا۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے بادشاہی فوج کو اپنی شجاعت اور بہادری کے خوب ہاتھ دکھلائے۔ اِس زور شور سے تیر برسائے۔ کہ دشمنوں کے خون سے دریا بہہ اُٹھے۔ مار مار۔ دھاڑ دھاڑ کی پکار مچ گئی۔ بادشاہی فوج پر گویا آسمانی آفت آگئی۔ تھوڑی ہی دیر میں توبہ توبہ ہونے لگی۔ سب نے یک لخت باگ پیچھے کو موڑلی۔ بادشاہی فوج کو شکست ہوئی۔ گو اِس طرف کی جانیں بھی بہت سی تلف ہوئیں اور راجہ دیال چند بھی کام میں آیا۔ مگر بہر حال فتح کی خوشی **گورو گوبند سنگھ صاحب** ہی کی طرف رہی۔ بادشاہی فوج تو بھاگ کر لاہور چلی گئی۔ اور **گورو گوبند سنگھ صاحب** مواضعات آلسون کوہیاں کے پٹھانوں نے اِن پر حملہ کیا تھا۔ تاخت و تاراج کرتے ہوئے انندپور میں واپس تشریف لائے۔ بعدازاں بہادُوں سمت ۱۷۴۷ بکرمی میں لاہور سے دلاور خاں صوبہ دار نے راجگان کوہی پر بجمعیت فوج کثیر پھر دوبارہ چڑھائی کی۔ اور اپنے لڑکے رستم خاں کو اس نے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی طرف اُن کا معاون و مددگار خیال کرکے علیحدہ روانہ کیا۔ اِس نے فوراً پہنچتے ہی **گورو گوبند سنگھ صاحب** سے لڑائی شروع کردی۔ پہلے روز کچھ خفیف سی لڑائی ہوئی۔ مگر بعدہ اُسی شب کو اِسقدر بارش ہوئی۔ کہ وہ ندی جس کے کنارہ پر فوج پڑی ہوئی تھی۔ آناً فاناً میں چڑھ آئی۔ اور پانی کا اچانک اِسقدر زور ہؤا۔ کہ رستم خاں کی فوج میں ہر ایک کو اپنی اپنی پڑگئی۔ جو جہاں تہا وہیں سے اُٹھ کھڑا ہؤا۔ اور بھاگ نکلا۔ بہت سے بہہ بھی گئے اِس نالہ کو سکھ لوگ باین خیال کہ اُس نے گورو کے دشمنوں کی فوج کو خود بسپا کیا۔ حمایتی نالہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اب دریا کی طغیانی کی وجہ سے رستم خاں کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور وہ مواضعات برآد بھلان میں لوٹ مار مچاتا ہؤا واپس چلا گیا دلاور خاں نے اِسکے سنتے ہی غلام حسین خاں کو معہ دو ہزار جرار سواروں کے رستم خاں کی مدد کے لیئے روانہ کیا۔

اِس نے ایسی بہادری اور تیزی سے کام لیا۔ کہ راجگان کانگڑہ و منڈی کو فوراً مغلوب کرلیا۔ اور ان سے کچھ خراج وصول کرکے گولیر اور کہلور کیطرف روانہ ہؤا۔ ادھر جب راجہ گوپال سنگھ گولیری کو خبر ہوئی۔ تو اُس نے **گورو گوبند سنگھ صاحب** سے امداد چاہی۔ چنانچہ اُنہوں نے ۳۔ کاتک سمت ۱۷۴۵ بکرمی کو اپنے پھوپھی زاد بھائی سنگتیہ کو معہ تین سَو سوار کے راجہ کی مدد کے لئے بھیجدیا تین روز تک باہم لڑائی ہوتی رہی۔ مگر آخرکار چوتھے روز جب غلام حسین خاں خود معہ کرپال چند کٹوچیہ و ہری سنگھ و ہمت سنگھ وغیرہ چیدہ چیدہ سرداران جو اُس کی طرف تھے۔ قریب چار سَو آدمی کے مارا گیا۔ تو رستم خاں ہراساں ہوگیا۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اور راجہ گوپال چند فتحیاب ہوکر خوشی خوشی **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے پاس بہت کچھ نقد و زر نذر و نیاز میں لیکر حاضر ہؤا۔ مگر دلاور خاں نے پھر مسمیان صفدر جنگ۔ سرور خاں و حسین بیگ وغیرہ بہادران کو معہ بہت سی سپاہ کے رستم خاں کی مدد میں روانہ کیا۔ اور مگھر سمت ۱۷۴۶ بکرمی میں متصل موضع بہلان کے میدان پڑا۔ اور جنگ عظیم ہؤا۔ مگر آخر الامر رستم خاں کو شکست ہوئی۔ جو جہار سنگھ ہاڈہ راجپوت و گنج سنگھ و چندن رائے جسوالیہ وغیرہ جو اُس کی طرف تھے اسی لڑائی میں کام آئے جب بادشاہ **اورنگ زیب** کو ملک پنجاب میں اس طرح کی ابتری کی لگاتار خبریں پہنچیں۔ تو اُسنے اپنے شاہزادہ معظم شاہ کو واسطے فرد کرنے فساد و پاداش مخالفان کے پنجاب کی طرف روانہ کیا۔ جس کی آمد کی خبر سُن کر راجگان کوہستان میں ایک عام کھلبلی پڑگئی۔ ہر ایک کو اپنی جان کے لالے پڑگئے۔ شہزادہ معظم شاہ خود تو سیدہا لاہور چلا گیا۔ مگر ایک سپہ سالار مستمی مرزا بیگ دس ہزاری کو پہاڑی راجاؤں کی طرف روانہ کر گیا۔ مگر چونکہ تنہا اُس سے کام نہ نکل سکا۔ اِسلیئے چار اور عہدار اُس کی مدد کے لیئے روانہ کیئے۔ جنہوں نے ملکر پہاڑی راجاؤں کو خوب دق کیا۔ عام لوٹ مار مچادی۔ بہت سے پہاڑی حاکموں اور سرداروں کے مکانات مسمار کردیئے۔ بہت سے لوگوں کو گرفتار کرکے اُن کی ڈاڑھی مونچھیں منڈوا کر کالا منہ کراکے گدھے پر سوار کرا تمام علاقہ میں گشت کروایا۔

چونکہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** پر بھی بادشاہ کے مقابلہ میں اُن لوگوں کی مدد کرنے کا الزام تھا۔ اِسلیئے ایک عہدہ دار اُن کی طرف بھی بھیجا گیا۔ جس نے سکھوں کو بڑے زور و شور سے نیچا دکھا کر پسپا کیا۔ اور قصبہ آنندپور کو بھی خوب لوٹا۔ مگر **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے جن کے پاس اُسوقت بہت کم جماعت تھی۔ اور جو اپنے موقع کے انتظار میں خاموش بیٹھے تھے۔ یوں داؤں کھیلا۔ کہ بادشاہی فوج پر رات کے وقت جب وہ تمام دن کے تھکے ماندے پڑے ہوئے تھے۔ ایسا اچانک چھاپا مارا۔ کہ اُن کو لینے کے دینے پڑگئے۔ جو جہاں تھا وہیں سے بھاگ نکلا۔ غرض رات ہی رات میں آٹھ سات کوس تک سکھوں نے اُن کا تعاقب کرکے اُن سے جسقدر مال و اسباب اُنہوں نے لوٹا تھا سب چھین لیا۔ بہت کو زخمی کیا۔ سینکڑوں کو جان سے مار ڈالا۔ یہانتک کہ پھر دوبارہ مقابلہ کی اُن میں ہمت نہ چھوڑی۔ شاہزادہ معظم شاہ نے ان پر پھر دوبارہ چڑہائی کرنے کا قصد کیا۔ مگر منشی نندلعل اُس کے میر منشی نے جو گوروؤں کا معتقد تھا۔ شاہزادہ سے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی بہت کچھ تعریف کی۔ اور گوروؤں کے خاندان کی عظمت اور کرامت کا سب حال بیان کرکے اُس کو باز رکھا۔ بلکہ بیان کیا جاتا ہے

کہ اُسوقت سے منڈل کی معرفت باہم **گورو گوبند سنگھ صاحب** اور شہزادہ کی خط و کتابت اور رابطہ اتحاد بہی شروع ہو گیا۔ اِن کل لڑائیوں کا حال جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے خود اپنی سوانح عمری المعروف بچتر ناٹک میں بہ عبارت نظم نہایت تشریح کے ساتھ لکہا ہے۔ اور اِس لیئے اِن کی صحت میں بھی کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

گورو گوبند سنگھ صاحب جسقدر جنگ جو اور بہادر تھے۔ اُسیقدر اُن کو علم کا بہی از حد شوق تھا۔ پچاس باون ساٹھ آدمیوں کو تو جو عموماً لایق لایق شاعر اور سنسکرت کے بڑے بڑے فاضل اور عالم پنڈت تھے۔ صرف مہابہارت وغیرہ ۱۸ پوران ۲۲ سمرتی شاستروں اور ہر مذہب و ہر زبان کی اخلاقی کتابوں کا برج بھاشا کی سلیس عبارت میں ترجمہ کرنے کیلیئے اپنے پاس نوکر رکھ چھوڑا تھا۔

سمت ۱۷۴۳ بکرمی کا ذکر ہے۔ کہ ایک مکار عورت انوپ کور نامے جو لاہور کے قافلہ کے ساتھ بتقریب میلہ ہولا آئی تھی۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** پر عاشق ہو گئی۔ اور اُن کو اپنے دام میں پھنسانے کی ہزار ہا تدبیریں کرنے لگی۔ یہانتک کہ درشنوں کے بہانہ سے ایک دن اُن کو اپنے مکان پر بھی بلالیا۔ اور زلیخا کی طرح بصد عجز و نیاز مباشرت کی خواہاں ہوئی۔ مگر جب **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے بالکل انکار کیا اور اُسکو ایسی ناشایستہ حرکت سے باز آنے کے لیئے سمجھایا۔ تو اُس نے اِن کو چور چور کر کے پکڑوانا چاہا۔ اِسی اثنا میں اُسکا بھائی آگیا جسکو **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے مغلوب کر کے باز ماندہ کر دیا۔ آس پاس کے لوگ جو شور سنکر جمع ہو آئے۔ اُنہوں نے بہی اُسی کے بھائی کو چور سمجھکر پکڑ لیا۔ غرض **گورو گوبند سنگھ صاحب** اِس حکمت عملی سے اُس مکار عورت کے خاص بھائی کو پکڑوا کر وہاں سے خود علیحدہ ہو آئے۔

پھر ماہ چیت سمت ۱۷۴۷ بکرمی میں مسماۃ جیتو جی پہلے محل کے شکم سے ایک نہایت خوبصورت اور دلیر لڑکا جسکا نام زورآور سنگھ رکہا گیا۔ پیدا ہوا۔ اور اندر باہر ہر سمت جگہ خوشی منائی گئی۔ آتشبازی و بندوقیں وغیرہ سر کی گئیں۔ نوکر چاکر سب کو انعام و اکرام تقسیم ہوا۔ اِن کے علاوہ جوجہار سنگھ و فتح سنگھ دو لڑکے جیتو جی کے شکم سے اور پیدا ہوئے۔ مگر ہر سمت ۱۷۵۳ بکرمی کو اول الذکر اور پھاگن سُدی ۷۔ سمت ۱۷۵۴ بکرمی کو آخر الذکر۔

سمت ۱۷۵۴ بکرمی میں میلہ بیساکھی کی تقریب پر **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے ایک عام جگ برہمبھوج کا کیا۔ جس میں اُنہوں نے امتحاناً یہ حکم دیا۔ کہ جو برہمن ماس کہائیگا۔ اُسکو روزمرہ ایک اشرفی دکھشنا دیا جاویگا۔ اور باقی کو جو نہیں کہائیں گے۔ صرف معمولی ایک ٹکہ ملیگا۔ اِس کے سنتے ہی عموماً کل برہمنوں نے باستثنا لچھمی رام۔ کیشو داس۔ بنارسی داس۔ وکالیداس وغیرہ ہر ایک نے اشرفی کے لالچ سے ماس کھانا شروع کر دیا۔ جب جگ ختم ہوا۔ اور دکھشنا دینے کا وقت آیا۔ تو کل برہمنوں کو جنہوں نے اپنے اعتقاد کے برخلاف طمع میں آکر لحم کھانا شروع کر دیا تھا۔ اِس الزام میں کہ اپنے دھرم میں قایم نہیں رہے کچھ نہ دیا۔ اور اُن پانچوں کو جو ثابت قدم نکلے۔ بعزت خاطر سے اپنے پاس نوکر رکھ لیا۔ اور ہمیشہ اُن کی قدر و منزلت کرنے لگے۔

اُس زمانہ میں پنجاب اور پہاڑ کے لوگ عموماً دیوی کے معتقد تھے۔ اور ہندوؤں میں بھی ایک عام خیال تھا۔ کہ جنگ و جدل میں بغیر مدد دیوی کے فتح نہیں ہوتی۔ شاستر اور پورانوں میں بھی ایسے موقعوں پر جابجا دُرگا جی کی تعریف بھری تھی۔ لڑائی وغیرہ کے کاموں میں مخصوص دُرگا جی کو طاقت الٰہی خیال کرتے تھے۔ چنانچہ اب بھی ہندوستان میں دیوی کے اُپاشک بہت لوگ ہیں۔ ہر سال پنجاب میں دیوی کی جاترا ہوتی ہے۔ لوگ منّتیں مانتے ہیں۔ اور اپنی اپنی مرادیں حسب اعتقاد حاصل کرتے ہیں۔ بعض بعض احمق تو اپنی زبان تک کاٹ کر دیوی جی کو چڑھا دیتے ہیں۔ اُن پانچوں برہمنوں میں سے کالیدا اس نہایت ہشیار اور چالاک تھا۔ اُس نے گورو گوبند سنگھ صاحب کو بھی جو خاص بُت پرستی اور ایسے ایسے واہیات اور لچر خیالوں کی اصلاح کے لیئے آئے تھے۔ اپنے دام میں لاکر لوٹنا چاہا۔ اور ایک روز کہنے لگا۔ کہ اگر آپ اپنے باپ کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ تو پہلے دیوی کی اُپاشنا کر کے اُس سے بَر حاصل کیجیئے۔

گورو گوبند سنگھ صاحب جنہوں نے بچتر ناٹک میں خود اپنی قلم سے لکھا ہے۔ کہ اُن کو اکال پورکھ نے دنیا پر صرف وحدانیت پھیلانے اور لوگوں کو ہدایت کر کے اُسی ایک پاک پروردگار قادر مطلق مہا کال کی عبادت کرانے کے لیئے بھیجا ہے۔ کب اُس برہمن کے پھندے میں آکر دیوی وغیرہ کے قایل ہو سکتے تھے۔ مگر چونکہ وہ ایک نہایت عالی دماغ اور پولٹیکل خیالات کے معدن تھے۔ اِسلیئے اُسوقت اُنہوں نے بنظر مناسب عام رائے کے ساتھ اتفاق کرنا مناسب سمجھا۔ اور کالیدا س برہمن سے سامان مہیا کرنے کا تخمینہ مانگا۔ جس کے جواب میں اُس نے ایک لاکھ روپیہ بتایا۔ چنانچہ اسیوقت خزانچی کو بُلا کر دریافت کیا گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خزانہ میں سات لاکھ روپیہ موجود ہے۔ اِسکے سنتے ہی پنڈت جیکو طمع نے آگھیرا۔ اور دل میں پچتانے لگے۔ کہ افسوس میں نے اور زیادہ کیوں نہ بتلایا۔ آخر کار چُپ نہ رہا گیا۔ تو پھر عرض کیا۔ کہ ایک لاکھ تخمینہ تو ہمن کی سمگری کا تھا۔ علاوہ اِسکے ایک لاکھ جگ اور دکچھنا کے لیئے اور درکار ہوگا۔ الغرض گوربخش رائے و صاحب چند کل سامان دہلی سے خرید لائے۔ اور چیت سُدی پنچمی سمت ۱۷۵۵ بکرمی کو پہاڑ میں متصل مکان نینا دیوی کے پنڈت کالیدا س نے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے ہاتھ سے دیوی پرگٹ کرنے کی کارروائی یعنی ہمن وغیرہ شروع کروا دیا۔ ہر روز صبح کو چار گھنٹہ تک پنڈت مذکور کے ساتھ بیٹھکر ہمن کرتے۔ اور اُسکے بعد گورو صاحب اکال پورکھ کی عبادت میں مصروف رہکر اپنے اصل مقصد میں اُس کے خاص فضل اور امداد کے خواہاں رہتے۔

ایک سال تک برابر ہمن ہوتا رہا۔ جب شوراتری اشٹمی جسروز دیوی پرگٹ ہونے کا اقرار تھا۔ آئی۔ تب **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے پنڈت جی سے پوچھا۔ اب بتلاؤ تمہاری دیوی کب پرگٹ ہوگی جس کے جواب میں اُس نے کہا۔ کہ جبتک کسی کلین پرش" یعنی پاک صاف آدمی کا سر بلی نہیں دیا جاویگا۔ دیوی کا پرسیدہ ہونا غیر ممکن ہے۔ اُسوقت گورو **گوبند سنگھ صاحب** نے فرمایا۔ کہ اب اِسوقت آپ سے بڑھکر اور کون پاک صاف آدمی ہوگا۔ جسکا سر درگا کی بھینٹ کیا جاوے۔ یہ سنتے ہی پنڈت صاحب تو حوایج ضروری کے بہانہ سے چمپت ہو گئے۔ اور اُنہوں نے

بعد چندے انتظار جو کچھ سمگری اور گھی وغیرہ باقی بچ گیا تھا۔ ایک بارگی ہون کنڈ میں ڈالدیا۔ جس کے پڑتے ہی دفعتاً آگ بھبک اُٹھی۔ اور شعلہ اسقدر بلند ہؤا۔ کہ گرد نواح میں دور دور تک روشنی پہنچی۔ اور اُسی کو لوگوں نے درگا پرگٹ ہونے کی علامت خیال کرلیا۔

اِس کے بعد **گورو گوبند سنگھ صاحب** جو نہایت دور اندیش اور خردمند تھے۔ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ننگی تلوار اپنے ہاتھ میں لیکر مکان پر واپس آئے۔ جس کسی نے دیوی پرگٹ ہونے کا حال دریافت کیا۔ اُس کے آگے اُسی برہنہ شمشیر کو کرکے جواب دیتے۔ کہ یہی دیوی ہے۔ جس اشارہ سے لوگوں نے یہ اخذ کیا۔ کہ دیوی پرگٹ ہوئی اور اُس نے گورو جی کو یہ تلوار دی۔

اگر **گورو گوبند سنگھ صاحب** واقعی دیوی کے قایل ہوتے۔ تو بھلا خاص اُس برہمن کو جس نے اُن کے ساتھ اِسقدر محنت کی۔ اور دُرگا پرگٹ کرانے میں حامی ہؤا۔ یہ کب ممکن تھا۔ کہ اُسی بیچارے کے سر کو بلی دان کرنے پر رضامند ہو جاتے چنڈی چرتر وغیرہ کی تحریر سے بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** دیوی کے اُپاشک تھے۔ مگر اصل مطلب اُسکا یہ ہے۔ کہ جہاں مہابھارت اور بھاگوت و راماین وغیرہ کا خلاصہ ترجمہ کرکے اپنے سکھوں کی واقفیت کیلئے اپنے گرنتھ صاحب میں درج کیا ہے۔ اُسیطرح یہ بھی اس چنڈی چرتر کا جو سنسکرت زبان میں ہے لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے اُنہوں نے خود بھاگوت اور راماین کے ترجمے ختم کرنے پر ایک دوہا اپنی رائے کا درج کیا ہے۔ جس کی یہ عبارت ہے (دوہرا) "دسم کتھا بھاگوت کی بھاکھا کری بنائے۔ اور باسنا نہیں کچھہ دھرم جدہ کے چائے"۔

ਦਸਮ ਕਥਾ ਭਾਗੌਤ ਕੀ ਭਾਖਾ ਕਰੀ ਬਨਾਇ। ਔਰ ਬਾਸਨਾ ਨਾਹਿ ਕਛੁ ਧਰਮ ਜੁੱਧ ਕੇ ਚਾਇ।

(۲) "مَیں نہ گنیشہ پرتھم مناؤں۔ کِشن بِشن کبہوں نہیں دہیاؤں"۔ وغیرہ وغیرہ سے صاف ثابت ہے۔ کہ

ਮੈਂ ਨ ਗਨੇਸਹਿ ਪ੍ਰਿਥਮ ਮਨਾਊਂ। ਕਿਸ਼ਨ ਬਿਸ਼ਨ ਕਬਹੂੰ ਨਹਿ ਧਿਆਊਂ॥

جب وہ اِن لوگوں کے معتقد نہیں تھے۔ تو بھلا دیوی کے کیونکر ہوتے؟

اب لوگوں میں یہ عام خبر مشہور ہو گئی۔ کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے دیوی پرتیشدہ کرلی۔ اور دُرگا اُنکو تلوار بھی دے گئی۔ جس کے سنتے ہی برہمنوں نے اُن کو پھر آگھیرا۔ جگ اور دکھشنا کے خواہاں ہوئے۔ اُنہوں نے بھی عام شہرت کے برخلاف کارروائی کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور عام برہم بھوج کرنے کا حکم دیدیا۔ مگر ہر فرقہ اور ہر قوم کے لوگوں کو بھی مدعو کیا۔ جب سب کچھہ تیار ہو گیا۔ تو بلا انتظار کالیداس وغیرہ برہمنان کے جو دریا پر اشنان دہیان کرنے کے لیئے گئے ہوئے تھے۔ سب کو کھانا تقسیم کرادیا۔ اور اُن کی عدم موجودگی کی کچھہ پرواہ نہ کی۔ اِس سے ہی جو کچھہ مترشح ہے۔ یہی ثابت کرتا ہے۔ کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** دیوی کے معتقد نہ تھے۔ اور نہ کوئی دیوی پرگٹ ہوئی کیونکہ اُن برہمنوں کو اِسقدر ذلیل کرنے کی ظاہرا کوئی اور وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

برہمنوں کی اس کارروائی سے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو در پردہ از حد رنج ہوٗا۔ اور انہوں نے خوب سمجھ لیا کہ ہنود کا فرقہ میں جو جو خرابیاں واقع ہوئی ہیں۔ وہ سب انہی مہاتماؤں کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ اس لیئے انہوں نے ان سب لوگوں سے کنارہ کش ہونے کے لیئے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ شکار اور ہر قسم کا دنیاوی بیوپار چھوڑ چھاڑ کر تارک ہو گئے۔ کسی سے زیادہ گفتگو بھی نہ کرتے۔ اور نہ کسی کا کہنا مانتے۔ دن رات اپنے اصلی معبود کی عبادت میں جسنے اُن کو یہاں بھیجا تھا۔ معروف رہتے۔

ان کی اس کیفیت کو دیکھکر لوگوں کا حسب قاعدہ عام خیال یہ ہوٗا۔ کہ شاید دیوی اُلٹی پڑ گئی۔ غرض قریباً ایک سال تک ان کی یہی حالت رہی۔ کہ ہر وقت عبادت میں معروف رہتے۔ اور آدگرنتھ صاحب کی بانی کا وظیفہ رکھتے۔

سمت ۱۷۵۶ بکرمی کے آخر میں **گورو گوبند سنگھ صاحب** اپنا تپ ختم کرنے کے بعد باہر نکلے۔ اور حسب معمول پیشتر کی طرح ہر سیر و شکار و دنیاوی کاروبار میں حصہ لینے لگے۔ اسی اثناء میں دو چار شکایتیں پیش ہوئیں۔ جن سے معلوم ہوٗا کہ مسند لوگ سکھوں پر بہت جبر کرتے ہیں۔ اور عمدہ عمدہ اور قیمتی چیزیں جو اُن کو سکھ لوگ خاص اپنے گورو صاحب کے لیئے دیتے ہیں۔ خود تغلب کر جاتے ہیں۔ جب وہ شکایتیں پایۂ ثبوت کو پہنچ گئیں۔ تو بیساکھی کے میلہ کی تقریب پر **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے سب مسندوں کو طلب کر بھیجا۔ اور ہر ایک کو جس پر الزام ثابت ہوٗا۔ گرم تیل کے کڑاہوں میں ڈال کر جہنم رسید کیا۔

اب قبل اس کے کہ وہ برہمنوں سے برخلاف ہو کر ایک نیا فرقہ جو دراصل پورانا تھا۔ قایم کر کے ہندو مذہب کی اصلاح کریں انہوں نے اپنے سکھوں کو آزمانا چاہا۔ اور اسواسطے بیساکھی سمت ۱۷۵۶ بکرمی سے ایک روز پیشتر آنندپور کے متصل کیس گڈھ کے ٹیلہ پر ایک عام دربار لگایا۔ اور کھڑے ہو کر ننگی تلوار ہاتھ میں لیئے سکھوں کی طرف مخاطب ہو کر باواز بلند فرمایا۔ کہ:۔ دُرگا دیبی ہمسے روز سر مانگتی ہے۔ کوئی سکھ ایسا ہے جو اپنا سر گورو کے لیئے تصدق کرے" یہ سنتے ہی اُس دربار میں جسمیں ہزاروں سکھوں کا اجتماع تھا۔ ایک سناٹے کا عالم ہو گیا۔ کوئی نہ بولا۔ پھر دوبارہ آواز دی کہ کوئی شخص ایسا ہے۔ یا نہیں تب ایک شخص دیا سنگھ نامی قوم سوبتی کھتری باشندہ لاہور نے اُٹھکر دست بستہ اپنا سر حاضر کیا۔ اس کو گورو صاحب ایک خیمہ میں جو وہاں پیشتر سے خاص اس کام کے لیئے کھڑا کر رکھا تھا۔ لے گئے۔ اس خیمہ میں پوشیدہ طور سے پانچ بکرے بندھے ہوئے تھے۔ وہاں اُس سکھ کو جس نے اپنا سر حاضر کیا تھا الگ بٹھا دیا۔ اور بجائے اُس کے بکرے کا سر کاٹ کر اپنی شمشیر خون آلودہ کو پھر ہاتھ میں لیئے ہوئے دیوان میں آکھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ اب کوئی دوسرا بھی ایسا ہے۔ جو اپنا سر دیوے تو ایک پریمی سکھ دھرم سنگھ قوم جاٹ ساکن ہستناپور نے کھڑے ہو کر اپنا سر حاضر کیا۔ اس کو بھی اندر لیجا کر بٹھا دیا۔ اور دوسرے بکرے کا سر کاٹ کر پھر باہر نکلے۔ اور تیسرے کا سر مانگا۔ جسکے لیئے ہمت سنگھ قوم کہار اُٹھا۔ اُسکو بھی اندر لے جاکر اُسیطرح کیا۔ اور خیمہ کے اندر سے نالی بنوادی۔ جس کی راہ سے خون باہر آتا ہوٗا ہر ایک کو نظر آتا تھا۔ الغرض

ਕੇਸਗੜ੍ਹ

ਜੋਪਤੀ

اسیطرح کل پانچ سکھوں کے سر مانگے جن کے عیوض بکروں کے سر کاٹ کر باہر خون آلودہ تلوار دکھلائی جاتی رہی۔ ہمت سنگھ کے بعد محکم سنگھ کا ذر اُٹھا۔ اور اُس کے بعد صاحب سنگھ حجام اور باقی سب کر گئے۔ کسی کی جُرات نہ پڑی۔ بلکہ بہت سے تو یہ کہکر کہ گورو کے دماغ میں خلل آگیا ہے۔ دربار چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اِس کے بعد گورو صاحب نے غسل کر کے اوّل تو خود شاہانہ لباس پہنا۔ سر پر جیغہ کلغی لگائی۔ اور سب ہتھیار باندھ کر اُن پانچوں بہادروں کو بھی جو امتحان میں پورے اُترے تھے۔ اپنی طرح نہایت عمدہ عمدہ لباس پہنایا اور مسلح کر کے اپنے ساتھ لیے ہوئے۔ ایک دوسرے کا آپسمیں ہاتھ پکڑے بڑی شان و شوکت و تو زک سے باہر نکلکر دربار میں رونق افروز ہوئے۔ جس کو دیکھکر ہر ایک شخص حیران رہ گیا۔ اور ہر ایک اپنے دل میں اِس امر کا کہ مینے اپنا سر کیوں نہ دیا۔ افسوس کرنے لگا۔ اُسوقت **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے سکو تسلّی دی۔ اور سب سے مخاطب ہو کر باواز بلند تین بار یہ فرمایا۔ کہ۔ "دھن سکھی! دھن سکھی!! دھن سکھی!!!" اور کہا کہ ہمنے یہ صرف آزمایش کے لیئے کیا تھا۔ اب ہم بہت خوش ہیں۔ اور ہمکو یقین کامل ہے۔ کہ ہمارے فرقہ کی بہت ترقی ہوگی۔ اور ہم دشمنوں پر ضرور فتحیاب ہوں گے۔ کیونکہ **گورو نانک صاحب** کی آزمایش میں تو صرف ایک شخص **گورو انگد جی** پار اُترے تھے۔ جنکی کرپا سے رفتہ رفتہ تمام ملک سکھ ہو گیا اب اکال پورکھ کی دیا سے پانچ آدمی پورے نکلے ہیں۔ داناؤں کا قول ہے۔ کہ دو آدمی کافی ہوتے ہیں۔ بقول اس شعر کے

شعر
دو دل یک شود بشکند کوہ را۔ پراگندگی آرد انبوہ را۔ مگر یہ تو اکال پورکھ کی کرپا سے پانچ ہیں۔"

الغرض دوسرے دن بساکھی سمت ۱۷۵۶ بکرمی کو بروز اتوار گنیش گڈہ کے قلعہ میں تمام دربار لگا کر اُن پانچوں سکھوں کو سب ہتھیاروں سے مسلح کر کے دست بستہ دیوان میں کھڑا کر دیا۔ اور خود دریا کے پانی کا ایک لوہے کے برتن میں شربت بنا کر جپ جی۔ جاپ جی۔ سوئیے۔ چوپائی اور انند کا پاٹھ کرتے ہوئے اُس میں کھنڈا پھیرنے لگے۔ اور اسطرح پر جب اسکو امرت بنا لیا۔ تو پہلے اُسی کھنڈے سے پانچ مرتبہ اپنے منہ میں ڈالا اور بعد ازاں پانچ سکھوں کو اوّل ان سے ست نام کا اُچارن کر کے پانچ پانچ انجلی پلائے گئے۔ اور ہر بار جب وہ پی لیتے تو اُن سے "بول واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح" کی آواز کو باواز بلند کہلواتے۔ اِس کے بعد پانچ پانچ انجلی اُن کے سروں میں ڈالی اور پانچ پانچ بار امرت کا اُنکی آنکھوں پر چھینٹا مارا۔ باقی جو امرت اُس برتن میں بچ گیا وہ اُنہی پانچوں کو پلوا دیا۔ اور پھر اُن کو اُسی برتن میں کڑاہ پرشاد دیکر ایک ساتھ بیٹھا کر کھلوا دیا۔ اور یہ کہا کہ آج سے تم سوڈھ بنس چھتری ایک بھائی ہو گئے۔ تمہاری پچھلی ذات پات سب دور ہوگئی۔ تم سب آپسمیں اپنے تئیں ایک ماں جایا بھائی خیال کرو۔ اور جو لڑنا مرنا چھتریوں کا کام ہے۔ اُسی اختیار کرو۔ اور تمہارے لیئے یہ ہدایت ہے۔ کہ کچھ۔ کیس۔ کرپان ہمیشہ رکھنا۔ اور مسلمان عورت سے مجامعت نہ کرنا۔ تمباکو نہ پینا۔ بال نہ منڈوانا۔ لڑکی نہ مارنا۔ مینے۔ مسندیئے۔ دہیر ملیئے۔ سرگم۔ رام رائیے۔ اِن پانچوں سے میل جول نہ کرنا۔ چوری۔ یاری۔ غیبت۔ چغلی۔ جھوٹ۔ فریب اور احسان فراموشی وغیرہ سب بُرے کاموں

سے دور رہنا۔ ہمیشہ سچ بولنا۔ اور صرف ایک اکال پورکھ ادتی پار برہم کی پرستش کرنا۔ سوائے گرنتھ صاحب کی بانی کے کسی اور پر یقین نہ لانا۔ اور محتاجوں پر رحم کرنا۔ خیرات کرنا۔ اور اپنے مذہب وایمان پر مرتے دم تک ثابت قدم رہنا۔ اس کے بعد ان پانچوں سے اسیطرح امرت تیار کرواکے خود چھکا[۵۱] اور خوش ہوکر یہ فرمایا۔ کہ "واہ واہ! **گورو گوبند سنگھ** آپے گورو آپے چیلا" اس سے اپنے سکھوں کو یہ جتایا۔ کہ دنیا میں سب انسان ایک جیسے ہیں۔ کسیکو کسی پر فضیلت نہیں۔ کسی امر کا غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ اور جیسے مسلمانوں میں **محمد صاحب** نے حضرت عمرؓ وغیرہ کو چار یار کہا ہے۔ اسیطرح انہوں نے بھی ان پانچوں کو پیاروں کا خطاب دیا ہے۔ اور ان کے بعد جن مختلف اقوام کے پچیس[۲۵] سکھوں نے امرت چھک کر خالصہ مذہب قبول کیا تھا ان کو مکتے کے نام سے پکارا۔

الغرض اسیطرح ہر روز صدہا آدمی امرت چھک کر سنگھ بننے لگے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ہزارہا آدمی **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے سچے اور دلی پیرو ہوگئے۔ اور روز بروز اس مذہب کی ترقی ہونے لگی۔ اسی اثناء میں ایک دن **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اپنے تمام خالصہ مذہب کے پیروکاران کو جمع کرکے جن میں بعض پہاڑی راجگان بھی شامل تھے۔ دربار لگایا۔ اور اس میں کھڑے ہوکر حاضرین کو ہندو دھرم کی رکھشیا کرنے پر ایک نہایت پرتاثیر اور پرجوش لکچر سنایا۔ اور کہا کہ "دیکھو! بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ ہم لوگ جو خاص اس ملک کے آباواجداسے وارث چلے آتے ہیں۔ اسطرح پر ذلیل ہوکر غیر قوم اور غیر ولایت کے لوگوں کی جن کا ہم چھونا بھی گناہ سمجھتے ہیں غلامی کریں۔ اور مثل بھیڑ و بکری کے ذبح کئے جاویں ہمارے بڑے بڑے عالیشان مندر اور پوجا کے مقام جن پر کروڑہا روپیہ خرچ ہوا ہو۔ گرا کر زمین کے برابر کردیئے جاویں۔ اور ان کی جگہ مسجدیں بن جاویں۔ گائے جن کو ہم پوجتے ہوں۔ ہمارے سامنے ذبح کی جاویں۔ ہماری مستورات اور لڑکیوں کی عفت میں ہماری آنکھوں کے روبرو خلل ڈالا جاوے۔ اور پھر ہم چپ چاپ رہیں۔ اف تک نہ کریں۔ کہاں گئی وہ تمہاری طاقت جس نے کورکشیتر کے میدان میں خون کے دریا بہا دیئے۔ ایسے ایسے کام کیئے جن کو سنکر عقل بھی حیران ہوتی ہے۔ وہ کون چیز ہے۔ جس نے تمہاری ایسی زبردست طاقت کو کھودیا۔ وہ کون بیماری ہے جس نے تمکو اسقدر کمزور کردیا۔ وہ کون ہوا ہے۔ جس نے تمہارے ہرے بھرے اور پھولے پھلے باغ کو ویران کردیا۔ وہ کون جال ہے جس میں تم ایسی بری طرح پھنسے ہو کہ نکلنا دشوار ہوگیا ہے۔ وہ کون کیڑا ہے۔ جو تمہاری جڑ کو مثل گھن کے آہستہ آہستہ کاٹ رہا ہے۔ اور تمکو خبر بھی نہیں۔ وہ کونسا ایسا زہریلا سانپ ہے۔ جس نے ہمارے ملک کو ایسا ڈسا ہے۔ کہ کسی کو لہر بھی نہیں آتی۔ وہ کونسا جادوگر ہے جس نے تمکو انسان سے حیوان بنا دیا۔ حاکم سے محکوم کردیا۔ امیر سے غریب ہوتے چلے جاتے ہو۔ اور کچھ نہیں بولتے + پیارے بھائیو! آنکھیں کھولو۔ اور دیکھو تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ تمکو کون ڈوبا رہا ہے۔ ہمت کی کمر باندھو ناتفاقی چھوڑو۔ اتفاق پکڑو۔ خود غرضوں کے جال سے نکلو۔ انسان بنو۔ رذیلت اور فضیلت کے جھوٹے خیالات کو

[۵۱] سکھوں میں کھانے اور پینے کے بجائے چھکنا کا لفظ استعمال کرتے ہیں ۱۲

چھوڑو۔ سب آپسمیں ایک بھائی بنو۔ پیدائیش سے کوئی چھتری نہیں۔ برہمن نہیں۔ شودر نہیں۔ جو کچھہ فضیلت ملتی ہے کرم یعنی افعال سے حاصل ہوتی ہے۔ ہتھیار باندہو۔ چھتری بنو۔ مارو اور مرو۔ دنیا پر ہر ایک چیز فنا ہونیوالی ہے۔ آخر سب مرجانا ہے۔ دیکھو! **گورو ارجن صاحب** نے تمہارے واسطے جان دی ہے **گورو ہرکرشن صاحب** تمہارے واسطے تصدق ہوئے۔ **گورو تیغ بہادر جی** نے تمہارے ہی لیئے سر دیا۔ اور اب میں بھی تمہارے ہی واسطے جان دینے کو تیار ہوں۔ کیا یہ مقتضائے انصاف ہے۔ کہ ہم مسلمانوں کا اپنے اوپر یہ ظلم دیکھیں۔ اور اپنے بھائیوں کے زبردستی جنیئو اُترتے دیکھیں۔ اپنی بہو بیٹیوں کی عزت میں خلل آتے دیکھیں۔ اور پھر خاموش بیٹھے رہیں؟ کیا تم اسطرح پر اپنے تئیں مرد خیال کرسکتے ہو؟ جوانمردی تو اُسوقت ہے۔ جب تم اپنے دھرم کی رکھیا کرو۔ اپنے ملک اور بھائیوں کے فائدہ میں اپنی جان تک لڑادو۔ دیکھو میں نے تمکو کیچڑ سے نکالا ہے۔ اور تمکو اصل چھتری بنایا ہے۔ اکال پورکھ کا سمرن کرو۔ اور ہمت کی کمر باندہ کر اپنے بھائیوں کا انتقام لینے کے لیئے بیڑہ اٹھاؤ۔ اور اس سچے مذہب خالصہ کے پیرو بنو۔ واہگورو تمہاری مدد کریگا" بقول شخصیکہ ؎ ہمتِ مرداں مددِ خدا۔

اس پُرتاثیر اسپیچ نے تمام حاضرین کے دل میں ایک جوش پھیلا دیا۔ اور عام لوگ امرت چھک چھک کر سکھ بننے لگے۔ اسکے بعد ایک دن **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اپنے سکھوں میں عام حکم دیدیا۔ کہ کوئی شخص میرے پاس خالی ہاتھ نہ آوے۔ کچھہ نہ کچھہ ضرور لاوے۔

(۱) بیساکھ سمت ۱۷۵۷ بکرمی میں ایک سکھ مسمےٰ رائو قوم بسی کھتری ساکن رہتاس نے گورو صاحب کو اپنی لڑکی مسماۃ صاحبدیئی کا ڈولہ نذر کیا جس کے ساتھہ اُنہوں نے تیسری شادی کی۔ مگر چونکہ جب سے خالصہ پنتھ ایجاد کیا تھا۔ برہم اسچرج دھار چکے تھے۔ اسوجہ سے تیسرے قبیلہ سے کوئی اولاد نہ پیدا ہوئی۔ عورتوں کو چونکہ اولاد کی ازحد خواہش ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اُنہوں نے ایک روز گورو صاحب سے اولاد مانگی جس کے جواب میں اُنہوں نے فرمایا۔ کہ اوروں کی اولاد تو دنیا پر قایم نہیں رہ سکتی۔ مگر ہم تمہاری گود میں ایک ایسی اولاد ڈالتے ہیں۔ جو ہمیشہ دنیا پر تاقیامت زندہ رہے گی۔ یہ فرماکر کل خالصہ پنتھ کو اُن کی گود میں ڈالا۔ اور آیندہ کے لیئے ہدایت کی۔ کہ جو کوئی امرت چھک کر سنگھ بنے گا۔ اُس کی پچھلی ذات پات جیساکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ اسی روز سے جاتی رہیگی۔ اور وہ سوڈھ بنس چھتری ہوکر ہمارا لڑکا بن جائیگا۔ اور ماں صاحب دیئی ہوگی۔ چنانچہ اُسی فرمان کے بموجب آجتک یہ رسم ہے۔ کہ جس کسی کو امرت چھکا کر خالصہ پنتھ میں شریک کیا جاتا ہے۔ اسکو یہ ہدایت ہوتی ہے۔ کہ آج سے ماتا تیری صاحبدیئی اور پتا **گورو گوبند سنگھ** سکونت انندپور اور بجائے پیدائیش پٹنہ صاحب ہوا۔

اس کے تھوڑے دنوں بعد ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک شخص **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے پاس خالی ہاتھہ چلا آیا۔ جب اُس سے اُنہوں نے اپنے حکم کی خلاف ورزی کا باعث پوچھا۔ تو اُس نے کہا کہ میں حضور کی نذر کے واسطے

ایک ایسی چیز لایا ہوں۔ جو بغیر چار پانچ آدمیوں کی امداد کے یہاں نہیں آسکتی۔ جسپر اُسکے ساتھ چار پانچ آدمی بھیجدیئے گئے۔ اور وہ ایک شیر کو جسکا اُس نے شکار کیا تھا۔ اُٹھوا لایا۔

گورو گوبند سنگہ صاحب نے یہ حکم دیا۔ کہ اُس شیر کی کھال معہ ناخن وپنجہ وغیرہ کے بڑی حفاظت کے ساتھ اُتروا لیجاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔

اِس کے بعد وہ ایک دن جنگل میں شکار کھیلنے گئے۔ اور ایک سکھ کو حکم دیا۔ کہ کسی کمہار کا ایک گدھا پکڑ کے جنگل میں ہانک لادے اور نیز اُس شیر کی کھال کو جو بالکل ثابت اُتروائی گئی تھی معہ ایک موچی کے منگا بھیجا۔ جب جنگل میں گدھا پہنچا۔ تو موچی سے شیر کی کھال اُسپر بندھوا کر اُسے چھوڑ دیا۔ اور آپ شکار کھیل کر واپس چلے آئے۔ وہ گدھا دو ایک دن تو جنگل میں پھرتا رہا۔ جس کی خبر پاکر تمام قرب وجوار کے گانوؤں میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ مگر تیسرے دن جب وہ گانوں کی طرف آیا۔ تو تمام لوگ اُس کو شیر سمجھکر گانوں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ وہ گدھا جس کمہار کے گھر کا تھا وہیں چلا گیا۔ اور کمہار بھی بھاگ نکلے۔ اور دوسرے گدھے جب خوف سے چلّا چلّا کر بھاگنے لگے۔ تو یہ گدھا بھی اُنہی کی بولی بول اُٹھا جس سے لوگوں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ دھوکا ہے ورنہ دراصل یہ بھی گدھا ہے۔ اُسکو پکڑ کے شیر کی کھال اُتار لی۔ اور اُس پر حسب دستور لادی بھی لاددی۔

جب سکھوں نے گورو صاحب سے اِس معمے کا حال پوچھا۔ تو اُنھوں نے فرمایا۔ کہ مینے تمکو یہ ایک ظاہر امثال دکھلائی ہے۔ تم خوب سمجھ لو۔ اِسی گدھے کی طرح میں نے تم لوگوں کو خالصہ پنتھ میں شریک کیا ہے۔ گویا شیر کا جامہ پہنایا ہے۔ اگر تم لوگ خاموش رہو گے۔ تو سب لوگ تمسے خوف کریں گے۔ اور اگر اپنی قدیمی بولی یعنی ذات پات کے رسم ورواج اور چھوت چھات میں پڑ جاؤ گے۔ تو تمہارا بھی وہی حال ہو گا۔ جیسے کہ گدھے کا ہوا۔ تمپر بھی اسیطرح برہمن لوگ لادی لادنے لگیں گے۔

اُس زمانہ میں جیسے کہ آجکل فوجوں کو قواعد وغیرہ سکھلائی جاتی ہے۔ اور لڑائی کے لیئے تیار کیا جاتا ہے۔ کوئی خاص قاعدہ نہ تھا۔ مگر **گورو گوبند سنگہ صاحب** ایک نہایت بیدار مغز اور عالی دماغ پیشوا تھے۔ جب ہزارہا آدمی امرت چھک چھک کر اُن کے پیرو ہو گئے۔ تو قبل اس کے کہ وہ اپنا کام شروع کریں۔ اُنھوں نے اپنے نو مریدوں کو جو برہمنوں کی کرپا سے ساگ، پات کھا کھا کر بالکل گئو ماتا بنے ہوئے تھے۔ جنگ وجدل جیسے مشکل کاموں میں مشّاق بنانا چاہا۔ اور اِس کے لیئے سوائے اِس کے اُسوقت کوئی دوسری عمدہ ترکیب نہیں تھی۔ کہ وہ پہاڑی راجاؤں کے ملک میں جنھوں نے اُن کے مذہب کی پیروی سے انکار کیا تھا۔ دور دور نکل جایا کریں۔ اور لوٹ مار کر کے چھاپہ مارنے اور جنگ وجدل میں مہارت حاصل کریں۔ شکار کھیلیں۔ ماہ پرشاد[1] چھکیں۔ گنگا جل[2] پئیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ کہ سکھ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر ہتھیار باندہ کر ست سری اکال۔ ست سری اکال۔ اور واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح کا نعرہ[3] گجاتے ہوئے پہاڑی راجاؤں کے ملک میں چھاپہ مار کر لوٹ مار کرتے پھرنے لگے۔ اور جہاں کہیں کوہستانی راجاؤں کی فوج جو اُن کے

ف ۱ و ۲ و ۳ - سکھوں کی اصلاح میں گوشت کو ماہ پرشاد۔ اور شراب کو گنگا جل اور بولانے کو گجانا بولتے ہیں۔ ۱۲

تدارک اور پاداش میں تعیناتی ہوتی اتفاق ملجاتا اگر جیسے تو اُسکا نہایت گرم جوشی سے مقابلہ کرکے اُسکو پسپا کر دیتے۔ یہاں تک کہ سنگھوں نے پہاڑی راجاؤں کا ناک میں دم کر دیا۔ ناچار راجہ بھیم چند والی کہلور نے کل پہاڑی راجاؤں کو جمع کرکے طعنہ مارا۔ کہ افسوس تم لوگ اپنے تئیں راجپوت کہلاتے ہو۔ اور تمہارے ملک کا یہ حال ہو رہا ہے۔ کہ ایک ادنے سی کھتری گورو نے آفت برپا کر رکھی ہے۔ جو کچھ پیداوار ہوتی ہے وہ سب اس کے سکھ لوٹ کھسوٹ کر لیجاتے ہیں۔ گانوں کے گانوں ویران کر دیئے۔ اور بہت سی ہماری فوج کو بھی نقصان پہنچا پایا ہے مگر تم لوگوں کو کچھ خیال نہیں۔ یاد رہے کہ اگر اس کا علاج ابھی سے نہ ہؤا۔ تو ایک نہ ایک دن ایسا ہوگا۔ کہ ہم سب لوگوں کو یہ جواب دیکر ہمارے ملک کا خود مالک بن بیٹھیگا۔ اسلیئے بہتر ہے۔ کہ ہم سب لوگ اپنی اپنی افواج کو جمع کرکے آنندپور پر چڑھائی کریں۔ اور **گورو گوبند سنگھ** کو وہاں سے بیدخل کرکے نکال دیں۔

اس کو سنتے ہی سب نے اپنی اپنی افواج قریب بیس ہزار کے جمع کرکے آنندپور پر چڑھائی کردی۔ اور قلعہ کو گھیر لیا۔ اُسوقت گورو **گوبند سنگھ صاحب** کے پاس قلعہ میں کل آٹھ ہزار جنگی آدمی موجود تھے۔ غرض کہ لڑائی شروع ہوگئی۔ جانبین سے گولیاں چلنے لگیں۔ توپیں چھوٹنے لگیں۔ سکھ لوگ دن بھر تو قلعہ کے اندر سے لڑتے۔ اور جب رات ہوتی۔ تو پہاڑی راجاؤں کی فوج پر اچانک چھاپہ مار کر انہیں بیدم کر دیتے۔ اور بہت کچھ نقصان پہنچاتے۔ ایک روز پہاڑی راجاؤں نے ایک تعلیم یافتہ ہاتھی کو شراب پلا کر بدمست کیا اور اُس کے سر پر آہنی توا باندہ کر سونڈ میں تلوار پکڑا کے قلعہ کے دروازہ کو ٹکر سے توڑنے کے لیئے چھوڑ دیا جسکے جواب میں **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اپنے ایک رستم صفت سنگھ موسومہ بچتر سنگھ کو اُسکی پشت ٹھوک روانہ کیا جس نے نہایت دلیری سے ہاتھی کے سر میں قبل اس کے کہ وہ ٹکر لگاتا۔ ایک برچھی ایسے زور سے ماری۔ کہ وہ آہنی توے کو چھید کر اُس کے مغز میں جا گھسی۔ اور وہ چیخ مار کر پیچھے کو بھاگ گیا۔ اس کو دیکھتے ہی پہاڑی لوگ بالکل ہراساں ہوگئے۔ اور زیادہ مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلے۔ بیس ہزار سے پانچ ہزار بھی نہ رہے۔ بہت سے مارے گئے۔ بہت سے زخمی ہوئے۔

جب پہاڑی راجاؤں نے دیکھا۔ کہ سکھوں کو شکست دینا اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ فوراً صوبہ سرہند کے قدموں پر جا گرے۔ اور بیس ہزار روپیہ خرچ کا ادا کرکے کمک کے خواہاں ہوئے۔ الغرض صوبہ سرہند نے بہت سی فوج لیکر راجہ بھیم چند کی مدد کی۔ اور ۱۷ ماگھ سمت ۱۷۵۵ بکرم کو متصل قصبہ کیرت پورہ کے میدان پڑا۔ اور دونوں طرف سے خوب مقابلہ ہؤا۔ راجہ بھیم چند نے گول انداز کو اشارہ کرکے ایک گولہ خاص **گورو گوبند سنگھ صاحب** پر (جو ایک اونچے سے ٹیلہ پر بیٹھے پگڑی باندہ رہے تھے) مارا جس سے رام سنگھ چوبدار کا سر اُڑ گیا۔ مگر اُن کا بال بھی بیکا نہ ہؤا۔ اُسیوقت **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے نہایت پھرتی سے قبل اسکے کہ دوسرا گولہ آتا اپنے تیر سے گول انداز کا سر اُڑا دیا۔ اور بہت سے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ مگر اتنے ہی میں شام پڑ گئی۔ آفتاب غروب ہوگیا۔ ہر ایک کو اپنے اپنے ٹھکانہ کی سوجھی۔ سپاہیوں نے اپنی اپنی تلواریں میان میں کیں۔ دوسرے روز آنندپور کے قلعہ کو صوبہ سرہند کی فوج نے گھیر لیا۔ سکھوں نے بڑی گرم جوشی سے مقابلہ کیا۔ حتےٰ کہ صوبہ سرہند کی فوج کو چار چار کوس کے فاصلہ پر پیچھے ہٹا دیا۔ بلکہ اُن کی پانچ چار چھکڑے بھی گولی بارود سے لدے ہوئیں سکھوں کے ہاتھ لگیں۔ مگر محمد یعقوب خاں۔

وامیر علی خاں افسران افواج صوبہ سرہند نے معہ راجگان کوہی کے پھر دوبارہ اِن پر حملہ کیا۔ اَور ایسا خونریز مقابلہ کیا کہ سکھوں کے بند ...
اَور قلعہ انندپور میں باہر سے رسد وغیرہ کا جانا بالکل بند کردیا۔ جب تک اندر رسد رہی سکھوں نے محاصرہ کی بالکل پرواہ نہ کی۔ اب ایک مٹھی چھولنے
ہوئے چینوں تک گذارہ کیا۔ اَور مقابلہ کو برابر قایم رکھا۔ آخرش جب سکھ لڑتے لڑتے بہت کم رہ گئے۔ فاقہ پر فاقہ گذرنے لگا۔ تب گورو
گوبند سنگھ صاحب قلعہ کو چھوڑ کر معہ اپنے باقی ماندہ ہمراہیوں کے باہر نکل کھڑے ہوئے۔ اَور دشمن کے حملہ کو نہایت مستقل
مزاجی سے روکتے ہوئے دریائے ستلج کو عبور کرکے بسولی کی طرف نکل گئے۔ گو اس لڑائی میں سکھوں کو شکست ہوئی۔ مگر اِن کے مٹھی بھر
کی تعداد اَور طاقت پر جو اسوقت اُن سے بیں گنی تھی خیال کیا جائے۔ تو اُن کی شکست کو بھی جو اسقدر خونخوار اَور بڑے در بڑے جنگ کے
بعد وقوع میں آئی۔ اَور جس میں اُن کے سردار کا بال بیکا بھی نہ ہوا۔ بمنزلہ فتح ہی خیال کرنا چاہیئے۔
ادھر راجگان کوہی وصوبہ سرہند فتح پاکر اپنی اپنی جگہوں پر واپس چلے گئے۔ اَور ادھر **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو راجہ بسولی
نے اپنے پاس نہایت اعزاز سے ٹھہرالیا۔ اَور باہم سیر و شکار میں نہایت ارتباط اور اختلاط سے مشغول رہنے لگے۔
ایک روز اتفاقیہ شکار میں راجہ بھنور سے ملاقات ہوئی۔ اَور وہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو اپنے مکان پر لیجانے
کے لیئے بہت بضد ہوا۔ آخرش یہ راجہ بسولی سے رخصت ہوکر اُس کے یہاں چلے گئے۔ اَور وہاں تھوڑے دنوں اُس کے پاس
قیام کرکے سکندرے کی دہار وغیرہ دیکھتے ہوئے (جہاں ابتک اُن کی یادگار میں ایک مکان بنا ہوا موجود ہے) بتقریب میلہ بیساکھی
روال سر تشریف لیگئے۔ یہاں پر میلہ میں جسقدر پہاڑی راجہ اَور امیر امراء آئے ہوئے تھے۔ سب اِن کے درشنوں کے لیئے آئے۔
اَور جسوقت ایک عام دربار میں یہ سب لوگ جمع تھے۔ ایک سکھ فرخ آبادی تاجر قوم راجپوت بھائی آودہ نامی نے ایک دونالی
بندوق **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے سامنے بطور تحفہ پیشکش کی۔ اُنہوں نے بندوق بھر کر سرِ دربار فرمایا۔ کہ کوئی سکھ
ایسا بھی ہے جو ہماری اِس بندوق کا نشانہ بنے۔ اِس کے سنتے ہی بہت سے سکھ دست بستہ کھڑے ہوگئے اَور کہنے لگے۔ کہ ہم
لوگ حاضر ہیں۔ اگر ہم لوگوں کا جسم گورو صاحب کا نشانہ ہو۔ تو اس سے بڑھ کر اَور کون خوش نصیبی کی بات ہے۔ یہ دیکھتے ہی سب
پہاڑی راجہ وغیرہ دنگ رہ گئے۔ اَور اپنے دلوں میں بہت خائف ہوئے۔ پھر وہاں سے واپسی کے وقت منڈی کے راجہ
سوو ہرسین کے پاس ٹھہرے۔ اِس راجہ نے اِن کی بہت خاطر کی اَور ایک عرصہ تک اِن کو اپنے پاس رکھا۔ اِنہوں نے بھی اُسکو
چلتے وقت اپنی یادگار میں ایک پُستک پڑھنے کے لیئے عطا کیا۔ منڈی میں دریائے بیاس کے کنارہ پر جہاں یہ قیام پذیر تھے ابتک
اُن کی یادگار کا ایک گوردوارہ بنا ہوا موجود ہے۔
یہاں پر **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو خبر ملی۔ کہ چند سکھ اُن کے درشنوں کے لیئے تحفہ جات وغیرہ لیکر آتے تھے۔
کہ اثناء راہ میں کلموٹہ کے راجہ نے اُن کی سب چیزیں لٹوالیں۔ اِس کے سنتے ہی اُنہوں نے اپنے بڑے صاحبزادہ جیت سنگھ
کو مختصر فوج دیکر راجہ کلموٹہ کی پاداش کے لیئے روانہ کردیا۔ اُدہر سنگھ بھارتھی مہنت جوالامکھی پانسو مسلح فقیروں کو لیکر راجہ
کلموٹہ کی مدد کے لیئے پہنچا۔ جب یہ خبر **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو معلوم ہوئی تو وہ خود روانہ ہوکر اپنے صاحبزادہ کی

مدد کے لیئے پہنچ گئے۔ دونوں طرف سے خوب مٹھ بھیڑ ہوئی۔ آخرکار راجہ کلموٹہ کو شکست ہوئی۔ اور گورو صاحب معہ سکھوں کی فوج کے کلموٹہ وغیرہ کے چند دیہات کو خوب اچھی طرح سے برباد کرتے ہوئے جوالا مکھی تشریف لے گئے۔ اور وہاں مہنت نکے بھارتی کی جو راجہ کلموٹہ کی امداد میں آیا تہا۔ خوب خبر لی۔ جو کچھ اُسکا مال و اسباب تہا سب سکھوں نے لوٹ لیا۔ اور وہاں سے **گورو صاحب** آخیر ماہ بیساکھ سمت ۱۷۵۵ بکرم میں پھر انندپور واپس تشریف لائے۔ اِس موقع پر پوتھی گورو نانک کی شہادت پر نرملہ فرقہ کے سنتوں کا بیان ہے۔ کہ جو گیرو ے رنگ کے کپڑے مہنت نکے بھارتی کے گھر سے لوٹے گئے تھے۔ وہ سب **گورو گوبند سنگہ جی** نے اُن کے فرقہ کے سکھوں کو عطا کیئے۔

اِس کے بعد درستی قلوجات و مہیا کرنے سامانِ جنگی میں مصروف ہوئے۔ اور ایک روز عام دربار لگا کر اپنے چاروں بیٹوں کو حسب دستور آمرت چھکایا۔ اور نہایت خوشی منائی۔ غریب غربا کو بہت کچھ زر لٹایا۔ اور عام سکھوں و سادھوؤں کی دعوت کی اِس کے بعد اساڑہ سمت ۱۷۵۹ بکرمی میں انندپور سے روانہ ہو کر روپڑ۔ انندپور کلوڑ۔ سنگھول و قصبہ پہویہ ہوتے ہوئے بتقریب میلہ سورج گرہن کورکھیتر میں تشریف لے گئے۔ یہاں پر ایک شخص چندر ناتھ نامی ممالک مشرقی کا باشندہ جو فن سپہ گری و تیراندازی میں نہایت مشہور تھا۔ **گورو گوبند سنگہ صاحب** سے ملنے آیا۔ اور اپنی تیراندازی کی بڑی تعریف کرنے لگا۔ چنانچہ جب امتحان کیا گیا۔ تو اُس کا تیر صرف ایک میل تک گیا۔ مگر **گورو گوبند سنگہ صاحب** کا تیر قریب ڈیڑہ میل کے چلا گیا۔ جس کو دیکھکر کل حاضرین دنگ رہ گئے۔

جب سورج گرہن کا موقع آیا۔ تو برہمنوں نے **گورو گوبند سنگہ صاحب** کو آگھیرا۔ انہوں نے بجائے گئو کے اُن کو ایک گدھا دینا چاہا۔ جسکے لینے کی کسی میں جرأت نہ پڑی۔ مگر ایک برہمن منی رام نامی نے جو نہایت عقلمند اور دور اندیش تھا۔ گدھا ہی لے لیا۔ جسکے عوض **گورو گوبند سنگہ صاحب** نے اُسکو اپنی خوشنودی مزاج کا ایک حکمنامہ عطا کیا۔ اور اپنا پروہت قرار دیا۔ پنڈت واسدیو اُسکی خاندان کا اب آجکل وہاں موجود ہے۔ اور اُسکے پاس وہ حکمنامہ بھی ہے۔

پھر یہاں سے انول کھیڑی و انبالہ وغیرہ ہوتے ہوئے جب موضع چمکور میں پہنچے۔ تو وہاں مسمیان حیدر بیگ و الف خاں سپہ سالاران جو معہ دو ہزار سوار اور پیادہ کے لاہور کیطرف جاتے تھے۔ پٹھانان ساکنان رودپڑ کی اغوا سے گورو صاحب پر حملہ آور ہوئے۔ مگر انہوں نے اُن کا ایسا دنداں شکن مقابلہ کیا۔ کہ اُن کو پیچھے ہی ہٹتے بنا۔ وہ تو لاہور کی طرف چلے گئے اور یہ واپس انندپور میں آئے۔

انہی ایام میں دیوان کابلی مل کھتری باشندہ پیشاور اُن کی خدمت میں ہزارہا روپیہ نقد اور بہت سے بیش قیمت تحفہ جات ملک کابل لیکر حاضر ہوا تھا۔ اور پچاس جوان مسلح اپنے ملک کے **گورو گوبند سنگہ صاحب** کے پاس اُن کی خدمت کے لیئے چھوڑ گیا تہا۔ اِسی اثناء میں راجہ بھیم چند کہلوریہ سے جو **گورو گوبند سنگہ صاحب** کا ہمیشہ خائف

رہتا تھا۔ اوّل تو یہ چال چلا۔ کہ مخبروں کے ذریعہ سے بادشاہ **اورنگ زیب** کو یہ لکھوا بھیجا۔ کہ ایک فقیر گوبند سنگھ نامی جسکا باپ شاہی حکم سے سمت ۱۷۳۲ بکرم میں قتل کیا گیا تھا۔ اِس گرد و نواح میں اِسقدر زور پکڑ گیا ہے جسکا انتہا نہیں۔ سکھوں کا ایک نیا مذہب ایجاد کر کے فوج بھرتی کرتا جاتا ہے۔ شاہانہ لباس رکھتا ہے۔ اور اپنے آپکو سچا بادشاہ مشہور کرتا ہے۔ سارے ڈکیت اور رہزن لوگ اُس کے مذہب کے پیرو ہو گئے ہیں۔ اگر ابھی سے اِس کا تدارک نہ ہوا۔ تو عنقریب بادشاہت میں ایک ایسا عظیم فتور واقع ہوگا۔ کہ جسکا فرو کرنا دشوار ہو جاوے گا"۔ اور اِس کے پیچھے سے تھوڑے ہی دنوں بعد خود چند پہاڑی راجاؤں کو اپنے ہمراہ لیکر بادشاہ **اورنگ زیب** کے پاس جا فریادی ہوا۔ کہ "سکھوں کے گورو گوبند سنگھ نے ہم لوگوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اُس کے پیرو لوگ ہمارے ملک کو لوٹ لوٹ کر برباد کر رہے ہیں۔ اور ایسا زبردست شخص ہے۔ کہ جسکا بیاں نہیں۔ ہم لوگوں نے کئی مرتبہ اُس پر چڑھائی کی مگر ہر بار ناکامیاب رہے۔ اپنی طاقت کو روز بروز بڑھاتا جاتا ہے۔ کئی ایک قلعہ بنا لیئے ہیں اور فوج بھرتی کرتا جاتا ہے۔ تمام ملک پنجاب اُس کا مرید ہوتا چلا جاتا ہے۔ اُس کی عام تعلیم جنگ کی پیروی میں ہوتی ہے۔ اگر ابھی سے اسکا کچھ تدارک نہ ہوا تو پھر سنبھالنا مشکل ہو جاوے گا"۔

عالمگیر کو اوّل تو مخبروں کی شکایت نے ہی بیچین کر رکھا تھا۔ اِن کے پہنچتے ہی وہ اور بھی زیادہ مغلوب الغیظ ہو گیا۔ اور پہاڑی راجاؤں کا اُن کے برخلاف ہونا دیکھکر اِس موقع کو نہایت غنیمت سمجھا۔ فوراً بازید خاں حاکم سرہند کے نام گورو گوبند سنگھ صاحب کی گرفتاری کا فرمان جاری کیا۔ اور امیر خاں دسہزاری باشندہ تراوڑی و نجابت خاں و وحید خاں وغیرہ سپہ سالاران کو دہلی سے ایک فوج کثیر دیکر راجہ بھیم چند وغیرہ پہاڑی راجاؤں کے ہمراہ حاکم سرہند کی امداد میں روانہ کیا۔

الغرض حاکم سرہند نے معہ کل افواج آمدہ دہلی و راجگان کوہی کے ۱۷۔ پھاگن سمت ۱۷۵۹ بکرم کو انندپور کا محاصرہ کر لیا۔ اور پانچ روز تک وہ خونخوار جنگ کیا جسکا بیان نہیں۔ دونوں طرف سے صدہا جوان کام میں آئے۔ مگر سکھوں کی فوج نے کچھ پرواہ نہ کی۔ آخر ش چھٹے دن **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے فوج خالصہ کو لیکر بذات خاص بادشاہی فوج پر تلواریں کھینچکر واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح کا نعرہ مار کر اِس زور شور سے حملہ کیا۔ کہ وہ تاب نہ لا سکی۔ پہلے تو بادشاہی فوج کا ایک مشہور جنگجو سردار عظیم خاں نامی افغان **گورو گوبند سنگھ صاحب** پر للکار کر آیا۔ مگر چونکہ یہ نہایت مشاق تھے۔ انہوں نے اُسکا وار بچایا۔ اور اپنا ایک ایسا ہاتھ جمایا۔ کہ پھر اُٹھ نہ سکا۔ پھر پینڈے خاں آیا۔ جسکو گورو صاحب نے کہا۔ کہ پہلے تو اپنا ہاتھ کر لے۔ بعد اُس کے ہمارا دیکھ۔ اُس نے ڈرتے ڈرتے دو چار وار کیئے۔ مگر سب خالی گئے۔ آخر جب اُن کی باری آئی۔ تو انہوں نے پہلے ہی ہاتھ میں اُسکا کام تمام کیا۔ غرض اسیطرح جو **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے مقابلہ میں آیا۔ وہ تلوار کے گھاٹ پار اُترا۔

پھر سید بیگ و ماموں خاں از قوم افغان جو **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے ملازم تھے تلوار کھینچکر بادشاہی فوج میں گھس پڑے۔ میاں ہری چند جسوالیہ ماموں خاں کے مقابلہ میں آیا۔ مگر ایک ہی ہاتھ میں پار بولا۔ پھر بادشاہی طرف کے

دینا بیگ نامی ایک جوان نے صید بیگ کو گھیرا جس نے اُس کے حملہ کو نہایت ثابت قدمی سے روکا۔ مگر آخر کو اُس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہ دیکھکر موسن خاں نے دین بیگ سے للکار کر کہا کہ آ! کہاں جاتا ہے!! تو نے میرے دوست کو مارا ہے میں تجھے کب خالی جانے دونگا۔ یہ کہتے ہی لپک کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اُس کا سر خرپوزہ کی طرح تن سے جدا کر دیا۔ اور پیچھے جو آیا اُسکو بھی اُسی کے ساتھ پہنچایا۔

اِس کے بعد پینڈے خاں گورو صاحب کیطرف آیا۔ اور پہلے اپنا وار کیا۔ مگر خالی گیا۔ دوسرا ہاتھ اُن کا ایسا پڑا۔ کہ اُسکو تیسرے کی نوبت نہ پہنچی۔ اسی اثناء میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** دشمن کی فوج میں گھس گئے۔ اور جہاں سید خاں۔ اُس کا سردار کھڑا تھا۔ اُس کے پاس جا نکلے۔ اُسپر اُن کا رعب ایسا غالب ہو گیا۔ کہ وہ بالکل ٹھٹھر گیا۔ بلکہ ایک طرح کی عاجزی کرنے لگا۔ اِنہوں نے بھی اُس کو بُزدل خیال کر کے جیسا کہ سابق میں جوانمردوں کا دستور تھا چھوڑ دیا۔ لیکن اُس سے کہا کہ دیکھہ اب میں تیری فوج کے درمیان میں سے جاتا ہوں۔ جسکو اپنی جوانمردی پر دعوےٰ ہے مجھکو پکڑ لے یہ کہکر شمشیر ہاتھہ میں لے ہوئے ما د رفتار کو تیز کیا۔ اور دشمن کی فوج میں سے جو سیاہ بادل کی طرح اُمنڈ رہی تھی بجلی کی طرح نکلکر اپنی فوج میں آ گئے۔ کسیکی اتنی جرأت نہ ہوئی۔ کہ اُن کا ہاتھ پکڑ سکے۔ اِس کے بعد سنگھ لوگ تلواریں کھینچ کھینچ کر دشمن کی فوج پر ایکبارگی جا پڑے اور لڑائی شروع کر دی۔ راجہ بھیم چند زخمی ہوا۔ اور اُسکا وزیر بھی معہ بہت سے پہاڑی سپاہیوں کے مارا گیا۔ الغرض بادشاہی فوج میں ایسی افراتفری پڑ گئی۔ کہ سب کے سب بھاگ نکلے۔ سکھوں نے اُن کا روپڑ تک پیچھا کیا۔ اور جو کچھ وہ انندپور سے لوٹ مار کر لے گئے تھے۔ سب چھین لیا۔

جب اِس شکست فاش کی خبر **اورنگ زیب** کو پہنچی۔ تو اُس نے ہونٹھوں کو چبا کر نہایت غصہ سے صوبہ لاہور و کشمیر دونوں کے نام جدا جدا فرمان جاری کر کے لکھا۔ کہ وُہ لوگ اپنے اپنے نواح کی کل افواج لیکر انندپور پہنچیں اور جسطرح سے ہوسکے گوبند سنگھ کو گرفتار کر کے یا اُسکا سر کاٹ کر بادشاہ کے حضور بھیجدیں۔ اور بہت سی فوج جنگ بہادر بیس ہزاری کے زیر حکم دہلی سے روانہ کی۔ اور شمس الدین و **سید خاں** نامی سپہ سالاران کو بھی روانہ کیا۔ اُدھر صوبہ لاہور کیطرف سے دلاور خاں و صفدر خاں حاکم جالندھر و عبدالصمد خاں حاکم قصور وغیرہ معہ راجگان کوہستان بہ جمعیت کثیر آ گئے۔ اور شروع سمت ۱۷۶۱ بک میں انندپور کو چہار طرف سے گھیر لیا۔ اِدھر **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے بھی اپنے تمام مریدوں کو جابجا اطلاعیں بھیج بھیج کر قریب دس ہزار کے اکٹھا کر لیا تھا۔ اور اُس کی تقسیم یوں کی۔ کہ اپنے بڑے لڑکے اجیت سنگھ صاحب کو دو ہزار جوان دے کر قلعہ کیس گڑھ کا اہتمام سپرد کیا۔ اور ناہر سنگھ و شیر سنگھ کو ایک ہزار سوار پیادہ دے کر قلعہ لوہگڑھ میں متعین کیا۔ اسیطرح عالم سنگھ و سنگت سنگھ کو تین ہزار سپاہ کے ساتھ دمدمہ پر۔ وادوی سنگھ و ایشر سنگھ کو اگم پور میں۔ اور خود معہ پانچوں پیاروں و لبقیہ فوج کے قلعہ انندگڑھ میں قیام پذیر ہوئے۔ غرضیکہ کوئی مورچہ خالی از حفاظت نہ چھوڑا۔

بادشاہی فوج نے آتے ہی بندوقوں کی باڑہ اور توپوں کی بھرمار شروع کر دی۔ دوسرے روز جب بھائی دیا سنگھ وادوی سنگھ

بہادران نے اپنا مورچہ آگے بڑہایا۔ تو لشکر شاہی نے اُن کا ایسا منہ موڑا جسکا بیان نہیں۔ بہت سے سکھ مارے گئے۔ اور انکو ناچار پیچھے ہٹنا پڑا۔ قریب تہا کہ دشمن کی فوج خاص انندپور میں پہنچ جاوے۔ مگر شہزادہ اجیت سنگھ صاحب نے مع اپنے دو ہزار مسلح اور جرّار سکھوں کے اوپر کیطرف سے اُن پر اچانک بجلی کیطرح ایسا حملہ کیا۔ کہ دشمن کو اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ اوپر سے تیروں کی بارش اور نیچے سے تلوار کا ہاتھ۔ ایک ایک سنگھ نے دس دس اور بیس بیس مسلمان کا کام تمام کیا۔ اتنے ہی میں گورو گوبند سنگھ صاحب بھی اپنے لڑکے کی مدد پر آپہنچے۔ اور کچھہ دیر تک ایسی کھٹا کھٹ تلوار چلی کہ لاش پر لاش گرنے لگی۔ خون کے فوّارے چھوٹنے لگے الغرض تھوڑی ہی دیر میں بادشاہی فوج کے پیر اُکھڑ گئے۔ اور بھاگ نکلی۔ سکھوں نے دو تین کوس تک تعاقب کیا۔ عظیم خاں و دلاور خاں وغیرہ سب سردار مارے گئے ؁

صوبہ سرہند جو ایک بلند ٹیلے پر سے اِس خونخوار لڑائی کا نظارہ کر رہا تھا۔ سکھوں کی بہادری اور شجاعت کو دیکھکر ششدر رہ گیا۔ اور راجہ بھیم چند سے اِس کا باعث پوچھنے لگا۔ اُس نے کہا کہ نہیں معلوم گورو گوبند سنگھ نے اِس نئے فرقہ کو ایجاد کرکے انمیں جوانمردی کا مادہ کہاں تک کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ کہ پیچھے ہٹنا تو جانتے ہی نہیں اپنے گورو پر قربان ہونا اور لڑائی میں جان دیدینا ان لوگوں نے اپنا فرض سمجھہ رکھا ہے۔ ہم لوگوں نے کئی بار ان سے مقابلہ کیا۔ مگر اُنہوں نے مطلق ہار نہیں مانی۔ خدا معلوم کس بلا کی سپاہی ہیں۔ پانچ پچاس پر غالب آتے ہیں۔ یہ سنکر حاکم سرہند کے اور بھی ہوش باختہ ہوئے۔ مگر چونکہ آفتاب غروب ہوگیا تھا۔ اسلیئے اُس دن تو کچھہ نہ ہو سکا۔ دوسرے روز صبح کو جب **گورو گوبند سنگھ صاحب** دمدمہ پر بیٹھے ہوئے دستار باندہ رہے تھے۔ اُسوقت زبردست خاں گولنداز نے حسب نشان دہی راجہ بھیم چند شست لگاکر دو کوس پیچھے سے خاص اُسی مقام پر گولہ باری شروع کردی۔ گورو صاحب پر تو کوئی نہ لگا۔ مگر آس پاس کے بہت سے سنگھ لوگ کام میں آئے ؁

اِس کے بعد جب **گورو گوبند سنگھ صاحب** پگڑی باندہ کر اور تیر کمان ہاتھ میں لیکر بیٹھ گئے۔ تو گولنداز وغیرہ سب کے سر اُڑا دیئے۔ اور تیروں کی ایسی بارش کی کہ افسران فوج کو اپنا اپنا خیمہ وہاں سے اُٹھانا پڑا۔ بلکہ یہانتک روایت ہے۔ کہ دو کوس کے فاصلہ پر جہاں سینبل کے درخت کے نیچے صوبہ لاہور دکاشمیر باہم چوسر کھیل رہے تھے۔ اِن کا تیر وہاں بھی پہنچا۔ جس کو اُنہوں نے بمنزلہ کرامت خیال کیا۔ مگر پھر **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اُسی مقام پر ایک دوسرا تیر بھیجا۔ اور اُس کے ساتھہ ایک پرچہ پر لکھکر باندہ دیا۔ کہ یہ کرامت نہیں ہے۔ بلکہ کرتب ہے ؁

اِس کے بعد جب مسلمانوں کی فوج نے کوئی صورت فتح کی نہ دیکھی تو اُنہوں نے انندپور کا محاصرہ کرکے دانہ گھاس اور رسد وغیرہ اندر جانے سے بالکل بند کر دیا۔ مگر سکھوں نے کچھہ پرواہ نہ کی۔ قلعہ کے اندر سے گولی اور گولوں کی برابر بھرمار کرتے رہے آخرکار جب دانہ اور گھاس کیطرف سے بالکل نا امید ہوگئے۔ تب ایک روز آدہی رات کیوقت مسمیان ناہر سنگھ و شیر سنگھ و بہادر سنگھ و دیا سنگھ وغیرہ بہادران بجمعیت دو ہزار سواران قلعہ سے نکلکر بادشاہی لشکر پر اچانک جا پڑے۔ اور تلواریں کھینچ کھینچ کر اپنا کام کرنے لگے۔ جسطرف دیکھو ”واہگورو جیکا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح“ یا ”ستِ سری اکال“ کی آواز آتی تھی۔

ہر چہار طرف سے خالصہ ہی خالصہ آتا ہؤا نظر آتا تھا۔ مسلمانوں کی فوج اوّل تو دن بھر کی ماری تھکی ہتھیار کھوسے بیہوش پڑی تھی دوسرے رات کا وقت۔ تمام لشکر سلطانی میں ایک عام ہل چل پڑ گئی۔ آپسمیں ہی کٹ کٹ کر مرنے لگے۔ اور بھاگ نکلے۔ غرض آفتاب طلوع ہونے تک روپڑ کے قریب جا پہنچے۔ راجہ ڈڈوال وجسووال وغیرہ بھی مع بہت سے مسلمان مشہور مشہور جو امزدوں کے بے خبری کے چھاپہ میں کام آئے۔ جو کچھ توپ وگولی بارود اُن کا رہ گیا تھا وہ سب سکھوں کے ہاتھ آیا۔

جب یہ خبر **اورنگ زیب** کو ملی۔ تو اُس نے کُل حاکمان پنجاب کے نام ایک نہایت سخت اور تاکیدی حکم جاری کیا جسکی تعمیل میں تمام ملک پنجاب کے بادشاہی فوجیں جمع ہو گئیں۔ کُل راجگان کوہی بائیس دہار مع اپنی ملکھ سپاہ و راجپوتان رائکوٹیہ شیر محمد خاں وغیرہ خان افغانان مالیر کوٹلہ۔ نجیب خاں و رحمت خاں حاکمانِ جالندھر۔ ہیبت خاں و عثمان خاں پٹھانانِ قصور۔ محمد خاں و کریم خاں از پھگواڑہ۔ دلاور خاں کانگڑیہ۔ رستم خاں ہلواڑہ۔ زبردست خان حاکم کشمیر۔ نجابت خان صوبہ پشاور۔ دلاور خاں نواب لاہور و بازید خاں سرہندی اور کُل راجپوتان و رئیسان قصبہ جات تلونڈی۔ نوہا۔ بولاڈہا۔ ورانیاں وغیرہ سب مع اپنی اپنی سپاہ و فوج کے جمع ہو کر مثل سیاہ گھٹا کے چاروں طرف سے انندپور پر اُمنڈ آئے۔ اور چیت سمت ۱۷۶۱ میں لڑائی شروع ہو گئی۔ سکھوں نے محاصرہ کو بڑی سرگرمی سے روکا۔ اور ایک عرصہ تک بڑی گرم جوشی سے لڑتے رہے۔ انندپور کے قلعہ کو خالی نہیں کیا۔ آخر کار جب کچھ پیش نہ گئی۔ تو قلعہ کے اندر رسد وغیرہ کا جانا باہر سے مسلمانوں نے بالکل بند کر دیا۔ سکھوں نے بُھنی مُٹھی چنے چبا کر گذارہ کیا۔ اور نہایت ثابت قدمی سے رہے۔ مگر تابہ کے؟ جب فاقہ پر فاقہ گذرنے لگا سبھوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ حالانکہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** سب کو حوصلہ دیتے اور کہتے۔ کہ گھبراؤ مت۔ اگر ایک ہفتہ تک اور گذارہ کرو تو واہگورو کی کرپا سے تمہاری فتح ہو گی۔ مگر بیچارے کیا کرتے۔ بھوکے رہنا اور لڑنا بہت مشکل ہے۔ اسی اثناء میں باہر سے بادشاہی فوج بھی آخر کار لڑتے لڑتے دق ہو گئی۔ پہاڑی راجے بھی حیران ہو گئے۔ سبھوں نے ملکر یہ فریب کیا۔ کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے پاس قسم کھا کر یہ پیغام بھیجا۔ کہ بادشاہ کا یہ ارادہ ہے۔ کہ اگر آپ قلعہ چھوڑ کر کسی اور ملک میں چلے جاویں۔ تو ہم بالکل مزاحم نہ ہوں گے۔ ادھر سکھوں نے بھی جو بھوکے مر رہے تھے۔ ماتا صاحبہ کو سمجھا بوجھا کر اُن کے پاس بھیجا۔ کہ بہتر ہے صلح کر لیں۔ اور قلعہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جاویں۔ کیونکہ بادشاہی فوج بہت ہے اور فتح کی امید بالکل نظر نہیں آتی۔ مگر گورو صاحب نے ایک نہ مانی۔ اور کہا۔ کہ یہ لوگ فریب کرتے ہیں۔ ان کی بات پر یقین نہ لانا چاہیئے۔ بلکہ اُن کو یقین دلانے کے واسطے یہ کیا۔ کہ جسقدر ٹوٹا پھوٹا گھوڑوں کا ساز و توبڑے وغیرہ کا چمڑا پڑا ہوا تھا اور نیز پورانی پورانی جوتیاں جمع کر کے صندوقوں میں بھروا کر خچروں پر لاد کے باہر روانہ کیں جن کو بادشاہی فوج باہر نکلتے ہی خزانہ سمجھکر لوٹ کرلے گئی۔ اور جب اندر سے کھولا۔ تو بہت پشیمان اور شرمندہ ہوئی۔ لیکن اس پر بھی سکھوں کو صبر نہ آیا اور انہوں نے پھر ٹھان لی۔ کہ قلعہ کو چھوڑ کر اب بھاگ جانا ہی بہتر ہے۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے بہتیرا سمجھایا۔ مگر اُن کے دل میں ایک نہ آئی۔ آخر کار جب گورو صاحب نے دیکھا کہ یہ لوگ کسیطرح نہیں مانتے۔ تو انہوں نے سب کو جمع

کرکے کہا۔ کہ اچھا تمہاری مرضی۔ تم لوگ چلے جاؤ۔ مگر ہمکو یہ لکھکر دیجاؤ۔ کہ تم ہمارے گورو نہ ہم تمہارے سکھ۔ جسکو عموماً لوگوں نے قبول کرلیا۔ اور لکھہ کر دیدیا۔ صرف چالیس یا پچاس آدمی جنہیں اُن کے دونوں بڑے لڑکے بھی شامل تھے ایسے رہ گئے۔ جنہوں نے نہیں لکھا۔ اور اپنے گورو پر قربان ہونا ہی سب سے افضل سمجھا۔ الغرض جب شام پڑی اور اندھیرا ہوا۔ تو گورو گوبند سنگھ صاحب نے پہلے اپنی والدہ کو معہ اپنے دونوں چھوٹے لڑکوں کے ڈولیوں میں سوار کرا کے سکھوں کے ہمراہ قلعہ سے باہر کردیا۔ بعد ازاں معہ انہی باقیماندہ وفادار سکھوں کے جنہوں نے اپنے آپ کو اُن کے اوپر سے بہ نسبت منحرف ہو جانے کے تصدق ہو جانا عین فرض سمجھا تھا۔ قلعہ کو چھوڑ کر دشمنوں کی آنکھ بچاتے ہوئے باہر نکل چلے۔ بادشاہی فوج نے بھی آہٹ پاکر تعاقب کیا۔ ادھر آگے سے دریائے ستلج کی طغیانی ان کے سدِّ راہ ہوئی۔ مسلمانوں نے سکھوں کو معہ ماتا صاحب کے گھیر لیا۔ اسوقت ان بیچاروں پر بڑی تباہی آئی۔ مگر پھر بھی سکھوں نے اپنی بہادری کے ہاتھ مسلمانوں کو خوب دکھائے۔ اور ایک عرصہ تک بادشاہی فوج کے زبردست حملہ کو روکے رکھا۔ مگر تابکے؟ ان بیچارے تھوڑے سے آدمیوں کی جو کئی دن کے فاقہ سے تھے۔ بادشاہی فوج کے ہزارہا آدمیوں کے سامنے خصوصاً کھلے میدان میں بھلا کیا پیش جاسکتی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں گھبرا گئے۔ اور بھاگ نکلے۔ ہزارہا تو مارے گئے۔ بہتیرے بہہ گئے۔ صرف وہ جو تیرنا جانتے تھے بمشکل تمام پار اُترے۔ مستورات کو بہت سخت تکلیف پہنچی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ انہیں اپنی جان بچانے کے لیے مردانہ بھیس بھی کرنا پڑا تھا۔ غرض کسی کو کسی کا ٹھکانا نہ رہا تھا۔ کوئی ادھر گیا کوئی اُدھر گیا جس کا جس طرف منہ اُٹھا۔ اور جہاں پناہ ملی وہیں جا کر چھپ گیا۔ ہر ایک اپنے اپنے سے جُدا ہو گیا۔ کسیکو ایک دوسرے کی خبر نہ رہی۔ عجیب آفت برپا ہو گئی۔ جوں توں کرکے زنانے عبور ہوئے۔ اور اپنے پروہت کے گھر سرہند میں جا ٹھہرے۔ جہاں اُس لالچی برہمن کے بیوفائی اور نمکحرام نوکر کی مخبری پر گرفتار ہو گئے۔ اور **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے دونوں چھوٹے صاحبزادے جو ماں کے ساتھ تھے دھرم کی رکھیا میں نہایت ثابت قدمی سے بلیدان ہونے کی نظیر بنے۔ اسکا مفصل حال جسکے سننے سے کلیجہ شاق ہوتا ہے حصہ پنجم میں علیحدہ درج کیا گیا ہے۔

اِدھر **گورو گوبند سنگھ صاحب** کا یہ حال کہ آگے آگے وہ اور پیچھے پیچھے فوج لڑتے لڑاتے دشمنوں کا حملہ بچاتے جب موضع چمکور میں پہنچے۔ تو وہاں ایک عالیشان پختہ حویلی میں جو بطور قلعہ کے تھی گھس گئے۔ اور اس کو بند کرکے وہیں سے دشمنوں پر تیر برسانے لگے۔ اور ایک ایک سکھ کو باہر بھیجکر دشمن سے مقابلہ کراتے جو دس دس بارہ بارہ کا کام تمام کرکے خود شہید ہو جاتا۔ بعد ازاں صبح کو اِسی مقام پر اجیت سنگھ و جوجہار سنگھ اُن کے دونوں بڑے بیٹے شہید ہوئے۔ اور یہی موقع ہے جس میں باپ کے استقلال اور لڑکوں کی بہادرانہ ہمت و والدین کی حد درجہ سے فرماں برداری کی نظیر ملتی ہے۔

بیان کیا گیا ہے۔ کہ اِس مقام پر اجیت سنگھ صاحب **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے سب سے بڑے لڑکے نے جب دیکھا۔ کہ عنقریب کل ہمراہی دھرم کے جُدھ میں ختم ہو چکے ہیں۔ تو اُنہوں نے اُٹھکر گورو صاحب سے میدان میں جانے کی درخواست کی۔ اور جس کو سُنکر وہ بہت خوش ہوئے۔ اور کہا۔ "بیشک! ہم لوگ چھتری ہیں۔ ہمارے لئے اِس

سے بڑھکر اور کون ایسا بہتر موقع ہوسکتا ہے۔ جس میں اپنی بہادری دکھلادیں"۔ اور اسیوقت اُن کی پیٹھ ٹھونک کر اُن کو روانہ کیا۔ وہ بجلی کیطرح اُس کالی گھٹا میں جا کودے۔ اور کتنوں کا کام تمام کرکے خود شہید ہوگئے۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اپنی آنکھوں سے اپنے لڑکے کو شہید ہوتے دیکھا۔ مگر چہرہ پر ذرا شکن نہ ڈالا۔ بلکہ نہایت خوشی سے "ست سری اکال" کہکر اُن کے چھوٹے بھائی جوجھار سنگھ کی طرف نظر ڈال کے دیکھا۔ اور کہا "بیٹا! دھرم کے پیچھے قربان ہونے کی اب تمہاری باری آئی ہے"۔ وہ خورد سال لڑکا جس کی عمر اسوقت دس بارہ سال سے زیادہ نہ تھی اپنے باپ کی طرف نظر کو دیکھتے ہی نہایت دلیری سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا اِس سے بڑھکر میرے لیئے اور کونسی خوش نصیبی ہوسکتی ہے۔ کہ جس دھرم کے پیچھے میرے آبا و اجداد نے جان گنوادی ہو میں بھی اُنہی کے ہمراہ جاؤں۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** اُس بچے کے منہ سے ایسی بڑی حوصلہ کی بات سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور فوراً اُن کا منہ دُھلا کر اور ہاتھ سے اُن کے سر پر پگڑی باندھکر چھوٹی سی تلوار اور چھوٹی سی بندوق ہاتھ میں دیکر چمکتی ہوئی تلواروں کے سامنے روانہ کیا۔ اُسوقت چھوٹے سے صاحبزادے نے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پانی پینے کے لیئے مانگا۔ مگر **گورو گوبند سنگھ صاحب** اُس کے بہادر باپ نے لڑکے کا اصلی منشا سمجھکر فرمایا۔ کہ "بیٹا اب تمہارا پانی تمہارے بھائی کے پاس ہے۔ وہیں جاکر پیو۔ لڑکا فوراً میدان میں گھُس گیا۔ اور اپنے پیارے پیارے ننھے ننھے ہاتھوں سے دو چار بڑے بڑے ہاتھوں والے سرداروں کا کام تمام کرکے اپنے بڑے بھائی کے پاس جا بیٹھا۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے واہ واہ اور شاباش شاباش کے الفاظ کہکر بجائے اِس کے کہ کچھ ملول خاطر نظر آتے نہایت خوشی ظاہر کی ✣

اسکے بعد شام تک اندر سے خود تیر اور بندوق کی بارش دشمنوں پر نہایت ثابت قدمی سے کرتے رہے۔ ناہر خاں افغان مالیری و نجیب خاں صوبیدار جالندھر و عثمان خاں قصوری وغیرہ جو اُس مکان کے نزدیک آئے۔ اِن کے تیروں سے پار ہوئے خواجہ خضر خاں ملیری و محمد خاں بھگواڑیہ و دلاور خاں والی قصور و سمند خاں نائب صوبیدار لاہور و مرزا جعفر بیگ تورانی وغیرہ بہت سے نامی نامی اور مشہور سرداران زخمی ہوئے۔ آخر کار جب شام پڑگئی۔ اور گڈھی فتح نہ ہوئی۔ تو دشمنوں کی فوج نے لڑائی بند کرکے باہر اُسی میدان میں قیام کردیا۔ اِدھر رات کو **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے جب دیکھا۔ کہ دشمنوں کی فوج لاکھوں کی مقدار تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور اُن کے پاس صرف تھوڑے سے آدمی رہ گئے ہیں۔ اور وہ بھی ہراسان ہیں۔ فتح یابی کی صورت بہت مشکل نظر آئی۔ تو ایک سکھ مسمّی سنت سنگھ کو جسکی شکل قریب قریب اُن کے مشابہ تھی۔ اپنا لباس پہنا کر اپنی جگہ قایم کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ تم معہ بقیہ رام سنگھ۔ کیہر سنگھ۔ سنتوکھ سنگھ و جیون سنگھ سکھوں کے تمام رات یہاں سے بندوقیں چلاتے رہو۔ اور صبح کو باہر نکل کے مرتبہ شہیدی حاصل کرو۔ جس کو اُن سکھوں نے بسر و چشم قبول کیا۔ لیکن چونکہ اِن کو ابھی دنیا میں بہت سے کام کرنے باقی تھے۔ اسلیئے خود بھائی دھرم سنگھ مان سنگھ و دیا سنگھ کو ہمراہ لیکے ایک دریچہ کے راستہ سے باہر نکل کر دشمنوں کی فوج کے درمیاں سے جو چہار طرف گھیرے پڑی ہوئی تھی۔ نہایت ہشیاری سے بچ کر بھاگ نکلے۔ اِس موقع پر یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب یہ بھاگے۔ تو اُنہوں نے تمام لشکر کو بیدار

کر کے بآواز بلند کہا۔ کہ ہندوؤں کا پیر بھاگا جاتا ہے۔ پکڑلو۔ جس کے سنتے ہی بہت سے لوگوں نے تعاقب کیا۔ مگر چونکہ رات کا وقت تھا۔ کامیابی نہ ہوئی +

صبح کو جب **گورو گوبند سنگھ صاحب** موضع کھیڑی کے قریب پہنچے۔ تو مسمیان گاموں و الفو گوجر دو نے جو وہاں اُسوقت اپنے مویشی چرا رہے تھے پکارا۔ کہ یہ گورو گوبند سنگھ بھاگا جاتا ہے۔ پکڑیو! پکڑیو!!۔ ان کی طرف گورو جی نے پانچ پانچ اشرفیاں پھینکیں۔ مگر گوجر باز نہ آئے۔ آخر کار انہوں نے اُن کو زیادہ دینے کا اشارہ کر کے پاس بلایا۔ اور جب وہ پاس آئے۔ تو تلوار کی دھار سے اُن کا منہ بند کر دیا۔ الغرض بھاگتے بھاگتے جب متصل قصبہ بہلول پور پہنچے۔ تو دن اچھی طرح سے روشن ہو گیا اور دشمنوں کی فوج جو ان کے تعاقب میں نکل پڑی تھی۔ چہار طرف سے نظر آنے لگی۔ اُسوقت یہ ایک وسیع جنگل میں جہاں اب جنڈ صاحب کے نام سے ایک گوردوارہ ان کی یادگار میں بنا ہؤا موجود ہے جا چھپے۔ اور ایک جھاڑی کے نیچے سو گئے۔ دوپہر کے بعد جب آنکھ کھلی۔ تو اُٹھ کر راستہ کی تلاش میں اُسی جنگل کے درمیان بھٹکتے پھرے۔ اور افیوں کی جگہ مدار کے پھول کھائے۔ رات بھی اُسی جنگل میں اُس مقام پر جہاں اب ایک گوردوارہ جھاڑ صاحب کے نام سے بن گیا ہے۔ خاردار بستروں پر کاٹی۔ اور صبح کو چلتے چلتے قصبہ ماچھی واڑہ کے مشرق کی طرف افغان روہیلہ کے باغ میں جہاں اب ایک مکان چرن کمل کے نام سے اِن کی یادگار کا بنا ہؤا ہے جا نکلے۔ اور وہیں ٹھہر گئے۔ اس سفر میں جو جو مصایب و تکالیف **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو جھیلنی پڑیں۔ اُن کا کہانتک ذکر کیا جاوے۔ اوّل تو چمکور سے نکلتے ہی ساتھ کے آدمی بچھڑ گئے۔ پھر جوتا بھی وہیں رہ گیا۔ پاؤں خاردار جھاڑیوں میں پھرتے پھرتے پاش پاش ہو گئے۔ پانی تک نصیب نہیں ہؤا۔ افیون کی جگہ مدار کے پھول کھانے پڑے۔ تھوڑی دیر بعد غنی خاں و نبی خاں پٹھان جو اُس باغ کے مالک تھے۔ سیر کرتے کرتے جہاں گورو صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ آنکلے۔ اور ان کو دیکھکر ششدر رہ گئے۔ خداوند کریم و رحیم نے ہر ایک انسان میں رحم کا مادّہ کچھ نہ کچھ ضرور رکھا ہے۔ پس ان پٹھانوں میں رحم بہت تھا۔ گورو صاحب کی شیریں کلامی اور وجیہہ شباہت نے اُن کے دلوں کو موم کر دیا۔ علاوہ ازیں دشمن بھی جب اُسکی پناہ مانگی جاوے۔ تو مہربان ہو جاتا ہے۔ نہ کہ یہ تو اُن کے ایک قسم کے جان پہچان والوں میں سے تھے۔ اِن کی میٹھی میٹھی باتوں اور خصوصاً اُس بات کی یاد دلانے پر کہ تم سے ہمنے کئی بار گھوڑے خریدے ہیں۔ اور تمہاری ہر قسم کی خاطر و تواضع کرتے رہے۔ غنی خاں وغیرہ کی انسانیت نے یہ تقاضہ نہ کیا۔ کہ وہ اُن سے بدسلوکی کریں۔ فوراً اُن کو اپنے مکان پر لے گئے۔ اور یہ مشہور کیا۔ کہ ہمارے پیر آئے ہیں۔ اسی اثناء میں بھائی مان سنگھ۔ دھرم سنگھ و دیا سنگھ وغیرہ بھی جو مسلمانوں کے بھیس میں گورو صاحب کو تلاش کرتے پھرتے تھے پہنچ گئے اور مان سنگھ نے گورو صاحب کو افیون و سکھا چکھایا۔ اتنے میں بادشاہی فوج بھی جو تعاقب میں تھی ماچھی واڑہ کے ارد گرد آپہنچی +

ادھر **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے بھی اپنے استاد قاضی میر محمد خاں باشندہ موضع سلوہ کو (جن سے انہوں نے فارسی کا علم تحصیل کیا تھا۔) و نیز گلابا مسند ساکن دیہہ کو غنی خاں کی معرفت بُلا بھیجا۔ اور اُن کے مشورہ سے نیلگوں چولا پہنکر مسلمان پیروں کے بھیس میں بدیں خیال کہ مبادا بادشاہی فوج سراغ لگا کر گرفتار کرلے۔ غنی خاں وغیرہ کو ہمراہ لیکر وہاں سے ملک مالوہ کی

طرف نکل کھڑے ہوئے ؛

اُس زمانہ میں یہ دستور تھا۔ کہ مرید لوگ اپنے پیروں کو چارپائی پر بیٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جہاں وہ جانا چاہتے۔ لیجایا کرتے
چنانچہ اِن کو بھی اسیطرح چارپائی پر بیٹھا کر لے چلے۔ اور غنی خاں نے یہ مشہور کیا۔ کہ یہ موضع اوچ ضلع ملتان کے پیر ہیں۔ لیکن ماچھی واڑہ
سے نکلتے ہی اِن کو چند شاہی فوج کے آدمیوں نے جو اِن کے سُراغ میں پھر رہے تھے گرفتار کر لیا۔ ہر چند غنی خاں نے اِن کو اوچ
کا پیر بتلا کر چھوڑانا چاہا۔ مگر اُنہوں نے ایک نہ مانی۔ لشکر شاہی میں اپنے افسر کے پاس لیگئے۔ اور کہا کہ اگر واقعی یہ اوچ کے پیر ہیں
تو معزز گواہ پیش کریں۔ چنانچہ اُسیوقت غنی خاں پٹھان و قاضی میر محمد خاں اِن کے اُستاد نے گواہی دیکر بچا یا۔ مگر پھر افسرانِ فوج
نے اِن کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے پر مجبور کیا جس کی بابت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ **گورو گوبند سنگھ جی** نے اپنے ہمراہیان
کو اشارہ کیا کہ تو پرشاد بھرم کا ناس" کہکر کھانا کھالو۔ کچھ ہرج نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور سبھوں نے بلا دریغ سید حسن علی خاں
رئیس موضع موٹھو ماجرہ و افغان رحمت خاں ساکن کوٹلہ و قاضی میر محمد خاں وغیرہ کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھکر کھانا تناول کیا
اور خدا خدا کر کے وہاں سے جان بچا کر نکلے ؛

جب موضع کنیچ میں پہنچے۔ تو وہاں فتح نمبردار سے گھوڑی طلب کی۔ مگر اُس نے اِس بہانہ سے کہ اُسکا داماد گھوڑی لے گیا ہے۔
انکار کیا۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** اُس کے اصلی مطلب کو سمجھ گئے۔ اور کہنے لگے کہ جس خوف سے تو گھوڑی نہیں دیتا
ہے۔ اُس کا ثمرہ تجھکو خود بخود مل جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ اُس کی گھوڑی کو تو سانپ نے ڈس لیا۔ اور اُس کو بادشاہی افسروں
نے گورو صاحب کا مددگار خیال کر کے زبردستی پھانسی دیدیا ؛

وہاں سے **گورو گوبند سنگھ صاحب** موضع گھنگرالی تشریف لے گئے۔ اور وہاں مسمی جھنڈا مستری سے جسکی نگرانی
میں صدہا آہنگر وغیرہ بادشاہی ہتھیار بنایا کرتے تھے چند ہتھیار طلب کیئے۔ اُس نے ایک کمان ۲۲ تیر دو قبضہ تلوار اور دو طپنچے
نذر کیئے۔ پھر یہاں سے ہیہر میں مہنت کرپال داس کے پاس پہنچے۔ اُس نے اِن کو اپنے پاس ٹھہرنے تک نہ دیا۔ اور کہا۔ کہ کیا میں
بادشاہی مجرم کو ٹھہرا کر اپنا ڈیرہ برباد کراؤں۔ اور مفت جان کھوؤں ؟ جس کے جواب میں گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ "تمہاری مراد
تمکو ملیگی"۔ اور ایسا ہی ہوا۔ کہ بادشاہی آدمیوں نے اُس کو زبردستی پکڑ کر اِس شبہ میں کہ اُس نے **گورو گوبند سنگھ صاحب**
کو اپنے پاس ٹھہرایا تھا۔ پھانسی دیدیا۔ اور اُسکا مال و اسباب سب لوٹ لیا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ مہنت کسی ڈاکہ کے الزام میں پھانسی
دیا گیا تھا ؛

پھر جب ہیہر سے جودہ وغیرہ ہوتے ہوئے جٹ پورہ میں پہنچے۔ تو رائے کوٹ کے رئیس رائے کلہا نے اِن کی بہت خاطر کی
اور وہاں ٹھہرا لیا۔ اِسی مقام پر ایک سکھ سوداگر مسمے نگاہیا سنگھ ساکن کمبووال نے اِن کی خدمت میں ایک گھوڑا بھی نذر کیا ؛
بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ ایک راس گھوڑا و ایک قبضہ تلوار رائے کلہا نے بھی پیشکش کیا تھا۔ اِسی جگہ پر گورو صاحب نے رائے کلہا
سے کہا۔ کہ ہمارے دونوں چھوٹے صاحبزادوں اور والدہ کو جو انندپور کے باہر نکلکر ہم سے جدا ہو گئے۔ اور معلوم نہیں پھر کیا ہوا

منگا دو۔ چنانچہ جب اُس نے ایک خاص آدمی بھیجکر سرہند سے دریافت کرایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اُن دونوں معصوم بچوں کو ناظم سرہند نے اوّل تو مسلمان ہونے کے لیئے کہا۔ اور جب اُن چھوٹے چھوٹے بچوں نے دہرم کے بدلے جان دیدینا قبول کیا۔ مگر مذہب نہ تبدیل کیا۔ تو اُس بیرحم نے اُن بیچاروں کو زندہ دیواروں میں چنوادیا۔ اور وہ لوگ گنگارام برہمن ساکن موضع کھیڑی اپنے خاص رسوئیے کی بے ایمانی سے گرفتار ہوکر مسلمانوں کے پنجہ میں پھنسے جسکا مفصّل ذکر پانچویں حصّے میں کیا جائیگا॥

غرض اِس خبر وحشت اثر کے سننے سے کُل حاضرین کو معہ گورو صاحب کے سخت رنج ہؤا۔ گو اُن ننھے ننھے بچوں کی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی پر ہر ایک کے مونہہ سے آفرین اور شاباش کے کلمے نکلے۔ اور گورو صاحب خود بھی بہت خوش ہوئے۔ مگر مسلمانوں کے ظلم اور سنگدلی کی حرکت پر بہت جوش آیا۔ معصوم صفت بچوں کو قتل کرنا کسی مذہب میں روا نہیں ہے سب کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اور رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اُسوقت بیان کیا گیا ہے۔ کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اُس دردناک عالم رنج وحزن میں اپنے کارد سے ایک چھوٹی سی گھاس کی بوٹی کو جڑ سے اُکھیڑکر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور کہا کہ اسیطرح پر تمام پنجاب سے مسلمانوں کی حکومت بیخ و بنیاد سے اُکھڑ جائیگی॥ اِس کو سنکر رائے کلّہا نے جو خود مسلمان تھا۔ ہاتھ جوڑکر **گورو گوبند سنگھ صاحب** سے کہا۔ کہ آپ نے عام بد دعا دی۔ اور اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں۔ جس کے جواب میں اُنہوں نے اُسکو ایک تلوار دیکر کہا۔ کہ تم اسکو اپنے پاس با ادب رکھو۔ جبتک یہ تمہارے پاس رہیگی۔ تمہاری حکومت میں کسی قسم کا فرق نہ آویگا۔ علاوہ اِسکی تمہارے جیسے نیک مزاج لوگ جو خال خال ہیں۔ اُن پر میری اِس بد دعا کا اثر نہیں پڑیگا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جبتک اُس تلوار کا اُس کے خاندان میں ادب رہا۔ اُس کی حکومت برابر قایم رہی۔ مگر جب اُسکی اولاد میں سے ایک نے کچھ پرواہ نہ کی۔ تو اُسیوقت سے اُس کی ریاست کا بھی خاتمہ ہوگیا॥

باقی رہا سرہند کی بابت بھی تواریخوں سے ظاہر ہے۔ کہ جب سکھوں نے زور پکڑا۔ تو اُس کی ایک ایک اینٹ جدا کر دیگئی اور زمین کے برابر کر دیا گیا تھا۔ یہانتک کہ سمت ۱۹۲۰ بکرمی میں مہاراجہ **مہندر سنگھ مالوندر بہادر** والی ریاست **پٹیالہ** نے محکمہ ریلوے کے ہاتھ فروخت کرکے وہاں کی قبروں کی اینٹیں بھی اُکھڑوا اُکھڑوا کر ستلج کے پار پہنچا دیں॥ الغرض گورو گوبند سنگھ صاحب کی بد دعا اِس طرح پر پوری ہوئی॥

بعد ازاں **گورو گوبند سنگھ صاحب** موضع جٹ پورہ سے روانہ ہوکر مواضعات تختو پورہ۔ دہنولہ۔ کانگڑہ وغیرہ میں قیام فرماتے ہوئے۔ مگھر سمت ۱۷۶۱ بکرم میں موضع دینا تشریف لیگئے۔ جہاں کے چودھری لکھمیر نے اِن کو اپنے ایک خام گڈھی میں (جہاں اب لوہگڈہ نام سے ایک گوردوارہ بنا ہوا ہے) ٹھہرایا۔ اور اِن کی خاطر و تواضع میں دل وجان سے حاضر ہؤا۔ یہاں پر گورو صاحب کی آمد کا حال سُنکے مالوہ کے سکھ ہر چہار طرف سے نذر و نیاز لیکر آنے لگے۔ بھائی رُوپا کے نبیرہ دھرم چند و پریم چند نے اِن کو علاوہ بہت کچھ نقد و زر کے ایک عمدہ گھوڑا اور قیمتی پوشاک نذر کیا۔ بلکہ چند ہتھیار جو **گورو ہرگوبند صاحب** ششم گورو اُن کے پاس بطور امانت چھوڑ گئے تھے۔ وہ بھی حاضر کر دیئے۔ اسیطرح پر اور بھی بہت

ملوئی بیر اڑسکھ اولاد بھائی بھگتو - بہلو - وپھول وغیرہ نے اپنی اپنی حیثیت کے بموجب بہت نذر و نیاز پیشکش کیا اور بھوڑے ہی عرصہ میں ان کے پاس پھر ایک کثیر جماعت جمع ہوگئی ۔ اِسی مقام سے اِنہوں نے اپنے دونوں معصوم لڑکوں کے قتل کیے جانے کے رنج میں **اورنگ زیب** بادشاہ کے پاس فارسی کی نظم میں چند حکایات[1] بطور پند و نصائح تصنیف کرکے بہدست بھائی دیا سنگھ روانہ کیں اور پانچ سکھ اُن کے ہمراہ بھیجے ۔

[1] نظم جو ذیل میں ہدیۂ ناظرین ہے ۔ گو آجکل بالکل اسی خط کی جو گورو صاحب نے بادشاہ کے پاس بھیجا تھا نقل تصور کیجاتی ہے ۔ مگر افسوس کہ یہ گورمکھی کے خطوں میں آنے کی وجہ سے اور خصوصاً اُن لوگوں کے ہاتھ پڑجانے سے جو فارسی کے علم سے بالکل نابہرہ تھے ۔ اپنی اصلی صورت سے بدل کر اب ایسی شکل میں آگئی ہے ۔ کہ نہ صرف مصنف کے مطلب کو ہی خبط کرتی ہے ۔ بلکہ پڑھنے والے کو بھی طرح طرح کے اندیشہ میں ڈال دیتی ہے ۔ بعض بعض اشعار اور الفاظ گورمکھی کے خطوں میں آنے کی وجہ سے ایسے اُلٹ پلٹ گئے ہیں ۔ کہ نہ تو فارسی کے ہی رہے ۔ اور نہ عربی کے ۔ ورنہ اُس زمانہ کے حالات پر غور کرنے سے جبکہ فارسی کا گھر گھر چرچا تھا ۔ ممکن نہیں ۔ کہ ایسے خط کی عبارت جو بادشاہ کو مخصوص ایک نہایت عالی دماغ پیشواے مذہب کی طرف سے لکھی گئی ہو ۔ بامحاورہ اور صحیح نہو ۔ اب تو یہ گویا گورمکھی سے بالکل موٹو لیا گیا ہے ۔

نظم

کمالِ کرامات قایم کریم ۔
شہنشاہ خوبی دہ و رہنموں
جہاں پاک زبردست ظاہر ظہور
کہ صاحب دیار است اعظم عظیم
شریعت پرست و فضیلت مآب
شناسندۂ علم عالم خدائے
مرا اعتبارے بریں قسم نیست
کسے قول قسمے کند اعتبار
کسے پشت افتد ہماں شیر نر
گرسنہ چہ کارے کند چہل نر
چو کار از ہمہ حیلتے در گذشت
چہ قسم قرآنم کنم اعتبار
ہر آنکس کہ قولِ قرآں آمدش
ہر آنکس کہ دیوار آمد برواج

رضا بخش رازق رہا کو رحیم
کہ بیگون بیچون چوں بے نگوں
عطامے دہ و ہمچو حاضر حضور ۔
چو حسن الجمال است رازق رحیم
حقیقت شناس و نبی الکتاب ۔
کشائندۂ کارِ عالم کشائے ۔
کہ ایزد گواہ ہست یزداں یکے ست
ہمہ روز آخر شود مرد خوار ۔
برو پیش آہو نہ کردن گذر ۔
کہ دہ لکھ بآمد براو نے خبر ۔
حلال است بردن بہ شمشیر دست
وگر نہ مینے رہ تو کوے چہ کار ۔
ببر دبستن و کشتنِ لازم اش ۔
بخوردید یک دشنہ غرق خوں ۔

اماں بخش بخشندہ و دستگیر ۔
نہ سازد نہ بازو نہ فوج و نہ فرش
عطا بخش پاک پروردگار ۔
کہ صاحب شعور است عاجز نواز ۔
کہ دانش پژوہ ست صاحب شعور ۔
گذارندۂ کارِ عالم خبیر ۔
مرا قطرہ اعتبار نیاید از وست
ہما در کسے سایہ آید بزیر ۔
قسم مصحف خفیہ گر بے خورم ۔
کہ پیماں شکن نے دریغ آمدند
بر لاچارگی در میاں آمدند ۔
نہ ندانم کہ ایں مرد روباہ بیچ ۔
بہ یک مشکی سیہ پوش آمدند
کہ بیروں نیامد کسے رہ دیوار ۔

رضا بخش روزی دہ و دلپذیر ۔
خداوند بخشندۂ عیش و عرش ۔
خداوند روزی دہ و مرد یار ۔
غریب البرست و غنیم الخراج ۔
حقیقت شناس است ظاہر ظہور ۔
شناسندۂ علمِ عالم کبیر ۔
کہ بخشی و دیواں ہمیں کاذب ست
بر دوست دارد نہ زاغ و دلیر
بہ فوج ازیں زیرِ ستم انگستم ۔
میاں تیغ و تیر و تفنگ آمدند ۔
بتدبیر تیر و تفنگ آمدند
مگر مرکز ایں رہ نیارند ہیچ ۔
بہ یکبارگی در خروش آمدند
بخوردند تیر و بگشتند خوار ۔

بعد ازآں **گورو گوبند سنگھ صاحب** دینا سے روانہ ہو کر مواضعات پتو۔ جلال۔ دیال پور۔ بھدوڑ۔ ڈڈو۔ باندا۔ پرگاڑی۔ جتیو وغیرہ کا دورہ فرماتے موضع کوٹ کپورہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں کا سردار کپورا بیراڑ جو چوراسی گاؤں کا شاہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۴)

شنیدم کہ نامرد۔۔ بیاید بجنگ۔
یک افغان دیگر درآمد بجنگ۔
بسے حملہ کردن بہ مردانگی۔
کہ آں خواجہ محمود سایہ دیوار
ہم آخر بسے زخم تیرے تفنگ۔
سرے پاے انبوہ چنداں شدہ
ہم آخر چہ مردی کند کارزار۔
ہر آنکس کہ قولِ قرآں آمدش۔
ندانم کہ ایں مرد پیماں شکن۔
ہر آں کس کہ از دیں پرستی کند۔
چہ قسمِ قرآں صد کند اختیار۔
کہ فرض است بر سر ترا ایں سخن
شمارا الفرض است کارے کنی۔
ہموں مرد باید شود سخن ور۔
ترا اگر نباید بہ قولِ قرآں۔
نہ ذرہ دریں راہ قطرہ تراست
یکے اسپ شایستہ یک صد ہزار۔
اگر بیاید بہ فرمانِ من۔
تو مسند نشیں سرورِ کائنات۔
کہ عجب است انصاف دیں پروری
تو غافل مشو مرد یزداں چرا شمنی
خداوند ایزد زمین و زماں۔

چشیدن یکے تیر بن بیدرنگ۔
جو فیلِ دماں ہمچو تیر و تفنگ۔
ہماں ہوشنگی ہمچو دیو انگی۔
بہ میداں نیامد مردان دار۔
دو سوے بسے کشتہ شد بیدرنگ
کہ میداں پر از کوے چوگاں شدہ
کہ بر چہل تن آمدش بیشمار۔
کہ یزداں برو رہنما آمدش۔
چہ دولت پرست است ایماں فگن
بہ پیماں خود ش پیش دستی کند۔
مرا قطرہ نیاید از و اعتبار
کہ قولِ خدا ست قسم
بموجب نوشتہ بآہنم کنی۔
بہ شکلے دگر دروتانے دگر۔
بہ نزدِ شمارا رسانم ہماں
ہمہ قوم بیراڑ حکمِ تراست
بیا تا بگیری بہ من ایں دیار۔
حضورے بیارم ہمہ جان تن۔
کہ عجیب است انصاف ایں ہم مقاسبت
کہ حیف ست صد حیف دیں پروری
کہ او نے حیا باست از بے شناس
کنند است ہر کس مکین و مکاں

ہم آخر بریرد بجاے مصاف
بسے حملہ کردند بسے زخم خورد
دریغا اگر روے او دیدمے۔
بسے بان باریدہ تیر و تفنگ۔
دگر سورشش ...... کشتہ کوشش
بزن کار تیر و تفنگ و کماں۔
چراغ جہاں چوں شود برق پوش
بہ پیچیدہ موے بہ رنجیدہ تن
نہ ایماں پرستی نہ اوضاع دیں
نہ اریں رامرا ذرہ اعتبار نیست
آگرچہ ترا اعتبار آمدے۔
اگر خضر نے خود ستادہ شود۔
نوشتہ رسید و بگفتہ زباں۔
کہ قاضی بمن گفت بیروں نیم
کہ تشریف در قصبہ کانگڑ کند
بیانِ ہمہ خود زبانی کنم۔
شہنشاہ را بندہ چاکریم۔
اگر تو بہ یزداں پرستی کند۔
کہ عجب است عجب است فتوئی شما۔
مزن تیغ پر خوں کسے بیدریغ۔
کہ او نے محابا ست ....
ہمہ پر مور و ہمہ فیل تن۔

بسے تیغ خوردند بیروں گذاف
دو کس را بجاں کشت و جاں ہا سپرد
بیک تیر لاچار بخشیدمے۔
زمیں گشت ہمچوں گُلِ لالہ رنگ
ہمرداں مرداں بروں رفت ہوش۔
یکے ہاے برآمد جہاں۔
شبے شد درآمد ہمہ جلوہ جوش۔
کہ یزداں خدا آورد دشمن شکن۔
نہ صاحب شناختی نہ محمد یقیں
چہ قسمِ قرآں ست یزداں یکے ست
کمر بستہ استاد سو آمدے۔
بہ آ دلے کار و افضح شود۔
بیاید کہ ایں کار راحت رساں
اگر راستی خود بیاری قدم۔
درآں بس ملاقات ہیم شود۔
کہ بروے شما مہربانی کنم۔
اگر حکم آید بحاضر شویم۔
نگفتہ کساں کس خراشی کند۔
بجز راستی سخن گفتن زیاں۔
ترا نیز خون است تا چرغ میخ
زمین زماں سخنے بادشاہ
کہ عاجز نواز است غافل شکن۔

مالگذار تھا۔ اِن سے ملنے کو آیا۔ اور چند گھوڑے و ہتھیار معہ بہت کچھ نقد و زر کے نذرانہ میں پیش کیئے۔ اور دعوت دی۔ دوسرے روز **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اُس سے کہا کہ تم اپنا قلعہ ہمکو دیدو۔ مگر وہ اُن کی اس درخواست کو بخوف بادشاہ منظور نہ کرسکا۔ اور کہنے لگا۔ کہ جب آپ خاص اپنا قلعہ آنندگڈھ ہی اپنے قابو میں نہ رکھ سکے تو بھلا اس قلعہ کو آپ کیونکر قایم رکھ سکتے ہیں۔ اُسکا یہ کلمہ گورو صاحب کو سخت ناگوار گذرا۔ اور اُنہوں نے کہا۔ کہ جس موت سے ڈرکر تو ہم سے انکار کرتا ہے۔ اُس سے تو ہرگز نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ کہ وہ غنی خاں کے ہاتھ سے جسکا ذکر راجہ فریدکوٹ کے بیان میں ہوگا۔ بُری طرح سے مارا گیا۔ پھر وہاں سے گورو صاحب ناراض ہوکر موضع ڈھلوان میں چلے گئے۔ یہاں سوڈھی کول صاحب (جو پرتھی چند کی اولاد میں سے بڑے مشہور بزرگ تھے) ان کے پاس دو اسپ و ایک پوشاک نذرانہ میں لیکر آئے جس کو اُنہوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا اور اُن کی بہت عزت کی۔ یہانتک کہ اُسی وقت اپنا نیلگوں لباس اُتار کر اس سفید پوشاک کو پہن لیا۔ اور اُن نیلے کپڑوں کو جو مسلمانوں کا لباس تہا۔ پھاڑ پھاڑ کر آگ میں جلادیا۔ اور یہ فرمایا۔ "نیل بستر لے کپڑے پھاڑے۔ ترک پٹھانی عمل گیا"۔

گورو نانک صاحب نے ایک مقام پر "آسا کی وار" میں جو یہ فرمایا ہے کہ: "نیل بستر لے کپڑے پہرے ترک پٹھانی عمل کیا"۔ اُسکو اب اُنہوں نے اِس طرح پر اُلٹا لیا۔ جس کے سنتے ہی سوڈھی کول صاحب نے پوچھا۔ کہ گورو ہر رائے صاحب کے بیٹے رام رائے نے صرف ایک لفظ گرنتھ صاحب کا بادشاہ کے سامنے بدلا تھا۔ یعنی "مٹی مسلمان" کی جگہ "مٹی بےایمان" کی بتلایا تھا اس قصور کے عوض وہ گورو یائی سے خارج کردیئے گئے تھے۔ یہاں تو آپ نے جملہ کا جملہ بدل دیا ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ تو گورو صاحب نے جواب دیا۔ کہ ہم نے پہلے اپنے عیال و اطفال و حشمت کو ترکوں کی بنیاد اُٹھانے کے واسطے برباد کردیا ہے + پیچھے سے یہ الفاظ بدلے ہیں۔ اسلیئے ہمنے جوکچھ کیا ہے۔ وہ اعتراض کے قابل نہیں ہوسکتا +

اُدھر جب ملک ماجھہ کے سکھوں کو **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے ان کل مصائب اور تکالیف کا حال معلوم ہُوا۔ تو معزز معزز لوگوں نے جمع ہوکر **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی خدمت میں ایک عرضداشت اس مضمون کی لکھکر:۔ کہ پہلے جتنے گورو ہوئے ہیں۔ وہ سب صلح کُل اور امن پسند رہے۔ بالکل فقیری درجہ رکھتے تھے۔ فقیر ہونا اور پھر پادشاہوں

کہ اور استم است حاجز نواز
کہ ہر بر ترا فرض قسم قرآن۔
چرا شد کہ چوں تیگاں گشت چار
چہ خوش گفت فردوسی خوش زبان
اگر کار ایں بر تو بستی کمر۔
کہ ایں کار نیک است دیں پروری
شناسد ہمیں تو نہ یزداں کریم۔

کہ او نے شناس است و او بینیاز
گجفتہ شما کار خیرے رساں۔
کہ باقی نماند است پیچیدہ مار۔
شتابی بود کار آہرمناں۔
خداوند باشد ترا بہرہ ور۔
چو یزداں شناسی بجاں برتری
نخواہ ہمیں تو بدولت عظیم

کہ او نے نگوں است و او بیچگوں۔
ببایدتو دانش پرستی کنی۔
چہ مردی کہ اخگر خموشاں کنی
کہ ما بارگاہ حضرت آیم شما۔
وگرنہ تو۔۔۔۔۔ فراموش کند۔
ترا من نہ دانم کہ یزداں شناس
اگر صد قرآں بخوردی قسم۔

کہ او رہنما است و او نے ستوں۔
بکار شما چہرہ دستی کنی۔
کہ آتش و مار ابدوراں کنی۔
ازاں روز باشی شاہد شماں
ترا ہم فراموش یزداں کند۔
برآمد ز تو کار ما پُر خراش۔
مرا اعتبار نہ ایں ذرہ دم۔

کامقابلہ کرنا بالکل خلاف عقل ہے۔ دیکھیئے اِس فساد سے کوئی فائدہ نہیں نکلا۔ آپ کے چاروں صاحبزادے کام میں آئے اور آپ کو بھی کسقدر مصیبت اُٹھانی پڑی۔ اِسوجہ سے اگر آپ ارشاد کریں۔ تو ہم لوگ سب ملکر بادشاہ کے پاس چلے جاویں اور آپ کی صلح کرادیں۔ + روانہ کی۔ اور تین سو چرار سکھ بھی اُن کی مدد کے لیئے عرضداشت کے ساتھ بھیجے +

موضع ڈھلواں سے روانہ ہوکر جب **گورو گوبند سنگھ صاحب** موضع راکی آنہ کے قریب پہنچے۔ تو ملک ماجھہ کے سکھوں نے حاضر ہوکر یہ عرضداشت پیش کی۔ جس کو پڑھتے ہی گورو صاحب نہایت غصہ میں آکر اُن لوگوں سے فرمانے لگے۔ کہ مجھے تم لوگوں پر سخت افسوس ہے۔ میںنے تم سے کوئی امداد طلب نہیں کی۔ اور نہ میں تمہارے پاس کسی قسم کا فریادی ہوا ہوں۔ میں نہیں جانتا۔ کہ مَیں تمہارا گورو ہوں یا تم میرے گورو ہو۔ میں جو کچھ کرتا ہوں۔ صرف اپنے معبود کے حکم اور اپنی ہمت اور اپنی عقل سے۔ مجھکو تم لوگوں کی کچھہ پرواہ نہیں۔ تم چلے جاؤ۔ اور مجھکو مُنہ مت دکھلاؤ۔ غرضیکہ اسیطرح کی اُن کو بہت سی لعنت ملامت کرکے دُرکار دیا۔ اور وہ بیچارے واپس ہو چلے +

اِدھر جب صوبہ سرہند کو **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے ہمراہ ملک مالوہ میں پھر ایک کثیر جماعت فراہم ہوجانے کی خبر پہنچی۔ اور اُسکو معلوم ہوُا۔ کہ سکھ لوگ اُسطرف فساد کر رہے ہیں۔ تو وہ پھر کئی ہزار فوج لیکر ان کے اُوپر آپہنچا۔ اور کوٹ کپورہ سے سردار کپورہ بھی اُس کے ہمراہ ہولیا۔ راستہ میں ملک ماجھہ کے سکھوں نے جو واپس جاتے تھے۔ جب دیکھا۔ کہ بادشاہی فوج ہمارے گورو پر آرہی ہے۔ تو بعض نے اُن میں سے جنکو اپنے گورو اور مذہب کا پاس تھا۔ اپنے بھائیوں سے مخاطب ہوکر درخواست کی اور کہا کہ دنیا میں آخر سب کو مرجانا ہے۔ مگر گورو سے منحرف ہوکر زندہ رہنا اور اِس موت سے بچنا جسکے پنجہ میں ایک نہ ایک دن پھنسنا ہے مردانگی سے بالکل باہر ہے۔ پس جب ایک نہ ایک دن ضرور مرنا ہے۔ تو پھر آؤ! اور اپنے گورو کے واسطے یہیں بادشاہی فوج سے لڑکر شہید ہو + جس سے دین دنیا دونوں میں نیک نامی ہو۔ اگر لڑکر مر جائیں گے تو بہشت نصیب ہوگا۔ اور اگر فتح ملیگی تو گورو صاحب کی خوشنودی حاصل کریں گے + جسکو سُنکر صرف چالیس آدمی ایسے نکلے جنہوں نے اپنے گوروؤں کے لیئے جان دیدینا بہ نسبت واپس جانے کے افضل سمجھا۔ اور وہیں ٹھہر گئے۔ باقی

ظفرنامہ ۱۴۱

حضور رت نیایم نہ این رہ شوم
کہ تدبیر و دانش بتدبیر تیغ۔
چو حسن الجمال است روشن ضمیر
شہنشاہ اورنگ زیب عالمیں
ہمیں قدرت نیک یزدان پاک۔
رہائی دہ و رہنمائی و ہد۔
ہر آنکس کہ او راستبازی کند

اگر شہ بخواند من آنجا روم۔
خداوند میغ و خداوند تیغ۔
خداوند ملک است صاحب امیر
کہ دارا دور است دور است دہن
کہ از یک بہ لکھ رساند ہلاک۔
زباں را بہ صفت آشنائی دہد۔
.... برآں رحم سازی کند

چو شش شاہ شاہان اورنگ زیب
کہ روشن ضمیر است حسن الجمال
کہ بخشش کبیر است در جنگ کوہ۔
منم کُشتہ ام کوہیاں بُت پرست
چہ دشمن کند مہرباں است دوست
قسم راچہ گورو کند وقت کار
کسے خدمت آید بسے دل و جاں

چہ چالاک دستور چابک رکیب۔
خداوند بخشندۂ ملک و مال۔
ملائک صفت چوں ثریا شکوہ
کہ آں بُت پرستند و من بُت شکست
کہ بخشندگی کار بخشندہ اوست۔
.... نے آزار
خداوند بخشند بروئے امال ++

سب باگ اُٹھائے بادشاہی فوج سے کترا کر اپنے ملک کو چلے گئے +

مکتسر کے مقام میں جہاں اُس زمانہ میں جھاڑیوں کا ایک عظیم جنگل تھا۔ مورچہ بنا کر یہ چالیسوں آدمی بیٹھ گئے۔ اور اپنے کپڑوں کو جھاڑیوں کے اُوپر اس طرح پر پھیلا دیا۔ کہ دُور سے دشمن کی فوج کو مثل خیمہ نظر آنے لگے۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** اسوقت وہاں سے مغرب جانب دو تین میل کے فاصلے پر ایک اُونچے ٹیلہ پر جہاں اب ٹبّی صاحب کے نام سے ایک گوردوارہ اُن کی یادگار کا بنا ہوا ہے۔ قیام پذیر تھے +

جوں ہیں بادشاہی فوج نزدیک آئی۔ اِن چالیسوں آدمیوں نے جو جھاڑیوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ بندوقوں کی باڑھ سر کی چونکہ نزدیک کی مار تھی۔ اِسوجہ سے ایک ایک گولی نے دو دو تین تین کا کام تمام کیا + بادشاہی فوج جسکو سامنے سے کوئی فوج یا آدم زاد نظر نہیں آتا تھا۔ اِس اچانک باڑھ کو کھا کر ہکا بکا رہ گئی۔ غرض اِن چالیسوں آدمیوں نے بادشاہی فوج کو وہیں روک دیا۔ اور جبتک اِن کے پاس گولی بارود رہا۔ برابر جھاڑیوں میں سے چھپے ہوئے دشمن کی بے انداز فوج کا کام تمام کرتے رہے جب گولی بارود ختم ہو گیا۔ تو تیروں سے کام لینے لگے۔ اور آخر کار جب تیروں نے بھی جواب دیدیا۔ تو اپنی اپنی تلواریں کھینچ کھینچ کر دشمن کی فوج میں گھُس پڑے اور بول واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح کا نعرہ گجاتے ہوئے دشمن کی فوج کو اِس طرح سے کاٹ کاٹ کر گرانے لگے۔ جیسے کسان اپنی کھیتی کو کاٹتا ہے۔ غرضیکہ اِن چالیس بہادروں نے وہ خونریز مقابلہ کیا۔ کہ بادشاہی فوج کے سپاہیوں کے منہ موڑ دیئے۔ اور سینکڑوں کا کام تمام کر کے آخر کار خود شہید ہو گئے۔ اُدھر گورو صاحب بھی اِن کی امداد میں اُسی اونچے مقام سے جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ تیروں کی بوچھاڑ دشمن کی فوج پر کرتے رہے۔ اور اپنے ہمراہیان کو (جن میں رائے دانا۔ وبھلن سرداران اقوام سیراڑ و لکھمیر و شمیر ازاولاد رائے جودہ سرداران قوم دھالیوال وغیرہ وغیرہ اپنی اپنی فوج کے سوار و پیدل افواج لیکر شامل تھے) اُن کی امداد پر روانہ کر دیا۔ جنہوں نے جھاڑیوں میں چھپ چھپ کر بندوقوں کی باڑھ مار مار کر صوبہ سرہند کی فوج کو بے دم کر دیا۔ اِدھر مقابلہ کا یہ حال اُدھر پانی کی قلت۔ بادشاہی فوج گھبرا اُٹھی۔ اور سردار کپورہ نے موقع پا کر صوبہ سرہند کو سمجھایا۔ کہ یہاں جنگل اُجاڑ میں نہ تو رسد دستیاب ہو سکتی ہے۔ اور نہ پانی کیونکہ اِس قرب وجوار میں تیس تیس کوس تک پانی کا نام نہیں۔ آدھی کے قریب فوج لڑائی میں ختم ہو چکی ہے۔ اور جو باقی ہیں وہ پیاسے مر جائیں گے۔ اِس سے بہتر ہے۔ کہ اب میدان کو چھوڑ کر واپس چلا جاوے۔ اور آگے بڑھنے کا ارادہ منقطع کر دیا جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ بادشاہی فوج وہیں سے میدان کو چھوڑ کر واپس چلی گئی +

بعد ازاں جب **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو معلوم ہوا۔ کہ یہ ماجھے کے سکھ تھے۔ جنہوں نے راستہ ہی میں بادشاہی فوج کا مقابلہ کر کے اُن کو پسپا کیا۔ اور خود شہید ہو گئے۔ تو وہ ٹبّی صاحب سے اُٹھ کر خود اُس مقام پر جہاں یہ چالیسوں آدمی لڑ کر شہید ہوئے تھے۔ تشریف لائے + اور ہر ایک کے منہ کو خود اپنے رومال اور ہاتھ سے صاف کر کے کسیکو دس ہزاری کسیکو بیس ہزاری کہکر شاباش! شاباش!! آفریں! آفریں!! کے کلمات سے یاد فرمایا۔ مگر اِن

چالیسوں میں سے صرف ایک سنگھ مہاں سنگھ نامی جسکو زخم کاری لگا تھا۔ مگر ابھی زندہ تھا۔ بسکتا ہوا پایا۔ اُس کے منہ کو دھو کر اور پانی پلاکر نہایت خوشی سے ہزار ہزار شاباش دیکر کہا۔ کہ کچھہ بر مانگ۔ جس کے جواب میں اُس نے کہا۔ کہ بس وقت آپکا درشن ہو جانا ہی میرے لیئے ہزارہا نعمتوں کے برابر ہے۔ مگر گورو صاحب نے پھر دوبارہ اصرار کیا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ اگر آپ بر دیتے ہیں تو ٹوٹی ہوئی کو جوڑ دیجیئے۔ یعنی مقام آنندپور میں جو سکھوں نے لادعوے لکھہ دیا تھا۔ کہ نہ ہم تمہارے سکھہ اور نہ تم ہمارے گورو ہو۔ اُس کاغذ کو پھاڑ دیجیئے۔ جس پر گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ کوئی اور چیز مانگتے تو بہتر تھا۔ مگر اُس نے کہا۔ کہ اگر دینا ہے تو یہی بر دیجیئے۔ اسیطرح جب تین بار گورو صاحب نے اُس سے اور کچھ مانگنے کو کہا۔ مگر اُس نے اپنی زبان کو قایم رکھا۔ اور آخر کو گورو صاحب نے اُس کاغذ کو جیب سے نکالکر اُس کے سامنے چاک کر دیا۔ اور کہا۔ کہ آفریں ہے تجھپر جس نے ایسا نیک کام کیا۔ اور اپنے بیان شول کا فائدہ چاہا۔ اور دھن سکھی! دھن سکھی! دھن سکھی!! تین بار کہکر ان چالیسوں سنگھوں کے سسکار کرنے کی فکر میں ہوئے اور وہ مہاں سنگھ بھی اتنے ہی میں جان بحق ہو گیا ✤ یہ لڑائی یکم ماگھ سمت ۱۷۶۲ بکرم کو ہوئی تھی ✤

گورو گوبند سنگھ صاحب نے ان چالیسوں کو مکتے کا خطاب دیا۔ اور اُس جگہ کو نہایت متبرک قرار دیکر وہاں کے ایک چھوٹے سے جوہڑ کو جو پیچھے سے ایک پختہ تالاب کی شکل میں بنایا گیا۔ مکتسر کا تیرتھ نامزد کیا۔ یہ مقام پہلے کھدرانہ کے نام سے مشہور تھا۔ مگر گورو صاحب کے قدموں کی برکت سے جب اُس جوہڑ کا نام مکتسر رکھا گیا۔ اور اس مقام کو فضیلت دی گئی۔ تو اُس تالاب کے پاس رفتہ رفتہ ایک قصبہ بھی بڑی رونق کا مکتسر ہی کے نام سے آباد ہو گیا۔ اب ہر سال ماگھ کی پہلی تاریخ کو اُس تالاب پر بڑا بھاری میلہ لگتا ہے۔ اور دور دور سے سکھہ لوگ اشنان کے لیئے آتے ہیں ✤

یہاں سے **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اپنے سب سکھوں کو جو ان کی مدد کے لیئے آئے تھے۔ انعام و خلعت دے دے کر رخصت کیا۔ اور خود بہت مختصر آدمیوں کو ہمراہ لیکر موضع سراے میں تشریف لے گئے۔ اور چند روز وہاں ٹھہر کر ٹھکا وغیرہ کھیل کے موضع صمو۔ فتو کی ٹالیاں میں چلے گئے۔ وہاں کے باشندے اقوام ڈوگر نے ان کی خدمت میں اپنا لباس ڈبا کھیس ولونگی نذر گذرانا۔ جسکو اُنہوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا۔ کے اپنا بھیس بھی انہیں کی مانند بنالیا۔ جو لونگی اُنہوں نے دی تھی اُسے کمر سے باندھ لیا۔ پگڑی بھی اُنہیں کی طرح کر لی۔ اور کھیس کو جیسے وہ رکھتے تھے۔ کاندھے پر رکھ لیا ✤

پھر وہاں سے مواضعات گورو سر۔ ہریکے۔ بھائی کا کوٹ۔ صاحب چند۔ جستے۔ بمبیہا۔ یکہ وغیرہ کا دورہ فرماتے ہوئے موضع سالو کی تلونڈی میں تشریف لے گئے۔ یہ سنتے ہی یہاں کا سردار مسمی ڈلہ بہت سے آدمیوں کو ہمراہ لیکر ان کے استقبال میں لایا۔ اور نہایت اعزاز سے ان کو گانوں کے باہر اُس مقام پر جو اب دمدمہ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ جا ٹھہرایا۔ اور دل و جان سے اُن کی خاطر تواضع کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ گرد و نواح کے سکھہ لوگ بھی سُن سُن کر اُن کی خدمت میں حاضر آئے لگے۔ اور نقد و جنس با فراط چڑھنے لگا۔ تھوڑے دنوں بعد ان کے قبایل بھی جنکو دہلی کے سکھہ انندپور چھوڑنے کے بعد بمشکل تمام مردانہ بھیس میں اپنے یہاں لے گئے تھے۔ اسی جگہ ان سے آملے ✤

بیان کیا گیا ہے۔ کہ انہی دنوں میں بادشاہ **اورنگ زیب** کا جوابی مراسلہ بھی ان کے پاس آیا۔ جس میں انہی بشرط موقع نیاز حاصل کرنے کا وعدہ کیا۔ بلکہ درخواست کی۔ کہ اگر گورو صاحب خود تکلیف فرما کر اُس کو قدمبوسی حاصل کرنے کا موقع دیں تو نہایت بہتر ہو۔ اور اپنے گذشتہ افعال سے نادم ہو کر معافی کا خواہاں ہوا۔ اور یہ لکھا کہ: میں نے کل حاکمانِ پنجاب کے نام فرمان جاری کر دیئے ہیں۔ اور اُمید ہے۔ کہ آیندہ آپسے کوئی مقابلہ نہیں کریگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ کہ مکتسر کے جنگ کے بعد **گورو صاحب** پر بادشاہ کی طرف سے کبھی فوج کشی نہیں ہوئی ؞

چونکہ سمت ۱۷۴۵ بکرم میں سوڈھی دھیر مل ساکن کرتارپور نے آدگرنتھ صاحب **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو اپنے والد بزرگوار **گورو تیغ بہادر صاحب** کے کلامات درج کرنے کے لیئے حسد کیوجہ سے بالکل نہیں دیا تھا اور یہ کہلا بھیجا تھا۔ کہ آپ سچے گورو ہیں تو خود تصنیف کر لیں۔ اِسلیئے اب موضع تلونڈی میں جب انہوں نے دیکھا۔ کہ ہر طرف سے فراغت ہے اور بادشاہ کی طرف کا بھی کھٹکا نہیں رہا۔ تو شروع اسوج سمت ۱۷۶۲ بکرم میں اپنے کشفِ باطنی اور روحانی طاقت سے اُس آدگرنتھ صاحب کو جسے **گورو ارجن صاحب** نے تالیف کیا تھا دھیر مل کے طعن سے سبکدوش ہونے کے لیئے از سرِ نو خود تصنیف کرنے لگے۔ یعنی ایک خیمہ میں بیٹھکر ہر روز صبح سے سوا پہر دن چڑھے تک اپنی روحانی قوت سے اُنہی کلامات کو جو آدگرنتھ صاحب میں مندرج تھے۔ حرف بحرف زبان مبارک سے بولتے جاتے۔ اور بھائی منی سنگھ جی خیمہ کے باہر سے قلمبند کرتے جاتے۔ الغرض ۹۔ ماہ ۹۔ دن کے بعد وہی **آدگرنتھ صاحب** بجنسہٖ لفظ بلفظ تیار ہو گیا۔ صرف بلحاظ ادب دو ایک الفاظ کا گورو صاحب نے دیدہ و دانستہ فرق رکھا۔ جیسے کرتارپور والے گرنتھ صاحب میں یہ لکھا ہے۔ کہ: "کہو کبیر جن بھئے خالصے" اِسکو **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے یوں لکھ دیا کہ: "کہو کبیر جن بھئے خالصے" اِس گرنتھ صاحب میں انہوں نے اپنے والد بزرگوار کی کلامات درج کیئے۔ اور اِسکا نام دمدمہ والی بیڑ مشہور کیا۔ پھر اِسی گرنتھ صاحب سے اور بہت سے گرنتھ صاحب نقل کیئے گئے ؞

اور جب سنگھوں یعنے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے پیرو کاروں کا زور ہؤا۔ تو کرتارپور والوں نے بھی اپنے گرنتھ صاحب میں **گورو تیغ بہادر صاحب** کے کلامات درج کر دیئے ؞

چونکہ سکھوں میں آجکل دو گرنتھ صاحب ہیں۔ ایک آدگرنتھ صاحب جس میں صرف **گورو نانک صاحب** سے لیکر **گورو ارجن صاحب** تک و **گورو تیغ بہادر صاحب** کے کلامات درج ہیں۔ دوسرا دسم پادشاہی کا گرنتھ جس میں صرف **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی تصانیف ہیں۔ اِسلیئے اِس معاملہ میں بیشتر کے مؤرخوں نے دھوکا کھایا ہے۔ اور انہوں نے دھیر مل کے آدگرنتھ صاحب نہ دینے اور **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے دمدمہ میں بیٹھکر وہی گرنتھ صاحب از سرِ نو تصنیف کرنے کی واقعات کو غیر ممکنات تصوّر کر کے یہ رائے قایم کر لی اور لکھ دیا۔ کہ جب **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو آدگرنتھ صاحب سوڈھی دھیر مل نے نہ دیا۔ تو اُنہوں نے خود ایک اور گرنتھ صاحب تصنیف

کیا۔ جو دسم پادشاہی کا گرنتھ کہلاتا ہے۔ مگر دراصل یہ غلط ہے۔ دسم پادشاہی کا گرنتھ وہ ہے۔ جسکو **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے ایک مدت بعد اُن کے عزیز سکھوں نے اُن کی تصانیف کو ایک مجلد کتاب میں جمع کیا۔ اور اُسکا نام دسم پادشاہی کا گرنتھ صاحب رکھا۔ مگر یہ گرنتھ صاحب جسکو خود **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے دمدمہ کے مقام پر تصنیف فرمایا۔ وہ بجنسہ حرف بہ حرف باستثنائے چند متعدد حروف وہی آدگرنتھ صاحب[۱] کی گویا نقل ہے جس کو **گورو ارجن صاحب** نے تالیف کیا تھا۔ اور اِن ہی باتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** مرسل تھے۔ اور علاوہ دنیوی معاملات کے روحانی طاقت میں بھی یکتا تھے۔

اِسی مقام کا ایک یہ بھی ذکر ہے۔ کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** قلمیں بنا بنا کر ایک تالاب میں جواب لکھن سر نام سے پکارا جاتا ہے۔ پھینکتے جاتے تھے۔ جب سکھوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ تو جواب دیا۔ کہ یہ مقام گورو کی کانشی ہے۔ یہاں کے جاہل لوگ عالم فاضل بنیں گے۔ اور خوشنویس ہوں گے۔ چنانچہ آجکل ایسا ہی دیکھا جاتا ہے۔ کہ اُس گرد نواح میں جہاں کبھی پڑھنے لکھنے کا نام نہیں تھا۔ اب گھر گھر علم کا چرچا پھیل رہا ہے۔

پھر ملک مالوہ کے باشندگان کی خدمت اور تواضع سے بہت خوش ہو کر ایک مرتبہ شکار میں سردار ڈلہ سے جو ہمیشہ اِن کے ہمرکاب رہا کرتا تھا۔ مخاطب ہو کر درختان جنڈ و کریر کیطرف اشارہ کرکے فرمانے لگے۔ کہ: کیا یہ شہتوت اور آم کے درخت ہیں جسپر اُس نے افسوس کے ساتھ بیان کیا۔ کہ مہاراج یہ تو جنڈ اور کریر ہیں۔ پھر دو چار قدم آگے بڑھ کے گورو صاحب نے ادکیھا اور کاہی گھاس کی طرف اُنگلی اُٹھا کر ڈلہ سے پوچھا۔ کہ کیا یہ گندم اور کپاس وغیرہ کے کھیت کھڑے ہیں۔ جس کے جواب میں اُس سادہ لوح نے پھر بھی یہی کہا۔ کہ مہاراج یہ تو گھاس ہے۔ یہاں گندم اور کپاس کا کیا ذکر۔ بعد ازاں آگے بڑھ کر ایک لق و دق خشک میدان ریگستان کا نظر پڑا۔ جس میں آفتاب کی شعاعیں لو سے ملکر دور سے مثل پانی کے لہراتی نظر آتی تھیں۔ گورو صاحب نے اُسطرف دیکھکر ڈلہ سے دریافت کیا۔ کہ چودہری! کیا یہ پانی کی نہریں لہرا رہی ہیں اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا معلوم ہوتی ہے؟ اسپر بھی اُس بھولے بھالے سیدھے سادھے آدمی نے گورو صاحب کی اصل کرم کی نظر کو نہ سمجھکر یہی جواب دیا۔ کہ مہاراج یہ تو ملک مالوہ کی ریگستان ہے۔ ہم ایسے خوش نصیب کہاں جو اس جگہ ایسی ایسی نعمتیں جنکا آپ ذکر کرتے ہیں۔ پیدا ہوں۔ اِسپر گورو صاحب کو ڈلہ کی عقل پر سخت افسوس ہوا۔ اور فرمایا۔ کہ او بامار یا ملوئیا۔ یعنی او جاہل باشندہ مالوہ ہمارا ارادہ تھا۔ کہ ہم تمکو یہ سب نعمتیں ابھی بخشتیں۔ اور اگر تو صرف ہاں جی! ہاں جی! کہتا جاتا تو سب کچھ ابھی اس ملک میں پیدا ہونے لگتا۔ مگر افسوس! تو نے

---

۱ یہ امر گو بادی النظر میں بالکل غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ آدگرنتھ صاحب جیسی مجلد کتاب جسکو پیشتر کبھی نہ دیکھا ہو۔ یا پڑھا ہو۔ کوئی شخص دوبارہ از سر نو تصنیف کر سکے۔ مگر جو لوگ روحانی طاقت سے واقف ہیں یا روحانی قدرت کے قایل ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ بات کوئی تعجبات سے نہیں۔ جیسے کہ تھیا صوفیکل سوسائٹی کے اکثر ممبروں نے فطرت کی ایسی قوتیں معلوم کرلی ہیں۔ جن کے ذریعہ سے اُن کا کوئی کام کرنا عوام کی نظر میں عجیب اور غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ مگر فی الحقیقت وہ فعل نیچرل فورسز (قدرتی طاقت) سے کبھی برخلاف

ایسا نہیں کرا۔ مگر اب بھی ہمارا چمن خالی نہیں جائیگا۔ کوئی زمانہ عنقریب ایسا آویگا جس میں یہاں پر یہ سب چیزیں پیدا ہونگی اور نہریں چلینگی۔ چنانچہ حسب قول اُن کے ملک مالوہ کی آجکل یہی حالت ہے۔ کہ خوشنما خوشنما باغات لگ گئے ہیں۔ نہریں گانوں گانوں پھر رہی ہیں۔ عرض سب نعمتیں پیدا ہوتی ہیں ؎

بعد ازاں کچھ مدت تک بھائی رام سنگھ دیج سنگھ نبیرہ ہائے بھائی بھگتو کی درخواست پر مواضعات چک بھاگکا۔ دمھاؔ ولکھی جنگل وکیول وغیرہ میں جو دمدمہ کے گرد نواح میں آباد ہیں۔ پہنچ پہنچ کر وہاں کے باشندگان کو اپنے سچے اور پر تاثیر اُپدیش سے فیضیاب کرتے رہے۔ بلکہ ایک روز بھٹنڈہ کے قلعہ میں بھی تشریف لے گئے۔ جہاں کی بابت لوگوں میں یہ ایک عجیب روایت مشہور ہے۔ کہ اس قلعہ کے بُرج میں ایک دیو رہتا تھا۔ اور اُس کے خوف سے اُس قلعہ میں کوئی نہیں جاتا تھا۔ وہ دیو رات کو گرد و نواح کے کھیتوں کو اُجاڑ دیا کرتا تھا۔ اُس کے ظلم سے تمام لوگ تنگ آگئے تھے۔ مگر گورو گوبند سنگھ صاحب نے اُس کو مغلوب کر کے وہاں سے نکالکر سرہند کی سرزمین میں بھیجدیا جہاں وہ اب تک رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ سرہند میں غلہ بہت کم پیدا ہوتا ہے۔ پھر تھوڑے دنوں بعد گورو گوبند سنگھ صاحب نے ملک دکن کی سیر کا قصد کر کے دمدمہ سے کوچ کیا۔ اور پانچ سو آدمیوں کو ہمراہ لیکر مو متعلقین مواضعات جھوڑ و جھنڈاں سے گذرتے ہوئے قصبہ سرسہ میں خیمہ زن ہوئے۔ یہاں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۰) نہیں ہوا۔ جیسے میڈم بلیوٹسکی صاحبہ نے ایک مرتبہ شملہ میں پہاڑ سے چاء کے پیالے برآمد کیے۔ ولایت کا اُسی روز کا اخبار منگا کر دیا۔ آسمان سے پھول برسائے وغیرہ وغیرہ۔ اور وہ ہزاروں کوس کی بات بھی سُن لیتی تھیں اور دیکھ لیتی تھیں۔ اور بلکہ بہت سی باتیں اس سے بھی زیادہ جو ہماری نظروں میں بالکل غیر ممکنات سے معلوم ہوتی ہیں۔ کر سکتی تھیں۔ اور اس وقت بھی تھیاسوفیکل سوسائٹی میں بہت سے ایسے ممبر ہیں۔ جو اس سے بھی زیادہ کر سکتے ہیں۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ باتیں کچھ خوق العادت نہیں۔ جیسے فرض کیا جائے۔ کہ کسیکو تار برقی کے ذریعہ گفتگو کرنے کی خبر نہیں۔ اور اگر اس سے یہ کہا جائے۔ کہ ہم تم سے ایک منٹ میں ہزار کوس کے آدمی سے بات کرا سکتے ہیں۔ یا جو کچھ وہ لکھ دے۔ اُس مضمون کو بھیج سکتے ہیں۔ تو وہ ہرگز اس بات کا یقین نہ کریگا۔ بلکہ غیر ممکن خیال کر کے ہنسے گا۔ اور اگر اسے ایسا کر کے دکھا بھی دیا جاوے۔ تو وہ اُسے جادو یا شعبدہ بازی خیال کریگا ؎ اب چونکہ تار برقی کی قوت سے ہر ایک واقف ہے۔ کسیکو ایسا کہنے یا کر دکھانے پر تعجب نہیں گذرتا۔ حالانکہ صدہا تار بابوؤں کو بھی یہ معلوم نہیں۔ کہ یہ قوت کہربائی کیونکر کام کرتی ہے۔ صرف اتنا البتہ جانتے ہیں۔ کہ ایک سِرے پر ہاتھ لگایا۔ اور دوسرے سے کھٹکا ہوا۔ پس کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہو سکتا جس سے بلا بیرونی مدد تار وغیرہ کے قوت کہربائی کو حرکت کر دی جاوے۔ اور اس سے وہی کام لے لیا جاوے جو اب تار سے لیا جاتا ہے؟ مگر چونکہ ہم کو ایسا طریقہ معلوم نہیں اسلیئے اُن کو غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسا طریقہ معلوم کرے۔ کہ بلا امداد دوربین دور کی چیز دیکھ لے تو کوئی عجائبات سے نہیں خیال کرنا چاہیے۔ اب میرے خیال میں اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ایسا ممکن ہے۔ پس جب ایک چیز کا ہونا ممکن ہے۔ تو یہ بھی ضرور ہے کہ کوئی نہ کوئی اس طریقہ کو جانتا ہو ؎

سید حیدر میڈم بلیوٹسکی کے چاء کا پیالہ پہاڑ سے برآمد کرنے اور ولایت کا اخبار منگا دینے کا واقعہ ہے۔ کیونکہ کرہ باد میں ہر شئے کے

رات کے وقت چودہری ڈلّہ دنبیرگان بھائی بھگتو بہت سے سکھوں کو ہمراہ لیکر بلا اطلاع گورو صاحب چُپ چاپ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے آئے۔ جب آدہی رات کیوقت گورو صاحب نے ڈلّہ کا نام لیکر پکارا۔ تو ایک بنیوا فقیر نے جو ہمیشہ اُن کے ہمراہ رہا کرتا تھا جواب دیا۔ کہ "ڈلّہ نہ ملّا۔ گورو واکلا اللہ ہی اللہ" یہ سنکر گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ پہرہ پر کون ہے؟ جسکے جواب میں ایک جھبیل سکھ مانا نامی باشندہ ملک ماجہ نے کہا۔ کہ "میں ہوں جھبیل ماڑہ"۔ اسیطرح جب تین بار متواتر گورو صاحب نے پوچھا۔ اور سوائے اُسی ایک آواز جھبیل ماڑے کے کسی دوسرے ملوئی سکھ کی نہ آئی۔ تو گورو صاحب نے ملوئی سکھوں کے بلا استصواب اجازت پوشیدہ واپس چلے جانے پر ناراض ہوکر اُن کی نسبت یہ فرمایا۔ کہ "جھبیل ماڑے تو بھی ملویوں کے لاڑے"۔ اور صبح کو وہاں سے روانہ ہوکر قصبات نوہر و مدہو سنگھا دبہا اور دسہیوا وغیرہ علاقہ ریاست جیپور وغیرہ میں ہوتے ہوئے قصبہ نرنیا میں جہاں دادو صاحب بانی فرقہ دادو پنتھیے کی ایک عالیشان سنگ مرمر کی سمادھ بنی ہوئی ہے تشریف لیگئے +

ملک راجپوتانہ میں جہاں جہاں یہ جاکر قیام کرتے وہاں کے لوگ اِن کی بزرگی کا شہرہ سنکر نہایت خوشی سے اِن کا استقبال کرتے۔ اور حسب دستور نذر و نیاز دیکر نہایت خاطر سے اِن کی تواضع و مدارات میں حاضر رہتے۔ چنانچہ قصبہ نرنیا کے لوگوں نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۲) ذرّے موجود ہیں۔ اِسکا ثبوت یہ ہے۔ کہ ہر ایک شئے جب گل سڑ جاتی ہے۔ اور خاک ہوجاتی ہے۔ تو اُسکے نہایت لطیف ذرے خلا میں مل جاتے ہیں۔ صرف ایک کثیف حصّہ رہ جاتا ہے۔ اور چونکہ اس سے بھی کوئی صاحب انکار نہیں کرسکتے۔ کہ وہ نابود نہیں ہوسکتا اسلیئے وہ حصہ جو ہماری نظر سے غائب ہوگیا ہے۔ کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی صورت میں ضرور موجود ہے۔

پس ممکن ہے۔ کہ ان ذروں کو پھر مجتمع کرنے کا کوئی نہ کوئی ضرور طریقہ ہو۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ ہم اِن ذروں کو کہیں جمع ہوتے ہوئے نہیں معلوم کرتے۔ تو میں اُن سے یہ کہتا ہوں۔ کہ وہ ہر روز درختوں کو بڑھتے دیکھتے ہیں۔ اُن میں قسم قسم کے پھول آتے ہیں۔ پس وہ کہاں سے آتے ہیں؟

اُن درختوں میں خاص ایک اُیسی قوّت ہے۔ جو خلا میں سے اپنے نہایت لطیف ذرّوں کو جمع کرلیتے ہیں۔ اِسی طرح ممکن ہے۔ کہ کسی انسان کو بھی اسیطرح خلا سے ایک خاص شئے کے ذرہ کو ایک جگہ جمع کرنے کا طریقہ آتا ہو + پس جو شخص ذرّے جمع کرسکتا ہے۔ وہ اُنہیں کسی خاص شکل میں بھی لاسکتا ہے۔ پس جیسے میڈم بلیوٹسکی کو وہ طریق آتا تھا۔ اور اُنہوں نے اُسی طریق سے چاء کے پیالے بنا دیئے۔ اور لنڈن کے اخبار کو ایک مقام سے گلا کر پھر بنا دیا۔ اسیطرح کیا تعجّب ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ صاحب کو بھی (جن کی مہاتما اور بزرگ ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا) وہ طریق معلوم ہوں؛ اور اُنہوں نے دوسرا آدگرنتھ صاحب تصنیف کرلیا ہو + ۱۲

بھی اِن کی بہت خاطر کی۔ خصوصًا مہنت چیت رام جی سجّادہ نشین سمادہ دادو جی نے اِن کی نہایت خاطر کی۔ اور اِن کی کل ہمراہیان کو بڑی دہوم دہام سے دعوت دی۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب مہنت مذکور نے گورو صاحب کی ضیافت کی بابت کہا۔ تو اُنہوں نے فرمایا۔ کہ "مہنت جی! ہمارے پاس باز وغیرہ ہیں۔ جنکی خوراک گوشت ہے"۔ تو اُس کے جواب میں اُس نے کہا کہ "ہم فقیروں کا آج اگر آپ عنایت کریں گے۔ تو وہ بھی موٹھ باجرہ قبول کر لیں گے"۔ چنانچہ اُن کے سامنے باجرہ وغیرہ ڈالا گیا۔ اور اِن بیچاروں نے بھی خلاف اپنی عادت کے وہی کھالیا۔ جسپر گورو صاحب بہت خوش ہوئے۔

پھر وہاں سے راجہ اودے پور کے پاس جاکر ٹھہرے۔ اور اُس نے اِن کو نہایت عزت سے کچھ دنوں تک اپنے پاس رکھا بلکہ سیر و شکار میں اِن کے نشانہ اور فن تیر اندازی کے کمال کو دیکھکر ایسا فریفتہ ہوا۔ کہ اُن کو ہمیشہ اپنے پاس ہی رکھنا چاہتا تھا مگر اُنہوں نے وہاں رہنا منظور نہ کیا۔ اور رخصت ہوتے وقت اُس کو اپنی یادگار میں ایک پانچ گرنتھی کی پوتھی عطا کر آئے۔ جو ابتک اُن کے یہاں موجود ہے۔ علاوہ ازیں راجہ صاحب نے بھی رخصتانہ میں ایک کشتی اشرفیوں کی اور پانچ راس بیش قیمت گھوڑے و چند ہتھیار اِن کی نذر کیئے۔

پھر یہاں سے بتقریب میلہ کاتک کی پورنماشی سمت ۱۷۶۳ بکرم پشکر راج تیرتھ پر اجمیر میں تشریف لیگئے۔ اور وہاں لوگوں سے آپکو بہت کچھ نقد و زر نذر میں ملا۔ مگر اُنہوں نے دُنی رام اپنے پروہت کی معرفت اُس روپیہ سے وہاں اپنے نام کا ایک گھاٹ جو گوبند گھاٹ کے نام سے مشہور ہے۔ بنوا دیا۔

پھر وہاں سے مواضعات لالی و کمرودہ ہوتے ہوئے جب موضع کلایت میں وارد ہوئے۔ تو وہاں اِنکے ہمراہی شتر اتفاقًا ایک باغ میں جس کے محافظوں سے شتربانوں کا آپس میں تکرار ہو گیا۔ جا پڑے۔ سکھوں نے اپنے شتربانوں کی حمایت میں اُن باغبانوں کو مارکوٹ کر نکالدیا۔ رفتہ رفتہ وہاں کے رئیس کو خبر پہنچی۔ اور اُس نے ایک دستہ سپاہ کا سکھوں کی پاداش میں بھیجا۔ مگر اُن کا سپہ سالار اوّل ہی وار میں مارا گیا۔ اور وہ سب سپاہ جو آئی تھی شکست کھا کر پسپا ہوئی۔ دوسرے روز گورو صاحب وہاں سے کوچ کر کے شہر بھگور میں خیمہ زن ہوئے۔ یہاں کا رئیس چونکہ کلایت والے سے جسکو یہ شکست دیکر آئے تھے دشمنی رکھتا تھا۔ اِن کے ساتھ نہایت خلوصیت سے پیش آیا۔ اور اِن کو اپنے پاس ٹھہرا لیا اسی مقام پر اِن کو **اورنگ زیب** بادشاہ کے فوت ہونے کی خبر پہنچی۔ اور تمام سکھوں نے اِس خبر کے سنتے ہی ایک عام خوشی منائی۔ اور اُسکی وفات کو صرف گورو صاحب کی ناراضگی اور بد دعاء کا باعث خیال کیا۔

ادھر **اورنگ زیب** کے مرتے ہی اُسکے بیٹوں میں تخت کے لیئے فساد اُٹھ کھڑا ہوا۔ یعنی **اعظم شاہ** نے جو اُسوقت اپنے باپ اورنگ زیب کے ہمراہ تھا۔ اُس کے مرتے ہی اورنگ آباد میں تاج شاہی اپنے سر پر رکھ لیا۔ اور پہلے اپنے چھوٹے بھائی کام بخش کو صوبہ بہار سے بلا کر فریب سے مروا ڈالا۔ پیچھے اپنے بڑے بھائی بہادر شاہ کی (جو ولی عہد تھا۔ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔

بہادر شاہ کو **گورو گوبند سنگہ صاحب** کی طاقت اور سکھوں کی بہادری کا حال بخوبی معلوم تہا۔ اُس نے فورًا بھائی نند لعل و حاکم آئے دیوان کو گورو صاحب کا حال دریافت کرکے بھگور کے مقام پر اُن کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور نہایت منت و سماجت سے درخواست کی کہ اِس موقع پر مجھے مدد دیجیئے۔ میرا بھائی مجھ سے تخت چھینا چاہتا ہے" سرن آئی پر ہاتھ رکھنا مردوں کا کام ہی ہے۔ اُنہوں نے اُسیوقت بھائی دیا سنگہ و دھرم سنگہ وغیرہ پچیس سکھوں کو بادشاہ کے پاس روانہ کرکے لکھ بھیجا۔ کہ آپ کچھ پرواہ نہ کریں۔ میں عین جنگ کیوقت میدان میں پہنچکر آپ کی مدد کرونگا۔ اور خاص معظم شاہ کا کام اپنے تیر سے جس کے پھل کے ساتھ کچھ سونا لگا ہوگا۔ تمام کر ڈالونگا"۔ اور ادھر ملک پنجاب میں ملک مالوہ کے کُل سکھوں کو جا بجا لکھ بھیجا۔ کہ وہ فورًا آگرہ میں پہنچکر اُن کے ساتھ بادشاہ کے جنگ میں شریک ہوں۔ اور خود بھی وہاں سے روانہ ہو کر عین موقع جنگ پر آگرہ پہنچ گئے۔ اور اُن تمام جرار سکھوں کو جو قریب پانچسو کے فراہم ہو گئے تھے" ہمراہ لیکر میدان میں جا گھسے پہر بھائی دیا سنگہ نے جو خود اُسوقت **بہادر شاہ** کے ہمرکاب تھا۔ بادشاہ کے پاس گورو صاحب کے آنے کا حال ظاہر کر دیا۔ غرض تھوڑی ہی دیر میں **گورو گوبند سنگہ صاحب** نے حسب وعدہ اپنے پہلے ہی تیر سے معظم شاہ کا کام (جو ہاتہی پر بیٹھا لڑائی دیکھہ رہا تہا) تمام کر دیا اور اپنے خیمہ میں واپس چلے آئے +

معظم شاہ کے گرتے ہی **بہادر شاہ** کی فتح کا نقارہ بج گیا۔ ہر ایک مبارکباد کی نذریں پیش کرنے لگا۔ اور چھوٹے چھوٹے بہادر اکڑ کر ڈینگ مارنے لگے۔ کہ حضور! ہمارے تیر سے معظم شاہ مارا گیا۔ ہر ایک اپنا اپنا تیر جتا کر انعام لینا چاہتا تھا۔ مگر جب بادشاہ نے ہر ایک کے تیروں کو جمع کرکے اُس تیر سے مقابلہ کیا۔ تو کسیکا تیر اُس سے نہ ملا۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ یہ تیر **گورو گوبند سنگہ صاحب** کا ہے۔ کیونکہ جو نشان وہ پہلے کہہ چکے تھے۔ وہ اُس میں موجود تھا۔ الغرض بہادر شاہ اس بات کے معلوم کرتے ہی گورو صاحب کی خدمت میں شکریہ ادا کرنے کے لئے خود گیا۔ اور بہت کچھ نقد و زر پیش کرکے اُن کو نہایت اعزاز کے ساتھ اپنے ہمراہ دہلی لے گیا۔ کچھ مدت تک یہ بادشاہ کے ساتھ دہلی میں رہے۔ اور پھر جب وہ ملک دکن کی طرف چلا۔ تو اُن کو بھی پولیٹکل پیچیدگیوں کی وجہ سے اپنے ہمراہ لیجانا چاہا +

چنانچہ **گورو گوبند سنگہ صاحب** اپنے قبائل کو وہیں دہلی میں چھوڑ کر بادشاہ کے ساتھ وہاں سے کوچ کرکے متھرا میں پہنچے۔ اور یہاں سے کرشن جی کی ہر ایک یادگار اور مشہور مشہور مقامات کو دیکھکر بادشاہ کے ساتھ بھرت پور۔ جیپور۔ جودہ پور۔ اودے پور وغیرہ راجپوتانہ کی ریاستوں کا دورہ کرتے ہوئے اُجین تشریف لیگئے۔ یہاں پر بادشاہ نے ایک دربار کیا۔ جس میں کل راجپوتانہ اور ملک دکن کے رئیس شامل ہوئے۔ اور سب نے اپنی اپنی نذریں پیش کیں۔ اِس موقع پر بادشاہ نے **گورو گوبند سنگہ صاحب** کی بہادری اور شجاعت کی حاضرین سے از حد تعریف کی۔ اور بیان کیا۔ کہ ہمکو معظم شاہ پر فتح صرف اِنہی کے الطاف سے حاصل ہوئی ہے +

اس کے بعد اسی مقام کا ذکر ہے۔ کہ جب ایک روز بہادر شاہ کل رئیسوں کو ہمراہ لیکر ایک جنگل میں شکار کھیل رہا تہا

اَور ایک خوار خونخوار شیر کے نکلنے پر اُس نے یہ حکم دیا کہ یہ تلوار سے مارا جائے۔ بہت سے بہادروں نے اپنے اپنے ہاتھ دکھلائے مگر کسی سے وہ شیر نہ مارا گیا۔ بعض تو اپنی جان تک کھو بیٹھے۔ انجام کار گورو صاحب نے اپنے ایک سکھ روشن سنگھ نامی کو حکم دیا۔ اُور اُس نے شیر کے وار کو اپنی ڈھال پر روک کے تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر اسی طرح ایک روز بادشاہ نے ایسے دراز فاصلہ پر نشانہ رکھ کے لوگوں کو تیر مارنے کا حکم دیا۔ کہ تمام راجپوتانہ اور دکن کے مشہور مشہور نشانہ باز عاجز آگئے۔ اور کسی کا نشانہ لگنا تو درکنار پاس تک بھی نہ پہنچا۔ آخرکار جب **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے شست لگا کر تیر چلایا۔ تو پہلے ہی ہاتھ میں نشانہ کو اڑا دیا گورو صاحب کے اس کمال کو دیکھکر کل حاضرین دنگ رہ گئے۔ بلکہ ہر ایک رئیس نے اپنی اپنی طرف سے گورو صاحب کو اپنے پاس بلا کر تیر اندازی کا فن سیکھنا چاہا۔ مگر یہ کسی کے پاس نہیں گئے ؛

بعد ازاں ایک روز دریائے نربدا کے کنارے پر مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان سٹور کے تنکار پر تکرار ہو گیا جس میں طرفین سے قریب ساٹھ ستر آدمیوں کے مارے گئے۔ اور **گورو گوبند سنگھ صاحب** کا ایک نہایت نزدیکی خدمت گذار بھائی مان سنگھ نامی بھی اسی تکرار میں کام آیا۔ **بہادر شاہ** جو نہایت دور اندیش شخص تھا۔ اس کے سنتے ہی رفع فساد کی غرض سے خود **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے پاس چلا گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ آپ معاف کریں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو سمجھا دیا ہے۔ آیندہ وہ آپ کے آدمیوں سے ہرگز مزاحم نہ ہونگے۔ مگر اسوقت سے سکھوں اور مسلمان سپاہیوں کے درمیان کچھ ایسی نفاق کی بنیاد قایم ہوگئی۔ کہ آئے دن کسی نہ کسی معاملہ پر کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت فساد ضرور اُٹھ کھڑا ہوتا۔ مگر گورو گوبند سنگھ صاحب کا بہادر شاہ پر کچھ ایسا رعب غالب آگیا تھا۔ یا مصلحت وقت یہی تھا۔ کہ وہ ہمیشہ اپنے ہی آدمیوں کو قصوروار ٹھہرا کر انہیں سزا دیتا۔ اور فساد کو رفع کرتا۔ انجام کار جب بادشاہ مرہٹوں کی پاداش میں احمد نگر کو جانے لگا۔ تو **گورو گوبند سنگھ صاحب** مصلحتاً اُس کا ساتھ چھوڑ کر معہ اپنے ہمراہیوں کے برہان پور میں رہ گئے۔ تھوڑے دنوں میں یہاں کے کل باشندے ان کے پیرو ہوگئے۔ اسی مقام پر ہی سنگھ نے جنکو ماتا سندری جی نے دہلی میں اپنے بیٹے اجیت سنگھ کے مشابہ دیکھکر متبنےٰ بنا لیا تھا انتقال کیا۔ اُن کی سمادھ اب تک بنی ہوئی موجود ہے۔

اسی اثناء میں یہاں پر ایک روز مہنت جیت رام دادو پنتھیہ دورہ کرتا ہوا ان سے آملا۔ اور دوران گفتگو میں مبیّن ہوا۔ کہ آجکل ایک فقیر مادھو داس عرف نراین داس نامی شہر ندیڑ میں ایسا صاحب کرامت دیکھنے میں آیا ہے جسکا بیان نہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ فقیروں کے ساتھ مذاق کرتا ہے۔ یعنی جو کوئی فقیر اُس سے ملنے کو جاتا ہے۔ پہلے تو وہ اُسے نہایت تعظیم سے پلنگ پر بٹھا دیتا ہے۔ پھر اپنے موکّلوں کے ذریعہ سے جو ہر وقت اُس کے تابع رہتے ہیں۔ نیچے گروا کر تالی بجا بجا کر ہنسنے لگتا ہے چنانچہ میرے ساتھ بھی اُس نے ایسا ہی کیا تھا۔ اگر آپ جائیں تو ذرا اس امر کا خیال رکھیگا۔ اس کے سنتے ہی گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ اب اگر نہیں جانا تھا۔ تو بھی ضرور جاؤں گا۔ اور اُس کے موکلوں کا امتحان کروں گا۔ مگر آپ بخوبی یقین رکھیں۔ کہ وہ آپ جیسے ہی داس نام کے موٹھ باجرہ کھانے والے فقیروں کو زیر کر لیتا ہوگا۔ ہم تسکار کھیلنے والے شستر دہاری اُس مست فیل

بیراگی کو شیر کی مانند دبا لینے کو ہی کافی ہیں"۔ چنانچہ تھوڑے دنوں بعد جب غریب داس مذکور نے انتقال کیا۔ تو گورو صاحب مقامات سیون۔ چھپارہ۔ ناگپور۔ اکولا۔ نبیرہ۔ امراوتی۔ تسمت اور ہنگولی وغیرہ سے گذرتے ہوئے اسی شہر ناڈیڑ میں جہاں کا وہ جادو صفت فقیر رہنے والا تھا۔ تشریف فرما ہوئے۔ اور اُس مقام پر جہاں ابتک ایک مکان سنگت صاحب کے نام سے اُن کی یادگار کا بنا ہوا موجود ہے" جا اُترے۔ اور دوسرے روز اُس فقیر کے باغچہ میں اُس کے موکلوں کا امتحان کرنے کی غرض سے اُسی پلنگ پر جہاں وہ فقیروں کو بٹھایا کرتا تھا۔ جا کر بیٹھ گئے۔ اور سکھوں کو حکم دیا۔ کہ اُس کے پالتو بکرے وغیرہ جو وہاں موجود تھے جھٹکا کر کھانا وغیرہ پکانا شروع کریں۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب اس واقعہ کی خبر مادہو داس کو جو اسوقت کہیں باہر گیا ہوا تھا اپنے چیلوں کی زبانی معلوم ہوئی۔ تو اُس نے حسب معمول پہلے اپنے موکلوں کو گورو صاحب کے پلنگ پر سے گرا دینے کے لیئے بھیجا مگر جب اُس کے موکلوں کی گورو صاحب کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ تو مادہو داس شرمندہ ہو کر دست بستہ گورو صاحب کے روبرو آیا۔ اور معافی کا خواہاں ہوا۔ تب گورو صاحب نے اُس سے پوچھا۔ کہ "تو کون ہے" تو اُس نے جواب دیا۔ کہ "آپکا بندہ"۔ جسپر گورو صاحب نے فرمایا۔ کہ "بندہ کا کام تو مالک کی بندگی کرنا اور حکم بجالانا ہے"۔ اس پر اُس نے کہا۔ کہ مَیں دل وجان سے حاضر ہوں۔ میرا سر بھی اگر حضور کے کام آوے تو موجود ہے"۔ پھر گورو صاحب اُس کو اپنے پاس بٹھا کر نہایت اختلاط و ارتباط کی گفتگو کرنے لگے۔ اور اُس نے بھی اِن کی تواضع و مدارات میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ بعد ازاں جب گورو صاحب کو معلوم ہوا۔ کہ "بندہ" (مادہو داس) نہایت جوانمرد اور دلیر ہے۔ تو اُس کو اپنا مرید بنا کر اپنی ایک تلوار اور پانچ تیر عطا کر کے یہ خدمت سپرد کی۔ کہ وہ ملک پنجاب میں جا کر دونوں معصوم بچوں کا صوبہ سرہند سے انتقام لے۔ اور اُن کی اچھی طرح سے بیخ کنی کر کے خالصہ پنتھ کے اقبال اور عروج کو ترقی دے۔ اِس خدمت کو "بندہ" نے بسر وچشم منظور کر کے سامان سفر کا تیار کر لیا۔ اور جب پنجاب کی طرف آنے لگا۔ تو گورو صاحب نے اُسکے ساتھ ایک نقارہ و نشان و دیگر پچیس[۱] سنگھ (جن میں بابا بنود سنگھ بھلّہ صاحبزادہ[۲] و کان سنگھ و باج سنگھ باشندہ موضع میرپور پٹی و نیچے سنگھ مکتا۔ و رام سنگھ حضوری پانچ کس منتخب جوانمرد شامل تھے۔) ہمراہ دیئے۔ اور علاوہ اِس کے بہت سا سامان جنگی دیکر ذیل کی پانچ نصائح پر "بندہ" کو عمل رکھنے کی تاکید کی۔ اوّل جتی[۳] رہنا۔ دوئم جھوٹ نہ بولنا۔ سوئم دوسرا کوئی اپنا مذہب نہ ایجاد کرنا۔ چہارم گوردواروں میں گدّی لگا کر نہ بیٹھنا۔ پنجم سنگھوں پر اپنی حکومت نہ جتانا بھائیوں کی طرح سلوک کرنا۔ اور اگر اس کے برخلاف کروگے تو نقصان اُٹھاؤگے۔

ادھر "بندہ" کو تو یہ نصیحتیں دیکر رخصت کیا۔ اُدھر ملک مانجھہ اور مالوہ کے کل سکھوں کے نام "بندہ" کے ساتھ شریک ہو کر دشمنوں کے پامال کرنے کے واسطے جدا جدا احکام لکھ بھیجے۔ چنانچہ "بندہ" نے پنجاب میں پہنچ کر کل سکھوں کو ہمراہ لے کے جو کچھ صوبہ سرہند وغیرہ کا حال کیا ہے۔ وہ سب مفصل طور پر اِس کتاب کے دوسرے حصہ میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔

اس کے بعد **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اُس جگہ گوداوری ندی کے کنارے پر ایک خوشنما جگہ پسند کر کے اپنا خیمہ نصب

---

[۱] تلوار سے مار کر۔۱۲ [۲] سکھوں میں جو لوگ گوروؤں کی اولاد میں سے ہیں اُن کو صاحبزادہ کے خطاب سے پکارتے ہیں۔۱۲ [۳] لنگوٹ بند۔۱۲

کیا۔ اور وہیں رہنے لگے ❊ مگر جب سید صابر شاہ فقیر نے جو پہلے سے اُس زمین پر قابض تھا۔ اِن کو وہاں سے اُٹھانا چاہا۔ تو انہوں نے اُس زمین کو اصل مالک سے خرید لیا۔ اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ آجکل نگر صاحب کا گوردوارہ جس کی خالصہ سکھوں میں آجکل غایت درجہ کی عزّت ہے۔ اُسی مقام پر بنا ہوا ہے ❊

غرض رفتہ رفتہ اِن کی بزرگی کا شہرہ اِسقدر ہوگیا۔ کہ اُس گرد و نواح کے بہت سے لوگ اِن کے معتقد ہوگئے۔ اور وہاں کا حاکم فیروز خاں بھی اِن کا لحاظ کرنے لگا۔ ہر فرقہ کے بزرگ اور مہاتما لوگوں کا اِن کے پاس اجتماع ہوگیا۔ اور ہر وقت ہر چرچا و بھجن بھاؤ کا شغل رہنے لگا۔ دوپہر کو خاصہ تناول فرماتے۔ اور غریب و غرباء کو کھانا تقسیم کیا جاتا۔ اُس کے بعد سہ پہر کو گرنتھ صاحب کی کتھا ہوتی۔ کبھی کبھی دریا کے پار شکار کھیلنے چلے جاتے ❊ وہ مقام جہاں سے عبور کرکے شکار کو جایا کرتے تھے۔ ابتک شکار گھاٹ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور جس جگہ روز اشنان کرتے۔ اُسکو نگینہ گھاٹ کے نام سے پکارتے ہیں۔ لوگوں میں اِس کی وجہ تسمیہ کی بابت یوں روایت مشہور ہے کہ کسی ملک کے سوداگر نے ایک مرتبہ گورو صاحب کو ایک نہایت بیش قیمت نگینہ نذر کیا۔ مگر اُنہوں نے اُسکو اشنان کرتے وقت دریا میں پھینک دیا۔ جسپر اُس تاجر کو کچھ افسوس آیا۔ اور اُس کے رنج کو دور کرنے کے لیئے گورو صاحب نے وہ کُل گھاٹ نگینہ ہی کا کر دکھایا۔ اِسلیئے اُس کو نگینہ گھاٹ کے نام سے پکارتے ہیں ❊

اسی اثناء میں ملک پنجاب سے خبر آئی۔ کہ بندہ نے بامداد پنتھ خالصہ ۱۱۔ جیٹھ سمت ۱۷۶۷ بکرمی کو صوبہ سرہند کو قتل کرکے شہر کی خوب بیخ کنی کی۔ اور دشمنوں سے اُن معصوم بچوں کے قصاص کا انتقام لینے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ اِس کے سنتے ہی گورو صاحب کے خادموں نے نہایت خوشی منائی۔ اور ہر ایک نے گورو صاحب کو مبارکباد دی۔ مگر اُنہوں نے صرف یہی کہا۔ کہ "جو اکال پورکھ کا حکم۔ اُنہوں نے بیگناہ بچوں پر ظلم کیا تھا۔ اُس کا بدلہ واہگورو نے اُن کو دیا" ❊

پھر بعد چند ماہ کے جب **بہادر شاہ** احمد نگر کو فتح کرکے گولکنڈہ کی طرف جاتا ہوا یہاں سے گذرا۔ تو اُس نے گورو صاحب کی خدمت میں" جب وہ دریا کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے تھے" حاضر ہوکر ایک بیش بہا ہیرا نذر پیش کیا۔ اُنہوں نے اُس ہیرے کو دریا میں پھینک دیا۔ جو بادشاہ کو نہایت ناگوار گذرا۔ مگر اُس کا ملال دور کرنے کے لیئے اُنہوں نے فرمایا۔ کہ "بادشاہ! ہم فقیروں کا خزانہ دریا ہی میں رہتا ہے۔ اگر باور نہیں تو دیکھ لو"۔ چنانچہ جب بہادر شاہ نے آگے بڑھکر دریا میں دیکھا۔ تو واقعی بیشمار جواہرات پڑے ہوئے نظر آئے۔ الغرض گورو صاحب کی اِس کرامت کو دیکھکر وہ بالکل حیران رہ گیا۔ بعد ازاں گورو صاحب نے بادشاہ کو یہ ہدایت کرکے کہ "آئندہ فقیروں کا امتحان ہرگز نہ لینا۔ کیونکہ فقیروں کا گھر خدا کا گھر ہوتا ہے۔ اور دوسرے جبراً کسی کو اپنے مذہب میں نہ لانا" رخصت کیا اِس کے تھوڑے دنوں بعد زمانہ نے رنگ بدلا۔ فلک ناہنجار نے منہہ کالا کیا۔ روزمرّہ کے پاس بیٹھنے والوں کے دل میں بے ایمانی نے گھر کیا۔ نمک پروردہ نمک حرامی کی طرف دوڑے۔ اپنے بیگانے بنے یعنی **گورو ہرگوبند صاحب** کے ملازم پینڈے خاں وغیرہ کی اولاد کے عطاءاللہ خاں و گل خاں دونوں بھائی جو نہایت قد آور اور جواں مرد پٹھان **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے پاس نوکر تھے اور روزمرّہ اُن کی خدمت میں حاضر رہا کرتے۔ ایک روز وہاں کے حاکم فیروز خاں کے جلسہ

انشانہ بازی وغیرہ میں تماشا دیکھنے گئے۔ تو کسی مسلمان نے اُن کو کسی بات پر یہ طعنہ مارا۔ کہ تم بھی اپنے تئیں دنیا میں مرد خیال کرتے ہوگے۔ جس کے باپ دادا نے تمہارے جدّ امجد کو قتل کیا ہو۔ اور پھر جس نے تمہارے باپ کو بھی قتل کیا ہو۔ اُسی کی تم نوکری کرو اور روزمرہ اُسکے پاس رہ کر اپنا بدلا نہ لو۔ اِس طعنے کے کھاتے ہی اُن دونوں کے دل بے ایمان ہوگئے۔ اور اُسیوقت سے وہ گورو صاحب کو مارنے کی دل میں ٹھان کے موقع کے متلاشی رہنے لگے۔ غرض ۴۔ بھادوں سمت ۱۷۶۵ بکرمی کو گورو صاحب کو اکیلے سوتے ہوئے دیکھکر اُن کے پیٹ میں کٹار چلادی۔ مگر گھبراہٹ اور جلدی کی وجہسے اُسکا ہاتھ ایسا اُوچھا پڑا۔ کہ زخم کاری نہ لگا۔ اُدھر گورو صاحب نے زخم کھاتے ہی چارپائی سے اُچھل کر اُس نمک حرام بے ایمان پٹھان کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ غرض ایک آن کی آن میں تمام قصبہ میں شور مچگیا اور کُل سکھ جمع ہو آئے۔ اور گل خاں کے دوسرے بھائی عطاء اللہ خاں کو بھی سکھوں نے پکڑ کے مار دیا۔ غرض اُسی وقت ایک نہایت عمدہ جراح بلایا گیا جس نے زخموں کو ٹانکے لگا کر ایسا مجرّب مرہم لگایا۔ کہ تھوڑے ہی دنوں میں زخم بھر آئے۔ اور گورو صاحب نے شفا کا غسل کیا۔ اِسی موقع پر بادشاہ کی طرف سے جو تحایف ادائے رسم تہنیت غسل صحت میں آئے تھے۔ اُن میں دو تیر نَو نَو ٹانک کے وزنی بھی شامل تھے۔ جنکی بابت لوگوں نے یہ کہا۔ کہ اِس زمانہ میں تو اِن تیروں کے چلانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ صرف مکان میں بطور زیبائش رکھے رہنے کے قابل ہیں۔ اِس پر گورو صاحب سے (جو فن تیراندازی میں اُسوقت اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔) خاموش بیٹھے نہ رہا گیا۔ فوراً اُن لوگوں کے سامنے کمان کو اُٹھا کر وہی نَو ٹانک کا تیر اُس میں لگا کے اِس زور سے چلّا کھینچا۔ کہ زخموں کے ٹانکے جو ابھی کسیقدر خام تھے ٹوٹ گئے۔ اور خون جاری ہو گیا۔ مگر اُنہوں نے اِس حالت پر بھی تیر چلا کر دکھا دیا۔

اِس مرتبہ بھی جرّاح نے حالانکہ ٹانکے وغیرہ لگا کر زخموں کو اچھا کرنے کے لیئے بہت کچھ تدبیریں کیں۔ مگر مشیعت ایزدی کچھ ایسی تھی۔ کہ دن بدن زخموں کی حالت ابتر ہوتی گئی۔ ناچار گورو صاحب نے علاج معالجہ بالکل چھوڑ دیا۔ اور ایک روز جب دیکھا۔ کہ وقت رحلت نزدیک آگیا ہے۔ تو تمام سکھوں کو جمع کر کے ایک عام جلسہ میں حسب دستور ایک ناریل اور پانچ پیسے منگا کر گرنتھ صاحب کے روبرو رکھ کے نمشکار کیا۔ اور سب سکھوں سے یہ کہا۔ کہ ہمارے بعد تمہارے گورو یہ گرنتھ صاحب ہوں گے ہم تمہاری بانہہ ایک ایسے چر بجیت گورو کے ہاتھ پکڑائے جاتے ہیں۔ جو قیامت تک تمہاری نگہبانی کریں گے۔ اور تمکو تمہارے ہر ایک کام میں جیسا تم چاہو گے اُپدیش دیتے رہیں گے۔ اور یہ شلوک زبان مبارک سے اُچارن فرمایا۔

شلوک ۔ "آگیا بھئی آکال کی تبے چلایو پنتھ۔ سب سکھن کو حکم ہے گورو مانیو گرنتھ"

ਸਲੋਕ॥ ਆਗਯਾ ਭਈ ਅਕਾਲ ਕੀ ਤਬੈ ਚਲਾਯੋ ਪੰਥ। ਸਭ ਸਿੱਖਨ ਕੋ ਹੁਕਮ ਹੈ ਗੁਰੂ ਮਾਨੀਓ ਗ੍ਰੰਥ॥

چنانچہ اُسیوقت سے گرنتھ صاحب کے متبرک نام کے پہلے گورو کا لفظ بڑھا دیا گیا۔

بعد ازاں دوسرے دن کاتک سُدی پنچمی سمت ۱۷۶۵ بکرمی کی صبح کو گورو صاحب نے اشنان کر کے پوشاک وغیرہ پہنی اور سب ہتھیار وغیرہ حسب معمول لگا کے کڑاہ پرشاد تقسیم کرایا۔ اور اِرداس کر کے جیسے کوئی بڑے لمبے اور دور و دراز سفر کی تیاری کرتا ہے "

راہی ملک بقا ہو گئے ؛

بیان کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے واسطے چندن کی لکڑی کی چتا اپنی موجودگی ہی میں تیار کرا کے اُس کے چاروں طرف قنات تنوا دی تہی۔ اور اپنے سکہوں کو یہ عام حکم دیدیا تہا۔ کہ اُن کے بعد نہ تو اُن کے پھول چنے جاویں۔ نہ کریا کرم کا نام لیا جاوے۔ اور نہ انکی سمادھ بنا کر اُس کی پوجا کی جاوے۔ بلکہ خاک تک نہ ہلائی جاوے ؛ مگر سکہوں نے نہ مانا۔ چوتھے دن چتا کی خاک کو ہلایا۔ تو صرف اُس میں سوائے ایک کاردِ آہنی کے اَور کچھ پھول وغیرہ کا نام تک نہ پایا۔ بعد ازاں ایک سکھ نے برخلاف اُن کے حکم کے انکی سمادھ بھی بنا ڈالی اَور وہ کاردِ آہنی اُس کے اُوپر لگا دی۔ جو اب تک وہاں اَبچل نگر میں موجود ہے۔ اَور سکھ لوگ اُسکی زیارت کو جاتے ہیں ؛

اب گورو گوبند سنگھ صاحب کے خاتمہ پر قلم بھی اپنے اوّل حصّہ کے کام کو انجام تک پہنچا کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا ہے۔ اَور کہتا ہے۔ کہ ہائے! افسوس مجھے ایسے بہادر اَور عالی حوصلہ کے بارہ میں جس نے اپنے ملک کے واسطے پہلے اپنے عزیز باپ کی جان دی پھر اپنے پیارے پیارے اَور چھوٹے چھوٹے عزیز معصوم بچّوں کو صدقہ کیا جس نے اپنے لاڈلے اور ناز پروردہ جگر کے ٹکڑوں کو جو مثل گلاب کے تھے چمکتی ہوئی تلواروں کے سامنے ہیچکر اپنی آنکھوں سے شہید ہوتے ہوئے دیکھا۔ اَور اُف تک نہ کیا۔ جس نے تمام عمر اپنی جان کو ہتھیلی پہ رکھا۔ اپنے بھائیوں کے لیئے اپنی زندگی میں کبھی چین سے نہ سویا۔ جس نے قوم کے لئے صدہا مصیبتیں جھیلیں۔ ننگے پاؤں خاردار جھاڑیوں میں بھوکا اور پیاسا دوڑا دوڑا پھرا۔ دشمنوں کے جھنڈ میں "فتح فتح" کی آواز پکارتا ہوا مثل بجلی کے چمکا۔ جس نے ہزاروں کے سامنے ایک کو کھڑا کیا۔ گھر چھوڑا باہر چھوڑا۔ اَور وطن سے بیوطن ہوا۔ جس نے تھوڑی سی پونجی سے لاکھوں کا کام تمام کیا۔ اَور بادشاہ ملک کا صرف ایک اپنے جوانمرد دل کے بھروسہ پر تن تنہا مقابلہ کیا۔ جس نے ہندوؤں کی مردہ لاشوں کو پانچ پانچ چلو شربت سے زندہ کیا۔ جس نے گذرے ہوئے زمانے کو حاضر کر دکھلایا۔ بعید کو قریب کر لیا مستقبل کو حال میں بدلا۔ اپنا صیغہ سب سے الگ اَور جدا ہی نکالا۔ کسر نفسی اَور دوئی کو پاس تک نہ پھٹکنے دیا۔ سخاوت اَور دلاوری میں حاتم اَور سکندر سے بھی بڑھ گیا۔ صرف ایک وحدانیت ہی وحدانیت "ملا" کو کتا پھرا۔ مرجھائے ہوئے باغ کو ہرا کر گیا۔ خشک زمینوں میں دریا بہا گیا۔ بھیڑ بکریوں کو شیر ببر بنا دیا جس نے ہم سے غریبوں کو جن کی کمروں میں خود غرض صاحبان کی لادی لدتے لدتے کُب پڑ گیا تھا۔ اُن کے سامنے ہی تخت پر جا بٹھایا۔ راجاؤں مہاراجاؤں سے بھی ہاتھ جڑوایا۔ مصنّف کی کمزوری نے اپنے دل کے ارمان نکالنے کا کوئی موقع نہ دیا۔ اَور دراصل یہ سچ بھی ہے۔ کیونکہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی سوانح عمری اگر حرف بحرف لکھی جاوے۔ تو کم از کم ۔۔۔ صفحہ کی ضخامت کی دو تین کتابیں ضرور تیار ہوں ؛

اب تہوڑا سا میں اِس زمانہ کے تعلیم یافتہ سکہوں کو **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی سوانح عمری کیطرف متوجہ کر کے بیدار کرنا چاہتا ہوں ؛

کیا **گورو گوبند سنگھ صاحب** جیسی کوئی اَور نظیر دنیا میں نظر آتی ہے ؟ کیا آجکل خالصہ پنتھ بالکل اُنہیں اصولوں پر چلتا ہے ؟ جن پر ہمارے بہادر اَور عالی حوصلہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے ایجاد کیا تھا ؟ یا جو کچھ گورو صاحب

نے اپنے زمانہ میں بدرسموں کو دور کرنے کے لیئے پہلے خود اپنے تئیں نظیر بنایا۔ اُس کی پیروی آجکل کے سکھ بخوبی کر رہے ہیں؟ یا جو کچھ اُنہوں نے سکھوں کو ہدایت کی اُس کا پورا پورا عمل درآمد اس زمانہ کے خالصہ بھائی کرتے ہیں؟ جہانتک میرا خیال ہے۔ اگر سچ پوچھا جاوے۔ تو سب کا جواب نہیں ہی نہیں نکلتا ہے ✣

اس میں کوئی شک نہیں کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** ہندو تھے۔ اور اُن کا مت صرف مقدس ویدوں کی پیروی میں تھا۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ اس زمانہ کے ہندوؤں کے مروجہ قانون کے بالکل برخلاف۔ اور برہمنوں کے من گھڑت شاستروں سے بالکل برعکس۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو اُن کو ہندوؤں سے ایک علیحدہ فرقہ قایم کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں البتہ آجکل کے آیندہ زمانہ کے حالات پر پیش بینی کر کے اور اپنے اصلی پورانے ہندو دھرم کو قایم رکھنے کے علاج میں جیساکہ میں اس کتاب کے دیباچہ میں بیان کرچکا ہوں۔ اُن کو خالصہ پنتھ ایک نیا مذہب ایجاد کرنے کی ضرورت پڑی ✣

گورو گوبند سنگھ صاحب جیسے پولیٹیکل معاملات میں غایت درجہ کے اعلےٰ خیال تھے۔ ویسے ہی روحانی طاقت میں بھی لاجواب تھے۔ اُن کی تصنیفات اکال اُستت اور جاپ وغیرہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وحدانیت کے معاملہ میں وہ بالکل دوسرے **گورو نانک صاحب** ہوئے ہیں ✣ اور انصافاً اگر پوچھا جائے تو مسلمانوں سے بھی اُنہیں بذات خاص کوئی تعصب نہ تھا۔ کیونکہ بہت سے مسلمان اُن کے پاس نوکر تھے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ اُنہوں نے بہت اچھے اچھے سلوک کیئے ہیں۔ البتہ اگر اُن کی شکایت تھی۔ تو صرف بادشاہ وقت کے ظلم پر۔ اُس کے غیر مذہب میں ناواجب اور نا منصفانہ دست اندازی پر ✣ ایسے زمانہ میں جب چہار طرف سے تعصب کی تلوار چل رہی تھی۔ یہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کا ہی حوصلہ تھا۔ جو اُنہوں نے تن تنہا اُٹھکر **اورنگ زیب** جیسے زبردست بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ اور ہندو دھرم کی رکھشیا کی ✣

جن باتوں سے آجکل کے نئی روشنی والے تعلیم یافتہ لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ اور نفرت سے دیکھتے ہیں۔ جیسے کھانے پینے کے چھوت چھات۔ ذات پات کا لحاظ دنیاداری کے برتاؤ میں برہمنوں کی خوشامد اور اُن کا گھڑی گھڑی روٹھ روٹھ بیٹھنا۔ پیدائش اور موت دونوں کے وقت اُن کے بےموقع جھگڑے وغیرہ وغیرہ سب سے **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اپنے پیروکاران کا پیچھا چھوڑا کر پاک صاف کیا تھا۔ مگر اُن کو ماننا اور اُن کی پیروی میں ثابت قدم رہنا ہم لوگوں کا کام تھا نہ کہ اُن کا۔ گو اُن کو اور مذہب کے پیشواؤں کی طرح کوئی خاص کتاب شرع وغیرہ کی تصنیف کرجانے کا اُن کی تھوڑی سی زندگی نے موقع نہ دیا۔ مگر ہر ایک بات جو اُنہوں نے خود کی یا اپنے بعد کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اُسکو قانون مذہب بنانا اور رواج دینا سکھوں کا کام تھا۔ جو سچ پوچھا جائے تو بالکل نہیں کیا گیا۔ ہماری رائے میں اگر انصافاً پوچھا جائے تو **محمد صاحب** مسلمانوں کے پیغمبر ایک نہایت اعلےٰ درجہ کے دوراندیش اور دنیاوی امورات کے پورے پورے حکیم ہو گذرے ہیں۔ جنہوں نے اپنے مذہب کے ایجاد میں باستثنائے چند ایسے ایسے عمدہ اور بےنظیر ضوابط باندھے ہیں۔ کہ اُن کا مذہب دن بدن دنیا میں ترقی پکڑ جاتا ہے۔ اور اُن کے سارے مذہبی قوانین ایسے سہولیت اور آسانی پر مبنی ہیں۔ کہ آجتک اُن میں کسی کو ردوبدل کرنے کی جرأت نہیں ہوئی ✣

مگر ان کے بعد اگر ان کی ترقی کو روکنے والا اور ان کے بالمقابل عمدہ عمدہ اور آسانی کے مذہبی اصول قایم کرنے والا جن سے مذہب کی ترقی میں دن بدن افزونی ہو اور باہم لوگوں میں ملت و محبت قایم رہی۔ صرف ایک **گورو گوبند سنگھ صاحب** ہی بلند خیال اور دور اندیش پیشوا پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے **محمدؐ صاحب** نے ہر ایک قوم کے آدمی کو اپنے مذہب میں ملا لینا روا رکھا تھا۔ اسی طرح انہوں نے بھی بھنگی اور چماروں تک کو امرت چھکا چھکا کر اپنا پیرو بنایا۔

مگر افسوس کہ ان کے بعد باوجود اس کے کہ سکھوں کی قوم نے صرف اپنی قوتِ بازو و آپس کے اتفاق سے ایکدفعہ ایسا عروج پایا۔ کہ پنجاب جیسے زرخیز ملک کے پادشاہ بن گئے۔ لیکن کوئی ایسا عالی حوصلہ یا بلند خیال قوم میں نہ پیدا ہوا۔ جو **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے اصل مطلب تک پہنچکر ان کی تمام سچائی سے بھرے ہوئے قدرتی اصولوں کو قوم میں رواج دیکر خالصہ مذہب کی جڑ کو زیادہ تر مضبوط کرتا۔ اور استحکام دیتا۔ آخر کار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بجائے چاروں برن کے ایکو بھائی ہونے و باہم ایک دوسرے کی ذات پات کا لحاظ دور کرکے آپس میں رشتہ داریاں کرنے و بعد مرنے کے ہندوؤں کی طرح کریا کرم وغیرہ کرانے کی رسم کو توڑنے کے یہ پھر انہی رسموں کے پابند ہو گئے۔ اور اس وجہ سے ہندوستان کی پھوٹ کا میوہ بھی پھر انہی کے حصہ میں آگیا۔ اور یہ مذہب بجائے ترقی کے تنزلی پکڑنے لگا۔

اب تعلیم یافتہ سکھ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے عزیز پیشوا کے اصلی اصولوں کو اپنے مذہب میں رواج دیکر سوڈھ بنس کا صرف ایک فرقہ قایم کریں۔ اور اپنے اُس پیارے باپ کی محنت کو جس نے اُن کے پیچھے اپنے جان و مال ماں باپ۔ گھر بار سب کو قربان کر دیا۔ رائگاں نہ جانے دیں۔

اب میں اپنی تحریر کو ختم کرکے اکال پرکھ سے دعا مانگتا ہوں۔ کہ وہ ہماری سرکار **برطانیہ کے تاج** کو ہندوستان کے سر پر قیامت تک قایم رکھے۔ جس کے زیر سایہ ہمکو یہ آرام مل رہا ہے۔ کہ ہم رات دن نے کھٹکے اپنے اپنے مذاہب کے فرایض ادا کرتے ہیں۔ نہ مسلمان کو ہندو کا خوف ہے نہ ہندو کو مسلمان کا۔ نہ قاضیوں کے فتوے کا اندیشہ ہے نہ پنڈتوں کے ڈھکوسلا کا۔ اپنے گھر میں بیٹھے جو راگ چاہو گاؤ۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ نے تالے ہو یا نے سُرے۔ آمین

حصہ اوّل تمام شد

اشتہار

واضح ہو۔ یہ کتاب اردو اور گورمکھی دونوں زبانوں میں تمام ہندوستان کا سفر
کرکے میں نے ۱۵ ۔ ۲۰ سال کی سرگرداں کوشش و محنت کے بعد تصنیف کی ہے۔ اور اب مطبع گورو
گوبند سنگھ پریس واقع بیر بابا نانک صاحب سیالکوٹ میں چھپوائی ہے۔ حق مصنف محفوظ ہے۔ بلا اجازت
کوئی صاحب نہ چھاپے۔

سال گورو نانک صاحب ۴۲۲
سمت ۱۹۴۸ بکری

دستخط خاص مصنف بھائی گیان سنگھ گیانی۔
مصنف پنتھ پرکاش۔ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ء



ੴ

شمشیرِ خالصہ

المعروف

تواریخ گورو خالصہ

حصہ دُوم

جسکو

بھائی گیان سنگھ صاحب گیانی مصنف پنتھ پرکاش نے تمام ہندوستان میں سفر کرکے
بیس سال کی سرگرداں کوشش و محنت سے بامداد بابو راج اندر سنگھ ایڈیٹر اخبار لائل خالصہ گزٹ
سیالکوٹ تصنیف کیا

اس کتاب کے اوّل حصہ میں خالصہ مذہب کے دسوں گوروؤں کی سوانح عمری۔ دوسرے میں بابا بندہ
کی بہادری۔ اور سکھوں کی ملک گیری۔ سوم میں بارہ مثلوں اور مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر
کا زمانہ۔ چوتھے میں راجگان پھول و پہاڑی و نواب مالیر کوٹلہ وغیرہ۔ اور پانچویں میں گوردوارہ ہائے
و صاحبزادگان وغیرہ کے مفصل حالات راست راست درج ہیں+

حسب فرمایش مہنت پریم سنگھ صاحب و سردار ہری سنگھ صاحب رائے بہادر رؤسای سیالکوٹ و لالہ
بوٹا سنگھ صاحب رئیس راولپنڈی مطبع گورو گوبند سنگھ پریس واقع بیریاں بابا نانک سیالکوٹ باہتمام بابو راج اندر سنگھ طبع شد

سنہ ۱۸۹۲ع

دِیباچہ

اوّل حصّہ کے مطالعہ سے ناظرین کتاب کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ **گورو نانک صاحب** سے لیکر سری **گورو گوبند سنگھ صاحب** تک خالصہ مذہب کے کل دس پیشوا ہوے ہیں۔ جن سب کی تعلیم بھی بہیئت مجموعی ایک ہی تھی۔ لیکن ہاں اگر فرق تھا۔ تو صرف اتنا کہ **گورو نانک صاحب** سے لیکر **گورو ارجن صاحب** تک پہلے پانچ گورو تو بالکل تارک الدنیا اور فقیری طریقہ میں رہے۔ لیکن زمانہ کی حالت نے **گورو ہرگوبند صاحب** چھٹے گورو کو اپنے متقدمین کے درویشانہ رویہ کو بدل کر امیرانہ ٹھاٹھ رکھنے کے لیئے مجبور کیا۔ اور سب سے پہلے گویا انہوں نے ہی اس فرقہ میں پولیٹیکل خیالات کی تخم ریزی کی۔ بعد ازاں **گورو گوبند سنگھ صاحب** آخیری گورو نے تو اس فرقہ کی گویا بالکل ہی کایا پلٹ دی۔ ہندو مسلمان دونوں سے اپنا ایک علیحدہ فرقہ عجیب ہی نئے روپ اور نئے ڈھنگ میں نکالا جس کا کوئی پہلو پولیٹیکل اور سوشل باریکیوں سے خالی نہ چھوڑا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ دفعتاً اس فرقہ نے پنجاب جیسے ہندوستان کے ایک بڑے قوی حصّہ پر اپنے آپ با اختیار سلطنت قایم کر لی۔ اور مسلمانوں کی سلطنت کو جو آٹھ سو سال سے پاؤں جمائے ہوئے بیٹھی تھی۔ ایک دم میں اُکھیڑ دیا +

اس کتاب کے پہلے حصّہ میں سکھ مذہب پیدا ہونے کی ضرورت میں مسلمان سلاطینوں کے کمال درجہ کے ظلم کی کچھ تشریح کی گئی ہے۔ اس سے مصنّف کی خاص مراد ناظرین کو زمانہ کی رد و بدل اور انتظام قدرت کا عجیب و غریب عکس دکھلانے کا ہے۔ نہ کسی میلے اور چھوٹے خیالات کے معنوں میں۔ تواریخ سے ثابت ہے۔ کہ ابتدا میں ہندوستان پر ہندوؤں کی سلطنت تھی۔ اور قدرت نے اُن کی طاقت کو ہر طرح کا کمال بھی دے رکھا تھا۔ بوان وغیرہ میں چڑھ کر ہوا میں چلنا۔ بات کی بات میں سینکڑوں کوس کی خبر منگا بھیجنا۔ ہزاروں کوس کی بات سن لینا اور دیکھ لینا۔ سینکڑوں کوس کی مسافت گھنٹوں میں طے کرنا۔ جو تمام اب ہمکو اُڑن کھٹولے۔ تار۔ ٹیلیفون۔ ریل کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ وہ سب اُس زمانہ میں موجود تھے۔ دریافت اور تحقیقات کا بھی اس قوم کو از حد شوق تھا۔ علم روحانی اور آسمانی میں جسقدر اس قوم نے کمال حاصل کیا تھا وہ آجتک کسی قوم کو نصیب نہیں ہؤا۔ علم طبعیات۔ حیوانات۔ نباتات کے دریافت کرنے والی بھی سب سے پہلے یہی قوم تھی۔ مگر ہر کمالے را زوالے۔ اِن کے ادبار کے سامان شروع ہوے۔ برہمنوں کی قوم کو اسقدر عروج حاصل ہوا۔ کہ وہ خدائی دعوے کرنے لگے۔ اِن لوگوں نے ایسے ایسے قاعدے اور قانون جاری کیئے۔ جن سے صرف اِن کی قوم کو فائدہ پہنچے۔ علم سنسکرت کا سوائے اپنی قوم کے کسی غیر کو استحقاق نہ دیا۔ بت پرستی جسکے لیئے ویدمیں خاص ممانعت ہے عام جاری کر دی۔ کل قوموں پر اپنا ایسا ٹیکس لگایا۔ کہ ابتک باوجودیکہ ہزارہا برس گذر گئے ہیں۔ پیچھا نہیں چھوٹتا۔ اگر کوئی

غیر قوم کا آدمی محلہ یا گانوں میں شادی کرتا۔ تو اُسکو اپنی زوجہ کو پہلے ایک ہفتہ تک اپنے پروہت کے مکان میں خدمت کے لیئے چھوڑنا پڑتا۔ غرض جب برہمنوں کا ظلم اس قدر کمال کو پہنچا۔ تو انتظام قدرت نے مسلمانوں کی قوم کو ہندوستان پر بھیجا جنکا مخصوص ظلم برہمنوں کی قوم پر ہوا۔ مگر مثل مشہور ہے "چڑھتے راجہ اُترت گرہ"۔ یعنی راجہ کا ظلم رعایا پر مخصوص اُسوقت ہوا واجب ہے جب وہ ملک کو فتح کرنے کے لیئے آتا ہے۔ نہ کہ جب وہ ملک کو فتح کرلے۔ اُس کے برعکس مسلمان بادشاہوں کا ظلم رعایا پر ہمیشہ رہا۔ اور مخصوص ایک قوم پر۔ ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ کل مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں پر ظلم کیا۔ بہت سے ایسے بھی ہوئے ہیں۔ جو نیک مزاج تھے۔ اور ہندوؤں کے ساتھ عمدہ عمدہ سلوک بھی کرتے رہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو آٹھ سَو سال کے اندر ہندوؤں کا نام بھی باقی نہ رہتا۔ مگر اسمیں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ ایسے بہت کم تھے۔ جنہوں نے ہندوؤں پر مطلق سختی نہ کی ہو۔ آخر میں **اورنگ زیب** کا زمانہ تو ہندوؤں کے حق میں بہت ہی بُرا ہوا۔ اور آخر چاہا کہ یہ قوم بالکل نیست و نابود ہو جائے۔ جو انتظام قدرت سے بالکل برخلاف تھا۔ آخرش جب مسلمانوں کا ظلم بدرجہ کمال پہنچا۔ تو قدرت نے اُن کو زوال پہنچانے کے لیئے پنجاب میں **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو پیدا کر کے سکھوں کے فرقہ کو ظہور دیا جس میں شجاعت اور بہادری کی نئی روح بھر دی۔ ناظرین کتاب اس فرقہ کی بہادری کا امتحان حصہ اوّل کے آخیری صفحوں سے بیشک کر چکے ہیں۔ مگر اس قوم کے اصلی استقلال اور غایت درجہ کی بہادری کا پورا پورا نظارہ تو اس دوسرے حصہ کے دیکھنے سے (جسکا نہایت موزوں نام میرے ایک دلی مہربان منشی **لال سنگھ** صاحب میر منشی رزیڈنسی کشمیر نے **شمشیر خالصہ** تجویز کیا ہے۔) ہوتا ہے ۞ یہ قانون قدرت کا خاصہ ہے۔ کہ جب کسی خاص اور زبردست قوم کو زوال پہنچانا منظور ہوتا ہے۔ تو ایک خاص شخص پیدا کر کے اُسکے ذریعہ سے ایک کمزور سے کمزور قوم میں بھی طاقت پہنچا کر اُس قوم کو مغلوب کر دیتی ہے۔ **بندہ** براگی جیسے نرم مزاج اور نازک دل شخصوں میں جنہوں نے ایک مرتبہ صرف شکار میں ہرنی کے شکم میں سے بچہ نکلنے پر جو تھوڑی دیر کے بعد تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ شکار کھیلنا اور دنیاداری کا تمام کاروبار چھوڑ چھاڑ کر فقیری اختیار کرلی ہو۔ یک بیک ایسی سختی آجاوے۔ کہ وہ ہزاروں آدمیوں اور خوردسال بچوں کو بھیڑ بکری کیطرح قتل کروادے۔ اور ذرا بھی رحم کو پاس تک نہ آنے دے۔ دراصل یہ سب قدرت ایزدی کا ہی کام تھا۔ ورنہ اگر انصافاً دیکھا جاوے۔ تو **گورو نانک صاحب** کی تعلیم جو اس فرقہ کے اصل موجد ہیں بالکل صلح کل کی پالیسی پر تھی اور ہندو مسلمان دونوں کو وہ ایک جیسا سمجھتے رہے۔ بلکہ اسی لیئے دونوں قومیں اُنسے محبت کرتی تھیں۔ حتّے کہ انکے اس جہان سے کوچ کرنے کے بعد انکی تجہیز و تکفین پر دونوں قوموں میں تکرار رہا۔ ایک انکو دفن کرنا چاہتے تھے اور دوسرے جلانا۔ آخیر میں تصفیہ یوں ہوا کہ انکی لاش غائب ہوگئی۔ صرف چادر باقی رہ گئی۔ جسکو ہندو مسلمان دونوں نے آدھی آدھی پھاڑ کر تقسیم کرلیا۔ اوّل الذکر نے اپنا حصہ جلا دیا۔ اور دوسرے نے دفن کر کے وہاں قبر بنا دی۔ علے ہٰذا **گورو نانک صاحب** کے بعد اُن کے کل جانشینوں کی تعلیم بالکل ثالث اور انہیں کی پیروی میں ہوئی ہے۔ کسیکو بذات خاص کسی خاص قوم یا ذات سے تعصب یا عناد نہیں ہوا۔

خاص **گورو گوبند سنگھ صاحب** دسویں گورو کو بھی (جنکی خاص مسلمانوں سے لڑائی ہوئی - اور جنکے پیروکاران کی مسلمانوںسے رفتہ رفتہ سخت دشمنی ہوگئی) مسلمانوںسے کبھی نفرت نہیں رہی - ہمیشہ اُنکے پاس مسلمان لوگ نوکر رہے - اور مسلمانوںسے اُنکا ربط ضبط بھی رہا - اور یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ مسلمانوں نے اُنکو پناہ دی اور اُنکے واسطے جھوٹی گواہیاں بھی دیں - اُنہوں نے قصداً اپنے ارادہ سے کبھی مسلمانوں پر چڑہائی بھی نہیں کی ہاں بادشاہی فوج جب کبھی اُن پر حملہ کرکے آتی رہی - تو اُسکا مقابلہ البتہ کرتے رہے - اُنکا جو خاص گرنتھ صاحب ہے اسمیں بھی مسلمانونکی برخلاف کوئی لفظ یا حرف درج نہیں ہے ✤ اب باقی رہا یہ امر کہ سکھوں اور مسلمانونمیں دفعتاً اسقدر عناد اور رنج پیدا ہو جانیکی کیا وجہ ہے - اسکا جواب اول تو یہی ہے کہ جب مسلمان حاکموں نے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے دونوں چھوٹے چھوٹے معصوم بچّوں کو بیرحمی کے ساتھ قتل کروا دیا - تو انکی اس ظالمانہ کارروائی پر سکھوں میں قدرتی جوش پھیل گیا اور وہ مسلمانونکے جانی دشمن بن گئے - علاوہ ازیں قدرت نے چونکہ مسلمانونکو اُنکے بیجا ظلم کا اجر دینا تھا اس لحاظ سے زمانہ نے بھی کل سامان ایسے مہیّا کر دیئے جن سے باہم مسلمان اور سکھونمیں نفاق کی بنیاد قایم ہوگئی ✤ اس حصہ میں پہلے بابا بندہ بہادر کی فتوحات کا ذکر کیا گیا ہے جسکو گورو گوبند سنگھ صاحب نے دکن سے اپنا چیلا بنا کے ملک پنجاب میں صوبہ سرہند سے اپنے صاحبزادگان کا انتقام لینے کیلئے بھیجا - یہ شخص عجیب بلا کا بہادر تھا - فتح تو گویا اُسکے ہمرکاب رہتی تھی جیسے کسی زمانہ میں اورنگزیب کو ہندو کے نام سے نفرت تھی اسیطرح قدرت نے مسلمانونکیطرف سے اسکا دل ایسا برگشتہ کر دیا تھا جسکا بیان نہیں جیسی جیسی بیجا اور وحشیانہ ظلم مسلمانونکیطرف سے ہندوؤں پر ہوتے تھے اسیطرح سے اس شخص نے اُنکے ساتھ کیئے پہلے پہل پنجاب سے مسلمانونکو بیدخل کر کے سکھونکو اُنکی جگہ اسی شخص نے قایم کرایا - اور سکھونکے فرقہ کو اسنے بہت ترقی دی - اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ اگر یہ پیچھے سے مفرور نہو جاتا اور سکھونسے اُسکی اَن بن نہ ہو جاتی - تو تھوڑے ہی عرصہ میں یہ دہلی کی سلطنت بھی حاصل کر لیتا - تاہم اسنے سکھوں کو لوٹ مار اور ملک گیری کی ایسی چاٹ لگا دی تھی کہ اسکے بعد بھی سکھوں نے مسلمانونکو چین نہ لینے دیا - مگر جن مصیبتوں اور دکھونسے سکھوں نے پنجاب کے ملک کو حاصل کیا ہے اُسکے حالات پڑھنے سے شان کبریائی اور انتظام قدرت کی طاقت کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا - دہلی اور کابل دونوں مقامونکے بادشاہ اس تھوڑی سی قوم کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاویں اور اُنکے بیخ و بن سے نیست و نابود کرنیکی فکر میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑیں - خاص ملک کے باشندے ہندو بھی اسی کوشش اور فکر میں ہوں کہ یہ قوم معدوم ہو جاوے سکھ پکڑ پکڑ کے بھیڑ بکری کیطرح ذبح کیئے جاویں - مگر پھر بھی یہ قوم برسات کے سبزہ کیطرح زمین سے اُگ پڑے - اور دونوں بادشاہیوں کے لشکر کو بنجارے کے بیلوں کیطرح پنجاب سے باہر ہانک دے ✤ غرض رفتہ رفتہ پے در پے مقابلوں اور لڑائیوں سے سکھوں نے مسلمانوں کو بالکل بے دم کر دیا - اور پنجاب سے اُنکی سلطنت دور کر کے خود حکومت کرنے لگے ✤ بعد ازاں جب سکھونکے زمانہ پر ادبار آیا - اور ملک میں تمام بدنظمی پھیل گئی - تو پھر انتظام قدرت اور زمانہ کی حالت نے چاہا - کہ اب اس سرزمین میں جس میں صدہا برس سے سوائے کشت و خون اور آپسمیں ایک دوسرے کے مذہب میں مخل اور دست انداز ہونے کے کوئی دوسرا کام نہیں ہوا - گانوں کے گانوں ویران ہوگئے - رعایا دکھ سہتے سہتے اُجڑ گئی - کوئی ایسا دھرماتما راجہ قدم رکھے جس سے ملک میں امن قایم ہو - خلق اللہ کو آرام ملے اور پرجا سکھ کی نیند سوئے - چنانچہ حسب پیشینگوئی **گورو تیغ بہادر صاحب** سنہ ۱۸۴۶ء میں سرکار **انگلشیہ** نے پنجاب میں قدم رنجہ فرمایا - اس **تاج برطانیہ** کے عَلَم کے سامنے سارے مغل اور پٹھان جنکے گھوڑوں کی ٹاپ سے کبھی زمانہ میں آسمان و ہلتا تھا - اور زمین کانپتی تھی - اور کل بڑے بڑے راجپوت و مرہٹے و سکھ سردار جنکی تلوار خونخوار کے سامنے تمام زمانہ پانی پانی ہوتا تھا - سب نے

ایک ساتھ سر جھکایا۔ **حضور قیصرہ ہند دام اقبالہا** کے آفتاب اقبال کے روبرو جتنی قومیں اپنے تئیں شمس بازغہ سمجھتی تھیں۔ سب مثل ستاروں کے چھپ گئیں۔ یہ ایسی منصف مزاج اور بے نظیر سلطنت آئی۔ کہ جسکے آتے ہی دن بدن ملک کی آبادی اور سرسبزی ہونے لگی۔ وہاں جہاں آبادی کا نشان نہ تھا محلات نظر آتے ہیں۔ وہاں جہاں بارہ بارہ کوس تک پانی کی صورت نہیں دکھائی دیتی تھی۔ گھر گھر چشمے بہہ رہے ہیں۔ نہ مسلمانوں کا ہندوؤں پر جبر۔ نہ ہندوؤں کا مسلمانوں پر جبر۔ نہ سکھوں کا مسلمانوں سے تکرار نہ مسلمانوں کی اُن سے کوئی رار۔ نہ برہمنوں کا خوف نہ قاضیوں کا اندیشہ۔ ہر ایک اپنے اپنے گھر کا بادشاہ بنا بیٹھا ہے۔ نہ چور کا ڈر ہے نہ رہزن کا خدشہ ہے۔ اکال پُرکھ ایسی نیک اور عادل سلطنت کو ہماری سر پر قیامت تک قایم رکھ؛ آمین

اب آخر میں اپنے ناظرین کتاب سے صرف اسقدر کہکر معافی چاہتا ہوں۔ کہ میں ایک بہت چھوٹی سی پونجی کا آدمی ہوں۔ عالم نہیں۔ فاضل نہیں۔ زبان دان نہیں۔ صرف اپنے خیالات اور تحقیقات کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اوّل حصہ میں طبیعت کی آورد سے کچھ اشعار بھی لکھے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ عروض نہ جاننے کی وجہ سے کچھ غلطیاں ہوں۔ علاوہ ازیں عبارت نثر میں بھی مجھکو کسی صاحب لیاقت سے مشورہ لینے کا یہاں پر موقع نہیں ملا۔ بہت سے ایسے الفاظ بھی ناظرین کی نگاہ سے حصہ اول میں گذرے ہونگے۔ اور اس حصہ میں بھی شاید گذرینگے جو عبارت کو بگاڑتے ہوں۔ سو میں امید کرتا ہوں کہ ناظرین ازراہ تلطف وعیب پوشی معاف فرمائیں گے۔ اور اگر بذریعہ خط مجھے اطلاع دینگے تو میں اگر ملک نے میری کام کی قدر کی اور آئندہ اشاعت کی ضرورت پڑی۔ تو اُس غلطی کے رفع کرنے کی کوشش کرونگا۔ اور جو صاحب مجھے اسطرح پر مدد دیں گے میں اُن کا تہ دل سے شکریہ ادا کروں گا؛

تواریخ کا جیسا مشکل کام ہے۔ ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ خصوصاً ایک ایسی قوم کی جسکی کبھی کوئی تواریخ نہ بنی ہو۔ اور زیادہ تر مشکل میرے لئے یہ ہے۔ کہ میں خاص اس قوم کا ممبر ہوں۔ اول حصہ کے دیباچہ میں ناظرین کتاب صفحہ ۵ و ۶ میں ملاحظہ کر چکے ہونگے۔ باوجودیکہ میں نے اپنی مشکلات کو مع شرح عذرات کے ساتھ نئے پرانے دونوں زمانوں کے لوگوں کے سامنے پیش کردیا۔ مگر پھر بھی وہی گلہ گذاریاں جنکا مجھے خوف تھا میرے آگے آئیں۔ ایک نئی روشنی والے صاحب ہیں۔ وہ فرماتے ہیں "کیوں صاحب! باز نہ آئے پھر بھی کرامات اور معجزات کو تواریخ میں دھر گھسیٹا" دوسرے صاحب پورانے زمانہ کے بابا صاحب ہیں۔ وہ یوں بولتے ہیں۔ "کیوں جی! تو سیں انگریجی سرکار نالوں بھی ودھ گئے۔ تی ناستک ہوگئے۔ وڈی عقلمند تاں سرکار انگریجی ہے۔ اوہ بھی حجرت عیسے دی موسے وچ کراماتاں منّدی ہے۔ تو سیں ساڈے گوروواں دیاں کراماتاں ہیں اُڈا ہوندے ہو" یعنی "کیوں صاحب! آپ انگریزی سرکار سے بھی بڑھ گئے۔ اور دہریہ ہوگئے۔ فی زمانہ انگریزی سرکار بہت عقلمند ہے وہ بھی تو حضرت عیسے ہونے میں معجزات وکرامات مانتی ہے۔ تم ہمارے گوروؤں کی کرامتیں اور معجزات کیوں کم کرتے ہو" حضرت یہاں تو مقابلہ ہے فرمائیے مورخ کیا کرے؟ اسکی تو عقل گم ہے ؎ دو گونہ رنج عذابست جانِ مجنوں را۔ بلائے فرقت لیلیٰ و صحبت لیلا؛ خیر میں جس زمانہ کیلئے یہ کتاب بنا رہا ہوں۔ اسکی تصویر میری سامنے ہے۔ اور جسوقت اُن تصویر دنمیں جان آئی میری کتاب کی ضرور قدر ہوگی۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اگر الشیور نے مدد دی تو دوسری اشاعت میں اس کتاب کے حصہ اوّل کی بھی فروگذاشتی ہو جائیگی؛

الراقم خیر خواہ ملک وقوم

(راج اندر سنگھ)

تواریخ گورو خالصہ

حصہ دُوم

اِس حصہ میں مخصوص اُس مادھو داس عرف نراین داس بیراگی فقیر کے نمایاں کاموں کا ذکر ہے جس کو گورو گوبند سنگھ صاحب نے ناندیڑ کے مقام سے اپنے مذہب کا پیرو بنا کر پنجاب کی طرف صوبہ سرہند وغیرہ کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا تھا۔

گورو گوبند سنگھ صاحب کے ملنے سے پیشتر ان بندہ جیکی تواریخ اِس طرح پر سننے میں آئی ہے۔ کہ یہ سمت ۱۷۲۲ بکرم میں ۱۳ شدی کاتک کو ایک شخص رامدیو نامی قوم راجپوت باشندہ رجوری گڑھ علاقہ پونچھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اُس وقت اِن کا نام لچھمن دیو رکھا گیا تھا۔ چھوٹی سی عمر میں ہی اِن کی طبیعت نہایت تیز اور جنگجو تھی۔ فن سپہ گری کے سیکھنے کا بہت شوق تھا۔ شکار وغیرہ کھیلنے میں بڑے مشتاق تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ اُنہوں نے ایک مرتبہ ہرنی کا شکار کیا جو پیچھے سے حاملہ معلوم ہوئی۔ اُس کے پیٹ چاک کرنے پر دو بچے زندہ برآمد ہوئے۔ مگر وہ بھی تھوڑی دیر بعد تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ اِس واقعہ کے دیکھنے سے اِن کی طبیعت میں بہت درد معلوم ہوا۔ اور اُس دن سے اُنہوں نے شکار وغیرہ کھیلنا بالکل ترک کر دیا۔ رفتہ رفتہ جانکی پرشاد بیراگی فقیر کی صحبت میں جو وہاں رہتے تھے ایسے مانوس ہو گئے۔ کہ ایک روز اُسیکے ساتھ بابا رام تھمن جی کے مکان پر جو قصبہ قصور ضلع لاہور کے متصل واقع ہے چلے گئے۔ اُسوقت وہاں کا سجادہ نشین بابا رام تھمن جی کا پوتا۔ اور سہیداس جی کا چیلہ ایک نہایت بزرگ اور مہاتما شخص تھا۔ اُس کے متواتر دیدار سے اِن کی طبیعت پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ یہ بھی بیراگی فقیر ہو کر اُن کے چیلے بن گئے اور اُسوقت سے اُن کا نام لچھمن بالا عرف نراین داس رکھا گیا۔ پھر یہ وہاں سے بیراگی فقیروں کی جماعت کے ساتھ تیرتھ جاترا کرتے ہوئے جب ملک دکن میں متصل شہر ناسک کے پہنچے۔ تو وہاں پنج وٹی کے جنگل میں ٹھہر گئے اور ایک مدت دراز تک وہیں جپ تپ میں مصروف رہ کر گوشہ نشین رہے۔ اِس کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہاں اِن کے پاس ایک اگھڑ جوگی لونیا سدہ کے نام سے (جسکے بنائی

ہوئے ہزارہا منتر ہندوستان کے بعض بعض جادوگروں میں آجتک مروج ہیں) آکر بیمار پڑ گیا۔ اِنہوں نے اُس کی بہت خدمت کی۔ آخرکار وہ سمت ۱۷۶۵ بکرم میں مرتے وقت خوش ہوکر ان کو اپنے کارآزمودہ جادو کے منتروں کی پوتھی دے گیا۔ اور اِن کو اپنے ہر ایک راز سے ماہر کر گیا۔ بلکہ ایک رسماین کی بوٹی بھی بتلا گیا۔

اِنہوں نے پہلے تو اُس پوتھی کے منتروں کو حسب ہدایت سدھ کیا۔ بعد ازاں وہاں سے روانہ ہوکر آزمایش و تجربہ کرتے ہوئے جب شہر نادیڑ میں پہنچے۔ تو وہاں گوداوری کے کنارہ پر ایک عالیشان مکان اور باغ بناکر رہنے لگے۔ اور لوگوں کو اپنی عظمت و کرامت دکھلا دکھلا کر اپنا مطیع بنانے لگے۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ ایک نہایت زبردست اور کامل فقیر مشہور ہو گیا۔ گھر گھر اِس کے جادو صفت کراماتوں کا چرچا پھیل گیا۔ یہانتک کہ ایک روز **گورو گوبند سنگھ صاحب** بھی اِن کے پاس پہنچے۔ مگر جب گورو صاحب موصوف کو اسنے اپنے سے زیادہ تر کامل اور زبردست پایا۔ تو ناچار ہوکر اپنے آپکو اُن کا "بندہ" یعنے غلام قرار دیا۔ بلکہ اُنکا مرید ہوکر اُن کے مذہب میں آگیا۔ اور وہاں سے اُنہی کے ارشاد کی بجا آوری میں پنجاب کی طرف چلا آیا ✣ چونکہ جسطرح پر اسکو روانہ کیا گیا تھا۔ اور خاص بندہ کے نام سے مشہور ہوا وہ سب مفصل طور پر **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے بیان میں ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے۔ اِس لیئے اِس موقعہ پر پھر اُسی بات کو دوہرانا فضول سمجھکر فروگذاشت کیا جاتا ہے ✣

جب یہ علاقہ بھرت پور میں پہنچا۔ تو ایک دن کی بابت روایت ہے:۔ کہ ہمراہی سکھوں نے اِس کی آزمایش کے لیئے عین جنگل میں کچھ روپیہ خرچ کے واسطے طلب کیا۔ اور بیان کیا کہ ہمارے پاس خرچ نہیں رہا۔ تب **بندہ صاحب** نے کہا۔ کہ گھبراؤ مت عنقریب تمکو خرچ کے واسطے روپیہ دیا جائیگا ✣ اِسی اثناء میں ایک لبانہ سکھ اِن کو راہ میں ملا۔ اور اُس نے اِن کو گورو صاحب کا قایمقام سمجھکر مبلغ ۵۰۰ روپیہ نذر گذرانا۔ چنانچہ وہ روپیہ اُسیوقت اُن سکھوں میں تقسیم کر دیا۔ اور وہ لوگ بہت خوش ہوئے اسیطرح پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب ہانسی حصار کے متصل پہنچے۔ تو وہاں ایک دن پھر سکھوں نے آزمانا چاہا۔ اور کہا کہ ہم لوگ ایک مدت مدید کے بعد اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس آئے ہیں۔ کچھ ہمکو نقد عنایت ہو۔ تاکہ ہم اپنے بال بچوں کو دیں۔ اِسکے سنتے ہی (چونکہ اُسکو **گورو گوبند سنگھ صاحب** کا بر تھا۔ کہ "جیب ہماری اور ہاتھ تمہارا" جب تک اپنی نیت صاف رکھوگے اور خالصہ کو دیتے دلاتے رہوگے کبھی خالی نہوگا") اُسنے جیب میں ہاتھ ڈال ڈال کر سب کو ایک ایک مٹھی اشرفیوں کی تقسیم کر دی۔ اِس کرامت کو دیکھکر سارے سکھ حیران رہ گئے۔ اور **بندہ** کو بالکل گورو صاحب کا قایمقام خیال کرنے لگے غرض جب موضع سحر کہندہ علاقہ حصار میں پہنچے۔ تو "**بندہ**" **صاحب** نے وہاں سے کل پنجاب کے سکھوں کے نام جابجا **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے دستخطی پروانجات بھیج دیئے۔ کہ وہ فوراً بندہ کے ساتھ آشریک ہوں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دھرم جدھ کرکے اُن کو اُن کے ظلم کا بدلہ دیں ✣

پنجاب کے سکھ اپنے گورو کی تحریر دیکھتے ہی از ادنےٰ تا بہ اعلےٰ سب ایک دم سے اپنا اپنا سامان خرچ لیکر **بندہ** کی طرف مور ملخ کیطرح اُٹھ بھاگے ✣ مشہور ہے۔ کہ اِس دھرم جدھ کے لیئے جن غریب سکھوں کے پاس کچھ سہارا نہ تھا۔ اُنہوں نے اپنی اپنی

جائداد گھر کی رکھ رکھ کر گھروں کے برتنوں تک بیچ بیچ کر خرچ سفر مہیا کیا۔ اور بندہ صاحب کے ساتھ آملے ٭
مالوہ کے سکھ چونکہ نزدیک تر تھے اسوجہ سے وہ بہت جلد آپہنچے۔ خاندان پھول کے رام سنگھ و تلوک سنگھ وغیرہ بادشاہ وقت کے خوف سے حالانکہ خود نہیں گئے۔ مگر بہت سے اپنے آدمیوں کو روانہ کر دیا تھا۔ فتح سنگھ وغیرہ بھائی بھگتو کی اولاد و بھائی روپے کے دنیر تمام گریوال و مالیوال وکا لیکے بہت سے بہادر بیراڑ لگاہیا سنگھ و چوہڑ سنگھ و ولت جو مشہور و ناڑوی تھے اور بہت سے بانگر کیے جاٹ وغیرہ غیرہ سب اپنے اپنے آدمیوں کو لیکر بندہ بہادر سے جاملے ٭
اِدھر بان سنگھ پیٹھے عالی سنگھ۔ مالی سنگھ۔ گوردیال سنگھ وغیرہ وغیرہ ۲۳ سکھوں کو (جو صوبہ سرھند کے پاس نوکر تھے۔ اور جن کی اولاد ابتک موضع سلودی میں آباد ہے) صوبہ سرہند نے ایک روز یہ طعنہ مارا۔ کہ "تو تمہارا اب ایک اور گورو بندہ صاحب آیا ہے۔ تم بھی اُس سے جاملو۔ پہلے گورو کو تو ہم لوگوں نے صرف اسی ملک سے نکالدیا تھا۔ اب اِسے ایسی جگہ پہنچائیں گے جہاں کی خبر بھی نہ آوے"۔ اِس کو سنکر اِن لوگوں نے کہا۔ کہ ہم لوگ اُس کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ آپ ہمارا حساب کرادیں اور ہمکو اجازت دیں اِس کلمہ کو سنتے ہی صوبہ نہایت مغلوب الغیض ہو گیا۔ اور اُس نے اُن لوگوں کے پیروں میں زنجیریں ڈالکر قید کر دیا ٭ روایت ہے کہ اُن لوگوں نے اپنے گورو کا دھیان کر کے کہا۔ کہ "اگر واقعی تو ہمارا سچا گورو ہے۔ تو ہماری مدد کر۔ اور یہاں سے جلد مخلصی کروا۔ تاکہ ہم تیرے پاس جلد پہنچیں!" چنانچہ اُسیوقت قید خانہ کے دروازے خود بخود کھل گئے۔ اور وہ لوگ بیڑیاں توڑ تاڑ کر ایک آن میں وہاں سے نکل کر بندہ صاحب سے آملے ٭
غرض جب بندہ بہادر کے ساتھ سکھوں کی ایک کثیر جماعت ہو گئی۔ تو اُس نے قصبہ سامانہ کی طرف کوچ کر کے تمام مشہور کر دیا۔ کہ جس نے قصبہ سامانہ کی لوٹ میں شامل ہونا ہو وہ پھاگن بدی پنچمی تک ہمارے ساتھ آملے۔ اور راستہ میں مسلمانوں کے مواضعات کو لوٹتا مارتا ہوا جب کیتھل کے نزدیک پہنچا۔ تو اِس کو کسی نے خبر دی کہ بادشاہی خزانہ اِس ملک کا دہلی کو جارہا ہے اور آج موضع بہو نہ میں قیام ہو گا ٭ یہ خبر پاتے ہی سکھوں نے خزانہ پر چھاپہ جامارا۔ اور اُس کے محافظوں کو مار کوٹ کر بھگا دیا۔ خزانہ لوٹ لیا۔ دبنا لاکے سب روپیہ لوٹ کا سکھوں میں تقسیم کر دیا۔ اِس بات نے سکھوں کے حوصلے اور جرأت کو اور زیادہ تر و تازہ کر دیا۔ باوجود اِس کے کہ سامانہ کے باشندوں کو بندہ کے اشتہار کی خبر پہنچ چکی تھی۔ مگر اُن کو یقین نہ تھا۔ کہ واقعی ایسا ہو گا۔ اور وہ بالکل لاپرواہ بیٹھے تھے۔ کہ اتنے ہی میں سنہ ۱۷۶۳ - کاتک کو ۱۰ کوس سے دہاوا مار کر علے الصباح ۴ بجے کے وقت قصبہ سامانہ پر تلواریں کھینچ کھینچ کر بجلی کی طرح جاپڑے۔ اور قتل عام شروع کر دیا۔ سوتے ہوئے کو جاگنے کی فرصت نہ دی۔ بیٹھے کو کھڑا نہ ہونے دیا۔ جو کھڑا مل گیا اُسے بھاگنے نہ دیا۔ ایک آن کی آن میں قیامت برپا کر دی۔ تین روز تک برابر شہر لوٹا گیا۔ ایک ایک سکھ نے دو دو تین تین پشت تک کا سرمایہ جمع کر لیا کچھ باقی نہ چھوڑا۔ سارا قصبہ ویران کر دیا۔ جو لوگ بچ گئے وہ بیچارے گانوں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جلال الدین جلاد جس نے گورو تیغ بہادر صاحب کا سر دہلی میں جدا کیا تھا۔ اِسی قصبہ کا باشندہ تھا۔ غرضیکہ بعد تین دن کے جب لوٹ ختم ہوئی۔ تو سکھوں نے فتح کا ڈنکا بجا کر گورو تیغ بہادر صاحب

کی جگہہ میں کڑاہ پرشاد کروایا۔ اور عام جلسہ کر کے خوشیاں منائیں ✤

اسی اثناء میں چند سکھوں نے صوبہ سرہند کے چار جاسوسوں کو جو وہاں پھر رہے تھے گرفتار کرلیا۔ اور **بندہ صاحب** کے پاس لیگئے۔ اُنہوں نے دو کو تو بالکل جان سے ہی مرواڈالا۔ اور دو کی ناک کان کٹوا کر زندہ سرہند کو واپس بھیجا۔ غرضیکہ لوٹ کھسوٹ کے بعد تین چار روز تک وہاں سکھوں نے خوب خوشی کا جشن کیا۔ بکرے جھٹکا جھٹکا کر مہاپرشاد بنائے شرابیں پیتے اور واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح کا نعرہ مار مار کر خوش ہوتے ✤ اِس خبر کو سن کر پنجاب کے جتنے ڈاکو اور رہزن تھے سب بندہ کے ساتھ آکر شریک ہوگئے۔ اور سکھ بن گئے ✤

اب **بندہ بہادر** ساماانہ سے کوچ کر کے مسلمانوں کے گانوں مثل گھڑام۔ ٹھسکہ و انبالہ وغیرہ کو لوٹتا کھسوٹتا قصبہ کنج پورہ ضلع کرنال کی (جو اصل مسکن وزیر خاں صوبہ سرہند کا تھا) خبر لینے کے لیئے پہنچا۔ اُدھر صوبہ سرہند نے یہ معلوم کر کے پانچسو سوار اور دو ضرب التواپ اپنے قصبہ کی حفاظت میں روانہ کیں۔ مگر قبل اس کے کہ وہ پہنچیں پیشتر ہی سے سکھوں نے کنج پورہ کو نیست و نابود کردیا۔ اور وہاں سے چلکر موضع کماہے کے پٹھانوں کی خبر لیتے ہوئے جو **گورو گوبند سنگھ صاحب** سے منحرف ہو کر بھنگاں کی لڑائی چھوڑ آئے تھے۔ جب موضع مصطفےٰ آباد کے قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ صوبہ سرہند کا ایک دستہ فوج کنج پورہ کی حفاظت میں آیا ہوا مصطفےٰ آباد میں مقیم ہے۔ یہ سنتے ہی دہاوا کر کے اُن پر جا پہنچے۔ اور ایسا خونخوار مقابلہ کیا۔ کہ اُن کو تھوڑی ہی دیر کی لڑائی میں شکست دیکر بھگا دیا۔ اور اُنکا اسباب میگزین و التواپ و گھوڑے وغیرہ چھین لیئے۔ اور وہاں سے روانہ ہو کر عید الضحےٰ کے دن موضع تھسیا میں جا خیمہ زن ہوئے۔ اِس مقام پر جب دس بیس سکھ لوگ مل کر گانوں میں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں کے مسلمان ایک مکان میں چار پانچ گئووں کو ذبح کر رہے ہیں۔ اُن کو یہ دیکھتے ہی مذہبی جوش نے آگھیرا۔ وے فوراً تلواریں کھینچ کھینچ کر اندر گھس گئے۔ اور مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ سنتے ہی شہر کے کل مسلمانوں نے جمع ہو کر سکھوں کو آگھیرا۔ اور عنقریب تھا۔ کہ اُن کو مار ڈالتے۔ مگر اتنے ہی میں خیمہ میں خبر ہو جانے کی وجہ سے کل سکھ پیچھے سے اُن کی امداد کو آپہنچے۔ اور بیچارے مسلمانوں کی وہ حالت ہوئی جسکا کہ بیان نہیں۔ سوائے چوٹی اور جنیؤ والے کے کوئی متنفس زندہ باقی نہ چھوڑا گیا ✤

جب ہندوؤں نے دیکھا۔ کہ سکھ لوگ اُن کے دہرم کی رکھیا کرتے ہیں۔ اور جہانتک ہوتا ہے۔ اُن کی مدد کرتے ہیں۔ تو ہزارہا ہندو **بندہ بہادر** کے پیرو ہوگئے۔ روز بروز سکھوں کے مذہب کی ترقی ہونے لگی تھوڑے ہی عرصہ میں **بندہ بہادر** کے ساتھ ہزارہا آدمی کی جماعت رہنے لگ پڑی جن کا کام سوائے مسلمانوں کے گانوں لوٹنے اُن پر ظلم کرنے کے اور کچھ نہ تھا ✤

اِسی اثناء میں قصبہ سادھورہ کے بہت سے ہندو **بندہ صاحب** کی شجاعت کا حال سُن کر اُس کے پاس فریادی ہوئے کہ ہمارے گانوں کا سردار عثمان خاں پیرزادہ ایسا متعصب و ظالم ہے۔ کہ اوّل تو ہمسے دو چند محصول لیتا ہے۔ دوسرے ہم

لوگوں کو اپنے دہرم کا کوئی کام مثل شرادھ و کریا کرم وغیرہ نہیں کرنے دیتا۔ سر دربار گاؤکشی کرواتا ہے۔ ہندوؤں کی لاشوں کو بجائے جلانے کے دفن کرواتا ہے۔ پیر بدہو شاہ کو صرف اسلیئے کہ وہ جنگ بھنگانی میں اپنی فوج لیکر **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی مدد میں پہنچا تھا۔ قاضیوں کے فتوے پر قتل کروا ڈالا ہے۔ مستورات کو جبرًا اپنے گھروں میں لیجاتا ہے۔ الغرض ہندوؤں کو اِسقدر تکلیفات و مصائب دے رہا ہے جسکا بیان نہیں۔ چنانچہ **بندہ صاحب** نے اُسیوقت معہ ہمراہیان وہاں سے کوچ کر کے ۱۱۔ مگھر سمت ۱۷۶۷ بکرمی کو قصبہ ساڈہورہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور ایک اونچے سے ٹیلے پر اپنی توپیں چڑہا کے گولہ باری شروع کر دی۔ اُدہر وہاں کے نواب نے بھی گرد نواح کے کل مسلمانوں کو فراہم کر کے نہایت مستعدی سے سکھوں کا مقابلہ کیا۔ صبح سے شام تک میدان جنگ خوب گرم رہا۔ دونوں طرف کے بہت سے آدمی کام میں آئے۔ مگر کسی طرف کا بازو نہ ہلا۔ آخر کو جب سکھوں کے سرداروں نے دیکھا۔ کہ شام ہوگئی اور کوٹ فتح نہ ہوا۔ تو وہ بندہ جی کے پاس۔ جو وہاں سے ایک میل کے فاصلہ پر خیمہ زن تھے۔ گھوڑا دوڑا کر گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ تاوقتیکہ آپ خود نہ چلیں گے۔ آج فتح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ چنانچہ اُسی وقت وہ گھوڑے پر سوار ہو کے میدان میں تشریف لائے۔ اور ترکش پر سے اُن پانچوں تیروں میں سے جو **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اُس کو عطا کر کے نہایت مشکل کیوقت استعمال کرنے کے لیئے ہدایت کی تھی۔ ایک تیر دشمن کی طرف چھوڑ کر لشکر کو شہر میں داخل ہونے کا حکم دیدیا۔ **بندہ صاحب** کا یہ حکم ملنا تھا۔ کہ سکھ لوگ تلواریں سونت سونت کر شہر میں گھس پڑے۔ بیان کرتے ہیں کہ اُسوقت مشیعت ایزدی کچھ ایسی ہوئی۔ کہ شہر پناہ کی دیواریں مثل ریگ کے خود بخود گرنے لگیں۔ سکھوں نے مسلمانوں کو ککڑی و خربوزہ کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ جو سامنے آیا کسی کو نہ چھوڑا۔ جو ہندو تھے وہ ہی بمشکل تمام اپنا اپنا سر ننگا کر کے چوٹی دکھلاتے اور نجات پاتے۔ مسلمان اِس سخت حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ دفعتہً شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ نکلے تمام رات شہر لوٹا گیا۔ دوسرے روز لشکر نے پھر تمام دن شہر کو لوٹا۔ اور **بندہ** نے وہاں خیمہ جما کر مسلمانوں کی لاشوں کو آگ میں جلانا شروع کر دیا۔ حتّٰے کہ قبروں میں سے مسلمانوں کی لاشیں اور ہڈیاں نکلوا نکلوا کر جلوا دیں۔ جتنی مسجدیں اور عبادتگاہیں تھیں وہ سب مسمار کرا دیں۔ بلکہ اُن کے بڑے بڑے پیر بہاد الحق و قطب الدین جیسوں کی قبریں کھُدوا کھُدوا کر اُن کی ہڈیاں تک آگ میں جلوا دیں۔ اِس کے بعد وہاں کے رئیس عثمان خاں کو زندہ سرنگوں درخت سے لٹکوا کر طعمہ زاغ و زغن کر دیا۔ اور اُس کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر کے اُسی کے قلعہ میں ڈیرہ جما دیا۔ اور پھر تھوڑے دنوں بعد سکھوں نے قلعہ مخلص گڈہ پر بھی (جو وہاں سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر شمال کی جانب واقع تھا۔ اور جس کو مخلص خاں صوبہ دار سرہند نے سمت ۱۷۲۳ میں تعمیر کرایا تھا) قبضہ کر لیا۔ اور سامانِ جنگ جمع کرنے لگے۔ بلکہ اُس کی عمارت میں کچھ تغیر و تبدل کر کے اُسکا نام قلعہ لوہگڈہ رکھوایا۔ لیکن **بندہ صاحب** نے اپنا خاص قیام قلعہ ساڈہورہ ہی میں رکھا +

بندہ کے اِس جبر و تشدد نے تمام گرد نواح کے مسلمانوں کو کپکپا دیا۔ کسی میں دم مارنے کی جرأت نہ رہی اور اُن کو اُسوقت سوائے **بندہ بہادر** کی اطاعت قبول کرنے کے کوئی دوسرا چارہ نظر نہ آیا۔ کیونکہ اُس زمانہ میں **اورنگزیب**

بادشاہ کے مرجانے کے بعد بادشاہت کا انتظام بھی بالکل درہم برہم ہو رہا تھا۔ ہر ایک اپنی اپنی طرف کو طنابیں کھینچ رہا تھا۔ جو صوبہ وحاکم تھا اپنی اپنی جگہ کا خود ہی مالک بن بیٹھا تھا۔ اور بادشاہ سلامت خود دکن کے محاربات میں مصروف تھے۔ غرض جب کوئی صورت بہتری کی نہ دیکھی۔ تو جسقدر اچھے اچھے سرگروہ اور نکھیے مسلمان اُس گردنواح کے تھے سب ملکر **بندہ صاحب** کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہوئے۔ اور نذریں پیش کرکے اطاعت قبول کرلی۔ اور کہا۔ کہ اب ہم لوگوں کو معاف کریں۔ مگر یہ اطاعت دراصل مسلمانوں کی سختی دور کرنے کے لیئے تھی۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب دیکھا۔ کہ بالکل تسلط اور امن ہے۔ تو دلاور خاں باشندہ ساڈھورہ نے بقیۃ کل دوسرے رئیسوں کی مُہر ثبت کرا کے صوبہ سرہند کے پاس اس مضمون کی ایک عرضی روانہ کی۔ کہ آج بندہ بہت تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ یہاں پر موجود ہے۔ بقیہ فوج اُسکی لوہگڈہ کے قلعہ میں ہے۔ اگر آپ اس موقع پر کچھ فوج لیکر تشریف لی آویں۔ تو ہم اُسکو گرفتار کرا سکتے ہیں۔ ہرکارہ اس عرضی کو ایک بانس کے نلکے میں ڈالکر صوبہ سرہند کے پاس لیئے جاتا تھا۔ کہ راستہ میں اتفاقًا **بندہ** کے شتربانوں نے اُس قاصد سے وہ بانس چھین کر چند شتروں کو جو زراعت میں جا پڑے تھے مار کر نکالنا چاہا۔ اُن کی دو تین ضربوں میں ہی بانس پاش پاش ہوگیا۔ اور وہ عرضی زمین پر گر پڑی۔ اس پر شتربانوں کو شک گذرا۔ اور وے اُس قاصد کو پکڑ کر معہ کاغذ کے اپنے مالک **بندہ بہادر** کے پاس لے گئے۔ انہوں نے ہرکارہ کو قید کرکے فوج خالصہ کو قادلوہگڈہ سے فورًا طلب کرلیا۔ اور اگلے روز بفراغت تمام افغانان ساڈھورہ کو جو مرتکب اس فعل کے تھے اپنے حضور بلا کر پوچھا کہ جو شخص دوستی کے پردہ میں فریب کرے۔ وہ تمہاری رائے میں کس سزا کے قابل ہے؟ انہوں نے کہا کہ فورًا قتل کر دینے کے لائق ہے۔ اس پر **بندہ صاحب** نے وہ خط بجنسہٖ اُن کے سامنے رکھدیا۔ اور کہا۔ کہ دیکھ لو! یہ تمہارا ہی اپنا کام ہے۔ اور تمہاری ہی یہ رائے ہے۔ خط کے دیکھتے ہی اُن کے بدن میں خون نہ رہا۔ اور چونکہ خود کردہ را علاجے نیست کا معاملہ تھا۔ اُن کے منہ پر خود بخود مہر لگ گئی۔ اپنے کیئے پر آپ پشیمان ہوکر دست بستہ معافی کے خواہاں ہوئے۔ تب بہت دیر کے بعد **بندہ صاحب** نے ایک نہایت وسیع حویلی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ کہ جسقدر مسلمان اس کے اندر لیکدم سے دوڑ کر گھس جائیں گے اُن کی جان بچ جائیگی۔ ورنہ سب کے سب تلوار کے گھاٹ پار اُتارے جائیں گے۔ مثل مشہور ہے۔ کہ اجل کے سامنے عقل و فکر کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ انہوں نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ اور ایکبارگی سب کے سب مسلمان اُس مکان میں دوڑ کر گھس گئے۔ جو کچھ باہر رہ گئے پہلے تو وہ قتل کیئے گئے۔ بعدہٗ اُس حویلی میں جتنے گئے تھے۔ وہ بھی ایک ایک کرکے ہلاک کیئے گئے۔ اور بعد میں سب کی لاشیں گھسٹوا گھسٹوا کر غار میں ڈلوا دی گئیں۔ وہ حویلی ابتک قتل گڈھی کے نام سے پکاری جاتی ہے۔

اس کے بعد ایک روز قصبہ چھت بنوڑ کے چند برہمن اور چھتری ملکر **بندہ بہادر** کے پاس آکر نالشی ہوئے۔ کہ اُن پر وہاں کے مسلمان از حد ظلم کر رہے ہیں۔ ہر طرح سے اُن کے دھرم کو بگاڑا جاتا ہے۔ اگر کسی ہندو کا بیل یا گائے ذرا سا بھی بیمار ہوتا ہے۔ تو فورًا اُس کے مکان پر پہنچ کر اوّل تو اُس کے روبرو اُسے ذبح کرتے ہیں۔ پھر اُسکا گوشت ٹوکروں میں بھر کر مالک کے سر پر رکھوا کر مسجدوں میں لیجا کر مسلمانوں کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ غرضیکہ اُن بیچاروں کو ہر طرح سے مسلمان ہونے کے لیئے مجبور

کرتے ہیں کسی وقت بھی چین لینے نہیں دیتے۔ یہ سنتے ہی **بندہ بہادر** نے سکھوں کو حکم دیا کہ فوراً کل وہاں پہنچکر کل شہر کو غارت کردو۔ اور مسلمانوں کی حکومت وہاں سے بالکل ہٹادو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ دوسرے دن سکھوں نے وہاں جاکر قصبہ میں وہ آفت برپا کردی۔ کہ الٰہی توبہ! ہندو ہی اپنی چوٹی اور جنیؤ دکھلا کر بچتے ورنہ ہر کس و ناکس جو روبرو آتا۔ تلوار کے منہ چڑھتا۔

اسی اثناء میں اُدھر ملک ماجھہ کے سکھ لوگ جو مختلف جماعتوں میں جمع ہو ہو کر گورو صاحب کے پروانہ کی تعمیل میں **بندہ بہادر** کے پاس آتے ہوئے شاہی راستہ کو مسلمانوں کی روک ٹوک کے خیال سے چھوڑ کر پہاڑ کے راستہ انندپور کے مقام پر سب اکٹھے ہو گئے تھے۔ اور جن کی مدد پر پشور اسنگھ و گلزار سنگھ و شام سنگھ سوڈھی صاحبان بھی لبانے سکھوں کو لیکر جا ملے تھے۔ **بندہ صاحب** کی بہادری کا حال سُن کر ایسے بیدھڑک ہو گئے۔ کہ پہلے تو خود اُس گرد نواح کے چھوٹے چھوٹے مسلمانوں کے دیہات غارت کیئے۔ بعد ازاں روپڑ کے پٹھانوں پر جو **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے تھے۔ جا حملہ آور ہوئے۔ اِدھر صوبہ سرہند نے اِن کا یہ حال سن کر دلاور خاں و شیر خاں مالیر یہ فوجداروں کو پانچ ضرب التواپ و پانچ ہزار سوار جرار دیکر روپڑ والوں کی مدد پر روانہ کردیا۔ جن کے ساتھ سکھوں کی خوب مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اور قریب چھ سات سو آدمیوں کے دونوں طرف سے کام ہیں آئے۔ مگر چونکہ دلاور خاں سپہ سالار مارا گیا۔ اور شیر محمد خاں زخمی ہو گیا۔ اِس وجہ سے صوبہ سرہند کی فوج ہراساں ہو کر میدان کی تاب نہ لاسکی۔ اور پیچھے کو بھاگ نکلی۔ تین ضرب التواپ اور بہت سا مسلمانوں کا جنگی سامان سکھوں کے ہاتھ آیا۔

اِس خبر کو سُن کر صوبہ سرہند نے خواجہ خضر خاں کو ایک کثیر جماعت دیکر اُن کی مدد پر روانہ کیا۔ جس نے پہنچتے ہی سکھوں کا بڑے زور شور سے مقابلہ کیا۔ اور للکار کے بآواز بلند کہا۔ کہ "اے مردود سکھو خبردار ہو جاؤ! میں وہ شخص ہوں کہ جس نے چمکور کے مقام پر تمہارے خاص گورو کو شکست دیکر جلاوطن کیا۔ اور اُس کے دونوں لڑکوں کو اُس کے سامنے قتل کیا۔ تمکو بھی خالی نہیں جانے دونگا بہتر ہے۔ میرے مقابلے میں اپنے اپنے ہتھیار چھوڑ کر چلے جاؤ۔ ورنہ بہت نقصان اُٹھاؤ گے"۔ یہ سنتے ہی دیوا سنگھ جالندھری و بہادر سنگھ ساکن کھیم کرن و دزیر سنگھ باشندہ موضع کھوکرہ و ہمت سنگھ متوطن موضع درباں و کنور سنگھ ساکن موضع دولت پر گنہ بٹالہ وغیرہ مشہور مشہور سرداران نے جواب دیا۔ کہ "اے بے ایمان پٹھان! ہم شیر ببر یوں کے سامنے تو گیدڑ کی مانند کیا بک رہا ہے۔ تیری کیا مجال ہے جو تو ہم سے گستاخی کرے۔ اب ہمارا تیرا مقابلہ ہے۔ میدان سامنے ہے۔ دیکھ! ہم ہتھیار چھوڑتے ہیں یا تو چھوڑتا ہے۔" یہ کہتے ہی جانبین سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اور دوپہر تک وہ گھمسان کا رن پڑا اور کھٹا کھٹ تلوار چلی کہ خدا کی پناہ! سوائے مار مار کی آواز کے اور کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ آخر کار (غرور کا سر نیچا) خواجہ معہ چند ہمراہیوں کے کام میں آیا۔ اور فوج شکست کھا کر بھاگ چلی۔ مگر چونکہ دوسرے روز ہی سرہند سے اور بہت سی فوج اُن کی مدد پر آپہنچی۔ اِسلیئے ناچار سکھوں کو وہاں سے کنارہ کھینچنا پڑا اور وہ وہاں سے بھاگ کر جس کو مسلمانوں کی فوج نے بہت غنیمت سمجھا **بندہ صاحب** سے جا ملے۔

جب یہ ملک ماجھہ کے بہادر سکھوں کی کثیر جماعت **بندہ صاحب** کے پاس پہنچی۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اور اُن لوگوں

کے حوصلہ و ہمت کی داد دیکر اُنہیں بہت کچھ نقد و زر بطور انعام و خلعت کے بخشا اور کوچ کا حکم دیکر اپنے کل سکھوں کی فوج کو سُنا دیا کہ ۲۸۔ پھاگن سمت ۱۷۶۷ بکرم کو قصبہ سرہند پر چڑہائی کیجاویگی +

اُدھر صوبہ سرہند یہ حال سن کر اپنی تمام فوج کو ہمراہ لیکے سرہند سے نکل کھڑا ہؤا۔ اور سات کوس کے فاصلے پر جاکر موضع وڈالی کے قریب سکھوں کو جا روکا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ چھ سات گھنٹہ تک وہ زور شور کا مقابلہ رہا کہ جسکا بیاں نہیں۔ چونکہ یہ مذہبی جنگ تھا اِسلیئے علاوہ فوج کے اُدہر تو کل گرد نواح کے مسلمان شریک ہوگئے تھے۔ اور ادہر کل ہندو مشہور مشہور ڈاکو و رہزن لوگ بندہ بہادر کے ساتھ آملے تھے۔ اُدہر سے علی! علی!! کی آواز بلند ہوتی۔ تو اِدھر سے واہگورو جی کی فتح!! کا نعرہ سکھ لوگ مارتے اور بندوق و توپوں کی باڑہ چلاتے۔ مگر بادشاہی توپوں کے زنجیر دار گولوں کے سامنے سکھوں کی کیا پیش جاتی عنقریب تہا کہ یہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلیں۔ مگر بابا بنود سنگھ و باج سنگھ وغیرہ سرداران نے گھوڑے دوڑا کر بندہ صاحب کو جو اسوقت میدان سے پیچھے تین کوس کے فاصلہ پر عبادت الٰہی میں مشغول تھے خبر کی اور کہا۔ کہ دشمن عنقریب غالب ہؤا چاہتے ہیں۔ سینکڑوں کا کام تو تمام ہوچکا ہے۔ بلکہ بہت سے آپکے تو مرید لوگ جو صرف حلوا اور پوری کے عاشق تھے دُم دبا دبا کر نکل گئے ہیں۔ اب تو صرف وہی مرد باقی ہیں جو شربت شہادت کے پیاسے ہیں۔ اور اپنی جان کو گورو کے کام میں قربان کرنا عین فخر سمجھتے ہیں۔ آپ جلد تشریف لے چلیں اور کوئی مناسب انتظام کریں۔ چنانچہ یہ سنتے ہی بندہ صاحب گھوڑے پر سوار ہوکر فوراً میدان میں پہنچے۔ اور سکھوں کو دلیری و حوصلہ دیکر ایک اونچی جگہ سے اپنے تیر برسانے لگے۔ کہتے ہیں۔ کہ خدا معلوم بندہ صاحب کے ہاتھ میں کیسی خداداد قدرت تھی۔ کہ انکا ایک ایک تیر دس دس آدمیوں کا کام تمام کرتا تھا۔ سکھ لوگ بھی بندہ صاحب کی اس ہمت اور بہادری کو دیکھکر آگے بڑھنے لگے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پھر تھوڑی دیر بعد بندہ صاحب نے گورو گوبند سنگھ صاحب کے عطیہ تیروں میں سے دشمن کی طرف ایک تیر چھوڑا جس کے جاتے ہی خدا معلوم کہاں کی آفت آگئی۔ کہ یک بہ یک مسلمانوں کی طرف کی توپوں و بندوقوں کی بتیاں گُل ہوگئیں۔ آسمان سے غبار کا طوفان اُٹھا۔ صوبہ سرہند کی فوج میں خود بخود ہل چل پڑگئی۔ اتنے میں سکھوں نے تلواریں کھینچ کھینچ کر انپر یکبارگی حملہ کردیا۔ اور ستّ سری اکال! ستّ سری اکال!! کا نعرہ مارتے ہوئے اُن پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے۔ مسلمان مقابلہ کی تاب نہ لاکر پیچھے کو مڑے۔ اُن کا منہ پھیرنا تھا کہ اتفاقاً باز ید خاں صوبہ سرہند بھی اُسی گھبراہٹ میں گھوڑے سے گر پڑا۔ ایسے وقت میں جبکہ سب کو اپنی اپنی پڑ رہی تھی۔ کون اسکو سنبھالتا۔ آخر سکھوں نے اُس کو جا سنبھالا اور بندہ بہادر کے پاس لیگئے جس نے اُس کو قید رکھنے کا حکم دیا۔ اُدھر سکھوں نے وہاں سے سرہند تک مسلمانوں کا تعاقب کرکے سات کوس کے اندر اندر لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے۔ اور شہر میں داخل ہوکر لوٹ مار کی وہ آفت برپا کی جسکا بیاں نہیں جو سامنے نظر چڑھا۔ کیا بچہ کیا جوان کیا ادھیڑ کیا بوڑھا تلوار سے دو ٹکڑے ہؤا۔ لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بیچاری پٹھانوں کی مستورات میں امیرزادیاں جنہوں نے کبھی دوسرے آدمی کی شکل نہیں دیکھی تہی بازاروں اور جنگلوں میں ماری ماری پھریں۔ ماں کو بیٹی کی خبر رہی نہ بیٹے کو باپ کی سُدھ۔ سب کو اپنی اپنی پڑگئی۔ کوئی کسی کو نہیں پوچھتا تھا۔ غرض سکھوں نے تین روز تک

شہر سرہند کو خوب لوٹا۔ کسی کے گھر میں کچھ باقی نہ چھوڑا ✝

بعد ازاں تین روز کے بعد بندہ نے لوٹ کو بند کرا کے اول تو اُن مسلمانوں کو جو لوٹ کے وقت پکڑ پکڑ کر مختلف مکانوں میں قید کر دیئے گئے تھے۔ نکال نکال کر بھیڑ و بکری کیطرح ہلاک کروایا۔ کوئی زن و بچہ زندہ نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ حاملہ عورتوں کے شکم چاک کروا کر وا کر اُن کے بچوں کو نکلوا کر مروا ڈالا۔ بعد ازاں بازید خاں صوبہ سرہند کے پیروں میں رسا بندھوا کر پہلے شہر کے گلی گلی و کوچہ کوچہ میں گھسیٹوایا۔ بعدہٗ زندہ آگ میں ڈلوا کر جلا دیا۔ پھر دیوان سچانند کو جس نے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے دونوں معصوم بچوں کے ہلاک کروا دینے کی صلاح دی تھی۔ اُس کو بھی معہ زن و بچہ کے سخت عذاب سے مروا دیا۔ غرض جس جس نے **گورو** صاحب کے بچوں کی جان لینے جانے میں صلاح یا مشورہ یا کسی قسم کی امداد دی تھی سب کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر جہنم رسید کیا۔ اور جتنی مساجد و معابد گاہیں و خانقاہیں تھیں سب کو مسمار کرا کے زمین کے برابر کر دیا۔ غرض **بندہ** نے ایک ہفتہ تک وہاں وہ کُشت و خون کا بازار گرم رکھا۔ کہ زمین و آسمان میں تہلکہ مچگیا۔ مسلمان لوگ پناہ پناہ پکارنے لگے ✝

مثل مشہور ہے۔ کہ کبھی ناؤ گاڑی پر و کبھی گاڑی ناؤ پر۔ جب پہلے مسلمانوں کا زمانہ تھا۔ تو اُنہوں نے ہندوؤں پر وحشیانہ ظلم اور بدعت کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا تھا۔ اب جب اُنکا قابو چلا۔ تو انہوں نے کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔ کسی نے اپنی طرف سے کمی نہیں کی۔ شانِ کبریائی ہے۔ ہر ایک کو اپنے اپنے فعل کا نتیجہ دنیا ہی میں ملجاتا ہے۔ بقول شخصیکہ:۔ جیسی نیت ویسی مُراد

اب **بندہ بہادر** نے ستلج اور جمنا دو دریاؤں کے مابین اپنا قبضہ کر کے جابجا سکھوں کو حاکم بنا دیا۔ خاص سرہند باج سنگھ کے سپرد کیا۔ اور فتح سنگھ وغیرہ کو بھی دوسرے مقامات کا مالک بنا کر خود فقیر کا فقیر بنا رہا۔ تھوڑے دنوں میں تمام ملک میں اس کا ایسا دبدبہ بیٹھ گیا۔ کہ سارے گردنواح کے بڑے بڑے رئیس چودھری اور تعلقہ دار لوگوں نے خوشی خوشی اس کی اطاعت قبول کر لی۔ نذریں لے لیکر ملنے لگے۔ تمام زمانہ اس سے تھرا اُٹھا۔ کوئی اسکو اوتار کہتا۔ کوئی گیارھواں گورو مانتا۔ کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا۔ اِن کا یہ عروج دیکھ دیکھ کر ہندو لوگ بھی سکھ مذہب اختیار کرنے لگے ✝

اس کے بعد ایک دن کا ذکر ہے کہ:۔ **بندہ صاحب** کے پاس بلاقی سنگھ راگی (قوال) آ کر فریادی ہوا۔ کہ باشندگان قصبہ پایل جو رام رائے کے پیرو کار ہیں گورو کے سکھوں کو اُن پر تہمت لگا لگا کر مسلمانوں سے مروا دیتے ہیں۔ یہانتک کہ ایک روز مجھے ارداس میں **گورو گوبند سنگھ صاحب** کا نام لیتے ہوئے سُن کر ایسے خفا ہوئے۔ کہ مجھسے میرا سرِ بندہ چھین لیا اور مار پیٹ کے مجھکو مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔ جہاں سے میں جان بچا کر گورو صاحب کی کرپا سے بمشکل تمام نکل آیا ہوں۔ سکھ لوگ یہ سنتے ہی **بندہ صاحب** کو ساتھ لیکر پایل پہنچے۔ اور شہر کو خوب لوٹ مار کے رام رائے کے چیلوں کی وہ گت بنائی۔ کہ جسکا بیان نہیں۔ آخر کار جب اُنہوں نے معافی مانگی۔ تو سکھوں نے اُنہیں چھوڑ کر وہاں سے مالیر کوٹلہ کی طرف منہ اُٹھایا۔ جہاں کا نواب شیر محمد خاں **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی لونڈی الوپ کور کو اُسوقت کی افراتفری میں پکڑ کر لیگیا تھا۔ جب وہ انندپور کا قلعہ چھوڑ کر بلپور کی طرف چلے آئے تھے۔ اور چاہتا تھا۔ کہ اُس عورت کی عفت میں خلل

ڈالے۔ مگر اُس نے اپنی جان دیدی۔ لیکن اُس کو ہاتھ نہ لگانے دیا۔ جب وہ عورت مرگئی تو نواب نے اُسے دفن کراکے اُس کی ایک قبر بنوادی۔ اس شہر میں بندہ کا واقفکار ایک ہندو ساہوکار رہتا تھا۔ جس کے گھر کسی زمانہ میں اُس نے ایک رات کاٹی تھی۔ اُس نے شہر کے لوگوں سے چار ہزار وصول کرکے **بندہ صاحب** کے حضور جا داخل کیا۔ اور کہا۔ کہ آپ مہربانی فرماکر میرے لیئے اِس شہر کو لوٹ سے معاف رکھیں۔ مسلمان پہلے ہی سے نام سُن کر اپنے اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ باقی جو ہندو رہ گئے تھے۔ اُن بیچاروں نے چار ہزار روپیہ دیدیا۔ اِسلیئے **بندہ صاحب** نے مالیر کوٹلہ کو لوٹ سے معاف رکھکر آگے کوٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر وہاں کے رائے نے اپنے ملک اور قصبہ جگراؤں وغیرہ کو مبلغ صہ ۵۰۰۰ روپیہ نقد و پانچ راس اسپ **بندہ** کی نذر گذران کر لوٹ کھسوٹ سے بچالیا۔ غرض تمام ملک میں اِس کی ایسی دھاک بندھ گئی۔ کہ جدہر یہ رُخ کرتا۔ اُسی طرف کے لوگ نذریں لے لیکر اِس سے آملتے۔ اور اطاعت قبول کر لیتے +

غرضکہ اِسی طرح لدہیانہ سے لیکر دریائے جمنا تک کے کل باون ۵۲ لاکھ کے ملک پر بندہ نے سکھوں کا قبضہ کروادیا۔ اور انتظام اُس کا یہ کیا۔ کہ بابا بنود سنگھ و رام سنگھ وغیرہ سرداروں کو چار ہزار سپاہ دیکر پانی پت و کرنال کے گرد و نواح میں تعینات کیا۔ اور چونکہ باج سنگھ کو تو پہلے ہی سرہند سپرد ہو چکا تھا۔ اِسلیئے بھائی فتح سنگھ۔ گوربخش سنگھ۔ رام سنگھ و تلوک سنگھ وہر دو پسران چودہری پھول و پرم سنگھ و دہرم سنگھ از اولاد بھائی روپا وغیرہ بقیہ سکھوں کو ملک مالوہ کا انتظام سپرد کرکے خود پہاڑ پر عبادت کرنے چلا گیا +

پیچھے سے جب اِس تغیر و تبدل کی خبر دہلی کے دربار میں پہنچی۔ تو وہاں سے حاجی اسمعیل خاں و حاجی محمد یار بیگ اور شاہ عنایت اللہ خاں و منیر محمد وغیرہ فوجداران بجمعیت پانچ ہزار سواران سکھوں کی پاداش کے لیئے مامور ہوئے۔ کرنال سے آگے بڑھکر بابا بنود سنگھ نے بادشاہی لشکر کا مقابلہ کیا۔ مگر آخر کار اُن کو شکست ہوئی اور وہاں سے بھاگ کر سرہند کے سکھوں میں آملے۔ بادشاہی فوج نے تعاقب برابر قایم رکھا۔ اِسی اثناء میں مسلمانوں کی بہت سی فوج لاہور سے بھی آگئی۔ اور ماہ اسوج سمت ۱۷۶۶ بکرم میں متصل قلعہ بھگونت رائے قانون گوئے کے وہ خونریز میدان پڑا جسکا بیاں نہیں۔ آخر کار سکھ شکست کھاکر قلعہ لوہگڈہ کی طرف بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے پیچھا کیا۔ اور متصل قصبہ کھرڑ سکھوں کے ساتھ میدان پڑا۔ لیکن سکھوں نے اِس مرتبہ کچھ ایسی کمر ہمت باندہی کہ بادشاہی فوج کو ماں کا رینچا دیکھنا پڑا۔ اور کامیابی حاصل نہ ہوئی +

اتنے ہی میں **بندہ بہادر** کو بھی اِس سرگذشت کی خبر پہنچ گئی۔ اور وہ فوراً پہاڑ سے اُتر کر سکھوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اُس کا آنا تھا۔ کہ سکھوں میں از سرِ نو تازگی آگئی۔ اور مسلمانوں کے دلوں پر از خود خوف غالب ہوگیا۔ اگرچہ تقی محمد خاں و محمد جان خاں افغانان قصور نے متصل لدھیانہ و بڑا پل پھر تیسری بار سکھوں کا مقابلہ کیا۔ مگر **بندہ بہادر** کی موجودگی کی وجہ سے مطلق کامیاب نہ ہوئے۔ اور انہیں اپنی جان کی خیر میں میدان چھوڑ کر بھاگنا ہی پڑا۔ اب **بندہ صاحب** نے پھر سکھوں کو جمع کرکے اپنے ہمراہ لیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوکر سرہند وغیرہ پر دوبارہ قبضہ کرادیا۔ اور بادشاہی فوج

کی وہ درگت کی کہ اُنہیں مڑکر پیچھے دیکھنا بھی نصیب نہ ہؤا۔

اس کے بعد **بندہ بہادر** نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ قصبہ تھراوڑی علاقہ پانی پت کے انتظام کیلیئے دوسرا خاص سرہند میں رکھا۔ اور تیسرا قلعہ لوہگڈھ میں بھیجکر چوتھے حصہ کو اپنے ہمراہ لے کے لوٹ مار کا دورہ شروع کر دیا۔ پہلے تو قصبہ موزنڈہ المعروف باغانوالہ جہاں سے رنگھڑ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے دونوں چھوٹے چھوٹے بچوں کو معہ اُن کی والدہ کے موضع کھیڑی سے گرفتار کر کے صوبہ سرہند کے پاس لے گئے تھے چکنا چور کیا۔ پھر موضع کھیڑی سے گنگا رام برہمن کو معہ اُس کے زن و بچہ کے جس نے مخبری کر کے گورو صاحب کے دونوں بچوں اور والدہ کو پکڑوا دیا تھا۔ گرفتار کر کے واصل جہنم کیا۔ بعد ازاں بندہ مسلمانوں کے دیہات میں لوٹ کھسوٹ مچاتا ہؤا اُن کی مسجدیں اور معابدگاہیں توڑتا ہؤا اور اُن پر ناگفتہ بہ ظلم کرتا سمت ۱۷۶۶ بکرمی میں سہارنپور کیطرف پھرا۔ ادھر جب سہارنپور کے صوبہ علی محمد خاں کو یہ حال معلوم ہؤا۔ تو اُس نے شہر کے سب معزز مسلمانوں کو بلا کر **بندہ بہادر** کی شہ زوریوں کا حال سنایا۔ اور کہا۔ "اُسکا کچھ علاج ضرور ہونا چاہیئے"۔ غرض قومی لڑائی ہو چکی گرد نواح کے کل مسلمانوں نے سہارنپور میں جمع ہو کر ہاتھوں میں مہندی لگالی۔ کنگنا باندھ لیا۔ اور لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔ اور سب نے علی محمد خاں وہاں کے صوبہ کو اپنا سردار بنا کر لڑائی میں آگے کرنا چاہا۔ لیکن وہ بزدل اس بات کے سنتے ہی کہ لڑائی میں مجھے سب سے آگے ہونا پڑیگا رات کو پوشیدہ وہاں سے بھاگ کر معہ اپنے عیال واطفال کے دہلی کی طرف چلا گیا۔

اس قومی لڑائی کے انتظار میں ایک لاکھ کی تعداد تک مسلمان لوگ سہارنپور میں جمع ہو گئے۔ اتنے میں **بندہ بہادر** بھی بوڑیا وغیرہ مقامات کو غارت کرتا ہؤا سہارنپور پہنچ گیا اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اُدھر سے علی اعلیٰ! کی آواز اِدھر سے اکال اکال!! کی پکار۔ تین روز تک وہ دہواں دھار لڑائی ہوئی جس کا کہ بیان نہیں۔ آخر الامر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور سکھوں نے سہارنپور کو خوب لوٹا۔ **بندہ بہادر** مسلمانوں کو پکڑوا پکڑوا کے بھیڑ بکریوں کی طرح قتل کرانے لگا جس طرح مسلمانوں نے ہندوؤں کا حال کیا تھا۔ اسی طرح یہ اُن کا کرنے لگا۔ پھر یہیں سے "بندہ" نے جلال خاں نواب جلال آباد اور شاہ نواز خاں رئیس نجیب آباد کو لکھ بھیجا۔ کہ تم بھی ہمارے ساتھ مقابلہ کیواسطے تیار ہو جاؤ۔ دو ماہ کے بعد ہم تمہاری طرف آوینگے۔ اور تمہارا بھی وہی حال کرینگے۔ جو ہم نے یہاں کیا ہے۔ اور اس کے بعد سکھوں نے گنگا کے کنارے کنارے کا کوئی گانوں لوٹ کھسوٹ سے باقی نہ چھوڑا۔ مسلمانوں کو چُن چُن کر مارا۔ مشہور ہے۔ کہ جہانتک **بندہ** کی نگاہ میں مسلمان سامنے آجاتا کوئی زندہ نہ چھوڑا جاتا۔ اور ہر روز یہ معمول کر رکھا تھا۔ کہ بغیر پچانس ساٹھ مسلمانوں کے قتل کرائے پانی تک نہ پیتا۔

بعد دو ماہ کے **بندہ بہادر** نے پہلے نجیب آباد فتح کیا پھر وہاں سے جلال آباد کے نواب کو جا گھیرا دو ماہ تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ روہیلے پٹھان جانیں توڑ توڑ کر لڑتے رہے۔ دونوں طرف کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ چھ دفعہ سکھوں نے مسلمانوں کو بھگایا۔ ایک مرتبہ سکھوں کو بھی شکست ہوئی۔ اور پیچھے ہٹ آئے۔ مگر دیوبند کے مقام سے **بندہ** نے سکھوں کو پھر واپس بھیجا۔ اور ملک مالوہ و مانجھہ کے تمام سکھ ایکدم سے مور و ملخ کیطرح جلال آباد کے قلعہ پر ٹوٹ پڑے۔ سیڑھی لگا کر چڑھ گئے

اندر سے روہیلے پٹھانوں نے بہتوں کو سیڑہی پر سے گرایا۔ مگر ایک گرتا دوسرا اُس کی جگہ سیڑہی کے ڈنڈے اور چڑھ جاتا۔ غرضکہ اسیطرح ایک آن کی آن میں سکھ لوگ قلعہ میں داخل ہوگئے۔ اور وہاں پہنچتے ہی ایسی تلوار چمکائی۔ کہ روہیلے پٹھانوں کو دم لینے کی بھی فرصت نہ ملی۔ صرف نواب بمشکل تمام اپنی جان لیکر ایک دوسرے قلعہ میں جو وہاں سے چار کوس کے فاصلہ پر واقع تھا۔ بھاگ گیا۔ ہاتھی گھوڑے خزانہ جو کچھ اُسکا مال و متاع تھا۔ سب سکھوں کے ہاتھ چڑھا۔ اور یہ وہاں سے شہر کوٹ کھسوٹ کر نواب کی کل توپیں وغیرہ اپنے ہمراہ لیکر لوہگڈہ کے قلعہ میں واپس چلے آئے ؛

اب تمام سکھ لوگ اپنا اپنا حصہ لیکر اِدہر اُدہر جہاں جہاں سے آئے تھے۔ ایک ایک دو دو جھنڈ میں ہوکر ملک میں بکھر گئے۔ اور بندہ بہادر خود وہاں لوہگڈہ میں قیام کرکے علاقہ ناہن کا حسب دستور دورہ کرتا رہا ؛

اِدھر جب ملک دکن میں بہادر شاہ کو سکھوں کے اِس غدر کی خبر پہنچی تو اُس نے فوراً اخگر خاں کے نام ۱۲ ہزار فوج لیکر سکھوں کی پاداش میں جانے کا حکم بھیجدیا۔ اُس نے سرہند پہنچتے ہی دو چار متواتر لڑائیوں کے بعد سکھوں کو ایسی شکست دی کہ سکھ لوگ میدان چھوڑ چھوڑ کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ بعد ازاں اخگر خاں تورانی سرہند کا انتظام اپنے چچازاد بھائی وزیر خاں تورانی کے سپرد کرکے واپس چلا گیا ؛

اخگر خاں نے سرہند کی حکومت کی عناں اپنے ہاتھ میں لیتے ہی ہندوؤں پر پھر جا بجا وہی ظلم شروع کر دیئے۔ تالابوں اور کنوؤں میں گائے کا گوشت ڈلوا ڈلوا کر ہندو بیچاروں کو پانی پینے سے بھی عاری کر دیا۔ جو لوگ بندہ بہادر کے ساتھ شامل ہو ہو کر مسلمانوں سے لڑتے رہے اُن کو پکڑوا پکڑوا کر جبراً مسلمان بنانے لگا۔ بندہ بہادر اِس جبر و تشدد کو سنتے ہی فوراً پہاڑوں سے نکل کر سکھوں کو ہمراہ لیکے روپڑ کے متصل آخر سمت ۱۷۶۷ بکرمی میں مسلمانوں سے پھر آمقابل ہوا۔ اور مسلمانوں کا وہ بُرا حال کیا جسکا بیان نہیں۔ وزیر خاں بھی سرہند کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گیا۔ اور بندہ بہادر نے مواضعات لاڈوا۔ سیکری۔ رنبہ۔ تھانیسر اور شاہ آباد وغیرہ سب کو جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی غارت کرکے سکھوں کا قبضہ کرا دیا۔ اور تمام ملک میں جہانتک پہلے دخل پا چکا تھا حسب دستور سابق دورہ کرنے لگا ؛

اسی اثناء میں جب بہادر شاہ دکن سے روانہ ہوکر اجمیر میں پہنچا۔ تو اُسے آگے سے تمام مسلمان ملک پنجاب کے باشندے (جو بندہ اور سکھوں کے خوف سے اپنا اپنا گھر بار چھوڑ کے اِدہر اُدہر بھٹکتے اور خاک چھانتے ہوئے پھر رہے تھے) روتے پیٹتے ہوئے ملے بادشاہ نے اُن کو تسلی دی۔ اور کچھ تو فوج وہیں راجپوتانہ سے راجپوتوں کی روانہ کی اور باقی دہلی میں پہنچ کے محمد امین خاں وغیرہ کو بہت سا لشکر دیکر سکھوں کے تدارک میں بھیجدیا۔ اور یہ حکم دیدیا کہ "شاہ آباد۔ سرہند۔ سادہورہ۔ مصطفےٰ آباد۔ کنج پورہ وغیرہ تمام مقاموں سے (جن کو سکھوں نے غارت و برباد کر دیا ہے) سکھوں کو نکال کے وہاں کے اصل باشندے آباد کیئے جاویں" ؛

چنانچہ بادشاہی فوج دہلی سے روانہ ہوکر ۵ دسمبر ۱۷۰۹ء کو شاہ آباد کے گرد و نواح کے سکھوں سے جا مقابل ہوئی۔ اِسوقت یہاں قریب چالیس ہزار کے سکھوں کی جماعت (سوار و پیادہ دونوں شامل کرکے) اِس عظیم مقابلہ کے لیئے جمع ہو رہی تھی سکھ

ڈھول بجاتے ہوئے ایکدم سے بادشاہی فوج پر تلواریں کھینچ کھینچ کر اکال اکال کہتے ہوئے آپڑے۔ خوب لڑائی ہوئی مسلمانوں کی طرف کے کئی ایک مشہور مشہور فوجدار کام میں آئے۔ **بندہ بہادر** فقیری لباس میں فوج کے ہر ایک سکھ کو دلیری دیتا پھرتا تھا۔ اور سکھوں کی تلوار کا یہ حال تھا۔ کہ مثل مشین کے کام کرتی تھی۔ بادشاہی فوج کے پیر اُکھڑ گئے۔ اور مقابلہ کی تاب نہ لا کر پیچھے کو ہٹ پڑی۔ مگر دوسرے روز جب اُن کے ساتھ راجپوتانہ کی فوج اور نیز لاہور کی دونوں آملیں۔ تو بادشاہی فوج نے دوبارہ سکھوں پر ایسا پُرزور حملہ کیا۔ کہ سکھ بھی مار کر پیچھے کو پیر کرنے لگے۔ لیکن اتنے ہی میں بارش شروع ہوگئی۔ اور دس دن تک وہ موسلا دھار مینہ برسا۔ کہ خدا کی پناہ! اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بادشاہی فوج ایک تو موسم سرما دوسرے سخت بارش دونوں کے عذاب سے خود بخود ٹھٹھر کر مرنے لگی۔ کچھ کسی طرف چلے گئے۔ کچھ کسی طرف لوگوں کے گھروں میں زبردستی گھس گھس کر پناہ لینے لگے۔ بہت سے گھوڑے اور جانور مر گئے۔ تمام میدان میں بدبو پھیل گئی۔ ناچار جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ سکھوں نے بادشاہی فوج کو ہٹا دیا۔ اور نیز لگاتار بارش سے فوج کا بہت نقصان ہوا۔ تو اُس نے خانخاناں کے بڑے بیٹے۔ و نیز شہاب الدین فوجدار کو معہ شاہزادہ رفیع الشان معظم کے بہت سا لشکر دیکر سکھوں کی طرف روانہ کیا۔ جنہوں نے سہارنپور اور بوڑیئے کے پاس پہنچکر سکھوں کا اِس زور شور سے مقابلہ کیا۔ کہ اُنکو بھاگتے ہی بنا۔ بہت سے سکھ تو بھاگ کر پہاڑی ملک سرمور و نہان تک چلے گئے۔ اور باقی جو رہ گئے۔ اُنہوں نے **بندہ بہادر** کے ساتھ ملکر لوہگڈھ کے قلعہ پر اپنا قابو کر لیا۔ مسلمانوں نے بھی پیچھے سے تعاقب کر کے لوہگڈھ کا قلعہ جا گھیرا۔

بندہ بہادر نے سکھوں سے کہا۔ آج وہ دن ہے۔ جسدن چمکور کے مقام پر گورو صاحب کے دونوں صاحبزادے شہید ہوئے۔ چنانچہ جو شخص آج لڑکر شہادت حاصل کریگا۔ وہ سیدھا اُن کے پاس بہشت میں چلا جاویگا۔ اسکو سنتے ہی سکھ لوگ جان توڑ توڑ کر لڑنے لگے۔ پندرہ روز تک برابر دونوں طرف سے توپیں اور بندوقیں چلتی رہیں۔ تیر برستے رہے۔ گولے گرجتے رہے مگر سکھوں نے قلعہ نہ چھوڑا۔ آخرکار جب رسد ختم ہوگئی۔ تو چند سکھوں نے یہ حکمت کی کہ اندر سے نکل نکل کر مسلمانوں کے بھیس میں باہر سے دانہ اور گھاس وغیرہ خرید کے رستیوں سے باندہ باندہ کر رات کے وقت قلعہ میں رسد پہنچا لیتے۔ بلکہ دو دو سو اور چار چار سو کے جھنڈ میں نکلکر رات کے وقت مسلمانوں پر اچانک ایسا چھاپہ مارتے۔ کہ بادشاہی لشکر کو بہت نقصان پہنچتا۔ بلکہ بہت سے وہ سکھ بھی جو پہاڑ کی طرف بھاگ گئے تھے کبھی کبھی آکر رات کو مسلمانوں کی فوج میں تہلکہ مچا دیتے۔ اور لوٹ مار کر کے پھر صبح کو بھاگ جاتے۔ جم کر کبھی نہ لڑتے + اِسی اثناء میں ایک شخص ہردیال نامے آگرہ کا باشندہ جو بادشاہ کی طرف لڑ رہا تھا۔ یہ دیکھکر کہ **بندہ بہادر** اور سکھ ہندوؤں کی قوم کی حمایت میں اپنا خون لُنڈھا رہے ہیں۔ بادشاہی فوج کو چھوڑ کر معہ اپنے کل ہمراہیاں و سامان رسد و میگزین وغیرہ بندہ سے جا ملا۔ اور اُس کا مرید ہو کے اُس کی طرف سے بادشاہ کے مخالف لڑنے لگا۔ اور ایسا خونریز مقابلہ کیا۔ کہ بادشاہی فوج کو پیچھے ہٹا دیا +

پانچ روز بعد جب بادشاہی فوج کو پیچھے سے کچھ اور مدد آگئی۔ تو خانخاناں نے سبکو قسمیں دلا دلا کر سکھوں پر ایک مرتبہ اور حملہ کرایا۔ اِن کا گولی سکہ پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ اور رسد وغیرہ کی بھی بہت تکلیف تھی۔ اس مرتبہ یہ بادشاہی فوج کا

مقابلہ اچھی طرح جم کے نہ کر سکے۔ **بندہ بہادر** بہت سے سکھوں کو ہمراہ لیکے خود تو پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا۔ اور ایک شخص جو اُس کا ہمشکل تھا۔ اُس کو اپنا لباس پہنا کے فوج کے مقابلہ میں چھوڑ گیا جس کو ایک شخص نے گرفتار کر لیا۔ اور خانخاناں کے پاس لے گیا۔ اُس کا پہلے تو بادشاہ کی طرف سے بہت اعزاز ہؤا۔ مگر جب یہ معلوم ہؤا۔ کہ یہ اصل بندہ نہیں تھا۔ تو بادشاہ نے اپنی سخت ناراضگی ظاہر کی۔ اور خانخاناں کو لکھ بھیجا۔ کہ افسوس تم سے ایک ذرا سا فقیر بھی قابو میں نہیں آ سکا۔ ہمکو منہ مت دکھلاؤ۔ خانخاناں نے اُسوقت سے بعد ایک مدت تک اپنا قیام لوہگڈھ کے قلعہ میں رکھا۔ اور بادشاہی لشکر کو سکھوں کے تعاقب میں پہاڑی ملکوں کی طرف بھی بھیجا۔ اور حکم دیا کہ اگر وہ نہ ہاتھ آوے تو وہاں کے راجہ ہی کو گرفتار کر لینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ کہ **بندہ بہادر** تو اُن کے ہاتھ نہ آیا۔ لیکن وے ناہن اور ہنڈوڑ کے راجہ کو پکڑ لائے۔ بہت سے سکھ بھی اُن کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے۔ خانخاناں نے سکھوں کے سر کے بال وغیرہ جو وہ کبھی منڈوانا نہیں چاہتے غصّہ میں آکر منڈوانا چاہا مگر سکھوں نے اپنی جانیں دیدیں اور اپنے اعتقاد سے نہ پھرے۔ غرض اسیطرح خانخاناں ایک مدت تک **بندہ** کے پیچھے حیران رہا۔ مگر وہ گرفتار نہوا۔ حتّےٰ کہ سکھوں نے اُس کا اسقدر ناک میں دم کر دیا کہ جب اُسکی فوج ذرا بھی غافل ہو۔ اسیوقت دو ایک جھنڈ سکھوں کی اِدہر اُدہر سے اچانک اُن پر آ پڑے۔ اور لوٹ مار کر پھر پہاڑوں میں بھاگ جاوے۔ اُدہر بادشاہ کا عتاب اِدہر سکھوں کی یہ حالت۔ آخرش بیچارہ خانخاناں حیران ہو کر گھر بیٹھ رہا۔

بعد ازاں اسوج سمت ١٧٦٧ بکرمی میں **بہادر شاہ** نے **بندہ بہادر** پر خود چڑہائی کرنے کا قصد کیا۔ اور دہلی سے روانہ ہو کر محمد امین خاں امیر بیس ہزاری و مہابت خاں سیوالے کو بہت سی فوج کے ساتھ **بندہ صاحب** کے مقابلہ میں چھوڑ کر خود لاہور چلا گیا۔ اِدہر بادشاہی فوج نے تین ماہ تک متواتر پہاڑوں کی خاک چھانی اور سکھوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن **بندہ** اُن کے ہاتھ نہ آیا۔ بلکہ ہر ایک مقابلہ میں سکھ بادشاہی لشکر کو بہت نقصان پہنچاتے رہے۔ اِن کا قاعدہ تھا کہ کبھی ایک جگہ جم کر نہ لڑتے۔ جب دیکھتے کہ مسلمانوں کا زور ہے۔ تو بھاگ کر پہاڑوں میں گھس جاتے۔ اور جب ذرا اُن کو غافل پاتے فوراً پہاڑ سے نکل نکل کر اُن پر ایسا اچانک حملہ کرتے۔ کہ وہ بیچارے بالکل بے دست و پا ہو جاتے۔ اسی اثناء میں خبر آئی۔ کہ **بہادر شاہ** لاہور میں ١٣ نومبر ١٧١٢ء کو فوت ہو گیا ہے۔ اور شہزادوں میں باہم تخت نشینی پر نزاع شروع ہو گئی۔ اِسلیئے کل بادشاہی لشکر جو **بندہ** کے تعاقب میں تھا تتر بتر ہو گیا۔ اور سکھوں نے میدان خالی پا کر پھر وہی حال شروع کر دیا۔ **بندہ بہادر** فوراً پہاڑ سے اُتر کر سرہند میں داخل ہو گیا۔ وہاں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیکے پہاڑی راجاؤں کی طرف رجوع ہؤا۔ پہلے انندپور گیا۔ اور وہاں گوردواروں میں بہت سا نقد و زر چڑہا کے کڑاہ پرشاد تقسیم کرایا۔ اور جو جو گوردؤں کے مکانات خراب خستہ حالت میں پڑے ہوئے تھے سب کی مرمت کے واسطے بہت سا روپیہ دیکر لایق لایق سکھوں کو وہاں کا محافظ و منتظم مقرر کر کے پھر پہاڑی راجاؤں کی طرف مخاطب ہؤا۔ مگر کرم پرکاش والی ناہن و بھیم چند والی کہلور وغیرہ سب ملکر پہلے ہی سے اِس کے پاس اپنے اپنے حسب حیثیت نذرانہ لیکر حاضر ہو گئے ÷

ناچار اسکو سرہند کی طرف واپس ہونا پڑا۔

بعد ازآں اس نے سرہند سے کوچ کرکے پنجاب کی طرف منہ اٹھایا۔ اور لدھیانہ کو تاراج کرکے اپنے قبضہ میں لایا۔ پھر پھگواڑہ کو جا گھیرا۔ یہاں کے امین خاں وغیرہ زمینداران و مالگذاران شاہی نے **بندہ بہادر** کا کچھ تھوڑی دیر تک مقابلہ کیا۔ مگر آخر کو جب دیکھا کہ سکھوں کی برہنہ شمشیر کے سامنے کسی کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ تو لاچار ہوکے دو راس اسپ و پانچ ہزار روپیہ نقد لیکر **بندہ بہادر** کے پیروں میں آگرے۔ اور معافی کے خواہاں ہوئے۔ اس کے بعد جب سیف اللہ خاں و فیض اللہ خاں جاگیرداران شہر جالندھر نے یہ حال سنا۔ تو وہ بھی مارے خوف کے بہت سا نقد و زر لیکے پانچ کوس آگے سے **بندہ صاحب** کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اور خوشی خوشی اطاعت قبول کرلی۔ مگر بیان کیا گیا ہے۔ کہ چونکہ سیف اللہ خاں وغیرہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے ساتھ ہمیشہ ایک قسم کا تعصب رکھتے تھے۔ اسلیئے **بندہ صاحب** نے نصف علاقہ اُن کا پھگواڑہ کے ہندو چودہریوں کو دلواکر نصف اُن کے پاس باقی رہنے دیا۔ اسطرح جبر مسلمانوں کے دیہات میں لوٹ مار مچاتا۔ اور اُن پر سکھوں کو قابض کرتا ہوا جب **بندہ بہادر** دریائے بیاس کو عبور کرکے ملک مانجھہ میں داخل ہوا۔ تو وہاں کے زمینداران نے بھی اس کو اپنی اپنی حیثیت کے بموجب بہت کچھ نقد و زر دیکر رضامند کرلیا۔ اور فرمانبرداری قبول کرکے اپنے دیہات کو بلائے ناگہانی سے بچالیا۔

میلہ بیساکھی سمت ۱۷۶۷ بکرمی پر **بندہ** امرتسر سکھوں کے مقدس مقام میں داخل ہوا۔ اور دربار صاحب کی زیارت کرکے وہاں بہت کچھ نقد و زر اپنے پاس سے چڑھایا۔ اور کڑاہ پرشاد تقسیم کرایا۔ پھر ایک روز تخت اکال بنگہ کے سامنے دربار لگاکر بیٹھ گیا اور کل مانجھہ و مالوہ کے سکھوں کو جنکی خاص مدد اور ذریعہ سے اسکو یہ تمام فتوحات حاصل ہوئی تھیں۔ بہت کچھ نقد و زر انعام و اکرام میں بانٹ کر ہر ایک کو حسب لیاقت جابجا مامور کرکے جاگیر و معافی عطا کی۔ اور تمام مشہور کردیا۔ کہ جو شخص سکھوں کا مذہب قبول کرکے اس کا مرید بن جائیگا۔ اُس سے زمین کا محصول مطلق نہ لیا جائیگا۔ اس کے سنتے ہی سکھوں کا یہ عروج اور حوصلہ دیکھکر بہت سے لوگ سکھ بن گئے۔ اور دن بدن سکھوں کے مذہب کو ترقی ہونے لگی۔ **بندہ بہادر** نے فوج رکھنی شروع کردی۔ اور تمام قلعجات مقبوضہ پر سکھوں کو مامور کرکے پانی پت کرنال کی طرف جس طرف سے بادشاہی چڑھائی کا اندیشہ تھا۔ بہت سی فوج کا ذخیرہ جمع رہنے کے لیئے حکم دیدیا۔ اور خود امرتسر سے کوچ کرکے قصبہ جات بٹالہ و گورداسپور و پٹھانکوٹ کو اپنے قبضہ میں لے آیا۔ اور مواضعات پڑوال و بسوہلی میں پہنچکر راجگان کوہی کو جا دھمکایا۔ اُن بیچاروں نے بھی خراج دینا قبول کرکے عہد و پیمان لکھکر اپنے وکلاء کی معرفت بھیجدیا۔

اب تمام زمانہ میں **بندہ بہادر** کی دوہائی پھر گئی۔ کوئی کہتا۔ اوتار ہے۔ کوئی کہتا جادوگر ہے۔ چار موکل اس کے تابع ہیں۔ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ آگ برساتا ہے۔ طوفان لاتا ہے جس طرف جاتا ہے قیامت ڈھا دیتا ہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے جتنے منہ اُتنی باتیں۔ کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا۔ غرض اس کا وہ دبدبہ ملک میں بیٹھا کہ اسلم خاں صوبہ دار لاہور کے بھی ان خبروں کو سُن سُن کر پیر چلنے لگے۔ اور جس فوجدار کو وہ **بندہ بہادر** کی طرف جانے کے لیئے حکم دیتا۔ وہی استعفاء داخل کرکے گھر چلا

جاتا۔ سکھوں کا یہ حال تھا کہ لاہور کے پاس تک پہنچ پہنچ کر لوٹ مار کر آتے۔ صوبہ دار مارے خوف کے شہر سے باہر بھی نہ نکلتا
اس کے بعد اساڑھ سمت ۱۷۶۷ بکرمی میں جب **بندہ بہادر** نے دیکھا۔ کہ وہ تمام ملک پر حاوی ہوگیا ہے۔ تو اس نے لاہور کی طرف
بڑھنے کی تیاری میں گورداسپور کے ٹوٹے پھوٹے قلعہ کو از سرِ نو تعمیر کرا کے اس میں سامان جنگ مہیا کرنے کا حکم دیا۔ اور خود آنند پور
پہنچ کر پہاڑی راجاؤں کے نام فرمان لکھ بھیجا۔ کہ یا تو مذہب سکھی قبول کر کے ہمارے باجگذار ہو ورنہ لڑائی کرو۔ اس کے سنتے
ہی والیان کہلور۔ کانگڑہ۔ جسوال۔ کانگڑہ وغیرہ نے اتفاق کر کے جواب دیا۔ کہ ہم جنگ کے لیئے آمادہ ہیں۔ تیرے گورو سے تو
ہم لوگوں نے گھر چھوڑوا ہی دیا۔ اب تجھکو بھی ایسی جگہ پہنچائیں گے جہاں سے تیری خبر بھی نہ آوے +

بندہ بہادر اس جواب کو سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا۔ اور اسیوقت کاتک سمت ۱۷۶۸ بکرم میں ماگھ سنگھ و رنجودہ سنگھ۔ کھڑک سنگھ
بجر سنگھ۔ بہادر سنگھ اور باج سنگھ وغیرہ چیدہ چیدہ بہادران رستم صفت کو ساتھ لیکے پہاڑی راجاؤں کے قلعہ ملون کو جس میں
کل راجگان کوہستان مع اپنی اپنی افواج کے بندہ بہادر کے مقابلہ کے لیئے جمع ہو رہے تھے جا گھیرا۔ تین پہر تک دونوں
طرف سے گولہ باری ہوتی رہی۔ آخر کار سکھ لوگ قلعہ کو توڑ کر اندر گھس گئے۔ اور پہاڑیوں کو اپنی تلوار کا مزہ چکھانے لگے۔ تھوڑی
دیر میں جب پہاڑی راجاؤں نے دیکھا۔ کہ ان بہادروں کے سامنے ہماری پیش نہیں جاتی۔ فوراً **بندہ بہادر** سے آملے۔
اور اطاعت قبول کرلی +

اس کے بعد **بندہ** پہاڑ کے ملکوں کا دورہ کرتا ہوا روال سر کے مقام پر پہنچا۔ اور وہاں سے راجہ سدہ سین والی منڈی کو اپنا
مرید کر کے اسی کے مکان پر عیش و عشرت میں ایام گذارنے لگا۔ تھوڑے دنوں بعد اس راجہ نے اپنی برادری کی ایک حسین
لڑکی سے بندہ صاحب کی شادی کروادی جس کے شکم سے سمت ۱۷۷۱ بکرم میں ایک لڑکی اور سمت ۱۷۷۳ بکرمی میں ایک لڑکا
پیدا ہوا + روایت ہے۔ کہ سمت ۱۷۷۱ بکرم میں **بندہ** ملک چنبہ کے حسن وغیرہ کی تعریف سنکر وہاں کی سیر کرنے کے لیئے گیا
مگر جب راجہ نے اس کے آنے کا حال سنا۔ تو اس نے کشتی وغیرہ علیحدہ کرا کے دریا کا راستہ بند کرا دیا۔ مگر یہ چونکہ بہ ایک
نہایت کامل اور رسیدہ شخص تھا۔ اسلیئے یہ ایک سیاہ پتھر کی چٹان پر جو نو گز طول اور ۷ گز عرض میں تھی سوار ہو کر دریا
کے پار اتر گیا۔ **بندہ** کی اس کرامت کو دیکھکر وہاں کا راجہ متحیر رہ گیا۔ اور خوف کھا کے معہ وزیر کے اسکا مرید بن گیا۔ یہاں
کے راجہ نے بھی سدہ سین کی طرح اپنے یہاں کی ایک حسین لڑکی سے بندہ کی شادی کر کے اپنے ملک کو آفت ناگہانی سے
بچالیا۔ سمت ۱۷۷۲ بکرمی میں یہاں کی عورت سے **بندہ** کے ہاں زور آور سنگھ ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی اولاد ابتک قصبہ
وزیر آباد میں آباد چلی آتی ہے +

اسی سال میں جب **بندہ بہادر** پہاڑوں کا سیر کرتا ہوا کلو کے راج میں داخل ہوا۔ تو وہاں کے راجہ نے فریب سے
اسکو ایک آہنی پنجرے میں قید کر دیا۔ اور کہا۔ کہ اگر تم میں کچھ کرامت ہے۔ تو اس کے اندر سے نکل جاؤ۔ میں تمہارا مرید بن
جاؤں گا + اور ادھر اسلم خاں ناظم لاہور کو اپنی کارگذاری کی خفیہ طور پر اطلاع دی۔ کہ میں نے بندہ کو گرفتار کرلیا ہے۔ جس کے

جواب میں وہاں سے حکم آیا کہ اُس کو ہمارے پاس بھیجدو۔ مگر قبل اس کے کہ بندہ وہاں بھیجا جاتا۔ راجہ منڈی اور سکھوں نے اِس حال سے آگاہی پاکر کلو پر چڑہائی کردی اور راجہ کلو کو شکست دیکے بندہ کو وہاں سے چھوڑا لیا۔ علاوہ ازیں اِس کی بابت ایک عجیب کہانی لوگوں میں یہ بھی مشہور ہے۔ کہ جب راجہ کلو پنجرہ آہنی کو لاہور کی طرف روانہ کرنے لگا۔ اُسوقت بندہ معہ پنجرہ کے اپنے موکلوں کے ذریعہ سے آسمان پر اُڑ گیا۔ اور جب راجہ منڈی و سکھ لوگ راجہ کلو کو اُسکی بے ایمانی کا اجر دے کے واپس آئے۔ تو بندہ کو معہ پنجرہ کے وہاں پیشتر ہی سے پہنچا ہوا موجود پایا۔

اسی اثناء میں جہاندار شاہ نے بھی جو بہادر شاہ کی جگہ تخت پر بیٹھا تھا وفات پائی۔ اور اُسکی جگہ فرخ سیر تخت نشین ہوا۔ اِس نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ملک میں انتظام اور امن قایم کرنے کا علاج شروع کیا۔ یعنی محمد امین خان بہادر و عبدالصمد خان بہادر تورانی و جنگ دلیر وغیرہ چیدہ چیدہ و مشہور مشہور فوجداروں کو بہت سی فوج دیکر سکھوں کا علاج کرنے کے لیے پنجاب کی طرف روانہ کیا۔ اور صوبہ لاہور کے نام علیحدہ حکم بھیجا۔ جہاں سے مومن خاں و صفدر خاں وغیرہ سرداران اپنی اپنی فوج لیکر سکھوں کے بیدخل کرنے کی فکر میں نکل پڑے۔ پہلے بادشاہی فوج کا مقابلہ جو دہلی سے آئی تھی۔ قصبہ تراوڑی ضلع کرنال میں بابا کاہن سنگہ۔ رام سنگہ و شیام سنگہ وغیرہ سرداراں سے ہوا۔ مگر وہ مسلمانوں سے شکست کھاکر قلعہ سرہند کی طرف بھاگ آئے۔ اُدہر لاہور کی فوج نے بھی سکھوں کو بیدخل کرکے بھگا دیا۔ غرضیکہ دونوں طرف سے سکھ لوگ بھاگ کر سرہند میں جمع ہوگئے۔ اور یہاں پر ایک ماہ تک برابر سکھوں کا مسلمانوں سے مقابلہ رہا۔ مگر آخر کار مسلمان فتحیاب ہوئے۔ اُدہر سکھ لوگ وہاں سے بھاگ کر لوہگڈہ کے قلعہ میں جا ٹھہرے۔ بادشاہی فوج نے وہاں بھی ان کو گھیر لیا۔ لیکن اسی اثناء میں بندہ بہادر نے اِس حال سے آگاہی پاکر منڈی سے کوچ کردیا۔ اور کل اپنے ہمراہی سکھوں کو ساتھ لیتا ہوا ایک روز رات کو ۳۰ کوس سے دھاوا کرکے بادشاہی لشکر پر ایسا اچانک آپڑا۔ کہ دشمن کو اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ اُدہر قلعہ لوہگڈہ کے سکھ بھی جو رسد وغیرہ سے لاچار ہو رہے تھے بندہ بہادر کی آمد کا حال سن کر باہر نکل پڑے۔ اور تلواریں کھینچ کھینچ کے ماگھ سمت ۱۷۷۲ بکرمی میں اِس زور شور سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ کہ اُن کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا۔ ہزارہا مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کے زندہ آگ میں جلا دیا۔ اور اُن کے منہ میں سؤر کا گوشت بھر بھر دیا۔ اور وہ حالت کی جسکا بیان نہیں۔ کل بادشاہی لشکر ایک آن کی آن میں تتر بتر ہوگیا۔ جس کا منہ جسطرف ہوا اُسی طرف بھاگ گیا۔ اور سکھوں نے پھر اسی طرح سے تمام ملک پر قبضہ کرلیا جمنا سے لیکر لاہور کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں بندہ بہادر کی طرف سے ایسا خوف غالب ہوگیا کہ کوئی اُس کے سامنے جانے کی جرأت نہ کرتا۔ اِس کے بعد بندہ بہادر اپنی سکونت گورداسپور کے قلعہ میں اختیار کرکے ہر قسم کا سامان جنگ وہاں مہیا کرنے لگا۔

پھر اسی سال میں زبردست خاں صوبہ کشمیر کی ترغیب اور امداد سے صوبہ لاہور نے بہت سا لشکر لیکر گورداسپور کے قلعہ میں بندہ صاحب کو آگھیرا۔ لیکن باہر کے سکھوں نے ہر چہار طرف سے روز رات کو اُن پر حملہ آور ہو ہو کر شبخون کرنے شروع

کر دیے۔ جس کے باعث صوبہ لاہور کو بہت نقصان پہنچا۔ اور اُسے لاچار محاصرہ اُٹھا کر لاہور کو واپس جانا پڑا۔

اسی اثنا میں مسمیان شمس الدین و طاہر خاں افغانان قصبہ قصور نے جو بادشاہ کی طرف سے اِس ملک کے اجارہ دار اور حفاظت کے ذمہ دار تھے ایک کثیر جماعت مسلمانوں کی ہمراہ لیکر شہر جالندھر کے متصل سکھوں پر حملہ کیا۔ اور امید کامل تھی کہ سکھوں کو شکست ہو۔ مگر **بندہ بہادر** اِس خبر کو سنتے ہی اساڑھ سمت ۱۷۶۳ بکرمی میں قصبہ ہرگوبند پور کی طرف سے ہوتا ہوا فوج خالصہ کو اپنے ہمراہ لیکے اُن کی کمک پر پہنچ گیا۔ سکھوں کا حوصلہ بھی اس کے پہنچتے ہی ایسا بلند ہوا۔ کہ تلواریں کھینچ کھینچ کے مسلمانوں پر جا پڑے اور تھوڑی ہی دیر میں پٹھانوں کو شکست دیکر پسپا کر دیا۔

بعد ازاں حسب الحکم بادشاہ بازید خاں افغان فوجدار کوہ جموں نے جو اُسوقت پانی پت میں مقیم تھا۔ مع اپنے بھائی شمس الدین خاں کے بہت سی سپاہ کے ساتھ سرہند کے مقام پر سکھوں کو آگھیرا۔ اور اُن کو شکست دیکر وہاں سے نکال دیا۔ اور اُن کے تعاقب میں اُن کے بہت سے دیہات برباد کرتے ہوئے جب دریائے ستلج کے پار پہنچے۔ تو **بندہ بہادر** بھی اِسکے سنتے ہی اُنکی امداد میں آپہنچا۔ اور تین روز تک مسلمانوں کی فوج میں وہ کُشت و خون کا بازار گرم رکھا جسکا بیان نہیں۔ آخر ش چوتھے روز ایک سکھ ناہر سنگھ نامی نے بازید خاں مسلمانوں کے سردار کا سر کاٹ کے **بندہ بہادر** کے پاس پہنچا دیا۔ اور بہت سے دلاور اور بہادر مسلمان مارے گئے۔ آخر کو مسلمانوں کی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی۔ اب جب بادشاہ دہلی نے دیکھا۔ کہ سکھوں کی تلوار کے سامنے اُس کی فوج کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ اور اِس بہادر قوم نے صرف اپنے قوتِ بازو سے تمام پنجاب پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور اگر یہی حال رہا تو اندیشہ ہے۔ کہ دہلی کی خاص بادشاہت پر بھی ایک نہ ایک روز ہاتھ ڈالیں گے۔ اِسلیئے اُسنے اب اِس خودسر قوم کو پولیٹیکل پیچیدگیوں سے زیر کرنا چاہا۔ یعنی اوّل تو ماتا صاحب دیوی و سندری جی محلات **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو جو دہلی میں رہا کرتے تھے۔ خوف دیکر اُن سے **بندہ صاحب** کو یہ لکھا بھیجا کہ تمکو ہم بادشاہ سے ایک معقول جاگیر دلا دیتے ہیں۔ تمکو چاہیئے کہ تم غارتگری ملک سے باز آؤ۔ لیکن **بندہ بہادر** نے نہ مانا۔ اور جواب دیا۔ کہ آپ ہمکو ترکوں کی تابعداری قبول کرانا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے آپکے خاندان کا خاندان تباہ کر دیا۔ دوسرے یہ لوگ فریب دیتے ہیں۔ آپ اُن کے دہوکہ میں نہ آویں۔ جب بادشاہ نے دیکھا۔ کہ یہ چال کارگر نہ ہوئی۔ تو اُس نے محلات **گورو گوبند سنگھ صاحب** کو اِس خیال سے قید کر کے صدہا قسم کی تکلیفیں دینی شروع کیں۔ کہ جنکی ماں کو قید کیا جاویگا۔ وہ اپنی ماں کی رہائی کے واسطے جو کچھ اُن سے کہا جائیگا قبول کر لیں گے۔ چنانچہ جب اُن کو قید کر لیا گیا۔ تو اُنہوں نے بندہ کو پھر دوبارہ لکھا۔ اور اپنی مصیبت کا حال ظاہر کیا۔ لیکن **بندہ** نے پھر بھی نہ مانا۔ اور لکھ بھیجا۔ کہ آپ اپنے بزرگوں اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کی طرف خیال کریں۔ کہ اُنہوں نے صدہا مصیبتیں جھیل جھیل کر دہرم کے پیچھے اپنی جانیں دے دیں۔ مگر مسلمانوں کی تابعداری قبول نہ کی۔ جس پر ماتا صاحب دیوی نے ناراض ہوکر دوبارہ اُسکو یہ لکھا۔ کہ یا تو ہمارا کہا مان۔ ورنہ ہماری سکھی سے انکار کر۔ چنانچہ اسکا جواب بھی اُس نے ویسا ہی دیا۔ کہ میں گورو کا سکھ نہیں ہوں۔ بیراگی فقیر ہوں۔ صرف میری اُنکی

ملاقات ہوئے ـ میں اُن کی خاطر سے اِس ملک میں اُن کے بیٹوں کا انتقام لینے اور اُن کے مذہب کو ترقی دینے آیا تھا چنانچہ ویسا ہی ہوگیا ـ اب میں مسلمانوں کی تابعداری کسیطرح قبول نہیں کرسکتا" ـ اِسپر ماتا صاحبدیوی نے مسلمانوں کے اشتعال سے غضب میں آکر ماگھ سمت ۱۷۷۱ بکرمی میں بندہ کو یہ بددعا دی ـ کہ "اے بندے عقل کے اندہے! تونے ہماری حکم عدولی کی ـ اور اپنے گورو سے جس نے تجھکو اِسقدر طاقت بخشی منحرف ہوگیا ـ اِسلیئے آج سے تیرا جاہ وجلال بالکل نہیں رہیگا ـ اور تو ترکوں کے ہاتھ سے بڑے عذاب کے ساتھ مارا جائیگا" ـ اور سکھوں کے نام ایک علیحدہ پروانہ اِس مضمون کا لکھ بھیجا ـ کہ "تم بینتہ خالصہ میرے لخت جگر ہو ـ تمکو چاہیئے کہ اِس تحریر کے دیکھتے ہی فوراً بندہ کا ساتھ چھوڑ دو ـ گورو تمہارا نگران حال رہیگا ـ دن بدن اکال پرکھ تمہاری ترقی کریگا ـ اور تم ہمیشہ پھلتے پھولتے اور پھیلتے رہوگے" ❊

بندہ بہادر سے گورو کے سکھ تو پہلے ہی سے بایں خیال ناراض تھے ـ کہ وہ متکبر ہوگیا تھا ـ اور اُن پر علاوہ بیجا حکومت کرنے کے اپنا فرقہ علیحدہ چلانے لگ پڑا تھا ـ یعنی بجائے کھنڈے کی پاہل کے چرن کے انگوٹھے کی پاہل پلاتا تھا ـ اور واہگورو جی کی فتح کی جگہ بندہ کی درشنی فتح بلواتا تھا ❊

علاوہ ازیں موقع میلہ بیساکھی سمت ۱۷۷۱ بکرمی پر جب بندہ خاص دربار ہرمندر جی میں جغہ کلغی لگاکر گوروؤں کی گدی پر بیٹھ گیا ـ اور اپنے سر پر چوَر جھلوا کر گیارہواں گورو کہلانے لگا ـ تو گورو کے سکھوں کو اُس کی یہ حرکت نہایت ہی ناگوار گذری ـ چونکہ ماتا صاحبدیوی کا وہ خط بھی سکھوں کے پاس پہنچ گیا تھا ـ اِسلیئے باباکاہن سنگھ ترورا ـ ... بنود سنگھ تیہن ـ فتح سنگھ وگوربخش سنگھ از اولاد بھائی بھگتو ودہرم سنگھ وپریم سنگھ از اولاد بھائی روپا ـ رام سنگھ وتلوک سنگھ پسران چودہری پھول ـ ودیوان بہادر سنگھ ـ دربارا سنگھ وبڈہا سنگھ ساکنان تارہ کے ـ وکبیرا سنگھ وباگھ سنگھ کلاں ـ پنجاب سنگھ مجیٹھیل ـ جیون سنگھ رندہاوا ـ نگاہیا سنگھ دولٹ و مارا سنگھ وکیسرا سنگھ براڑ ـ وہری سنگھ وہرسا سنگھ وغیرہ بہت سے سرغنہ سرغنہ سکھوں نے باہم اتفاق کرکے بندہ کو دربار میں سے فوراً اُٹھا دیا ـ اور خود اکال بُنگہ کے سامنے دربار لگاکر جیلے تو سب سکھوں کو بندہ کی بیجا حرکات کی طرف مخاطب کیا ـ بعدہ ماتا صاحب کا خط جو دہلی سے آیا تھا ـ وہ سنایا ـ اور کہا کہ جو جو گورو کے اصل سکھ ہیں ـ اُن کو چاہیئے کہ وہ اِس حکم کی تعمیل میں بندہ کا ساتھ چھوڑکر فوراً ہم لوگوں کے ساتھ آملیں چنانچہ ہزارہا سکھ اِس گروہ کے ساتھ شامل ہوگیا ـ اور انہوں نے نقارہ بجواکر تالاب بیبیک سر پر اپنا ڈیرہ بندہ سے علیحدہ لگادیا ـ اور اِس فرقہ کا نام تت خالصہ پڑا ❊

باقی رہا باج سنگھ و مان سنگھ ـ ایشر سنگھ و مالی سنگھ ـ بولاقی سنگھ وباگھ سنگھ وغیرہ بہت سے لوگ جن کو بندہ پر بہت اعتقاد تھا ـ اور ہروقت کے اُس کے مصاحب تھے ـ بندہ کی طرف رہ گئے ـ اور اُن کا نام بندئی خالصہ مشہور ہوا ❊

اب سکھ دو فریق ہوکر بجائے اِسکے کہ وہ مسلمانوں سے لڑتے آپس میں ہی کشمکش کرنے لگے ـ اور ایک روز ان دونوں فریقوں کا امرتسر کے تالاب پر درشنی دروازہ کے متصل باہم خوب مقابلہ ہوا ـ بہت سے آدمی طرفین کے کام میں آئے آخر کو بندہ مصلحت وقت سمجھکر امرتسر سے کوچ کرکے گورداسپور کے قلعہ میں جہاں وہ پہلے رہتا تھا ـ چلاگیا ❊

اب مسلمانوں کو سکھوں کی باہم نااتفاقی کا حال سنکر پھر دوبارہ بندہ بہادر پر فوج کشی کا موقع ہاتھ آیا۔ اور اس کو نہایت غنیمت سمجھکر صوبہ لاہور نے رستم خاں۔ محمد خاں فوجداران کو ایک کثیر جماعت سپاہ کے ساتھ بندہ بہادر کی طرف روانہ کیا۔ اور پٹھانکوٹ کے متصل میدان پڑا۔ باوجودیکہ بندہ بہادر کی طاقت کو اس پھوٹ نے بہت کمزور کر دیا تھا۔ مگر تاہم اسکا حوصلہ ابھی ایسی بازیاں جیتنے کے لیئے کم نہ تھا۔ رستم خاں مارا گیا۔ اور فوج صوبہ شکست کھا کر واپس لاہور ہوئی ؛

اُدھر بادشاہ فرخ سیر نے سکھوں کے دو فریق ہو جانے کا حال سن کر اس موقع کو نہایت غنیمت سمجھا۔ اور یہ تدبیر کھیلی کہ تت خالصہ یعنی بندہ کے دوسرے فریق کے سرغنوں کو بادشاہی خلعت و تحایف بھیجکر یہ لکھ بھیجا کہ تمہارے بزرگ بابا نانک صاحب نے ہمارے بزرگ بابر بادشاہ پر عنایت فرما کر ہمکو یہ سلطنت بخشی تھی۔ ہم تم ایک ہیں۔ تمکو چاہیئے کہ لوٹ کھسوٹ چھوڑ کر اپنے گذارہ کے لیئے ہمسے معقول جاگیریں لے لو۔ اور جن کو نوکری کی خواہش ہو وہ نظامت لاہور یا جس جگہ اُن کی خواہش ہو بادشاہی نوکری کر لیں۔ اُن کو معقول تنخواہیں دیجائینگی" ؛ چنانچہ بادشاہی ایلچی نے امرتسر پہنچکر تت خالصہ کو بادشاہی خلعت و مراسلہ دیکر اپنی میٹھی میٹھی فریب دہ باتوں سے اُن کا دل بالکل اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ چنانچہ پانچسو سنگھ جن میں بابا کاہن سنگھ۔ میری سنگھ و فتح سنگھ وغیرہ سرداران شامل تھے ایک روپیہ یومیہ پر ناظم لاہور کے ماتحت ملازم ہو گئے۔ اور بقیہ پانچہزار روپیہ ماہواری نقد اور جاگیر پرگنہ جھبال جو پہلے بھی اکبر بادشاہ کے وقت سے گورو دار بیان کے نام معاف تھی دیکر مفصلہ ذیل عہد و پیمان بادشاہ اور سکھوں کے درمیان لکھے گئے ؛

اوّل[۱] پنتھ خالصہ سامنے اب بادشاہ پر آیندہ دست درازی نہ کرے گا۔ دوئم[۲] بندہ کی امداد پر بھی نہ جائیگا۔ سوئم[۳] اگر کوئی غنیم ملک پنجاب پر حملہ آور ہوگا۔ تو تت خالصہ حاکم پنجاب کی امداد میں دل و جان سے موجود رہے گا ؛ چہارم[۴] جو وظیفہ اور جاگیر بادشاہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے اُس میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔ پنجم[۵] آیندہ ملک پنجاب میں کسی ہندو کو جبراً مسلمان نہ بنایا جائیگا۔ اور نہ اُن کی عبادتگاہ وغیرہ کو مسمار کیا جائیگا۔ یا کچھ ہتک کیجائیگی۔ ششم[۶] ہندوؤں پر کسی طرح کا ظلم و بدعت نہ ہوگا۔ اور نہ اُن کے مذہب کے برخلاف کوئی کارروائی اُن کی آنکھوں کے سامنے کیجائیگی ؛

اُدھر بندہ بہادر نے حالانکہ اُس کو آپس کی نااتفاقی نے ایک طرح پر بہت کمزور کر دیا تھا۔ اپنے استقلال کو ہاتھ سے مطلق نہ جانے دیا۔ اور اپنی فتوحات کے کام برابر جاری رکھے۔ یعنی گورداسپور سے معہ بارہ ہزار[۱۲۰۰۰] فوج اور چند ضرب التوپ کے حاکم کلانور کا جا محاصرہ کیا۔ لیکن فتح الدین وہاں کے حاکم نے کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھکر لاچار بندہ بہادر کو ایک رقم کثیر و چند راس اسپ نذرانہ میں دیکر صلح کر لی ؛ بعد ازاں بندہ نے دریائے راوی کو عبور کر کے گوجرانوالہ۔ وزیرآباد۔ سیالکوٹ وغیرہ کے گرد نواح کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کے اُن پر اُسی قسم کے جبر و تشدد اور وحشیانہ ظلم کیئے جو اُنہوں نے ایک مدت سے لگاتار ہندوؤں پر کرنا اختیار کر رکھا تھا ؛ پھر ملک دوآب۔ دہنی۔ کھیپ اور پوٹھوہار وغیرہ میں بندہ نے تین ماہ تک برابر دورہ کر کے لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔ اور مسلمانوں پر تو گویا اُس عرصہ میں قیامت نازل کر رکھی تھی۔ غرض دریائے

اٹک تک پہنچ گیا۔ (جہاں ابتک اُس کے مرید اور مکانات اُس کی یادگاریں موجود ہیں) مگر کسی مسلمان یا ہندو کو اتنی جرات نہ ہوئی۔ کہ اُسکا منہہ موڑتا÷

پھر بندہ اٹک سے واپس ہوکر میلہ تیرتھ کٹاس کا دیکھکر ہزارہا آدمیوں کو اپنا مرید اور مطیع بناتا ہؤا واپس گورداسپور آیا۔ چونکہ مغربی علاقہ جات میں اس کا کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ اسلیئے ان دنوں اس کا حوصلہ بہت ہی بڑھ گیا تھا۔ اور غرور بھی از حد ہو گیا تھا÷

اب اس کے بعد بندہ کی نسبت پورانے اعتقاد کے بموجب ایک عجیب دلچسپ کہانی مشہور ہے۔ جو ہدیہ ناظرین کرنا غیر مناسب نہ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ راجہ منڈی بندہ کو گورداسپور سے اپنے پاس لے گیا۔ اور اُسے عیش و عشرت میں ڈال کے ایسا غافل کیا۔ کہ ایک دن اس کے پاس سے اُس کی مکاشفات اور جادو کی کتاب (جس میں ہزارہا طرح کے اسم اعظم و نقش وغیرہ موجود تھے اور خاص جسکی وجہ سے اُس کو ہمیشہ فتح حاصل ہوئی تھی) چھین لی۔ اور وہ گٹکا بھی جس کو منہ میں رکھ کے فقیر لوگ آسمان میں اُڑ جاتے ہیں۔ راجہ منڈی نے لے لیا۔ یہہ دونوں چیزیں راجہ منڈی کے قبضہ میں تا حیات رہیں۔ اور مشہور ہے۔ کہ اُن کی مدد سے راجہ منڈی ایک مدت تک زندہ رہا۔ اور ہمیشہ لوگوں کو کرامتیں و معجزات دکھلاتا رہا۔ اگر جب مرنے لگا۔ تو اُن دونوں چیزوں کو دریا میں ڈلوا گیا÷

الغرض بندہ اپنی طاقت کی چیزیں چھنوا کر منڈی سے ناراض ہوکر پھر گورداسپور میں واپس آیا۔ اور طبع آزمائی کے لیئے بہت سی فوج لیکر لاہور کی طرف چلا۔ یہ سنکر اسلم خاں ناظم اپنی کُل فوج لیکر موضع بتی کے متصل جو لاہور سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے بندہ سے مقابل ہؤا۔ دو روز تک میدان خوب گرم رہا آخر کو بندہ نے جب کوئی کامیابی کی صورت نہ دیکھی تو وہاں سے کوچ کر کے واپس قصبہ گورداسپور چلا گیا÷ اور وہاں سے اُن سکھوں کے نام جو اُس سے علیحدہ ہو گئے تھے اِس مضمون کا ایک خط بھیجا کہ مسلمانوں نے صرف سکھوں کی بربادی کے لیئے ہمارے اور تمہارے میں باہم یہ نفاق ڈالا ہے۔ تم اس فریب کو سمجھہ جاؤ۔ اور بہتر ہے کہ اگر گورو صاحب کے اس قول کے اوپر عمل کر کے (ملیچھ کی ہمان برن ناسا کوٹ نلک پرے پریلا) آپس میں اتفاق کر لو۔ ورنہ پچتاؤ گے۔ اِسکے جواب میں سکھوں نے لکھا۔ کہ اگر تم اتفاق چاہتے ہو۔ تو اپنے تمام مریدوں کو امرتسر میں لاکر بجائے چرن پاہل کے کھنڈے کی پاہل چھکاؤ۔ اور اپنے تئیں جو گیا رہوان گورو کہلاتے ہو اس سے باز آ کر پیشتر ہی کی طرح گورو صاحب کے سکھ بنے رہو۔ اور جبتک تم ایسا نہیں کرتے۔ ہمارا تمہارا اتفاق ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔ اِس کو پڑھکر بندہ خاموش ہو رہا۔ کیونکہ اُس کے غرور نے اُسکو ایسا منظور کرنے کے لیئے صلاح نہ دی÷

آخر کو جب فرخ سیر بادشاہ نے دیکھا۔ کہ وہ سکھوں کے دو فریق کرنے میں بالکل کامیاب ہو گیا ہے۔ تو اُس نے صوبہ جات لاہور و کشمیر کے نام بندہ کی گرفتاری کے لیئے نہایت تاکیدی فرمان جاری کیئے۔ اور دہلی سے عبد الصمد خاں۔ نجیب الدولہ و جلال الدین تورانی۔ جنگ دلیر۔ محمد اکبر و میر محمد وغیرہ چیدہ چیدہ فوجی افسران کو بیس ہزار فوج دیکر بندہ کی طرف روانہ کیا÷ اسوقت بندہ گورداسپور کے قلعہ میں آٹھ سات ہزار سپاہ کے ساتھ مقیم تھا۔ کہ صوبہ جات لاہور و کشمیر نے دہلی کی افواج کے ساتھ ملکر اسکو گھیر لیا۔ اور لڑائی دونوں طرف سے شروع ہو گئی۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ چار ماہ تک برابر بادشاہی فوج نے قلعہ کا

محاصرہ رکھا۔ بہت سے مسلمان مارے گئے۔ انجام کار جب قلعہ کے اندر رسد ختم ہوگئی۔ اور سکھوں کو فاقہ پر فاقہ گذرنے لگا تو بہت سے سکھ تو قلعہ کی دیوار سے ایک ایک دو گروہوں میں ہوکر مسلمانوں کے لشکر کو چیرتے ہوئے مارتے مرتے بھاگ گئے۔ باقی جو بچ گئے۔ اُن کے ساتھ یہ سلوک ہؤا۔ کہ پہلے تو عبد الصمد خاں نے جھنڈا کھڑا کرکے یہ حکم دیا۔ کہ جو شخص ہتھیار رکھ دے وہ اپنی جان لیکر چلا جاوے۔ چنانچہ کچھ تو اس طرح نکل گئے۔ مگر بعد ازاں جب مسلمانوں نے دیکھا۔ کہ سب اسی طرح ہتھیار رکھ رکھ کر نکلنے لگ پڑے ہیں۔ تو اپنے قول سے برخلاف ہوکر اُن کو گرفتار کرکے قید کرنے لگے۔ غرض جسقدر سکھ اسطرح سے اُن کے ہاتھ آئے قتل کئے گئے۔ اور وہ میدان مثل تالاب کے خون سے بھر گیا۔

مگر جب بندہ نے یہ حالت دیکھی۔ تو اُس کی شجاعت اور بہادری نے اُسے اسطرح سے خاموش بیٹھے نہ رہنے دیا۔ اور وہ فوراً اپنے باقی ماندہ ہمراہیوں کو ساتھ لیکے قلعہ سے باہر نکل آیا۔ اور تلوار کھینچ کے مسلمانوں کی فوج پر جوش کالی گھٹا کے اُمنڈ رہی تھی بجلی کیطرح جا لپکا۔ اور تھوڑی دیر تک مسلمانوں کو اپنی تلوار کا ایسا مزا چکھایا۔ کہ مدت تک زبان چاٹتے رہے۔

اب یہاں سے **بندہ** کی بابت تواریخی واقعہ بالکل اندھیرے میں پڑ جاتا ہے۔ مسلمین مورخ کچھ لکھتے ہیں۔ یوروپین صاحبان کچھ کہتے ہیں۔ **بندہ** کے مرید کچھ کہتے ہیں۔ مگر بہرحال چونکہ مسلمانوں کی فوج بے اندازہ تھی۔ لاچار وہ اُن کے ہاتھ آیا۔ اور بادشاہ کے پاس دہلی بھیجا گیا۔ جہاں بعض تو یہ کہتے ہیں۔ کہ صدہا اذیتوں کے بعد جن کا اُس نے نہایت استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور چہرہ پر شکن تک نہ لایا۔ ہاتھی کے پاؤں سے گھسٹوا کر مروا ڈالا گیا۔ اور اُسکی نعش ایک خندق میں پھینک دی گئی۔ اور بعض یوروپین صاحبان کا یہ قول ہے۔ کہ وہ قتل کیا گیا۔ مگر اُس کے مرید بڑے وثوق سے یقین دلاتے ہیں۔ کہ جب اُس کو ہاتھی کے پَیر سے بند ہوا کر بادشاہ نے دہلی میں گھسٹوایا۔ تو اُس نے حبس دم (جسکا اُسکو کمال حاصل تھا) کرلیا اور جب وہ مردہ خیال کرکے پھینک دیا گیا۔ تو اُس کے مرید جو اُس کی منڈی والی اہلیہ کے بھیجے ہوئے مسلمانوں کے لباس میں وہاں پھر رہے تھے۔ اُس کی لاش کو اُٹھا کر موضع ٹھکر بھجو تحصیل شرقپور ضلع لاہور میں جہاں اُسکی بیوی موجود تھی لے آئے اور چونکہ اُس میں ابھی جان باقی تھی۔ اِس لحاظ سے جب اُس کا وہاں علاج معالجہ کیا گیا۔ تو وہ تندرست ہوگیا۔ اور اُسوقت **بندہ** نے اپنے آپکو سکھوں کے گروہ کا مجتہد بننے کے قابل نہ دیکھ کر پھر دوبارہ اپنے تئیں ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اپنی بیوی کے جموں کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ وہاں موضع بھبتر پرگنہ ریاسی میں چندر بھاگا ندی کے کنارہ پر ایک پہاڑ کی گفا میں مدت تک عبادت کرتا رہا۔ اور وہیں اپنی قضاء سے فوت بھی ہوگیا۔ اب اُس مقام پر اُس کی یادگار میں ایک بڑی عالیشان سمادہ بنی ہوئی موجود ہے۔ اور وہاں ہر سال اُس کے فرقہ کے سکھوں کا بڑا بھاری میلہ لگتا ہے۔

سکھوں کے استقلال اور بہادری کی بابت خفی صاحب نے اپنی تواریخ میں ایک چشم دید واقع یوں لکھا ہے۔ کہ جب ایک قافلہ **بندہ** کے ہمراہی سکھوں کا قید کرکے دہلی بھیجا گیا۔ اور وہاں سے اُن کی نسبت بادشاہی حکم یہ ہؤا۔ کہ سو سے کو ڈاہی کے سامنے قتل کئے جاویں۔ تو ہر ایک سکھ مقتل میں دوڑ دوڑ کے ہنس ہنس کر نہایت خوشی سے عقبے میں شہادت پانے

کے لیئے جلاّد کے سامنے اپنی گردن حاضر کرتا تھا +

ایک نوجوان نہایت خوبصورت سکھ سبزہ آغاز کی ضعیف العمر ماں نے روتے پیٹتے ہوئے بادشاہ کی سواری پکڑ لی۔ اور یہ بیان کر کے کہ میرا لڑکا دراصل سکھ نہیں ہے۔ اُس کو بہکا کر بندہ نے سکھ بنا لیا تھا۔ اپنے بیٹے کی جان بخشی چاہی۔ بادشاہ کو بھی رحم آگیا۔ اور اُس نے حکم دیا۔ کہ اُس بڑھیا کے لڑکے کو چھوڑ دو۔ مگر جب بادشاہی ہرکارے بڑھیا کو ساتھ لیکے اُس کو چھوڑانے گئے۔ تو اُس کے لڑکے نے نہ مانا۔ اور یہ کہا۔ کہ میں پکا سکھ ہوں۔ اور میں اپنے بھائیوں کے ساتھ جانا جو سیدھے سورگ میں جا رہے ہیں۔ بہ نسبت اِس جھوٹی دنیا میں زندہ رہنے کے افضل سمجھتا ہوں۔ مجھکو جلدی قتل کرو۔ آخر جب یہ حال بادشاہ کے گوش گذار کیا گیا۔ تو وہ اس قوم کے اعتقاد اور ثابت قدمی کو دیکھکر حیران رہ گیا۔ اور حکم دیا۔ کہ ایسے شجاع اور بہادر آدمیوں کو قتل کرنا بالکل مناسب نہیں۔ چنانچہ وہ نوجوان معہ بقیہ ایک سو سکھوں کے قتل کیئے جانے سے معاف رکھا گیا +

اب بجائے اِس کے کہ **بندہ بہادر** کی ہمت اور استقلال کی بابت قلم کچھ خود تحریر کرے۔ ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ یہ شخص کیسا مستقل مزاج اور اپنے زمانہ کا یکتا جوانمرد اور شجاع ہو گذرا ہے۔ ہندوستان پر مسلمانوں کی ابتدائے سلطنت سے انتہا تک۔ قوم ہنود کے ساتھ جو کچھ ظلم و تشدّد ہوتا رہا ہے۔ مورخان سلف کی تواریخیں خود شاہد ہیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے راجپوت اور بہادروں نے اِس قوم کا مقابلہ کیا۔ اپنے خون سے دریا بہا دیئے۔ مگر آخر الامر سب کو مطیع ہونا پڑا یہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے نو ایجاد فرقہ خالصہ پنتھ و بندہ بہادر ہی کی شجاعت اور ہمت کا کام تھا۔ جنہوں نے صرف اپنے قوت بازو سے پانچسو سال سے زیادہ کی قایم شدہ مستحکم سلطنت کو ایک آن کی آن میں تہ و بالا کر دیا۔ اور جو کچھ مسلمانوں نے ہندوؤں کا حال کیا تھا۔ اُن کا نمونہ بجنسہٖ اُن پر کر دکھلایا۔ حالانکہ بڑے بڑے راجپوت اور ہندو راجے جن کے دہرم کی حمایت میں وہ اپنا خون بہاتے تھے۔ اُن کے بالکل برخلاف تھے کِسی نے اُن کو مدد نہیں دی۔ اور سچ تو یوں ہے کہ اگر **بندہ** اپنے مرشد **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی النصایح سے منحرف ہو کر تت خالصہ کی جنہوں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ عام ناراضگی نہ حاصل کرتا۔ تو یہ مسلمانوں سے کبھی مغلوب نہ ہوتا۔ اِس کی شجاعت اور ہمت کی نظیر دنیا میں بہت کم نظر آتی ہے۔ دراصل یہ ایک فقیر آدمی تھا۔ اور اِس کے ہاتھوں اسقدر جور و ستم کا وقوع میں آنا بالکل بمنشاء ایزدی معلوم ہوتا ہے۔ جو کچھ مسلمانوں پر اِس کا جبر و تشدّد ہوا۔ وہ بالکل خدا کی طرف سے اُن کے خود کردہ جور و ستم کی جزا میں جو اُنہوں نے ہندوؤں پر ناحق اور خلاف انسانیت کیئے تھے ملنا پایا جاتا ہے +

(تتّ خالصہ)

اب تتّ خالصہ کا حال جس کے برخلاف ہونے سے بندہ مغلوب ہوا۔ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے +

جب عبد الصمد خاں تورانی کو **فرخ سیر** نے اِس خدمت کے صلہ میں کہ اُس نے **بندہ** کو گرفتار کر لیا۔ لاہور کا ناظم بنا کر بھیجدیا۔ تو اُس نے تعصب سے کچھ مدت بعد **فرخ سیر** کے مرجانے پر سکھوں کے گروہ کو **بندہ** جیسے عالی حوصلہ

سرداروں سے خالی پاکر یہ چال چلی۔ کہ اوّل تو تت خالصہ کی وہ جاگیر جو اُن کو بادشاہ کی طرف سے امن قایم رکھنے کے لیئے ملی تھی ضبط کر لیا۔ جسکی وجہ سے بہت سے تو اپنے اپنے گھروں پر جاکر کاشتکار بنگئے۔ کچھ دہرم سالوں اور گوردواروں میں بیٹھ گئے۔ اور بقیہ راجپوتانہ کے راجاؤں کے یہاں جاکر فوج میں نوکر ہوگئے۔ اور بعض بعض سردار جو صاحب مقدرت تھے۔ وہ سَو سَو اور پچاس پچاس سکھ سواروں کو اپنے پاس نوکر رکھکے اپنے اپنے مسکن پر جا بیٹھے۔ بعد جب سب سکھ اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے۔ اور اُن کا ایک نہایت طاقتور جتھا امرتسر اُن کے مذہبی دار السلطنت کے مقام سے ٹوٹ گیا۔ تو اُن پانچسو سکھوں کی تنخواہ میں بھی جو اس کے یہاں ایک روپیہ یومیہ پر ملازم رکھے گئے تھے ۔۸ روپیہ یومیہ پر کمی کا حکم دیا۔ اِس تخفیف تنخواہ سے نصف سے زیادہ سکھ تو استعفا دیکر اپنے اپنے وطن کو چلے گئے۔ باقی صرف دو سو کے قریب اُس کی ملازمت میں جو بہت غریب تھے رہ گئے ۔ اب جب عبد الصمد خان نے دیکھا۔ کہ میدان بالکل خالی ہے۔ اور سکھوں کی طاقت کو ہر طرح سے کمزور کر لیا ہے۔ تو اُس نے سکھوں کے جور و ستم کی تصویریں (جو انہوں نے مسلمانوں پر اہل ہنود کا انتقام لینے میں کیئے تھے) اپنے سینہ کے البم میں سے نکال نکال کر روزمرہ اپنی یادداشت کو تر و تازہ کرنے لگا۔ اور بجائے اِس کے کہ اپنی قوم کے لگاتار وحشیانہ ظلم کی تصاویر کو حال کے فوٹو سے مقابلہ کرکے کچھ عبرت پکڑتا۔ پھر انہی میں رنگ بھرنے لگا۔ یعنی اپنی قلمرو میں مگھر سمت ۱۷۷۱ بکرم کو اول یہ حکم دیا۔ کہ "سکھوں سے بہ نسبت دیگر اقوام کے دوگنا محصول وصول کیا جائے"۔ پھر کہا کہ جس کسی کی جائداد سکھوں نے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لی ہے۔ یا اُن کا مال لوٹ لیا ہے۔ وہ ہماری عدالت میں عرضی دیں۔ اُن کی دادرسی کی جائیگی"۔ بقول شخصیکہ ؎ چو خواہد کہ ویراں کند عالمے نہد ملک در پنجۂ ظالمے ۔ یہ سنتے ہی ہزارہا متعصب مسلمانوں نے خواہ نخواہ اُن سکھوں پر بھی جو اُن کے دیہات میں فقط کاشتکاری سے ہی اوقات بسری کرتے تھے۔ اور جنگی مسلح گروہ کے ساتھ کبھی شامل بھی نہ ہوئے تھے: نالشیں ہو ہو کر اُن کی کل جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو ضبط کرا دیا۔ اِس اندھیر کھاتے کو دیکھکر مسلمان تو درکنار ہندوؤں نے بھی سکھوں پر جھوٹے جھوٹے دعوے دائر کرنے شروع کر دیئے۔ کوئی سکھ پنجاب میں ایسا باقی نہ رہا جس پر چھ چھ سات سات نالشیں نہ دایر ہوئی ہوں جس پر خون کا دعوے ہوا۔ وہ فوراً بلا تحقیقات قتل کیا گیا۔ غرض بیچارے سکھوں پر مسلمان حاکموں نے قیامت ڈھا دی۔ سب سکھ اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ چھوڑ کے ملک راجپوتانہ و مالوہ وغیرہ میں چلے گئے۔ پیچھے سے مسلمانوں نے سکھوں کے گوردواروں اور پرستش گاہوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا اور ہندوؤں کو بھی بزور مسلمان بنانے لگے ۔

سکھوں کا پھر جمع ہوکر مسلمانوں پر غالب آنا

اور جب راجپوتانہ میں سکھوں کو اپنے گوردوارہ ہائے کی مسماری اور مسلمانوں کی زبردستی کا حال معلوم ہوا تو سکھوں نے پھر اتفاق کرکے ماہ چیت سمت ۱۷۸۱ بکرم میں پنجاب کی طرف کوچ کیا۔ اور قافلہ بہ قافلہ پنجاب میں داخل ہوگئے ۔ اور جس جس نے سکھوں پر جھوٹے جھوٹے اتہام لگاکر اُن کو نقصان پہنچایا تھا سب کو چُن چُن کر دنیا میں سے نیست و نابود کیا۔ اور تمام ملک میں پھر دفعتاً مور و ملخ کی طرح پھیل گئے۔ مسلمانوں کے تمام دیہات ویران کر دیئے جیل خانوں کو توڑ توڑ کر قیدیوں کو ہمراہ کر لیا۔ اور تین سال تک برابر کشت و خون کا ایسا بازار گرم کیا۔ کہ مسلمان الامان

الاماں پکار اُٹھے۔ تمام سکھّوں کو جن کی جائدادیں ضبط ہوگئی تھیں۔ از سرِ نو اُن کی وراثت پر قابض کیا۔ اور مسلمانوں کو گرفتار کر کے اُن کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اُنہوں نے سکھوں اور ہندوؤں کے ساتھ کیا تھا۔ اُن کو پکڑ پکڑ کے زندہ آگ میں جلا دینا اور اُن کے منہ میں سوّر کا گوشت زبردستی ٹھوس دینا۔ گویا روزمرّہ کا کھیل کر رکھا تھا۔ ہرچند حاکمان شاہی نے اِن کا نیست و نابود کرنا چاہا۔ مگر سکھّوں کی خونخوار تلوار کے سامنے اُن کی کچھ پیش نہ گئی ٭

بندئی سکھ اور گورو کے سکھّوں کا باہم مقابلہ

اب سکھّوں نے جب دیکھا۔ کہ وہ پھر تمام پنجاب پر غالب آگئے ہیں۔ تو اُنہوں نے امرتسر کے میلہ دیوالی کو جو سمت ۱۷۷۱ بکرمی سے مسلمانوں نے بند کر رکھّا تھا پھر قایم کرنا چاہا۔ چنانچہ جابجا پنجاب کے سکھّوں کو لکھ بھیجا۔ کہ سب لوگ موقعہ میلہ دیپ مالا سمت ۱۷۸۲ بکرمی امرتسر جی حاضر ہو کر میلہ کو رونق دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ کہ ہر طرف سے سکھّوں کا قافلہ امرتسر میں دیوالی کے میلہ پر آنے لگا۔ اور میلہ کو بہت رونق ہوئی۔ علاوہ بیشمار پارچات اور تحایف کے تیرہ ہزار روپیہ نقد ہرمندر جی میں پوجا کی آمدنی ہوئی جس کی تقسیم میں بندئی سکھ اور گورو کے سکھّوں میں باہم تکرار ہو پڑا۔ اور دونوں طرف سے کچھ دیر تک باہم خوب تلوار چلی۔ بہت سے سکھ مارے گئے۔ آخرکار بھائی منی سنگھ صاحب نے جو بہت لایق شخص تھے۔ دونوں طرف کے لوگوں کو سمجھا بوجھا کر ٹھنڈا کیا۔ اور اِس نزاع کا اِس مضمون کی چٹھی ڈال کر فیصلہ کرنے کے لیئے ہردو فریق کو رضامند کیا۔ کہ ایک ٹکڑے کاغذ پر ”واہگورو جی کی فتح“ اور دوسرے پر بندہ کی لوایجاد ”درشن فتح“ لکھکر ہر کی پوڑی پر پھینک دیجاوے۔ اور جو چٹھی پہلے پانی میں ڈوب جاوے۔ اُس فریق کا آمدنی دربار صاحب پر کچھ دعوےٰ نہوگا۔ اور اگر دونوں ایک ساتھ تہ نشین ہونگی۔ تو نصف نصف حصّہ دونوں فریق آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ مگر قدرت ایزدی ایسی ہوئی۔ کہ ”واہگورو جی کی فتح“ والی چٹھی سے لوایجاد ”درشن فتح“ کی چٹھی جو بندہ کے سکھّوں کی طرف سے تھی پہلے غرقاب ہوئی۔ اور اِسلیئے فیصلہ گورو کے سکھّوں کے حق میں ہؤا۔ اور بندہ کے سکھّوں کو ہر ایک گوردوارہ کی آمدنی سے لاچار نے دعوے ہونا پڑا۔ بلکہ اِس چٹھی کے فیصلہ کا بندہ کے سکھّوں پر ایسا اثر پڑا۔ کہ اُن میں سے بہت بندہ کے اعتقاد سے منحرف ہو کر گورو کے سکھ بن گئے۔ اور تتّ خالصہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اب امرتسر میں ہرسال دیوالی کا میلہ لگنا شروع ہوگیا۔ اور سکھّوں نے تین تین سو اور چار چار سو کی جماعت میں ہو کر پنجاب کے مختلف قلعجات پر قبضہ کرلیا۔ اور پیشتر کی طرح مسلمانوں کی بربادی اور لوٹ مار پر کمربستہ ہو کر جو گورو گوبند سنگھ صاحب نے مسلمانوں کے جہاد کے مقابلہ پر اپنے فرقہ میں جاری کیا تھا۔ پنجاب کے جابجا حصّوں میں دورہ کرنے لگے۔ جس مسلمان کو اپنے گرد نواح میں صاحب مقدرت اور مال دار پاتے اُسپر حملہ آور ہو کے اُسکا تمام مال و اسباب لوٹ لیتے۔ اور اُسکو مار ڈالتے ٭

سکھّوں کے تنبیہ میں ایک گشتی فوج کا مقرر ہونا

آخرکار جب اِس غدر کی خبر محمد شاہ بادشاہِ دہلی کو پہنچی۔ تو اُس نے عبدالصمد خاں کو اِس بدنظمی کے قصور میں لاہور سے ملتان تبدیل کردیا۔ اور اُس کی جگہ محمد ذکریا خاں اُس کے بیٹے کو جو اُسوقت دہلی میں تھا۔ اُس سے زیادہ لایق اور منتظم خیال کر کے لاہور کا ناظم مقرر کیا۔ اِس نے جو عموماً خان بہادر کے نام سے مشہور تھا

لاہور پہنچتے ہی دیوان لکھپت رائے کو اپنا مدار المہام بنا کر اُس کی صلاح سے سکھوں کے انتظام کے لیئے ایک گشتی فوج بسرکردگی موسن خاں بھرتی کی۔ اب یہ فوج لاہور کی نظامت کے مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر سکھوں کے غدر کو اسطرح فرو کرنے کے درپے ہوئی۔ کہ جہاں جہاں سکھوں کا کوئی گروہ سنا جاتا۔ وہاں وہاں پہنچکر اُن کا مقابلہ کرکے اُن کو منتشر کر دیتی ؛

سکھوں کا چودہری صاحب رائے سے فساد

ان دنوں میں چند سکھ موضع نوشہرہ ضلع لاہور میں کاشتکاری کرتے تھے۔ مگر وہاں کا چودہری صاحب رائے اپنی گھوڑیوں کو سکھوں کی زراعت میں دیدہ و دانستہ چرنے کے واسطے چھوڑ دیتا۔ اور جب سکھ لوگ شکایت کرتے۔ تو اُن سے نہایت بدسلوکی سے پیش آتا۔ بلکہ یہ کہتا۔ کہ جبتک میں مسلمانوں سے تمہارے سر کے بال کٹوا کر اُن کی رسیوں سے اپنی گھوڑیوں کو نہیں باندھ لیتا۔ اور تمکو حاکم لاہور کے جیل خانہ میں ڈلوا کر تمہارے پیروں میں زنجیریں نہیں ڈلوا لیتا۔ میرے دل کو کبھی قرار نہیں آئیگا۔ آخر کار سکھوں نے تنگ آکر مگھیل سنگھ و امر سنگھ سکنائے موضع بھوسہ کی معرفت صاحب رائے کی گھوڑیوں کو چورا کر ملک مالوہ میں سردار آلا سنگھ کے پاس بھجوا دیا۔ جہاں سے اُن کو فروخت کرکے اُنکی قیمت شہید تارا سنگھ جی کے لنگر (سدابرت) میں پہنچا دی گئی ؛

سکھوں میں **تارا سنگھ** ایک نہایت مشہور اور مستقل مزاج بہادر ہو گذرا ہے۔ یہ موضع ڈالوان پرگنہ پٹی ضلع امرتسر اپنی خاص ملکیت میں ایک خام گڑھی بنا کر رہتا تھا۔ اور غرباء کے لیئے ایک عام لنگر یعنی سدابرت جاری کر رکھا تھا۔ ایک بڑی طاقتور جماعت بہادر سکھوں کی اُس کے پاس ہمیشہ رہا کرتی تھی۔ جو مسلمانوں کے دیہات برباد کرکے جو کچھ لوٹ مار سے ہاتھ آتا۔ وہ سب سدابرت میں ڈال دیتی۔ چونکہ اکثر مجرمان شاہی بھی اس کے پاس آکر پناہ لیتے تھے۔ اِسلیئے چودہری صاحب رائے تھانہ دار پٹی کو ہمراہ لیکر **شہید تارا سنگھ جی** کے پاس پہنچا۔ اور مجرمان گھوڑی کو طلب کیا۔ چونکہ اُسوقت سکھ لوگ اِدھر اُدھر پر گئے ہوئے تھے۔ اِسلیئے **شہید تارا سنگھ صاحب** نے لاعلمی ظاہر کی۔ مگر چودہری صاحب رائے نے تھانہ دار کو اشتعال دیکر تارا سنگھ صاحب کی خانہ تلاشی لینے پر مجبور کیا۔ مگر اُنہوں نے تلاشی دینے سے بالکل انکار کیا۔ بلکہ تھانہ دار کے ساتھ نہایت مقابلہ سے پیش آئے۔ اور دونوں طرف سے تلوار چلنی شروع ہو گئی۔ انجام کار تھانہ دار معہ اپنے چند ہمراہیوں کے قتل ہوا۔ اور چودہری صاحب رائے کو گرفتار کرکے شہید **تارا سنگھ** نے اپنے سکھوں کو حکم دیا۔ کہ جسطرح یہ تمہارے بال کٹوانے کو پھرتا تھا۔ اب تم پہلے اس کے سر کے بال ہی جوتیوں سے اُڑا دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ ایک لمحہ میں اُس کے سر کے بال اُڑا دیئے گئے۔ اور کہا۔ کہ جا اپنے کسی اور حمایتی کو بھی چڑھا لا ؛

مرزا جعفر بیگ فوجدار پٹی کا سکھوں سے مقابلہ

چودہری صاحب رائے نے اپنی ساری سرگذشت مرزا جعفر بیگ فوجدار قصبہ پٹی سے جا کر بیان کی۔ اور وہ پانچسو سوار و پیادہ اپنے ہمراہ لیکر پھاگن سمبت ۱۷۸۳ بکرمی میں شہید **تارا سنگھ** پر چڑھ آیا۔ اُدہر سے سکھ بھی جو اسوقت صرف قریب ایک سو کے وہاں موجود تھے۔ اُن کے استقبال میں حاضر ہو کر اپنی تلوار اور بہادری کے ہاتھ دکھلانے لگے۔ حالانکہ سکھوں کی تعداد بمقابلہ مسلمانوں کے کچھ بھی نہ تھی۔ مگر پھر بھی سکھ اپنی بہادری اور شجاعت سے اُن پر غالب

آئے۔ فوجدار مذکور کا برادر زادہ معہ بہت سے مسلمانوں کے لقمۂ تیغ ہوا۔ اور مرزا خود زخمی ہوکر موضع ماڑہی کمبو میں چار کوس کے فاصلہ پر پیچھے ہٹ گیا ⁂

> تارا سنگھ کا لاہور کی فوج سے لڑکر شہید ہونا۔

بعد ازاں مرزا نے خان بہادر ناظم لاہور کو اپنے حال سے اطلاع دیکر مدد مانگ بھیجی۔ اور وہاں سے چار ہزار سوار مومن خاں فوجدار پانچہزاری کے زیر حکم **تارا سنگھ شہید** کی گرفتاری کے واسطے مامور ہوئے۔ اُدھر جبتک مومن خاں پہنچے۔ **تارا سنگھ** نے بھی اپنے پاس قریب چار پانچ سو سکھوں کے جمع کر لیئے جب مقابلہ کا وقت آیا۔ تو بیان کیا گیا ہے۔ کہ **تارا سنگھ** نے تمام سکھوں سے مخاطب ہوکر کہا۔ کہ یہ وقت جان دینے کا ہے۔ جس کو اپنی جان عزیز ہو وہ بجائے اس کے کہ ہمارے ساتھ جنگ میں شریک ہوکر ہمکو شرمندگی دلاوے ابھی سے اپنے گھر چلا جاوے۔ ہاں جس کو مرتبہ شہیدی کا حاصل کرنا منظور ہو۔ وہ آج میدان میں خوشی سے جوانمردی کے ہاتھ دکھلاوے چنانچہ بہت سے سکھ تو جو صرف لنگر کی روٹی کھانے کو ہی مرد تھے۔ دُم دبا کر ادھر اُدھر ہو گئے صرف قریب دو تین سو کے ایسے نکلے جو اشنان و دھیان کر کے کھانا وغیرہ تناول کر نشہ پی ہتھیار وغیرہ لگا مونچھوں پر تاؤ دیتے میدان میں جا گرجے ⁂ اور نالہ کے کنارہ پر جو ابتک وہاں موجود ہے۔ مورچہ باندھ کے بندوقوں کی باڑھ سر کرنے لگے۔ جبتک گولی بارود پاس رہا اُس سے کام لیتے رہے۔ بعد ازاں تیروں پر نوبت پہنچی۔ جب اُنہوں نے بھی جواب دیا۔ تو تلواریں کھینچ کھینچ کے اکال اکال کہتے ہوئے مسلمانوں کی فوج میں گھس پڑے۔ دشمن کو آگے قدم بڑہانے کی جرأت نہ کرنے دی۔ ہزاروں مسلمانوں کا کام تمام کیا۔ آخر کو تقی بیگ تورانی اور جنگ دلیر نے جو اُسوقت ہاتھی پر سوار تھے **تارا سنگھ** پر تیروں کی بھرمار کرتے ہوئے اُسکو پکار کے کہا۔ کہ سنبھل جائے۔ اتنے ہی میں **تارا سنگھ** گھوڑا دوڑا کر اُن کے اوپر جا لپکا۔ اور ایسی تلوار ماری۔ کہ مرزا کو زخمی کرتی ہاتھی کا کان اُڑاتی فیل کے دانت پر جا بیٹھی۔ جو چیخ مار کر پیچھے کو بھاگ گیا۔ مومن خاں تقی بیگ کے منہ سے خون نکلتا دیکھکر کہنے لگا۔ کہ کیا مرزا صاحب آپ پان کھا رہے ہیں؟ جس کے جواب میں اُس نے کہا۔ کہ خان صاحب! تارا سنگھ بیڑا دیتا ہے۔ ذرا آپ بھی آگے بڑھکر لیں۔ وہ تو یہ کہکے جان بحق ہوا۔ مگر مرید خاں برادر زادہ مومن خاں اپنا فیل **تارا سنگھ** کی طرف رواں کر کے تیروں کی بوچھاڑ کرنے لگا۔ یہ دیکھکر ایک بہادر سکھ بھیم سنگھ نامی جو ایک نہایت تیز پھرتیلا تھا۔ بڑی پھرتی سے اُچھلکر ہاتھی کے ہودج پر جا پہنچا۔ اور مرید خاں کے سر کو مثل کدو کے کاٹ کر زمین پر پھینک دیا۔ مگر چونکہ مسلمانوں کی فوج کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ اور یہ بیچارے بہادر سکھ صرف دو تین سو کے قریب تھے۔ ان کی کہانتک پیش جاتی۔ آخر کار کل سکھ معہ اپنے **تارا سنگھ** سردار کے مسلمانوں کی لفف سے زیادہ فوج کا کام تمام کر کے اور اُن کے مشہور مشہور سرداروں کے سر جدا کر کے لڑتے لڑتے میدان میں ہی شہید ہو گئے۔ اور اُن کی یادگار میں ابتک وہاں ایک شہید گنج بنا ہوا ہے ⁂

سکھوں نے خزانہ شاہی اور کئی دفعہ مال سوداگران لوٹ لیا ؛

حالانکہ سکھوں کے غدر رفع دفع کرنے کے علاج میں جابجا گشتی فوج بھی مقرر تھی۔ مگر یہ قوم کچھ ایسی زبردست اور بہادر مٹی کی بنی ہوئی تھی۔ کہ ان کی کچھ پرواہ نہ کرتی۔ اور اپنی لوٹ مار کے بازار کو ہمیشہ گرم رکھتی۔
قصبہ چونڈہ، میرآں پور ضلع امرتسر کے سکھوں نے کئی مرتبہ بادشاہی خزانہ کو جو لگان اراضی سے وصول ہو کر لاہور کی تحویل میں داخل ہونے کے لئے جایا کرتا تھا لوٹ لیا ؛

ایک مرتبہ دربارا سنگھ و فتح سنگھ و کھڑک سنگھ اور رگھا سنگھ و جوہر سنگھ وغیرہ سرداراں قافلہ ہائے سکھوں نے تحصیل قصور کا خزانہ لاہور کو جاتا ہؤا متصل موضع کانا کاچھہ ضلع لاہور کے لوٹ لیا۔ اور محافظان کو قتل کر ڈالا۔ اور جب گشتی فوج ان کے سراغ میں آئی۔ تو سانڈل بار کے جنگل میں جو دریائے راوی کے کنارہ پر واقع تھا گھس گئے۔ گشتی فوج نے ان کی گرفتاری کے لئے بہت ہاتھ پیر مارے لیکن وہ ہاتھ نہ آئے ؛

انہی ایام میں مرتضٰے خاں قندہاری سوداگر چند راس اسپ نہایت بیش قیمت دہلی کو لئے جاتا تھا۔ اس کو بھی سکھوں نے جنڈیالہ ضلع امرتسر کے قریب لوٹ لیا ؛ پھر مسمّی جعفر خاں دس ہزاری خسر پورہ بادشاہ دہلی کو جو معہ اپنے قبایل کے کابل سے دہلی کو جاتا تھا۔ باگھ سنگھ اہلو والیہ باشندہ موضع گور و سر نے گوئندوال کے گھاٹ پر اس بری طرح سے لوٹ مار کر پامال کیا جس کا بیاں نہیں۔ سکھ لوگ سوائے مسلمانوں کے ہندوؤں پر کبھی حملہ آور نہ ہوتے تھے۔ اور نہ ان کے مال کو لوٹتے تھے بلکہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ سکھوں نے پرتاپ چند کھتری ساکن سیالکوٹ کے شتروں کو جو خطہ کشمیر کے تحایف پشمینہ وغیرہ سے لدے ہوئے دہلی کو جاتے تھے۔ نادانستگی سے مسلمان سوداگر کے دھوکہ میں لوٹ لیا۔ مگر جب معلوم ہؤا۔ کہ وہ مال ہندو سوداگر کا تھا۔ تو سب اسکو واپس کر دیا ؛

اسیطرح اندنوں سکھ لوگ سو سو دو دو سو کے جھنڈ میں ہو کر تمام ملک پنجاب میں دورہ کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو لوٹ کھسوٹ کر انہیں جہانتک بن پڑتا تباہ کرتے۔ خاص لاہور کے بازاروں میں بھی پہنچ پہنچ کر اپنا ہاتھ دکھا آتے۔ اور گشتی فوج کے بالکل ہاتھ نہ آتے ؛

موقع شادی فرزند بہادر سنگھ پر سکھوں کا گھیرا جانا ؛

اسی سال سمت ۱۸۲۱ بکرمی کے آخیر میں جب بہادر سنگھ کے لڑکے کی شادی کے موقع پر موضع چونڈہ ضلع امرتسر میں سکھوں کا بہت اجتماع ہؤا۔ تو موضع ماڑی کے آدمیوں نے حاکم پٹی کے پاس مخبری کر کے گشتی فوج کو منگا بھیجا۔ جس نے سکھوں کو فوراً آکر گھیر لیا۔ مگر بہادر سکھ تلواریں کھینچ کھینچ کر نہایت دلیری اور حوصلہ سے مسلمانوں کو مارتے مرتے نکل گئے۔ اور بہت سے وہیں شہید ہو گئے۔ گشتی فوج دیکھتی ہی رہ گئی۔ پھر گشتی فوج نے ان کے بال بچوں اور عورتوں کو تکلیف دینا شروع کیا۔ سکھوں کی عورتوں نے بھی بڑی سرگرمی سے ان کا مقابلہ کیا۔ اور فوج کو بہت نقصان پہنچایا ؛ ناچار ان کو بھاگتے ہی بن پڑا ؛ غرض کہ ملک پنجاب میں ان دنوں جابجا یہی حال ہو رہا تھا۔ گشتی فوج نے ہر چند سکھوں کے غدر کو دفع کرنا چاہا مگر کچھ پیش نہ گئی ؛

سکھوں کی دیکھا دیکھی دوسری اقوام کا بھی ملک میں غدر مچانا ؂

سکھوں کی یہ حالت دیکھکر کہ ہر طرف وہ مسلمانوں کے دیہات کو لوٹ مار کر برباد کردیتے ہیں۔ اور تمام ملک پنجاب میں متواتر ڈکیتیوں اور حملوں کے باعث ایک اندھیر مچ رہا ہے۔ بہت سی دوسری اقوام مثل پچادھے و بھٹی وڈو گروسیال و بلوچ اور جٹ وغیرہ بھی لوٹ مار کے سکھوں کے ساتھ ملک برباد کرنے لگے۔ چنانچہ مسمیان لکھنا پیڑا۔ جودہا سیدا وغیرہ ساکنان مواضعات ہلواڑہ واندڑ و ضلع فیروزپور و بہیگڑاں۔ بوتا۔ بولاڈہا۔ رانیاں وغیرہ علاقہ ــــ نے ملک میں اسقدر ڈکیتیوں اور لوٹ مار کا زور دیا۔ کہ صدہا دیہات برباد ہو گئے۔ اس زمانہ میں اُن کے حملوں کو لوگ دہاڑا پیٹر اکٹک کے نام سے پکارتے ہیں۔

اشتہار واسطے گرفتاری سکھاں۔

آخرالامر جب حاکمان سرہند۔ لاہور و جالندھر وغیرہ نے دیکھا۔ کہ ملک کی حالت دن بدن ابتر ہوتی جاتی ہے۔ تو انہوں نے عام اشتہار دیا۔ کہ فی سکھ کی مخبری کرنے والے کو ۵ؔ۔ اور پکڑوانے والے کو ۱۰ؔ تھانہ میں حاضر کرنیوالے کو ۲۰ؔ اور سر کاٹ کر لانیوالے کو مبلغ ۲۵ؔ بادشاہ کی طرف سے انعام دیا جاویگا۔ اور جو شخص اس سے بھی زیادہ مدد دیگا۔ اُس کو جاگیر عطا ہوگی۔ چنانچہ اس لالچ پر صدہا ہندو اور مسلمانوں نے اتفاق کرکے اپنے مختلف گروہ قایم کیئے۔ اور جا بجا دورہ کرکے جہاں کہیں دس بارہ سکھ غافل بیٹھے ہوئے یا بلا ہتھیار پھرتے ملجاتے اُن کو گرفتار کرکے زندہ یا اُن سے مقابلہ کرکے اُن کے سر قتل کرکے تھانہ دار کے پاس بھجوا دیتے۔ اور وہاں سے انعام مقررہ حاصل کرتے۔ تھانہ دار اُن سکھوں کو جو اُس کے پاس پکڑے ہوئے آتے نہایت عذاب سے مروا ڈالتا۔ مگر اس پر بھی سکھوں کی طاقت میں کمی نہ ہوئی ؂

اُس زمانہ میں پنجاب کا ملک بالکل تباہ ہو گیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں کے گھروں میں مٹی کے توے چڑھنے لگ گئے تھے اُدھر سکھوں کے غدر اور رہزنوں و ڈاکوؤں کا جبر۔ اُدھر بادشاہی محصول کا تقاضا۔ بیچاری رعایا کا ناک میں دم آگیا۔ غرض دریائے جمن سے لیکر اٹک تک رعیت پر ایسا صدمہ گذرا۔ کہ لوگ بھوک کے عذاب سے مرنے لگے۔ اور ہر کس و ناکس کیا ہندو کیا مسلمان سب لوٹ کھسوٹ پر کمربستہ ہو گئے۔ ایک اندھیر مچ گیا۔ کوئی کسی کو پوچھنے والا نہ رہا۔ حاکموں کا خوف رعایا کے دل پر سے بالکل اُٹھ گیا ؂

وصولی خراج از نظامت لاہور

جب یہ حال ہوا۔ تو نظامت لاہور کا خراج بھی تین سال تک دہلی نہ پہنچا۔ اور آخر کو بادشاہ ہیبت خان اور عبداللہ خاں دو ہزار سپاہ روہیلہ کے ساتھ نظامت لاہور پر بطور دستک روانہ کرکے حکم دیا۔ کہ جبتک خراج ادا نہو۔ پانچہزار روپیہ روزانہ اپنے خرچ کا اُن سے وصول کرتے رہنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آخرکار خان بہادر صوبہ لاہور نے دستک سے تنگ آکر روہیلوں کو کچھ رشوت دے کے اور کئی لاکھ روپیہ خراج کا بھی ادا کرکے رخصت کیا ؂

سکھوں نے خراج شاہی کو لوٹ لیا

جب سکھوں کو یہ خبر پہنچی۔ کہ کئی لاکھ روپیہ خراج کا لاہور سے وصول ہوکے دہلی کو جاتا ہے۔ تو وہ پرگنہ ترنتارن متصل سرائے نورالدین کے پہنچکر دو قافلوں میں ہو گئے۔ ایک قافلہ نے صبح کے وقت روہیلوں پر حملہ کیا۔ وہ جب مقابلہ میں نہایت ثابت قدمی سے پیش آئے تو سکھ دیدہ و دانستہ پیچھے ہٹ گئے۔ روہیلوں نے اُن کا تعاقب کیا جب دور تک نکل گئے۔ تو سکھوں کے دوسرے قافلہ نے جو اس موقع کے انتظار میں نزدیک ہی خاموش کھڑے تھے۔ یکبارگی خزانہ پر

حملہ کرکے اُس کے محافظان کو قتل کیا۔ اور خزانہ لوٹ کے اپنے اپنے گھوڑوں پر لاد کر جنگل میں جا گھسے۔ اگرچہ روہیلوں اور کشتی فوج دونوں نے ملکر سکھوں کی بہت جستجو کی۔ مگر یہ بہادر اُن کے ہاتھ نہ آئے ؞ بعد ازاں سکھ لوگ اِس روپیہ سے سامان جنگ گھوڑے زین ہتھیار گولہ بارود وغیرہ خرید کرکے کچھ مدت کے لیئے پھر آسودہ حال ہو گئے ؞

بادشاہی فوج سکھوں کی تنبیہ کے لیئے دہلی سے روانہ ہوئی ؞

جب **محمد شاہ** بادشاہ کو خزانہ کے لوٹے جانے کی خبر پہنچی۔ تو اُس نے اُسیوقت سمبت ۱۷۹۸ بکرمی میں واسطے انتظام سکھوں کے بیس ہزار روہیلے سوار و پیادہ زیر حکم نواب نجیب خاں نجم الدولہ و صفدر خاں ظفر جنگ و مومن خاں پنجاب کیطرف روانہ کیئے۔ اور حاکمان پنجاب کے نام تاکیدی فرمان علیحدہ جاری کیئے۔ کہ وے بھی اپنی اپنی فوج لیکر ملک کے انتظام میں نہایت سرگرمی سے کوشش کریں۔ اور فساد کو فرو کرنے کے درپے ہوں ؞

سکھ پہاڑوں پر چڑھ گئے ؞

اُدھر جب سکھوں کو بادشاہی فوج کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ تو وہ سب مصلحت وقت سمجھکر پہاڑوں اور ملک راجپوتانہ کی طرف چلے گئے ؞ بادشاہی فوج نے دو ایک چھوٹے چھوٹے گروہوں کو جو اُن کے سامنے آئے۔ اور نیز اُن کو جو کاشتکاری سے اپنی اوقات بسری کرتے تھے پکڑ پکڑ کے قتل کرنا شروع کیا۔ یا جبراً مسلمان بنالیا۔ جو ڈاڑھی و بال والا آدمی ہاتھ آجاتا۔ خواہ وہ سکھ ہوتا یا نہ ہوتا۔ اُس کو مسلمان لوگ پکڑ کے ضرور قتل کر دیتے یا مسلمان بنا لیتے۔ آخرش بادشاہی فوج کچھ مدت تک ملک میں اِسطرح سے دورہ کرکے واپس چلی گئی ؞

وہ سکھ جو مسلمان کیئے گئے تھے۔ دوبارہ سکھ بنائے گئے ؞

بعد ازاں رفتہ رفتہ اُن تمام سکھوں کو جو جبراً مسلمان بنائے گئے تھے۔ گورو کے سکھوں نے اِس سند پر کہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے ایک مرتبہ سمبت ۱۷۶۲ بکرمی میں رام سنگھ کو جو آنندپور کی لڑائی میں گرفتار ہوکر زبردستی مسلمان بنایا گیا تھا۔ دوبارہ امرت چھکا کر شامل خالصہ مذہب کر لیا تھا) امرت چھکا چھکا کر پھر سکھ بنالیا ؞

سکھوں کا پھر دوبارہ پنجاب میں داخل ہوکر غدر مچانا ؞

اب پھر سمبت ۱۸۰۴ بکرم میں جب سکھوں نے دیکھا۔ کہ بادشاہی فوج دہلی کو واپس چلی گئی ہے۔ اور نواب خان بہادر نے بھی بادشاہ کو لکھ بھیجا ہے۔ کہ سکھوں کا اب نام و نشان باقی نہیں رہا۔ تو پہاڑوں سے نکل نکل کر پنجاب میں داخل ہونے لگے۔ اور وہ گروہ بھی جو راجپوتانہ کی طرف چلا گیا تھا۔ واپس آگیا ؞ غرض سکھوں نے پھر از سر نو ساون کے بادلوں کی طرح نواب خان بہادر کو اپنی شکل آدکھائی ؞ اور لوٹ مار کی اپنی قدیمی رنگت ہر جگہ آجمائی۔ اور بجلی کیطرح ایک جگہ چمکے تو دوسری جگہ جا گرجے۔ مسلمانوں پر پھر وہی قیامت ڈھادی۔ حتےٰ کہ کئی دفعہ خاص لاہور کے کئی بازاروں میں روز روشن میں دھاوا مار کے لوٹ کھسوٹ کے ہاتھ دکھلانے لگے۔ اور بیچارے خان بہادر کو کھانا پینا بھی حرام کر دیا ؞

نواب خان بہادر نے لاہور میں حیدری جھنڈا کھڑا کیا ؞

آخر خان بہادر نے قاضیوں کے مشورہ سے لاہور میں ایک حیدری جھنڈا کھڑا کرکے تمام ملک میں منادی کرادی۔ کہ ہر ایک مسلمان دیندار کو چاہیئے۔ کہ اپنے اپنے ہتھیار لیکر ان کافر سکھوں دشمنان دین کے نیست و نابود کرنے کے لیئے اِس حیدری جھنڈے کے ساتھ شامل ہو جاوے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں پنجاب کے ہزارہا مسلمان اقوام جٹ۔ چٹھہ۔ بلوچ۔ مغل۔ پٹھان۔ ڈوگر۔ رنگھڑ۔ شیخ۔ سید وغیرہ وغیرہ ہاتھوں میں مہندی لگا لگا کر اور

کنگنا باندہ باندہ کے مذہبی لڑائی سمجھکر حیدری جھنڈے کے ساتھ لاہور میں شامل ہوگئے۔ اور قریب ایک لاکھ آدمی کے جمع ہو گیا۔ تمام نامی نامی مسلمان روساء مثلاً مرزا حاجی بیگ و مرتضےٰ خاں مغل تاجران۔ دولت خاں نجیب آبادی و حسین خاں افغان قصوری و جعفر خاں و سلیم خاں و تقی بیگ و شمس الدین وغیرہ زمینداران جالندھر اپنی اپنی سپاہ کو ساتھ لیکر اُس علم کے ساتھ شامل ہوئے۔ پہاڑ چند نبیرہ دیوان ٹوڈرمل وغیرہ جیسے بہت سے ہندو روساء بھی مسلمانوں کے خوف سے اُن کے ساتھ شامل ہوگئے۔ غرض صوبہ لاہور نے سمت ۱۷۸۹ بکرم میں بہ ساعت سعید بہت سا سامان جنگ و التواپ وغیرہ اُس حیدری جھنڈے کے ساتھ دیکر میر عنایت اللہ کے حکم میں سکھوں کی طرف روانہ کردیا۔

سکھوں کا تیس ہزار کی تعداد میں کاہنواں کے جنگل ضلع گورداسپور میں اکٹھے ہونا اور حیدری جھنڈے کا جنگل کے گرد آ اترنا۔

اُدھر خالصہ پنتھ یعنی سکھ لوگ بھی اس حال سے آگاہی پاکر جابجا اپنے گروہوں کو خبر بھیج بھیج کر اس مذہبی لڑائی میں مرتبہ شہیدی حاصل کرنے کے لیئے قریب تیس ہزار مسلح سکھوں کے جھیل کاہنواں علاقہ گورداسپور کے گرد ایک نہایت گھنا خاردار جنگل دور دور تک واقع ہے جمع ہوگئے۔ اور حیدری جھنڈے کا لشکر بھی اُسی جنگل کے اردگرد آ اترا۔ مگر سکھوں کے خوف سے مسلمانوں کی فوج جنگل کے اندر داخل ہونے کی جرأت نہ کرسکی۔ سکھ البتہ جنگل سے باہر نکل کر وقتاً فوقتاً حیدری جھنڈے کا مقابلہ کرتے۔ اور ہزارہا مسلمانوں کا کام تمام کرکے پھر اُسی جنگل میں جو بہت گھنا اور دشوارگذار تھا گھس جاتے۔ ایک ماہ تک برابر یہی حال رہا۔ سکھ لوگ سوٴر اور ہرنوں کا شکار کرکے اُنہی پر اپنا گذارہ کرتے۔ اور اکثر رات کو جنگل سے باہر نکل نکل کر جسکی ہر ایک راہ سے وہ بخوبی واقف ہوگئے تھے۔ حیدری جھنڈے کے لشکر پر حملہ آور ہوکر شبخون کر جاتے۔ آخرش مسلمانوں نے جب دیکھا۔ کہ کچھ پیش نہیں جاتی۔ تو لاچار ہوکے جنگل میں آگ لگادی۔ اب سکھوں نے بھی جب اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھی۔ تو مختلف قافلوں میں ہوکر اُس جنگل کی ہر ایک سمت سے آگ کو بچا کر رات کے وقت نکل پڑے۔ اور شبخون کرتے ہوئے دور تک نکل گئے۔ مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ اب باہر نکل کر چونکہ سکھ لوگ کئی قافلوں میں تقسیم ہوکر مختلف سمتوں کو روانہ ہو پڑے۔ اسوجہ سے حیدری جھنڈے کا زور اُن پر کچھ نہ چلا۔ اگر وہ ایک طرف کو سکھوں کا تعاقب کرتے۔ تو پیچھے دوسرا گروہ سکھوں کا اُن کے لشکر میں آکر شبخون کرجاتا۔ غرض ایک مدت تک یہی حال رہا۔ کبھی آگے سکھ اور پیچھے پیچھے حیدری جھنڈا۔ اور کبھی آگے آگے حیدری جھنڈا اور پیچھے پیچھے سکھ۔ گو مسلمانوں نے سکھوں کے بہت سے دیہات بھی برباد کردیئے۔ مگر یہ زبردست اور بہادر قوم اُن کے قابو میں نہ آئی۔

آخرکار حیدری جھنڈے کو سکھوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ اتفاق سے موضع بھرت گڈھ میں متصل دریائے راوی کے ہاتھ آگیا جسکا اُنہوں نے محاصرہ کرکے قتل و قمع کیا۔ اور اُسیکو غنیمت سمجھ کے اپنے آنسو پونچھ کر فتح کا ڈنکا بجاتے ہوئے واپس لاہور ہوئے۔

سکھوں کا حیدری جھنڈے پر غالب آنا۔

مگر جب حیدری جھنڈا لاہور سے جنوب کی طرف ۱۶ کوس کے فاصلہ پر موضع بھیلووال میں پہنچکر وہاں

کئی روز تک مقیم رہا۔ تو سکھوں نے مخبروں کے ذریعہ خبر پاکر کہ وہ لوگ بالکل بے کھٹکے ہو کر وہاں عیش و عشرت میں مصروف ہو رہے ہیں۔ رقص و سرود کی محفلیں جما کر خوشی منا رہے ہیں۔ تو ایک روز دفعتاً صبح صادق کے وقت سکھوں نے اتفاق کر کے پیچھے سے حیدری جھنڈے کے لشکر پر بجلی کی طرح اچانک جا چھاپہ مارا۔ کہ اُن کو اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ بہت سے تو ابھی خواب غفلت میں ہی تھے۔ کوئی منہ دہو رہا تھا۔ کوئی نماز پڑھ رہا تھا۔ کوئی بدمست نشہ کے خمار میں اپنے بستر پر کروٹیں ہی بدل رہا تھا غرض جو جہاں تہا سکھوں نے اُسے وہیں تہ تیغ کیا۔ کسیکو دم لینے کی بھی فرصت نہ دی۔ ایک دم کے دم میں نعش پر نعش چڑھ گئی خون کے نالے بہنے لگے۔ زمین نے گویا سرخ پوشاک بدل لی۔ توبہ توبہ مچ گئی۔ حیدری جھنڈے پر گویا آسمانی آفت آگئی۔ جو جہاں تہا وہیں سے بھاگ نکلا۔ سکھوں نے انکا لاہور کی دیواروں تک تعاقب کیا۔ اور جسقدر مشہور مشہور سردار مثل مرتضےٰ خاں سوداگر میر محمد مغل۔ حاجی بیگ۔ حسین خاں۔ تقی بیگ و بہار چند وغیرہ سب سکھوں نے چُن چُن کر تہ تیغ کیئے۔ کل اسباب جنگی و خزانہ اور گھوڑے وغیرہ سکھوں کے ہاتھ آئے۔ کچھ قدرت ایزدی تہی۔ پچاس سکھ قتل ہوتا۔ تو چار سو سکھ اُن کے ساتھ اور شامل ہو جاتا

> سکھوں کو جاگیر دینے کی تجویز۔

آخر کار جب خان بہادر نے دیکھا۔ کہ سکھوں کا انتظام ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔ تو اُس نے بادشاہ کے پاس ایک اس مضمون کی عرضی بہیجی۔ کہ میں نے سکھوں کے نیست و نابود کرنے کی ہزار ہا کوششیں کیں۔ ان کو گرفتار کر کے بڑی سخت سخت عبرت ناک سزائیں دیں۔ سینکڑوں بار ان پر لشکر کشی کیگئی۔ مگر یہ کچھ ایسی زبردست قوم ہے۔ یا مشیت ایزدی ہی ایسی ہے۔ کہ یہ بالکل مغلوب نہیں ہوتی۔ ہزار قتل ہوتے ہیں۔ تو چار ہزار اور پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ان کا یہی حال رہا۔ تو عنقریب یہ ہمارا کام تمام کر کے حضور کی دیواروں تک بھی ضرور پہنچیں گے۔ اور اُسوقت ان کا سنبھالنا بہت مشکل ہو جائیگا۔ اسلیئے میری رائے ہے پیشتر کی طرح اگر ان کو کچھ جاگیر عطا ہو جاوے تو شاید امن قایم ہو جاوے +

> سکھوں کو بادشاہ سیطرف سے ایک لاکھ کی جاگیر اور نوابی کا خطاب عطا ہونا اور ان کے پاس خلعت اور سند جاگیر کا بھیجا جانا +

چنانچہ بادشاہ دہلی نے بھی مصلحت وقت سمجھکر خان بہادر کی سفارش کو منظور کیا۔ اور سکھوں کے لیئے ایک لاکھ کی جاگیر تجویز کر کے ایک نہایت بیش قیمت خلعت اور نوابی خطاب دے بھیجا +

بعد ازاں حسب منظوری بادشاہ دہلی خان بہادر صوبہ لاہور نے شاہ بیگ سنگہ وکیل ساکن موضع جنبر ضلع لاہور کو جیسا کہ سمت ۱۷۹۰ بکرمی میں سند جاگیر ایک لاکھ و خلعت نوابی دیکر سکھوں کے پاس روانہ کیا + جب وکیل مذکور نے امرتسر پہنچکر تخت اکال بنگہ میں جہاں خالصہ نذہب سکھ " دربار لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ دیوان دربارا سنگہ کے سامنے وہ سند اور خلعت نوابی مع مراسلہ شاہی پیش کی۔ اول تو دربارا سنگہ نے انکار کیا۔ مگر بعد ازاں شاہ بیگ وکیل کے سمجھانے سے دیوان صاحب نے جاگیر منظور کر لی۔ اب خلعت کا عجیب نقشہ ہوا جس سکھ کو دیجاتی وہی نامنظور کر کے پھینک دیتا۔ اور کہتا۔ کہ ہم خود اپنے گورو صاحب کے حکم سے بادشاہ ہیں۔ ہمکو مسلمانوں کی تابعداری سے کیا غرض۔ غرض کچھ دیر تک تو وہ خلعت نوابی مثل گیند چوگان ادہر اُدہر پھرتا رہا۔ مگر جب شاہ بیگ سنگہ وکیل نے خالصہ کے روبرو دست بستہ اٹھکر یہ عرض کیا۔ کہ یہ جاگیر بادشاہ کی طرف سے کچھ عطیہ نہیں ہے۔ بلکہ بطور خدمت دانہ گھاس اسپاں اُس نے ارداس کرائی ہے۔ علاوہ ازیں یہ پرگنات چونیاں

دیپال پور۔ کنگن وال وجہیال وغیرہ مواضعات کی جاگیر جسکی بابت بادشاہ کی سند ہے۔ وہ پیشتر سے ہی ہمارے گوروصاحبان کی وراثت میں چلی آتی ہے۔ اس میں بادشاہ کا ہمپر کچھہ احسان نہیں ہوگا۔ تب خالصہ پنتھ نے بہ مشکل تمام جاگیر منظور کی۔ اور وہ خلعت نوابی کپور سنگہ مورث اعلےٰ سنگہ پوریاں قوم زمیندار ساکن موضع فیض اللہ پور علاقہ جالندھر کو جو اُسوقت سکھوں کو پنکھا کر رہا تھا بمشکل تمام لینے کے لیئے مجبور کیا گیا۔

سکھوں کا جاگیر حاصل کرکے کچھ دنوں تک امرتسر میں بامن رہنا

اب کپور سنگہ نواب کی خطاب سے مشہور ہوا۔ اور سکھوں نے بھی اپنے روزمرہ کے طریقہ لوٹ مار وایذا رسانی کو چھوڑ کر خاص امرتسر میں امن سے رہنا اختیار کیا۔ جو جاگیر کی آمدنی یا پوجا دربار صاحب کی ہوتی۔ وہ سب ہرمندر صاحب امرتسر جی کے خزانہ میں جمع ہوتی۔ اور اُس میں سے دیوان دربارا سنگہ ونواب کپور سنگہ کی معرفت سکھوں کو نان وپارچہ تقسیم ہوتا۔ اُس زمانہ میں سکھوں کا باہم بہت اتفاق تھا۔ ذات پات کی رذیلت یا فضیلت کا آپسمیں کوئی خیال نہیں کرتا تھا۔ سب ایک دوسرے کو اپنا حقیقی ایک ماں جایا بھائی سمجھتے تھے۔ ہر ایک شخص باہر سے جو کچھ کما کر لاتا سب گورو کے خزانہ میں حاضر کر دیتا۔ آپسمیں نہایت محبت اور اخلاص سے پیش آتے۔ ایک جگہ کھاتے پیتے۔ اور کسیکو کسی امر میں کسی کی شکایت ہوتی۔ تو وہ آپسمیں ہی تخت اکال بنگہ کے سامنے خالصہ دیوان میں پیش ہو کر نہایت آسانی سے تصفیہ پا جاتی۔ اُس زمانہ کے موافق مفصلۂ ذیل اشخاص سکھوں میں نہایت معزز اور قابل داد تھے۔ اور اُن کا حکم یا فیصلہ سکھوں میں نہایت فخر سے قبول کیا جاتا تھا۔

دیوان دربارا سنگہ۔ نواب کپور سنگہ نشان بردار۔ ہری سنگہ حضوری۔ دیپ سنگہ شہید۔ دھیراج سنگہ حضوری۔ ہری سنگہ لانگری۔ جسا سنگہ رام گڈھیہ۔ کرم سنگہ گھڑی۔ بڈہا سنگہ شکر چکیہ۔ عطر سنگہ۔ بدن سنگہ۔ پاکھر سنگہ۔ وکھر سنگہ۔ شیر سنگہ۔ رام سنگہ۔ گوربخش سنگہ۔ بھوما سنگہ کانہ والہ۔ سجن سنگہ۔ گرجا سنگہ وغیرہ وغیرہ۔ بھائی منی سنگہ صاحب ساکن کمبو وال نے بھی جنہوں نے خاص **گورو گوبند سنگہ صاحب** سے گورو گرنتھ صاحب کی تعلیم حاصل کی تھی اور نہایت متحمل مزاج فرشتہ خصلت آدمی تھے۔ جب سے ماتا سندری جی کے بھیجے ہوئے دہلی سے امرتسر میں بندائی سکھوں اور گورو کے سکھوں کا باہم فساد مٹانے کے لیئے تشریف لائے تھے۔ وہیں بود وباش اختیار کر لی تھی۔ اور سکھوں کو ہمیشہ گرنتھ صاحب کی کتھا اور گورو صاحب کے خالص سچائی سے بھرے ہوئے بے بہا اپدیش سے فیضیاب کرتے رہتے تھے۔

بھائی منی سنگہ کو سکھوں کا سراپ

پہلے گرنتھ صاحب میں ہر ایک گوروصاحبان اور بھگتوں کے کلامات سلسلہ وار درج نہیں تھے۔ اور اسلیئے ہر ایک کو مختلف کلامات کے تلاش کرنے میں بہت دقت پیش آتی تھی۔ چونکہ بھائی منی سنگہ صاحب ایک نہایت ذی علم اور صاحب شعور شخص تھے۔ لہذا انہوں نے نہایت محنت سے ہر ایک گورو کے کلامات کو ہر ایک راگ میں چھانٹ چھانٹ کر ایک جگہ اور علیحدہ علیحدہ ترتیب وار درج کیا۔ جیسے بھیرویں راگ میں جسقدر **گورو نانک صاحب** کی تصنیفات تھیں۔ وہ سب ایک جگہ درج کیں۔ اور اُسی راگ میں جو کچھ **گورو انگد صاحب** کی تصنیف تھی۔ اُسکو اُن کے بعد ایک جگہ اسیطرح پر سب گرنتھ صاحب کے کلامات کو ترتیب وار جمع کر کے خالصہ دیوان میں منظوری کے واسطے پیش کیا بجائے

اس کے کہ آجکل کہنے خیال کے بموجب اس کام کی ان کو کچھ داد دیجاتی۔ خالصہ جی نے جنکو اپنے پیشواوں سے ازحد محبت تھی۔ اور اپنے گورو صاحبان کے احکام وکلامات کو مجسم اپنے پیشوا کا وجود مانتے تھے۔ یہ شراپ دیا۔ کہ بھائی جی اس گرنتھ صاحب کو ہم اپنے گورو کا وجود مانتے ہیں۔ اور آپ نے یہ کلامات جدا جدا کر کے جمع نہیں کیئے ہیں۔ بلکہ ہمارے گورو کے اعضاء اعضاء الگ کر دیئے ہیں۔ اسلیئے جس طرح سے آپ نے ایسا کیا ہے۔ آپ کے بھی بند بند جدا ہونے چاہئیں۔ چنانچہ بھائی منی سنگھ کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ جسکا مفصل ذکر انکی وفات کے حالات میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔

سکھوں کا دو جماعت میں تقسیم ہو کر دورہ کرنا۔

سالون سمت ۱۷۹۱ بکرمی میں دیوان دربارا سنگھ نے انتقال کیا۔ اور ان کے بعد نواب کپور سنگھ و فتح سنگھ و بڈہا سنگھ سکر چکیہ و بھوما سنگھ وغیرہ نہایت دانا اور دور اندیش سکھوں نے کل سکھوں کا ایک جگہ اور ایک لنگر میں کھانیکا انتظام چلنا مشکل سمجھکر یہ تجویز کی۔ کہ جوان جوان سکھوں کو پانچ جماعت میں تقسیم کر کے ان کا نام ترنادل یعنی جوان جماعت مقرر کیا۔ اور ہر ایک کو ایک ایک نقارہ و نشان دیکر اپنے اپنے کھانے اور پینے کا جدا جدا انتظام کرنے کے لیئے ہدایت کی۔ اور بقیہ دوسری جماعت جس میں نواب کپور سنگھ و جسا سنگھ رام گڑھیہ و جسا سنگھ آہلووالیہ و بودہ سنگھ سکر چکیہ و کرجا سنگھ وغیرہ وغیرہ خود شامل تھے۔ قایم کر کے اسکا نام بڈہا دل یعنی ضعیف العمر جماعت رکھا۔

ترنادل (جوان جماعت) پانچ مفصلہ ذیل حصوں میں منقسم ہوا۔ اول شہیداں جسمیں دیپ سنگھ نتھا سنگھ و سدہ سنگھ وغیرہ سردار تھے۔ دویم کے پریم سنگھ و دھرم سنگھ کھتری ساکنان امرتسر سردار ہوئے۔ سوم جماعت کے منتظم دسوندہا سنگھ گل و فتح سنگھ و بھائی بھگتو وغیرہ ہوئے۔ چہارم کے باباکاہن سنگھ و بابا بنو دسنگھ بھلہ دیپ سنگھ وغیرہ۔ پنجم میں مذہبی سکھ اور رامداسیئے سکھ بھیجے گئے۔ اور ان کے سردار بیر سنگھ و امر سنگھ مذہبی سکھ ہوئے۔ اور جنکو امرتسر کے مشرقی کنارہ پر جگہ دی گئی۔ جہاں اب بھی مذہبی سکھوں کا بنگہ قایم ہے۔

اس ہر ایک جماعت میں پانچ پانچ اور چھہ چھہ سو سوار و پیادہ سکھ شامل تھے۔ اور سب نے امرتسر کے ہر چہار طرف مناسب مناسب جگہ دیکھکر اپنا اپنا ڈیرہ جما دیا۔

خان بہادر نے جاگیر پھر دوبارہ ضبط کرلی اور سکھوں نے از سر نو غدر پر پا کرنا شروع کیا۔

کچھ مدت تک تو سکھوں نے اسطرح پر نہایت امن سے گذران کی۔ بعد ازاں بہت سے سکھ تو اپنے اپنے وطن کو چلے گئے۔ اور مختلف گوردواروں میں جا بیٹھے۔ اور بعض بعض جو صاحب مقدرت تھے۔ انہوں نے اپنی بود و باش خاص امرتسر میں ہی اختیار کرلی۔ بڈہادل وہاں سے حصار کی طرف دورہ کرتا ہوا چلا گیا۔ بہت مختصر آدمی امرتسر میں رہ گئے۔ جب خان بہادر نے دیکھا۔ کہ اب بہت سے سکھ ادہر ادہر منتشر ہو گئے ہیں۔ تو اس نے بہ مشورہ لکھپت رائے دیوان جاگیرات عطیہ شاہ دہلی کی بابت پھر ضبطی کا حکم دیدیا۔ اور کہا کہ جس کو ضرورت ہو۔ وہ ملازمت شاہی اختیار کرے۔ لیکن جواب میں سکھوں نے لکھا۔ کہ ہمکو کسی کی تابعداری منظور نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر بادشاہ کو کوئی مہتم پیش آویگی۔ تو اسوقت ہم اسکی مدد کریں گے۔ مگر ضبطی جاگیر خلاف معاہدہ ہے۔ اور یہ ہمارے اور آپکے باہم پھر فتور قایم کریگی۔ پھر نواب خان بہادر نے سکھوں کو

لکھبیجا۔ کہ تم لوگ کاشتکاری سے گذران کرو۔ ہم تمہارا محصول معاف کردیں گے۔ لیکن ملک میں امن قایم رکھو۔ گو خان بہادر تو سکھوں کو ہر طرح سے کمزور کرنا چاہتا تھا۔ مگر یہ بھی اُس کے فریب سے بالکل ناواقف نہیں تھے۔ لاچار جب جاگیر خلاف معاہدہ ضبط ہوگئی۔ تو سکھوں نے بھی بھیا کہ سمت ۱۷۹۲ بکرم سے پھر اپنی لوٹ مار کا وہی پہلا طریقہ اختیار کرلیا۔ اور مسلمانوں کے دیہات پر دست درازی کرنا شروع کردیا۔

خان بہادر نے دس ہزار فوج لکھپت رائے و مخلص خاں اپنے برادرزادہ کے حکم میں سکھوں کی طرف روانہ کی۔

آخرکار صوبہ لاہور نے اِس حال سے آگاہ ہوکر دس ہزار سوار فوج گشتی کو لکھپت رائے و مخلص خاں اپنے برادرزادہ کے زیر حکم سکھوں کے پاداش میں روانہ کیا۔ اور عام حکم دیدیا۔ کہ جو شخص سکھوں کو مخبری کرکے گرفتار کرائیگا۔ اُسکو انعام دیا جائیگا۔ الغرض چار ماہ تک برابر گشتی فوج اور سکھوں کا مقابلہ رہا۔ کبھی فوج شاہی غالب آئی۔ کبھی سکھ اُن کو شکست دیکر بھگا دیتے۔ مخلص خاں وغیرہ جب بہت سے نامی گرامی مسلمان سردار مارے گئے تب لاچار ہوکے صوبہ لاہور نے اور بہت سی فوج اُن کی مدد پر روانہ کی۔ جسکی مدد سے گشتی فوج کچھ کامیاب ہوئی۔ اور سکھ لوگ دریائے ستلج سے پار چلے گئے۔

ترنادل کا پھر پنجاب میں دخل پانا۔

لیکن تھوڑے دنوں بعد ترنادل نے اتفاق کرکے پھر پنجاب کی طرف کوچ کیا۔ اور دریائے ستلج کو عبور کرکے علاقہ جات دوابہ بست جالندھر۔ بھاولپور۔ ملتان وغیرہ میں ٹڈی دل کیطرح ازسرِنو آفت برپا کردی +

بڈھادل کا برنالہ وغیرہ میں آنا۔

اُدھر بڈھادل بھی ہانسی حصار وغیرہ ممالک میں لوٹ مار مچاتا ہؤا موضع ٹھیکریوالہ میں جو متصل راجہ ہائی مہاراجہ آلا سنگھ قصبہ برنالہ کے واقع ہے۔ آپہنچا۔ ملوئی سکھوں نے اِس دل کی بہت خاطر و تواضع کی اور دسوندہ (زکوۃ) گورو صاحب کا جو اُن کے پاس مدت سے جمع ہورہا تھا۔ سب نواب کپورسنگھ صاحب کی خدمت میں حاضر کیا۔ اُن دنوں نواب کپورسنگھ صاحب کی سکھوں میں بہت عظمت تھی۔ ہر ایک شخص اُن کو صاحب کرامت و برکت سمجھتا تھا۔ چنانچہ راجہ آلا سنگھ صاحب بھی اِس دل کو ایک دن اپنے مکان پر برنالہ میں لیگیا۔ اور اپنے فرزند لعل سنگھ و نبیرہ امر سنگھ کو نواب کپورسنگھ سے امرت چھکوالیا اور بہت کچھ نقد و زر و پارچہ راس اسپ ارداس کراکے اُن کو رخصت کیا +

بڈھے دل کا برنالہ سے روانہ ہوکر سرہند وغیرہ کو تاراج کرتے ہوئے امرتسر پہنچنا۔

بعد ازاں سمت ۱۷۹۳ بکرم میں یہ بڈھادل برنالہ سے رخصت ہوکر قصبہ مالیر کوٹلہ۔ پائل و سرہند وغیرہ مقامات کو تاخت و تاراج کرتا ہؤا امیلہ دیپ مالا پر امرتسر میں داخل ہؤا۔ چنانچہ یہ خبر سنتے ہی صوبہ لاہور نے ہیبت خاں و صلابت خاں و قطب الدین و نجابت خاں وغیرہ فوجداران کو بہت سی فوج دیکر اِن کی طرف روانہ کیا +

گورو کے بڑ پر ہیبت خاں کا بڈھے دل سے مقابلہ۔

غرض ۲۷۔ کاتک سمت ۱۷۹۳ بکرم کو نواب کپورسنگھ کا صوبہ لاہور کی فوج سے موضع باصر کی ضلع امرتسر میں گورو کے بڑ پر مقابلہ ہؤا۔ اور ایک جنگ عظیم کے بعد جس میں دونوں طرف کی بہت سی جانیں کام میں آئیں۔ آخرش سکھوں کو ہزیمت حاصل ہوئی۔ اور روے چونیاں کے جنگلوں میں چلے گئے +

ترنادل و بڈھے دل دونوں کا اتفاق کرکے شاہی لشکر سے پھر مقابلہ کرنا اور فتحیاب ہونا۔

جب یہ حال بڈھے دل کی شکست کا ترنادل کے قافلوں کو جو ساندل بار اور جھنگ کے ضلعوں میں

دورہ کر رہے تھے معلوم ہوا۔ تو بڑے بڑے دل کی مدد پر فوراً آ پہنچے۔ اور متصل حجرہ شاہ مقیم کے سکھوں کا بادشاہی فوج سے پھر مقابلہ آ پڑا جس میں شاہی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی۔ اور سکھوں کے قافلہ نے جابجا دورہ کر کے مسلمانوں کے دیہات کو برباد کرنا شروع کر دیا اگرچہ فوجداران علاقہ جات سیالکوٹ۔ وزیرآباد۔ بیاس۔ راولپنڈی۔ پٹھانکوٹ۔ گورداسپور وغیرہ نے سکھوں کا عذر رفع دفع کرنے کے واسطے ہزارہا تدبیریں کیں۔ مگر اس خودسر اور زبردست قوم کے سامنے اُن کی کچھ پیش نہ گئی۔ بلکہ روز بروز بجائے تنزلی کے سکھوں کی طاقت کو ترقی ہوتی گئی +

آخر کار نواب خان بہادر نے ایک روز قاضی اور مولویوں کو جمع کر کے اس قوم کے دن بدن ترقی پکڑنے کا باعث پوچھا + بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ جواب دیا۔ کہ خدا معلوم سکھوں کے پیشوا نے امرتسر کے تالاب میں عرش سے آبحیات لا کر ڈال دیا ہے جس میں غسل کر کے اور جس کے پانی کو پی کر یہ دن بدن دونے اور چوگنے ہوتے جاتے ہیں۔ ہمارے خیال میں تاوقتیکہ وہ تالاب مدفون نہ کیا جاوے اور سکھ لوگ اس میں نہانے سے نہ بند کئے جاویں۔ اُن میں تنزل ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔ چنانچہ نواب نے بھی اُن کے کہنے پر قاضی عبدالرزاق و محمد بخش کو ایک کثیر فوج گشتی دیکر امرتسر تالاب کے چہار طرف مامور کر کے حکم دیا۔ کہ کسی سکھ کو اس تالاب میں نہانے کی اجازت نہ دیجاوے۔ اور نہ اس شہر کے اندر دیپ مالا کا میلہ لگنے پاوے +

بھائی منی سنگھ نے چار ہزار دینے کا وعدہ کر کے میلہ کی اجازت حاصل کی +

چونکہ اس زمانہ میں بیرونی سکھوں کا کوئی قافلہ امرتسر میں نہیں آنے پاتا تھا۔ اور نہ کوئی سنگھ شکل یا لباس کے آدمی کو مسلمان لوگ امرتسر کے ہرمندرجی کے آس پاس رہنے دیتے تھے۔ اسلیئے بھائی منی سنگھ جی بھی (جو بندئی سکھوں کے فساد کے وقت سے ہمیشہ وہیں ہرمندرجی کی سیوا میں رہکر سکھوں کو اُپدیش کیا کرتے تھے) مصلحت وقت سمجھکر نام اپنا لباس وغیرہ بدلکر ایسے نرالے ڈھنگ سے رہنے لگے۔ کہ کوئی اُن پر سکھ ہونے کا شبہ نہ کرتا۔ بھائی منی سنگھ جی کا مفصل حال تو جسطرح سے انہوں نے تعلیم حاصل کی اور سکھوں کے فرقہ میں داخل ہوئے۔ اس کتاب کے پانچویں حصہ میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔ مگر جس امر کا اب ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ جانگاہ موقع ہے جس میں انہوں نے ظلم کی بھیانک تصویر کے سامنے اپنے استقلال اور ہمت کو قایم رکھکے نت[1] پدارتھ حاصل کرنے کے لئے اپنے انت[2] شریر کو دہرم کے پیچھے قربان کر دینا۔ یعنی جب امرتسر کے ہرمندرجی پر سکھوں کی آمد و رفت بالکل بند کر دیگئی۔ تو اوّل تو انہوں نے اپنی شیریں کلامی اور وِدیا کے زور سے ایک مدت تک امرتسر مقام کو جو مسلمانوں کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا بہت بارونق قایم رکھا۔ سادہوؤں کے مجلس میں تمام ہندوؤں کو شاستر اور پورانوں کی کتھا سُنا کر ہرمندرجی کی سیوا اور خدمت میں اپنی طرف راغب کر لیا۔ دوسرے اگر کوئی اتفاق سے شریر اور متعصب مسلمان ان کے بھجن بھاؤ (عبادت) میں مخل ہو کر ان کو دق کرتا۔ یا دربار کے آنے جانے والوں میں روک ٹوک کرتا۔ تو یہ اپنی میٹھی میٹھی باتوں اور چپ چاپ پارسا صورت کا اُس پر ایسا اثر ڈالتے۔ کہ وہ خواہ مخواہ ٹھنڈا ہو جاتا۔ ان کے سادہ رویہ اور نرالے آزار طریقہ نے اُس زمانہ کے متعصب مسلمان حاکموں کو بھی ان کی طرف سے بالکل بے کھٹکے کر رکھا تھا۔ حتّٰے کہ ان کو کوئی بھی سکھ نہیں جانتا تھا۔ اور سب ان کے ساتھ نہایت مہربانی اور اخلاص سے پیش آتے تھے۔ مسلمان فقیروں سے بھی یہ نہایت

[1] فانی [2] مدام ۔ ۱۲

محبت اور اخلاق سے سلوک کرتے۔ بلکہ دو ایک ہمیشہ ان کے پاس ٹھہرے رہتے۔ اور اُنہی کے ذریعہ انہوں نے وہاں کے مسلمان حاکموں سے بھی رسوخ پیدا کر رکھا تھا÷

غرض دو سال تک یہی کیفیت رہی جب بھائی منی سنگھ نے دیکھا۔ کہ ان کی ملت اور محبت بہت سی ہو گئی ہے۔ اور ایسے وقت میں ان کے لیئے کوئی ایسی تدبیر کرنا جس سے دیپ مالا کا میلہ امرتسر میں پھر سے قایم ہو جاوے اور اُن کو اس ذریعہ سے سکھوں کا پھر دوبارہ درشن جسکے وہ ازحد مشتاق تھے ہو۔ بہت مشکل نہ ہوگا۔ تو انہوں نے قاضی عبد الرزاق وہاں کے حاکم کو مسلمان فقیروں کے ذریعہ سے اس بات پر رضامند کیا۔ کہ امرتسر میں سمت ۱۷۹۵ بکرمی کی دیپ مالا پر میلا لگے۔ اور سکھوں کو آنے کی اجازت دیجاوے۔ لیکن اُسکو چونکہ خود اجازت دینے میں اس لیئے ذرا پس و پیش ہؤا۔ کہ شاید صوبہ لاہور اس سے ناراض ہو جاوے اس نے وہاں سے اجازت مانگ بھیجی۔ مگر صوبہ لاہور نے اس شرط پر میلہ لگنے کی اجازت دی۔ کہ بھائی منی سنگھ مبلغ پانچہزار روپیہ محصول کا داخل کریں÷ اسپر بھائی منی سنگھ نے بھی اس خیال سے کہ جب میلہ لگ جاویگا۔ تو اس رقم کا ادا کر دینا کچھ بڑی بات نہ ہوگا کیونکہ سکھوں کی پوجا کی آمدنی اس رقم سے بدرجہا زیادہ آویگی۔ پانچہزار روپیہ محصول کا دیکر جو کچھ باقی بچیگا۔ وہ مرمت وغیرہ میں خرچ کر دیا جاویگا۔ پانچہزار روپیہ محصول کا داخل کرنا منظور کر لیا۔ جب یہ تحریر بھائی منی سنگھ کی صوبہ لاہور کے پاس پہنچ گئی۔ تو اُس نے بھی اس شرط پر کہ بعد میلہ کے روپیہ محصول ضرور داخل ہو۔ اجازت دیدی۔ اور بھائی **منی سنگھ جی** نے بھی جابجا سکھوں کے نام اس مضمون کے خط لکھ بھیجے۔ کہ صوبہ لاہور نے اس سال میلہ لگنے کی اجازت دیدی ہے۔ اور حاکموں سے بھی مینے اطمینان حاصل کر لیا ہے کہ وہ آپ لوگوں سے مزاحم نہ ہوں گے اس لیئے آپ لوگ میلہ دیپ مالا پر امرتسر میں ضرور تشریف لاکر درشن میلہ کے لابھ سے مجھکو کرتارتھ کریں÷

سکھ لوگ بھائی **منی سنگھ جی** کا خط دیکھتے ہی نہایت خوش ہو کر امرتسر کی طرف دیپ مالا کے میلے کے لیئے ہر طرف سے چل پڑے مگر اُدھر صوبہ لاہور کے دل میں کسی اور ہی خیال فاسد نے گھر کیا۔ یعنی اُسنے یہ سوچا۔ کہ اس موقع پر تمام سکھوں کے چیدہ چیدہ سردار جمع ہوں گے۔ جو نہایت آسانی سے گرفتار ہو کر ملکِ عدم کو بھیجے جا سکتے ہیں۔ اور ایسے موقع کو ہاتھ سے دینا ہرگز مناسب نہیں ہوگا اس لیئے اُس نے کسیقدر فوج اس بہانہ سے امرتسر کو روانہ کرنی شروع کر دی۔ کہ ایسے بڑے اژدحام میں امن قایم رکھنے کے لیئے انتظاماً کچھ فوج کا جانا ضروری امر ہے۔ لیکن دل ربا بدل راہیت کا معاملہ ہؤا سکھوں کو صوبہ لاہور کی نیت میں فرق آنے کا پہلے سے ہی شک گذر گیا۔ اور وہ لوگ جو امرتسر میں پہنچ گئے تھے میلہ لگنے سے پہلے وہاں سے واپس ہو پڑے۔ اور جو لوگ جابجا راستہ میں آتے ہوئے ملے۔ اُن کو بھی اُنہوں نے خان بہادر صوبہ لاہور کی بدنیتی سے فوج کے بھیجے کا حال ظاہر کر کے لوٹا دیا۔ آخر کار نتیجہ یہ ہؤا کہ میلہ مطلق نہ لگا۔ اور ایک پیسہ کی بھی آمدنی نہ ہوئی۔ صرف دس بیس سادہ سو لوگ جمع ہوئے÷

اب صوبہ لاہور نے اس بات کی کچھ پرواہ نہ کی کہ میلہ نہیں لگا۔ لیکن چونکہ اُس نے اجازت دیدی تھی۔ اسلیئے پانچہزار روپیہ محصول کا بھائی **منی سنگھ جی** سے وصول کرنے کا فوراً حکم بھیجدیا۔ مگر بھائی صاحب کے پاس اسقدر روپیہ کہاں تھا۔ کہ وہ ادا کرتے آخر کار بھائی **منی سنگھ جی** پابہ زنجیر ہو کر لاہور بھیجے گئے۔ جہاں انہوں نے پہنچتے ہی بجائے اسکے کہ آداب یا سلام کرتے۔ آپنے

مذہبی قاعدہ کی رو سے شری واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح کی آواز سے مخاطب کیا۔ یہ سنتے ہی صوبہ لاہور کو اور بھی غصہ چڑھ گیا۔ اُس نے اوّل بھائی **منی سنگھ** کو روپیہ داخل کرنے کے لیئے صدہا طرح کے عذاب و تکالیف کا نشانہ بنایا۔ حالانکہ اُن کا یہ ایک معقول عذر تھا۔ کہ لاہور سے فوج جانے کی وجہ سے وہ میلہ جس کیواسطے محصول کا وعدہ کیا گیا تھا رُک گیا۔ اِسلیئے ٹیکس کے روپیہ کے لیئے بھی مجبور کرنا صریح بے انصافی ہے۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ اور آخر کو جب دیکھا کہ روپیہ کی امید بالکل منقطع ہو گئی ہے۔ تو مفتی سے ایسے آدمی کی سزا کے لیئے جو عہد شکنی کرے شرع کا فتوے مانگا۔ مفتی بیرحم نے بھی یہ فتوے دیا۔ کہ ایسے شخص کو جو پیمان شکنی کرے بند بند جدا کر کے قتل کرنا چاہیئے۔ لیکن اس صورت میں معافی بھی دیجا سکتی ہے۔ اگر وہ مذہب اسلام قبول کر لے ✚

مذہب اسلام تو بھائی **منی سنگھ** نے بھلا کیوں قبول کرنا تھا۔ لیکن اس حکم کے سننے سے اُن کے چہرہ پر ذرا بھی شکن یا گھبراہٹ یا افسردگی کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ بلکہ اُنہوں نے نہایت استقلال سے گرنتھ صاحب کے اس مبارک شبد کی نظیر دیکر جواب دیا۔ کہ:۔ "(ایک چھوڑ دوجے لگے ڈوبنے سے وِنجاریا) یعنی ایک کشتی کو چھوڑ کر جو دوسری پر جاتا ہے۔ وہ ڈوب جاتا ہے۔ میں اس تھوڑی سی زندگی کے لیئے جو بہر حال فانی ہے۔ اپنے سچے دہرم کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کرنے کی نسبت اپنی جان دیدینا نہایت افضل سمجھتا ہوں یہ کہکر بھائی **منی سنگھ جی** تو خود بخود جلاد کے ساتھ ہو لیئے۔ مگر اس بیرحم اور وحشیانہ حکم نے تمام شہر میں کُہرام مچا دیا۔ اِتنے میں ہی جب لاہور کے چند سکھوں کو جو وہاں رہتے تھے اس جانگداز واقعہ کی خبر پہنچی۔ تو اُنہوں نے اُسیوقت چندہ کر کے پانچ ہزار روپیہ جمع کر لیا۔ اور بھائی **منی سنگھ جی** کو چھوڑانے کے لیئے راستہ میں جلادوں سے جا ملے۔ اور کہا کہ جس روپیہ کیواسطے بھائی **منی سنگھ جی** کو تم مقتل میں لیئے جاتے ہو۔ یہ حاضر ہے۔ لیلو اور اِن کو چھوڑ دو۔ جلادوں نے اِس خوف سے کہ شاید صوبہ کا ہم پر پیچھے سے کچھ عتاب نہو۔ اُن بیچارے سکھوں کی منت و سماجت کا جو روپیہ کی تھیلی لیئے ہوئے بھائی منی سنگھ جی کو اُن کی زندگی کا پیغام دے رہے تھے ذرا بھی خیال نہ کیا۔ اور کہا۔ کہ روپیہ حاکم کے سامنے لے جاؤ۔ جب اُس کا حکم ہمارے پاس پہنچیگا۔ ہم اِن کو خود چھوڑ دیں گے۔ اِس کے سنتے ہی بیچارے سکھ جنہوں نے روپیہ کے بہم پہنچانے میں اسقدر جلدی کی تھی اور جنکو یہ امید ہر گز نہیں تھی۔ کہ روپیہ دینے سے بھی وہ بھائی منی سنگھ کی جان نہ بچا سکیں گے۔ عجیب مایوسی کی حالت میں پڑ گئے۔ کسی کے بدن میں خون نہ رہا۔ بالکل مثل تصویر بن گئے۔ طرح طرح کے خیالات جن سے اکثر ایسی مشکلات کے وقت پیش آیا کرتے ہیں دلوں میں گذرنے لگے۔ کبھی یہ خیال ہوتا۔ کہ جلدی سے حاکم کے پاس پہنچکر روپیہ داخل کر دیں اور وہاں سے حکم رہائی لیکر فوراً مقتل میں جلادوں کو دیدیں۔ کبھی یہ کہ شاید ہمارے پہنچنے اور حکم رہائی حاصل کرنے تک جلاد اِن کا کام تمام نہ کر دیں۔ جس حالت میں ہمکو روپیہ اور بھائی **منی سنگھ** دونوں کیطرف سے ہاتھ دھونے پڑیں ✚

اسوقت بھائی **منی سنگھ جی** کے استقلال کا یہ حال تھا۔ کہ روپیوں کی تھیلیاں دیکھکر جو ظاہرا اُن کی زندگی کا پیغام تھا۔ نہ تو اُن کو خوشی حاصل تھی۔ اور نہ اپنے سکھوں کی مضطرب اور بیقرار مایوسی کی حالت کا رنج تھا۔ بلکہ اُنہوں نے نہایت ٹھہراؤ کے ساتھ اپنے خیر خواہ سکھوں کو یہ پُر تاثیر اُپدیش کیا۔ کہ اے میرے پیارے بھائیو دیکھو! جس بات کا تمہیں خیال ہے۔ وہ مجھ

میں بالکل نہیں۔ جو شئے فانی ہے وہ بہرحال خالی ہے۔ اور جو دامی ہے وہ ہمیشہ دامی ہے۔ میرا یہ شریر (جسم) جو تمکو دکھلائی دیتا ہے۔ یا جس کے پیچھے صوبہ پڑا ہے۔ اِس نے ہر حال میں ایک نہ ایک دن ناش (فانی) ہونا ہے۔ اگر اب تمنے روپیہ دیکر اِسے بچا لیا۔ تو پھر بھی ایک نہ ایک دن اِس نے ضرور فنا ہونا ہے۔ اور جب فنا ہی ہے۔ تو پھر ایک دن آگے کیا اور چار دن پیچھے کیا۔ اِس کو ابھی سے رخصت کرو۔ اور باقی رہا میں تو نہ جسم ہوں اور نہ جسم کا کوئی حصہ ہوں۔ نہ مجھکو تلوار کاٹ سکتی ہے۔ اور نہ آگ جلا سکتی ہے۔ اور نہ مجھکو کوئی مار سکتا ہے۔ میں جسم سے بالکل علیحدہ ہوں۔ جیسے مکان کے رہنے والا۔ اگر مکان آگ سے جل جائے تو وہ نہیں جل سکتا۔ غرض اسیطرح کے بہت سے گیتا اور ویدانت کی مثالیں دے دے کر اُن سکھوں کے دلوں کو تسکین دی۔ جس کے جواب میں اُنہوں نے کہا۔ کہ مہاراج جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ بالکل جتھارتھ اور درست ہے۔ لیکن آپکی موجودگی سے ہم لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچتا تھا۔ آپ ہمکو دھرم کا اوپدیش کرتے تھے۔ آپکی نصائح اور ہدایتوں سے ہمارے دل صاف ہوتے تھے تب بھائی **منی سنگھ جی** نے کہا۔ کہ بیشک جو تم کہتے ہو وہ ٹھیک ہے۔ لیکن راج جنم ہزارہا جنم کے پنوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جبتک راجہ کے ایسے ایسے ظلم اور رگھو پاپ کی مقدار اُن پنّوں سے بدرجہا زیادہ نہ بڑھ جاوے۔ اُسوقت تک اُس کے راج کا نشٹ ہوکر کوئی دوسرا دھرماتمک راجہ نہیں پیدا ہوتا۔ دیکھو **گورو تیغ بہادر جی** نے دہرم کے پیچھے کیسے کیسے کشٹ اور دکھ (عذاب) سہکر اپنی جان کو قربان کیا ہے۔ اگر ہمسے ناچیزوں کا بھی جسم ایسے ہی شبھہ (نیک) کاموں میں خرچ ہو۔ تو کوئی اشچرج (تعجب) نہیں۔ بلکہ "اہو بھاگ" یعنے نہایت خوش نصیبی میں داخل ہے ✣

غرض اس قسم کا بیان کرتے ہوئے بھائی **منی سنگھ جی** مقتل میں پہنچ گئے۔ اور جلّادوں کے سامنے اپنے بند بند جدا کروانے کے لیئے بیٹھ گئے۔ اسوقت اُن کے استقلال کی تعریف میں بیان کرتے ہیں۔ کہ جب جلّاد نے اُن کے ہاتھ کی کلائی پر تیشہ چلانا چاہا۔ تو اُنہوں نے اُس سے کہا۔ کہ دیکھہ بھائی جلدی نہ کر۔ یہ نتیجہ مجھکو اپنے سکھہ بھائیوں کے شراپ کی بدولت دیکھنا پڑا ہے۔ اُن کا شراپ تھا۔ کہ میرے بند بند جدا ہوں۔ چنانچہ ایساہی حاکم کا بھی فتوے ہُوا۔ اب تو پہلے میرے ہاتھوں کی انگلیوں کے جوڑوں کو چھوڑ کر کلائی سے شروع کرتا ہے۔ جسکی باری بہت پیچھے ہے۔ پہلے میری ہر ایک اُنگلی کے تین تین جوڑ جدا کر بعد ازاں کلائی کیطرف آ۔ اور یہ کہکر نہایت استقلال سے گرنتھ صاحب جی کی بانی کا پاٹھ کرتے ہوئے پہلے اپنی ہر ایک انگلی کے جوڑ جدا کرائے۔ بعد ازاں کلائی۔ کہنی۔ شانہ (مونڈھا) وغیرہ وغیرہ ✣

جلّاد کی بیرحمی بھی غضب تھی۔ مگر اُن کا استقلال بھی نے حد تھا۔ "سری واہگورو سری واہگورو" اور آد گرنتھ کی بانی کے ورد کے سوا جبتک جلّاد اپنے کام میں مصروف رہا اور اُن کا سر تن سے جدا نہ ہُوا۔ اِن کے منہ سے آہ تک نہ نکلی۔ یہ بیرحمی اور یہ استقلال شاباش! شاباش!! رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں قلم بھی لرزاں ہے ✣

بعد ازاں سکھوں نے بھائی منی سنگھ جی کے اعضاء کو اکٹھا کرکے لاہور شہر کے باہر دہلی دروازہ کے متصل اُس مقام پر جواب شہید گنج کے نام سے مشہور ہے جلا دیا۔ اور وہاں ایک سمادھ اُن کی یادگار میں جو ابتک موجود ہے۔ بنادی ✣

سکھوں کو منی سنگھ کے قتل نے پھر جوش دلایا

بھائی منی سنگھ کے اس بیرحمی کے ساتھ قتل کیئے جانے کے دردناک واقع نے (کیونکہ سکھوں میں بعد دسوں گوروؤں کے وہی ایک نہایت بزرگ تر اور قابل و صاحب عظمت سمجھے جاتے تھے) سکھوں کو از سر نو پھر جمکا دیا سکھوں نے پھر اسی اپنے پہلے ڈھنگ سے مسلمانوں کو ایذا اور تکلیف پہنچانا شروع کر دیا۔ حتےٰ کہ قاضی عبدالرزاق کو جس نے بھائی منی سنگھ کو گرفتار کر کے پابزنجیر لاہور بھیجا تھا قتل کر ڈالا۔ اور جہاں کوئی مسلمان اُن کی نگاہ کے سامنے آجاتا تہ تیغ ہوتا۔ ہر طرف سے توبہ توبہ کی پکار مچ گئی۔ مسلمان اپنے گانوں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مگر جب یہ خبر صوبہ لاہور کو پہنچی۔ تو اس نے اُسیوقت کئی ہزار گشتی فوج کو سکھوں کا غدر فرو کرنے کے لیئے جابجا مامور کیا۔ اور عام اشتہار دیدیا۔ کہ کوئی گانوں جس میں سکھ نظر آویگا فوراً اُجاڑ دیا جائیگا۔ اور جسقدر تعلقہ دار و نمبردار وغیرہ تھے۔ سب کو طلب کر کے اُن سے اقرار نامے لکھائے۔ کہ ہمارے علاقہ میں کوئی سکھ رہنے نہ پاویگا۔ اور اگر کوئی رہتا ہوا ثابت ہو گیا۔ تو ہم سزاوار ہوں گے +

اب چونکہ تمام رعایا کیا ہندو کیا مسلمان سب سکھوں کے دشمن ہو گئے۔ اِسوجہ سے یہ لوگ پنجاب چھوڑ چھوڑ کر ملک مالوہ ہانسی حصار و راجپوتانہ کی طرف چلے گئے +

اس زمانہ کے بے انتظامی۔

اُس زمانہ میں آجکل کیطرح ضابطے قانون پولیس وغیرہ کا کوئی عمدہ انتظام نہ تھا۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ تمام ملک میں غدر برپا ہو رہا تھا۔ ہر ایک اپنے تئیں خود مختار اور بادشاہ سمجھتا تھا۔ ذکر ہے کہ:۔ بوتا سنگھ نامی ایک سکھ معہ ایک مذہبی سکھ کے ترنتارن کے متصل جنگلوں میں پوشیدہ اوقات بسری کیا کرتا تھا۔ ایک روز اُسکو دو زمینداروں نے اتفاقاً دیکھ لیا۔ اُن میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا۔ کہ کیا یہ کوئی سنگھ ہے؟۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ نہیں! یہ تو گیدڑ معلوم ہوتا ہے۔ اگر سنگھ ہوتا تو کیا اسطرح سے چھپا چھپا پھرتا؟ بوتا سنگھ اُس زمیندار کی طعن سمجھ گیا اور اُس کے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ اُسی وقت وہاں سے نکل کر امرتسر کے علاقہ میں سڑک شاہی پر سرائے نورالدین کے متصل بیٹھ گیا۔ اور خاص اپنے حکم سے مسافروں سے بحساب فی گاڑی ا ار اور فی گدھا ۔ ٹیکس کا وصول کرنے لگا۔ ایک مدت تک یہی حال رہا۔ کسی نے اُس سے یہ نہیں پوچھا۔ کہ یہ محصول تو کس کے حکم سے لیتا ہے۔ یا تو کون ہے؟ سینکڑوں بادشاہی اہلکار بھی گذر گئے۔ لیکن کوئی اُسکا مزاحم نہیں ہوا۔ آخر ش ایک عرصہ دراز کے بعد اُس نے بادشاہی اندھیر کو دیکھکر صوبہ لاہور کے نام پنجابی زبان میں ایک خط اِس مضمون کا لکھ بھیجا۔ کہ تو بالکل کوتہ اندیش اور نالایق ہے۔ میں ایک مدت سے یہاں پر اپنا حکم چلا رہا ہوں۔ اور تجھکو آجتک کچھ خبر نہیں ہوئی۔ تو چاہتا ہے کہ سکھ نیست و نابود ہو جاویں۔ مگر تجھ سے کچھ نہیں ہو سکیگا۔ یہ ایسی زبردست قوم ہے۔ کہ تجھکو ہی نیست و نابود کر دیگی۔ اور بہت سی گالیاں وغیرہ لکھ بھیجیں۔ جسکو نواب خان بہادر دیکھتے ہی طیش میں آگیا۔ اور اسیوقت جلال الدین فوجدار کو ایک سو سوار دیکر بوتا سنگھ کی گرفتاری کے واسطے روانہ کیا +

بوتا سنگھ کا جلال الدین فوجدار سے مقابلہ۔

جب جلال الدین بوتا سنگھ کو گرفتار کرنے آیا۔ تو اُس نے معہ اپنے ایک مذہبی سکھ ہمراہی کے

اُسکا بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا +

حالانکہ یہ صرف دو آدمی تھے اور وہ ایک سو سوار کے ساتھ تھا۔ تاہم اِن دونوں نے اپنی بہادری سے جب تک زندہ رہے۔ اُن کو اپنے بدن پر ہاتھ تک لگانے کا موقع نہ دیا۔ نصف سے زیادہ آدمی اُن کے گھایل کر ڈالے۔ اور آخرکار لڑکر شہید ہوگئے۔ لیکن زندہ اُنکے ہاتھ نہ آئے۔

ہیبت خاں کا رام سنگھ و دیا سنگھ سے مقابلہ

انہی دنوں میں موضع نورنگ آباد کے متصل رام سنگھ و دیا سنگھ بیس کس بلوئی سکھوں کے قافلہ سے ہیبت خاں روہیلہ سردار کا جو ایک سو سوار کے ساتھ طاہر علی حاکم سیالکوٹ کے حرم سرا کی حفاظت میں سرہند کو جا رہا تھا۔ مقابلہ ہوگیا۔ سکھوں نے اوّل تو اُن سے کنارہ کش ہونا چاہا۔ مگر ہیبت خاں نے اُن کو ایک قلیل تعداد میں خیال کرکے انپر حملہ کر دیا۔ اور للکار کر کہا کہ "اب میں تمکو نہیں جانے دونگا۔ ایک ایک کو گرفتار کرکے لاہور پہنچاؤنگا"۔ وہ سکھ بھی یہ سنکر وہیں جم گئے۔ اور تلواریں کھینچ کھینچ کے اِس زور سے اُن کے سامنے ہو پڑے۔ کہ تھوڑی ہی دیر میں اُن سب کے (جو اِن سے تعداد میں پانچ حصے زیادہ تھے) منہ موڑ دیئے۔ ہیبت خاں اُن کے سردار کو تہ تیغ کیا۔ اور جو کچھ اُن کا مال و اسباب تھا۔ سب لوٹ لیا +

مستا رنگھڑ کا امرتسر کے دربار پر قبضہ کرکے وہاں ناچ وغیرہ کرانا ۔ اور مستا کا سر کاٹا جانا۔

امرت سر سے بھائی منی سنگھ کو پابہ زنجیر لاہور لیجانے اور وہاں اُن کے ساتھ وہ سلوک کرنے کے بعد جو بدیہ ناظرین ہوچکا ہے۔ مسلمانوں نے سکھوں کے تیرتھ پر کسی ہندو یا سکھ کو نہیں جانے دیا۔ بلکہ ایک شخص مستا رنگھڑ نامی مسلمان تعلقہ دار نے وہاں ڈیرہ جا جمایا۔ اور ہر روز ضد سے ہندو اور سکھوں کے دل دکھانے کیلئے خاص ہرمندر جی میں چارپائی بچھا کر حقّہ پیتا۔ اور طوائفوں کا ناچ کراتا۔ آخرش بولاقا سنگھ نامی ایک سکھ برابر یہی حالت دیکھکر امرتسر سے روانہ ہوکر کچھ مدت بعد بیکانیر میں جہاں اُن دنوں سکھوں کے قافلوں کا زیادہ تر اجتماع رہتا تھا۔ جا پہنچا۔ اور اُن کو ہرمندر جی کی ہتک کا حال جو کچھ مستا رنگھڑ کر رہا تھا سب حرف بحرف جا سنایا۔ جسکو سنتے ہی بہادر سکھوں نے بولاقا سنگھ کو یہ طعنہ مارا۔ کہ افسوس ہن اپنے سے اپنے تیرتھ کی اسطرح پر حقارت ہوتے ہوئے دیکھکر ابتک زندہ کیوں رہا گیا۔ اور اُسیوقت ایک سکھ بڈھا سنگھ نامی سکھوں کے جتھے دار نے تلوار سامنے رکھکر کل سکھوں سے مخاطب ہوکر کہا۔ کہ "تم سب میں کوئی ایسا بہادر بھی ہے۔ جو تن تنہا جاکر مستا رنگھڑ کا سر کاٹ لادے"؟

یہ سنتے ہی مہتاب سنگھ جاٹ میراں کوٹیہ و سکھا سنگھ نجار باشندہ موضع ماڑی کمبو دونوں سکھوں نے قوم خالصہ میں سے اُٹھکر مستا کا سر کاٹ لانے کا بیڑا اٹھایا۔ اور اُسیوقت وہاں سے وہی تلوار جو بڈھا سنگھ نے میان سے نکال کر سامنے رکھی تھی۔ اُٹھاکر امرت سر کی طرف چل پڑے + جیٹھ سمت ۱۷۹۷ بکرمی میں یہ دونوں سکھ امرت سر میں پہنچے۔ پہلے تو اُنہوں نے مسلمانوں کا بھیس بدلا۔ بعد ازاں ٹھیکریوں کو روپیہ کی مانند گول گول بنا تھیلیوں میں بھر کر خراج ملک کے بہانہ سے عین دوپہر کے وقت جب تیز ہوا چل رہی تھی۔ اور گرد و غبار بھی اُڑ رہا تھا۔ منہ پر کپڑا باندھے ہوئے درشنی دروازہ کے اندر جا داخل ہوئے۔ وہاں گھوڑوں کو بیر کے درخت سے جو ابتک الاچی بیر کے نام سے مشہور ہے۔ باندھ کر اُن تھیلیوں کو کندھے پر رکھ کے خاص

ہر مندر جی میں مستا کے سامنے چلے گئے۔ یہ اُسوقت چارپائی پر بیٹھا ہوا حقہ پی رہا تھا۔ اور آسکے سامنے حسب معمول طوائف ناچ رہی تھی۔ لوگ شراب پی پی کر مست ہو رہے تھے۔ سکھوں نے جاتے ہی تھیلیوں کو مستا کے سامنے رکھدیا۔ ابھی مستا نے تھیلیوں کی طرف نگاہ ہی کی تھی۔ کہ سکھوں نے اُسکا سر جُدا کر دیا۔ اور جتنے وہاں بیٹھے تھے سب کو کاٹ کوٹ طوائف کا زیور اُتار اُس کے سر کے بال وال نوچ مستا کا سر ہاتھ میں لے باہر نکل پڑے۔ اور جھٹ گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ یہ جا وہ جا۔ غرض چشم زدن میں یہ سب کارروائی کر کے دونوں بہادر سکھ کوسوں کے فاصلے پر پہنچ گئے۔ مستا کی فوج نے یہ خبر پا کر اُن کا ہر چند تعاقب کیا۔ مگر وہ ہاتھ نہ آئے۔ غرض بیکانیر میں سکھوں کے حضور مستا رنگھڑ کا سر پہنچ گیا۔ اور اُن لوگوں نے اِن دونوں سکھوں کی بہادری کی ہر طرح سے داد دیکر نہایت خوشی منائی ✤

قطب الدین اور باگھ سنگھ کا مقابلہ۔

انہی ایام میں اُدھر قطب الدین خاں حاکم جالندھر نے بھی سوڈھی بڈبھاگ سنگھ کو گوروارہ کرتارپور سے نکال کر گوردوارہ تھم صاحب کو جلادیا۔ اور وہاں گاؤکشی وغیرہ شروع کر دی۔ ہندوؤں اور سکھوں کی مستورات کی عفت میں قرانی فوج کی سپاہ خلل ڈالنے لگی۔ آخرش جب سردار باگھ سنگھ آہلووالیہ کو جو کوہستان میں دورہ کرتا تھا۔ یہ حال معلوم ہوا۔ تو وہ اپنے ساتھیوں کو لیکر دریائے بیاس کے کنارے کے جنگل میں آ اُترا۔ اور ایک دن شکارگاہ میں قطب الدین حاکم جالندھر کا اچانک مقابلہ کر کے سر کاٹ ڈالا۔ اور پھر پہاڑ پر چڑھ گیا ✤ اسیطرح پر سکھوں کے متعدد قافلوں نے جو دس دس بیس بیس کے غول میں ہو کر ملک میں اِدھر اُدھر دورہ کرتے پھرتے تھے بہت سے مشہور مشہور مسلمان حاکموں کو جو ہنود پر ظلم کرتے تھے مار ڈالا جب ان مختلف حادثات کی خبر صوبہ لاہور کو پہنچی۔ تو اُس نے اوّل کل جاگیرداراں و نمبرداراں مثل ہر بھگت نرنجیئے چودہری رام رندھاوہ و کرما باشندگان موضع چھینہ و زمینداران مجیٹھہ جودہ نگر دلو شہرہ وغیرہ علاقہ ماجھہ کو جنہوں نے اسکو یہ اطمینان دلا کر کہ اب پنجاب میں کوئی سکھ نہیں رہا۔ صدہا روپیہ کا انعام حاصل کیا تھا۔ یہ پوچھا کہ "تم تو کہتے تھے۔ کہ کوئی سکھ نہیں رہا۔ مگر اب قطب الدین جیسے نامی اور خیر خواہ سرداران کو آئے دن یہ کون قتل کر جاتا ہے"؟ اور اُن کے جھوٹ کی اُن کو یہ سزا دی کہ سرِ دربار اُن کی مونچھ اور داڑھیوں کے بال اُکھڑوا ڈالے۔ بعد ازاں گشتی فوج کو جابجا بھیجکر یہ عام حکم دیدیا۔ کہ سکھوں کے زن و بچہ تک ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیئے جاویں۔ اور ہندوؤں کے ساتھ بھی جو اُن کے مددگار معلوم ہوں یہی سلوک کیا جاوے۔ یا زبردستی مسلمان بنائے جاویں ✤

غرض گشتی فوج نے جابجا ملک میں آفت برپا کر دی۔ سکھوں کے مسلح قافلے عموماً اُس زمانہ میں راجپوتانہ و بیکانیر کے ممالک میں پھیلے ہوئے تھے۔ بالکل خالی میدان تھا۔ ہندوؤں کو پکڑ پکڑ کر زبردستی مسلمان بنانے لگے۔ جو کوئی لوٹا پھوٹا سکھ کاشتکار مل جاتا۔ اُس کو معہ زن و بچہ تہ تیغ کر ڈالتے۔ جب اِن کا ظلم غایت درجہ پر پہنچا۔ تو بقول بہادر شاہ ع شامت اعمال ما صورتِ نادر گرفت ✤ نادر شاہ بادشاہِ ایران نے ہندوستان پر چڑھائی کر دی ✤

۱۷۔ پھاگن سمت ۱۷۹۵ بکرمی کو **نادر شاہ** شاہِ ایران بھی افغانستان وغیرہ کو فتح کرتا ہوا بمقام شاہ درہ متصل شہر لاہور

آپہنچا۔ صوبہ لاہور نے تیرہ لاکھ روپیہ نقد اور بہت کچھ تحفہ جات وجواہرات اسکو نذرانہ میں دیکر خدا خدا کر کے اپنا پیچھا چھڑایا۔ بعد ازاں **نادر شاہ** نے دہلی کی طرف کوچ کیا۔ اور کرنال کے مقام پر **محمد شاہ** بادشاہ دہلی سے مقابلہ ہؤا۔ قزلباشوں نے برابر حملے پر حملہ کرنا شروع کیا۔ **محمد شاہ** کی عیش پرورده فوجیں بھلا اُن کے سامنے کب ٹھہر سکتی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر میں پریشان ہوگئیں۔ بہت سے سردار مارے گئے۔ اور محمد شاہ کو شکست ہوئی۔ آخر کار ارکین سلطنت نے صلح کا پیغام بھیجکر دو کروڑ روپیہ **نادر شاہ** کو دیکر وہیں سے واپس کرنا چاہا۔ لیکن مصاحبوں کی آپس کی دھڑ بندی اور باہم ایکدوسرے پر خطاب اور عزت حاصل کرنے میں سبقت لیجانے کی خواہش نے نادر شاہ کو دہلی تک جانے کا موقع دیا۔ جہاں عید قربانی والے دن مسجد میں نادر شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ مگر اس عید کی قربانی نے دہلی شہر کے لاکھوں آدمیوں کو اپنی قربانی میں سمیٹا۔ یعنی عصر کے وقت تک تو دہلی میں نہایت امن وآمان رہا۔ لیکن اس کے بعد بھنگڑخانہ میں دفعتاً ایک بھنگڑ کی اس مست آواز نے کہ:- واہ رے محمد شاہ رنگیلے بادشاہ! آخر کار اپنا بادشاہی پیچ کھیل ہی گیا۔ اور حرم سرا میں مغلیے (نادر شاہ) کو بلوا کر قلماقنی سے مروا ہی ڈالا۔ شہر کے لوگوں کو ایسا دلیر کر دیا۔ کہ انہوں نے نادر شاہ کے سپاہیوں کو جہاں کہیں شہر میں ادھر اُدھر گلی کوچوں میں سیر کرتے ہوئے پایا۔ اُن کو وہیں قتل کر ڈالا۔ سات سَو سپاہی نادر شاہ کا اسطرح پر مارا گیا۔ جب یہ خبر اُسکو پہنچی تو وہ گھوڑے پر سوار ہوکے تمام شہر میں اس خیال سے ایک مرتبہ چکر دے آیا۔ کہ لوگ اُسکو زندہ خیال کر کے شاید اس حرکت سے باز آجاویں۔ مگر اس کی کسی نے پرواہ نہ کی۔ بلکہ اُس پر بھی تیر چلائے۔ اور گولیاں سَر کیں۔ غرض **نادر شاہ** غصہ سے آنکھوں میں خون بھر لایا۔ اور دانت پیستا ہؤا سنہری مسجد میں جا کے تلوار میان سے نکال کر سامنے رکھ کے بیٹھ گیا گویا اپنی سپاہ کو قتل عام کرنے کا اشارہ کیا۔ **نادر شاہ** کا تلوار میان سے کھینچکر باہر رکھنا تھا۔ کہ قزلباشوں نے شہر دہلی میں قتل عام برپا کر دیا چشم زدن میں خون کے نالے بہنے لگے۔ گھروں میں آگ لگ گئی۔ زمین سے آسمان تک دھواں دھار ہوگیا۔ گویا خدا کا قہر آگیا۔ لاکھوں آدمی قتل ہوگئے۔ بادشاہ اور امیر سب دیکھتے تھے۔ مگر **نادر شاہ** کی غضبناک شکل کے سامنے کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ دَم مارے۔ آخر کار ایک بُڈھے خواجہ سرا نے محمد شاہ کے پاس روتے ہوئے یہ عرض کی۔ کہ جہاں پناہ! حضور کے باپ دادا کی نازپرورده رعیت آج جنگل کے گھاس کی طرح کٹ رہی ہے۔ بادشاہ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر جواب دیا کہ ؎ دیدۂ عبرت کشا وقدرت حق را ببیں۔ شامت اعمالِ ماصورتِ نادر گرفت ✣ بعد ازاں جب دوپہر تک یہی حال رہا۔ اور تمام خلقت میں کہرام مچگیا۔ تو آصف جاہ ننگے سر تلوار گلے میں ڈالے **نادر شاہ** کے سامنے جا کر خاموش کھڑا ہوگیا۔ اور رونے لگا۔ اُس کی بزرگ صورت سفید ریش نے نادر شاہ کے دل میں کچھ رحم ڈالدیا۔ اور اُس نے پوچھا کہ "چہ مے خواہی"؟ آصف جاہ نے یہ شعر پڑھا ؎ "کس نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کُشی۔ مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کُشی" ✣ **نادر شاہ** نے اُسیوقت تلوار کو میان میں کرلیا۔ اور اُس سے کہا کہ:- "بریش سفیدت بخشیدم" ✣ تلوار کا میان میں کرنا تھا۔ کہ قزلباشوں کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رُک گیا۔ اور آناً فاناً میں امن ہوگیا ✣

بعد ازاں دونوں بادشاہوں کے محبت اور اخلاص کی صحبتیں بدستور گرم ہوگئیں۔ اور تھوڑے دنوں بعد **نادر شاہ** تخت طاؤس، کوہ نور وغیرہ جیسی کل بے بہا چیزیں قریب تیس کروڑ کے اثاثہ کے **محمد شاہ** سے لیکر واپس ایران ہوا۔

ادھر جب سکھوں کو معلوم ہوا۔ کہ نادر شاہ بیس کروڑ کا اثاثہ شاہ دہلی سے وصول کرکے واپس جا رہا ہے۔ تو انہوں نے جمع ہو کر رات کے وقت اُن پر حملہ آور ہو ہو کے اُن کو لوٹنا شروع کیا۔ قزلباشوں کو شبخون کرکے بہت نقصان پہنچایا۔ اور نادر شاہ کی بہت کچھ دولت جو چھکڑوں اور اونٹوں پر لدی ہوئی جا رہی تھی سکھوں نے چھاپہ مار مار کر لوٹ لی۔ یہ اُسکا مال لوٹ لوٹ کر جنگلوں میں جابجا دفن کر دیتے اور خود بعد لوٹ کے دن نکلنے تک کوسوں کے فاصلہ پر بہت دُور بھاگ جاتے۔ اور اُن کے ہاتھ نہ آتے۔

غرض جب نادر شاہ لاہور پہنچا۔ اور اُسنے اپنے لشکر اور اسباب کے مختلف مقامات پر راستہ میں لوٹے جانے کا حال سنا۔ تو غضب میں آکر خان بہادر صوبہ لاہور سے دریافت کیا۔ کہ کابل سے لیکر دہلی تک میرا کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ یہ کونسے ایسے زبردست قزاق ہیں جنہوں نے شبخون کرکے میری فوج کو اسقدر نقصان پہنچایا ہے۔ اور بہت سا حصہ میری دولت کا لوٹ لیا ہے تم مجھکو اُن کا نشان بتلاؤ۔ تاکہ پہلے میں اُن کا انتظام کرلوں۔ بعدہٗ واپس جاؤں"۔ تو اِس کے جواب میں خان بہادر نے یہ بیان کیا۔ کہ جہاں پناہ! یہ ایک عجیب زبردست قوم ہے۔ جسکا نہ تو کوئی گھر ہے نہ گھاٹ ہے۔ بمثل برسات کے کیڑوں کے زمین سے خود بخود نکلتے آتے ہیں۔ رات کو اگر یہاں ہیں۔ تو دن کو سَو کوس کے فاصلہ پر جا پہنچے ہیں۔ گاجر۔ مولی۔ ساگ۔ پات اور کچا گوشت اِن کی خوراک ہے۔ پشتوں سے چارپائی کا نام نہیں جانتے۔ گھوڑوں پر چلتے پھرتے سو لیتے ہیں۔ لڑنے اور مرنے کے عاشق ہیں۔ گرمی سردی سب یکساں سمجھتے ہیں۔ ایک مرتا ہے تو چار پیدا ہو جاتے ہیں۔ سر پر پگڑی بدن میں چولا اور ایک جانگھیا پہنتے ہیں۔ جنگ و جدل کا شوق ہے۔ مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں۔ ایک ایک آدمی پچاس پچاس پر غالب آتا ہے مرنے سے مطلق خوف نہیں کرتے۔ زخم اُن کے مثل گینڈے کے خود بخود اچھے ہو جاتے ہیں شبخون اور غارتگری کے سوا اور کوئی دوسرا کام نہیں کرتے۔ ہمارا لاکھوں آدمی مر چکا ہے۔ مگر یہ کم ہونے میں نہیں آتے۔ دن بدن دونے چوگنے ہوتے جاتے ہیں۔ مذہب اِن کا ہندو اور مسلمان دونوں سے علیحدہ ہے۔ واحد پرست ہیں۔ سکھوں کے نام سے مشہور ہیں سلام اور رام رام کے بجائے واہگورو جی کی فتح بلاتے ہیں۔ اور اتفاق بدرجہ غایت رکھتے ہیں۔ بھوک اور پیاس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ فاقہ پر فاقہ گذارتے ہیں۔ مگر لڑنے اور مرنے سے باز نہیں آتے۔ پیچھے ہٹنا تو قطعی جانتے ہی نہیں۔ ہمارا تو دم ناک میں آگیا ہے۔ یہ سنکر **نادر شاہ** حیران رہ گیا۔ اور اُس نے کہا کہ اگر یہ قوم واقعی ایسی ہے جیسا کہ تم بیان کرتے ہو تو یہ لوگ ایک نہ ایک دن ضرور تمہارے ملک پر فتح پائیں گے۔ تمکو اُن کے ساتھ صلح سے برتنا چاہیئے۔ غرض کہ نادر شاہ تو یہ کہکر اساڑھ سمت ۱۷۹۶ بکرمی کو واپس افغانستان ہوا۔ مگر خان بہادر نے سکھوں کی خبر لینے کے لئے فوج گشتی کو حسب دستور پھر جابجا روانہ کر دیا۔

جو سکھ اِن کے ہاتھ لگا۔ بتدریج تہ تیغ ہوا۔ بلکہ ہندوؤں کو بھی گرفتار کرکے زبردستی مسلمان بنانے لگے۔

سکھوں کی تباہی

علاوہ بیرونی حملہ جات نادرشاہ وغیرہ کے سلطنت مغلیہ کو زیادہ تر زوال پہنچانے اور ملک کی اندرونی حالت کو تباہ کرنے والے ہندوستان کے مغربی حصّہ میں سکھ وسطی میں جاٹ دکن میں مرہٹے تھے جس میں سے جاٹوں نے اپنی طاقت کو اپنے راجاؤں وغیرہ و قلعہ جات کے ذریعہ سے اسقدر مضبوط کر لیا تھا۔ کہ مغل ذرا اُن سے آنکھ بچاتے تھے۔ علےٰ ہذا مرہٹے اپنے خاص دار السلطنت اور نیز پہاڑی دشوار گذر گاہوں کیوجہ سے اُن کی پہنچ سے ذرا دور تھے۔ باقی رہا سکھوں میں نہ تو کوئی راجا تھا۔ اور نہ اُنکے قبضہ میں کوئی خاص ملک تھا۔ اِس قوم نے صرف اپنی قوت بازو سے مسلمان سلطنت کو ہلا ڈالا تھا۔ بندہ نے شاہی طاقت کا جس کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور مسلمانوں سے ہندوؤں کے انتقام لیئے وہ سب ناظرین گذشتہ اوراق میں دیکھ ہی چکے ہیں۔ چونکہ سنگھ قوم متواتر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتی رہی۔ اور اُن پر ہمیشہ اُن کے خلاف مذہب جبر و تشدد جیسا کہ وہ عام ہندوؤں کے ساتھ اپنی ابتداے سلطنت سے کرتے آرے تھے۔ کرتی رہی۔ اِس وجہ سے اُس زمانہ میں جبکہ سکھوں کی طاقت دو فریق ہونے کی وجہ سے (ایک بندئی سنگھ دوسرے گورو کے سکھ) نہایت کمزور ہوگئی تھی اور عموماً دلاور دلادر اور جنگجو گروہ راجپوتانہ و مالوہ وغیرہ ممالک میں چلے گئے تھے مسلمانوں کا زیادہ غضب اور بس اُنہی بیچارے ٹوٹے پھوٹے چھوٹے چھوٹے دس بیس سنگھوں کے غول پر چلتا جو ملک میں لوٹ مار کرتے پھرتے تھے۔ یا کاشتکاروں پر۔ چونکہ اُس زمانہ میں اِس زبردست قوم کا کوئی پیشوا یا سرگروہ نہیں رہ گیا تھا۔ اِسلیئے صوبہ لاہور وغیرہ کو شاید یہ موقع اِس قوم کی بیخ کنی کے لیئے بہت مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ اِسکی تعمیل میں خان بہادر صوبہ لاہور نے جو ایک سخت بیرحم اور ظالم مزاج شخص تھا پیشتر سے ہی کل دیہات کے مقدم اور جاگیرداروں کے اقرار نامے لیئے تھے۔ کہ کوئی سنگھ اُن کے گانوؤں میں نہ رہنے پاویگا۔ اور اگر ہوگا تو اُسکو گرفتار کرا دیا جاویگا۔ لہٰذا بہت کم ایسے تھے جنہوں نے اِس حکم کی تعمیل کا برتاؤ ذرا ملائمت سے کیا۔ ورنہ خاص ہندوؤں کی ہی قوم جن کے دہرم کی رکھیا کے واسطے سنگھوں کی یہ حالت ہو رہی تھی۔ کہ وطن سے بے وطن جنگل اور بیابانوں میں اوقات بسری کرتے پھرتے تھے۔ بہت کچھ اُن کی بربادی کے درپے تھے۔ صدہا آدمیوں نے غریب غریب سکھوں کو جو بیچارے نہایت بخطر زندگی بسر کرتے تھے گرفتار کرا کرا کے انعام حاصل کیئے۔ مگر پھر بھی یہ قوم ایسی غضب کی زبردست اور مستقل مزاج تھی۔ کہ شاہی طاقت کی کچھ پرواہ نہ کرتی +

بھائی تارو سنگھ جی کی دہرم پر قربانی +

اُس زمانہ میں بیچارے سنگھ ایک بڑی تباہ حالت میں تھے۔ بہتیرے تو بھاگ کر غیر ممالک میں چلے گئے کچھ جو کم حوصلہ تھے سکھی دہرم کو تیاگ (چھوڑ) کر ہندوؤں میں شامل ہوگئے۔ اور بہت سے جو دلیر اور اپنے مذہب کے پکّے تھے جنگل اور بیابانوں میں پھر پھر اکر ساگ پات پر گذارہ کرتے تھے قسمت سے اگر کوئی مسلمان اکیلا دوکیلا مل جاتا تو اُسے لوٹ باٹ لیتے۔ ورنہ اکثر ایسا موقع ہوتا۔ کہ بیچاروں کو فاقہ پر فاقہ گذرتا۔ مگر وہ اپنے دہرم میں برابر قایم رہتے + چونکہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے اپنا جانشین خاص پنتھ (مذہب) کو ہی قرار دیا تھا۔ اِسوجہ سے بہت سے سکھ اور سنگھ جو دیہات میں کاشتکاری پر گذارہ کرتے تھے۔ وہ اپنی آمدنی کا بہت سا حصّہ پنتھ کی امداد میں خرچ کرتے۔ مخصوص جو جنگلوں میں پھرتے تھے اُن کو مدد پہنچاتے تھے +

اسیطرح ایک چھوٹے سے گانوں موضع پولا علاقہ مانجھ میں ایک سکھ بھائی تارو سنگھ نامی بڑی شردھا والے انسان ایک
جھونپڑی میں رہا کرتے تھے - اِن کی بیوہ ماں اور ایک کنواری بہن بھی انہی کے پاس رہتی تھیں - اِن کی عمر اسوقت پچیس ۲۵ برس
کی بیان کیجاتی ہے - اور پندرہ ۱۵ سولہ ۱۶ برس کی انکی کنواری بہن تھی - باپ کے مرجانے پر انکو اُسکی کچھ تھوڑی سی وراثت کا حصہ ہاتھ
لگا جس میں یہ کھیتی باڑی کرتے تھے - اور جو کچھ آمدنی یا پیداوار ہوتی تھی اُس میں سے ایک پیسہ یا ایک دانہ بھی اپنے ذاتی تصرف
میں نہ لاتے - بلکہ سب پنتھ کی امداد میں بھیجدیتے - اور خود ساگ پات سے اُس آمدنی پر جو اُن کی ماں اور بہن گانوں میں پیسنا
کرکے تھوڑا بہت حاصل کرتی تھیں اوقات بسری کیا کرتے - بعض دن چنے چبا لیتے - یا ساگ پات جو اکثر گانوں میں مفت
مل جایا کرتا ہے - اسی پر گذارہ کرلیتے - اپنے اعتقاد میں ہمیشہ قایم رہتے - عبادت اور بھجن بھاؤ کا ازحد شوق تھا - جپ جی - جاپ جی
سُکھ منی صاحب وغیرہ کا ہر وقت ورد رکھتے - پرمیشور کے بڑے سچے بھگت تھے - اپنے دسوں گوروؤں کے احکام پر دل وجان
سے فدا تھے - اور اپنے دھرم کے بڑے معتقد اور اپنے سکھ بھائیوں کی خدمت کرنا اپنا خاص فرض سمجھتے تھے - بقول ملکراج
صاحب "یہ ایسے شخص تھے جو صدیوں میں ایک دفعہ پیدا ہوا کرتے ہیں" - اِنہوں نے اپنی شادی نہیں کی اور نہ اِن کا کبھی ارادہ
ہوا ہے - ہمیشہ سچ بولتے تھے - ظاہر و باطن یکساں تھا - غایت درجہ کے پاک صاف اور پارسا آدمی تھے ؎

اب یہاں پر بھائی **تارو سنگھ جی** کی پاک اور صاف تھوڑی سی زندگی کا جیسا کچھ بے نظیر فوٹو ناظرین دیکھ رہے ہیں -
علے ہذا اُس سے اُن کی موت کی حالت کا عکس بھی بہت زیادہ دردناک اور دلشکن ہے - یعنی سمت ۱۷۹۰ بکرمی میں ایک نہایت خود
غرض اور خارج از انسانیت ہندو مہر بھگت نرنجنیہ نام نے جو جنڈیالہ کا رہنے والا تھا صوبہ لاہور کے پاس جاکر یوں چغلی کھائی
کہ ایک شخص بھائی تارو سنگھ کے نام سے جو پولا میں رہتا ہے اپنی تمام آمدنی اور پیداوار غلہ کو اپنی قوم کے اُن سنگھوں کو جو
شاہی سلطنت کے مخالف ہیں - اور جن کے تدارک میں سرکاری گشتی فوج تمام ملک میں جا بجا حیراں و سرگرداں پھر رہی ہے
پہنچا پہنچا کر بیدھڑک مدد دے رہا ہے - ایسے شخص کو گرفتار کرکے کوئی ایسی سخت سزا دینی چاہیے جس سے اوروں کو عبرت
ہو - چنانچہ صوبہ لاہور نے اُسیوقت چند سپاہیوں کو اُن کی گرفتاری کے واسطے بھیجدیا - جب سپاہی گانوں میں پہنچے -
تو بھائی تارو سنگھ جی نے اپنے آپکو فوراً ابلا کسی حیل وحجت کے اُن سپاہیوں کے حوالہ کردیا - اور اُن کے ساتھ لاہور کیطرف
روانہ ہو پڑے - اور راستہ میں رات ہوجانے کی وجہ سے بھڑانے گانوں میں ٹھہر گئے - وہاں چند سکھ آباد تھے جنہوں نے उद्भट
چاہا کہ سپاہیوں پر حملہ کرکے اُن کو چھڑالیں - مگر جب یہ خبر بھائی **تارو سنگھ جی** کو ملی - تو اُنہوں نے اُن میں سے دو ایک کو
اپنے پاس بُلاکر سمجھایا - کہ تم ایسا نہ کرو - کیونکہ اوّل تو میں بے قصور ہوں - امید کامل ہے - کہ ناظم مجھکو خود چھوڑ دے گا - اور
اگر اُس نے نہ بھی چھوڑا تو بھی میں اپنے جسم کو دھرم کے پیچھے تصدق کرنا (جس نے ہر حال میں ایک نہ ایک دن ناش (فنا)
ہونا ہے) بہ نسبت تمہاری لوگوں کی صدہا جانوں کو عذاب میں ڈالنے کے زیادہ تر مناسب سمجھتا ہوں - کیونکہ اِس میں
کوئی شک نہیں - کہ تمہاری طاقت فی الحال میرے محافظوں سے بدرجہا زیادہ ہے - اور تم مجھکو ضرور چھوڑا سکتے ہو - مگر

اِسکے بعد اسکا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ مسلمانوں کی کل فوج یہاں پر آویگی۔ اور تمہارے سارے گانوں کو برباد کردیگی۔ اور شاید اگر تم لوگ کسی وجہ سے اپنی جانیں بچا کر بھاگ بھی جاؤ۔ تو بھی تمہیں جنگل اور جھاڑیوں میں بھوکے اور پیاسے صدہا قسم کے عذاب و مصائب اٹھا کر چھپے چھپے پھرنا پڑیگا۔ اِس صورت میں مَیں صرف اپنی اکیلی جان کے لیئے تم سب صدہا آدمیوں کی جانیں ضایع کرنا یا تمکو تکلیف پہنچانا بہتر نہیں سمجھتا۔ دیکھو! ہمارے گوروؤں نے ملک اور قوم کو فائدہ پہنچانیکے لیئے اپنے آپکو کن کن مصیبتوں کا نشانہ بنایا ہے۔ گورو تیغ بہادر صاحب نے اپنی جان دی۔ گورو گوبند سنگھ صاحب نے وطن چھوڑا بیوطن ہوئے۔ اپنے بیٹوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے اور اپنی زندگی میں دہرم کے پیچھے قربان ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور سُنا۔ اور ذرا اُف تک بھی نہ کیا۔ بھائی منی سنگھ جی نے اپنے بند بند کٹوائے۔ مگر بالکل آہ نہ کی پس جب ایسے ایسے مہاتما اور بزرگوں کے جسم دہرم کی بھینٹا ہوئے۔ تو اگر میرا ناچیز جسم بھی اسی شُبھ کام کے ارپن ہو۔ تو اس سے زیادہ میرے لیئے کونسی دوسری خوشی ہو سکتی ہے۔ میرے بھائیو!! میں قوم کا خدمتگار رہوں۔ میرے چمڑے کی اگر جوتیاں بھی اُن کے کام آویں۔ تو دھن بھاگ ہیں"۔ غرض بھائی تارو سنگھ جی نے اسطرح پر وہاں کے سکھوں کو سمجھا بوجھا کر باز رکھا +

دوسرے دن شام کو بھائی تارو سنگھ جی لاہور پہنچے۔ جہاں اُن کو حوالات میں رکھا گیا۔ اگلے دن صبح کو جب دربار میں حاضر کیئے گئے۔ تو بھائی تارو سنگھ جی نے بول "واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح"۔ کی آواز سے باواز بلند پکار کر نواب کو مخاطب کیا۔ جسکو سنتے ہی وہ آنکھوں میں خون بھر لایا۔ ابھی وہ کچھ کہنے ہی کو تھا۔ کہ تارو سنگھ جی نے اُس سے خود کہا۔ کہ اے نواب! میں تو ایک بیچارہ غریب آدمی ہوں۔ میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔ جو تو نے مجھکو اِس حالت پر پہنچایا ہے۔ چور میں نہیں۔ ٹھگ میں نہیں۔ ڈاکہ میں نے نہیں مارا۔ میں ایک غریب کاشتکار ہوں۔ مزدوری اور کھیتی سے اپنا رزق حاصل کرتا ہوں۔ جو کچھ سرکاری محصول ہوتا ہے۔ وہ بھی بلا عذر ادا کرتا رہا ہوں نہ کسی کو ستاتا ہوں۔ نہ کسی سے کچھ مانگتا ہوں۔ غریبی اور سلامت روی سے اپنا گذارہ کرتا ہوں۔ اگر کچھ میرے پاس میری درکار سے زیادہ ہوتا ہے۔ تو اُسے اپنے مذہب کے موافق دہرم اَرتھ میں لگاتا ہوں۔ واہگورو نے تجھکو انصاف کے لیئے حاکم بنایا ہے نہ کہ ظلم کے لیئے ہ وہ راجہ یا حاکم جو اپنی رعایا پر ناحق ظلم کرتا ہے۔ نرک گامی ہوتا ہے"۔ یہ سنتے ہی خان بہادر اور بھی آگ بھبوکا ہو گیا۔ فوراً حکم دیا۔ کہ اِس کو چرخ پر چڑہا کر عذاب دیا جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کمبخت چرخی استعمال کی گئی۔ بھائی تارو سنگھ جی کے جسم کا وہ حال ہوا جسکا بیان کرنا بھی دشوار ہے۔ پسلی پسلی چور ہو گئی۔ بند بند مرک گئے۔ جسم سارا چھل گیا۔ جوڑ جوڑ دُکھنے لگا۔ کہیں سے خون نکل پڑا۔ کہیں سے کوئی اعضاء ٹوٹ گیا۔ ہڈیاں پس گئیں۔ یہانتک حالت ہو گئی۔ مگر بھائی صاحب کے چہرہ پر ذرا بھی شکن نہ آیا۔ ست سری اکال ست سری اکال کی آواز برابر منہ سے نکلتی رہی + دو تین گھنٹہ تک اُن کو اسیطرح چرخی پر عذاب دیا گیا۔ جلاد بھی تھک گئے آخرکار اُن کو اُتار کر قیدخانہ میں پہنچا یا گیا۔ نواب نے یہ ساری حالت تو سُن ہی لی تھی۔ دوسرے روز صبح کو اپنے دربار میں بلا کر اُن سے نرمی سے کہنے لگا۔ کہ دیکھو! اسقدر تکلیف کیوں برداشت کرتے ہو مسلمان ہو جاؤ۔ آرام سے زندگی بسر کرو

ہم تمکو جاگیر عطا کریں گے۔ کسی خوبصورت مسلمان امیر کی بیٹی سے تمہاری شادی کردیں گے۔ اپنی جوانی کا کیوں ستیاناس کرتے ہو۔ سکھ ہونے سے تمکو کیا فائدہ ملا۔ رات دن عذاب سہتے ہو۔ بھوکے مرتے ہو۔ مارے مارے پھرتے ہو۔ اپنی عزیز جان اور خوبصورت جوان جسم کو ناحق برباد کرتے ہو۔ جسکے جواب میں آنہوں نے یہ کہا۔ کہ میں مسلمان ہرگز نہیں ہونگا۔ سکھی دہرم اور کیس اپنی جان کے ساتھ نباہونگا۔ اپنے دہرم کی تکالیف مجھکو دوسرے دہرم میں جاکر لاکھوں طرح کی نعمتیں اور عیش و آرام پانے سے بدرجہا خوشگوار اور مسرت بخش معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سارے عذاب و تکالیف جو تو میرے فانی جسم کو دے رہا ہے۔ میری اصلی روحانی خوشی کے ساتھ مبدّل ہو کر مجھکو نہایت امندروپ معلوم ہوتی ہیں۔ آخر جب اُنہوں نے نہ مانا تو بیرحم نواب نے پھر اُن کو چرخی پر عذاب دینے کا حکم دیا۔ جلاد اُن کو پھرے گئے۔ اور اذیت دینے لگے۔ مگر انہوں نے کچھہ پرواہ نہ کی۔ اکال! اکال!! برابر منہہ سے نکالتے رہے۔ اِس استقلال کو دیکھکر جلاد بھی حیران تھے۔ جوں جوں چرخی پھرتی تھی۔ اور اِن کے جسم پر مروڑ چڑھتا تھا۔ اُن کے چہرہ پر بجائے تکلیف کے آثار نمودار ہونے کے اصلی سچائی اور مدام خوشی حاصل ہونے کی امید میں دوگنی چوگنی بشاشت ظاہر ہوتی تھی اِن کے استقلال کو عذاب خانہ میں نواب خود بھی دیکھنے چلا آیا تھا۔ اور دیکھہ دیکھہ کر گوشت شدر تھا۔ مگر بیرحم کے دل میں رحم کا نام تک نہ آتا تھا۔ شاید نواب کا یہ خیال تھا۔ کہ عذاب میں صبر کا ہونا کچھ بڑی بات نہیں۔ مگر وہ بھائی **تارو سنگھ جی** کی اصلی اور مدام خوشی کو جو اُن کے چہرہ پر اپنے پیارے گوروؤں کے نقش پا لینے کی خواہش میں جس کو وہ اپنا خاص دہرم سمجھتے تھے۔ اور اُس دہرم کے پیچھے اپنی جان کو قربان کرنا اپنا عین فرض سمجھتے تھے۔ بالکل ناواقف تھا۔ کیونکہ اُنہوں نے ہمیشہ اپنے جسم کو صرف قوم کی خدمت میں لگائے رکھا تھا۔ اور علےٰ ہذا اُسی جسم کی آخرت میں بہی کیا اپنے خون سے سچے دہرم کی شہادت دینے کے لیئے جس کے وہ تمام عمر پیرو رہے۔ تیار ہو کر اپنی کامیابی پر خوش نہ ہوتے ؟

الغرض تھوڑی دیر بعد نواب نے اُن کو تیسری بار چرخی سے اتروا کر مذہب اسلام قبول کرنے کے لیئے کہا۔ اور کہا۔ کہ اگر تم اسلام قبول نہیں کروگے تو جوتیوں سے تمہارے سر کے بال اُڑوا دیئے جائیں گے جس کے جواب میں اُنہوں نے کہا۔ کہ واہگورو نے اگر کرپا کی تو ہم خود تیرے سر پر جوتی ماریں گے۔ باقی رہا مسلمان ہونا تو درکنار رہا۔ میرا سکھی دہرم اور کیس میری جان کے ساتھ جائینگے جس پر نواب کو از حد غصّہ آیا۔ اور اُس نے حجام کو بلوا کر زبردستی اُن کا سر مونڈنے کے لیئے حکم دیا۔ مگر بھائی صاحب کے بال اُتارنے میں وہ کامیاب نہ ہوا۔ آخرش موچیوں کو بلوایا گیا جنہوں نے رنبیوں سے اُن کے سر کے چمڑے کو معہ بالوں کے چھیلنا چاہا۔ جب اُس میں بھی ناکامیابی ہوئی۔ تو سر کی کھوپری کو معہ بالوں کے جدا کردیا گیا۔ اِسقدر سختی اور عذاب کے بعد بھی بھائی **تارو سنگھ** کے منہ سے سی کا نکلنا تو درکنار آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہ ٹپکا۔ برابر منہہ سے اکال! اکال!! نہایت استقلال کے ساتھ نکالتا رہا۔

نواب کے اِس وحشیانہ ظلم نے اُس کے دل میں یہ دیکھتے دیکھتے ہی خود بخود ایک ایسا قدرتی خوف ڈالدیا کہ وہ کانپ اُٹھا۔ اور اُسنے اپنے اِس بُرے کام کو ادہورا ہی چھوڑ کر ادھموئے بھائی **تارو سنگھ جی** کو ہندوؤں کے سپرد کرکے اپنے گھر کا

راستہ لیا۔ بیچارے ہندو تراس تراس کرتے ہوئے بھائی **تارو سنگھ جی** کو ایک دہرم سالہ میں لے گئے۔ جہاں وہ تھوڑے دنوں زندہ رہکر معہ خان بہادر کے جس نے اُن کے ساتھ ایسا ظلم کیا تھا۔ اِس جہان سے کوچ کر گئے۔ اِس کی بابت ابتک سکھوں میں ایک معجزہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ نواب کے دل میں اُسوقت سے کچھ ایسا خوف بیٹھا کہ وہ گھر جاتے ہی قدرت الٰہی سے سخت بیمار ہو گیا۔ اور اُسکا پیشاب بند ہو گیا۔ سینکڑوں علاج کیئے مگر کچھ فائدہ نہؤا۔ آخرش جب وہ جان بلب ہو گیا۔ تو اُسکو گمان گذرا کہ شاید اُسکو یہ بیماری بھائی تارو سنگھ جی کی بد دعا سے ہوئی ہے۔ اِسلیئے اُس نے سبیگ سنگھ وکیل کو بلا کر کہا۔ کہ مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر تارو سنگھ جی مجھے معاف کر دیں۔ تو میں تندرست ہو جاؤں۔ اور اگر تو ایسا کرے تو میں تیرے ساتھ نہایت نیک سلوک کروں گا۔ چنانچہ سبیگ سنگھ وکیل بھائی **تارو سنگھ جی** کے پاس گیا۔ مگر اُنہوں نے یہ فرمایا۔ کہ یہ میرے بس کی بات نہیں خالصہ جی اگر اُسکو معاف کر دیں۔ تو وہ کر سکتے ہیں۔ تب سبیگ سنگھ دو چار قوم کے بزرگ شخصوں کے پاس گیا جنہوں نے یہ جواب دیا۔ کہ ہم معاف تو نہیں کر سکتے۔ مگر اگر بھائی **تارو سنگھ جی** کا جوتہ نواب اپنے سر پر رکھے تو اُسکو واہگورو شاید صحت دے۔ سبیگ سنگھ نے نواب سے ایسا ہی آکر کہا۔ چنانچہ اُس نے بھی منظور کر لیا۔ اور قدرت الٰہی ایسی ہوئی۔ کہ جب بھائی **تارو سنگھ جی** کا جوتہ نواب نے اپنے سر پر رکھا۔ تو اُسیوقت اُسکو پیشاب اُتر آیا۔ جس کے عیوض میں وہ بہت خوش ہؤا۔ اور اُس نے سبیگ سنگھ وکیل کو اِس صلہ میں لاہور کا کوتوال مقرر کر دیا۔ مگر تھوڑے دنوں بعد پھر نواب کو ہیضہ ہو گیا۔ اور وہ اُسی بیماری سے مر گیا۔ روایتاً مشہور ہے۔ کہ جس روز نواب مرا۔ اُسی روز بھائی **تارو سنگھ جی** نے بھی اپنے پران چھوڑ دیئے۔ اُسوقت تک یہ بھی دھرم سالہ میں برابر زندہ رہے ✤ ایک سمادہ دہلی دروازہ کے باہر بنی ہوئی ہے۔ اور شہید گنج کے نام سے مشہور ہے ✤

سبیگ سنگھ کے بیٹے سباج سنگھ کی شہادت

بھائی سبیگ سنگھ جی قوم کے جاٹ ایک اعلےٰ خاندان سے موضع جنبر ضلع لاہور کے رہنے والے تھے۔ اور اُن کے باپ دادا معزز اور نوکری پیشہ تھے۔ اِنہوں نے فارسی کی اچھی تعلیم پائی تھی۔ اور اوائل عمر میں ہی اِن کو صوبہ لاہور کے دربار میں داخل ہونے کا اتفاق ہؤا تھا۔ جہاں سے اِن کو معزز خاندان ہونے کی وجہ سے دس بارہ [10، 12] گانوں کے اجارہ دار بننے کا بھی اعزاز حاصل ہو گیا تھا۔ چونکہ اُنہوں نے بچپے سے گورمکھی اپنے مذہبی علم میں بھی اچھی طرح مہارت پیدا کر لی تھی۔ اسوجہ سے سکھوں کے ساتھ جب کبھی کوئی کام پڑتا۔ تو یہ ناظم کی طرف سے اُن کے پاس بطور وکیل بھی اکثر بھیجے جایا کرتے تھے۔ **محمد شاہ** بادشاہ کی طرف سے جب سکھوں کے لیئے کچھ جاگیر تجویز ہوئی تھی۔ اور نوابی کا خطاب خلعت وغیرہ جو اُن کے واسطے صوبہ لاہور کے پاس آیا تھا وہ بھی امرتسر میں ہی لیگئے تھے۔ اور اِسلیئے ایک مدت تک یہ سکھوں کے وکیل کہلاتے رہے۔ بعد ازاں بھائی تارو سنگھ سے معافی دلانے کے صلہ میں اُن کو خان بہادر نے لاہور کا کوتوال مقرر کر دیا تھا۔ جس عہدہ پر یہ ایک عرصہ تک رہے مگر خان بہادر کے مرنے کے بعد جب اُسکا بیٹا یحییٰ خاں اُسکا جانشین ہؤا۔ تو چونکہ مذہبی پاس کیوجہ سے یہ اکثر سکھوں کی رعایت کرتے رہتے تھے۔ بلکہ بہت سے سکھوں کی لاشوں کو جو صوبہ لاہور نے ایک زمانہ میں دیواروں میں چنوا دیا تھا۔ اِنہوں نے نکلوا نکلوا کر جلوا دیں۔ اور اُن کی سمادہیں تعمیر کرا دی تھیں۔ اِس لحاظ سے قاضی اور شہر کے مفتیوں نے اتفاق کر کے یحییٰ خاں کو

ان کی طرف سے بدظن کر دیا۔ اسی اثناء میں ایک روز اُن کے بیٹے سباج سنگھ سے جو اُسوقت اٹھارہ برس کی عمر میں اپنی فارسی کی تعلیم کو ختم کر چکا تھا۔ اپنے استاد سے مذہبی بحث پر جیساکہ اکثر ہو جایا کرتا ہے کچھ تکرار ہو گیا۔ اُس زمانہ میں مسلمان اور سکھوں کی باہم مخالفت تو بڑھ ہی رہی تھی۔ یہ بات صوبہ لاہور کے بھی کان تک پہنچائی گئی۔ وہ **سبیگ سنگھ جی** سے پہلے ہی خار کھائے بیٹھا تھا۔ دونوں باپ بیٹا بلائے گئے۔ اور یہ معاملہ قاضی اور مفتیوں کے سپرد ہوا۔ جنہوں نے یہ فتوےٰ دیا۔ کہ ان دونوں باپ بیٹوں کو یا تو مسلمان مذہب قبول کرنے پر رضامند کیا جائے یا چرخی پر چڑھا کر عذاب سے مار ڈالا جائے۔ چنانچہ یہ دونوں دربار میں نواب کے سامنے بلائے گئے۔ اور ان کو اس سخت حکم کی اطلاع دیگئی۔ بھائی **سبیگ سنگھ جی** نے یہ سنتے ہی کہا کہ اہو بھاگ (خوش نصیبی) ہمارے! جو ہمارا بھی ناچیز جسم ایسے دہرم کے مبارک کام میں نذر ہو۔ نواب صاحب!! اگر ہم مسلمان ہو جانے سے یہ خیال کرتے کہ موت کے پنجہ سے چھوٹ جاویں گے تو کیا مضایقہ تھا۔ ہم ایسا بھی کر لیتے۔ مگر جب موت ہمارے سر پر خواہ ہم مسلمان ہوں خواہ ہندو۔ ایک نہ ایک دن ضرور آویگی۔ تو پھر اس تھوڑی سی ناپائدار زندگی کے لیئے اپنے اصلی دہرم کو چھوڑ کر دوسرے میں جانا کونسی عقل کی بات ہے؟ باقی رہا ہمارا جسم حاضر ہے۔ آپ جس طرح سے چاہیں اسکو عذاب دیں۔ اور مار ڈالیں۔ ہمکو جان دیدینا قبول ہے۔ لیکن ہم مسلمان ہرگز نہیں ہوں گے۔

نواب بھائی **منی سنگھ جی** اور **تارو سنگھ جی** جیسے سکھوں کی شہادت سے اس قوم کی مضبوط اور زبردست اعتقاد کا امتحان تو کر ہی چکا تھا۔ مگر اُن کے استقلال اور اپنے مذہب میں ثابت قدم رہنے کو وہ زیادہ تر جہالت کا باعث بھی خیال کرتا تھا۔ لیکن اُسکو بھائی **سبیگ سنگھ جی** جیسے ذی علم شخصوں سے جنکی تمام عمر مسلمانوں کی صحبت اور تعلیم میں صرف ہوئی ہو یہ امید ہرگز نہیں تھی۔ کہ یہ بھی اپنے مذہبی اعتقاد میں ایسے پکے نکلیں گے۔ یا دین اسلام کو ایسی نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ کہ اپنی عزیز جان دیدینا قبول کریں گے۔ مگر مسلمان ہونے پر کسی صورت سے رضامند نہ ہوں گے اسلیئے وہ تھوڑی دیر تک تو چپ رہا۔ اور اس شش و پنج میں پڑ گیا۔ کہ آخر کو کیا حکم دوں؟ مگر چونکہ وہ اس قوم کو حتی الامکان بالکل بیخ و بُن سے نیست و نابود کرنا چاہتا تھا۔ اسلیئے اس نے اس موقع پر بھی رحم کو کام میں لانا مناسب نہ سمجھا۔ اور ان کو عذاب دینے کا حکم دیدیا۔ دونوں باپ بیٹوں کو چرخ پر عذاب دینا شروع کر دیا گیا۔ بدن پر اینٹھن چڑھنے لگا۔ بند بند مروڑ کھا کھا کر کڑ کڑانے لگا۔ انگلی انگلی پور پور درد کرنے لگی۔ مگر یہ دونوں سورمے اپنے اعتقاد کے نشہ میں ایسے مگن تھے۔ کہ کچھ پرواہ نہ کرتے۔ اکال! اکال!! زور زور سے پکارتے۔ اس دُکھ اور سخت عذاب میں ناک یا ابرو چڑھانے کا تو کیا ذکر چہرہ پر ذرا بھی بل یا تکلیف کے آثار نہ لائے۔ ایک گھنٹہ بھر اسیطرح پر عذاب دیا گیا پھر دو تین گھنٹہ کا وقفہ دیکر حاکم نے اُن کو رُوبرو بلایا۔ اور مسلمان ہونے کی ترغیب دی۔ مگر جب اُنہوں نے نہ مانا۔ تو پھر چرخ کا عذاب دینا شروع کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر چھوڑ دیا۔ اور ان کو بلا کر بہت سی طمع وغیرہ دکھلا کر رہائی دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ ناچار پھر چرخ پر چڑھائے گئے۔ مگر اس مرتبہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا۔ اور سباج سنگھ کو الگ بلا کر نواب

نے کہا۔ کہ دیکھ۔ تیرا باپ تو اب بڈھا ہو گیا ہے۔ اُسکو تو زندگی کی کچھ پرواہ نہیں۔ مگر تو ابھی سبزہ آغاز جوان آدمی ہے۔ دنیا کا ابھی تو نے کچھ نہیں دیکھا۔ ناحق کیوں جان کھوتا ہے۔ پڑھا لکھا صاحب شعور آدمی ہے۔ کیوں نہیں سمجھتا۔ مسلمان بن جا۔ تجھکو بہت اعلےٰ مرتبہ دیں گے۔ اور تیری شادی بھی کسی نہایت جوان اور حسین لڑکی سے کرا دیں گے۔ مزے سے عیش و عشرت میں اپنی زندگی کے ایام بسر کرنا اور جوانی کا مزہ لوٹنا۔ جس کے جواب میں اُنہوں نے کہا۔ کہ میرے نزدیک یہ ساری باتیں جو آپ نے بیان کی ہیں۔ میرے دہرم کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ مجھکو یہ ہرگز منظور نہیں۔ کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ جوانی کیا۔ اور بڑھاپا کیا۔ سب کو ایک نہ ایک دن موت کے پنجہ میں پھنسنا ہے۔ تب نواب نے مغلوب الغیظ ہو کر حکم دیا۔ کہ ان کو سخت عذاب دیا جاوے۔ جلادوں نے اُسیوقت **سباج سنگھ جی** کو ایک ستون سے باندھا اور دُرّوں اور کوڑوں سے اُن کا چمڑہ مثل رُوئی کے اُڑانے لگے۔ اسکو بھی وہ نہایت استقلال سے سہتے گئے۔ اور واہگورو واہگورو بولتے رہے۔ مگر بیرحم اور ظالم جلادوں نے اس پر بھی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ لوہے کی سیخیں آگ میں گرم کر کر کے اُن کے بدن پر لگانے لگے۔ جسکی سختی البتہ اُس سبزہ آغاز لڑکے کے لیئے ناقابل برداشت ہوئی۔ اور وہ بیچارہ چیخ اُٹھا۔ اور کہنے لگا۔ کہ مجھکو چھوڑ دو میں مسلمان ہوتا ہوں + نواب یہ سنتے ہی اپنی کامیابی پر بہت خوش ہؤا۔ اور اُن کو چھوڑوا کر اپنے سامنے بیٹھا لیا +

اب اپنی کارگذاری جتانے کے لیئے اُن کے باپ **سبیگ سنگھ جی** کو بلا کر کہنے لگا۔ کہ دیکھو یہ تمہارا لڑکا دین اسلام قبول کرتا ہے۔ بہتر ہے۔ تم بھی منظور کر لو۔ اور دونوں باپ بیٹا اپنی اپنی زندگی کے ایام خوشی سے بسر کرو۔ باپ کا چہرہ جو ابھی اپنے اعتقاد میں بالکل ثابت قدم تھا۔ مثل آفتاب کے چمکتا ہؤا دیکھکر بیٹے کا اعتقاد بھی جو موت کے خوف سے کسیقدر اُتر گیا تھا از سرِ نو قیام پکڑ گیا + **سبیگ سنگھ جی** نے اپنے بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ کہ افسوس! بیٹا!! کیا تم مسلمان ہو جانے سے موت سے بچ جاؤ گے؟ یا ہمیشہ زندہ رہو گے؟ جس کے خوف سے تُمنے اپنے جسم کو اسوقت عذاب سے بچایا ہے اُس نے تو ہر حال میں تمکو ایک نہ ایک دن پکڑنا ہے۔ بیٹا! موت سے ہرگز نہ ڈرو۔ اور دہرم کو تھوڑی سی زندگی کے لیئے اپنے ہاتھ سے مت کھوؤ + جوانمرد بنو! دیکھو!! بھائی منی سنگھ جی اور بھائی تارو سنگھ جی نے دہرم کو قایم رکھنے کے لیئے کس کس دُکھ اور عذاب سے اپنی جان کو دیا ہے۔ مگر استقلال کو اپنے ہاتھ سے نہیں دیا۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے دونوں معصوم بچوں کیطرف خیال کرو۔ کہ وہ عمر میں تمسے کسقدر چھوٹے تھے۔ اور پھر وہ سرہند میں اپنے دہرم کے پیچھے کس ثابت قدمی سے قربان ہوئے ہیں۔ بیٹا!! یہ جسم جسکے بچانے کے لیئے تم ذرا سا حوصلہ ہار گئے ہو۔ نہ کسی کا آجتک ہمیشہ رہا ہے اور نہ رہیگا +

پہلے تو ناظم کچھ دیر تک **سبیگ سنگھ جی** کی باتوں کو خاموش سنتا رہا۔ مگر بعد ازاں جب اُس نے دیکھا۔ کہ اِن کی ہر ایک بات **سباج سنگھ جی** کے دل میں نقش برسنگ کا کام کر رہی ہے۔ تو اُن کو بولنے سے بند کر دیا۔ لیکن جسقدر وہ کہہ چکے تھے۔ وہ سباج سنگھ جی کو از سرِ نو اپنے اعتقاد پر قایم کر کے سخت سے سخت عذاب کا بھی استقلال کے ساتھ مقابلہ

رنے کے لیے کافی تھا۔

جیوں ہیں باپ نے اپنی اسپیچ ختم کی۔ بیٹے نے فوراً اٹھکر کہدیا۔ کہ میں بھول گیا تھا۔ جو تمہارے عذاب کی تکلیف سے اپنے تئیں بچانی کو دھرم چھوڑنے پر رضامند ہوگیا۔ اب میں ہرگز ہرگز مسلمان نہیں ہونگا۔ خواہ تم مجھے پرزے پرزے کردو۔ میں حاضر ہوں۔ جو چاہو سو کرو۔ میرا دھرم میری جان کے ساتھ جائیگا۔ چنانچہ پھر چرخی استعمال کیگئی۔ اور عذاب اسوقت تک جبتک کہ وہ دونوں باپ بیٹا بیہوش ہوکر جان بحق نہ ہوگئے۔ برابر جاری رکھا گیا۔

حقیقت رائےجی کی قربانی۔

انہی ایام میں یا کچھ عرصہ بعد ایک شخص حقیقت رائے قوم کھتری باشندہ سیالکوٹ نے بھی لاہور میں دھرم کے اوپر اپنے آپ کو نہایت استقلال سے قربانی کی نظیر بنایا۔

یہ صاحب شہر سیالکوٹ میں کاتک بدی دوادشی سمت ۱۷۹۱ بکرمی میں باغ مل پوری کھتری کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ ان کی ماں کا نام کوراں تھا۔ ان کا باپ سیالکوٹ کے حاکم کے دفتر میں نوکر تھا۔ بچپن میں ہی ان کی شادی قصبہ وڈالہ کے کسی سنگھ خاندان کی لڑکی سے ہوگئی تھی۔ یہ سیالکوٹ شہر کی مسجد میں ملا (مولوی) کے پاس فارسی پڑھا کرتے تھے۔ جب ۱۷-۱۸ برس کی عمر پر پہنچے۔ تو ایک دن کا ذکر ہے کہ ملا اپنے کسی کام کو باہر چلا گیا۔ اسکے پیچھے مسلمان لڑکوں کے ساتھ ان کا باہم مذہبی بحث میں تکرار ہو پڑا۔ مسلمانوں نے دیوی جی کو جسکے شاید یہ ازحد معتقد تھے گالیاں دیں۔ انسے بھی چپ نہ رہا گیا۔ انہوں نے محمد صاحب کی بیٹی فاطمہ کو ان کے جواب میں گالیاں دیں۔ اس زمانہ کے ہندوؤں میں سے کسی میں مسلمانوں کی صدہا برس کی لگاتار سلطنت کے ظالمانہ برتاؤ نے اسقدر جرأت کہاں باقی چھوڑی تھی۔ کہ کوئی اسطرح مسلمانوں کو ترکی بہ ترکی جواب دیسکتا۔ مگر چونکہ حقیقت رائے کی شادی اس زبردست اور بہادر قوم کے آدمیوں کے گھر میں ہوگئی تھی۔ جنہوں نے دہرم کے پیچھے مسلمانوں کی سلطنت کو ہندوستان کے مغربی حصہ میں کئی دفعہ نیچا دکھا کے اپنا زور قایم کرلیا تھا۔ اسلیئے اغلب ہے۔ کہ انہوں نے خاص گوروؤں اور ان کے پیرو بھائی منی سنگھ و تارو سنگھ جی جیسے لوگوں کی دہرم کی حفاظت میں قربان ہونے کا حال سنکر اپنے دہرم کے معاملات میں نڈر ہوکر اپنے آپ کو مقابلہ کرنے کے قابل بنالیا ہو۔ علاوہ ازیں اس زمانہ میں جس استقلال سے بھائی منی سنگھ وغیرہ مہاتماؤں نے عذاب کا مقابلہ کرکے اپنے آپکو دہرم کے نمت قربان کیا تھا۔ اسکا چرچا پنجاب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کل ہندو آبادی میں گھر گھر پھیل گیا تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ انہی پاک تذکرات کے سننے سے حقیقت رائے جی نے بھی بلی دان ہونے کا مشکل سبق سیکھا۔

جب ملا واپس آیا۔ تو مسلمان لڑکوں نے حقیقت رائے جی کی شکایت پیش کی۔ جسکے جواب میں انہوں نے کہا کہ پہل ان لوگوں کی طرف سے ہوئی ہے جو ایسی شکایت کرتے ہیں۔ بیشک میں نے فاطمہ کو برا بھلا کہا۔ لیکن اگر یہ لوگ پہلے ہمارے دیوتاؤں کو گالی گلوچ نہ دیتے۔ تو مجکو ایسا کہنے کی کوئی ضرورت نہ پڑتی۔ ملا کو اس پر سخت غصہ آیا اور اس نے اسیوقت اس معاملہ کو قاضی کے روبرو پیش کرکے یہ صلاح دی کہ اس لڑکے کو اس جرم کے بدلہ کوئی سخت عبرت ناک سزا دینی چاہیئے

قاضی نے **حقیقت رائے جی** کو فوراً بندیخانہ میں بھیجدیا۔ اور حاکم کو لکھ بھیجا۔ کہ اس لڑکے کو مذہب اسلام قبول کرنے کے لیئے مجبور کیا جاوے۔ اور اگر نہ مانے تو سخت عذاب سے مار ڈالا جاوے۔ اِن کے والدین کو خبر ہوئی۔ وہ بیچارے روتے پیٹتے ہوئے حاکم کے ہاں پہنچے۔ اگلے دن یہ مقدمہ وہاں کے حاکم امیر بیگ کے روبرو پیش ہوا۔ ابھی اس سخت حکم کی خبر اُن کے ماں باپ کو مطلق نامعلوم تھی۔ اور نہ یہ امید تھی۔ کہ صرف لڑکوں کی باہم طنز آمیز گفتگو پر جسکے لیئے کوئی عقلمند آدمی چنداں پرواہ نہیں کرتا۔ (کیونکہ ایسا تو اکثر لڑکوں میں باہم روزمرہ ہوتا ہی رہتا ہے)۔ ایسا سخت حکم دیا جاوے گا ✤

امیر بیگ حاکم کے سامنے جب یہ مقدمہ پیش ہوا۔ تو اُس نے ایسی سخت سزا کا دینا اپنی عمدہ اور نیک سمجھ کے مطابق بالکل غیر واجب سمجھا۔ اِسلیئے اُس نے پہلے تو قاضی اور ملا کو بہت سمجھایا۔ کہ ایسی سخت سزا ایک ایسے خفیف جرم کے لیئے جو لڑکوں میں باہم روزمرہ کا وقوعہ ہے دینا بالکل خلاف عقل اور انصاف ہے۔ مگر وہ بیرحم کب سنتے تھے۔ اُنہوں نے تو اس ذراسی بات کو اسوقت تک بات کا بتنگڑ ہی بنا دیا تھا۔ تمام شہر کی مسلمان آبادی میں ایک قسم کا عام مذہبی جوش پھیلا دیا تھا۔ اسلیئے لاچار ایک منتخب علماؤں کی جماعت اکھٹی کر کے اس مقدمہ کو اُن کے سپرد کیا۔ لیکن اُنہوں نے بھی پہلے ہی حکم کی تائید کی ✤ جو حالت اسوقت **حقیقت رائے** کے والدین پر مخصوص اُن کی ماں پر گذر رہی تھی۔ بالکل ناقابل بیان ہے۔ بیچاری بوڑھی عورت نے رو رو کے اپنا سر بھی قاضی کے پیروں میں پھینک دیا۔ اور کہا۔ کہ میرا جسقدر زیور مال اسباب جائداد وغیرہ موجود ہے سب لیلے مگر خدا کیواسطے میرے اس اکلوتے لاڈلے بیٹے کی جان بخشی کر۔ مگر بیرحم قاضی کے پتھر دل پر اسکا کچھ اثر کاہیکو ہونے لگا تھا۔ اُس نے سختی سے جواب دیا۔ کہ میں شرع کے حکم کو ہرگز نہیں ٹال سکتا ✤

اب لاچار بیچارے حاکم امیر بیگ کو بھی جو ایسی سخت سزا ہرگز نہیں دینا چاہتا تھا۔ اُن علماؤں کے فیصلے کی تعمیل کرنی پڑی۔ اُس نے **حقیقت رائے جی** کو سر دربار بلا کر کہا۔ کہ لڑکے! مسلمان ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ ورنہ جان سے جاؤگے اُنہوں نے جواب دیا کہ مجھکو مرنا قبول ہے۔ مگر مذہب اسلام میں جانا کسی طرح پر منظور نہیں۔ حاکم تو پیشتر ہی سے یہ سزا نہیں دینا چاہتا تھا۔ مگر اس لڑکے کے استقلال نے اُس کے دل کو اور بھی ملایم کر دیا۔ لیکن وہ صریح دیکھ رہا تھا کہ ملّا۔ اور قاضی سب اُس کے برخلاف ہیں اور شہر کے کل مسلمان آبادی میں جوش پھیل رہا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ لڑکے کا باپ خاص اُس کے دفتر میں نوکر تھا۔ اِسوجہ سے بھی اُس کی انسانیت یہ گوارا نہیں کر لی تھی۔ کہ وہ خود اپنے سامنے ایسے سخت حکم کا جسکے وہ خود برخلاف ہے عملدرآمد ہوتا دیکھے اسلیئے اُسنے اس مقدمہ کو مزید فیصلے کے لیئے صوبہ لاہور کے پاس بھیجدیا۔ اور یہ لکھدیا۔ کہ میری رائے میں قاضی کا فتوے بمقابلہ جرم کے بہت ہی سخت ہے ✤

اب **حقیقت رائے جی** پابہ زنجیر لاہور بھیجے گئے۔ جس جس راستہ سے یہ گذرے۔ اِن کے ساتھ عام ہمدردی ظاہر ہوئی اِن کے دکھیا ماں باپ بھی بِرلاپ کرتے ساتھ تھے۔ صرف وہ بیچاری جسکے لیئے تمام عمر کا رنڈاپا سامنے دکھلائی دیتا تھا۔ کچھ مایوسی اور کچھ امید کی حالت میں تڑپتی ہوئی سیالکوٹ میں رہ گئی۔ اور باقی سب بھائی بند و نزدیکی رشتہ دار ساتھ تھے

حقیقت رائے جی کی بھولی بھولی صورت گورہ گورہ رنگ نازک بدن۔ سبزہ آغازی کی عمر۔ خوبصورت چہرہ۔ دیکھنے کے لوگوں کو حکم کی سختی کا حال سنکر خواہ مخواہ بھی آنسو بہانے پر مجبور کرتی تھی۔ ہندوؤں کی یہ حالت دیکھکر مسلمان بھی ہمدردی ظاہر کرتے۔ درگاہی نام مسلمان باشندہ شاہدرہ نے جسکا قاضیوں کے ساتھ بہت کچھ ربط ضبط تھا۔ خاصکر اِن کے چھوڑانے کے واسطے بہت ہی کوشش کی۔ مگر قاضیوں نے اس کی بھی نہ سنی۔ تیسرے یا چوتھے دن جب لاہور میں پہنچے۔ تو وہاں کے ناظم نے قاضی کا فتوے مانگا۔ اُس نے جواب دیا کہ جو سیالکوٹ میں علماؤں کی مجلس نے متفق ہوکر فیصلہ دیا ہے وہ اٹل ہے ناظم بذات خاص خود بیرحم تھا۔ اُسنے بھی منظور کر لیا۔ اور **حقیقت رائے جی** کو بلاکر حکم سنایا۔ کہ یا تو مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ قتل کیئے جاؤ گے۔ شرع کا حکم ہے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ مگر اُنہوں نے مسلمان ہونا قبول نہ کیا۔ ایسے بڑے اعلےٰ حاکم کے منہ سے ایسی ناامیدی کا حکم جسکی اپیل سوائے خدا کے اور کہیں نہیں ہو سکتی تھی کو ران **حقیقت رائے جی** کی ماں کے دل پر پہاڑ کی طرح ٹوٹ پڑا۔ وہ بیچاری چیخ مار کر دوڑی ہوئی اپنے بیٹے کے پاس چلی گئی۔ اور اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کے کہنے لگی۔ کہ بیٹا! کچھ مضایقہ نہیں مسلمان ہو جاؤ۔ بس تمکو اپنی آنکھوں سے زندہ تو دیکھتی رہوں گی۔ یہ سنکر اُنہوں نے نہایت استقلال سے جواب دیا۔ کہ ماتا! اِس جسم نے جسکے لیئے تو اسقدر دُکھ اُٹھا رہی ہے ایک نہ ایک دن ضرور مرنا ہے۔ پھر دھرم کو تیاگ کر مرنا سراسر بزدلی ہے +

بھائی بندوں کی گریہ وزاری۔ ماں باپ کے آہ و نالے بالکل ناقابل برداشت تھے۔ لیکن **حقیقت رائے جی** کا استقلال بھی اُن کے درد وغم سے بدرجہا زیادہ تھا۔ اُنہوں نے کسی کی کچھ پرواہ نہ کی اور نہایت خوشی سے جلاد کے ساتھ چلے گئے جہاں اُنہوں نے حاکم کے حکم کی تعمیل کی۔ اور **حقیقت رائے جی** گو بظاہر مر گئے۔ مگر دنیا پر ہمیشہ کے لیئے اپنا مبارک نام جو اُن کو کسی حالت میں کبھی حاصل نہ ہوتا زندہ چھوڑ گئے + اِن کی سمادہ شاہ بہاء الحق کے مزار کے پاس بنی ہوئی ہے اور ہر سال بسنت پنچمی کے دن جس دن یہ شہید ہوئے تھے۔ اُن کی سمادہ پر بڑا بھاری میلہ لگتا ہے +

> مہتاب سنگھ قاتل مسّا رنگھڑ کا مارا جانا۔

اِسی اثناء میں **مہتاب سنگھ** قاتل مسّا رنگھڑ بھی جنڈیالہ کے باشندگان کی مخبری سے گرفتار ہوکر ناظم لاہور کے روبرو پیش کیا گیا۔ اور چرخی پر چڑھوا کر مروا ڈالا گیا +

> احمد شاہ ابدالی کا ہندوستان پر پہلا حملہ۔

اِن قربانیوں کے بعد اسی سال میں یا کچھ دنوں بعد **احمد شاہ ابدالی** کا ہندوستان پر پہلا حملہ ہوا۔ جب **احمد شاہ** ملتان اور سندھ کے ممالک کو فتح کرتا ہوا لاہور پہنچا۔ تو ناظم نے اُسکا مقابلہ کیا۔ مگر آخر کار تاب مقابلہ کی نہ لاکر ۱۵ کشتیاں جواہرات کی اُسکو نذر میں دیکر اپنا پیچھا چھڑایا۔ اِس کے بعد وہ تو دہلی کی طرف روانہ ہوا لیکن سنگھوں کے قافلے نے جو اُسوقت ستلج کے کنارے قصبہ چونیاں کے اردگرد پھر رہے تھے۔ صوبہ پنجاب پر احمد شاہ کی حملہ آوری کا حال سُن سُن کر جا بجا لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ حتے کہ دُرّانیوں کی فوج پر بھی رات کو کئی بار حملہ کرکے نقصان پہنچایا +

سکھوں اور غلزئیوں کی لڑائی

جب غلزئیوں کی فوج کو جو اسوقت پنجاب میں وارد تھی سنگھوں کی شجاعت اور بہادری کے حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے اُن کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ ہم تمہاری بہادری کی بہت تعریف سنتے ہیں۔ رات رات کو شبخون کر کے نقصان پہنچانا کوئی بہادری نہیں ہے۔ اگر تم واقعی سنگھ ہو۔ تو ہماری تمہاری مذہبی یعنی دینی لڑائی ایک مقام پر ہونی چاہیئے جس میں ایک ایک آدمی دونوں طرف سے میدان میں نکل نکل کر جیسا کہ قاعدہ ہے اپنا ہاتھ دکھلا دیں۔ اگر فتحیاب ہوں تو بہتر ورنہ پھر اپنے تئیں آیندہ سنگھ ہرگز مت کہلانا۔ بلکہ سر مُنڈا منڈا کر جیسے اور ہندو رہتے ہیں ویسے ہی ہو جانا۔ اِس پیغام کے سنتے ہی سنگھوں نے جنگ کی ٹھہرا کی اور موضع کھنڈیاں ضلع لاہور کے متصل میدان پڑا+

پہلے دُرانیوں کی فوج میں سے ایک نہایت قوی ہیکل جوان گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آیا۔ اور سنگھوں کی طرف اُن میں سے کسی کو نکلنے کے لیئے اشارہ کیا۔ اُسوقت سنگھوں کے دَل میں سے پہلے بھائی سکھا سنگھ جی جو ذات کے نجار سنگھ تھے اور واس کرکے اُس کے مقابلہ میں میدان میں آئے۔ باہم تلواروں کے وار ہوئے۔ مگر چونکہ دونوں بڑے شاطر شمشیر زن تھے۔ ہر ایک نے ایک دوسرے کے وار کو ڈھالوں پر لیا۔ حتےٰ کہ تلواریں ٹوٹ گئیں۔ بعد ازاں گھوڑے پر سے اُتر اُتر کر ایک دوسرے سے آپسمیں زور آزمائی کرنے لگے۔ لیکن آخیر میں بھائی سکھا سنگھ نے اُس دُرانی کو اپنے نیچے لیکے اُس کے پیٹ میں کٹار ماری۔ وہ تو وہیں رہا۔ مگر دُرانیوں کی فوج سے پھر ایک دوسرا نہایت چیدہ پہلوان نکلا۔ لیکن اُسکا بھی وہی حال ہوا۔ بعد ازاں بھائی چڑت سنگھ شکر چکیہ سنگھوں کی طرف سے نکلا۔ اور اُس نے للکار کر دُرانیوں میں سے ایک کو بلایا۔ اُسنے بھی علےٰ ہذا دو پٹھانوں کا کام تمام کیا غرض اسیطرح چودہ جوان اُدھر سے نکلے اور چودہ سنگھوں کی طرف سے۔ جن میں دس سپاہی دُرانی کام میں آئے۔ اور چار سنگھ مارے گئے۔ ناچار جب درانیوں نے دیکھا۔ کہ سنگھ غالب ہوتے جاتے ہیں۔ تو انہوں نے طیش میں آکر یکبارگی سنگھوں پر حملہ کر دیا۔ مگر اسکو بھی سنگھوں نے تین گھنٹہ تک نہایت ثابت قدمی سے روکے رکھا۔ اور دُرانی سپاہ کو بہت کچھ نقصان پہنچایا جب لڑتے لڑتے شام ہوگئی۔ تو دُرانی فوج وہاں سے کوچ کرکے لاہور کی طرف چلی گئی۔ اور سنگھ لوگ پھر اُسیطرح جنگلوں میں واپس چلے گئے

احمد شاہ ابدالی کا محمد شاہ بادشاہ دہلی سے شکست کھانا

اُدھر **احمد شاہ** کا کرنال کے مقام پر **محمد شاہ** دہلی سے جسکے ساتھ مرہٹوں اور راجپوتوں کی نہایت قوی اور جنگجو فوجیں آئی ہوئی تھیں مقابلہ ہوا۔ لیکن دونوں طرف سے ایک عظیم جنگ کے بعد **احمد شاہ** ابدالی کو شکست ہوئی۔ اور وہ وہاں سے ملک پنجاب کو تاراج کرتا ہوا اپنی ولایت کو واپس چلا گیا+

سکھوں کے مشہور مشہور سرگروہ

اُس زمانہ میں سنگھوں کے قافلہ میں مفصلہ ذیل نامی گرامی اور مکھیئے سردار تھے جنہوں نے ملک میں ایک عام تباہی اور غدر کی حالت دیکھکر اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کا یہ ایک نہایت عمدہ موقع دیکھا۔ شیام سنگھ متوطن نارو کے علاقہ سیالکوٹ۔ کروڑا سنگھ و گوردیال سنگھ باشندہ ڈلووالی علاقہ گورداسپور۔ چڑت سنگھ سکر چکیہ۔ جسا سنگھ آہلووالیہ۔ ہری سنگھ بھنگی۔ دیپ سنگھ شہید۔ نواب کپور سنگھ۔ سکھا سنگھ نجار۔ جسا سنگھ رام گڑھیہ۔ جے سنگھ گھنیاں۔ ہیرا سنگھ نکئی ساکن موضع بہیڑوال ضلع لاہور۔ کرم سنگھ امرتسری وغیرہ+

سنگھوں نے اپنے دشمنوں شل صاحب رائے چودھری وغیرہ کا انتقام لینا

آگے آگے احمد شاہ ابدالی ملک کو تباہ کرتا چلا جا رہا تھا۔ پیچھے سے ان سنگھوں نے مواضعات گھنیئے۔ نوشہرہ مجیٹھیہ وغیرہ بہت سے دیہات علاقہ مانجھہ کو غارت کرکے اپنے دشمنوں شل صاحب رائے چودھری۔ رآما رندھاوہ۔ کرما چھینا وغیرہ وغیرہ تعلقہ داران و مقدم مقدم اشخاص کو جنہوں نے سکھوں کو گرفتار کرا کرا کے اپنے آپکو ناظم لاہور کا بہت خیرخواہ ثابت کر رکھا تھا بڑے بڑے عذاب اور تکلیف سے مار ڈالا۔

جسپت رائے کا مارا جانا

اسی اثناء میں جب احمد شاہ ابدالی ہندوستان سے واپس ہوا۔ اور سکھوں نے پھر زور پکڑا یعنی سمت ۱۸۱۷ بکرمی کے درمیان گوردوارہ روڑی صاحب کے میلہ پر جو بیساکھ کے مہینے میں لگتا ہے۔ سنگھوں کے دو تین گروہوں نے ادھر ادھر دورہ کرتے ہوئے ایمن آباد میں آمنہ نکالا۔ اس موقع پر جسپت رای برادر دیوان لکھپت رائے نے جو وہاں کا رہنے والا تھا۔ اپنی خیرخواہی جتلانے کے لئے سنگھوں کو میلہ پر جمع ہونے سے روکا۔ ہر چند انہوں نے اس سے ایک دن کی مہلت مانگی مگر اس نے ایک بھی نہ سنی۔ بلکہ یہانتک کیا۔ کہ ہاتھی پر سوار ہوکے قریب ایک سو سوار کے اپنے ہمراہ لیکر میلہ میں چلا آیا۔ اور سنگھوں کو باواز بلند پکار پکار کر کہنے لگا۔ کہ اگر تم لوگ ابھی یہاں سے نہ چلے جاؤ گے۔ تو میں تمکو گرفتار کرکے تمہارے سر کے بالوں کو حقہ کے پانی سے منڈواؤنگا۔ اور تمہاری وہ بری حالت کروں گا جو کسی نے نہ کی ہو۔ اسکا یہ کہنا تھا۔ کہ سکھوں کو جوش آیا۔ اسیوقت ایک سنگھ نے جسپت رائے پر بندوق کا دور ہی سے ایک نشانہ سر کیا جس سے جسپت رائے تو وہیں ڈھلک گیا۔ باقی کے سنگھوں نے اس کے گرتے ہی اس کے ہمراہیوں کی وہ خبر لی کہ خدا کی پناہ! نصف سے زیادہ کو تو وہیں رکھا۔ باقی جو بچ گئے۔ ان کو پیچھے پھر کر دیکھنے کی فرصت نہ دی۔ شہر میں جاکر اسکے گھر کو لوٹ لیا۔ عورتوں کے زیور اتروا لیئے۔ کسی کے پاس تنکا تک باقی نہ چھوڑا اور سب مال و اسباب لوٹ کا اپنے گھوڑوں پر لاد لاد کے جنگل میں گھس گئے۔

دیوان لکھپت رائے کا سنگھوں کے پیچھے پڑنا۔

جب یہ خبر دیوان لکھپت رائے کو لاہور میں پہنچی۔ کہ اسکے بھائی کو سکھوں نے قتل کرکے اسکا مکان وغیرہ سب لوٹ لیا ہے۔ تو وہ غصہ سے بالکل آپے میں نہ رہا۔ ناظم کے پاس فوراً جاکر اپنی پگڑی اتار کے کہنے لگا۔ کہ سنگھوں نے مجھکو برباد کر دیا ہے۔ آپ اگر مجھکو مدد دیں تو میں ان سے اپنے بھائی کا انتقام لوں۔ اور انکو بیخ و بنیاد سے اس ملک سے نیست و نابود کر دوں۔ ناظم پیشتر ہی سے اس بات کا خواہاں تھا۔ اس نے اسیوقت آمین! کہکر لکھپت رائے کو کئی ضرب توپ اور بہت سی فوج دے کے سکھوں کی بیخ کنی پر روانہ کیا۔

لکھپت رائے نے پہلے لاہور کے سکھوں پر ہی ہاتھ اٹھایا۔ اور ان کو گرفتار کر کرکے قتل کرانے لگا۔ بہت سے سکھ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کہتے ہیں۔ کہ ہر چند دیوان کوڑا مل و صورت سنگھ و چودھری جواہر مل وغیرہ روساء شہر نے دیوان لکھپت رائے کو سمجھایا۔ کہ آج اماوس کا دن ہے۔ یہ لوگ بھی ہمارے ہی قوم کی ایک شاخ ہیں۔ ان کو اس بری طرح سے مخصوص آج کے دن قتل کرانا مناسب نہیں۔ مگر اس بیرحم اور ظالم نے ایک بھی نہ سنی۔ الغرض لکھپت رائے کو جوں جوں اپنے بھائی کے قتل کا حال اور اپنے مکان کے لوٹے جانے کا ماجرہ یاد آتا۔ توں توں اس کے سینہ میں سکھوں

کے برباد کرنے کی آگ زیادہ بھڑکتی جسقدر سکھوں کے مذہب کی کتابیں اور پوتھیاں اُس کے ہاتھ لگیں سب آگ میں جلائی گئیں۔ یا پانی میں پھینک دی گئیں۔ جو سکھ اُن کی نگاہ میں آتے بلا پوچھے قتل کیئے جاتے جسقدر معابد گاہیں وغیرہ کا اُس کو نشان ملا سب مسمار کرائی گئیں +

سکھا سنگھ بجار کا تن تنہا امرت سر کے تالاب میں جا کر اشنان کر آنا

انہی دنوں میں مسلمانوں کی فوج نے جو امرت سر کے اردگرد سکھوں کی آمد رفت بند کرنے کے لیئے تعینات تھی گائے ذبح کر کے تالاب میں ڈالدی اور عام اشتہار دیدیا۔ کہ اب ہم سکھوں کو جوانمرد اور بہادر سمجھیں۔ اگر وہ اس وقت یہاں آکر اشنان کریں۔ جسوقت یہ خبر سکھوں میں پہنچی۔ تو اُن میں سے بھائی سکھا سنگھ جی بجار سنگھ نے تن تنہا وہاں جانیکا ارادہ کیا۔ اور ایک روز دوپہر کے وقت اچانک وہاں پہنچکر تالاب میں اشنان کیا۔ اور بعد اشنان کرنے کے گھوڑے پر سوار ہو کے مسلمانوں کی فوج کو ون دہاڑے آگاہ کرتے ہوئے وہاں سے نکل آئے۔ دو چار مسلمان سپاہی جو مقابل ہوئے اُن کو وہیں گرایا۔ اور جب زیادہ یورش ہوئی۔ تو وہاں سے ایسے نکلے کہ ہرچند اُنہوں نے دور تک اُن کا تعاقب کیا۔ مگر کسی کے ہاتھ نہ آئے۔ اس کے بعد دیوان لکھپت رائے کی ترغیب سے مسلمانوں نے امرت سر کے تالاب کو مٹی سے بھر دیا +

گھلو گھارا خورد

سنگھوں میں جو اب تک گھلو گھارا خورد کے نام سے لڑائی مشہور ہے۔ وہ اسی لکھپت رائے دیوان سے جھیل کاہنوان علاقہ گورداسپور کے مقام پر ہوئی تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ جب سنگھوں کے قافلہ کو یہ حال معلوم ہوا۔ کہ لکھپت رائے اُن کی بیخ کنی کی فکر میں ایک بڑی بھاری فوج لیکر اُن کے دیہات اور معابد گاہوں کو برباد کرتا ہوا ملک میں جابجا دورہ کر رہا ہے۔ تو وہ تمام چھیل کاہنواں کے جنگل میں جا گھسے۔ لکھپت رائے نے بھی اپنا ڈیرہ وہیں جا دیا۔ سنگھ دن بھر تو اُس جنگل میں شکار وغیرہ کھیل کے اوقات بسری کرتے۔ اور رات کو جب کبھی موقع پاتے تو دشمنوں کی فوج پر حملہ آور ہو کے شبخون کر جاتے۔ اور اُن کے صدہا آدمیوں کو قتل کر کے دن نکلتے تک پھر اسی جنگل میں داخل ہو جاتے۔ یہ جنگل نہایت گھنا اور دشوار گذار تھا۔ چونکہ سنگھ تو اسکی شاخ شاخ اور پتے پتے سے واقف تھے۔ اُن کو کچھ دقت نہ معلوم ہوتی۔ مگر دشمنوں کی فوج کے واسطے اسکے اندر جانا ایک بڑا محال امر تھا۔ اسلیئے بادشاہی فوج جنگل میں گھسنے اور لڑنے کی جرات نہ کرتی۔ الغرض تین مہینے تک یہی حال رہا۔ کہ سنگھ اُن کے قابو نہ چڑھے اور وہ ہمیشہ اُن کے لشکر میں شبخون کر کے اُن کو نقصان پہنچا جاتے۔ آخرش جب سنگھوں کے پاس گولی بارود کچھ نہ رہا۔ اور جنگل میں ان کو شکار بھی وقت سے ہاتھ آنے لگا۔ تو سبھوں نے ملکر یہ صلاح دی۔ کہ لڑائی کے اڈھائی پھٹ (زخم) ہوتی ہیں۔ ایک بھاگ جانا دوسرے ملجانا۔ تیسرے لڑکر مرجانا۔ کرشن مہاراج بھی تو کال یمن سے بھاگ بھاگ کر لڑتے رہے ہیں۔ اب بہتر ہوگا۔ اگر ہم سب یکبارگی جنگل سے باہر نکل کر دشمن کی فوج سے مقابلہ کرتے ہوئے یا تو دور نکل جاویں۔ یا شہید ہو جاویں۔ چنانچہ یہ ٹھان کر سنگھوں نے ایسا ہی کیا۔ یعنی ایک روز آدھی رات کیوقت جنگل سے باہر نکل کر دشمنوں کی فوج پر حملہ کرتے ہوئے طلوع آفتاب تک کوہستان کی طرف کوسوں کے فاصلہ پر پہنچ گئے۔ ادھر صبح ہوتے ہی لکھپت رائے نے پہاڑی راجاؤں کو ان کے گھیرنے کے واسطے لکھ بھیجا۔ اور خود بھی اِن کے پیچھے پیچھے ہو لیا +

جب سنگھ بسوہلی کے پاس پہنچے۔ تو آگے سے راجگان کوہی کی فوج اُن کے سدِّ راہ ہوئی۔ پیچھے سے **لکھپت رائے**۔ ایک طرف پہاڑ دوسری طرف دریائے بیاس۔ جو اسوقت بڑی طغیانی پر تھا۔ غرض چاروں طرف سے اِن کا راستہ رُک گیا۔ اور یہ وقت اِن کے لیئے سخت مصیبت کا ہؤا۔ چند سنگھوں نے تو حوصلہ کرکے دریا میں گھوڑے ڈالدیئے۔ مگر جب گوردیال سنگھ ڈلّہ والہ وغیرہ جیسے سکھ غرقاب ہوگئے۔ تو بعد اُن کے کسی سکھ نے دریا میں پاؤں ڈالنے کی جرأت نہ کی۔ باقی رہا جسطرف پہاڑ سفید تھا۔ اُسکا یہ حال کہ گھوڑا تو درکنار پاپیادہ آدمی بھی مشکل سے چڑھ سکتا تھا۔ تاہم بہت سے سکھ ایک ایک اور دو دو ہوکے پاپیادہ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مگر یہ وقت سنگھوں کے لیئے بہت نازک تھا۔ گویا یہ بالکل موت کے منہ میں تھے۔ سامنے اور پیچھے دونوں طرف سے اِن پر گولوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ اُسیوقت سکھا سنگھ نجار کی پنڈلی میں گولہ لگا جسکی اُس بہادر نے کچھ پرواہ نہ کی فوراً پنڈلی پر اپنی پگڑی لپیٹ کے اُس ٹانگ کو اُٹھا کر کاٹھی کے ہرنے پر رکھ لیا۔ اور تین روز تک برابر اسیطرح سے دشمنوں کے مقابلہ پر گھوڑے پر سوار پھرتا رہا۔ اور جبتک امن کے مقام پر نہیں پہنچا۔ اپنے زخم کی کسی کو اطلاع نہ دی۔ اتنے ہی میں شام پڑگئی۔ سنگھوں نے سوچا۔ کہ اگر ہم اب یہاں ٹھہرتے ہیں۔ تو صبح کو ہم سب دشمنوں کے ہاتھ آئیں گے۔ اِس سے اگر واہگورو مدد دے تو یہ کیوں نہ کریں کہ پہلے ہی کیطرح رات ہی رات دشمنوں کے لشکر کو چیرتے ہوئے مرتے مارتے پیچھے کو دور تک نکل جادیں۔ جسقدر بچ جائیں گے وہی غنیمت ہوں گے۔ چنانچہ سب سنگھ ملکر یکبارگی **لکھپت رائے** کیطرف سے پیچھے کو لوٹ پڑے۔ اور رات ہی رات دشمنوں کے لشکر کے درمیان سے اُن کا مقابلہ کرتے ہوئے تیس چالیس کوس کے فاصلہ پر جا پہنچے۔ اور گوبندوال کے رستہ سے دریائے بیاس کو عبور کیا۔ مگر یہاں چار کوس تک دوپہر کیوقت سنگھوں کو دریا کی ریتی طے کرتے ہوئے سخت عذاب معلوم ہؤا۔ اوپر سے دھوپ نیچے ریگ تپیدہ۔ بہت سے سنگھوں کو جن بیچاروں کی بھاگنے میں گھوڑے اور پاؤں کی جوتیاں تک رہ گئی تھیں۔ موت سے بھی زیادہ تکلیف گذری۔ مگر اُنہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ پیروں میں دوپٹے اور کپڑے لپیٹ لپیٹ کے وقت گذاری کی۔ لیکن چونکہ پیچھے سے **لکھپت رائے** نے اُن کا تعاقب برابر جاری رکھا۔ اسوجہ سے اُنہوں نے بھی کہیں ایک دَم بھر کے لیئے بھی دَم نہ لیا۔ بھوک پیاس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ چلا چل چلا چل برابر چلے گئے۔ یہانتک کہ تیسرے چوتھے روز پھلور سے دریائے ستلج کو عبور کرکے ملک مالوہ میں داخل ہوگئے۔ جہاں یہ لوگ کچھ مدت تک اپنے زخم وغیرہ کے علاج معالجہ میں نہایت امن و آسایش سے مصروف رہے۔ وہاں کے سنگھوں نے اُن کی ہر طرح سے دلجوئی اور خاطرداری کی۔ بعد ازاں وہ سنگھ بھی جو بسوہلی کے قریب سے پہاڑوں پر چڑھ گئے تھے۔ رفتہ رفتہ اپنا بھیس بدل بدل کے ملک مالوہ میں اپنے بچھڑے ہوئے دل سے آملے +

شاہ نواز خاں حاکم ملتان کا یحییٰ خاں ناظم لاہور سے زبردستی اسکی حکومت کو چھین لینا۔

اِسکے بعد **شاہ نواز خاں** حاکم ملتان جو نواب **ذکریا خاں** ناظم لاہور کا چھوٹا بیٹا تھا۔ اپنی موجودہ فوج لیکر اپنے بھائی **یحییٰ خاں** ناظم لاہور سے اپنے باپ کے ورثہ کا حصّہ لینے لاہور چلا آیا۔ اور شالامار باغ کے پاس خیمہ زن ہوکر دیوان صورت سنگھ کی معرفت اپنے بھائی کو تقسیم وراثت کا پیغام بھیجا۔ اور

کچھہ فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ کہ عید کا تیوہار آگیا۔ اور اُس دن دونوں بھائیوں کا آپسمیں ملاقات کیوقت باتوں باتوں میں تکرار ہوگیا۔ اور دونوں طرف سے اس کشمکش میں جنگ کی نوبت پہنچگئی جس میں **شاہ نواز خاں** غالب آیا اور اُس نے **یحییٰ خاں** اپنے بھائی اور دیوان لکھپت رائے کو قید کرکے نظامت لاہور پر بلا اجازت بادشاہ دہلی قبضہ کرلیا۔ اور کوڑامل دیوان کو نظامت ملتان سے طلب کرکے اپنا دیوان بنالیا +

اسی عرصہ میں **یحییٰ خاں** نے افغان قصوری سے جنکی حفاظت میں تھا۔ سازش کرکے اپنے آپ کو قید سے نکالکر دہلی کا راستہ لیا۔ جب **شاہ نواز خاں** کو اسکا حال معلوم ہوا۔ تو اُسنے یہ خیال کرکے۔ کہ چونکہ میں بلا اجازت بادشاہ کے لاہور پر قابض ہوگیا ہوں۔ یہ امر لابدی ہے۔ کہ بادشاہ دہلی یحییٰ خاں کی شکایت پر میرے اوپر فوج روانہ کرے۔ اسلیے اپنے بچاؤ کے لیئے **احمد شاہ** درانی کے پاس کابل میں یہ پیغام بھیجا۔ کہ آپ یہاں پر چلے آویں۔ اور میں آپ کو پنجاب کا ملک بلا عذر سپرد کردونگا۔ چنانچہ اُس کی تحریر پر **احمد شاہ** ابدالی نے پنجاب کی طرف کوچ کردیا۔ لیکن جب اس یورش کی خبر بادشاہ دہلی کو پہنچی۔ تو اُسنے اپنے وزیر قمر الدین خاں کی معرفت جو شاہ نواز خاں کا چچا تھا۔ یہ لکھوا بھیجا کہ وہ ہمارے ساتھ دلی خلوص رکھکر احمد شاہ کے حملہ کو جوانمردی سے روکے۔ ہم اس کے صلہ میں اُسکو نظامت لاہور کی حکومت پر بدستور قایم رکھینگے جب یہ خط قمر الدین کا **شاہ نواز خاں** کو ملا۔ تو وہ **احمد شاہ** سے بالکل منحرف ہوگیا۔ مگر اب اس شش وپنج میں تھا۔ کہ وہ اُسکو کیونکر روکے۔ کوئی مناسب تدبیر نظر نہیں آتی تھی۔ اتنے میں **احمد شاہ** نے پشاور پہنچکر شاہ نواز خاں کے پاس ایک وکیل روانہ کیا۔ اور چاہا کہ قبل لاہور پہنچنے کے اُس کے اور بادشاہ کے درمیان عہدنامجات تحریر پاکر تکمیل کو پہنچ جاویں۔ لیکن جب وکیل لاہور پہنچا۔ تو اُس نے **شاہ نواز خاں** کا رُخ اپنی طرف سے اچھا نہ پایا۔ بلکہ جب اُسکو یہ حال معلوم ہوگیا۔ کہ شاہ نواز خاں نے دہلی کے بادشاہ سے صلح کرلی ہے۔ تو وہ بلا کسی تحریر وتقریر کے واپس چلا گیا۔ اور **احمد شاہ** ابدالی سے اُس کے منحرف ہوجانے کا سارا حال کہدیا + لیکن بادشاہ نے اُسکی کچھہ پرواہ نہ کی اور اپنے ارادہ سے باز نہ آکر مہم کو برابر جاری رکھا + جب رہتاس کے پاس پہنچا۔ تو وہاں سے **صابر شاہ** اپنے مرشد کے بیٹے کو سفیر بناکر لاہور بھیجا۔ اور یہ ہدایت کی کہ جسطرح سے ممکن ہو۔ شاہ نواز خاں کو امیدوار الطاف خسروانہ کرکے اپنی عمدہ اور شیریں کلامی کے داؤں پیچ میں لاکر ہمارا مطیع بناؤ۔ اور اگر وہ نہ مانے۔ تو اُسکو مستوجب سزائے مجرمانہ کا خوف دلاکر قابو میں لاؤ۔ غرض یہ سفیر وہاں سے رخصت ہوکر لاہور پہنچا۔ اور بجائے اسکے کہ یہ پہلے بسہولت وملائمت گفتگو کرتا۔ اس نے فوراً دربار میں پہنچکر **شاہ نواز خاں** کو نہایت سختی سے کہا۔ کہ تو عجب عہد شکن اور تلون طبع آدمی ہے۔ پہلے تو عرضیہ بھیجکر خود تو نے بادشاہ کو کابل سے بلایا۔ اور اسقدر دور ودراز فاصلہ کی مسافت طے کرنے کی تکلیف دی۔ اور اب برخلاف اُس کے منحرف ہوتا ہے۔ یہ کیا انسانیت ہے؟ اب اس میں بہتر ہے۔ کہ تو متابعت قبول کرے۔ ورنہ اس نفاق کے بدلہ تجھکو سخت نقصان پہنچیگا۔ اِسکے سنتے ہی **شاہ نواز خاں** آنکھوں میں خون بھر لایا۔ اور غصہ

سے کانپ اُٹھا۔ فوراً جلادوں کو حکم دیا۔ کہ **صابر شاہ** کو قتل کر دو۔ چنانچہ وہ سر دربار قتل کیا گیا۔ باقی اُسکے سب ہمراہی بھاگ کر **احمد شاہ** کے پاس چلے گئے اور سارا حال سنایا ؁

اُدھر اس وقوعہ کے بعد **شاہ نواز خاں** نے بھی جنگ کی طیاریاں شروع کر دیں۔ اور اپنی تمام فوج کو نزدیک دُور سے بلا بلا کر جمع کر لیا۔ شہر کے اردگرد جابجا قلعبندی و مورچہ بندی قایم کر کے سامان گولی و بارود کا بھی مہیا کر لیا ؁

اسی عرصہ میں اُدھر سے **احمد شاہ** بھی شاہدرہ کے مقام پر آ اُترا۔ اور نہایت غضب سے دریائے راوی کو عبور کر کے گولہ باری کرنے لگا۔ اِدھر سے **شاہ نواز خاں** بھی مرزا عصمت بیگ خاں فوجدار کو ساتھ لیکر مقابلہ میں آکھڑا ہوا۔ دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اسوقت احمد شاہ کے ساتھ کل دس ہزار فوج تھی اور شاہ نواز خاں کے پاس قریب پچاس ۵۰ ہزار کے۔ لیکن فتح و شکست خدا داد ہے۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد شاہ نواز خاں کی فوج کے پیر ہل گئے۔ اور سب کے سب بھاگ نکلے۔ درانی سپاہ شہر میں گھس پڑی۔ اور لوٹنا شروع کر دیا۔ محلہ مغل پورہ کو جس میں عموماً مالدار اور رئیس لوگ آباد تھے ایسا لوٹا کہ کسی کے گھر میں کچھ نہ چھوڑا۔ اور اس لوٹ سے کل سپاہ ایسی غنی ہو گئی۔ کہ پھر کسی کو لوٹ کی ہوس باقی نہ رہی۔ **شاہ نواز خاں** تو دہلی کی طرف بھاگ گیا۔ دیوان لکھپت رائے اور میر مومن خاں افغان قصوری نے جو یحیٰے خاں کے بھاگ جانے کی علت میں قید تھے رہائی پائی۔ بادشاہ نے فوج کو یہ حکم دیکے۔ کہ اب شہر نہ لوٹا جاوے لاہور کی حکومت دیوان لکھپت رائے کے سپرد کی۔ اور مومن خاں کو اس کا مشیر بنایا۔ بعد ازاں کچھ مدت تک کابل سے اور فوج آنے کے انتظار میں لاہور کے مقام پر ہی ٹھہرا رہا۔ اور جب فوج آگئی۔ تو دہلی کی طرف روانہ ہوا ؁

جب **احمد شاہ** سرہند کے قریب پہنچا۔ تو اُدھر سے شاہزادہ احمد شاہ (**محمد شاہ** کا بیٹا) جو معہ وزیر قمر الدین خاں و میر معین الملک اُسکے بیٹے کے ایک معقول فوج کے ساتھ نظامت لاہور کی تفویض شاہ نواز خاں سے حاصل کرنے کے لئے آرہا تھا۔ راستہ میں وہیں بادشاہ کے مقابلہ میں ٹھہر گیا۔ دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی۔ قمر یقین نے اپنی اپنی طرف سے کوئی دقیقہ شجاعت اور ہمت کا باقی نہ چھوڑا۔ وزیر قمر الدین بھی اسی لڑائی میں مارا گیا۔ مگر پہلے روز فتح **ابدالی** کے ہاتھ رہی۔ دوسرے دن نواب معین الملک وزیر قمر الدین کے بیٹے نے جو صوبہ لاہور کے عہدہ پر مقرر ہو کر آرہا تھا۔ درانی اقوام کا نہایت تندی اور چستی سے مقابلہ کیا۔ اور اس ہمت اور استقلال کے ساتھ جم کر لڑا۔ کہ افغانی فوج بھاگ نکلی۔ آخر ش **احمد شاہ** ابدالی کو واپس ہونا پڑا۔ معین الملک نے افغانیوں کا دریائے ستلج تک تعاقب کیا۔ مگر وہاں بادشاہ دہلی کی علالت کی خبر پہنچی۔ اسوجہ سے شاہزادہ احمد شاہ کو ناچار دہلی کی طرف واپس جانا پڑا۔ لیکن معین الملک لاہور چلا گیا۔ اور وہاں پہنچکر اُس نے نظامت لاہور کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیکے لکھپت رائے کو قید کر دیا۔ اور اُس پر تیس ۳۰۰۰۰۰۰ لاکھ روپیہ جرمانہ کیا جس میں ۲۲ ۲۲۰۰۰۰۰ لاکھ کے قریب اُس کی جائداد سے وصول ہوا۔ اور باقی کے عیوض اُسکو دیوان کوڑامل نے جو اُس سے ایک قسم کی دلی خصومت رکھتا تھا۔

احمد شاہ درانی کا سرہند کے مقام پر بادشاہ دہلی کی فوج سے شکست کھاکر واپس ہونا

ایک برج میں قید کرکے سکھوں کے سپرد کیا۔ جنہوں نے اُسکو چھ ماہ تک صدہا طرح کے عذاب دیکر مار ڈالا۔ یہ تمام واقعات سمت ۱۸۰۹ بکرمی میں واقع ہوئے ؀

اس شور و فساد کیوقت جبکہ احمد شاہ دُرانی کا حملہ ہندوستان پر تہا۔ اور بادشاہ **دہلی** کی فوج اُسکے مقابلہ میں مصروف تھی۔ سکھوں کو ملک میں پھر غارتگری و لوٹ کا موقع خوب ہاتھ آیا۔ اور اُنہوں نے اپنے دل کے اچھی طرح سے حوصلے نکالے۔ کئی مرتبہ بازار لاہور تک پہنچ پہنچ کے اپنی جوانمردی کے ہاتھ دکھلائے۔ بلکہ یہانتک زور پکڑا۔ کہ بمقام امرتسر ایک خام قلعہ بناکر جسکا نام رامگڈھ رکھا اُس میں سامان جنگ مہیا کرکے رہنے لگے۔ مگر جب **میر معین الملک** نے لاہور کی حکومت سنبھالی۔ اور سکھوں کی یورش کی ہرطرف سے شکایتیں سننے لگا۔ تو اُس نے ملک میں جابجا گشتی فوج بھیجکر سکھوں کا انتظام کرنا شروع کیا۔ پہاڑی راجاؤں کو لکھ بھیجا۔ کہ وہ کسی سکھ کو اپنے علاقہ میں پناہ نہ دیں۔ اور جو سکھ گرفتار ہوکر آتا۔ اُسکو چوک نخاس میں قتل کیا جاتا۔ مگر یہ قوم کچھ ایسی زبردست تھی کہ آسانی سے قابو میں نہ آتی۔ بعد ازاں **معین الملک** نے معہ دیوان کوڑامل و آدینہ بیگ حاکم جالندھر وغیرہ کے ایک کثیر فوج کے ساتھ سنگھوں کے قلعہ رام گڈہ کا امرتسر میں محاصرہ کرلیا۔ دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ اس لڑائی میں جسّا سنگھ رام گڈھیہ جسکو سکھوں نے کسی زمانہ میں لڑکی مار ڈالنے کے شبہ میں خارج از مذہب کردیا تھا۔ اور وہ آدینہ بیگ حاکم شہر جالندھر کے پاس نوکر ہوگیا تھا معہ اپنے ایک سو سواروں کے آدینہ بیگ کے لشکر کے ساتھ سکھوں کے مخالف لڑ رہا تھا۔ مگر پاس مذہب سے اُسکا دل یہ نہ چاہتا تھا۔ کہ وہ ایک دینی لڑائی میں اپنی قوم کے مخالف فریق کے ساتھ ہوکر اُن کو نقصان پہنچاوے اسلیئے اُسنے اپنے تیر میں ایک خط باندھ کر سنگھوں کے پاس اس مضمون کا چلادیا۔ کہ اگر آپ لوگ مجھکو اپنے ساتھ شریک کرلیں تو میں آپ کے پاس آجاؤں۔ سنگھوں نے ایسے نازک وقت میں جسّا سنگھ جیسے بہادر اور جوانمرد سنگھ کو اپنے ساتھ ملا لینا نہایت مناسب سمجھکر اُس کے پاس بھی بذریعہ تیر جواب لکھ بھیجا۔ کہ ہم تمکو نہایت خوشی سے ملالیں گے۔ چنانچہ وہ رات کیوقت معہ اپنی ایک سو سوار ہمراہیوں کے کل اپنا سامان حرب لیکر آدینہ بیگ سے منحرف ہوکر سکھوں کے ساتھ جاملا۔ غرض ایک عرصہ تک سکھ قلعہ کے اندر سے لڑتے رہے۔ اور بعض اوقات موقع پاکر حسب عادت رات کو باہر نکل کے شبخون بھی کرجاتے جس سے مسلمانوں کی فوج کو از حد نقصان پہنچتا لیکن ابھی سکھ مغلوب نہیں ہوئے تھے۔ کہ یکایک **احمد شاہ** درانی کے آنے کی خبر پنجاب میں پھیل گئی جس کی وجہ سے **میر معین الملک** کو سکھوں کے محاصرہ کو چھوڑ کر اُسطرف جانا پڑا۔

احمد شاہ درانی کا ہندوستان پر تیسرا حملہ۔

احمد شاہ درانی کی آمد نے اسوقت **میر معین الملک** کو سخت تردد میں ڈالدیا۔ کیونکہ فوجیں جسقدر تھیں۔ وہ سب سکھوں کے ساتھ متواتر جنگ و جدل کرنے سے تکان مانے ہوئے تھیں۔ اور درانی لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیئے بالکل کمزور معلوم ہوتی تھیں۔ اسلیئے **میر معین الملک** نے دیوان کوڑامل کی صلاح سے مصلحت وقت سمجھکر **احمد شاہ** کی خدمت میں ایک عرضی اس مضمون کی لکھی۔ کہ میں آپ کا مطیع ہوں۔ جسطرح سے جی چاہے مجھسے اطاعت نامہ لکھالو۔ بلکہ خود بھی تھوڑی سی فوج لیکر **احمد شاہ** کے استقبال میں دریائے چناب کے کنارہ جا اُترے

جب وہ عرضی احمد شاہ درانی کے پاس پہنچی۔ تو اُسنے پیام صلح کو غنیمت سمجھکر جواب میں لکھ بھیجا۔ کہ اگر ہمکو محاصل سرکاری ملک گجرات۔ سیالکوٹ وغیرہ سال بسال جیسے نادرشاہ کو پہنچتا رہا ہے مل جایا کرے تو ہم خوشی سے واپس چلے جاویں گے۔ میر معین الملک نے بھی حسب موقع ان شرطوں کو منظور کر لیا۔ اور بعد تحریر ہونے عہدنامجات احمد شاہ درانی کابل کو لوٹ گیا۔

شاہ نواز خاں صوبہ ملتان ہوا

جب اِس انتظام کی خبر بادشاہ دہلی کو پہنچی تو اس نے ایک پروانہ اظہار خفگی میں میر معین الملک کے نام جاری کیا۔ اور اس سے علاقہ ملتان کو چھین کر شاہ نواز خاں کو جو احمد شاہ درانی کے پہلے حملہ پر بھاگ کر دہلی چلا گیا تھا۔ دیدیا۔ اور ایک فوج جرار نے براہ دیپال پور دہلی سے اُسکے ہمراہ جا کر اسکو ملتان پر قابض کروا دیا۔

میر معین الملک کا شاہ نواز خاں کو بیدخل کرنا۔

بادشاہ دہلی کی اِس ناقدروانی پر میر معین الملک کو سخت رنج گذرا۔ اور ایک دم بادشاہی اطاعت سے منحرف ہو کر اس نے دیوان کوڑامل کو جو ملتان سے بیدخل ہو کر واپس آیا تھا حکم دیا۔ کہ آپ فوراً ایک برجستہ فوج لیکر ملتان کو جاویں۔ اور شاہ نواز خاں سے زبردستی ملتان کی حکومت واپس لے لیں۔ چونکہ اسوقت سکھوں کی شجاعت کا عام شہرہ تھا۔ اور دیوان کوڑامل بھی دربردہ اِس مذہب کا غایت درجہ معتقد تھا۔ اسلیئے اس نے معین الملک کے دل میں سکھوں کی طرف سے کچھ گنجایش پیدا کرنے کی غرض سے اور زیادہ تر اُن کی بہادری سے شاہ نواز خاں پر کامیاب ہونے کی امید میں اُن کی جوانمردی اور دلیری کی بہت تعریف کی۔ اور یہ درخواست دی۔ کہ اگر اس مہم پر سکھوں کی مدد لیجاوے تو امید کامل ہے کہ ضرور فتح حاصل ہو۔ جسکو معین الملک نے نہایت خوشی سے قبول کیا۔ چنانچہ کوڑامل نے امرتسر سے سکھوں کی ایک کثیر جماعت کو بلا کر ۱ روپیہ فی پیادہ وعہ فی سوار دینے کا وعدہ کر کے اپنے ہمراہ لیکر ملتان کی طرف کوچ کر دیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں پہنچ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ دونوں طرف سے جنگ شروع ہو گیا۔ غرض چھ ماہ تک برابر اسمیں لڑائی ہوتی رہی۔ جب قلعہ کے اندر رسد وغیرہ ختم ہو گئی۔ تو شاہ نواز خاں ناچار ہو کر باہر نکل آیا۔ اور اس زور سے مقابلہ کیا جسکا بیان نہیں۔ مگر آخرکار دوپہر کے وقت سکھوں کی بہادر فوج جو قریب بیس ہزار کے تھی تلواریں کھینچ کھینچ کے شاہ نواز کی فوج پر اس تندی اور چستی سے حملہ آور ہوئی۔ کہ اُس کی ہزارہا سپاہ کو وہیں میدان میں ہمیشہ کے لیئے سلا دیا۔ اور اتنے ہی میں ایک بہادر سکھ بھیم سنگھ نامی نے نہایت پھرتی سے شاہ نواز خاں کے پاس پہنچکر اُسکا سر جدا کر دیا۔ اور سر کو ایک نیزہ پر لٹکائے ہوئے فتح فتح کا نعرہ مارتا ہوا دیوان کوڑامل کے پاس پہنچا۔ اور سر کو اس کے سامنے پھینک دیا۔ جسکو دیکھتے ہی وہ نہایت خوش ہوا۔ اور اس بہادر سنگھ کی جوانمردی کی داد دیکر اُسکو بہت کچھ انعام واکرام دیا۔ الغرض دیوان کوڑامل نے سکھوں کی مدد سے فتحیاب ہو کر ملتان پر دخل پایا۔ جب اسکی خبر میر معین الملک کو لاہور میں پہنچی تو اس نے نہایت خوش ہو کر اس خدمتگذاری کے عیوض دیوان کوڑامل کو مہاراجگی کا خطاب عطا کیا۔ اور نظامت ملتان کی حکومت بھی بدستور اسی کے سپرد رہنے دی۔

سکھوں کو جاگیر ملنا۔ اور تالاب امرتسر کا از سر نو روشن کرنا

چونکہ دیوان کوڑامل خوب جانتا تھا۔ کہ یہ فتح اسکو صرف بہادر سکھوں کی بدولت حاصل ہوئی ہے

اسلیئے اسنے میر معین الملک سے شفارش کرکے سکھوں کے نام پھر سے علاقہ جات چونیاں وجھبال کی جاگیر جسکی آمدنی قریب ڈیرہ لاکھ روپیہ سالانہ تھی واگذار کرا دی۔ بلکہ امرت سر پہنچ کے خود بھی بہت کچھ اپنے پاس سے ہر مندر جی کی پوجا اور بھیٹ میں چڑھا کر کڑاہ پرشاد کرایا۔ اور سکھوں کو مدد دیکے "تالاب امرت سر کی مٹی وغیرہ نکلوا کے" پانی وغیرہ کھانے سے جو شاہ نواز نے تعقب سے لکھپت رائے وغیرہ کی یورش کے وقت بھروا دیا تھا"۔ از سر نو رونق بڑھا دی ✣

احمد شاہ درانی کا چوتھا حملہ

جب ایک سال تک زر مشروطہ احمد شاہ ابدالی کے پاس نہ پہنچا۔ تو اُسنے سمت ۱۸۱۰ بکرمی (۱۷۵۴ء) میں پھر پنجاب پر چڑھائی کی۔ اور جیون مل سفیر کی معرفت میر معین الملک سے خراج طلب کیا جسکا جواب اُسنے یہ دیا۔ کہ درانی فوج کے پنجاب میں آنے کی وجہ سے ایک قسم کی ہل چل پڑ گئی ہے۔ اور محصول وصول نہیں ہوا اگر درانی فوج واپس چلی جاوے۔ تو یقین ہے۔ کہ بہت جلد خراج وصول کرکے بھیجدیا جاوے۔ مگر احمد شاہ نے اس عذر کو نہ مانا۔ اور اپنی فرودگاہ سے لاہور کی طرف کوچ کر دیا۔ معین الملک نے آدینہ بیگ اور دیوان کوڑامل کو لکھ بھیجا۔ کہ اپنی اپنی فوج لیکر فوراً مدد پر پہنچو۔ چنانچہ وہ بھی پہنچ گئے۔ اتنے میں احمد شاہ بھی پہنچ گیا۔ اور لاہور کے باہر دونوں لشکروں میں ایک خفیف سی لڑائی ہوئی۔ مگر معین الملک اپنے مورچوں میں جسکو اُس نے پہلے ہی سے ہر طرح پر مضبوط کر رکھا تھا گھس گیا۔ اور احمد شاہ بھی لاہور کے باہر چار ماہ تک پڑا رہا۔ مگر ناظم بھی اتنے عرصہ تک باہر نہ نکلا۔ اور نہ کوئی لڑائی ہوئی۔ مگر جب بباعث نہ پہنچنے رسد وغیرہ کے معین الملک مورچوں میں بیٹھا بیٹھا تنگ آگیا۔ اور یہاں تک ہوا۔ کہ گھوڑوں بیچاروں کو گھاس اور بھوسہ کی جگہ پرانے چھپر توڑ توڑ کر دینے پڑے۔ آخرش سب کی یہ صلاح ہوئی۔ کہ باہر نکلکر لڑائی شروع کر دینی چاہیئے۔ چنانچہ معین الملک معہ دیوان کوڑامل و آدینہ بیگ کے فوج کو آراستہ کرکے لڑنے کے لیئے باہر نکل کھڑا ہوا۔ اور امرتسر سے کچھ سکھوں کو بھی اپنی کمک پر دیوان کوڑامل کی صلاح سے بلا لیا۔ اُدھر سے احمد شاہ نے بھی اپنی درانی فوج کو مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ پہلے درانی فوج کے ایک گروہ سواروں نے لاہور کی فوج پر حملہ کیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ دوپہر تک میدان جنگ خوب گرم رہا۔ مگر اُس کے بعد جب افغانی فوج کچھ غالب آتی نظر آئی۔ تو دیوان کوڑامل نے ایک طرف سے بڑھ کر نہایت زور سے درانی سواروں پر حملہ کیا۔ مگر عین لڑائی میں اتفاق سے دیوان مذکور کے ہاتھی کا پیر ایک کھوکھلی زمین میں دھنس گیا جس کے صدمہ سے ہاتھی اور سوار دونوں گر پڑے۔ اُن کا گرنا تھا۔ کہ افغانی سوار نے جلدی سے پہنچ کر دیوان مذکور کا سر کاٹ لیا۔ ایسے جوانمرد اور بہادر ذی عزت سردار کے مارے جانے سے نہ صرف معین الملک کا دل ٹوٹ گیا۔ بلکہ کل فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور بھاگ نکلی۔ بعد اسکے کچھ دیر تک سکھوں نے البتہ اپنے مورچہ کو قایم رکھا۔ مگر جب سکھا سنگہ آگم (؟) جو ان کا بھی ایک نہایت دلیر اور بہادر سردار توپ کے گولہ کا نشانہ بنا۔ تو اِن کا حوصلہ بھی قایم نہ رہا۔ اور میر معین الملک بھی بھاگ کر قلعہ میں گھس گیا۔ چونکہ شہر کی فصیل بھی بعض بعض جگہ شکستہ اور نے مرمت ہونے کی وجہ سے کچھ مستحکم نہ تھی۔ اِس سبب سے ناچار اُسکو صلح پر آمادہ ہونا پڑا۔ احمد شاہ ابدالی فتحیاب ہو کر فی الفور شالامار باغ کے متصل

جا اترا۔ اور وہاں **میر معین الملک** نے صلح کا پیغام بھیجا۔ اور خود بھی بادشاہ کی خدمت میں پہنچکر عرض کرنے کی اجازت چاہی جسکو اُسنے نہایت خوشی سے قبول کیا۔ چنانچہ **احمد شاہ** نے **معین الملک** کے استقبال میں اپنے سردار جہان خاں کو روانہ کیا۔ اور جب وہ آیا۔ تو اُسکو نہایت خاطر سے اپنے پاس تعظیم دیکے بیٹھا کر پوچھا۔ کہ اب کہو تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جاوے جسکا جواب **میر معین الملک** نے یوں دیا۔ کہ اگر آپ بادشاہ رحیم ہیں۔ تو قصور معاف فرماویں۔ اور اگر ظالم ہیں تو قتل کرڈالیں۔ اور اگر دولت کی خواہش ہے۔ تو وہ لیکر مخلصی دیں۔ اس پر بادشاہ نے کہا۔ کہ اسطرح میں تمہارے ہاتھ آتا تو تم کیا سلوک کرتے۔ اس کے جواب میں نڈر ہو کر **میر معین الملک** نے کہا۔ کہ حضور کا سر کاٹ کے اپنے بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیتا۔ اُسکی اس راستگوئی اور جرأت پر **احمد شاہ** بہت خوش ہؤا۔ الغرض کچھ دیر باہم گفتگو کے بعد پچاس لاکھ روپیہ **میر معین الملک** نے دینا قبول کیا۔ اور **احمد شاہ** نے علاوہ اِسکے گیارہ راس اسپ باد رفتار و دو زنجیر فیل معہ سامان طلائی و نقرئی **میر معین الملک** سے اور لیکر سوائے خطۂ کشمیر کے اُسکو کل پنجاب کی حکومت کی سند لکھ دی۔ اور ایک لاکھ پچیس ہزار کا بے بہا خلعت **میر معین الملک** کو عطا کر کے رخصت کیا۔ اور خود وہاں سے روانہ ہو کر شاہدرہ کے مقام پر جا ٹھہرا +

احمد شاہ نے کشمیر پر بھی اپنا دخل جا لیا۔

بعد ازاں **احمد شاہ** نے عبد اللہ خاں کو ایک جرار فوج دیکر ملک کشمیر پر روانہ کیکے ہدایت کی۔ کہ وہاں سے بادشاہ دہلی کی نظامت کا دخل اٹھا کے اپنا دخل قایم کر دو۔ چنانچہ جب عبد اللہ خاں وہاں پہنچا۔ تو وہاں کے صوبہ نے جو دہلی کی طرف سے مامور تھا۔ بلا کسی حیل وحجت یا ذراسی بھی لڑائی کے کل ملک و مال اُسکے حوالہ کر دیا۔ جب یہ خوشخبری بادشاہ کو بمقام شاہدرہ پہنچی۔ تو اُس نے کابل کی طرف کوچ کر دیا۔ اور جیون مل کو صوبہ داری کشمیر پر بھیجکر عبد اللہ خاں کو واپس بلا لیا +

بادشاہ کے جانے کے بعد اُسوقت پنجاب کی بڑی ابتر حالت تھی۔ پانچ ماہ کی متواتر لڑائی اور بدانتظامی نے ملک کو غارت کر دیا تھا سکھوں نے تمام دیہات کو لوٹ مار کر کے برباد کر دیا تھا۔ اور بہت زور پکڑ گئے تھے۔ دیوان کوڑا مل تو اب زندہ ہی نہیں تھا۔ جو ان کی کچھ مدد کرتا **معین الملک** نے اوّل تو ان کی ضبطی جاگیر کا حکم دیا۔ اور بعد ازاں ایک کثیر فوج لیکر ان کے انتظام کی طرف مخاطب ہؤا۔ اور سکھوں کو گرفتار کر کے نخاس میں نہایت عذاب سے قتل کروانے لگا۔ جو سکھ اُسوقت اُسکے قابو چڑھا۔ اُسکو معہ زن وبچہ کے عبرتاً مروا ڈالا۔ موضع تلاپور میں اُن دنوں سکھوں کا بہت اجتماع رہتا تھا۔ یہ اُسطرف گیا مگر سکھ جو اُسوقت وہاں واقعی بہت تھوڑے تھے۔ تاب مقابلہ کی نہ لاکر جنگلوں میں چلے گئے۔ اِس نے وہاں ایک خام قلعہ بنوا کر اس میں کچھ فوج سکھوں کے انتظام کے لیئے تعینات کر دی۔ اور خود واپس لاہور ہؤا۔ مگر اتفاقاً راستہ میں شکار کھیلتے کھیلتے گھوڑے پر سے اُسکا آسن ایسا اُکھڑا کہ وہ نیچے آ گیا۔ اور ایک پاؤں رکاب میں پھنس جانے کے باعث گھوڑے کے ساتھ گھسٹتا گھسٹتا مر گیا + ہمراہی فوج کی سپاہ اُسکی لاش کو لاہور میں لیگئی۔ اور چونکہ سپاہ کو ایک برس

سے تنخواہ نہیں ملتی تھی۔ اسوجہ سے انہوں نے جبتک تین لاکھ روپیہ بیگم سے اپنی تنخواہ کا نہیں رکھالیا۔ لاش کو اُس کے حوالہ نہ کیا +

اُسوقت میر معین الملک کا بیٹا کل تین سال کا تھا۔ جو اپنی والدہ مراد بیگم کی سرپرستی سے اُس کا جانشین ہؤا۔ مراد بیگم ایک نہایت دانا اور علامہ عورت تھی۔ اِسنے اپنے شوہر کے مرتے ہی پنجاب کی حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لیکے کل امرائے دربار پر اپنی لیاقت سے اپنا رعب داب اچھی طرح قایم رکھا۔ لیکن چھہ ماہ کے بعد اُسکا لڑکا بعارضہ چیچک مرگیا۔ اور جبتک اُسنے اپنی حکومت کو اچھی طرح مستحکم نہ کرلیا۔ وہ امرائے دربار کی بہت خاطر کرتی رہی۔ بلکہ ہر ایک کام اُنہی کی صلاح سے کرتی تھی۔ بعد ازاں تھوڑے دنوں بعد اُسنے کابل اور دہلی دونوں جگہ اپنے وکیل بھیج کے وہاں سے سند عطائے حکومت صوبہ پنجاب کی اپنے نام منگوالی۔ اور خوب نڈر ہوکر حکومت کرنے لگی۔ اب اُسنے رفتہ رفتہ امرائے دربار کا دخل بھی ہر ایک امر میں کم کرنا شروع کیا۔ جو کوئی حکم وہ بلا اجازت اُسکے دیتی وہ فوراً منسوخ کردیتی۔ اِس بات سے امراؤں نے اُس سے ناراض ہوکر درپردہ یہ کوشش کی۔ کہ اُسکو کسی ترکیب سے علیحدہ کرکے اپنے گروہ میں سے کسی کو حاکم بنادیں۔ ابھی وہ اِسی تدبیر میں ہی تھے۔ کہ بیگم کو بھی اِسکی خبر لگ گئی۔ چنانچہ اُسیوقت اُسنے پوشیدہ پوشیدہ ایک عریضہ کابل میں بھیجکر درخواست کی۔ کہ میرے شوہر کے وقت کے درباری مجھسے دلی عداوت رکھتے ہیں۔ لہٰذا میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنا کوئی لائق آدمی میرے پاس اِسلیئے بھیجیں۔ کہ وہ میری نیابت میں رہ کر میری مرضی کے مطابق ملک کا انتظام کرے۔ چنانچہ بادشاہ نے اُسکی درخواست پر اپنے یہاں سے جہاندار خاں نامی ایک امیر کو کچھ فوج ہمراہ دیکر بیگم کے پاس لاہور بھیجدیا۔ اور وہ پہنچکر بیگم کی نیابت کا کام کرنے لگا۔ بھکاری خاں جسنے سنہری مسجد بنوائی تھی۔ اُسوقت بیگم کے دربار کا امیر الاعظم تھا۔ اُسکو بیگم نے ایک روز اپنے محلوں میں طلب کرکے جہاندار خاں کے سامنے قتل کروادیا۔ اِس سختی نے باقی کے کل امیروں کو ڈرادیا۔ اور وہ سب انتظامی امورات میں دخل دینے سے کنارہ کش ہوکر خانہ نشین ہوگئے +

جہاندار خاں نووارد ہونے کیوجہ سے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ سب پورانے پورانے اہلکار کنارہ کش ہوگئے تھے انتظام ملک کو اچھی طرح نہ سنبھال سکا۔ تمام ملک میں ابتری پھیل گئی۔ سکھوں نے ہر طرف سے لوٹ مار کا بازار گرم کردیا۔ زمینداروں سے محصول سرکاری وصول ہونا بالکل موقوف ہوگیا۔ **جہاندار خاں** ہرچند کوشش کرتا۔ مگر نئے نئے ملازموں کی وجہ سے کچھ کام نہ چلتا۔ جب تمام ملک میں ابتری چھاگئی۔ تو امرائے قدیم دربار لاہور نے بادشاہ دہلی کے پاس سارا حال بدانتظامی ملک کا لکھ بھیجا۔ وہاں سے **غازی الدین خاں** وزیر دہلی نے جو دراصل خود بادشاہی کرتا تھا ایک کثیر فوج ہمراہ لیکر واسطے انتظام کے لاہور کی طرف کوچ کیا۔ جب اِسکا حال بیگم کو معلوم ہؤا۔ تو اُسنے جو واقعی ایک نہایت چالاک اور دوراندیش عورت تھی۔ یہ چال کھیلی۔ کہ وزیر کی خدمت میں نکاح کا پیغام بھیج کے اُسکو اپنے قابو میں کرلیا۔ اور ماچھی واڑہ کے مقام پر بڑی شان و شوکت سے پہنچکر وزیر کے ساتھ نکاح کرلیا۔ اور دو ماہ تک وہیں بیگم و وزیر عیش و عشرت میں مصروف رہے۔ بعد ازاں وزیر نے خوش ہوکر لاہور کی حکومت بدستور بیگم کے نام قایم رکھی۔ اور ایک شخص سید جمیل نام کو اپنی طرف سے اُسکی نیابت میں کام کرنے کے

لیئے دیکر بیگم کو لاہور کی طرف رخصت کیا۔ اور خود دہلی چلا گیا۔

سردار جہاندار خاں تو لاہور سے بیگم کے واپس جانے کے پیشتر ہی کابل کو چلا گیا تھا۔ سید جمیل نے لاہور پہنچتے ہی ہر ایک کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور نئے ملازموں کو علیحدہ کرکے پرانے لوگوں کو از سر نو اُن کے عہدوں پر بحال کیا ✤ اِس خودسری سے بیگم سید جمیل پر سخت ناراض ہوئی۔ اور چاہا کہ اُس کو کسی تدبیر سے ذلیل کرکے نکالدے۔ مگر جب کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ تو دہلی میں وزیر کے نام شکایتی خطوط تحریر کیئے۔ لیکن وزیر نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور نہ اُسکے کسی خط کا جواب دیا۔ بلکہ سید جمیل کے نام ملک میں انتظام اور امن قایم کرنے کے لیئے متواتر تاکیدی فرمان جاری کرتا رہا۔ جب بیگم کو دہلی کی طرف سے بھی بالکل نا امیدی ہوگئی۔ اور اُسنے دیکھا کہ اُسکا کوئی بس نہیں چلتا۔ بلکہ اگر میںنے کچھ زیادہ چون وچرا کی تو شاید کچھ اور مصیبت جھیلنی پڑے۔ اِسلیئے وہ بھاگ کر کابل میں چلی گئی۔ اور جہاندار خاں کی معرفت **احمد شاہ** درانی کے حضور حاضر ہوکے اُسکو دہلی پر حملہ آور ہونے کے لیئے آمادہ کیا ✤

> احمد شاہ کا پنجاب پر چوتھا حملہ

چنانچہ حسب ترغیب دیگم **احمد شاہ** درانی سمت ۱۸۱۲ بکرمی (۱۷۵۵ء) میں چوتھی بار پنجاب پر حملہ آور ہوا۔ ابھی بادشاہ دریائے چناب کے پار نہیں اُترا تھا۔ کہ سید **جمیل الدین خاں** صوبہ لاہور جو وزیر دہلی کی طرف سے بطور نائب مرادبیگم مقرر ہوکر آیا تھا۔ اور بعد جانے مراد بیگم کے خود بااختیار حاکم بن بیٹھا تھا **احمد شاہ** درانی کے آنے کی خبر سنکر دہلی بھاگ گیا۔ اور مرزا آدینہ بیگ ناظم جالندھر بھی خوف سے پہاڑوں پر چڑھ گیا ✤

احمد شاہ نے لاہور پہنچکر اپنا قبضہ کرلیا۔ اور میر منجم خاں اپنے سردار کو وہاں کی صوبہ داری پر مامور کرکے خود دہلی کی طرف کوچ کیا۔ جب جالندھر پہنچا۔ تو وہاں کی نظامت کو بھی خالی دیکھکر ناصر علی خاں کو آدینہ بیگ کی جگہ وہاں کا ناظم بنایا۔ بعد ازاں دہلی پہنچکر بادشاہ دہلی پر جو اسوقت برائے نام تھا۔ ایسا دباؤ ڈالا۔ کہ اُس بیچارے سے سوائے صلح کرنے کے اور کچھ نہ بن پڑا ✤ آخرش **احمد شاہ** درانی محمد شاہ سابق بادشاہ کی دختر کو اپنے نکاح میں اور اوسکے بیٹے کی بیٹی کو اپنے لڑکے تیمور شاہ کے نکاح میں لاکر دہلی سے بہت کچھ دولت حاصل کرکے واپس سرہند ہوا۔ اور سرہند سے لیکر تمام ملک پنجاب کو اپنے قبضہ واقتدار میں لیتا ہوا لاہور میں آٹھرا۔ اور کچھ مدت تک وہاں قیام کرکے سکھوں کے انتظام میں اپنی درانی فوج کو جابجا روانہ کیا۔ مگر سکھ لوگ انکے ہاتھ کب آتے تھے۔ فوراً ساندل بار کے جنگلوں میں گھس گئے۔ آخر جب کچھ نہ ہو سکا۔ تو **احمد شاہ** اپنے بیٹے تیمور شاہ کو صوبہ داری لاہور پر قایم کرکے جہاندار خاں کو اُسکا مدار المہام بناکے واپس کابل ہوا ✤

> آدینہ بیگ کا سکھوں کی مدد سے ناصر علی خاں کو مار کر نظامت جالندھر پر پھر سے قابض ہونا۔

جب احمد شاہ درانی ناصر علی خاں کو ناظم جالندھر بناکے دہلی کی طرف گیا۔ تو اُسنے پیچھے سے سکھوں پر از حد ظلم کرنا شروع کیا۔ بہت سے کاشتکار سکھوں کو گرفتار کرکے اپنا رعب جمانے کے لیئے قتل کروادیا۔ کرتار پور کے گوردوارہ تھم صاحب کو جلا کر اُس میں گائے ذبح کراکے رکھوادی۔ اور سوڈہی بڈبھاگ سنگھ کو ایسا تنگ کیا کہ وہ بیچارہ جان لیکر پہاڑوں میں جا چھپا۔ تو وہاں موضع بہرڑی ضلع ہوشیارپور میں بڈبھاگ سنگھ کی آدینہ بیگ سے ملاقات ہوگئی۔ اور چونکہ یہ دونوں مصیبت زدہ تھے۔ اسوجہ ان کی آپس میں ایک طرح کی محبت ہوگئی۔ بعد ازاں جب

احمد شاہ درّانی واپس چلا گیا۔ تو آدینہ بیگ نے بڈبھاگ سنگھ کی معرفت سکھّوں سے اپنے اصلی عہدہ نظامت جالندھر پر دخل یاب ہونا چاہا۔ چنانچہ بڈبھاگ سنگھ نے سکھّوں کے مشہور مشہور سرگروہوں کو اطلاع دیکے اپنے پاس ایک کثیر جماعت سکھّوں کی جمع کر لی۔ اور ان کو آدینہ بیگ کی امداد پر تیار کر کے ناصر علی صوبہ جالندھر پر چڑھائی کر دی۔ اُدھر جب اُس کو خبر ہوئی تو وہ بھی اپنی فوج دلو بخانہ وغیرہ آراستہ کر کے معہ سیّد خیر شاہ و عشق علی بیگ و بلند خاں وغیرہ سرداران کے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ پر آموجود ہؤا۔ مگر قبل لڑائی شروع ہونے کے نواب کپور سنگھ نے آدینہ بیگ سے کہا۔ کہ چونکہ آپ کے آدمیوں کا بھی وہی لباس ہے جو مخالف کا۔ اسلیئے لڑائی کے وقت سکھّوں سے دھوکہ میں خاص آپ کے ہی آدمیوں کو نقصان پہنچ جانے کا احتمال ہے۔ پس اگر آپ اجازت دیں تو سکھّوں کی شناخت کے لیئے آپ کے سب آدمیوں کے سروں پر سبز گندم بطور نشان ٹانک دی جاوے جسکو اُس نے نہایت خوشی سے منظور کر کے اپنے سب آدمیوں کو حکم دیدیا۔ کہ اپنے اپنے سروں پر سبز گندم ٹانک لیویں۔ بلکہ سب سے پہلے نواب کپور سنگھ نے اپنے ہاتھ سے آدینہ بیگ کے سر پر ٹانکا جسکو اُسنے فتحیاب ہونے کا ایک نہایت نیک شگون خیال کیا۔ غرض دونوں جانب سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اور بہادر سنگھ اپنی تلواریں سونت سونت کے اس زور سے ناصر علی خاں کی فوج پر لوٹ پڑے۔ کہ ایک دم کے دم میں اُسکے ہزارہا آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا جسّا سنگھ آہلووالیہ نے خود اپنی شمشیر سے بلند خاں سپہ سالار کو اور کرم سنگھ پنج گڈھیہ نے خیر شاہ سیّد کو قتل کر ڈالا۔ سرداروں کا مارا جانا تھا کہ ناصر علی خاں کی فوج نے پیٹھ دکھائی۔ اور سکھ شہر میں گھس گئے لوٹ مار کرنے لگے۔ تمام شہردار اپنی جان کے خوف سے گھر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ناصر علی خاں کو سکھّوں نے گرفتار کر کے زندہ آگ میں جلا دیا۔ اور جسطرح اُسنے گوروارہ کرتارپور میں گائے ذبح کرائی تھی۔ اُس کے بدلے سکھّوں نے سؤر کا گوشت مسجد میں پھینکا۔ ناصر علی خاں و سیّد وغیرہ کی مستورات کو سکھّوں نے گرفتار کر کے پہلے اُنکو سؤر کا گوشت کھلایا۔ بعد ازآں سوڈہی بڈبھاگ سنگھ نے اُن کو امرت چھکا کر مفصلہ ذیل سکھّوں کے ساتھ ہر ایک عورت کا علیحدہ علیحدہ انند پڑھا دیا ✣ انوپ سنگھ قوم برہمن ساکن چنار تھل علاقہ پٹیالہ۔ تخت سنگھ پنج گڈھیہ۔ لعل سنگھ روسا۔ خیرا سنگھ باشندہ رانو کے۔ نند سنگھ بھیراڑ۔ دیوا سنگھ سوڈھی وغیرہ ✣ بعد ازآں آدینہ بیگ نے جالندھر پر قبضہ کر لیا۔ اور سکھّوں کو اس سلوک کے صلہ میں علاوہ از پانچ ہزار روپیہ واسطے کڑاہ پرشاد کے بیس ہزار روپیہ اور نقد دیکر تہ دل سے شکر گذاری کی بعد ازآں خالصہ پنتھ آدینہ بیگ سے رخصت ہو کر کرتارپور آیا۔ اور وہاں اپنے گوروارہ کو از سرِ نو تعمیر کرا کے اُسکے نام آدینہ بیگ سے کچھ جاگیر معاف کرا دی۔ جس میں سے ابتک اُس گوروارہ کے نام سرکار انگلشیہ کی طرف سے کچھ جاگیر واگذار ہے ✣

شہزادہ تیمور شاہ کا انتظام

بعد واپس جانے احمد شاہ درّانی کے اُسکے بیٹے شہزادہ تیمور شاہ نے لاہور کے صوبہ کا انتظام بہت اچھا کیا اور چونکہ وہ نہایت خلیق اور نیک نیت آدمی تھا۔ اسلیئے سکھّوں نے بھی اُسکے وقت میں کچھ زیادہ شور وغیرہ برپا نہیں کیا۔ ہر طرح سے ملک میں امن ہو گیا تھا۔ مگر دس ماہ کے بعد تیمور شاہ کی آدینہ بیگ سے باہم نفاق پڑ جانے کی وجہ سے انتظام ملک میں پھر ابتری پڑ گئی۔ تیمور شاہ چاہتا تھا۔ کہ وہ آدینہ بیگ کو جو خود سر تھا۔ اور ہمسری کا دعوے رکھتا تھا

کسی نہ کسی طرح سے مطیع کرے۔ اور اسلیئے اُسنے آدینہ بیگ کو بعض بعض ضروری انتظامی امورات پر زبانی گفتگو کرنے کے بہانہ سے لاہور میں طلب کیا۔ لیکن اُسنے یہ جواب لکھا۔ کہ اندنوں میرا آنا نہیں ہوتا۔ کیونکہ میرے علاقہ میں آجکل سکھوں نے بہت شور برپا کر رکھا ہے۔ اور میری غیر حاضری میں اُن کو مفسدہ پردازی کا بہت اچھا موقع ہاتھ آجائیگا۔ جس پر **شاہزادہ تیمور** نے غضب میں آکر ایک سلطانی فوج اُسکی طرف بھیج کر حکم دیا۔ کہ جسطرح سے ہو سکے۔ آدینہ بیگ کو پکڑ لاؤ۔ جب یہ فوج جالندہر پہنچی۔ تو **آدینہ بیگ** نے خواجہ میرزا افسر فوج کی ایسی خاطر تواضع کی کہ اُسکو اپنا غلام بنا لیا۔ اور اُسکی ہمراہی فوج کو بھی اپنی ملازمت میں رکھ لیا۔

مرہٹوں کی آمد

بعد ازاں **سیندہیہ** مرہٹہ کے پاس **آدینہ بیگ** نے ایک عرضی اس مضمون کی بھیجی۔ کہ آجکل پنجاب کا ملک خالی پڑا ہے۔ اور مفت ہاتھ آتا ہے۔ اگر آپ اپنے کسی معتمد کو فوج دیکر روانہ کریں۔ تو اُن کے پہنچنے پر میں بھی مدد دینے کو تیار ہوں بلکہ جب مرہٹہ فوج دریاے ستلج کو عبور کرکے آگے بڑھیگی۔ تو میں ایک لاکھ روپیہ فی مقام لاہور پہنچنے تک دونگا۔ اُسوقت ہندوستان میں مرہٹوں کا ستارہ نہایت اوج پر تھا۔ اور بادشاہ دہلی بھی ایک طرح سے اُنہی کا مطیع ہو رہا تھا۔ **آدینہ بیگ** کی درخواست پہنچتے ہی منظور ہوگئی۔ اور ملہار راؤ۔ و جھنکو راؤ۔ و راگھو راؤ وغیرہ سرداران مرہٹہ تین لاکھ سوار و توپ خانہ آتش بار لیکر پنجاب کی طرف روانہ ہوئے۔ جب بھادوں **سمت ۱۸۱۳** بکرمی میں سرہند کے مقام پر پہنچے۔ تو وہاں کے حاکم صوبہ دار عبد اللہ خاں نے بڑے شد و مد سے اُن کا مقابلہ کیا۔ مگر **آدینہ بیگ** کے ہمراہی سکھوں نے وہ ہاتھ دکھلایا۔ کہ مرہٹے بھی اُن کی بہادری اور دلیری دیکھکر حیران رہ گئے۔ یعنی سنگھوں نے سب سے پہلے فصیل پر سیڑھی لگاکر اندر داخل ہو کے دروازہ کھول دیا۔ اور شہر کو دل کھول کر لوٹا۔ قتل عام کیا۔ اور عبد اللہ خاں کو گرفتار کرکے اُسکی جگہ مرزا صدیق بیگ خاں کو ناظم سرہند مقرر کیا۔ اسکے بعد مرہٹوں نے چاہا۔ کہ سکھوں سے لوٹ کا مال چھین لیں۔ چنانچہ انہوں نے کھلے کے متصل اُن پر حملہ کیا۔ مگر کامیاب نہ ہوئے۔ سکھ کل مال لوٹ کا لیکر امرتسر کے قلعہ رام گڈہ میں جا گھسے۔

ادھر جب مرہٹوں کے ملک میں آنے کی لاہور میں **شاہزادہ تیمور** کو خبر پہنچی۔ تو وہ بسبب قلت فوج کے معہ جہاں خاں اپنے مدار المہام کے کابل کو بھاگ گیا۔ پیچھے سے مرہٹوں نے لاہور پہنچ کے اپنا دخل کر لیا۔ اور شہزادہ تیمور کے کل سامان اور مال و دولت پر جسکو وہ جلدی میں اپنے ہمراہ نہ لے جا سکا۔ قبضہ کر لیا۔ پھر **آدینہ بیگ** کی سفارش سے خواجہ مرزا ملازم کو لاہور کا انتظام سپرد کیا گیا۔ اور شام جی و رام جی سرداران مرہٹہ کو ملتان کا حاکم مقرر کیا۔ اور صاحبا مرہٹہ کو دس ہزار سپاہ کے ساتھ قلعہ اٹک میں واسطے حفاظت سرحد کے مامور کیا۔ باقی رہا **آدینہ بیگ** بدستور ناظم دوابہ بست جالندہر اپنے اصلی عہدہ پر قایم رہا۔

بعد ازاں خواجہ مرزا حاکم لاہور بجرم گردنکشی اپنے عہدہ سے بحکم صاحبا مرہٹہ فوجدار قلعہ اٹک جو اُسوقت تمام مرہٹہ فوج کا سرپرست تھا معزول کیا گیا۔ حالانکہ وہ آدینہ بیگ کے پاس بھی گیا۔ مگر اُسنے بھی اُسکو کوئی جگہ نہ دی۔ بعد اُسکے اودہو رائے

دیا سوائے سرداران مرہٹہ لاہور کے حاکم ہوئے۔ لیکن اُس زمانہ میں پنجاب پر مرہٹوں کی حکومت بالکل برائے نام تھی۔ ملک میں جا بجا سکھوں کی غارتگری کا شور مچ رہا تھا۔ اور نہ کسی گانوں کی مالگذاری سکھ لوگ مرہٹوں کو دیتے تھے۔ بلکہ جا بجا آپ ہی خود مختار بنے بیٹھے تھے۔ ہاں البتہ اگر کچھ انتظام کی صورت تھی۔ تو دوابہ بست جالندہر میں بیشک تھی۔ مگر وہ بھی اِسوجہ سے کہ آدینہ بیگ سکھوں سے میل رکھتا تھا۔ جو کچھ محاصل آتا تھا۔ اُن کے ساتھ مل کر کھاتا تھا۔ جسّا سنگہ آہلو والیہ سے بھی ملاپ رکھتا تھا۔ غرض یہ سب کچھ تھا۔ مگر سکھ پھر بھی نہیں مانتے تھے۔ ایک مرتبہ سکھوں نے اتفاق کرکے آدینہ بیگ پر بھی چڑھائی کر دی۔ اُس نے بھی مقابلہ کیا۔ مگر آخر کو اِس آفت آسمانی سے مغلوب ہوتے ہوئے دیکھکر دس ہزار روپیہ نقد دیکے جسّا سنگہ اہلوالیہ کی تجویز سے صلح کر لی؂

سکھوں نے سرہند کی طرف رخ کیا۔

بعد ازاں حاکم جالندہر سے ۸ ہزار روپیہ وصول کرکے سکھوں نے سرہند کی طرف رخ کیا۔ اور پھاگن سمت ١٨١٣ بکرمی میں وہاں پہنچ کے غارتگری شروع کر دی۔ **صدیق بیگ** وہاں کے حاکم نے موضع سنگھول کے متصل اپنی فوج کو آراستہ کرکے اِن کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ اور لڑائی شروع ہوگئی۔ لیکن اُسکی توپوں کی بوچھاڑ کے آگے سکھوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ صدہا سنگھ اس لڑائی میں کام آئے۔ مگر جب اِس کا حال سکھوں کو قصبہ انند پور میں معلوم ہوا۔ تو وہ فی الفور وہاں سے کوچ کرکے اُن کی مدد پر بجلی کی طرح اچانک دشمنوں کے لشکر پر آپڑے۔ اور چار گھنٹے تک آپسمیں خوب لڑائی ہوئی۔ لیکن آخر میں **صدیق بیگ** حاکم سرہند کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر سرہند میں محصور ہوا۔ سکھوں نے غضب میں آکر اُسکے علاقہ کو غارت کرنا شروع کر دیا۔ ناچار دس ہزار روپیہ سکھوں کو دیکر ناظم سرہند نے خدا خدا کرکے اپنا پیچھا چھڑایا۔ غرض اُس زمانہ میں سکھوں کی خوب بن آئی۔ جسطرف منہہ اُٹھاتے کوئی اِن کے مقابلہ میں نہ ٹھہرتا۔ مرہٹے بھی اِن سے آنکھ بچاتے تھے۔ کئی مرتبہ سکھوں نے خاص لاہور کے بازاروں کو دن دہاڑے جا لوٹا۔ مگر کسی مرہٹہ میں یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ اِن کی طرف آنکھ اُٹھاکر بھی دیکھتا؂

احمد شاہ ابدالی کا چھٹا حملہ

جب شاہزادہ **تیمور شاہ** کابل کو واپس گیا۔ اور **احمد شاہ** کو پنجاب میں مرہٹوں کی آمد کا حال معلوم ہوا۔ تو اُسنے پھر سمت ١٨١٤ بکرمی میں پنجاب کی طرف ڈیڑہ لاکھ دُرانی فوج لیکر مرہٹوں کے علاج میں کوچ کیا۔ **احمد شاہ** کی خبر سنتے ہی مرہٹے تو پنجاب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کوئی نام کو بھی نہ رہا۔ بادشاہ نے لاہور پہنچکر کریم داد خاں کو حاکم لاہور بنایا۔ اور عبد اللہ خاں کو کچھ فوج دیکر سکھوں کے انتظام کے لیئے پنجاب میں چھوڑ کر خود دہلی کی طرف کوچ کیا۔ وہاں پہنچکر پہلے **غازی الدین خاں** وزیر کو معہ اُسکے چند ہمراہیوں کے جو اپنی جگہ خود بادشاہ بنا بیٹھا تھا قتل کیا۔ اور اُسکی جگہ نجیب خاں کو وزارت دہلی کے معزز عہدہ پر سرفراز کرکے علی گڈہ اور متھرا کیطرف رجوع ہوا۔ وہاں مرہٹوں سے کچھ خفیف سی لڑائی ہوئی جس میں **احمد شاہ** غالب آیا اور وہاں سے اہل ہنود کے نہایت عالیشان اور پر دولت مندروں کو جنکی ایک سقف میں لکھوکہا روپیہ کا سونا چاندی جڑا ہُوا تھا۔ توڑ کر کے لاکھوں روپیہ کا سامان لوٹ کے تین ماہ کے بعد واپس ہوا۔ جب سرہند کے مقام پر پہنچا۔ تو افغانان مالیر کوٹلہ اور راجپوتان رائے کوٹ نے راجہ آلا سنگہ کی جو اُن کے دیہات پر زبردستی قبضہ کرتا جاتا تھا شکایت کی۔ **احمد شاہ** نے ایک برجستہ فوج آلا سنگہ کیطرف روانہ کی۔ جنہوں نے قصبہ برنالہ دار الخلافہ راجہ مذکور کو فوراً پہنچتے ہی تاخت و تاراج کرنا شروع

کر دیا۔ مگر راجہ **آلا سنگھ** نہایت عقلمند آدمی تھا۔ اُسنے مصلحت سمجھکر تین لاکھ روپیہ بادشاہ کو سالانہ خراج دینے کا وعدہ کرکے بجائے عتاب کے بادشاہ کی طرف سے خطاب و خلعت راجگی حاصل کیا +

سکھوں نے احمد شاہ کا اسباب لوٹ لیا۔

بعد ازاں **زین خاں** کو صوبہ داری سرہند پر مامور کرکے بادشاہ لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی لاہور تک نہ پہنچا تھا۔ کہ راستہ میں سکھوں نے درانیوں کے مال و اسباب کو جو وہ لوٹ کر لائے تھے رات کو حملہ آور ہوکے لوٹنا شروع کر دیا۔ بلکہ کچھ شاہی خزانہ بھی لوٹ کر لیگئے۔ اِس پر بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی۔ اور اُسنے بلند خاں سپہ سالار کو پانچہزار سوار فوج دیکر سکھوں کی گرفتاری کے لیئے روانہ کیا۔ اور خود سیدھا لاہور جا ٹھہرا +

سکھوں کی گرفتاری

بلند خاں سپہ سالار نے اِدھر اُدھر ملک میں گشت کرکے بہت کچھ کوشش کی۔ اور کئی بار سکھوں کا تعاقب کیا۔ مگر وہ اسکے ہاتھ نہ آئے۔ اسکی زیادہ تر وجہ یہ تھی۔ کہ سنگھ حملہ کرکے جنگلوں میں گھس جاتے تھے۔ جہاں درانی فوج کا گذر ہونا بالکل غیر ممکن تھا۔ لیکن آخرکار بڑی تلاش کے بعد سردار بلند خاں نے چند مخبروں کے ذریعہ سے کچھ تھوڑی سی کامیابی حاصل کی۔ اور سکھوں کے بہت سے دیہات برباد کرکے اُن کے عیال و اطفال کو معہ ہاٹھو سنگھ۔ گرجا سنگھ۔ کیہر سنگھ باگھڑ سنگھ۔ ہری سنگھ وراون سنگھ وغیرہ کے قید کرکے شاہ بادشاہ کے حضور لاہور بھیجدیا۔ جب یہ لاہور پہنچے۔ تو **احمد شاہ** نے سکھوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ جسکا انہوں نے یہ جواب دیا۔ کہ ہم سنگھ ہیں۔ پھر بادشاہ نے کہا۔ کہ اگر تم واقعی سنگھ یعنی شیر ہو تو ہاتھی سے لڑو۔ ہاٹھو سنگھ نے جوابدیا۔ کہ شیر پنجرے میں بند ہاتھی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر آپ مجھکو چھوڑکر میرے ہاتھ میں تلوار دیدیں۔ تو میں ہاتھی سے بھی لڑنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ ہاٹھو سنگھ کو چھوڑ کر تلوار دیدی گئی اور ایک میدان میں ایک خونی ہاتھی کو بھی شراب پلاکر چھوڑ دیا گیا۔ جب ہاتھی اُسکی طرف آیا۔ تو اُس جوانمرد نے اُچھل کر پہلے تو اُسکا سونڈ اُڑا دیا۔ پھر دوسری تلوار اُسکے پچھلے پاؤں میں پیچھے سے ہوکر ایسی ماری کہ وہ نیچے ہوکر گر پڑا۔ اِسکے بعد **احمد شاہ** نے ایک سنگھ کو اپنے ایک چیدہ درانی رستم صفت پہلوان سے لڑایا۔ لیکن اتفاق وقت کچھ ایسا ہوا۔ کہ سنگھ نے اُسکو بھی نیچے گرا لیا۔ **احمد شاہ** سنگھوں کی اِس جرأت اور طاقت و شجاعت کا امتحان کرکے حیران رہ گیا۔ اور اُن کی بہادری پر ایسا خوش ہوا۔ کہ کل سنگھوں کو جو گرفتار ہوکر آئے تھے رہا کر دیا۔ اور کہا کہ ایسے بہادروں کو قید کرنا یا مار ڈالنا بالکل انصاف کا خون کرنا ہے +

سکھوں کا جمع ہو کر راجہ بیکانیر کی مدد کرنا۔

اِسکے بعد **احمد شاہ** تو واپس کابل ہوا۔ اور سکھوں کو راجہ بیکانیر نے ایک لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کرکے جیسلمیر کی مہم پر کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی طرف بلا لیا۔ چنانچہ حسب درخواست راجہ بیکانیر نواب کپور سنگھ و جسا سنگھ آہلو والیہ و شام سنگھ باشندہ نارو کے و جسا سنگھ رام گڈھیہ و کرم سنگھ و کروڑا سنگھ پیج گڈھیہ و تارا سنگھ ڈلّے والیہ و چڑت سنگھ سوکرچکیہ و ہری سنگھ بھنگی و ہیرا سنگھ و کرم سنگھ نکئی و سجے سنگھ کنھیا و دیپ سنگھ و نتھا سنگھ شہید وغیرہ سرداران ملک ماجھہ و آلا سنگھ و دیوا سنگھ و بڈھا سنگھ و ہمیر سنگھ و گوربخش سنگھ وغیرہ سرداران مالوہ بیس ہزار سکھوں کو ہمراہ لیکے واسطے امداد راجہ بیکانیر مہم جیسلمیر پر پہنچے۔ مگر حسن اتفاق سے مخالفوں کے دل میں کچھ ایسا خوف بیٹھا۔ کہ انہوں نے بلا مقابلہ راجہ بیکانیر کے پاس صلح کا پیغام بھیجدیا۔ اور دونوں فریقوں کی باہم مصالحت ہوگئی +

مگر راجہ بیکانیر نے سکھوں کو روپیہ دینے میں کچھ پس و پیش کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سکھوں نے اُسکے ملک پر دست درازی کرنا شروع کر دیا۔ انجام کار راجہ نے نصف روپیہ دیکر سکھوں کو رضامند کیا +

سکھوں نے سرسہ وغیرہ قصبات لوٹے

پھر وہاں سے یہ جو دسرا اور زبردست دل کوچ کرکے قصبات بیگھڑ بھٹیاں۔ سرسہ۔ رانیاں کے گرد نواح میں لوٹ مار مچاتا ہوا (جہاں کے رؤسا محمد حسن خاں۔ فتح خاں و شہادت خاں وغیرہ بھٹی راجپوتوں نے جو شمس الدین غوری کے عہد سے مسلمان ہو گئے تھے کئی بار اپنے ملک کے باشندوں کو جمع کرکے اُن کا مقابلہ کیا۔ مگر کامیاب نہ ہوئے) قصبات توشام۔ اگروہیاں۔ رتیا۔ فتح آباد وغیرہ مقامات کو غارت کرکے قصبہ ٹوہانہ کے باہر راجہ انک پال کے تالاب پر جا ٹھہرے۔ وہاں کے شہباز خان وغیرہ پٹھانوں نے اُن پر حملہ کیا۔ مگر آخر کو شکست کھا کر گانوؤں میں گھُس گئے +

سکھوں کا جارج تامسن صاحب سے مقابلہ۔

بعد ازاں خالصہ وہاں سے اُن کے گانووں کو غارت کرکے ہانسی حصار کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں جارج تامسن صاحب نے جو مرہٹوں کی طرف سے قلعہ جارج گڈہ میں متصل موضع مالی گڈہ مقیم تھا۔ سکھوں کا مقابلہ کیا۔ اور تمام دن آپس میں لڑائی ہوتی رہی۔ مگر شام کو جب تامسن صاحب نے اس زبردست قوم کے اوپر کامیاب ہونے کی کوئی صورت نہ دیکھی۔ تو لڑائی چھوڑکر اپنے قلعہ میں جا محصور ہوا۔ پیچھے سے سنگھوں نے راتوں رات حصار پر دھاوا کرکے شہر کو اس بری طرح سے لوٹا اور برباد کیا کہ مدت تک وہ شہر بالکل ویران اور غیر آباد پڑا رہا۔ جسقدر مشہور مشہور مکانات مثل جامع مسجد۔ فیروزشاہ کی لاٹ وغیرہ اس شہر اور گرد نواح میں تھے۔ سب سکھوں نے مسمار کر دیئے۔ پھر یہاں سے دوجانہ اور پاٹودی کی طرف رجوع ہوئے +

سکھوں کا نواب دوجانہ سے مقابلہ۔

عبد الصمد خاں رئیس دوجانہ و نجابت علی خاں رئیس پاٹودی و اسمعیلخاں تعلقہ دار دادری سب نے اپنی اپنی فوج لیکے سکھوں کا مقابلہ کیا۔ مگر انجام کار انہوں نے نوابوں کو شکست دیکر پسپا کیا۔ اور ان کے علاقہ کو لوٹ مار سے بالکل تباہ کر دیا + اس گرد نواح کی لوٹ میں سکھوں کو بے انتہا دولت ہاتھ لگی۔ اور چونکہ اسطرف ان کے مقابلہ میں کوئی نہیں ٹھہرا۔ اسلیئے انکا حوصلہ زیادہ بڑھ گیا +

سکھوں کا ریاست جیپور پر حملہ کرنا۔

بعد لوٹنے پاٹودی اور دوجانا وغیرہ کے سکھوں نے جے پور کی طرف رخ کیا۔ مگر وہاں کا راجہ اس قوم کی شجاعت اور طاقت کا چونکہ اچھی طرح امتحان کر چکا تھا۔ اسلیئے اُسنے پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ روپیہ نقد و پانچ راس اسپ ان کی نذر کرکے اپنے ملک کو تاخت و تاراج ہونے سے بچا لیا +

سکھوں کا علاقہ نجیب خاں روہیلہ وزیر دہلی پر حملہ آور ہونا اور مت سنگھ جی وغیرہ سرداران کا مارا جانا۔

بعد ازاں خالصہ قوم نے علاقہ نجیب خاں روہیلہ وزیر دہلی پر ہاتھ بڑھایا۔ نجیب خاں نے انکی یورش کا حال سنتے ہی اپنے بیٹے غلام قادر کو بہت سی فوج دیکر سکھوں کی تنبیہہ میں روانہ کیا۔ اور اُدھر سے صوبہ لاہور کو بھی ان کی پاداش کے لیئے مدد دینے کے واسطے لکھ بھیجا۔ غرض جب سکھوں کا گروہ جیپور سے روانہ ہوکر راستہ میں لوٹ مار مچاتا ہوا میرٹھ کے متصل پہنچا۔ تو پھاگن سمت ۱۸۱۵ بکرمی میں لاہور اور دہلی دونوں طرف کے لشکروں نے ان کو گھیر لیا۔ اُسوقت ان کے ہمراہ صدہا چھکڑے اور اونٹ لوٹ کے مال سے لدے ہوئے جا رہے تھے۔ انہوں نے اپنے مخالفوں کا نہایت سرگرمی سے مقابلہ کیا۔ مگر بہت ساحصہ

سکھوں کا مال کی حفاظت میں رہنے کی وجہ سے دشمنوں کا اچھی طرح مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ نصف مسلمانوں کے حملہ روکنے کی فکر میں رہتی تھے۔ اور نصف مال کو بچا کر بالا بالا ملک مالوہ میں پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ اسوجہ سے سکھوں کو اس جنگ میں بہت نقصان پہنچا۔ مگر سرداران ست سنگھ و کرم سنگھ و کروڑا سنگھ وغیرہ نے مسلمانوں کی فوج کا آخری دن اس زور سے مقابلہ کیا۔ کہ اُن کو اپنے لوٹ کے مال کی لدی ہوئی گاڑیوں کی طرف قدم بڑھانے کی ذرا بھی فرصت نہ دی۔ تمام دن ایک جگہ جم کر لڑائی کرتے رہے۔ اور دشمن کی ہزارہا سپاہ کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اور انجام کار شام کے وقت خود بھی وہیں شہید ہو گئے۔ اُدہر باقی کے سکھ جو مال کی حفاظت میں تھے اتنے ہی وقفہ میں معہ گاڑیوں بعض سے کوسوں کے فاصلہ پر پہنچ گئے۔ اور رات رات سفر کر کے ملک مالوہ میں داخل ہو گئے۔

پیچھے سے مسلمان تمام سکھوں کے سروں کو جو لڑائی میں شہید ہوئے تھے۔ گاڑیوں پر لدوا کر صوبہ لاہور کے پاس اپنی من مانی فتح کی کارگذاری جتلانے کے لیئے لے چلے۔ مگر جب اس کی خبر ملک مالوہ میں بڈھے دل کو پہنچی۔ تو سرداران بھنگا سنگھ و بھاگ سنگھ از برادر زادگان سردار ست سنگھ مرحوم و ناہر سنگھ و تارا سنگھ و بدہ سنگھ کھیڑی والا و سنگت سنگھ نشان بردار وغیرہ نے معہ دو ہزار جرار سواروں کے فوراً روانہ ہو کے مسلمانوں کو راستہ ہی میں برلب دریائے گھگر متصل سرائے مغل معہ اُن گاڑیوں کے جن پر سکھوں کے سر لدے ہوئے جا رہے تھے گھیر لیا۔ اور تلواریں کھینچ کھینچ اُن پر اس زور سے ٹوٹے۔ کہ وہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ اور گاڑیاں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سکھوں نے کل سروں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے معہ گاڑیوں کے وہیں جلا دیا جسکی یادگار میں وہاں ابتک ایک شہید گنج بنا ہوا موجود ہے۔

سکھوں کا سرہند کو پھر غارت کرنا

بعد ازاں سکھوں نے مختلف گروہوں میں ہو کر پھر علاقہ جات انبالہ۔ تھانیسر۔ جگادھری۔ شاہ آباد سہارنپور۔ ساڈھورہ و دامن کوہ شوالک میں غارتگری شروع کر دی۔ جب یہ خبر حاکم سرہند کو ملی۔ تو وہ اپنی فوج لیکر ساڈھورہ کی طرف اُن کی سرکوبی کے لیئے روانہ ہوا۔ لیکن اُسکے پیچھے سے سکھوں کے اُن مختلف قافلوں نے جو اُسوقت مالیر کوٹلہ و رائے کوٹ وغیرہ علاقہ جات جنگل جودہری میں لوٹ مار کرتے پھرتے تھے چھ ہزار کی جمعیت میں ہو کر بوہ سمت ۱۸۱۵ بکرمی (۱۷۵۸ء) میں خاص شہر سرہند پر حملہ کر دیا۔ اور شہر کو چار پہر تک برابر اچھی طرح سے لوٹا۔ تمام مسلمان شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کوئی مقابلہ میں نہ ٹھہرا۔ آخر ش حاکم سرہند کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو اُسنے ساڈھورہ کے حملہ کو ناتمام چھوڑ کر شہر سرہند کی طرف کوچ کیا۔ لیکن کیا کر سکتا تھا۔ اُسکے آنے تک سکھ سرہند کا کام تمام کر کے پہلے سے ہی کوچ کر گئے تھے۔ یہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اور کچھ نہ بن پڑا۔

اُدہر نظامت لاہور کا بھی سکھوں نے یہی حال کر رکھا تھا۔ کئی مرتبہ خاص لاہور کے بازاروں کو حملہ کر کے لوٹ لائے تھے۔ ناظم لاہور نے شہر کی فصیلوں پر توپیں بھی چڑھوا دیں۔ اور کئی بار اُن پر فوج کشی کی۔ مگر اُن کا کچھ انتظام نہ ہوا۔ اُس زمانہ میں پنجاب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سکھوں کا غدر تمام ملک میں مچ رہا تھا۔ اور انہی کا گویا راج تھا۔ بادشاہی حاکم یا مرہٹے تو صرف نام کو اپنے اپنے صدر مقاموں میں رہا کرتے تھے۔ نہ کوئی سرکاری لگان وصول ہوتا تھا۔ نہ کوئی انتظام تھا۔ گھر گھر اور گاؤں گاؤں بادشاہی تھی۔ البتہ دوابہ بست جالندھر میں جہاں کا حاکم آدینہ بیگ تھا۔ کچھ امن تھا۔ مگر وہ بھی اِسوجہ سے کہ سکھوں سے وہ صلح رکھتا تھا۔ جو کچھ محاصل وصول ہوتا تھا۔ جسا سنگھ آہلو والیہ کی معرفت سکھوں سے بانٹ کھاتا تھا۔ اِسی سال سمت ۱۸۱۵ بکرمی

مطابق ۱۷۵۸ء میں آدینہ بیگ حاکم جالندھر بھی بتقضائے الٰہی فوت ہوگیا۔ اسلیئے سکھوں نے اُسکے علاقہ میں بھی لوٹ مار کا بازار گرم کردیا

مرہٹوں کا دہلی پر حملہ آور ہونا۔

اسی اثناء میں بسُواس راؤ و جھنکو راؤ و راگھو راؤ وغیرہ مرہٹوں نے تین لاکھ سوار لیکر دہلی پر حملہ کردیا۔ نواب شجاع الدولہ و دُوندے خاں و احمد خاں فرخ آبادیہ و حافظ رحمت خاں و نجیب خاں روہیلہ وغیرہ نے بادشاہی لشکر کو ہمراہ لیکر مرہٹوں کا نہایت زور سے مقابلہ کیا۔ مگر آخر کو ایک عظیم جنگ کے بعد بادشاہی لشکر کو شکست ملی اور مرہٹوں نے دہلی شہر پر اپنا قبضہ کرلیا +

احمد شاہ ابدالی کا ہندوستان پر ساتواں حملہ۔

جب دہلی پر مرہٹوں نے قبضہ کرلیا۔ تو نجیب خاں نے تین کروڑ روپیہ کا وعدہ کرکے **احمد شاہ** ابدالی کو بلا بھیجا۔ چنانچہ پھاگن سمت ۱۸۱۶ بکرمی میں **احمد شاہ** درانی ڈیڑھ لاکھ فوج جرار ہمراہ لیکر ہندوستان میں داخل ہؤا۔ جب پانی پت کے قریب پہنچا۔ تو بسُواس راؤ وغیرہ نے دو لاکھ سواروں کی جماعت کے ساتھ بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ دونوں فریق نہایت سرگرمی سے لڑے۔ مگر آخر کو ایک سخت اور خونخوار لڑائی کے بعد **احمد شاہ** فتحیاب ہؤا۔ اور ۸۰۰۰۰ اسّی ہزار کے قریب فوج مرہٹہ میدان جنگ میں درانیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ بسُواس راؤ اور دتا سندھیہ بھی عین جنگ میں مارے گئے۔ اور لاکھوں روپیہ کا سامان **احمد شاہ** کے ہاتھ آیا۔ بیس لاکھ کا تو صرف بسُواس راؤ کی پوجا پاٹھ کا سامان تھا۔ اور ایک اُس کے ہاتھ کی چھڑی جو پچھتر ہزار کی تھی۔ وہ بھی بادشاہ کے ہاتھ لگی۔ اس کے بعد **احمد شاہ** جب آگے بڑھا۔ تو ہلکر مرہٹہ ایک لاکھ ۸۰ اسّی ہزار فوج لیکر مقابل ہؤا۔ یہ لڑائی بھی ہندوستان کی ایک مشہور اور خونریز لڑائیوں میں سے ہے جس میں بھی **احمد شاہ** ہی فتحیاب ہؤا۔ اور ہلکر اپنا سب مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گیا۔ تیسری بار شِو دیو راؤ مرہٹہ نے ایک لاکھ چالیس ۴۰ ہزار فوج سے ابدالی کا سامنا کیا۔ مگر جمنا کو عبور کرکے **احمد شاہ** نے اس تیزی اور چالاکی سے مرہٹوں پر حملہ کیا۔ کہ اُن سے سوائے پیٹھ دکھانے کے کچھ نہ بن آیا۔ افغانوں نے ہزاروں مرہٹوں کو تہ تیغ کیا۔ اور بائیس ہزار مہندو ڈول کو اُن میں سے قید کرلیا۔ پچاس ۵۰ لاکھ روپیہ نقد اور لاکھوں روپیہ کا سامان و پانچ ہزار بیش قیمت گھوڑے شاہ ابدالی کو حاصل ہوئے

سکھوں کا لاہور اور کل پنجاب پر حملہ۔

جب بادشاہ دہلی کیطرف مرہٹوں کی سرکوبی پر جارہا تھا۔ تو اُس نے سرہند پہنچ کے سربلند خاں کو جو کابل جاتا تھا۔ نوکر رکھ لیا۔ اور اُسکو صوبہ داری لاہور پر مامور کیا۔ اُسوقت سربلند خاں ہر طرح سے بے سروسامان تھا۔ اور اُسنے بادشاہ سے ایک ماہ کی رخصت سامان کی تیاری کے لیئے طلب کی جو منظور ہوئی۔ اور سربلند خاں نے جالندھر پہنچکر امرائے آدینہ بیگ کے مشورہ سے اپنی جگہ صورت سنگھ کو ملازم رکھ کے لاہور بھیجدیا۔ کریم داد خاں صوبہ لاہور اور فوجدار خاں حاکم امرتسر تو پیشتر سے ہی پانی پت کے مقام پر حسب الطلب بادشاہ مرہٹوں کے مقابلہ میں پہنچ چکے تھے۔ اب گویا صورت سنگھ کے تعلق تمام پنجاب کا انتظام ہؤا۔ مگر سکھوں کی یورش سے یہ ایسا خائف ہؤا۔ کہ بہت جلد گھبرا گیا۔ اور حکومت سے دست بردار ہوکے سربلند خاں کو کسی اور حاکم کو بھیجنے کے لیئے لکھ بھیجا۔ سربلند خاں نے جو اُسوقت دوآبہ بست جالندھر کا انتظام کررہا تھا۔ امیر محمد خاں کو پانسو سوار دیکے لاہور کی حکومت پر روانہ کیا ایسے نازک وقت میں جبکہ کل افواج اور تجربہ کار حکام مرہٹوں کی مہم پر بادشاہ کے ہمرکاب تھے سکھوں کو اپنے دل کے ولولے نکالنے کا خوب موقع ہاتھ لگا۔ پہلے جسّا سنگھ رام گڈھیہ و جیت سنگھ کنھیہ و ہری سنگھ بھنگی و لہنا سنگھ و جسّا سنگھ آہلو والیہ وغیرہ سرداران نے جو امرتسر میں بتقریب میلہ بیساکھی جمع ہوئے تھے۔ لاہور پر حملہ کرنے کی صلاح کی۔ اور بعد ازاں کل میلہ کو ہمراہ لیکے یکبارگی لاہور پر چڑھ گئے۔

شہر لاہور کے باہر جسقدر آبادی بغیر فصیل تھی سکھوں نے سب لوٹ لی۔ اور غارت کردی۔ مکانوں میں آگ لگادی۔ شہر کی بیشمار رعایا مخصوص مسلمان بہت قتل ہوئے۔ لاکھوں روپیہ کا مال سکھوں کے ہاتھ آیا۔ بعد ازاں خالصہ جی اندرونی شہر کے غارت کرنے پر کمربستہ ہوئے۔ امیر محمد خاں نے شہر کے دروازے بند کر لئے۔ مگر سکھوں نے شہر کا محاصرہ کرکے آمدورفت بالکل بند کردی۔ اور صوبہ کو کہلا بھیجا۔ کہ اگر خالصہ جی کو کڑاہ پرشاد کے لئے کچھ نذر دو تو خیر ہم لوگ یہاں سے چلے جاویں گے۔ ورنہ شہر کے اندر داخل ہوکر تمہارا بھی وہی حال کریں گے جو باہر کیا ہے۔ ناچار میر محمد خاں نے تیس ہزار روپیہ سکھوں کو کڑاہ پرشاد کے واسطے دیکر اپنا پیچھا چھڑایا۔ اور سکھ وہاں سے امرتسر کیطرف واپس چلے آئے۔

جب **احمد شاہ** ہندوستان سے بیشمار ہندوؤں کے مندروں کو توڑتا ہوا مالامال ہوکر لاہور واپس آیا۔ تو اسنے میر محمد خاں سے سکھوں کو روپیہ دینے کے قصور میں سخت بازپرس کی۔ بلکہ قید کردیا۔ مگر شہر کے چودھری اور رئیسوں نے ملکر بادشاہ سے سفارش کی اور کہا کہ امیر محمد خاں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ وقت ایسا ہی تھا۔ اگر روپیہ نہ دیا جاتا۔ تو سارا شہر تباہ ہوتا تھا۔ غرض اسیطرح کی بہت سی باتیں سمجھا بوجھا کے شہر والوں نے امیر محمد خاں کو قید سے رہا کروایا۔

اسکے بعد بادشاہ نے خواجہ حمید خاں کو حاکم لاہور و زین خاں کو ناظم سرہند و سربلند خاں کو حاکم ملتان مقرر کرکے سکھوں کے انتظام کرنے کی تاکید کرکے کابل کو کوچ کیا۔ راستہ میں سکھوں نے **احمد شاہ** ابدالی کے لشکر پر بھی دست درازیاں کیں۔ اور رات کو حملہ آور ہوکے اُن کو لوٹ لیا۔ مگر چونکہ بادشاہ کو کسی خانگی امور کی وجہ سے کابل پہنچنا ضروری تھا۔ اور علاوہ ازیں ہندوستان کی متواتر لڑائیوں سے اسکی سپاہ میں زیادہ لڑائی کا حوصلہ بھی باقی نہ رہا تھا۔ اسلیئے وہ خون کے گھونٹ پیتا ہوا چپ چاپ سیدھا کابل کو چلا گیا۔ اور وہاں پہنچ کے اس نے نورالدین خاں ایک سردار کو سات ہزار سوار دیکر پنجاب کی طرف سکھوں کی پاداش میں روانہ کیا۔

سکھوں کا احمد شاہ درانی کی فوج سے مقابلہ کرکے قیدیوں کا چھڑا لینا۔

دہلی سے احمد شاہ ابدالی کے واپسی کے وقت سکھوں نے درانی فوج کا جو قصبہ تھانیسر وغیرہ سے بہت سے ہندوؤں کو غلامی کے واسطے قید کرکے لارہے تھے۔ گوئندوال گھاٹ کے متصل دریائے بیاس کو عبور کرکے اس تندی اور چستی سے مقابلہ کیا تھا۔ کہ افغانی فوج بھاگ نکلی تھی۔ اور بیچارے ہزارہا ہندوستانی ہندوؤں نے قید سے مخلصی پاکر اپنے اپنے گھر کا راستہ لیا تھا۔ احمد شاہ ابدالی کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو اسنے اپنی فوج سے جو شکست کھاکر بھاگ آئی تھی سخت مواخذہ کیا تھا اور چاہتا تھا۔ کہ کچھ دنوں لاہور رہ کر سکھوں کا انتظام خود کرے۔ مگر اسیوقت کابل کی طرف سے کسی وحشت اثر خبر نے اس کو ایسا ہیجان کردیا تھا۔ کہ پنجاب کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس جانا پڑا۔

نورالدین خاں کا سردار چڑت سنگھ سکرچکیہ سے مقابلہ

جب نورالدین حسب الحکم شاہ ابدالی سات سو سواروں کو لیکر پنجاب میں داخل ہوا۔ تو سردار چڑت سنگھ سکرچکیہ وغیرہ آگے بڑھکر اسکے مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔ فریقین نہایت سرگرمی سے لڑے۔ مگر آخرکار بہت سے کشت و خون کے بعد نورالدین کو شکست ہوئی۔ اور وہ بھاگ کر سیالکوٹ کے قلعہ میں جا گھسا۔ سکھوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ جب قلعہ کے اندر نورالدین خاں کو رسد وغیرہ کا پہنچنا محال ہوگیا۔ تو وہ رات کو قلعہ سے نکل کر جموں کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں کے راجہ نے

اسکو پناہ دی ✣

خواجہ حمید خاں صوبہ لاہور کی سکھوں سے گوجرانوالہ کے متصل لڑائی ✣

جب نورالدین خاں کی شکست کا حال خواجہ حمید خاں کو معلوم ہؤا۔ تو وہ بھی اپنی فوج لیکر سکھوں کے مقابلہ کیلئے لاہور سے نکلا۔ اور گوجرانوالہ کے قریب پہنچ کے اُن کے ساتھ اُس کی ایک سخت لڑائی ہوئی۔ مگر آخیر میں یہ میدان بھی سکھوں کے ہاتھ آیا۔ اور حمید خاں بھاگ کر لاہور چلا گیا ✣

سردار جہان خاں درانی کا سکھوں سے مقابلہ ✣

انہی ایام میں اُدہر امرت سر کی طرف سردار جہان خاں درانی سے جسکو احمد شاہ سکھوں کی تنبیہ میں کچھ فوج دیکر امرت سر کے مقام پر مامور کر گیا تھا۔ سکھوں کی کئی ایک لڑائیاں ہوئیں جس میں اکثر سکھ ہی غالب آئے ✣ پہلے تو جہان خاں درانی نے امرتسر پہنچ کے وہاں کے تالاب کو مٹی سے بھروانا شروع کر دیا۔ اور خاص مندر کی بھی ہر طرح سے ہتک کرنے لگا۔ اور سکھوں کی آمد و رفت بالکل بند کر دی۔ لیکن جب اس کا حال سکھوں کو معلوم ہؤا۔ تو اُن کے مذہبی جوش نے اُن کو خاموش نہ رہنے دیا۔ فوراً دیپ سنگھ و گوربخش سنگھ و نتھا سنگھ و ہیرا سنگھ وغیرہ بہادر سرداران نے پانچہزار سپاہ کے ساتھ سردار جہان خاں درانی پر حملہ کر دیا۔ اور مواضعات گوہلو اڑ چبہ میں درمیان ترنتارن و امرتسر کے میدان پڑا۔ اس لڑائی میں مذہبی جوش کیوجہ سے ہر ایک سکھ نہایت دل کھول کھول کر لڑا۔ دشمنوں کی فوج کو اسقدر نقصان پہنچایا۔ کہ اُن کا قدم پیچھے پڑنے لگا حتٰے کہ لڑتے لڑتے خاص امرتسر تک پہنچ گئے۔ یہاں دیپ سنگھ بہت سے مسلمانوں کو قتل کر کے رام سر تالاب کے کنارہ پر خود بھی شہید ہو گیا اس معرکہ میں سوائے دیپ سنگھ کے اور بھی بہت سے سکھ بہادر مثل گوربخش سنگھ وغیرہ کے لڑکر شہید ہوئے۔ جن سب کی جان نثاری اور بہادری کی یادگاریں ابتک وہاں اُن کی سمادھیں بنی ہوئی ہیں۔ اور شہید گنج کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر انجام کار بماہ مگھر سمت ۱۸۱۷ بکرمی میں سکھوں نے درانیوں کو امرتسر سے نکال ہی دیا۔ دوسری دفعہ جہان خاں نے صوبہ لاہور کی مدد سے سکھوں پر چڑھائی کی۔ مگر اٹاری کے مقام پر سکھوں نے اُن کا اس زور سے استقبال کیا۔ کہ اُن کو پیچھے کی طرف مُنہ موڑتے مطلق دیر نہ لگی۔ خالصہ نے لاہور کی فصیل تک اُن کا تعاقب کیا۔ اور اُن کے صدہا آدمیوں کو قتل کر کے واپس چلے آئے ✣

سکھوں کا دوابہ بست جالندہر و باری پر قبضہ۔

ان دو چار پے در پے فتوحات نے سکھوں کے حوصلہ کو اور بھی زیادہ ترقی دی۔ اور ملک گیری کا شوق اُن کے دل میں پیدا ہو گیا۔ اسوقت اِس قوم نے تمام ملک دوابہ بست جالندہر و باری (ماجھہ) و گوجرانوالہ و سیالکوٹ وغیرہ پر اپنا قبضہ و دخل کر لیا تھا۔ صرف لاہور یا جالندہر جیسے معدود جگہوں میں حاکمان شاہی کا برائے نام کا قبضہ تھا۔ اور وہ لوگ بھی ہر وقت شہر کی فصیل کے اندر محصور رہتے تھے۔ سکھوں کے خوف سے باہر کبھی نہیں نکلتے تھے ✣

سکھوں کا قصور پر حملہ۔

سکھوں کا صدر مقام امرتسر تھا۔ اور اکثر یہ لوگ یہاں پر بہت جمع رہتے تھے۔ امرتسر میں پہنچکر اوّل اِن کا کام تالاب اور ہر مندر جی کو رونق دینے کا تھا۔ چنانچہ اس مرتبہ جب اِنہوں نے درانیوں کا قبضہ امرتسر سے اُٹھا دیا۔ تو پہلے اُنہوں نے تالاب کو جسے مسلمانوں نے ضد اور تعصب سے بھروا دیا تھا صاف کرایا۔ بعدہ ہر مندر جی کو رونق دینے کیلئے روز دربار لگا کر اکال بنگہ کے سامنے بیٹھا کرتے۔ انہی دنوں ایک روز جب یہ تمام سکھ امرتسر میں جمع ہو کر اکال بنگہ کے سامنے

اپنا دربار لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ قوال وڈھاڈی گوروؤں کی بانی کو راگ میں الاپ رہے تھے۔ اور تمام سنگھ لوگ سب ہتھیار باندھے اپنی اپنی مونچھوں میں کنڈل ڈالے اپنی شجاعت اور بہادری کے مد میں مست بیٹھے ہوئے جھوم رہے تھے۔ کہ یکایک شہر قصور کا ایک مظلوم برہمن دہائی دیتا ہوا اُن کے دربار میں یوں فریادی ہوا۔ کہ خالصہ جی! میں مظلوم ہوں۔ اور آپ کے دربار میں فریادی آیا ہوں۔ میری عرض سنیئے۔ اور میری مدد کیجیئے۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے آپ کا پنتھ دھرم کی رکھیا کے لیئے سورا اور بیر تا میں ہر طرح کی سمپن چھتری دھرم رچا ہے۔ اگر آپ لوگوں کی موجودگی میں پرتھوی پر ایسا ادہرم اور انرتھ ہو۔ تو بڑا اشچرج ہے۔ جیسا کہ آجکل قصبہ قصور کے پٹھان ہندوؤں پر کر رہے ہیں۔ کہ کسی بھلے مانس ہندو کی خوبصورت بہو بیٹی اُس کے گھر میں نہیں رہنے پاتی۔ زبردستی چھین لیتے ہیں۔ اور گئو بدھ کر کے ہندوؤں کو بڑا دکھ اور کلیش دیتے ہیں۔ میری استری کو بھی ایک پٹھان نے زبردستی چھین لیا ہے۔ مسلمان حاکموں کے پاس اگر فریادی ہوتا ہوں۔ تو وہ بھی اُنہی کی طرفداری کرتے ہیں۔ سوائے آپ کے اِسوقت میں کسی کو اس لایق نہیں دیکھتا۔ کہ قصور کے پٹھانوں کو ان کے ادھرم اور انیتی کا ڈنڈ دیکر دھرم کی رکھیا کرے۔ اور مجھکو میری استری دلا وے۔ اگر آپ بھی میری مدد نہ کریں گے۔ تو میں ابھی آپ لوگوں کے سامنے کٹار کھا کر مر جاؤں گا۔ اور آپ لوگ پرمیشور کے یہاں میرے جواب دہ ہونگے"۔ برہمن کی اس فریاد نے سکھوں کو ایسا جوش دلایا۔ کہ سب سے پہلے سردار ہری سنگھ بھنگی نے اپنے تین ہزار جرار سواروں کے ساتھ دربار میں سے اُٹھ کر اردا س کر کے برہمن کے ساتھ قصور کی طرف کوچ کر دیا۔ اور متصل موضع وڈالی گورو کی خیمہ زن ہوا۔ دوسرے روز بقیہ تمام سرداران اپنی اپنی جمیعت کے ساتھ سردار ہری سنگھ مذکور سے آملے۔ اور جیٹھ سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں عین دوپہر کے وقت قصور پر دھا وا کر کے حملہ کر دیا۔ قصور اس اچانک آفت سے بالکل بیخبر تھا۔ تمام سکھ کھلے دروازہ شہر میں داخل ہو گئے۔ اور قتل عام شروع کر دیا۔ قصوری امراء بالکل غافل تھے۔ کوئی شطرنج اور چوسر میں مصروف۔ کوئی رقص و سرود کے جشن میں مشغوف۔ غرض کسی کو مقابلہ کی فرصت نہ ملی۔ سب یکبارگی بھاگ نکلے۔ مگر بھاگنا بھی مشکل ہو گیا۔ ہر طرف سکھوں نے اپنا دخل کر لیا۔ جو پٹھان اُن کے سامنے آتا۔ دو ٹکڑے ہوتا غرض اسی دوڑ دھوپ میں سکھوں نے منجملہ ۱۳ گڑہی افغانان کے سات گڑہیوں کو بالکل غارت و تباہ کر کے قتل عام شروع کر دیا بہت سے قرب وجوار کے لٹیرے بھی موقع پا کر سکھوں کے ساتھ شامل ہو گئے + اُن دنوں میں یہ شہر نہایت دولتمند تھا تین روز تک برابر سکھوں نے لوٹ مار جاری رکھی۔ ہر ایک سکھ مالا مال ہو گیا۔ لیکن مشہور ہے۔ کہ جسقدر مال سردار جسا سنگھ رام گڑھیہ کے ہاتھ لگا۔ اسقدر کسی کو نہیں ملا۔ اور وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ بعد وفات نور جہاں بیگم شاہجہان بادشاہ کے جسقدر مال و اسباب اُسکا دیوان دلارام مدار المہام بیگم مسطور کے ہاتھ لگا تھا۔ وہ سب دیوان مذکور نادر شاہ و احمد شاہ و نیز سکھوں کی لوٹ کے خوف سے قصبہ قصور میں لے آیا تھا۔ اُس کے گھر پر سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ و بابی سنگھ نے حملہ کیا۔ اور اسکو قید کر کے اُسکا تمام مال لوٹ لیا۔ کہتے ہیں۔ کہ منجملہ جواہرات مخزونہ کے صرف ایک ہار چندر سین نامی پچاس لاکھ روپیہ کا قیمتی تھا + چونکہ سردار کنھیا و رام گڈھیہ میں باہم لوٹ کا مال تقسیم کرنے کے لیئے عہد و پیمان ہو چکا تھا۔ اِسلیئے جب تقسیم کا وقت آیا۔ تو باہم دونوں فریق کا ایک دوسرے سے زیادہ مال حاصل کرنے کی چالاکیوں میں تکرار ہو گیا۔ اور سرداران کنھیا نے سرداران

رام گڈہیہ پر حملہ کیا۔ تھوڑی سی فریقین میں لڑائی بھی ہوئی۔ مگر اتنے میں چند دیرینہ سکھوں نے بیچ میں پڑ کے باہم صلح کرا دی۔ لیکن مشہور ہے کہ قیمتی مال سرداراں رام گڈہیہ کے ہاتھ آیا +

بعد ازاں سکھوں نے عثمان خاں کو جس نے اُس برہمن کی بیوی کو زبردستی چھین لیا تھا۔ گرفتار کر کے سخت عذاب سے مار ڈالا۔ اور اُس برہمنی کو معہ کل جائداد عثمان خاں مقتول کی اُس برہمن مظلوم کے سپرد کر دیا۔ اور وہاں سے فتح فیروزی کے ساتھ واپس امرتسر ہوئے۔ بہت کچھ نقد و زر دربار امرت سر کی پوجا بھیٹ میں چڑھا کر کڑاہ پرشاد کرایا۔ اور قصور سے فتح کے ساتھ واپس آنے کی خوشی منائی +

سکھ جالندھر کی طرف مخاطب ہوئے۔

بعد ازاں سکھوں نے ملک گیری کی فکر میں امرتسر سے کوچ کر کے جالندھر کی طرف کوچ کیا۔ اُدھر بشمبر دیال مدار المہام جعفر بیگ فرزند آدینہ بیگ خاں نے اُن کے آنے کی خبر سن کے اُن کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ تم ہمارے ملک مقبوضہ پر دست درازی نہ کرو۔ ورنہ تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ پیشتر تو سکھ آدینہ بیگ کے علاقہ میں اس وجہ سے دست اندازی نہیں کرتے تھے۔ کہ وہ ان سے صلح رکھتا تھا۔ اور جو کچھ آمدنی ہوتی تھی اُن سے بانٹ کھاتا تھا۔ لیکن اب جب اُسکے بیٹے نے خلاف پالسی اپنے باپ کے سکھوں کو مدار المہام کی تزغیب سے یہ کہلا بھیجا۔ تو سکھوں نے بھی جوش میں آکر اُس کے علاقہ کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ یہ خبر پاکر بشمبر دیال معہ اپنی فوج کے کاتک سمت ۱۸۱۸ میں سکھوں پر چڑھ آیا۔ اور قصبہ بٹالہ میں فریقین کا مقابلہ ہوا جس میں ایک خونخوار جنگ کے بعد مسلمانوں کی فوج کو شکست ملی۔ اور بشمبر دیال سکھوں کے ہاتھ سے مارا گیا سکھوں نے اُس کے تمام مال و اسباب و علاقہ پر دخل پاکر اپنا قبضہ کر لیا +

سکھوں کا مختلف قافلوں میں ہو کر ملک گیری کرنا۔

اِس کے بعد سکھ مختلف قافلوں میں ہو گئے۔ دو لشکر تو سرہند کی طرف چلے گئے اور کچھ لاہور کے علاقہ جات میں دورہ کرنے لگے۔ اور کچھ قصبہ جنڈیالہ پر یورش کر کے چڑھ گئے۔ اور اسطرح سے جابجا ملک گیری کی فکر میں تمام ملک پنجاب کے درمیان قافلہ بہ قافلہ پھیل گئے + جو قافلہ لاہور گیا۔ اُس کا سردار جسا سنگھ رام گڈہیہ تھا۔ اُس نے پہلے لاہور شہر سے باہر کی تمام بستیوں کو غارت کر کے اُن پر اپنا قبضہ کیا۔ اور بعد ازاں خاص لاہور شہر میں بھی گھس کر اپنا تصرف کر لیا۔ صرف خواجہ حمید خاں قلعہ کے اندر محصور ہو کر لڑتا رہا۔ لیکن قلعہ کے باہر سکھوں کا قبضہ تھا +

سرہند پر حملہ۔

اُدھر دوسرا گروہ جو سرہند کی طرف گیا تھا۔ اُس نے حاکم سرہند کا ناک میں دم کر دیا۔ ناظم اگرچہ بامداد بھیکن خاں ملیری و راجپوتان رائے کوٹ اپنے خاص شہر میں محصور ہو کر قابض رہا۔ لیکن باہر کے تمام دیہات میں سکھوں نے اپنا قبضہ کر لیا۔ مالیر کوٹلہ کو بھی سکھوں نے اِس ضد سے کہ وہاں کا رئیس صوبہ سرہند کا معاون تھا لوٹ پاٹ کر خاک میں ملا دیا +

قصبہ جنڈیالہ پر سکھوں کا حملہ۔

چونکہ قصبہ جنڈیالہ میں جو امرت سر سے سات کوس کے فاصلہ پر جالندھر کی طرف واقع ہے۔ اور وہاں کا مہنت عاقل داس گدی نشین ایک بڑا مالدار شخص تھا۔ اور اُس کی مسلمانوں سے بہت دوستی بھی تھی۔ بلکہ اُس نے ایک مرتبہ احمد شاہ کو دہلی کی مہم پر کچھ روپیہ سے بھی مدد دی تھی۔ اِس لیئے درمیان کے سکھوں نے اُس کو لوٹنے کی غرض سے یورش کر کے جنڈیالہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ اِسی اثناء میں مہنت جنڈیالہ نے ایک شتر سوار تیز رفتار کی معرفت احمد شاہ

ابدالی کے پاس سکھوں کی اس شورش اور غدر کی شکایت میں عرضی بھیجکر مدد مانگ بھیجی +

احمد شاہ کا آٹھواں حملہ

احمد شاہ ابدالی کے پاس سکھوں کی شکایت میں پیشتر سے ہی حاکمان پنجاب کی عرائض پہنچ چکی تھیں۔ اور وہ اس طرف آنے کو خود بخود تیار بیٹھا تھا۔ مہنت عاقل داس کی عرضی دیکھتے ہی فوراً کوچ کا حکم دیدیا۔ غرض شروع سنہ ۱۷۶۲ء و آخیر سمت ۱۸۱۹ بکرمی میں **احمد شاہ** درانی چالیس ہزار سوار کے ساتھ بکوچ یلغر پنجاب کی طرف روانہ ہوا+ بادشاہ ابدالی کے آنے سے پیشتر سکھ جنڈیالہ کا محاصرہ چھوڑکر ستلج پار کے علاقہ جات پائل جگراؤں۔ مالیرکوٹلہ و سرہند وغیرہ کی غارتگری میں مصروف تھے۔ اور زین خاں صوبہ سرہند ان سے لڑرہا تھا۔ اسوقت اس مہم پر کل سکھوں کے گروہ کا اجتماع تھا۔ بادشاہ یکایک جہلم دریائے کو عبور کرکے تو پہر کے عرصہ میں اس مقام کے تھوڑے ہی فاصلہ پر نزدیک پہنچ گیا جہاں لڑائی ہو رہی تھی۔ اتنے میں بھیکن خاں بھی بادشاہ کی آمد کی خبر سنکر خود اس کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ اور سکھوں کی زیادتی کا سارا حال کہہ سنایا۔ بادشاہ نے ایک دستہ فوج دے کر اس کو زین خاں کے پاس فوراً واپس بھیجا۔ اور لکھا کہ "تم گھبراؤ مت! میں پہنچ گیا ہوں بھیکن خاں کی مدد سے ان غارتگر سکھوں کو روک رکھنا۔ انشاء اللہ تعالے میں بھی کل دوپہر تک تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا"۔ چنانچہ بھیکن خاں فوراً واپس پہنچ کر درانی فوج کے ساتھ صف آرائی کرکے سکھوں کے مقابلہ میں کھڑا ہوگیا۔ اور دونوں طرف سے خوب جنگ ہؤا۔ بلکہ دوسری طرف سے زین خاں بھی پہنچ گیا۔ لیکن سکھوں نے بھی ایک مرتبہ اپنی تلوار کا زور کرکے وہ ہاتھ دکھایا۔ کہ دشمن کی فوج کو پس پا کر دیا۔ اور اس موقع کو غنیمت سمجھکر فوراً پرگنات رائے کوٹ و جگراؤں میں کوچ کرکے جا پہنچے۔ دوسرے دن علی الصباح ہی **احمد شاہ** درانی نے پہنچ کر سکھوں کو متصل موضع رائے پور و گوجروال کے گھیر لیا۔ چنانچہ سکھوں نے بھی اپنی باربرداری کے سامان کو مالوہ کی طرف روانہ کرکے درانیوں کا نہایت تندی سے مقابلہ کیا۔ اور ایک دفعہ شمشیر کھینچ کے درانیوں کی فوج پر بجلی کیطرح ایسے جا پڑے کہ ان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ ان کا ذرا سا قدم پیچھے ہٹا کہ سکھ اپنے اسباب اور مال کی نگرانی کرتے ہوئے مالوہ کیطرف کترائے۔ جب تین کوس کے فاصلہ پر پہنچے۔ تو درانیوں نے پیچھے سے پھر حملہ کردیا۔ ادھر آگے سے زین خاں ناظم سرہند و بھیکھی رائے دیوان رائے کوٹ و افغانان مالیرکوٹلہ نے بیس ہزار فوج کے ساتھ سکھوں کا راستہ بند کردیا۔ غرض ان دونوں لشکروں نے سکھوں کو موضع بھلے وال۔ قطبو باھمنی کے متصل چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ دوپہر تک میدان خوب گرم رہا۔ آخر سکھوں نے لاچار ہوکر قلعہ باندہ کر لڑنا شروع کیا۔ اور بیچ میں اپنے تمام قافلہ کو لیکر دشمنوں نے ان کو گھیر رکھا تھا۔ مگر سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ و سردار جسا سنگھ آہلووالیہ و بگھیل سنگھ و کل سرداران نکئی و سکرچکیہ۔ و فیض اللہ پوریہ و شہیدان و بیچ گڈھیہ وغیرہ نہایت جوانمردی سے میدان میں گھوڑے دوڑا دوڑا کر اپنی سپاہ کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے دشمنوں کے سامنے اڑاتے جاتے تھے۔ جس طرف دشمن کی فوج کا زیادہ غلبہ دیکھتے۔ اسطرف خود چلے جاتے۔ بلکہ ایک دفعہ جب بادشاہ خود حملہ کرکے سکھوں کے نزدیک پہنچا۔ تو دونوں سرداران جسا سنگھ رام گڈھیہ و آہلووالیہ و چڑت سنگھ سکرچکیہ نے ایک ہزار سکھ سواروں کے ساتھ دوسری جانب سے آکر اس کے حملہ کو روکا۔ اور فوج درانی کو چیرتے ہوئے بڑے زور و شور سے کئی

افسروں کو تہ تیغ کرکے **احمد شاہ** کے نزدیک جا پہنچے۔ اور جسا سنگھ نے بادشاہ کو پکار کر کہا۔ کہ اے **احمد شاہ** بادشاہ! دو ہاتھ دکھا جا۔ یہ موقع مردانگی کا ہے۔ مگر ابدالی کی یہ ہمت نہ پڑی۔ کہ اُن بہادروں کے سامنے آتا۔ فوراً پیچھے کو ہٹ گیا۔ اور سرداران موصوف اپنے لشکر میں واپس آئے۔ اِس معرکہ میں علاوہ افغانوں کے ہزارہا سکھ بھی کام میں آئے۔ اور اِسی وجہ سے سکھوں میں یہ لڑائی بڑی گھلو گھارا یعنی قتل عام کے نام سے مشہور ہے۔ **احمد شاہ** درّانی نے سکھوں کا تعاقب برابر قایم رکھا۔ اور قریب دس بارہ ہزار سکھوں کے تہ تیغ کیا۔ لیکن جب سکھ رفتہ رفتہ مالوہ میں پہنچ گئے۔ اور اُدھر سے کئی ہزار بیر اڑ ملوئی سکھ اُن کی مدد پر آ پہنچے۔ اور پانی کی سخت دقت ہوئی۔ تب ناچار **احمد شاہ** نے سکھوں کا تعاقب چھوڑ دیا۔ اور سکھوں نے بھی اُسے غنیمت سمجھکر بھٹنڈے کا راستہ لیا+ مشہور ہے۔ کہ جو سکھ اس گھلو گھارا یعنی قتل عام میں درانیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے۔ اُن سب کے سر گاڑیوں پر لادکے لاہور بھیجے گئے۔ اور وہاں دہلی دروازہ کے باہر میناروں پر عبرتاً چنوا دیئے گئے+

احمد شاہ کا دربار امرتسر کو گرا دینا

مہم مذکور الصدر سے جب **احمد شاہ** واپس ہوا۔ تو راستہ میں امرتسر پہنچ کر اُس نے اپنے دل کا غبار سکھوں کے مندر پر نکالا۔ یعنی حکم دیا۔ کہ تالاب کی عمارت گروا کر مع خاک اشکامٹی سے بھر دیا جاوے اور بارود کی سرنگ سے مندر کی ایک ایک اینٹ اڑوا کر زمین سے ملا دیا جاوے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل فوراً کیگئی۔ عمارت ہر مندر و تالاب سب دو تین روز میں مفقود ہو گئی۔ بارود کی تیزی سے مندر کی اینٹیں تین تین کوس تک مخالفوں کے بدنوں پر لگیں۔ بلکہ ایک چھوٹا سا ٹکڑا تو خاص **احمد شاہ** کی ناک پر بھی لگا۔ جسکے سبب سے وہ عرصہ تک بیمار رہا+

احمد شاہ کا کشمیر کی طرف رخ کرنا۔

اِسکے بعد جب **احمد شاہ** لاہور پہنچا۔ تو اُسکو معلوم ہوا۔ کہ جیون مل صوبہ کاشمیر باغی ہو گیا ہے۔ اِسلیئے نورالدین خاں کو ایک جرار فوج دیکر کشمیر کی طرف روانہ کیا۔ اُسنے پہلے راجہ جموں کو اپنا مطیع بنایا۔ بعدہ اُس کی مدد سے پنجال کی گھاٹی اُتر کر جیون مل صوبہ کشمیر پر جا پہنچا۔ وہ مقابلہ سے پیش آیا۔ مگر تھوڑی سی لڑائی کے بعد مغلوب ہو کر گرفتار ہو گیا۔ اور پا بہ زنجیر لاہور بھیجا گیا۔ جب بادشاہ کے روبرو آیا۔ تو پہلے آنکھوں میں سلائی پھیر کر اندھا کیا گیا۔ بعدہ چند مدت بعد سخت عذاب سے مروا ڈالا گیا۔ بعد ازآں بادشاہ نے سربلند خاں کو کوہستان سے طلب کرکے کشمیر کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ اور نورالدین خاں کو اپنے پاس طلب کرکے وطن کی طرف متوجہ ہوا+

سکھوں کا قصبہ ساڈھورہ کو برباد کرنا۔

ابھی بادشاہ نے دریائے چناب بھی عبور نہیں کیا تھا۔ کہ سکھ پنجاب میں پھر آموجود ہوئے۔ اور جابجا اپنا زور دکھلانے لگے۔ علاقہ جات رائے کوٹ۔ مالیر کوٹلہ۔ سرہند۔ انبالہ۔ جگادھری وغیرہ کو غارت کرنے کے درپے ہو گئے۔ پہلے تو قصبہ موزندہ عرف باغاں والہ پر جہاں کے جانی خاں و مانی خاں وگلشیر خاں وغیرہ نے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے خورد سال صاحبزادوں کو گرفتار کرکے سرہند پہنچایا تھا۔ حملہ کیا۔ اور جانی خاں وگلشیر خاں وغیرہ جیسے مشہور ومشہور مفسد وسرغنہ رنگھڑوں کو گرفتار کرکے اُن کو اُن کی بدنیتی کا پھل دیا۔ اور تمام قصبہ کو لوٹ لیا+

بعد تباہ کرنے باغاں والہ کے سکھوں نے سرہند کی طرف رخ کیا۔ اور ۱۳ جیٹھ سمت ۱۸۲۰ بکرمی کو حملہ کرکے دن دہاڑے سرہند

میں گھس گئے۔ **زین خاں** حاکم نے نہایت تندی سے مقابلہ کیا۔ مگر آخر کار سکھوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اُس کی فوج تاب مقابلہ کی نہ لاسکی۔ اس مرتبہ اس سرکش اور زبردست قوم نے شہر سرہند بالکل غارت کر دیا جسقدر عمدہ عمدہ حویلیاں اور عمارتیں تھیں سب انہوں نے گرا کر زمین سے ملادیں۔ چھوٹے چھوٹے مکانات اور جھونپڑوں کو آگ لگا کر جلادیا۔ یہ اُس زمانہ میں ایک نہایت بارونق اور مالدار شہر تھا۔ مگر سکھوں نے اس کا نشان تک باقی نہ چھوڑا۔ اس شہر میں چونکہ **شاہ عالمگیر** کے وقت **گورو گوبند سنگھ جی** کے دونوں چھوٹے چھوٹے معصوم صاجزادے بیرحم حاکم سرہند کے حکم سے قتل کیئے گئے تھے۔ اس لیے سکھوں کی آنکھوں میں جب وہ اس شہر کو دیکھتے تھے۔ قدرتی خون بھر آتا تھا۔ بلکہ ابتک یہ حال ہے۔ کہ جو سکھ اُس راستہ سے گذرتا ہے۔ وہ وہاں ایک اینٹ غارت شدہ سرہند کی اُٹھا کر دریا میں پھینک دیتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ سکھوں نے اس قصبہ کو کئی دفعہ برباد کیا۔ مگر اس مرتبہ اس بُری طرح سے غارت اور تباہ کیا۔ کہ نام و نشان باقی نہ چھوڑا۔ جابجا ہل پھروا دیئے۔ اُسوقت کے ہزارہا آدمی جو وہاں سے بھاگ کر غیر شہروں میں جا آباد ہوئے تھے۔ اُن کے خاندان کے لوگ ابتک لدھیانہ و پٹیالہ وغیرہ میں سرہندی نام سے مشہور ہیں۔ غرض خالصہ جی نے اس گرد و نواح کے تمام علاقہ جات کو نہایت جوانمردی سے فتح کر کے ہر ایک جگہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اور آپس میں تقسیم کر کے جابجا تھانے قایم کر دیئے۔ چونکہ آلا سنگھ والی پٹیالہ بھی مذہب سکھ رکھنے کی وجہ سے شہر سرہند کی غارتگری میں خوش تھا۔ اس لیئے اُس نے ۲۵۔ ہزار روپیہ نقد دیکر سکھوں سے ویران کھنڈرات کو خرید لیا۔

سکھوں کا ممالک مشرقی کی طرف دورہ۔

بعد غارت کرنے سرہند کے سکھوں نے ممالک مشرقی کی طرف قدم اُٹھایا۔ اور پہلے سہارنپور کو جو اُسوقت مرہٹوں کے قبضہ میں تھا۔ خوب لوٹا۔ بعدہ قصبات میرانپور۔ دیوبند۔ مظفرنگر و جوالاپور و کنکھل وغیرہ میں لوٹ مار مچاتے ہوئے رائے مل قوم گوجر والی لنڈھورہ کی طرف جھکے۔ مگر اُس نے مبلغ بیس ہزار روپیہ دے کر اس زبردست قوم کو اپنے علاقہ سے بخیریت تمام گنگا پار اُتار دیا۔ جہاں سے نجیب آباد۔ نگینہ۔ مراد آباد۔ چندوسی۔ انوپ شہر۔ گڈھ مکتیشر وغیرہ شہروں کو غارت کر کے ہر ایک سکھ اپنا اپنا جھولہ سونے اور چاندی سے بھر کر پنجاب کی طرف واپس ہوا۔

سکھوں کا شہر جالندھر کے علاقہ جات پر دخل پانا۔

اب سکھوں کا تمام پنجاب میں زور ہو گیا۔ ہندوستان سے واپس ہو کر سکھوں نے **شاہ ولی خاں** حاکم جالندھر کو قتل کر کے اُس کے علاقہ پر بھی اپنا دخل کر لیا۔ اور بعد اُس کے امرتسر میں آکر سب سکھوں نے اوّل امرتسر تالاب میں سے جس کا سخاک احمد شاہ بھروا گیا تھا۔ مٹی نکلوا کر پانی بہم پہنچایا۔ اور مندر کی عمارت بنوانے کے بھی فکر میں ہوئے۔

خواجہ حمید خاں کے بعد کابلی مل کا حاکم لاہور مقرر ہونا

خواجہ حمید خاں کے بعد لاہور کا حاکم کابلی مل مقرر کیا گیا۔ مگر اُسکی حکومت صرف شہر کی چار دیواری کے اندر تھی۔ باہر سکھوں کا قبضہ تھا۔ اب گویا ہر طرف اِن ہی کا زور شور ہو گیا۔ کابلی مل بھی لاہور کے اندر بیٹھا اِن کے خوف سے لرزاں تھا۔ اور بغیر اِن کی صلاح کے کوئی کام نہ کرتا۔ حتےٰ کہ جو کچھ یہ کہتے وہی کرتا۔ علاوہ ازیں ہندو ہونے کی وجہ سے در پردہ سکھوں کی مذہب کا کچھ معتقد بھی تھا۔ سکھوں نے اُس سے کہا۔ کہ تم قصّاباں گاؤکش کو جو لاہور میں رہتے

ہیں قتل کرڈالو- تو بہتر ورنہ ہم تمہاری جان کے دشمن ہوجائیں گے- اِس دھمکی سے کابلی مل بہت ڈرا- اور اُس نے موقع پاکر چند قصابان کو ناک کٹوا کر شہر بدر کردیا- اسکی خبر اخبار نویسوں نے **احمد شاہ** تک پہنچائی- اور وہ خفا ہوکر پنجاب کی طرف روانہ ہوا +

احمد شاہ کا نویں دفعہ پنجاب پر حملہ آور ہونا- اور جہان خاں کو دس ہزار قزلباش کے ساتھ سکھوں کے انتظام کے لیئے چھوڑ جانا- اور کابلی مل کو معزول کرکے داور خاں کو شہر لاہور کا حاکم قرار دینا اور واپس کابل ہونا

جب **احمد شاہ** ابدالی پنجاب میں آیا- تو اُس نے ملک کو بالکل خالی پایا جسقدر سنگھ پنجاب میں موجود تھے سب جنگلوں میں گھس گئے- بادشاہ لاچار حیران ہوکر واپس چلا گیا- مگر صوبہ لاہور کے عہدہ پر **داور خاں** کو مقرر کرکے کابلی مل کو قصائیوں کے ناک کاٹ کر نکال دینے کے قصور میں اُس کا نائب بنا گیا- اور **جہان خاں** کو دس ہزار قزلباش دیکر سکھوں کے انتظام کے لیئے پنجاب میں چھوڑ گیا- اور انتظام علاقہ گجرات و رہتاس بھی اُسی کے سپرد کر گیا- اب **جہان خاں** سکھوں کے پیچھے پڑا- پہلے تو وہ سردار چڑت سنگھ سکر چکیہ کی فکر میں گوجرانوالہ گیا- مگر سردار مذکور کو ایک ساعت پہلے خبر ہوگئی- اور وہ بایں خیال کہ اُس کے پاس اُس وقت سکھوں کی کوئی معقول طاقت اور جماعت موجود نہ تھی- گوجرانوالہ کو چھوڑ کر کسی اور طرف چلا گیا +

اُدھر لاہور میں بعد واپس جانے بادشاہ کے کابلی مل کو **داور خاں** کی ماتحتی میں کام کرنا سخت ناگوار گذرا- اور اُس نے چند روز بعد **داور خاں** کو قید کرکے لاہور کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی- اور خود با اختیار ہوگیا- چونکہ یہ کام اُسنے برخلاف حکم بادشاہ کیا تھا- اِسلیئے اُس کو اپنی جان کا سخت اندیشہ تھا- اُس نے سکھوں کو بلاکر یہ ترغیب دی- کہ پہلے تم اپنے دشمن **جہان خاں** کا کام تمام کرو- پیچھے سے تمام پنجاب تمہارا ہے- جو چاہنا کرنا- اُسوقت **جہان خاں** سیالکوٹ میں تھا- سکھوں نے فوراً اُس پر حملہ کرکے لڑائی شروع کردی- تین چار سو آدمیوں کے قریب دونوں طرف سے کام میں آئے- مگر جہان خاں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر قلعہ رہتاس میں جا محصور ہوا- سکھوں نے اُسکا تعاقب وہاں تک کیا- اور ایک خونخوار لڑائی کے بعد اُسکو وہاں سے نکال کے کابل پہنچا دیا- اور سردار چڑت سنگھ سکر چکیہ نے قلعہ رہتاس وغیرہ پر اپنا قبضہ کرلیا +

احمد شاہ کا پنجاب کے ملک پر دسویں دفعہ آنا-

بعد ازاں جہان خاں کی شکایت پر **احمد شاہ درانی** نے پھر پنجاب کی طرف کوچ کیا- اور لاہور پہنچ کے کابلی مل کا سب مال و اسباب ضبط کرکے اُسکو قید کردیا- مگر چونکہ شہر کی رعایا کابلی مل پر بہت خوش تھی- اِسلیئے سب کو نہایت رنج گذرا- اور شہر کے تمام اچھے اچھے اور معزز آدمیوں نے مل کر بادشاہ کی نہایت منت و سماجت کی- اور کابلی مل کی رہائی چاہی- بادشاہ نے بھی رعایا کی درخواست کو نامنظور کرنا مناسب نہ سمجھا- فوراً کابلی مل کو اُس کے عہدہ نظامت پر بحال کردیا + اور سکھوں کی تلاش میں اپنی فوج کو گانوں گانوں اور شہر شہر بھیجا- مگر وہ بہادر ہاتھ نہ آئے- ساندل بار و جھیل کا ہنوآں کے ایسے دشوار گذار جنگلوں میں گھس گئے- کہ کسی کو اُن کا پتہ و نشان نہیں مل سکتا تھا +

احمد شاہ کا ملتان جاکر علی محمد خاں کو قید کرنا-

اِسی اثناء میں شہزادہ **تیمور شاہ** جو ہمراہ آیا تھا- بارہ ہزار فوج کا ایک دستہ لیکر بلا اجازت بادشاہ منحرف ہوکر واپس چلا گیا- اِس پر **احمد شاہ** کو سخت غصہ آیا- اور وہ لاہور سے کوچ کرکے ملتان چلا گیا- وہاں جاکر علی محمد خاں- ناظم ملتان کو جو (شہزادہ **تیمور شاہ** کا دوست تھا- اور اُسی کے اغوا سے شہزادہ منحرف ہوکر چلا گیا تھا) قید کرلیا- اور چند

روز بعد اُسکا پیٹ چاک کرواکے مرواڈالا - اور اُسکی جگہ اپنے مصاحبین میں سے ایک شخص **شجاع خاں** نامی افغان کو وہاں کا حاکم مقرر کرکے لاہور کو واپس گیا - اور براہ جموں کابل کو چلا گیا - کابلی مل صوبہ لاہور جموں تک بادشاہ کو رخصت کرنے گیا - مگر پھر واپس نہ آسکا - کیونکہ بادشاہ کے جانے کے بعد خالصہ جی ساون کے بادلوں کی طرح تمام پنجاب پر اُمنڈ آیا - بارش کے بعد جس طرح زمین سے دفعتاً خود بخود سبزہ اُوگ پڑتا ہے - اسی طرح سے ہر طرف سے ہزاروں سکھ نکل پڑے - اور اپنے اپنے علاقوں پر قابض ہوگئے سرداران لہنا سنگھ و سوبھا سنگھ و گوجر سنگھ نے یورش کرکے لاہور پر بھی اپنا قبضہ کرلیا - پہلے تو انہوں نے لاہور شہر کو خوب لوٹا بعدہ باختیار خود آپس میں تقسیم کرکے حکومت کرنے لگے - کابلی مل کے مال کو بھی تینوں سرداروں نے باہم بانٹ لیا - اور اُس کے قبایل کو قید کردیا - جب یہ خبر اُس کو ملی تو وہ بہت گھبرایا - اور اُس نے پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ روپیہ نقد نذرانہ دیکر مذکورہ صدر سرداران سے بمشکل تمام اپنے قبایل کو رہا کراکے جموں میں منگوالیا - اور اس واردات کی عرضی بادشاہ کابل کے پاس بھیجدی +

جواہر مل والی بھرت پور شہر دہلی پر حملہ آور ہونا

اُدھر اِنہی ایام میں مہاراجہ جواہر مل والی بھرت پور نے **نجیب خاں** وزیر سے اپنے باپ کا قصاص لینے کے لیئے دہلی کا محاصرہ کر رکھا تھا - وجہ مخاصمت یہ تھی - کہ سمت ۱۸۱۳ بکرمی میں راجہ سورج مل اُس کے باپ نے آگرہ کے قلعہ کو فتح کرکے اُس میں سے ۷۰ کروڑ روپیہ جو **شاہ اکبر** کے وقت سے وہاں جمع تھا - نکال کر قلعہ بھرت پور میں داخل کردیا تھا - مگر پیچھے سے **نجیب خاں** نے بہت سی فوج کے ساتھ وہاں پہنچ کر راجہ کو قتل کرکے آگرہ کا قلعہ چھوڑا لیا تھا - سکھوں کی طاقت اور جنگجو ہونے کی بابت تو اُن دنوں ہر ملک و ہر دیار میں چرچا پھیل رہا تھا - راجہ بھرت پور نے بھی اِن لوگوں کو تین لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کرکے پنجاب سے اپنی مدد پر بلا بھیجا - یہ بھی راجہ کا پیغام سنتے ہی اپنے سرداران گھیل سنگھ و جسا سنگھ اہلو والیہ و گور بخش سنگھ و کرم سنگھ وغیرہ کو لیکر تیس ہزار کی جماعت میں درمیانی ملک کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے دہلی پہنچ گئے - راجہ نے اِن کے پاس گولی و بارود وغیرہ سامان حرب جسقدر درکار تھا بھیجدیا - اور لڑائی شروع ہوگئی - چھ ماہ تک برابر محاصرہ رہا - آخر کار **نجیب خاں** نے جب کوئی صورت فتحیابی کی نہ دیکھی - تو **احمد شاہ** درانی کو زاد راہ کا کل خرچ دینے کا وعدہ کرکے بلا بھیجا +

احمد شاہ درانی کا ملک ہندوستان پر آخری حملہ

اُدھر بادشاہ ابدالی کے پاس کابلی مل کی عرضی بھی پہنچ گئی تھی - پہلے تو وہ سمت ۱۸۲۲ بکرمی میں کابل سے کوچ کرکے پنجاب کی طرف رہتاس تک آیا - مگر کسی ضرورت خانگی کی وجہ سے اسکو واپس جانا پڑا - اور چار ماہ کے بعد اُلٹے پاؤں پھر پنجاب میں لوٹ آیا - اسوقت سکھوں کا گروہ چونکہ عموماً دہلی کی طرف تھا - اس سبب سے سکھ سردار جو لاہور پر قابض تھے بادشاہ کے آنے کی خبر سن کر پیشتر ہی لاہور وغیرہ خالی کرگئے - اور جو متعدد سردار سکھ اِدھر اُدھر گرد و نواح کے ممالک پر قابض تھے - وہ بھی چھوڑ چھاڑ کر ساندل بار کے جنگلوں میں گھس گئے - بادشاہ غضب سے اپنے ہونٹ چبا چبا کر رہ جاتا - بہتیرا چاہتا تھا - کہ میں سکھوں کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کر پھینک دوں - اور اِن کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دوں - مگر وہ کب قابو آتے تھے - بادشاہی لشکر نے تمام ملک پنجاب چھان مارا مگر کسی سکھ کی صورت نظر نہ آئی + آخر

لاچار ہو کے مولوی عبد اللہ کو جو خاص لاہور کا رہنے والا تھا۔ لاہور کی حکومت سپرد کر کے دہلی کی طرف کوچ کیا۔ مگر انبالہ پہنچنے تک اُس کے لشکر میں ہیضہ کی ایسی سخت وبا پھوٹی۔ کہ ہر روز سَو سَو آدمی مرنے لگے۔ اُس کو ناچار وہیں ٹھہر جانا پڑا +

نجیب خاں وزیر دہلی کا راجہ بھرت پور سے صلح کرنا۔

اتنے ہی میں نجیب خاں نے بھی سکھوں کی یورش سے تنگ آ کر راجہ بھرت پور کو صلح کا پیغام بھیجا۔ راجہ نے اس شرط پر صلح منظور کی۔ کہ وہ اپنی دختر کی نسبت اُس کے ساتھ کر دے۔ اور دو کروڑ روپیہ خرچ کا ادا کرے۔ چنانچہ نجیب خاں نے کسی ہندو کی خوبصورت کنیز کو لیکر اپنی لڑکی قرار دیا۔ اور اُس کی شادی راجہ کے ساتھ کر کے بہت کچھ نقد و زر۔ فیل و اسپ معہ سامان جہیز میں دے کر دو کروڑ روپیہ خرچ کا بھی ادا کیا۔ اور صلح کر کے راجہ کو رخصت کیا۔ راجہ نے تین لاکھ روپیہ دیکر سکھوں کو واپس پنجاب کیا + اب نجیب خاں نے اس خیال سے کہ احمد شاہ بھی آ گیا ہے۔ مبادا کچھ اور زیادہ فساد ہو پڑے۔ انبالہ پہنچ کر کچھ روپیہ بادشاہ کو بھی دیا۔ اور اُس کو رضامند کر کے دہلی کو واپس گیا +

احمد شاہ کا سرہند آنا اور راجہ پٹیالہ کو خطاب دینا۔

احمد شاہ ابدالی نے انبالہ سے کوچ کر کے سرہند مقام کیا۔ مگر اُس شہر کی بربادی جو سکھوں نے کی تھی دیکھ کر اُس کو سخت رنج گذرا۔ مگر چونکہ اُس کے لشکر میں وبا پھوٹی ہوئی تھی۔ کچھ نہ کر سکا۔ اسی مقام پر راجہ امر سنگھ راجہ آلا سنگھ والی پٹیالہ کا بیٹا اس کی خدمت میں آیا۔ اور اپنے باپ کے مر جانے کی اطلاع دیکر دو لاکھ نذرانہ پیش کیا۔ اور علاوہ اس کے تین لاکھ خراج سابقہ بھی ادا کیا۔ بادشاہ راجہ امر سنگھ پر بہت خوش ہوا۔ اور اُن کو خطاب مہاراجہ راجگان مالوندر بہادر والی پٹیالہ۔ کا عطا کر کے راجگدی پٹیالہ پر بدستور قایم رکھا۔ اور اپنا ایک علم دیکر سکہ جاری کرنے کی بھی اجازت دی + بیان کرتے ہیں کہ اُس وقت بادشاہ کے ساتھ بہت سے ہندو جن کو وہ غلام بنا کر ہمراہ لے جانا چاہتا تھا قید تھے راجہ امر سنگھ نے بادشاہ سے سفارش کر کے اُن سب مظلوم بیچاروں کو رہا کروا کے سب کو اپنے پاس سے خرچ دیکر اُن کے مکانوں پر پہنچا دیا۔ اور اسلیئے راجہ امر سنگھ بندی چھوڑ کے نام سے لوگوں میں مشہور ہو گیا +

احمد شاہ نے سرہند کا علاقہ افغانان مالیر کوٹلہ کو دینا چاہا۔ مگر اُنہوں نے سکھوں کے خوف سے انکار کیا۔ اور کہا۔ کہ بالفرض آج ہم اس کو لے بھی لیں تو کل پھر سکھ اس کو برباد کر کے ہم سے چھین لیں گے۔ تب بادشاہ نے دو لاکھ پر علاقہ سرہند راجہ امر سنگھ کو دیدیا۔ اور کہا۔ کہ آپ سکھوں کو سمجھا کر کچھ جاگیر دلا دیں۔ لیکن عام غدر نہ مچا دیں۔ چنانچہ راجہ صاحب نے سردار چین سنگھ کی معرفت سکھوں کو کہلا بھیجا۔ مگر عالی دماغ سکھوں نے جواب دیا۔ کہ راجہ خود لایق بازپرس ہے۔ اُس نے مسلمان کے سامنے سر جھکایا ہے۔ ہم کسی کا عطیہ لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ اگر واہگورو دیگا۔ تو بزور اپنی شمشیر دشمنوں سے ملک حاصل کریں گے +

سکھوں کا اتفاق کر کے احمد شاہ پر حملہ آور ہونا اور فتح پانا۔

بعد ازاں احمد شاہ وہاں سے واپس کابل ہوا۔ لیکن سکھوں کو احمد شاہ سے ایسے وقت میں جبکہ اُسکی فوج بالکل کمزور ہو رہی تھی۔ اپنے سابق قتل عام کا انتقام لینے کے لیئے یہ موقع خوب ہاتھ آیا۔ اور سکھوں نے نتیس پینتیس ہزار کی تعداد میں جمع ہو کر احمد شاہ پر موضع نور محل علاقہ کپور تھلہ کے متصل حملہ کر دیا۔ اور

بیچھے سے درانیوں کو ایسا دق کیا۔ جس کا بیان نہیں۔ انجام کار **احمد شاہ** بہزار دقت جنڈیالہ تک پہنچا۔ اور وہاں اُس نے اپنی فوج کو آراستہ کرکے سکھوں کے مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔ فریقین نہایت سرگرمی سے لڑے۔ مگر میدان سکھوں کے ہاتھ رہا۔ اور دو ہزار درانی سپاہ کو معہ رحیم خاں زخمی کے سکھوں نے وہیں کھیت میں رکھا۔ بادشاہ شکست کھا کر قصبہ بٹالہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد سربلند خاں **احمد شاہ** کا چچازاد بھائی کوہستان سے آٹھ ہزار سوار لیکر اُس کی مدد پر پہنچا۔ اور بٹالہ کے متصل سکھوں سے دوسرا مقابلہ ہوا۔ لیکن اس میں بھی سربلند خاں زخمی ہو کر بھاگ گیا۔ اور درانی فوج کو سکھوں نے بیدریغ تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ اور اپنی سابقہ شکست کا پورا پورا بدلہ لیا۔ راوی دریا کے پار تک سکھوں نے درانیوں کا تعاقب کیا۔ اور عنقریب تھا۔ کہ **احمد شاہ** کو بھی گرفتار کرکے قتل کر دیتے مگر **تیمور شاہ** اُس کا بیٹا اور **عبداللہ خاں** حاکم کلانور دونوں بارہ ہزار فوج لیکر اس کی مدد پر آ پہنچے۔ جن کے آتے ہی **احمد شاہ** نے سکھوں پر پھر حملہ کر دیا۔ اور یہ حملہ درانیوں کا اس زور شور سے ہوا۔ کہ سکھ میدان چھوڑ کر دینانگر کی طرف چلے گئے۔ بادشاہ نے بھی وزیرآباد کی طرف کوچ کیا۔ جب دریائے جہلم عبور کرنے لگا۔ تو سکھوں نے پھر پیچھے سے اچانک آکر حملہ کر دیا۔ اور اُس مقام پر سکھوں اور درانیوں کی بڑی سخت اور خونریز لڑائی ہوئی شاہی توپ خانہ دریا میں ڈوب گیا۔ اور کئی کشتیاں سکھوں نے (جو درانی سپاہ اور سامان جنگ سے لدی ہوئی تھیں) ڈبو دیں۔ غرض **احمد شاہ** نے اس مرتبہ بہت کوشش کی۔ کہ وہ سکھوں پر کامیاب ہو۔ مگر اس زبردست اور خودسر قوم کے سامنے اُس کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخر حیران ہو کر کابل کو واپس چلا گیا۔ اس کے بعد **احمد شاہ** کو اُس کے خانگی معاملات نے پھر کبھی ہندوستان پر آنے کا موقع نہ دیا۔ اور سکھوں کا تمام پنجاب میں دخل ہو گیا۔ سرداران گوجر سنگھ و لہنا سنگھ و سوبھا سنگھ نے ۱۷۔ ماگھ سمت ۱۸۲۲ بکرمی کو پھر لاہور پر قبضہ کر لیا۔ **عبداللہ خاں** کو چونکہ وہ خاص لاہور کا رہنے والا تھا۔ بوجہ ہموطنی کے کچھ نہ کہا۔ لیکن **داور خاں** کو قلعہ کے تہ خانہ کے اندر قید کر دیا۔ اسکے بعد افغانی فوج کی آمد و رفت پنجاب میں بالکل بند ہو گئی۔ اور پنجاب کے قصبہ قصبہ و شہر شہر میں ہر جگہ سکھ سرداران خود مختار ہو کر حکومت کرنے لگے۔

سکھوں کا لوہاری جلال آباد و ممالک شرقی پر حملہ کرنا۔

بیساکھی سمت ۱۸۳۹ بکرمی میں خالصہ پنتھ نے امرتسر کے مقام پر جمع ہو کر عمارت مندر کی تعمیر کی بابت مشورہ کیا۔ ابھی کوئی مستحکم تجویز قرار نہیں پائی تھی۔ کہ اتنے میں ایک برہمن باشندہ جلال آباد لوہاری نے خالصہ دیوان میں حاضر آکر نہایت عاجزی سے یہ فریاد پیش کی۔ کہ سید محمد خاں نے جبراً میری دختر کو اپنے گھر میں ڈال لیا ہے۔ میں اپنی دادخواہی کے لیئے تمام راجگان راجپوتانہ وغیرہ میں پھر آیا ہوں۔ مگر کسی نے میری مدد نہیں کی۔ اب آپ لوگوں کی بہادری اور نیکنامی سن کر کہ آپ لوگ دھرم کی رکھیا کرتے ہیں۔ آپ کی شرن آیا ہوں۔ میری مدد کیجیئے۔ ورنہ آپ کے سامنے نہیں جان دیدوں گا۔ اسوقت خالصہ جی مندر کی عمارت بنوانے کی تجویز میں یہاں پر جمع ہوا تھا۔ یہ خیال کرکے کہ جو کچھ ہندوستان کی لوٹ سے ہاتھ آوے گا۔ وہ سب مندر کی عمارت میں خرچ کر دیا جاویگا۔ چنانچہ خالصہ جی نے برہمن کے ساتھ جلال آباد لوہاری کی طرف کوچ کر دیا۔ پہلے سکھوں کے دل نے راستہ میں انبالہ۔ سہارنپور و مظفر نگر کو لوٹا۔ بعد ازاں جلال آباد لوہاری پر حملہ کرکے سید

حسن خاں وہاں کے حاکم کو گرفتار کرلیا۔ اور شہر کو لوٹ کے تباہ کردیا۔ پھر اُس برہمن کی لڑکی کے ہاتھ سے جسکو حاکم مذکور نے زبردستی اپنے گھر میں ڈال لیا تھا کھانا بنوا کے بزور شمشیر اُس کی تمام برادری کو کھلایا۔ اور اُس لوٹ میں سے برہمن کو بہت سا زیور و اسباب دے کے میرٹھ کی طرف کوچ کیا۔ مگر قبل روانہ ہونے کے سید حسن خاں وہاں کے حاکم کو اُس کے ظلم و تعدی کی اس طرح پر سزا دی۔ کہ اس کو نہایت عذاب سے آگ میں ڈال کر زندہ جلادیا۔ پھر ضابطہ خاں رئیس میرٹھ کو شکست دیتے اور اُس سے اپنا خرچہ نذرانہ وصول کرتے ضلع بجنور کے قصبات دارانگر گنج۔ نجیب آباد و نگینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ غرض اُس گرد و نواح کے تمام قصبات کو لوٹ کر سنبھل۔ مراد آباد۔ چندوسی۔ بداؤں۔ کاسگنج۔ کوڑیا گنج۔ علیگڑھ وغیرہ مقامات کو لوٹتے خورجہ میں داخل ہوئے۔ یہاں کی لوٹ میں ہر ایک سکھ نے یہ عہد کیا۔ کہ جو کچھ قصبہ خورجہ سے ہاتھ آویگا۔ وہ سب دربار صاحب امرت سر کی عمارت میں خرچ کیا جاویگا ✤ چنانچہ چار لاکھ سے زیادہ خورجہ کی لوٹ سے سکھوں کو حاصل ہوا۔ اور وہ رقم بدستور امانتاً اپنے ہمراہ لیکر پنجاب کی طرف لوٹے۔ رستہ میں خاص دہلی اور پانی پت کرنال وغیرہ مقامات پر بھی دست درازیاں کرتے آئے۔ جب امرتسر میں پہنچے۔ تو کل روپیہ مغروقہ قصبہ خورجہ بھائی دیس راج متوطن موضع سرسوں قوم کھتری کو جو بہت معتبر خیال کئے جاتے تھے واسطے تعمیر عمارت امرتسر سپرد کیا۔ اور علاوہ اُس کے سکھ سرداران سے بھی جو اُسوقت جابجا حکمرانی کر رہے تھے بطور چندہ بہت روپیہ وصول کرکے بھائی صاحب مذکور کے حوالہ کردیا۔ اور تعمیر عمارت شروع کرادی ✤

سکھوں کا بارہ مثلوں میں ہو کر پنجاب پر حکمرانی کرنا۔

اب جب سکھوں نے دیکھا۔ کہ سارے پنجاب پر اُن کی حکومت ہوگئی ہے۔ تو وہ اپنی اپنی دولوں سابقہ تفریق بڑھاول و ترناول کے مطابق (جو بندہ بہادر کے زمانہ کے بعد سے پانچ پانچ حصوں میں ہو کر ملک گیری پر مستعد ہوگئے تھے) اپنی اپنی طاقت و فتحیابی کے استحقاق سے ملک کو مفصلہ ذیل بارہ مثلوں یا حصوں میں تقسیم کرکے حکومت کرنے لگے۔ ہر ایک حصہ جس کو مثل بھی کہتے ہیں ایک خاندان کے دو دو چار چار معزز اور صاحب مقدرت آدمیوں کی بانٹ میں آیا۔ اور انہی کے جد اجد القب کے نام سے ہر ایک مثل کا الگ الگ نام بھی مشہور ہوگیا۔ **مثل اوّل** بھنگیاں۔ اس کے مالک سرداران ہری سنگھ و جھنڈا سنگھ و گوجر سنگھ وغیرہ ہوئے۔ **مثل دوم** نکئیاں۔ اس کے قابض ہیرا سنگھ۔ سدا سنگھ و مہر سنگھ وغیرہ **مثل سوم** کنہیاں۔ اس کے وارث جے سنگھ و حقیقت سنگھ وغیرہ۔ **مثل چہارم** سوکرچکیاں۔ اس کے مکھیا سردار چڑت سنگھ وغیرہ **مثل پنجم** شہیداں۔ اس کے سرگروہ کرم سنگھ و سدھا سنگھ وغیرہ۔ **مثل ششم** ڈلے والیاں۔ یہ تارا سنگھ غیبا۔ و گوردیال سنگھ وغیرہ کے سپرد ہوئی **مثل ہفتم** نشان والی۔ یہ ملکیت سردار سنگت سنگھ و گوربخش سنگھ و بھنگا سنگھ وغیرہ کی قرار پائی۔ **مثل ہشتم** کروڑیاں۔ یہ سرداران کروڑا سنگھ و بگھیل سنگھ و شیام سنگھ کے قبضہ میں آئی۔ **مثل نہم** فیض اللہ پوریاں جس کے سرگروہ نواب کپور سنگھ ہوئے۔ **مثل دہم** آہلو والیاں جس کے افسر سردار جسا سنگھ و دیوان سنگھ گنڈا سنگھ **مثل یازدہم** رام گڑھیاں جو زیر حکومت سردار جسا سنگھ و مالی سنگھ و مالی سنگھ کے ہوئی۔ **مثل دوازدہم** کلسیاں۔ یہ سرداران گوربخش سنگھ و مان سنگھ و بدھ سنگھ کے ہاتھ لگی۔ ان میں سے ہر ایک مثل کی وجہ تسمیہ و حدود اراضی و وسعت وغیرہ کا

مفصل حال اس کتاب کے تیسرے حصہ میں درج ہوگا۔ باقی رہا اب قبل اس کے کہ یہ حصہ ختم کرکے تیسرے کو شروع کیا جاوے یہاں پر تھوڑا سا ذکر **تیمور شاہ** کے حملوں کا جو پنجاب میں **احمد شاہ درانی** کی وفات کے بعد ہوئے۔ کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے ؂

تیمور شاہ کا پنجاب پر آنا اور پھر واپس جانا۔

غرض جب تمام پنجاب پر جا بجا سکھوں نے اپنا قبضہ کرلیا۔ اور سرداران مثل بھنگی نے ملک گیری کی فکر میں صوبہ ملتان کو فتح کرکے سمت ڈیرہ جات کی طرف منہ اٹھایا۔ تو تیمور شاہ **احمد شاہ درانی** کے بیٹے نے یہ خبر پاکر سمت ۱۸۳۶ بکرمی میں فوراً کابل سے پنجاب کی طرف کوچ کردیا۔ اور پشاور پہنچ کر حاجی علی خاں وکیل کو سکھوں کے پاس لاہور روانہ کیا۔ اور لکھ بھیجا۔ کہ تم لوگ بدستور صوبہ داری لاہور پر اگر قایم رہنا چاہتے ہو۔ تو ہماری متابعت اختیار کرو۔ مگر سکھوں کو بھلا یہ کب منظور ہونے لگا تھا۔ جسوقت وکیل مذکور ان کے دربار میں پہنچا۔ اور اس نے بادشاہ کی تابعداری اختیار کرنے کے لیئے کہا۔ تو سکھوں نے اسے فوراً قتل کردیا۔ اور کہا کہ ہمکو واہگورو نے ملک دیا ہے۔ ہم ترکوں کی ہرگز تابعداری نہیں کریں گے۔ جب وکیل مذکور کے ہمراہیوں نے وہاں سے بھاگ کر یہ سارا حال **تیمور شاہ** سے جاکر بیان کیا۔ تو اس نے جنگی خاں درانی کو ۵۰ ہزار جرار سواروں کے ساتھ سکھوں کی طرف روانہ کیا۔ رہتاس کے متصل جنگی خاں کا سکھوں سے مقابلہ ہوا۔ مگر اس وقت سکھ تمام پنجاب میں جا بجا پھیل رہے تھے۔ سب ایک جگہ نہیں تھے۔ اس وجہ سے تھوڑی جماعت ہونے کی وجہ سے ان کو شکست ہوئی۔ اور یہ بھاگ کر پیچھے ہٹ آئے۔ اور **تیمور شاہ** نے ملتان پہنچ کر سکھوں کا قبضہ وہاں سے بھی دور کردیا۔ اور وہاں سے لاہور کی طرف رخ کیا۔ سکھوں نے ادھر ادھر سے جمع ہوکے شیخوپورہ کے پاس اس کا مقابلہ تو کیا۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ اور **تیمور شاہ** نے لاہور پر بھی قبضہ کرلیا۔ اور فتح خاں کو ایک کثیر فوج دے کر سکھوں پر تعینات کیا۔ تین ماہ تک برابر ملک میں غدر پڑا رہا۔ کبھی سکھ غالب آجاتے۔ کبھی درانی فوج۔ مگر چونکہ سکھوں کی طاقت اسوقت جا بجا ملک میں منتشر ہوجانے کی وجہ سے کمزور تھی۔ اسلیئے درانی فوج اکثر فتحیاب رہتی۔ اور اس نے سکھوں کو ہر ایک جگہ سے بیدخل کرنا شروع کردیا۔ اسی اثناء میں تمام سنگھوں نے ایک جگہ جمع ہوکر اتفاق کیا۔ اور ایک کثیر جماعت میں ہوکر جالندھر کے قریب درانیوں پر حملہ کردیا۔ اس مقابلہ میں سکھوں نے اپنی تلوار کا ایسا ہاتھ دکھایا۔ کہ درانی شکست کھاکر بھاگ گئے۔ سنگھوں نے لاہور تک ان کا تعاقب کیا اور وہاں سے ان کا قبضہ ہٹا دیا۔ **تیمور شاہ** نے جب دیکھا۔ کہ اس ملک کا انتظام اس کے بس کا نہیں رہا۔ تو اس نے کابل کی طرف مراجعت کی۔ سکھوں نے دریائے اٹک تک اس کا پیچھا کیا۔ اور پے در پے حملوں سے اسکو چلنا بھی دشوار کردیا۔ اس کے ہزارہا آدمیوں کو نقصان پہنچایا۔ اور جسقدر اسکا اسباب وغیرہ تھا سب لوٹ لیا۔ بعد واپس جانے **تیمور شاہ** کے خالصہ پنتھ پھر اپنی اپنی جگہ پر حسب دستور سابق قایم ہوگیا۔ اور نے کھٹکے حکمرانی کرنے لگا ؂

سکھوں کا ملتان پر دوبارہ قبضہ کرنا اور تیمور شاہ کا آکر بیدخل کردینا۔

سرداران مثل بھنگی نے پھر دوبارہ ملتان پر چڑھائی کرکے وہاں کے حاکم کو نکال دیا۔ اور اپنا قبضہ کرلیا۔ انہی ایام میں نواب بہاولپور بھی شاہ کابل کی اطاعت سے منحرف ہوگیا۔ مگر **تیمور شاہ** نے سمت ۱۸۳۷

میں ایک کثیر جماعت کے ساتھ پھر دوبارہ پنجاب پر حملہ کیا جس میں وہ نواب بھاولپور کو مطیع کرکے ملتان سے سکھوں کو بیدخل کرنے میں پھر کامیاب ہوگیا۔ اور مظفر خاں کو حاکم ملتان مقرر کرکے بہت جلد واپس کابل ہوا۔ اور وہاں پہنچتے ہی سمت ۱۸۲۹ بکرمی میں بقضائے الہٰی فوت ہوگیا۔ اُس کے بعد اُس کے شہزادوں میں تخت نشینی کی بابت سخت فساد ہوا۔ یہانتک کہ اُس کی لاش اسی فساد کیوجہ سے ایک ہفتہ تک بلا دفن کیئے پڑی رہی۔ آخرش شہزادہ **زمان شاہ** کامیاب ہوا۔ اُس نے اپنے سب بھائیوں کو ایک مکان میں مشورہ کرنے کے بہانہ سے بلاکر قید کردیا۔ اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ بعد ازآں قندہار کو فتح کرکے شاہزادہ **ہمایوں** کو قید کرکے اُسکی آنکھوں میں اپنے ہاتھ سے گرم سلائی پھیر کر اُسکو اندھا کرڈالا۔ اور دو برس تک اپنے ملک کا انتظام کرکے سمت ۱۸۳۱ میں عازم ہند ہوا۔ جب رہتاس کے پاس پہنچا۔ تو وہاں سے میر احمد خاں شاہجی یعنی آتشبار داروغہ توپ خانہ کو پنجاب کی طرف روانہ کیا۔ اُس نے پنجاب میں داخل ہوتے ہی ایک غدر مچادیا۔ اور نواح اٹک کے کل سکھ سرداروں کو بیدخل کرکے بھگادیا۔ لیکن قصبہ گجرات کے پاس سنگھوں نے اتفاق کرکے اُس کا اِس زور شور سے مقابلہ کیا۔ کہ وہ شکست کھاکر بھاگ گیا۔ اور خالصہ پھر بدستور اپنی اپنی جگہ پر قابض اور دخیل ہوگیا۔

زمان شاہ کا لاہور تک آنا۔ اور پھر واپس جانا۔

سمت ۱۸۳۳ بکرمی میں بعد فراغت مہم **محمود شاہ** شہزادہ کے **زمان شاہ** ہرات سے پھر پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے خوف سے سکھ لوگ پھر جنگلوں میں چلے گئے۔ اور یہ سیدھا لاہور پہنچا۔ وہاں اسنے باشندگان شہر کو بہت دق کیا۔ شہر والے گھر چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اتنے میں سکھوں نے قلعہ شیخوپورہ میں جمع ہوکر لاہور پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر **زمان شاہ** کو خبر مل گئی۔ اور اُس نے شیر محمد خاں سپہ سالار کو ایک کثیر فوج دیکر فوراً سکھوں کی طرف روانہ کیا۔ اُس نے وہاں پہنچ کر سکھوں سے لڑائی شروع کردی۔ مگر آخرکار ایک خونخوار جنگ کے بعد سکھوں کو شکست ملی۔ لیکن اُنہوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ حسب دستور سابق رات کو اُن پر حملہ کرکے شبخون کرنا شروع کردیا۔ اور **زمانشاہ** کی سپاہ کو اس طرح سے ازحد نقصان پہنچایا۔ ناچار جب **زمان شاہ** نے دیکھا۔ کہ پنجاب کا انتظام اُس کے قابو سے بالکل باہر ہے۔ اور سکھوں کی زبردست قوم اُس کو ہرگز چین نہ لینے دیگی۔ تو اُس نے پنجاب سے دست بردار ہوکر کابل کی راہ لی۔ اور سکھوں نے پھر اپنا قبضہ کرلیا۔ اسیطرح سمت ۱۸۵۵ بکرمی تک **زمان شاہ** نے پنجاب پر کئی بار چڑھائی کی۔ مگر سکھوں کی زبردست اور طاقتور قوم نے اسکو کبھی کامیاب نہ ہونے دیا۔ اور یہ ہمیشہ کے لیئے دست بردار ہوگیا۔

اس کے بعد چونکہ سکھوں کی قوم کو رفتہ رفتہ اس قدر طاقت حاصل ہوگئی۔ کہ نیم صدی سے کچھ زیادہ عرصہ تک اُنہوں نے پنجاب پر بلا خلش سلطنت کی۔ اور اُن کی قوم کو اس قدر عروج ہوا۔ کہ دنیا کی بہادر قوموں سے ایک اعلےٰ درجہ کی جنگجو قوم شمار ہونے لگی۔ اسلیئے اب اس حصّہ کو ختم کرکے بارہ مثلوں کے مفصّل حالات سے ناظرین کو آگاہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا حصّہ ختم ہوا

اشتہار

اس خالصہ پنتھ کی جسکو دوسرے الفاظ میں سکھوں کا مذہب کہتے ہیں۔ آجتک شایستہ زبان میں کوئی ایسی تواریخ تیار نہیں ہوئی جو قابلِ اعتبار سمجھی جاوے۔ اگرچہ ہیں بھی۔ تو وہ ایسی ناکمل اور مبالغہ آمیز اور متھینڈ (پورانے زمانہ) کے خیالات قصہ کہانیوں سے پُر ہیں۔ کہ نیو فیشن کے تعلیم یافتہ لوگ راست راست تاریخی واقعات خیال کرنے میں بالکل تامل کرتے ہیں۔ اسلئے بھائی گیان سنگھ صاحب **گیانی** مصنف پنتھ پرکاش نے بیس سال کی سرگرداں کوشش و محنت کے بعد تمام ہندوستان میں سفر کرکے اس کام کو پورا کیا ہے۔ یعنی اردو کا سامان مہیا کرکے بابو راج **اندر سنگھ** ایڈیٹر اخبار لائل خالصہ گزٹ کی مدد سے عام فہم اردو زبان میں ایک خالصہ تواریخ تیار کی ہے۔ اور نیز گورمکھی میں جدا تصنیف کیا ہے۔ تاکہ ہر کس و ناکس فائدہ اٹھا سکے +

یہ تواریخ پانچ حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے میں دسوں گوروؤں کے حالات۔ دوسرے میں بابا بندے کی بہادری و خالصہ پنتھ کا اتفاق کرکے دشمنوں سے جنگ و جدل۔ تیسرے میں بارہ مثلوں اور مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کا زمانہ۔ چوتھے میں راجگان پھول و پہاڑی و نواب مالیر کوٹلہ وغیرہ۔ پانچویں میں صاحبزادگان و گوردوارہ ہائے وغیرہ وغیرہ +

منجملہ پانچ حصوں کے اوّل اور دویم دونوں حصے چھپ کر بالکل تیار ہیں۔ اوّل کی قیمت ڈمی کاغذ پر ۱۲؍ اور سفید کاغذ پر ۱۳؍۔ علےٰ ہذا دوسرے کی ۱۰؍ اور ۱۲؍ ہے۔ کل کتاب خریدنے کے وعدہ پر جو صاحب مبلغ ۲؍ پیشگی بھیجدیں گے ان کو یہ اوّل و دوم حصہ ۹؍ اور ۹؍ میں پڑ جائیں گے۔ ورنہ علیحدہ علیحدہ حصہ خریدنے یا ساری کتاب مکمل لینے کے وقت بجائے مبلغ ۲؍ پیشگی کے ۸؍ اور ۵؍ قیمت ہوگی۔ تین سو کے قریب پیشگی قیمت پر یہ کتاب فروخت ہو چکی ہے۔ شایقین کو چاہیئے۔ کہ درخواست بھیجنے میں دیر نہ کریں +

حصہ اوّل کے ۱۴۲ صفحہ میں حکایات ظفرنامہ مرسلہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** بطرف **بادشاہ اورنگزیب** گورمکھی خط سے نقل کرکے درج کی گئی تھیں۔ ان میں اکثر الفاظ گورمکھی خط میں آنے کی وجہ سے بالکل بے معنی تھے۔ مگر اب وہی ظفرنامہ فارسی خط میں نہایت پورانا دستیاب ہوا ہے۔ اور صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کل **ظفرنامہ** علیحدہ چھپوایا گیا ہے۔ جو صاحب یہ تواریخ خریدیں ان کے لیئے اسکی ایک جلد بھی خریدنا ضروری ہے + قیمت ۴؍

المشتہر

راج اندر سنگھ ایڈیٹر اینڈ پروپرائیٹر اخبار لائل خالصہ گزٹ

سیالکوٹ

شمشیرِ خالصہ

المعروف

تواریخ گورو خالصہ

حصہ سوم

جسکو

بھائی گیان سنگھ صاحب گیانی مصنف پنتھ پرکاش اور بابو راج اندر سنگھ ایڈیٹر و پروپرائیٹر
اخبار لائل خالصہ گزٹ سیالکوٹ نے بڑی پورانی اور مستند انگریزی تواریخوں سے
مقابلہ کرکے نہایت سلیس اور عام فہم بامحاورہ اردو زبان میں تصنیف کیا۔

اس کتاب کے اوّل حصہ میں خالصہ مذہب کے دسوں گوروؤں کے حالات دوسری
میں بابا بندہ کی بہادری اور سکھوں کی ملک گیری سوم میں بارہ مثلوں اور مہاراجہ
رنجیت سنگھ صاحب بہادر کا زمانہ۔ چوتھے میں کل سرداروں کا حال۔ اور پانچویں میں
گوردوارہ جات۔ و صاحبزادگان وغیرہ وغیرہ کے مفصل راست راست حالات

مطبع گورو گوبند سنگھ پریس واقع بیر بابا نانک سیالکوٹ بابو راج اندر سنگھ مالک کے اہتمام سے چھپا
۱۸۹۳ عیسوی

شمشیرِ خالصہ

المعروف

تواریخ گورو خالصہ

حصّہ سوم

پہلی مثل بھنگی سرداروں کی

سکھ سرداروں میں بھنگیوں کی مثل ایک نہایت مشہور اور طاقتور حکومت ہو گذری ہے۔ اور سب سے پہلے یہی خاندان
ہے جسکو ملک گیری اور با اختیار حکومت قایم کرنے کا شوق ہوا۔ پندرہ ہزار سوار اس کے تابع تھے۔ اور تمام ملک گجرات۔
سیالکوٹ۔ جھنگ ملتان۔ ڈیرہ جات وغیرہ اور خاص لاہور کا تیسرا حصّہ اس کے قبضہ میں تھا۔

حالانکہ ایک طرح سے اُسوقت امرتسر شہر تمام سکھوں کا صدر مقام تھا۔ مگر مخصوص اس مثل کے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے
دار السلطنت بھی اس خاندان کی وہیں تھی۔ چودھری **بھوما سنگھ** کا بیٹا سردار **ہری سنگھ** ڈھلوں جاٹ اس مثل کا
مالک تھا۔ یہ اصل رہنے والا موضع ہونگ پرگنہ بدھنی علاقہ مالوہ کا تھا۔ مگر بعد میں مسلمانوں کے پے در پے ظلم سے تنگ آکر موضع
نھو ضلع جھنگ میں جا آباد ہوا۔ اس سردار نے بھائی **دیپ سنگھ** سے پاہل لی تھی۔ اور اس کا باپ **بھوما سنگھ** خاص
گورو گوبند سنگھ صاحب کے دست مبارک سے امرت چھک کر سکھ بنا تھا۔ سردار **ہری سنگھ** ایک نہایت
جوانمرد اور بہادر شخص تھا۔ اور اس کا قافلہ تمام سکھوں میں اعلےٰ درجہ کا خیال کیا جاتا تھا۔ پہلے سکھوں میں عام مسلمانوں
کے دیہات میں لوٹ مار مچانے اور ان کو ان کے ظلم و بدعت کا اجر دینے کے سوا ملک گیری وغیرہ کا مطلق خیال نہ تھا۔ اگر
آج یہاں ہیں تو کل وہاں ہیں۔ لیکن سب سے اوّل یہی خاندان ہے جسکو ملک گیری کا خیال پیدا ہوا۔ اور جب نے سکھوں کی

ایک کثیر جماعت کو اپنے تابع کر کے جس علاقہ کو فتح کیا۔ اس پر اسی وقت سے اپنا قبضہ بھی جما دیا۔ اس مثل میں چھجا سنگھ ساکن موضع پنجوڑ تحصیل ترن تارن و میہاں سنگھ و نتھا سنگھ و جگت سنگھ ساکنان موضع بڈیسی و گلاب سنگھ ٹھیہاں والہ و گوربخش سنگھ روڑاں والہ و اگر سنگھ کھنگورا۔ و ساول سنگھ رندھاوا و گوربخش سنگھ ثانی کلسی والا و ٹھاکر سنگھ رو سہ والا و گجر سنگھ و لہنا سنگھ وغیرہ سب سرداران جن میں سے کوئی بھی جوانمردی اور بہادری میں ایک دوسرے سے کم نہ تھا۔ سردار ہری سنگھ کے ماتحت تھے۔ پہلے تو یہ سردار اپنی قوم کے ساتھ ممالک مشرقی راجپوتانہ وغیرہ میں ہر ایک معرکہ و غارت گری میں شریک رہا۔ علاوہ ازیں قصور اور سرہند وغیرہ مسلمانوں کے دیہات کو غارت کرنے اور سکھوں کے ساتھ ہو کر بادشاہی فوج سے لڑنے اور مسلمانوں کے ہر ایک حملہ کے مقابلہ میں لڑنے کے لیئے یہ سردار مع اپنے ہمراہیان کے سب سے پہلے میدان میں شامل ہوتا رہا۔ غرض جب یہ غارت گری کے مال سے بہت دولتمند ہو گیا۔ اور کل پنجاب میں سوائے سکھوں کے کسی اور کا زور نہ رہا تو اس نے سب سے پہلے (جب سکھ سرداراں نے تمام ملک کو بارہ حصوں میں تقسیم کرانا چاہا) گجرات۔ چنیوٹ۔ جھنگ۔ امرتسر۔ اور خاص لاہور پر قابض ہو کے اپنی راجدھانی امرتسر میں قایم کرلی۔ اور ان کا حصہ سرداران بھنگیان کے نام سے مشہور ہؤا۔

وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے۔ کہ چونکہ یہ سردار بذات خود بھنگ بہت پیتا اور پلاتا تھا۔ اسلیئے بھنگی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ حالانکہ اس نے بہت کوشش کی کہ یہ اس لقب سے نہ پکارا جاوے۔ بلکہ اس نے ایک مرتبہ شہید **دیپ سنگھ صاحب** سے جو اس زمانہ میں قوم خالصہ کے اعلے درجہ کے سرپرست تھے اور ہر ایک کو ان کا لحاظ ہوتا تھا۔ یہ کہا کہ مجھکو عموماً سکھ لوگ بھنگی جیسے ناموزوں القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ براہ مہربانی سب کو ہدایت ہو جاوے۔ کہ مجھے آیندہ کوئی اس لقب سے نہ پکارے۔ مگر جب ایک لفظ عام مستعمل ہو جاتا ہے۔ تو اول تو اس کا دور کرنا ایک نہایت دشوار امر ہو جاتا ہے۔ دوئیم دیپ سنگھ صاحب شہید کے اس جواب نے جو انہوں نے اس کی پیٹھ ٹھونک کر فرمایا۔ کہ "ہری سنگھ بھنگی بادشاہ۔ جنگ بہادر بے پرواہ"۔ بھنگی کے لفظ کے استعمال کو بجائے اس کے کہ متروک ہوتا۔ لوگوں کے اور بھی زیادہ تر ذہن نشین کر دیا۔

یہ سردار اپنے وقت کا نہایت دور اندیش اور عقلمند شخص ہو گزرا ہے۔ سمت ۱۸۰۳ میں اس نے خاص امرتسر شہر میں اپنے نام سے ایک کٹڑہ آباد کیا۔ عمدہ اور قیمتی گھوڑوں کے رکھنے کا اس کو بہت شوق تھا۔ اسیئے مسلمانوں کی غارتگری میں وہ ملکہ حاصل کیا۔ کہ اپنے مجمع کے ساتھ سو سو کوس تک دھاوا کر کے اُن کے دیہات وغیرہ لوٹ لاتا۔ اور کئی بار دن دھاڑے اسنے لاہور پر بھی چھاپا مارا۔ یہ اپنی جماعت میں عموماً نہایت خوبصورت اور قوی جوان سکھ نوکر رکھتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ اسقدر دولتمند اور زور آور بن گیا۔ کہ دوابہ باری میں کوئی سکھ سردار اس کے ہم پلہ نہ تھا۔ ملتان پر چڑھائی کر کے اس نے فتح پائی۔ ڈیرہ جات سے بھی اس نے خراج لیا۔ عبد الصمد خاں صوبہ کے میگزین کو بھی اسی نے لوٹا۔ غرض پرگنات سیالکوٹ۔ چنیوٹ۔ کریال۔ میروال۔ جھنگ ملتان وغیرہ آٹھ لاکھ کے ملک پر اس نے اپنا قبضہ کر لیا۔ اور تمام ملک میں اس کی دوہائی پھرنے لگی۔ سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں قصور پر بھی چڑھائی کرنے کے لیئے سکھ سرداروں میں سے سب سے پہلے اس سردار کا گروہ باہر نکلا تھا۔ بعد ازاں راجہ بھرت پور کی مدد

बपली

میں بھی سکھوں کے ہمراہ دہلی پر حملہ آور ہؤا۔ شہر و علاقہ جات سہارنپور۔ چندوسی۔ خورجہ کی لوٹ میں بھی بہت دولت اِس کے ہاتھ لگی۔ اِس کی دو عورتیں تھیں۔ پہلی سے جو چودہری روپ مل ساکن پنجوڑ کی لڑکی تھی۔ اِس کے دو بیٹے پیدا ہوئے گنڈا سنگھ و جھنڈا سنگھ۔ دوسری سے تین جھڑت سنگھ۔ دیوان سنگھ۔ دیسو سنگھ۔ سردار جھڑت سنگھ شکرچکیہ سے اِس مثل کا ہمیشہ باہم تکرار رہتا تھا۔ سمت ۱۸۲۷ بکرمی میں اِس مثل کا بانی مبانی سردار ہری سنگھ **مہاراجہ امر سنگھ صاحب** والی پٹیالہ کی مدد میں گیا ہؤا ہانسی حصار کے متصل اقوام بھٹی کے مقابلہ میں گولی سے مارا گیا۔ اِس کے مرنے کے بعد بہ سرپرستی سردار **مہاں سنگھ** گنڈا سنگھ و جھنڈا سنگھ اِس کے لڑکوں نے اپنی عقلمندی اور مردانگی سے اپنے باپ کی جگہ حاصل کی۔ اور مثل کے کل سکھ اُن کے تابعدار بن گئے۔ اِن دونوں نے اپنی ذاتی لیاقت اور جوانمردی سے اپنے خاندان کو فروغ دیا۔ اور ملتان پر پھر دوبارہ چڑھائی کی۔ اِس مہم میں مفصلہ ذیل سردار ان اِس کے ہمراہ تھے +

باگھ سنگھ جلال والیہ۔ تارا سنگھ چین پوریہ۔ کرم سنگھ خوشہ۔ رائے سنگھ و شیر سنگھ بوڑیہ والے۔ رائے سنگھ سرائے والہ۔ کرم سنگھ چھینہ۔ ایشر سنگھ گوڑیہ والہ۔ سدہ سنگھ ودہ۔ صاحب سنگھ۔ تارا سنگھ سیالکوٹی۔ ساول سنگھ رندھاوا۔ گجر سنگھ۔ لہنا سنگھ تین گڈیہ۔ سوبھا سنگھ نیازبیگ والہ وغیرہ +

صوبہ ملتان نے **جھنڈا سنگھ** کو پچاس ہزار روپیہ دیکر واپس کرنا چاہا۔ مگر سکھ **پرہلاد بھگت** کا درشن کرنے کی بہانہ سے قلعہ کے اندر گھس گئے۔ اور زبردستی قبضہ کر لیا۔ صوبہ کو پہلے تو قید کر لیا۔ بعد ازاں کچھ ملک اُس کو پھر واپس دیکر چھوڑ دیا۔ چند ماہ کے بعد **جھنڈا سنگھ** سرداران جمیعت سنگھ و دیوان سنگھ کو ملتان کا انتظام سپرد کر کے آگے بڑھا۔ مگر اس مہم میں لکھوکھا روپیہ کی دولت اِس کے ہاتھ آئی۔ اور یہ بہت دولتمند ہو گیا۔ **احمد خاں** نواب احمد آباد سے بھی بیس ہزار روپیہ نذرانہ لیا۔ اور بیس ہزار سواروں کے ساتھ بہاولپور پر بھی حملہ آور ہوا۔ نواب نے بھی ایک لاکھ روپیہ دیکر اپنا پیچھا چھوڑایا۔ اور آیندہ کے لیئے متابعت قبول کی۔ غرضیکہ اُس گرد نواح کے کل علاقہ جات کو معہ ڈیرہ جات کے جو مدت سے درانیوں کے قبضہ میں تھے۔ اپنا ماتحت بناتا ہؤا واپس امرتسر ہؤا۔ امرتسر میں پہنچکر اِس نے بہت کچھ نقد و زر ہرمندر جی پر چڑھایا۔ اور دیوالی کے میلہ کو بہت رونق دی۔ اب گویا اِس مثل کی آمدنی ایک کروڑ سے زیادہ کے قریب ہو گئی۔ لیکن اِسی سال میں جب شہزادہ **تیمور شاہ** کو یہ حال معلوم ہؤا۔ تو اُس نے جیسا کہ اِس کتاب کے دوسرے حصہ میں بیان ہو چکا ہے۔ حملہ کر کے ملتان کو اِن کے قبضہ سے چھوڑا لیا۔ اور مظفر خاں کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے واپس گیا۔ مگر اُس کے پیچھے **جھنڈا سنگھ** نے بامداد جسا سنگھ رام گڈھیہ ملتان پر چڑھائی کر دی۔ اور سات روز کی جنگ کے بعد فتح حاصل کر کے گنڈا سنگھ کو پھر وہاں کا حاکم مقرر کر کے واپس آیا +

بعد ازاں بارہ ہزار جرار سواروں کے ساتھ اِسنے جموں پر چڑھائی کی۔ راجہ **رنجیت دیو** والی جموں اِن کے مقابلہ میں آیا اور دونوں طرف سے باہم سخت لڑائی ہوئی۔ مگر فتح اِسی خاندان کے ہاتھ رہی۔ اور **جھنڈا سنگھ** راجہ جموں سے ایک لاکھ

روپیہ خرچ کا سالانہ لیناکرکے واپس ہؤا۔ پھر جیّا سنگہ رام گڈھیہ کو جو اُن کا بہت دوست تھا۔ اپنے ہمراہ لیکر دریاے اٹک کو عبور کرکے ڈیرہ اسمٰعیل خاں وغیرہ میں پہنچا۔ وہاں سے اپنے باپ سردار **ہری سنگہ** کے وقت کا مقرر کیا ہؤا اخراج وصول کرکے آئیندہ کے لیئے ان کو اپنا ماتحت بنا کے واپس ہوا ۔ پھر قلعہ بھرت پور کو فتح کرکے سردار گور بخش سنگہ اپنے دوست کو وہاں کا مالک بنایا۔ اور بعد ازاں خواجہ حمید کی سرائے میں جہان خاں کو شکست دیکر سامان حرب والتواپ وغیرہ لوٹ لیا۔ زمزم نام سے جو توپ لاہور کے عجائب خانہ میں ابتک رکھی ہوئی ہے۔ اور بھنگیوں کی توپ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی معرکہ میں اس کے ہاتھ آئی تھی ✤

سمت ۱۸۲۳ بکرمی میں اس نے خاص امرتسر میں ایک نہایت مضبوط قلعہ تعمیر کروایا۔ اور اس میں ہر طرح کا سامان جنگ وخزانہ وغیرہ جمع کرکے اپنی حکومت کا سلسلہ مثل الیان ملک قایم کرکے رہنے لگا ✤

بعد ازاں سمت ۱۸۳۰ بکرمی میں **جھنڈا سنگہ** نے سردار جیّا سنگہ رام گڈھیہ سے ملکر جو اس مثل سے رابطہ واتحاد رکھتا تھا۔ قصور پر چڑھائی کردی۔ تین ماہ تک وہاں کے پٹھان برابر اُنسے لڑتے رہے۔ مگر آخرکار بڑی کوشش وجاں فشانی سے جھنڈا سنگہ قصور پر فتحیاب ہؤا۔ اور وہاں کے قلعہ میں اپنی سپاہ کی چھاونی قایم کرکے لاکھوں روپیہ کا مال و اسباب لیکر آئیندہ کے لیئے اُس قصبہ کے پٹھانوں سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ خرچ لینا کرکے واپس امرتسر آیا ✤

پھر سمت ۱۸۳۱ بکرمی میں جب راجہ **رنجیت دیو** کا اُس کے بیٹے برج راج سے فساد ہؤا۔ تو اُس نے سردار **جھنڈا سنگہ** بھنگی کو اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ اور ادہر سردار چڑت سنگہ شکرچکیہ و جے سنگہ گھنیا۔ برج راج کی مدد پر گئے۔ متصل موضع اُودہو چک ان دونوں لشکروں کا مقابلہ ہؤا۔ ایک عرصہ تک باہم برابر لڑائی ہوتی رہی۔ آخرکار ایک روز عین جنگ میں سردار چڑت سنگہ شکرچکیہ خاص اپنی بندوق کے پھٹ جانے سے سخت مجروح ہوکر مرگیا۔ سردار مہاں سنگہ اُس کا بیٹا اُسی وقت اپنے باپ کی جگہ سرداران گھنیا کی مدد پر کھڑا ہوگیا۔ لیکن سردار چڑت سنگہ کے انتقال سے سرداران گھنیا کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ اور لڑائی بند ہوگئی۔ اب سردار جے سنگہ کو چڑت سنگہ کے مرجانے سے یہ خیال پیدا ہؤا۔ کہ چونکہ سردار **جھنڈا سنگہ** بھنگی نہایت زبردست شخص ہے۔ اور خاندان شکرچکیہ کا از حد دشمن ہے۔ اگر یہ زندہ رہا تو مہاں سنگہ کے پاس ریاست نہ رہنے دیگا۔ اسلیئے پہلے اسکا بندوبست کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ایک شخص سے سازش کرکے سمت ۱۸۳۲ بکرمی میں ایک روز شکارگاہ میں دہوکہ سے سردار جھنڈا سنگہ کو بندوق کی گولی سے مروادیا۔ اس کے بعد اسکا چھوٹا بھائی **گنڈا سنگہ** اس مثل کا مالک بنا۔ ابھی تک یہ معرکہ ختم نہ ہؤا تھا۔ کہ جھنڈا سنگہ و چڑت سنگہ طرفین کے دونوں نامی گرامی سرداران کے کام آجانے سے چند سرداران نے جو جانبین کے خیرخواہ تھے بیچ میں پڑکے اِن دونوں فریقوں میں صلح کرادینے کے لیئے ہر دو لشکران کا وہاں سے امرتسر کی طرف کوچ کرادیا۔ مگر وہاں پہنچکر سردار جیّا سنگہ رام گڈھیہ کیوجہ سے جو سرداران گھنیہ و شکرچکیہ کے ہمیشہ برخلاف رہتا تھا۔ کوئی صورت صلح کی نہ ٹھری۔ اور نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ سردار **گنڈا سنگہ** بھنگی نے سردار جیّا سنگہ کو ہمراہ لیکر اِس خیال سے کہ سرداران گھنیہ نے

سردار جھنڈا سنگھ اُس کے بڑے بھائی کو مروا دیا تھا مثل گھنیان کے ملک پر چڑھائی کردی - اِس لڑائی میں مثل گھنیان کو کسی قدر نقصان پہونچا - اور اُس کے تحت سے چند پرگنات نکل گئے - کچھ تو جسا سنگھ رام گڈھیہ کے قبضہ میں آگئے - اور کچھ گنڈا سنگھ بھنگی نے دبا لیئے - اسی طرح کئی سال تک لڑائی ہوتی رہی - اسی اثناء میں سردار منا سنگھ والی سیالکوٹ از خاندان مثل بھنگی لاولد مرگیا - اور اُس کی عورت سردار حقیقت سنگھ کے بھائی تارا سنگھ کے گھر میں جس کے ساتھ اُس کی کچھ پہلے سے بھی محبت تھی جا بیٹھی اور حسب رسوم خالصہ پنتھ اُس سے آنند پڑھا لیا - چونکہ یہ عورت سرداران بھنگی کی مثل میں سے تھی - اس وجہ سے **گنڈا سنگھ** کو یہ امر نہایت ناگوار گذرا - اور اُس نے غضب میں آکر پٹھان کوٹ کا جو سرداران گھنیہ کے قبضہ میں تھا محاصرہ کرلیا - سردار حقیقت سنگھ جو مثل گھنیاں میں نہایت طاقتور شخص تھا - اِس خبر کے سنتے ہی معہ اپنے لشکر کے اپنے بھائی تارا سنگھ کی مدد پر آپہنچا - اور لڑائی شروع ہوگئی - چودہ روز تک میدان جنگ برابر گرم رہا - آخر کار سردار گنڈا سنگھ حقیقت سنگھ کی گولی سے مارا گیا - اِس سردار کے مارے جانے سے اِس مثل کی کمر ٹوٹ گئی اور روز بروز تنزلی آنے لگی ✦

اس کے بعد اسکا چھوٹا بھائی سردار **چڑت سنگھ** اِس خاندان کا فرمانروا ہوا - اور اِس مہم کو نامبارک خیال کرکے واپس امرتسر آیا - یہاں آکر اِس نے اپنے نام کا ایک کٹڑہ آباد کیا - اِسی کے زمانہ میں **زمان شاہ** کابل کا بادشاہ پنجاب میں آیا - اور اُس نے لاہور پر دخل کرکے تمام ملک میں ہلچل مچادی - سکھوں کو شکست دی - مگر آخر کار جیسا کہ دوسرے حصے میں بیان ہو چکا ہے جب سکھوں کا انتظام اُس سے نہ ہوسکا - اور وہ واپس کابل ہوا - تو اُس کے پیچھے سمت ۱۸۳۴ بکرمی میں سردار مہان سنگھ سنگر چکیہ کے ساتھ لڑائی میں سردار **چڑت سنگھ** مارا گیا - اور بہت سا علاقہ اُس کے قبضہ سے نکل گیا ✦

چڑت سنگھ کے بعد **دلیسو سنگھ** اُس کا چھوٹا بھائی جانشین ہوا - یہ سردار نہایت بزدل اور کم حوصلہ ہونے کی وجہ سے اپنے ملک کا انتظام اچھی طرح سے نہ کرسکا - بہت سے ماتحت سردار اُس کی تابعداری سے منحرف ہوگئے - اور ملک میں بالکل ابتری پھیل گئی - جو جہاں تھا - اُس نے وہیں ملک دبا لیا - اور خود مختار بن بیٹھا - ملتان پر بھی درانیوں نے قبضہ کرلیا - صرف چنیوٹ اور ملک سیالوں سے پچاس ہزار روپیہ وصول ہوکر اُس کے خزانہ میں داخل ہوتا رہا - اور سردار مہان سنگھ سنگر چکیہ کے ساتھ اُسکا ہمیشہ مقابلہ رہا - کبھی وہ غالب آیا کبھی یہ - آخر سمت ۱۸۴۶ بکرمی میں **دلیسو سنگھ** بھی ایک لڑائی میں مارا گیا - اور کرم سنگھ عرف دولو سردار اُس کی جگہ مالک بنا - یہ شخص بڑا جوانمرد اور عقلمند تھا - اِس نے بھی امرتسر میں ایک کٹڑہ اپنے نام کا جو آب دولو کا کٹڑا مشہور ہے - آباد کیا - اور کئی بار سردار مہان سنگھ سنگر چکیہ اپنے خاندان کے قدیمی دشمن پر بھی فتحیاب ہوا - لیکن تقدیر سے کچھ چارہ نہ چلا - سمت ۱۸۴۹ بکرمی میں یہ بھی لڑائی میں مارا گیا - اِس کے بعد اِس کا بیٹا **جسا سنگھ** جو اُس وقت چنیوٹ میں تھا - دور ہونے کی وجہ سے اپنے باپ کی جگہ نہ لے سکا - اور دلیسو سنگھ کا بیٹا **گلاب سنگھ** جو اُس وقت ملک ماجھہ میں نزدیک تھا - امرتسر میں پہنچکر اُس کی جگہ پر بیٹھ گیا - مگر **گلاب سنگھ** ہمیشہ شراب میں مخمور رہنے کی وجہ سے ملک کو سنبھال نہ سکا - اِس کی غفلت اور بدانتظامی کی وجہ سے بہت سے دیہات اِس کے قبضہ سے جاتے رہے

ملک بسیانوں کا معاملہ بھی بند ہو گیا۔ صرف شہر امرتسر و پرگنات کوٹالی۔ مجیٹھہ۔ نوشہرہ۔ سرہالی وغیرہ ایک لاکھ روپیہ کی سالانہ آمدنی کے اس کے قبضہ میں رہے۔ باقی کا سب ملک اس کے ماتحت سرداروں نے دبا لیا ✤

بعد ازاں جب **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ تو اس کو سخت حسد ہوا۔ اور اس نے بہت سا لشکر ہمپہنچا کر لاہور پر چڑھائی کر دی۔ اُدھر سے **مہاراجہ رنجیت سنگھ** بھی اپنی موجودہ فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے لاہور سے باہر نکلا۔ اور سمت ۱۸۵۶ بکرم میں موضع بھوسین کے متصل دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ ابھی دونوں طرف سے ایک خفیف لڑائی ہوئی تھی۔ کہ ایک روز گلاب سنگھ اسقدر شراب پی کر رات کو سویا۔ کہ پھر صبح کو اس نے آنکھ نہ کھولی۔ اس کے مرنے کے بعد جسقدر اس کے ہمراہی تھے سب پست ہمت ہو کر اپنے اپنے مکانات کو واپس چلے گئے۔ اور **مہاراجہ صاحب رنجیت سنگھ** فتح کا نقارہ بجاتے ہوئے داخل لاہور ہوئے۔ گلاب سنگھ کا بیٹا **گورودت سنگھ** اُسوقت کُل دس برس کی عمر کا تھا۔ اس کے مرنے کی خبر سنکر اس کے ملازموں نے پرگنہ کوٹالی وغیرہ کا کل ملک اپنی اپنی تنخواہ میں دبا لیا۔ صرف امرتسر شہر کی آمدنی سے اس کی ماں سردارنی سُکھاں گھر بار کا کام چلاتی رہی۔ **گورودت سنگھ** کی دو شادیاں ہوئیں۔ ایک تو گجر سنگھ گجرات والے کی بیٹی سے۔ دوسری فتح سنگھ کھنڈری کی لڑکی سے۔ بعد ازاں مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے اس کی ماں سردارنی سُکھاں سے زمزم توپ جو اس کے پاس تھی طلب کی۔ تو اس نے انکار کیا۔ بلکہ آمادہ جنگ ہوئی۔ مہاراجہ صاحب موصوف نے امرتسر پہنچ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ پانچ گھنٹے تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر سردارنی سُکھاں کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور رات کے وقت قلعہ خالی کر کے معہ اپنے فرزند گورودت سنگھ کے قلعہ رام گڈھیاں میں جو وہاں سے ایک میل کے فاصلے پر تھا جا کر پناہ گزیں ہوئی ✤

غرض سمت ۱۸۶۶ بکرم میں **مہاراجہ رنجیت سنگھ** کا امرتسر پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اور جسقدر بھنگیوں کا مال و اسباب وغیرہ وہاں موجود تھا سب سرکار لاہور کے ہاتھ آیا۔ اور اسی دن سے ریاست بھنگیوں کا نام و نشان جاتا رہا ✤

گورودت سنگھ معہ اپنی والدہ کے سردار جودھ سنگھ رام گڈھیہ کی پناہ میں ایک مدت تک اوقات بسری کرتا رہا۔ بعد چند سال کے جودھ سنگھ رام گڈھیہ وغیرہ سرداروں کی سفارش سے **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے گورودت سنگھ کو ساہووال کا پرگنہ جاگیر میں واسطے گذارہ کے عطا کیا۔ مگر یہ شخص نہایت بدچلن اور عیاش مزاج تھا۔ اس وجہ سے تمام رعیت اس سے ناراض ہو کر مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کے پاس دادخواہ ہوئی۔ جس کے عیوض مہاراجہ صاحب موصوف نے گورودت سنگھ کی جاگیر ساہووال ضبط کر لی۔ اور کچھ نقد گذارہ کے واسطے مقرر کر دیا ✤

بعد ازاں **گورودت سنگھ** سی فتح سنگھ کے پاس اپنے سسرال میں اوقات بسری کرتا رہا۔ اور سمت ۱۸۸۴ بکرمی میں مر گیا۔ لیکن اس کے بیٹے **اجیت سنگھ** نابینا و **موّل سنگھ** موضع پنجوڑ اپنے قدیمی دیہہ میں جو اُن کی خاص ملکیت تھی۔ اور جسکے پانچ چاہ اس کے نام معاف تھے آباد رہے۔ چنانچہ **اجیت سنگھ** کے بیٹے ٹھاکر سنگھ و حکم سنگھ

ابتک اُس موضع میں آباد اور موجود ہیں۔ اوّل الذکر ذیل دار اور کرسی نشین ہے۔ مبلغ ۱۹ روپیہ اُن کو سرکار انگلشیہ کی طرف سے بھی بطور جاگیر معاف ہے۔ اور دو ہزار بیگہ زمین کے مالک اور زمیندار ہیں۔ یعنی پانچ چاہ اُن کی ملکیت کے ابتک اُن کے نام معاف ہیں۔ اور جھنڈا سنگھ کے وقت کے نہایت عالیشان محلات بھی بنے ہوئے ابتک موجود ہیں ⁂

شجرہ مثل بھنگیاں

- بھوما سنگھ
  - ہری سنگھ
    - دیسو سنگھ
      - گلاب سنگھ
        - گوردت سنگھ
          - اجیت سنگھ
            - ٹھاکر سنگھ
            - حاکم سنگھ
          - مول سنگھ
    - دیوا سنگھ
    - جھنڈا سنگھ
    - گنڈا سنگھ

ڈوشڈی مثل

رام گڈھیہ سرداروں کی

اس مثل کا بانی مبانی سردار جسّا سنگھ رام گڈھیہ ہُوا ہے۔ اِس شخص کے آباواجداد قوم کے نجار اصل باشندہ موضع سید بیگ ضلع لاہور کے تھے۔ مگر سمت ۱۷۷۲ میں اسکے دادا بھائی ہرداس سنگھ کے انتقال کے بعد اس کے باپ بھائی بھگوان سنگھ نے اپنی بود و باش موضع اِچّوگل پرگنہ لاہور میں (جو لاہور سے مشرق کی طرف ۱۰ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے) منتقل کر لی۔

شروع میں اس کا دادا بھائی ہرداس سنگھ خاص گورو گوبند سنگھ صاحب کی خدمت میں رہتا تھا۔ مگر بعد ازاں جب وہ دکن کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں سے بابا بندہ اُن کی سند لے کر پنجاب میں مسلمان حاکموں کو اُن کے بیجا اور متعصبانہ ناقابل برداشت ظلم کا اجر دینے آیا۔ تو وہ ایک مدت تک ہر ایک معرکہ میں اُس کے ہمرکاب رہکر سمت ۱۷۷۲ میں کسی لڑائی میں مارا گیا۔ اُس کے بعد بھائی بھگوان سنگھ اُس کا بیٹا بھی سنگھوں کے دل میں مسلمانوں کے مقابلہ پر ہر ایک جگہ لڑتا پھرا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ جسّا سنگھ۔ مالی سنگھ۔ خوشحال سنگھ۔ تارا سنگھ۔ جس زمانہ میں صوبہ لاہور نے بہت سے سکھوں کو مصلحت وقت سمجھ کر اپنے پاس بزمرہ سواراں نوکر رکھ لیا تھا۔ اسوقت بھگوان سنگھ بھی انہی میں صوبہ لاہور کے پاس نوکر ہو گیا۔ اور اپنی ذاتی لیاقت کی وجہ سے ایک سو سواروں کا افسر بن گیا۔ جب سمت ۱۷۹۷ میں نادر شاہ کا حملہ ہوا۔ تو یہ لڑائی میں مارا گیا۔ لیکن اس کی جگہ اس کا بیٹا جسّا سنگھ جو نہایت ہوشیار معلوم ہوتا تھا۔ رسالدار مقرر ہو گیا۔ اور علاوہ اس کے نواب نے مواضعات بلّہ۔ وبرکا۔ سلطان ونڈ۔ تنگ۔ چبّہ۔ دیہات بھگوان سنگھ

کے بیٹوں کو گذارہ کے لیئے بطور جاگیر عطا فرمائی۔ سردار جسّا سنگھ نے اپنے ذاتی حوصلہ اور یکتا جوانمردی کی وجہ سے اپنے تئیں تھوڑے ہی دنوں میں سکھّوں کا ایک مشہور و معروف سرگروہ بنالیا۔ دس ہزار سوار اِس کے ماتحت ہو گیئے۔ بٹالہ۔ کلانور سری ہرگوبند پور۔ میانی وغیرہ گرد نواح دوابہ بست جالندھر دس لاکھ کے ملک پر قابض ہو گیا۔ اور تمام چھوٹے چھوٹے پہاڑی راجاؤں کو بھی اپنا مطیع بنالیا۔ اور اسقدر زبردست و طاقتور ہو گیا۔ کہ اِس کے تمام ہمعصر سردار اِس سے خوف کھاتے تھے +

سمت ۱۷۹۹ بکرمی میں خان بہادر صوبہ لاہور کے مرنے کے بعد جب آدینہ بیگ خاں حاکم دوابہ بست جالندھر نے کچھ زور پکڑا۔ اور آئے دن سکھّوں سے اُس کا مقابلہ رہنے لگا۔ تو سکھّوں نے سردار جسّا سنگھ کو نہایت لایق سمجھ کے اپنا وکیل بنا کر آدینہ بیگ کے پاس تصفیہ کے واسطے روانہ کیا۔ علاوہ دانشمندی و ہوشیاری کے چونکہ یہ نہایت چھبیلا اور خوبصورت جوان تھا۔ اِس کی خوش بیانی اور خندہ پیشانی نے آدینہ بیگ پر کچھ ایسا جادو ڈالا۔ کہ وہ اِس سے بہت خوش ہوا۔ اور چاہا۔ کہ یہ یہیں رہ جائے۔ چنانچہ جس کام کے لیئے یہ گیا تھا۔ وہ بھی حسب منشاءِ سکھّوں کے ہو گیا۔ اور آدینہ بیگ نے اِسکو نہایت معقول تنخواہ پر اپنے یہاں نوکر رکھ کے ایک بڑے علاقہ کی تحصیلداری کا کام سپرد کر دیا۔ مدت تک یہ وہاں رہا۔ مگر جیسا کہ حصّہ دوم میں بیان ہو چکا ہے۔ جب قلعہ رام گڈھ واقع امرتسر میں سکھّوں کا بعہد میر معین الملک مسلمانوں سے ایک عظیم مقابلہ ہوا۔ تو جسّا سنگھ پھر سکھّوں سے جاملا۔ اور پھر جب سکھ مہم ملتان پر کوڑا مل کے ساتھ شاہ نواز خاں کو بیدخل کرنے کے لیئے گئے۔ تو قلعہ رام گڈھ جسّا سنگھ کے حوالہ ہوا۔ اور چونکہ اُسوقت سے ایک عرصہ دراز تک وہ قلعہ برابر اُسی کے قبضہ میں رہا۔ اِس لیئے اُس کا نام بھی سردار جسّا سنگھ رام گڈھیہ مشہور ہو گیا + یہانتک کہ اب اُس کی کُل قوم کے لوگ اپنے تئیں رام گڈھیہ پکارتے ہیں +

بعد ازاں جب آدینہ بیگ مر گیا۔ تو جسقدر علاقہ پر یہ اُس کی طرف سے تحصیلدار رہا تھا۔ اُس کا بھی خود مالک بن گیا۔ اور قلعہ رام گڈہ میں ہمیشہ اپنی فوج کو جمع رکھتا۔ احمد شاہ درانی کے مقابلہ میں بھی ہمیشہ سکھّوں کے ساتھ لڑتا رہا۔ پھر جب سکھّوں نے جیسا کہ حصّہ دوم میں بیان ہو چکا ہے۔ قصبہ قصور لوٹا۔ تو اُسوقت بھی وہاں سے کئی لاکھ کا مال دیوان دتے رام کے گھر سے اِس کے ہاتھ لگا۔ جس سے یہ سردار بہت آسودہ ہو گیا۔ اِس کے بعد اِس نے معہ اپنے تینوں بھائی خوشحال سنگھ تارا سنگھ و مالی سنگھ اتفاق کر کے تین ہزار جماعت سواروں کی اپنے ہمراہ کر لی۔ اور تمام پنجاب میں دورہ کر کے جو کچھ مال و اسباب لوٹ کا حاصل کرتا قلعہ رام گڈہ میں پہنچا دیتا +

بعد ازآں جب خالصہ پنتھ کے ساتھ شامل ہو کر اِس نے احمد شاہ درانی کو آخری حملہ پر سخت شکست دی۔ اور کُل مسلمان حاکموں کو ملک پنجاب سے نکال دیا۔ تو اِس نے سات لاکھ روپیہ کے علاقہ بٹالہ۔ کلانور۔ و سری گوبند پور وغیرہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اور اپنی بود و باش بھی سری ہرگوبند پور میں اختیار کر لی۔ بٹالہ کے متصل جو جہان خاں سے لڑائی ہوئی تھی۔ اُس میں بھی سردار جسّا سنگھ کی ہمت اور خاص حوصلہ سے سکھّوں کو فتح ملی تھی۔ چنانچہ جو کچھ اسباب حرب و

خزانہ وغیرہ سکھوں کے ہاتھ آیا۔ وہ سب اِس کو ملا÷

غرض جسقدر بڑی بڑی لڑائیاں مسلمانوں اور سکھوں میں ہوتی رہی ہیں۔ جسّا سنگھ اپنی ہمت اور جوانمردی سے سب میں شریک ہوکر اپنے بھائیوں کو مدد دیتا رہا۔ اور اِس کی مدد سے اُن کو بہت فائدہ پہنچتا تھا۔ خورجہ وغیرہ کی لوٹ میں بھی یہ سکھوں کے ساتھ شریک تھا۔ قصبہ سرہند کی آخری غارتگری میں بھی جس میں زین خاں وہاں کا حاکم کام آیا۔ سردار جسّا سنگھ کے ہی فریق کو بہت مال ملا۔ اور اُس کے بعد اُس کا حوصلہ ایسا بڑھا۔ کہ کل گرد و نواح جالندھر ملک دوابہ میں دس لاکھ کے علاقہ پر دس ہزار سوار اپنے پاس رکھ کے قابض ہوگیا۔ پرگنات منی وال۔ کلانور۔ سحری۔ مرلہ۔ ڈبون۔ جھورا۔ مکنا پور۔ میگھ وال۔ عرمن ٹانڈہ۔ سریہا۔ میانی۔ وغیرہ سب اِس کے قبضہ میں تھے۔ پھر اِس نے راجگان کوہستان والی جسوال۔ اناپور۔ دیپالپور چنبہ۔ ہری پور۔ کٹوچیہ پر حملہ آور ہوکے سب کو اپنا تابعدار اور باجگذار بناکر دو لاکھ روپیہ سالانہ خراج کا لینا مقرر کیا۔ اور ایک قلعہ بمقام ہلوارہ برلب دریائے راوی بناکر اُس میں اپنے بھائی مالی سنگھ کو معہ چار ہزار سوار کے پہاڑی راجاؤں کی نگرانی میں تعینات کیا اور اِسی طرح اپنے دوسرے بھائیوں میں سے ہر ایک کو جاگیرات معقول دیکر مختلف جگہوں پر انتظام ملک کے لیئے مامور کیا÷

غرض تھوڑے ہی عرصہ میں یہ سردار ایسا طاقتور اور نامور مشہور ہوگیا۔ کہ اِس کی مثل بھنگیوں سے بھی سبقت لے گئی۔ سردار جسّا سنگھ آہلووالیہ سے اِس کی ہمیشہ اَن بن رہا کرتی تھی۔ اور آئے دن باہم جنگ و جدل برپا رہتا۔ مگر یہ سردار ایسا بہادر اور شجاع تھا۔ کہ کبھی اُس سے مغلوب نہوا۔ بلکہ ایک مرتبہ اِسی نے اُس کو گرفتار کرکے قید کردیا۔ لیکن جب دوسرے سکھ سرداروں نے اِس سے سفارش کی۔ تو اُس کو ایک خلعت فاخرہ و ایک پگڑی دیکر چھوڑ دیا۔ اُس وقت اِس سردار کو ایسا عروج ہوا۔ کہ تمام سکھ سردار اِس کا لوہا ماننے لگے۔ تین مرتبہ متواتر راجہ کٹوچیہ نے سردار جے سنگھ گھنیا کی مدد سے اِس پر چڑھائی کی۔ مگر ہر بار شکست کھاکر بھاگ گیا۔ سردار چڑت سنگھ شکرچکیہ نے بھی ایک مرتبہ اِس کا مقابلہ کیا۔ لیکن اِس نے اُس کو بھی شکست دیکر بہت سا مال اُس کا لوٹ لیا۔ اور کسیقدر اُس کے علاقہ کو بھی دبا بیٹھا۔ اِن متواتر تلے ورتلے فتوحات نے اِس میں کوئی شک نہیں کہ جسّا سنگھ رام گڈہیہ کو بہت دلیر کردیا۔ اور اُس کے مزاج میں کسیقدر خود پسندی بھی آگئی۔ لیکن غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔ اِدھر اِس کی نگاہ میں رعونت نے اثر کیا۔ اُدھر سردار مہاں سنگھ وغیرہ اِس کے ہمعصروں کو اِس کا دفعتاً اِسقدر قابو طلب ہوجانا ناگوار گذرا۔ لیکن یہ کام ایک دو کے بس کا تو تھا ہی نہیں۔ کہ سردار جسّا سنگھ رام گڈہیہ کو مغلوب کرتے تہلے سب سرداروں نے ملکر باہم یہ مشورہ کیا۔ کہ اگر جسّا سنگھ کا ابھی سے علاج نہوا۔ تو اُس نے رفتہ رفتہ ہم سب کو جواب دے کر سارے ملک کا ایک نہ ایک دن مالک بن جانا ہے۔ چنانچہ سب نے اتفاق کرکے سمت ۱۸۳۱ بکرمی میں سردار جسّا سنگھ رام گڈہیہ پر چڑھائی کردی۔ چار سال تک آپسمیں برابر لڑائی ہوتی رہی۔ مگر آخرکار سب کے سامنے اِس بیچارے اکیلے کی کیا پیش جاتی تارا سنگھ اِس کا ایک بھائی عین لڑائی میں مارا گیا۔ اور خوشحال سنگھ دوسرا بھائی سخت زخمی ہوا۔ اِس کو بہرحال ملک چھوڑنا پڑا۔ اور سمت ۱۸۳۵ میں یہ پنجاب کو چھوڑ کر ملک مالوہ کی طرف چلا گیا۔ مگر چونکہ یہ ایک نہایت باتدبیر و دلاور آدمی تھا۔ اِسلیئے

کچھہ پرواہ نہ کی۔ وہاں بھی جاکر چار ہزار سواروں کی جماعت اپنے پاس رکھکر لوٹ مار کا بازار گرم کردیا۔ اور زبردستی ہانسی حصار کے علاقہ پر قابض ہوگیا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مہاراجہ پٹیالہ نے بھی اُس کو خود کسیقدر اُس گردنواح کا علاقہ بطور جاگیر گذارہ کے لیئے عطا کرکے اُس کے بیٹے کو اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

اُسی زمانہ کا جب سردار **جسّا سنگھ** ہانسی حصار کے گردنواح میں دورہ کررہا تھا۔ ایک یہ بھی ذکر ہے۔ کہ ایک برہمن ساکن حصار نے اُس کے پاس آکر یہ فریاد کی۔ کہ میری گھروالی کو وہاں کے مسلمان حاکم نے زبردستی اپنے گھر میں ڈال لیا ہے۔ چنانچہ یہ اسیوقت معہ اپنے چار ہزار سواروں کے وہاں پر پہنچا۔ تمام شہر کو تہ و بالا کرڈالا۔ اور پہلے حاکم کو گرفتار کرکے جہنم رسید کیا۔ بعدہٗ اُس برہمن کو اُس کی عورت دلاکر کل برہمنوں کو زبردستی اُس کے ہاتھ کا کھانا کھلاکر اُس کو ذات میں ملادیا۔ پھر اس نے تمام گردنواح میں دورہ کرکے رئیسوں سے نذرانہ لینا شروع کردیا۔ اسی حالت میں ایک مرتبہ یہ خرچ سے بہت تنگ ہوگیا۔ اور اس نے نہایت تفکر کی حالت میں بیٹھ کر اپنے گورو کا دھیان کیا۔ اور کہا کہ مہاراج! اسوقت میری مدد کرو! یہ ابھی مغموم ہی بیٹھا تھا۔ کہ اتنے میں اس کا خدمتگار کنوئیں پر پانی بھرنے گیا۔ اور اتّفاق سے اُس کا لوٹا اُس میں گر پڑا۔ چنانچہ ایک آدمی نے اُس لوٹہ کو نکالنے کے لیئے جب غوطہ مارا۔ تو اُس کو کوئیں میں سے چار صندوق مقفّل ہاتھ لگے۔ جن میں سے باہر نکالنے پر چار لاکھ کی اشرفیاں برآمد ہوئیں۔ گویا اُس کی مانگی مراد ملی۔ دفعتاً اس کثیر دولت کے ہاتھ آنے سے **جسّا سنگھ** بہت خوش ہؤا۔ اور اُس نے اکال پُرکھ کا شکریہ ادا کرکے اپنی تمام فوج کو اشرفیاں تقسیم کردیں۔ اور بعد ازآں ممالک مشرقی کی طرف کوچ کیا۔ پانی پت کرنال ہوتا ہؤا میرٹھ پہنچا۔ اور وہاں کے رئیس سے دس ہزار روپیہ نذرانہ کا لیکر آیندہ کے لیئے پانچ ہزار سالانہ کی نوشت اُس سے لیکر آگے بڑھا۔ غرضیکہ لوٹتا مارتا ہؤا متھرا اور آگرہ کی دیواروں تک پہنچ گیا۔ کوئی اُس کے مقابلے پر کھڑا نہ ہوا۔ بعد ازآں وہاں سے واپسی کے وقت خاص دہلی میں جا گھسا۔ پہلے محلہ مغل پورہ کو خوب لوٹا۔ اور اس میں آگ لگاکر رات کو قلعہ میں جا داخل ہؤا۔ کیکو اُس کے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ چار ضرب اتواب معہ بہت سے سامان شاہی کے قلعہ کے اندر سے کھینچ لایا۔ کسی نے اُس کا ہاتھ نہ پکڑا۔

پھر وہاں سے جمنا کے کنارے کنارے دیہات کو لوٹتا پھرا۔ اگرچہ شیر سنگھ بوڑیہ والیے۔ گوردت سنگھ لاڈوا والیئے۔ اور بگھیل سنگھ سلودی والیئے وگوربخش سنگھ شہزادپوریہ دکرم سنگھ شاہ آباد والہ وگوربخش سنگھ انبالہ والہ سب رئیسوں نے اتّفاق کرکے **جسّا سنگھ** کا مقابلہ کیا۔ لیکن اُس بہادر کی تلوار کے سامنے کسیکی پیش نہ گئی۔ سب کو لاچار ہوکر نذرانے داخل کرکے متابعت اختیار کرنی پڑی۔ غرضیکہ پانچ سال تک یہ اسی طرح کبھی راجپوتانہ کبھی ممالک مشرقی وغیرہ میں دورہ کرکے لوٹ مار سے اپنا گذارہ کرتا پھرا۔ کہیں جم کر ایک جگہ نہ بیٹھا۔

اس کے بعد زمانہ نے پھر پلٹا کھایا۔ اور **جسّا سنگھ** رام گڈہیہ سردار کے پنجاب میں پھر آنے کے سامان مہیا ہوئے۔ یعنی سرداران کھنیا و سکرچکیہ دونوں میں نفاق کی صورت پیدا ہوگئی۔ ادہر سردار **مہاں سنگھ** سکرچکیہ نے جے سنگھ

گھنیا کو نیچا دکھانے کے لیئے سردار جسا سنگھ اس کے جانی دشمن کو اپنی مدد پر اس وعدہ سے پنجاب میں بُلا بھیجا۔ کہ اگر گھنیا سنگھ مغلوب ہوگیا۔ تو تم کو تمہاری کل سابقہ ریاست ہاتھ لگ جائیگی۔ جسا سنگھ رام گڈھیئے جو ایک نہایت دوراندیش اور تجربہ کار شخص تھا۔ مہاں سنگھ کا یہ پیغام سنتے ہی جواب میں یہ کہلا بھیجا۔ کہ مجھکو تمہاری مدد کرنے میں کچھ عذر نہیں مگر جب جے سنگھ گھنیا مغلوب ہوجائیگا۔ تو وہ اپنی پوتی گوربخش سنگھ کی لڑکی کا ناطہ تمہارے لڑکے کو دیکر اور راجہ کٹوچیہ کو کانگڑہ کا قلعہ واپس کرکے تم لوگوں سے صلح کرلیگا۔ اُسوقت تم سب اپنے عہد سے پھرکر میرے برخلاف ہوجاؤگے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم خود آپسمیں نبٹ لو۔ اور میرے بلانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ مگر چونکہ مہاں سنگھ شکرچکیہ اسوقت یہ خوب سمجھے بیٹھا تھا۔ کہ جے سنگھ گھنیا کو مغلوب کرنا اُس کے بس سے بالکل باہر ہے۔ اِسلیئے اُس نے جسا سنگھ رام گڈھیہ کو دوبارہ پیغام دیا۔ اور یہ کہلا بھیجا۔ کہ بالفرض اگر جے سنگھ ایسا کر بھی دے۔ جیسا کہ تمہارا گمان ہے۔ تو بھی ہم تمہارے ساتھ جو وعدہ کرچکے ہیں۔ اُس سے کبھی برخلاف نہوں گے۔ چنانچہ جسوقت مہاں سنگھ کی یہ دوسری تحریر جسا سنگھ رام گڈھیہ سردار کے پاس پہنچی۔ اُسیوقت وہ سمت ۱۸۴۲ بکرمی میں ممالک مشرقی سے کوچ کرکے پنجاب میں داخل ہوا۔ اور سردار مہاں سنگھ شکرچکیہ دا امر سنگھ نکئی و دل سنگھ و باگھ سنگھ وغیرہ کو اپنے ہمراہ لیکر بٹالہ کی طرف جو جے سنگھ کی دارالحکومت تھی متوجہ ہوا۔ اُدھر سے جب جے سنگھ کو خبر ہوئی۔ تو وہ بھی اپنی فوج لیکر مقابلہ کے لیئے باہر نکل پڑا۔ اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ صبح سے شام تک برابر میدان جنگ گرم رہا۔ لیکن جے سنگھ گھنیا کا بیٹا گوربخش سنگھ شام کے وقت عین لڑائی میں جسا سنگھ رام گڈھیہ کے تیر کا نشانہ بنا۔ اور اُس کے مرتے ہی جے سنگھ کا حوصلہ بالکل ٹوٹ گیا۔ آخرکار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُسے شکست ملی۔ اور لڑائی بند ہوئی۔ سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ نے فتحیاب ہوکر قصبہ جات بٹالہ۔ کلانور۔ حاجی پور۔ وہرگوبندپور وغیرہ اپنے قدیمی ملک پر قبضہ کرلیا ✤

اِس کے بعد جب جے سنگھ گھنیا نے دیکھا۔ کہ اُس کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ تو اُس نے سردار مہاں سنگھ کے بیٹے رنجیت سنگھ کو اپنے بیٹے گوربخش سنگھ متوفی کی لڑکی کا ناطہ دیکر اور راجہ کٹوچیہ کو اُس کا قلعہ واپس دیکر جیسا کہ جسا سنگھ رام گڈھیہ کا خیال تھا۔ اِن دونوں سے صلح کرلی۔ مگر چونکہ سردار مہاں سنگھ جسا سنگھ رام گڈھیہ سردار سے اِس معاملہ میں نہایت مستحکم وعدہ کرچکا تھا۔ اِسلیئے اُس سے تو مزاحم ہونا مناسب نہ سمجھا۔ اور جے سنگھ کے آنسو اس طرح پر پونچھے۔ کہ اُس کا خاص علاقہ اُس کو دلوا دیا ✤

بعد ازاں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ستارہ بلندی پر ہوا۔ تو سداکور نے اُس کی مدد سے جسا سنگھ پر چڑہائی کردی۔ اور بیاس کے کنارہ پر میانی کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ صاحب سنگھ نے بہت کوشش کی کہ صلح ہوجاوے۔ مگر سداکور نے نہ مانا۔ آخر دریائے بیاس کی دفعتاً طغیانی نے سداکور کی فوج کو اِسقدر نقصان پہنچایا۔ کہ بہت سے اونٹ گھوڑے اور خیمے وسپاہی بہ گئے۔ اور وہ خود بہ مشکل تمام اپنے جان

بچاکر واپس گوجرانوالہ ہوئی +

الغرض سمت ۱۸۶۰ بکرم میں سردار جسا سنگھ اسقدر فتوحات اور نام آوری حاصل کرنے کے بعد اسّی برس کی عمر میں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اور جودھ سنگھ اُس کا بیٹا اُس کا جانشین ہوا۔ سردار جسا سنگھ ایک نہایت لایق اور بہادر شخص تھا۔ اسلیئے اپنے ہمعصروں کی اُس نے کبھی پرواہ نہیں کی۔ اسکا اسقدر دبدبہ اور رعب تھا۔ کہ تمام سردار اس سے خوف کھاتے تھے۔ اور جسقدر اس نے فتوحات حاصل کیں۔ سب صرف اپنے اکیلے دم کی ہمت سے۔ اس کے کسی ہمعصر میں اسقدر طاقت اور جرأت نہ تھی۔ کہ اسکا بغیر کسی دوسرے کی مدد کے اکیلا سامنا کرتا۔ اسوقت میں بھی جب اس کو شکست حاصل ہوئی اور پنجاب چھوڑنا پڑا۔ عنقریب کل مثلوں کے سرداران نے اکٹھے ہو کر اسکا مقابلہ کیا تھا تو کامیاب ہوئے تھے۔ ورنہ کوئی دوسری صورت اس کو مغلوب کرنے کی نہ تھی۔ جوانمرد اور دلیر اسقدر تھا۔ کہ جہاں توپ کے گولے اور بندوق کی گولیاں مثل مینہہ کے برستی ہوں۔ یہ اُن کے سامنے مثل مست ہاتھی کے چلا جاتا۔ اسکا بدن ایسا سخت تھا۔ کہ ایک مرتبہ اس کو ایک کالے سانپ نے کاٹا۔ مگر اُس کے جسم پر کچھ اثر نہوا۔ اور اُس نے اُس سانپ کو پکڑ کر ہاتھ سے مسل دیا۔ جب لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ پر زہر کا اثر کیوں نہیں ہوا۔ تو کہا۔ کہ جن کے دل میں خوف ہوتا ہے اُن پر سانپ کا زہر اثر کرتا ہے۔ رحیم اور عالی حوصلہ و سخی مزاج بھی اسقدر تھا جسکا بیان نہیں۔ جو شخص اس کی پناہ میں آتا۔ اُس کی دل و جان سے مدد کرتا۔ نواب بھنبو خاں برادر غلام قادر خلف شاہ عالم بادشاہ دہلی کو مار کر اس کی پناہ میں آگیا۔ تو اس نے ملک مانجھہ میں ایک گانوں جاگیر دیکر اپنی حفاظت میں رکھا۔ اور اسکا بال بیکا بھی نہ ہونے دیا۔ سردار لال سنگھ برہمن جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا مجرم تھا۔ جب بھاگ کر اس کے پاس آیا۔ تو اس نے چار ماہ تک برابر اُس کے واسطے مہاراجہ مذکور سے جنگ گرم رکھا۔ لیکن اُس کو واپس نہ دیا۔ غرض یہ شخص سکھوں میں اپنی قوم کا فخر ایک نہایت عالی دماغ اور رستم صفت جوانمرد ہو گذرا ہے +

اس کے بعد اسکا بیٹا جودھ سنگھ بھی علے ہذالقیاس نہایت جوانمرد اور بلند حوصلہ نکلا۔ اس نے اپنے باپ کی جگہ بیٹھتے ہی پہلے راجہ سنسار چند سے اتفاق کر کے پرگنات گڈہ۔ دیال پور۔ بھنگا و ہوشیار پور وغیرہ کو سرداران اہلو والیہ سے جنگ چھوڑا کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ بعدہ ہوشیار پور راجہ کے قبضہ میں دیکر بھنگا نواب بھنبو خاں کو جاگیر میں عطا کیا۔ اور موہر سنگھ و ہزارا سنگھ و ٹھاکر سنگھ وغیرہ کو جنھیں فتح سنگھ آہلو والیہ نے اپنی ریاست سے نکال دیا تھا۔ پانچ پانچ گانوں جاگیر میں دیکر اپنے پاس رکھ لیا۔ گوردت سنگھ بھنگی سردار جب معہ اپنی ماں کے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے شکست کھا کر امرتسر کا قلعہ چھوڑ کے بھاگ آیا۔ تو اُسکو بھی جودھ سنگھ نے اپنی پناہ میں لیکر کچھ گذارہ دیدیا۔ مسماۃ لچھمی پھگواڑہ والی کو بھی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ہار کر اس کے پاس بھاگ آئی اس نے پناہ دی۔ غرضیکہ یہ سردار بھی اپنے باپ کی طرح بڑا عالی ہمت اور صاحب جرأت شخص تھا۔ جو شخص اس کی پناہ میں آتا۔ اُس کی مدد کرتا۔ حالانکہ اُس زمانہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہر طرح سے زور و شور ہو رہا تھا۔ مگر یہ شخص اپنی دلیری اور عالی دماغی کی وجہ سے کچھ پرواہ نہ کرتا ++

سمت ۱۸۶۲ بکرمی میں اُسکا چاچا تارا سنگھ مرگیا۔ تو اُسکے بیٹے **دیوان سنگھ** نے **جودھ سنگھ** سے لڑکر اپنی جائداد علیحدہ کرلی۔ اور تعلقہ قادیاں کے چوراسی دیہات پر جنکی آمدنی آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ کی تھی قابض ہوگیا +

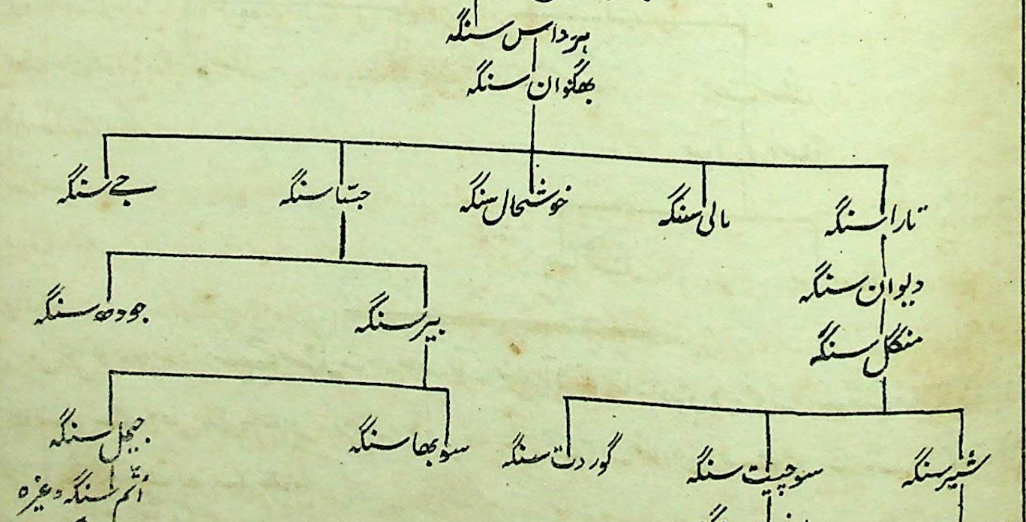
اسی اثناء میں سردار **فتح سنگھ** اہلو والیہ نے بامداد تارا سنگھ مجیٹھیہ و سردار لی مگھیل سنگھ وغیرہ بیس ہزار کی جماعت بہم پہنچاکر سردار **جودھ سنگھ** رام گڈہیہ کے علاقہ میں دست اندازی کرنا شروع کردیا۔ اُدھر سے وہ بھی سردار ندہان سنگھ وغیرہ کی افواج کو اپنی مدد میں لیکر ان کے تدارک کیلئے پہنچ گیا۔ اور قلعہ کنالہ پر مورچہ لگا۔ مگر **جودھ سنگھ** کی ہمت اور جوانمردی نے سردار **فتح سنگھ** اہلووالیہ کی کچھ پیش نہ جانے دی۔ اور اُسکو لاچار ناکامیاب ہوکر واپس ہونا پڑا +

اس کے بعد **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے بھی سردار **جودھ سنگھ** رام گڈہیہ کو بہت طاقتور اور باتدبیر خیال کرکے اس کے پاس باہم رابطہ واتحاد رکھنے کے لیئے پیغام بھیجکر ملاقات کی درخواست کی۔ چنانچہ تاریخ ملاقات مقرر ہوئی۔ اور اس روز **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے امرتسر پہنچکر سری دربار صاحب میں سردار **جودھ سنگھ** سے ملاقات کی۔ اور آپسمیں ہمیشہ صلح رکھنے کے لیئے گرنتھ صاحب کو دونوں رئیسوں نے اپنا شاہد کیا +

بعدازآں اس تاریخ سے سردار **جودھ سنگھ** ہمیشہ مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کے ساتھ شامل ہوکر ان کو مہمات ملتان۔ اور قصور پر مدد دیتا رہا۔ بلکہ اُسی کارنمایاں کے صلہ میں مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے پچیس ہزار روپیہ کی آمدنی کے پرگنہ گھمن کو گلاب سنگھ کہنڑے سے چھین کر سردار جودھ سنگھ کو عطا فرمایا۔ علاوہ ازیں سمت ۱۸۶۹ بکرمی میں گیارہ دیہات پرگنہ شیخوپورہ کے بھی جنکی آمدنی بارہ ہزار سالانہ کی تھی۔ اور عنایت کیئے + مہاراجہ صاحب اس سردار کی اسقدر خاطر وعزت کرتے۔ کہ جب کبھی وہ دربار میں جاتا تو اُٹھ کھڑے ہوتے۔ اور باباجی کہکر اپنے پاس بٹھا لیتے۔ آخر سمت ۱۸۱۶ بکرم میں جودھ سنگھ مرگیا۔ اور اس کے مرتے ہی اُسکے خاندان میں جائداد کی تقسیم پر فساد اُٹھا۔ اب یہ موقع مہاراجہ رنجیت سنگھ کو نہایت عمدہ ہاتھ آیا۔ چنانچہ اس نے پہلے دیوان سنگھ و ویر سنگھ و مہتاب سنگھ تینوں بھائیوں کو ناودون کے مقام پر فیصلہ کرنے کے بہانہ سے بلاکر قید کرلیا۔ بعدہ جابجا اپنی سپاہ بھیجکر ان کے تمام ملک پر اپنا قبضہ کرلیا۔ پھر چھہ ماہ کی بعد سب سنگھ سرداروں کی سفارش پر اُن کو رہا کرکے ۳۵ ہزار کی جاگیر عطا کی۔ دیوان سنگھ نے نہ مانا۔ وہ بھاگ کر پٹیالہ چلاگیا۔ لیکن مہاراجہ نے دیسا سنگھ مجیٹھیہ و ہمت سنگھ جلہ والیہ کی معرفت ایک سال کے بعد دیوان سنگھ کو ایک معقول جاگیر دینے کا وعدہ کرکے پھر لاہور بلا لیا۔ اور اُسکو بڑی عزت او رتوقیر کے ساتھ اپنی فوج کا افسر مقرر کرکے بہم بارہ مولا پر روانہ فرمایا۔ غرض ۱۸۳۴ء میں وہیں مرگیا۔ اور سردار منگل سنگھ اُسکا بیٹا اُسکی جگہ لاہور میں بڑے گھوڑوں کے رسالہ کا افسر بنا۔ مواضعات دھرم کوٹ۔ کالوو ال۔ تیرا۔ کڈیلا ۹ ہزار کی جاگیر میں اُسکو ملے۔ بعدازآں چار ہزار سپاہ کا افسر بنا کے پشاور بھیجا گیا۔ اور ۱۸۳۷ء میں جمرود کی لڑائی میں جسمیں ہری سنگھ ملوہ مارا گیا شریک رہا۔ بعدازاں ۱۸۳۹ء میں ممالک کوہستان کے انتظام کے لیئے سکیت منڈی وغیرہ کی طرف بھیجا گیا۔ وہاں کا انتظام بھی اس نے نہایت عمدہ کیا۔ اور ستلج کی لڑائی تک وہیں رہا

پھر دوسری لڑائی میں امرتسر سے گورداسپور کی سڑک کا انتظام رکھنے میں سردار منگل سنگھ نے سرکار انگلشیہ کو بہت مدد دی۔ اور بیری سنگھ وغیرہ جیسے مشہور ڈاکوؤں کو گرفتار کرایا۔ جسکے صلہ میں مواضعات رنگر نگلہ وساگر پور سینتیس سو کی جاگیر میں سرکار کی طرف سے عطا ہوئے یہ سردار از تاج برطانیہ کا نہایت خیرخواہ تھا۔ ۱۸۶۲ء میں جودھ سنگھ مان کی مرنے کے بعد دربار صاحب کا انتظام بھی جسکو اس نے نہایت خوش اصلوبی کے ساتھ انجام دیا سپرد ہو گیا۔ اور آنریری مجسٹریٹی کے اختیارات بھی مل گئے۔ بعد از آں شہزادہ پرنس آف ویلز نے ۱۸۷۶ء میں اس سردار کو ستارہ ہند کا خطاب دیا۔ آخر ۱۸۷۹ء میں یہ سردار بقضائے الٰہی مر گیا۔ یہ سردار نہایت راستباز اور ایماندار شخص تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ سردار گوردت سنگھ۔ سوچیت سنگھ۔ شیر سنگھ۔ منجملہ انکے اوّل الذکر ۱۸۵۸ء میں رسالدار مقرر ہو کر ملک اودھ میں بھیجا گیا۔ جہاں اس نے نہایت اچھا کام کیا۔ پھر بعہدہ پنجاب پولیس اوّل درجہ کا انسپکٹر ہو گیا۔ اب ۱۸۸۷ء سے بارہ سو ۱۲۰۰ سالانہ کی پنشن پاتا ہے۔ اور امرتسر میں اپنے بنگہ رام گڈھیان میں رہتا ہے آدمی معزز ہے۔ دوسرا سردار سوچیت سنگھ محکمہ سول میں عہدہ منصفی پر نوکر تھا۔ آدمی لایق اور تجربہ کار تھا۔ مگر ۱۸۷۶ء میں بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ اسکا بیٹا بشن سنگھ اب محکمہ پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر ہے۔ آدمی نوجوان اور ہوشیار ہے۔ سردار شیر سنگھ بھی کچھ مدت تک پولیس کے محکمہ میں ڈپٹی انسپکٹر رہا۔ مگر ۱۸۸۸ء میں یہ بھی مر گیا۔ آدمی ہوشیار اور لایق تھا۔ اسکے دو بیٹے ہیں۔ سنت سنگھ و سندر سنگھ۔ اوّل الذکر ابھی لاہور کالج کی بی۔ اے کلاس میں پڑھتا ہے۔ آدمی نہایت سنجیدہ مزاج اور لایق ہے۔ دوسرا ابھی نابالغ ہے۔ تین ہزار چھہ سو سالانہ کی دوامی جاگیر اس خاندان کے لیئے سرکار انگلشیہ سے معاف ہے +

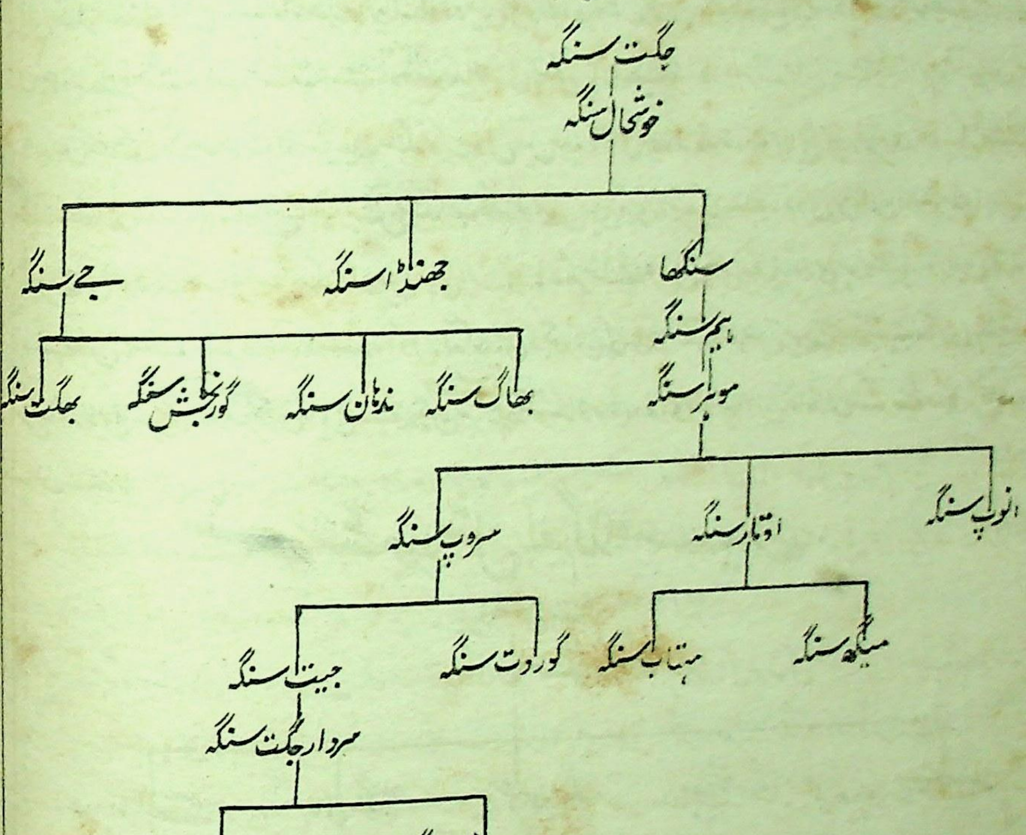
شجرہ مثل رام گڈھیاں



تیسری مثل

سرداران کنھیا کی

شجرہ



اس مثل کا موجد سردار **جے سنگھ** متوطن موضع کاہنا ضلع لاہور کا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اُسکو گھنیا سردار کے نام سے پکارتے تھے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ چونکہ یہ سردار نہایت حسین جوان تھا اس وجہ سے بھی سنگھ لوگ اس کو گھنیا یعنی کرشن کے نام سے پکارنے لگے +

اسکا باپ **خوشحالی** قوم کا سندھو جاٹ ایک معمولی آدمی تھا۔ جب سکھوں کی فتح کی ترقی کا آوازہ عالمگیر ہوا۔ تو

یہ سردار **جے سنگھ** جو اول روز سے اپنی ذاتی بلند خیالی اور عالی حوصلگی سے اس فکر میں رہتا تھا۔ کہ کوئی ایسی صورت نکلے۔ جس سے وہ اپنے خاندان کو مشہور و معروف بنا دے معہ اپنے دوسرے بھائی **جھنڈا سنگھ** کے نواب کپور سنگھ سے امرت چھک کر سکھ بن گیا۔ بعد ازاں حقیقت سنگھ۔ مہتاب سنگھ۔ تارا سنگھ۔ جیون سنگھ وغیرہ بہت سے اپنے بھائی بندوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے نواب کپور سنگھ فیض اللہ پوریہ کے غول کے ہمراہ لوٹ مار کرنے لگا۔ جب لوٹ مار اور پے در پے مسلمانوں کی مقابلہ سے اسکو کچھہ ثروت حاصل ہو گئی۔ تو اسنے بھی اوروں کی طرح ..یہ سواروں کے ساتھ علیحدہ ہو کر موضع سوہیاں اپنے سسرال میں جو امرت سر سے ۹ میل کے فاصلے پر واقع ہے جا کر اپنا گروہ الگ قایم کر لیا۔ اور گرد نواح کے دیہات پر لوٹ مار کر کے اپنا قبضہ جما دیا۔ حقیقت سنگھ و مہتاب سنگھ کو موضع سنگت پورہ کی حکومت سپرد کی +

اسکا بھائی **جھنڈا سنگھ** راولکوٹ کی لڑائی میں جو نندھان سنگھ رندھاوے کے ساتھ ہوئی تھی مارا گیا۔ اس کی عورت کو **جے سنگھ** نے اپنے گھر میں ڈال لیا۔ جسکی وجہ سے مواضعات ناگ مکیریاں۔ حاجی پور۔ داتارپور۔ کروٹ۔ اٹھیاں وغیرہ اُس کے علاقہ کے دیہات بھی اسی کے قبضہ میں آ گئے۔ باقی کے کچھ دیہات اس کے ہمراہی سرداروں نے دبا لیئے۔ امر سنگھ جھنڈا سنگھ باگھو والہ۔ لکھا سنگھ کاہنو واڑیہ۔ امر سنگھ ٹھاکرا۔ بدھ سنگھ دھرم کوٹیہ۔ جھنڈا سنگھ کروہ وغیرہ بڑے بڑے سردار اس کے ہمراہی تھے۔ ۱۷۶۹ء میں اس کے گھر گوربخش سنگھ نام ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور وہ وسوندھا سنگھ کی بیٹی مسماۃ سدا کور سے ۹ سال کی عمر میں بیاہا گیا۔ اسکے بعد رفتہ رفتہ پرگنات پٹھان کوٹ۔ کورالہ۔ حاجی پور۔ سجان پور۔ دینانگر۔ و گڑھ شنکر وغیرہ اور بہت سا علاقہ **جے سنگھ** کے قبضہ میں آ گیا۔ سرہند وغیرہ اور ممالک مشرقی کی پے در پے لڑائیوں میں بھی (جنکا مفصل ذکر حصہ دوم میں آ چکا ہے) اپنی قوم کے ساتھ برابر شریک رہا +

پہلے سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ کی اس کے ساتھ بہت دوستی تھی۔ مگر شہر قصور کی لوٹ کی تقسیم میں (جیسا کہ دوسرے حصے میں مندرج ہے) ان کا باہم کچھہ تکرار ہو گیا۔ اور خفیف سی لڑائی بھی ہوئی۔ مگر دوسرے سنگھ سرداروں نے ملکر دونوں میں صلح کرا دی۔ پھر سمت ۱۸۳۱ بکرمی میں جب راجہ **رنجیت دیو** والی جموں نے جھنڈا سنگھ بھنگی کو اپنی مدد پر بلایا۔ تو یہ سردار سکرچکیوں کے ہمراہ **برجراج دیو** کی طرف سے گیا۔ (دیکھو بیان مثل بھنگیاں) +

۱۷۶۴ء میں سردار جے سنگھ و حقیقت سنگھ نے امرت سر میں اپنے نام پر ایک کٹڑہ آباد کیا۔ بعد ازاں جب جسا سنگھ رام گڈھیہ کو آہلو والیہ وغیرہ سب سرداروں کے ساتھ ملکر پنجاب سے باہر نکال دیا۔ تو یہ قریباً اس کے سارے علاقہ پر قابض ہو گیا۔ اور یکایک اسکا ستارہ ایسا اوج پر ہوا۔ کہ یہ اپنے ہمچشموں میں اپنے آپ کو بہت بہادر سمجھنے لگا۔ اسی اثناء میں راجہ **سنسار چند** کٹوچیہ نے قلعہ کانگڑہ کو جو پہلے **سیف علی خاں** گورنر بادشاہی کی ماتحتی میں تھا۔ گورنر مذکور کے مرنے کے بعد اس کے لڑکوں سے چھوڑانے کے لیئے اس سردار کو اپنی مدد پر بلایا۔ ان کے جانے سے پیشتر **سنسار چند** قلعہ کانگڑہ کے فتح کرنے کے واسطے اپنی طرف سے بہت کوشش کر چکا تھا۔ مگر ناکامیاب رہا

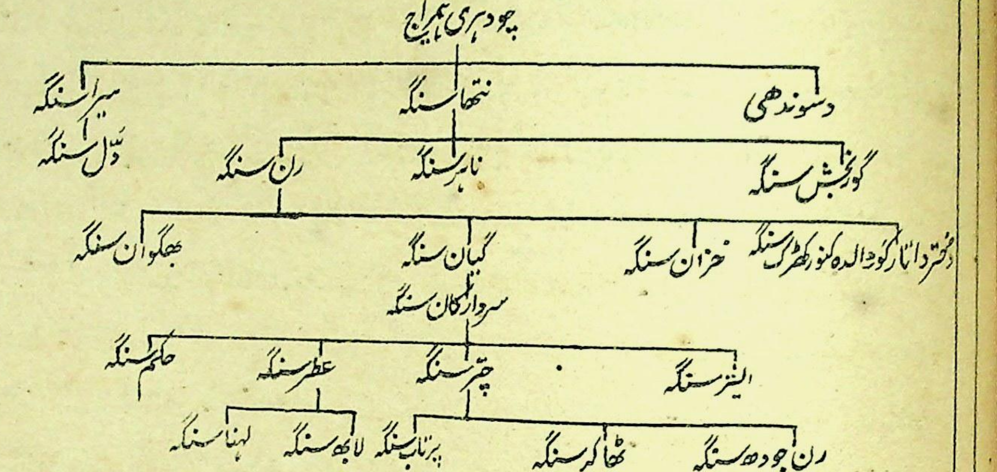
چنانچہ **جے سنگھ** نے حسب درخواست راجہ سنسار چند اپنے لڑکے گوربخش سنگھ اور سردار بگھیل سنگھ کو ایک معقول فوج دیکر قلعہ مذکور کے محاصرہ پر روانہ کیا۔ جنہوں نے پہنچتے ہی اُسکو فتح کر کے اپنا قبضہ جما دیا۔ اور جسکے بلائے ہوئے گئے تھے اُسکو بالکل جواب دیدیا۔ چونکہ اسوقت اس مثل کی طاقت بہت زوروں پر تھی۔ اِس وجہ سے وہ راجہ مطلق دم نہ مار سکا۔ اور جسقدر پہاڑی راجے تھے۔ اُن سب کو اِس کی متابعت اختیار کرنی پڑی۔ اِس کے بعد ۱۷۸۰ء میں جب راجہ **رنجیت دیو** والی جموں مرگیا۔ اور اُسکا بڑا بیٹا **برجراج دیو** گدی پر بیٹھا۔ تو اُسنے سرداران بھنگیوں سے اپنے اُس ملک کا حصہ جو انہوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا چھوڑانے کے لیئے اِس خاندان کے سردار حقیقت سنگھ کو اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ لیکن یہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ **برجراج دیو** ایسا کرے۔ کیونکہ ابھی زمانہ میں سردار جے سنگھ اِس خاندان کے بانی مبانی کی دوسری شادی بھنگی سرداروں کے یہاں ہوئی تھی۔ چنانچہ اِسی وجہ سے انہوں نے کڑیاں والے کی طرف کوچ کیا۔ مگر راجہ مذکور نے تھوڑی سی ہی لڑائی کے بعد سرداران بھنگیوں سے اپنا ملک چھوڑا لیا۔ اور جو روپیہ سالانہ خراج کا بھنگی سرداروں کو ادا کرنے کے لیئے راجہ کی طرف سے معاہدہ تھا۔ وہ بھی ادا نہ ہوا۔ یہ امر سرداران گھنیا کو نہایت ناگوار گذرا۔ اور انہوں نے بھنگی سردار گوجر سنگھ و بھاگ سنگھ آہلو والیہ دونوں کو اپنے ساتھ ملا کے پرگنہ کڑیالوالہ کو راجہ سے بجنگ پھر چھوڑا کر خاص جموں پر حملہ کر دیا۔ مہاں سنگھ سردار شکر چکیہ کی راجہ برجراج دیو سے نہایت دوستی تھی۔ بلکہ آپس میں پگڑی بدلی ہوئی تھی۔ اور ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے تھے۔ اُسکو راجہ نے اپنی مدد پر بلایا۔ لیکن وہ شکست کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔ مگر چونکہ چال باز بڑا تھا۔ اِسلیئے اسنے یہ حکمت کھیلی۔ کہ جے سنگھ و آہلو والیہ سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر راجہ اور ان کے درمیان صلح کی ٹھرائی۔ لیکن ناکامیاب رہا۔ آخر جب راجہ نے دیکھا۔ کہ ان سکھ سرداروں پر فتحیاب ہونا کوئی آسان بات نہیں۔ تو اُس نے تیس ہزار روپیہ سالانہ حقیقت سنگھ کو دینا کر کے واپس کیا۔ اور مہاں سنگھ نے بھی امرتسر پہنچ کے **جے سنگھ** کے آگے سر جھکا دیا۔ لیکن جب ایک سال کے بعد حقیقت سنگھ کے پاس زر مشروطہ نہ پہنچا۔ تو اُسنے جموں کی لوٹ کا مال نصفا نصفی آپس میں بانٹ لینے کی شرط پر مہاں سنگھ کو اپنے ساتھ ملا کے جموں پر چڑہائی کر دی۔ مہاں سنگھ نے بھی روپیہ کے لالچ میں آکر اپنی دوستی اور بھائی بندی سب کا حق طاق پر رکھ کے چراڑ کو کوچ کر دیا۔ اِدھر حقیقت سنگھ ظفروال کے راستہ آیا۔ راجہ **رنجیت دیو** ان دونوں کی یورش کا حال سنتے ہی جموں کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ لیکن جب یہ خبر مہاں سنگھ کو ملی۔ تو اُسنے بلا انتظار حقیقت سنگھ کے اکیلے ہی جموں پر حملہ کر دیا۔ اور وہاں پہنچ کے تمام شہر اور محلات کو لوٹ کھسوٹ کے آگ لگا دی۔ اور سارا مال لوٹ کا لیکر اکیلا ہی واپس چلا آیا۔ حقیقت سنگھ ابھی یہ چاہتا تھا۔ کہ اُس کی دغا بازی کا بدلہ اُسکو دے۔ مگر اُس کی عمر نے وفا نہ کی۔ اور وہ تھوڑے ہی عرصہ میں مرگیا۔ جب یہ خبر سردار **جے سنگھ** گھنیا اس خاندان کے مورث اعلے کو پہنچی۔ تو اُسکو سخت رنج ہوا۔ اور اُسنے حقیقت سنگھ کے بیٹے جیمل سنگھ کو اپنے پاس بلا کر

اُسکی بہت تسلی اَور تشفی کی۔ اور کہا کہ گھبراؤ مت! میں تیرے باپ کا بدلہ تجھکو مہاں سنگھ سے لے دونگا۔ اَور مہاں سنگھ کو بلا کر جدا دھمکایا۔ کہ دیکھ اگر تو حسب وعدہ جموں کی لوٹ کا نصف حقیقت سنگھ کے لڑکے کو دیدے تو بہتر ورنہ میں تجھے برباد کردونگا۔ چنانچہ اس بات کو پورا کرنے کے لیئے سمت ۱۸۴۱ بکرمی میں سردار **جے سنگھ** گھنیا نے مہاں سنگھ کے علاقہ میں جا ڈیرہ جمایا۔ اَور مواضعات رسول پور و منڈھیالہ کو لوٹ کے سرداران نکئی کے علاقہ میں بھی جو مہاں سنگھ کے سمدھی تھے ہاتھ پاؤں مار کے بہت سا علاقہ اپنے نیچے دبا لیا۔ بعد ازاں سمت ۱۸۴۱ بکرمی کی دیپ مالا کے میلے پر مہاں سنگھ نے امرتسر پہنچ کر **جے سنگھ** سے صلح کرنے کے لیئے بہت کچھ کوشش کی۔ لیکن اُسنے ایک نہ مانی۔ اَور کہا۔ کہ تاوقتیکہ جموں کی لوٹ کا نصف روپیہ نہ داخل کرے۔ میں تیری بربادی کی فکر سے کبھی باز نہ آؤنگا۔ یہ سنتے ہی مہاں سنگھ وہاں سے بھاگ آیا۔ اور اُسنے راجہ کنوڑ چیہ وغیرہ کو اپنے ساتھ ملا کے یہ مشورہ کیا۔ کہ جبتک جسّا سنگھ رام گڈھیہ اس ملک میں پھر نہ آوے اَور ہم لوگ اُسکی مدد نہ کریں۔ کسی سردار میں یہ جرأت نہیں معلوم ہوتی۔ کہ **جے سنگھ** گھنیا کو جسکی طاقت کی گڈی اسوقت آسمان پر چڑھ رہی ہے زیر کرے۔ اسلیئے آؤ! جسّا سنگھ رام گڈھیہ کو اُسکا ملک پھر واپس دلا دینے کا وعدہ کرکے بلا بھیجیں۔ اَور یقین کامل ہے۔ کہ وہ یہاں آتے ہی سردار **جے سنگھ** گھنیا کو مغلوب کرکے ایک دم میں اُس کی ساری چوکڑی بھلا دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی جب جسّا سنگھ رام گڈھیہ کے آنے کی خبر سردار جے سنگھ گھنیا کو ہوئی۔ تو پہلے اسنے گوربخش سنگھ دودیہ اپنے ایک مصاحب کو کچھ فوج دیکر ستلج کے پار اُسکے مقابلہ پر بھیجدیا۔ اور یہ ہدایت کی۔ کہ اُسکو وہیں روک لے۔ قریب پٹیالہ کے دونوں کی لڑائی ہوئی۔ مگر جسّا سنگھ رام گڈھیہ کے مقابلے میں اُسکی کیا مجال تھی۔ کہ وہ ذرا سا بھی چون و چرا کرتا۔ گوربخش سنگھ دودیہ مارا گیا۔ اَور جسّا سنگھ رام گڈھیہ فتحیاب ہوکر ستلج کو عبور کرکے پنجاب میں داخل ہوگیا۔ اسی اثناء میں راجہ سنسار چند اور مہاں سنگھ شکرچکیہ وغیرہ بھی اسکے ساتھ جا ملے۔ اور جسّا سنگھ رام گڈھیہ کا سرداران گھنیا سے دوسرا مقابلہ قصبہ بٹالہ کے نزدیک ہوا۔ چھ گھنٹے تک دونوں طرف سے برابر میدان جنگ گرم رہا۔ تیر اور گولی مثل بارش کے برستے رہے۔ جوانان شہزور مثل بادل گرجتے رہی سیف اور تلواریں مثل بجلی کے چمکتی رہیں۔ آخر کار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سردار گوربخش سنگھ **جے سنگھ** گھنیا کا بڑا بیٹا تیر سے مارا گیا۔ جسکے گرتے ہی اُسکے باپ کی کمر ہمت لوٹ گئی۔ اور گھنیا کی سپاہ ہراساں ہوکر سردار جسّا سنگھ سے شکست فاش کھا کر پیچھے کو ہٹ پڑی۔ سردار جسّا سنگھ نے اپنے کل علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ (دیکھو بیان سردار جسّا سنگھ رام گڈھیہ صفحہ ۲۸۲) اس کے بعد جب **جے سنگھ** گھنیا نے دیکھا۔ کہ وہ بالکل کمزور ہوگیا ہے۔ اَور اب اُسکی کچھ پیش نہیں جاتی۔ تو اُسنے مسماۃ مہتاب کور اپنے بیٹے گوربخش سنگھ متوفی کی بیٹی کا ناطہ جو سردارنی سدا کور کے شکم سے پیدا ہوئی۔ سردار مہاں سنگھ کے بیٹے **رنجیت سنگھ** کے ساتھ کرکے اُس سے صلح کرلی۔ اور قلعہ کانگڑہ کو بھی راجہ سنسار چند کے حوالہ کردیا۔ اس کے ایک سال بعد سردار **جے سنگھ** نے اپنی پوتی مہتاب کور کی

مہاراجہ رنجیت سنگہ صاحب کے ساتھ شادی بھی کردی۔ لیکن اسکو اپنے بیٹے کے مرنے کے غم اور اپنی شکست نے زیادہ دن تک نہ جینے دیا۔ اور سنہ ۱۷۹۹ء میں مرگیا۔ اگرچہ اس کے دو بیٹے ندہان سنگہ و بھاگ سنگہ اور بھی تھے۔ مگر وہ نالایق ہونے کی وجہ سے محروم رہے۔ اور سردارنی سداکور اس کے بیٹے کی عورت مثل کی مالک بنی۔ یہ سردارنی نہایت عقلمند اور بڑے داعیہ والی عورت تھی۔ اپنے سسر کے مرنے کے بعد اس نے مردانہ لباس پہن لیا۔ اور اپنے داماد مہاراجہ رنجیت سنگہ صاحب کے ساتھ اتفاق کرکے اپنی فوج کی مدد سے اُس کی طاقت کو ترقی دینے لگی۔ بلکہ اس نے ایک مرتبہ مہاراجہ رنجیت سنگہ صاحب کی مدد سے سردار جسا سنگہ رامگڈہیہ کو (جیسا کہ مثل رامگڈہیاں کے بیان میں پیشتر ذکر ہوچکا ہے) قلعہ میانی میں متصل دریائے بیاس جا گھیرا۔ اور ایک مدت تک اُس کے ساتھ لڑتی رہی۔ مگر مشیت ایزدی سے دریاے بیاس کی طغیانی نے اس کو ایسا لاچار کیا۔ کہ وہاں سے خدا خدا کرکے ناکامیاب واپس ہوئی۔ غرض سنہ ۱۸۲۰ء تک اس دانشمند اور دور اندیش عورت نے اپنی حکومت کو بھی قائم رکھا۔ اور اپنے داماد کو بھی مدد دیکر رفتہ رفتہ پنجاب کا راجہ بنادیا۔ لیکن مہاراجہ رنجیت سنگہ صاحب نے جنکو یہ ہمیشہ مدد دیتی رہی۔ آخر میں اس کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہ کیا۔ یعنی جب اپنی طاقت کو اچھی طرح مضبوط کرلیا۔ تو اس بیچاری کے علاقہ پر بھی ہاتھ مارنا شروع کردیا۔ اور اُس کو قید کرلیا۔ جہاں وہ کچھ دن مصیبت کاٹ کر مرگئی۔ اور حقیم سنگہ کو جو سردار جے سنگہ کا بھتیجہ تھا۔ رکھووالہ چالیس ہزار کا علاقہ دیکر اپنا تابعدار بنالیا۔ پھر جب مہاراجہ صاحب موصوف نے قصور فتح کیا۔ تو اسکو امداد کے صلہ میں دس ہزار کا علاقہ کھنڈیاں والا اور عطا کیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا امر سنگہ اپنے باپ کی جائداد کا مالک بنا۔ اُسکو مہاراجہ رنجیت سنگہ صاحب نے ملتان اور کشمیر کی مہمات پر بھیجا۔ وہاں سے واپس آکر اس کو کنجری کے پل کا کام ملا۔ جہاں وہ سنہ ۱۸۲۲ء میں مرگیا۔ اُس کے بعد سروپ سنگہ۔ عطر سنگہ۔ انوپ سنگہ اس کے تینوں بیٹے تیس ہزار کی جاگیر کے مالک بنے۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں سروپ سنگہ کے مرنے کے بعد سرکار لاہور نے اُن کی جاگیر ضبط کرلی۔ اس کی اولاد کے قبضہ میں صرف ایک موضع نکھاں والا رہ گیا۔ عطر سنگہ کا بیٹا میگھ سنگہ سرکار لاہور میں بزمرۂ سواراں نوکر ہوگیا اس کے پاس دو گانوں تھے۔ سنہ ۱۸۴۱ء میں سردار جی سنگہ کے مرنے کے بعد اس خاندان میں کل چھ سو کی جاگیر ہمیشہ کے لیے باقی رہ گئی۔ اس خاندان کا اب سب سے بڑا سردار جگت سنگہ گیارہ سو پچیس ایکڑ زمین کا مالک ہے۔

چوتھی مثل

سرداران نکئی



سردار ہیرا سنگہ پسر چودھری ہیمراج قوم جاٹ گوت سندہو باشندہ موضع بھڑوال پرگنہ چونیاں اِس مثل کا مالک تھا۔ سنہ ۱۷۰۶ء میں یہ پیدا ہوا۔ جب سن شعور پر پہنچا۔ تو سکھوں کا مذہب قبول کرکے اُن کے ساتھ حسب دستور مسلمانوں کے دیہات میں لوٹ مار کرنا شروع کردیا۔ چونکہ صاحب حوصلہ اور نہایت جوانمرد تھا۔ اِسلیئے سرہند و قصور کی غارتگری کے بعد جب اِسنے اپنے تئیں کچھ دولتمند پایا۔ تو اِسنے بھی دوسرے سکھ سرداروں کی طرح کچھ سوار نوکر رکھ کے پہلے اپنے گرد نواح کے دیہات پر ہاتھ پھیلایا۔ جب اُن پر قبضہ ہوگیا۔ تو اپنی فوج کو کچھ اور زیادہ کرکے دوسروں کے ملک پر بھی دورہ کرنے لگا۔ چونکہ ستارہ اوج پر تھا۔ جس طرف جاتا فتح نصیب ہوتی + غرض سنہ ۱۷۵۰ء میں کل نکہ کے ملک پر اس نے قبضہ کرلیا۔ چونکہ کمر سنگہ چھینہ لعل سنگہ منس روپا سنگہ گلہ۔ لعل سنگہ ویڑا۔ لعل سنگہ دھبی۔ نتھا سنگہ دہو۔ سدا سنگہ کھتری وغیرہ ملک نکہ کے سب مشہور مشہور سردار ساتھ تابعداری قبول کرکے شامل ہوگئے۔ اِسوجہ سے یہ مثل نکئی سرداروں کے نام سے مشہور ہوگئی۔ آٹھ ہزار سواروں کی جماعت ہیرا سنگہ کے ساتھ رہنے لگی۔ اور یہ پرگنات بھڑوال۔ چونیاں۔ دیپالپور۔ کنگن پور۔ جیٹھو پور۔ کھنڈیاں۔ مصطفےٰ آباد۔ شیر گڈھ۔ دیوسال۔ فرید آباد۔ منڈر۔ مانگٹ وغیرہ ۴۵ لاکھ روپیہ آمدنی کے ملک پر قابض ہوگیا +

ان دنوں شیخ سبحان خاں قریشی رئیس پاکپٹن کے یہاں گاؤکشی کا بہت زور شور تھا۔ اور اُس کی ہندو رعایا نہایت عذاب میں تھی۔ چنانچہ ہیرا سنگہ نے کئی مرتبہ اُس کو کہلا بھیجا۔ کہ وہ گاؤکشی اور ہندوؤں کی ایذارسانی سے باز آجاوے۔ مگر جب اُس نے نہ مانا۔ تو سنہ ۱۷۶۸ء میں ہیرا سنگہ نے اُس پر چڑھائی کردی۔ مگر اتفاق سے عین لڑائی میں گولی سے مارا گیا۔ اور

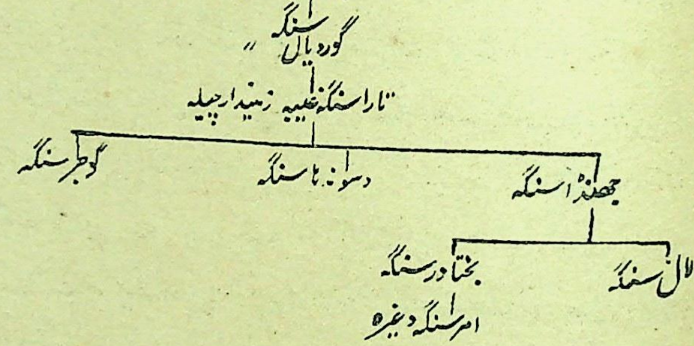
اسکی فوج مجبوراً واپس ہوئی۔ اسوقت **ہیرا سنگھ** کا بیٹا دل سنگھ نابالغ تھا۔ اسوجہ سے ناہر سنگھ اسکا چچازاد بھائی اسکا جانشین ہوا لیکن یہ بہت تھوڑے دن جیا۔ اور تپ دق کے عارضہ میں مبتلا ہوکر چند ماہ کے بعد مرگیا۔ اس کے بعد اسکا چھوٹا بھائی رن سنگھ مثل کا مالک بنا۔ یہ نہایت لایق و ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے مثل کو بہت رونق دی۔ اور ملک نکہ کے بڑے بڑے خوبصورت اور قد آور جوان قریب دو ہزار کے اس نے اپنے پاس نوکر رکھے۔ اور انکو قسم قسم کے زیور اور ہتھیاروں سے مسلح کرکے ہمیشہ اپنے ہمرکاب رکھتا۔ مواضعات کوٹ کمالیہ۔ گگیرا۔ کھرل اور کچھ حصہ تحصیل شرقپور کو اسنے اپنے تحت میں کرلیا۔ بعد ازاں کپور سنگھ سید والیہ جب اس سے لڑا۔ تو اس نے اسکو شکست دیکر اسکا تمام علاقہ اپنے قبضہ میں کرلیا۔ ۱۷۸۱ء میں یہ سردار بقضائے الہی مرگیا۔

اسکے تین بیٹے بھگوان سنگھ۔ خزان سنگھ۔ گیان سنگھ تھے۔ بھگوان سنگھ اپنے باپ کی جگہ قایم ہوا۔ لیکن یہ کم حوصلہ ہونے کی وجہ سے اپنی کل جائداد سنبھال نہ سکا۔ اور وزیر سنگھ کنور سنگھ کے بھائی نے اسکا بہت سا علاقہ دبالیا۔ آخر کار **بھگوان سنگھ** نے اور کوئی دوسرا چارہ اپنے بچاؤ کا نہ دیکھا۔ تو اسنے اپنی ہمشیرہ داتار کور کا ناطہ سردار مہان سنگھ کے بیٹے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے کرکے (جسکے شکم سے بعد میں مہاراجہ کھڑک سنگھ پیدا ہوئے) انکو اپنی مددپر کرلیا۔ اور جو کچھ علاقہ وزیر سنگھ نے اسکا دبالیا تھا۔ وہ سب پھر چھوڑالیا۔ پھر ۱۷۸۵ء میں مہان سنگھ نے بھگوان سنگھ اور وزیر سنگھ کو امرتسر میں بلاکر پہلے ان کے باہم صلح کرائی بعد ہ جے سنگھ گھنیا کے مقابلہ پر ان کو کھڑا کردیا۔ اس لڑائی میں جے سنگھ کو شکست ملی۔ مگر اس کے بعد **بھگوان سنگھ** اور وزیر سنگھ کے درمیان پھر لڑائی شروع ہوگئی۔ اور ۱۷۹۱ء میں وزیر سنگھ کے ہاتھ سے بھگوان سنگھ مارا گیا۔ اور اس کی بجا **گیان سنگھ** اسکا چھوٹا بھائی سردار ہوا۔ بعد ازاں سردار ہیرا سنگھ اصل بانی مثل کے بیٹے دل سنگھ اور وزیر سنگھ میں جس نے اسکے علاقہ پر زبردستی دخل کرلیا تھا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ دل سنگھ وزیر سنگھ کو قتل کرکے چاہتا تھا۔ کہ نکل جاوے لیکن اس کے نوکروں نے اسکو بھی زمین میدان میں رکھا۔

۱۷۹۲ء میں مہان سنگھ کے مرنے کے بعد **بھگوان سنگھ** نے اپنی ہمشیرہ داتار کور کی شادی **مہاراجہ رنجیت سنگھ** سے کردی۔ اور ۱۸۰۲ء میں اسکے شکم سے مہاراجہ کھڑک سنگھ پیدا ہوا۔ **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے عروج پاکر جیسے دوسرے سرداروں کے علاقہ جات کو دبالیا۔ اسیطرح اسنے نکئی سرداران کے ملک کو بھی چھین لیا۔ اور ۱۸۰۷ء میں جب گیان سنگھ مرگیا۔ تو کان سنگھ اس کے بیٹے کو صرف پندرہ ہزار کی جاگیر میں علاقہ بھڑوال عطا کیا۔ اور خزان سنگھ کو موضع نان کوٹ کا علاقہ جاگیر میں بخشا۔ ۱۸۶۰ء میں کان سنگھ کو سرکار انگریزی نے پرگنہ بھڑوال کا آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا۔ حالانکہ ۱۸۴۹ء میں اسکا بیٹا عطر سنگھ ملتان کی لڑائی میں مخالفوں سے جا ملا تھا۔ مگر اسکے باپ کی ضعیف العمری کے لحاظ سے سمت ۱۸۶۲ء کی پنشن تاحیات اور گیارہ ہزار نوسو نوے کی جاگیر اسکو سرکار سے ملی۔ اسکا بیٹا **چتر سنگھ** ۱۸۵۷ء میں مرگیا۔ اور کان سنگھ بھی ۱۸۷۲ء میں انتقال کرگیا۔ اسکے بعد **رگھو دھ سنگھ** ضلع منٹگمری میں وارث خاندان ہوا۔ مگر سات ہزار چار سو کی جاگیر اور چودہ سو گھماں زمین کی ملکیت جو آخر میں باقی رہ گئی تھی۔ اسطرح پر تقسیم ہوئی۔ **رگھو دھ سنگھ** کو دو ہزار کی جاگیر ہمیشہ کے

واسطے۔ ایشر سنگھ کو بارہ سو۔ عطر سنگھ کو سالانہ ۲۲۰ کی تاجیات۔ ٹھاکر سنگھ۔ پرتاب سنگھ۔ لہنا سنگھ اور کان سنگھ کی عورت کو چھ چھ سو کی تاجیات۔ جو تمام مال کار ہر ایک کے مرنے کے بعد ضبط ہو گئی۔ لابھ سنگھ۔ عطر سنگھ کا بیٹا دو ہزار گھماں زمین کا مالک اور ذیلدار ہے۔ ایشر سنگھ اور لہنا سنگھ دونوں مسلمان ہو گئے۔ لہنا سنگھ دریائے راوی کے کنارہ پر موضع غازہ میں چار ہزار گھماں زمین کا مالک ہے +

مثل ڈلہ والیان



مثل ڈلہ والیاں کا بانی سردار **گلاب سنگھ** قوم کھتری موضع ڈلے والی پرگنہ سلطان پور علاقہ دوابہ بست جالندھر کا باشندہ تھا۔ اسکا باپ سرو تارام کھتری پیشہ دکانداری کرتا تھا۔ مگر بذات خاص اس کی طبیعت کچھ اس پیشہ سے متنفر تھی۔ اور اپنی قوم کے اصلی کام ہتھیار باندھنے اور لڑنے مرنے کی طرف زیادہ راغب تھی۔ آخر کار جب کہ بی دکانداری میں لگا۔ تو سمت ۱۷۹۳ بکرمی میں اسنے اسکو چھوڑ چھاڑ کر اپنے دلی شوق کے مطابق سکھوں کا مذہب قبول کر کے چھتریوں کا کام اختیار کر لیا۔ چونکہ آدمی بہادر صاحب دل تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اسنے سکھوں کے گروہ کے ساتھ شامل ہو کر

لاہور۔ قصور۔ اور جالندھر وغیرہ مقامات کی لوٹ کے بعد سے اپنے آپ کو مالدار بنالیا۔ اور ایک مختصر جماعت سواروں کی اپنے ساتھ بہم پہنچا کر اپنا ایک علیحدہ جھتا قایم کرلیا۔ چونکہ شیریں کلام اور خلیق بہت تھا۔ اسوجہ سے اُسکے تمام آدمی اس سے خوش رہتے۔ اور اپنے ہمچشموں میں بھی عزت پاتا۔ جوانمرد اور دلیر ایسا تھا۔ کہ ایک مرتبہ بیساکھی سمت ۱۸۰۸ بکرمی میں صرف ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ عین دوپہر کیوقت شہر جالندھر میں جا گھسا۔ اور بازار کو خوب لوٹا۔ جب حاکم جالندھر کی سپاہ نے مقابلہ کیا تو ان کے بہت سے آدمیوں کو ہلاک کرکے فوراً اپنی قوم کے ایک بھاری گروہ کے ساتھ جو اُسوقت کرتارپور کے نزدیک وارد تھا جا ملا۔ اور دشمنوں کے ہاتھ نہ آیا۔ اسی دن سے خالصہ قوم میں اسکا نام **گلاب سنگھ** ڈھوڈلہ والیہ بہادر مشہور ہوا۔ دن بدن اسکی ترقی کا حال دیکھکر ہردیال سنگھ۔ گوردیال سنگھ۔ جیپال سنگھ وغیرہ اقوام کھتری اس کے بھائی بند بھی پاہل لیکر اس کے ساتھ شامل ہوگئے۔ اور لوٹ مار کرنے لگے۔

ایک روز سمت ۱۸۰۸ بکرمی میں اسی **گلاب سنگھ** ڈھوڈلہ والیہ نے ایمن آباد پر چھاپہ مارا۔ اور تمام بازار لوٹ لیا۔ جب جسپت رائے وہاں کے حاکم کو خبر ہوئی۔ اور اُسنے تعاقب کیا۔ تو وہاں سے نہایت چالاکی کے ساتھ نکل آیا۔ اور اُسکے ہاتھ نہ آیا۔ مگر جب سمت ۱۸۱۱ بکرمی میں گوردوارہ روڑی صاحب کا میلہ لگا۔ اور ہر طرف سے سکھوں کا جماؤ ہوا۔ تو یہ بھی وہاں گیا۔ اور جب جسپت رائے نے (جیسا کہ حصہ دوم میں بیان ہوچکا ہے) سکھوں کو وہاں سے اٹھانا چاہا۔ اور گوردوارہ کی بے ادبی کی۔ تو اسی گلاب سنگھ ڈھوڈلہ نے اُسکو گولی سے مار ڈالا۔ چونکہ سردار کرورا سنگھ و گلاب سنگھ دونوں آپسمیں دھرم کے بھائی بنے ہوئے تھے۔ اسلیئے سمت ۱۸۱۳ بکرمی میں دونوں نے اتفاق کرکے ہردوار کی طرف کوچ کیا۔ اور وہاں سے گنگا اشنان کے بعد نجیب خاں روہیلہ نجیب آبادیہ کے ملک میں جا گھسے۔ اگرچہ نواب دوندے خاں نے ان کا نہایت سرگرمی سے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھاکر بھاگ گیا۔ اور یہ ملک کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے نواب ضابطہ خاں والی میرٹھ کو مغلوب کرکے قصبات مظفرنگر۔ دیوبند۔ میراں پور وغیرہ کے رئیسوں کی طرف رجوع ہوئے۔ سب نے مقابلہ کی تاب نہ لاکر ان کو ہزار ہا روپیہ نذر میں دیکر اپنا پیچھا چھوڑایا۔ تاہم انہوں نے لوٹ مار سے ان کے دیہات کو خالی نہ چھوڑا۔ بعد ازاں سہارنپور میں گھسے اور وہاں سے بھی علاوہ ہزارہا روپیہ کا سامان اور بیشمار دولت لوٹ کے پنجاب کو واپس ہوئے۔ اس دورہ نے ان دونوں سرداروں کو مالامال کردیا۔

سمت ۱۸۱۵ بکرمی میں جب احمد شاہ ابدالی ملک ہندوستان سے بہت سی دولت حاصل کرکے واپس ہوا۔ اور دریائے راوی کو عبور کرتے وقت سکھوں نے اُسکے لشکر کو گھیر لیا۔ تو اس معرکہ میں یہ دونوں سردار بھی شامل تھے۔ اور بہت سا لوٹ کا مال ان کے ہاتھ آیا تھا۔ بعد ازاں اسی سال میں کسی مخبر نے ان کو خبر دی۔ کہ پانچ لاکھ روپیہ کا خزانہ شاہی تعلقہ رہتاس و راولپنڈی سے تحصیل ہوکر لاہور کو آتا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی یہ دونوں سردار ڈیرہ بابا نانک سے راتوں رات کوچ کرکے جہلم کے متصل خزانہ پر بجلی کیطرح جا پڑے۔ اور تمام خزانہ لوٹ کے اپنے ہمراہی سکھوں کو تقسیم کردیا۔

اسکی ایسی ایسی سخاوت اور دریادلی کی وجہ سے اس کے ہمراہی اس سے بہت خوش رہتے تھے۔ اور اس کے ساتھ رہنا پسند کرتے تھے۔ پھر تو رفتہ رفتہ **گلاب سنگھ** چھہ ہزار سوار کا مالک بن گیا +

گلاب سنگھ کا کوئی خاص بیٹا نہ تھا۔ اس وجہ سے اُس نے گوردیال سنگھ اپنے ایک مصاحب کو اپنا جانشین قرار دیکر سمت ۱۸۱۱ بکرمی میں عالم جاودانی کو کوچ کیا۔ گوردیال سنگھ کے ساتھی ہردیال سنگھ و جیپال سنگھ تو بسوہلی کے معرکہ میں پہلے ہی کام آچکے تھے۔ **گوردیال سنگھ** بھی ایک سال کے بعد حاکم دوآبہ کی لڑائی میں گولی سے مارا گیا۔ اسکے بعد تارا سنگھ غیبہ اسکا جانشین ہوا۔ یہ شخص ذات کا کنگ زمیندار موضع توڑا والی کا رہنے والا تھا۔ پہلے یہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ مگر جب **گلاب سنگھ** سکھ بنگیا تو یہ بھی اپنی بکریاں وغیرہ بیچ کر کے اُسکی ترغیب سے پاہل لیکر سکھ بن گیا۔ اور اس کے ہمرکاب معرکات جنگ و جدل میں شریک رہنے لگا۔ چونکہ بذاتہٖ آدمی ہوشیار اور لایق تھا۔ اور اپنے اخلاق سے ہرکس و ناکس کو خوش رکھتا تھا۔ اسلیئے اسنے گلاب سنگھ کی حیات میں ہی اپنے تئیں صاحب اقتدار اور قابو طلب بنالیا تھا۔ اُسکے مرنے کے بعد چونکہ **گوردیال سنگھ** کو وہ خود نامزد کرگیا تھا۔ اسلیئے یہ خاموش رہا۔ مگر جب گوردیال سنگھ چل بسا۔ تو اسنے اپنی ہوشیاری اور ذاتی لیاقت سے اپنے تئیں مثل کا مالک بنالیا۔ تھوڑے دنوں بعد اسکے اقبال کا ستارہ ایسا چمکا۔ کہ جب یہ سردار ہری سنگھ بھنگی کے ساتھ قصور کی لڑائی میں گیا۔ تو اتفاق سے اسکا ہاتھ ایک ایسے مالدار کی دولت پر پڑگیا۔ کہ اُسکو علاوہ اور بہت سے سامان اور جواہرات کے چار لاکھ روپیہ کی صرف اشرفیاں مل گئیں۔ جس سے یہ بہت آسودہ حال ہوگیا۔ بعدازآں اسنے دیوان بشمبر دیال منتظم آدینہ بیگ کو لڑائی میں قتل کر کے اُسکے تین لاکھ روپیہ کے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ اور اپنی سخاوت و فیاضی سے اپنے کل رشتہ داروں اور برادری کے لوگوں کو سنگھ بنا کر اپنے ساتھ شریک کرلیا۔ اسیطرح اسنے چودھری گوہرداس ساکن موضع کنگ کو بھی جو دریاے ستلج کے غربی کنارہ پر واقع ہے۔ ترغیب دیکر سکھ بنالیا۔ چودھری کے سنگھ بنتے ہی اُسکا تمام گانوں سنگھ بن گیا۔ اور سب کے سب **تارا سنگھ** کی امداد پر کمربستہ ہوگئے۔ غرض کچھہ عرصہ میں تارا سنگھ کے ماتحت دس ہزار جرار سوار ہوگیا۔ اور اُسکا حوصلہ بھی بہت بڑھ گیا +

بعدازآں جیٹھ سمت ۱۸۲۰ بکرمی میں اسنے سکھوں کے ساتھ شامل ہو کے سرہند پر حملہ کیا۔ تو وہاں کی لوٹ میں بھی اسکا ہاتھ قلعہ کے خاص خزانہ پر جا پڑا۔ **زین خاں** حاکم سرہند بھی اسی کے رفیق تارا سنگھ باڑیاں والے کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور چونکہ اسکی سپاہ کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ اسوجہ سے اسنے دھرم کوٹ گھاگرانہ وغیرہ سرہند کے کل گرد و نواح میں ۵ لاکھ کی آمدنی کے دیہات پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اور خاص قصبہ راہوں میں اپنی دارالحکومت قایم کرکے بہت سا علاقہ دوابہ بست باری کا بھی جو دامن کوہ میں واقع ہے۔ دبا بیٹھا۔ غرضیکہ کل ملا کر ۸ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کے ملک پر اسنے اپنا قبضہ کرلیا۔ اور روز بروز اسکا ستارہ ترقی کرنے لگا۔ سرداران تھانیسری۔ روپڑ۔ دوالیان سیالبہ۔ کھیڑی و کھانوں سب اسکے ماتحت ہوگئے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ جودھ سنگھ رام گڑھیہ و راجہ سنسار چند۔ و فتح سنگھ آہلو والیہ وغیرہ سرداروں نے اتفاق کرکے اسکے اوپر حملہ کیا۔ اور قلعہ دکھنی پر جسمیں اسکا بیس لاکھ روپیہ کے قریب خزانہ جمع تھا۔ مورچا لگا دیا۔ بیس روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ مگر

نے اپنی شجاعت اور بہادری سے اُن کو بالکل غالب نہ آنے دیا۔ اور سب ناکامیاب واپس ہوئے۔ سمت ۱۸۵۹ بکرمی میں مہاراجہ **رنجیت سنگھ صاحب** کی فوج کو بھی اُسنے شکست دی۔ یہ سردار فیاض بڑا تھا۔ گانوں گانوں میں اپنے غریب غربا کے لیئے اپنا لنگر (سدا برت) جاری رکھا تھا۔ اور اپنی رعیت کو بہت خوش رکھتا تھا۔ اسوجہ سے جب کبھی اس پر کوئی مہم پڑ لی۔ تو کل رعیت اُس کی مددگار بنکر اسکا مطلق نقصان نہ ہونے دیتی۔ اسکا لوگوں میں عام خطاب غیبہ مشہور تھا۔ اور اسکی وجہ یہ تھی۔ کہ ایک مرتبہ شروع شروع میں یہ سردار تیس کوس کا دھاوا کرکے چاندپور پر اچانک جا پڑا۔ اور اس دیہہ کو بالکل غارت کر دیا چنانچہ وہاں کے لوگوں نے اسکو تارا سنگھ غیبہ کہا۔ اور یہ ہمیشہ کے لیئے اُسی لقب سے مشہور ہو گیا +

اسکے چار بیٹے تھے۔ منجملہ ان کے چندا سنگھ۔ دسوندھا سنگھ۔ گوجر سنگھ تین کو تو اسنے اپنی حیات میں ہی علاقہ جات تقسیم کرکے علیحدہ کر دیا تھا۔ اور چوتھے کو جو خورد سال تھا۔ اپنے پاس رکھا۔ سمت ۱۸۶۳ بکرمی میں یہ سردار مر گیا۔ اور اسکے مرتے ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب نے ماتم پرسی کے بہانہ سے اسکے ملک میں جاکر زبردستی اپنا قبضہ کر لیا۔ یعنی جب اس سردار کے مرنے کی خبر پہنچی۔ تو پہلے مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے اُسکی بیوہ سردارنی رتن کور سے یہ کہلا بھیجا۔ کہ سردار **تارا سنگھ** میرے استاد تھے۔ میں نے اُن سے شستر ودیا سیکھی تھی۔ مجھکو اُن کے انتقال کا کمال رنج ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر اجازت ہو۔ تو رسم ماتم پرسی کی ادا کرنے کے لیئے حاضر ہوں؟ سردارنی نہایت عقلمند عورت تھی۔ وہ اُسکے اصل مطلب کو تاڑ گئی۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ بہت بہتر۔ مگر آپ تنہا تشریف لاویں۔ فوج وغیرہ کوئی چیز اپنے ہمراہ نہ لاویں۔ یہ سنتے ہی مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے صرف اپنے باڈی گارڈ کے مختصر سواروں کے ساتھ سردار **تارا سنگھ** کی ماتم پرسی کے بہانہ سے سردارنی رتن کور کی طرف کوچ کیا۔ اور راستہ میں فتح سنگھ آہلووالیہ کو یہ ہدایت کی۔ کہ میں تن تنہا جاتا ہوں۔ تم پیچھے سے اپنی فوج لیکر آ جاؤ۔ کسی نہ کسی حیلہ سے لڑائی شروع کرکے اُسکا ملک بھی اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔ غرض مہاراجہ **رنجیت سنگھ صاحب** وہاں پہنچ گئے۔ اور اُن کو قلعہ کے باہر قیام دیا گیا۔ اتنے میں شام تک فتح سنگھ آہلووالیہ بھی فوج لیکر پہنچ گیا۔ بعد ادائے رسم ماتم پرسی **رنجیت سنگھ** نے قلعہ دیکھنے کی اجازت چاہی۔ مگر سردارنی چونکہ نہایت عقلمند اور دور اندیش تھی۔ اُسنے کہلا بھیجا کہ اگر آپ نے ملک لینا ہے۔ تو فرماویں۔ اگر روپیہ لینا ہے۔ تو ارشاد کر دیں۔ جو کچھ منظور ہو۔ راست راست لکھ بھیجیں۔ اسکا جواب مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے یہ دیا۔ کہ میرا مطلق ایسا ارادہ نہیں جیسا کہ سردارنی صاحبہ کا خیال ہے۔ میں تو صرف ماتم پرسی کے لیئے آیا ہوں۔ جس پر سردارنی نے حسب دستور ایک زنجیر فیل اور پانچ راس اسپ و چھ لاکھ روپیہ نقد نذرانہ کا مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کے پاس بھیجدیا۔ مگر قلعہ میں جانے کی اجازت نہ دی۔ مہاراجہ **رنجیت سنگھ** تو ایک حیلہ ہی تلاش کرتا تھا۔ اُسنے فوراً فوج کو حکم دیدیا۔ کہ مورچہ لگا کر توپ چلانا شروع کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اُدھر سے رانی نے بھی قلعہ کے اندر سے ترکی بترکی جواب دینا شروع کر دیا۔ اور دو پہر تک ایسی سرگرمی سے لڑی۔ کہ عنقریب تھا۔ کہ مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کو شکست ہو۔ مگر سردارنی کے اہلکاروں کا دل کچھ ایسا بے ایمان ہو گیا۔ کہ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی

مل گئے۔ اور قلعہ کا دروازہ انہوں نے خود بخود کھولدیا۔ اب کیا تھا۔ مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی فتح ہوئی۔ اور سردارنی کو لاچار قلعہ چھوڑنا پڑا۔ تمام مال اور علاقہ پر مہاراجہ نے قبضہ کرلیا۔ صرف سات گاؤں چندا سنگھ و دسوندھا سنگھ کے پاس رہ گئے۔ اور دو گاؤں سردارنی رتن کور کو گذارہ کے لیئے ملے۔ جب سمت ۱۸۷۹ بکرمی میں سردارنی مرگئی۔ تو وہ بھی ضبط ہوگئے۔ اور وہ سات گاؤں جو چندا سنگھ و دسوندھا سنگھ کے پاس تھے۔ وہ بھی سمت ۱۸۷۷ میں بابا بکرما سنگھ بیدی نے اُن سے زبردستی چھین لیئے۔ دسوندھا سنگھ تو اسی غم میں لاولد مرگیا۔ باقی رہا چندا سنگھ وہ معہ سدل سنگھ و بختاور سنگھ اپنے پسران کے موضع بالو کی پرگنہ کھودر میں جو اُسکے باپ نے اُداسی فقرا کو دے رکھا تھا۔ چلاگیا۔ اور اس دیہہ کی نصف آمدنی سے گذارہ کرتا رہا۔ اب اسمیں سے امر سنگھ وغیرہ کو صرف ۷ سَو کی جاگیر ملتی ہے۔

گوجر سنگھ تارا سنگھ کے تیسرے بیٹے کو بھی جو آنر دے ستلج قلعہ گنگرانہ پندرہ ہزار کے ملک پر قابض تھا۔ ایک عرصہ تک راجہ **بھاگ سنگھ** والی جندلی نے لڑائی بھڑائی سے دق رکھا۔ آخر کو مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے خود وہاں پہنچ کے اُسکو بیدخل کردیا۔ اور اُسکا علاقہ گوردت سنگھ لاڈو والہ کو عطا کرکے اس مثل کا نام و نشان تک نہ چھوڑا۔

مثل کروڑیان

اس مثل کا اصل بانی تو سردار **شام سنگھ** و **کرم سنگھ** قوم کھتری ساکنان پیجگڈھ ہوئے ہیں۔ اور اسوجہ سے یہ مثل پیجگڈیہ کے نام سے بھی پکاری جاتی ہے۔ مگر بعد میں چونکہ یہ مثل **کروڑا سنگھ** جاٹ ساکن موضع برکیاں کے تحت میں ہوگئی۔ اور اُسنے اپنی ذاتی لیاقت اور شجاعت سے اس مثل کو ایسی رونق دی۔ کہ بارہ ہزار جرار سوار اُس کے ہمراہ نکلنے لگا۔ اور نو دس لاکھ روپیہ کی آمدنی کا علاقہ اُسکے ساتھ شامل ہوگیا۔ اسلیئے یہ مثل زیادہ تر اسی کے نام سے مشہور ہوگئی پہلے **شام سنگھ** مذکور معہ **کرم سنگھ** کے جن کے بہت سے رشتہ داروں اور بھائی بندوں کو **خان بہادر** صوبہ لاہور کے عہد میں مسلمان حاکموں نے زبردستی مسلمان بنالیا تھا۔ دیوان **دربارا سنگھ** سے پاہل لیکر خالصہ مذہب

کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور مسلمانوں کے دیہات میں لوٹ مار کرکے اُن سے اپنے بھائی ہندوں کا انتقام لینے لگے ؛

چونکہ آدمی نہایت خلیق اور باتمیز تھا۔ اسلیئے اپنے حسن لیاقت اور ذاتی حوصلہ سے تھوڑے ہی دنوں میں اپنا ایک علیحدہ گروہ قایم کرکے صاحب اختیار بنگیا۔ لیکن سمت ۱۷۹۷ بکرمی میں **نادرشاہ** کے حملہ میں مارا گیا۔ اسکے بعد کرم سنگھ گکھڑی اسکا ساتھی جانشیں ہوا۔ اسنے بھی جب تک زندہ رہا بڑے بڑے نام آوری اور بہادری کے کام کیئے۔ **ناصر الدین خاں** حاکم جالندھر کی لڑائی میں جو **آدینہ بیگ خاں** دسوڈھی بدھاگ سنگھ کے مقابلہ میں ہوئی تھی۔ خیر شاہ سپہ سالار کا سر اسی نے کاٹ کر **آدینہ بیگ خاں** کے سامنے لا رکھا تھا۔ اور **ناصر الدین خاں** پر فتحیاب ہوکر جالندھر کی لوٹ سے خوب مالا مال ہوگیا ؛

بعد ازاں سمت ۱۸۰۱ بکرمی میں امرتسر کے مقام پر درانیوں کے مقابلہ میں کام آیا۔ اسکی جگہ کروڑا سنگھ جاٹ باشندہ موضع برکیان جو اسکا وفادار اور نہایت خیرخواہ شاگرد تھا۔ مثل کا مالک بنا۔ یہ شخص کچھ ایسا صاحب نصیب اور ربیدار معتبر نکلا۔ کہ اسکے وقت میں اس مثل کو بہت ہی عروج ہوا۔ یعنی سکھوں کے ہمراہ مہاراجہ بھرتپور کی امداد اور ممالک مشرقی کی لوٹ میں کروڑا سنگھ کا ہاتھ خوب گرم ہوا۔ شہر فرخ آباد میں ایک ساہوکار کے گھر سے اسکو کئی لاکھ روپیہ کی اشرفیاں اور جواہرات ہاتھ لگے۔ جس سے یہ بہت آسودہ ہوگیا۔ اور اس نے سات ہزار سوار نوکر رکھ لیئے۔ سمت ۱۸۱۶ بکرمی میں اسنے پرگنات شام چوراسی وہریانہ واقع ضلع ہوشیارپور پر فتحیاب ہوکر اپنا دخل جما دیا۔ پھر ایک مرتبہ جب متعلق پٹیالہ کے بلند خاں سپہ سالار سے سکھوں کا مقابلہ ہوا۔ تو درانیوں کا خزانہ **کروڑا سنگھ** کے ہاتھ آگیا۔ اور اس نے اسیوقت وہ تمام روپیہ اپنی سپاہ کو تقسیم کرکے سبکو اپنا دلی خیرخواہ بنا لیا۔ آخر سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں نواب غلام قادر خاں روہیلہ کی لڑائی میں تراوڑی کے مقام یہ سردار مارا گیا۔ اور سردار بگھیل سنگھ دھالیوال جاٹ جو اسکا نہایت جان نثار مصاحب تھا۔ اس گروہ کا افسر بنا۔ یہ سردار بھی بڑا صاحب ہمت اور جواں بخت ہوا۔ بروقت تسخیر ہند اسنے خود بھی کنوری۔ چھلوندی۔ جمیعت گڈھ وغیرہ تین لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کے علاقہ پر اپنا قبضہ قایم کرکے قصبہ چھلوندی ضلع کرنال میں اپنی سکونت اختیار کی۔ علاوہ ازیں دوابہ بست جالندھر ضلع ہوشیارپور میں ہریانہ و بھنگا و شام چوراسی و بہادرپور وغیرہ دو لاکھ کا علاقہ جو اس مثل کے قبضہ میں پہلے سے تھا۔ وہ بھی اُنہی کے تحت میں رہا۔ بعد ازاں پھر سمت ۱۸۲۴ بکرمی میں سردار بگھیل سنگھ پنتھ خالصہ کو ہمراہ لیکر تیس ہزار جرار سواروں کے ساتھ ہندوستان میں جا گھسا پہلے شہر جلال آباد میں پہنچکر حسن خاں لوہاری کو جسنے ایک برہمن کی لڑکی کو جبرًا اپنے گھر میں ڈال لیا تھا۔ اُسکے کردار کی سزا دی بعد میرٹھ۔ خورجہ۔ علی گڈھ۔ چندوسی۔ ہاتھرس۔ اٹاوہ وغیرہ کو لوٹتا ہوا فرخ آباد جا پہنچا۔ وہاں تین روز تک برابر مورچہ گرم رہا۔ اور سکھوں نے شہر کو خوب لوٹا۔ آخرکار وہاں کے نواب نے لاچار ہوکر سکھوں کو بہت سا روپیہ دے کر واپس کیا۔ اس لڑائی میں جیتا سنگھ آہلووالیہ زخمی ہوا۔ اور بہت سے سکھ مارے گئے۔

پھر بگھیل سنگھ نے وہاں سے واپس ہو کر دوابہ بست میں قصبہ تلون کے رئیس محمد خاں کو جو اس مثل کا کروڑا سنگھ کے وقت سے باجگذار اور تابعدار بن رہا تھا۔ خارج کر کے وہاں اپنا ایک قلعہ تعمیر کروا دیا۔ دیوان سنگھ نور محل والے سے بھی شمس آباد کا قلعہ چھوڑا لیا۔

سمت ۱۸۲۶ بکرمی میں جب مہاراجہ امر سنگھ والی پٹیالہ نے اس کے علاقہ جمیعت گڑھ وغیرہ پر دست اندازی کرنی شروع کی۔ تو اس نے معہ دیگر اپنے ہمراہی سرداران و ذیلداراں کے بیس ہزار فوج جمع کر کے خاص پٹیالہ پر حملہ کر دیا ادھر سے طرف ثانی بھی خبر پا کر اپنی فوج کے ساتھ باہر نکل کھڑا ہوا۔ اور متصل قصبہ گھڑام دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا لیکن آخر کار صلح ہو گئی۔ اور مہاراجہ امر سنگھ نے اپنے فرزند **صاحب سنگھ** کو بگھیل سنگھ کے ہاتھ سے پاہل دلا کر اسکے ساتھ ہمیشہ کے لیئے اپنا تعلق قایم کر لیا۔ پھر تو مہاراجہ پٹیالہ کو یہ ہر ایک معرکہ میں مدد دینے لگا+

سردار بگھیل سنگھ دراصل بڑا زمانہ ساز اور دور اندیش شخص تھا۔ جب سمت ۱۸۳۷ بکرم میں نواب عبد اللہ خاں وزیر اعظم شاہ دہلی نے سکھوں سے ملک چھوڑانے کے لیئے ایک کثیر فوج کے ساتھ معہ شہزادہ مرزا فرخندہ بخت کے پنجاب کی طرف کوچ کیا۔ تو یہ سردار جسکے علاقہ میں سے ان کا پہلے گذر ہونا تھا۔ پیشتر سے ہی ان سے جا ملا۔ اور بہ ظاہر ان کا رفیق بنکر مددگار بن گیا۔ جب وزیر مذکور کا لشکر کرنال سے آگے بڑھا۔ تو بگھیل سنگھ نے تمام سکھ سرداران والی شام گڑھ و لاڈوہ و تھانیسر و شاہ آباد وغیرہ سے شہزادہ کو نذرانہ دلایا۔ اور اس میں سے چہارم حصہ خود لیا آخر جب پٹیالہ سے بھی نذرانہ لینے کی نوبت آئی۔ تو مہاراجہ پٹیالہ نے انکار کیا۔ اور اپنی مدد پر پنجاب سے سرداران جسا سنگھ آہلووالیہ و رام گڑھیہ و گھنیا وغیرہ کو بلا کر پچاس ہزار فوج کے قریب اپنے پاس جمع کر لی اسقدر فوج پنجاب سے آتے ہی اس گرد و نواح کے تمام رئیس بھی انہی کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس یورش کو دیکھکر وزیر صاحب کے ہوش اڑ گئے۔ اور انہوں نے بگھیل سنگھ سے اپنے بچاؤ کی التجا کی۔ اسنے کہا کہ ان سکھوں کا خالی ہاتھ جانا بہت مشکل ہے۔ آخرش نواب صاحب نے جسقدر روپیہ سکھ سرداروں سے نذرانہ کا وصول کیا تھا وہ سب اور کچھ دہلی سے منگا کر بگھیل سنگھ کی معرفت سکھوں کو کڑاہ پرشاد کے لیئے دیا۔ اور خدا خدا کر کے اپنی جان بچا کر واپس دہلی ہوئے۔ بگھیل سنگھ نے نصف تو سکھوں کو دیا۔ اور باقی خود ہضم کر لیا۔ پھر جب سمت ۱۸۴۵ بکرم میں رگھناتھ راؤ مرہٹہ نے پنجاب پر لشکر کشی کی۔ تو اسوقت بھی سردار بگھیل سنگھ نے ایسی قسم کی چال کھیلی۔ غرضیکہ اسی طرح جب کبھی پنجاب پر لشکر کشی اس طرف سے ہوئی۔ یہ سرداران کا پیش دست بن کے اپنا ہاتھ ہمیشہ رنگ لیتا رہا چونکہ اس زمانہ میں تخت دہلی کی حکومت کا حال بالکل چراغ سحری کی طرح تھا۔ اور صرف چار دیواری کے اندر ہی اندر برائے نام حکومت تھی۔ ادھر مرہٹہ ادھر سکھ دونوں کی داڑھ کے نیچے آ رہی تھی۔ اسلیئے بگھیل سنگھ نے چاہا کہ ہاتھ پاؤں مار کر سکھوں کی حکومت کو خاص دہلی میں بھی قایم کر لے۔ اور اسنے ایسے ارادہ سے پنجاب کے سب سکھ

سرداروں کو بلا بھیجا۔ غرضیکہ ہر ایک سکھ سردار اپنی اپنی جمعیت لیکر آ پہنچے۔ اور بگھیل سنگھ نے سمت ۱۸۴۶-۴۷ بکرم میں کل سرداروں کو ہمراہ لیکر قریب ساٹھ ستر ہزار سپاہ کے ساتھ دہلی پر چڑھائی کردی۔ سکھ راستہ کے کل دیہات کو غارت و ویران کرتے ہوئے دہلی کے ٹلہ مجنون پر جا جمع ہوئے۔ اور اجمیری دروازہ سے خاص شہر میں گھس کر بازار لوٹنا شروع کردیا۔ کٹرہ نیل کو خوب لوٹا۔ پھر مغل محلہ پر جا پڑے۔ اور چند جگہ آگ لگادی۔ شہر کے تمام لوگ بھاگ گئے۔ سردار جسا سنگھ رام گڑھیہ و آہلووالیہ اپنے لشکر کو ہمراہ لیکر خاص قلعہ میں جا گھسے۔ وہاں سکھوں نے جسا سنگھ آہلووالیہ کو تخت پر بٹھا کر بادشاہ بنادیا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ وہ سکھوں میں بادشاہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ مگر **جسا سنگھ** رام گڑھیہ اور چند دیگر سرداروں کو جو اپنے تئیں **جسا سنگھ** آہلووالیہ کے ہم پلہ خیال کرتے تھے۔ یہ بات ناگوار گذری۔ اور اسمیں تکرار ہو پڑا۔ اسوجہ سے تمام سکھوں میں ایک قسم کی ہل چل پڑ گئی۔ اور جو جسکے ہاتھ آیا۔ وہ لیکر قلعہ سے باہر نکل آیا۔ جسا سنگھ رام گڑھیہ ایک نہایت بیش قیمت پتھر جسپر بادشاہ بیٹھا کرتا تھا اکھیڑ لایا۔ اور اسکو امرتسر بنگہ رام گڑھیاں میں۔ (جہاں وہ ابتک موجود ہے) لا رکھا۔ آخرش **مرزا گوہر علیشاہ عالم ثانی** نے وزیر اعظم کو بلا کر کہا کہ جس طرح سے ہوسکے اس آفت ناگہانی کو یہاں سے روپیہ وغیرہ دیکر شہر کی مخلصی کراؤ۔ ادھر بگھیل سنگھ نے بھی جب دیکھا۔ کہ سکھوں کا آپس میں نفاق ہوگیا ہے۔ اور وہ یہاں ٹھہرتے نظر نہیں آتے۔ تو اُسنے بیگم سمرو سے ملکر جسکا اُندنوں بادشاہت کے انتظام میں بہت دخل تھا۔ یہ مشورہ دیا۔ کہ اگر تین لاکھ روپیہ نقد سکھ سرداروں کو دیدیا جاوے۔ اور ہم لوگوں کو گوردوں کے مکانات بنانے کی اجازت ملجاوے۔ تو تمام سکھ واپس چلے جائیں گے۔ اور شہر کو بھی نہیں لوٹیں گے۔ علاوہ ازیں تا وقتیکہ کسیقدر حصہ حکومت شہر کا ہم لوگوں کو نہ دیا جاویگا۔ ہم اپنے گوردوں کے مکانات نہیں تعمیر کرا سکیں گے۔ پس شہر کی کوتوالی اور زکوٰۃ یعنی محصول چونگی کا ٹھیکہ ہم لوگوں کو دیدیا جاوے۔ چونکہ سمرو بیگم کو ایک مرتبہ سردار بگھیل سنگھ نے سکھوں کی غارتگری سے بچایا تھا۔ اسوجہ سے اُسکو اس سردار کا بہت لحاظ تھا۔ اور اُسنے کوشش کرکے یہ سب باتیں بادشاہ و وزیر سے منظور کراکے عہدنامہ لکھوادیا۔ تین لاکھ روپیہ لیکر سکھ سرداران تو واپس ہوئے۔ مگر بگھیل سنگھ وہیں سبزی منڈی میں معہ دو ہزار جرار سواروں کے گوردوں کے مکانات بنانے کے لیئے ٹھہر گیا۔ اور شہر کی کوتوالی و محصول چنگی کا کام اپنے اختیار میں لے لیا۔ پہلے تیلی واڑہ میں ماتا سندری جی و ماتا صاحب دیئی محلات گورو گوبند سنگھ صاحب کی یادگار میں گوردوارہ تعمیر کرادیا + پھر محلہ جے پورہ میں بنگلہ صاحب کے نام سے ایک مکان جہاں گورو ہرکرشن صاحب نے اپنا جسم چھوڑا تھا۔ بنوایا۔ بعد جمنا کے کنارہ پر ماتا صاحب دیئی و سندری جی و گورو ہرکشن صاحب اور اجیت سنگھ متبنہ ماتا سندری جی کی چار سمادہیں علیحدہ علیحدہ بنوائیں۔ اسکے بعد رکاب گنج میں جہاں **گورو تیغ بہادر صاحب** کی لاش لیجا کر ایک لبانہ سکھ لکھی نام نے جلائی تھی۔ وہاں ایک گوردوارہ قایم کیا۔ بعد ازاں متصل کوتوالی کے اُس مقام کا نشان (جہاں کہ **گورو تیغ بہادر صاحب** کا سر جلایا گیا تھا۔ اور بعد میں وہاں

ایک مسجد بن گئی تھی) ایک ضعیف العمر سقّن کی نشاندہی سے (جس نے یہ کہا کہ میرا باپ اُسوقت مشک لیئے وہاں موجود تہا) مغلوب کرکے راتوں رات سکھوں کی معرفت اُس جگہ کو گروا کر متصل چاہ بڑ کے درخت تلے منجی صاحب یعنی ایک چبوترہ بنادیا صبح ہوتے ہی مسجد کو معدوم دیکھکر مسلمانوں نے سخت یورش کی۔ اور دونوں کی باہم تلوار چلنے لگی۔ بگھیل سنگھ نے وزیر اعظم کو بلاکر کہا۔ کہ اپنے عہدنامہ کے بموجب اس تکرار کو رفع کرو۔ نہیں تو تمام سکھ پنجاب سے اس معاملہ پر آمنڈ آویں گے۔ اور تمام شہر کو غارت کردیں گے۔ اُسوقت تمکو جان بچانا مشکل ہوجائیگا۔ یہ سنکر وزیر نے اُسوقت فساد کو اسطرح پر رفع کیا۔ کہ دونوں طرف سے کچھ جگہ چھوڑ کر وہ چبوترہ بھی قایم رکھا اور مسجد بھی اُسکے پاس بنوادی۔ اور سکھوں کو خوش کرنے کے لیئے کچھ زمین بازار اور کوتوالی کی طرف سے چھوڑوا کر ایک بارہ دری گرنتھ صاحب کھلنے کے لیئے تیار کرادی۔ اس گوردوارہ کا نام سیسگنج رکھا اور مکان کی خدمت کے لیئے بگھیل سنگھ نے ایک برہمن سنگھ وہاں گرنتھی مقرر کردیا۔ ۱۸۵۷ء ایام غدر میں جب سرکار انگلشیہ نے دہلی فتح کی۔ اور سکھوں نے سرکار کو بہت مدد دی تو راجہ **سروپ سنگھ** والی جیند نے انگریزی گورنمنٹ سے اجازت حاصل کرکے اُس مسجد کو بالکل مسمار کرادیا۔ اور اس زمین میں اُسی گوردوارہ کے مکان کو کشادہ طور سے تعمیر کرادیا حالانکہ مسلمانوں نے کلکتہ میں اپیل کرکے وہاں ایک مرتبہ پھر مسجد بنوائی تھی۔ مگر راجہ **رگھبیر سنگھ** والی جیند نے پھر ولایت سے منظوری منگوا کر مسجد کو گروادیا۔ اور وہاں نہایت عمدہ اور عالیشان اپنے گورو کا مندر بنادیا۔ جو ابتک موجود ہے +

گوردوارہ ہائے مذکورۃ الصدر کی تعمیر ختم ہونے کے بعد سردار بگھیل سنگھ نے بادشاہ سے رخصت چاہی۔ بادشاہ نے اُن کو ایک زنجیر فیل و پانچ راس اسپ معہ بہت سے تحایف و ایک خلعت فاخرہ کے رخصتانہ میں دیکر کہا۔ کہ سردار صاحب! سکھوں کی لوٹ ہمنے کبھی نہیں دیکھی۔ اگر آپ مناسب سمجہیں۔ تو باہر چل کر اپنے سکھوں سے گنوں کا کھیت لٹوا کر ہمکو دکھلادیجیئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سردار بگھیل سنگھ نے شہر سے باہر نکلکر اپنے سکھوں کو ایک گنّے کا کھیت لوٹنے کے لیئے حکم دیدیا۔ اور خود بادشاہ کے پاس کھڑا رہا۔ سکھوں نے ایک دم سے گنوں کے کھیت پر حملہ کردیا۔ اور ہر ایک سکھ گنّے اکھیڑ اکھیڑ کر اپنے گھوڑے پر لادنے لگا۔ مگر عجیب تماشا تھا۔ ایک سکھ گنّے لاد کر جاتا تھا۔ تو پیچھے سے دوسرا پہنچکر اُس سے چھین لیتا تھا۔ تیسرا اور آگے بڑھ کر اُس سے بھی چھین لینے کی کوشش کرتا۔ غرض اسیطرح ایک دوسرے سے آپسمیں گنّے کی چھین کھسوٹ پر لڑائی شروع ہوگئی۔ دو تین ہزار سکھوں کے قریب اُسوقت میدان میں گنّے کی لوٹ پر اسطرح پھیل گئے۔ کہ کوئی تو کسی سے گنّا چھین رہا تھا۔ کوئی کسی سے لڑ رہا تھا۔ کوئی کیچڑ میں گر کر لت پت تھا۔ کوئی کسی طرف بھاگا بھاگا جاتا تھا۔ کوئی کسی طرف۔ کسی کے بال کُھل گئے تھے۔ کسی کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ کوئی شور کرتا تھا۔ کوئی اکال اکال بلاتا تھا۔ غرضیکہ عجیب نظارہ تھا۔ بادشاہ ہنستے ہنستے بے دم ہوا جاتا تھا۔ آخر کو اُسنے سردار بگھیل سنگھ کو پوچھا۔ کہ جب ان کا گنّے پر یہ حال ہے تو خدا معلوم دولت پر کیا ستم ڈھاتے ہوں گے۔ اُسوقت سردار نے جواب دیا کہ ایسے وقت میں خواہ یہ آپسمیں کتنا ہی لڑیں بھڑیں۔ مگر جب غیر قوم سے مقابلہ پڑتا ہے۔ تو سب اتفاق کرکے ڈٹی

मीसरील

دل کی طرح ایکبارگی امنڈ آتے ہیں۔ بعد ازاں اس لوٹ کے بعد بادشاہ نے پانچ ہزار روپیہ سکھوں کو کڑاہ پرشاد کے لئے دیکر پنجاب کی طرف رخصت کیا + اور سردار بگھیل سنگھ معہ ہمراہیان اپنے علاقہ میں پہنچکر قصبہ چھلونڈی میں حکومت کرنے لگا + بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جبتک وہ زندہ رہا برابر شہر دلی کی زکوۃ کا چہارم حصہ بادشاہ کی طرف سے اسکے پاس دہلی گھر بیٹھے پہنچتا رہا +

سمت ۱۸۵۰ بکرمی میں سردار بگھیل سنگھ امرتسر گیا۔ اور وہاں اشنان کرنے کے بعد جب اسنے گلاب سنگھ بھنگی کو کمزور پایا۔ تو اسنے ترنتارن۔ سبراؤں۔ سرالی وغیرہ اس کے علاقہ پر بھی اپنا دخل کر لیا۔ سمت ۱۸۵۹ بکرمی میں سردار بگھیل سنگھ مرگیا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ گلاب سنگھ بھنگی نے اس عداوت سے کہ اسنے اسکے علاقہ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اسکے باورچی کی معرفت کھانے میں زہر ڈلوا کر مروا ڈالا تھا۔ اسکے بعد کچھ عرصہ تک سردارنی رتن کور اس کی پہلی بیوی علاقہ ہریانہ دھنگا واقع ضلع ہوشیارپور دو لاکھ روپیہ کی ریاست پر اور دوسری عورت رام کور علاقہ چھلونڈی و خوردین تین لاکھ کے ملک پر قابض اور دخیل رہیں۔ مگر سمت ۱۸۶۳ بکرم میں **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے سردارنی رتن کور سے اسکی دو لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کا علاقہ چھین کر جودھ سنگھ پسر گوربخش سنگھ کو جو خاندان کلسیہ کا سردار تھا۔ دیدیا۔ تو کور رام کور کے پاس علاقہ چھلونڈی میں چلی گئی۔ اور **جارج طامسن صاحب** کی سفارش سے وہاں اوقات بسری کرنے لگی۔ مگر سمت ۱۸۶۴ بکرم میں **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے ستلج عبور کر کے رام کور سے بھی علاقہ خوردین و بہلول پور وغیرہ چھین لیا۔ اور اول الذکر سردار جودھ سنگھ کلسیہ کو عطا کیا۔ اور دوسرا بیربل نامی اپنے ایک مصاحب کو۔ بعد ازاں جب سمت ۱۸۶۵ بکرم میں ستلج کا ملک سرکار انگریزی کے تحت میں آیا۔ اور باہم **مہاراجہ رنجیت سنگھ** و انگریزی **گورنمنٹ** کے عہد نامہ تحریر ہوکے لدہیانہ میں چھاونی قایم ہوگئی۔ تو سردارنی رام کور کے واویلا کرنے پر کرنل **اوکٹرلونی صاحب** نے پرگنہ خوردین ۲۴ ہزار کی آمدنی کا علاقہ اسکو واپس کر دیا۔ جس پر وہ تاحیات قابض رہی۔ سمت ۱۸۹۰ بکرمی میں اس کی وفات کے بعد وہ **سرکار انگریزی** نے ضبط کر لیا۔ باقی رہا سردارنی رتن کور کا انتقال سمت ۱۸۶۶ بکرمی میں پہلے سے ہی ہوگیا تھا۔ اور اسکا جسقدر دو لاکھ کے قریب علاقہ تھا۔ وہ سب **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا +

چونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جودھ سنگھ کو اس مثل پر قابض کر دیا تھا۔ اسلئے دراصل یہ مثل بعد وفات سردار بگھیل سنگھ خاندان کلسیہ کے ساتھ شامل ہوگئی +

مثل شہیداں

ہیر سنگھ

کرم سنگھ — دہرم سنگھ ×

گلاب سنگھ — مہتاب سنگھ ×

شوکر پال سنگھ

سردار جیون سنگھ

اس مثل کا اصل بانک شہید دیپ سنگھ موضع پوہو پرگنہ امرتسر کا زمیدار تھا۔ اور گور بخش سنگھ باشندہ موضع لیل پرگنہ کھیم کرن و سُدہ سنگھ ساکن پرگنہ جالندہر موضع دوکوہا۔ پریم سنگھ۔ شیر سنگھ۔ درگاہا سنگھ۔ ہیرا سنگھ وغیرہ اُس کے ساتھی تھے پہلے شہید دیپ سنگھ و بُڈہا سنگھ خاص گورو گوبند سنگھ جی کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ لیکن جب وہ دکھن کی طرف چلے گئے۔ تو یہ دمدمہ صاحب میں رہنے لگے۔ جہاں دیپ سنگھ کا لگایا ہوا کنواں اور بُڈہا سنگھ کے لگائے ہوئے بیری کے درخت ابتک موجود و قایم ہیں ✦

سمت ۱۷۶۴ بکرمی میں جب گورو گوبند سنگھ جی کے حکم سے بندہ بہادر نے اس ملک میں آکر سمانا۔ ساڈہورہ وا‌لہ بسہا۔ بنور وغیرہ مسلمانوں کی بستیوں کو غارت کیا۔ اور تمام ملک پر سکھوں کا قبضہ جمایا۔ اُسوقت بھائی دیپ سنگھ جی نے بھی اپنے ہمراہیوں کو لیکر اُس کے ساتھ شمولیت حاصل کی اور ہر ایک معرکہ میں اپنی خاص بہادری دکھلائی۔ یہانتک کہ میدان میں سب سے آگے جاتے تھے ✦ اسیوجہ اُنکے جتہے کا نام شہیدوں کا جتھا مشہور ہوگیا سمت ۱۷۸۴ بکرمی میں شہید دیپ سنگھ جی نے اُس گرنتھ صاحب پر سے جس کو گورو گوبند سنگھ صاحب نے دمدمہ صاحب میں رہکر تیار کیا تھا۔ چار گرنتھ صاحب اور نقل کروائے۔ اور اُن میں سے ایک تو اکال بنگہ امرتسر دوسرا پٹنہ صاحب میں تیسرا انندپور اور چوتھا دمدمہ صاحب میں ہے ✦ اصل گرنتھ صاحب جسکو گورو گوبند سنگھ صاحب نے تیار کیا تھا۔ خالصہ جی کے لشکر میں رہا کرتا تھا۔ لیکن بڑے گھلوگھارہ میں درانیوں کے ہاتھ آگیا۔ جو اُس کو کابل میں لیگئے۔ اب یہ گرنتھ صاحب کابل کی دہرم سالہ میں بڑی عزت کیساتھ استھاپن ہے سمت ۱۸۱۶ بکرمی میں جب آدینہ بیگ کی وفات کے بعد جالندہر کا علاقہ سکھوں کے قبضہ میں آیا۔ اُسوقت بھائی دیپ سنگھ نے سیالکوٹ کا علاقہ محمد امین خاں سے فتح کرکے اپنے ہمراہی دیال سنگھ و نتھا سنگھ شہید کو

درست فرمایا۔ جو شہید کرم سنگھ جی کے وقت تک کچھ سالانہ پہنچاتے رہے۔ تا شہید گلاب سنگھ کا چال چلن نادرست دیکھکر انہوں نے وہ جاگیر دربار بیر بابا نانک صاحب کے نام لگا دی +

سمت ۱۸۱۷ بکرمی میں دیپ سنگھ جی نے کرتارپور میں ۶ ماہ قیام کرکے گرنتھ صاحب کو صحیح کیا۔ اور ہیرا سنگھ و سردار جسا سنگھ آہلووالیہ کے لنگرے چھکتے رہے۔ سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں جب سکھوں پر درانی کسیقدر غالب آئے اور انہوں نے سکھوں کے گوردوارہ امرتسر کی بے ادبی کرنی شروع کی۔ تو اسوقت دیپ سنگھ جی سے دمدمہ صاحب میں یہ سنکر رہا نہ گیا۔ انہوں نے فوراً انتقا سنگھ کو اپنی جگہ دمدمہ میں چھوڑکر شہید ہونے کے ارادے سے امرتسر کی طرف کوچ کیا۔ اس زمانہ میں جلگے۔ بہمن۔ تیہاں والے۔ بنجہوکے۔ گوردچوترے۔ لکھی جنگل پھول۔ مہراج۔ درآج۔ بیچو۔ گوبند پورہ وغیرہ گانوں میں جو خالصہ اترا ہوا تھا سب کو بلا کے کہا۔ کہ جس نے گورو کی راہ میں سر دینا ہے۔ ہمارے ساتھ آوے۔ چنانچہ اسیوقت پانچ ہزار سوار شہید ہونیوالا ان کے ساتھ ہو گیا۔ اور دسہرہ مناکر وہاں سے کوچ کیا۔ سکھوں کی آمد سنکر درانی فوج بھی سمندر کی موج کی مانند بہ ماتحتی بخشی جہان خاں موضع گولواڑہ کے متصل آڈٹی۔ دونوں طرف سے خوب لڑائی ہوئی۔ سنگھوں نے امرتسر پہنچنے کی غرض سے ایسی تلوار چکائی۔ اور بہادری دکھائی۔ کہ دو کوس کے درمیان لاش پر لاش چڑہا دی۔ تمام زمین خون آلودہ ہو گئی۔ رام سرتیرتھ کے نزدیک شہید دیپ سنگھ جی کے ساتھ سید شاہ جمال پنجہزاری نے اکیلے مقابلہ کیا۔ دیپ سنگھ جی بھی اکیلے ہی لڑنے لگے۔ آخر تھوڑی دیر بعد دونوں نے اپنی بہادری کا جوہر دکھلا کر ایک دوسرے کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔ دیپ سنگھ جی کا شہید گنج رام سر کے قریب بنا ہوا ہے +

اسیطرح جتھیدار رام سنگھ بہتوں کو مار کر شہید ہوا جسکا شہید گنج رام گڈہیوں کے کٹڑہ میں ہے۔ سجن سنگھ بہادر سنگھ۔ الہڑ سنگھ۔ ہیرا سنگھ وغیرہ کئی سنگھ گورو کے باغ میں شہید ہوئے۔ ان کا مکان باغ میں ہے آخر کار اس لڑائی میں سنگھ کامیاب ہوئے۔ اور غلزئی امرتسر چھوڑ کر بھاگ گئے +

جب اس لڑائی کا حال سردار گوربخش سنگھ و درگاہا سنگھ نے سنا۔ تو اسیوقت انندپور سے دو ہزار سوار ساتھ لیکر چڑھ آئے۔ اور درانیوں سے لڑتے بھڑتے امرتسر آ اترے۔ سنگھوں کو اپنے گوردوارہ ہرمندر جی کی ابتر حالت دیکھکر بہت رنج ہوا۔ انہوں نے شبخون کرنا شروع کیا۔ اور درانیوں کے تھانے تحصیل سب پھونک دیئے۔ تیمور شاہ نے سنگھوں کا یہ حال دیکھکر کابل۔ ملتان۔ رہتاس وغیرہ مقامات سے فوجیں طلب کرکے ان کی بیخ کنی کا حکم دیا۔ شاہ نظام الدین۔ سربلند خاں۔ جابر خاں۔ ظالم خاں وغیرہ فوجدار ۲۰ ہزار جرار پٹھانوں کے ساتھ میدان میں آئے۔ ادھر ۹ مگھر سمت ۱۸۱۸ بکرمی کو ادھر گوربخش سنگھ وغیرہ خالصہ کے جتھے داروں نے بھی دشمنوں کی آمد سنکے دہرم جنگ کرنے کے واسطے کمر ہمت باندہ لی۔

س ۔۔ اور ارادا

رے شہید ہونے کے لئے تیار ہو بیٹھے۔ دن چڑھتے درانی آن پہنچے۔ امرتسر تالاب کے پچھواڑے ایک بڑی
خونریز لڑائی ہوئی۔ آخر جب گوربخش سنگھ۔ بسنت سنگھ نہال سنگھ جیسے بڑے بڑے بہادر بہت جتھے دار
مارے گئے۔ اور درانیوں کی فوج پیچھے سے اور بہت سی آپہنچی۔ تو سنگھ باہر کے بیڑ میں جا گھسے۔
درانی میدان خالی پاکر لاہور کو لوٹ گئے + گوربخش سنگھ کو اکال بنگہ کے پیچھے۔ بسنت سنگھ کو تھڑے
صاحب کے پاس۔ نہال سنگھ کو اٹاری کے چوراہے پر جو جہاں شہید ہوا۔ اسی جگہ اس کی
سمادہ بن گئی اور وہ مقامات ابتک امرتسر میں شہید گنج کے نام سے مشہور ہیں۔ اب دیپ سنگھ
کی جگہ شدہ سنگھ گوربخش سنگھ کی جگہ صوبا سنگھ بسنت سنگھ کی جگہ پریم سنگھ شہیدوں کے جتھے کا سردار بنایا
گیا + شدہ سنگھ سمت ۱۸۱۹ بکرمی میں موضع دوگوہے کے قریب پٹھانوں کی لڑائی میں مارا گیا۔ اور کرم سنگھ اسکا
جانشین ہوا۔ یہ سردار کرم سنگھ چودھری بیر سنگھ کا بیٹا ساکن موضع مراکہ پرگنہ لاہور قوم کا سندھو جاٹ تھا۔
سمت ۱۸۲۰ بکرمی میں جب سکھوں نے زمان خاں کو مار کر سرہند غارت کی۔ اور تمام ملک پر اپنا
تسلط بنایا۔ تو اسوقت کرم سنگھ نے بھی شاہزادپور۔ ماجری۔ کیسری ایک لاکھ روپیہ کا علاقہ دبا لیا
خود کیسری میں رہا کرتا تھا۔ اور شہزادپور میں دھرم سنگھ تھا۔ لیکن جب وہ مرگیا۔ اس کی سردارنی
مائی دیساں کو بڑا گانوں گذارہ کے لئے دیکے سمت ۱۸۴۷ بکرمی میں کرم سنگھ نے اپنی سکونت شہزادپور
میں منتقل کرلی۔ سمت ۱۸۹۰ بکرمی میں جب مائی دیساں مرگئی۔ تو اس کا علاقہ بھی اسی کے قبضہ میں آگیا۔ دمدمہ
صاحب کے نزدیک ہی رانیاں والے نواب ضابطہ خاں راجپوت کا راج تھا۔ چنانچہ سنگھ ہر وقت اس کے
علاقہ میں لوٹ مار کا بازار گرم رکھتے۔ جس کے انسداد کے لئے اس نے سنہ ۱۸۳۵ بکرمی میں وآدو۔ دھرم پورہ
رام پورہ۔ تلوکے والہ۔ کیول۔ تھونا۔ پکا وغیرہ بارہ گانوں شہید کرم سنگھ کو گذارہ کے واسطے اس شرط پر
دیدیئے۔ کہ میرے ملک میں کوئی سنگھ داخل نہ ہووے۔ ان بارہ گانوں میں سے ۳۰۷ سالانہ آمدنی کے
سات گانوں ابتک گوردوارہ کے نام معاف ہیں +
دمدمہ صاحب میں ۴ سو سپاہی ۲ توپیں ۱۰ زنبورے رہا کرتے تھے۔ تنہا سنگھ شہید وہاں کا مختار تھا۔ جسکو
دیپ سنگھ جی اپنی جگہ پر بٹھا گئے تھے۔ سردار کرم سنگھ نے ان کو وہاں سے بدل کے موضع انکی جاگیر میں دیکر رن سنگھ
مجھیل کو وہاں کا کارکن مقرر کیا۔ جس نے شہیدوں کے ساتھ ملکر ایک گانوں موضع نینا ایک ہزار روپیہ کی آمدنی
کا دبا لیا۔ اور وہ اب اس کی اولاد کے پاس مہتاب سنگھ کے نام معافی میں ہے + جب پنتھ خالصے نے برہنول
کی فریاد سن کر جلال آباد لوہاری کے نواب پر چڑھائی کی۔ تو اسوقت شہید کرم سنگھ سیناپتی (سپہ سالار)
بنا۔ اور وہاں کے مقابلہ میں اس نے بڑی جوانمردی کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ الغرض یہ ایک بڑا

بہادر تھم تھا۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ کا ملک اِس کے قبضہ میں تھا۔ پرگنہ ننگلنڈی و برٹھنا جمعی ایک لاکھ روپیہ کا علاقہ واقع ضلع سہارنپور یہی تیس برس تک اس کے قبضہ میں رہا۔ لیکن اس کی وفات کے بعد جو ۱۸۷۲ء میں واقع ہوئی گلاب سنگھ اس کے بیٹے اور جانشین کی بے انتظامی سے سمت ۱۸۶۰ میں جب سرکار انگریزی کا بندوبست ہوا۔ تو وہ پرگنات اُس کے قبضہ سے نکل گئے۔ کیونکہ گلاب سنگھ عیاش تھا اور ریاست کی کوئی خبر نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ رعیت کی فریاد سنتا تھا۔ سمت ۱۹۰۰ بکرمی میں کنبھ کا اشنان کرکے گلاب سنگھ نے جب بڑتھے میں ڈیرہ کیا تھا۔ تو اُس وقت بھی قدامت کے لحاظ سے وہاں کے چودہری نذریں لیکر آئے۔ سمت ۱۸۶۲ میں جب سرکار انگریزی کی سلطنت کرنال تک پہنچی۔ تو سب سے پہلے شہید گلاب سنگھ نے دلّی میں کرنل آکٹرلونی صاحب بہادر کے پاس حاضر ہو کے سرکار انگریزی کی پناہ میں رہنا چاہا۔ جس سے صاحب بہادر نے خوش ہو کر یہ چٹھی بطور سند لکھدی کہ:۔ "سکھ سردار گلاب سنگھ کیسری والہ نے اِس شہر میں آکے کمپنی کی بہت خدمت کی ہے۔ اور پناہ لی ہے۔ جو افسر میرے پیچھے کام پر آوے۔ وہ اُس کو اپنی سرکار کا خیر اندیش سمجھکے اپنی پناہ میں رکھے۔ اور جو کچھ اس کے ملک میں فائدہ نقصان ہو۔ اُس پر بھی دھیان رکھے"۔ دستخط لونی اکٹر

۶ جنوری سنہ ۶۲ء

پھر جب سرکار انگریزی کی چھاونی سمت ۱۸۶۵ بکرم میں لدھیانہ کے مقام پر قایم ہوئی۔ تو یہ ریاست کا نام بھی چوبیس گھروں میں شمار کیا گیا۔ سمت ۱۹۰۱ بکرم میں بعد وفات سردار گلاب سنگھ اُسکا بیٹا شیو کرپال سنگھ گدی نشین ہوا سمت ۱۹۱۴ بکرمی کو دلّی کے غدر میں اس نے بھی سرکار انگریزی کی بہت خدمت کی۔ اور نیکنامی کی چٹھی حاصل کی۔ سمت ۱۹۲۹ بکرمی میں اُس کے مرنے بعد اُس کے بیٹے سردار جیون سنگھ نے اپنے باپ کی جگہ سنبھالی۔ سردار جیون سنگھ کی شادی سمت ۱۹۴۲ بکرمی میں مہاراجہ مہندر سنگھ والی پٹیالہ کی بیٹی بچتر کور کے ساتھ ہوئی۔ دس لاکھ روپیہ کے قریب جہیز آیا + سردار جیون سنگھ کی جاگیر کی آمدنی ۴۸ ہزار روپیہ سالانہ ہے

مثل فیض اللہ پوریاں

- نواب کپور سنگھ
  - خوشحال سنگھ
    - بدھ سنگھ
      - امر سنگھ
        - کرپال سنگھ
      - بھوپال سنگھ
        - ادھم سنگھ
        - پرتاب سنگھ موضع کھنولی
      - گوپال سنگھ
        - جے سنگھ
      - لعل سنگھ
        - رام نرائن سنگھ
          - اوتار سنگھ موضع منولی
        - بدھ سنگھ موضع سنگھ
      - گوردیال سنگھ
        - جسونت سنگھ موضع پٹیالہ
      - ہردیال سنگھ
      - دیال سنگھ
        - کشن سنگھ
        - بشن سنگھ
        - ہری سنگھ بھرت گڈھ

اس مثل کو علاوہ ازیں سنگھ پوریوں کی مثل بھی کہتے ہیں۔ اور وجہ یہ ہے۔ کہ جب سردار **کپور سنگھ** قوم برک جاٹ بانی مثل نے فیض اللہ پور خاص اور اسکے گرد نواح کے دیہات پر اپنا قبضہ اور دخل کرلیا۔ تو اس نے فیض اللہ پور کو جو کسی مسلمان کے نام سے آباد ہوا تھا۔ بدل کر سنگھ پور کے نام سے مشہور کیا؀

اب **کپور سنگھ** کی مفصل تواریخ اسطرح پر ہے۔ کہ سمت ۱۷۸۵ بکرمی میں جب اسنے دیکھا کہ مسلمان ہندوؤں پر بہت ظلم کر رہے ہیں۔ اور سکھوں کی قدرتی ایک ایسی زبردست قوم پیدا ہوئی ہے کہ وہ اُن کے جور و ستم کا اجر دینے کے درپے ہے۔ تو یہ بھی حسب میلان خاطر خود امرتسر پہنچ کے بھائی **منی سنگھ** جی سے پاہل لیکر سنگھ بن گیا۔ اور دیوان دربارا سنگھ کے ساتھ شامل ہو کے مسلمانوں کے برخلاف جنگ وجدل کرنے لگا۔ اور رفتہ رفتہ اپنے گورو کا نہایت پکا اور سچا پیرو بنا۔ اور جو کچھ مذہبی شرائط اور پابندی **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے اپنے سکھوں کے لیئے مقرر کی تھیں۔ اُن سب کی بجا آوری میں دل وجان سے مستعد رہتا۔ چنانچہ اسکے ایسے طریقہ اور رویہ نے اُسکو تمام سکھوں کی نظروں میں معزز اور صاحب برکت بنادیا۔ تو وہ سمت ۱۷۹۱ بکرمی میں جب بادشاہ دہلی کی طرف سے سکھوں کے لیئے ایک لاکھ کی جاگیر اور نوابی کا خطاب منظور ہو کر آیا۔ لقب بھی اسی سردار **کپور سنگھ** کو دیا گیا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ یہ نواب **کپور سنگھ** کے نام سے مشہور ہوا (دیکھو صفحہ ۱۲۱ حصہ دوم) نواب **کپور سنگھ** بذات خود نہایت جوانمرد اور عالی حوصلہ شخص تھا۔ میدان جنگ میں مست ہاتھی کیطرح سامنے چلا جاتا اور کبھی اپنی جان کی پرواہ نہ کرتا۔ اسکا تمام بدن زخموں سے پُر تھا۔ اور اسکو اپنی قوم میں اس امر کا بڑا فخر تھا۔ کہ اسنے پانچسو سے زیادہ صرف مسلمان اپنے ہاتھ سے قتل کیئے تھے۔ علاوہ ازیں اپنے مذہب کی ترقی ہروقت مد نظر رکھتا۔ ہزاروں جاٹ مذہبی۔ چھتری۔ چھیبے کہار وغیرہ سب قوموں کے آدمیوں کو اسنے اپنے ہاتھ سے سکھ بنایا۔ اور اپنے گورو

گوبند سنگھ صاحب کے قول کو پورا کر دکھایا۔ تمام سنگھ اسکو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے۔ بلکہ اپنے گورو کا قایمقام خیال کرتے۔ حتے کہ پاہل بھی انہی کے ہاتھ سے لینا افضل سمجھتے۔ **مہاراجہ آلا سنگھ** والی پٹیالہ نے بھی انہی کے ہاتھ سے امرت چھکا۔ تین ہزار سے کچھ زیادہ سوار ان کے تابع تھا۔ یہ گو بہ نسبت دوسری مثلوں کے تعداد میں کم تھی مگر جوانمردی اور جنگ میں نہایت خونخوار اور آتش بار تھی۔ جسطرف رخ کرتی کبھی واپس نہ ہوتی۔ نواب کپور سنگھ نے دہلی کی دیواروں تک ہاتھ مارا۔ اور مسلمانوں کے صدہا دیہات غارت اور تباہ کر دیئے۔ اور دریائے ستلج کے مشرق و مغرب تک چھ لاکھ کے ملک پر دخل کر لیا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ دولت اور ثروت میں نواب کپور سنگھ کی مثل سے کئی ایک مثلیں زیادہ تھیں۔ مگر چونکہ یہ شخص نہایت بزرگ اور ساری قوم کا رہنما خیال کیا جاتا تھا۔ اسلیئے کوئی مثل بھی تعظیم و تکریم کے سوا کبھی انکے مقابلہ میں کسی دوسری قسم کا خیال نہ ظاہر کرتی +

مولوی بوٹے شاہ اپنی تواریخ میں نواب **کپور سنگھ** کی بابت اپنی رائے ان لفظوں میں ادا کرتے ہیں۔ کہ ” یہ نواب کپور سنگھ صاحب اقبال و خوش نصیب خوش طرح فراخ سینہ بالاقد نہایت خوبصورت اور طاقتور مانند رستم کے تھا۔ مزاج میں سخاوت اس درجہ کی تھی۔ کہ اسکے لنگر سے مساکین کو ہر وقت کھانا تقسیم ہوتا۔ جو کوئی ایک دفعہ اسکی ملاقات کرتا ہمیشہ امیدوار دیدار کا رہتا۔ فتح اسکے ہمیشہ ہمرکاب رہتی تھی“ +

سمت ۱۸۱۳ بکرمی میں جب **آدینہ بیگ** کی صوبہ لاہور سے ناچاقی ہو گئی۔ تو اسنے نواب کپور سنگھ سے دوستی پیدا کر کے اسکو اپنا مددگار بنا لیا تھا۔ اور بعد وفات **آدینہ بیگ** بہت سا علاقہ گرد نواح دوابہ بست جالندھر کا بھی نواب کپور سنگھ کے قبضہ میں آگیا + سمت ۱۸۲۳ بکرمی میں **زین خان** صوبہ سرہند کو بھی مہاراج سنگھ۔ کپور سنگھ کے ہی ہمراہی نے قتل کیا تھا +

سردار جسا سنگھ آہلو والیہ پر نواب **کپور سنگھ** بہت مہربان تھا۔ بلکہ اسکو اپنا لڑکا سمجھتا تھا۔ آخر بمقام امرتسر جب سمت ۱۸۲۳ بکرمی میں انتقال کرنے لگا۔ تو سردار جسا سنگھ آہلو والیہ کو اپنے پاس بلا کر اپنی پگڑی اسکو بندہائی اور اپنے بعد کل قوم کا سرپرست اسکو قرار دیا۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ کل قوم خالصہ جمع ہو کر دسہرہ کی مبارکباد جبتک نواب **کپور سنگھ** جیتا رہا۔ اسکو دیتی رہی۔ پھر اس کی وفات کے بعد سردار جسا سنگھ آہلو والیہ کو بادشاہ قوم بنایا گیا۔ اور اسکے نام کا سکہ بھی جاری ہوا +

نواب **کپور سنگھ** کی وفات کے بعد خوشحال سنگھ ان کا برادر زادہ مثل کا مالک بنا۔ یہ شخص بھی جوانمردی اور پیروی مذہب میں اپنے بزرگواروں سے کچھ کم نہ نکلا۔ اسنے بھی بہت سے لوگوں کو پاہل دے دے کر سنگھ بنایا۔ سمت ۱۸۲۵ بکرمی میں اسنے شیخ نظام الدین برادر زادہ نواب جالندھر کو شکست دیکر اسکے کل علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنی سکونت خاص جالندھر میں اختیار کی۔ غرض جالندھر۔ بلبنہ گڈہ۔ رسنگہ پور۔ پٹی۔ نور پور۔ بہرام پور تین لاکھ کا علاقہ

آنروے ستلج و بھرت گڑھ - کھنولی - ببیلہ - اٹل گڑھ - کندہولہ وغیرہ چار لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کا اینروے ستلج خوشحال سنگھ کے تصرف میں آگیا - علاوہ ازیں بہت سے دیہات واقع ضلع لدہیانہ کے مہاراجہ پٹیالہ کی مدد سے اپنے رائے کوٹ والے رئیس سے چھیز کر اپنے قبضہ میں کر لیئے - بعد ازاں سمت ۱۸۷۲ بکرمی میں یہ سردار مرگیا - اور اسکا بیٹا **بدہ سنگھ** اسکی جگہ قایم ہوا - اسنے بھی بہت اچھے اچھے نام آوری کے کام کیئے - اگرچہ یہ سردار پہلے جملہ قصور اور ملتان وغیرہ میں برابر معاون اور مددگار مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کا بنا رہا - اور دربار لاہور میں اسکی عزت بھی بہت رہی - مگر بعد ازاں جب مہاراجہ نے حسب عادت اسکے ملک کی طرف بھی نگاہ پھیری - تو یہ بھاگ کر ستلج پار چلا گیا - اور وہاں کچھ عرصہ اپنے گورنمنٹ **انگلشیہ** کے سایہ عاطفت میں اپنی زندگی کے ایام بسر کر کے سمت ۱۸۷۵ بکرم میں کوچ کیا - اسکے سات لڑکے تھے - منجملہ ان کے امر سنگھ جو سب سے بڑا تھا - اپنے باپ کی جگہ خاندان کا مالک بنا - اسوقت سوائے ۴۵ ہزار سالانہ آمدنی کی جاگیر کے اور سب علاقہ ان کے قبضہ سے نکل گیا تھا - امر سنگھ نے اپنے بھائی بھوپال سنگھ کو علاقہ گھنولی - گوپال سنگھ کو پرگنہ منولی - لعل سنگھ کو تعلقہ بنگہ - ہردیال سنگھ کو ببیلہ - گوردیال سنگھ کو اٹل گڑھ - دیال سنگھ کو کندہولہ دیکر اپنے پاس صرف علاقہ بھرت گڑھ کا رکھ کے سکونت اپنی خاص شہر جالندھر میں اختیار کی - جب مہاراجہ لاہور نے کشمیر پر لشکر کشی کی - اور اپنے تمام ماتحت سرداروں سے مدد چاہی - تو یہ سردار نہیں گیا - جس قصور میں لاہور کی سرکار نے دیوان حکم چند کی معرفت اسکا کل علاقہ آنروے ستلج ضبط کر لیا - اسوقت یہ بھاگ کر بھرت گڑھ میں چلا گیا - اور اسی رنج و غم میں اپنے لڑکے کرپال سنگھ کو اپنا جانشین بنا کے شہر تھانیسر کے متصل سنہرت تیرتھ پر جو بڑا متبرک خیال کیا جاتا ہے جارہا - اور وہاں سمت ۱۸۹۳ بکرم میں فوت ہوگیا - اسکے بعد اسکا بیٹا کرپال سنگھ بھی تھوڑے دنوں میں ہی لاولد انتقال کر گیا - اور اسکی جگہ سردار گوپال سنگھ کا بیٹا جے سنگھ اس خاندان کا سرگروہ ہوا یہ بھی سمت ۱۹۲۶ بکرمی میں کوچ کر گیا - اب اسکا بیٹا اوتار سنگھ ساٹھ ہزار کی جاگیر یعنی نصف حصہ پر قابض منولی میں رہتا ہے نابالغ ہونے کی وجہ سے علاقہ کا انتظام کورٹ کے سپرد ہے - باقی نصف حصہ گھنولی - بنگہ - کندہولہ تین شاخوں میں منقسم ہے - اس خاندان کا یہ قاعدہ ہے - کہ جب کوئی لاولد مر جاوے - تو اسکا نصف حصہ گدی نشین کو ملجاتا ہے اور نصف دوسروں کو مساوی حصہ میں ملجاتا ہے - اب اس خاندان کے تمام سرداروں کے نام ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر ہمیشہ کیلئے اسطے سرکار **انگلشیہ** کی طرف سے واگذار ہے +

مثل نشانانوالی

- چودہری صاحب رائے
  - دسوندہا سنگہ
  - سنگت سنگہ
    - مہر سنگہ — لاولد
    - کپور سنگہ
      - فتح سنگہ
    - الوپ سنگہ — لاولد

جس زمانہ میں خالصہ کا دل قایم ہوا۔ (دیکھو صفحہ ۲۱۶ حصہ دوم) اور خالصہ ملک گیری کی فکر میں دور دور تک حملہ کرنیلگا اُسوقت بانیان مثل ہذا خالصہ دل کے آگے نشان یعنی علم خالصہ پنتھ لیکر چلا کرتے تھے۔ اسوجہ سے مثل کی تفریق کیوقت اِس گروہ کا نام نشانانوالی مثل پڑا۔

اصل بانی اِس مثل کے سرداران دسوندہا سنگہ دہول مچھیہ و سنگت سنگہ پسران چودہری **صاحب رائے** ساکنان موضع منصور ضلع فیروزپور قوم کے گوکل جاٹ ہوئے ہیں۔ نتے سنگہ ساکن موضع کیردں علاقہ ترنتارن اور رکوبر سنگہ ڈہنڈ باشندہ موضع ڈہنڈہ کسیل پرگنہ ترنتارن بھی ان کے ساتھی تھے۔ ان سب سرداروں نے بھی دوسروں کی طرح دیوان **دربارا سنگہ** سے پاہل لیکر اپنے مذہب کی ترقی اور مسلمانوں کی سلطنت کی تباہی کی فکر میں روز بروز جنگ و جدل کرنے اور لوٹ مار سے اپنے ہاتھ رنگنے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ رفتہ رفتہ یہ بھی سرہند و قصور اور میرٹھ وغیرہ کی لوٹ سے اسقدر مالدار ہوگئے۔ کہ انہوں نے بارہ ہزار سوار رکھ کے اپنا جتھا علیحدہ قایم کرلیا۔ اور علاقہ جات سنگہاں والہ ساہنے وال۔ سرائے لشکری خاں۔ دوراہا سونٹی املوہ۔ زیرا۔ لدھر۔ کھرڑی۔ انبالہ و شاہ آباد وغیرہ کو فتح کرکے اپنے قبضہ میں لے آئے۔ شہر انبالہ ان کی دارالحکومت تھی۔ علاوہ ازیں کئی ایک چھوٹے چھوٹے قریب لونسر دارون کے جنکا مفصل ذکر پانچویں حصہ میں ہوگا۔ اِس مثل کے ماتحت تھے۔

۱۸۲۳ء میں دسوندہا سنگہ **ضابطہ خاں** رئیس میرٹھ کی لڑائی میں مارا گیا۔ اور سنگت سنگہ اُسکا بھائی گروہ کا مالک بنا۔ اِسینے انبالہ کی شہر پناہ تعمیر کروائی۔ مگر چونکہ وہاں کی آب و ہوا اِسکے ناموافق تھی۔ اِسوجہ سے اپنے گوربخش سنگہ و لعل سنگہ اپنے رشتہ داروں کو پرگنہ موتڑہ کا دیکر اپنے علاقہ کا انتظام اُن کے سپرد کیا۔ اور خود موضع سنگہانوالہ میں جسکو مفصل زیرا کے اپنے خود آباد کیا تھا جا رہا۔ جہاں سمت ۱۸۳۲ بکرمی میں بقضائے مرگیا۔ اِسکے تین بیٹے تھے۔ کپور سنگہ۔ مہر سنگہ۔ الوپ سنگہ

مگر تینوں کے خورد سال ہونے کی وجہ سے سردار **دہیان سنگھ** خسر پورہ سنگت سنگھ بحیثیت سرپرستی علاقہ کا منتظم ہوا اور خاص انبالہ میں رہنے لگا۔ سنگھا نوالہ کا انتظام **بخے سنگھ** کے سپرد ہوا۔ پھر جب سمت ۱۸۳۶ بکرمی میں **مہر سنگھ** کے بالغ ہونے پر **دہیان سنگھ** انبالہ کا انتظام اُسکے سپرد کرکے خود سنگھا نوالہ میں چلا گیا۔ تو پیچھے سے اُسنے نوعمر اور ناتجربہ کار ہونے کی وجہ سے میر **منیر** کو جو انبالہ کا ایک مشہور زمیندار تھا کسی خفیف بات پر قتل کروا دیا۔ چونکہ میر **منیر** نہایت نیک اور ہر دلعزیز آدمی تھا۔ اُسکے قتل نے تمام شہر میں غدر برپا کر دیا۔ اور شہرداروں نے **مہر سنگھ** کے دشمن کو بلا کر انبالہ پر اُسکا قبضہ کرا دیا اور مہر سنگھ کو مروا ڈالا۔ اب گویا **گور بخش سنگھ** انبالہ کا مالک بنا۔ اگرچہ دہیان سنگھ نے خبر پا کر بعد میں **گور بخش سنگھ** پر اپنے نواسے کا بدلہ لینے کے لیئے نہایت سرگرمی کے ساتھ حملہ کیا۔ مگر ناکامیاب واپس گیا۔ **کپور سنگھ** سنگت سنگھ کا دوسرا بیٹا معہ اپنے لڑکے فتح سنگھ کے دیال سنگھ کی لڑائی میں مارا گیا۔ الوپ سنگھ اُسکا تیسرا بیٹا البتہ سرائے لشکری خاں گیارہ ہزار کے علاقہ پر ایک عرصہ تک قایم رہا۔ مگر جب سمت ۱۸۵۴ بکرم میں وہ لاولد مرگیا۔ تو سمت ۱۸۶۴ بکرم میں اُسکا علاقہ اسکی سرداری سماۃ دریائی سے **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے چھین لیا۔ اسیطرح جب **گور بخش سنگھ** مرگیا۔ تو مہاراجہ نے دیوان محکم چند کو بھیجکر اُسکا علاقہ بھی اُسکی سرداری دیا کور سے ایک خفیف سی لڑائی کے بعد اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اور جسقدر مال وخزانہ اِس مثل کا تھا سب **مہاراجہ رنجیت سنگھ** کے ہاتھ آیا +

مثل پھولکیاں

یہ وہ مثل ہے۔ جسکی یادگار میں پنجاب کی تین مشہور و معروف ریاستیں **پٹیالہ۔ نابھہ۔ جیند** اب تک نہایت سرسبزی کی حالت میں قایم اور موجود ہیں۔ اب جو مثل کا اصل بانی تھا۔ اور جسکی تینوں مذکورۃ الصدر ریاستیں اولاد ہیں۔ وہ ایک شخص چودہری **پھول** کے نام سے قوم کا ہندو جاٹ ملک مالوہ میں ہوا ہے۔ یہ شخص دراصل راجہ جیسل آباد کنندہ شہر جیسلمیر واقع راجپوتانہ کی تیسویں پشت میں بھٹی راجپوتوں کے خاندان سے تھا۔ اسکا مفصل حال اسطرح پر ہے۔ کہ جب راجہ جیسل کا بیٹا **بھیم بل** اپنے بھائیوں سے لڑکر سمت ۱۲۴۲ بکرمی میں پنجاب کی طرف چلا آیا۔ اور عموماً لوٹ مار پر گذارہ کرتا رہا۔ لیکن جب سمت ۱۲۴۹ بکرمی ۵۵۷ھ میں **شہاب الدین غوری** نے دہلی پر حملہ کیا۔ اور اِسنے اسکو بڑی مدد دی۔ تو اس صلہ میں بعد فتحیابی کے بادشاہ نے اِسکو حصار۔ سرسہ اور بھٹنڈہ کا علاقہ عطا کیا۔ سمت ۱۲۵۷ بکرم میں اِسنے قصبہ حصار میں جسکو **فیروز شاہ** نے آباد کیا تھا۔ ایک نہایت مضبوط قلعہ

تعمیر کرایا۔ اور سمت ۱۲۷۱ بکرم میں وہیں مرگیا۔ بعد ازاں **جوندھر راؤ** اسکا بڑا بیٹا اُسکی جگہ بیٹھا۔ اُسکے اکیس ۲۱ بیٹے ہوئے جنسے خاندان کیتھل۔ ارنولی۔ سادھووال۔ سرداران اٹاری۔ راجہ فرید کوٹ وغیرہ جیسی اکیس ۲۱ جداجدا شاخیں جو سب پھولکیوں کی طرح صرف ایک **جوندھر راؤ** نبیرہ جیسل کی اولاد ہیں نکلیں۔ پنجابی زبان میں ان تمام خاندانوں کو مجموعہ طور پر اکیس سوہیاں کہتے ہیں۔ **جوندھر** کے بعد **منگل راؤ** اسکا پوتا اور اُس کے بعد **انندپال** اور **کھیوا** ایک دوسرے کی اولاد اپنے بزرگوں کے جانشین ہوتے رہے ÷

کھیوا نے چودھری **بسبیرا** قوم سراؤ جاٹ باشندہ موضع لدھوکوٹ کی بیٹی سے شادی کرلی۔ اس قصور میں راجپوتوں نے اسکو علیحدہ کردیا۔ اور کہوٹ کے نام سے پکارنے لگے۔ حالانکہ راجپوتوں کی بھی اصلیت کی طرف اگر خیال کیا جائے۔ تو اس میں بھی اسی قسم کا نقص آتا ہے۔ **گورو گوبند سنگھ صاحب** نے بچتر ناٹک میں ان کی بابت یوں لکھا ہے۔ کہ پہلے زمانہ میں راجپوتوں کی قوم بالکل نہیں تھی۔ اس ملک کے فرمانروا چھتری تھے۔ منجملہ اُن کے ایک راجہ **سونزدھر** نامی نے ایک دہوبن کی خوبصورت کنیز پر جسکا نام رجیا تھا۔ عاشق ہوکر اُسکو اپنے محلوں میں ڈال لیا۔ اور اُس سے اقرار کرلیا۔ کہ جو اسکی اولاد ہوگی وہی راج کی مالک بنیگی۔ چنانچہ اُسکی اولاد سے راجپوت ہوئے لیکن یہ امر کچھ راجپوتوں ہی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اسوقت اگر ہر ایک قوم کی اصل ماہیت کی طرف خیال کیا جاوے۔ تو جسقدر اُنمیں ذات اور گوت کی صدہا تفریقیں نظر آتی ہیں وہ سب اسیطرح سے وقوع میں آئی ہیں۔ کہ کبھی اعلے قوم کے آدمی نے چھوٹی قوم کی عورت سے شادی کرلی۔ اور اُسکی اولاد سے ایک جدا اور جدید ذات بنگئی۔ چنانچہ اس خاندان کا حال بھی اسیطرح سے ہوا یعنی اُس عورت سے **کھیوا** کے گھر **سدہو** نام کا ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جسکی اولاد سدہو جاٹ کے نام سے نامزد ہوئی۔ **سدہو** کے چھ بیٹے ہوئے۔ جنکی اولاد کیتھل۔ ارنولی۔ کوٹ پیر۔ موضع کھائی۔ فرید کوٹ بیدووالی۔ پھول وغیرہ میں آباد ہے ÷

بعد ازاں جب بھٹیر کے بھٹی راجپوتوں نے زور پکڑا۔ تو انہوں نے **سدہو** کو ریاست سے بیدخل کردیا۔ اور اسکی اولاد ایک مدت تک خانہ بدوش ہوکر غارتگری اور لوٹ مار سے گذارہ کرتی رہی۔ رفتہ رفتہ ان کا ایک قومی گروہ ہوگیا۔ اور ہزارہا لٹیرے ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ چنانچہ کئی بار دھالیوال اور بھلر جاٹوں سے جو اس ملک کے اصل مالک تھے متصل مواضعات ہری پور۔ لکھی۔ لوہا۔ بلاڈہ وراتیاں وغیرہ ان کا مقابلہ ہوا۔ جن میں کبھی یہ غالب آئے۔ اور کبھی مغلوب ہوئے۔ لیکن موضع کوٹ لدہو کے متصل ایکدفعہ نہایت سخت میدان پڑا۔ جسمیں ان کے بہت سے آدمی کام آئے۔ مگر آخر کار فتح انہی کے ہاتھ رہی۔ اور کوٹ لدہو پر انہوں نے اپنا قبضہ کرلیا۔ اس معرکہ عظیم کے گیت میراسی اور بھاٹ لوگ آجتک گاتے ہیں ÷

پھر سمت ۱۵۷۱ بکرمی میں جب **بابر بادشاہ** اس ملک میں آیا۔ تو **سنگھر** نامی ایک شخص جو اس خاندان میں

نہایت عقلمند تھا۔ ایک کثیر جماعت اپنے ہمراہ لیکر لاہور کے مقام پر اُسکے لشکر سے جا ملا۔ سنگھر تو پانی پت کے مقابلہ میں مارا گیا۔ مگر بادشاہ نے اُسکی خدمات کے صلہ میں اُسکے بیٹے بہرام کو ملک مالوہ کی چودھرات عطا کی۔ اور مالگذاری کی سند لکھدی۔ چند مدت بعد جب بہرام متصل موضع بیدووالی بھٹیوں کی لڑائی میں مارا گیا۔ تو اُسکا بیٹا مہراج چودھری بنا۔ لیکن چند سال بعد یہ بھی قوم بھٹی کے جنگ میں کام آیا۔ اور اِسکا بیٹا لکھو اسکی جگہ چودھری ہوا۔ جب یہ بھی ایک لڑائی میں شہید ہو گیا۔ تو موہن مہراج کا پوتا چودھری بنا۔ لیکن اقوام کوڑے و دہالیوال و بھٹی نے اتفاق کر کے موہن کو چودھرات سے بید خل کر کے اِس ملک سے نکال دیا۔ آخر جب یہ کچھ مدت بعد پھر اپنی برادری کے لوگوں کو جمع کر کے واپس آیا۔ اور اِس بات کے درپے ہوا۔ کہ کوئی گانوں وغیرہ اپنا علیحدہ آباد کر کے ایام گردش کے کاٹے۔ لیکن اقوام مذکور نے اسکو کسی جگہ پر پاؤں ٹکانے نہ دیا۔ آخرش لاچار موہن نے گورو ہر رائے صاحب ساتوین گورو کی جو اُس زمانہ میں اتفاقاً ملک مالوہ کا دورہ کر رہے تھے پناہ لی۔ اور اُن کی مدد چاہی۔ (دیکھو صفحہ ۱۱۷ حصہ اوّل) گورو صاحب نے پہلے تو فریق ثانی کو بہت سمجھایا۔ مگر جب اُس نے نہ مانا۔ تو اُنہوں نے موہن سے کہا کہ "تم جاؤ! اور ایک گانوں اپنا آباد کر لو۔ اگر یہ مزاحم ہونگے۔ تو ہم تمہاری مدد کریں گے"۔ "باقی اِن کو جو گمان ہے۔ وہ واہگورو کی مرضی سے سب لوٹ جائیگا۔ اور تم لوگ ہی اِس ملک کے مالک بنو گے۔ یہ سب تمہاری خوشامد کریں گے"۔ چنانچہ موہن نے اپنے بزرگ مہراج کے نام سے ایک گانوں آباد کرنا شروع کیا۔ جسکو سنتے ہی چودھری جیت پورانا وغیرہ دہالیوالوں نے اُسپر حملہ کر دیا۔ باہم لڑائی شروع ہو گئی۔ مگر چونکہ موہن کی طرف خود گورو ہر رائے صاحب تھے۔ اس لحاظ سے اُسکی فتح ہوئی۔ یعنی جیت پورانا جو طرف ثانی کا سرگروہ تھا موہن کے بیٹے کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اُس کے گرتے ہی دوسرے سب بھاگ گئے۔ اب موہن سدّ ہونے فتحیاب ہو کر لفراغت تمام وہ گانوں آباد کیا جس میں سے رفتہ رفتہ بائیس گانوں اور نکل کر آباد ہوئے۔ جو سب آجکل مہراج کی بائیاں کہلاتے ہیں۔ بعد ازاں کچھ مدت بعد چودھری موہن معہ اپنے بیٹے روپ چند عرف کلپچند کے بھٹی راجپوتوں کی لڑائی میں بمقام کوٹ کپورہ مارا گیا۔ اور اُسکے پیچھے اُسکا دوسرا بیٹا کالا اُسکی جگہ چودہرات پر قایم ہو کر اپنے برادرزادگان پھول اور صندلی کا سرپرست بنا۔ یہ چونکہ گورو ہر رائے صاحب کا نہایت معتقد تھا۔ اسلیئے ایکدن اپنے بھائی کے دونوں مذکورۃ الصدر لڑکوں کو اُن کی خدمت میں لیگیا۔ جہاں پھول کو یہ بَر ملا۔ کہ اُسکے گھوڑے جمنا سے پانی پیئیں گے (دیکھو صفحہ ۱۱۸ حصہ اوّل)

یہ پھول سمت ۱۶۸۸ بکرمی میں پیدا ہوا۔ اور جب سنِ شعور پہ پہنچا۔ تو اِسنے اپنے باپ روپ چند عرف کلپچند کی جگہ چودھری بن کر اپنی جاہ داد اور اقبال کو ہر طرح سے بڑھایا۔ پہلے اِسنے موضع مہراج سے پانچ کوس کے فاصلے پر اپنے نام سے ایک گانوں پھول جو اب ریاست نابھہ کے علاقہ میں واقع ہے آباد کیا۔ اِسکی دو عورتیں تھیں

جن سے چھ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔ پہلی مساۃ باؔلی جس سے تلوکا۔ رؔاما۔ رگھوؔ تین لڑکے۔ اور بی بی رؔامی سے ایک لڑکی۔ یہ لڑکی بھائی بدھا رام اس کے خاندان میں وتھنا سنگھ کے ساتھ بیاہی گئی۔ جسکی اولاد موضع بگیری میں ابتک جاگیردار ہے۔ دوسری عورت مساۃ رجیؔ سے جھنڈو۔ تختؔ مل۔ جیتوؔ۔ جنکی اولاد اب لوہگڑھیئے کے لقب سے موضع گمٹی میں آباد ہے ؁

پھول پھکر سر واقع علاقہ بھٹنڈہ بھٹی راجپوتوں سے حیاتؔ خاں راجپوت رئیس کے ہمراہ ہو کر جو آخر کار شکست کھا کے بھٹنیر کو بھاگ گیا۔ لڑا۔ اسکے تھوڑے ہی دنوں بعد عیسےٰؔ خاں رئیس نے اس پر حملہ کر کے اسکو پھول سے نکالدیا۔ یہ بھاگ کر مہراج میں چلا آیا۔ مگر جب اسنے پھر کچھ تھوڑی سی طاقت پکڑی۔ تو عیسےٰؔ خاں کے باپ دولت خاں پر حملہ آور ہوا۔ اور اسکو شکست دیکر موضع پھول پر پھر قابض ہوگیا۔ اسکے بعد پھول نے حیاتؔ خاں رئیس بھٹنیر پر حملہ کیا۔ جس معرکہ میں اسنے محبتؔ خاں اور محبوبؔ خاں اُسکے دونوں برادرزادوں کو قتل کیا۔ اور آخر کار کامیاب ہوا۔ پھول اب ایک نہایت طاقتور اور بہادر تعلقہ دار بن گیا۔ حتےٰ کہ جگراؔؤں کے حاکم کو مالگذاری دینے سے بھی رُک گیا۔ جب اُسنے بازپرس کی۔ تو اُسکے ساتھ بمقابلہ پیش آیا۔ اور اُسکو مغلوب کر کے قید کر لیا۔ بعد ازاں جب اس واقعہ کی خبر صوبہ سرہند کو پہنچی۔ تو اُسنے پھول کو اپنے پاس بلا کر قید کر دیا۔ جہاں وہ ۱۷۱۹ بکرمی میں مرگیا۔ اس پھول سردار کی موت کی بابت ایک عجیب دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ پھول نے سمیر پوری ایک فقیر سے حبس دم کا علم سیکھا تھا۔ جب وہ قید خانہ میں گیا۔ تو اُسنے وہاں حبس دم کر لیا۔ صوبہ نے اُسکو مردہ خیال کر کے اُسکی لاش وارثوں کو دیدی جنہوں نے لاعلمی سے اُسے موضع بہادرپور کے پاس جو ریاست نابھہ میں واقع ہے لیجا کر جلا دیا۔ اس راز سے صرف اُسکی ایک بیوی ماہر تھی۔ مگر وہ اتفاق سے اُسوقت غیر حاضر تھی۔ ورنہ اُسکی لاش کو جلانے نہ دیتی۔ اور شاید وہ کچھ اور مدت تک جیتا رہتا۔ پھول کے بعد اُسکا بڑا بیٹا تلوکا چودہری ہوا۔ اور چھوٹا رامؔ سنگھ سردار بنا۔ اول الذکر کی اولاد خاندان نابھہ اور جیند ہیں۔ اور دوسرے کی پٹیالہ ؁

خاندان پٹیالہ

پھول کا دوسرا بیٹا رامایا رامچند اس خاندان کا مورث اعلےٰ ہوا ہے۔ سمت ۱۷۴۷ بکرمی میں اسنے اپنے بڑے بھائی **تلوکا** کے ساتھ ملکر اپنے دادا **رو پچند** کی یادگار میں ایک گانوں روپے کے جس میں ہر دو برادران کی اولاد کا ابتک مساوی حصّہ ہے آباد کیا۔ پھر اسنے آئے دن بھتیجوں کے ملک پر تاخت و تاراج کرنا شروع کردیا۔ حسن خاں بھٹی راجپوت کو شکست دیکر اُسکا کل مال و اسباب و روپیہ پیسہ گھوڑے بیل تک سب لوٹ لایا پھر عیسےٰ خاں اپنے باپ کے دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اور اُسکو بھی مغلوب کرکے جو کچھ اُسکے خانمان میں سے نقد و زر و قیمتی اشیا ہاتھ لگیں سب اُٹھا لایا۔ ذکر ہے۔ کہ ایک مرتبہ یہ حصار کے حاکموں کے ہاتھ لگ گیا۔ اور انہوں نے اسکو پکڑ کر قلعہ میں قید کردیا۔ مگر یہ تھوڑے ہی دنوں بعد کسی حکمت سے وہاں سے نکل بھاگا۔ اور جب اپنے گھر پھول میں پہنچا۔ تو اسکو اسکے بڑے بھائی تلوکا نے اپنے پاس نہ ٹھہرنے دیا۔ اور یہ موضع ڈھبالی میں جہاں اُسوقت اسکی سسرال کے لوگ آباد تھے جا آباد ہوا۔ یہ چودہری نانو سنگہ بھلر جاٹ کی دختر صاحب کور سے جو اصل باشندے موضع گھنس کے تھے بیاہا گیا تھا✤

غرض تھوڑے ہی دنوں میں اسنے ہزارہا آدمیوں کو لوٹ مار کی طمع سے اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ اور رفتہ رفتہ ڈاکہ زنی اور غارتگری ملک سے اپنی طاقت کو اسقدر بڑھا لیا۔ کہ اپنے بھائی **تلوکا** کے ہم پلہ ہوگیا۔ پھر اسنے کوٹ کے مسلمان سرداروں پر حملہ کیا۔ اور ایک خونخوار جنگ کے بعد انکو بھی شکست دیکر جسقدر کثیر دولت اُن کے پاس تھی سب اپنے قبضہ میں لے لی اُخرش سمت ۱۷۷۱ بکرمی میں چین سنگہ سردار کے بیٹوں کے ہاتھ سے جو اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ مالیر کوٹلہ کے متصل مارا گیا✤

رامچند کے چھ لڑکے تھے۔ دنا سنگہ۔ سبھا سنگہ۔ اعلےٰ سنگہ۔ بختا سنگہ۔ لدہا سنگہ۔ بڈہا سنگہ۔ مگر منجملہ ان کے اعلےٰ سنگہ جو ہر طرح سے صاحب اقبال و بلند خیال شخص تھا اپنے باپ کی جگہ سردار بنا۔ ان کا خاندان گورو صاحبان کا پیرو تو مدت سے چلا آتا تھا۔ بلکہ انہی کی بخشش سے ان کو اسقدر فلاحیت اور ثروت حاصل ہوئی۔ مگر یہ نواب کپور سنگہ صاحب سے امرت چھک کر خالصہ دھرم میں شامل ہوا۔ اور اسکے سب بھائی بھی سنگھ بن گئے۔ رفتہ رفتہ اسکے اقبال اور جاہ و جلال کو دیکھکر مالوہ کے ہزارہا سکھ اسکے ساتھ شامل ہوگئے۔ اور اسنے بھی جب اپنی طاقت کو اسقدر باوزن دیکھا۔ تو اپنے گردنواح کے تمام دیہات اور رئیسوں کو تباہ کرکے ہر ایک کی جائداد و ملکیت کو اپنے قبضہ میں لا کر نئے نئے گانوں آباد کرنے شروع کیئے سب سے پہلے اسنے چین سنگہ کے لڑکوں سے جو موضع گمٹی میں آباد تھے انتقام لینے کے لیئے اُن پر حملہ کیا۔ بیرو اور کمالا دو کو تو اسنے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ باقی او گرسین تیسرا بھاگ گیا۔ اس معرکہ میں اعلےٰ سنگہ کو بھی ایک برچھی کا

زخم لگا۔ مگر فتحیابی کی خوشی نے اسے خود بخود اچھا کر دیا۔ اور وہ کچھ معلوم بھی نہ ہوا +

[مواضع سنگہیڑہ کے زمینداروں کا اعلے سنگہ سے مقابلہ]

اُدھر جب **اعلے سنگہ** کے زور کی ہر طرف شہرت ہوئی تو مواضعات سنگہیڑہ وغیرہ کے زمینداران جو حاکم رائے کلہ و رئیس جگراؤں کے ظلموں سے دق ہو رہے تھے۔ خود بخود اس سے آملے۔ اور کئی دفعہ رئیسان مذکور سے اسکا مقابلہ ہوا۔ مگر ہر بار یہی اُن پر غالب آیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ **اعلے سنگہ** نے اُن کے بہت سے دیہات پر اپنا قبضہ کر لیا۔

[برنالہ آباد ہوا۔]

سمت ۱۷۸۰ بکرمی میں **اعلے سنگہ** نے قصبہ برنالہ کو آباد کیا۔ اور اپنی دارالسلطنت قایم کی۔ اور قرب و جوار کے جسقدر دیہات تھے سب پر اپنا قبضہ کر لیا۔ قصبہ بہدوڑ کو فتح کر کے اسنے اپنے بھائی دُنا سنگہ کے حوالہ کیا +

[سوندھے خاں راجپوت قتل ہوا۔]

پھر سمت ۱۷۸۵ بکرمی میں سوندھے خاں راجپوت چیمہ والے یا گلزار شاہی کو شکست دیکر قتل کیا۔ اور اُسکا کل علاقہ اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اُسکے متبنےٰ نگاہی خاں نے جب اور کوئی صورت گذارہ کی نہ دیکھی۔ تو راجہ اعلے سنگہ کی ملازمت اختیار کر لی +

[اعلے سنگہ کا اسد اللہ خاں فوجدار سے مقابلہ بہ جمعیت اکثر روساے گرد و نواح۔]

اعلے سنگہ کی ان پے در پے فتوحات نے رائے کلہ رئیس رائے کوٹ و دلیل خاں حاکم تلواڑہ و قطب الدین والی مالیر کوٹلہ و حسن خاں بھٹی راجپوت بھٹیر و کل راجپوتان تلونڈی و بہدوڑ وغیرہ کے دل میں خدشہ پیدا کر دیا۔ چنانچہ ان سب لوگوں نے ملکر نواب اسد اللہ خاں فوجدار جالندھر کو اپنے امداد میں ساتھ لیکر سمت ۱۷۸۷ بکرمی (۱۷۳۱ء) میں **اعلے سنگہ** پر حملہ کر دیا۔ اور متصل قصبہ برنالہ میدان پڑا۔ **اعلے سنگہ** کی مدد پر بھی نواب کپور سنگہ و دیوان دربارا سنگہ و دیپ سنگہ شہید وغیرہ سنگہ سرداران پندرہ ہزار کی جمعیت لیکر آ پہنچے۔ طرفین سے لڑائی شروع ہو گئی۔ آخرالامر ایک سخت کشمکش اور گتھم گتھا کی لڑائی کے بعد میدان سنگھوں کے ہاتھ آیا۔ نواب اسد اللہ خاں فوجدار مارا گیا۔ اور اُسکی فوج نے پشت دکھائی۔ علے ہذا دوسروں نے بھی انہی کی پیروی کی۔ غرض تمام سامان حرب و گھوڑے وغیرہ اعلے سنگہ کے ہاتھ آئے۔ اور اسکی فتح ہوئی +

[ترقی شہرت راجہ اعلے سنگہ]

اس فیروزی فتح نے جو ایک بڑے بھاری گروہ اور مجموعہ طاقت کے مقابلے میں حاصل ہوئی۔ اعلے سنگہ کی شہرت کو بہت ترقی دی۔ اور دور دور تک اسکا دبدبہ اور خوف بیٹھ گیا۔ ستلج کے گرد نواح کے جسقدر سکھ تھے سب اُسکی طرف جھک پڑے اور اُسکی ساتھی و فوج کی تعداد دوگنی چوگنی بڑھ گئی۔ بہت سے دیہات اسنے فتح کیئے۔ اور مثل لونگووال داد بہاوال وغیرہ کئی گانوں از سر نو آباد کیئے۔ اسی اثناء میں اسکی شہرت دہلی تک پہنچی۔ اور وہاں سے بادشاہ نے میر منو اور شمس یار خاں کو سرہند بھیجکر بذریعہ فرمان مورخہ ۲۱۔ رمضان سنہ ۱۱۳۷ھ اعلے سنگہ سے درخواست کی۔ کہ انتظام سرہند میں مدد دیں۔ بشرط حصول خوشنودی مزاج راجہ کا خطاب دیا جاویگا +

بعد ازیں سمت ۱۷۹۱ بکرمی میں اعلے سنگہ نے اللہ داد خاں بوہیا والہ و عنایت خاں و ولایت خاں روساء بلاڈہ و باقر خاں رئیس ہریاؤ و محمد امین خاں رئیس بھٹیر وغیرہ اپنے خاندان کے قدیمی دشمنوں کی طرف نگاہ پھیری۔ اور اُن سے کئی ایک مقابلے

کیئے۔ پھر سمت ۱۷۹۸ بکرم میں نواب محمد امین خاں روہیلہ صوبہ سرہند سے ملکر اسنے رائے کلہہ کو شکست دی۔ اور وہ پاک پٹن کی طرف بھاگ گیا*

اعلےٰ سنگھ کا قید ہونا اور رہائی پانا۔

پھر سمت ۱۸۰۳ بکرم میں محمد امین خاں نے جمال خاں مالیرہی کے بہکانے پر اعلےٰ سنگھ کو قصبہ سنام میں ملاقات کے بہانہ سے بلا کر قید کر دیا۔ مگر کرم سنگھ نبیرہ چین سنگھ ساکن گمٹی وجیون سنگھ رندہاوا ساکن شیراؤں جو بڑے جوانمرد اور بہادر تھے۔ اور ہمیشہ اعلےٰ سنگھ کو قیدخانہ میں کھانا پہنچاتے تھے۔ دونوں نے ملکر اپنے مالک اعلےٰ سنگھ کو اسطرح پر وہاں سے نکالا۔ کہ ایک روز تربوز میں فولادی رہتی چھپا کر کھانے کے ساتھ لیگئے۔ جس کے ساتھ پہلے سردار مذکور کی بیڑیاں کاٹیں پھر کرم سنگھ نے اپنی پوشاک اعلےٰ سنگھ کو پہنا کر اپنے دوسرے ساتھی جیون سنگھ کے ساتھ اُسکو قلعہ سے باہر نکالدیا۔ اور خود اُس کی جگہ بیٹھ رہا۔ جب راجہ مذکور باہر پہنچ گیا۔ اور ان سواروں سے جو اُسکے لینے کے انتظار میں باہر منتظر کھڑے تھے۔ جا ملا۔ اور نقارہ پر چوب پڑی۔ تو کرم سنگھ بھی فوراً پیچھے سے نہایت جوانمردی کے ساتھ پہرہ والوں کو قتل کر کے باہر نکل گیا۔ اور ساتھیوں سے جا ملا۔ اعلےٰ سنگھ کرم سنگھ کے اس نیک سلوک پر بہت خوش ہُوا۔ اور اُسکو اس خدمت کے صلہ میں اُسکا موروثی گانوں معاف کر دیا*

گنڈ براڑ کو شکست اور تعمیر قلعہ بھوانی گڈھ

اسکے بعد اعلےٰ سنگھ نے گینڈ براڑ وغیرہ چودہریان پرگنہ بھیکی کو بجنگ شکست دیکر اُن کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اور سمت ۱۸۰۶ بکرمی (۱۷۴۹ء) میں موضع ڈھوڈیاں عرف بھوانی گڈھ کو آباد کر کے وہاں ایک قلعہ تعمیر کرایا اور فرید خاں کا کڑلے کو بھی بجنگ قتل کر کے اُسکا سارا علاقہ چھین لیا*

گوربخش سنگھ کا قصبہ سنور فتح کرنا

اسی اثناء میں سردار گوربخش سنگھ کالے کے نے قصبہ سنور کو فتح کر کے چوراسی گانوں کو اعلےٰ سنگھ کے قبضہ اور دخل میں دیا۔ چونکہ یہ سردار اعلےٰ سنگھ کا خسر پورہ تھا۔ اسوجہ سے اسنے حسب اجازت خاص پٹیالہ میں ایک خام گڈھی تعمیر کر کے دو ہزار سواروں کی جماعت کے ساتھ وہیں رہنا اختیار کیا*

صوبہ سرہند کا شکست کھانا اور دیوان لچھمی نراین کا تباہ ہونا۔

پھر اسی اثناء میں ناظم سرہند کا دیوان لچھمی نراین مسلمان بنائے جانے کے خوف سے بھاگ کر پٹیالہ میں سردار گوربخش سنگھ کے پاس چلا آیا۔ اور نواب مذکور نے اُس پر حملہ کیا۔ مگر راجہ اعلےٰ سنگھ کی خاص مدد پہنچ جانے سے وہ شکست کھا کر واپس گیا۔ اور اُسکو بہت نقصان پہنچا*

جودہ سنگھ رئیس بھٹنڈہ پر چڑہائی کرنا۔

اسی اثناء میں جودھ سنگھ رئیس بھٹنڈہ نے گینڈ براڑ زمیندار پرگنہ بھیکی کو کچھ طمع دیکر اُس کی لڑکی کے ساتھ جو پہلے بھائی گوربخش سنگھ رئیس کیتھل سے منسوب ہوچکی تھی خود شادی کر لی۔ یہ بات نہ صرف گوربخش سنگھ کو ہی کھا گئی۔ بلکہ اعلےٰ سنگھ کو بھی سخت ناگوار گذری۔ اسلیئے دونوں نے ملکر ایک کثیر جماعت کے ساتھ اُسکو سبق دینے کے لیئے بھٹنڈہ پر چڑہائی کر دی۔ تین ماہ تک دونوں طرف سے برابر لڑائی ہوتی رہی۔ جب اعلےٰ سنگھ نے دیکھا کہ کامیابی کی صورت بہت کم ہے۔ تو اُسنے خالصہ پنتھ کے بڈھے دَل کو جو اُسوقت کہیں نزدیک پھر رہا تھا۔ اپنی مدد پر بلا بھیجا

بڈھے دل کے جھبیل سنگھ جو پہلے سے ہی ایسے موقع کے منتظر تھے فوراً آ پہنچے ۔ مگر جودھ سنگھ نے انکی صورت دیکھتے ہی سمجھ لیا۔ کہ اب بچنا مشکل ہے چپ چاپ **اعلٰے سنگھ** کے پاس صلح کا پیغام بھیجدیا۔ اس صلح میں بھٹنڈہ کے علاقہ کے بہت سے دیہات اعلٰے سنگھ کے ہاتھ آئے ۔ جنمیں سے چک بہوچو وگوبندپورہ وغیرہ چند گانوں اُسنے بھائی گوربخش سنگھ کو دئیے ۔ اور بڈھے دل کے خالصہ جی کو بہت سا زرومال لوٹ کا دیکر سرسہ و بھٹیر کی طرف رخصت کیا ؛

بھٹی راجپوتوں کی شکست

اس مہم کے بعد **اعلٰے سنگھ** نے قصبات بوہیا ۔ دبلاڈہا کے رئیسوں پر حملہ کرکے اُن کو شکست دی ۔ اور اُن کے تمام ملک پر قبضہ کرلیا ۔ بعد ازیں انہی دنوں میں سردار خاں راجپوت مونک والے نے (جو ابو خاں و سلیم خاں وغیرہ راجپوتان مگر بھونہ کا ستایا ہوُا اپنے علاقہ سے بیدخل ہو کر ادھر اُدھر مارا مارا پھرتا تھا) کنور لعل سنگھ پسر راجہ **اعلٰے سنگھ** کی خدمت میں حاضر ہو کر پناہ لی ۔ اور مدد چاہی ۔ کنور صاحب مذکور نے اُسکی اُسوقت مدد کی ۔ اور چڑہائی کرکے سلیم خاں و حسن خاں و جمال خاں وغیرہ راجپوتان بھٹی سے ایک خونخوار جنگ کے بعد اونکا تمام علاقہ ٹوہانہ و جمال پور و دہارسول وغیرہ اُن سے چھین لیا ۔ اور قلعہ مونک پر بھی اپنا دخل کرکے پانچ گانوں اُن میں سے سردار خاں کو جاگیر میں بخش دیئے ؛ لیکن ابھی کنور لعل سنگھ نے تمام علاقہ پر اپنا اچھی طرح سے دخل بھی نہیں جمایا تھا ۔ کہ سلیم خاں و حسن خاں وغیرہ نے محمد امین خاں صوبہ حصار کی مدد سے اُن کا دخل اٹھادیا ۔ آخر جب یہ خبر راجہ **اعلٰے سنگھ** کو پہنچی ۔ تو وہ اسی دم چیت سمت ۱۸۱۱ بکرمی میں معہ بھائی گوربخش سنگھ و چودہری ہمیر سنگھ و سردار گجپت سنگھ کے بہت سی فوج لیکر کنور لعل سنگھ کی مدد پر پہنچ گیا ۔ پہلا مقابلہ موضع کھوڈال میں ہوُا ۔ دوسرا رام پور میں اور تیسرا دہارسول میں جنمیں چھ ہزار آدمیوں کے قریب دونوں طرف سے مارے گئے ۔ اور نصیر الدین خاں فوجدار بھی جو دہلی سے اقوام بھٹی کی کمک پر آیا تھا ۔ معہ سرداران حسن خاں و جمال خاں راجپوتان کے کام آیا ۔ بعد ازاں قصبہ رانیاں کے میدان میں صوبہ حصار نے بھی سخت شکست کھائی ۔ اور بالآخر راجہ **اعلٰے سنگھ** کی فتح ہوئی ۔ بھٹی راجپوتوں کے تمام ملک پر اسنے قبضہ کرلیا ۔ رانیاں کا علاقہ چودہری ہمیر سنگھ کو ۔ دبوہیا و بلاڈہے کا بھائی گوربخش سنگھ کو دیدیا ؛

اسکے بعد سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں جب **احمد شاہ** ابدالی کا ہندوستان پر حملہ ہوُا ۔ تو اُسنے دہلی سے واپس ہونے کیوقت صوبہ سرہند کی اشتعال سے قصبہ برنالہ پر (جو اُن دنوں میں ریاست پٹیالہ کی دارالخلافت تھی) چڑہائی کردی ؛ دُرانیوں کی فوج نے قصبہ برنالہ کو تاخت و تاراج کرکے اعلٰے سنگھ کو قید کرلیا ۔ لیکن رانی فتو اعلٰے سنگھ کی رانی نے جو بہت عقلمند عورت تھی شاہ ولی خاں وزیر کی معرفت بادشاہ کو چار لاکھ روپیہ نقد دیکر اپنے خاوند کو چھوڑا لیا ۔ بادشاہ نے **اعلٰے سنگھ** کو خلعت فاخرہ دیکر اُسکا بہت اعزاز کیا ۔ اور تین لاکھ روپیہ سالانہ خراج لینے کے وعدے اُسکو راجہ کا خطاب دیکر خودمختاری کی سند عطا کردی اور صوبہ سرہند کو بذریعہ فرمان لکھ بھیجا ۔ کہ یہ ریاست آیندہ سے بااختیار ہوئی ؛

احمد شاہ ابدالی کے جانے کے بعد سمت ۱۸۲۰ بکرم میں جب سکھوں نے قصبہ سرہند کو غارت کیا ۔ اور زین خاں وہاں کے صوبہ کو قتل کرڈالا ۔ تو اُسوقت راجہ اعلٰے سنگھ بھی اُن کے ساتھ شریک تھا چسقدر ۔ سامان حرب اور توپ وغیرہ بہاں

کے قلعہ میں موجود تھا۔ سب اِس کے ہاتھ آیا۔ پھر سکھوں نے وہ قلعہ بھی کچھ روپیہ اُس سے کڑاہ پرشاد کے لیئے لیکر اُسی کو دیدیا غرض راجہ **اعلےٰ سنگھ** نے اسیطرح پر دور دور تک اپنا علاقہ بڑھالیا۔ اسی سال میں پٹیالہ کے قلعہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور بجائے قصبہ برنالہ کے یہی مقام دارالخلافت مقرر ہوا ۔

بعد ازاں راجہ **اعلےٰ سنگھ** سمت ۱۸۲۲ بکرمی میں ۱۲۔ اگست ۱۷۶۵ء کو ستر برس کی عمر طے کر کے بعارضہ بخار اِس جہان فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کر گیا۔ اور **امر سنگھ** اسکا پوتا اُس کی جگہ گدّی پر بیٹھا۔ اعلےٰ سنگھ بذات خاص نہایت پرہیزگار اور ایماندار شخص تھا۔ مشہور ہے۔ کہ سوائے اپنی رانی فتّو کے اِس نے کسی دوسری عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ جسقدر یہ اپنی دلاوری اور بہادری میں مشہور تھا۔ اُسیقدر سخاوت اور غربا پروری میں بھی یکتا خیال کیا جاتا تھا۔ اپنے راج میں اِسنے جابجا یتیم خانے۔ اور لنگر (سدا برت) جاری کر رکھے تھے۔ خود نہایت سادہ اور فقیرانہ لباس رکھتا تھا۔ اپنے خالصہ دھرم میں بھی نہایت مضبوط اعتقاد رکھتا تھا۔ ملکی اور مالی انتظام کا مادّہ بھی اِس میں اچھّا تھا۔ صرف اپنی ہمت اور حکمت سے اِسنے پٹیالہ کی اتنی بڑی ریاست جسکا رقبہ پانچ چھ ہزار میل کے قریب ہے۔ پیدا کر کے اپنے آپکو خود مختار والی ملک بنالیا۔ اور اپنی اولاد کیلئے بھی ایک مستحکم اور زرخیز ریاست قایم کر گیا۔ بی بی پردھان کے نام سے اِسکی ایک لڑکی تھی۔ اور سردول سنگھ۔ لعل سنگھ[۵] بھومیاں سنگھ تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑا بیٹا سردول سنگھ تھا۔ یہ ۱۷۷۲ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۷۸۴ء میں چودھری سور جمل

---

۵ دوسرا کنور لعل سنگھ سمت ۱۷۸۰ بکرمی میں پیدا ہوا۔ اور سمت ۱۷۹۳ بکرمی میں موضع رڑکی والی چودھری کی دختر بھاگاں سے بیاہا گیا۔ مگر ۱۸۰۵ء میں لاولد مرگیا۔ تیسرا بیٹا بھومیا سنگھ یہ ۱۷۸۵ء میں تولد ہوا۔ مان شاہ کی بیٹی روپ کنور سے بیاہا گیا۔ جسکے گھر سمت ۱۷۹۶ میں راجندر کنور نام سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے جو سمت ۱۸۰۷ میں چودھری چوہڑمل بھگواڑہ والے کے فرزند سے بیاہی گئی۔ بھومیا سنگھ ۱۷۹۹ء بکرمی میں مرگیا بی بی پردھان راجہ اعلےٰ سنگھ کی لڑکی بابا بڈھا صاحب رامداس کے خاندان میں سردار شام سنگھ کے ساتھ بیاہی گئی۔ مگر اُس کے شوہر کی عمر نے وفا نہ کیا۔ اور وہ بیوہ ہو گئی۔ انبھے سنگھ کے نام سے جو ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ وہ بھی بچپن ہی میں مرگیا۔ لہذا اعلےٰ سنگھ نے تیس ہزار سالانہ کی جاگیر اپنی لڑکی کو دے رکھی تھی۔ جس سے وہ گذارہ کرتی تھی۔ اور تمام عمر برنالہ میں ہی رہی۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ عورت نہایت پاکباز اور سخی مزاج تھی۔ اپنی کل جاگیر کا روپیہ خیرات میں صرف کر دیتی۔ اِسنے وہاں ایک دھرم سالہ بنوائی۔ جو اتبک موجود ہے۔ اور اس کا انتظام پنڈت لکا سنگھ ایک نرملا سادھو کے سپرد کیا۔ دو تین سو کی تعداد میں سادھو اور مہاتما لوگ وہاں ٹھہرے رہتے۔ اور بہت سے بدیا آرتھی برہمن وہاں شاستر اور سنسکرت پڑھتے۔ سبکو کھانا اور کپڑا بی بی پردھان کی طرف سے ملتا۔ اور غریب غربا کے لیئے اُس دھرم سالہ میں عام لنگر جاری تھا۔ چھ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر اتبک اُس دھرم سالہ کے نام بی بی مذکور کی وقف کی ہوئی واگذار ہے۔ اور سدابرت جاری ہے ۱۲

باشندہ موضع جھیکھی کی لڑکی حکماں سے بیاہا گیا۔ مگر اسکی عمر نے کچھ وفا نہ کی یعنی اپنے باپ کی حیات ہیں ہی سمت ۱۸۰۶ بکرمی میں **امر سنگھ** اور ہمت سنگھ اپنے دو لڑکے چھوڑ کر مر گیا۔ امر سنگھ کی بابت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب یہ چھوٹا تھا۔ اُسوقت سردول سنگھ کی مسند نشینی کے وقت قبل اُسکے بیٹھنے کے اتفاق سے کھیلتا کھیلتا راج گدّی پر خود جا بیٹھا۔ اُسوقت راجہ آعلے سنگھ کے منہ سے یہ نکلا۔ کہ گدّی کا مالک تو خود آبیٹھا۔ اب راجہ یہ ہوگا۔ اس کا باپ ہرگز راج نہیں کریگا۔ چنانچہ حسن اتفاق بھی جیسا کہ راجہ کو خیال گذرا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔ یعنی سردول سنگھ اُس کی حیات میں ہی مر گیا۔ اور بجائے اُسکے امر سنگھ اُسکا بیٹا آعلے سنگھ کے بعد راجہ ہوا +

امر سنگھ کی مسند نشینی اور ہمت سنگھ کی بغاوت۔

امر سنگھ اساڑھ بدی ۱۸۰۵ بکرمی کو پیدا ہوا۔ اور جب یہ اپنے دادا **آعلے سنگھ** کی جگہ گدّی پر بیٹھا تو اُسکی عمر اُسوقت کُل اٹھارہ سال کی تھی۔ ہمت سنگھ **آعلے سنگھ** کا دوسرا بیٹا (جو اس سے عمر میں بڑا تھا مگر غیر منکوحہ عورت کے شکم سے پیدا ہونے کے باعث اپنے باپ کی جگہ نہیں حاصل کر سکتا تھا) یہ سنتے ہی کہ **امر سنگھ** اُسکے باپ کا جانشین قرار دیا گیا ہے۔ باغی ہو گیا + اور اُسنے ایسی ہمّت کی۔ کہ فوراً پہنچکر خاص شہر پٹیالہ کے ایک بڑے حصہ اور نیز گرد و نواح کے مواضعات پر قبضہ کر کے ریاست کا دعویدار بن بیٹھا۔ مگر چونکہ جیند۔ نابھہ اور کیتھل کی ریاستوں نے ملکر **امر سنگھ** کی مدد کی۔ اسلئے اُسے بھاگتے ہی بن پڑا۔ اور وہاں سے نکلکر علاقہ بھوانی گڈھ پر جا قابض ہوا۔ اور کچھ علاقہ مالیر کوٹلہ والے افغانوں کا بھی دبا بیٹھا۔ **امر سنگھ** نے بھوانی گڈھ میں ہمت سنگھ کو جا گھیرا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ اُسکو وہاں سے بھی بیدخل کرے۔ مگر رانی فتّو نے دونوں بھائیوں کی باہم صلح کرا دی۔ اور علاقہ مذکور اُسیکے پاس بدستور رہنے دیا +

مانجھے کے سکھ سرداروں کی پٹیالہ پر یورش۔

اِسی زمانہ میں مانجھہ کے سب سکھ سرداروں نے اتفاق کر کے پٹیالہ کے علاقہ میں لوٹ مار کرنا شروع کر دیا جو آخیر میں اسطرح سے فرو ہوا۔ کہ راجہ **امر سنگھ** نے سرداران جھولا سنگھ۔ و بہادر سنگھ اپنے معتبران کی معرفت کچھ روپیہ اُن کو کڑاہ پرشاد کے واسطے دیکر اپنا پیچھا چھوڑایا +

افغانان مالیر کوٹلہ پر حملہ۔

بعد ازاں راجہ **امر سنگھ** نے سردار جسا سنگھ آہلووالیہ کی مدد سے مالیر کوٹلہ والے پٹھانوں کے علاقہ پایل و ایسڑو کو فتح کر لیا۔ ایسڑو سردار جسا سنگھ کے حصہ میں آیا۔ اور پایل پر خاص پٹیالہ کا قبضہ رہا + پھر جب سمت ۱۸۲۴ بکرمی میں آخیری حملہ **احمد شاہ** ابدالی کا ہوا۔ تو راجہ **امر سنگھ** اُس سے موضع کرہ بوانہ میں جو انبالہ ندی کے کنارہ پر انبالہ سے چوبیس پچیس میل کے فاصلے پر جنوب و مغرب کے گوشہ میں واقع ہے جا ملا۔ اور چھ لاکھ کے قریب تحفہ تحایف و نقد

امر سنگھ کا احمد شاہ دُرانی سے خطاب پانا۔

نذرانہ دیکر بادشاہ کو بہت خوش کیا۔ بادشاہ نے راجہ **امر سنگھ** کو علاوہ خلعت فاخرہ و بیش بہا تحایف کی ایک نشان و نقارہ جو علامتیں با اختیار ریاست کی خیال کیجاتی ہیں دیکر **راجۂ راجگان بہادر** کا خطاب بھی عطا کیا۔ بلکہ سکہ جاری کرنے کی بھی اجازت دیدی۔ چنانچہ اُسی یادگار میں پٹیالہ کے سکہ پر ابتک یہ عبارت لکھی جاتی ہے۔ کہ (حکم شد از قادر بیچون با احمد شاہ سکہ زد بر سیم و زر از اوج ماہی تا بماہ +) اور دوسرے رخ سن جلوس

اور ہر ایک وقت کے رئیس کا مقررہ نشان۔ جیسے مہاراجہ امر سنگھ کے وقت کلغی کا نشان کندہ ہوتا تھا۔ اور اُن کے بعد مہاراجہ **صاحب سنگھ** کے وقت طُرّہ کا۔ مہاراجہ **کرم سنگھ** کے وقت شمشیر کا۔ وغیرہ

امر سنگھ کا قیدیوں کو چھوڑانا۔

اسی موقع پر مہاراجہ امر سنگھ نے جیسا کہ دوسرے حصّہ میں بیان ہو چکا ہے۔ قریب پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) ہندو قیدیوں کے جنکو بادشاہ متھرا وغیرہ سے قید کرلایا تھا۔ سفارش کر کے چھوڑ دایا۔ اور ہر ایک کو زادِ راہ دیکر اُسکے مسکن پر پہنچا دیا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ یہ راجہ بندی چھوڑ کے نام سے لوگوں میں مشہور ہو گیا ✦

سردار جھیل سنگھ کا پٹیالہ پر حملہ۔

احمد شاہ کے جانے کے بعد سمت ۱۸۲۶ بکرمی میں سردار جھیل سنگھ و ڈلپا سنگھ دشاہ آبادی وغیرہ مجھیل سرداروں کو مہاراجہ **امر سنگھ** کے عروج پانے اور خطاب حاصل کرنے کا سخت رشک ہُوا۔ اور انہوں نے ایک بھاری لشکر کے ساتھ پٹیالہ پر چڑھائی کردی ✦ اسوقت راجہ **امر سنگھ** مونک کی طرف بھٹی راجپوتوں سے لڑ رہا تھا۔ یہ خبر پاتے ہی فوراً واپس پٹیالہ آیا۔ اور اپنے تمام رفیقوں کو جمع کر کے قصبہ گھڑام کے قریب اُن کے مقابلہ پر کھڑا ہو گیا۔ تین روز تک دونوں طرف سے برابر لڑائی ہوتی رہی۔ لیکن آخر کار سردار جسا سنگھ آہلووالیہ نے بیچ میں پڑ کے راجہ **امر سنگھ** کی سردار جھیل سنگھ سے جو خاص بنائے فساد تھا صلح کرادی۔ راجہ **امر سنگھ** نے بھی اپنے فرزند صاحب سنگھ کو سردار جھیل سنگھ کے ہاتھ سے پاہل دلاکر اُسے ہمیشہ کے لیئے اپنا مددگار و معاون بنالیا ✦

مالیر کوٹلہ پر حملہ

انہی دنوں میں راجہ **امر سنگھ** نے افغانان مالیر کوٹلہ سے بھی لڑائی شروع کردی۔ جس میں جمال خاں رئیس جسنے **احمد شاہ** کو ورغلان کر برنالہ پر چڑھا دیا تھا مارا گیا۔ اور اُسکے بیٹوں میں سے عطاء اللہ خاں نے جب یہ دیکھا۔ کہ راجہ امر سنگھ نے موضع ٹبہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ اور وہ کسی صورت سے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ صلح کرلی ✦

غریب داس رئیس منی مزرعہ پر چڑھائی۔

اِسکے بعد راجہ **امر سنگھ** نے ایک ہزار سپاہ غریب داس رئیس منی مزرعہ کی سرکوبی کے لیئے جسنے راجہ **اعلیٰ سنگھ** کی وفات کے بعد چندروز کی بدانتظامی میں علاقہ پنجور[1] کو اپنے قبضہ میں کر لیا تھا بخشی لکھنا ڈوگر کے زیر کمان روانہ کیا۔ جسنے بامداد راجگان ناہن و ہنڈور و کھلور تین ماہ کی سخت لڑائی کے بعد آخر کار فتح حاصل کی۔ اور پنجور کا علاقہ اُس سے چھوڑا لیا۔ چونکہ ہنڈور کے مقام پر راجہ ناہن سے راجہ **امر سنگھ** نے پگڑی بدلکر آپسمیں ایک پختہ رابطہ اتحاد قایم کر لیا تھا۔ اسوجہ سے وہاں کا قلعہ بھی اُسی کے سپرد کردیا ✦

کوٹ کپورہ پر راجہ امر سنگھ کی چڑھائی

بعد ازاں راجہ **امر سنگھ** نے سردار جودھ سنگھ رئیس کوٹ کپورہ پر جو فرید کوٹ کے قریب واقع ہے اسوجہ سے فوج کشی کی۔ کہ اُس کے ساتھیوں نے راجہ **امر سنگھ** کے اصطبل سے ایک راس گھوڑا اور ایک راس گھوڑی چُرا کر اسکی نذر کیا۔ اُسنے گھوڑے کا نام آلا اور گھوڑی کا فتو رکھکر جو راجہ **امر سنگھ** کے دادا اور دادی کا نام

[1] قصبہ پنجور ہندوؤں کا قدیم شہر انبالہ سے شمال کی طرف کم اونچے پہاڑوں میں واقع ہے۔ سابق والیان ریاست پٹیالہ موسم گرما میں اکثر اُسی جگہ رہا کرتے تھے۔ یہاں پر ایک نہایت خوشنما باغ ہے جسکا مقابلہ تمام شمالی ہندوستان میں کوئی دوسرا باغ نہیں کرتا ✦

تھا۔ ان کو اپنے اصطبل میں بند ہوا دیا۔ اور جب راجہ **امر سنگھ** نے پیغام بھیجا۔ کہ ہماری چیزیں بھجوا دو۔ تو اُن کے خط کو چاک کر کے کچھ جواب نہ دیا۔ ابھی راجہ **امر سنگھ** قلعہ کوٹ کپورہ سے پانچ میل کے فاصلے پر اسیطرف خیمہ زن تھا۔ کہ سردار جودھ سنگھ معہ اپنے بیٹے کے رتھ میں سوار ہوکر لشکر کی دیکھ بھال کرنے کے لیئے آنکلا۔ اور اتفاقاً پٹیالہ کی سپاہ نے اُسکو گھیر لیا۔ چونکہ یہ فن تیر اندازی میں یکتا تھا۔ اسوجہ سے اُسنے بہت سے آدمیوں کو ہلاک کیا۔ مگر آخرکار لڑتا لڑتا وہیں شہید ہو گیا۔ اُسکا لڑکا بھی ایسا شدید زخمی ہؤا۔ کہ وہ بھی تین روز کے بعد مر گیا۔ جب جودھ سنگھ کا سر کاٹ کر مہاراجہ **امر سنگھ** کے حضور لے گئے۔ تو اسکو بہت افسوس ہؤا۔ کیونکہ اُسکا یہ ارادہ ہرگز نہیں تھا۔ کہ ایسے بہادر رئیس کو جان سے مار ڈالا جاوے۔ آخرش مہاراجہ **امر سنگھ** وہیں سے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر واپس پٹیالہ چلا آیا۔

بھٹیوں پر دوبارہ حملہ

بعدہ سمت ۱۸۲۱ بکرمی میں راجہ **امر سنگھ** نے معہ اپنے بھائی کنور ہمت سنگھ و چودھری تہمیر سنگھ کے پھر اپنے قدیمی دشمن بھٹی راجپوتوں پر جو ہمیشہ اُن کے علاقہ میں فتور برپا رکھتے تھے۔ فوج کشی کی۔ اور اُن کے بڑے بڑے مواضعات مثل اہرواد سنگھا وغیرہ کو فتح کر کے اپنے قبضہ اقتدار میں لے آیا۔ لیکن ایک اَور فتح آباد میں اقوام بھٹی اور راجپوت مسلمانوں نے مشورہ کر کے بجمعیت بیس ہزار رات کیوقت مہاراجہ کے لشکر پر اچانک حملہ کر دیا۔ جس سے پٹیالہ کی سپاہ کو بہت نقصان پہنچا۔ اور آٹھ کوس کے فاصلہ پیچھے ہٹ آئے۔ مگر دوسرے روز ہمت سنگھ نے نہایت ہمت کی اور اپنی فوج کو بڑھا کے اُن پر اس زور و شور سے حملہ کیا۔ کہ دشمن کے ہزاروں آدمیوں کو وہیں کھیت میں رکھا۔ آخرکار فتحیاب ہؤا۔ اور بھٹیوں کا تمام ملک مہاراجہ **امر سنگھ** کے قبضہ میں آیا۔ رانیاں کا پرگنہ مہاراجہ نابھہ کے ہاتھ لگا۔

اسی اثناء میں شروع سمت ۱۸۲۳ بکرم کے قریب جب راجہ امر سنگھ دورہ کرتا ہؤا۔ روڑی میں جو حالیہ ضلع سرسہ کی سرحد پر واقع ہے۔ پہنچا۔ تو جیت سنگھ و گجے سنگھ دو شخصوں نے اسکے پاس فریاد کی "سکھ چین سنگھ قوم سابو نے جو گوبند گڑھ کے قلعہ کا مالک اور اسی گرد نواح کا ایک مشہور تعلقہ دار ہے۔ ہمارے یہاں کی ایک عورت کی نہایت بے حرمتی کی ہے۔ آپ مدد کیجیئے" راجہ **امر سنگھ** تو ایسے موقع کا منتظر ہی رہتا تھا۔ فوراً ایک جرار فوج اُن کے ہمراہ بھیج کے خود بھی پیچھے سے اُسی طرف کو روانہ ہؤا۔ سکھ چین سنگھ نے سنتے ہی قلعہ پر اپنا مضبوط قبضہ کر لیا۔ چونکہ قلعہ کی پائداری اور پختگی اس درجہ کی تھی۔ کہ اُسکا سر کرنا کوئی بہت آسان کام نہ تھا۔ اسوجہ سے راجہ **امر سنگھ** نے قلعہ کو ایک سال کے عرصہ تک برابر باہر سے محصور رکھا۔ اور جب رسد وغیرہ اندر سے بالکل ختم ہو گئی۔ تو سکھ چین سنگھ نے تنگ آ کر صلح کا پیغام بھیجا۔ جو منظور ہؤا۔ چنانچہ راجہ **امر سنگھ** نے محاصرہ اُٹھا لیا۔ اور اُسکے بیٹے کپور سنگھ کو معہ چند اعلےٰ عہدہ داروں کے اپنے ہمراہ پٹیالہ میں بطور ضمانت لے آیا۔ تھوڑے دنوں بعد سکھ چین سنگھ سوڈھی بھرتور سنگھ کو جسکا کہنا سکھوں میں مانا جاتا تھا۔ اپنے ہمراہ لیکر راجہ **امر سنگھ** کے پاس پٹیالہ پہنچا۔ اور اپنے لڑکے کی رہائی کیواسطے اس شرط سے درخواست کی۔ کہ جبتک قلعہ خالی نہیں ہوتا۔ اُسکی جگہ میں خود قید رہونگا۔ جس پر کپور سنگھ رہا ہؤا۔ مگر وہ بجائے اسکے کہ گوبند گڑھ پہنچ کر قلعہ خالی کر دیتا۔ اُسے اور زیادہ

مستحکم کرنے لگا۔ سپاہ کی تعداد بڑھانا اور سامانِ جنگ و رسد وغیرہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب یہ خبر راجہ صاحب کو پٹیالہ میں پہنچی۔ تو انہوں نے قلعہ پر فوراً فوج کشی کا حکم دیدیا۔ اور سکھ چین سنگھ پر قید میں سختی شروع ہوگئی۔ آخر الامر سکھ چین سنگھ نے تنگ آکر اپنے بیٹے کپور سنگھ کو لکھدیا۔ کہ وہ قلعہ چھوڑ دے۔ جسکی فوراً تعمیل ہوگئی۔ اور ضلع بھٹنڈہ کا کل علاقہ مع قلعہ کے راجہ **امر سنگھ** کے قبضہ میں آگیا۔ صرف مواضعات چکہ بہمن۔ بتر الہ۔ تلونڈی و ننگل وغیرہ ۲۴ دیہات سکھ چین سنگھ کے پاس بطور جاگیر رہ گئے۔ باقی کل چار لاکھ روپیہ کی آمدنی کا علاقہ راجہ صاحب نے اپنے تصرف میں کر لیا۔

جھنگو راؤ مرہٹہ کی آمد کا اندیشہ۔

اسکے بعد سمت ۱۸۲۹ بکرم کے شروع میں جھنگو راؤ سپہ سالار مرہٹہ کے آنے کی خبر پٹیالہ میں مشہور ہوگئی۔ اور راجہ امر سنگھ کو اس بات کا سخت خدشہ پیدا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا تمام نقد و زر اور مال و اسباب بھٹنڈہ کے قلعہ میں جسکو وہ زیادہ تر مضبوط اور محفوظ خیال کرتے تھے بھیجدیا۔ لیکن آخر کار وہ مرہٹہ بھی پٹیالہ میں نہیں آیا۔ بلکہ پہوبہ کے مقام سے ہی جو تھانیسر سے ۱۶ میل کے فاصلہ پر دریائے سرستی کے کنارے پر واقع ہے۔ تھوڑے دنوں ٹھہر کر واپس چلا گیا

کنور ہمت سنگھ کا پٹیالہ میں اپنا دخل جمانے کیلئے آنا۔ اور ناکامیاب واپس جانا

جب راجہ **امر سنگھ** مرہٹہ سپہ سالار کی طرف سے بالکل بے کھٹکے ہوگیا۔ تو اُسنے بھٹنڈہ کے گرد نواح میں بھٹی راجپوت زمینداروں کی سرکوبی کیلئے۔ جو اکثر نہایت سرکش ہوگئے تھے۔ اسطرف کوچ کیا۔ پیچھے سے کنور ہمت سنگھ (جو بڑا ہونے کیوجہ سے ہمیشہ اپنے تئیں پٹیالہ کی ریاست کا حقدار اول خیال کرتا تھا۔ اور حالانکہ مدخولہ کی اولاد تھا۔ مگر یہ خیال رکھتا تھا۔ کہ چونکہ اُسکی ماں کی شادی جاٹوں کی رسم کے بموجب جائز طور پر ہوئی تھی۔ اسوجہ سے وہ ناجائز اولاد کبھی نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اور ریاست کا مستحق وہی ہے) ایسے وقت میں جبکہ **امر سنگھ** دار الریاست سے بہت دور کے فاصلہ پر تھا۔ اپنے حق کو حاصل کرنے کا اچھا موقع خیال کرکے جلدی سے پٹیالہ میں داخل ہوگیا۔ اور قلعہ پر قابض ہوکے اپنے تئیں حقدار ریاست مشہور کر گیا۔ اس وحشت ناک خبر کے پہنچتے ہی راجہ **امر سنگھ** نے قدم پیچھے کو موڑا اور سامانہ میں اپنے دوستوں سے مشورہ کرنے کے لیئے مقام کیا۔ سرہند کے تمام رئیس اسکے پاس آگئے۔ اور سردار تارا سنگھ رئیس راہوں و چودھری ہمیر سنگھ والی نابھہ و راجہ گجپت سنگھ والی جیند و دیسا سنگھ و سکھا سنگھ کیتھل والے و جسا سنگھ آہلووالیہ و بھائی دیسو سنگھ وغیرہ سب مشہور مشہور سردار اسکی مدد کیلئے پہنچے۔ کیرت پرکاش والی ناہن بھی بغیر بلائے راجہ **امر سنگھ** کے پورانے سلوک کو یاد کرکے اپنی سپاہ لیکر آموجود ہوا۔ غرض ہمت سنگھ جسکو ہرگز یہ امید نہ تھی۔ کہ خاندان پھول کے سردار بھی جو دل میں پٹیالہ کے دن بدن زیادہ عروج سے رشک کھاتے تھے۔ ایسے وقت میں بھی **امر سنگھ** کے بن جائیں گے۔ چاروں طرف سے قلعہ میں محصور ہوگیا۔ اور آخر میں جب اُسنے کوئی کامیابی کی صورت نہ دیکھی۔ تو بھائی دیسو سنگھ و راجہ جیند اپنے دوستوں کی معرفت متابعت اختیار کرکے معافی کا پیغام دیا۔ راجہ **امر سنگھ** نے جو اپنے بھائی کو اس سے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا۔ اسکی جاں بخشی اور رہائی کو منظور کر لیا۔ بلکہ علاقہ ڈرہ میں کئی دیہات اسکی جاگیر کے اور زیادہ بڑھا دیئے۔ مگر کنور ہمت سنگھ فساد کرنے سے باز نہیں آتا تھا۔ اور یہ کبھی امید نہیں تھی۔ کہ وہ اپنے تئیں خیر خواہ

ماتحت کیطرح رکھیگا۔ مگر راجہ **امر سنگھ** کی خوش طالعی سے وہ ۱۷۸۱ء میں لونگووال کے مقام پر شراب خوری کی کثرت سے راہی ملک عدم ہوگیا؟

بعد ازاں ہوالی گڈہ و ڈربہ کی جاگیر جسپر وہ قابض تھا۔ راجہ **امر سنگھ** نے ضبط کرلی اور اُسکی بیوہ کو بھی چادر ڈالنے کی رسم ادا کرکے اپنے محلوں میں ڈال لیا؟

اسی سال میں راجہ **امر سنگھ** کے ہاں بڑی رانی راجکور کے شکم سے ایک لڑکا صاحب سنگھ نامی پیدا ہوا۔ جو اُسکے بعد ریاست کا مالک بنا۔ بعد ازاں جب سمرو صاحب دربار دہلی کیطرف سے ریاست جیند پر حملہ آور ہوا۔ تو راجہ **امر سنگھ** نے سردار سنگھ داس سنگھ کو پانچہزار سپاہ کے ساتھ راجہ گجپت سنگھ والی جیند کی مدد پر روانہ کیا۔ جسنے پانی پت کے نزدیک نہایت خونریز جنگ کے بعد سمرو صاحب کو شکست دیکر اُلٹے پاؤں واپس بھیجا؟ پھر راجہ **امر سنگھ** نے والی ناہن کی ترغیب سے قصبہ سیف آباد کو فتح کرکے وہاں کے گل بیگ خاں قلعدار کی سات روپیہ روزینہ پنشن مقرر کردی۔ اور سیف علی خاں کی اولاد کے گذارہ کے واسطے موضع رسول پور چھوڑکر اُسکا کل علاقہ جمعی ایک لاکھ اپنے تصرف میں کرلیا؟

پھر موسم سرما میں راجہ **امر سنگھ** نے بھٹیوں کے ملک پر فوج کشی کرکے حصار کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ اور جانبین میں وہاں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ چارسو کے قریب پٹیالہ کی سپاہ کام میں آئی۔ سردار نتھا سنگھ کالیکا بھی اسی لڑائی میں مارا گیا۔ بھٹی سرداروں کا بھی بہت نقصان ہوا۔ چودہ سو کے قریب اُن کے آدمی مارے گئے۔ غرض آخرکار راجہ **امر سنگھ** کو فتح نصیب ہوئی۔ اور اسنے اُن کے تمام علاقہ و قلعہ پر اپنا قبضہ کرلیا؟

بعد ازاں راجہ **امر سنگھ** فتح آباد اور سرسہ کے ملک پر اپنا تسلط بٹھاتا ہوا قصبہ رانیاں کے قلعہ کی طرف جو اسوقت محمد امین خاں بھٹی کے قبضہ میں تھا متوجہ ہوا؟ اسی مقام پر اسکو خبر ملی کہ رحیم داد خاں صوبہ دار ہانسی نے مسلمانوں کی ایک بڑی بھاری جماعت کے ساتھ جیند کا محاصرہ کرلیا ہے۔ چنانچہ اسیوقت اسنے دیوان نانومل کو ایک دستہ فوج کا معہ توپخانہ دیکر راجہ گجپت سنگھ والی جیند کی امداد میں روانہ کیا۔ پیچھے سے رانیاں کے مورچہ کا انتظام سردار سنگھ داس سنگھ کے ذمہ چھوڑکر خود بھی اسیطرف کو روانہ ہوا۔ دیوان نانومل نے وہاں پہنچتے ہی کیتھل وغیرہ سب پھولکی سرداروں کے ساتھ جو راجہ جیند کی مدد کے لیئے پہنچ گئے تھے بلکر دشمنوں پر نہایت تندی اور سرگرمی سے دھاوا کردیا۔ اور اُنکو ایسی شکست دی۔ کہ وہ سات کوس کی فاصلہ پر پیچھے ہٹ گئے اُن کا بہت سا اسباب و گھوڑے و چار زنجیر فیل دیوان مذکور کے ہاتھ آیا۔ بعدہٗ اسنے اس موقع کو نہایت غنیمت سمجھکر راجہ جیند کو ہمراہ لیکے اضلاع ہانسی و حصار و رہتک کو بزور شمشیر اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پرگنہ گوہانہ و رہتک راجہ جیند کے سپرد کیا۔ اور ہانسی حصار کے علاقہ پر اپنے آقا راجہ **امر سنگھ** کا دخل جمادیا؟

قلعہ رانیاں کا فتح کرنا۔

اُدہر سردار سنگھ داس سنگھ نے چار ماہ تک برابر کشت و خون کرنے کے بعد علاقہ سرسہ و قلعہ رانیاں کو زیر کرکے بھٹی رئیسوں کی حکومت کا وہاں سے بالکل خاتمہ کردیا؟

قلعہ بھٹنیر پر حملہ کرنیکا ارادہ۔

اِس خوشخبری سننے کے بعد راجہ **امر سنگھ** نے پٹیالہ سے جنوب کیطرف کوچ کیا۔ سرسہ تک کے تمام علاقہ جات سے جو اُسوقت اسکے زیرِ حکومت تھے۔ ایک کثیر رقم مالگذاری کی وصول کر کے قلعہ بھٹنیر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر چونکہ وہ ملک بالکل ریگستان کا تھا۔ اور رسد وغیرہ کا وہاں بہم پہنچانا ایک دشوار امر تھا۔ اِسلیئے وہ ملک اسنے محمد امین خاں و محمد حسن خاں کے پاس بدستور قایم رہنے دیا۔ مگر بعض یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ پہلے بہت ساحصہ اُن کے ملک کا راجہ **امر سنگھ** نے بجنگ فتح کر لیا تھا۔ جب انہوں نے اطاعت قبول کی تو صرف سات گانوں اور قلعہ بھٹنیر کا اُن کے پاس بطور جاگیر چھوڑ دیا۔

وزیر دہلی کا حملہ اور اس سے راجہ امر سنگھ کا عہد و پیمان۔

حالانکہ ایک عرصہ سے سلطنت دہلی کی حالت بہت تباہ ہو رہی تھی۔ اور صرف برائے نام قائم تھی۔ مگر نجف خاں اس سلطنت کو اندنوں ایک عمدہ اور لائق وزیر ملگیا۔ اُسنے چاہا۔ کہ کچھ ہاتھ پاؤں مارکر اُس ملک کو جو سکھوں نے رحیم داد خاں کو شکست دیکر دبا لیا تھا۔ پھر واپس لے لے۔ اور اسطرح سے اپنی سلطنت کے ایام گردش کو دور کر دے۔ چنانچہ اس ارادہ کی پیروی میں اُسنے افواج شاہی کو ساتھ لیکر کوچ کر دیا۔ اُدھر سے راجہ **امر سنگھ** نے دیوان نانو مل کو بہت سی فوج دیکر روانہ کیا۔ اس سردار نے ضابطہ خاں پسر نواب نجیب الدولہ روہیلہ کو اپنے ساتھ ملا کر جسکا **احمد شاہ** کے زمانہ میں دربار دہلی کر بڑا تعلق تھا۔ اُس سے مدد چاہی۔ باہم ایک دو مقابلے بھی ہوئے۔ مگر آخر کار ضابطہ خاں کی کوشش اور سعی سے راجہ امر سنگھ اور وزیر دہلی کے درمیان شرائط و عہد و پیمان ہونے کی نوبت پہنچ گئی۔ جیند کے مقام پر راجہ امر سنگھ کی وزیر سے ملاقات ہوئی اور یہ قرار پایا۔ کہ علاقہ ہانسی و حصار و رہتک سلطنت دہلی کو واپس کر دیا جاوے۔ باقی فتح آباد۔ رانیاں و سرسہ بدستور پٹیالہ کے ساتھ شامل رہیں۔ علاوہ ازیں راجہ جیند کو بھی اُن علاقہ جات سے جن پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ سات دیہات ملگئے۔

فرید کوٹ و کوٹ کپورہ پر چڑھائی

بعد ازاں راجہ **امر سنگھ** نے علاقہ فرید کوٹ و کوٹ کپورہ کی طرف متوجہ ہو کر جھنڈ و سنگھ کے ماتحت ایک دستہ سپاہ کا اُسطرف روانہ کیا۔ مگر نو مقبوضہ علاقہ جات کے انتظام اور وہاں کے وحشی و آزاد صفت لوگوں کی سرکشی عادات کے سد راہ نے وجائز مالگذاری وخرچ وصول کرنے کی مشکلات نے اُسکو فرید کوٹ وغیرہ پر سوائے تاخت و تاراج کے عملی طور پر قابض ہونے کا موقع نہ دیا۔

منی مزرعہ کے سردار پر دوبارہ حملہ

پھر سمت ۱۸۳۶ بکرمی میں **امر سنگھ** نے غریب داس منی مزرعہ والے و ہری سنگھ رئیس سیالبہ ورو پڑ کی طرف نگاہ اُٹھائی۔ منی مزرعہ کا سردار ابھی اپنے دوستوں کو اپنی مدد پر بلانے بھی نہ پایا تھا۔ کہ راجہ **امر سنگھ** نے وہاں پہنچ کے اُسکے علاقہ کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ غریب داس نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی۔ اور تین مہینے تک برابر راجہ **امر سنگھ** سے لڑتا رہا۔ مگر آخر کو لاچار ہو گیا۔ اور جب کوئی صورت مخلصی کی نہ دکھلائی دی۔ تو اُسنے ایک کثیر رقم نذرانہ کی راجہ **امر سنگھ** کے پاس بھیجکر متابعت اختیار کر لی۔

رئیس سیالبہ پر حملہ

پھر راجہ **امر سنگھ** نے سیالبہ کی طرف جو وہاں سے ۱۶ میل کے فاصلہ پر پچھم کی طرف واقع ہے۔ باگ موڑی۔ سردار ہری سنگھ کو اسکا حال پہلے سے ہی معلوم تھا۔ چونکہ وہ ایک بڑا دولتمند آدمی تھا۔ اور اسکا ملاپ بھی بڑے بڑے

موزاور طاقتور سکھ سرداروں سے تھا۔ اسلئے جسّا سنگھ رام گڈھیہ وگوردت سنگھ و دیوان سنگھ لاڈوہ والے وکرم سنگھ شہید شہزادپور
وگور بخش سنگھ انبالہ والہ وغیرہ سرداران بھی معہ اپنی اپنی جماعتوں کے اسکی مدد پر پہنچگئے۔ اور متصل قصبہ سیالبہ کے دونوں طرف کے
لشکروں کا میدان پڑا۔ اسوقت حالانکہ مہاراجہ پٹیالہ کی فوج کی تعداد اسقدر کافی نہ تھی۔ کہ ہری سنگھ کا مقابلہ کرتی۔ اور نہ یہ امید تھی
کہ رئیس سیالبہ کیطرف اسقدر کثیر فوج ہوجائیگی۔ جو راجہ پٹیالہ زیادہ بندوبست کرکے آتا۔ تاہم ضروریات موقع نے پٹیالہ کی فوج کو بہرحال
لڑنے پر مجبور کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پٹیالہ کی فوج کو شکست ملی۔ اور کئی سو آدمی مارے گئے۔ بخشی لکھنا بھی مارا گیا۔ اور دیوان نانومل
زخمی ہوا۔ سرداران جھنڈو سنگھ و مان سنگھ گرفتار ہوگئے۔ اس شکست نے راجہ **امر سنگھ** کو بہت جوش دلایا۔ اور اسنے راجگان جیند
اور نابھہ ورائےکوٹ وغیرہ سب اپنے نزدیکی اور قریب ترشتہ دار و دوست والیان ریاست کو پیغام بھیجدیا۔ کہ سب اپنی اپنی فوجیں
لیکر فوراً امداد کے لیئے موقعہ پر پہنچیں۔ سب سے پہلے راجہ **امر سنگھ** کی چچازاد ہمشیرہ بی بی راجندر کور جو ایک دولتمند بیوہ نہایت
دلیر اور بہادر لڑائی کی مشتاق بڑی ہمت والی تھی۔ تین ہزار جماعت کے ساتھ ان رئیسوں کے علاقوں میں سے جو ہری سنگھ کی
طرف سے لڑے تھے۔ گذرتی اور تاخت و تاراج کرتی ہوئی پہنچی۔ پھر دونوں بھائی دیسا سنگھ و سکھا سنگھ کیتھل والے و روسائے نابھہ
و جیند و نوابان مالیر کوٹلہ و میاں کشن سنگھ ماہن کیطرف سے و بھے سنگھ لدھراں والہ و تارا سنگھ گھنیا ڈلہ والہ اور اسکا ماتحت بدھ سنگھ
کنھیا والہ و بدھ سنگھ فیض اللہ پوریہ وغیرہ اپنی اپنی فوج لیکر آپہنچے۔ غرضیکہ جب سب بڑے چھوٹے رئیس رفتہ رفتہ اسیطرح یکے بعد دیگرے
جمع ہوگئے۔ تو پٹیالہ کی سپاہ نے سردار چوڑ سنگھ بدوڑیہ کی ماتحتی میں اور دوسرے امدادی رئیسوں کی افواج نے اپنے اپنے افسروں
کی نگرانی میں سیالبہ کی طرف کوچ کیا۔

وہاں پہنچتے ہی ہری سنگھ کی جمع کردہ فوج کے ساتھ دو ایک مقابلے کیئے۔ بعد ازاں چوڑ سنگھ بدوڑیہ افسر فوج پٹیالہ نے یہ ایک اور
چال کھیلی۔ کہ ہری سنگھ کے جسقدر مددگار رئیس سردار آئے تھے۔ سب کو طمع دیکر اپنے ساتھ ملالیا۔ آخرکار ہری سنگھ اکیلا رہگیا۔ تو انہی
دو لاکھ روپیہ ادا کرکے راجہ **امر سنگھ** کی فرمانبرداری اور تابعداری قبول کرلی۔ پھر راجہ موصوف نے بھی اسکے علاقہ سے کچھ مزاحمت
نہ کی اور اپنی فوج کو واپسی کا حکم دیدیا۔

بعد ازاں سمت ۱۸۳۳ بکرمی میں نواب عبد اللہ خاں وزیر دہلی جو ایک بڑا جاہ طلب اور صاحب لیاقت آدمی تھا۔ ملک مالوہ سکھوں
سے واپس لینے کا ارادہ کرکے معہ شہزادہ **فرخندہ بخت** ایک بڑے بھاری لشکر کے ساتھ اسطرف کو روانہ ہوا۔ جب کیتھل
والے رئیس کو مغلوب کرکے پٹیالہ کیطرف پھرا۔ تو قصبہ گھرام کے پاس دیوان نانومل افسر فوج پٹیالہ نے بامداد ریاست نابھہ و
جیند اسکے حملہ کو ایسی تندی اور سرگرمی سے روکا۔ کہ بادشاہی فوج کے پاؤں ہلگئے۔ اتنے میں جسّا سنگھ رام گڈھیہ و آہلو والیہ حقیقت سنگھ
گھنیا و خوشحال سنگھ فیض اللہ پوریہ و تارا سنگھ و جودھ سنگھ وغیرہ ملک ماجھہ کے مثل دار سرداران بھی معہ اپنی اپنی فوج کے راجہ امر سنگھ
کے بلائے ہوئے مدد پر آپہنچے۔ جنکی یورش اور دھمک سے وزیر کا دل ایسا دہل گیا۔ کہ وہ اپنے ارادے سے قطعی باز آکر واپس جانے پر
مستعد ہوا۔ مگر اب سکھوں کے خوف سے اسکو دہلی تک پہنچنا بھی دشوار ہوگیا۔ اسلیئے جسقدر اسنے راستہ میں بھائی دیسو سنگھ کی

راستہ میں وصول کیا تھا۔ وہ سب معہ کچھ اور زیادہ رقم کے بگھیل سنگھ کی معرفت سکھوں کو کڑاہ پرشاد کیلئے دیکر بمشکل تمام اپنا پیچھا چھوڑا کر واپس دہلی ہؤا۔ (دیکھو صفحہ ۲۹۹)

بعد ازاں پھاگن بدی ستمی سمت ۱۸۳۸ بکرمی مطابق فروری ۱۷۸۱ء کو راجہ آمر سنگھ نے ۳۵ برس کی عمر میں استسقا کے مرض میں جو کثرت شراب خوری کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے انتقال کیا۔ اور اُسکا بیٹا صاحب سنگھ نابالغ جو اُسوقت کل سات برس کی عمر کا تھا۔ اُسکی جگہ گدی پر بیٹھا۔

راجہ آمر سنگھ ایک فتح نصیب اور باتدبیر شخص تھا۔ اور اسمیں کوئی کلام نہیں۔ کہ اگر یہ کچھ دنوں اور زندہ رہتا۔ اور اُسکے آیندہ جانشین فرمانروا بھی لیاقت اور حوصلے میں بالکل اُسی کے ہم پلہ ہوتے۔ تو تمام ریاستہائے ابر دے ستلج ہل جل کر صرف ایک ہی پٹیالہ کی سلطنت بنجاتیں۔ مگر افسوس کہ اسکے مرنے کے بعد برسوں تک اس ریاست کا انتظام فقط اس خاندان کی مستورات کے ہاتھ پڑجانے کی وجہ سے بجائے ترقی کے روز بروز گھٹتا گیا۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ اس خاندان کی عورتیں بھی اپنے مردوں کی طرح بڑی ہمت والی اور عقلمند تھیں۔ اور دراصل اسکو انہی کی صاحب تدبیری اور مستعدی کا نتیجہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ پٹیالہ کا راج ابتک قایم ہے۔ ورنہ راجہ آمر سنگھ کے بعد جسکا جانشین بالکل صغیر سن تھا۔ بخصوص ایسی حالت میں جب پٹیالہ کی حاسد ریاستہائے جیند و نابھہ اور کیتھل وغیرہ بھی در پردہ اسی کتر بیونت میں رہتی ہوں کہ یہ ریاست غارت ہوجاوے۔ یہ کب ممکن تھا۔ کہ پٹیالہ کی ریاست کا نام و نشان بھی باقی رہجاتا۔

راجہ آمر سنگھ کی بابت سر لیپل گریفن صاحب کی راجگان پنجاب میں یہ رائے ہے کہ:۔

"امر سنگھ کا چال چلن کچھ ایسا نہ تھا۔ جو قابل تعریف ہو اور جس زمانہ میں یہ تھا۔ اُس زمانہ کے قبح اور عیوب کا ایک اچھا خاصہ حصہ اسکی ذات میں موجود تھا۔ لیکن اس شخص نے ریاست پٹیالہ کو جمنا اور ستلج کے مابین نہایت طاقتور بنا دیا تھا۔ اسنے سلطنت اسلامیہ کے مقابلہ میں ایک کامیاب جتھا قایم کر لیا تھا۔ اور اگرچہ اسمیں شک نہیں ہے۔ کہ اُسوقت سلطنت مغلیہ میں بجائے عظمت و جلال سابقہ کے صرف ایک پرچھائیں ہی رہگئی تھی لیکن تاہم اُسکے نام سے تمام ہندوستان لرزتا تھا۔ اور شاہی پوشاکوں کو چیر پھاڑ کر دنیا پر یہ بھید منکشف کر دینے کو کہ اُس دیو قوی ہیکل کی جگہ اب صرف ایک ایسی کمزور چیز رہگئی ہے۔ جیسے کہ کھیتوں میں جانور ولی کے ڈرانے کے لیئے ڈرنا لگا دیتے ہیں۔ جو ذرا سے ٹھوکے سے گر سکتا ہے بیشک امر سنگھ جیسا ہی ایک بہادر دل اور دلیر ہاتھ درکار تھا۔ امر سنگھ کی فتوحات بیدریغ اور اکثر بغیر کسی حیلہ یا وجہ اشتعال کے ہوتی تھیں۔ لیکن راجاؤں کی نسبت صرف اُن کی کامیابی اور جسطرح وہ موقعوں کو کام میں لاتے ہیں اُنکے ہی لحاظ سے رائے دیجاسکتی ہے۔ مگر اسمیں کچھ شک نہیں۔ کہ آمر سنگھ کی بلند نظری صرف اپنی ذات کیلئے جاہ طلبی کے شوق پر مبنی تھی۔ اور وہ اُس قسم کے مدبروں میں شمار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جو اپنے وطن اور

قوم کی شان وشوکت اور بہی خواہی کے سوا اور کچھ پالسی یعنی مصلحت پیش نہاد خاطر نہیں رکھتے۔ اور جنکو بلالحاظ اور بےپرواہ اپنی ذاتی بدنامی تک کی صرف اتنی ہی بات مد نظر ہوتی ہے۔ کہ اپنے بعد اپنے ملک اور قوم کو زیادہ طاقتور اور ممتاز حالت میں چھوڑ کر جائیں۔ یہ رئیس ایک جنگلی۔ اور ناتربیت یافتہ اور بہادر اور بعلم اور فیاض اشخاص کا ایک عمدہ نمونہ تھا۔ مگر یہ تیز فہم اور قوی بازو تھا۔ اور جو کامیابی اُسنے حاصل کی تھی وہ بیشک اُسکا مستحق تھا۔ گو کہ اس باب میں کہ آیا کامیابی ایک شخص کو تعریف اور پسندیدگی کا مستحق بناتی ہے یا نہیں دنیا اور اسکے معلموں کا مختلف الرائے ہونے میں اتفاق ہے ؛

صاحب سنگھ کی مسند نشینی

راجہ امر سنگھ کے بعد اُسکا بیٹا **صاحب سنگھ** جو بھادوں بدی پندرس سمت ۱۸۳۰ بکرمی کو پیدا ہوا تھا۔ سات سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ یہ وقت پٹیالہ کی ریاست کے لیئے نہایت خوفناک اور نازک تھا۔ چہار طرف سے مخالف اسکی طرف تاک لگائے بیٹھے تھے۔ مگر نابالغ رئیس کی دادی رانی حکماں نے جو کسیقدر صاحب فہم تھی ریاست کا کل انتظام دیوان نانومل کے ہاتھ دلا کر اُسکو مدارالمہام مقرر کردیا۔ اور واقعی اس اہلکار کا انتخاب ریاست کو برقرار اور قایم رکھنے کی بابت نہایت عمدہ ہوا۔ کیونکہ دیوان سے بڑھکر اس عہدہ کے لایق کوئی اور دوسرا آدمی مل بھی نہیں سکتا تھا ؛

نانومل کا چال چلن

یہ شخص ذات کا اگروال بنیا قصبہ سنام کا باشندہ تھا۔ نہایت متدین نمکحلال اور تجربہ کار اہلکار تھا۔ اس نے مہاراجہ امر سنگھ کے وقت میں بہت عمدہ عمدہ خدمات کیں۔ اور ملکی و مالی دونوں معاملات میں اُسکو اچھا درک تھا۔ مگر بقول سر لیپل گریفن صاحب کے اُسکی یہ بڑی غلطی تھی۔ کہ سکھ سرداروں کو جو اکثر بے علم ہوتے تھے۔ علانیہ حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ بھی اسکو رشک اور دشمنی کی نگاہ سے دیکھنے لگے ؛

قلعہ بھوانی گڈھ کی بغاوت

صاحب سنگھ نابالغ رئیس کے مسند نشین ہوتے ہی چاروں طرف سے بغاوت شروع ہوگئی۔ سب سے پہلے رانی دیسو کے بھائی مہاں سنگھ نے قلعہ بھوانی گڈھ میں سرکشی کی جسکو دیوان نانومل نے تین ماہ کی متواتر لڑائی کے بعد مغلوب کیا۔ اور اُسکو ریاست بھوانی گڈھ سے معزول کرکے ایک لاکھ روپیہ کا جرمانہ وصول کیا۔ ابھی یہاں کا معاملہ اچھی طرح سے فیصلہ نہیں پاچکا تھا کہ کوٹ سمیر میں سردار سنگھ چین سنگھ سابق رئیس جھنڈہ کی بیٹی راجکور نے غدر مچا دیا۔ مگر دیوان نانومل نے اُسکو بھی فتح کرکے

کوٹ سمیر میں راجکور کا غدر

مغلوب کیا۔ اسکے بعد ایک اور فساد بھیکی میں اُٹھا۔ جو ان دونوں سے زیادہ ضروری تھا یعنی راجہ امر سنگھ کی رانیوں میں سے رانی کھیم کور کے بھائی سردار اعلے سنگھ دیا لگھر سنگھ نے تھمن سنگھ کو جو وہاں ریاست پٹیالہ کی طرف سے حاکم تھا۔ نکال کے خود اپنا قبضہ کرلیا ؛

بھیکی پر حملہ

حالانکہ اُن دنوں پٹیالہ میں رانیوں کے رشتہ داروں کا بڑا زور تھا۔ ایک دوسری اپنی طرف کو کھینچتی تھی۔ اور سوائے رانی حکماں کے کل دوسری رانیاں نانومل سے بدیں خیال خوش بھی نہ تھیں۔ کہ وہ کفایت شعاری کے انتظامات کرتا تھا۔ اور اُنکو فضول خرچی

کے مصارف سے روکتا تھا۔ تاہم دیوان نانومل نے خیرخواہی ریاست کے خیال سے ایک مضبوط فوج لے کے رانی حکماں کے ہمراہ بیبی لیطرا
کو کو دیا۔ نابھہ۔ جیند۔ بھدوڑ۔ مالیرکوٹلہ اور سرداران رام گڈھیہ وغیرہ سب کی سپاہ بھی حسب معمول امداد میں ساتھ گئی۔ آخرکار فوج نے وہاں
پہنچکر گانوں گھیر لیا۔ اعلے سنگھ تاب مقابلہ کی نہ لاکر تلونڈی میں بھاگ گیا۔ مگر دیوان نانومل نے تعاقب کر کے اسکو وہاں سے گرفتار کیا۔ اور
قید کر کے پٹیالہ لے گیا۔ جہاں اُسنے ایک عرصہ کے بعد بمشکل تمام سوڈہی ناہر سنگھ کی سفارش سے تین لاکھ روپیہ جرمانہ دیکر رہائی پائی۔ اور
دانوں مزرعہ وغیرہ چند دیہات اُسکو گذارہ کے لیئے دیئے گئے ❊

قحط کا پڑنا اور نانومل کا ہمت نہ ہارنا۔

علاوہ ازیں سمت ۱۸۴۱ بکرم کے نہایت دردناک قحط نے جیسا کہ شمالی ہندوستان میں آگے کبھی نہیں پڑا تھا۔ پٹیالہ کے انتظام میں ہر قسم کی
مشکلات حایل کر دیں۔ ہزارہا آدمی فاقہ سے مر گئے۔ اور لوگ گانوں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ تمام ملک ڈاکو اور رہزنوں سے بھر گیا۔ عام
بدنظمی پھیل گئی۔ نہ کچھ فصل ہوئی نہ زمین کا کچھ محاصل وصول ہوا۔ کیونکہ گذشتہ سال میں بھی فصل مطلق نہیں ہوئی تھی۔ اور قحط کے آثار نمایاں
ہو گئے تھے۔ گرد نواح کے رؤساء نے پٹیالہ کے علاقہ میں ہاتھ بڑھانا شروع کر دیا۔ اور جسکو ذرا بھی جرأت ہوئی۔ پٹیالہ کی اطاعت سے منحرف
ہو کر خود مختار بن گیا۔ مگر دیوان نانومل نے اسوقت بھی اپنے استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا۔ بلکہ کمر ہمت کو ان خطرات اور مشکلات کے مقابلہ
میں نہایت مضبوطی سے باندھ کر ہر وقت ریاست کی بہتری اور بہبودی میں لگا رہا۔ غرض عجیب قسم کا باتدبیر آدمی تھا۔ خواہ کتنی ہی سخت
تکلیف و مشکل پیش آتی۔ کبھی حوصلہ نہ ہارتا۔ فوراً اُسکے آسان کرنے کی کوئی تدبیر سوچ لیتا۔ اِسنے اپنی سپاہ کو انگریزی طریقہ کی قواعد سکھانے
کے لیئے لکھنؤ سے گولہ انداز اور افسر بلائے۔ اور جسقدر فساد اور عناد اُس زمانہ میں اُٹھے۔ سب کو اُسنے نہایت دلیری سے فرو کیا۔ اور

موتے پور کا محاصرہ اور نانومل کا زخمی ہونا۔

جو دیہات پٹیالہ کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ سب کو اسنے واپس لینا چاہا۔ پہلے اسنے سردول سنگھ حاکم موتے پور پر جو رانی کھیم کور کا رشتہ
دار تھا۔ اور دس لاکھ روپیہ دبا کر باغی ہو گیا تھا۔ چڑھائی کی۔ بیس یوم تک برابر اس مقام کا نانومل نے محاصرہ رکھا۔ مگر اکیسویں دن
خورم بیگ نامی ایک اُسی کے ماتحت افسر نے سردول سنگھ سے رشوت لیکر دیوان مذکور کے قتل کا اقدام کیا۔ گو اُسکے ہمراہیوں نے خورم بیگ کو
کو ہلاک کر دیا۔ مگر دیوان نانومل کو بھی تلوار کا ایک شدید زخم لگ چکا تھا۔ اِسلئے اسکو موقع انندپور کیسو کا میں جو وہاں سے قریب تھا۔
لیگئے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ جسوقت رانی حکماں نے جو اُسوقت جنگ میں خود موجود تھی۔ دیوان نانومل کے زخمی ہونے کی خبر سُنی
تو وہ ضعیف العمر عورت غش کھا کر گر پڑی۔ اور اُسکے دل پر ایسا صدمہ پہنچا۔ کہ وہ اسی رنج سے بیمار ہو کر مر گئی ❊

رانی حکماں کا انتقال

رانی حکماں کو یہ بخوبی معلوم تھا۔ کہ نانومل ہی ایک ایسا بہادر اور باتدبیر شخص اُسکی ریاست میں ہے۔ جو پٹیالہ کی حالت کو پھر سرسبز کر سکیگا
اسیلئے وجہ تھی۔ کہ ہمیشہ اسکی عزت کرتی اور دل و جان سے اُسکے ہر ایک کام میں مدد دینے کو تیار رہتی۔ رانی حکماں تو اس صدمہ سے خود
جان بحق ہو گئی۔ مگر نانومل کو بھی جسکی وہ نہایت قوی پُشت پناہ تھی اپنے انتقال سے سخت نقصان پہنچا گئی۔ یعنی اُسکے مرتے ہی رانی

دیوان نانومل کا قید ہونا اور بی بی راجندر کور کا پھگواڑہ سے پٹیالہ پہنچنا

کھیم کور و لچھمن سنگھ دھالیوال و بی بی پردہان و ہمیر سنگھ وغیرہ سب نے ملکر دیوان مذکور کو جسکے وہ پہلے سے ہی سخت دشمن تھے حالت مجروحی
میں ہی قید کر لیا۔ اُسکا قید ہونا تھا۔ کہ ریاست میں پھر غدر مچگیا۔ اور قرب و جوار کے رؤساء نے پٹیالہ کے دیہات دبانے شروع
کر دیئے۔ مگر خوش نصیبی سے بی بی راجندر کور پھگواڑہ والی جو راجہ امر سنگھ کی بھتیجی اور پٹیالہ کے خاندان میں ایک نہایت دلیر اور

دانشمند عورت تھی۔ اس درجہ کی بدنظمی اور بے اعتدالی کا حال سُن کر اپنی کل فوج لیکے وہاں جا پہنچی اور دیوان نانوں مل کو قید سے رہا کر کے پھر سے مدار المہام بنادیا ✤

نانوں مل کا دہارا راؤ مرہٹہ سے مدد لینا

اسوقت حالانکہ دیوان نانوں مل ہمراہی بی بی راجندر کور بذات خود بھی ملک کا انتظام بخوبی کر سکتا تھا۔ مگر چونکہ اُس کو پٹیالہ کے کسی رئیس یا سردار کی مدد اور قول پر پورا پورا بھروسا نہیں تھا۔ اسلیئے اُسنے دہارا راؤ ایک مرہٹہ سردار کو (جو اُس زمانہ میں دہلی کے قریب ملک میں پھر رہا تھا۔ اور بگھیل سنگھ۔ کروڑا سنگھ و دیوان سنگھ لنڈہ و مہتاب سنگھ تھانیسری وغیرہ سرداران بھی جسکے ساتھ شامل تھے) بگھیل سنگھ کی معرفت دو لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کر کے اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ جب یہ مرہٹہ سردار تھانیسر کے قریب پہنچا۔ تو اُدھر سے دیوان نانوں مل و رانی راجندر کور و راجہ گجپت سنگھ والی جیند بھی معہ اپنی اپنی افواج کے پٹیالہ سے روانہ ہو کر اُس سے جا ملے۔ مگر قبل چھوڑنے پٹیالہ کے سردار لچھمن سنگھ کو بایں خیال کہ ہمارے پیچھے کوئی فساد نہ پیدا کر دے۔ وہاں گرفتار کر کے قید کرا آئے۔ جب سب کی فوجیں جمع ہو گئیں۔ تو پہلے دہارا راؤ نے قرب وجوار کے سرداروں کو مغلوب کر کے اُن سے خراج وصول کیا۔ یعنی کیتھل والے پٹھانوں و شاہ آباد و لاڈوا وغیرہ کے تمام رؤسا سے نذرانے حاصل کیئے۔ اور کوٹ وغیرہ جسقدر پٹیالہ کے دیہات انبالہ والے سرداروں نے دبا لیئے تھے۔ سب اُسنے چھوڑائے۔ اور ۲۰ ہزار روپیہ کے قریب اُن دیہات کا محاصل بھی اُنسے وصول کیا۔

بنوڑ کا محاصرہ

اسکے بعد نانوں مل قصبہ بنوڑ کی طرف متوجہ ہوا جسکو پہلے سرداران سنگھ پوریہ نے معہ مواضعات قرب وجوار فتح کیا تھا مگر چونکہ راجہ **امر سنگھ** کی امداد سے اُسکو یہ فتح حاصل ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے نصف حصہ پٹیالہ کی ریاست کو ملا۔ مگر بعد انتقال راجہ **امر سنگھ** کے جب اُسکے ملک میں عام بدنظمی پھیلی۔ اور ہر ایک رئیس اطاعت سے منحرف ہو کر خود مختار ہونے لگا۔ تو اُسوقت خوشحال سنگھ سنگھ پوریہ نے بھی دوسروں کی طرح سارے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اب نانوں مل نے دہارا راؤ کے ساتھ وہاں پر پہنچکر صرف دو گھنٹے کی لڑائی کے بعد جسقدر پٹیالہ کا حصہ تھا۔ سب واپس لے لیا۔ بعد ازاں دیوان مذکور نے اپنے تمام ماتحت زمینداران اور سرداران سے سختی اور نرمی کا برتاؤ کر کے بہت سا روپیہ وصول کیا۔ اور دو لاکھ روپیہ دہارا راؤ مرہٹہ سردار کو حسب وعدہ دیکر کرنال کی طرف رخصت کیا۔ مگر سردار بگھیل سنگھ کو اپنی سرکش رعایا کے سر کرنے کیواسطے ٹھہرا لیا ✤

خود سر رعایا کا مطیع کرنا اور کوٹ کپورہ کی طرف جانا۔

اب بعد رخصت کرنے مرہٹہ سردار کے دیوان **نانوں مل** نے سردار بگھیل سنگھ کو ساتھ لیکر ملک کا دورہ کرنا شروع کیا۔ پہلے کھنہ و سرائے دوراہا و ساہنی وال وغیرہ مقامات کی خود سر زمیندار رعایا کو مطیع کر کے اُن سے جرمانہ او مالگذاری وصول کی۔ بعدہ سردار دلیل سنگھ کو موضع سنبھنا کو جو اُسکے بھائی باگھ سنگھ نے زبردستی چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ اُسے واپس دلایا۔ پھر سرداران چنبی مچھلی و گمبڑہ وغیرہ کو جو در پردہ باغی ہو رہے تھے زیر کر کے اُن سے بھی جو کچھ وصول ہوا لیکر کوٹ کپورہ کی طرف روانہ ہوا ✤

قلعہ موتو پور پر اقتدار پایا۔

راستہ میں خبر ملی۔ کہ سردار سنگھ موتو پوریہ کو اُسیکے قلعہ دار ہمیر سنگھ نے قتل کر ڈالا ہے۔ چنانچہ دیوان مذکور نے دفعتاً وہاں پہنچ کے قلعہ موتو پور پر اپنا قبضہ جما دیا۔ اور جو کچھ سامان حرب اور کئی لاکھ روپیہ کا خزانہ وہاں موجود تھا

سب اسکے ہاتھ لگا ✣

پھر وہاں سے کوٹ کپورہ پہنچا - گو وہاں پر اسکا نقشہ کچھ اچھی طرح نہ جما - مگر تاہم بتیس ہزار روپیہ کے قریب وہاں کے رئیس سے بھی نذرانہ لیکر موضع ڈہلوان میں جو کپورہ کوٹ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے - ایک خام قلعہ اُن پر دباؤ رکھنے کے لیئے بنوا کے براڑوں کے دیہات کو جو خودسر ہو رہے تھے - لوٹتا کھسوٹتا ہوا - بھٹیوں کے ملک پر جا پہنچا - یہ بھٹیوں کا علاقہ جسکو راجہ امر سنگھ نے بڑی کوشش اور کئی سالوں کی متواتر جانفشانی کے بعد فتح کیا - اب تین سال کے عرصہ سے بالکل سرکش اور خودسر ہو گیا تھا - اور کامیابی کی بہت کم امید تھی - مگر دیوان **نانو مل** نے معہ سردار بگھیل سنگھ کے اس علاقہ میں پہنچتے ہی ایسی سختی کی - کہ تمام ملک کانپ اٹھا - اور مواضعات سنگھتا - بھونہ و جھنڈا وغیرہ سے جسقدر باقیات مالگذاری واجب الوصول تھیں سب حاصل کیں - غرضیکہ دیوان مذکور اسطرح پر تمام ملک کو تاخت و تاراج کرکے لاکھوں روپیہ وصول کرتا ہوا - واپس پٹیالہ آیا - اور خزانہ میں جہاں چوہے قلابازیاں کھایا کرتے تھے - روپیوں کی تھیلیاں چنوا دیں - اور سردار بگھیل سنگھ کو بھی زر مقررہ دیکر رخصت کیا ✣

شادی راجہ صاحب سنگھ

سمت ۱۸۴۴ بکرمی میں مہاراجہ **صاحب سنگھ** کی شادی سردار گنڈا سنگھ بھنگی رئیس امرت سر گوت ڈہیلوں جاٹ کی بیٹی رانی رتن کور سے بڑی دہوم دہام کے ساتھ ہوئی ✣

انبا راؤ مرہٹہ کی آمد

پٹیالہ کی طرف دہارا راؤ مرہٹہ کی آمد سے دوسرے مرہٹہ سرداروں کو بھی پنجاب کی طرف لوٹ مار کے لیئے آنے کا شوق پیدا ہوا - چنانچہ سمت ۱۸۴۵ بکرمی میں مرہٹوں کا ایک سردار انبا راؤ نامی بڑی فوج لیکر پٹیالہ کی طرف آیا - اور نواب غلام قادر خاں والی میرٹھ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا - سردار بگھیل سنگھ بھی جیسا کہ اُسکا معمول تھا اُسکے ساتھ ہو لیا - اس سردار کی بابت سر لیپل گریفن صاحب اپنی کتاب میں یہ الفاظ رقم فرماتے ہیں - کہ :-

"یہ رئیس عموماً ایک حملہ آور کو خیر مقدم (ویل کم) کہنے اور جسطرح گیدڑ شیر کے پیچھے پھرتا ہے - اسی طرح شکار کا حصہ خواہ وہ کیسا ہی خفیف کیوں نہو - حاصل کرنے کی خاطر پیروی کرنے میں سب سے اوّل رہتا تھا"

غرضکہ جب یہ لشکر علاقہ جیند و کیتھل میں تاخت و تاراج کرتا ہوا پٹیالہ سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر موضع بھاگلچپیہ میں آ اترا - اور یہاں تک انکو کسی نے نہ روکا - تو آخرکار دیوان نانو مل ایک بڑی فوج لیکر مقابلہ کے لیئے تیار ہوا - لیکن جب وہاں پہنچا - تو اسنے ایک ایسی چال کھیلی جس سے سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے - یعنی غلام قادر خاں روہیلہ اور مرہٹہ سرداروں میں جوڑ توڑ لگاکر اَن بن کرادی - جس سے اسکی طاقت بہت کمزور ہو گئی - اور لا بدی بغیر لڑائی واپس جانا پڑا - کام کا کام ہو گیا - اور لڑائی بھی نہ کرنی پڑی ✣

اسی سال میں سردار ہری سنگھ سیالبہ والے نے سنگھ پوریہ سرداروں سے اپنے دیہات جو انہوں نے زبردستی دبا لیئے تھے چھوڑانے کے لیئے دیوان نانو مل سے امداد چاہی - چنانچہ دیوان مذکور نے فوراً پانچ ہزار فوج کے ساتھ وہاں پہنچ کے موضع کوٹلہ کے چند

دیہات فتح کرکے ہری سنگھ کے حوالہ کیئے اور سردار خوشحال سنگھ کے داماد مان سنگھ کو معہ ملازمان گرفتار کرکے قید کرلیا۔ پھر موضع آدان کوٹ جہاں کے رئیس سردار تیدہ سنگھ کی مدد پر سردار تارا سنگھ غیبہ رائے سنگھ جگادہری والہ و شاہ آباد بیٹے وغیرہ سب موجود تھے مورچہ لگایا۔ اس بھیڑ بھاڑ کو دیکھکر دیوان نانومل نے بھی اپنی ہمسایہ ریاستوں کو اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ جو فوراً آپہنچ گئے۔ اور پندرہ روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار ایک خونخوار اور عظیم جنگ کے بعد دیوان نانومل نے فتح پائی۔ اور چار سو آدمی فقط سنگھ پوریوں کا مارا گیا۔ اور بہت سے زخمی ہوئے۔ اسکے بعد دیوان نانومل بہت سے سکھ سرداروں کو مطیع کرکے نذرانے اور باقیات مالگذاری وصول کرتا ہوا پٹیالہ میں واپس گیا۔ اس مہم سے دیوان نانومل کو بہ ہیئت مجموعی بہت کامیابی حاصل ہوئی۔ اور اُسنے کم از کم دس لاکھ روپیہ کے قریب جسکی خزانہ پٹیالہ میں اُسوقت از حد ضرورت تھی داخل کیا۔ کیونکہ متواتر جنگ اور قحط و مرہٹوں کے دینگا دہنگی کے ٹیکس نے پٹیالہ کے خزانہ کو خالی کردیا تھا +

نانومل کے اقبال کا پلٹا کھانا۔

نانومل واقعی ایک نہایت دیانتدار اور بیدار مغز اہلکار تھا۔ اور اُسکی خدمات پٹیالہ کی ریاست کے لئے بہت مفید ثابت ہوئیں۔ ورنہ ایسے نازک وقت میں اگر پٹیالہ کا مشیر ایسا باتدبیر شخص نہ ہوتا۔ تو ہرگز یہ امید تھی۔ کہ ریاست کی حالت از سر نو سرسبز ہو جائیگی۔ مگر افسوس کہ دیوان مذکور اپنی بےمثل نمک حلالی اور خیر خواہی کے بدلے ریاست کی طرف سے ایسے سلوک کا مستحق نہ تھا۔ جو اُسکے ساتھ پیچھے سے کیا گیا۔ گو اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ وہ متکبر ہوگیا تھا۔ اور اُسکے سر و بار پہوالی لگا کر حقہ پینے کی عادت نے جس سے سکھ لوگ نفرت کرتے ہیں عموماً سکھ سرداروں کو اُس سے ناراض کردیا تھا۔ لیکن تاہم اُسکی خدمات اس قابل نہ تھیں۔ کہ وہ اس ذرا سے نقص کے پیچھے بالکل بھلا دیجاتیں۔ مگر یہ تو صرف بہانہ تھا۔ دراصل بات یہ تھی۔ کہ دیوان **نانومل** ریاست پٹیالہ کا اعلے افسر ایک سچا خیر خواہ اور دیانتدار شخص تھا۔ اُسکی موجودگی میں دوسرے سارے اہلکاروں کی جو عموماً طامع اور حریص تھے دال گلنی بہت مشکل تھی۔ اسلیئے تمام دوسرے سرداروں نے خصوصاً سردار سوجان سنگھ داماد نے (جیسا کہ تمام دیسی ریاستوں میں دستور ہے) مل ملاکر راجہ **صاحب سنگھ** کے پاس جو ابھی بالکل نو عمر اور ناتجربہ کار لڑکا تھا۔ دیوان مذکور کی چغلی کھائی شروع کی۔ کبھی یہ کہا کہ یہ مرہٹوں سے سازش رکھتا ہے۔ کبھی یہ کہ بڑا مغرور ہے۔ ہماری قوم کو بڑی حقارت سے دیکھتا ہے۔ حضور کو برائے نام راجہ کہکے اپنے ہاتھ رنگتا جاتا ہے۔ غرض ایسی ایسی باتیں کرکے اُس لڑکے کو نانومل کیطرف سے بالکل بدظن کردیا۔ سر لیپل گریفن صاحب نے اپنی کتاب میں اسکی بابت بہت اچھی رائے ظاہر کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ:۔

"دیوان نانومل اسقدر متدین تھا۔ کہ حالات موجودہ میں ایسے شخص کی کامیابی مشکل تھی۔ کیونکہ ہندوستانی ریاستوں میں رئیسوں کی نابالغی کے زمانہ میں بےشرمی کے ساتھ رشوت کھانے کا ایک عام قاعدہ ہے۔ اور اگر کسی اتفاق سے کوئی دیانتدار شخص با اقتدار ہو جائے۔ تو خوشامد پیشہ اور کمینہ لوگوں کے گروہ فوراً اس پر دھاوا کرڈالتے ہیں۔ کیونکہ اُنکی دیانتداری ایسے لوگوں کی نفرت کا باعث ہوا کرتی ہے۔ جو انکو لئے بالطبع ایک ملامت اور خوف دلاتی رہتی ہے"

آخر راجہ **صاحب سنگھ** نانومل کی خدمات اور خیر خواہی کو بھلا کر اُسے نہایت غضب کی آنکھ سے دیکھنے لگا۔ علے ہذا رانی راجندر کور کو بھی لوگوں نے دیوان کی طرف سے مشکوک کر دیا تھا +

انہی ایام میں جب مرہٹوں کے نامور سردار مادہوجی سندھیا نے دہلی پہنچ کے غلام قادر روہیلہ کو (جسنے شاہ عالم بادشاہ کی آنکھیں نکلوا کے دہلی کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا) اسکی وحشیانہ اور بزدلانہ کاروائی کا اجر دیا۔ اور شاہ عالم کو پھر سے تخت پر بٹھایا۔ تو مرہٹوں کی فوج نے بہ سرکردگی رانی خاں و داد اجیا و علی بہادر سرداران کے بادشاہ کی طرف سے جمنا پار کا ملک واپس لینے کے ارادہ سے تھانیسر کیطرف کوچ کیا +

چونکہ یہ لشکر تھانیسر آکر چند روز تک مقیم رہا۔ اسوجہ سے یہاں تک تو غنیمت رہی۔ مگر جب مرہٹوں کے لشکر نے وہاں سے کوچ کر کے اجرانہ میں جو پٹیالہ سے ۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مقام کیا۔ تو پٹیالہ میں بھی کھلبلی پڑ گئی۔ دیوان **نانومل** نے جو یہ بخوبی سمجھے بیٹھا تھا۔ کہ مرہٹوں کی فوج خالی ہاتھ کبھی واپس نہ ہوگی۔ رانی راجندر کور سے جا کر عرض کیا۔ کہ آپ تھوڑے دنوں کے لیئے یہاں سے کل سامان وغیرہ لیکر بھٹنڈہ کے قلعہ میں چلے جائیں۔ مگر وہ ایک بڑی بہادر عورت تھی۔ اُسکی شجاعت نے یہ تقاضہ نہ کیا۔ کہ وہ مرہٹوں کے خوف سے بھاگ جائے۔ اسلیئے اُسنے دیوان مذکور کی درخواست قبول نہ کی۔ اور کہا۔ کہ تم مدار المہام ہو۔ ہر طرح سے تم کو ہی اسکا انتظام کرنا چاہیئے + دیوان **نانومل** جسکو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو گئی تھی۔ کہ راجہ **صاحب سنگھ** اور رانی راجندر کور دونوں کو لوگوں نے اس سے مشکوک کر دیا ہے جسکا نتیجہ اُسکے حق میں ضرور ہی مضر ہوگا۔ اسلیئے اُسنے ارادہ کیا۔ کہ وہ ہمیشہ کے لیئے پٹیالہ سے چلا جاوے۔ مگر قبل اسکے کہ وہ ایسا کرے۔ کچھ دولت بھی فراہم کر لی چاہی۔ الغرض وہ اپنے ماتحت سرداروں کو ساتھ لیکر مرہٹوں کے لشکر میں چلا گیا۔ اور چونکہ با تدبیر تو تھا ہی وہاں پہنچتے ہی رانی خاں سے اُسنے اپنا اچھا رسوخ پیدا کر لیا + اب جب مرہٹہ سرداروں نے پٹیالہ کے کل گرد و نواح کے رئیسان سے نانومل کی معرفت نذرانہ وصول کر لیا۔ تو پٹیالہ کی باری آئی۔ دیوان نے بی بی راجندر کور کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ مرہٹے اسقدر روپیہ مانگتے ہیں۔ جسکا جواب وہاں سے یہ آیا۔ کہ مدار المہام تو ریاست کے تم ہی ہو۔ اور یہ روپیہ بھی تم ہی کو دینا چاہیئے۔ آخرش یہ بحث مباحثہ رانی راجندر کور اور نانومل کے درمیان کچھ مدت تک بنا رہا۔ مگر جب اسکا فیصلہ کچھ نہ ہوا۔ تو رانی راجندر کور نے سرداران مرہٹہ سے یہ کہلا بھیجا۔ کہ آپ لوگ یہاں سے لشکر اٹھا لیں۔ میں اس نذرانہ کا فیصلہ سیندھیا کے پاس چلکر خود کر لیتی ہوں۔ اور ایک طاقتور فوج اپنے ہمراہ لیکر متھرا کی طرف سیندھیا سے اسکا فیصلہ کرنے کے لیئے روانہ ہوئی +

جس زمانہ میں رانی راجندر کور اور نانومل کا نذرانہ کی بابت آپس میں جھگڑا چھڑ رہا تھا۔ اُسوقت یہانتک نوبت پہنچ گئی تھی۔ کہ رانی راجندر کور نے دیوان مذکور کے بیٹے دیویدتا مل کو بطور کفالت اُسکے باپ کی نیک چلنی کے قید کر دیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا تھا۔ کہ داد اجیا مرہٹہ کو تیس ہزار سپاہ کے ساتھ نانومل نے ہمراہ لیکر پٹیالہ پر حملہ کر دیا۔ اور رانی

کو یہ پیغام بھیجا۔ کہ جبتک میرا لڑکا نہ چھوڑو گے۔ میں نذرانہ کا کوئی بندوبست نہ کرونگا۔ اور تمہاری ریاست کا نقصان بھی ہو جائیگا۔ اسنے بھی اس بات کو زیادہ تر طوالت دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور دیوی دتا کو رہا کر دیا۔ ڈیڑھ مہینے تک یہی حال رہا۔ کہ مرہٹے نذرانہ مانگتے اور رانی انکار کرتی۔ اس عرصہ میں آپسمیں باہم دو چار خفیف لڑائیاں بھی ہوئیں +

جب مرہٹوں کی فوج معہ نانومل وغیرہ واپس ہوکر کرنال کے مقام پر پہنچی۔ تو پیچھے سے راجہ صاحب سنگھ نے بلالحاظ و داری و نمکحلالی دیوان نانومل کے اپنے خود غرض و کوتاہ اندیش مصاحبوں کے کہنے سے تمام آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر قید کرنا شروع کر دیا۔ نانومل کا جسقدر اسباب لاکھوں روپیہ کا قلعہ گھنور و بھوانی گڈھ میں جمع تھا۔ سب ضبط کر لیا۔ پھر وہاں سے چلکر دیوان مذکور کے بیٹے نوندرائے کو جو برنالہ میں تحصیلدار تھا۔ قید کیا۔ بعدہٗ قلعہ اکال گڈھ پر جہاں اسکا تیسرا بیٹا مائی دتا مل تھا۔ حملہ کیا۔ اسکا ارادہ تو ہوا کہ مقابلہ کرے۔ مگر اپنی سپاہ کی کم ہمتی سے خاموش رہا۔ چار لاکھ روپیہ راجہ صاحب سنگھ کو اس قلعہ سے ہاتھ آیا۔ غرض اسطرح سے گھنور وغیرہ جہاں جہاں دیوان نانومل کے کسی رشتہ دار یا آورده کا پتہ ملا۔ اسکو بلا پیچ کے معزول کیا۔ اور جسقدر جائداد نانومل کی منقولہ و غیر منقولہ ہاتھ لگی۔ سب ضبطی میں آئی +

ادھر کرنال کے مقام پر دیوان نانومل نے مرہٹوں سے اپنے لئے اجازت حاصل کی۔ اور بجائے اپنے دیو بتا مل اپنے لڑکے کو انکے ہمراہ روانہ کیا۔ ابھی یہ پٹیالہ کے راستہ ہی میں تھا۔ کہ اسکو راجہ صاحب سنگھ کی بدنیتی اور زیادتیوں کا حال معلوم ہوگیا۔ اسنے سمجھ لیا کہ اگر اسوقت میں پٹیالہ گیا۔ تو اسکا نتیجہ سوائے اسکے کہ میں قتل ہوں یا قید کیا جاؤں دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اسلیئے کرم سنگھ رئیس شاہ آباد کے پاس آ کے پناہ لی۔ اس رئیس نے ظاہرا اسکے ساتھ پٹیالہ میں رسائی پیدا کرا دینے کے لیئے بہت سے وعدے وعید کیئے۔ مگر در پردہ اسنے راجہ صاحب سنگھ کو کہلا بھیجا۔ کہ اس سے بڑھکر دیوان نانومل کی گرفتاری کا اور کوئی موقع نہیں ملیگا۔ دیوان نانومل نے کچھ تھوڑی سی سپاہ فراہم کر کے قلعہ گھنور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر جب اسکو کرم سنگھ کی بدنیتی کا حال معلوم ہوگیا۔ تو وہاں سے بھاگ کر موضع چیکھا علاقہ کیتھل میں پناہ گیر ہوا +

ادھر جب رانی راجندر کور نے متھرا میں پہنچکر سیندھیا راؤ سے جس نے اسکی بہت عزت کی ادائے نذرانہ کا معاملہ طے کر لیا۔ اور دیوی دتا دیوان نانومل کے بیٹے کو زر معہودہ کی کفالت میں ان کے پاس چھوڑ کر واپس ہوئی۔ ادھر راجہ صاحب سنگھ کے کمینہ اور ناعاقبت اندیش مصاحبوں نے راجہ کا دل رانی راجندر کور کیطرف سے بھی ویسا ہی پھیر دیا جیسا کہ نانومل سے۔ اور یہ جتلایا۔ کہ اگر رانی راجندر کور کو آپ نے منہ لگایا۔ تو وہ پھر نانومل کو بلا لیگی۔ اور انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیگی۔ آپ صرف برائے نام مثل بت کے راجہ رہجائیں گے۔ چنانچہ جب رانی راجندر کور پٹیالہ میں واپس آئی۔ تو راجہ صاحب سنگھ نے اس سے مطلق ملاقات نہ کی۔ حالانکہ رانی نے کئی بار راجہ صاحب سے ملنا چاہا۔ مگر اس کاٹھ کی پتلی نے جسکو اسکے مصاحب جس طرف چلاتے تھے چلتی تھی۔ ایک نہ مانی۔ اور بیچاری رانی

رانی راجندر کور کی وفات اور اسکا چال وچلن۔

راجندر کور صرف جسکے دم سے پٹیالہ کی ریاست پر راجہ **صاحب سنگھ** کو حکومت کرنیکا موقع ملا تھا۔ اس بدسلوکی کے رنج و غم سے سنہ ۱۷۹۱ء میں مرگئی +

رانی راجندر کور واقعی ایک بڑی ہمت والی اور صاحب شعور عورت تھی۔ اور معاملات ملکی ومالی کی سمجھ بھی اسمیں اسقدر تھی۔ کہ وہ ایک بڑی ریاست کا انتظام بذات خاص راجہ **صاحب سنگھ** جیسے مردوں سے بدرجہا بہتر و بلانقص کرسکتی تھی۔ مستقل مزاجی۔ دوراندیشی۔ دانائی۔ اور دلیری جن صفتوں کا مردوں کو صرف اپنی ذات میں موجود ہونے کا گھمنڈ ہوتا ہے۔ اس خوش نصیب عورت میں سب موجود تھیں۔ اور یہ اسی کی ذات خاص کا نتیجہ کہنا چاہیئے۔ کہ پٹیالہ کی ریاست قایم رہگئی۔ ورنہ راجہ امر سنگھ کے بعد جس خطرناک حالت میں یہ ریاست پڑگئی تھی۔ کبھی ممکن نہیں تھا۔ کہ راجہ صاحب سنگھ کو پٹیالہ کی راجائی کا منہہ دیکھنا بھی نصیب ہوتا۔ مگر افسوس! کہ اس نیک نیت اور جوانمرد صفت عورت کے ساتھ جو در حقیقت اپنے زمانہ کی قابل یاد عورتوں میں سے تھی۔ اسی ریاست پٹیالہ سے جسکے لیئے آسنے اپنی جان ہتھیلی پر رکھدی اور مردوں کی طرح میدان جنگ میں گھوڑا دوڑاتی پھری۔ ایسا غیرواجب اور خلاف انسانیت سلوک ہوا جسکی امید کبھی نہ تھی۔ اسکے بعد رانی صاحب کور و آس کور بھی پٹیالہ کی ریاست میں ایسی ہی مستحسن لیاقت کی عورتیں ہوئی ہیں۔ جنہوں نے پٹیالہ کی ریاست کے کام کو نہایت لیاقت اور مردانہ شجاعت کے ساتھ چلایا +

دیوان نانومل کی وفات

دیوان نانومل نے جب دیکھا۔ کہ رانی راجندر کور کا صرف جسکے دم سے اُسے پٹیالہ میں پھر پہنچنے کی امید تھی یہ حال ہوا۔ تو اُسنے ایک اور آخری کوشش یہ کی۔ کہ نواب مالیر کوٹلہ کو جسکے کچھ دیہات ریاست پٹیالہ نے دبالیئے تھے بہکاکر ریاست پٹیالہ کے ساتھ بھڑادیا۔ مگر رئیس مالیر کوٹلہ کی ہربار کی ناکامیابی نے دیوان نانومل کو بھی اس دنیا سے سنہ ۱۷۹۲ء میں ناکامیاب واپس کیا +

دیوان نانومل کے بعد میر الٰہی بخش کسیرمل کا عروج پاکر پھر نیچے گرنا۔

دیوان نانومل کے بعد ریاست پٹیالہ میں میر الٰہی بخش سید اور کسیرمل کھتری دو شخص بڑے صاحب اقتدار ہوئے۔ جن پر راجہ صاحب سنگھ کی بھی بڑی عنایت تھی۔ لیکن ان کے ساتھ بھی انجام میں دیوان نانومل جیسا ہی سلوک ہوا۔ یعنی سردار البیل سنگھ کالے کا۔ فتح سنگھ محرمیاں ومنشی رامدیال تینوں نے جن پر کسی زمانہ میں راجہ **صاحب سنگھ** کی بڑی گاڑھی مہربانی کی نظر تھی۔ اور پھر کسی وجہ سے پھیکی پڑگئی تھی۔ الٰہی بخش کو دیال سنگھ روڑہ اور سکھا سنگھ ڈھلواں سے سربازار قتل کروادیا + اسکے بعد سمت ۱۸۵۰ بکرمی میں البیل سنگھ ریاست کے مدارالمہام اور رامدیال سنگھ میر منشی مقرر ہوئے لیکن حالانکہ ان کو راجہ **صاحب سنگھ** نے خود مقرر کیا تھا۔ مگر انکی مفسدہ پردازی سے جسکا الٰہی بخش کے قتل میں بچشم خود تجربہ کرچکا تھا۔ اپنے دل میں اس خیال سے کہ مبادا میرے ساتھ بھی یہی سلوک کریں ہر وقت خائف رہتا تھا۔ بلکہ اسی وجہ سے تھوڑے دنوں بعد راجہ مذکور نے اپنی ہمشیرہ بی بی صاحب کور کو جو اپنی ذاتی لیاقت اور ہمت میں رانی راجندر کور سے کسی طرح پر کم نہ تھی۔ فتحگڈھ اُسکے سسرال سے بلاکر اپنی ریاست کا کل انتظام اُسکے سپرد کردیا۔

بی بی صاحب کور کا مدارالمہام بننا۔

صاحب کنور نے پٹیالہ میں پہنچتے ہی اپنا انتظام کرنا شروع کر دیا۔ سردار تارا سنگھ کو اپنی نیابت میں لیکر نانو مل کے بھتیجے دیوان سنگھ کو بعہدہ دیوانی پر مقرر کیا +

اُن دنوں میں موضع گھنئے باجہ کے زمینداروں نے سردار چوڑہ سنگھ بھدوڑیہ اپنے دشمن کو معہ اسکے بھائی دل سنگھ کے فریب سے اپنے گانوں میں بلا بھیجا۔ پھر اُن کو شراب پلا کر ایک برج پر چڑھا لیگئے۔ بعدہٗ اُس برج کے چاروں طرف لکڑی چنوا کر آگ لگا دی۔ اُن بیچاروں کو وہیں جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ سردار چوڑ سنگھ حالانکہ زمینداران موضع مذکور کو بخوبی جانتا تھا۔ کہ وہ میرے دشمن ہیں۔ مگر تقدیر کے آگے تدبیر کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ مہاراجہ پٹیالہ نے یہ خبر سنتے ہی برنالہ سے معہ تین ہزار فوج کے کوچ کر دیا۔ اور پھاگن سمت ۱۸۴۹ بکرم میں وہاں پہنچ کے ایک سو آدمیوں کے قریب جنکی مفسدہ پردازی سے یہ کام ہوا تھا۔ تہ تیغ کر ڈالا اور موضع گھنئے باجہ کو تاخت و تاراج کر کے آگ لگا دی۔ بعد ازاں مہاراجہ نے بھدوڑ میں پہنچ کے چوڑ سنگھ کے بیٹے دیپ سنگھ و بیر سنگھ کو اُن کے باپ کی جگہ مقرر کر کے خلعت وغیرہ عطا کی۔ اور سردار انبیل سنگھ کو کچھ فوج دیکر پرگنہ بوہیا وغیرہ کی سرکوبی کے لیئے جہاں کے زمینداروں نے کچھ بغاوت اختیار کر رکھی تھی۔ روانہ کیا۔ اور خود راجہ صاحب سوڈہی کرم سنگھ ساکن موضع ماچھیواڑہ و سردار چڑت سنگھ وغیرہ خودسر سرداروں کو مطیع کرتے ہوئے واپس پٹیالہ تشریف لائے +

اُدھر سردار انبیل سنگھ بھی تین ماہ کے گشت و خون کے بعد تمام علاقہ بوہیا وغیرہ کو سر کرتا ہوا تین سال کا محاصل وصول کر کے واپس آیا +

اسی اثناء میں خبر آئی کہ سردار جیمل سنگھ گھنیہ کو اُسکے چچا زاد بھائی فتح سنگھ نے قید کر لیا ہے جسکے سنتے ہی رانی **صاحب کنور** نے اپنے شوہر کے چھوڑانے کے لیئے ایک معقول فوج کے ساتھ بہمراہی سردار جودہ سنگھ اُس طرف کو کوچ کر دیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنے شوہر کو بجنگ چھوڑا کر وہاں کا بخوبی انتظام کر کے پٹیالہ واپس آگئی +

سمت ۱۸۵۱ بکرم کے شروع میں لچھمی راؤ و انتا راؤ مرہٹوں نے پھر اس ملک پر فوج کشی کی۔ اور عموماً چھوٹے چھوٹے سب رئیسوں نے انکی اطاعت قبول کر لی۔ حتےٰ کہ والیان جیند اور کیتھل نے بھی جنکا شمار بڑی ریاستوں میں تھا۔ اپنے اپنے معتمدوں کو اظہار بہوا خواہی کے لیئے اُن کے پاس بھیجدیا۔ مگر رانی **صاحب کنور** نے جو ایک بڑی بہادر اور جوانمرد صفت عورت تھی۔ سردار بھنگا سنگھ تھانیسریہ و جودھ سنگھ کلسیہ۔ دیپ سنگھ و بیر سنگھ بھدوڑیہ و تارا سنگھ غیبہ وغیرہ اپنے تمام ماتحت رئیسوں کو جمع کر کے بڑے کر و فر کے ساتھ مرہٹوں کے مقابلہ میں کوچ کر دیا۔ اور انبالہ سے چند میل کے فاصلے پر مردانپور میں دونوں طرف کے لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ وہاں طرفین کی لڑائی ہوئی۔ لیکن چونکہ مرہٹوں کی فوج قواعد دان اور تعداد میں دُگنی چوگنی تھی۔ اسلیئے عنقریب تھا۔ کہ پٹیالہ کی فوج شکست کھا کر پیچھے کو منہ پھیرلے۔ مگر اتنے میں ہی دلیر اور بہادر سپہ سالار **صاحب کنور** اپنی فوج کی ایسی متغیر حالت دیکھکر فوراً رتھ میں سے مردانہ لباس میں باہر کو دپڑی۔ اور اپنی فوج کو للکار کر کہنے لگی۔ کہ اے بہادرو! مردوں کا کام پیچھے ہٹنا نہیں ہے۔ کیا تمہاری جوانمردی اور ہمت مردانگی

صاحب کنور کا مرہٹوں سے لڑنا اور فتح پانا۔

یہ تقاضہ کریگی - کہ تمہارے رئیس کی ہمشیر دشمنوں کے ہاتھ میں پڑجائے - اور تم جان بچاکر خوشی خوشی اپنے گھر چلے جاؤ - اور اگر تمہاری یہی مرضی ہے - تو خیر چلے جاؤ - میرا کچھ بس نہیں - مگر میں جبتک میری جان میں جان ہے - پیچھے قدم نہیں رکھونگی اور اکیلی ہی میدان میں رہجاؤنگی - ہائے افسوس! کیا بہادرو! تم میں مجھ عورت کا سا بھی دل نہیں ؟ ٹھیرو! ٹھیرو!! دیکھو تو گورو گوبند سنگھ تمہاری کیسی مدد کرتی ہیں - حوصلہ مت ہارو - مرد بنو - میدان جنگ میں سر دینا تم ہی لوگوں کا کام ہے - نہ کہ مجھ عورت کا صاحبکنور کی اس دلیرانہ اور مردانہ گفتگو نے اسکی سپاہ کا حوصلہ اسقدر بڑھادیا کہ اُن کے اُکھڑے ہوئے پاؤں پھر جم گئے - اور تمام دن برابر جانبیں توڑ توڑ کر لڑتے رہے - آخرش جب شام ہوگئی - اور دونوں طرف کے لشکر لڑائی میں برابر اُترے تو سکھ رئیسوں نے ملکر صاحبکنور سے کہا - کہ اب وقت بہت اچھا ہے - تم پٹیالہ واپس چلی جاؤ - کیونکہ ہماری سپاہ بہت ضایع ہوچکی ہے - اور کل ہم لوگوں کو ضرور شکست ملیگی - مگر بی بی صاحبکنور نے پٹیالہ واپس جانے سے انکار کیا - بلکہ اُنکے سامنے یہ تجویز پیش کی - کہ ہمت مت ہارو - اب رات کا وقت ہے - اسوقت مرہٹوں کی سپاہ تھکی ماندی بیخبر سوئی پڑی ہوگی راتوں رات اُنپر چھاپہ مارو - شرطیہ فتحیاب ہوگے - اس بات پر کل سپاہ اور سردار راضی ہوگئے - اور بی بی صاحب کنور نے اپنی فوج سے رات کو مرہٹوں پر بیخبر حملہ کردیا - اس حملہ میں سکھوں کی فوج کامیاب ہوئی - اور مرہٹوں کا بہت نقصان ہوا - مرہٹے بھاگ کر کرنال کی طرف چلے گئے - اور بی بی صاحبکنور فتح کا ڈنکا بجاتی ہوئی خوشی خوشی واپس پٹیالہ آئی +

> صاحب سنگھ بیدی کا افغان مالیر کوٹلہ پر حملہ -

پھر اسی سال ۱۸۵۱ سمت بکرمی میں صاحب سنگھ بیدی اونہ والے نے مالیر کوٹلہ کے پٹھانوں پر گاؤکشی کا الزام دیکر چڑھائی کردی - اور مذہبی لڑائی مشہور کرکے بہت سے دیہاتی سکھ سردار بھی اپنے ساتھ شامل کرلیئے - عطاء اللہ خاں رئیس مالیر کوٹلہ نے بھی معہ اپنے چار بھتیجوں وزیر خاں - فتح خاں - ہمت خاں - دلیر خاں کے مقابلہ کیا - مگر شکست کھاکر بھاگ گیا - بیدی صاحب سنگھ نے فوراً اُن کا تعاقب کرکے کوٹلہ کا محاصرہ کرلیا - عطاء اللہ خاں نے راجہ صاحب سنگھ سے مدد مانگ بھیجی - جو اُسکو ملی - مگر چونکہ صاحب سنگھ بیدی سکھوں میں نہایت بزرگ اور پارسا خیال کیا جاتا تھا - اسوجہ سے سکھ سپاہ اُن سے لڑنا نہیں چاہتی تھی - آخرکار معاملہ یوں طے ہوا - کہ راجہ صاحب سنگھ نے رئیس کوٹلہ سے بیدی مذکور کو کچھ رقم دلواکر واپس کیا +

> بی بی صاحب کنور کا رئیس ناہن کی مدد کرنا -

انہی ایام میں راجہ کرم پرکاش والی ناہن کی درخواست پر بی بی صاحب کنور معہ اپنی فوج کے بہمراہی سردار چین سنگھ واسطے سرکوبی موجی رام و پہاڑ سنگھ وغیرہ کے جو رئیس مذکور سے باغی ہوکر اُسکے علاقہ میں بدنظمی پھیلا رہے تھے - وہاں گئی - اور راجہ ناہن کو مدد دیکر اُسکے علاقہ کا انتظام نہایت سہولت کے ساتھ درست کردیا - اور چار ماہ کے بعد راجہ ناہن سے بہت کچھ تحفہ تحایف اور ایک ہتھنی نذر میں لیکر واپس پٹیالہ آئی - بعد ازاں سمت ۱۸۵۴ بکرمی میں صاحب سنگھ بیدی نے بہت سے سکھ سرداروں کو ہمراہ لیکر رائے کوٹ والے رئیس پر بھی وہی الزام گاؤکشی کا لگاکے یورش کردی - وہاں کا رئیس رائے الیاس جو اُسوقت کل پندرہ سال کی عمر کا تھا شکست

بھاگ کر بھاگ گیا۔ روشن خاں اُسکا وزیر جو دہ کے مقام پر بڑی بہادری کے ساتھ لڑا گولی سے مارا گیا۔ بیدی صاحب سنگھ نے قصبہ رائے کوٹ وجگراؤں کو تاخت وتاراج کرکے اُن کے بہت سے علاقہ جات پر قبضہ کرلیا۔ رائے الیاس نے اپنے ہمسایہ رئیسوں سے مدد چاہی۔ چنانچہ پٹیالہ اور جیند نے مع بھائی لعل سنگھ والی کیتھل وجودھ سنگھ کلسیہ کے اپنی سپاہ کو لدھیانہ کی طرف روانہ کیا۔ جنہوں نے رئیس رائے کوٹ کو مدد دیکر جسقدر اُن کے دیہات بیدی صاحب سنگھ نے اپنے قبضہ میں کرلیئے تھے اُس سے چھوڑا کر سب رائے الیاس کو واپس دلوائے +

رئیس پٹیالہ نے جو مدد اسوقت رائے کوٹ کو دی وہ خالی از حکمت نہ تھی۔ یعنی راجہ پٹیالہ نے قلعہ بدووال جو لدھیانہ سے کچھ کیطرف تھوڑی دور پر واقع تھا۔ مع اور تین قلعوں کے امداد کے عیوض اپنے زیر حکومت کرلیا۔ اور قلعہ واکھیہ کا بھائی لعل سنگھ کو دیا گیا + اسی اثناء میں جب مذکورہ بالا دیہات بیدی صاحب سنگھ کے قبضہ سے نکل گئے۔ تو اُسنے اور دوسرے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ شیر خاں تحصیلدار رائے الیاس کے بیجا جبر وتشدد سے دق آکر موضع منصور کے زمینداروں نے صاحب سنگھ بیدی کو خود ہی بُلا لیا۔ رفتہ رفتہ قلعہ نوبت بھی اُسکے تحت میں آگیا۔ اور دوگری کے مقام پر اُسنے ایک اپنا خاص جدا قلعہ تعمیر کرایا۔

صاحب سنگھ بیدی نے قلعہ لدھیانہ پر چھاپہ مارا۔

بعد ازاں بیدی صاحب سنگھ نے ایک روز رات کو خاص لدھیانہ پر چھاپا مارا۔ اور وہاں کے قلعہ کا جو اسوقت حسن خاں کے قبضہ میں تھا محاصرہ کرلیا۔ اور اُسجگہ پر جہاں اُندنوں ستھرے کی دہرم سال بنی ہوئی تھی ایک کچی گڑھی بناکے اپنے محاصرہ کو نہایت مضبوطی کے ساتھ قایم رکھا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ شہر لدھیانہ کے ہندوؤں اور سکھوں نے ملکر اُسکو وہاں بُلایا تھا +

رائے الیاس کا جارج ٹامس سے مدد مانگنا۔

اب رائے الیاس نے صاحب سنگھ بیدی کے مقابلہ پر اپنے علاقہ کے بچانے کے لیئے سوائے جارج ٹامس صاحب سے مدد مانگنے کے جو ہانسی حصار کے ملک پر حکمرانی کرتا تھا۔ اور بڑا طاقتور ہوگیا تھا۔ کوئی اور دوسرا بہتر چارہ نہ دیکھا + ٹامس[1] صاحب جو ہروقت اسی تجسس میں رہتا تھا۔ کہ اُسکو ایزوے ستلج کے ممالک میں مداخلت کا موقع ملے۔ اس پیغام کے سنتے ہی مارے خوشی کے جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ اور فوراً اپنی فوج کو ہمراہ لیکر لدھیانہ کیطرف روانہ ہوئا۔ بیدی صاحب سنگھ تو اُسکے آنے کی خبر سنتے ہی وہاں سے اپنا محاصرہ اٹھاکے ستلج پار چلا گیا۔ باقی کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں

[1] جارج ٹامس صاحب جسکو رائے کوٹ کے رئیس نے اپنی مدد پر بلایا۔ ایک نہایت ہوشیار اور بہادر انگریز تھا۔ سنہ ۱۷۸۱ء میں یہ ہند میں آیا۔ اور ملک گیری کی فکر میں کئی سال تک اِدہر اُدہر قسمت آزمائی کرتا پھرا۔ پھر زیب النساء بیگم کے دربار میں جو شمرو بیگم کے نام سے مشہور تھی۔ نوکر ہوگیا۔ سنہ ۱۷۹۲ء میں کسی الزام سے اُسکا رتبہ کم ہوگیا۔ اور اُن سے ناراض ہوکر بیگم کی نوکری چھوڑدی۔ اور آپا کھانڈے راؤ ایک مرہٹہ سردار کا جو علاقہ جھجر۔ دادری وناروول پر حکمراں تھا۔ نوکر ہوگیا۔ ٹامس صاحب نے مرہٹوں کی فوج کو انگریزی قواعد سکھائی۔ جس خدمت کے عیوض اسکو جھجر کا علاقہ جاگیر میں ملا۔ اور وہاں اُسنے ایک قلعہ بناکر اُسکا نام جارج گڈہ اپنے نام پر رکھا۔ مگر اب اُسکو لوگ برخلاف اسکے جہاز گڈہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ ٹامس صاحب آپا کھانڈے راؤ کے مرنے کے بعد خود سر ہوگیا۔ اور اُسنے ہانسی حصار کے ملک پر قبضہ کرکے ہانسی کو اپنی دار السلطنت بنایا۔ اُسکے پاس آٹھ پلٹنیں ایک ہزار سوار اور تخمیناً پچاس توپیں تھیں۔ سمت ۱۸۵۴ بکرم میں اُسنے کئی مرتبہ سکھوں کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ تم میرے ساتھ

ٹامس صاحب کا جیند پر حملہ

نے رائے الیاس کے ساتھ ملکر جارج صاحب کو اپنا ملک لوٹ سے بچانے کیلئے کچھ روپیہ دیکر واپس کیا۔ ٹامس صاحب کو بیدی صاحب سنگھ کو توڑنے کا موقع نہ ملا۔ مگر وہاں سے واپس ہوکر اُسنے سکھ رؤساء کے دبانے پر اسطرح پر کمر باندھی۔ کہ سمت ۱۸۵۵ بکرم میں ریاست جیند پر جو وہاں سے بہت قریب بتیس پچیس ۲۵ میل کے فاصلہ پر بگوشہ شمال مغرب واقع ہے۔ حملہ کر دیا۔ اس وحشت اثر خبر کے پہنچتے ہی رئیسانِ پھولکیاں نے فوراً اپنے اپنے ماتحتوں کو جمع کرکے جیند کی مدد پر کوچ کیا۔ غرض بھائی لعل سنگھ و راجہ جسونت سنگھ و بی بی صاحبکنور وغیرہ معہ تیس ہزار فوج کے والی جیند کی مدد پر پہنچ گئے۔ پندرہ روز تک دونوں طرف سے میدان جنگ گرم رہا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ بی بی صاحبکور کے پہنچنے سے پیشتر سکھوں کی فوج کئی بار مغلوب ہو چکی تھی۔ مگر اسکے پہنچتے ہی جو ایک کثیر جماعت کے ساتھ آئی تھی جارج صاحب کو سخت شکست ملی۔ اور اُسنے اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیا۔ مگر اُسکا ہٹنا بھی مینڈھے کی طرح خالی از حکمت نہ تھا۔ جب سکھوں کی فوج اُسکا تعاقب کرتی ہوئی نارنول تک چلی گئی۔ تو ایک روز ٹامس صاحب نے رات کو سکھوں کی فوج پر دس کوس سے دھاوا کرکے اچانک حملہ کر دیا۔ سکھ لوگ جو خالی فتح کے گھمنڈ میں شرابیں پی پی کر بدمست ہو رہے تھے خیمہ چھوڑ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ سکھوں کا چار سو ۴۰۰ آدمی مارا گیا۔ علاوہ جان کے مال کا بھی بہت نقصان ہوا+

اس شکست کی بابت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ راجہ **جسونت سنگھ** والی نابھہ نے ٹامس صاحب سے ملکر صرف بی بی صاحبکنور کو اسواسطے زک دینے اور شرمندہ کرنے کے لیئے دلوائی تھی۔ کہ ایک دفعہ بی بی صاحبکنور نے نابھہ کے سپاہیوں کو نہایت حقارت سے دیکھا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ نابھہ کے سپاہی تو پٹیالہ کے سپاہیوں کے مقابلہ میں چمار سے نظر آتے ہیں۔ بیشک راجہ نابھہ پر صرف اسواسطے ہوا۔ کہ اُسکی سپاہ کا ایک آدمی بھی ضایع نہوا۔ حالانکہ پٹیالہ و جیند کے سینکڑوں کام میں آئے۔ علاوہ رئیس نابھہ کے کرم سنگھ نرملہ کی نسبت بھی یہ شک ہوا۔ کہ اُسنے ٹامس صاحب سے پانچہزار روپیہ صرف اس بات کے لیئے حاصل کیا تھا۔ کہ میں پہلے بھاگ جاؤنگا۔ اب باقی رہا ان دونوں بیانوں کی صداقت کی بابت بھی ہر ایک شخص کی جداگانہ رائے ہے+

ریاست پھولکیاں کی سپاہ کو اس شکست نے بہت ہی کم ہمت کر دیا۔ اور رئیسوں نے لاچار ہوکر ٹامس صاحب کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ اُسنے بھی علےٰ ہذا اس پیغام کو نہایت غنیمت سمجھا۔ اور خوشی سے قبول کر لیا۔ کیونکہ مرہٹوں کی طرف سے اُسکے دل میں ہمیشہ کھٹکا رہتا تھا۔ اور ایسے موقع پر جسکا کبھی نہ کبھی ہونا ایک لابدی امر تھا۔ اُسکو صرف سکھوں ہی سے مدد ملنے کی توقع تھی+

راجہ صاحب سنگھ کا رانی صاحبکنور کی طرف سے بدظن ہونا۔ اور گھر میں نفاق پڑنا+

ریاست پٹیالہ کے بیرونی خطرات تو اس طرح پر طے ہوئے۔ مگر اندرونی نفاق کا ایک اور تازہ گل کھلا۔ یعنی راجہ **صاحب سنگھ** کو جسمیں اپنی گانٹھ کی عقل بالکل نہ تھی۔ اُسکے کمینہ اور خودغرض مصاحبوں نے جن کو رانی صاحبکنور کی مدار المہامی سے سراسر نقصان تھا۔ اپنی ہمشیرہ کی طرف سے بالکل بدظن کر دیا۔ اس نفاق کی ترقی علاوہ اسکے زیادہ تر یہ بھی ہوئی۔ کہ رانی آسکنور جو راجہ **صاحب سنگھ** کی خاص رانی تھی۔ اور جس کے شکم سے ۱۸۵۴ء میں کنور کرم سنگھ ریاست کا ولیعہد بھی پیدا ہو چکا تھا۔ چاہتی تھی۔ کہ جو اختیارات بی بی صاحب کنور کو حاصل ہیں۔ وہ دراصل مجھکو ملنے چاہئیں۔ یہ رانی بہ نسبت اپنے خاوند کے نہایت ہوشیار اور حوصلہ والی عورت تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ معاملات ملکی اور مالی کے سمجھنے کا

مادّہ بھی بہ نسبت راجہ **صاحب سنگھ** کے جسکو بالکل ہٹّی کا دہوندہ کہنا چاہیئے۔ بدرجہا بہتر او ربرتر تھا۔ چنانچہ ان تمام سازشوں کا ہلہلا کر یہ نتیجہ ہوا۔ کہ راجہ **صاحب سنگھ** اپنی ہمشیرہ صاحب کور کی جاں نثار خدمات کو نظر انداز کرکے اسکی طرف سے بالکل درہم برہم ہوگئے۔ رانی صاحب کور کی نسبت جو الزامات لگائے گئے تھے۔ وہ بھی بالکل لنگڑے اور لولے تھے جنکو بمقابلہ اس کی حسن خدمات کرکوئی بھی صاحب فہم آدمی ذرا بھی وقعت نہیں دے سکتا۔ پہلا الزام یہ تھا۔ کہ جو ہتھنی اسکو راجہ ناہن کی طرف سے بعوض اسکی نمایاں خدمات کے ملی تھی۔ وہ اسنے اپنے ہی پاس رکھلی۔ دوسرا یہ تھا۔ کہ اسنے سمت ۱۸۵۲ بکرم میں اپنی جاگیر میں ایک قلعہ بغیر اجازت اپنے بھائی کے تعمیر کرالیا۔ تیسرا موضع بہریاں کے نام کو بدل کر اوبھے وال جو آجتک اسی نام سے مشہور ہے رکھدیا۔ جب بی بی صاحبکور نے دیکھا۔ کہ اسکے بھائی کی نظر جسکے لیئے اسنے اسقدر تکلیفات اور مصائب اٹھا اٹھا کر ریاست پٹیالہ کو قایم رکھا ہے۔ بدل گئی ہے۔ اور اسکے دل میں اسکے ناعاقبت اندیش اور خود غرض مصاحبوں کی باتوں کا زیادہ تر اثر پڑتا ہے۔ تو وہ وہاں سے ناراض ہوکر اپنی جاگیر کے موضع بھریاں میں جہاں اسکا قلعہ بنا ہوا تھا۔ چلی گئی۔ اسکے جانے پر راجہ **صاحب سنگھ** کو اسکے صلاح کاروں نے اور بھی زیادہ تر بہکایا۔ اور کہا کہ دیکھیئے مہاراج! بی بی صاحب کے مزاج میں کسقدر خودسری ہے۔ جسکے سنتے ہی ضعیف العقل راجہ نے طیش میں آکر حکم دیدیا کہ بی بی صاحبہ بھریاں سے فتحگڈہ اپنے سسرال میں چلی جاویں۔ صاحب کنور نے اس حکم کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور انجام یہ ہوا۔ کہ راجہ **صاحب سنگھ** نے قلعہ بھریاں پر بذات خاص چڑہائی کردی۔ یہ راجہ **صاحب سنگھ** کی جو ہمیشہ زنانخانہ رنڈی۔ بھڑوؤں۔ اور طفلان مکتب کے لہو ولعب میں مصروف رہتا تھا۔ اپنی زندگی کی سب سے پہلی مہم تھی۔ اور وہ بھی کس پر اپنی خاص وفادار اور جاں نثار بہن پر۔ کہتے ہیں۔ کہ ۱۲۔ بیساکھ سمت ۱۸۵۶ بکرمی سے۔ تین روز تک برابر دونوں بہن بھائیوں کے مابین گولی بارود اڑتا رہا۔ راجہ **صاحب سنگھ** کی طرف کے بہت سے آدمی کام میں آئے۔ اور ابھی دو لوٹک لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ کہ بھائی لعل سنگھ دسردار جودہ سنگھ کلسیہ وغیرہ چند رئیسوں نے جو جانبین کے خیر خواہ تھے بیچ میں پڑکے راجہ صاحب کو یہ سمجھایا۔ کہ بہن سے لڑنے میں اگر آپ فتحیاب بھی ہوجائیں۔ تو سوائے رسوائی کے نیک نامی کبھی نہیں ملیگی۔ اسی طرح بی بی صاحب کنور کو بھی الگ سمجھایا۔ کہ اپنے بھائی کے ساتھ لڑنا واجب نہیں۔ اگر تو اس پر فتحیاب بھی ہوگئی۔ تو پھر لاچار ترس کھاکر تجھے اسکا ہی پاس کرنا پڑیگا۔ اس سے بہتر ہے۔ آپس میں رضامند ہوجاؤ۔ الغرض بی بی صاحبکنور اپنے بھائی کے ساتھ رضامند ہوکر چل پڑی۔ مگر بھائی نے قلعہ بھوانی گڈہ میں پہنچ کے اپنی بہن کو دھوکہ سے قید کردیا۔ جہاں سے تھوڑے دنوں بعد وہ صاحب شعور عورت اپنا لباس اپنی لونڈی سے بدل کر نہایت ہوشیاری سے نکل آئی۔ اور اپنے قلعہ بھریاں میں جا داخل ہوئی۔ رانی صاحب کنور کو اسکے بعد راجہ کیطرف سے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچائی گئی۔ مگر سمت ۱۸۵۶ بکرمی میں وہ صرف اپنے بھائی کی نامنصفانہ بدسلوکی کے غم والم ہی میں کچھ دنوں مبتلا رہکر مرگئی*

صاحب سنگھ کی اپنی بہن صاحب کنور سے لڑائی

رانی صاحب کنور کے مرنے کے بعد سمت ۱۸۵۶ بکرمی میں جارج ٹامس صاحب نے پیمان شکنی کرکے پھر اس ملک پر حملہ کردیا۔ دراصل

ٹامسن صاحب کا دوبارہ حملہ

بات یہ تھی۔ کہ اُسکے پاس فوج بہت تھی اور علاقہ کم اپنی فوج کی تنخواہ وہ انہیں قرب وجوار کے رئیسوں پر حملہ کرکے وصول کرنا چاہتا تھا۔ پہلے علاقہ جیند وکیتھل کو تاخت وتاراج کرتا ہوا علاقہ پٹیالہ اور نابھہ میں داخل ہوا پھر مقامات ڈربہ وسنام وکھنور وغیرہ وغیرہ کو لوٹتا ہوا ملک تھاڑہ میں جا گھسا۔ علاقہ رائے کوٹ ورائے پور۔ گوجروال کے دیہات مواضعات راجو وانہ وتنگ وغیرہ کو اچھی طرح ہاتھ مارتا ہوا لاکھوں روپیہ کا مال واسباب لیکر اپنی ریاست میں چلا گیا۔ اگرچہ بعض بعض رئیسوں نے مختلف مقامات پر اُسسے مقابلہ بھی کیا۔ اور اُسکو روکنا چاہا۔ لیکن آخرکار کامیاب نہوئے۔ اب اس دیار کے تمام رئیسوں نے جارج صاحب کے متواتر حملوں سے دق آکر اُسکے ایک زبردست اور قوی دشمن جنرل پیرن صاحب کو جو مرہٹوں کی فوج کا سپہ سالار دہلی میں رہتا تھا۔ جا گانٹھا۔ اور چار لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کرکے اپنی امداد پر آمادہ کرلیا جنرل پیرن صاحب پہلے سے اس انتظار میں تھا۔ کہ اسکو کوئی موقع جارج کے سیدھا کرنے کا ملے۔ کیونکہ وہ دن بدن اپنی طاقت کو بڑھاتا جاتا تھا اور پیرن صاحب کا یہ منشاء ہرگز نہیں تھا۔ کہ یہ اُسکا رقیب روز بروز بڑھتا جاوے۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ جسقدر جلد ہو میں جارج صاحب کے پر توڑ توڑ کر اُسے بالکل اپاہج کردوں۔ چنانچہ یہ موقع اُسکے حسب دلخواہ ہاتھ لگا۔ اور اُسنے ان رئیسوں کی درخواست کو بڑی خوشی سے منظور کرکے اپنے نائب لوئس بورکوئین کو ایک جرار فوج دیکر اُن کے ہمراہ جارج کے مقابلہ پر روانہ کردیا۔ پٹیالہ کی فوج کسی خاص وجہ سے اس مہم میں البتہ نہ پہنچ سکی۔ مگر جیند وکیتھل وغیرہ کی افواج مرہٹوں کے ساتھ لوئس بورکوئین کی ماتحتی میں جہازگڈھ پر پہنچ گئیں۔ وہاں اُنکا ٹامس صاحب سے مقابلہ ہوا جسمیں ایک سخت لڑائی کے بعد فتح بھی جارج کے ہی ہاتھ آئی۔ بورکوئین کے اسقدر آدمی مارے گئے۔ کہ تاوقتیکہ جنرل پیرن صاحب کی مدد نہ پہنچے وہ بالکل کچھ نہ کرسکا۔ مگر امداد کے آتے ہی بورکوئین نے ٹامس پر حملہ کردیا۔ جو اس مرتبہ شکست کھاکر ہانسی بھاگ گیا۔ اور بورکوئین نے اُسکو وہاں بھی جا گھیرا۔ اس مقام پر ٹامس بھی جان توڑ کر لڑا۔ مگر آخرکار جب رسد وغیرہ قلعہ کے اندر سے ختم ہوگئی۔ اور اُسکی سپاہ عشر عشیر بھی نہ رہی۔ تو اُسنے اطاعت قبول کرلی۔ اور اپنا تمام علاقہ چھوڑ کر علاقہ انگریزی میں چلا گیا۔ اور جہاں ایک سال کے بعد اپنی ناکامیابی کے بحر غم میں غوطہ کھاتا ہوا مر گیا۔ اور اُسکی میم فرانس اپنے وطن کو چلی گئی۔

ان رئیسوں کا جنرل پیرن صاحب رئیسوں کے سپہ سالار سے ملنا۔

جارج ٹامسن صاحب کی لیاقت

جارج ٹامسن صاحب کی لیاقت کی بابت مسٹر **لیپل گریفن صاحب** نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر ان الفاظ میں لکھا ہے:۔

"اس شخص کے حالات سے یہ نہیں ثابت ہوتا۔ کہ اُسکی کارروائیاں اس درجہ کی تھیں۔ جیسے کہ ایک عقلمند اور ثابت قدم شخص کی اپنے سے کم علم اور کم حوصلہ اقوام کے مقابلہ میں ہوسکتی ہیں بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ پچھلی صدی کے آخیر میں ملک ہندوستان کس کامل درجہ کی بلا مے طوائف الملوکی اور کیسی بدنظمیوں میں مبتلا تھا۔ ٹامس بعض باتوں میں کچھ بالیاقت تھا۔ مگر یہ

اُسکی لیاقتیں کسیطرح تعریف کے ساتھ ذکر کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ کسواسطیکہ جس زمانہ میں اسکو عروج حاصل ہؤا تھا۔ اُسوقت سلطنت دہلی کی حالت تباہ تھی۔ اور مرہٹوں کا یہ حال تھا۔ کہ کبھی تو ایسے شہزور معلوم ہوتے تھے۔ کہ گویا تمام ملک میں انہیں کا راج ہوجائیگا۔ اور کبھی ایسے پست ہوجاتے تھے۔ کہ لوگ اُنکو گیا گذرا سمجھنے لگتے تھے۔ اور اس زمانہ میں ہندوستان ایسی طوایف الملوکی اور بدنظمیوں کی حالت میں تھا۔ کہ شاید تاریخ ہند میں اس سے بدتر کوئی زمانہ نہوا ہوگا۔ پس ایسی ایام میں ہر کوئی شخص باہمت اور قسمت آزما جسکے مزاج میں پس و پیش سوچنے کی عادت نہو۔ اور خواہ وہ کیسے ہی عام طور کی معمولی لیاقت کا آدمی کیوں نہوتا۔ اُسوقت اپنے لیئے ایک سلطنت قایم کرسکتا تھا۔ فقط ۱۲"

ٹامس صاحب کا مقبوضہ علاقہ اسّی لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کا معہ توپ خانہ و سامان حرب کے جنرل پیرن صاحب نے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور پرگنات نرمانہ دھکنوری وغیرہ جو ریاست پٹیالہ کے ٹامس نے دبالیئے تھے۔ وہ سب ریاست پٹیالہ کو واپس ملے۔ بعد ازاں لونس بورکوئین صاحب کو مہاراجہ پٹیالہ نے اپنے ہمراہ لیکر علاقہ جات ہانسی و سرسہ و رانیہ و بھٹیر وغیرہ میں جہاں کے زمینداران خودسری کا دعوے کرنے لگے تھے دورا کرنا شروع کیا۔ اور اُنکو سر کرکے اُن سے گذشتہ سالوں کی مالگذاری وصول کرتے ہوئے پٹیالہ واپس آئے؛

جنرل پیرن صاحب اور ریاستوں کے درمیان عہدنامہ کا مقرر ہونا۔ اور لونس کا نذرانہ وصول کرکے واپس ہونا

سمت ۱۸۵۸ بکرمی میں جنرل پیرن صاحب اور ان ریاستوں کے درمیان ایک عہدنامہ بمضمون موافقت لکھا گیا۔ اور سردار چین سنگھ معتمد پٹیالہ نے لونس صاحب کو وہاں سے اپنے ہمراہ لیکر ان سکھ سرداروں کی طرف جو باوجود ہونے جاگیردار و جہارم حصہ کے باجگذار پٹیالہ کی بدنظمی سے کسیقدر سرکش ہو بیٹھے تھے توجہ کی۔ اور علاوہ سب سے خراج وصول کرنے کے سرداران سنگھ پوریہ؛ انبالہ و منی مزرعہ و سیالبہ و چھچھرولی و جگادھری و بوڑیہ و شاہ آباد وغیرہ سے معقول نذرانہ بھی وصول کیا۔ نصف اس روپیہ کا لونس صاحب کو چار لاکھ زر مشروطہ کے حساب میں مجرا دیا گیا۔ اور نصف اُسکو اُسکی خدمات کے عیوض میں عطا کیا۔ لونس ہانسی کیطرف رخصت ہؤا۔ اور چین سنگھ وغیرہ اپنی اپنی ریاست میں واپس آئے؛

لونس کا دوبارہ دورہ کے لئے آنا۔ اور نذرانہ وصول کرنا

اس ہیرا پھیری اور متواتر حملوں کی بیگاری نے ملک کو بالکل تباہ کردیا۔ اور گانوں کے گانوں ویران ہوگئے۔ تھوڑے دنوں بعد اس روپیہ کی چاٹ نے جو لونس اپنے پچھلے دورہ میں وصول کر گیا تھا اسکو پھر اُکسایا۔ اور وہ فوج لیکر پھر اس علاقہ میں آدہمکا۔ کیتھل و جیند و پٹیالہ سب اُس سے پھر جا ملے۔ اور پہلے کیطرح ملک میں دورہ کرکے سب سرداروں سے اُسکو نذرانہ دلوانے لگے۔ جب منی مزرعہ میں پہنچے۔ اور راجہ نراین سنگھ سے نذرانہ طلب کیا گیا۔ اور اُسکی طرف سے کچھ توقف ہؤا۔ تو میجر مذکور نے پرگنہ پچھرور اُس سے چھین لیا۔ جسکو بعد میں سردار چین سنگھ معتمد پٹیالہ نے روپیہ دیکر خرید لیا۔ غرض جسقدر روپیہ اس دورہ میں وصول ہؤا اُسکا بھی حصہ پہلے کی طرح نصفا نصف تقسیم کیا گیا۔ اور ملک کی حالت کو اور بھی زیادہ ترردی کردیا۔ کسی کا قول ہے۔ ع ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھیری؛ غریب بیچاری رعایا کا تو کام تمام ہوتا تھا اور

رئیسوں کی ہٹھی گرم ہوتی تھی +

سرکار انگلشیہ کا عروج

اسی اثنا میں سرکار انگلشیہ کے اقبال کا دور روز بروز دن بدن اوج پر ہونے لگا۔ اور یہ ساری قومیں اُسکے سامنے پست ہو گئیں
یعنی ۱۱- دسمبر ۱۸۰۳ء کو لارڈ لیک صاحب بہادر نے دہلی کے قریب مرہٹوں کی فوج کو جو جنرل پیرن صاحب کے زیر کمانڈ
لڑ رہی تھی سخت شکست دی۔ اور چوتھے دن دہلی پر بھی قبضہ کر لیا۔ بعدہٗ انگریزوں اور مرہٹوں کا لسواری میں ایک بڑا
بھاری جنگ ہوا۔ لیکن اُسمیں بھی مرہٹوں کو سخت شکست ملی۔ اور سیندھیا نے بموجب عہدنامہ منعقدہ مقام سرجی
انجن گام اضلاع حصار۔ سرسہ۔ رہتک۔ گوڑگانوں۔ دہلی اور آگرہ سرکار انگریزی کے حوالہ کردیے۔ مگر منجملہ انکے رہتک
حصار۔ اور سرسہ تین ضلعوں میں سرکار انگریزی کا دخل ایک مدت تک نہیں ہوا۔ اب گویا انگریزی فوج پانی پت کرنال تک
پہنچ گئی۔ اور کرنل برن صاحب نے آگے بڑھکر ۱۸- دسمبر ۱۸۰۴ء کو امیر خاں روہیلہ میرٹھ والہ اور سکھوں کو جو شورشت
رائے کی تحریک سے جمنا کے کنارہ پر آٹھ سات ہزار کی تعداد میں جمع ہو رہے تھے سخت شکست دی۔ اسکے بعد جب سکھوں
کو انگریزوں کی طاقت کا حال بخوبی معلوم ہو گیا۔ تو بھائی لعل سنگھ و راجہ بھاگ سنگھ وغیرہ سکھ سردار جو بڑے دور اندیش اور
دانشمند تھے ۲۱- جنوری ۱۸۰۵ء کو کرنل برن صاحب سے جا ملے۔ جو اُن سے نہایت تپاک اور خلق سے پیش
آیا۔ اسوقت وہ سکھ جو سرکار انگریزی کے برخلاف تھے چھ ہزار کے قریب موضع مولانہ کے مقام پر جو پانی پت کے متصل
دکھن اور پورب کے گوشہ پر واقع ہے۔ پڑے ہوئے تھے۔ مگر انگریزی فوج کے پہنچتے ہی وہاں سے بھاگ گئے۔ اگرچہ انگریزی
لشکر نے انکا بہت دور تک تعاقب کیا۔ مگر اُن کی رفتار ایسی تیز تھی۔ کہ وہ ہاتھ نہ آئے۔ جب دو مہینے اسطرح پر گذر گئے
تو سکھ لوگ جمنا کو عبور کر کے اپنے علاقہ میں واپس چلے گئے +

چند رئیس سرکار انگریزی کی اطاعت قبول کی۔

مارچ ۱۸۰۵ء میں سرکار انگریزی کیطرف سے یہ اشتہار دیا گیا۔ کہ جو سکھ رئیس انگریزوں کی اطاعت قبول کر کے مقابلہ سے
باز آجائیگا۔ اُسکی امان بخشی کیجاویگی۔ اور جو کچھ اُسکا علاقہ ہے۔ وہ بھی اُسی کے پاس واگذار رہیگا۔ چنانچہ تھوڑے دنوں
بعد رائے سنگھ جگادھری والہ اور کئی دوسرے رئیسوں نے سرکار کی اطاعت قبول کر لی۔ اور اُن کا علاقہ بھی اُنہی کے پاس
رہا۔ سردار گوردت سنگھ لاڈوہ والہ سے حالانکہ وہ بہ نسبت دوسرے رئیسوں کے جنکو معافی دیگئی تھی بہت کم مخالف تھا سرکار
انگریزی نے صلح قبول نہ کی۔ اور ماہ اپریل میں اُس سے کرنال والا قلعہ چھین لیا۔ اُدھر سرکار انگریزی کی سلطنت دن
بدن قدم آگے بڑھاتی آتی تھی + ادھر پٹیالہ میں راجہ صاحب سنگھ کے نامعقول اور شریر مصاحبوں نے یہ

راجہ صاحب سنگھ و رانی آسکور کے باہم شکر رنجی

فتور برپا کر رکھا تھا۔ کہ راجہ کو اُسکی رانی آسکور سے جو درحقیقت نہایت عقلمند اور بافہم عورت تھی بالکل
بدظن کر دیا۔ اور یہانتک نوبت پہنچی۔ کہ رانی صاحبہ تو پٹیالہ کے اندر اور مہاراجہ صاحب باہر سے کتنی مدت تک
باہم لڑتے رہے۔ قرب وجوار کے رئیسوں میں سے کچھ رانی صاحبہ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اور کچھ مہاراجہ کے۔ اور ایک
عجیب تماشا ہو رہا تھا۔ مگر چونکہ رانی آسکور ایک نہایت دور اندیش عورت تھی۔ اُسنے سوچا۔ کہ اس آپس کے فساد

سے بجز بربادی خاندان و ریاست کچھ ہاتھ نہیں آئیگا۔ اسلیئے اُسنے معرفت بھائی لعل سنگھ و بھنگا سنگھ کے مہاراجہ صاحب کو سمجھا بوجھا کر راضی کرلیا۔ اور اپنے پاس پٹیالہ میں لے آئی*

اسی اثناء میں جسونت سنگھ ہلکر انگریزوں سے شکست کھاکر پٹیالہ میں آیا۔ اور راجہ **صاحب سنگھ** سے امداد کا خواہاں ہوا۔ مگر جب راجہ مذکور نے اُسکو مدد دینے سے بالکل انکار کیا۔ اور اُسکے تعاقب میں **لارڈ لیک** صاحب ایک بھاری فوج لیکر پنجاب میں آگیا۔ تو وہ بھاگ کر امرتسر چلا گیا۔ لارڈ ممدوح بھی اُسکی تلاش میں پہلے پٹیالہ آئے۔ جہاں کے رئیس نے اُنکی نہایت گرمجوشی سے خاطر و تواضع کی۔ پھر وہاں سے اُسکے پیچھے پیچھے نابھہ وغیرہ مقامات میں ہوتے ہوئے امرتسر پہنچے یہاں ۱۱ جون ۱۸۰۶ء کو گورنمنٹ انگلشیہ اور ہلکر کے مابین ایک عہدنامہ لکھا گیا۔ جسکی رُو سے شمالی ہند کے کل مقامات مقبوضہ ہلکر سرکار انگریزی کے تحت میں ہوگئے۔ علاوہ ازیں **مہاراجہ رنجیت سنگھ** والی لاہور نے بھی ہلکر کو کسی طرح کی مدد نہ دینے کا وعدہ کرلیا*

ریاست نابھہ اور پٹیالہ کا تکرار۔

ادھر سمت ۱۸۶۳ بکرمی میں راجہ **جسونت سنگھ** والی نابھہ نے ایک گانوں موسومہ موضع دُلدّی متعلقہ ریاست پٹیالہ کی حد بندی کے تنازعہ میں جو نابھہ کی شہر پناہ سے نہایت ملحق ہے۔ تارا سنگھ اہلکار کو قتل کروا دیا۔ جس پر رانی آس کور نے غصہ میں آکر نابھہ پر فوج کشی کرکے ریاست نابھہ کے مواضعات کھیڑی و دھبلان وغیرہ کو لوٹ لیا۔ اور اس باہمی کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان دونوں ریاستوں میں نفاق کا شعلہ دن بدن زیادہ بھڑکنے لگا۔ اور کئی مرتبہ باہم خفیف لڑائیاں بھی ہوئیں۔ مگر آخرکار ایک روز نابھہ سے چار کوس کے فاصلہ پر مواضعات نردواں و بھادسو کے درمیان دونوں طرف کے لشکروں کا سخت مقابلہ ہوا۔ جسمیں سردار مہتاب سنگھ تھانیسری کام میں آیا۔ اور دونوں طرف سے تین سو آدمیوں کے قریب وہیں میدان میں رہے۔ راجہ جسونت سنگھ بھاگ کر نابھہ میں جا گھسا۔ اور **مہاراجہ رنجیت سنگھ** والی لاہور کو جسکی پیشتر ہی سے اس ملک میں آنے کی آرزو تھی۔ اس باہمی نفاق کے فیصلہ کے لیئے بلا بھیجا۔

ریاست پھول میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا اول بار قدم رنجہ فرمانا

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس خبر فرحت اثر کے سنتے ہی تیس ہزار فوج کے ساتھ اسطرف کو کوچ کردیا۔ اور ۱۷ کاتک سمت ۱۸۶۳ بکرمی کو نابھہ میں پہنچکے دیہہ متنازعہ (دُلدّی) کو پٹیالہ سے چھین کر راجہ جسونت سنگھ کے حوالہ کردیا۔ کہتے ہیں۔ راجہ مذکور نے پہلے تو اُس گانوں کو اُجاڑ کر اُس پر اپنا غصہ نکالا۔ بعدہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ہمراہ لیکے موضع منصور پور پر جہاں مہاراجہ پٹیالہ و رانی آس کور معہ اپنے لشکر کے اتر رہے تھے چڑھائے گیا۔ دونوں طرف سے گولے اور گولیاں چلنے لگیں۔ اور تین گھنٹہ تک میدان جنگ میں دھوا دھار لڑائی ہوتی رہی۔ آخرکار رانی آس کور نے اپنے گول انداز میرزا ذوالفقار علی سے اشارہ کرکے ایک گولہ ایسا پختہ نشانہ باندھ کے چھوڑوایا۔ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے خاص ہاتھی کی عماری کا کلس جہاں سے وہ بیٹھے ہوئے جنگ دیکھ رہے تھے۔ اُڑا دیا۔ اس گولہ کی آمد اور پٹیالہ

کی فوج کی تعداد زیادہ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دل میں اندیشہ پیدا کر دیا۔ مگر اتنے میں ہی رانی آس کور نے جو نہایت دانا اور بینا عورت تھی۔ راجہ جسونت سنگھ و بھاگ سنگھ کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ نے ذرا سے آپس کے خانگی تکرار پر بلا سوچے سمجھے ایک ایسے قوی دشمن کو اپنے ملک میں بلا لیا ہے۔ جسکا ہمیشہ غیروں کے ملک پر زبردستی قبضہ کر لینا ایک عام دستور رہا ہے۔ اپنی ڈاڑھی دوسرے کے ہاتھ میں دینا کوئی عقل کی بات نہیں۔ باقی رہا رنجیت سنگھ جسنے اپنے تمام سکھ بھائیوں کو پائمال کر کے اپنے اقبال کو کمال پر پہنچا دیا ہے۔ ممکن نہیں کہ آخیر میں آپسے بھی اچھا سلوک کرے۔ اسی میں بہتر ہے۔ کہ ہم اور آپ آپسمیں نبٹ لیں۔ اور اسکو رخصت کر دیا جاوے۔ ورنہ ہاتھی کے منہ میں گنا پکڑا کے اسکا چھوڑانا مشکل ہو جائیگا۔ یہ باتیں سنکر راجہ جسونت سنگھ کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اُسنے اسیوقت بمشورہ راجہ بھاگ سنگھ و سردار چین سنگھ صلح کی بات کو قبول کر کے مہاراجہ صاحب والی لاہور سے کہکر لڑائی کو بند کروا دیا۔ غرض دوسرے روز مہاراجہ رنجیت سنگھ والی پٹیالہ کے خیمہ میں تشریف لیگئے۔ اور وہاں انہوں نے بیٹھکر تینوں رئیسوں کی باہم صلح اور صفائی کرا دی۔ موضع دُلدی جس پر تنازعہ اُٹھا تھا۔ بدستور پٹیالہ کے قبضہ میں واپس دیا گیا۔ اور مہاراجہ صاحب بہادر والی لاہور راجہ نابھہ سے پچاس ہزار روپیہ ۵۰۰۰۰ اپنا مقررہ نذرانہ وصول کر کے راستہ میں بیچاری مظلوم اور آفت رسیدہ ریاست رائے کوٹ کا شکار کھیلتا ہوا واپس لاہور ہوا۔ اسوقت اس ریاست پر راؤ الیاس مرحوم کی رانی نور النساء و لچھمی دونوں بیوہ قابض تھیں۔ جنکے پاس مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قصبہ کوٹ و تلونڈی وغیرہ کے کل پانچ گانوں گذارہ کے واسطے رہنے دیئے۔ اور باقی کل ریاست کو اپنے معاون اور مددگار سرداروں میں اسطرح پر تقسیم کیا۔ کہ پرگنات لدھیانہ۔ جنڈیالہ۔ کوٹ۔ ولسیاں ۵۳ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کے دیہات راجہ بھاگ سنگھ کو۔ دیدوال وغیرہ تیس ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کے تیس گانوں گوردت سنگھ لاڈوہ والہ کو۔ اور رائکوٹ و پکھووالی وغیرہ اٹھائیس ۲۸ ہزار روپیہ محاصل کے ۳۱ گانوں راجہ جسونت سنگھ والی نابھہ کو۔ پرگنات داکھہ۔ جگرانوں لکھو وٹہونہ وغیرہ ایک سو چھ ۱۰۶ گانوں سردار فتح سنگھ آہلو والیہ کو۔ دس دیہات پرگنہ گھل و موگہہ کے دیوان محکم چند کو۔ اور دس گانوں سردار بھنگا سنگھ تھانیسری کو عطا کیئے۔ اسکے علاوہ منجملہ ۱۲ دیہات علاقہ گھنگرانہ جمعی ۳۲ ہزار سے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار گوجر سنگھ و تارا سنگھ غیبہ سے چھین لیئے تھے۔ ۵ گانوں گوردت سنگھ لاڈوہ والہ کو اور ۷ گانوں راجہ جسونت سنگھ والی نابھہ کو آور ملے +

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا پھر دوبارہ اس ریاست میں آنا۔

لیکن چندماہ کے بعد سرکار لاہور کو اس ریاست میں پھر دوبارہ آنے کا اتفاق ہوا۔ اور اسکا سبب یہ ہوا۔ کہ راجہ صاحب سنگھ اور رانی آسکور کے درمیان شریر لوگوں نے پھر نا چاقی کرا دی اور اہلکاروں کے بھی دو فریق ہو گئے۔ کچھ رانی کیطرف اور کچھ راجہ کیطرف۔ رانی پہلے کی طرح پھر پٹیالہ پر قابض اور راجہ صاحب باہر۔ دونوں فریقوں کے روز مورچے لگے رہتے۔ اور خونریزی ہوا کرتی۔ آخر راجہ صاحب سنگھ نے

بوساطت راجہ جسونت سنگھ والی نابھہ کہ جسکی آنکھوں میں پٹیالہ کی ترقی ہمیشہ مثل خار کھٹکتی رہتی تھی مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اپنی مدد پر لاہور سے بلا بھیجا
اور ایک کنٹھا موتیوں کا جو ریاست پٹیالہ میں بے بہا تحفہ تھا۔ دینے کا وعدہ کیا۔ وہاں کیا دیر تھی۔ مہاراجہ صاحب بھی تو ایسے ہی موقع کے منتظر تھے
پیغام کے پہنچتے ہی فوراً فوج لیکر لاہور سے سمت ۱۸۶۷ بکرم میں روانہ ہو پڑے۔ اور دریائے ستلج کو عبور کرکے رائے پور۔ گوجروالیہ۔ کوٹ کپورہ وغیرہ ریاستوں
کو ضبط کرتے ہوئے مالیر کوٹلہ میں خیمہ زن ہوئے۔ اور وہاں کے پٹھانوں سے ایک لاکھ روپیہ نذرانہ طلب کیا۔ ان بیچاروں میں بھلا اسقدر روپیہ
کہاں تھا جو مہاراجہ لاہور کا شکم بھرتے۔ لیکن آخر کو رئیس کوٹلہ نے چار گانوں راجگان پھول کے پاس رہن رکھکر مہاراجہ صاحب کو رقم نذر ادا کی
اور رفع دفع کرکے اپنا پیچھا چھوڑایا۔ بعدہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب نابھہ سے ہوتے ہوئے پٹیالہ تشریف لیگئے۔ جہاں کے راجہ صاحب سنگھ ابھی
رانی آسکور سے بتیس ہزار فوج کے ساتھ نہایت سرگرمی سے لڑ رہے تھے۔ رانی آسکور ایک بڑی سمجھدار عورت تھی جسوقت اسکو رنجیت سنگھ
کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ اسیوقت وہ اصل مطلب کی تہ کو پہنچ گئی۔ اور اسنے فوراً سردار بھنگا سنگھ و بھائی لعل سنگھ کی معرفت اپنے خاوند کو
مہاراجہ رنجیت سنگھ کی تشریف آوری کے ہر ایک نشیب و فراز سے بخوبی آگاہ کرکے کہلا بھیجا۔ کہ مجھے ہر طرح سے آپکی اطاعت منظور ہے
سیر کے واسطے جیسا آپ مناسب سمجھیں خود انصافاً فیصلہ کردیں۔ بجائے مشورے کے واسطے اس شیر کو جو صرف ایسی ہی بڑی بڑی ریاستوں کا لقمہ کیا
چاہتا ہے۔ فوراً وہ موتیوں کا کنٹھا اسکے گلے میں ڈالکر واپس کردو۔ ورنہ ریاست سے ہاتھ دھو بیٹھوگے۔ اور بعد میں کوئی تدبیر کارگر نہوگی۔ الغرض
رانی آسکور نے اپنے خاوند کو سمجھا بوجھا کر راضی کرلیا۔ اور اس نفاق کا اتفاق سے اسطرح پر بدل کیا گیا۔ کہ رانی آسکور کو معہ اسکے فرزند کے پچاس ہزار کی
جاگیر میں پرگنات بنوڑ۔ رانی ماجرہ۔ سنوڑ چار تھل کا علاقہ صاحب سنگھ نے عطا کرکے عہدنامہ لکھدیا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو حسب وعدہ موتیوں
کا کنٹھا دیکر رخصت کیا۔ مگر وہ شیر جاتے جاتے ایک توپ موسومہ کڑے خاں بھی مانگ کر لیتا گیا جو سمت ۱۹۰۲ بکرم میں دریائے ستلج کی لڑائی کے بعد پھر ریاست
پٹیالہ کے ہی ہاتھ آگئی۔ اور اب تک وہاں موجود ہے۔ اسکے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ پٹیالہ سے رخصت ہوکر انبالہ کی تمام سکھ سرداروں سے نذرانہ وصول کرتے ہوئے
قلعہ نرائن گڑھ کو اپنے تحت و تصرف میں لیتے ہوئے واپس تشریف لیگئے۔ اب حالانکہ گذشتہ ہر دو حملوں میں نہنگ خالصہ والی لاہور نے راجگان پھول کو ذرہ بھی
نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ دونوں مرتبہ خاص انکی بلانے سے آیا۔ اور جو کچھ انہوں نے حسب وعدہ دیا وہی قبول کرکے چپ چاپ واپس چلا گیا۔ طرفہ بر آں راجہ جیند و نابھہ کو
دوسرے لوگوں کی ریاست چھین چھین کر انہیں کچھ نہ کچھ دیتا ہی جاتا رہا۔ لیکن نہیں معلوم اسکے جاہ و جلال و دن بدن ترقی اقبال کا ان رئیسوں پر کیا ایک ایسا دبدبہ
کیوں بیٹھ گیا کہ وہ انکی طرف سے سخت خائف ہوگئے۔ مگر غالباً اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ان رئیسوں نے جنہیں والی لاہور سے نقصان پہنچا تھا۔ انہیں بھی
ڈرا دیا۔ اور ان تمام رئیسوں نے اتفاق کرکے ایکدن پٹیالہ میں اس بات پر بہت غور و خوض کرکے یہ سوچا کہ اب ہمارا ان دونوں زبردست سرکاران انگریزی و لاہور کے
درمیان میں جو دونوں طرف سے دریا کی طغیانی کی مانند روز بروز آگے بڑھتے چلے آتے ہیں۔ سوکھا بچ جانا بہت مشکل ہے۔ اسواسطے دونوں میں سے ایک کی پناہ میں ہوکر رہنا مناسب
۱۸۰۸ء معلوم ہوتا ہے۔ آخر کار جب دونوں کے حسن و قبح پر نظر ڈالی گئی تو ان ریاستوں نے سرکار انگریزی کی متابعت میں ہوکر رہنا بہ نسبت اپنے قومی راجہ کے بہت بہتر سمجھا۔ پانچ
کو اس مشورہ کی تعمیل میں سردار لعل سنگھ بھائی جاگ سنگھ تو بذات خود اور پٹیالہ کیطرف سے سردار چین سنگھ نابھہ سے میر غلام حسن وغیرہ اہلکاران مسٹر سٹین صاحب
ریزیڈنٹ دہلی کے پاس چلے گئے۔ سٹین صاحب انکے ساتھ نہایت مہربانی اور اخلاق سے پیش آیا۔ مگر چونکہ اسکو بلا منظوری گورنمنٹ کلکتہ۔ اختیار نہ تھا
کہ انکی درخواست اسیوقت منظور کرلیتا۔ اسواسطے اسنے کچھ صاف و دو ٹوک جواب تو نہ دیا۔ مگر تاہم اسنے انکی بہت تسلی و تشفی کی اور ایکطرح پر انکو یہ کامل یقین

دلادیا۔ کہ اُنکی درخواست حفاظت بعد غور ضرور منظور ہو جاویگی + اسی اثناء میں سرکار لاہور کو جب حال معلوم ہُوا کہ راجگان پھول کا ارادہ انگریزوں سے ملجانیکا ہے۔ تو اُسنے اپنے اس ارادے کو جو اُسنے سرکار انگریزی سے ملاقات کرنیکا وعدہ کیا تھا۔ اور اُسکے لیے منجانب گورنمنٹ انگریزی ہر قسم کی تیاریاں بھی ہو چکی تھیں عین وقت پر ملتوی رکھا۔ اور لاہور میں ہی ٹھہر رہا۔ اُسکا منشا یہ تھا کہ میں قبل ملنے سرکار انگریزی کے ریاستہائے پھول کو خاص اپنے علاقہ میں ملا کر گانٹھ لوں چنانچہ سمت ۱۸۶۵ بکرم میں اُسنے اپنا ارادہ پورا کرنیکے لیے لاہور سے کوچ کر دیا۔ اور راستے کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو فتح کرتا ہُوا جنکا مفصل ذکر خاص مہاراجہ صاحب کی بابت بیان کیا جائیگا تھانیسر پہنچا اور وہاں سے اشنان کر کے جب شاہ آباد کے مقام پر خیمہ زن ہُوا تو وہاں سے راجہ صاحب سنگھ والی پٹیالہ کے پاس لکھنور کے مقام پر ملاقات کرنیکا پیغام بھیجا راجہ مذکور ملاقات کرنیسے تو بہت احتراز کرنا چاہا مگر سرکار لاہور دیدبہ کے سامنے اُسمیں یہ کہاں ہمت تھی کہ انکار کر جاتا۔ ناچار طوعاً و کرہاً اُسکو ملاقات کیلیے جانا پڑا۔ اور ۲۴ مگھر سمت ۱۸۶۵ بکرم کو لکھنور کے مقام پر بیدی صاحب سنگھ کی روبرو راجہ صاحب سنگھ والی پٹیالہ کی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ بڑے تپاک سے ملاقات ہوئی۔ جسکا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ دونوں رئیسوں نے آپسمیں پگڑی بدل کر (جو باہم ایک قسم کا اتحاد قایم رکھنے کی علامت ہے۔) آپسمیں ہمیشہ ارتباط اور اختلاط رکھنے کا اقرار کیا۔ بلکہ عہد نامہ بھی اسیوقت لاہور کے ساتھ سلوک کرنے کا تحریر ہو گیا +

اسوقت گو بظاہر دونوں رئیسوں کی ملاقات سے یہ ترشح ہوتا تھا۔ کہ وہ آپسمیں مل جل گئے ہیں۔ مگر در پردہ دونوں کا دل صاف نہیں تھا۔ اور ہر ایک اپنا اپنا داؤں گھات کھیل رہا تھا۔ راجہ **صاحب سنگھ** والی پٹیالہ کا تو یہ خیال تھا۔ کہ اِس مرتبہ اگر اسکے پنجہ سے چھوٹوں تو پھر فوراً جا کر سرکار انگریزی کو اپنا حامی اور مددگار بنا لوں۔ اور والی لاہور یہ سوچتا تھا۔ کہ اینروے ستلج کی ریاستوں میں سے یہ ایک بڑی قوی ریاست ہے۔ اگر یہ میری دوستی کے بھروسہ پر انگریزی گورنمنٹ سے نہ جا ملی۔ تو اس ملک کے باقی کے دوسرے رئیسوں کو بھی جو مجھسے دق آ رہے ہیں پھر ہرگز سرکار انگریزی کی پناہ میں جانے کی جُرأت نہ ہوگی غرض اس کارروائی کے بعد سرکار لاہور نے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار گنڈا سنگھ اِس ملک کا ناظم مقرر کیا۔ اور پانچ ہزار فوج اُسکے پاس انبالہ میں چھوڑ کر خود ہردوار کا اشنان کر کے لاہور واپس چلی گئی۔ پیچھے سے رؤسائے پھول نے والی لاہور کے عطیات جاگیرات و عہد نامہ قایمی اتحاد وغیرہ سب کو خاک میں ملا کر صرف سرکار انگریزی کے ہی سایہ عاطفت میں رہنیکا ارادہ کر لیا۔ اور جھبتک کرم سنگھ شاہ آبادی وغیرہ کو ہمراہ لیکر رزیڈنٹ دہلی کے پاس نہ چلے گئے۔ اور وہاں سے کرنل **اختر لونی صاحب** کو معہ افواج اپنے ہمراہ لا کر ۱۵۔ فروری ۱۸۰۹ء کو لدھیانہ کے مقام پر سرکار انگریزی کی چھاونی نہ ڈلوادی۔ اُسوقت تک چین نہ کیا +

اب سرکار لاہور اور انگریزی کے درمیان میں بھی باہم اتحاد رکھنے کا عہد و پیمان ہو کر ستلج کا دریا دونوں کی سرحد قرار پایا پار لدھیانہ میں انگریزوں کی چھاونی پڑ گئی۔ اور آر پھلور میں سرکار لاہور کی + اور جو جو ملک والی لاہور نے انگریزی سفیر **مٹکاف صاحب** کے سامنے سمت ۱۸۶۵ بکرمی کے دَورہ میں لوگوں سے چھین لیے تھے۔ وہ سرکار انگریزی نے گورنمنٹ لاہور سے حسب عہد نامہ چھوڑا کر پھر اُنہی لوگوں کو واپس دیدیئے +

بعد ازاں ۳ مئی ۱۸۰۹ء کو گورنمنٹ انگریزی نے رؤسائے اینروے ستلج کی تسلی کے لیے ایک عام اشتہار جاری کیا۔

رؤسائے پھول نے سرکار انگریزی کو بلایا۔

سرکار انگریزی اور والی لاہور کے باہم عہد نامہ اور حد بندی کا فیصلہ ہونا۔

جسکے چند دفعات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ "(۱) رؤسائے اینروے ستلج کو سرکار انگریزی نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اسلیئے وہ گورنمنٹ لاہور کی حکومت سے باہر رہینگے۔ (۲) ملک محفوظہ سے سرکار انگریزی کبھی کچھ خراج یا نذرانہ طلب نہ کریگی۔ (۳) تمام رئیسوں کو اپنے اپنے علاقوں میں وہی حقوق و اختیارات حاصل رہیں گے جو سرکار دولتمدار کے آنے سے پیشتر حاصل تھے۔ (۴) جب کبھی انگریزی سپاہ کسی رئیس کے علاقے سے ہوکر گذریگی۔ تو اُسکو رسد وغیرہ کی مدد دینی لازم ہوگی۔ (۵) جب کوئی غنیم اس ملک کی طرف آئیگا۔ تو سب رئیسوں کو اپنی اپنی فوج لیکر شامل سرکار انگریزی کی ہونا پڑیگا۔ (۶) جو سوداگر ولایتی اجناس انگریزی لشکر کے لیئے لیکر کسی رئیس کے علاقہ سے گذرے۔ اس سے زکوٰۃ یا محصول وغیرہ نہ لیا جاویگا۔ (۷) جو شخص رسالہ کے واسطے گھوڑے خریدنے جاوے۔ اور اُسکے پاس سرکاری سند ہو۔ تو اُس سے کسی قسم کے محصول وغیرہ کی مزاحمت نہ کیجاویگی"

پٹیالہ کی حالت

اب یہ ریاستیں سرکار انگریزی کی حفاظت میں جانے سے اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ بیرونی خطرات سے بالکل بیخوف ہوگئیں۔ مگر چونکہ اس خانگی فساد کی وجہ سے جو باہم راجہ **صاحب سنگھ** اور اُن کی رانی آسکور کے مدت سے چلا آتا تھا۔ اور باوجود کئی مرتبہ آپسمیں صفائی ہو جانے کے بھی ریاست پٹیالہ کے خود غرض اور کمینے اہلکاروں کی شرارت سے تنازعہ کی آگ کبھی بجھنے نہیں پاتی تھی۔ ریاست کا اندرونی انتظام بالکل ابتر ہو رہا تھا۔ ایک طرف تو پھولا سنگھ اکالی نے ملک میں غارتگری اختیار کر رکھی تھی۔ دوسری طرف اقوام بھٹی پچادے ہے سلمانوں کے سردار مستمیاں کیجان بیرا۔ مکھنا وغیرہ مشہور رہا ڑوی قصبہ سنام تک بلا اٹک و کھٹک چلے آتے تھے۔ علاوہ بریں ریاست کے اہلکاروں نے علیحدہ لوٹ مچا رکھی تھی۔

غرض کچھ تو اسطرح اور کچھ متواتر حملوں کی مانگ اور قحط کی تانگ نے تمام ملک کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ چور و قزاقوں کا گلی گلی پہرہ تھا۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے گاؤں اُجڑ گئے۔ اور زمین کا معاملہ آنا بالکل بند ہو گیا۔

سمت ۱۸۶ بکرمی میں پھولا سنگھ اکالی نے بہت سے دیہاتی لوگوں کو ہمراہ لیکر متصل موضع چاڑ کے کپتان **وائٹ صاحب** پر جو سرکار انگریزی کی طرف سے سرحد کی پیمایش کر رہے تھے۔ حملہ کر کے اُنکے چھ آدمیوں کو مار ڈالا۔ اور بیس کو زخمی کیا۔ باقی سب معہ صاحب موصوف جان لیکر بھاگ گئے۔ مال و اسباب اُنکا اکالیوں نے لوٹ لیا۔ جب یہ خبر پٹیالہ اور نابھہ میں پہنچی تو وہاں سے فوراً اُنکے تدارک کے لیئے فوج بھیجی گئی۔ جسکے پہنچتے ہی پھولا سنگھ اکالی بھاگ کر امرتسر کی طرف چلا گیا۔ بعد ازاں اسی سال میں ولیعہد **کرم سنگھ صاحب** کی شادی سردار بھنگا سنگھ تھانیسری کی دختر سے بڑی دھوم دھام کے ساتھ ہوئی۔

مہاراجہ صاحب سنگھ کی ضعیف العقلی اور بے سوچ سمجھے کی فیاضی نے ریاست پٹیالہ کے خزانہ کی حالت بالکل بگفتہ بہ کر دی تھی۔ اور اُنکے کمینے اور بدخصلت پاس بیٹھنے والے اہلکاروں نے اُنسے چکنی چپڑی باتیں اور جھوٹی خوشامدیں

کر کے قریباً کل ریاست کو جاگیروں میں حاصل کر رکھا تھا + جو سامان کھانے پہننے کا سرکار میں درکار ہوتا تھا - وہ دوکانوں سے بطور اُچاپت خرید اجاتا - اور جو کچھ روپیہ کسیقدر رعایا سے وصول ہو کر آتا - وہ سیدھا بقالوں کی دوکانوں پر چلا جاتا - سپاہ کو تنخواہ کی جگہ گانوں کی اُگراہی بتائی جاتی - کوئی کسی اہلکار یا رعایا سے یہ پوچھنے والا نہ تھا - کہ تم کیا کرتے ہو - جو دیانتدار اور راستباز شخص ریاست میں تھے - اُن بیچاروں کی کوئی سنتا بھی نہ تھا + آخر جب یہ سارا حال کرنل **لونی اکٹرلونی صاحب** کو معلوم ہوا تو وہ خود ریاست میں تشریف لائے - اور انہوں نے بہ مشورہ دیگر روساء ہمسایہ ریاست کو برباد ہوتے دیکھکر رانی آسکور صاحبہ کو پھر از سر نو ریاست کی منتظم قرار دیا +

رانی آسکور نے جو نہایت خردمند اور منتظم عورت تھی ریاست کی باگ ہاتھ میں لیتے ہی انتظام ملک کو پھر ٹھیک کر دیا - پہلے جو سرکش زمیندار اور خودسر تعلقہ دار تھے اُن سب کو مغلوب کر کے اُن سے کئی سالوں کا خراج اور معاملہ وصول کیا - اور خزانہ کو بارونق بنایا - بعدہ نمک حرام اور راشی اہلکاروں کو معزول کر کے اُن سے بھی ہزارہا روپیہ جرمانہ اور تاوان کا حاصل کیا + اب ریاست کا انتظام بالکل درست ہو گیا - اور رانی آسکور کے حسن انتظام سے پرجا سکھ کی نیند سونے لگی - مگر چونکہ سردار البیل سنگھ و گوجر سنگھ وغیرہ جو مہاراجہ کے منہ لگ رہے تھے یہی چاہتے تھے - کہ ریاست کی تمام آمدنی کے خرچ کرنے کا ہاتھ ہی اختیار رہے اور ہم جدھر چاہیں اُدھر اُڑاویں - اسلیئے انہوں نے مہاراجہ کو پھر بہکانا شروع کیا - اور کہا کہ اگر رانی صاحبہ خود مختار بنکر آپکو نظر بند کر دیں گی - تو پیچھے سے آپ کچھ نہ کر سکیں گے - اسلیئے اگر آپ اپنا ہاتھ پہلے ہی دکھاویں تو بہتر ہوگا - مہاراجہ تو بالکل کاٹھ کی بن ہی رہی تھی - انہوں نے بھی فوراً اپنے بے ایمان اور نالایق آدمیوں کے کہنے پر عمل کر کے رانی صاحبہ کو معہ اپنے فرزند کرم سنگھ اور مقرر لوڈہا رائے قید کر دیا - لیکن جب چند روز میں ہی پھر وہی ابتری و بدنظمی جو پہلے تھی پھیل گئی - تو اپریل ۱۸۱۲ء میں کرنل **لونی اکٹرلونی صاحب** کو پٹیالہ میں پھر آنا پڑا - جب کرنل موصوف پٹیالہ میں تشریف لائے - تو عقلمند راجہ اپنے نہایت دانا مشیر کاروں کے صرف اتنے شوشے پر کہ کرنل صاحب تمکو گرفتار کرنے آئے ہیں - روہیلونکی فوج کو قلعہ میں اُتار کر باغی بن بیٹھا - پھر راجہ **صاحب سنگھ** کے مصاحبوں نے ایک اور بھی زیادہ دانائی یہ کی - کہ ایک اکالی سے صاحب موصوف پر حملہ کرا دیا - مگر پیچھے سے اُس کرنل صاحب بہادر کو ایک خفیف زخم آیا - اور اُنہوں نے بھاگ کر اُس وحشی سے بمشکل تمام جان بچائی - اکالی کو قید کر کے دہلی کے جیلخانہ میں بھیجدیا گیا - اور کرنل صاحب نے لدہیانہ سے ایک توپخانہ و کچھ سپاہ انگریزی منگوا کر مہاراجہ کے منہ چڑھے مشیروں اور اہلکاروں کو جنکے سرگروہ سردار البیل سنگھ و گوجر سنگھ و گوردیال سنگھ وغیرہ تھے - خوب دہمکایا - اور اُن سب سے یہ اقرار کرا لیا - کہ ہم سب رانی صاحبہ کی متابعت میں کبھی عذر نہ کریں گے - اور نہ کبھی مہاراجہ کے مزاج کو برگشتہ کرنے کی ظاہرا یا پوشیدہ کوشش کریں گے - علاوہ اسکے جو کچھ حساب و کتاب ہوگا - وہ سب رانی صاحبہ کو سمجھا دیا کریں گے - اگر اسکے برخلاف کریں گے - تو مستوجب سخت سزا کے ہونگے - غرض جیٹھ بدی پنجم سمت ۱۸۶۹ بکرمی کو کرنل صاحب نے ایک سند خاص اپنی مہر و دستخط سے متضمن کل اختیارات ریاست پٹیالہ رانی صاحبہ کو عطا کی - اور تمام قلعوں پر اسکے ملازموں

تعینات کردیا۔ صرف بھوانی گڈھ کے تعلقہ داروں نے مزاحمت کی۔ مگر اسکو بھی انگریزی سپاہ اور توپخانہ نے جاکر بجنگ فتح کرکے رانی آسکنورکے حوالہ کردیا۔ اور تمام جاگیرداروں کو حکم دیاگیا۔ کہ جو کوئی رانی صاحبہ کی اطاعت سے قدم باہر رکھیگا۔ اُسکو سخت سزا دی جائیگی۔ بعد اس انتظام کے موضع چنگوٹیاں کے جاگیردار مسمیٰ نندسنگھ پسر بھلا سنگھ پھیلیوالیہ نے پرگنہ پائیل کے دیہات کو لوٹنا شروع کردیا جب وہ سمجھانے سے بھی باز نہ آیا۔ تو رانی صاحبہ نے مسمیٰ نودھ رائے کو بھیجکر اُسکا قلعہ چنگوٹیاں معہ دیہات گدو۔ ننگل مزرعہ۔ مقصود رہ۔ بہوآلی۔ حاجی مزرعہ و دیگر مواضعات وغیرہ کے چھین لیا۔ اگرچہ بموجب اشتہار ۱۸۰۹ء کے کرنل صاحب نے قلعہ چنگوٹیاں پھر اُسکو واپس دلادیا تھا۔ مگر جب پھر اُسنے انگریزی ڈاک کو لوٹا۔ اور بہت سے ڈاکے مارے۔ تو صاحب موصوف نے اُسکا قلعہ معہ دیہات کے اس سے چھین کر پٹیالہ کو دیدیا٭

واضح ہو کہ رانی صاحبہ کے مدارالمہام ہونے کے وقت مہاراجہ صاحب کو جو یہ اختیار دیا گیا تھا۔ کہ اپنی ذاتی جاگیر جو ایک لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ ہے جسطرح چاہیں صرف کریں۔ مگر اُنہوں نے اپنے خاص مشیروں کی پٹی پڑھانے پر توشہ خانہ کے جواہرات و زیورات نکال نکال کر بدیں خیال کہ ولیعہد کے لیئے کوئی چیز باقی نہ رہجائے۔ فروخت کرنا اور لوٹنا شروع کردیا٭

اُسوقت راجہ **صاحب سنگھ** کی یہ حالت تھی۔ کہ جو کچھ ہاتھ آتا سب لُٹا دیتے۔ اور ہمیشہ لہو و لعب میں مصروف رہتے۔ اور دو پلٹنیں صرف لڑکوں کی جنہیں بچھیر پلٹن کہتے تھے رکھ چھوڑی تھیں۔ ایک روپیہ یومیہ اُن لڑکوں کو تنخواہ دیجاتی تھی۔ اور انکو آپسمیں لڑا کر جسمیں کئی لڑکے زخمی اور مر بھی جاتے راجہ صاحب تماشہ دیکھا کرتے۔ اور جس فریق کی فتح ہوتی۔ اُسکو انعام واکرام سے مالامال کردیتے۔ کبھی فیل کبھی مینڈھے کبھی پہلوانوں کبھی مرغوں کی لڑائی دیکھتے۔ اور کبھی رنڈیوں۔ بھٹیاریوں کے کوچوں میں جاکر انکی لڑائی کا نظارہ کرتے۔ غرض ایسے ہی کاموں میں لگے رہتے٭

جب یہ اطلاع رانی صاحبہ نے رزیڈنٹ لدہیانہ کو دی۔ تو انہوں نے فوراً گورنمنٹ سے منظوری منگاکر توشہ خانہ بھی رانی صاحبہ کے سپرد کردیا۔ اور مہاراجہ صاحب کا گذارہ بارہ ہزار روپیہ نقد ماہواری گھٹاکر اُنکا تعلق بھی بالکل ہٹا دیا۔

اب اس زمانہ میں باوجودیکہ رانی آسکنور کے اختیارات کا ریاست پٹیالہ میں بڑا دَور دَورہ تھا۔ مگر مخالف لوگ بھی خاموش نہ تھے۔ وہ ہر وقت اسی تگ و جستجو میں رہتے تھے۔ کہ کسی نہ کسی طرح رانی صاحبہ کے اقتدار اور اختیارات میں تنزل واقع ہو۔ کیونکہ خودغرض اور ہاتھ رنگنے والے لوگوں کی دال رانی آسکنور صاحبہ کے سامنے بالکل نہیں گلتی تھی۔ اس لحاظ سے گو پٹیالہ کا انتظام بہ نسبت پیشتر کے بہت اچھا تھا۔ مگر تاہم اُسکی اندرونی حالت بالکل تسلّی بخش نہ تھی۔ دیوان نودھا نامی ایک برہمن رانی آسکنور کا مشیر خاص تھا۔ اور یہ شخص بھی سچ تو یوں ہے۔ کہ دیوان نانومل کیطرح نہایت لایق اور نمکحلال اہلکار تھا۔ بلکہ دیانتداری کے معاملہ میں اس سے بھی زیادہ بڑھا چڑھا اور پرہیزگار تھا۔ مگر ہاں کسیقدر ڈرپوک تھا۔ ایسا جو انمرد اور بہادر نہ تھا جیسا کہ نانومل۔ اسنے ریاست کی بدنظمیوں کو جو تیس سال کے عرصہ سے جاری تھیں۔ یکبارگی دُور کرکے عمدہ انتظام کی صورت قایم کرنی چاہی مگر یک لخت ایسا ہونا غیر ممکن تھا۔ آخرکار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پہلے اُسکے دشمنوں نے اُسے رانی صاحبہ کے ساتھ ناجائز برتاؤ رکھنے

کا اتہام لگایا جسمیں وہ سراسر جھوٹے ثابت ہوئے - اور انکو اپنی ناکامی پر نادم ہونا پڑا - مگر جب یہ وار انکا خالی گیا - تو انہوں نے اسکے جان سے مار ڈالنے کی صلاح بنائی - اس صلاح کی اصل موجد رانی کھیم کنور تھی - جسکا مطلب یہ تھا - کہ بعد وفات راجہ صاحب سنگھ کے اسکا چھوٹا بیٹا اجیت سنگھ مسند نشین ہو - اور اسکے وقت میں اسے انتظام ریاست میں مداخلت کرنیکا موقع ملے - علاوہ اسکے راجہ جسونت سنگھ والی نابھہ بھی جو واقعی ایک نہایت لایق اور ہوشیار رئیس تھا - درپردہ ان صلاح مشوروں میں رانی ندکور کا جسکی بھتیجی اسکے ساتھ بیاہی ہوئی تھی مددگار اور معاون تھا - کیونکہ پٹیالہ کی ریاست کے عروج کا وہ از حد حاسد تھا - مگر خوش قسمتی سے رانی پرتاب کنور کے بھائی دل سنگھ نے اس راز کو کسی خاص خیال سے افشا کر دیا - اور مقر الذکر نوبا کی جان بچ گئی ✤ اسکے بعد مہاراجہ صاحب سنگھ جنہوں نے تنہائی اختیار کر لی تھی - ایک پھوڑے کے عارضہ میں بیمار ہو کر ۲۶ - مارچ ۱۸۱۳ء کو سُرگ باس ہو گئے ✤

راجہ صاحب سنگھ کی وفات

چونکہ اسوقت پٹیالہ میں مفسدہ پردازی اور باہم مخالفت کا بازار بہت گرم تھا - اسوجہ سے راجہ صاحب سنگھ کے یکایک مرجانے پر لوگوں کو ایک عام شک اس بات کا پیدا ہو گیا - کہ راجہ صاحب مذکور کو زہر دیا گیا - مگر راجہ صاحب کی وفات کے بارہ میں سر لیپل گریفن صاحب کی رائے[1] عام شہرت کے برخلاف ہے ✤

راجہ صاحب سنگھ کے اوصاف وغیرہ

راجہ صاحب سنگھ کے اوصاف تو خود انکی تواریخ سے ہی اظہر من الشمس ہیں - باقی رہا اب یہاں پر انکی بابت قابل تذکرہ یہ بات ہے - کہ انکے بازو اسقدر دراز تھے - کہ انکا ہاتھ کھڑے ہونے پر زانو تک پہنچتا تھا - اور کچھ ایسی ملایم ہڈی کے بنے ہوئے تھے - کہ پیچھے پیٹھ کی طرف بآسانی مڑ جاتے - اور ہاتھ کمر تک پہنچ جاتا - علاوہ بریں پوشش کی بابت یوں بیان کیا جاتا ہے - کہ گلے میں صرف ایک کورتہ سر پر پگڑی اور کمر میں کچھ تین کپڑوں کے سوا اور کوئی چوتھا کپڑا استعمال نہیں کرتے تھے - اور سب سے بڑھکر ایک عجیب عادت یہ تھی - کہ ہمیشہ ایک گز بھر کو اکپڑا منہہ سے چبا چبا کر پھینک دیتے - مزاج کے سادہ لوح ایسے تھے - کہ ایک مرتبہ رعایا نے انتظام اور امن ہونے کے لیئے یہ فریاد کی - کہ اقوام بھٹی کے ڈکیت اور رہزن لوگوں نے ہمکو بہت دق کر رکھا ہے - تو اسکا جواب راجہ صاحب نے یہ دیا کہ تم لوگ جسطرف سے ڈکیت آتے ہیں - اسطرف ایک دیوار کھینچ لو ✤

راجہ صاحب سنگھ کی اولاد۔

راجہ صاحب سنگھ کی چار رانیاں تھیں - سب سے بڑی آسکنور تھی - جسکے شکم سے ولیعہد کرم سنگھ ایک لڑکا اور بی بی پریم کنور - کرم کنور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں - دوسری رانی نند کنور کے بطن سے کنور اجیت سنگھ

سلہ راجہ صاحب سنگھ کی وفات کا سبب

[1] غالباً راجہ صاحب سنگھ کے مرنے کا سبب یہی تھا - کہ وہ افراط مے نوشی کی ہی علت میں اس دنیا سے رخصت ہوئے - شراب خوری کی کثرت تو پہلے ہی سے تھی مگر جب سے رانی آسکنور دوبارہ منتظم ریاست مقرر ہوئیں - تو خود بدولت برخلاف اپنی اس عادت سابقہ کے کہ وہ ہر ادہر شہر وغیرہ میں اکثر سوار ہوتے اور چلتے پھرتے رہتے تھے - اب بالکل ہی کنج عزلت میں بیٹھ گئے - پس اس طرح سے ریاضت تو ترک ہو گئی - اور شراب روز بروز بڑھتی گئی - اور پھر ایک امر اتفاقیہ یہ پیش آگیا - کہ راجہ صاحب سنگھ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے ایک خواب دیکھکر شراب پینی یک لخت موقوف کر دی - اور باوجود اسکے کہ انکے اطبا اور معالجوں نے یہ فہمایش کی کہ شراب کا یک لخت چھوڑ دینا اچھا نہیں - اسکی مقدار میں بتدریج کمی کرنی بہتر ہے - مگر انہوں نے ایک نہ مانی - اور چونکہ عیاشی کی بدولت قوٰے پہلے ہی ضعیف ہو چکے تھے - اور مدت سے راجہ صاحب شراب ہی کے زور سے چلتے پھرتے تھے - اس سبب سے غالباً اسکا دفعتاً ترک کر دینا ہی انکے حق میں زہر ہو گیا ہوگا - ۱۲

ایک لڑکا پیدا ہؤا۔ باقی کی دو رانیوں سے بھی دو ایک لڑکی لڑکیاں پیدا ہوئے۔ مگر بچپن ہی میں مر گئے +

راجہ کرم سنگھ کی مسند نشینی۔

اب ۱۸۷۰ بکرمی میں ۳۰۔ جون ۱۸۱۳ء کو راجہ **کرم سنگھ صاحب** کی رسم مسند نشینی جس مبارک موقع پر کرنل **لونی اکٹر صاحب بہادر** بھی پٹیالہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ادا کی گئی۔ اور اس جلسہ میں صاحب موصوف نے مقرنودھا کو راجہ صاحب کی خاص درخواست سے ایک بے بہا خلعت عطا کیا۔ گو اس سے پیشتر راجہ **کرم سنگھ** کی رائے مقرنودھا کی بالکل برخلاف تھی۔ اور اُسکے قتل کے مشورہ میں بھی شریک تھا۔ مگر چونکہ یہ اپنی ماں کا کہنا اکثر زیادہ مانا کرتا تھا۔ اسوجہ سے اُسکی رائے مسند نشینی کیوقت مقرنودھا کی نسبت بہت موافق ہوگئی اور اُسکا ارادہ بھی یہی ہوگیا۔ کہ انتظام ریاست بدستور میری والدہ اور مقرنودھا کے ہاتھ میں رہے۔ چنانچہ بعد مسند نشینی کے بھی ایک عرصہ تک جبتک اُنکے شریر مصاحبوں کا اُنکے مزاج میں دخل نہ ہؤا۔ ریاست کا انتظام بدستور سابق رانی آسکنور کے ہی ہاتھ میں رہا +

سرکار انگریزی کا گورکھیوں سے جنگ کرنے کے لئے اشتہار دینا اور ریاست پٹیالہ کا مدد کرنا۔

اسکے بعد نومبر ۱۸۱۴ء میں سرکار انگریزی نے گورکھیوں سے تنگ آکر جو علاوہ نقصان پہنچانے رعایا علاقہ جات دامن کوہ کے گورنمنٹ انگریزی کے علاقہ میں بھی گاہے گاہے موقع پاکر لوٹ مار کر جایا کرتے تھے۔ اُنکے ساتھ جنگ کرنیکا اشتہار دیا۔ سب سے زیادہ تر فسادی گورکھیوں کا گروہ امر سنگھ تھاپا کی والی کا تھا۔ جسکو مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے مغلوب کرکے کانگڑہ سے نکالدیا تھا۔ پٹیالہ کی ریاست نے اس اشتہار سے پیشتر ہی کئی بار ایجنٹ گورنر جنرل بہادر مقیم لدھیانہ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنی فوج کو گورکھیوں پر بھیج کے مواضعات منڈلائی اور بھروٗلی کو جنپر انہوں نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا اُن سے چھڑا لیا۔ اور اب بھی (جب کرنل **لونی اکٹر صاحب** نے روپڑ کے راستہ سے پہاڑوں میں پہنچ کے پہلے نالاگڈہ اور تاراگڈہ کو فتح کیا۔ پھر بتاریخ ۱۱۔ فروری ۱۸۱۵ء رام گڈہ کو حاصل کرکے ۱۵۔ اپریل کو امر سنگھ کو ایسی سخت شکست دی۔ کہ اُسے جان بچانا بھی مشکل ہوگیا۔ اور آخرکار اُسکو لاچار ہوکر اطاعت قبول کرنی پڑی) پٹیالہ کی ریاست نے اپنی فوج سے سرکار انگریزی کو کماحقہ مدد دی جسکے صلہ میں اس ریاست کو مفصلہ ذیل کوہی علاقہ جات کے ۱۶ پرگنات گورنمنٹ انگریزی سے حسب سند مرقومہ ۱۰ستمبر ۱۸۱۵ء بعوض نذرانہ ایک لاکھ پچاس ہزار عطا ہوئے۔

بھوٗ ماملی۔ کلجوٗن۔ بنتھرا۔ کھوسلا۔ جبروت۔ کیملی۔ بدھری۔ باگھڑی۔ ترا۔ ست گاؤں۔ چبیل۔ بٹ کوٹھی۔ ٹھکری۔ بگیاٹ۔ جگت گڈھ۔ پرگنہ بارلی کبار۔ پرگنہ بھروٗلی +

اب اسکے بعد لوگوں نے راجہ **کرم سنگھ صاحب** کو مقرنودھا اور اُنکی ماں آسکنور کی طرف سے بدظن کرنا شروع کیا۔ اور اس بات کے درپے ہوئے کہ مہاراجہ صاحب اپنی والدہ سے ریاست کے انتظام کی باگ خود اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب نے اپنی ماں سے درخواست کی۔ کہ اب انتظام ریاست کے اختیارات میرے سپرد کر دیں۔ ماں جو بڑی دانا اور عقلمند عورت تھی زمانہ کا رنگ ڈھنگ دیکھکر اور اپنے بیٹے کی آنکھیں پہچان کر فوراً بول اُٹھی۔ کہ بیٹا آپ مالک ہیں۔ جب چاہیں اختیارات لے لیں۔ ہمیں کیا عذر ہوسکتا ہے۔ چنانچہ راجہ **کرم سنگھ** نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور اپنے

کئی ایک آدمیوں کو معزز اور اعلےٰ منصب کے عہدوں پر اسیوقت ممتاز کردیا۔ مگر اسکے ساتھ ہی مقرّ لودہا کو بھی مدار المہامی کے عہدہ پر بدستور قایم رکھا جسکی خاص وجہ یہ بھی تھی۔ کہ اس موقع پر راجہ صاحب کو گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے مخصوص یہ ہدایت ہوئی تھی۔ کہ آپ انتظام ریاست کو بالکل رانی آسکنور کے طریقہ پر بدستور جاری رکھیں۔ اور اپنے مدار المہام مقرّ لودہا کے قدر منزلت و اختیارات میں کسی قسم کی کمی نہ آنے دیں۔ ورنہ کمینے لوگ ریاست کا انتظام بگاڑ دیں گے۔ اور آپکو بدنامی اُٹھانی پڑیگی +

اسوقت تک گورنمنٹ انگریزی نے انتظام ریاست پٹیالہ میں اپنا دخل دینے کی پالیسی کو بدل دیا تھا۔ اور وہ نہیں چاہتی تھی۔ کہ اس سے زیادہ دخل دیا جاوے۔ کیونکہ اوّل تو راجہ کرم سنگھ خود بافہم آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اور اسکو اپنی ماں کی خاطر بھی حتی الوسع بہت منظور تھی۔ دوسرے جسوقت راجہ صاحب سنگھ کے فاتر العقل ہونے کی وجہ سے گورنمنٹ نے مداخلت کی تھی۔ جو انصافاً نہایت ضروری تھی۔ تو لوگوں نے سرکار انگریزی کی بابت بجائے مشکوری کے طرح طرح کے کمینے خیالات ظاہر کیئے تھے۔ مقرّ لودہا کو حالانکہ راجہ کرم سنگھ صاحب نے اپنی زبان خاص سے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ مدار المہامی کے عہدہ پر اسکو بدستور قایم رکھا۔ لیکن اُسکے ذاتی نقص ڈرپوک ہونے نے اسکو بالکل مبدل کردیا۔ علاوہ بریں اُسکی دانائی اور دور اندیشی یہ تقاضہ بالکل نہیں کرتی تھی۔ کہ وہ اس ریاست میں جہاں کا حاکم اس سے دل میں مشکوک تھا۔ قیام کرے۔ اسلیئے اُسنے راجہ صاحب سے رخصت حاصل کرکے جوالا مکھی کے درشنوں کا عزم کردیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ بعد وہاں سے واپس آتا ہوا راستہ ہی میں اکتوبر ۱۸۱۸ء کو راہی ملک بقا ہوگیا۔ یہ شخص واقعی نہایت لایق اور معتدین شخص تھا۔ اور اسکی خدمات ریاست پٹیالہ کے حق میں بالکل لاثانی ہونے کا رتبہ رکھتی ہیں دیوان لودہا کے مرنے سے اُسکی آقا رانی آسکنور کے اختیار و اقتدار میں دن بدن کمی ہوتی گئی۔ مگر ۱۸۲۱ء کے شروع تک ماں بیٹے دونوں میں کوئی ظاہر انزاع کی صورت پیدا نہیں ہوئی +

مقرّ لودہا کا فوت ہونا

سید برکت علی کا مدار المہام مقرر ہونا۔

دیوان لودہا کی وفات کے بعد سیّد برکت علی خاں خیر آبادی جو کرنل لوانی اکٹر صاحب کا میر منشی رہ چکا تھا ریاست پٹیالہ کا مدار المہام مقرر ہوا +

راجہ صاحب سنگھ کا اپنی والدہ سے کلی اختیارات و توشہ خانہ لینے کی بابت جھگڑا کرنا مگر ناکامیاب ہونا اور آخرکار اپنی والدہ سے معافی کا خواستگار ہونا۔

راجہ کرم سنگھ کو اپنی والدہ رانی آسکنور کی قدر و منزلت کا تو ہر طرح سے خیال تھا۔ مگر اسکے ساتھ ہی وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ ریاست کی عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد بھی اُسکے مقابلہ میں ریاست کے اندر کوئی دوسرا ہمسری کا دعوےٰ کرے۔ برخلاف اُسکے اگرچہ رانی آسکنور نے راجہ صاحب کے انتظام میں دخل وغیرہ دینا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ مگر تاہم وہ اپنی خاص سنور کی جاگیر میں جسکو اُسنے اپنی ذاتی حسن لیاقت سے پچاس ہزار کی آمدنی سے دو لاکھ تک بڑھا لیا تھا۔ خاص اپنا اختیار رکھنا چاہتی تھی۔ جسکو ملکی انتظام کے خیال سے راجہ کرم سنگھ جائز رکھنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ پچاس ہزار اصلی جاگیر سے جسقدر زیادہ اُس کی ماں کے پاس ہے۔ وہ اُس سے واپس لیکر اسکی طاقت کو کمزور کردے۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ اُسکا یہ خیال بہت درست تھا۔ مگر ابھی اسکا کچھ فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ کہ برکت علی خاں مدار المہام سے رانی آسکنور کے ایک منہ لگے پٹھان کا آپس

۱۸۲۵ع

بیس تکرار ہوگیا۔ اور اس جھگڑے نے ایسا طول کھینچا۔ کہ دونوں طرف کے پانچ چھ آدمی مارے گئے۔ اور کئی زخمی ہوئے ÷ اب اسوقت راجہ **کرم سنگھ** نے موقع پاکر اپنے دلی مقصد کو پورا کرنے کی غرض سے یہ ظاہر کرکے کہ مائی صاحبہ اس قسم کے فتور اور فساد برپا کرکے ریاست کا انتظام پھر اپنے ہاتھ میں لیا چاہتی ہیں پولیٹکل افسر انگریزی متعینہ کرنال کو بلا بھیجا۔ اور درخواست کی۔ کہ آپ ہماری مائی صاحبہ سے فیصلہ کرادیں۔ غرض آخر کار فیصلہ قرار پایا۔ کہ صرف راجہ **کرم سنگھ** ہی ریاست کے مالک اور فرمانروا ہیں۔ دوسرے کسی کا اسمیں دخل نہیں۔ اور رانی صاحبہ نے بھی اسکو قبول کرکے وعدہ کرلیا کہ میں ہرگز دخل نہ دونگی۔ اور اپنی جاگیر مقام سنور میں چلی جاؤنگی گو بظاہر اب تصفیہ تو ہوگیا۔ و یقین تھا۔ کہ ماں بیٹوں میں صلح ہوجائیگی۔ مگر دو بڑی بھاری فساد کی جڑیں تصفیہ طلب باقی رہ گئیں یعنی ایک تو یہ کہ توشہ خانہ جسپر رانی صاحبہ کا قبضہ تھا۔ وہ اپنے ہمراہ لے گئیں۔ اور پچاس ہزار سے دو لاکھ تک جو زیادہ رقم جاگیر میں رانی صاحبہ کے پاس تھی۔ وہ بھی انہی کے قبضہ میں رہی ÷

اس دوران میں راجہ **کرم سنگھ صاحب** کی طرف سے اس امر کی بڑی کوشش ہوئی۔ کہ ان امورات کا آپس ہی میں گھر بیٹھے فیصلہ ہوجاوے۔ مگر رانی صاحبہ کسی بات پر راضی نہ ہوئیں۔ آخر لاچار ہوکر راجہ صاحب نے کپتان **راس صاحب** ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ریاستہائے ادھر وے ستلج کی اس معاملہ میں مداخلت چاہی ÷

راجہ صاحب کی طرف سے رفع فساد کے لیئے یہ تجویز پیش ہوئی۔ کہ رانی صاحبہ صرف اپنی اصلی جاگیر کے عیوض پچاس ہزار روپیہ سالانہ نقد ریاست سے لیا کریں۔ اور اپنی بود و باش خاص پٹیالہ میں اختیار کریں۔ دوسرے توشہ خانہ بھی پٹیالہ میں چلا آوے۔ اور اگر فہرست کل اشیاء کی داخل ہوکر جنکی قیمت ۵۰ لاکھ کے قریب ہوگی یہ اطمینان کرادیا جاوے۔ کہ ابتک امانت میں کسی قسم کی خیانت نہیں ہوئی ہے۔ تو توشہ خانہ بدستور رانی صاحبہ کے ہی تفویض میں رہے۔ چنانچہ اکتوبر ۱۸۲۳ء میں **مرے صاحب** حسب تجاویز پیش کردہ راجہ صاحب فیصلہ کرانے کے لیئے کسیقدر فوج کے ساتھ پٹیالہ میں بھیجے گئے ÷

جب **مرے صاحب** معہ فوج کے پٹیالہ میں داخل ہوئے۔ اور انہوں نے حسب تجاویز مذکورہ بالا تصفیہ کرانا چاہا۔ تو رانی صاحبہ نے اس فیصلہ کے قبول کرنے سے قطعی انکار کیا۔ اور کہا کہ تاوقتیکہ سنور میرے ہی پاس نہ چھوڑا جاوے۔ میں کسی شرط کو منظور نہ کرونگی۔ مگر جب انپر دباؤ ڈالا گیا۔ اور کہا گیا۔ کہ آپکو گورنمنٹ کا فیصلہ ضرور منظور کرنا پڑیگا۔ تو وہ قلعہ کو راجہ صاحب کی سپاہ کے سپرد کرکے خود لشکر میں چلی آئیں۔ جہاں انکی بڑی عزت اور خاطرداری کی گئی۔ مگر انہوں نے آخر کار ایک بات نہ مانی۔ اور ناراض ہوکر اپنی دادرسی کے لیئے کلکتہ کا قصد کرکے ۱۴۔ اکتوبر کو انبالہ کی طرف چلی گئیں ÷

اس بات سے راجہ **کرم سنگھ** کو بہت فکر پیدا ہوا۔ اور اُسنے خیال کیا کہ اگر میری والدہ اسطرح سے مستغیثہ بنکر خاک چھانتی پھریگی تو نہ صرف ریاست پٹیالہ ہی کی بدنامی اور ہتک ہوگی۔ بلکہ میری سعادتمندی میں بھی بٹا لگیگا۔ اور لوگ کہیں گے کہ وہ بیٹا کیسا جو اپنی ماں کو راضی نہیں رکھ سکتا۔ اسلیئے لاچار ہوکر راجہ **کرم سنگھ** سنور کا رانی صاحبہ کے ہی قبضہ میں رہنا قبول کرکے انکے پاس خود چلا گیا۔ اور پیروں پر سر رکھکے منا کرلے آیا۔ رانی صاحبہ بھی اُسے غنیمت سمجھکر سنور واپس چلی آئیں۔ اور جائیں

میں صلح ہوگئی +

بیعہد راجہ نرندرسنگھ کی پیدایش و رانی آسکور کی وفات

پھر اسی اثنا میں جب مگھر بدی ستمی سمت ۱۸۸۱ بکرمی کو راجہ نرآندر سنگھ ولیعہد ریاست پیدا ہوئے۔ تو نبیرہ کے دیکھنے کی خوشی میں رانی صاحبہ نے خود ہی سنور سے آکر پٹیالہ میں نہایت خوشی منائی۔ اور اپنی کل جائداد مہاراجہ کرم سنگھ کے حوالہ کردی۔ پھر تادم زیست وہیں پٹیالہ میں رہکر پھاگن سمت ۱۸۹۱ بکرم کو انتقال کرگئیں +

ریاست پٹیالہ و نابھہ کے باہم دوبارہ تنازعہ ہؤا۔

اگرچہ راجہ نابھہ و پٹیالہ کی اَن بن ایک مدت سے چلی آتی تھی۔ مگر سمت ۱۸۹۱ بکرمی میں ایک تو موضع غوث ہیڑی متعلق علاقہ پٹیالہ اور رکھو سہیڑی علاقہ نابھہ کی سرحد کا پھر باہم تنازع شروع ہوگیا۔ دوم قصبہ بھدوڑ اور رتی موضع کانگڑ کی بابت جھگڑا ہؤا۔ سوئم وبہانت ہرمانہ کی بابت ایسا فساد بڑہا۔ کہ لڑائیوں تک نوبت پہنچی۔ اور طرفین کے صدہا آدمی کام آئے۔ بعد ازآں اُنکا فیصلہ کرنے کے واسطے گورنمنٹ انگریزی کے حکام کو بھی بہت تکلیف اُٹھانی پڑی۔ مگر آخر کار آپسمیں ہی فیصلہ ہوگیا۔

صاحب سنگھ کے دوسرے بیٹے اجیت سنگھ کا فساد کرنا۔

پھر راجہ صاحب سنگھ کے دوسرے بیٹے کنور اجیت سنگھ نے جو سمت ۱۸۶۶ بکرمی میں پیدا ہؤا تھا۔ راجہ جسونت سنگھ کے بہکانے سے اپنے بھائی راجہ کرم سنگھ کے ساتھ فساد کرنا شروع کردیا۔ اور گھر بیٹھے خود راجہ بن بیٹھا۔ اور اپنی مہر میں بھی اپنے نام کے پیشتر جو کچھ گدی نشینی کا خطاب و القاب تھا۔ کھدوالیا۔ اور مہاراجہ کے مجرموں کو بھی اپنے پاس پناہ دینے لگا۔ آخر جب مہاراجہ نے ان باتوں سے باز رکھنا چاہا۔ تو سمت ۱۸۱۷ بکرمی میں معہ اپنی والدہ رانی پریم کور کے دہلی چلاگیا۔ اور تقسیم نصف حصہ ریاست کا دعوے دایر کرکے ایک مدت تک اسی کوشش اور فکر میں حیران اور سرگرداں رہکر ایک کثیر رقم کا قرضدار ہوگیا جب قرضخواہوں نے تنگ کیا۔ اور یہ حال مہاراجہ کرم سنگھ صاحب کو معلوم ہؤا۔ تو اُنہوں نے رسوائی اور بدنامی خاندان کے خیال سے اسکو اپنے پاس پٹیالہ میں بلا بھیجا۔ اور علاوہ قرض ادا کرنے کے پچاس ہزار کی جاگیر اُسکے گذارہ کے واسطے تجویز کرکے تھوڑے دنوں بعد جون سنہ ۱۸۲۹ع میں اُسکی شادی بھی کردی۔

موضع ڈلدہی کا پختہ فیصلہ۔

سنہ ۱۸۲۸ع میں موضع ڈلدہی کے تنازعہ کا فیصلہ جو تین سال سے ریاست نابھہ و پٹیالہ کے درمیان چل رہا تھا۔ حسب ایماء گورنمنٹ کپتان مرے صاحب نے موقعہ پر پہنچکر ایسا عمدہ اور پختہ کیا۔ کہ باوجود کئی بار مزید تحقیقات اور اپیل کے آخر میں گورنمنٹ سے وہی فیصلہ قایم رہا +

ریاست پٹیالہ کا گورنمنٹ کو بیس لاکھ روپیہ قرض دینا

اس سے ایک سال پیشتر سنہ ۱۸۲۷ع میں جب گورنمنٹ انگریزی کو کچھ روپیہ کی ضرورت آن پڑی۔ اور اُسنے پانچ روپیہ فیصدی سود دینے کے وعدہ پر ہندوستان کے رئیسوں سے قرضہ طلب کیا۔ تو اُسوقت سب سے پہلے مہاراجہ کرم سنگھ نے ہی گورنمنٹ کو بیس لاکھ روپیہ قرض دیکر اپنے تئیں اوّل درجہ کا خیرخواہ و دوست والی ملک ثابت کیا

ریاست پٹیالہ میں قوانین کا جاری ہونا۔

ریاست پٹیالہ میں اس سے پیشتر کوئی خاص ضابطہ یا قانون نہیں تھا۔ اور نہ کوئی دفتر یا کام وغیرہ کا طریقہ مقرر تھا لیکن راجہ کرم سنگھ نے اپنے مدار المہام برکت علی خاں کی تجویز سے جو ایک عرصہ تک مدبر اور لایق انگریزی افسروں کی ماتحتی میں کام کرچکا تھا ہر ایک کام کے قاعدے اور قانون بنائے۔ اور محکموں کی تفریق کی۔ افواج کا اختیار

بخشی کو دیا گیا۔ صیغہ مال کا کام دیوان کے سپرد ہُوا۔ کل آمدنی جو پہلے بالا بالا بقالوں کی دوکان پر جمع ہوا کرتی تھی۔ اُسکو توشہ خانہ میں داخل ہونے کیواسطے حکم ہُوا۔ ہندی کا دفتر توڑ کر فارسی کا قایم کیا گیا۔ اور مقدمات جو پہلے زبانی فیصل ہوتے تھے۔ اُنکے واسطے باقاعدہ عدالت میں مثلیں بن کر فیصل ہونے کا دستور باندھا گیا۔ رانیوں کو پردہ میں رہنے کے واسطے کہا گیا۔ غرض ہر ایک کام باقاعدہ اور باضابطہ ہونے لگا ✣

پٹیالہ۔ نابھہ۔ جیند تینوں ریاست کے باہم عہدنامہ کا قرار پانا۔ اور صلح ہو جانا

پیشتر جن باتوں پر ان ریاستوں کا آپسمیں تنازعہ برپا ہو کر لڑائیوں تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ اُنکے رفع کرنے کے لیئے ۱۳۔ جیٹھ سمت ۱۸۹۱ بکرمی کو مہاراجہ **کرم سنگھ** نے بھوانی گڈھ کے مقام پر راجہ **جسونت سنگھ** والی نابھہ و راجہ سنگت سنگھ والی جیند اور بھائی اودے سنگھ والی کیتھل تینوں کو جمع کر کے اُنکی صلاح سے خاص قواعد بنائے۔ اور اُنکی پابندی کے لیئے باہم عہدنامہ لکھکے اُس پر ہر ایک رئیس کے دستخط و مُہر ثبت کرا کے آیندہ کے لیئے چاروں ریاستوں میں باہم اتفاق کی ایک پختہ بنیاد کھڑی کی۔ خلاصہ اُن قواعد کا یہ ہے:۔

(۱) ہم چاروں میں سے کوئی رئیس ایک دوسرے کے ملازم یا مجرم کو پناہ یا مدد نہ دیگا ✣

(۲) جب کبھی دو رئیسوں کے درمیان کسی قسم کا تنازعہ ہو جاوے۔ تو دوسرے دونوں رئیس ملکر تصفیہ کر دیں گے۔ اور اُنکا فیصلہ ناطق ہوگا ✣

(۳) سرحدی معاملات کے تنازعہ میں سمت ۱۸۲۰ بکرمی کے قبضہ کا لحاظ کیا جاوے گا ✣

(۴) اگر ان چاروں ریاستوں میں سے کسی ریاست کا کوئی شخص باقی دار یا قرضدار ایک دوسرے کی ریاست میں جا آباد ہو۔ تو اُس ہی وہ ریاست جہاں آباد ہُوا ہو بروے کاغذات زر مطالبہ ادا کرانے کی ذمّہ وار ہوگی ✣

(۵) ہر ایک ریاست اپنی رعایا کیطرح دوسری ریاست کے مدعی کی حق رسی اپنے مدعا علیہ سے کرائیگی

(۶) چوری کا سُراغ جس گانوں کی سرحد میں جا پہنچے۔ اُس گانوں والے جبتک اُسکا پتہ و نشان اپنے گانوں سے باہر نہ نکال دیں۔ اُسوقت تک اُس چوری کے وہی ذمّہ وار ہوں گے ✣

(۷) عورت کے مقدمات میں پانچ سال تک تو عورت معہ مال و اسباب مدعی کو واپس دلائی جاوے بعد انقضائے میعاد مذکورہ کے ناطہ یا دو صد روپیہ نقد دلایا جاوے ✣

(۸) یہی قاعدہ لڑکی کی شادی دوسری جگہ کرنے والے کے ساتھ برتا جائیگا ✣

(۹) مقدمات قتل میں مجرم سے مقتول کے وارثوں کو دو صد روپیہ نقد یا ناطہ دلایا جاوے گا ✣ اور علاوہ اِسکے مجرم کو سخت سزائے قید بھی دیجاوے گی ✣

اِسی اثناء میں مہراج کے سکھ سرداروں سے جو آجتک ایک طرح سے ریاستہائے پھول کے متعلق سمجھے جاتے تھے۔ گورنمنٹ

انگریزی سے درخواست کی۔ کہ ہمکو زیر حفاظت سرکار دولتمدار انگلشیہ کیا جاوے۔ بہ نظر مناسب اگست ۱۸۰۳ء میں مہاراجیکو وگورنمنٹ انگریزی نے اپنی زیر نگرانی کر لیا۔ اور پھول کے رئیسوں کو آیندہ سے اُنکے معاملات میں دست اندازی کرنے سے روک دیا ۱۸۹۸ بکرمی میں جب کل ملک مقبوضہ مرہٹوں پر سرکار انگریزی کا قبضہ ہو گیا۔ تو گورنمنٹ نے ریاست پٹیالہ سے بھی اُن علاقہ جات واقع اضلاع ہانسی۔ حصار۔ گوہانہ۔ سرسہ وغیرہ کو (جنپر ریاست مذکور نے جنرل پرن صاحب مرہٹوں کی سپہ سالار کی امداد کر اپنا قبضہ حاصل کیا تھا۔) صرف اس بنیاد پر واپس لینا چاہا۔ کہ چونکہ گورنمنٹ انگریزی مرہٹوں کی قائممقام ہے۔ اسلیئے تمام ملک جو اُن کے قبضہ میں تھا۔ گورنمنٹ کے زیر دخل ہونا چاہیئے۔ غرض ایک نہایت طول و طویل تحقیقات اور مشکلات کے بعد منجملہ دوسو چھیاسٹھ ۲۶۶ دیہات ایک لاکھ پچاسی ہزار ۱۸۵۰۰۰ روپیہ آمدنی کے اکتالیس گانوں لو معہ بقایا آمدنی من ابتداء ۱۸۴۳ء لغایت ۱۸۵۶ء ضلع حصار سے راجہ صاحب پٹیالہ کو ملنے کا حکم ہؤا۔ اور پچیس ۲۵ گانوں ضلع سرسہ سے۔ باقی رہا چار ہزار اٹھائیس سو روپیہ آمدنی کے باقیماندہ پندرہ دیہات کے معاوضہ میں مواضعات اسپال۔ بدرار۔ بھینی۔ ساہوکے و منڈیر وغیرہ ملگئے اور یہ جھگڑا جو ۱۸۰۳ء سے جاری تھا ختم ہؤا۔*

مہاراجہ کرم سنگہ کا سرکار لاہور کے مقابلہ میں گورنمنٹ انگریزی کی مدد کرنا

باوجودیکہ راجہ کرم سنگہ سرکار انگریزی کی دو ایک مذکورہ بالا مداخلتوں سے جنکو وہ اپنے خیال کے بموجب ناواجب تصور کرتا تھا۔ کسیقدر آزردہ دل بھی ہو گیا تھا۔ مگر تاہم جب ۱۸۴۵ء کے آخیر میں گورنمنٹ انگریزی کی سرکار لاہور سے مخالفت ہو گئی۔ تو اُسوقت اُسنے بمقابلہ دیگر سکھ رئیسوں کے اپنے تئیں گورنمنٹ انگلشیہ کا علانیہ خیر خواہ اور مددگار ظاہر کیا۔ کمک کے لیئے اپنی سپاہ بھیجنے اور انگریزی فوج کے لیئے رسد بہم پہنچانے وغیرہ میں مہاراجہ کرم سنگہ نے اپنی طرف سے حالانکہ وہ اُسوقت شدید بیمار تھے۔ ذرا بھی کوتاہی نہ کی*

راجہ کرم سنگہ صاحب کی وفات۔

مگر اسمیں کچھ شک نہیں کہ اس معاملہ مرجوعہ میں جو خاص اپنی ہی قوم کے مقابلہ میں سرکار انگریزی کی امداد کرنے سے خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ عموماً کل ہمعصروں کا میلان خاطر اسیطرف تھا۔ راجہ کرم سنگہ بحر ندامت میں غوطہ کھاتا ہؤا ۲۳۔ دسمبر ۱۸۴۵ء کو جنگ پھیرو شہر (فیروز پور) کے دوسرے دن راہی ملک بقا ہو گیا مگر جو کچھ اُنہوں نے کیا مصلحتِ وقت سمجھکر نہایت مناسب کیا*

راجہ کرم سنگہ صاحب کے اوصاف

مہاراجہ کرم سنگہ نے بہ نسبت اپنے آباو اجداد کے اپنے تئیں ایک عقلمند اور دور اندیش والی ملک ثابت کیا۔ جو کچھ مشکلات اسکو اپنے بھائی کنور اجیت سنگہ اور والدہ آسکور کے مقابلہ میں درپیش آئیں۔ اُن سب کو اسنے نہایت تحمل اور بردباری سے طے کیا۔ اور آخر میں ماں اور بھائی دونوں کے ساتھ اسنے الضافاً کوئی بدسلوکی نہیں کی۔ اسکا چال چلن بھی بہت محتاط اور قابل تعریف رہا۔ معاملات ملکی کے داؤں پیچ سمجھنے کا بھی مادہ اس میں خاصہ تھا۔ اور طبیعت انتظام پسند بہت تھی۔ جو جو مفید قاعدے اور ضابطے اسنے اپنی ریاست میں باندھے۔ اور اپنی دوسری ہمعصر ریاستوں کو بھی اُنکی پابندی کے لیئے اپنے ساتھ شریک کیا۔ ثابت کرتے ہیں۔ کہ یہ ایک بیدار مغز رئیس تھا*

راجہ نرا ندر سنگھ کی مسند نشینی

مہاراجہ **کرم سنگھ** کے بعد اُنکے خلف الرشید راجہ **نرآندر سنگھ صاحب** ۲۳ سال کی عمر میں اُنکے جانشیں ہوئے۔ اپنے باپ کے پیچھے انہوں نے بھی ریاست کے کاروبار میں اپنے تئیں کچھ کم لایق نہ ثابت کیا۔ بلکہ بعض امورات میں سبقت لے گئے۔ اور گورنمنٹ انگریزی کے تو بہت ہی خیر خواہ نکلے۔ یعنی ہنگام مقابلہ سرکار لاہور میں گورنمنٹ انگریزی کو اپنے باپ کیطرح امداد وسپاہ وغیرہ کے دینے میں دل وجان سے مستعد وقایم رہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُن کو لڑائی کے بعد سرکار انگریزی نے خیرخواہی کے صلہ میں ایک نہایت عمدہ سند[ف] جس میں ریاست پٹیالہ کی ہواخواہی اور وفاداری کی بہت تعریف لکھی۔ عطا فرمائی۔ اور منجملہ ضبط شدہ علاقہ ریاست نابھہ جسکی آمدنی قریب ایک لاکھ کے تھی۔ اکھتر ہزار دو سو چوبیس روپیہ ۷۱۲۲۴ سالانہ محاصل کا علاقہ ریاست پٹیالہ اور فرید کوٹ کے باہم حصہ مساوی تقسیم کر دیا۔

ف

نقل سند بنام مہاراجہ صاحب بہادر والی پٹیالہ مورخہ بائیسوں ستمبر ۱۸۴۷ء

ازانجاکہ دریں ایام فرحت آغاز میمنت انجام بندگان حضور فیض گنجور نواب مستطاب معلے القاب لارڈ گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ چنان تجویز فرمودند کہ بجلدوی خیرخواہی ہا وحسن خدمات مہاراجہ دہیراج راجیشر مہاراجہ راجگان نرندر سنگھ مہندر بہادر والی پٹیالہ کہ بوقت محاربات سرکار لاہور با سرکار ابد پائدار کمپنی انگریز بہادر بتقدیم رسانیدند قدرے ملک بطور یادگار وحصول امتیاز مہاراجہ صاحب موصوف در چشمان عطا کردہ شود۔ مہاراجہ صاحب موصوف درخواست حصول تسلی از سر نو بابت ملک موروثی خود وعطیہ سابقہ ہا الیاز این سرکار گردون وقار گذرانیدند۔ نظر برآں بندگان حضور فیض معمور لارڈ گورنر جنرل بہادر را منظور گردید۔ کہ نوشت مرقومہ ذیل بمہاراجہ صاحب بہادر ممدوح بطور سند دادہ شود۔ تاکہ مہاراجہ صاحب موصوف وجانشینان مہاراجہ صاحب بہادر نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن باطمینان وخاطر جمعی تمام بر ممالک مقبوضہ موروثی خود وعطیہ سرکار فیض آثار انگریزی بدستور قدیم حکمران باشند۔ علاقہ جات مہاراجہ صاحب بہادر مندرجہ فہرست مشمولہ سند ہذا معہ ابواب حکومت فوجداری ودیوانی ومعاملہ ہمیشہ بدستور در قبضہ اقتدار واختیار مہاراجہ صاحب وجانشینان مہاراجہ صاحب بہادر نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن بحال ولایزال دائماً وخالداً بالاستقلال باشد وچہار میاں وذیلداران ومتوسلان ولوابعان حسب سر رشتہ قدیم جوع وحاضر وفرمان پذیر مہاراجہ صاحب بہادر باشند ومہاراجہ صاحب بہادر در آبادی رعایا۔ ورفاہ حال برایا کوشیدہ بداد رسی مظلومان وملہوفان از راہ وا ہی دقیقہ از دقایق فروگذاشت نہ سازند۔ وسبیل رعایا آنکہ مہاراجہ صاحب موصوف وجانشینان مہاراجہ صاحب را نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن مالک مستقل خود ہا دانستہ از ادائے مال واجب الخراف لوازم زند ودر اطاعت وفرمان برداری مہاراجہ صاحب بہادر وافزونی زراعت حاضر وسرگرم باشند۔ مہاراجہ صاحب بہادر گرفتن محصول سائر وراہداری در ملک قلمرو ے خود کہ بالکل معاف نمودند۔ نظر بر رفاہ رعایا وبرایا ہمیشہ بدستور موقوف خواہد ماند۔ ومہاراجہ صاحب در قلمرو ے خود در بارہ صبیہ کشی وبردہ فروشی وستی شدن ممانعت کلی وارند وبرگز شدن ندہند۔ واحیاناً اگر احدے بعدم اطلاع اہلکاران مہاراجہ صاحب بہادر مرتکب حرکات ممنوعہ مرقوم الصدر گردد اہلکاران مہاراجہ صاحب بہادر از روے عدالت در بارہ اش تجویز سزای سنگین نمایند کہ موجب عبرت دیگران باشد۔ وسرکار گردون وقار کمپنی انگریز بہادر وجہ نذرانہ ومعاملہ ابواب حکومت ومعاوضہ افواج وغیرہ بوجہ من الوجوہ چہ در حال وچہ در استقبال مطالبہ ومواخذہ از مہاراجہ صاحب وجانشینان مہاراجہ صاحب بہادر معہ تابعان مرقوم الصدر نخواہند کرد۔ زیراکہ مہاراجہ صاحب

اس موقع پر ریاستہائے اینر وے ستلج کی بابت **سر لیپل گریفن صاحب** نے اپنی راے میں یہ ارقام فرمایا ہے:-

"۱۸۴۵ء میں جنوب ستلج کی تمام ریاستیں دل سے سرکار خالصہ کی ہی بہی خواہ تھیں - اور اگرچہ رؤسائے پٹیالہ و جیند یہ بات بخوبی جانتے تھے - کہ گورنمنٹ انگریزی ہی کے فائدہ سے ہمارا فائدہ ہے - مگر اس پر بھی ریاست لاہور کی نسبت انکے خیالات بہی خواہی اور ہمدردی کے تھے - چنانچہ سکھوں کی فوج نے جو گیارہویں دسمبر کو ستلج سے عبور کیا - انکے اس ارادہ کی اطلاع کسی رئیس نے حکام انگریزی کو نہیں دی حالانکہ ان کے اس ارادہ سے جنوب ستلج کا ہر ایک رئیس بخوبی واقف تھا - کسواسطے کہ رنجیت سنگھ کی فوج آئین یا بے آئین میں اینر وے ستلج کے ہر ایک جالوٹں کے گانوں کے باشندے سپاہی بھرتی تھے - اور یہ سپاہی لوگ اور فوج خالصہ کے پنچوں یعنی فوجی کمیٹیوں سے برابر خط و کتابت رکھتے تھے اور انکو ان پنچوں کی بھیجی ہوئی اطلاعوں سے اس ارادہ کی اطلاع عموماً حاصل تھی -

تاہم بمقابلہ حالت دیگر ریاستوں کے ریاست پٹیالہ نے گورنمنٹ انگریزی کے لیئے اچھی خدمات ادا کیں چنانچہ میجر میکسن صاحب اور کپتان ملس صاحب اور مسٹر کسٹ صاحب نے اس بات کی تصدیق کی ہے - چنانچہ اول ہی سے رسد اور باربرداری اس ریاست نے سپاہ انگریزی کے واسطے بکشادہ دلی تمام دینی شروع کر دی تھی - اور اس ریاست کی سپاہ ماموره کمک سے جو بعض حرکات نامناسب سرزد ہوئیں تو اس سے محض اتنی ہی بات پائی گئی - کہ حکام دارالریاست پٹیالہ اپنی اس سپاہ کو جنکے خیالات

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۴

بہادر پیوستہ بدوستی و دولت خواہی و جانفشانی و خیر اندیشی سرکار کمپنی انگریز بہادر بدل و جان حاضر و معروف خواہند ماند - بسماعت ہیچگونہ نالش رعایا و لوا بعان مہاراجہ صاحب بہادر در سرکار فیض مدار کمپنی انگریز بہادر نخواہد شد - اگر افواج غنیم از اطراف و جوانب بارادہ تصرف ملکی عزیمت این طرف دریاے بیاس و ستلج نماید - مقتضاے رفاقت و مصادقت آنست - کہ مہاراجہ صاحب بہادر معہ جمعیت موجودہ خود باتفاق صاحبان عالیشان بہادر بمدافعت فوج غنیم پردازند - و درین امر باطاعت و رفاقت سرکار دولت مدار دقیقہ فروگذاشت نہ نمائیند - و در بجا آوری حسن خدمات از سر انجام رسد غلہ وغیرہ اجناس و باربرداری وغیرہ مطلوبہ تہاون بکار نہ برند و مہاراجہ صاحب تیاری سڑک ہا و مدام مرمت آن براے آمد و رفت لشکر ظفر پیکر از انبالہ وغیرہ چھاونی ہا تا فیروزپور در حدود خود بہ بلندی و عرض حسب تجویز صاحب گڈہ کپتان ماموره این کار کہ بذمہ خود گرفتہ اند - انتظام و بندوبست آن معرفت علاقہ داران و اہلکاران خود نمودہ باشند - و نیز جاے فرودگاہ لشکر فیروزی اثر سرکار انگریزی بر ہر منزل گاہ علیحدہ مقرر کردہ شود - تا کہ آیندہ احدے را دعوے بابت نقصان زراعت نباشد - فقط المرقوم بائیسویں ۲۲ ستمبر ۱۸۴۷ء

ہمدردی لاہور کی طرف تھی۔ بطور کامل قابو میں رکھنے پر قادر نہ تھے۔ چنانچہ اس سپاہ نے گھونگرانہ کا محاصرہ کرنے میں اگرچہ چال چلن اچھا دکھایا۔ مگر جبکہ فوج محصور قلعہ چھوڑ کر بھاگی۔ تب یہ سپاہ انکو روکنے میں کامیاب نہوئی۔ اور ایک دفعہ اس سے پہلے اس سپاہ کی ایک جماعت تعدادی دو سو سواروں پر جو بدووال کے قلعہ میں سرکار انگلشیہ کیطرف سے متعین تھے۔ جب سکھوں کی ایک فوج نے جو ان سے تعداد میں زیادہ تھی حملہ کیا۔ تب انہوں نے ان سے بالکل مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ قلعہ خالی کر کے سب کے سب مخالفوں سے ملگئے اور یہ امر یعنی مخالفوں سے جا ملنا ایسے وقت میں انگریزوں کے حق میں بہت ہی مضر بات تھی۔"

اسمیں کوئی کلام نہیں۔ کہ صاحب موصوف کی رائے غالباً بہت ٹھیک ہے۔ مگر قومی لڑائی میں غیر قوم کا ساتھ نہ دینا بالکل ایک قدرتی امر ہے۔ بلکہ اگر ایسا وقوع میں نہ آتا۔ تو گونہ تعجب سے ہوتا۔ لاہور کی لڑائی کے بعد گورنمنٹ انگریزی نے رؤساء اینروے ستلج کے ساتھ اپنے پولیٹکل تعلقات کو بالکل بدل دیا۔ اور ریاستہائے ریاست پٹیالہ۔ نابھہ۔ جیند۔ فریدکوٹ۔ مالیرکوٹلہ۔ رائے کوٹ بوڑیہ و ممدوٹ سب کے اختیارات فوجداری و دیوانی چھین کر انکو مثل عام زمینداروں کے بنانا چاہا۔

حضور گورنر جنرل بہادر نے ریاستہائے اینروے ستلج میں نئے قواعد جاری کرنے کی بابت جو رائے اپنی ڈسپیچ مورخہ ۷ نومبر ۱۸۴۶ء میں قایم کی تھی۔ اُسکا کچھ خلاصہ تشریح کے ساتھ ذیل میں درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:-

"(دفعہ ۱) لفٹنٹ کرنل لارنس صاحب سی۔ بی اور میجر میکسن صاحب سی۔ بی کی رپورٹوں کو دیکھنے اور جن کاغذ کی تائید سے انہوں نے اپنی تجاویز پیش کی ہیں۔ اُنپر غور کرنے سے بجز اسکے اور کوئی بات ناممکن معلوم نہیں ہوتی ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند کا یہ فرض ہے۔ کہ سکھوں کی ریاستہائے محفوظہ کے ساتھ جو ناقص طور کا سلسلہ ارتباط چلا آتا ہے۔ اُسکے پرخطر نقصوں کی اصلاح کرے بشرطیکہ جن وسایل سے اصلاح کیجائے وہ آئین انصاف اور نیک نیتی سے بعید نہوں۔

(دفعہ ۲) تعلقات موجودہ کی صورت کوئی چالیس برس سے جاری ہے اور جیسا کہ گذشتہ لڑائی کے موقع پر مشاہدہ ہو چکا ہے۔ ہمکو یہ فائدہ حاصل نہیں ہوا ہے۔ کہ اسقدر عرصہ تک سرکار انگریزی کے سایہ حفاظت میں رہنے سے عام رعایا قوم سکھ کے دلوں میں ہماری ہواخواہی اور محبت کا کوئی خیال پیدا ہوا ہو۔ کیونکہ ان لوگوں کو انکی متعلقہ ریاستوں کے تمام معاملات اندرونی میں اپنے ہی اپنے رئیسوں کے طریق حکومت سے سروکار رہتا رہا ہے۔ اس سبب سے انکو اس بات کے معلوم ہونے کا شاذ و نادر ہی کوئی موقع ابتک ملا ہے۔ کہ سرکار انگریزی کی عملداری میں کیا کیا خوبیاں ہیں۔ اور اگرچہ لوگ اپنی عادات و اطوار کی رو سے دلیر اور جنگجو ہیں۔ مگر اس قوم کے لوگ کبھی سپاہ انگریزی میں نوکر نہیں رکھے گئے۔ علاوہ ازیں یہ لوگ اپنے قومی اور مذہبی خیالات کے سبب سکھوں کی فوج کو دوست اور

آئمرباکا مجمع سمجھتے تھے - کیونکہ اُس ملک کے ہزارہا سپاہی اُس فوج میں بھرتی تھے - اور پنچایت کی
رسم اور معقول تنخواہ اور آئین وقانون فوجی کی کمتر پابندی یہ تینوں باتیں ایسی تھیں کہ بہ نسبت ہمارے
باقاعدہ اور سخت آئین کے اُنکی طبیعتوں کے زیادہ موافق اور مرغوب تھیں +

(دفعہ ۳) اگرچہ رنجیت سنگھ کے فتوحات حاصل کرتے جانے کے زمانہ میں اینروئے ستلج کے رؤسا کو تو
ہماری حمایت کی قدر بخوبی معلوم ہو گئی تھی - مگر چونکہ ان ریاستوں میں ہمارا دخل اسقدر نہ تھا - کہ وہاں
کی رعا کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے - اس سبب سے رعایائے مذکور کو ہم سے کچھ اُنس پیدا نہیں ہوا +

(دفعہ ۴) اس ملک کی ہر ایک گانوں کو سکھوں کی فوج سے کچھ نہ کچھ تعلق حاصل تھا - اور جب کوئی
ہمارا سرکاری افسر کسی سکھ سپاہی سے یہ سوال کرتا کہ تو کس رجمنٹ میں ہے؟ تو وہ بہت متکبرانہ
طور سے یہ جواب دیا کرتا تھا - کہ ہم فوج خالصہ کے سپاہی ہیں - اور رخصت پر اپنے گھر آئے ہوئے ہیں
اور جب لڑائی شروع ہوئی - تو یہ ہی لوگ اپنے اپنے گانوں میں قاصد بنکر آیا کیئے - اور جہاں کہیں موقع
ملا - وہاں کے باشندوں کو برانگیختہ کر کے انگریزی لشکر کے آدمیوں کے سدِّراہ ہونے اور لین ڈوری
کے لوٹنے میں کامیاب ہوتے رہے - یہاں تک کہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ جو ہمارے بڑے وفادار
رفیق ہیں - خاص اُنکی سپاہ نے بھی یہ حرکت کی - کہ جب بدووال کے مقام پر ہماری سپاہ مغلوب ہونے
لگی - اور اسباب لشکر و باربرداری قلب لشکر سے آگے کو روانہ کی گئی - اُسوقت پٹیالہ کے سوار جو قریب
دو سَو کے تھے اپنا پورے کا پورا رسالہ باندھے ہوئے ہمارے مخالفوں سے جاملے اور دیہات کے
باشندوں نے پیچھے سے آکر ہماری طرف کے بیمار آدمیوں کو مار ڈالا اور بھیڑ بنگاہ کو لوٹ لیا - اور پٹیالہ
کے یہ ہی سوار جو لدھیانہ میں متعیّن تھے ہر روز دشمن کے لشکر میں خبریں پہنچاتے تھے" نواب گورنر
جنرل بہادر لکھتے ہیں کہ "میں ان باتوں کا اس سبب سے بطور خاص ذکر کرتا ہوں - کہ کنٹنجنٹ یعنی فوج
کمکی مہاراجہ صاحب بہادر والی پٹیالہ کی وفاداری اور خیر خواہی کے باعث سے نہایت معتبر گنی جاتی
تھی" +

(دفعہ ۵) غرضکہ اس بات کو طول بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے - کہ ریاستہائے محفوظہ کی سکھ
رعایا باطن میں اپنے ہم قوم وہم مذہب لوگوں سے ملی ہوئی اور سرکار انگریزی سے بالکل مخالف تھی +

(دفعہ ۶) اور باستثنائے اُن چند دیہات کے جو کچھ برسوں سے سرکار انگریزی کے زیر حکومت رہے
تھے - ستلج سے لیکر جمنا تک تمام مقامات کے باشندے سرکار انگریزی کے جو برسوں تک اُنکی حامی
اور محافظ رہی ہے بدخواہ تھے +

(دفعہ ۷) ایسے ستلج کے بہت سے چھوٹے چھوٹے رئیس بھی گورنمنٹ کی مخالفت کے باب میں اپنی رعایا سے کچھ کم نہ تھے۔ کیونکہ بعض کو تو ان میں سے ریاست لاہور میں منصب اور عہدے حاصل تھے۔ اور بہتوں کو عہدوں اور مناصب اور مال و دولت کے حاصل کرنے کی توقع رہتی تھی۔ اور حق بات یہ ہے۔ کہ فی الواقع ان چھوٹے چھوٹے روساء یا انکی رعایا کو سرکار انگریزی کی حفاظت سے کوئی بین اور صاف دکھائی دینیوالا فائدہ نظر نہیں آیا تھا۔ کیونکہ گورنمنٹ انگریزی انکو کوئی عہدہ یا نوکری نہیں دیتی تھی۔ اور سلطنت لاہور میں انکے واسطے نوکری کی کچھ کمی نہیں تھی +

(دفعہ ۸) پس وہ اضلاع جو لاہور سے اور ریاست آہلو والیہ کے علاقہ میں سے ضبط کر لیئے گئے ہیں۔ اور عنقریب افسران سرکاری کے تحت انتظام ہونیوالے ہیں۔ انکی حالت اس مذکورہ بالا صورت سے بالکل مختلف ہوگئی۔ کیونکہ سکھوں کے جو علاقجات اب ہمارے قبضہ و اقتدار میں آئے ہیں۔ انہیں جب سرکاری معاملہ کی تشخیص رعایت اور فیاضی کے ساتھ کیئے جائیں گے اور مستغیثوں کی دادرسی نہایت واجب طور سے ہوگی تو مجھکو امید کامل ہے۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سرکار انگریزی کی عملداری کا ایک عمدہ نقش لوگوں کے دلوں پر قایم ہو جائیگا۔ اور وہ ہندوستانی روساء کی حکومت کو بالکل برا سمجھنے لگیں گے۔ کس لیئے کہ اب سرکار کمپنی کے قبضہ اقتدار میں جمنا و ستلج کے مابین ایک بہت وسیع قطع جو بقدر نصف کل اس ملک کے ہے۔ واسطے دکھلانے اس نمونہ خوش انتظامی اور فیاضی کے موجود ہوگا +

(دفعہ ۹) بلکہ ان مذکورہ بالا کاغذات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ صرف چھوٹے چھوٹے رئیس ہی سرکار انگریزی کے مخالف نہ تھے +

(دفعہ ۱۰) چنانچہ لاڈوہ کے رئیس نے جسکا ایک لاکھ روپیہ سال کا علاقہ تھا۔ اسنے خاص علانیہ طور پر سے بغاوت کی۔ اور لڑائی شروع ہونے سے تھوڑے ہی عرصہ بعد اپنی تمام سپاہ اور توپ خانہ لیکر دشمنوں سے جا ملا +

(دفعہ ۱۱) رئیس نابھہ جسکا چار لاکھ روپیہ کا ملک تھا۔ اسنے بلا تامل و تذبذب حکام انگریزی کے احکام کی عدم تعمیل سے سرکار کی حکومت کی علانیہ بے توقیری کی +

(دفعہ ۱۲) حالانکہ یہ مخالفت کی حرکتیں ان روساء سے خاص ایسے وقت میں ظہور میں آئی تھیں جبکہ افواج انگریزی نے غنیم کی تو پیں چھین لی تھیں۔ اور سکھوں کا ایسا ناک میں دم کیا تھا۔ کہ انکو ستلج کے پار ہی جاتے بنی تھی +

(دفعہ ۱۳) اور اسمیں کچھ شک نہیں ہے۔ کہ اگر افواج انگریزی کو شکست ہوتی۔ تو جیسے مقام بدووال میں ریاست پٹیالہ کی سپاہ نے عمل کیا تھا۔ ساری ہی ریاستوں کے کنٹنجنٹ یعنی ملکی فوجیں مخالفوں سے ملجاتیں۔ اور ہمارے عقب میں مشرق کی طرف تمام باشندگان ملک کرنال تک مفسدے برپا کرکے ہماری رسد اور سپاہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے سدراہ ہوکر ہماری فوج کے ساتھ اُنکے طریق مواصلت کو بند کردیتے۔ اور جنکے پاس خواہ معمولی ہتھیار بھی نہوتے۔ وہ چھری چاقو ہی لیکر ہمارے پیچھے پڑجاتے +

(دفعہ ۱۴) جسوقت یہ لڑائی دفعتاً شروع ہوگئی۔ تو اُسوقت بہ سبب اِسکے کہ تمام باشندگان ملک کے خیالات ہماری نسبت عموماً ایسے مخالفانہ تھے۔ مجھکو یہ خیال ہوا۔ کہ (ریر) یعنی دنبال لشکر کا قلب فوج کے ساتھ طریق مواصلت اور خط وکتابت جاری رکھنا ہمارے سپاہیونکی چھوٹی چھوٹی ناکافی جماعتوں سے جو اِس کام کے لیئے جنگی قاعدہ کے موافق بمقامات مناسب مامور کیئے جائیں۔ بالکل ناممکن ہے۔ بلکہ یہ کام بجائے دائمی نگرانی طریق مذکورہ بالا کے صرف گاہ گاہ اور بطور ناکافی صرف اُن رجمنٹوں سے لیا جاسکیگا جو جنوب ستلج کیطرف دیگر مقامات سے کوچ کرکے آرہی تھیں۔ اور اُسوقت کوئی علیحدہ سپاہ اِس کام یعنی حفاظت راستہ کے واسطے مامور نہیں کیجاسکتی تھی۔ کیونکہ یہ بات نہایت ضرور تھی۔ کہ سپاہ کا ایک ایک آدمی تک بھی جسطرح ہوسکے جمع کرکے میدان کارزار میں بھیجدیا جائے کیسواسطے کہ ایسی آراستہ فوج سے مقابلہ تھا۔ جو قومی گھمنڈ اور مستعدی میں ایشیا کی کسی قوم سے کم نہ تھی۔ اور یوریپین قواعد جاننے میں ہماری ہندوستانی فوج کے سوا تمام ہندوستانی ریاستوں کی فوجوں سے فایق اور برتر تھی +

(دفعہ ۱۵) چنانچہ اِس ضرورت شدید کے باعث سے یہاں تک کرنا پڑا۔ کہ پانچہزار ۵۰۰۰ سپاہی۔ اور بارہ ۱۲ جنسی توپیں لدہیانہ سے اُٹھاکر میدان جنگ میں آگے کو بھیجدینی پڑیں۔ اور علی ہذا القیاس اکیسویں ۲۱ دسمبر کو اُسیطرح فیروزپور کی فوج بھی بھیجدی گئی۔ اور آگے کے زیادہ ضروری موقع کا خیال مقدم سمجھکر یہ دونوں مقامات جنکا بلا اندیشہ خالی کردینا ناممکن تھا۔ خالی چھوڑ دینے پڑے۔ اور مجھکو یقین واثق ہے۔ کہ اگر افواج انگریزی کو سرحد سے آگے جمع نہ کیا جاتا۔ بلکہ پیچھے ہٹ کر بمقام انبالہ مجتمع کیجاتیں اور اندریں صورت سکھوں کی فوج ہم سے مقابلہ کرنے کے واسطے ریاستہائے محفوظہ سے گذر آتی توعموماً تمام رعایا منحرف ہوکر ہمسے لڑنے کو کھڑی ہوجاتی +

(دفعہ ۱۶) مینے اپنے یہ خیالات اسجگہ اسواسطے ظاہر کیئے ہیں۔ کہ جو مطالب مندرجہ رپورٹ ہائے گذ

بالا واسطے تصفیہ کے اسوقت میرے سامنے پیش ہیں اُن سے ان باتوں کو بہت بڑا تعلق ہے۔

(دفعہ ۱۷) اور اِس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا ہے۔ کہ اِس حصہ ملک کے امن و امان کیواسطے یہ بات ضروریات سے ہے۔ کہ انتظام کے موجودہ طریقہ میں تغیر تبدل کیا جائے۔ مگر ایسے طور پر جو حتی الامکان سرکار کی ایمانداری اور مدعائے عہد تحریری کے برخلاف نہو ❊

(دفعہ ۱۸) اِس میں کچھ کلام نہیں۔ کہ کاغذات سے بلا اختلاف یہ امر ثابت ہے۔ کہ ان رؤساء اور انکی رعایا کے ظاہری برتاؤ سے بھی اور اُن حکموں کے نہ ماننے سے بھی جنکی تعمیل انپر از روے عہد نامہ جات لازم تھی۔ یہ بات بخوبی ہویدا ہے۔ کہ اُنکے دلوں میں سرکار کی مخالفت کے خیالات پہلے سے موجود تھے۔ اور علے ہذالقیاس ان رؤسار کا احکام بہمرسانی رسد کو اور اُن احکام کو کہ معہ جمعیت اپنی اپنی فوج بالا کے سرکاری لشکر میں حاضر ہو جاؤ۔ نہ ماننا بھی دلایل و براہین سے بخوبی ثابت ہے ❊

(دفعہ ۱۹) پس بنظر صحیح ہونے وجہ ثبوت مذکورہ بالا کے تمام تجویز پیش کردہ کرنل لارنس صاحب و میجر سیکس صاحب اِس امر میں واجب و شافی ہیں۔ کہ آیندہ ان ریاستوں کو مجاز اِس بات کا نہ رکھا جاوے کہ بوقت ضرورت خدمت کے لیئے وہ اپنی فوج کو حاضر کیا کریں۔ بلکہ یہ قرار دیا جائے۔ کہ خدمت کے عوض باندازہ مناسب ایک نقد رقم سالانہ خزانہ سرکار میں داخل کیا کریں۔ کیونکہ جب عین ضرورت کا وقت تھا۔ اُسوقت یہ فوجیں حاضر نہ کی گئیں۔ بلکہ عمداً نافرمانبرداری کا کرنا تقریباً ان تمام رئیسوں کیطرف سے ظہور میں آیا۔ حالانکہ بموجب دفعہ چہارم و پنجم اشتہار نامہ حفاظت مجریہ ۱۸۰۹ء کے نہایت صریح طور پر ان فرایض کا ان رؤساء کے ذمہ واجب التعمیل ہونا ظاہر و باہر ہے۔ یعنی اُسمیں یہ صاف مرقوم ہے کہ "ان سرداروں پر واجب ہے۔ کہ واسطے مدافعت غنیم کے اپنی اپنی فوج لیکر حاضر ہوں۔ اور سرکاری افواج کے لیئے رسد مہیا کریں"۔ اور یہ بھی بخوبی ثابت ہے۔ کہ ان فرایض کا ادا نہونا اِس سبب سے نہ تھا۔ کہ یہ لوگ اسقدر مقدور و اختیار نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ ہمارے سکھوں پر فتح پاتے ہی فوراً رسد وغیرہ بافراط تمام حاضر کی گئی۔ مگر اِس سے پہلے حاضر نہیں کی گئی ❊

(دفعہ ۲۰) ایسے وقت پر جو ایک نہایت نازک موقع تھا رسد کے حاضر کرنے میں اِس نظر سے دانستہ تاخیر کی گئی تھی۔ کہ افواج انگریزی بسبب عدم موجودگی سامان کے آگے نہ بڑھ سکے۔ پس درحالیکہ اسقدر تجربہ ہوچکا۔ تو اب اِس امر کے برداشت کرنے کی ہمکو تاب نہیں ہے۔ کہ یہ ریاستیں جو سرکار انگریزی کو بعوض حفاظت کے کچھ خراج وغیرہ ادا نہیں کرتیں۔ اپنی ہمسایہ ریاست (لاہور) کو تو دس سے پندرہ ہزار آدمیوں تک فوج بھرتی ہونے کے لیئے بہم پہنچادیں۔ اور جب ہماری ذوی الاقتدار سرکار

کو لڑائی کے وقت ضرورت ہو۔ تب ایسی معتدل المقدار مطالبات کی بہم رسانی سے بھی جنکے حاصل کرنے کا اس سرکار عالی کو بطور واجب استحقاق ہو پہلو تہی کریں۔ اور باوجود اسکے سزا سے محفوظ رکھے جائیں +

(دفعہ ۲۱) امر واقعی یہ ہے۔ کہ ان رئیسوں نے (صرف باستثنائے چند ریاستوں کے بسبب اپنے اعمال خلاف خیر خواہی اور حرکات نافرمانبرداری باتام جنگ اپنے حقوق کو آپ زائل کر دیا ہے۔ اور خود ہی مشاہدہ کرا چکے ہیں۔ کہ انکی فوجیں بھروسہ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اور ایسے ہیں۔ کہ ان میں اور دشمن کی فوج میں کچھ فرق نہیں ہے۔ علاوہ برایں نہ تو یہ فوجیں ساز و سامان سے ہی درست ہیں اور نہ خیر خواہ ہی ہیں۔ اور صرف نکمّی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ قطعاً خطرناک ہیں +

(دفعہ ۲۲) بالفعل یہ دستور جاری ہے۔ کہ ہر ایک چھوٹے رئیس کو سرکار انگریزی کی خدمت کیواسطے سپاہ دینی پڑتی ہے۔ اگر اس دستور کو موقوف کر دیا جائے۔ اور کچھ ایسی سپاہ بھرتی کیجائے۔ کہ جسکے سپاہی سکھ مذہب کے لوگ ہوں۔ اور انگریز اسکے کمان افسر ہوں۔ اور اس سپاہ کی تنخواہ کا مصارف بطرز مذکورہ رئیسوں سے وصول کیا جائے۔ تو البتہ انتظام موجودہ حال کے نقصوں کا کسیقدر دفعیہ ہو سکتا ہے

(دفعہ ۲۳) بنا برایں میں بے تامل اس تجویز کو منظور کرتا ہوں۔ کہ خدمت مذکورہ بالا کے عیوض بشرح مناسب ان رؤساء سے نقد روپیہ لیا جائے۔ اور جسطرح صاحب پولٹیکل ایجنٹ نے سفارش کی ہے۔ اس کے بموجب چند رؤساء ممالک اینروے ستلج کو معہ رئیس ممدوٹ اس قاعدہ سے مستثنےٰ کیا جائے +

(دفعہ ۲۴) اور بوجوہ مذکورہ بالا میں ایک یہ بات بھی منظور کرتا ہوں۔ کہ نافرمانبرداری کے سبب چونکہ ان ریاستوں نے اپنے حقوق آپ تلف کر دیئے ہیں۔ اسلیئے محصول راہدار و پرمٹ جسکو اس ملک میں زکات کہا جاتا ہے۔ اور جسکو یہ سب چھوٹے چھوٹے خود مختار رئیس اپنے اپنے علاقوں میں جابجا وصول کرتے ہیں۔ یہ اس ملک کی تجارت کے حق میں نہایت مضر ہے۔ اور جیسا کہ قلمرو سرکاری میں ان محصولوں کا لینا موقوف کر دیا گیا ہے۔ اسیطرح یہاں بھی موقوف کر دیا جائے۔ اور جن رؤساء سے گورنمنٹ کی خیر خواہی ظہور میں آئی ہے۔ انکی نسبت میں اس رائے کو پسند کرتا ہوں۔ کہ وہ اس قاعدہ سے مستثنےٰ سمجھے جائیں۔ اور میں بھروسہ کرتا ہوں۔ کہ ان رؤساء کو اس نقصان کا جو انکو محصول مذکورہ بالا کی موقوفی سے ہوگا۔ خاطر خواہ اور مساوی معاوضہ کسی اور طرح سے دیکر رضامند کر دیا جائے گا +

(دفعہ ۲۵) میں اس تجویز کو بھی منظور کرتا ہوں۔ کہ اسی موقع پر جانشینی اور تبلیغ وراثت کے باب

میں بھی ایک ایسا تحریری قاعدہ مرتب کر کے مشتہر کردیا جائے۔ جس سے اِن سب کو معلوم ہوجائے۔ کہ قابضان حال کے خاندان میں آیندہ کسطرح پر عمل درآمد ہوتا رہیگا۔

دفعہ ۲۶) ×

(دفعہ ۲۷) صاحب پولٹیکل ایجنٹ نے جو اپنی رپورٹ کے ۱۶-اور ۱۷ دفعہ میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ سکھوں کی اِن ریاستہائے محفوظہ کو ایک دفعہ چھین لیا جائے۔ اور پھر گورنمنٹ کی جانب سے بذریعہ اسناد جدید عطا کیا جائے۔ اسکی نسبت میری یہ رائے ہے۔ کہ صاحب موصوف نے جو تجاویز ان دفعات سے ماقبل کے فقروں میں تحریر کی ہیں۔ اور جنکو میں منظور کرتا ہوں۔ انکی تعمیل سے بھی یہ ہی مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر ضبطی کا یہ ہی انتظام عام طور پر کیا جائے۔ تو بیفائدہ ایک تہلکہ عظیم پیدا ہوگا اور نیز اِس تجویز کے عمل میں لانے سے پیشتر یہی امر ضروری ہوگا۔ کہ ایک ایسا اشتہار عام دیا جائے کہ چونکہ ایں روے ستلج کی بہت سی ریاستوں نے بدخواہی کی۔ لہذا اُن کے علاقجات ضبط کیئے جاتے ہیں۔ اور اِس اشتہار میں ضبطی کی وجوہات بھی مفصل درج کرنی ہونگی۔ اور چونکہ اِس قسم کی عام تجویز کے عمل میں لانے کے لیئے کوئی اصلی ضرورت نہیں ہے۔ بایں وجہ اِس سے احتراز کرنا ہی بہتر ہے۔ کس لیئے کہ جو اصلی مدعا اِس تجویز سے ہے۔ وہ اُسکے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔

(دفعہ ۲۸) اِسلیئے میں اِس تجویز کو ترجیح دیتا ہوں۔ کہ اِس لڑائی کے موقع پر جو بیوفائی اور کجروی اِن رؤساء سے ظہور میں آئی ہے۔ اُسکے باعث سے اگرچہ اُن تدابیر کو عمل میں لایا جائے۔ جو بطور واجب واسطے تلافی اُن قباحتوں کے تجویز کی گئی ہیں۔ مگر تمام ہندوستان میں انکی اِس بدروگی کا اشتہار عام نہ دیا جائے۔

(دفعہ ۲۹) اور واضح ہو۔ کہ جو جو تدابیر بطور انتظام عام اور کُلی کے اِس معاملہ میں واسطے منظوری کے میرے روبرو پیش کی گئی ہیں۔ تجاویز و احکام مذکورہ بالا کو اُن سب کے متعلق سمجھنا چاہیئے۔ انتہیٰ"

راجہ نرانندر سنگھ صاحب کی لڑکی کی شادی۔

سمت ۱۹۰۹ بکرمی میں مہاراجہ **نرانندر سنگھ صاحب** نے اپنی دختر نیک اختر بی بی **بسنت کور** صاحبہ کی شادی رانا بھگونت سنگھ والی دھولپور سے بڑی دھوم دھام کے ساتھ کی۔ اور چودہ لاکھ روپیہ (۱۴۰۰۰۰۰) اس شادی میں صرف کیا۔ کئی لاکھ روپیہ باڑہ کی رسم میں رانا صاحب کا خرچ ہوا۔ چونکہ ہندوؤں میں لڑکی کی شادی کرنے کے بعد گنگا کا اشنان کرنا بڑا ثواب مانا گیا ہے۔ اِسلیئے مہاراجہ **نرانندر سنگھ صاحب** بھی گنگاجی کا اشنان کرنے کے لیئے تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے تپوبن وغیرہ مقامات میں سادہو اور مہاتماؤں کا درشن کرتے ہوئے بدری نارائن تک چلے گئے۔ اِس سفر میں راجہ صاحب نے پینسٹھ ہزار روپیہ (۶۵۰۰۰) صرف کیا۔ اور ایک ہزار روپیہ سالانہ کا دائمی

ਤਪੋਬਣ

سدابرت مدرسہ نارائن میں مقرر فرمایا +

سمت ۱۹۱۰ بکرمی میں مہاراجہ نرانندر سنگھ کے گھر مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب پیدا ہوئے۔ اور بڑی خوشی منائی گئی۔ بعد ازاں سمت ۱۹۱۱ بکرمی میں مہاراجہ نرانندر سنگھ نے راجہ سروپ سنگھ والی جیند کی امداد میں ایک کثیر فوج بھیجکر موضع طوانہ کو (جو راجہ مذکور کے تحصیلدار کے جبر و تشدد سے تنگ آکر باغی ہو گیا تھا۔ اور چار ماہ سے برابر مقابلہ میں لڑ رہا تھا۔ اور صدہا آدمی طرفین کے کام آچکے تھے۔) فتح کیا +

واضح ہو کہ جب لاہور لینے کے بعد سرکار انگریزی نے اینر دے ستلج کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں سے اختیارات چھین لیئے۔ اور انتظام جدید کا عمل درآمد ہونے لگا۔ اسوقت اس ریاست کے ساتھ ننانوے دیہات جہاں میوں کے متعلق بڑے بڑے پیچیدہ مقدمات دائر ہوئے۔ ۹ دیہات میں مسلوالہ سکھ اور آٹھ میں لوڈر ماجرہ یئے۔ اور انتالیس ۳۹ میں چنی مچھلی والے۔ اور پندرہ میں فیض اللہ پور رہیئے۔ اور پانچ میں لدھڑاں والے حصہ داری حصہ دار تھے۔ غرض آخری فیصلہ یہ ہوا۔ کہ گورنمنٹ انگریزی نے ریاست کی مرضی کے برخلاف اُن سب کو اپنے زیر حکومت کر لیا لیکن کسیقدر حصہ ریاست پٹیالہ کو بھی دیا +

راجہ نرانندر سنگھ کا عزم سیر ملک انگلستان -

اس کے بعد مہاراجہ نرانندر سنگھ کو سیر انگلستان کا شوق پیدا ہوا۔ اور ساون سمت ۱۹۱۱ بکرمی میں انہوں نے اپنے ارادے کو پورا کرنے کی آرزو میں پٹیالہ سے کوچ کر دیا۔ جب بنارس پہنچے۔ تو بسوناتھ مہادیو کا درشن کر کے ہزارہا روپیہ برہمنوں کو تقسیم کیا۔ مہاراجہ کاشی نریس ایشری پرشاد سے ملاقات کی۔ اور اپنے گوردوارہ گورو تیغ بہادر صاحب کے مکان پر بہت کچھ نقد و زر ارداس کرا کے وہاں ہمیشہ کے لیئے ایک سدابرت مقرر کر دیا۔ یہ سدابرت بنارس میں ابتک جاری ہے۔ پھر گیا تشریف لیگئے۔ گوردوارہ پٹنہ صاحب میں ایک رقم کثیر ارداس کرا کے وہاں بھی ایک سدابرت جاری کر کے کلکتہ میں رونق بخش ہوئے۔ صاحبان انگریزی معہ ایک دستہ سپاہ و افسران ذیشان مہاراجہ صاحب کے استقبال کو آئے۔ قلعہ فورٹ ولیم سے سترہ ۱۷ توپیں سلامی کی سر ہوئیں۔ تیرہ سو ۱۳۰۰ روپیہ نقد اور اکیس ۲۱ کشتیاں میوجات و مٹھائی کی بطور ضیافت گورنمنٹ کی طرف سے پیش ہوئیں۔ پھر ۲۱ - دسمبر ۱۸۵۴ء کو مارکوئیس ڈلہوزی صاحب بہادر گورنر جنرل کے ساتھ مہاراجہ صاحب کی ملاقات ہوئی۔ مہاراجہ صاحب ولایت جانے کے لیئے بہت مُصر ہوئے۔ اور سب تیاریاں ہی ہو گئیں۔ لیکن بعض امورات خانگی و ملکی نے مہاراجہ صاحب کو اپنا ارادہ فسخ کر کے پٹیالہ واپس آنے پر مجبور کیا۔ پھر ابھی دوبارہ قصد نہ کرنے پائے تھے۔ کہ سمت ۱۹۱۴ بکرمی (۱۸۵۷ء) میں ہندوستانی فوجیں باغی ہو گئیں۔ اور غدر مچگیا۔ اس غدر میں جیسی مہاراجہ نرانندر سنگھ صاحب نے سرکار انگریزی کو مدد دیکر اپنے تئیں تاج برطانیہ کا وفادار اور سچا خیرخواہ ثابت کیا۔ ویسی امداد کسی دوسرے ہندوستانی رئیس سے ظہور میں نہیں آئی + اور اسمیں کوئی کلام نہیں

مہاراجہ نرانندر سنگھ کا ہنگام غدر میں سرکار انگریزی کی مدد کرنا

کہ اگر مہاراجہ صاحب پٹیالہ جنکو تمام مالوہ کے سکھ اپنا سردار مانتے تھے۔ گورنمنٹ انگریزی کو مدد دینے میں ذرا بھی آنکھ چراتے۔ تو سرکار انگلشیہ کے لیئے وہ ایک خطرناک حالت ہوتی۔ مگر مہاراجہ صاحب نے جنمیں وفاداری اور زبان پروری کے معزز اوصاف موجود تھے۔ انگریزی سلطنت کو ایسے نازک اور سخت طوفان کے وقت میں جبکہ ہر خاص و عام اسکا دشمن ہو رہا تھا۔ اور اُسکے پاؤں لغزش کھا رہے تھے۔ ہاتھ دیکر رکھ لیا۔ اور اپنے تئیں معہ اپنی تمام فوج و ذخائر وغیرہ کے بلا کسی پس و پیش انگریزی حکام کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جسوقت مہاراجہ صاحب کو انبالہ اور میرٹھ میں فساد پھوٹنے کی خبر پہنچی۔ اسیوقت انہوں نے معہ اپنی کل سپاہ کے انبالہ کی طرف کوچ کر دیا۔ اور رنوہ سنیتلی کے مقام پر پہنچ کے ہاتھی اونٹ اور چھکڑے سپاٹو۔ کسولی اور ڈگشائی وغیرہ مقامات سے انگریزی افواج کے اُتار لانے کے لیئے کالکا کی طرف روانہ کر دیئے۔ اور پھر وہاں سے تھانیسر پہنچکے مہاراجہ صاحب نے ۱۳۰۰ سپاہ اور چار توپیں وہاں چھوڑ کے اُس ضلع کو محفوظ کیا۔ صاحب کمشنر انبالہ کی رائے مہاراجہ نرندر سنگھ کی خدمات ایام غدر کی بابت نہایت مضبوط اور قوی ہے۔

"یہ راستبازی اور ہوا خواہی کا برتاؤ اس زمانہ میں ہمارے حق میں پرلے سرے کا مفید تھا۔ لوگوں کے دل اِس قسم کی بیشمار افواہوں کو سُن سُن کر پھٹے ہوئے تھے۔ کہ چربی کے کارتوس جاری کرنے اور آٹے میں ملاؤ کرنے اور اَور اَور حکمتوں سے انگریز لوگ ہمکو بیدین کیا چاہتے ہیں۔ مگر جب مہاراجہ صاحب جراٗت کرکے اور تہ دل سے ہماری طرف ہو گئے۔ تب لوگوں میں اِن فتنہ انگیز باتوں کا اعتبار کم ہونا شروع ہو گیا۔ کیونکہ مہاراجہ صاحب ایک پکے ہندو تھے۔ اور علاوہ ازیں اُن کا منصب خداداد اور چلن اور طریق بھی قابل لحاظ اور تعظیم تھا۔ لہذا ایسے نازک موقع پر مہاراجہ صاحب کی امداد ہمارے واسطے انگریزی سپاہ یعنی گورہ فوج کے ایک برگیڈ کے برابر تھی۔ اور گورنمنٹ انگریزی کے سو عہدیدار اگر سرکاری طور پر اُن افواہوں کی تردید کرتے۔ تب بھی اُن سے لوگوں کے دلوں میں اسقدر تسکین پیدا نہوتی۔ جسقدر کہ محض مہاراجہ صاحب کی رفاقت نے کام دیا۔"

علاوہ محفوظ رکھنے اضلاع کرنال و چھاونی انبالہ و سڑک اعظم درمیان کرنال و پھلور کے مہاراجہ نرندر سنگھ نے پانسو سوار اور پیادوں کی سپاہ تو سردار پرتاب سنگھ کی ماتحتی میں دہلی کے مورچہ پر روانہ کی۔ اور ایک دستہ فوج ہمراہ جنرل وان کورٹ لفٹنٹ کے رہتک۔ حصار و سرسہ کی طرف وہاں کے انتظام کے لیئے جدا بھیجا۔ اوّل الذکر سپاہ نے دہلی کے معرکہ میں نہایت عمدہ اور پسندیدہ خدمات کیں۔ اور جنرل ولسن صاحب نے انکی نمایاں خدمات کے بارہ میں مہاراجہ پٹیالہ کا بڑا شکریہ ادا کیا۔ اسیطرح سہارنپور۔ جگادھری اور فیروزپور وغیرہ مقامات میں بھی پٹیالہ کی سپاہ نے بہت مدد دی۔ بلکہ فیروزپور والے معرکہ میں دسویں رسالہ کے مقابلہ پر سپاہ

پٹیالہ کو نقصان بھی بہت پہنچا - اور کئی آدمی زخمی ہوئے +

علاوہ امداد رسد و سپاہ کے مہاراجہ پٹیالہ نے سرکار انگریزی کو پانچ لاکھ روپیہ نقد سے بھی ایک بڑی بھاری مدد دی جو فوج ریاست پٹیالہ نے گورنمنٹ انگریزی کو اس موقع پر مدد کے واسطے دی تھی - اسکی تعداد معہ تفصیل اسمائے معزز معزز سرداران جنکی ماتحتی میں سپاہ بھیجی گئی حسب ذیل ہے -

آٹھ ضرب التوپ و دو ہزار ایک سو چھپن سوار - دو ہزار آٹھ سو چھتالیس (۲۸۴۶) پیادہ سپاہی اور ۱۵۶ عہدہ دار - سردار پرتاب سنگھ و سید محمد حسن سپاہ متعینہ دہلی کے افسر تھے - اسیطرح کنور دیپ سنگھ صاحب بہادر برادر خورد مہاراجہ صاحب تھانیسر کے و سردار ہیرا سنگھ و ہزارا سنگھ انبالہ کے و سردار کرم سنگھ و کاہن سنگھ حصار کے - و سردار جیون سنگھ کالکا فیروزپور کے و سردار دل سنگھ و فتح سنگھ باگڑیاں والے ہانسی کے +

ان خدمات کا یہ نتیجہ ہوا - کہ جس جس جگہ پر سرکشی و فساد برپا ہو افرو ہوگیا - اور دہلی فتح ہوگئی - اور بمقابلہ انودہ کے ملک پنجاب میں ہر طرح سے امن رہا +

اسکے بعد ۱۸۵۹ء میں جب دھولپور میں جہاں مہاراجہ کی دختر بیاہی گئی تھی بدعملی کا بازار گرم ہوا - تو حسب درخواست رانا صاحب مہاراجہ نے معہ فوج کثیر اپنے سرداروں کو بھیجکر وہاں کا انتظام بھی بخوبی کر دیا - چنانچہ بعد فرو ہونے مفسدہ کے گورنمنٹ انگریزی نے مہاراجہ صاحب کو علاوہ عطا کرنے خطاب **فرزند خاص دولت انگلشیہ منصور الزماں امیر الامراء** کے از راہ مہربانی و قدر شناسی خدمات احسنہ نارنول کا پرگنہ دو لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی کا (جو نواب عبد الرحمٰن خاں والی جھجر کی بغاوت سے ضبط سرکار ہوگیا تھا) اور ایک مکان المعروف بنام زینت محل جسمیں دہلی کے بادشاہ کی بیگم رہا کرتی تھی معہ سند عطا کیا +

مہاراجہ نرندر سنگھ کو خطاب کا ملنا - اور علاقہ نارنول کا سرکار انگریزی کی طرف سے عطا ہونا

نقل اصل سند | نقل سند تملیک و انتقال دیہات پرگنہ کانوڈ دیہہ ہوانہ و کہنانون بنام فرزند خاص دولت انگلشیہ منصور الزماں امیر الامرا مہاراجہ دہراج راجیشر سری مہاراجہ راجگان نرندر سنگھ مہندر بہادر از طرف نواب مستطاب معلے القاب وائسرائے و گورنر جنرل بہادر دام اقبالہٗ

زبدہ نوئینان عظیم الشان
مشیر خاص حضور فیض معمور حضرت
ملکہ معظمہ رفیع الدرجہ انگلستان اشرف الامرا ایرل آف
ایرل چارلس جان لارڈ و الکونٹ کیننگ نایب السلطنت
و گورنر جنرل بہادر ناظم اعظم ممالک محروسہ سرکار
ملکہ ممدوحہ فرمانفرمائے کشور ہند
۱۸۵۸ء

ہند حسن عقیدت و نیکو ارادت سری مہاراجہ صاحب از انجا کہ از زمان تسلط سرکار ابد پائدار بریں ملک بہ سرکار دولتمدار منقوش صفحہ خاطر است - لہٰذا امیر مہندر بہادر و بزرگان مہاراجہ صاحب بہادر نسبت و گورنر جنرل بہادر کشور ہند را بہر نوع رضای خاطر کبیر جناب نواب مستطاب معلے القاب وائسرای چنانچہ بمزید عنایت انتقال یکصد ده دیہات پرگنہ سری مہاراجہ صاحب مہندر بہادر ملحوظ مزاج بودہ ۲۳ ل۸ ہزار نذرانہ و نیز دیہات پرگنہ کہنانون معہ زر کمیشن کانوڈ و بوانہ جمعی ۱۹... پ ۹۶۳ ہزار بعوض مبلغ لکھ سالانہ بشرائط صاحب موصوف بشرائط وحق لاولدی و فوجداری وغیرہ من کل الوجوہ بعوض ایک لاکھ چھہتر ہزار نوسو ساٹھ روپیہ نذرانہ بہ سری مہاراجہ صاحب بہادر را برای دوام نسلاً بعد نسل ذیل سے گردد -

دفعہ اول - علاقہ متذکرہ صدر مہاراجہ صاحب مہندر بہادر و جانشینان مہاراجہ صاحب بہادر

علاوہ اسکے ۱۸ ماہ جنوری ۱۸۶۰ء کو جب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے پنجاب میں رونق افروز ہوکر انبالہ کے

وبطناً بعد بطن داده شد۔

دفعہ دویم۔ آنچہ کہ اختیار وحقوق مالی وملکی وحکومت فوجداری وغیرہ نسبت ملک موروثی بموجب سند مورخہ پنجم مئی ۱۸۶۰ء مہاراجہ صاحب بہادر وجانشینان مہاراجہ صاحب بہادر را حاصل اند۔ دریں علاقہ ہم چنیں حاصل خواہند ماند۔

دفعہ سیوم۔ ہر آنچہ کہ شرایط بہ نسبت ملک موروثی بذمہ مہاراجہ صاحب وجانشینان مہاراجہ صاحب بموجب سند پنجم مئی ۱۸۶۰ء قایم شده اند بہ نسبت ایں علاقہ قایم خواہند ماند۔ فہرست دیہات پرگنہ کانوڈ۔ منیبوانہ شمولہ سند مورخہ چہارم جنوری ۱۸۶۱ء دستخطی بندگان نواب مستطاب معلے القاب ہز ایکسیلنسی چارلس جان لارڈ ارل کیننگ وایسرائے وگورنر جنرل بہادر دام اقبالہٗ۔

۱۱۰

اعظم نگر۔ اکبر پور۔ اتا داس۔ اگہار۔ باڈرہ۔ بڈرائی۔ نرسنگواس۔ تبسی۔ بلانہ۔ بلاچہ۔ لوابہ افغان۔ بوڈین۔ بہورچیٹ بی بی پور۔ ہیرواس۔ بھگرانہ۔ بوجاواس۔ بوچولی۔ بوھنی۔ بہاندر راونچی۔ بیری۔ پاترہ۔ پالری۔ پائیگا۔ ہٹاواس۔ پال پالی۔ پڈ۔ تاوانہ۔ جانٹ۔ چہاجاواس۔ جاٹ واس۔ جاساواس۔ جاندیاواس۔ جوتاواس۔ جھگردلی۔ جہوک۔ جوندہیرا۔ جہلانک۔ ڈیوواس۔ دولانہ۔ دولویڈاہیر۔ دیولی۔ دیورالی۔ ڈالنواس۔ ڈناؤمور۔ ڈٹانا۔ دہکروٹہ۔ دہرولی اہیر۔ دہرالی جیٹ۔ رامپورہ۔ ریواسہ۔ رانی واس راجاواس۔ زیرپور۔ ستالی۔ سوبلیہ۔ سیانہ۔ سرجی واس۔ سروہی۔ نانگل سہامی۔ سیہوٹ۔ سیگرا۔ سیگرڈی۔ صوتہی ملانہ۔ صوتہی جاگرہ۔ صوتہی ناڈریانہ۔ سادل پور۔ شمال پور۔ فیروز پور۔ فیض آباد۔ قصبہ کانوڈ۔ کوتہل کلاں۔ کوتہل خورد۔ کوکسی۔ کہانوڈ۔ کہالی واس۔ کہاشرہ۔ کہردلی۔ کہیرہ کہنہ۔ کوآردہ۔ کہالوڈرہ۔ کہیرکی۔ کہرکہڑا۔ کیودانہ۔ کہیڑی۔ گاڈرواس۔ گستمری۔ گیرانہہ۔ گوپال واس۔ کاکہنداواس۔ کلاولہ۔ لہروده۔ لاون۔ مالڑا۔ مانڈوالہ۔ ماجرہ۔ مہکن واس۔ منٹی۔ نالہاواس۔ نانگوواس۔ ناگل والہ۔ ناتوالی۔ نوتانہ۔ نوزنگ آباد۔ بیٹ ہیڑا۔ بینی۔ ہودنہہ

فہرست دیہات پرگنہ کہانوں شمولہ سند مورخہ چہارم جنوری ۱۸۶۱ء دستخطی نواب مستطاب معلے القاب ہز ایکسیلنسی چارلس جان لارڈ ارل کیننگ وایسرائے وگورنر جنرل بہادر دام اقبالہم۔

امرالہ۔ براجنانہ۔ بڑی پاٹ۔ بڑی کہانوں۔ تبی۔ بلاسپور۔ پیادی۔ چہامیاں۔ بہوٹا۔ موہلو ماجرہ۔ پوناپچہ۔ ٹھیکری والا۔ جیہوٹا چٹانہ۔ چیوتی باٹ۔ دوکوٹ۔ دہولہ۔ دناموں مزرعہ۔ رام کہیڑہ۔ رام گڈہ ثانی۔ راتوں۔ رائے پور۔ ریان۔ سنگہول۔ شمس پور۔ فتح گڈہ عرف بیوڈیاد۔ کائے وال۔ کہانوں خورد۔ گوٹلہ۔ کہیڑو۔ کہیڑی۔ مندہر۔ منصور پور۔ موہن مزرعہ۔ مہیش پور۔ نگل۔ اکال گڈہ۔ ایکدہاہی۔ باہو مزرعہ۔ بہتال۔ بہوار۔ جہاڈریاں۔ حیات پور۔ خانپور۔ وآسے پور۔ رسول پور کہیڑی۔ سربت گڈہ عرف الکاری۔ سلانا۔ سعریان۔ خوث گڈہ۔ گرکانہ۔ کہیڑی۔ ماہڑہ۔ لوہادیں۔ ماجری۔ ماچھی واڑہ خام۔ ہیڈوں۔ لکہن پور۔ امر گڈہ۔ جڑی۔ بہردد کلی کہانوں۔ المرقوم ۴ ماہ جنوری ۱۸۶۱ء فقط

مقام پر راجگان امیروں ستلج و رؤسائے کوہستان سے ایک عام دربار میں ملاقات فرمائی۔ تو اُس روز حضور ممدوح نے خلعت دینے کے وقت مہاراجہ پٹیالہ سے خاص طور پر مخاطب ہو کر اپنی تقریر میں یوں فرمایا کہ :-

"مہاراجہ صاحب پٹیالہ! میں اس بات سے بہت خوش ہوں۔ کہ مجھکو یہ موقع ملا۔ کہ بذات خاص اور علانیہ اُن خدمات کا شکریہ ادا کروں۔ جو آپ سے بوجہ خیرخواہی ظہور میں آئیں۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ آپ نے سرکار کی افواج کو خاطرخواہ مدد دی۔ بلکہ زیادہ تر اس سبب سے بھی کہ آپ فوراً بلا دریغ اعانت کو مستعد ہوئے۔ اور آپکی خیرخواہی صادق و واثق سے کہ ابتداء غدر سے ظہور میں آئی باقی رعایائے ملکہ معظمہ سکنہ ممالک مغربی کو عبرت ہوئی۔ اس جگہ ضرورت اعادہ خدمات مذکور کی نہیں ہے کیونکہ وہ فرداً فرداً جمیع حاضرین پر واضح ہیں۔ اور حال مشرح اُن کاغذات سرکاری میں مندرج ہے جنمیں تمام کار اور جانفشانی افواج ملکہ معظمہ جنہوں نے اس قلمرو ہند میں حکومت انگلستان قایم رکھی مرقوم ہے۔ پس ممکن نہیں کہ وہ خدمات کبھی فراموش ہو جائیں۔ اور حاضرین دربار کے روبرو مجھکو یہ زیادہ تر ظاہر کرنا منظور ہے۔ کہ آپکی خدمات اور اعزاز کے بڑھانے میں گورنمنٹ ملکہ معظمہ کو کمال خوشی ہے۔ اور ہر طرح سے گورنمنٹ موصوف کو امید ہے کہ یہ مقدرت اور اعزاز آپکی اولاد کے عہد حکومت میں قایم اور برقرار رہے۔ اور وہ بھی ایسے ہی شجاع اور خیرخواہ ہوں جیسے آپ ہیں میں نے یہ تجویز کی ہے۔ کہ ایک سند تیار کیجائے جسکی رو سے آپ کے تمام ملک اور اسکے تمام حق و مرافق پر آپکا حق مستقل سمجھا جائے۔ اور حکم دیا ہے۔ کہ یہ بات بھی اسمیں درج کیجائے۔ کہ اگر خدانخواستہ آپکی کوئی اولاد صلبی نہ رہے۔ تو آپکو پھول کے خاندان میں سے جسکی ایک شاخ آپکا خاندان بھی ہے کسی شخص کو اپنے جانشین ہونے کے واسطے متبنٰے کرنے کا اختیار رہیگا۔ اور وہ متبنٰے تسلیم ہو کر اسکی قدر قرار واقعی کیجاے گی۔"

اس خوشی میں مہاراجہ نرانندرسنگہ نے بھی اپنے سرداروں اور اہلکاروں کو بیس ہزار روپیہ کے سونے کے کڑے اور دوشالے و خلعت وغیرہ انعام میں تقسیم کیئے۔ اور نو ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کے گیارہ دیہہ پرگنہ نارنول سے اہلکاروں کو جاگیر میں عطا فرمائے ✣

بی بی بختاور کنور کی شادی اور مہاراجہ صاحب کا نیناں دیوی وغیرہ کا درشن کرکے سری امرتسر جی میں تشریف لانا

سمت ۱۹۱۵ بکرمی میں مہاراجہ صاحب کی دختر بی بی بختاور کنور کی شادی مہاراجہ جسونت سنگہ والی بھرت پور کے ساتھ ہوئی جسمیں دس لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ جسطرح بڑی بی بی کی شادی کرنے کے بعد گنگاجی کا اشنان کیا تھا۔ اب مہاراجہ نے سری امرتسر جی کے اشنان کرنے کے لیئے پہلے انندپور میں پہنچکر بعد دینے بھیٹ پوجا گوردواروں کے سوڈھی برج چند رسنگہ صاحب کے ہاتھ سے اپنے

دیعہد **مہندر سنگھ** بہادر کو پاہل دلوائی۔ اور نیناں دیوی کا درشن کیا۔ اس مندر دیوی پر سے ادہر ادہر کے ملکوں کو دیکھو تو عجیب وغریب کیفیت نظر آتی ہے۔ ایک طرف دریائے ستلج کے کنارے کا زرخیز سبز سبز ملک دکھائی دیتا ہے۔ دوسری دریا کا سفید سفید چمکتا لہراتا ہوا پانی سبز سبز لہلہاتے میدانوں میں سے گذرتا ہوا۔ نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ اور آفتاب غروب ہونے کے وقت جب اسکی کرنیں ترچھی ہوکر پانی اور سبزی پر پڑتی ہیں۔ تب کہیں سبز کہیں سُرخ عجیب بہار پیدا کرتی ہیں۔ دوسری جانب ہمالیہ پہاڑ کی بلند چوٹیوں کا سلسلہ نظر پڑتا ہے۔ پس یہاں سے مہاراجہ صاحب نے روانہ ہوکر سری امرتسر میں پہنچ کے نہایت اعتقاد اور سامان خوشی کے ساتھ سری دربار صاحب کا درشن کیا۔ اور بہت کچھ نقد وزر پوجا میں چڑہا کر نذر وبھیٹ دی۔ بلکہ تمام شہر کے کل گرنتھ صاحبوں کی جو دو ہزار کے قریب تھے ایک ایک اشرفی نذر گذرانی +

مہاراجہ صاحب نے گورنر لاہور سے ملاقات کی۔ پھر یہاں سے لاہور تشریف لے گئے۔ اور **سر رابرٹ منٹگمری صاحب** بہادر لفٹنٹ گورنر سے ملاقات کی۔ صاحب موصوف نے مہاراجہ کی درخواست پر انتیس لاکھ اٹھتیس ہزار آٹھ سو روپیہ نذرانہ لیکر پرگنات کنوڑ و بدوانہ ایک لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کے مہاراجہ کو سرکار انگریزی سے دلوائے۔ اور نذرانہ کا روپیہ قرض کے روپیوں میں محسوب کرلیا گیا۔ اب تین لاکھ دس ہزار روپیہ جو باقی گورنمنٹ کے ذمہ مہاراجہ کا رہا۔ اسمیں سے بموجب درخواست مہاراجہ کے علاقہ کھمانوں جسمیں ۱۴۷ دیہات شامل ہیں ایک لاکھ ۹۶ ہزار کے عیوض میں گورنمنٹ نے مہاراجہ کو دیدیا۔ اسی عرصہ میں مہاراجہ صاحب بہادر کو یکم نومبر ۱۸۶۱ء کے دربار مقام الہ آباد میں (جسمیں مہاراجہ جیاجی راؤ والی گوالیار۔ مہاراجہ تکوراؤ والی اندور مہاراجہ رنبیر سنگھ والی جموں مہاراجہ نرآندر سنگھ والی پٹیالہ۔ نواب افضل الدولہ نظام الملک والی حیدرآباد دکن۔ مہاراجہ کھانڈے راؤ والی بڑودہ۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ سابق والی لاہور۔ نواب یوسف علی خاں والی رامپور۔ نواب سکندر بیگم والی بھوپال وغیرہ نو رئیس ہندوستانی اور کل عالیشان حکام انگریزی شامل تھے۔) ستارہ ہند کا خطاب دیا گیا۔ اور کونسل وضع آئین مقام کلکتہ کے ممبر مقرر کیئے گئے +

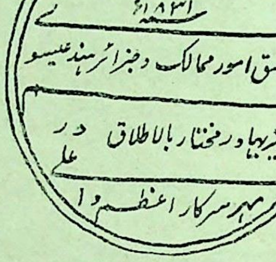
چونکہ تمام رؤساء ہند کو یہ خوف ہمیشہ لگا رہتا تھا۔ کہ اگر ہم میں سے کوئی رئیس لاولد مر جائیگا۔ تو ہماری ریاست گورنمنٹ میں ضبط ہو جائیگی۔ اسلیئے مہاراجہ **نرآندر سنگھ** بہادر نے تمام رؤساء ہند سے درخواستیں دلواکر متبنے بنا لینے کی بھوم گورنمنٹ سے اجازت لے دی۔ بلکہ راجگان پھول کے لیئے تو یہانتک منظور ہوگیا۔ کہ اگر کوئی رئیس متبنے کرنے سے پیشتر ہی لاولد فوت ہو جاوے۔ تو دوسرے دو رئیس متفق الرائے ہوکر خاندان پھول میں سے کسی ایک شخص کو ریاست کی مسند نشینی کے واسطے منتخب کرلیا کریں +

مخفی نہ رہے کہ:۔ راجگان پھول نے متبنے بنالینے کی درخواست کرنے کے وقت اور بھی چار پانچ درخواستیں

اوّل سزائے قصاص کا اختیار کامل ملنا - دوسرے نابالغ رئیس کی موجودگی میں انتظام ریاست کیواسطے کونسل مقرر ہونا - تیسرے مستورات کا کاروبار ریاست میں دخیل ہونا وغیرہ پیش کیں - جو سب گورنمنٹ نے منظور فرمائیں مگر چوتھی درخواست جسکا مضمون یہ تھا - کہ اس خاندان کی مستورات کی کسی قسم کی شکایت و نالش سرکار انگریزی میں سماعت نہ فرمائی جاوے - نامنظور ہوئی - کیونکہ جب کوئی مظلوم عورت گورنمنٹ سے دادخواہ ہو - اور حقیقت میں اُسکی سراسر حق تلفی ہوئی ہو - تو ایسی حالت میں گورنمنٹ کا خاموش ہو رہنا سراسر انصاف کا خون کرنا تھا - چنانچہ اِسلیئے جب رئیس فریدکوٹ نے اپنی بھاوجوں کو قید کرلیا تھا - تو سرکار نے رئیس مذکور کو مجبور کرکے اُن بیچاری مظلوموں کو رہائی دلائی

غرض یہ سب مہاراجہ نراندر سنگھ کی دوراندیشی و کوشش کا نتیجہ ہے - جو ہرایک ریاست کی بنیاد کو قایم کرگیا *

اب اس ریاست کو جو سند مورخہ ۵ - مئی ۱۸۶۱ء جسکا ذکر اسپیچ لارڈ کیننگ صاحب میں آچکا ہے عطا ہوئی بجنسہ ذیل میں ہدیہ ناظرین ہے -



سند تملیک مُلک بنام فرزند خاص دولت انگلشیہ منصور الزماں امیر الامرا مہاراجہ دہراج راجیشر سری مہاراجہ راجگان نراندر سنگھ مہندر بہادر از طرف بندگان نوّاب مستطاب معلےٰ القاب والیسرائے و گورنر جنرل بہادر دام اقبالہٗ
ازآنجاکہ از یوم طلوع نیر دولت و اقبال سرکار ابد پائدار انگلشیہ بریں مُلک ہندوستان مراتب خیرسگالی و دولتخواہی از سرکار فرزند خاص دولت انگلشیہ منصور الزماں امیر الامرا مہاراجہ دہراج راجیشر سری مہاراجہ راجگان نراندر سنگھ مہندر بہادر و بزرگان اسلاف مہاراجہ صاحب موصوف بہ موقع حرب و پیکار وغیرہ بخوبی برروے ظہور رسید چنانچہ بجلدوی ہمیں حسن خدمت ہا و اعانت و امداد از فوج و رسد رسانی وغیرہ از پیشگاہ سرکار ذوالاقتدار انگریزی بعطاے ملک و خطاب و ارتفاع مدارج عزّ و وقار پیوستہ معزز و ممتاز شدہ اند خاصتہً در سنہ ۱۸۵۷ء در ایام مفسدہ و شورش شوربختان مہاراجہ صاحب مہندر بہادر چناں خدمات شائستہ و نمایاں بمنصّہ ظہور و عیاں در آوردہ اند کہ بر خدمات سابقہ تفوق جُستہ اند - لہٰذا بازایں چنیں خدمت ہاے پسندیدہ از سرکار با وقار انگریزی بپاس عنایت و مکرمت خسروانہ قدرے ملک و افزائش خطاب بمہاراجہ صاحب مہندر بہادر نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ مرحمت شدہ و مہاراجہ صاحب بہادر درخواست سند مجدد ابابت مُلک موروثی و عطیہ سابقہ و حال سرکار فلک اقتدار کردند

نظر بر آں بندگان نواب ستطاب معلے القاب والیسرائے و گورنر جنرل بہادر را منظور گردید۔ کہ سند ہذا بطور عہدنامہ بشرائط مندرجہ ذیل برائے یادگار عنایت گردد۔

دفعہ اول۔ بموجب فہرست مشمولہ سند ہذا در زمان حال و استقبال مہاراجہ صاحب بہادر و جانشینان مہاراجہ صاحب بہادر باطمینان خاطر و تسلی تمام بر ملک مقبوضہ و موروثی خود و عطیہ سرکار انگلشیہ حسب دستور قدیم حکمران باشند و ملک عطیہ سرکار کہ بجلدوی نکو خدمت یاست بجمیع اختیارات و حقوق داخلہ و خارجہ مثل ملک موروثی خود تصور سازند۔ و جزو کل اختیارات و ابواب حکومت و فوجداری و دیوانی معاملہ و غیرہ بدستور در حیطہ اختیار و اقتدار مہاراجہ صاحب مہندر بہادر و جانشینان مہاراجہ صاحب نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ بحال و لایزال دائماً و خالداً برقرار و بالاستقلال ماند۔ و برادران و ذیلداران و چہار میان و متوسلان و جاگیرداران و توابعان بقاعدہ قدیمہ مطیع امر و فرمان بردار مہاراجہ صاحب بہادر و جانشینان مہاراجہ صاحب مہندر بہادر باشند۔

دفعہ دوم۔ از طرف سرکار ذوالاقتدار انگلشیہ در وجہ نذرانہ و معاملہ ابواب حکومت و فوجداری و معاوضہ افواج و غیرہ بوجہ من الوجوہ چہ در حال و چہ در استقبال ہیچگونہ مطالبہ و مواخذہ از مہاراجہ صاحب مہندر بہادر و جانشینان مہاراجہ صاحب بہادر و تابعان و برادران و ذیلداران و جاگیرداران و چہار میان باستثنائے حالت مندرجہ دفعہ سوم نخواہد گردید۔

دفعہ سوم۔ بمزید مرحمت سلطانی و معائنہ حال دولت خواہی و جانفشانی مہاراجہ صاحب مہندر بہادر سرکار گردون وقار را چناں منظور است کہ ایں ملک ہمیشہ بہ تحت حکومت ایں خاندان باشد۔ لہذا برائے دوام اختیار متبنیٰ کردن بمہاراجہ صاحب موصوف و جانشینان مہاراجہ صاحب بہادر دادہ شدہ کہ در صورت نہ بودن اولاد صلبی بنا بر قیام و دوام سلسلہ ریاست حسب مرضی خود از اولاد پھولکیاں متبنیٰ سازند۔ ایمعنی سرکار دولتمدار را بدل قبول و منظور است و نیز از طرف سرکار دولتمدار اجازت ایمعنی حاصل است کہ اگر خدا نخواستہ در حالت نہ بودن اولاد صلبی و متبنیٰ مسند نشین را مرگ ناگہانی پیش آید۔ راجہ صاحب جیند و راجہ صاحب نابھہ باتفاق صاحب کمشنر بہادر (ایجنٹ لفٹنٹ گورنر) از خاندان پھولکیاں احدے را متبنیٰ ساختہ مسند نشین سازند۔ و دریں حالت نذرانہ بقدر ثلث حصہ از آمدنی یکسالہ مال واجب ریاست از طرف ریاست پٹیالہ بخزانہ عامرہ سرکار انگریزی داخل خواہد شد۔

دفعہ چہارم۔ در ۱۸۴۷ء اقرار نامہ کہ در بارہ تجویز قصاص بمجرم باطلاع صاحب کمشنر بہادر (ایجنٹ لفٹنٹ گورنر) و انسداد ابواب صبیہ کشی و ستی شدن و بردہ فروشی وغیرہ از مہاراجہ صاحب گرفتہ شدہ بود۔ حالا آنرا موقوف داشتہ برای دوام اختیار تام من کل الوجوہ نسبت بہ سزائے قصاص وغیرہ در قلمرو خود حسب سررشتہ قدیم بمہاراجہ صاحب و جانشینان مہاراجہ صاحب مہندر بہادر دادہ شد۔ و ہمچناں بخصوص سزا رسانی برعایاے علاقہ سرکار باوقار انگریزی کہ در عملداری ریاست پٹیالہ مرتکب جرم شدہ در ہماں عملداری گرفتار شوند۔ حسب نشاء چٹھی نمبر ۳۳ مورخہ یکم جون ۱۸۶۳ء از طرف

صاحبان کورٹ آف ڈائرکٹرس دارالسلطنت لندن بمہاراجہ صاحب بہادر وجانشینان مہاراجہ صاحب بہادر اختیار حاصل است۔ مہاراجہ صاحب مہندر بہادر در آبادی رعایا و رفاہ حال برایا۔ کوشیدہ بموسی مظلومان وملہوفان از راہ دادخواہی دقیقہ از دقایق فروگذاشت نسازند۔ دمقدمہ صبیہ کشی وستی شدن وبردہ فروشی کہ خلاف مقتضائے دادخواہی وانصاف پژوہی نسبت برایا است در قلمرو خود بموجب فحوائے سند سابق ابواب آں مسدود دارند۔ اگر احیاناً احدے بعدم اطلاع اہلکاران مہاراجہ صاحب موصوف مرتکب حرکات ممنوعہ ومرقومۃ الصدر گردد۔ اہلکاران مہاراجہ صاحب دربارہ اش تجویز سزا نمایند کہ موجب عبرت دیگران باشد۔

دفعہ پنجم۔ مہاراجہ صاحب وجانشینان مہاراجہ صاحب از رہگذر عقیدت وارادت از متابعت شاہنشاہ ملکہ معظمہ انگلستان وجانشینان حضرت ایشاں ہرگز گاہے دریغ نخواہند کرد۔

دفعہ ششم۔ اگر وقتے از اوقات افواج غنیم از اطراف وجوانب بارادہ فاسد بایں نواح رو نماید۔ از روے مصادقت ودولت خواہی مہاراجہ صاحب بہادر معہ جمیعت موجودہ باتفاق صاحبان عالیشان حسب سررشتہ با فہمی بمدافعت آں سعی نمایند وسرانجام رسد اجناس وباربرداری وغیرہ بقدر وسعت خود حسب الطلب صاحبان عالیشان می کردہ باشند۔

دفعہ ہفتم۔ سماعت نالش از رعایا ومعافی داران وجاگیرداران وتابعان وبرادران وملازمان وغیرہ بہ نسبت مہاراجہ صاحب بکدامی حالت در سرکار باوقار انگریزی نخواہد گردید۔

دفعہ ہشتم۔ دربارہ انتظام اندرونی وامور برادران ومحلات وقرابتیاں بہ نہجیکہ مہاراجہ صاحب مہندر بہادر قاعدہ وسررشتہ جاری سازند۔ سرکار ذوالاقتدار پیوستہ لحاظ آں داشتہ مداخلت نخواہد فرمود۔

دفعہ نہم۔ مہاراجہ صاحب بہادر در علاقہ خود بموقع تعمیر وترمیم سڑک ہا حسب تحریر صاحب کمشنر بہادر (ایجنٹ گورنر) معرفت کارپردازان ومامورگان پرگنہ جات بروفق دستور سابق تہیۂ اسباب مطلوبہ بقیمت از علاقجات خود مے کنانیدہ باشند وہم بروقت رسیدن سڑک ریل گاڑی یا دیگر سڑک ہا بہ نہجیکہ در شاہ سڑک مہاراجہ صاحب بہادر اراضی بلا محصول زیر سڑک واگذاشتہ اند ہمچنان برائے دیگر سڑک ہا خواہند گذاشت۔

دفعہ دہم۔ از طرف مہاراجہ صاحب بہادر پیوستہ مراتب اطاعت وخیرخواہی نسبت سرکار دولتمدار عمل خواہد آمد۔ وہمچنان مدارج تعظیم وتکریم وقدر واعزاز مہاراجہ صاحب مہندر بہادر از طرف ایں سرکار باوقار بہ نہجیکہ الحال مرعی است ملحوظ خواہد ماند۔

فہرست علاقجات موروثی فرزند خاص دولت انگلشیہ منصور الزماں امیر الامرا مہاراجہ دہراج راجیشر سری مہاراجہ راجگان نرندر سنگہ مہندر بہادر وعطیہ سابق دحال سرکار دولتمدار مشمولہ سند عطیہ بندگان نواب مستطاب معلے القاب وائسرائے وگورنر جنرل بہادر دام اقبالہ۔

تفصیل جملہ پرگنات خالصہ ناک موروثی سری مہاراجہ صاحب مہندر بہادر

پٹیالہ خاص و سنّور۔ تعلقہ مردانپور۔ تعلقہ گھنور۔ تعلقہ رانی مزرعہ۔ تعلقہ امر گڈہ۔ تعلقہ چنار تھل۔ تعلقہ سنام تعلقہ راجپورہ۔ تعلقہ انا حد گڈہ عرف برنالہ۔ تعلقہ شیر پور۔ تعلقہ بھیکھی۔ تعلقہ بنوڑ۔ تعلقہ بھوانی گڈہ عرف ڈھوڈاں۔ تعلقہ بونا۔ تعلقہ سردول گڈہ عرف ڈھوڈال۔ تعلقہ اکال گڈہ عرف مونک۔ تعلقہ کرم گڈہ عرف کلبانوں وڑبہ۔ تعلقہ بانگر نروانہ۔ تعلقہ پنجور۔ تعلقہ گوبند گڈہ عرف بھٹنڈہ۔ تعلقہ رام گڈہ عرف گھڑام۔ تعلقہ صاحب گڈہ عرف پائل۔ تعلقہ سرسند عرف فتحگڈہ۔ تعلقہ عالم گڈہ عرف نند پور کلوڑ۔

ملک عطیہ سرکار دولتمدار بجمیع اختیارات وحقوق مالکانہ مثل ملک موروثی۔

دیہات پرگنہ امرالہ بموجب سند مرقومہ سولہویں مئے ۱۸۱۵ء عیسوی بمہر و دستخط جارج برچ صاحب بہادر۔

ملک بھگھاٹ معہ ٹھکرائی و پرگنات متعلقہ اش بموجب سند مرقومہ سوم ماہ ستمبر ۱۸۱۵ء بمہر و دستخط خاص نواب مستطاب لارڈ مائرا صاحب بہادر دام اقبالہ

ملک کہونتھل معہ ٹھکرائی و پرگنات متعلقہ اش بموجب سند مورخہ انیسویں ستمبر ۱۸۱۵ء بمہر و دستخط خاص نواب مستطاب لارڈ مائرا صاحب بہادر۔

دیہات پرگنہ چنکویاں اوّلاً بموجب سند بمہر و دستخط جنرل اکٹرلونی صاحب بہادر مورخہ چودھویں جون ۱۸۱۶ء در جاگیر مہاراجہ صاحب بہادر بیکنٹھ باشی تاحین حیات ماندہ بعدش

باونال مبلغ ۳ لکھ روپیہ نذرانہ برائے دوام عنایت شد بموجب چٹھی نمبر ۱۲۸ مورخہ انتیسویں ستمبر ۱۸۵۵ء محکمہ صاحب کمشنر بہادر انبالہ

پرگنہ مفصلہ ذیل بموجب سند مورخہ بائیسویں ستمبر ۱۸۴۷ء بجمع دو لکھ ۴۵ ہزار روپیہ سالیانہ بمہر و دستخط گورنر جنرل بہادر ہارڈنگ صاحب بہادر دام حشمتہم از انجملہ علاقہ ۳۵ ہزار روپیہ بموجب چٹھی سکرٹیری گورنمنٹ مورخہ سترہویں نومبر ۱۸۴۶ء نمبری ۵۹۴ و علاقہ ۔۔۔ ہزار بموجب چٹھی

پرگنہ نارنول بموجب چٹھی سکرٹیری اعظم بہادر گورنمنٹ بنام سکرٹیری چیف کمشنر بہادر پنجاب مورخہ دوئم جون ۱۸۵۸ء و ہم خریطہ حضور پرنور نواب مستطاب لارڈ گورنر جنرل بہادر لارڈ ارل کیننگ صاحب بہادر دام حشمتہم مورخہ تاریخ ہشتم عید ربنام مہاراجہ صاحب بہادر۔

سکرٹیری گورنمنٹ مورخہ پنجم فروری ۱۸۴۷ء نمبر ۵۸ بنام میکسن صاحب بہادر۔ پرگنہ تبی ملک حیدر۔ پرگنہ قنا جہونیہ۔ پرگنہ ...

تفصیل ذیلداران و جاگیرداران وغیرہ بجمیع اختیارات حکومت فوجداری و زر کمیوٹیشن و حقوق لاولدی وغیرہ مراتبات کہ بہ سر مہاراجہ صاحب بہادر حاصل اند دائماً بہ جانشینان مہاراجہ صاحب مہندر بہادر حاصل خواہند ماند

چہارمی و جاگیرداران بموجب روبکار اجلاس ایڈمنسٹریشن صاحب بہادر مورخہ بائیسویں اگست ۱۸۵۲ء سکرٹیری اعظم گورنمنٹ

ذیلداران و جاگیرداران بموجب پروانہ اجلاس صاحب کمشنر بہادر انبالہ مورخہ ستائیسویں اپریل ۱۸۶۰ء بحوالہ چٹھی سکرٹیری اعظم گورنمنٹ مورخہ ۱۸۔ نومبر ۱۸۵۷ء نمبر ۴۶۰۰

سکھاں لنڈہ۔ سکھاں لوہاری

رام پوریہ۔ کوٹ دونہ

سکھاں بھیڈکٹ - سکھاں گونرجکیہ - سکھان راڑہ - سکھان کونلہ - سکھان بلاہڑہ بلاہڑی - بدائی بھائی بیر سنگہ - ذیل

داران وجاگیرداران بھدوڑ بموجب چٹھی سیکرٹری بہادر گورنمنٹ ہند مورخہ دویم جون ۱۸۵۵ء نمبر ۱۵۲۹ وچٹھی دویمی مورخہ ہفتدہم جون ۱۸۵۹ء نمبر ۱۳۱۸ بنام سیکرٹری چیف کمشنر بہادر پنجاب	جاگیرداران جیوندان بموجب روبکار اجلاسی صاحب کمشنر بہادر انبالہ مورخہ چہارم جولائی ۱۸۵۵ء
ذیلداران وجاگیرداران کہمانوں وغیرہ بالفعل ماتحت فوجداری مہاراجہ پٹیالہ دزرکمیوٹیشن بہ سرکار مے دہند ــــــ	سکھان کھمانوں - سکھان تلاکور - سکھان دہنوڑی سکھان لکھنور صاحب

اس سند کے علاوہ ریاستہائے پھول کو متبنٰے کرنے کی اجازت میں ایک خاص سند مورخہ ۵ - مارچ ۱۸۶۲ء کو مکرر عطا ہوئی اور اُسکا مضمون یہ ہے -

"چونکہ اعلٰے حضرت ملکہ معظمہ کا منشاء دلی یہ ہے - کہ وہ راجگان و روساء ہند جو بالفعل اپنے اپنے علاقوں پر حکمران ہیں - انکی حکومتیں برائے دوام مستقل کیجائیں - اور اُنکے جانشینوں کا وجود ہمیشہ کے لیئے قایم رہے - اس سبب سے میں اس مذکورہ بالا منشاء کے پورا کرنے کے لیئے اُس معاہدہ کو جو مینے اپنی دستخطی سند مورخہ پانچویں مئی ۱۸۶۰ء میں درج کیا تھا - بذریعہ سند ہذا مکرر مؤکد کرتا ہوں - کہ جب کوئی حقیقی وارث نہو - تو آپ اور آپ کے وہ جانشین جو آیندہ حکمراں ہوں پھولکیاں کے قدیم خاندان میں سے (آپکا خاندان جسکی ایک شاخ ہے) کسی شخص کو متبنٰے کرلیا کریں - اور یہ متبنٰے جائز اور مسلم مانا جائیگا - اور اگر کبھی کوئی رئیس پٹیالہ بغیر چھوڑنے اولاد نرینہ اور بغیر متبنٰے کرنے کے فوت ہوجائے - تو رئیسان جیند و نابھہ کو باتفاق رائے صاحب پولٹیکل ایجنٹ خاندان پھولکیاں ہی میں سے کسی شخص کو مسند نشینی ریاست کیواسطے انتخاب کرنیکا اختیار ہوگا - مگر اس صورت میں گورنمنٹ انگریزی کو ریاست پٹیالہ کی کل آمدنی کے ایک ثلث کے برابر نذرانہ دینا پڑیگا - اور آپ کو یقین دلایا جاتا ہے - کہ جبتک آپکا خاندان سلطنت انگریزی کا خیرخواہ و شرایط مندرجہ عہدنامجات و اسناد عطیہ پر ایمانداری کے ساتھ کاربند رہیگا - اسوقت تک اس معاہدہ میں جو آپ سے کیا جاتا ہے کسی طرح خلل نہیں آئیگا"

مہاراجہ نرآندر سنگہ صاحب کی وفات -

جنوری ۱۸۶۲ء میں مہاراجہ **نرآندر سنگہ صاحب** واسطے شریک ہونے جلسہ کونسل قانونی کلکتہ تشریف لیگئے - اور جبتک اجلاس کونسل منعقد رہا - اُسوقت تک وہیں رونق افروز رہے - مگر افسوس کہ وہاں سے موسم گرما میں واپس آنے کے بعد نومبر ۱۸۶۲ء کے شروع میں مہاراجہ صاحب بعارضہ تپ بیمار ہوگئے - اور زمانہ نے کچھ ایسا پلٹا کھایا - کہ حالانکہ مرض چنداں مہلک نہ تھا - مگر موت کا پیغام آپہنچا - اور وہ ۱۳ - نومبر ۱۸۶۲ء (سمت ۱۹۱۹ بکرمی) کو انتالیس برس کی عمر میں اس جہان فانی سے کوچ کرگئے - ریاست پٹیالہ کے لیئے واقعی ایسی لائق اور بیدار مغز فرمانروا کے رحلت کرجانے سے جیسا کہ اسکو اس سے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوا تھا بڑے ہی ستم

کا مقام ہوا۔ یہ مہاراجہ صاحب نہایت دور اندیش اور دانشمند۔ متحمل مزاج۔ فقیر دوست اور عالی حوصلہ فرمانروا تھے۔ فقیروں کی خدمت و تواضع بہت مدنظر رکھتے۔ موسم برسات میں دس دس ہزار فقراء کو چار ماہ تک برابر نفیس نفیس کھانا جسمیں ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ ہر سال صرف ہوتا تھا تقسیم ہوتا+ علاوہ ازیں عمارت کا بھی بہت شوق تھا۔ شالامار باغ لاہور کے نقشہ پر ایک موتی باغ پانچ لاکھ روپیہ کے صرف سے تعمیر کرایا۔ اس باغ کی عمارت سمت ۱۹۰۴ بکرمی سے شروع ہو کر سمت ۱۹۱۲ میں ختم ہوئی۔ پھر اسکے سامنے ایک گوردوارہ ایک لاکھ روپیہ کے صرف سے تیار کروا کے سوا لاکھ روپیہ اسکے اخراجات کے واسطے وقف کیا+ پھر پانچ لاکھ روپیہ میں ایک دیوانخانہ تعمیر کرایا۔ اور سمت ۱۹۱۷ بکرمی کے قحط میں جب خلقت پر یہ حالت پہنچی۔ کہ بھوک اور فاقہ کشی سے ہزارہا لوگ مر گئے۔ اور بہت سے دیس پردیس نکل گئے۔ زن و بچے کسی نے نہ سنبھالے۔ چارپائے بیچارے درختوں کی چھال و پتی کھا کر ایک ایک مٹھی گھاس کو ترس کر مر گئے۔ تب ایسے نازک وقت میں مہاراجہ **نرآندر سنگھ صاحب** نے جابجا اپنے ذخیرے کھول کر اپنی رعایا کو غلہ تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ اور خیراتی لنگر جاری کر دیئے۔ بلکہ چند پرگنوں کو کئی لاکھ روپیہ معاملہ معاف فرمایا۔ اور آٹھ لاکھ ۸۴ ہزار روپیہ قیمت کا غلہ رعایا کو اور چھ لاکھ روپیہ کی قیمت کا اپنی سپاہ و سرداروں کو اس شرط پر کہ چند سال میں غلہ کافی پیدا ہونے کے وقت یہ روپیہ واپس لیا جاویگا بانٹ دیا۔ مگر آخری وقت میں وہ بھی رعایا اور فوج کو تمام معاف کر گئے۔ نرملہ سنتوں کا اکھاڑہ بھی انہی مہاراجہ صاحب نے قایم کیا۔ اور ۴۸ ہزار روپیہ نقد دیکر چار ہزار کی جاگیر ہمیشہ کے واسطے اکھاڑہ کے نام وقف کی۔ علاوہ بریں ریاستہائے نابھہ و جیند سے بھی جاگیرات اور روپیہ اکھاڑہ کے لیئے دلوایا+

واضح ہو کہ مہاراجہ **امر سنگھ صاحب** کے عہد میں تو اہلکاروں و سپاہیوں کو حسب حیثیت نوکری میں جاگیریں یا زمینیں معاف تھیں۔ یا کچھ غلہ دیا جاتا تھا۔ بعد میں مہاراجہ **کرم سنگھ** نے سب کے واسطے نقد تنخواہیں تجویز کر کے ششماہی تنخواہ تقسیم ہونے کا قاعدہ باندھا تھا۔ مگر اس میں یہ نقص تھا۔ کہ مہاجن لوگ جو سپاہ کے مودی کہلاتے تھے۔ چھ ماہ تک سپاہ کو خرچ دیتے رہتے۔ بعد ازاں جب تنخواہ ملتی تو سب لے لیتے۔ سپاہی بیچارے کے پلے کچھ نہ ڈالتے اسلیئے مہاراجہ **نرآندر سنگھ** نے دو ماہ کے بعد سپاہ کو طلب دینے کا دستور جاری کیا۔ رعایا۔ جو کنکوت و بٹائی یا کنگرائی وغیرہ رشوتوں اور بیگاریں تباہ ہوئی رہتی تھی۔ اُن کو ٹھیکہ پر دس سال تک دیہات دینے کی رسم جاری کر کے آسودہ حال بنایا۔ مقدمات دیوانی و فوجداری جو بلا کسی قانون اور قاعدے کے زبانی سماعت ہو کر فیصل ہوتے تھے۔ اُنکے واسطے مہاراجہ **نرآندر سنگھ** بہادر نے قانون بنا کر باضابطہ فیصلہ ہونے کا دستور جاری کیا+

پہلے مہاراجہ صاحب نے اپنے سب ملک کو چار ضلعوں میں تقسیم کر کے نایب عدالتیں اور ایک صدر عدالت قایم کی جسکا اہتمام اپنے چھوٹے بھائی کنور دیپ سنگھ صاحب کے متعلق کیا۔ مقدمات قرضہ کی سماعت میں نو سال کی میعاد مقرر کر کے کاغذ اسٹامپ کا لیا جانا تجویز کیا۔ سمت ۱۹۱۶ بکرم میں بعد وفات کنور دیپ سنگھ صاحب کے جن کو ۲۵ ہزار

روپیہ سالانہ کی جاگیر واسطے گذارہ کے ملتی تھی۔ مہاراجہ صاحب نے نائب عدالتوں کی جگہ پانچ نظامتیں مقرر کیں۔ مقدمات فوجداری کے لیئے قانون تعزیرات ہند کی رو سے فیصل ہونے کا حکم دیا۔ اور کل کاروبار ریاست کے لیئے ایک دستور العمل بنا کر اپنے جانشینوں اور اہلکاروں کو اسکا پابند کیا۔ جو ابتک جاری ہے +

اب چونکہ مہاراجہ **نراندر سنگھ** کی وفات کے بعد اُن کے فرزند ارجمند مہاراجہ **مہندر سنگھ** کی عمر جو سمت ۱۹۰۹ بکرمی میں پیدا ہوئے تھے ۱۰ سال کی تھی۔ اسلیئے حسب منشاء دفعہ ۲ سند مورخہ ۵ مئی ۱۸۶۱ء تا ایام بلوغت مہاراجہ صاحب مذکور انتظام ریاست کے لیئے کونسل آف ریجنسی کا مقرر ہونا ضروری ہوا۔ چنانچہ سردار جگدیپ سنگھ و بخشی رحیم بخش و دیوان ودے سنگھ یہ تینوں ریاست کے اعلےٰ اہلکار ممبران اجلاس کونسل مقرر ہوئے۔ ایک سال کے بعد دیوان اودے سنگھ و بخشی رحیم بخش کے مرجانے پر اُنکی جگہ خلیفہ سید محمد حسن خان و دیوان فتح سنگھ ممبر کونسل مقرر ہوئے۔ مگر افسوس کہ ممبران کونسل کو بجائے کرنے انتظام ریاست کے آپس کے نفاق کے جھگڑوں سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔ دھڑے بندی قایم ہوگئی۔ اور چراغ گل پگڑی غایب کا مقولہ صادق آنے لگا۔ بہ نسبت آقا کے فائدہ کے ہر ایک اہلکار کو اپنے فائدے اور لوٹ کی پڑ گئی۔ دیانتدار اور ریاست کی خیر خواہی کا خیال کرنیوالے اہلکار بہت کم تھے +

آخرکار جو نتیجہ دھڑبندی اور پارٹی فیلنگس سے نکلتا ہے وہ شروع ہوگیا۔ یعنی پہلے تو کلونت رائے دیوان کو جو واقعی نہایت نیک نیت اور حق پسند شخص تھا۔ بخشی بیر سنگھ وغیرہ کے خود غرض اور مفسدہ پرداز لوگوں نے میلر صاحب کمشنر انبالہ کے کان میں جھوٹ سچ پھونک کے مورد عتاب کرایا۔ اور ۱۸۶۷ء میں اس بیچارہ کو بہ منظوری گورنمنٹ ریاست سے علیحدہ کردیا گیا۔ دیوان مذکور نے اس کے بعد اپنی بود و باش بنارس اختیار کی۔ اور بیچارہ ستم رسیدہ تھوڑے ہی عرصہ تک وہاں زندہ رہکر انتقال کرگیا۔ مگر چاہ کن را چاہ درپیش کا معاملہ ہوا۔ جس پارٹی نے اپنے فائدہ کے لیئے دیوان کلونت رائے وغیرہ کو نیچا دکھایا تھا۔ اب اُسکے درمیان بھی آپس میں پھوٹ ہوگئی۔ اور ہر ایک ریاست کا کام چھوڑ کر ہر وقت اسی کوہونت میں رہنے لگا۔ کہ فلاں مہاراجہ کے منہ چڑھ گیا ہے۔ اُسکو مغلوب کرنا چاہیئے۔ فلاں معاملات ریاست میں زیادہ قابو طلب ہوگیا ہے۔ اُسکو گرانا چاہیئے۔ کوئی مہاراجہ کے پاس جاتا۔ کوئی کمشنر صاحب تک پہنچتا۔ غرض دن رات اسی قسم کا تماشا ہونے لگا۔ جس سے کلونت رائے کی پارٹی کو بہت فائدہ پہنچا۔ اور انکو اپنے انتقام لینے کا موقع ملا۔ چنانچہ وکیل نابھہ کی معرفت کمشنر صاحب انبالہ کے پھر کان بھرے گئے۔ اور آخرکار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جولائی سنہ ۱۸۶۹ء میں اُسنے پولیس انسپکٹر انبالہ کی معرفت جو دیوان کلونت رائے کو لے گیا تھا۔ خلیفہ محمد حسن و میر امداد علی و دیوان و منشی محمد حسین خان وغیرہ کو بھی انبالہ کمشنر صاحب کے حضور جانا پڑا۔ اور زیر نگاہ پولیس وہاں رہ کر ایک عرصہ تک مقدمہ کی پیشیوں کی تکلیف اُٹھانی پڑی۔ مگر اسی عرصہ میں خلیفہ صاحب کے گروہ نے اپنی خدمات خیر خواہانہ و وفادارانہ کا مہاراجہ صاحب سے اظہار کرکے انکو خوش کرلیا۔ اور انہیں اپنی طرف بنا کے مہاراجہ صاحب

کو اختیار حاصل ہونے پر اپنے فریق کے سرداروں کا جو واقعی نہایت ہشیار اور لایق تھے پھر وہی دَور دورہ کرادیا۔ جنہوں نے اختیار پاتے ہی دیوان فتح سنگھ و وزیر جگدیش سنگھ و منشی عبدالغنی وغیرہ اپنے مخالفوں کو ریاست سے علیحدہ کراکے اپنا انتقام لیا۔ اس مقدمہ کے بخیریت خاتمہ ہونے کی ایک خاص یہ بھی وجہ ہے۔ کہ انہی ایام میں مہاراجہ **مہندر سنگھ** والی پٹیالہ کو ہز رایل ہائینیس **ڈیوک آف اڈنبرا** کی ملاقات کے لیئے لاہور تشریف لے جانے کا موقع ہوا۔ جہاں نواب لاٹ صاحب بہادر کو مہاراجہ جموں و راجہ کپورتھلہ نے یہ یقین دلایا۔ کہ جبتک خاص مہاراجہ صاحب کو اختیارات نہ عطا ہوں گے۔ پٹیالہ کا فساد رفع ہونا بالکل غیر ممکن ہے۔ مہاراجہ صاحب کو دمیں ۲۵۔ فروری ۱۸۷۰ء کو بذات خاص حکمرانی کرنیکا اختیار دلوادیا۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب جب لاہور سے با اختیار ہو کر واپس ہوئے تو راستہ میں پہلے دو ایک دن کپورتھلہ کے مقام پر مہاراجہ رندہیر سنگھ صاحب بہادر کے ہاں مہمان رہے۔ بعدہ اُن سے رخصت ہو کر انبالہ سے خلیفہ سید محمد حسن خاں وغیرہ کی خلاصی کراتے ہوئے جب پٹیالہ میں داخل ہوئے۔ تو وہاں اختیارات پانے کی خوشی میں ایک دربار منعقد فرمایا جس میں تمام اہلکاران کو درجہ بدرجہ خلعت و انعام و اکرام عطا کیئے۔ خلیفہ سید محمد حسن خاں کو وزارت کا عہدہ دیا۔ اور اُنکے مخالفوں کو جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے ریاست سے نہ صرف بالکل علیحدہ کیا۔ بلکہ اُن کی تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ کی ضبطی کا بھی حکم صادر فرمایا۔ پھر سپاہ کی تنخواہ میں اضافہ کیا۔ اور اپنے لایق مشیر خلیفہ صاحب کی مدد سے انتظام ریاست میں مصروف ہوئے +

اب میں یہاں پر مہاراجہ صاحب بہادر کے اختیارات پانے سے پیشتر کے کچھ حالات ہدیہ ناظرین کرنا مناسب خیال کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ بعد وفات مہاراجہ **نرِندر سنگھ صاحب** کے انکی جگہ ۲۹۔ جنوری ۱۸۶۲ء کو **مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب** کی ۱۰ سال چار ماہ ۱۲ یوم کی عمر میں رسم مسند نشینی بڑی دہوم دہام سے ادا ہوئی۔ جناب لاٹ صاحب بہادر پنجاب نے خود مع اپنے اعلےٰ عہدیداروں کے پٹیالہ میں رونق افروز ہو کر یہ رسم ادا کی۔ اور گورنمنٹ کی طرف سے خلعت وغیرہ پیش ہوئے ہندوستان کے کل راجہ مہاراجوں کے اہلکار اور اینروئے ستلج کے چھوٹے بڑے سب رئیس اس جلسہ میں شریک تھے۔ اور یہ جلسہ ایسی کر و فر سے ہوا تھا۔ کہ پیشتر اسکے پٹیالہ میں کبھی ایسی رونق کا کوئی دربار نہیں ہوا + پھر اکتوبر ۱۸۶۴ء میں جب **لارڈ لارنس صاحب بہادر** گورنر جنرل نے لاہور میں ایک دربار پنجاب کے رؤسا کا منعقد فرمایا۔ جس میں مہاراجہ رنبیر سنگھ والی جموں بھی تشریف لائے تھے۔ تو مہاراجہ **مہندر سنگھ صاحب** بھی اُس دربار کی رونق افروزی کے لیئے پٹیالہ سے تشریف لائے تھے۔ بعد ازاں ۵ مارچ ۱۸۶۵ء کو مہاراجہ صاحب کی شادی کی رسم سردار رام نراین سنگھ فیض اللہ پوریہ کی دختر سے سرہند کے مقام پر سب طرح کی تیاریاں ہو کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ ادا ہوئی۔ اور جیسا کہ ہمارے ملک میں ایسے موقعوں پر فضول روپیہ لٹانے اور برباد کرنے کی رسم ہے۔ اسی طرح ۷ لاکھ روپیہ کے قریب اس شادی میں لٹا گیا۔ خاص سرہند کے مقام پر اس شادی کے ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ اول تو مہاراجہ صاحب پٹیالہ میں اسقدر بارات اور ہنگامہ کی خاطر تواضع کرنے کی طاقت نہ تھی۔ دویم اُس گانوں میں ہی اسقدر با افراط اور آرام طلب جگہ کا مہاراجہ صاحب

کے اتارے کے لیئے بہم پہنچانا بہت دشوار تھا۔ اسلیئے سردار نرائین سنگھ صاحب کی رضامندی سے شادی کا مقام سرہند تجویز کیا گیا

پھر امیر **شیر علی خاں** والی کابل کے ہندوستان میں آنے کی تقریب پر جو ایک عالیشان دربار ۵۔ مارچ سنہ ۱۸۶۹ء کو انبالہ

کے مقام پر جسمیں پنجاب اور ہندوستان کے قریبًا تمام مشہور مشہور والیان ریاست شریک ہوئے تھے۔ منعقد ہوا۔ اور

مہاراجہ **مہندر سنگھ صاحب بہادر** بھی اس دربار میں شامل ہوئے * پھر مارچ سنہ ۱۸۷۰ء میں جو دربار رونق افروزی

شہزادہ عالمیاں ہز رایل ہائینیس **الفرڈ رابرٹ صاحب بہادر** کا لاہور میں منعقد ہوا۔ اُس میں مہاراجہ صاحب

بہادر تشریف لیگئے۔ یہ دربار مہاراجہ صاحب کے لیئے ایسا مبارک ہوا۔ کہ یہاں سے اختیارات حکمرانی حاصل کرکے واپس ہوئے

اسی اثناء میں پنجاب یونیورسٹی قایم ہوئی۔ اور مہاراجہ صاحب بہادر نے اپنی عالی ہمتی اور دریادلی سے ۵۲ ہزار روپیہ

یونیورسٹی پنجاب کو عطا فرمایا۔ پھر مہاراجہ صاحب **لارڈ میو صاحب بہادر** وایسرائے ہند کے بلانے سے شملہ

تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے اُنکو نائٹ گرینڈ کمانڈر طبقہ عالی ستارۂ ہند کا خطاب ملا *

شملہ سے واپس آکر مہاراجہ کو اپنے بہنوئی رانا صاحب دہولپور کی وفات پر ماتم پرسی کے لیئے وہاں جانا پڑا۔ پھر وہاں سے

واپس تشریف لاکر اسی سال میں مہاراجہ صاحب نے جناب لفٹنٹ گورنر صاحب ممالک پنجاب کی درخواست پر دریائے

ستلج کے ریلوے پل کی رسم افتتاح ادا فرمائی *

۲۲۔ نومبر سنہ ۱۸۷۰ء کو مہاراجہ صاحب بہادر نے پٹیالہ میں ایک دربار عام کیا۔ جسمیں **سر لیپل گریفن صاحب** وغیرہ

صاحبان عہدیداران گورنمنٹ بھی شامل تھے۔ اس دربار میں مہاراجہ صاحب نے اپنے عہدیداران ریاست کو ۷۰ ہزار

روپیہ کی خلعت سونے کے کڑے اور دوشالے وغیرہ عطا فرمائے۔ اور خلیفہ محمد حسن صاحب وزیر اعظم و ماسٹر

رام چند و دیوان امداد علی خانصاحب و میر منشی محمد حسین صاحب اعلےٰ عہدیداران کو بصلہ خدمات احسنہ ایک ایک ہزار

روپیہ کی آمدنی کے گاؤں ہمیشہ کے لیے عطا فرمائے۔ پھر اسی سال میں مہاراجہ صاحب نے علاقہ نارنول وغیرہ کا بھی دورہ فرمایا

بعد ازاں ۲۰۔ جنوری سنہ ۱۸۷۱ء کو مہاراجہ **مہندر سنگھ** صاحب بہادر کلکتہ جانے کے لیئے سوار ہوئے اور وہاں

پہنچ کے طبقہ عالی ستارہ ہند کا خطاب ایک عام لیوی دربار میں جو خاص اسی کام کے لیئے منعقد ہوا تھا۔ حاصل کرکے

گیا۔ پٹنہ۔ بنارس وغیرہ مقامات کی سیر کرتے ہوئے مارچ کے مہینے میں واپس پٹیالہ تشریف لائے *

۳۱۔ اکتوبر سنہ ۱۸۷۱ء کو مہاراجہ **بھگوان سنگھ صاحب بہادر** والی نابھہ نے سل کے عارضہ سے لاولد انتقال

فرمایا۔ اُنکی جگہ مہاراجہ **مہندر سنگھ** نے بہ مشورہ راجہ جیند حسب منشاء دفعہ سیوم سند مورخہ ۵۔ مئی سنہ ۱۸۶۱ء سردار

ہیرا سنگھ صاحب بڈرکھاں والہ کو جو چودہری تلوکا کی اولاد میں سے اس ریاست کے حقدار تھے۔ تجویز فرمایا۔

چنانچہ حسب منظوری گورنمنٹ ۱۰۔ اگست سنہ ۱۸۷۱ء کو سردار **ہیرا سنگھ صاحب** کی معمولی رسم مسند نشینی ادا کی گئی

اور ریاست نابھہ کے راجہ بنائے گئے *

اسکے بعد مہاراجہ **مہندر سنگھ صاحب** شملہ تشریف لیگئے۔ اور وہاں لاٹ صاحب بہادر سے ملاقات کر کے وہاں کے یتیم خانہ کو ۱۲ ہزار روپیہ دیکر جب پٹیالہ واپس آئے۔ تو یہاں تعلیم کیواسطے پٹیالہ میں ایک خاص کالج جسکا نام **مہندر کالج** رکھا گیا بننے کا حکم دیا۔ اور ساٹھ ہزار روپیہ اُسکے خرچ کے لیئے منظور فرمایا۔ ماسٹر رام چند صاحب ڈائرکٹر مقرر ہوئے۔ اور لالہ گردہاری لعل وغیرہ دو اشخاص انسپکٹر+

اسی سال میں پٹیالہ شہر تک تار برقی جاری کیگئی۔ اور مہاراجہ صاحب کی پے در پے درخواست سے نہر سرہند کا نکالنا بھی گورنمنٹ نے منظور کرلیا۔ دو کروڑ ۹۸ لاکھ چار ہزار دو سو ۷۷ روپیہ اس نہر کی عمارت کا تخمینہ ہوا جسمیں سے ایک کروڑ ۱۵ لاکھ بائیس ہزار ایک سو ۷۶ روپیہ راجگان پھول کا بہ تفصیل ذیل اور بقیہ گورنمنٹ کا۔ ۲۰ ۶ء ۵ ۴۸ راجہ جیند۔ اور ۷۷ ۔ ۴۷ ۔ ۹۹ مہاراجہ نابھہ۔ باقی رقم مہاراجہ صاحب پٹیالہ۔ اس نہر سے اس ریاست کو بہت فائدہ پہنچا+

مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب چونکہ ایک تعلیم یافتہ اور نہایت لایق والی ملک تھے۔ اسوجہ سے اُن کو اپنی رعایا کی بہبودی اور رفاہ عام کے کاموں کا بہت خیال رہتا تھا۔ انہوں نے پہلے اپنے وقت میں تعلیم کے لیئے جابجا مدرسے اور کالج قایم کیئے۔ پھر کاشتکاروں کی آبادی کے لیئے نہر کی تعمیر کی تجویز کی۔ اب جابجا شفاخانہ بھی جاری کرنے کا حکم دیا۔ ۱۸۷۴ء میں مہاراجہ صاحب تقریب مسند نشینی راجہ بکرمان سنگھ پر فریدکوٹ تشریف لیگئے۔ پھر اسی سال نومبر کے مہینے میں مہاراجہ صاحب دیوالی کے میلہ پر امرتسر جی میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں ہرمندر جی کا نہایت اعتقاد سے درشن کیا۔ علاوہ ۱۸ ہزار روپیہ نقد پوجا گرنتھ صاحب کے مہاراجہ نے ۵۱ ہزار روپیہ اسواسطے ارداس کرایا۔ کہ اُسکی آمدنی سے ہمیشہ ایک عام خیراتی لنگر دربار صاحب میں جاری رہے۔ مگر یہ روپیہ ریاست میں ہی رہا۔ دربار صاحب کو ابتک نہیں دیا گیا۔ بعدہٗ مہاراجہ صاحب امرتسر سے روانہ ہو کر لاہور اور ملتان کی سیر کر کے واپس پٹیالہ گئے۔ پھر مہاراجہ صاحب ۱۸۷۷ء کے دربار گورنری منعقدہ دہلی میں شریک ہوئے۔ اور جب جون ۱۸۷۵ء میں حضور شہزادہ **پرنس آف ویلز** سیر ہندوستان کے لیئے تشریف لائے۔ تو مہاراجہ صاحب نے سب سے پہلے کلکتہ پہنچکر حضور ممدوح سے ملاقات کی۔ اور پھر شہزادہ صاحب نے بھی پنجاب میں آنے کے وقت راجپورہ کے مقام پر جو علاقہ ریاست پٹیالہ میں واقع ہے۔ مہاراجہ صاحب کو اپنی بازدید ملاقات سے اعزاز بخشا+

مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب بہادر کی وفات

بعد ازاں مہاراجہ صاحب کو اپنے پہلے ولیعہد کے انتقال سے جو سمت ۱۹۲۴ بکرمی میں پیدا ہو کر سمت ۱۹۳۲ بکرمی میں فوت ہو گیا۔ ایسا غم ہوا۔ کہ وہ دن بدن اُسی رنج و الم میں لاغر ہوتے گئے دوسرے شراب خوری کی کثرت سے بھی اُن کی تندرستی کو سخت نقصان پہنچا۔ اور آخیر کو وہ ۱۲ - اپریل ۱۸۷۶ء کو ایک دن شکارگاہ سے شام کے وقت واپس آتے ہوئے شراب کا گلاس پیتے ہی جو اُن کے لیئے زہر قاتل ہوگیا یکایک ایسے سخت بیمار ہوگئے۔ کہ بغیر کہنے سننے یا وصیت کرنے کے شکارگاہ میں ہی بیدم ہوگئے۔ اور پٹیالہ

پہنچنے سے پیشترہی یا وہاں پہنچ کر تھوڑے ہی عرصہ میں انکی روح پرواز کرگئی ؎ حیف درچشم زدن صحبتِ یار آخر شد روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد۔ لیکن مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب کی اس ناگہانی وفات کا حال ایک پیچیدہ اور مشتبہ امر ہے۔ عام شہرت ایسی ہے۔ کہ وہ دل میں طرح طرح کے توہمات پیدا کرتی ہے۔ اور بجز اس کے جو گورنمنٹ کا فیصلہ ہوا کوئی قطعی رائے قایم نہیں ہو سکتی +

مہاراجہ مہندر سنگھ صاحب ایک نہایت لایق اور تعلیم یافتہ نوجوان والی ملک تھے۔ اُن کو جب تجربہ سے معلوم ہوگیا۔ کہ اُن کی ریاست میں کم ایسے اہلکار ہیں۔ جو واقعی دیانتدار اور خیر خواہ ریاست سمجھے جاویں۔ یا خیر ریاست کے کل انتظام مال و ملکی کا بلا کسی قسم کی نگرانی کے بھروسہ کیا جاوے۔ تو انہوں نے ہر ایک اہلکار کے کام کی خود نگرانی شروع کی۔ حتے کہ کئی اہلکاروں کو جن کے چال و چلن میں شک معلوم ہوا۔ مہاراجہ صاحب نے معزول کر کے قید کر دیا۔ اور لوگوں کا عام بیان ہے کہ مہاراجہ صاحب کی نگاہ اپنے اعلےٰ درجہ کے اہلکاروں سے بھی پھر گئی۔ اور عنقریب تھا۔ کہ وہ اُن کے چال چلن کی بھی تحقیقات کرتے۔ مگر لایق اور چالاک اہلکاروں نے قبل اس کے کہ اُن کی خبر لیجاتی۔ خود مہاراجہ مہندر سنگھ کو اُنکے خانگی نوکروں سے سازش کر کے شراب میں زہر ڈلوا کر چیت کر دیا۔ اس قسم کا عام شک ہونے کی خاص ایک یہی وجہ ہوئی۔ کہ مہاراجہ مہندر سنگھ کی لاش جلانے میں بہت جلدی کی گئی۔ ڈاکٹر کا انتظار نہ کیا گیا۔ گورنمنٹ کی طرف سے اس شہرت کی چھان بین تو بہت ہوئی۔ مگر چونکہ لاش جل چکی تھی۔ اور باقی کوئی دوسرا پختہ ثبوت شہرت کی تائید میں دستیاب نہیں ہوا۔ اسوجہ سے یہ افواہ اس خیال سے کہ ان ریاستوں میں رئیس کی ناگہاں وفات کو عموماً قدرت خدا سے کبھی خیال نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ ایسی ایسی جھوٹی اتہام سے نامزد کرتے ہیں۔ قابل اعتبار نہ سمجھی گئی +

مہاراجہ مہندر سنگھ کے بعد اس ریاست کا انتظام کونسل آف ریجینسی کے متعلق ہوا۔ اس کونسل میں سردار دیوا سنگھ کے سی۔ ایس۔ آئی سولہ سو ماہواری تنخواہ پر پریذیڈنٹ کونسل مقرر ہوئے۔ اور نامدار خاں صاحب ناظم چودھری چڑت سنگھ دونوں پندرہ پندرہ سو ماہوار کے ممبر ہوئے۔ اس کونسل نے چودہ برس تک ریاست کا انتظام ایسی خوش اسلوبی اور نیک نیتی سے نباہا۔ کہ حکام گورنمنٹ اور رعایا دونوں خوش رہے۔ سردار دیوا سنگھ اس کونسل کا پریذیڈنٹ ایک نہایت بیدار مغز اور منتظم شخص تھا۔ اُس نے اپنے ذاتی اخلاق و تمدن سے اپنی مخالف پارٹی کی جو ہمیشہ اسی فکر میں رہتے تھے۔ کہ اس کو مغلوب کرے۔ کچھ پیش نہیں جانے دی۔ اُس کا قول تھا۔ کہ "سانچ کو کیا آنچ" جیسے کچھ فائدہ عام و عامہ خلایق کے کام اس کونسل کے وقت میں ہوئے۔ پیشتر کبھی پٹیالہ کی ریاست میں کسی رئیس کے عہد میں نہیں ہوئے تھے۔ نہر سرہند۔ راجپورہ سے بھٹنڈہ تک ریل۔ مہندر کالج وغیرہ سب جن پر لاکھوں روپیہ ریاست کا خرچ ہوا اسی کونسل کے عہد میں خاص سر سردار دیوا سنگھ کی نگرانی سے بنے۔ باوجود ان اخراجات کے جب کونسل نے اپنا چارج دیا۔ اُسوقت ایک کروڑ روپیہ خزانہ میں جمع چھوڑا +

مہاراجہ **راجندر سنگھ** کی ہمشیرہ کی شادی شہزادپور کے سردار جیون سنگھ کے ساتھ بیساکھ سمت ۱۹۴۱ بکرمی میں اسی کونسل کے عہد میں بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ اور خاص مہاراجہ صاحب موصوف کی بھی شادی ۲۷ بیساکھ سمت ۱۹۴۵ میں سردار نراین سنگھ مان ساہبہ چوکیریاں والے کی دختر سے بڑی شان و شوکت سے انجام پائی۔ پھر اسی سال میں ۲۰ پھاگن کو کنور صاحب مہاراجہ کے چھوٹے بھائی کی شادی بھی سردار لہنا سنگھ کرم گڈھ والے کی بیٹی سے بڑے کروفر کے ساتھ ہوئی۔ غرض یہ سب کام اسی کونسل کے عہد میں ہوئے جس پر کروڑ روپیہ سے زیادہ خرچ ہوا۔ مگر کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔

بعد ازاں اسوج سمت ۱۹۴۷ بکرمی (اکتوبر ۱۸۹۰ء) میں مہاراجہ **راج اندر سنگھ صاحب بہادر** با اختیار ہوئے اور کونسل آف ریجنسی کا اجلاس ختم ہوا۔ مہاراجہ صاحب موصوف نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ایک عالیشان دربار فرمایا۔ جس میں انہوں نے ممبران کونسل کی بے نظیر خدمات کا شکریہ ادا کر کے اُن کو پنشن دی۔ اور خلیفہ **محمد حسن صاحب** کو بدستور وزارت کے عہدہ پر قایم رکھا۔ جو ابتک ریاست کے کاربار کو نہایت ہوشیاری اور لیاقت سے انجام دے رہے ہیں۔

مہاراجہ صاحب ایک بڑے ہونہار اور لایق نوجوان تعلیم یافتہ والی ملک ہیں۔ خیالات بڑے وسیع اور آزاد ہیں پولو اور گھوڑدوڑ کے کھیل میں ایسے مشاق ہیں۔ کہ اچھے اچھے انگریز کھلاڑی۔ جو اس کھیل کے موجد ہیں۔ وہ بھی مہاراجہ کے سامنے ہیچ ہیں۔ شکار میں بھی علیٰ ہذا بہت مہارت ہے۔ سور کو بھالے سے مارتے ہیں فیاضی میں حاتم سے کم نہیں۔ تعلیم کا بہت شوق ہے۔ سمت ۱۹۴۷ بکرمی میں خالصہ کالج کی قایمی کے لیئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔ اور ایسے ایسے رفاہ عام کے کاموں میں نہایت فیاضی اور دریادلی سے حصہ لیتے ہیں۔ انگریزی طریقہ کے اخلاق و طرز معاشرت بہت پسند رکھتے ہیں۔ دسہرہ ۱۸۹۱ء کے دن مہاراجہ **راج اندر سنگھ صاحب بہادر** کے یہاں ولیعہد ریاست پیدا ہوا۔ اور یہ مبارک خبر مہاراجہ کو خاص اُسوقت شملہ سے بذریعہ تار جب حضور ممدوح دسہرہ کے دربار کے لیئے تشریف لے جاتے تھے۔ ملی۔ اس خوشی میں ہزارہا روپیہ خیرات کیا گیا۔ اور اہلکاروں کو خلعتیں و نوکروں چاکروں کو انعام و اکرام دیئے گئے۔

اس ریاست میں فوج کی تعداد آٹھ نو ہزار کے قریب ہے۔ جسمیں سے ۱۷ سو فوج افواج سرکار انگریزی کی امداد کے واسطے علیحدہ بالکل انگریزی قاعدہ پر تیار رہتی ہے۔ اور افواج انگریزی کے ساتھ کیمپ آف اکسرسائز میں ہر سال شامل ہوا کرتی ہے۔ کل فوج کے افسر یعنی سپہ سالار بخشی **گنڈا سنگھ صاحب بہادر** سی۔ ایس۔ آئی ایک بڑے لایق اور جوانمرد شخص ہیں۔ سردار **گوردت سنگھ صاحب** تمام فوج کے جنرل ہیں۔ وہ بھی فوجی کام کے ایک تجربہ کار اور لایق افسر ہیں۔ مہاراجہ صاحب پٹیالہ کو وائسریگل دربار میں مہاراجہ جموں و کشمیر سے

دوسرے درجہ پر اور پنجاب کے دیگر تمام رؤسا سے اوپر جگہ ملتی ہے۔ اور ۱۷۔ توپ کی سلامی مقرر ہے ✣

اس ریاست میں مفصلہ ذیل اشخاص اعلے افسروں میں سے ہیں۔ جو سب اعلے خاندان سے ہیں:-

خلیفہ **سید محمد حسن صاحب** وزیر اعظم۔ **سید محمد حسین صاحب** میر منشی۔ بخشی **گنڈا سنگھ صاحب** دیوان **گورمکھ سنگھ صاحب**۔ سید **تفضل حسین صاحب** عدالتی۔ ان میں سے وزیر اعظم کی تنخواہ پندرہ سو ہے۔ اور بقیہ چار افسروں کی تنخواہ مساوی یعنی ساڑھے سات سات سو روپیہ ماہواری ہے۔ باقی ہر ایک کے خاندان کی مفصل تواریخ کے واسطے دیکھو حصہ چہارم ✣

اس ریاست کا رقبہ [illegible] ہزار میل مربع ہے۔ جس میں ۱۵۱۔ لاکھ سے زیادہ آبادی ہے۔ اور کل آمدنی کا تخمینہ بابت سمت ۱۹۴۹ بکرمی کے [illegible] لاکھ [illegible] حسب تفصیل ذیل ہے:-

اراضی خالصہ	سڑک	مدرسہ	شفاخانہ	ڈاکخانہ	زرکمیشن کھمانوں	بھدوڑ وغیرہ
[illegible] لاکھ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

بھکمل تحصیل معافی داران	آبکاری و بھنگ افیون وغیرہ	باغات	سنبر منڈی وغیرہ	کرایہ دوکانات
[illegible]	یک لاکھ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چونگی	کان سنگ وغیرہ	جنگلات	آبپاشی	میلہ منڈی	ٹھیکہ شورہ وغیرہ	ٹکسال
[illegible]	[illegible]	[illegible]	دولاکھ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

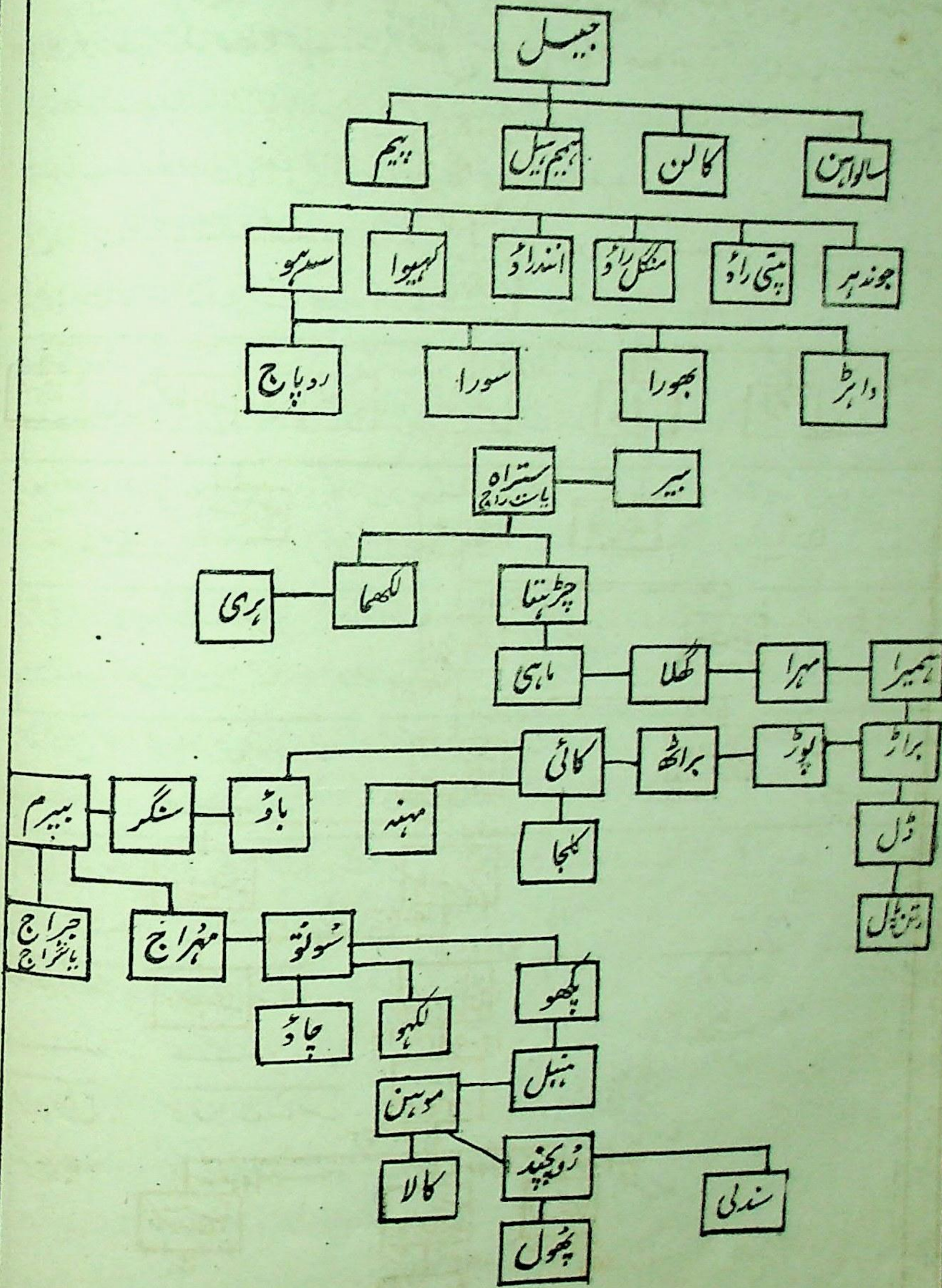
فوجداری	غیر حاضری قصور واران	محصول ڈاکخانہ لفافہ ٹکٹ وغیرہ	تار برقی	محصول اعرابہ وغیرہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

محصول بکریاں وغیرہ	محصول شتراں	جیلخانہ کے کارخانے	گل برف	فیس مدرسہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

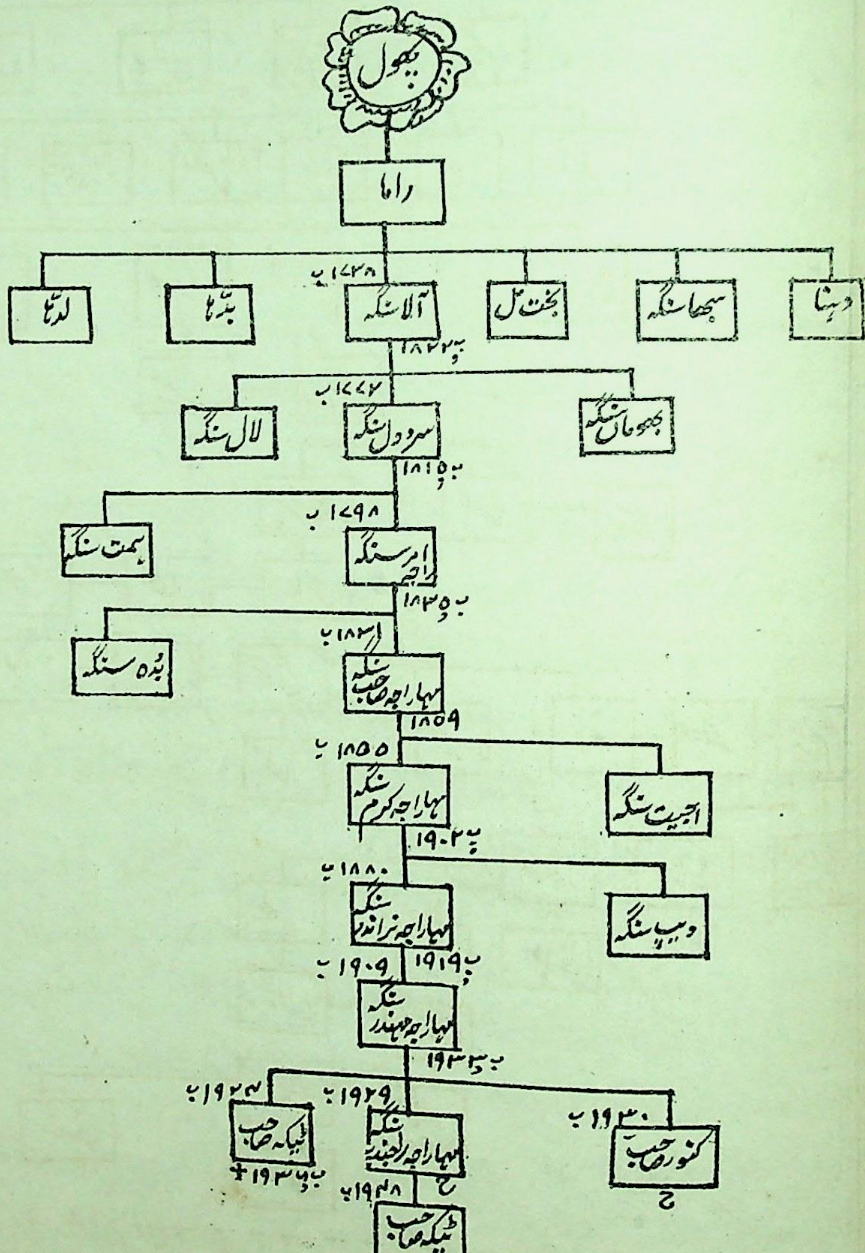
صفائی شہر	محصول پڑاوہ	میر بحری	گھراٹ	سود و نوٹ ہا	ماہی گیری
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	دو لاکھ [illegible]	[illegible]

کرایہ ریل	کاغذات شامپ	متفرق	کل میزان
تین لاکھ	یک لاکھ [illegible]	یک لاکھ [illegible]	[illegible] لاکھ [illegible]

پھول کا شجرۃ النسب



شجرہ خاندان پٹیالہ



خاندان نابھہ

یہ خاندان بھی اُسی درخت کی ایک اعلےٰ شاخ ہے جس سے ریاست پٹیالہ نمودار ہوئی۔ یعنی چودھری **پھول** کا سب سے بڑا بیٹا تلوک سنگہ المعروف تلوکا اس خاندان کا مورث اعلےٰ ہے۔ اور چونکہ اُسکو اپنے باپ کی جگہ دربار دہلی سے چودہرات کا درجہ ہی ملا۔ اسوجہ سے خاندان نابھہ اپنا درجہ پٹیالہ اور جیند دونوں سے زیادہ خیال کرتا ہے +

سمت ۱۷۳۳ بکرمی میں چودھری پھول کی وفات کے بعد **تلوکا** جو سمت ۱۷۱۶ بکرمی میں پیدا ہوا تھا اُسکا جانشین ہوا۔ اور سمت ۱۷۶۱ میں اُسنے **گورو گوبند سنگہ صاحب** سے دمدمہ کے مقام پر پاہل لیکر اپنا نام تلوک سنگہ رکھا۔ اور جبتک زندہ رہا اپنے گردنواح کے ملک کا مالگذار شاہی بنا رہا۔ اور اُس ذریعہ سے اُس ملک کی عدالت بھی اُسیکے ہاتھ میں رہی۔ اِسنے معہ اپنے چھوٹے بھائی رام سنگہ المعروف **راما** بزرگ خاندان پٹیالہ کے موضع پھول میں آنکر بڑی ناموری حاصل کی۔ اور دونوں بھائیوں نے ملک بھائی روپا کے وغیرہ دیہات آباد کیئے جنمیں ہردو برادران کی اولاد کا ابتک مساوی حصہ چلا آتا ہے دربار صوبہ سرہند میں بھی انکی ہمیشہ عزت ہوتی۔ مگر جب سمت ۱۷۶۱ بکرمی میں **گورو گوبند سنگہ صاحب** کے دونوں صاحبزادے چمکور کے مقابلہ میں لڑکر شہید ہوگئے۔ اور اِن دونوں بھائیوں نے جو وہاں جنگ ختم ہونے پر پہنچے صاحبزادگان کی نعشوں کو اُٹھاکر ایک اُپلوں کے انبار میں رکھ کر جلا دیا۔ تو صوبہ دار سرہند نے اِن کو اس الزام میں گرفتار کرکے قید کردیا۔ آخرکار انہوں نے جب اپنی رہائی کی کوئی صورت نہ دیکھی۔ تو پاگل بن کے وہاں سے بمشکل تمام چھوٹے۔ جب یہ خبر گورو صاحب کو ملی۔ تو انہوں نے دونوں بھائیوں کے نام سمت ۱۷۶۳ بکرمی میں اپنی خوشنودی مزاج کا ایک حکمنامہ بھیجا جس میں یہانتک لکھا۔ کہ "تیرا گھر سو میرا گھر۔ اور میرا گھر سو تیرا گھر"۔ "تمہاری پھول کی باڑی ہمیشہ پھولتی اور پھلتی رہیگی"۔ یہ حکمنامہ ریاست نابھہ میں ابتک نہایت عزت وحرمت کے ساتھ رکھا ہوا ہے +

آخر چودہری تلوک سنگہ جو واقعی نہایت نیک مزاج اور فیاض شخص اپنے گوروؤں کا دلی معتقد تھا سمت ۱۷۸۶ بکرمی میں راہی ملک بقا ہوگیا۔ یہ موضع روڑہ میں چودھری سیدو کی بیٹی مسماۃ بختو سے بیاہا گیا تھا۔ جس سے دو بیٹے گوردت سنگہ اور سُکھ چین سنگہ پیدا ہوئے + سُکھ چین سنگہ خاندان جیند کا مورث اعلےٰ بنا۔ اور گوردت سنگہ خاندان نابھہ کا۔ چودہرات کا خطاب بڑے ہونے کی وجہ سے **گوردت سنگہ** کو ملا + اسکی شادی موضع موڑ کے سردار سردُول سنگہ کی دختر راجکور سے ہوئی جسسے ایک لڑکا **صورتیا سنگہ** سمت ۱۷۶۹ بکرم میں پیدا ہوا +

موضع پھول پہلے سُکھ چین سنگہ کے قبضہ میں تھا۔ مگر اِسکے مرنے کے بعد جب اُسکی عورت معہ اپنے بیٹوں کے اپنے میکے موضع منڈی میں چلی گئی۔ تو قریب سے موقع پاکر **گوردت سنگہ** نے اُس پر قبضہ کرلیا۔ چنانچہ ابتک موضع پھول

ریاست نابھہ کے قبضہ میں ہے +

سمت ۱۷۷۵ بکرمی میں گوت جونڈے کے زینداروں نے **گوردت سنگھ** کو اپنی زمین کے جھگڑے کا تصفیہ کرنے کے لیے مقرر کیا۔ اسنے بعد تصفیہ تنازع وہاں کے زمینداروں کو خوش کرکے اُنسے دہناکہ کا تہہ (کھنڈر) لیکر وہاں دہنولہ کے نام سے ایک گانوں آباد کیا۔ اور وہاں اپنی ریاستگاہ قایم کی۔ بعد ازاں سمت ۱۸۱۳ بکرمی میں گوردت سنگھ نے سنگرور ایک اور گانوں آباد کیا۔ جو ایک عرصہ تک رئیس نابھہ کی دارالسلطنت رہا۔ مگر پیچھے سے رئیس جیند نے موضع بھوڑل کے عوض دغابازی سے اپنے قبضہ میں کرلیا +

اگرچہ **گوردت سنگھ** نے بروقت زوال سلطنت مغلیہ اور بھی بہت سے دیہات اپنے قبضہ میں کرلیئے۔ اور بہت خوشحال ہوگیا۔ مگر اس کی اپنے حقیقی بھائی سنگھ چین سنگھ سے ہمیشہ کھٹاپٹ رہتی تھی۔ اور ہمیشہ طرفین میں کشت و خون ہوتا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک روز ان آپس کے ہی مقابلوں میں دہنولہ کے مقام پر **گوردت سنگھ** کا اکلوتا بیٹا صورتیا سنگھ جو ایک نہایت جوانمرد اور ہونہار شخص تھا۔ زنبور کے پھٹ جانے سے سخت زخمی ہوکر بکرم سمت ۱۸۰۹ میں انتقال کرگیا +

صورتیا سنگھ کے دو بیٹے تھے۔ ہمیر سنگھ و کپور سنگھ۔ جنمیں سے سمت ۱۸۱۳ بکرم میں چودہری **گوردت سنگھ** کی وفات کے بعد **ہمیر سنگھ** اُسکا جانشین ہوا۔ اور سمت ۱۸۲۷ بکرم میں **کپور سنگھ** نے کپورگڈہ کے نام سے ایک گاؤں آباد کرکے اپنی بود و باش وہاں اختیار کی۔ سنگرور۔ پکھو۔ بنڈیالہ وغیرہ دیہات پر بھی اُسکا قبضہ رہا۔ مگر اُسکی عمر نے کچھ وفا نہ کی۔ اور وہ سمت ۱۸۳۳ بکرم میں ۳۲ سال کی عمر طے کرکے اس جہان سے کوچ کرگیا۔ اُسکی بیوہ راجکور کو جو سُجان سنگھ مان شاہیہ کی بیٹی تہی۔ چودہری ہمیر سنگھ نے سکھوں کی رسم کے بموجب چادر ڈالکر اپنے گھر میں ڈال لیا۔ اور اسطرح اپنے بھائی کپور سنگھ متوفی کے کل علاقہ کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اس مدخولہ رانی سے بہدوڑ کے مقام پر سمت ۱۸۳۲ میں راجہ **جسونت سنگھ** وارث ریاست نابھہ پیدا ہوا +

چودہری **ہمیر سنگھ** کے علاوہ اس رانی کے جسے ولیعہد پیدا ہوا۔ تین اور رانیاں تھیں۔ منجملہ اُن کے رانی دیسو دختر چودہری ملکھی سنگھ روڑیسی والہ سے دو لڑکیاں سبھاکور اور سداکور تھیں۔ بقیہ رانیوں میں سے کسی کے اولاد نہیں ہوئی۔ البتہ ناگاں نام طوایف سے ایک لڑکا مکھن سنگھ پیدا ہوا۔ جسکی شادی راجہ **جسونت سنگھ** نے نرمانہ گوت کے زینداروں کی لڑکی سے کرکے اُسکو بھی اپنی برادری میں ملالیا +

چونکہ چودہری ہمیر سنگھ علاوہ خوش طبع اور خلیق ہونے کے جوانمرد اور عقلمند رئیس تھا۔ اسلیئے اُسنے راجہ **آلا سنگھ** والی پٹیالہ اپنے بھائی کے ہمراہ ہر ایک معرکہ میں شامل رہکر اپنے علاقہ کو بڑہا لیا۔ اور سمت ۱۸۱۶ بکرمی میں نابھہ اور ناجھی کو جو چھوٹی چھوٹی بستیاں علیحدہ علیحدہ آباد تھیں۔ ملاکر صرف ایک قصبہ نابھہ کے نام سے

آباد کیا۔ اور اُسکو اپنی دار السّلطنت قرار دیا۔ قلعہ نابھہ اور پٹیالہ دونوں کی ایک تاریخ میں بنیاد رکھی گئی +

سمت ۱۸۱۹ بکرمی میں بھادسوں کا پرگنہ بھی اسی ریاست کے قبضہ میں آگیا۔ اور چودھری ہمیر سنگھ نے اپنی ذاتی لیاقت وشجاعت سے اپنی ریاست کو بہت ترقی دی۔ سمت ۱۸۲۰ بکرمی میں جب سکھوں نے سرہند کو غارت کرکے وہاں کے حاکم زین خاں کو قتل کیا۔ تو چودھری ہمیر سنگھ کو بھی جو اپنے بھائی آلا سنگھ کیساتھ امداد پنتھ خالصہ میں بہمہ تن معروف تھا۔ اُس فتح کے صلہ میں پرگنہ آملوہ ہاتھ لگا +

سمت ۱۸۲۲ بکرمی میں جب رحیم داد خاں حاکم ہانسی حصار نے جیند پر حملہ کیا۔ تو اُسوقت چودھری ہمیر سنگھ بھی معہ اپنی فوج کے ریاست جیند کی مدد پر گیا۔ اور آخرکار جب ایک خونخوار لڑائی کے بعد رحیم داد خاں مارا گیا۔ اور اُسکے ملک پر راجگان پھول نے قبضہ کرلیا۔ تو اس جدید فتح کے حصّہ میں پرگنہ روڑی کا جو سرسہ کے قریب واقع ہے چودھری ہمیر سنگھ کے قبضہ وتصرف میں آیا۔ اسی سال میں چودھری ہمیر سنگھ نے نابھہ کی ریاست میں اپنا سکہ جو ایک خودمختاری کی علامت ہے جاری کیا +

اب اِسکے بعد سمت ۱۸۳۲ بکرمی میں چودھری ہمیر سنگھ کے اقبال نے تھوڑے دنوں کے لیئے پلٹا کھایا۔ اور راجہ گجپت سنگھ والی جیند نے اُسکو اپنے گھر بلاکر فریب سے قید کردیا۔ جسکا مفصّل قصّہ یوں ہے۔ کہ جب راجہ گجپت سنگھ نے سمت ۱۸۳۱ بکرم میں بڈرکھاں کے مقام پر اپنی دختر راجکور کی شادی سردار مہاں سنگھ شکرچکیہ (والد مہاراجہ رنجیت سنگھ) کے ساتھ کی تھی۔ اُسوقت اسکے چند آدمیوں کو جو ریاست نابھہ کی بیڑ (رکھ) میں جو (بڈرکھاں کے نزدیک ہے) گھاس کاٹنے چلے گئے تھے چودھری ہمیر سنگھ کے اہلکار یعقوب خاں المعروف کوبے خاں نے مارپیٹ کر وہاں سے نکالدیا تھا۔ ایک تو راجہ جیند کے دل میں اِس بات کا رنج گذرا۔ دوسرے اسکی نابالغی میں چودھری ہمیر سنگھ کے والد نے موضع پھول کو جو پہلے ریاست جیند کے قبضہ میں تھا فریب سے اپنے تحت میں کرلیا۔ ان دونوں باتوں سے راجہ گجپت سنگھ ہمیشہ اسی فکر و تجسّس میں رہتا تھا۔ کہ کوئی ایسا موقع ملے۔ جس سے ہمیر سنگھ کو گرفتار کرکے اس سے اپنا انتقام لیا جائے۔ چنانچہ سمت ۱۸۳۲ بکرم کے شروع میں راجہ جیند نے اپنے تئیں بیمار مشہور کرکے چودھری ہمیر سنگھ کو بلا بھیجا۔ جب وہ معہ اپنے معتمد یعقوب خاں کے موضع بڈرکھاں میں عیادت کے لیئے راجہ گجپت سنگھ کے گھر پہنچا۔ تو اُسنے اسیوقت چودھری ہمیر سنگھ کو قید کردیا۔ اور اُسکے اہلکار یعقوب خاں کو قتل کروادیا۔ بعد ازاں پرگنہ بھادسوں وآملوہ پر راجہ گجپت سنگھ نے اپنا قبضہ کرکے سنگرور کا محاصرہ کرلیا۔ چودھری ہمیر سنگھ کی رانی دیسو چار ماہ تک اُسکے مقابلہ میں لڑتی رہی۔ اور اپنی ذاتی ہمّت وشجاعت سے شہر پر اُسکا قبضہ نہ ہونے دیا۔ آخر جب رانی مذکور نے ریاست پٹیالہ سے امداد چاہی۔ تو رئیس پٹیالہ نے عمرا خاں رئیس مالیر کوٹلہ و رائے احمد رئیس رائے کوٹ کو راجہ گجپت سنگھ کے پاس بھیجکر چودھری ہمیر سنگھ کو قید سے رہا کرادیا۔

مگر اس ہل چل میں راجہ جیند نے سنگرور پر اپنا قبضہ کر ہی لیا +

چودہری **ہمیر سنگہ** نے رہا ہوتے ہی اپنے داماد سردار صاحب سنگہ رئیس گجرات کی امداد سے جسکے ساتھ اُسکی دختر سبہا کور کتخدا ہوئی تہی پرگنات بہادسوں و املوہ کو پھر رئیس جیند سے بجنگ واپس لے لیا۔ اور سنگرور لینے کی کوشش ہی میں تھا۔ کہ اجل کا پیام آگیا۔ اور وہ سمت ۱۸۴۱ بکرم میں انتقال کر گیا +

راجہ جسونت سنگہ کا گدی نشین ہونا

چودہری **ہمیر سنگہ** کے بعد اُسکا بیٹا راجہ **جسونت سنگہ** جو سمت ۱۸۳۲ بکرم میں رانی راجکور کے شکم سے پیدا ہُوا تھا۔ ۸ برس کی عمر میں جانشین ہُوا۔ مگر اُسکی نابالغی کے ایام میں رانی دیسو اُسکی سوتیلی ماں نے (جو چودہری **ہمیر سنگہ** کے قید ہونے کیوقت راجہ گجپت سنگہ سے بڑی دلیری کیساتھ چار ماہ تک برابر لڑتی رہی تہی۔) با مداد اپنے داماد سردار صاحب سنگہ گجراتیہ و سردار جے سنگہ گھنیا رئیس پٹیالہ جسکے ساتھ رانی مذکور کی دوسری لڑکی سدا کور بیاہی ہوئی تہی۔ ریاست کا انتظام پانچ سال تک ایسے عمدہ طریقہ سے چلایا۔ کہ کوئی نقص واقع نہ ہُوا۔ مگر ۱۳۔ بیساکھ سمت ۱۸۴۶ ب کو راجہ **جسونت سنگہ** اپنی سوتیلی ماں دیسو کو قتل کروا کے بذات خود حکمراں ہو گیا +

یہ راجہ اینروے ستلج کے تمام رئیسوں سے اپنی دانائی اور نظم ریاست میں سبقت لیگیا۔ اور اپنے تئیں ایک نہایت باتدبیر اور لایق والی ملک ثابت کیا۔ جارج ٹامسن صاحب کے حملہ جات روکنے اور جنرل پیرن صاحب سپہ سالار مرہٹہ کو اپنی ساتھ ملانے وغیرہ کے ہر ایک معاملہ میں جنکا مفصل ذکر خاندان پٹیالہ کے بیان میں ہو چکا ہے۔ راجگان پھول اور رؤساء اینروے ستلج کا راجہ **جسونت سنگہ** ایک بڑا بہادر اور بیدار مغز بازو تھا۔ اگرچہ یہ رئیس بہ نسبت دیگر رؤساء اینروی ستلج کے گورنمنٹ لاہور کا اُن دنوں بہت ہی خیر خواہ تھا۔ اور بلکہ خاص اسکی وجہ سے مہاراجہ **رنجیت سنگہ** کا ان ریاستوں میں دو مرتبہ آنا بہی ہُوا۔ مگر جب سمت ۱۸۶۲ بکرمی میں تمام رؤساء اینروے ستلج نے بمقام موضع ٹمک لودی (جو پٹیالہ اور تھانیسر کے راستہ میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔) **لارڈ لیک صاحب** سے ملاقات کی۔ تو اسوقت اس رئیس نے بہی اپنا خاص معتمد واسطے ہوا خواہی لارڈ صاحب موصوف وہاں روانہ کیا۔ اور اُسکے مشورہ اور گفتگو کے جواب میں لارڈ صاحب نے رئیس کی دانائی اور لیاقت کا بہت عمدہ الفاظ میں اظہار کر کے راجہ صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں جب جسونت راؤ ہلکر نے خاص نابھہ میں پہنچکر راجہ **جسونت سنگہ** سے امداد کی درخواست کی۔ تو انہوں نے اُسکو صاف جواب دیا۔ اور کہا کہ ہمارا سرکار انگلشیہ سے رابطہ اتحاد رکھنے کا وعدہ ہو چکا ہے۔ اسواسطے ہم افسوس کرتے ہیں۔ کہ ہم آپ کی مدد نہیں کر سکتے۔ جسکا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ جب لارڈ لیک صاحب ہلکر کے تعاقب میں نابھہ پہنچے۔ اور اُن کو راجہ صاحب کی وفاداری اور خیر خواہی سرکار انگلشیہ کا اس درجہ کمال تک حال معلوم ہُوا۔ تو انہوں نے راجہ **جسونت سنگہ** کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور اُن کو یقین دلایا۔ کہ جبتک آپ سرکار انگریزی کے اسیطرح خیر خواہ بنے رہیں گے۔ اسوقت تک آپکے علاقہ جات میں منجانب سرکار کسی قسم کی دست اندازی نہ کیجائیگی۔ اور

نہ کبھی کسیطرح کا ان سے خراج لیا جاویگا +

حالانکہ **مہاراجہ رنجیت سنگھ** سے راجہ **جسونت سنگھ** کو بہت کچھ فائدہ پہنچا تھا۔ اور کئی ایک جدید علاقے
بھی جنکا مفصل ذکر خاندان پٹیالہ میں آچکا ہے۔ سرکار خالصہ نے راجہ مذکور کو دوسرے رئیسوں سے چھین چھین کر عطا کئے
تھے۔ تاہم یہ اپنی دور اندیشی اور تجربہ کاری سے بخوبی سمجھے بیٹھا تھا۔ کہ سرکار لاہور کی رفاقت بھی اُسکے حق میں مخالفت سے
کچھ کم خوفناک نہیں۔ اسلیئے اُسنے بھی روساء اپرہ ستلج کے ساتھ متفق ہوکر سرکار انگریزی کی پناہ ڈھونڈ لی۔ اور بالکل
بے خطرہ ہو بیٹھا + کرنل **لوکی اکٹر صاحب** نے اس رئیس کی بابت گورنمنٹ کو اپنی رپورٹ میں یہ الفاظ تحریر
فرمائے ہیں کہ :-

"جسونت سنگھ اُن بڑے سرداروں میں سے ہے جو ہماری زیر حمایت ہیں۔ اسکے اوضاع و اطوار اور
انتظام اور سمجھ ان رئیسونکی نسبت جن سے میں ابتک ملاقی ہوا ہوں بدرجہا افضل و بہتر ہیں۔ میں نے
اس رئیس کا بہت سا علاقہ دیکھا ہے۔ اسکے علاقہ میں زراعت خوب ہوتی ہے۔ اور اس علاقہ کی
حالت ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ رئیس اپنی رعایا کی نسبت سختی کرنے والا نہیں ہے۔ اور
اُن پر ملائمت سے حکومت کرتا ہے۔ اور یہ وہ اوصاف ہیں۔ جو اور رئیسوں میں شاذ و نادر ہی پائے
جاتے ہیں۔ اور اس رئیس کی عمدگی حکومت کی زیادہ تر ممیز ہونے کا سبب یہ ہے۔ کہ اسکے علاقہ کے
دیہات راجہ صاحب پٹیالہ کے دیہات سے جنکی حالت بالکل انکے برعکس ہے۔ ملے جلے ہوئے ہیں"

علاوہ ازیں راجہ **جسونت سنگھ** کو شاہ دہلی کی طرف سے بوساطت مسٹر **سٹین صاحب** رزیڈیٹ دہلی بموجب مراسلہ
مورخہ ۲۶۔ ستمبر ۱۸۱۶ء ہر ہائینس سرمور و مالوندر بہادر کا خطاب عطا ہوا +

واضح ہو۔ کہ رؤساء نابھ کو اس خیال سے کہ ہم پھول کے سب سے بڑے بیٹے تلوکا کی اولاد ہیں۔ اور جانشین بھی
اسکے الصاقاً ہم ہی ہیں۔ شاخ پٹیالہ کا عروج جسکا مورث اعلےٰ نابھ کے بزرگ کا چھوٹا بھائی تھا۔ نہایت ناگوار معلوم ہوتا
تھا۔ اور اسی وجہ سے رئیس نابھ پٹیالہ کا ہمیشہ رشک کرتا تھا۔ در پردہ اسی کوشش اور فکر میں رہتے تھے۔ کہ یہ ریاست
تباہ ہو جاوے۔ جسقدر تنازعہ اور فساد ریاست پٹیالہ میں برپا ہوئے تھے۔ وہ سب انہی کی ترغیب اور سازش تھی
غرض ایک مدت تک ان دونوں ریاستوں کا باہم حدود بندی وغیرہ کے معاملات پر جنکا مفصل ذکر خاندان پٹیالہ
کے بیان میں آچکا ہے۔ تکرار اور فساد ہوتا رہا۔ کئی مرتبہ تو خونریز لڑائیوں کشت و خون تک نوبت پہنچ گئی۔ مگر آخر
کار مہاراجہ **کرم سنگھ** و **نرآندر سنگھ** والیان پٹیالہ کے وقت سے جو راجگان پھول میں واقعی نہایت لایق اور دور اندیش
والیان ملک ہوئے ہیں۔ یہ تمام فساد رفع ہوگئے۔ اور ان ریاستوں میں باہم رابطہ و اتحاد قایم ہوگیا +

راجہ **جسونت سنگھ** میں جہاں اور سب اوصاف موجود تھے وہاں اُسکی طبیعت میں

راجہ جسونت سنگھ کو ولیعہد رنجیت سنگھ کا اپنے باپ کے ہاتھ سے قید ہونا اور رہائی پانا

خواہ نخواہ کی ضد اور مفسدہ پردازی و زن مریدی کے دو تین نقص بھی بڑے بھاری موجود تھے۔ چنانچہ علاوہ تنازعہ اور فساد پٹیالہ کے راجہ **جسونت سنگھ** خاص اپنے ولیعہد رنجیت سنگھ سے جو درحقیقت ایک ہونہار لڑکا تھا ہمیشہ اَن بَن رکھتا۔ اور اس تکرار کی خاص وجہ یہ تھی۔ کہ راجہ **جسونت سنگھ** کی محبت دیوندر سنگھ دوسرے لڑکے کی ماں رانی ہرکور دختر بھائی رام سنگھ جودھ پوریہ سے زیادہ تھی۔ اور وہ چاہتا تھا۔ کہ جس طرح سے ہو سکے اپنے بڑے بیٹے رنجیت سنگھ کو عاق کرکے دیوندر سنگھ کو اپنا جانشین بناؤں۔ چنانچہ اپنے اس ارادہ کے پورا کرنے کی فکر میں اس نے اپنے ولیعہد پر کئی قسم کے اتہام اور الزام لگا کر گورنمنٹ کو دھوکا دینا چاہا۔ بلکہ ایک مرتبہ تو یہانتک دعوے کیا۔ کہ میرا لڑکا رنجیت سنگھ مجھکو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ مقدمہ حضور گورنر جنرل صاحب بہادر کی کونسل تک پہنچا۔ مگر کامل تحقیقات اور غور کے بعد جب راجہ **جسونت سنگھ** اپنے دعوے کا کوئی پختہ ثبوت نہ پہنچا سکا۔ تو گورنمنٹ نے اسکا دعوے خارج کیا۔ اور ہدایت کی کہ رنجیت سنگھ کو جسے اُسکے باپ نے اُس الزام میں قید کر دیا تھا۔ فوراً رہا کیا جاوے۔ راجہ **جسونت سنگھ** گو اس فیصلہ سے ناراض ہؤا۔ اور اُسنے مزید تحقیقات چاہی۔ لیکن گورنمنٹ نے دوسری دفعہ بھی اپنا پہلا فیصلہ ہی بحال رکھا۔ اور پولٹیکل ایجنٹ کی معرفت راجہ **جسونت سنگھ** کو اپنے ولیعہد کے قید سے رہا کرنے پر مجبور کیا +

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ولیعہد رنجیت سنگھ ایک بد دماغ اور سرکش مزاج شخص تھا۔ اور فضول خرچی و عیاشی بھی اسکی طبیعت میں تھی۔ لیکن یہ سب باتیں اسمیں تقاضاء سن اور ناتجربہ کاری کیوجہ سے تھیں ورنہ اسکی ذاتی لیاقت سے صاف ظاہر تھا۔ کہ وہ ایک بڑا ہونہار نوجوان ہے۔ اور کل رؤساء انیرد سے تسلج اس سے محبت رکھتے تھے

ولیعہد رنجیت سنگھ کی وفات

لیکن اس کی عمر نے وفا نہ کی۔ اور یہ نوجوان ولیعہد اپنے تمام ارمانوں کے ساتھ ذیل کا شعر پڑھتا ہؤا ۱۷۔ جون ۱۸۳۲ء کو اس جہان سے چلدیا ؎ حسرتیں پیٹ کے بولیں یہ جنازے پہ مرے نامراد ہائے یہ دنیا سے سدھار اگیا +

رنجیت سنگھ کی دفعتاً وفات کی بابت تفتیش

اس کی ناگہاں موت بھی اُن تنازعات کی وجہ سے جو باپ بیٹوں میں برپا ہو رہے تھے۔ لوگوں میں طرح طرح کے خیالات اور شکوک پیدا کرنے کا باعث ہوئی۔ اور رنجیت سنگھ کی رانیوں نے اپنے شوہر کے قتل کا راجہ **جسونت سنگھ** پر دعوے کر دیا۔ چونکہ رنجیت سنگھ کے جسم مردہ پر کچھ ایسے نشان محسوس تھے۔ جن سے قراین بھی الزام کی سچائی ظاہر کرتے تھے۔ اسوجہ سے منجانب گورنمنٹ مقدمہ کی تفتیش شروع ہوگئی۔ اس سے پیشتر رنجیت سنگھ کا اکلوتا بیٹا سنتوکھ سنگھ بھی جسکی شادی سردار شیر سنگھ شاہ آبادیہ کی لڑکی بھاگ بھری کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے ہوئی تھی۔ اور اس خوشی کے جلسہ میں تمام رؤساء انیرد و تسلج و پولٹیکل ایجنٹ صاحب بھی شامل ہوئے تھے۔ اسیطرح دفعتاً مر گیا تھا۔ اور اُسکے مرنے پر بھی لوگوں کو شک

گذرا تھا۔ کہ دادا نے اپنے پوتے کو زہر دلوا دیا۔ مگر افسوس کہ کوئی ثبوت الزام کی سچائی میں ایسا پیش نہ ہؤا۔ جس پر گورنمنٹ راجہ **جسونت سنگھ** سے مواخذہ کرتی۔ بلکہ اُلٹے راجہ **جسونت سنگھ** کی ماں نے جو پہلے اپنی بہو کے ساتھ اپنے بیٹے پر اِس الزام کے لگانے میں شریک تھی۔ پیچھے سے **سر جارج کلارک صاحب** کو یہ لکھ بھیجا۔ کہ مجھے ہرگز یقین نہیں کہ رنجیت سنگھ کو زہر دیا گیا ہو۔ چنانچہ جب یہ تحریر اُسی فریق کی ایک شخص کیطرف سے جسنے الزام لگایا تھا آگئی۔ تو صاحب موصوف نے عدم موجودگی کافی ثبوت اور دلایل میں مقدمہ کو رفع دفع ہی کرنا مناسب سمجھا÷

سرداران لدھڑاں وسونٹی کا راجہ جسونت سنگھ کی بابت ایجنٹ گورنر جنرل دہلی سے شکایت کرنا

اسی اثناء میں لدھڑاں اور سونٹی کے سکھ سرداروں نے ایجنٹ گورنر جنرل دہلی کے پاس راجہ نابھہ کی نسبت شکایت پیش کی۔ کہ رئیس مذکور ہمکو اپنا ماتحت خیال کرکے ہمارے اوپر ناقابل برداشت جبر و تشدد کرتا ہے۔ ۵ سوار لدھڑاں سے اور ۷ سونٹی سے ہمیشہ اپنی خدمت میں حاضر رکھنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اگر انصافاً پوچھا جائے تو ہم اُسکے ذیلدار یا ماتحت تعلقہ دار نہیں ہیں۔ آخر کار جب **سر جارج کلارک صاحب** نے اُن کے دعوے کی تحقیقات کی۔ تو مقدمہ کی صورت اسطرح معلوم ہوئی۔ کہ سمت ۱۸۲۰ ب میں جب بعد تسخیر سرہند کے خالصہ کا اس ملک پر تسلّط بیٹھا۔ تو اُسوقت مثل نشانوالی کے سردار سنگت سنگھ اور دسوندھا سنگھ و جے سنگھ و موہر سنگھ نے مقامات انبالہ و سرائے لشکری خاں و شاہ آباد و دوراہا و لدھڑاں و املوہ و سونٹی وغیرہ پر اپنا قبضہ کرلیا۔ بعد ازاں جب **مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب** کا زمانہ آیا اور ہر ایک مثل کو زوال پہنچنے لگا۔ علاوہ بریں پھول کی ریاستوں نے بھی اپنے چھوٹے چھوٹے ہمسایہ سرداروں کے علاقجات کو زبردستی دبانا شروع کیا۔ تو اُسوقت کمزور سرداروں کو اپنی ریاستوں کے محفوظ رکھنے کی غرض سے کسی نہ کسی طاقتور رئیس کی جو اُن کی حفاظت کرسکتا تھا۔ حمایت اور پناہ ڈھونڈنی پڑی۔ اور اُس پناہ کے عیوض کچھ بطور نذرانہ ادا کرنا پڑا÷ چنانچہ نشانانواں والی مثل کے کمزور ہونے پر سردار جے سنگھ لدھڑاں والہ نے راجہ **جسونت سنگھ** کے ساتھ اپنی دختر دیا کور کی شادی کرکے اُسکو اپنا مددگار بنالیا۔ اور اپنے مقبوضہ دیہات پر اپنا دخل حسب دستور سابق قایم رکھا۔ مگر سونٹی والے سردار کے علاقہ املوہ پر جب وہ ستلج کے پار سمت ۱۸۵۲ بکرم میں زمان شاہ کے مقابلہ میں سکھوں کی امداد پر گیا ہؤا تھا۔ راجہ **جسونت سنگھ** نے علاقہ سونٹی کے ۲۴ دیہات برمعہ املوہ کے اپنا قبضہ کرلیا۔ لیکن سونٹی والے سردار نے جب وہاں سے واپس آکر اپنے علاقہ املوہ کو رئیس نابھہ سے چھوڑانا چاہا۔ اور ایک عرصہ تک اپنے دعوے کی پیروی میں جھگڑتا رہا۔ تو آخر میں سردار جبا سنگھ آہلو والیہ و سردار ہمت سنگھ شاہ آبادیہ نے بیچ میں پڑ کے یہ فیصلہ کرادیا۔ کہ املوہ تو رئیس نابھہ کے قبضہ میں رہے۔ اور بقیہ ۱۲ دیہات کو رئیس نابھہ و سونٹی دونوں بہ شراکت قابض رہیں۔ لیکن چونکہ یہ فیصلہ بھی اس قسم کا نہ تھا جس پر دونو

فریق رضامند ہو جاتے۔ کیونکہ رئیس نابھہ کو تو بیشک اس سے بہت فائدہ تھا۔ مگر دوسرے فریق کی بڑی بھاری حق تلفی تھی۔ اسوجہ سے یہ فساد ختم نہ ہوا۔ بلکہ دن بدن بڑھتا گیا۔ آخر جب آپس تنازعہ کے تصفیہ کا مدار سرکار انگریزی پر چھوڑا گیا۔ تو وہاں سے یہ انصاف ہوا۔ کہ ان سرداروں کے علاقجات بدستور انہی کے پاس رہیں۔ البتہ جب کبھی رئیس نابھہ کے یہاں مسند نشینی۔ پیدایش ولیعہد یا شادی وغیرہ کا اتفاق ہو۔ تو یہ رئیس نذرانہ پیش کریں۔ اور اگر کوئی مہم درپیش آوے۔ تو ان سرداروں سے جا بر خدمت لیجاوے۔ مگر ان کو ہمیشہ بغیر ضرورت کبھی تکلیف نہ دیجاوے یہ فیصلہ ایسا عمدہ ہوا کہ نہ تو سرداران سونتی ولدہران کی حق تلفی ہوئی اور نہ رئیس نابھہ کی شان میں کسی قسم کا بٹا آیا✢

راجہ جسونت سنگھ کی وفات

بعد ازاں راجہ **جسونت سنگھ** کے پاس جو واقعی اپنے ہمعصروں میں سے ایک نہایت لائق اور با تدبیر والی ملک تھا موت کا پیغام آ پہنچا۔ اور ۱۲۔ مئی ۱۸۴۰ء مطابق جیٹھ سمت ۱۸۹۷ بکرمی کو وہ اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کر گیا✢

اس راجہ کی پانچ رانیاں تھیں۔ اوّل سردار جے سنگھ لدہراں والہ کی لڑکی دیا کور مادر ولیعہد رنجیت سنگھ۔ دوسری رام سنگھ ڈہلوں کی بیٹی رانی چند کور جو ایک بڑی دراز عمر کی ہو کر سمت ۱۹۲۷ بکرمی میں فوت ہوئی۔ اور خاندان میں نہایت دانا اور عقلمند عورت منظور ہوئی تھی۔ تیسری بھاگ سنگھ ڈلہ والہ کی دختر رام کنور۔ چوتھی۔ ہری سنگھ جودہپوریہ کی لڑکی ہر کنور۔ پانچویں سجان سنگھ گھراچوں والہ کی بیٹی دھرم کور✢

یہ رئیس خواہ اپنے ہمسایہ اور ہمعصر رئیسوں کے ساتھ کیسے ہی ناواجب طریقوں سے پیش آیا تھا۔ اور چینا جھپٹی ہمیشہ لگائے رکھتا تھا۔ مگر تاہم اپنے جوش تقریر اور کلام کی تاثیر سے سب کو خوش رکھتا تھا۔ منصوبہ باز اور دقیقہ رس ایسا تھا۔ کہ تمام رؤسائے اینروے ستلج بغیر اسکی صلاح کے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ یہ اپنی چالاکی اور ہشیاری سے ہر ایک رئیس کے اندرونی و بیرونی معاملات میں اپنا دخل رکھتا تھا۔ اور خاص اپنی ریاست کا انتظام ایسی خوش اسلوبی اور دادگستری سے کرتا تھا۔ کہ تمام رؤساء اینروے ستلج کے بہ نسبت اسکی رعایا نہایت خوشحال اور رضامند تھی۔ پولیس کا انتظام بھی اسنے اپنے علاقہ میں نہایت اطمینان بخش اور عمدہ کر رکھا تھا۔ اور سرکار انگریزی کا تو علانیہ خیر خواہ اور وفادار دوست تھا✢ سمت ۱۸۹۱ بکرمی میں مہم کابل پر راجہ **جسونت سنگھ** نے سرکار انگریزی کے ساتھ معہ اپنی فوج کے خود جانا چاہا تھا۔ مگر گورنمنٹ نے کچھ چنداں ضرورت خیال نہ کی۔ اور صرف چھ لاکھ روپیہ بطور قرض راجہ صاحب سے لیکر اسکا شکریہ ادا کیا✢

راجہ دیوندر سنگھ کی مسند نشینی	راجہ **جسونت سنگھ** کے بعد اسکا بیٹا **دیوندر سنگھ** جو سمت ۱۸۷۹ بکرمی میں رانی ہر کور کے شکم سے پیدا ہوا تھا۔ ۱۸ سال کی عمر میں گدی نشین ہوا۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۴۰ء کو رسم مسند نشینی

ادا ہوئی۔ اور اس جلسہ میں صاحب ایجنٹ گورنر جنرل انبالہ و کل روسا ء ایبرو دے ستلج شریک ہوئے۔ گورنمنٹ کیطرف سے راجہ دیوندر سنگہ کو ایک فیل معہ جھول زردوزی و ایک اسپ معہ ساز و سامان نقرہ ۱۵۱ پارچات وتین جواہر و ایک تلوار خلعت میں دیئے گئے +

یہ راجہ ایک نوجوان اور ناتجربہ کار آدمی تھا۔ برہمن اور مکار خوشامدی مصاحبوں نے مبالغہ آمیز تعریف اور خوشامد کی باتیں سنا سنا کر کے راجہ کے دماغ کو ایسا بگاڑ دیا۔ کہ وہ اپنے آپ کو دوسرا خدا سمجھنے لگا +

اسی اثناء میں راجہ سنگت سنگہ والی جیند کے لاولد انتقال کرنے سے سروپ سنگہ نے اس ریاست کا مستحق اپنے تئیں بیان کیا۔ اور راجہ دیوندر سنگہ کو اپنے ساتھ ملا کے اس سے یہ اقرار کر لیا۔ بلکہ لکھ دیا کہ اگر ریاست جیند مجھکو مل جاوے۔ تو میں علاقہ سنگرور جو پیشتر تمہارے پاس تھا۔ تمکو واپس کر دونگا۔ چنانچہ راجہ دیوندر سنگہ نے ریاست پٹیالہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے سروپ سنگہ کو ریاست جیند دلا دی۔ لیکن جب اسکو ریاست مل گئی۔ تو وہ اپنے اقرار سے منحرف ہو گیا۔ بلکہ اپنی اس دستاویز کو پڑھنے کے بہانہ سے لیکر چاک کر ڈالا۔ اس پر راجہ دیوندر سنگہ کو بہت غصہ آیا۔ اور اسنے اپنی ریاست میں حکم دیدیا۔ کہ سروپ سنگہ کے نام کے ساتھ کوئی معزز لفظ یا خطاب نہ استعمال کیا جائے۔ اور جب کبھی کسی تحریر کا موقع آوے تو صرف سروپ سنگہ لکھا جاوے۔ راجہ وغیرہ اسکے نام کے پیشتر مطلق نہ رقم کیا جاوے۔ اسیطرح والی پٹیالہ کو بھی بجائے مہاراجہ کے راجہ لکھا جاوے۔ مہاراجہ کا لقب صرف میرے نام کے پیشتر درج ہونا چاہیئے +

برہمنوں نے سنسکرت میں شلوک بنا کے اسکی اسقدر استت کرنی شروع کی۔ کہ اسکو کرشن کا اوتار بنا دیا۔ اور نابھہ کو سری نابھہ کنول کے نام سے مشہور کیا۔ غرض ان باتوں سے راجہ دیوندر سنگہ اسقدر متعصب ہو گیا کہ اسنے اپنے دربار میں آداب تسلیمات کا قاعدہ بالکل موقوف کر دیا۔ اور بجائے اسکے برہمنوں کی صلاح سے ڈنڈوت کا طریقہ جاری کیا۔ برہمنوں نے علاوہ ان باتوں کے اسکے دل میں یہ بھی یقین دلا دیا۔ کہ آپ کل سرزمین کے چکروتی راجہ ہونگے۔ اور انگریزوں کی سلطنت بالکل چراغ سحری ہے۔ غرض ان باتوں کو سن سن کر راجہ بہت خوش ہوتا۔ اور برہمنوں کو ہر روز انعام و اکرام اور جاگیرات عطا کرتا +

پھر انہی دنوں میں ریاست نابھہ کا گورنمنٹ لاہور سے موضع موڑاں کی بابت تنازعہ شروع ہو گیا۔ جسکی مفصل کیفیت یہ ہے۔ کہ سمت ۱۸۴۳ بکرمی میں ایک شخص دیسا سنگہ نامی پسر مل سنگہ قوم زمیندار ساکن موضع موڑاں واقع علاقہ نابھہ سردار صاحب سنگہ گجرات والے کے پاس جسکے ساتھ راجہ جسونت سنگہ کی ہمشیرہ بیاہی گئی تھی۔ نوکر ہو گیا۔ پھر کچھ دنوں بعد وہ سردار فتح سنگہ کالہانوالہ کے ساتھ ہو گیا۔ چونکہ یہ شخص نہایت وضعدار اور خوبصورت جوان تھا۔ اسلیئے سمت ۱۸۶۴ بکرمی میں مہاراجہ رنجیت سنگہ صاحب نے اسکو اپنی خاص

ملازمت میں لیکر ایک معزز سردار اور جاگیردار بنا دیا۔ پھر بعدہ سمت ۱۸۷۲ بکرمی میں مہاراجہ موصوف نے اُسکی درخواست پر راجہ **جسونت سنگھ** سے کہکر اسکو موضع موڑاں جہاں کا وہ خاص باشندہ تھا۔ جاگیر میں دلوا دیا۔ اور اُسکے عیوض میں مہاراجہ نے موضع منوکھا راجہ نابھہ کی ہمشیرہ سبھا کور کو معاف کردیا۔ اب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد جب مہاراجہ کھڑک سنگھ نے موضع منوکھا ضبط کرلیا۔ تو راجہ **دیوندر سنگھ** والی نابھہ نے (جو اپنی جگہ خود فرعون ہو رہا تھا) سردار حکم سنگھ پسر دہنا سنگھ کو (جسنے بلا استصواب اجازت ریاست نابھہ کے وہاں ایک خام قلعہ بھی تعمیر کرالیا تھا) یہ کہلا بھیجا۔ کہ چونکہ گورنمنٹ لاہور نے موضع منوکھا کی جاگیر کو جو ہماری پھوپھی کے نام بعیوض موضع موڑاں عطا ہوئی تھی ضبط کرلیا ہے۔ اسلیئے تمکو بھی چاہیئے کہ موضع موڑاں ہمارے حوالہ کردو۔ سردار مذکور نے اِس گانوں کے واپس دینے سے انکار کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ **دیوندر سنگھ** نے اساڑھ سمت ۱۸۹۹ بکرمی میں بلا سوچے سمجھے یا مشورہ سرکار انگریزی کے ایک دستہ سپاہ معہ توپخانہ موضع موڑاں پر بھیجدیا۔ جنہوں نے وہاں پہنچتے ہی موضع مذکور پر آگ برسانی شروع کردی۔ اور حکم سنگھ سے قلعہ چھین لیا۔ جسقدر اسکا مال و اسباب تھا سب لوٹ لیا۔

اس سرکشی اور خودسری کی کاروائی سے **مہاراجہ شیر سنگھ صاحب** والی لاہور نے ناراض ہوکر سرکار انگریزی کو لکھا۔ لیکن ابھی اسکا کچھ تصفیہ سرکار انگریزی نے نہیں کیا تھا۔ کہ **مہاراجہ شیر سنگھ** اسی دوران میں مارے گئے۔ اور **مہاراجہ دلیپ سنگھ** اُن کی جگہ مسندنشین ہوئے۔

گورنمنٹ کا فیصلہ اس مقدمہ میں یہ ہوا۔ کہ گانوں مذکور راجہ نابھہ سے ضبط کرلیا گیا۔ اور اُن کو آیندہ کے لیئے ہدایت ہوئی۔ کہ پھر کبھی اس قسم کی زیادتی بلا مشورہ سرکار انگریزی نہ کیا کریں۔

سرکار لاہور کی گورنمنٹ انگریزی سے مخالفت

ابھی یہ مقدمہ قطعی طور سے نیصل نہیں ہوا تھا۔ کہ اسی اثناء میں سرکار انگریزی اور لاہور کے مابین مخالفت نمودار ہوئی اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوگئی۔ راجہ **دیوندر سنگھ** کے دماغ میں رعونت نے تو پیشتر ہی سے گھر کر رکھا تھا۔ دوسرے برہمنوں کی عنپ نے اُنکو چکرورتی راجہ بنانے کی خواہش سے اور بھی مغرور کر دیا۔ اور اس موقع پر رسد اور باربرداری وغیرہ کی امداد جیسی کہ راجہ صاحب کی طرف سے سرکار انگریزی کو ملنی چاہیئے تھی نہ ملی۔ گورنمنٹ انگریزی کے ہر ایک حکم اور مراسلہ کی تعمیل میں ریاست نابھہ کی طرف سے لاپروائی ہوئی۔ علاوہ ازیں آغاز لڑائی کے وقت فوج لاہور کے جرنل رام سنگھ کا نابھہ میں آنا ریاست نابھہ کے حق میں زیادہ تر مضر ہوا۔ اور سرکار انگریزی کو راجہ **دیوندر سنگھ** کے چال چلن میں شک گذرا۔ آخرکار گورنمنٹ انگریزی نے اس قصور میں ریاست نابھہ کے علاقہ جات ڈبراڈ اور املوہ ۱۳۔ دسمبر کو ضبط کرلیئے۔ راجہ دیوندر سنگھ کو **میجر براڈفٹ صاحب** کی طرف سے یہ نوٹس بھی دیا گیا۔ کہ وہ کل شام تک فوراً لشکر انگریزی میں حاضر ہوں۔ ورنہ سرکار انگریزی کے مخالف اور بدخواہ تصور ہونگے۔ لیکن اس حکم کی بھی کچھ پرواہ نہ

کی گئی۔ اور زیادہ تر ان احکام کی تعمیل میں تساہل کا یہ بھی باعث ہوا۔ کہ انہی دنوں میں مہاراجہ صاحب پٹیالہ نے انتقال کیا۔ اور اُن کے انتقال پر راجہ دیوندر سنگھ کو تین مرتبہ متواتر وہاں جانا پڑا +

چونکہ پھیرو شہر اور مدکی کی لڑائیوں کے بعد ریاست نابھہ کیطرف سے رسد اور سپاہ کی کماحقہ مدد پہنچگئی۔ اور راجہ دیوندر سنگھ کی طرف سے عذرات بھی معقول پیش ہوئے۔ مگر گورنمنٹ کو جو شک گذر چکا تھا۔ اُسکا دور ہونا غیر ممکن تھا۔ چنانچہ مفصلہ ذیل علاقجات مہاراجہ صاحب نابھہ کے گورنمنٹ نے بطور سزا ضبط کر لئے اور اُنکو اعزاز دربار گورنری سے بھی محروم کر دیا۔ بلکہ دیوندر سنگھ کو ریاست سے معزول کر کے اُسکے بیٹے بھرپور سنگھ کو ریاست کا مالک بنایا +

تعداد ضبطی علاقہ ریاست نابھہ

علاوہ موقوفی زکات راہداری تخمینی بارہ ہزار دو سو روپیہ سالانہ [۱۲۲۰۰] باستثنائے جنگی خاص شہر نابھہ تعدادی ساڑھے چار ہزار روپیہ سالانہ کے ریاست نابھہ کا چہارم حصّہ جس میں اضلاع پکھووال و دہڑ و دوڑی شامل تھے ضبط سرکار ہوا۔ صرف ایک جز جمعی بارہ ہزار دو سو روپیہ سالانہ [۱۲۲۰۰] کا اس میں سے ریاست نابھہ کے پاس چھوڑ دیا گیا۔ ۲۸ ہزار سات سو چھیاسٹھ روپیہ سالانہ آمدنی [۲۸۷۶۶] کا ایک علاقہ سرکار نے بعوض حاضر باشی فوج کنٹجنٹ تعدادی ایک سو سوار و ۱۳۳ پیدل اپنے پاس رکھا۔ باقی ۱۲۲۴۷ روپیہ سالانہ آمدنی کا علاقہ مہاراجہ پٹیالہ و فرید کوٹ کو اُن عمدہ خدمات کے صلہ میں جو انہوں نے ایام غدر میں کی تھیں بحصہ مساوی تقسیم کر دیا +

تقرری کونسل

جسوقت راجہ دیوندر سنگھ معزول کیئے گئے اُسوقت راجہ بھرپور سنگھ کی عمر جو جانشین ہوئے کل سات سال کی تھی۔ اِس لحاظ سے انتظام ریاست کے لئے کونسل آف ریجنسی کا مقرر ہونا ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ سردار گوربخش سنگھ و فتح سنگھ و بحالی مل ریاست کے قدیمی اہلکاروں میں سے تین اشخاص کونسل کے لیئے منتخب ہوئے۔ اور اوّل الذکر سردار پریذیڈنٹ کونسل ہوئے۔ راجہ دیوندر سنگھ معزول شدہ والی ملک کیلئے پچاس ہزار کی پنشن تجویز ہو کر یہ حکم ہوا۔ کہ دہلی اور یمنا سے جنوبی علاقہ مقبوضہ سرکار انگریزی میں جہاں اِن کا جی چاہے بلاکسی شر و فساد کے اپنی بود و باش اختیار کریں۔ چنانچہ انہوں نے متھرا کا رہنا پسند کیا۔ یہ کل انتظام میجر میکسن صاحب کمشنر ریاستہائے اینبرو ے ستلج نے جنوری ۱۸۴۷ء میں خود نابھہ میں تشریف لیجا کر فرمایا۔ اور راجہ بھرپور سنگھ کی رسم مسند نشینی کو معمولی طور پر ادا کیا +

کونسل کا کام

کونسل آف ریجنسی کے انتظام میں چند سال کے بعد ایک سخت گڑبڑ واقع ہوا۔ اور اسکی وجہ یہ ہوئی۔ کہ منشی صاحب سنگھ کو جو ایام جنگ ستلج میں راجہ دیوندر سنگھ کا اعلےٰ اہلکار تھا۔ میجر

میکسن صاحب نے اس الزام میں ریاست سے علیحدہ کر دیا تھا۔ کہ اُسنے راجہ صاحب کو بہکایا۔ اور نیک مشورہ نہیں دیا مگر چونکہ اُس پر رانی چند کنور کی جو ایام نابالغی راجہ **بھرپور سنگھ** میں اُنکی دایہ مقرر ہوئی تھیں غایت درجہ کی مہربانی تھی۔ اِسوجہ سے منشی صاحب سنگھ نے ریاست نابھہ میں پھر اپنا ویسا ہی رسوخ پیدا کر لیا۔ اور گور بخش سنگھ پریذیڈنٹ کونسل کو جو اُنکا مخالف تھا۔ مغلوب کرنے کی فکر میں ہوا ✤

گور بخش سنگھ کی نسبت چیف کمشنر صاحب کے پاس ناجائز طور پر دولت حاصل کرنیکی شکایتیں پہنچیں اور ۱۸۵۷ء میں جب اُسکے چال چلن کی تحقیقات ہوئی تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچگیا۔ کہ مشار الیہ نے بیشک ناجائز وسایل سے دولت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ آخر نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ اپنے عہدہ سے معزول کیا گیا۔ اور اُسکی جاگیریں ضبط کی گئیں۔ اور جسقدر عزیز و اقارب اُسنے ریاست میں اپنے اختیار سے نوکر رکھ لیئے تھے سب کو یک لخت برطرف کر کے حکم دیا گیا۔ کہ انکو پھر کبھی ریاست کی ملازمت نہ ملے بعد ازآں منشی صاحب سنگھ خود بخود بلا استصواب اجازت گورنمنٹ کونسل کے پریذیڈنٹ بن گئے اور کاروبار ریاست چلانے لگے ✤ ایام غدر میں راجہ **بھرپور سنگھ** سن بلوغت کو پہنچ گئے تھے۔ اور اُنہوں نے ایسی نازک موقع پر اپنی خدمات کو بڑی فیاضی اور دلیری سے گورنمنٹ انگریزی کے حوالہ کر دیا۔ سرکار کو رسد و باربرداری و فوج وغیرہ بہم پہنچانے میں ہر طرح سے نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ مدد دی۔ ۱۷ مئی کو چھاونی لدہیانہ اُن کے سپرد ہوئی۔ جسکو انہوں نے چھہ ماہ تک وہیں مقیم رہ کر بڑی جوانمردی اور تندہی سے محفوظ رکھا۔ اُسوقت راجہ صاحب کے ہمراہ کل دو توپ خانے ۲۵۰ سوار اور ۸۰۰ پیدل موجود تھے۔ جب کبھی انکو عارضی طور پر کسی خاص خانگی کام کی وجہ سے لدہیانہ چھوڑ کر اپنے دار الخلافت میں جانا پڑتا تو وہ اپنی جگہ اپنے بھائی راجہ **بھگوان سنگھ** کو چھوڑ جاتے۔ قلعہ شکن توپوں کی حفاظت کیواسطے جنکے لیئے پھلور سے دہلی جانے کا حکم ہوا تھا۔ تین سو سپاہ راجہ **بھرپور سنگھ** نے بہم پہنچائی۔ علاوہ ازیں جب باغی جالندہر سے پھلور پہنچے تو اُسپر ڈپٹی کمشنر لدہیانہ نے نابھہ کی فوج سے ڈیڑہ سو آدمی لیکر دریائے ستلج کا پل توڑ دیا۔ اور باغیوں کو جا روکا۔ اس موقع پر نابھہ کی سپاہ نے بہت اچھا کام کیا۔ راجہ **بھرپور سنگھ** کی دلی خواہش یہ بھی تھی۔ کہ وہ بذات خاص رئیس جیند و پٹیالہ کیطرح دہلی کی مہم پر بھیجے جاویں۔ مگر گورنمنٹ نے انکی کم عمری کے خیال سے ایسے بڑے کام پر اُنکا بھیجنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن تاہم نابھہ کے تین سو آدمیوں نے بسرگردگی سردار دیدار سنگھ دہلی کے محاصرہ پر نہایت جانفشانی اور سرگردانی سے کام کیا۔ مزید برآں جسقدر باغی اور مفسدہ پرداز لوگ ریاست نابھہ کی حدود سے گذرے اُن سب کو راجہ بھرپور سنگھ نے گرفتار کیا۔ اور اڑھائی لاکھ روپیہ گورنمنٹ کو ایسے وقت میں جبکہ روپیہ کی از حد ضرورت تھی قرض دیا ✤

ان خدمات کے صلہ میں سرکار انگریزی نے راجہ **بھرپور سنگھ** والی نابھہ کو علاقہ منضبطہ جھجر میں سے باول اور کانٹی کے دو اضلاع جنکی سالانہ آمدنی ایک لاکھ چھہ ہزار روپیہ کے قریب تھی۔ بدیں شرط عنایت فرمائے۔ کہ وہ ہمیشہ سرکار کے خیر خواہ بنے رہیں گے۔ اور اسیطرح جب کبھی کسی عام غدر اور فساد کے فرد کرنے کی ضرورت پڑیگی

تو ہمیں نابھہ دل وجان سے سرکار کو مدد دیں گے۔ خلعت بجائے سات پارچات کے پندرہ کا کیا گیا۔ اور گیارہ توپوں کی سلامی منظور ہوئی۔ اور بعد ملاقات گورنر جنرل صاحب بہادر فارن سکرٹری صاحب کے ذمہ راجہ صاحب سے ملاقات بازدید کا ادا کرنا قرار پایا۔ علاوہ ازیں اعزازی القاب و آداب میں بھی اضافہ کیا گیا۔

ماسوائے ان انعامات و اکرامات کے راجہ صاحب نابھہ کو اختیار سزائے قصاص و استحقاق تبنیت کا بھی جسکے لیئے انہوں نے گورنمنٹ سے بشمول اپنے رشتہ داران مہاراجہ پٹیالہ اور راجہ جیند بذریعہ واجب العرض ۱۸۵۹ء درخواست کی تھی۔ مرحمت ہوا۔ اور یہ وعدہ کیا گیا۔ کہ گورنمنٹ انکے خانگی معاملات اور اندرونی انتظامات میں بالکل مداخلت نہ کریگی۔ اور ان تمام امورات کے اطمینان دلانے کے لیئے مثل رؤسا پٹیالہ و جیند راجہ بھرپور سنگھ کو بھی ایک علیحدہ سند عطا ہوئی۔

۵/ ترجمہ سند جو عالیجناب گورنر جنرل بہادر نے راجہ صاحب نابھہ کو عطا فرمائی تھی۔ شملہ مورخہ پنجم ماہ مئی ۱۸۶۰ء

جب سے کہ ہندوستان میں حکومت انگریزی کو تسلط اور اقتدار حاصل ہوا ہے۔ راجہ صاحب نابھہ اور اُن کے جد امجد راجہ جسونت سنگھ نے گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی کے بہت سے ثبوت دیئے ہیں۔ اور اب تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے۔ کہ راجہ حال نابھہ بوجہ اُس استقلال و جرأت کے جو سنہ ۱۸۵۷ء کے مفسدے میں اُن سے ظہور میں آئی۔ اپنے خاندان کی سب پہلی کارگذاریوں پر سبقت لے گئے۔ اس خالص اور ممیز و ممتاز خیر خواہی کے صلہ میں عالیجناب وائسرائے و گورنر جنرل بہادر ہندوستان نے مزید اعزاز د علاقہ راجہ صاحب اور اُن کے ورثا کو ہمیشہ کیواسطے عطا فرمایا ہے۔ اور براہ فرط عنایت راجہ صاحب کی اس خواہش کو کہ ایک سند بمہر و دستخط جناب وائسرائے صاحب بہادر مرحمت ہو جسمیں اُن کے موروثی علاقوں اور نیز اُن اقطاع کی نسبت جو گورنمنٹ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ راجہ صاحب کی خالص اور غیر مشروط قبضہ کی کفالت کیجائے منظور فرمایا ہے۔

دفعہ اوّل (۱) - راجہ صاحب اور انکے ورثا کو اپنے موروثی اور مکسوبہ علاقوں کے اندر جو فہرست منسلکہ میں مندرج ہیں۔ حکومت کامل حاصل رہیگی۔ جملہ اختیارات و حقوق و استحقاقات خاص جو راجہ صاحب کو اپنے موروثی علاقوں میں حاصل ہیں۔ انکو اپنے مکسوبہ علاقوں میں بھی بعینہ حاصل رہیں گے۔ راجہ صاحب کی ریاست کے اندر ہر درجہ کے جملہ ذیلداران اور توابعین پر راجہ صاحب کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہوگی۔

دفعہ دوم (۲) - باستثنائے شرط مندرجہ دفعہ سوم گورنمنٹ انگریزی راجہ صاحب یا اُن کے جانشینوں یا ذیلداروں یا رشتہ داروں یا توابعین سے بوجہ محاصل یا خدمت یا کسی اور بنا پر کسی قسم کا خراج نہیں طلب کریگی۔

دفعہ سوم (۳) - چونکہ گورنمنٹ انگریزی کو معزز خاندان نابھہ کی بقا دل سے منظور ہے۔ اس نیت سے راجہ صاحب اور ان کے ورثا کو بطور دوام کے یہ اختیار مرحمت فرماتی ہے۔ کہ درصورت عدم موجودگی اولاد ذکور خاندان پھول میں سے کسی شخص کو جانشینی کیواسطے متبنیٰ کرلیا کریں۔ اگر احیاناً کسی وقت راجہ نابھہ بلا چھوڑنے کسی اولاد از قسم ذکور کے اور بدون متبنیٰ کرنے کسی جانشین کے وفات پائے تو اس صورت میں بھی مہاراجہ پٹیالہ و راجہ جیند اس امر کے مزاج ہوں گے۔ کہ باتفاق صاحب کمشنر یا پولیٹکل ایجنٹ گورنمنٹ انگریزی کے خاندان پھول میں سے کسی شخص کو جانشینی کے واسطے منتخب کریں۔ مگر ایسی حالت میں ایک نذرانہ جو ایک ثلث کل سالانہ محاصل ریاست نابھہ کے مساوی ہو گورنمنٹ انگریزی کو دینا ہوگا۔

بعد ازآں لارڈ کیننگ صاحب بہادر وائسرائے نے ۱۸۔ جون ۱۸۶۰ء کے دربار میں جو انبالہ کے مقام پر منعقد ہوا تھا۔ راجہ بھرپور سنگھ صاحب سے خاص طور پر مخاطب ہو کر فرمایا کہ :۔

دفعہ چہارم۔ ۱۸۵۸ء میں گورنمنٹ انگریزی نے راجہ صاحب کو سزائے قصاص کا اختیار بقید منظوری صاحب کمشنر کے عطا فرمایا تھا۔ اب اس منظوری کی شرط رفع کی جاتی ہے۔ اور راجہ صاحب کو کل اختیار حیات و ممات کا اُن کی رعایا پر عطا کیا جاتا ہے۔ اور دربارہ اُن مجرمان رعایائے انگریزی کے جو راجہ صاحب کی ریاست کے اندر گرفتار ہوں راجہ صاحب کو ان قواعد کے بموجب عمل درآمد کرنا ہوگا۔ جو مراسلہ آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرز موسومہ گورنمنٹ مدراس نمبر ۲۴ مورخہ یکم جون ۱۸۳۶ء میں مندرج ہیں۔ راجہ صاحب عدل و انصاف کی نگہداشت اور اپنی رعایا کی بہبودی اور خوشحالی کی ترقی میں بقید امکان کوشش فرمائیں گے۔ اور وہ وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اپنی ریاست میں رسم ستی و غلامی و دختر کشی کا امتناع فرمائیں گے۔ اور ان جرائم کے مرتکبوں کو نہایت سخت سزا دیں گے۔

دفعہ پنجم۔ راجہ صاحب فرمانروائے گریٹ برٹین کی خیر خواہی اور جاں نثاری سے کبھی قاصر نہ رہیں گے۔

دفعہ ششم۔ اگر احیاناً کوئی فوج مخالف گورنمنٹ انگریزی اس گرد نواح میں نمودار ہو۔ تو راجہ صاحب غنیم کے مقابلہ میں گورنمنٹ انگریزی کے شریک حال ہوں گے۔ اور فوج انگریزی کے واسطے سامان باربرداری اور رسد بہم پہنچانے کے لیے بر طبق ان ہدایتوں کے جو اُن کو پہنچیں۔ راجہ صاحب اپنے حتی المقدور کسی قسم کی کوشش میں دریغ نہ فرمائیں گے۔

دفعہ ہفتم۔ گورنمنٹ انگریزی راجہ صاحب کی کسی رعایا کی شکایتوں کو خواہ وہ معافیدار۔ جاگیردار۔ فرابندار۔ توابعین۔ ملازمین یا دیگر اشخاص ہوں مسموع نہ فرمائیگی۔

دفعہ ہشتم۔ گورنمنٹ انگریزی راجہ صاحب کے خانگی اور خاندانی انتظامات کا لحاظ اور پاسداری کریگی۔ اور اُن میں دست اندازی کرنے سے باز رہے گی۔

دفعہ نہم۔ ریل کی سڑکوں اور اسٹیشنوں اور شارع عاموں اور پلوں کی تعمیر کے واسطے جن اشیاء کی ضرورت ہوگی۔ انکو راجہ صاحب حسب دستور مروجہ نرخ رائج کے موافق اپنے ہی اہلکاروں کی معرفت مہیا فرمائیں گے۔ اور جو اراضی کہ ریل کی سڑکوں اور شارع عاموں کے بنانے کے واسطے مطلوب ہوگی۔ اسکو بھی بلا اخذ قیمت سپرد کر دیں گے۔

دفعہ دہم۔ راجہ صاحب اور اُن کے جانشین وغیرہ گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی طریقہ خیر خواہی اور وفاداری کا عمل میں لائیں گے۔ اور گورنمنٹ بھی ہمیشہ راجہ صاحب اور اُن کے خاندان کے اعزاز و احتشام کے قایم رکھنے کیواسطے ساعی رہیگی۔

فہرست علاقجات ازآں راجہ صاحب نابھہ مقبوضات موروثی پرگنہ نابھہ خاص۔ پرگنہ املوہ۔ پرگنہ بھادسوں۔ پرگنہ کپور گڈھ۔ پرگنہ دہنولہ پرگنہ پھول معہ دیال پورہ۔ پرگنہ جیتوکے۔ پرگنہ لوہٹ بدی۔ پتی بھائی روپا مع اختیارات حکومت اور اس اختیار کے جو وہاں کے جملہ معافیداران ماتحت پر حاصل ہے۔ مقبوضات مکسوبہ۔ پرگنہ کانتی و پرگنہ باول (از روئے مراسلہ صاحب سیکریٹری گورنمنٹ ہند مورخہ ۲ جون ۱۸۵۹ء نمبر ۱۵۴۹ (حرف الف) ذیلداران و فراجگذاران سکھان سونٹی۔ سکھان ڈمداسیہ۔ بوگرا لواڑہ۔ لوڈہ گھرٹے۔ گنتی والے۔ ۱۲

"راجہ صاحب نابھہ نے آپنے بھی گورنمنٹ انگریزی کی حکمومت کی اعانت و امداد میں اپنے قدیمی خاندان کے دیگر روساء کے برابر جوش دلی اور سرگرمی اور پیش قدمی ظاہر کی ہے۔ جو مدد کہ اپنے جناب ملکہ معظمہ کی فوج کو اُسکے بھاری توپخانہ کو ستلج سے دہلی تک پہنچانے میں دی تھی وہ ایک نمایاں اور قابل قدر خدمت تھی۔ آپکی خیر خواہی اور سرگرمی کا صلہ آپکے دیگر ہمرتبہ روسا کیطرح اعزازوں اور عطیوں کے ساتھ دیا گیا ہے۔ جس سے آپکو ثابت ہوگا۔ کہ گورنمنٹ کے نزدیک آپکی کارگذاریوں کی کیسی اعلےٰ قدر ہے۔ آپکے علاقہ میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اور یہ عطیہ آپ پر اور آپ کی اولاد پر باضابطہ بحال و برقرار رہے گا۔ اور درصورت نہ چھوڑنے کسی اولاد کے آپکا خاندان پھول میں سے کسی شخص کو بطور وارث ریاست کے متبنیٰ کرنا بخوشی منظور کیا جائیگا۔ جناب ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کی یہ خواہش ہے۔ کہ آپکے خیر خواہ خاندان کا اعزاز و اقتدار قایم و مترقی رہے"

اِس میں کوئی کلام نہیں کہ راجہ **بھرپور سنگھ صاحب** اِن تمام اعزازوں اور صلوں کے جو اُن کو عطا ہوئے مستحق تھے۔ اور جو جو خدمات وفاداری و ہواخواہی اُن کی طرف سے گورنمنٹ کے حق میں ظاہر ہوئیں۔ وہ سب خلوص دل اور سچی ہمدردی کے ساتھ تھیں۔ چنانچہ اُنہوں نے بجواب عطیات و قدردانی گورنمنٹ حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا بذریعہ ایک خاص تہنیت نامہ تہ دل سے شکریہ ادا کیا +

"بحضور پر نور فیض گنجور منبع جود و احسان حاکم زمان سکندر شہرت جمشید شوکت ملکہ انگلستان ادام اللہ ملکہا"

"حضور کا کمترین نیاز مند بھرپور سنگھ نشان عجز و انکسار کو اطاعت کی پیشانی پر رکھکر اور سر ادب و نیاز کو خم کر کے اس عجز آمیز التماس کے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ ایسے خوشی کے زمانہ میں جبکہ لوگوں کے دل خدا تعالےٰ کی رحمت سے تر و تازہ اور خوش و خرم ہو رہے تھے۔ اور مثل سبزہ کے باران رحمت سے سبز و شاداب ہو رہے تھے۔ وہ کنجی جس سے حضور کے ذیلداروں کا گنج مراد وا ہوتا ہے حضور کے اشتہار رحمت آثار کی شکل میں مع ایک عنایت نامہ جناب عالی مناصب والامناقب نواب گورنر جنرل بہادر کے پہنچی۔ اور اس نیاز مند کو مرہون منت فرمایا۔ اس سرافراز نامہ سے اس عقیدت مند کو کمال اعزاز حاصل ہوا۔ اور اُن در ہائے لطف و عنایت سے جو اُسکے ہر ایک فقرے میں جڑے ہوئے تھے۔ اوسکے دل کو بے انتہا مسرت حاصل ہوئی۔ بالتخصیص اُن عنایت آمیز وعدوں سے جو ہندوستان کے روسا و والیان مُلک سے کیئے گئے ہیں۔ کہ حضور اُن کی حکومت کی بنیاد کو مستحکم و محفوظ فرمائیں گے۔ اور تمام عہدناموں اور معاہدوں کو جو آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی نے کیئے تھے قایم و برقرار رکھیں گے۔ اور اس مُلک کے باشندوں کے حقوق اور قدیمی رسم و رواج کی براہ عواطف خسروانہ پاسداری فرمائیں گے۔ یہ عقیدت مند اور اسکے آبا و اجداد ایک ایسی گورنمنٹ کی خیر خواہی اور اطاعت گذاری پر جس کی نیک نامی کا شہرہ آسمان تک پہنچا ہے ہمیشہ ثابت قدم رہے ہیں۔ اس مژدہ کی تقریب سے اس نیاز مند نے اپنی بے انتہا خوشی کے اظہار کے واسطے ایک خاص دربار منعقد کیا اور تمام اہلکاران و اراکین ریاست اور

چونکہ گورنمنٹ انگریزی نے ساڑھے نو لاکھ روپیہ ریاست نابھہ کا قرض دینا تھا۔ اسوجہ سے جب مہاراجہ پٹیالہ اور نابھہ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ گورنمنٹ پرگنات کانوڈ و بدہوانہ کو جو علاقہ منضبطہ جھجر کے ایک جزو تھے۔ رکھنا نہیں چاہتی تو انہوں نے یہ درخواست کی کہ وہ علاقہ ہمکو بمعاوضہ قرضہ ہر ایک کی بشرح محاصل بست سالہ دیا جائے۔ چنانچہ یہ درخواست منظور ہوئی۔ اور منجملہ اسکے چند دیہات علاقہ کانوڈ کے جنکی جمع ۱۰۶۰۴۸ روپیہ سالانہ تھی۔ راجہ صاحب نابھہ کو عنایت ہوئے۔ اور اس علاقہ میں بھی اُن کو تمام حقوق موروثی ومکسوبہ جیسی انہیں پیشتر کی سند عطیات میں مرحمت ہوئی تھی عنایت ہوئی۔ ف۱

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اکابر واصاغر کو جمع کر کے اشتہار رحمت آثار کا مضمون تمام حاضرین کو باعلان سنادیا۔ بر جہا ئے آتشبازی چھوڑے گئے۔ شہر کی گلی کوچہ میں روشنی کی گئی۔ اور خادم کے سب آدمی نشہ سرور وطرب میں مخمور ہوئے۔ دربار میں جس جس شخص نے اس اشتہار کے ترحم آمیز الفاظ کو سنا۔ بیساختہ اللہ جلشانہ کے شکر اور حضور پرنور کی تعریف وثنا میں مصروف ہوا۔ جسطرح کہ خدا تعالےٰ کا غضب اس ملک کے لوگوں پر نازل ہوا تھا۔ اور باغیوں اور نمکحراموں کو پیدا کر کے اُن کو شکنجہ مصیبت میں دبایا تھا۔ اسیطرح اب حضور کی رحمت وشفقت کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے انکو امن واطمینان کی نعمت ازسرنو عطا فرمائی۔ ساری خلق خدا شکرگذاری کے زمزمہ میں یک زبان ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کی شکرگذاری میں روسائے ہندوستان سب سے آگے ہیں۔ یہ نیازمند ہمیشہ حضور کے دامن حمایت کے سایہ میں رہا ہے۔ اور اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے۔ کہ اُسکے مطالب کی ترقی سلطنت انگریزی کے دولت واقبال کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہے۔ نظربریں یہ خادم حضور کی مبارکباد کی نفیری کو خوشی کی پھونک سے بجاتا ہے۔ اگر اس کے جسم کا ہر بال زبان بن جائے۔ تو بھی حضور کے اس عزم مصمم کی تعریف سے کہ قدیمی عہدناموں کو قایم رکھیں گے ہرگز عہدہ برآنہ ہو۔ کمترین کے مورث ۱۸۰۶ء میں گورنمنٹ انگریزی کے ظل حمایت میں آئے تھے۔ اور اسوقت سے وہ خیرخواہی اور جانثاری میں کبھی قاصر نہیں رہے ہیں۔ اور اعزاز واکرام کے روزافزوں فزالوں سے انکو صلہ ملتا رہا ہے۔ سلطنت انگریزی کے ساتھ اُن کی حسن عقیدت اور وفاداری لارڈ لیک صاحب اور دیگر ذی وقار افسران انگریزی کی چٹھیوں سے ثابت ہوتی ہے۔ نیازمند بھی کمال ادب کے ساتھ انہیں کے قدم بقدم رکھیگا۔ اور اسکو اس بات کا یقین ہے۔ کہ اُسکی موجودہ اور آیندہ کامرانی سلطنت انگریزی کے دولت واقبال کے ساتھ مربوط ووابستہ ہے۔ اخیر میں کمترین کی یہ دعا ہے۔ کہ قادر مطلق حضور کے دشمنوں اور بدخواہوں کو تباہ کرے جسطرح کہ آفتاب کا طلوع ہونا درندوں کو اُن کے تاریک غاروں اور بھٹوں کی طرف بھگا دیتا ہے۔ اور حضور کے اقبال کا ستارہ ہمیشہ اوج پر رہے۔ اور فتح ونصرت کی روشنی تمام دنیا میں پھیلائے"۔

ف۱ ترجمہ سند جسکے ذریعہ سے بعض اقطاع منجملہ پرگنات کانوڈ و بدہوانہ ضلع جھجر راجہ صاحب نابھہ کو پیشگاہ عالیجناب ارل کیننگ صاحب بہادر جی سی بی وایسرائے گورنرجنرل ہندوستان سے عطا ہوئے تھے۔ **تمہید**۔ ہرگاہ کہ راجہ نابھہ اور اُن کے جد امجد راجہ جسونت سنگہ کی خیرخواہی اور عقیدت مندی جب سے کہ سلطنت انگریزی کو ہندوستان میں غلبہ حاصل ہوا ہے ہمیشہ ممتاز ونمایاں رہی ہے۔ لہذا عالیجناب وایسرائے وگورنرجنرل بہادر ان اوصاف کی اعلےٰ قدردانی کے اظہار کے واسطے بعض اقطاع منجملہ پرگنات کانوڈ و بدوآنہ واقع ضلع جھجر جو حسب فہرست منسلکہ مرقومہ بخط فارسی بیالیس مواضعات پر مشتمل ہیں۔ اور جنکا سالانہ محاصل سینتالیس ہزار پانسو پچیس ۴۷۵۲۵ روپیہ ہے۔ راجہ صاحب کو عطا فرماتے ہیں۔ اور ایک نذرانہ تعدادی نو لاکھ پچاس ہزار پانسو روپیہ ۹۵۰۵۰۰ کا راجہ صاحب کی طرف سے قبول فرماتے ہیں۔ بنابریں تجاویز ذیل عمل میں آتی ہیں۔

دفعہ اول۔ علاقہ متذکرہ صدر راجہ نابھہ اور اُن کے ورثا کو ہمیشہ کیواسطے عطا ہوا ہے۔

راجہ **بھرپور سنگھ** نے سن شعور حاصل کرنے کے بعد اپنے تئیں ایک نہایت لایق اور جفاکش والی ملک ثابت کیا۔ راجہ صاحب نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی پہلے اپنی ریاست کے انتظام کی اصلاح کیطرف توجہ کی اور سنہ ۱۸۵۹ء میں انہوں نے بمشورہ مہاراجہ پٹیالہ و صاحب ایجنٹ لفٹننٹ گورنر بہادر اپنے کئی ایک اہلکاروں کو ریاست سے علیحدہ کیا کو راجہ صاحب کے مشیروں اور اصلاحکاروں کی یہ منشاء کبھی نہیں ہوئی۔ کہ مہاراجہ پٹیالہ اور راجہ **بھرپور سنگھ** کے باہم اتحاد رہے۔ لیکن راجہ صاحب اپنے دوسرے ہمعصروں کی طرح کچھ ایسے کچے اور بھولے بھالے نہ تھے۔ کہ اپنے مصاحبوں کے دام میں آجاتے۔ وہ اپنے نفع اور نقصان کے سمجھنے کا بذات خود نہایت عمدہ مادہ رکھتے تھے۔ اور انھوں نے مرتے دم تک مہاراجہ پٹیالہ کے ساتھ اپنی دوستی اور راہ و رسم رفاقت کو بالکل نہ چھوڑا۔ وہ اس امر کو خوب سمجھے بیٹھے تھے۔ کہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ کے نفع و نقصان کے ساتھ انکا فائدہ اور زیان بالکل ملا ہوا ہے*

راجہ بھرپور سنگھ کے اوصاف

راجہ **بھرپور سنگھ** واقعی اُن تمام اوصاف سے جو کہ ایک لایق اور بیدار مغز والی ملک میں درکار ہیں موصوف تھے اُن میں مغربی خیالات کیطرح اوقات کی پابندی کا بڑا خیال تھا۔ انہوں نے اپنے اوقات ہر ایک کام کیلئے جدا جدا تقسیم کر رکھے تھے۔ اور ریاست کے کل دفاتر اور محکموں کے کام کو بذات خود معاینہ کرتے تھے۔ علم کا بھی راجہ صاحب کو بہت شوق تھا۔ اور جب کاروبار ملک سے فرصت پاتے۔ تو دو چار گھنٹے روز انگریزی بھی پڑھا کرتے۔ اُن کا خیال ہمیشہ اپنی رعایا کی بہبودی میں لگا رہتا تھا۔ ہندوستانی رئیسوں کی طرح انمیں عیاشی آرام طلبی اور نفس پروری کی عادات بالکل نہ تھیں۔ انکی روزنامچہ کی یادداشت کا یہ آخری فقرہ جس میں انہوں نے اپنے وقت کے انضباط کے قاعدے مقرر کیئے تھے۔ قابل توجہ ہے دعا آخیر میں خدا تعالے اور دربار سری ست گوردیال سے ملتجی ہوں۔ کہ مجھکو اُن فرایض کی انجام دہی میں ثابت قدم رکھے اور مجھکو اسطرح زندگی بسر کرنے کے قابل کردے۔ کہ خدا تعالے کے سایہ اور اسکی حفاظت میں رہکر اسکی رضا کے موافق کام کروں اور لوگوں کو بہتری پہنچاؤں وہ

راجہ **بھرپور سنگھ صاحب** کی بابت **سر لیپل گریفن صاحب** نے بھی اپنی کتاب میں بہت

دفعہ دوم۔ اس جدید علاقہ میں بھی راجہ صاحب اور اُن کے جانشینوں کو وہی اختیارات و حقوق و رعایت خاص حاصل ہوں گے جو پہلے سے اُن کو اپنے موروثی مقبوضات میں بربنائے سند مورخہ پنجم مئی سنہ ۱۸۶۰ء دستخطی عالیجناب ارل کیننگ صاحب بہادر وائسرائے و گورنر جنرل ہندوستان حاصل ہیں۔

دفعہ سوم۔ راجہ صاحب اور اُن کے جانشینوں کو چاہیئے۔ کہ گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ ویسے ہی دوستانہ تعلقات قایم رکھیں اور اس جدید علاقہ کی نسبت بھی انہیں شرایط کو پورا کرتے رہیں جو سند مورخہ پنجم مئی سنہ ۱۸۶۰ء میں بہ تعلق مقبوضات موروثی راجہ صاحب کے مقرر کی گئی تھیں ۱۲

عمدہ الفاظ استعمال کیئے ہیں۔[1]

راجہ بھرپور سنگھ صاحب کی وفات

ستمبر ۱۸۶۳ء کو راجہ **بھرپور سنگھ صاحب** کو لارڈ **ایلگن صاحب** بہادر وائسرائے نے کونسل واضعان آئین کا ممبر مقرر کیا۔ اور نہایت خوشی سے اس انتظار میں تھے کہ جنوری آیندہ میں کلکتہ جا کر قانونی جلسہ میں شریک ہوں کہ دفعتہ جون ۱۸۶۳ء میں وہ سخت بیمار ہو گئے۔ بیچ میں انکو کچھ کونین کے کھانے سے افاقہ بھی ہو گیا تھا۔ مگر یکایک بیماری بخار نے پھر زور دیا۔ اور وہ ایسے بیمار پڑے کہ پھر نہ اٹھے۔ اور ۹ نومبر ۱۸۶۳ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے +

راجہ بھرپور سنگھ کی جگہ اُن کے چھوٹے بھائی راجہ بھگوان سنگھ کی مسند نشینی کی تجویز۔

بعد وفات راجہ **بھرپور سنگھ** کے روساء پٹیالہ اور جیند کی طرف سے گورنمنٹ میں یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ "راجہ صاحب موصوف نے اپنی حیات میں ہی کنور **بھگوان سنگھ** اپنے چھوٹے بھائی کو اپنا متبنیٰ قرار دیا تھا۔ مگر گورنمنٹ نے ان کو صرف اس خیال سے پذیرانہ کیا کہ شاید ادائے حق نذرانہ سے بچنے کے لیئے یہ حیلہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس امر سے بالکل اتفاق کیا۔ کہ کنور **بھگوان سنگھ** اپنے بھائی کی جگہ راجہ بنائے جائیں۔ اور جسقدر نذرانہ ریاست کی طرف سے ایسی حالتوں میں جب کوئی رئیس لاولد یا بغیر متبنیٰ بنائے مر جاوے حسب شرائط مندرجہ سند مورخہ ۵۔ مئی ۱۸۶۰ء واجب الادا گورنمنٹ ہو ادا کیا جائے +

راجہ بھگوان سنگھ کی مسند نشینی

الغرض گورنمنٹ کو نذرانہ ادا کیا گیا۔ اور راجہ **بھگوان سنگھ صاحب** ۷ افروری ۱۸۶۴ء کو مسند نشین کیئے گئے +

یہ رسم بڑی شان وشوکت کیساتھ ادا ہوئی۔ اور مہاراجہ صاحب پٹیالہ و راجہ جیند و نواب مالیر کوٹلہ وغیرہ تمام روسائے ایروے ستلج اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ گورنمنٹ کی طرف سے **سر رابرٹ ایڈورڈس صاحب** بہادر ایجنٹ و جرنل **لارڈ جارج پیجٹ صاحب** سی۔ بی کمانڈنگ افیسر افواج انبالہ ڈویژن وغیرہ بہت سے انگریزی حکام تشریف لائے۔ اور راجہ صاحب موصوف کو ایک خلعت جسمیں مفصلہ ذیل اشیا شامل تھیں دیا گیا۔

پندرہ کشتی ہائے پارچات۔ تین رقم جواہرات دو دو سلاحات اور ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی +

لیکن راجہ **بھگوان سنگھ صاحب** کے گدی پر بیٹھتے ہی ریاست میں اہلکارونکی باہم دھڑ بندی اور پارٹی فیلنگ نے ایک عجیب خوفناک فتور برپا کر دیا۔ یہانتک کہ خود راجہ صاحب کو ایک بڑے بھاری جرم کے اشتباہ میں ماخوذ کرا دیا۔ یعنی راجہ **بھرپور سنگھ صاحب** کی وفات کا باعث زہر مشہور کیا گیا۔ اور یہ سخت الزام راجہ

[1] دیسی ریاستوں میں رئیس کی خورد سالی سے جو خرابیاں واقع ہوتی ہیں۔ اُن کا ذکر تاریخ جیند میں ہو چکا ہے۔ مگر اس عام اور بدبخت قاعدہ سے راجہ بھرپور سنگھ بطور عجیب وغریب ایک مستثنےٰ شخص تھے۔ اُن کے مزاج کی خوبی اور قدرتی عقل وفہم ایسی تھی جسکی وجہ سے وہ اُن خراب کنندہ اثروں سے جو اُن کے گرد وپیش موجود تھے بچے رہے اور شمالی ہندوستان میں ایک نہایت روشن دماغ رئیس ہونے کے آثار ظاہر کیئے۔ سکھوں میں علم کا شوق بہت کم ہے۔ مگر ان راجہ صاحب کی طبیعت علم دوست تھی انہوں نے دیسی زبانوں میں خوب مہارت حاصل کر لی تھی۔ اور جب کاروبار ریاست سے اُن کو فرصت ہوتی تھی تو تین چار گھنٹے روز انگریزی بھی پڑھا کرتے تھے۔ ریاست کے

بھگوان سنگھ کے سر منڈھ دیا۔ لیکن چونکہ یہ شہرت اور افواہ بالکل بے بنیاد تھی۔ اور راجہ **بھرپور سنگھ** واقعی بقضائے الٰہی سل کے عارضہ میں بہت دنوں تک مبتلا رہکر جسنے انکو بہت ہی نقیح کر دیا تھا۔ فوت ہوگئے تھے۔ اس لحاظ سے انجام کار ایک کامل چھان بین اور تحقیقات کے بعد راجہ **بھگوان سنگھ صاحب** تو اس جھوٹے اور بیخو اتہام سے مبرا کیئے گئے۔ اور جن لوگوں نے اس تہمت کو راجہ صاحب پر ٹال کر خود اپنے تئیں ایک دوسرے الزام سے بری کرنا چاہا تھا ماخوذ ہوئے +

اسکا مختصر قصّہ یوں ہے۔ کہ ریاست کے اہلکاروں میں دو فریق ہوگئے تھے۔ ایک گوربخش سنگھ مدار المہام کی وہڑ تھی۔ اور دوسری منشی صاحب سنگھ کی۔ یہ دونوں باہم ایک دوسرے کی تخریب کے درپے تھے۔ اور یہی آپس کی کشمکش راجہ بھرپور سنگھ کی وفات کو بھی زہر خورانی سے شہرت دینے کی باعث ہوئی + ابھی اس جھوٹی شہرت کا کچھ زیادہ اثر گورنمنٹ انگریزی کے دل پر نہیں ہوا تھا۔ کہ ایک اور تازہ گُل کھلا جسنے اس افواہ کو قابل تحقیقات بنانے کا موقع دیا۔ یعنی ۱۴۔ جنوری ۱۸۶۴ع کو رنگھڑ ٹھنکل ضلع امرتسر کے مقام پر چند آدمیوں نے سردارنی مہتاب کنور زوجہ سردار ارجن سنگھ متوفی کو جو راجہ صاحب نابھہ کی رشتہ دار تھی۔ اور جسکی لڑکی کی شادی کی دعوت کھانے کے بعد ہی واپس آکر راجہ **بھرپور سنگھ** بیمار پڑگئے اور لوگوں کو یہ شک گذرا۔ کہ راجہ صاحب کو سردارنی صاحب نے جادو سے بیمار ڈال دیا ہے۔ قتل کر دیا۔ اور زیور وغیرہ کو مطلق ہاتھ نہ لگایا۔ آخر کار اہالیان پولیس نے اپنی تفتیش سے قاتلوں کا سراغ نابھہ میں جا لگایا۔ اور وہاں سے چار آدمی گرفتار ہوئے۔ منجملہ اُن کے ایک شخص نے جسکا نام ہیرا سنگھ تھا سارا حال بیان کر دیا۔ اور معلوم ہوگیا۔ کہ اصل قاتل مہتابا نام ایک شخص جیتو علاقہ نابھہ کا رہنے والا ہے۔ جو چوری کے جرم میں جیلخانہ نابھہ میں قید تھا۔ اور قبل انقضائے میعاد رہا ہوکر اُسنے اس قتل کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ راجہ **بھگوان سنگھ صاحب** کے نام سرکار انگلشیہ کی طرف سے مراسلہ بھیجا گیا۔ کہ وہ اس معاملہ کی کماحقہ تفتیش کر کے نتیجہ سے اطلاع دیں +

راجہ صاحب نے اپریل کے مہینے میں اس مقدمہ کی نہایت جانفشانی اور کوشش سے باضابطہ تحقیقات کی۔ جس سے معلوم ہوا کہ قیدی کو قبل از میعاد رہا کرنے اور سردارنی کو قتل کرانے کا الزام سردار گوربخش سنگھ مدار المہام پر ثابت ہوتا ہے۔ مگر جب سردار مذکور سے دریافت ہوا۔ تو اُسنے سارا الزام راجہ صاحب پر اُلٹ دیا۔ اور آخر کار گورنمنٹ کو بذات خود اس مقدمہ کی تحقیقات کرنے کی ضرورت پڑی۔ الغرض **میجر کریکرافٹ صاحب** نے گورنمنٹ کیطرف سے نابھہ پہنچکر ۲۳۔ نومبر ۱۸۶۴ع سے اس مقدمہ کی تحقیقات شروع کر دی۔ تین ہفتہ تک برابر چھان بین ہوتی رہی۔ کل اہلکاران ریاست نابھہ کے حلفاً اظہار لیئے گئے۔ اور مہاراجہ صاحب پٹیالہ و راجہ صاحب جیند دونوں صاحب موصوف کے ساتھ دوران تحقیقات میں شریک رہے۔ آخر کار تحقیقات سے ثابت ہوگیا۔ کہ راجہ **بھرپور سنگھ صاحب** کو مطلق زہر نہیں دیا گیا۔ اور وہ صرف بقضائے الٰہی مرے ہیں۔ لیکن سردارنی

مہتاب کنور کو قتل کرانے کا الزام سردار گوربخش سنگھ پر بخوبی ثابت ہو گیا۔ اسلیئے گورنمنٹ نے بعد ملاحظہ رپورٹ تحقیقات کمیشن یہ حکم دیا۔ کہ مہتابا پر قتل کا اور سردار گوربخش سنگھ پر ترغیب قتل کا باضابطہ عدالت میں مقدمہ دائر کیا جائے۔ چنانچہ عدالت سشن سے مہتابا ملزم کیواسطے بعد ثبوت جرم سزائے قصاص کا حکم ہوا۔ مگر بعد ازاں اپیل سے وہ سزاء حبس دوام عبور دریائے شور میں تبدیل ہو گئی۔ لیکن سردار گوربخش سنگھ کو جن پر اعانت قتل کا مقدمہ قایم ہوا تھا عدالت سشن سے بریت حاصل ہو گئی ؛

اب سردار گوربخش سنگھ کو گو اس معاملہ میں عدالت سے بریت مل گئی۔ لیکن گورنمنٹ کا کمیشن کی رائے سے اتفاق رہا۔ مگر شبہ میں گوربخش سنگھ و اوصاف علی خاں اعلے حاکم عدالت نابھہ و بلونت سنگھ مہتاب کنور کے سوتیلے بیٹے تینوں اشخاص کو ریاست نابھہ سے علیحدہ ہو جانیکا حکم ہوا ؛ اس مقدمہ کی تحقیقات کی بابت **سر لیپل گریفن صاحب** کی راجگان پنجاب میں یہ رائے ہے کہ :-

"یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نابھہ میں جس افسر انگریزی نے تحقیقات کی تھی۔ اُسنے سردارنی مہتاب کنور کے قتل کا تمام وکمال صحیح صحیح حال دریافت کر لیا تھا۔ کیونکہ منصوبہ بازیاں اور ایک فریق کے منصوبے کے توڑنے کو دوسرے فریق کیطرف سے جوابی منصوبہ اور باہمی جوڑ توڑ اور چالیں اس موقع پر اسقدر ظاہر ہوئیں کہ جنمیں قریب قریب تمام اہلکاران ریاست نابھہ کا تھوڑا بہت ملوث ہونا پایا جاتا تھا۔ اور جنکے مفصل بیان کرنے سے ایک بڑی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اور جن جن اغراض کے باعث سے یہ قتل کی واردات ظہور میں آئی اور جو لوگ اس جرم میں شریک یا رازدار تھے۔ اُن کا پتہ کبھی بھی اس دنیا میں نہیں لگ سکے گا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ جو رائے اس مقدمہ میں دی گئی تھی وہ عموماً صحیح مانی جا سکتی ہے۔ جو اس زمانہ میں صاحب جوڈیشل کمشنر پنجاب کا پرسنل اسسٹنٹ تھا۔ اور میجر کمر نیکر افسٹ جسے اس مقدمہ کی تحقیقات میں مدد دینے کیواسطے نابھہ بھیجا گیا تھا۔ اس جہت سے اس بات کی شہادت دیسکتا ہے۔ کہ اس مقدمہ کی تحقیقات کیسی غور و خوض اور چھان بین کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور جہانتک ممکن ہوا۔ بال کی کھال کھینچی گئی۔ اور جو اظہارات وغیرہ قلمبند ہوئے اور جو باتیں رویداد مقدمہ سے مطابق اور قرین قیاس معلوم ہوئیں کمیشن کی رائے عین اُن کے موافق تھی۔ جو ڈیشل تحقیقات میں گوربخش سنگھ کے رہا ہو جانے کی پہلے سے ہی توقع تھی۔ اور بیشک جوڈیشل طور سے اُسکا رہا ہو جانا ایک ایسا امر تھا۔ کہ جس سے گریز نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس تحقیقات کی رو سے کمیشن کے فیصلہ میں ذرا بھی لغزش نہیں آتی۔ کیونکہ اگر یہ فیصلہ غلط ہوتا۔ تو اُسکے یہ معنے ہوتے۔ کہ سردارنی مہتاب کنور قتل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اور یہ امر کہ گورنمنٹ پنجاب اور گورنمنٹ ہند اور صاحب سکرٹیری آف

سٹیٹ یعنی وزیر ہندوستان نے نہایت غور وخوض کے بعد کمیشن کی رائے کو صحیح قرار دیا۔ یہی اُسکے معقول اور بجا ہونے کا ایک ثبوت ہے یہ بات ناممکن ہے کہ سردار گورنجش سنگھ کی کچھ ہمدردی نہ کیجاتی۔ کیونکہ یہ شخص از روے شکل و وجاہت اور نیز اپنے اوضاع و اطوار ناقابل الزام کے پُرانے سکھ سرداروں کا ایک بہت خوشنما نمونہ تھا۔ اور اگرچہ اُسکے پہلے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بہت طامع اور حصول اقتدار کا بڑا حریص تھا۔ مگر اس میں شک نہیں ہے۔ کہ باوجود اسکے راجہ بھرپور سنگھ سے اُسکو بڑی محبت تھی اور خواہ اُس سے کیسے ہی مجرمانہ اور ناقابل الزام افعال سرزد ہوئے۔ مگر تاہم اُسکی یہ کارروائیاں بہ نسبت اُسکے ذاتی خیالات کے جنکا اثر بھی کچھ نہ کچھ اسمیں ضرور شامل تھا۔ زیادہ تر اپنے آقا کی محبت کی وجہ سے وقوع میں آئی تھیں"

اسکے بعد تواریخ نابھہ میں سوائے لدھڑاں اور سونٹی والے سکھوں کے مقدمات کے جنکا ریاست پٹیالہ کے بیان میں ذکر آچکا ہے۔ کوئی اور ایسا مقدمہ جس میں پولٹیکل اُلجھاؤ ہوں قابل ذکر معلوم نہیں ہوتا +

حالانکہ ۱۰ اگست ۱۸۳۷ء میں گورنمنٹ ان سرداروں اور ریاست نابھہ کے باہمی تعلقات کا فیصلہ کر چکی تھی۔ مگر تاہم ان کی کوئی آپس میں مل جل کر رہنے کی صورت قایم نہ ہوئی۔ اور ہمیشہ شکایتیں ہوتی رہیں۔ الغرض **لارڈ کیننگ صاحب** بہادر نے یہ حکم دیا۔ کہ اگر ہو سکے تو امورات متنازعہ کا تصفیہ سرکاری طور پر کر کے دونوں فریقوں کے حقوق معیّن کر دیئے جائیں۔ چنانچہ صاحب کمشنر بہادر انبالہ نے بہ مشورہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ و راجہ صاحب جیند اس جھگڑے کا اسطرح پر فیصلہ کیا۔ کہ سونٹی کے سرداروں کو بلاکسی کاٹ وغیرہ کے ریاست نابھہ کے خزانہ سے پانچہزار روپیہ سال ملنا چاہیئے۔ مگر سونٹی کے سکھوں کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوا۔ اور اُنہوں نے اس فیصلہ کا اپیل ولایت میں دائر کیا۔ جہاں سے از سر نو تحقیقات ہونیکا حکم ہوا۔ اور جنرل **ٹیلر صاحب** اس مقدمہ کی تحقیقات کے لیئے منتخب ہوئے۔ جنہوں نے آخرکار ایک مدت تک کی چھان بین اور اُکھیڑ پچھیڑ کے بعد ۱۸۶۱ء میں یہ فیصلہ دیا کہ منجملہ للعہ صما ۲۴۵۰۰ حصّہ سونٹی کے مندرجہ ذیل رقوم ریاست نابھہ کو ضرور مجرا ہونی چاہیئیں۔

بابت ضبطی حصّہ سواران لاوارث حسب مندرجہ بالا	۳۳۴۸ ہزار
بابت معاوضہ نوکری و حاضری سواران بتعداد ساٹھ نفر	۵۰۲۱ ہزار
کسرے زاید۔ بجائے ۵ روپیہ بشرح ۴ ماہوار	۳۰۶۲ ہزار
بابت ضبطی علاقہ نابھہ بجائے حصہ چہارم بحساب حصّہ ہشتم	۱۱۵۰۲ ہزار
میزان کل	۱۲۹۹۶ ہزار

باقی جو سونٹی کے سکھوں کو ریاست سے ملنا واجب رہا

غرضیکہ یہ فیصلہ ایسا عمدہ ہؤا۔ کہ اسکو گورنمنٹ اور فریقین نے منظور کرلیا۔ اور مقدمہ کا خاتمہ ہؤا۔ لدہڑاں کے سردار اس فیصلہ میں شامل نہ تھے۔ کیونکہ انکی حالت سونٹی سے بہت مختلف تھی۔ اور نہ انکا علاقہ چہارم حصہ منبطی ریاست نابھہ میں شامل تھا

راجہ بھگوان سنگھ کی وفات

بعد ازاں راجہ **بھگوان سنگہ صاحب** نے آٹھ برس تک نہایت عمدگی اور تعریف کے ساتھ سلطنت کی۔ اور رعایا و اہلکار دونوں اُنسے خوش رہے۔ مگر افسوس کہ انکی عمر نے وفا نہ کی اور وہ جیٹھ بدی ۱۲۔ سمت ۱۹۲۷ بکرمی کو راہی ملک بقا ہوگئے؀

راجہ **بھگوان سنگہ صاحب** بھی اپنے بھائی راجہ **بھرپور سنگہ** کی طرح نہایت لایق اور تعلیم یافتہ والی ملک تھے فارسی کی بھی بہت اچھی استعداد تھی۔ اور زبان اردو نہایت شستہ اور فصیح بولتے تھے۔ علاوہ ازیں انگریزی بھی جانتے تھے۔ ان دونوں راجاؤں کے اتالیق **ماسٹر وزیر علی صاحب** دہلوی تھے جو اب ریاست نابھہ میں میرمنشی کے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ اور واقعی ایک نہایت قابل و فرشتہ خصلت انسان ہیں؀

راجہ **بھرپور سنگہ صاحب** کے دو رانیاں تھیں ایک رئیس منی مزرعہ کی لڑکی دوسری چھوٹے پنڈ والے سردار کی بیٹی۔ دونوں ابتک حیات ہیں۔ اور انکو ریاست سے ایک سو روپیہ ماہوار جیب خرچ علاوہ اخراجات روزمرہ کے ملتا ہے۔ علےٰ ہذا راجہ **بھگوان سنگہ صاحب** کے بھی تین رانیاں تھیں۔ اوّل بھروکی والی دوسری کوٹ فتح کی تیسری روڑے پنڈ کی۔ ان میں سے دو مرگئیں۔ اور ایک ابتک حیات ہے۔ مگر افسوس کہ تینوں لاولد تھیں۔ اور اسلیئے راجہ **بھگوان سنگہ** کے مرنے بعد حسب شرایط مندرجہ سند مورخہ ۵۔ مئی ۱۸۶۰ء ریاست کا مالک خاندان پھول میں سے منتخب کرکے کسی اور کو بنانا پڑا۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ و راجہ صاحب جیند نے بڑرکھاں والے سردار **ہیرا سنگہ صاحب** موجودہ فرمانروائے ریاست نابھہ کو سب سے زیادہ مستحق اور نہایت قریبی حقدار سمجھکر گورنمنٹ میں یہ تجویز پیش کی۔ کہ ریاست نابھہ کے وہ راجہ بنائے جائیں۔ چونکہ یہ تجویز واقعی نہایت مناسب اور بلا رعایت تھی اسلیئے گورنمنٹ نے بھی انکی رائے سے اتفاق کیا۔ اور جناب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر پنجاب نے سردار **ہیرا سنگہ صاحب** کو شملہ کے مقام پر بلاکر چند ضروری ہدایات کے بعد ریاست نابھہ سپرد کردی۔ اور کہا کہ آپ آج سے یہ خیال کریں کہ ہم بڑرکھاں سے مرگئے۔ اور راجہ **بھگوان سنگہ** کے گھر پیدا ہوئے۔ دوسرے ملازمان قدیم اور رعایا کی پرورش کا ہمیشہ خیال رکھنا۔ اور گورنمنٹ انگریزی کے دل و جاں سے جیسے کہ تمہارے بزرگ تھے۔ ہمیشہ خیرخواہ بنے رہنا؀

راجہ ہیرا سنگہ صاحب کی مسند نشینی۔

الغرض بھادوں بدی ۹ سمت ۱۹۲۸ بکرمی مطابق اگست ۱۸۷۱ء کو سردار **ہیرا سنگہ صاحب** ریاست نابھہ کے راجہ بنائے گئے۔ اور رسم مسند نشینی حسب دستور نہایت دھوم دھام سے ادا ہوئی

راجہ **ہیرا سنگہ صاحب** نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے وزیر سیوا سنگہ کی امداد سے جو واقعی

نہایت منتظم اور بیدار مغز شخص تھا۔ ریاست نابھہ کا ایسا عمدہ انتظام کیا کہ باید و شاید۔ حالانکہ اُنکو چنداں تعلیم یافتہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ صرف گورمکھی اور بھاشا زبان جانتے ہیں۔ مگر اپنے ذاتی تجربہ اور خداداد دماغی قوت سے اُنہوں نے انتظام ریاست کے معاملہ میں اپنے کل ہمعصروں کو جو انگریزی اور فارسی علموں میں دخل رکھتے ہیں طاق پر رکھ دیا +

کوکے لوگوں کا فساد رفع کرنے میں راجہ ہیرا سنگھ کا سرکار انگریزی کی مدد کرنا

شروع شروع میں راجہ ہیرا سنگھ صاحب نے راج پر بیٹھتے ہی گورنمنٹ پنجاب کو کوکے لوگوں کا فساد رفع کرنے میں بہت مدد دی۔ جب اُنہوں نے ماگھ سمت ۱۹۲۹ بکرمی میں پہلے نقامہ ملود اور مالیر کوٹلہ میں مفسدہ پردازی کی۔ اور کئی ایک خون کیئے۔ تو راجہ صاحب نے منشی وزیر علی خانصاحب کو معہ اپنی فوج کے سب سے پہلے کوٹلہ کے مقام پر پہنچایا۔ اور مفسدان کو گرفتار کرکے بحکم صاحب کمشنر توپ سے اُڑوا دیا

مہم کابل پر گورنمنٹ کی مدد میں راجہ ہیرا سنگھ کا اپنی فوج بھیجنا۔

بعد ازاں جب سمت ۱۹۳۵ بکرمی میں سرکار انگریزی کو کابل کی مہم پیش آئی۔ تو راجہ ہیرا سنگھ صاحب نے سرکار کو اپنی سات سو سپاہ سے معہ توپخانہ و رسالہ کے جو بسر کردگی دیوان بشن سنگھ و بخشی بدر الدین بھیجی گئی تھی مدد دی۔ اور انکی رسد و باربرداری کا کل خرچ علاوہ چار لاکھ روپیہ نقد کے جسکا سولہ ہزار روپیہ سالانہ سود ابتک ریاست کو ملتا ہے۔ گورنمنٹ میں داخل کر دیا تھا +

علاوہ ازیں جہاں جہاں مالٹا و مصر وغیرہ میں سرکار انگریزی کو مہمات درپیش آتی رہیں۔ سب میں راجہ صاحب کیطرف سے بذات خاص مع افواج جانے کی درخواست ہوتی رہی +

غرض راجہ ہیرا سنگھ صاحب سرکار انگریزی کے دل و جاں سے ہواخواہ ہیں۔ اور ضرورت کیوقت سب سے پہلے میدان میں جانے کو موجود ہو جاتے ہیں۔ سمت ۱۹۴۱ بکرمی (۱۸۸۴ء) میں راولپنڈی کے دربار میں جو امیر کابل کی آمد میں منعقد ہوا تھا۔ راجہ صاحب بھی تشریف لیگئے تھے۔ اور ان کی فوج نے قواعد دان ہونے کیوجہ سے وہاں بہت ناموری حاصل کی +

ریاست نابھہ میں حضور والیسرائے کی آمد اور نیز اُن مختلف عمارتوں وغیرہ کا جو راجہ ہیرا سنگھ صاحب فرمانروائے حال ریاست نابھہ نے تعمیر کروائیں۔

اِس ریاست میں دو دفعہ حضور والیسرائے تشریف لائے۔ اوّل سمت ۱۹۰۶ بکرمی میں بعہد راجہ بھرپور سنگھ صاحب۔ بعد ازاں سمت ۱۹۴۷ بکرمی میں خاص راجہ صاحب حال کے وقت میں +

راجہ ہیرا سنگھ صاحب نے ریاست نابھہ کو بہت ترقی دی۔ بہت سی عمارتیں اور باغات و پختہ سڑکیں اُنہوں نے تعمیر کرائیں۔ چار لاکھ روپیہ کے صرف سے ایک پختہ چھاونی نہایت عمدہ قطع اور انگریزی وضع کی بنوائی۔ خاص نابھہ میں ایک مدرسہ ایف اے کلاس تک جاری کیا۔ اپنی ریاست میں ڈاکخانہ کا انتظام نہایت عمدہ انگریزی قاعدہ پر قایم کیا۔ آبپاشی کے لیئے ۱۵۔ لاکھ روپیہ کے خرچ سے اپنی ریاست میں نہر لائے۔ جہاں جہاں سے ریاست میں ریل کا گذر ہوا۔ وہاں کے اسٹیشن وغیرہ

کی تعمیر کا خرچ اپنے ذمہ لیا۔ یادگار تشریف آوری حضور والیسرائے میں ایک شفاخانہ کھولا۔ پچاس ہزار روپیہ کی لاگت کی ایک کوٹھی باغ میں نہایت عالیشان تعمیر کرائی۔ دوسری کوٹھی پکّے باغ میں دو لاکھ کے صرف سے قابل دید بنوائی۔ کل شہر نابھہ میں بدررو اور پختہ سڑک نکالی۔ دریائے چووہ پر متصل موضع بہادسوں ایک پختہ پل ۴۰ ہزار کے صرف سے بندھوایا۔ اور کوٹلہ مالیر تک پختہ سڑک۔ نابھہ سے ۲۴ میل کھنہ اور ۱۶ میل پٹیالہ تک پختہ سڑک تیار کرائی۔ قیدیوں کے لیئے نابھہ میں ایک جدید پختہ جیلخانہ بنوایا۔ باول میں دو لاکھ کے صرف سے ایک قلعہ نہایت عمدہ اور پختہ تعمیر کرایا۔ نظامت املوہ میں ایک سرائے اور پختہ بازار۔ پھول میں ایک باغ اور راسٹیشن منڈی۔ جیتو میں ایک بازار اور دہنولہ میں ایک سرائے۔ قلعہ معلےٰ میں چاروں رانیوں کے واسطے چاروں محل جدا جدا۔ چھاونی میں ڈیڑہ لاکھ کی لاگت سے دیوی مندر ایک تالاب سبھا کا مکان طالب علموں کے لیئے بورڈنگ۔ ہیرمیں ٹیکہ صاحب کے نام سے ایک باغ اور فقیروں کے لیئے گُفا وغیرہ۔ شملہ میں ۱۷ ہزار کے صرف سے ایک کوٹھی۔ ایک حویلی تھانیسر میں جسمیں سو روپیہ ماہوار کا ایک سدابرت جاری کیا۔ ایک سدابرت خاص نابھہ میں ٹیکہ صاحب کے نام سے جسکا خرچ سات روپیہ یومیہ ہے۔ بیس ہزار کے صرفہ سے مُردوں کے جلانے کے لیئے ایک احاطہ۔ تینوں نظامتوں کی کچہریاں وغیرہ وغیرہ +

غرض راجہ **ہیرا سنگہ صاحب** نے اپنے تئیں ایک نہایت لایق اور بیدار مغز والی ملک ثابت کیا۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ آجکل پنجاب کی ریاستوں میں راجہ **ہیرا سنگہ صاحب** کا نظم و نسق قابل نظیر ہے +

راجہ صاحب کی چار رانیاں ہیں۔ پہلی سردار انوکھ سنگہ لونگووالیئے کی بیٹی رانی جس میر کور جسکے شکم سے پھاگن سمت ۱۹۳۹ میں ٹیکہ صاحب ولیعہد ریاست پیدا ہوئے۔ دوسری رانی موضع دتے والی۔ تیسری کرم گڈہ والی۔ چوتھی سردار سنتوکھ سنگہ کی دختر ایشر کنور +

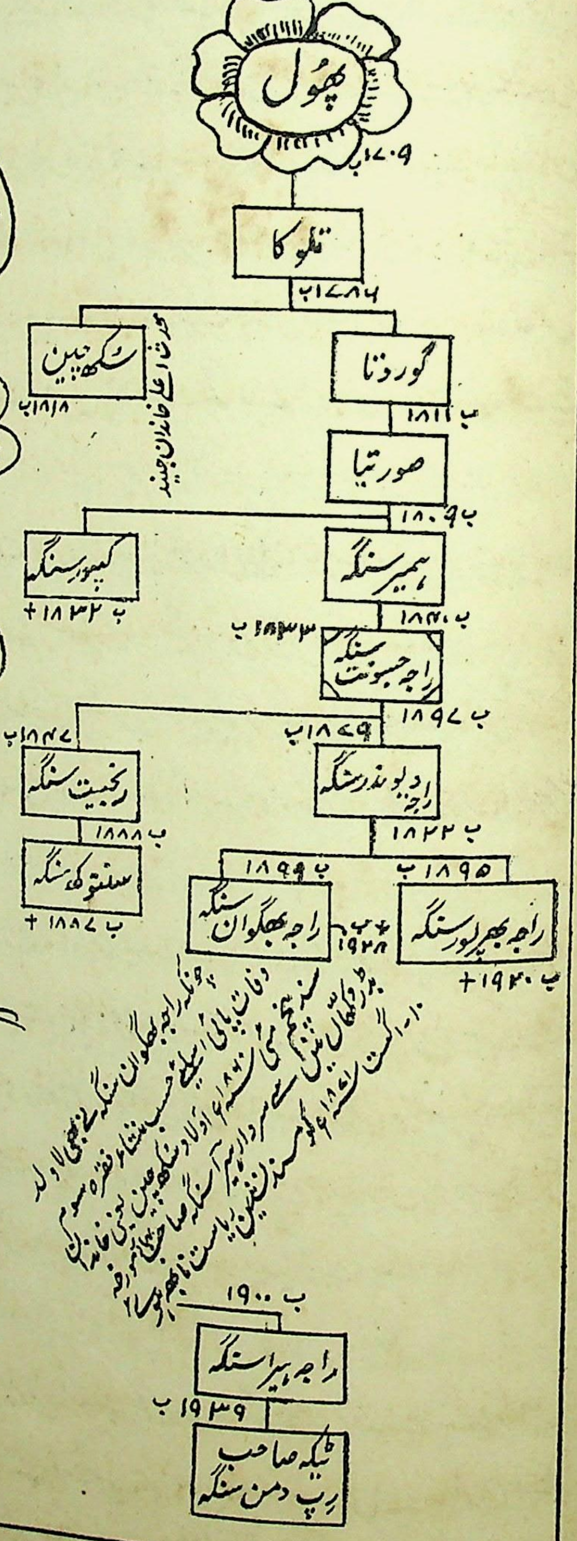
ٹیکہ صاحب ولیعہد ریاست کی عمر اسوقت دس برس کی ہے۔ اور راجہ صاحب کو اُن کی تعلیم کا بہت خیال ہے فی الحال بنظر مناسب اُن کو مذہبی تعلیم دیجاتی ہے۔ جو نہایت ضروری امر ہے۔ اور بھائی **کاہن سنگہ** جو زبان بھاشا و گورمکھی کے منتہی ہیں۔ اور کسیقدر سنسکرت بھی جانتے ہیں۔ اور آدمی نہایت شریف و باوضع معلوم ہوتے ہیں۔ اُن کے اتالیق ہیں۔ راجہ **ہیرا سنگہ صاحب** جیسے لایق باپ کے لاڈ و پیار میں پرورش پاکر امید قوی ہے۔ کہ ٹیکہ صاحب ولی عہد ریاست بھی جو نہایت ہونہار معلوم ہوتے ہیں۔ انتظام ریاست کے معاملہ میں اپنے والد بزرگوار سے کچھ کم نہ ہوں گے +

سردار **سیوا سنگہ** وزیر ریاست نابھہ جنکی لیاقت کا ہم پہلے اظہار کر چکے ہیں۔ اور جنکی نمایاں خدمات کے صلہ میں راجہ صاحب کی طرف سے اُنکو بارہ ہزار کی جاگیر علے الدوام نسب و نسب اور تین مواضعات کی بسوہ داری عطا ہوئی تھی۔ ایک مدت ہوئی کہ انتقال کر گئے۔ اب انکی جگہ اُن کے بیٹے سردار **پرتاب سنگہ** وزیر ہیں۔ یہ بھی

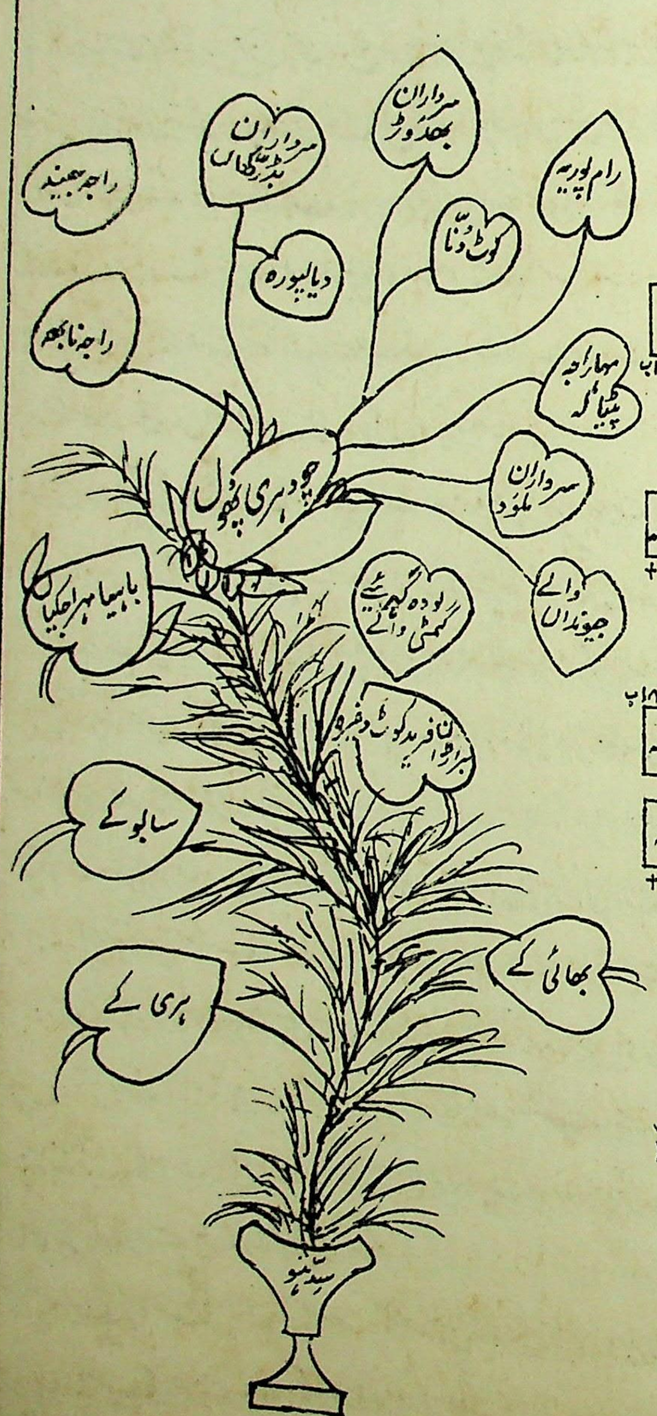
علےٰ ہذا نہایت لایق اور ہوشیار تعلیم یافتہ نوجوان آدمی ہیں۔ انگریزی اچھی جانتے ہیں۔ اور بہت آسانی سے بول سکتے ہیں*

آمدنی ریاست نابھہ پیشتر اس ریاست کی آمدنی کل نو لاکھ کی تھی۔ مگر راجہ ہیرا سنگھ کے وقت انکی حسن لیاقت سے قریب بارہ لاکھ پہنچ گئی۔ اور اب آبپاشی وغیرہ کے صیغہ کی وجہ سے غالباً چودہ پندرہ لاکھ کے قریب ہو گئی ہے۔

شجرہ خاندان ریاست نابھہ



شجرہ خاندان سدھوان



* نشان لاولدی۔ ▭ نشان کرسیوا۔

خاندان جیند

چونکہ اس خاندان کا بھی تعلق اسی ایک چودہری پھول سے ہے۔ جسکا مفصل ذکر تاریخ پٹیالہ میں آچکا ہے۔ اسلیئے سکھ چین سنگہ سے (جس سے خاندان جیند قایم ہوا) پہلے کا حال پھر یہاں پر دوہرانہ فضول معلوم ہوتا ہے۔

چودہری تلوکا کے جسکو اپنے باپ پھول کی جگہ چودہرات ملی دو بیٹے تھے۔ گوردت سنگہ۔ سکھ چین سنگہ۔ منجملہ ان کے گوردت سنگہ بڑا بیٹا تو خاندان نابھہ کا مالک بنا۔ اور سکھ چین سنگہ چھوٹے بیٹے سے جسکی اولاد میں سرداران بڈرکھاں اور بازیدپور بھی ہیں۔ ریاست جیند قایم ہوئی +

یہ شخص چنداں مشہور آدمی نہیں تھا۔ اور نہ اسکے کوئی حالات سوائے اسکے کہ اسکی شادی چوہڑ سنگہ بھلر جاٹ ساکن موضع منڈہی کی دختر مسماۃ آگاں سے ہوئی۔ اور اسنے چند جدید دیہات آباد کیئے۔ قابل تذکرہ تاریخ معلوم ہوتے ہیں۔ اسکے تین بیٹے تھے عالم سنگہ۔ گجپت سنگہ۔ بلاقی سنگہ۔ عالم سنگہ کو اسنے موضع بالاں والی دیا۔ جسکو سمت ۱۸۱۱ بکرمی میں آباد کیا تھا اور موضع سکھ چین والہ جسکو اپنے نام سے آباد کیا تھا بلاقی سنگہ کو + اس تقسیم جائداد کے بعد سکھ چین سنگہ معہ اپنے منجھلے بیٹے گجپت سنگہ کے موضع پھول میں جو انکا موروثی گانوں تھا جا رہا۔ اور وہاں ایک مدت تک زندہ رہکر سنہ ۱۸۱۸ء میں پچھتر برس کی عمر میں مر گیا۔ سکھ چین سنگہ اور اسکے بھائی گوردت سنگہ میں جو خاندان نابھہ کا مورث تھا ہمیشہ تنازعہ رہتا تھا۔ اور اسوقت سے ان دونوں ریاستوں میں باہم ایسی عداوت پڑ گئی۔ جسکا جھگڑا ایک مدت دراز تک چلا گیا۔ اور سرکار انگریزی کو بھی اسکے فیصلہ اور رفع دفع کرانے میں بہت سی لاحل دقتیں پیش آئیں۔ سب سے زیادہ جھگڑے اور فساد کی جڑ یہ تھی۔ کہ موضع پھول موروثی گانوں پر جس پر صرف خاندان نابھہ کا قبضہ تھا۔ تینوں رئیس بالطبع دخل یاب ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر گوردت سنگہ رئیس نابھہ نہ صرف اس حیثیت سے کہ وہ پھول کے بڑے بیٹے کی اولاد تھا بلکہ خاندان کی سرداری اور موروثی چودہرات بھی اسکو ملی تھی اس موضع پر اپنا قبضہ رکھنے کا حق بہ نسبت اوروں کے زیادہ سمجھتا تھا +

چنانچہ اس نفاق نے باہم اسقدر طوالت پکڑی کہ ایک مرتبہ سنہ ۱۸۰۱ء میں جب **سکھ چین سنگہ** اپنے حصہ کا زر لگان بادشاہی خزانہ میں داخل نہ کر سکا اور اس کی گرفتاری کے لیئے فوج آئی تو وہ روپوش ہو گیا۔ مگر **گوردت سنگہ** رئیس نابھہ نے اشارہ کر کے اس کے بیٹے گجپت سنگہ کو جو اسوقت کل پانچ سال کی عمر کا تھا معہ اسکی ماں آگاں کے گرفتار کرا دیا اور بادشاہی فوج زرلگان کی کفالت میں انکو قید کر کے دہلی لے گئی۔ مگر اسوقت آگاں کی ایک لونڈی نے نہایت نمک

حلالی اور وفاداری کا کام کیا - یعنی اپنی سرکار کا لباس پہنکر اُسکی جگہ خود قید خانہ میں بیٹھ رہی اور ماں بیٹے دونوں کو وہاں سے چپ چاپ نکال دیا +

اب یہاں پر قبل اسکے کہ راجہ **گجپت سنگھ** کا حال جس سے جیند کی تواریخ شروع ہوتی ہے قلمبند کیا جاوے - تھوڑا سا ذکر اُسکے دونوں بھائیوں کا بھی کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے -

سکھ چین سنگھ کا بڑا بیٹا عالم سنگھ ایک نہایت بہادر اور جنگجو سپاہی تھا - اور اُسنے اپنی شجاعت اور لیاقت سے ایک اچھی شہرت حاصل کر لی تھی - ایک مختصر سے سواروں کی جماعت اپنے ساتھ رکھتا تھا - اور علاوہ مقابلہ کرنے اپنے دشمن قوم بھٹیوں کے کئی مرتبہ بادشاہی فوج کے سامنے بھی میدان میں جا کھڑا ہوا تھا اور اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اُسکی ذاتی جرأت اسوقت اسکو بہت مدد دیتی تھی - سمت ۱۸۲۰ بکرمی میں بعد تسخیر سرہند اُسنے بہت سا علاقہ بزور شمشیر اپنے قبضہ میں کر لیا - اور اگر کچھ دنوں اور زندہ رہتا - تو ضرور اپنی ریاست علیحدہ قایم کر لیتا - مگر اسکی عمر نے وفا نہ کی اور یہ سمت ۱۸۲۱ بکرمی میں گھوڑے سے گر کر مر گیا - اسکی تین عورتیں تھیں - لیکن اولاد کسی سے نہ ہوئی - آخر کار اسکے مرنے کے بعد **گجپت سنگھ** اسکے بھائی نے جو ایک نہایت چالاک اور عقلمند بہادر سپاہی تھا - اسکی ایک بیوہ کو اپنے گھر میں ڈال کے موضع بالیاں والی وغیرہ اسکے کل علاقہ پر اپنا قبضہ کر لیا +

بلاقی سنگھ سب سے چھوٹا بیٹا **سکھ چین سنگھ** کا سرداران دیالپورہ کا مورث ہے اُسکا مفصل ذکر اُن کے خاندان میں بیان کیا جائیگا +

جیند کا گجپت سنگھ کے ہاتھ آنا

گجپت سنگھ سکھ چین سنگھ کا منجھلا بیٹا جو اسکا جانشین ہوا - نہایت دلیر اور جوانمرد آدمی تھا - فنون سپہ گری سے بخوبی ماہر اور دیکھنے میں بھی نہایت سجیلا اور خوبصورت جوان تھا - جبتک اسکا باپ زندہ رہا یہ پھول میں رہا - بعد ازاں سمت ۱۸۲۰ میں تسخیر سرہند کے وقت جب یہ سکھوں کے گروہ کے ساتھ شامل ہوا تو اسکو ایک بہت بڑا قطعہ ملک کا جس میں جیند و سفیدوں وغیرہ شامل تھے ہاتھ لگ گیا - اور اُسنے اُن پر قبضہ کر کے پانی پت و کرنال کیطرف ہاتھ بڑھایا - گو اسطرف وہ اپنا قبضہ اور دخل پورے طور نہ جما سکا - تاہم اُسنے تاخت و تاراج سے اپنے ہاتھوں کو خوب رنگا +

گجپت سنگھ کو بادشاہ دہلی نے نظربند کیا -

گجپت سنگھ جسقدر شجاع اور دلیر تھا - اُسیقدر چالاک اور صاحب فہم بھی تھا - اُسنے حالانکہ اِن فتوحات میں صریح بغاوت کی - مگر تاہم ظاہرا بادشاہ دہلی سے نہ بگاڑی اور حسب دستور مالگذاری بادشاہی خزانہ میں برابر بھیجتا رہا - لیکن سمت ۱۸۲۴ بکرمی میں کسی وجہ سے اُسکے اوپر ڈیڑھ لاکھ روپیہ مالگذاری کا چڑھ گیا - اور جب وہ اس کثیر رقم کو یک مشت ادا نہ کر سکا - تو نتیجہ یہ ہوا - کہ نجیب خاں روہیلہ اُسکو گرفتار کر کے دہلی لے گیا - جہاں وہ تین سال تک نظربند رہا اور آخر کار اپنے بیٹے بھوپ سنگھ کو اپنی جگہ وہاں چھوڑ کر بڑی مشکلوں سے واپس جیند آیا - چونکہ آدمی نہایت باتدبیر اور خلیق تھا - اسوجہ سے گھر پر پہنچتے ہی اُسنے جوں توں کر کے روپیہ اکٹھا کرنے میں بہت جلد کامیابی حاصل کی - اور تین لاکھ

صوبہ بادشاہ دہلی کو ادا کر کے اپنے بیٹے کو چھوڑ لایا +

گجپت سنگھ نے راجہ کا خطاب حاصل کر کے اپنے نام کا سکہ چلایا۔

بعد ازاں سمت ۱۸۲۷ بکرمی میں **گجپت سنگھ** نے جوڑ توڑ لگا کر **شاہ عالم بادشاہ** دہلی کے حضور سے راجائی کا خطاب حاصل کیا۔ اور اپنا ایک خاص سکہ چلایا جسکا مضمون بالکل پٹیالہ کے سکہ کیطرح رکھا۔ مگر سرہند کی جگہ لفظ جیند کا بدل دیا +

راجہ گجپت سنگھ کا ہمیر سنگھ سے انتقام لینا۔

اب جب راجہ **گجپت سنگھ** نے اپنی طاقت کا وزن ہر طرح سے پورا دیکھا۔ تو سمت ۱۸۳۲ بکرمی میں اُسنے اپنے بھائی **ہمیر سنگھ** رئیس نابھہ کی طرف توجہ کی اور اپنی پشتینی عداوت کا اسطرح پر انتقام لیا۔ کہ پہلے تو راجہ **ہمیر سنگھ** کو دہوکے سے اپنے پاس بلا کر نظر بند کر دیا۔ بعدہٗ علاقہ آملوہ و بھادسوں کو جو ریاست نابھہ کے مستحکم مقامات تھے فوج کشی کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور سنگرور پر چڑہائی کر دی۔ لیکن یہاں راجہ **ہمیر سنگھ** کی رانی مسماۃ دیسو جو ایک نہایت صاحب حوصلہ اور دلیر عورت تھی۔ چار ماہ تک اُس کے مقابلہ پر لڑتی رہی۔ اور اس کی کچھہ پیش نہ جانے دی۔ لیکن آخر کار مہاراجہ پٹیالہ نے جن سے رانی دیسو نے مدد طلب کی بیچ میں پڑ کے اسطرح باہم فیصلہ کرا دیا۔ کہ اوّل راجہ **گجپت سنگھ** کو راجہ **ہمیر سنگھ** کے رہا کرنے اور علاقہ آملوہ و بھادسوں کے واپس کرنے پر مجبور کیا۔ بعدہٗ سنگرور کا قبضہ نابھہ سے اُسکو دلا دیا۔ تب سے سنگرور اب تک جیند کے ہی قبضہ میں چلا آتا ہے +

رحیم داد خاں کی دہلی کیطرف سے جیند پر چڑہائی۔

اس واقعہ کے بعد دوسرے سال میں **رحیم داد خاں** حاکم ہانسی نے صوبہ دار دہلی کی ترغیب سے جیند پر حملہ کر دیا۔ مگر راجہ **گجپت سنگھ** کو مہاراجہ پٹیالہ و راجہ **ہمیر سنگھ** و بھائی لعل سنگھ وغیرہ کی مدد پہنچ جانے سے بہت قوی سہارا ہو گیا اور وہ بآسانی اپنے دشمن پر فتحیاب ہو گیا۔ **رحیم داد خاں** عین موقع جنگ میں مارا گیا۔ اور اس کی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی +

اس کے بعد راجہ **گجپت سنگھ** نے بہمراہی فوج پٹیالہ لال پورہ وغیرہ علاقہ ضلع رہتک کیطرف چڑہائی کر دی۔ جس حملہ میں دونوں رؤسا کو بہیئت مجموعی بہت کچھہ کامیابی ہوئی۔ اور ضلع گوہانہ راجہ **گجپت سنگھ** کو اپنے حصہ میں ہاتھہ آیا۔ لیکن **ضابطہ خاں پسر نجیب الدولہ** روہیلہ نے **غلام قادر خاں** وغیرہ سرداروں کو اپنے ہمراہ لیکر ایک ایسی کثیر جماعت کے ساتھہ سکھوں کی طرف کوچ کیا۔ کہ ان کو نہ صرف پیچھے ہی ہٹنا پڑا۔ بلکہ صلح کا پیغام بھی دینا پڑا۔ اور جس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا۔ کہ جیند میں ملاقات کے وقت راجہ **گجپت سنگھ** کو کچھہ حصہ گوہانہ میں سے واپس کرنا پڑا۔ اور علے ہذا راجہ پٹیالہ کو بھی اپنی فتوحات سے اضلاع حصار و رہتک و کرنال وغیرہ کے ایک بہت بڑے حصہ سے ہاتھہ دھونا پڑا +

راجہ **گجپت سنگھ** نے اپنے دارالسلطنت کے مقام جیند کو جدید تعمیرات وغیرہ سے بہت کچھہ وسعت دی۔ اور ایک پختہ قلعہ بھی شہر کی شمال جانب بنایا۔ یہ رئیس پٹیالہ کا ہمیشہ مددگار اور سچا رفیق بنا رہا۔ جہانتک ممکن ہوتا اسکی ہر مہم میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھتا۔ جب ہمت سنگھ نے اپنے بھائی **امر سنگھ** سے بغاوت کی تو اُسوقت بھی اُسنے

اُسکے مطیع کرنے میں پٹیالہ کو بہت مدد دی۔ پھر جب سردار ہری سنگھ سیالبہ والے پر پٹیالہ نے حملہ کیا۔ تو اُسمیں بھی شریک ہؤا۔ سمت ۱۷۸۰ء میں پٹیالہ کے ساتھ مرزا **شفیع بیگ** کے مقابلہ میں میرٹھ کیطرف گیا۔ سکھوں کو ہزیمت حاصل ہوئی اور راجہ **گجپت سنگھ** گرفتار ہو گیا۔ مگر ایک کثیر رقم ادا کرنے کے بعد اُسیوقت رہا کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں راجہ صاحب نے اُس وقت ریاست پٹیالہ میں انتظام قایم رکھنے اور سردار مہاں سنگھ کی ہوائی گڈہ میں بغاوت کے فرو کرنے دولا سنگھ وغیرہ تلونڈی والے سرداران کے انحراف وغیرہ کے مقابلہ میں دیوان نانومل و بی بی راجندر کور خواہر راجہ پٹیالہ کے ساتھ ہمیشہ شریک رہا۔ یہانتک کہ انہی لوگوں کے ساتھ ایک مہم میں مصروف تھا۔ کہ یکایک بخار کی عارضہ میں مبتلا ہو کر سفیدوں کے مقام پر سمت ۱۸۴۶ بکرمی میں راہی ملک بقا ہو گیا +

۴۰ راجہ گجپت سنگھ کا انتقال

راجہ گجپت سنگھ کی اولاد۔

راجہ **گجپت سنگھ** کی پہلی شادی کشن سنگھ مان شاہیہ کی دختر سے ہوئی تھی۔ جس سے چار بچے پیدا ہوئے۔ مہر سنگھ۔ بھاگ سنگھ۔ بھوپ سنگھ تین لڑکے اور ایک لڑکی موسومہ راج کور جسکے شکم سے مہاراجہ **رنجیت سنگھ** پیدا ہوئے۔ دوسری عورت اُسکی سردار عالم سنگھ متوفی اُسکے بھائی کی بیوہ تھی۔ جسکو اِسنے اُسکی وفات کے بعد اپنے گھر میں ڈال لیا تھا۔ اور اُسکے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ بیگم پیدا ہوئی تھی +

راجہ **گجپت سنگھ** کا بڑا بیٹا مہر سنگھ جسکو اُسنے سفیدوں کا علاقہ دے رکھا تھا سمت ۱۸۳۷ بکرمی میں صرف ایک لڑکا ہری سنگھ نام چھوڑ مرا۔ مگر ہری سنگھ ایک بالکل آوارہ مزاج آدمی تھا۔ ہر وقت شراب کے نشہ میں چور رہتا۔ حتےٰ کہ سمت ۱۸۴۹ بکرمی میں ایک روز حالت نشہ میں ہی اپنے مکان کے بالاخانہ سے گر کر مر گیا۔ اس کی صرف ایک لڑکی مسماۃ چند کور تھی جسکی شادی سردار بھنگا سنگھ تھانیسری کے لڑکے فتح سنگھ سے ہوئی۔ جو اپنے شوہر کے لاولد مر جانے کے بعد ایک عرصہ تک اپنی ریاست کا کاروبار چلاتی رہی۔ مگر جب سمت ۱۹۰۷ بکرمی میں وہ بھی فوت ہو گئی۔ تو اسکا کل علاقہ ترکہ لاوارث میں گورنمنٹ انگریزی کے تحت میں آگیا۔ اسیطرح ہری سنگھ کی بیوہ بھی علاقہ کھنہ پر جو اُسکو اُسکے باپ نے دیا تھا۔ تاحیات قابض اور دخیل رہی مگر اسکے مرنے کے بعد وہ علاقہ بھی سرکار انگریزی نے جائداد لاوارث میں ضبط کر لیا +

گجپت سنگھ کی جائداد کا دو حصوں میں تقسیم ہونا۔ اور راجہ بھاگ سنگھ کا گدی پر بیٹھنا۔

راجہ **گجپت سنگھ** کے بعد اُسکی ریاست اُسکے بیٹوں بھاگ سنگھ و بھوپ سنگھ میں یوں تقسیم ہوئی کہ اول الذکر کو تو جیند و سفیدوں معہ خطاب راجگی ملا۔ اور دوسرے کو علاقہ بڈرکھاں دیا گیا +

راجہ **بھاگ سنگھ** جسوقت اپنے اپ کی جگہ گدی پر بیٹھا۔ اُسکی عمر ۲۱ برس کی تھی۔ یہ شخص اپنے وقت کا نہایت با تدبیر اور دور اندیش والی ملک تھا۔ پٹیالہ کے ساتھ تو اسکی دل و جان سے محبت تھی۔ لیکن سرکار انگریزی کا بھی غایت درجہ کا ہوا خواہ اور وفادار دوست تھا۔ مگر افسوس کہ اُسکی آخری عمر کا حصہ فالج کی بیماری کیوجہ سے نہایت تکلیف سے گذرا +

چونکہ راجہ **بھاگ سنگھ** کا ریاست پٹیالہ سے بہت تعلق تھا۔ اسوجہ سے اسکی فتوحات کا بھی بہت کچھ حال اُسی

ریاست کی تاریخ میں آچکا ہے۔ سمت ۱۸۵۱ میں جب رانی صاحبکور نے لچھمن راؤ و انبا راؤ مرہٹوں کو راج گڑھ کے مقام پر انبالہ کے متصل شبخون کرکے شکست دی تو اسوقت رانی مذکور کے ہمراہ راجہ بھاگ سنگھ بھی تھا۔

راجہ بھاگ سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے چند دیہات پائے

اُسی زمانہ میں راجہ **بھاگ سنگھ** نے مہاراجہ **رنجیت سنگھ صاحب** بہادر اپنے بھانجے کو ملتان وقصور کے فتح کرنے میں بڑی مدد دی - اور اُسکے صلہ میں مہاراجہ موصوف سے علاقجات ہلواڑہ تلونڈی - لدھیانہ - بسیاں - مونڈہ المعروف باغانوالہ اور رکھنہ وغیرہ تخمیناً دو لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کے راجہ بھاگ سنگھ کے ہاتھ لگے۔

راجہ بھاگ سنگھ سے علاقہ کرنال کا چھن جانا

لچھمن راؤ اور انبا راؤ وغیرہ مرہٹوں کے شکست دینے کے ایک سال بعد راجہ **بھاگ سنگھ** سے علاقہ کرنال کا جس پر اُسنے قبضہ کرلیا تھا چھن گیا - یعنی مرہٹوں نے اسکو فتح کرکے **جارج طامسن صاحب** کے حوالہ کردیا - کیونکہ اُسنے سکھوں کے پیچھے ہٹانے میں جبکہ وہ ایک کثیر جماعت سے جمنا کو عبور کرکے سہارنپور کی طرف بکوچ لیغر جارہے تھے بہت عمدہ مدد دی تھی۔

بعد ازاں سمت ۱۸۵۵ بکرمی میں جب **جارج طامسن صاحب** سے جسکی فتوحات اور جنگ کا مفصل بیان تاریخ پٹیالہ میں آچکا ہے - سفیدوں اور جیند کے مقام پر مقابلہ پڑا تو اسوقت بھی **راجہ بھاگ سنگھ** نے اپنے عزیزوں اور ہمسایوں کی مدد سے اُس پر نہایت گرم جوشی سے فتح حاصل کی - اور پھر جب دیکھا - کہ اسکا مرحد جیند پر بمقام ہانسی قیام کرنا گرد و نواح کے تمام سکھ سرداروں کے لیئے مضر ہے - تو سمت ۱۸۵۹ بکرمی میں معہ دیگر سرداران کے دہلی چلا گیا - اور وہاں جنرل **پیرن صاحب** کو اپنے ساتھ ملاکر طامس صاحب کے ہانسی سے نکلوانے میں جسکا مفصل ذکر تاریخ پٹیالہ میں آچکا ہے۔ کامیاب ہوا۔

غرض راجہ **بھاگ سنگھ** ایک بڑا دوراندیش اور پولیٹکل چال کا آدمی تھا - گیارہویں ستمبر سنہ ۱۸۰۳ء کے بعد اُسنے جب دیکھا - کہ سرکار انگریزی نے دہلی فتح کرلی ہے - اور سمجھا کہ جنہوں نے دہلی ہندوستان کا تخت حاصل کرلیا ہے - اُن کو پنجاب جو نااتفاقی کا گھر ہو رہا ہے - حاصل کرتے کب دیر لگتی ہے - تو اُس نے اپنے دریائے ستلج کے تمام سکھ سرداروں سے پہلے انگریزی جنرل سے راہ و رسم مراسلات جاری کردی - اور جب سرکار انگریزی کی طرف سے ہرطرح پر تسلی ہوگئی - تو فوراً لشکر انگریزی میں جا شامل ہوا - چنانچہ **جنرل لیک صاحب** نے راجہ **بھاگ سنگھ** کو اپنی تحریرات میں اپنا دوست اور مددگار لکھا ہے - اور علاقہ گوہانہ و کھرکھودا کی نسبت جو راجہ **بھاگ سنگھ** کو سمت ۱۸۴۳ بکرمی میں شاہ عالم بادشاہ دہلی سے بطور جاگیر ملے تھے - اور دہلی کے قرب وجوار میں واقع ہیں - اسی کے استحقاق کو زیادہ تر قائم رکھا سنہ ۱۸۰۳ء میں جب سکھوں کو کرنل **برن صاحب** نے شکست دی تو راجہ **بھاگ سنگھ** و بھائی لعل سنگھ رئیس کیتھل دونوں ایک کثیر فوج کے ساتھ انگریزی لشکر سے جاملے - اور کئی مہینہ تک **جنرل لیک صاحب** کے

ہمراہ پھرتے رہے۔ گو انہوں نے کوئی اُسوقت بڑی نمایاں خدمت کا کام نہیں کیا۔ مگر تاہم اُن کی شمولیت سے سرکار انگریزی کو بہت فائدہ پہنچا۔ خصوصاً اسوقت جب کرنل اکٹرلونی صاحب مرہٹوں کے تعاقب میں تھے اِن دونوں رئیسوں نے ملکر ستہارنپور کو قابو میں رکھا تھا۔

پھر اسی سال میں جب لارڈ لیک صاحب جسونت رائے کے تعاقب میں پنجاب کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔ تو راجہ بھاگ سنگہ بھی اُن سے جا ملا۔ اور دریائے بیاس تک اُن کے ساتھ گیا۔ وہاں سے لارڈ صاحب ممدوح نے راجہ بھاگ سنگہ کو اُسکے بھانجے مہاراجہ رنجیت سنگہ صاحب بہادر کے پاس اس غرض سے بھیجا۔ کہ وہ مہاراجہ صاحب ممدوح کو سمجھا بوجھا کر ہلکر کی مدد کرنے سے باز رکھے۔ اور بھائی لعل سنگہ کا بھی ایک معتمد اُسکے ساتھ بھیجا۔ راجہ بھاگ سنگہ نے لاہور پہنچکر مہاراجہ رنجیت سنگہ اپنے بھانجے کو اس معاملہ کے کل نشیب و فراز سے آگاہ کر کے اِس بات پر مستحکم کر لیا۔ کہ وہ ہلکر کو بالکل مدد نہیں دیں گے۔ آخر کار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جو بات چیت ہلکر اور مہاراجہ لاہور کے درمیان ہو رہی تھی انجام کو نہ پہنچی اور ہلکر کو ناامید ہو کر پنجاب سے بھاگنا پڑا۔

اسکے بعد راجہ بھاگ سنگہ لاہور سے واپس ہو کر لارڈ لیک صاحب کے ساتھ دہلی تک گیا۔ اور وہاں اُسکو لارڈ صاحب موصوف نے اِن خدمات کے صلہ میں پرگنہ بوانہ کا علاقہ جو پانی پت سے بگوشہ جنوب و مغرب واقع ہے عطا کیا۔ یہ جاگیر کنور پرتاب سنگہ کے نام بطور حین حیات عطا ہوئی تھی۔ اولاً اُسکو علاقہ ہانسی دیا گیا تھا۔ مگر پھر اُسکی درخواست پر علاقہ بوانہ سے تبدیل کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں مواضعات تھانہ کلاں و ممرنیز بھی جاگیر میں عطا ہوئے۔

راجہ بھاگ سنگہ کو مہاراجہ رنجیت سنگہ اپنے بھانجے سے ہی جب وہ پٹیالہ اور نابھہ کے باہمی فساد رفع کرنے کے لیئے دو تین بار آیا بہت سا علاقہ ہاتھ لگا[1][2][3]۔

[1] اوّل علاقہ لدہیانہ جسمیں ۲۴۲ مواضعات جمعی ۱۵ ہزار ۳۴۰۹ شامل تھے۔ [2] دوّم ۲۴ مواضعات جنڈیالہ کے جنکی جمع ۴۳۷۰ تھی۔ [3] سوم دو مواضعات کوٹ دو دو مواضعات جگرانوان جمعی دو ہزار

یہ تمام علاقہ رائے الیاس کی رانیوں سے چھینا گیا تھا۔

بعد ازاں دوسری مہم میں تین مواضعات گھونگرانہ کے گوجر سنگہ رائے پور والے سے اور ۲۷ دیہات موہ نڈہ المعروف باغانوالہ کے جودھ سنگہ کے بیٹے سے چھینے گئے اور ملے۔ اِن سب کی جمع ۱۹ ہزار ۲۵۵ روپیہ تھی۔

سمت ۱۸۶۵ بکرم (۱۸۰۸ء) میں راجہ بھاگ سنگہ نے اپنی ریاست کی پیمایش کرانے میں سرکار انگریزی کو بہت مدد دی۔ اور کسی قسم کا فساد نہ واقع ہونے دیا۔ پھر اسی سال میں بعد واپس آنے میلہ کنبھ ہردوار سے راجہ صاحب مہاراجہ رنجیت سنگہ اپنے بھانجے کے پاس لاہور تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ تک قیام کر کے مہاراجہ

لاہور کے ساتھ ساتھ سمت ۱۸۶۶ بکرم کی مہم میں جو ستلج کے اس پار تک ہوئی تھی واپس آئے ؛

پھر راجہ **بھاگ سنگھ** نے بہ جمعیت روسائے ہمسایہ قلعہ گھونگرانہ پر جو گوجر سنگھ پسر تارا سنگھ متوفی کے قبضہ میں تھا فوج کشی کردی۔ اور ایک عرصہ تک وہاں کا محاصرہ رکھا۔ لیکن آخیر میں مہاراجہ **رنجیت سنگھ** والی لاہور کے کہنے سے اُن کو اپنا محاصرہ اٹھا لینا پڑا۔ اس کے بعد مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے عجیب چال کھیلی۔ یعنی اپنی فوج بھیجکر قلعہ گھونگرانہ کو بلا کسی جنگ وجدل کے گوجر سنگھ سے چھین لیا۔ اور سردار کرم سنگھ اپنے ایک رفیق کو دیدیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کرم سنگھ و راجہ **بھاگ سنگھ** میں ہمیشہ فساد رہنے لگا۔ اور گھونگرانہ کے گرد و نواح میں سوائے لڑائی قتل اور خونریزی کے کوئی دوسرا کام نرہا۔ یہانتک کہ ایک روز مسٹر **مٹکاف صاحب** سفیر انگریزی پر بھی غنیم ہونے کے شک میں جب وہ گھوڑے پر سوار راجہ **بھاگ سنگھ** کے ایک گانوں میں سے گذر رہے تھے چند آدمیوں نے گولیاں چلائیں ؛

اس گھونگرانہ کے معاملہ سے راجہ **بھاگ سنگھ** کی طبیعت مہاراجہ لاہور کی طرف سے برگشتہ ہوگئی۔ اور اُس نے سرکار انگریزی سے خط و کتابت شروع کردی۔ اور بہ نسبت مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کے گورنمنٹ انگریزی کی حفاظت میں جانا بہت بہتر سمجھا۔ راجہ **بھاگ سنگھ** نے رزیڈنٹ دہلی کو اپنے ایک خط میں ذیل کی تحریر سے صاف یقین دلادیا کہ سکھ سرداران اینروئے ستلج مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کیطرف سے بالکل بدظن ہو رہے ہیں :-

”حال میں میرے پاس آپ کے دو مراسلہ متضمن اظہار لطف وعنایت پہنچے۔ خاطر کو اطمینان ہوا۔ ان مراسلوں کے پڑھنے سے طبیعت کو طمانیت حاصل ہوئی۔ اور آپ کی عنایت کا مشکور ہوا۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے“ یہاں کے حالات اس طور پر ہیں کہ قبل وصول آپ کے خطوط کے راجہ صاحب سنگھ نے اپنے بچاؤ کی نظر سے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ملاقات کا بندوبست کیا تھا۔ اور اسواسطے منزل بمنزل وہ مہاراجہ کے خیمہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ملاقات ہوگئی۔ اس رسم کے بموجب جو سرداران سکھ میں جاری ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ اور راجہ صاحب سنگھ نے اپنی اپنی پگڑیاں بدل لیں اور بظاہر سب امور طے ہوگئے۔ مگر درحقیقت ہم چاروں رئیس ویسے ہی ہیں جیسے کہ پہلے تھے اور گورنمنٹ انگریزی کی طرف انہیں خیالات پر ثابت قدم ہیں۔ جو آغاز تعلق سے ہمارے دل میں تھے اور جنکا اعادہ ہم سب لوگ بوقت ملاقات آپ سے کرچکے ہیں۔ اور اپنی حالت کی کیفیت بیان کرچکے ہیں جو بلا شبہ آپکو یاد ہوگی۔ بہرحال ہمکو توقع ہے۔ کہ گورنمنٹ انگریزی کا ارادہ ہم چاروں رئیسوں کی حفاظت وحمایت کرنیکا ہے۔ چونکہ سردار رنجیت سنگھ اب ستلج کے عبور کرنے کی تیاری کررہا ہے۔ یہ ظن غالب ہے۔ کہ وہ عنقریب اس دریا کے پار اُتر آئیگا۔ راجہ صاحب سنگھ لکھنور سے رخصت ہوکر پٹیالہ کو واپس جائیں گے اور بھائی لال سنگھ اور میں رنجیت سنگھ کو ستلج کے اُس پار پہنچا کر پٹیالہ کو واپس آئیں گے۔ اور ہر امر کی بابت باہم مشورہ کرکے آپکو کل نتیجہ سے مفصل اطلاع دیں گے“

بعد ازآں جب مہاراجہ رنجیت سنگہ لاہور واپس چلے گئے۔ تو پیچھے سے راجہ بھاگ سنگہ نے مسٹر سٹین صاحب ریذیڈنٹ دہلی سے ملاقات کرنے کے لیئے دہلی کیطرف کوچ کیا۔ جب کرنال پہنچے تو انکو ریذیڈنٹ صاحب کی طرف سے ہدایت ہوئی کہ وہ کرنل اکٹرلونی صاحب سے جو اُسوقت ایک جرار فوج کے ساتھ ستلج کیطرف بڑہ رہے تھے جاملیں۔ چنانچہ راجہ صاحب کرنل موصوف سے بوڑیہ کے مقام پر جاملے اور جبتک لدہیانہ میں انگریزی فوج کو پہنچا کے وہاں انکی چہاونی قایم نہ کرا لی برابر ہمراہ رہے۔ راجہ صاحب نے کرنل اکٹرلونی صاحب کو اس موقع پر بہت مدد دی۔ خصوصًا سکھ سرداروں کے مختلف طبایع کی بابت جو کچہہ اطلاع راجہ صاحب نے کرنل صاحب کو دی وہ بہت ہی بے بہا تھی +

لدہیانہ جہاں گورنمنٹ انگریزی چہاونی قایم کرنا چاہتی ہتی۔ دو برس سے راجہ بھاگ سنگہ کے قبضہ میں تھا۔ اور انہوں نے اُسکو سرکار انگریزی کو چہاونی قایم کرنے کے لیئے بڑی خوشی سے دیدیا۔ مگر اُسکے ساتھ ہی راجہ صاحب کو یہ قوی امید ہتی کہ اُن کو اُسکے معاوضہ میں کرنال کا پرگنہ جو ایک مرتبہ ان کے خاندان کے قبضہ میں رہ چکا ہے گورنمنٹ سے ملجائیگا۔ چنانچہ انہوں نے اِسکے لیئے گورنمنٹ سے درخواست بہی کی۔ اور کرنل اکٹرلونی صاحب نے بہی ذیل کے الفاظ میں بڑی شد و مد سے اِسکی منظوری کے لیئے سفارش کی :-

"یہ میری طرف سے ایک بڑی ناانصافی کی بات ہوگی۔ اگر میں اِس موقع پر اُس دلی خواہش کے اظہار سے باز رہوں جو میں راجہ کی خواہشوں کے پورا ہونے کی نسبت رکھتا ہوں۔ نہ صرف اِس یقین سے کہ قلعہ کے نکلجانے سے تعلقہ لدہیانہ کے محاصل میں اگر بالکل نقصان نہ ہوگا تو ایک بڑی کمی ضرور واقع ہوگی۔ بلکہ اِس وجہ سے کہ اُس نے اِس موقع پر بہی مثل دیگر موقعوں کے ایسی جوانمردی اور صاف باطنی کے ساتھ جو اُسکے واسطے موجب افتخار رہے عملدرآمد کیا ہے اور اُن احسانات کا جو گورنمنٹ انگریزی نے اُس پر کیئے ہیں اپنے آپ کو ممنون ظاہر کیا ہے۔ اور باوجود اسکے کہ وہ اپنے بھانجے راجہ رنجیت سنگہ کی حالت کے ساتھ ایک قوی تعلق اور ایسی علانیہ ہمدردی رکھتا ہے جسکے چھپانے میں اُسنے کوئی کوشش نہیں کی۔ راجہ بھاگ سنگہ نے ہر قسم کے حکم کی تعمیل کرنے پر جس سے کسی قسم کا ہمارا کام نکلتا ہو اسقدر آمادگی ظاہر کی ہے جو میری امیدوں سے بہی زیادہ ہتی کیونکہ جبکہ میں نے اُسکو اِس امر سے مطلع کیا تھا۔ کہ عالیجناب کمانڈر انچیف بہادر کی ہدایت ہے۔ کہ قلعہ کے اندر کی عمارتیں بلا تامل مسمار کردیجائیں۔ تو مجھکو بلاشبہہ یہ گمان تہا۔ کہ اگر کچہہ توقف کرنے کی درخواست نہ کیجائیگی۔ تو کچہہ نہ کچہہ تامل تو ضرور ہی ہوگا۔ مگر مجھکو اِس بات کے دیکہنے سے نہایت اطمینان ہوا۔ کہ بدون ذکر کرنے اس درخواست کے جو راجہ موصوف نے بذات خود مجھسے کی ہتی اُسنے بلا توقف کشادہ پیشانی کے ساتھ اِس امر کو منظور کرلیا۔ اور صرف اسقدر کہا۔ کہ مجھکو انگریزوں کی فیاضی کا جو تجربہ حاصل ہوچکا ہے۔ اُس سے توقع ہے کہ انجام کار اس سے کوئی نقصان نہو وے گا۔"

مگر گورنمنٹ نے کرنال کا علاقہ راجہ **بھاگ سنگھ** کو دینا منظور نہ کیا +

بعد ازآں سنہ۱۸۱۶ء میں جب پہاڑا سنگھ جاگیردار دہرم پور واقع کرنال نے انتقال کیا۔ تو راجہ **بھاگ سنگھ** نے پھر دوبارہ اس علاقہ کے لینے کی کوشش میں گورنمنٹ میں یہ دعوے پیش کردیا۔ کہ پہاڑا سنگھ کی جائداد ہمکو ملنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ کل پرگنہ ہمارے باپ راجہ **گجپت سنگھ** کی ملکیت میں تھا۔ اور ہمیشہ سے ہمارے خاندان ہی کے قبضہ میں چلا آتا ہے۔ گو بظاہر پہاڑا سنگھ کے نام پر تھا مگر وہ بھی دراصل ہمارے خاندان کے ہی متوسلین میں سے تھا۔ لیکن بالآخر گورنمنٹ نے اسکو بھی نامنظور کیا +

جس زمانہ میں کہ مہاراجہ **صاحب سنگھ** کی ضعیف العقلی اور عیاش مزاجی کیوجہ سے ریاست پٹیالہ میں ایک عام ابتری پھیل رہی تھی اسوقت راجہ **بھاگ سنگھ** نے اس ریاست کے قایم اور برقرار رکھنے میں بڑی مدد دی۔ اور صرف یہی ایک شخص ایسا تھا جو پٹیالہ کا دل سے ہوا خواہ تھا۔ ورنہ دوسرے سب درپردہ یہی چاہتے تھے۔ کہ ریاست پٹیالہ کو جہانتک ہوسکے نیست و نابود دیکھیں +

کثرت شراب خواری کی وجہ سے راجہ بھاگ سنگھ کی صحت میں فرق آنا

اُس زمانہ میں راجہ **بھاگ سنگھ** ایک نہایت لایق اور باتدبیر و صاحب فہم والی ملک تھا۔ مگر شراب خواری کی کثرت نے جو اکثر سکھ سرداروں میں ہوجاتی ہے۔ اُسکی تندرستی میں خلل ڈال دیا۔ حالانکہ اس نے شراب پینے سے کچھ عرصہ تک پرہیز رکھا۔ اور چاہتا تھا کہ بالکل چھوڑدے۔ مگر پورانی عادت ہوجانے کے سبب ایسا کرنا بہت مشکل ہوگیا۔ اور جب اُسنے پھر اپنی طبیعت شراب خواری میں لگائی۔ تو یکایک اُسکو مارچ سنہ۱۸۱۳ء میں فالج نے دبالیا۔ اور بیچارہ راجہ **بھاگ سنگھ** ہلنے جلنے اور بات چیت کرنے سے بھی رہگیا +

راجہ بھاگ سنگھ کی صحت بگڑ جانے کے سبب اُنکی جگہ جانشین مقرر ہونے کی تجویز۔

جب راجہ صاحب کی ایسی حالت ہوگئی۔ اور اُن کی زیست کی امید بھی بالکل جاتی رہی۔ تو اُسوقت اُن کی جگہ جانشین مقرر ہونے کی ضرورت پڑی +

اس سے ایک سال پیشتر راجہ **بھاگ سنگھ** نے پولٹیکل ایجنٹ صاحب کو اپنے ایک وصیت نامہ کا مسودہ حوالہ کیا تہا۔ جس میں انہوں نے یہ تجویز کی تہی۔ کہ بعد وفات اُن کے اُن کا چھوٹا بیٹا کنور **پرتاب سنگھ** جانشین کیا جاوے۔ اور بڑے بیٹے **فتح سنگھ** کو صرف اضلاع سنگرور و لبیاں بطور جاگیر ملجاویں۔ بلکہ یہ بھی درخواست کی تہی کہ وہ تمام جاگیریں جو اُسکے نام حین حیات عطا ہیں۔ گورنمنٹ براہ مہربانی کنور **فتح سنگھ** کے نام بحال و برقرار رکھی۔ یہ وصیت نامہ راجہ صاحب نے بحالت تندرستی و ثبات عقل تحریر کیا تھا۔ اور ولیعہد **فتح سنگھ** بڑے بیٹے سے اُن کو کوئی شکایت بھی نہ تہی۔ صرف چھوٹے بیٹے کی ماں سے محبت زیادہ ہونے کی وجہ سے اُنہوں نے اپنے بعد کنور پرتاب سنگھ ہی کو راجہ بنانا چاہا۔ مگر گورنمنٹ نے راجہ صاحب کی رائے سے بالکل اتفاق نہ کیا اور جواب میں یہ لکھ بھیجا کہ:-

"خواہ اس بات کے خیال کرنے کی عمدہ وجوہات بھی ہوں کہ راجہ بھاگ سنگھ کا یہ وصیت نامہ اُسکے قوم اور خاندان کے رسم و رواج اور دستور کے مطابق تھا۔ اور نیز گورنر جنرل کو خواہ کیسا ہی شبہہ ہو کہ اس سے

عدالت و انصاف کیساتھ تخلف ہو سکتا ہے یا نہیں۔ مگر بہرحال عالیجناب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل اس مخالف یقین کیساتھ جو اُن کو ذہن نشین ہے۔ ایک ایسے انتظام کے بارہ میں جو جناب موصوف کی رائے میں باعتبار اصول کے اسی قدر غیر منصفانہ ہے۔ جسقدر کہ وہ باعتبار نتائج کے مضرت آمیز معلوم ہوتا ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کی تائید و حمایت سے انکار کرنے میں کچھ تامل نہیں کر سکتے۔ اسواسطے آپکو اجازت دیجاتی ہے کہ بعد وفات بھاگ سنگھ کے اُن فریقوں کو جو اس معاملہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس خاندان کے دوستوں اور خیر طلبوں کو اس امر سے مطلع کر دیں کہ کنور پرتاب سنگھ کی جانشینی کو گورنمنٹ تسلیم نہیں کر سکتی۔ اور آپکو یہ بھی اجازت ہے کہ راج کی نسبت اور بالعموم بھاگ سنگھ کی ادر قسم کی کل جائداد کی بابت یا کم از کم منجملہ اسکے ایک کلاں تر حصہ کی نسبت جو حسب شرائط وصیت نامہ بشمول راج چھوٹے بیٹے کو ہبہ کیا گیا ہے۔ بڑے بیٹے کے دعوں کی تائید میں گورنمنٹ کے نام اور حکومت کے رعب و داب کو کام میں لائیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس بات کا اظہار بھی کر دیں کہ پرتاب سنگھ کے مصارف اور اخراجات کیواسطے ایک معقول انتظام عمل میں لایا جائیگا۔

اور اس بات کی بھی نگرانی رکھیں کہ جو چیزیں منجملہ جائداد چھوٹے بیٹے کو دی جانی قرار پاویں وہ حقیقتاً اُسکو مل بھی جائیں۔ اور اس امر کی بابت کہ بڑے بیٹے کے حقوق کی حمایت کرنے میں گورنمنٹ کے رعب و داب کو کس طور پر زیادہ سے زیادہ اثر بخشنا چاہیئے۔ آپ اپنی دانائی اور واقفیت حالات سے کام لیں اور گورنمنٹ کی تحکمانہ دست اندازی کی ضرورت کو جس سے کہ جناب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل پرہیز کرنا پسند کریں گے اور جسکو بدون منظوری صریح گورنمنٹ کے ہرگز کام میں لانا نہیں چاہیئے پیش آنے دیں۔ اور یہ بات تو بلا شبہہ آپ بھی سمجھتے ہونگے۔ کہ بھائی لال سنگھ و دیگر خیر اندیشان خاندان کی امداد و شرکت اس مدعا کے حصول کے واسطے مفید ہوگی۔ یہ توقع کیجا سکتی ہے۔ کہ اُن کی عقل و دانائی اُن بیشمار فوائد کو سوچ لیگی جو جانشینی کے ایک معیّن اور مصرح قاعدہ سے مترتب ہوتے ہیں۔ اور اگر اُن کی طبیعت پر کسی خاص اپنی ذاتی غرض کا اثر نہ ہو تو بجائے اسکے کہ ایک ایسے وصیت نامہ کے نفاذ میں مدد دیں جو موصی کی محض تلون مزاجی یا نا انصافی سے لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بھاگ سنگھ کے بڑے بیٹے کے دعوں کی تائید کرنے کی طرف غالباً مائل ہونگے اس بات کے لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ کہ جب بھائی لال سنگھ وغیرہ سے اس بارہ میں خط و کتابت کیجائے تو ایسے امور سے باحتیاط تمام پرہیز کرنا مناسب ہوگا جنسے خاندان جیند کی جانشینی یا معاملات ملکی میں ان کی دست اندازی کے استحقاق کا تسلیم کرنا پایا جائے۔ سادہ اور قرین انصاف بندوبست یہ ہوگا کہ یا تو ان شقوں کا مندرجہ وصیت نامہ کو جو بڑے اور چھوٹے بیٹے کے حق میں ہیں باہم متبدل کر دیا جاوے۔ یا چھوٹے بیٹے کو کوئی اور جائداد جو از روئے مالیت کے اُس جائداد کے مساوی ہو جو وصیت نامہ میں بڑے بیٹے کو دی گئی ہے عطا کی جاوے۔

باقی رہا جاگیرات حین حیات کی بابت گورنمنٹ نے گو اُسوقت کچھ چھیڑ چھاڑ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن آخیر میں اُن کی بابت بہی یہی فیصلہ کیا۔ کہ یہ عطیات صرف حین حیات ہیں۔ اور بعد وفات راجہ **بھاگ سنگہ** کے ضبط ہو جاوینگی +

چونکہ راجہ **بھاگ سنگہ** کئی ماہ تک حالت مفلوجی میں بہی زندہ رہا۔ اسلیئے ان تمام جھگڑوں سے سب سے زیادہ وقت طلب مرحلہ یہ پیش آیا۔ کہ ایام زیست راجہ **بھاگ سنگہ** میں کوئی شخص مدار المہام واسطے انتظام ریاست کے مقرر کیا جاوے۔ بڑے بیٹے **فتح سنگہ** سے جس نے جانشین ہونا تھا۔ راجہ صاحب نفرت کرتے تہے۔ اسوجہ سے اسکا مدار المہام بننا غیر مناسب تہا دوسرے بیٹے پرتاب سنگہ کو جسے باپ چاہتا تہا۔ گورنمنٹ نامنظور کر چکی تہی۔ اور اسلیئے اسکو عارضی طور پر اختیارات دینا بہی مصلحت نہ سمجہا گیا۔ تیسرا بیٹا مہتاب سنگہ بالکل کم عمر تھا۔ اب رہی **فتح سنگہ** کی ماں۔ چنانچہ اُسکی نسبت بہی وہی اعتراض جو اُسکے بیٹے کے لیئے تھا عاید ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے اُسکا بہی منتخب کرنا مناسب نہ سمجہا گیا +

پرتاب سنگہ کی ماں زندہ نہ تہی۔ آخر کار رانی سبہرائی کنور **مہتاب سنگہ** کی ماں صرف ایک ایسی شخص نظر پڑی جسکو ریاست کی مدار المہامی سپرد کیجاوے۔ اس انتظام سے وزراء نے بہی اتفاق کیا۔ اور راجہ صاحب بہی مخالف نہ معلوم ہوئے غرض ۱۸۱۴ء میں رانی سبہرائی ریاست جیند کی مدار المہام بنائی گئی اور اُسنے وعدہ کر لیا۔ کہ وہ ایام مدار المہامی میں بڑے بیٹے **فتح سنگہ** و اُسکی ماں سے جنکو راجہ **بھاگ سنگہ** کے بقیہ ایام زندگی تک اپنی اپنی جاگیرات میں رہنے کا حکم ہوا تہا۔ مطلق کسی قسم کی دست اندازی نہیں کریگی۔ اور جانشینی کے معاملہ میں ہمیشہ گورنمنٹ انگریزی کے احکام کی تعمیل میں بسر و چشم حاضر رہیگی +

لیکن یہ انتظام کنور **پرتاب سنگہ** راجہ کے چھوٹے بیٹے کو جسے یہ امید تہی کہ اپنے باپ کی وفات کے بعد میں راجہ ہونگا پسند نہ آیا۔ اور اسکو یہ پختہ طور سے معلوم ہو گیا۔ کہ موجودہ انتظام سے اسکی امید کے برخلاف کارروائی ظہور میں آئیگی۔ لہذا اب اُسنے رانی سبہرائی مدار المہام کے برخلاف سازشیں کرنی شروع کیں۔ جون ۱۸۱۴ء میں رانی سبہرائی کیطرف سے کنور **پرتاب سنگہ** کی صریح بغاوت اور فساد کرنے کی اطلاع گورنمنٹ کو دی گئی۔ جہاں سے اُسکو سخت دھمکی ملی۔ اور کہا گیا۔ کہ اگر وہ بغاوت سے باز نہ آئیگا۔ تو وہ اس انتظام سے بہی جو اسکے لیئے کیا گیا ہے محروم رہیگا۔ مگر اس فہمایش کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور ۲۲۔ اگست ۱۸۱۴ء کو اُس نے ایک ناگہانی حملہ سے قلعہ جیند پر قبضہ کر لیا۔ اور رانی سبہرائی مدار المہام کو معہ منشی جیتی رام اُسکے مشیر و قلعہ دار اور بہت سے آدمیوں کو قتل کروا دیا۔ اسپر صاحب ایجنٹ نے رزیڈنٹ دہلی کو فوراً ایک رپورٹ بہیجی اور کمان افسر افواج کرنال کو یہ لکھ بہیجا۔ کہ وہ رزیڈنٹ صاحب دہلی کے حکم پہنچتے پر جیند کی طرف کوچ کرنے کے واسطے تیار رہیں۔ اور ہانسی کی فوج کو بہی بشرط ضرورت جیند کیطرف حرکت کرنے کی ہدایت کر دی +

اب رزیڈنٹ صاحب دہلی نے جیند میں از سرِ نو ایک جایز حکومت قایم کرنے کے لیئے مندرجہ ذیل یادداشت تحریر فرمائی۔ اور ایسے نازک موقع پر گورنمنٹ انگریزی کا دخل دینا ایک ضروری امر قرار دیا۔

(۵) بوجہ معذوری راجہ بھاگ سنگھ کے حال میں ہی ایک عارضی انتظام جیند میں حسب الحکم عالیجناب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل قایم کیا گیا تھا۔ اور رانی سبھرائی سربراہ کار مقرر ہوئی تھی۔ گو کاروبار ریاست حسب دستور راجہ کے نام سے کیا جاتا تھا۔ (۶) اور یہ انتظام اُسوقت کئی وجہ سے نہایت مناسب خیال کیا گیا تھا۔ (۷) راجہ کا بڑا بیٹا اور حقدار جانشینی ہوجہ سے سربراہ کار مقرر نہ ہوا تھا۔ کہ راجہ اس سے ناراض معلوم ہوتا تھا۔ اسی قسم کی وجہ اس رانی کی تقرری کی بھی مخالف تھی۔ جو بڑے بیٹے کی والدہ تھی۔

(۸) اور راجہ کا دوسرا بیٹا اسواسطے مقرر نہوا تھا کہ یہ بات مشہور تھی کہ راجہ اپنے دوسرے بیٹے کو باخراج پسر کلاں جانشین بنانا چاہتا تھا۔ اگر اس دوسرے بیٹے کی والدہ زندہ ہوتی تو اسکے تقرر کا بھی یہی خیال مانع آتا۔ (۹) اسلیئے رانی سبھرائی والدہ پسر سوم جواب زندہ نہیں ہے۔ مدار المہام مقرر کی گئی تھی۔ کیونکہ اُسکے دعووں سے کسی قسم کا اندیشہ نہوگا۔ اور اس انتظام سے بڑے بیٹے کی جانشینی بھی ایک کافی درجہ تک محفوظ رہیگی۔ علاوہ اسکے یہ انتظام بمقابلہ کسی دوسرے انتظام کے راجہ کو بھی زیادہ پسند تھا۔ (۱۰) اب کنور پرتاب سنگھ پسر ثانی نے رانی مذکورہ اور اُس کے وزیر اعظم و قلعدار جیند وغیرہ کو قتل کر ڈالا ہے۔ اور قلعہ جیند پر قبضہ کر کے کاروبار ریاست کو چھین لیا ہے۔ (۱۱) اور ان خونریز واقعات میں راجہ بھاگ سنگھ مجبورانہ یا برضامندی کنور پرتاب سنگھ کے اختیار میں ہے (۱۲) بنابریں کنور پرتاب سنگھ کی غاصبانہ حکومت کو خارج کرنا اور گورنمنٹ انگریزی کی حمایت میں ایک جائز انتظام از سر نو قایم کرنا اب ایک امر لازمی ہے۔ (۱۳) لہذا انتظام مفصلہ ذیل عمل میں آنے چاہیئیں

(۱۴) اولاً - کنور فتح سنگھ پسر اعظم راجہ بھاگ سنگھ بلا شرکت غیرے سربراہ کار ریاست مقرر کیا جائے۔ مگر کاروبار اُسکے باپ راجہ کے نام سے ہونا چاہئے

(۱۵) ثانیاً - راجہ کی توقیر اور آسائش کیواسطے مناسب بندوبست کیا جائے اور اُسکے ساتھ ہر امر میں باستثناء نفاذ اختیارات کے جنکا عطا کرنا مناسب نہیں ہے۔ ویسا ہی سلوک و تحمل و ادب کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ ابتک ہوتا آیا ہے۔

(۱۶) ثالثاً - کنور پرتاب سنگھ اور وہ سربرآوردہ لوگ جو حال کی خونریزی میں شریک تھے گرفتار کیئے جاویں اور نظر بند کر کے بانتظار صدور احکامات نواب گورنر جنرل بہادر دہلی کو بھیجدیئے جائیں۔ (۱۷) اور نہایت بہتر ہو کہ یہ کارروائیاں بلا مزاحمت عمل میں آئیں۔ لیکن اگر مزاحمت و مقابلہ کا اقدام کیا جائے تو اُس پر نہایت مستعدانہ قطعی اور مستحکم تدابیر سے غالب آنا چاہیئے۔ (۱۸) راجہ بھاگ سنگھ اور اُس کے بڑے بیٹے کنور فتح سنگھ اور دوسرے بیٹے کنور پرتاب سنگھ کو فہمایش کیجائے۔ کہ فرداً فرداً کرنل آرنلڈ اور مسٹر فریزر کے پاس حاضر ہو جائیں۔ اور تمام افسران ملکی و مالی ریاست جیند کو بھی حکم دیا جانا چاہیئے کہ کرنل آرنلڈ اور مسٹر فریزر کے احکامات کے تابع رہیں۔ اگر ان سب ہدایتوں کی تعمیل ہو گئی۔ تو انتظامات مجوزہ غالباً بدون مقابلہ کے کامل طور سے عمل میں آجائیں گے۔

کنور فتح سنگھ اپنے علاقہ میں جیند سے کسیقدر فاصلہ پر سکونت رکھتا ہے۔ اور اسی وجہ سے غالباً وہ مفسدہ اس میں قتل ہونے سے بچ رہا ہے۔ اسلیئے اس میں شک نہیں ہے کہ وہ حسب الطلب حاضر ہوگا۔ اور اسکو بھی اپنے آدمیوں کے جمع کرنے کی ہدایت کیجانی چاہیئے۔

(۱) راجہ کا چال چلن غالباً پرتاب سنگھ کی مرضی پر موقوف ہے۔ اور اس وجہ سے پرتاپ سنگھ کی طرح مشتبہ خیال کیا جانا چاہیئے۔ لیکن اگر راجہ کے پاس کوئی شخص ان مشیروں میں سے موجود ہو جن کے مشورہ سے اس نے اس زمانہ سے جب سے کہ اسکا تعلق گورنمنٹ انگریزی کیساتھ شروع ہوا۔ ابتک کام کیا ہے۔ تو امید ہے۔ کہ وہ ان ہدایتوں کی تعمیل کریگا۔ اور انتظامات مجوزہ کو بغیر چون وچرا کرنے کے منظور کرلے گا ممکن ہے کہ پرتاب سنگھ بھی ایسا ہی کرے۔ گو اس بات کا ظن غالب ہے۔ کہ وہ یا تو مقابلہ پر آمادہ ہوگا۔ یا بھاگ جانے کی کوشش کریگا۔

(۲) اول صورت میں اس کے مقابلہ پر نہایت قطعی تدابیر کے ساتھ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ عامل آنا چاہیئے۔ خواہ اس امر کی راجہ تائید کرے یا نہ کرے۔ دوسری صورت میں انتظامات مجوزہ کی بلا مزاحمت انجام دہی میں آسانی ہو جائیگی لیکن بہر حال اسکے اور اسکے رفیقوں کے گرفتار کرنے کے لیئے کوشش ہر طرح پر کیجائے۔

یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ کنور فتح سنگھ سے راجہ نفرت کرتا ہے۔ اسواسطے یہ اندیشہ ہے کہ فتح سنگھ کی مدارالمہامی پر راجہ ہرگز راضی نہ ہوگا۔ سب سے مناسب انتظام یہ ہے۔ کہ راجہ کو جیند میں رہنا چاہیئے۔ اور اپنے بڑے بیٹے سے رضامند ہونا چاہیئے۔ اور فتح سنگھ کو چاہیئے کہ راجہ کے ساتھ بڑی عزت واحترام سے پیش آئے۔ اگر اسوجہ سے کہ راجہ کو اپنی بڑی بیٹے سے انتہا درجہ کی نفرت ہے۔ یہ انتظام ناقابل عملدرآمد ہو تو اس صورت میں راجہ کو کسی دوسرے مقام سکونت کے پسند کرنیکی اجازت دیجائے۔ اور اسکی باقی زندگی کے آرام وآسایش سے بسر ہونیکے واسطے ضروری انتظامات بعد کو کیئے جاسکتے ہیں۔ (۲) فتح سنگھ سے اس امر کی سفارش کرنا قرین مصلحت ہوگا۔ کہ کاروبار ریاست کی انجام دہی میں اپنے خاندان کے ان قدیمی اور نمک حلال ملازموں اور ان تجربہ کار لوگوں کو مقرر کرے جنکی نسبت کوئی اعتراض اس مفسدہ کی شرکت کی بنا پر نہ عاید ہو۔ (۱) انتظامات مجوزہ کی عملدرآمد میں اعلی درجہ کی مستعدی کرنی چاہیئے۔ ایک دستہ فوج حتی الامکان بہت جلد جیند کیطرف پہنچنا چاہیئے۔ خط وکتابت اور پیغام وسلام میں وقت نہیں ضایع کرنا چاہیئے۔ اگر ذرہ سی بھی مقابلہ کی صورت معلوم ہو تو فی الفور ہماری طرف سے نہایت قطعی تدبیریں عمل میں آنی چاہئیں جو مصالح جنگی کے اصول کے مطابق ہوں۔ جسکا کل اختیار کرنل آنرلڈ کو حاصل ہوگا۔ (۱) البتہ ان سب انتظامات مجوزہ کی نسبت یہ سمجھہ لینا چاہیئے۔ کہ عالیجناب نواب گورنر

جنرل بہادر کی بندوبست و اصلاح کے بیشک تابع ہوں گے"۔

پرتاب سنگہ کا فرار ہونا اور پھولا سنگہ اکالیئے کو ہمراہ لیکر آنا

بعدازآں کنور **پرتاب سنگہ** نے جب دیکھا کہ انگریزی فوج ہر طرف سے اُسکے مقابلہ کے لیئے آرہی ہے تو وہ جیند چھوڑ کر قلعہ بالانوالی میں جو بھٹنڈہ کے قریب جنگل میں واقع تھا جا چھپا اور جب وہاں بھی ٹھکانا نہ دیکھا۔ تو وہاں سے پندرہ بیس ہزار کا مال لیکر چالیس پچاس آدمیوں کی جماعت کے ساتھ ماکھووال کے مقام سے دریائے ستلج عبور کرکے پھولا سنگہ اکالیئے سے جا ملا۔ اور دو ماہ تک اس کے پاس رہا۔ پھر اسکو ہمراہ لیکر بالانوالی میں جہاں راجہ جیند سے علانیہ بغاوت ہو رہی تھی آنے کا ارادہ کیا۔ جب پھولا سنگہ کے ستلج پار اتر آنے کی خبر ایجنٹ صاحب کو ملی تو انہوں نے اسیوقت راجہ **جسونت سنگہ** والی نابھہ اور رئیس مالیرکوٹلہ کے پٹھانوں کو اپنی اپنی فوج لیکر اس پر حملہ آور ہونے کی ہدایت کی۔ اُدہر فوج پٹیالہ نے اُسوقت بالانوالی کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور عنقریب تھا کہ محصورین اپنے تئیں حوالہ کردیں۔ مگر جب اُن کو یہ خبر معلوم ہوئی۔ کہ پھولا سنگہ اکالیا آتا ہے۔ تو انہوں نے اُسیوقت صلح کا ارادہ بدل دیا۔ اور **پرتاب سنگہ** معہ چند آدمیوں کے قلعہ میں داخل ہوگیا لیکن اسی اثناء میں فوج پٹیالہ کے سات سو آدمی پھولا سنگہ کا ارادہ روکنے چلے گئے۔ اور وہ بالانوالی والوں کی مدد پر نہ پہنچ سکا۔ غرض پھولا سنگہ کو اُلٹے پاؤں ستلج کیطرف واپس ہونا پڑا۔ اور اُسنے بھاگ کر سرداران دیپ سنگہ و بیر سنگہ کی ملکیت میں پناہ لی۔ فوج پٹیالہ نے اسکا وہاں تک تعاقب کیا۔ مگر اُن سرداروں نے ایک فقیر اور اپنے گورو کا پیچھا کرنے سے اُنکو بہت شرمندہ کیا۔ جس سے وہ لاچار ہوگئی۔ اور انہوں نے ایجنٹ صاحب کو لکھ بھیجا۔ آخرکار پولیٹیکل ایجنٹ صاحب نے سرداران مذکور کو ایسے باغی شخص کے پناہ دینے سے جسکو تمام رؤساء ایں روے ستلج اپنے حدود سے باہر نکالا چاہتے ہوں۔ باز رہنے کی ہدایت کی۔ اور اُدہر رئیسان نابھہ و کیتھل کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنی اپنی افواج فوج پٹیالہ کے ساتھ بالانوالی کو روانہ کریں۔

پرتاب سنگہ کا قید ہونا۔ اور وفات پانا۔

آخرکار ۲۸۔ جنوری کو بالاں والی والوں نے قلعہ حوالہ کردیا۔ اور **پرتاب سنگہ** قید ہوگیا۔ مگر اسکی قید برائے نام تھی اور اُسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ بھاگ کر لاہور چلا گیا۔ لیکن مہاراجہ لاہور نے بھی اُس کو پناہ نہ دی۔ اور اُلٹا حکام انگریزی کے حوالہ کردیا۔ جنہوں نے اُس کو ایک مدت تک دہلی میں نظربند رکھا اور وہ وہیں سنہ ۱۸۱۶ع میں اُسی حالت میں مرگیا +

پرتاب سنگہ کا کنبا

پرتاب سنگہ کی دو شادیاں ہوئیں۔ ایک بھاگ بھری دختر کرپال سنگہ رام گڈہ والے سے۔ دوسری سدا سنگہ کاکڑ پھلور والے کی بیٹی سے۔ مگر دونوں لاولد تھیں +

راجہ بھاگ سنگہ صاحب کا انتقال اور فتح سنگہ کا گدی نشین ہونا۔

اُدہر ریاست جیند کا انتظام کنور **فتح سنگہ** کے اہتمام میں واجبی طور سے جب تک اُسکا باپ راجہ بھاگ سنگہ زندہ رہا چلتا رہا۔ گویہ انتظام راجہ **بھاگ سنگہ** کے منشاء کے برخلاف تھا۔ مگر اُس نے بھی ایسے وقت میں جبکہ اُسکا سوائے کنور **فتح سنگہ** کے اور کوئی دوسرا بیٹا نہ رہگیا تھا مخالفت کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ کنور مہتاب سنگہ بھی پرتاب سنگہ سے ایک سال پیشتر ۱۶ برس کی عمر میں مرچکا تھا + الغرض راجہ **بھاگ سنگہ** نے سمت ۱۸۷۶ بمطابق

۱۸۱۹ء میں انتقال کیا۔ اور اُسکا بڑا بیٹا **فتح سنگہ** اُس کی جگہ گدّی پر بیٹھا۔

راجہ بھاگ سنگہ کا کنبہ

راجہ **بھاگ سنگہ** کے تین رانیاں تھیں۔ اول دیا کور بیٹی بخشو سنگہ زمیندار موضع بڑہی مالنا۔ جسکے شکم سے فتح سنگہ ولیعہد پیدا ہوا۔ دوسری سدا کور دختر پاکھر سنگہ باشندہ موضع جو دہپور سبیا۔ جو پرتاب سنگہ کی ماں تھی۔ تیسری رانی سبھرائی کنور مہتاب سنگہ کی ماں جسکو پرتاب سنگہ نے قتل کر دیا۔

راجہ فتح سنگہ کا انتقال اور اُسکے بیٹے سنگت سنگہ کی مسند نشینی

راجہ **فتح سنگہ** بھی اپنے باپ کے بعد بہت تھوڑے دن جیا اور اُسکے عہد میں بہت کم واقعات قابل تذکرہ تواریخ گذرے۔ ۳ر فروری ۱۸۲۲ء کو ۳۳ سال کی عمر میں اپنے باپ سے تین سال بعد راجہ فتح سنگہ نے سنگرور کے مقام پر انتقال فرمایا۔ اور اُن کے بعد اُن کا بیٹا **سنگت سنگہ** جسکی عمر اُس وقت کل گیارہ برس کی تھی جانشین ہوا۔

راجہ فتح سنگہ کا کنبہ یعنی رانیاں وغیرہ

راجہ **فتح سنگہ** کی دو رانیاں تھیں۔ اول رانی کہیم کور دختر سردار دیدار سنگہ جس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری رانی صاحب کور خوشحال سنگہ ساکن بہمنہ کی بیٹی جس سے سمت ۱۸۶۷ بکرمی میں راجہ سنگت سنگہ پیدا ہوئے

راجہ سنگت سنگہ کی مسند نشینی

۳۰ جولائی ۱۸۲۲ء کو راجہ **سنگت سنگہ** کی مسند نشینی کی رسم بمقام جیند ادا ہوئی۔ اور اُس موقع پر حسب معمول کل رؤسا و سرداران اینروے ستلج کی موجودگی میں کپتان **راس صاحب** ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے گورنمنٹ کی طرف سے ایک خلعت جس میں مفصلہ ذیل اشیاء شامل تھیں پیش کیا۔

سرپیچ یک۔ جیغہ یک۔ موتیوں کی مالا۔ دوشالہ یک۔ شالی رومال یک۔ تھان کمخواب یک۔ تھان گلبدن یک۔ دستار۔ پارچہ دو تھان۔ تلوار یک۔ ہاتھی یک۔ گھوڑا یک۔ زین معہ پوزی مرصع و زیر بند۔ ساز و سامان ہاتھی۔

راجہ سنگت سنگہ کی شادی

مسند نشینی کے دو سال بعد اپریل ۱۸۲۴ء میں راجہ **سنگت سنگہ** کی شادی سبھا کور سردار رنجیت سنگہ رئیس شاہ آباد کی لڑکی سے بڑی دہوم دہام کے ساتھ ہوئی۔ اور اِس تقریب میں کپتان **مرے صاحب** ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ انگریزی کیطرف سے اور سردار بیساکھا سنگہ وغیرہ **مہاراجہ رنجیت سنگہ** کیطرف سے شریک ہوئے

انتظام ریاست جیند

حالانکہ راجہ **سنگت سنگہ** مسند نشینی کیوقت بہت کم عمر تھا۔ مگر تاہم سرکار نے انتظام ریاست کے معاملہ میں کچہہ دخل نہ دیا۔ اور نہ خاص طور پر کوئی کونسل تا ایام نابالغیت رئیس مقرر کیا گیا۔ بلکہ کارپردازان ریاست کے ذمہ ہی سب کام حسب دستور سابق چھوڑ دیا گیا۔ جسکا نتیجہ آخر کار وہی ہوا۔ جو عموماً ہندوستانی ریاستوں میں رئیس کے صغر سنی کے وقت ہوا کرتا ہے۔ یعنی ریاست کے کام میں نہایت درجہ کی بدنظمی پھیل گئی۔ اور ہر ایک اہلکار ریاست کو اپنے ذاتی فائدہ کا خیال بہ نسبت سرکاری کام کے زیادہ ہو گیا۔ رعایا کی آسایش اور خلایق کے امن کا فکر کسی کو نہ رہا۔ رئیس کو اہلکاروں نے ناچ و رنگ و عیاشی میں لگا کے ایسا گمراہ اور لاپرواہ کر دیا۔ کہ حالانکہ گورنمنٹ نے اُسکو کئی مرتبہ فہمایش کی۔ مگر اُسنے اپنی ریاست کے نظم و نسق کی طرف ذرا بھی توجہ کرنیکا کبھی ارادہ نہ کیا۔ جسکا ثمرہ یہ ہوا۔ کہ روز بروز رعایا کی ناراضگی بڑھتی گئی

اور گورنمنٹ کے انصاف کا کمرہ فریاد! فریاد! کی آواز سے گونج اُٹھا۔ انجام کار پولیٹیکل ایجنٹ نے جب دیکھا۔ کہ میری متواتر تحریروں کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا۔ تو اُس نے دق ہو کر یہ تجویز کی۔ کہ ششماہی اور ماہواری اقساط جو ریاست جیند کو چھاونی لدھیانہ اور وہاں کے خرچ آبکاری کی بابت ادا کرنی ہوتی ہیں۔ تا فیصلہ اُن شکایات کے جنکی بازپرس ریاست سے کی گئی ہے معطل رکھی جاویں۔

راجہ کا لاہور جانا

ابھی نہ تو اُن باتوں کا کچھ پورے طور پر تصفیہ ہوا تھا۔ اور نہ ریاست میں کسی قسم کے انتظام قایم کرنے کی کوئی تدبیر کی گئی تھی۔ کہ ۱۸۲۶ء میں راجہ سنگت سنگہ نے امرتسر کے درشنوں کے واسطے کوچ کر دیا۔ وہاں پہنچنے پر راجہ کا ارادہ اپنے نزدیکی رشتہ دار مہاراجہ رنجیت سنگہ والی لاہور سے ملنے کا ہوا۔ چنانچہ یہ لاہور گئے۔ اور وہاں مہاراجہ صاحب نے ان کی بہت خاطر و تواضع کی۔ بلکہ ہولی کی تقریب پر اپنے اہلکاروں سے ان کو نذریں بھی دلوائیں۔ پھر راجہ سنگت سنگہ مہاراجہ رنجیت سنگہ کے ساتھ ساتھ جب وہ جوالامکھی کے تیرتھ پر جاتے تھے آدینہ نگر تک گیا۔ اور وہاں پر مہاراجہ موصوف کی واپسی تک ٹھیرا رہا۔ جب مہاراجہ صاحب واپس آئے تو انہوں نے راجہ سنگت سنگہ کو جالندہر دوآب میں رائیں مزرعہ کی ایک جاگیر جس میں ۱۲ دیہات مالیتی ۱۳ ہزار رُپیہ شامل تھے عطا کی۔

اسکے دوسرے سال راجہ سنگت سنگہ پھر لاہور گیا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگہ سے اُسکو دو ایک جاگیرات اور عطیات اور بھی عطا ہوئیں۔ مگر اسکا بار بار لاہور جانا اور بلا استصواب اجازت گورنمنٹ انگریزی مہاراجہ لاہور سے راہ و رسم بڑھانا سرکار انگریزی کو سخت ناگوار گذرا۔ چنانچہ جب راجہ سنگت سنگہ نے موضع انٹیانہ کو حملہ کر کے اُس کے اصلی حقدار سردار رام سنگہ سے زبردستی چھین لیا۔ اور رام سنگہ نے صاحب ایجنٹ گورنر جنرل صاحب بہادر کے پاس فریاد کی تو باوجود اسکے کہ راجہ صاحب نے جواب میں ایک سند مہاراجہ رنجیت سنگہ کی متضمن عطیہ موضع مذکورہ پیش کی لیکن صاحب ممدوح نے صرف اس بنیاد پر کہ راجہ سنگت سنگہ کا جو گورنمنٹ انگریزی کے زیر حفاظت تھا ریاست غیر سے کسی عطیہ کا حاصل کرنا بالکل مناسب نہیں تھا حکم دیا کہ "راجہ سنگت سنگہ موضع مذکور کو فی الفور واپس کریں اور آیندہ دربار لاہور کے ساتھ ایسا راہ و رسم بلا اجازت گورنمنٹ کبھی نہ کریں"۔ الغرض راجہ صاحب کو گورنمنٹ کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی اور موضع انٹیانہ رام سنگہ کو واپس مل گیا۔

بقیہ جاگیروں کی بابت گورنمنٹ نے اس موقع پر زیادہ اُکھیڑ پچھیڑ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ مگر یہ ایک بڑا اصول ضرور قایم کر دیا۔ کہ کوئی رئیس یا سردار جو گورنمنٹ کی حفاظت میں ہے۔ بدون اجازت حکام انگریزی غیر سلطنت سے کسی قسم کا رابطہ یا تعلق بجز اُن کے جو محض رسمی ہوں، پیدا نہ کرے۔ مگر اس اصول کا عملدرآمد ہونا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ کل روسائے ایزد ستلج کے وکیل اور معتمد مدت سے دربار لاہور میں موجود تھے۔ اور خود مختارانہ خط و کتابت براہ راست ہوا کرتی تھی بہت دشوار تھا

راجہ سنگت سنگہ کا مہاراجہ لاہور سے دوبارہ خط و کتابت کرنا۔

اس معاملہ کے بعد راجہ راجہ سنگت سنگہ نے دربار لاہور سے بلا اطلاع گورنمنٹ پھر خط و کتابت شروع کر دی اور بیہ اسلت اُن چھ مواضعات کی بابت تھی جو ستلج کے جنوب میں مہاراجہ رنجیت سنگہ

دراجہ **سنگت سنگھ** کی منشر کہ جائدادمیں سے تھے۔ گو بظاہر اس میں سرکار انگریزی کا کچھ ہرج نہ تھا۔ مگر چونکہ راجہ **سنگت سنگھ** کا ارادہ تھا۔ کہ وہ مہاراجہ کے حصہ کا بھی اجارہ لے اور ایسا کرنے پر **مہاراجہ رنجیت سنگھ** دیوانی وفوجداری کے اختیارات اپنے پاس رکھنا چاہیے تھے جس سے طرح طرح کی خرابیاں واقع ہونیکا اندیشہ تھا۔ اسلیئے سنگت سنگھ کو لاہور کے حصہ کا اجارہ لینے کی خواہش سے حکماً باز رکھا گیا +

جیند کا انتظام

ابتداے عہد حکومت راجہ **سنگت سنگھ** سے جو ابتری اور خرابیاں ریاست جیند کے انتظام میں واقع ہوئیں اُن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ مگر افسوس کہ دن بدن بدنظمی کی ترقی ہوتی گئی۔ کبھی کم کرنے کی کوشش نہ ہوئی۔ راجہ صاحب کو سوائے کھیل کود اور ناچ تماشہ کے کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ لاپرواہ اس درجہ کے تھے۔ کہ ایجنٹ گورنر جنرل کے احکام تاکیدی کا بھی اُن کو کچھ لحاظ نہ ہوتا تھا۔ اپنے دار السلطنت میں بالکل نہ رہتے تھے۔ دیوان سنگھ منشیر خاص جو چاہتا تھا سو کرتا تھا۔ ڈاکو اور رہزنوں کا یہ حال تھا۔ کہ بنجارہ کے بیلوں کی طرح گانوں گانوں چھوٹے پھرتے تھے۔ علاوہ ازیں انگریزی رعایا پر جو ظلم اور زیادتیاں ریاست جیند کے باشندوں نے کی تھیں اُن کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی تھی۔ حتٰی کہ مارچ ۱۸۳۳ء میں جب **لفٹنٹ ٹالبٹ صاحب** آٹھویں رجمنٹ ہندوستانی پیادگان کے افسر علاقہ جیند میں سے گذرے۔ تو وہاں کے لوٹیروں نے اُن پر بھی حملہ کیا۔ اور علاوہ مالی نقصان کے جسمانی تکلیف بھی اُن کو بہت پہنچائی + ۱۸۳۴ء میں ایجنٹ صاحب نے ریاست جیند کے حکام کی گورنمنٹ میں بہت سخت شکایت لکھی بلکہ بہت سے معاملات کی خود دادرسی کی لیکن ریاست میں وہی اندھیر رہا +

راجہ سنگت سنگھ کا چال وچلن

راجہ **سنگت سنگھ** کے چال وچلن کو مصاحبین اور زیادہ تر اُس کے اہلکاروں نے اپنے ذاتی فائدہ کے لیئے خراب کیا۔ اُن کا باپ اپنی وفات کے وقت ریاست میں بہت بڑا خزانہ چھوڑ گیا تھا۔ مگر راجہ **سنگت سنگھ** لاپرواہ نے بہت تھوڑے ہی عرصہ میں رنڈی بھڑوؤں اور خاص کر اپنی لاہور کے سفر کی تیاریوں میں تمام خالی کر دیا۔ جب خزانہ خالی ہو گیا اور محاصل ملک بھی کافی نہ ہؤا۔ تو رعایا سے بجبر روپیہ وصول کیا جانے لگا۔ ہندوستانی ریاستوں میں رئیس کی صغرسنی کے ایام میں ریاست کے اہلکاروں کا جو کچھ طریقہ ہوتا ہے۔ وہ سر **لیپل گریفن صاحب** نے اپنی کتاب میں خوب کھول کے لکھا ہے۔ جسکا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔ اور اِس میں کوئی کلام نہیں کہ اُن کی راے بہت مستحکم ہے :-

"سنگت سنگھ کی عمر بوقت وفات صرف تیئیس برس کی تھی۔ چونکہ ایام صغرسنی ہی میں اُس کے باپ نے اُسکو ایک بڑی ریاست کا وارث چھوڑ کر قضا کی تھی۔ اُسکا ایسے لوگوں کے اختیار میں آجانا جنہوں نے اس کے اخلاق کا خراب کرنا اور اُس کو ذلیل خواہشوں اور خراب ترین فضولیوں کی طرف رغبت دلانا اپنے مفید مطلب سمجھا ہو کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ ہندوستانی ریاستوں میں رئیس کی صغرسنی نے

زمانہ دراز میں ہمیشہ یہی خرابیاں ہوتی ہیں۔ اہلکاران ریاست جن کے سپرد انتظام کیا جاتا ہے۔ صرف اپنے ہی ذاتی فائدہ اور ترقی کے متلاشی رہتے ہیں۔ ایمانداری۔ نمک حلالی۔ وفاداری اور راست گوئی کی صفتیں مفقود ہوتی ہیں۔ اور کم سن رئیس کو جسکو ایک روز مطلق العنانی حاصل ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ اور جسکے عدل و انصاف کی توقع پر کُل رعایا منتظر رہتی ہے کسبیوں۔ مطربوں۔ نقالوں اور دیگر ارباب نشاط کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہانتک کہ اٹھارہ برس کی عمر میں جبکہ اُس کی تندرستی بے اعتدالیوں کی وجہ سے خراب ہو جاتی ہے۔ صاحب اولاد ہونے کی قابلیت معدوم ہو جاتی ہے۔ عقل و دماغ کی تربیت کا نام و نشان نہیں ہوتا ہے۔ اور اخلاق میں نہایت قابل شرم بُرائیاں سرایت کر جاتی ہیں۔ اسوقت وہ کسی دنیوی کام کا نہیں رہتا ہے۔ بجز اس کے کہ وہ اپنے لالچی خوشامدیوں اور جھوٹے دوستوں کے جیب و دامان کو روپیہ سے بھر دے۔ اُس دولت کو جو اُس کے مورثوں نے اپنی جرأت و قابلیت و جفاکشی سے جمع کی ہے بیدردی سے لٹا دے اور اس نام پر جو کبھی باعث افتخار تھا بدنامی اور رسوائی کا دھبّہ لگا دے۔"

راجہ سنگت سنگھ کی وفات

سنہ ۱۸۳۴ء میں دسہرہ کی تقریب پر راجہ **سنگت سنگھ** کا پھر لاہور جانے کا ارادہ ہوا۔ شاید اُن کو مہاراجہ صاحب لاہور نے مخصوص بلایا تھا۔ مگر گورنمنٹ کے اظہار ناراضگی نے اُن کو روک دیا۔ اور وہ یکایک بسیاں کے مقام پر ۲۳۔ نومبر کو بیمار پڑ گئے۔ اور لحظہ بہ لحظہ حال ابتر ہوتا گیا۔ آخرکار انکو بسیاں سے سنگرور لانے کی صلاح کی گئی۔ اور جب وہ بہ سواری پالکی وہاں سے چلے تو ابھی بسیاں کی حد سے باہر نہیں نکلے تھے۔ کہ اُن کا کام تمام ہو گیا۔

راجہ **سنگت سنگھ** کی تین رانیاں تھیں۔ بڑی رانی سبھا کنور رئیس شاہ آباد کی بیٹی۔ دوسری سکھاں سردار جیون سنگھ دہالیوال کی لڑکی۔ تیسری سردار دولا سنگھ ڈبہ والہ کی دختر نند کور۔ مگر افسوس کہ اولاد کسی سے نہیں ہوئی۔

ریاست جیند کے ترکہ لاوارث کی بابت جھگڑا۔ اور سردار سروپ سنگھ صاحب کا منتخب ہونا۔

اب سرکار انگریزی نے ریاست جیند کے ترکہ لاوارث میں ضبط کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اسکے واسطے ہر طرف سے دعوے پیش ہونے لگے۔ رانیوں نے اپنا حق جدا دکھلایا۔ رئیس نابھہ نے الگ شور مچایا۔ سرداران ڈڈرکھاں و بازید پور نے اپنے استحقاق کو سب سے زیادہ جتلایا۔ اور ایک مدّت تک یہ مقدمہ گورنمنٹ انگریزی کے پاس زیر فیصلہ رہا۔ آخرکار سردار **سروپ سنگھ** ولد کرم **سنگھ** ڈڈرکھاں والے سردار کا استحقاق جو راجہ **گجپت سنگھ** کے تیسرے بیٹے بھوپ سنگھ کی اولاد میں سے تھا۔ سب سے زیادہ ثابت ہوا۔ اور گورنمنٹ نے ریاست جیند کے موروثی حصّہ کو اُس کے سپرد کر دیا۔[۵۱]

[۵۱] راجہ سروپ سنگھ کو ریاست جیند کا صرف وہ حصّہ دیا گیا جو موروثی تھا۔ اور راجہ گجپت سنگھ کے خاص قبضہ میں بوراثت پہنچا تھا۔ بقیہ علاقہ جو بطور عطیات سرکار لاہور یا دوسری طرح سے حاصل ہوا تھا۔ وہ سرکار انگریزی و لاہور نے باہم تقسیم کر لیا۔ اس تقسیم کی تفصیل سر لیپل گریفن صاحب نے راجگان پنجاب میں یوں درج کی ہے:-

فہرست علاقہ جیند جو سروپ سنگھ کو دیا قرار پایا"

سردار سروپ سنگھ کی مسند نشینی

الغرض اپریل سنہ ۱۸۳۷ء میں تمام جھگڑے اور اپیل وغیرہ کے بعد سردار **سروپ سنگھ** کو بموجودگی تمام رؤسائے پھولکیاں و ایجنٹ صاحب بہادر ریاست جیند کی گدی پر بیٹھایا گیا۔ لیکن مسند نشینی کی طویل بحث نے جیند کی مفسد رعایا کو چپ چاپ بیٹھے نہ رہنے دیا۔ شروع سنہ ۱۸۳۶ء میں علاقہ بالانوالی میں گلاب سنگھ گل کے اشتعال سے جو وہیں کا باشندہ تھا۔ بغاوت کی آگ بھڑکی اور مسٹر **ایجورتھ صاحب** پر وہاں کے لوگوں نے جب وہ اُس علاقہ میں سے گذر رہے تھے حملہ کر دیا۔ مگر جب وہاں سرکاری فوج پہنچ گئی تو ایک تھوڑی ہی دیر کی خونریزی کے بعد جس میں دل سنگھ و لکھا سنگھ و پرتاب سنگھ کی بیوہ گرفتار ہو کر مقید کیے گئے۔ گلاب سنگھ مارا گیا۔ دلیسو سنگھ دوسرا سرغنہ گرفتار ہونے سے پیشتر خود بیش قبض کھا کر مر گیا۔ سب امن و امان ہو گیا۔

اس کے بعد مارچ سنہ ۱۸۴۳ء میں جب ریاست کیتھل لاوارث ہو گئی تو اُسوقت ان تینوں پھول کے راجاؤں نے اس امر کی بڑی کوشش کی کہ رئیس متوفی کے دادا کے بھائی کے پوتے کا حق ایک مسلم جانشین کی مانند تسلیم کیا جاوے۔ لیکن گورنمنٹ نے ایک نہ سُنی اور کیتھل کی ضبطی میں بھی وہی اصول قایم رکھا جو ریاست جیند کے لاوارث ہونے پر عمل میں آیا تھا۔ یہ تمام کوششیں شاید اس واسطے تھیں۔ کہ اگر کیتھل کے معاملہ میں حسب منشاء کامیابی حاصل ہو گئی۔ تو راجہ **سروپ سنگھ**

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

نام پرگنات	تعداد مواضعات	محاصل تخمینی	کیفیت
جیند خاص	۱۴۰	روپیہ ۱۲۱۰۰۰	محاصل کا یہ تخمینہ مسٹر کلرک کی رپورٹ مورخہ دسویں نومبر سنہ ۱۸۳۵ء سے لیا گیا ہے۔
سفیدوں	۲۵	۴۲۰۰۰ (سفیدوں، آسندہ، سالون)	اسکی تفصیل رپورٹ مورخہ انتیسویں (۲۹) دسمبر سنہ ۱۸۳۴ء میں مندرج نہیں ہے۔ اور رقم مندرجہ فہرست ہذا سے حقیقی محاصل بہت کم ہے۔
آسندہ	۲۶		
سالون	۸		
بالانوالی	۱۰۸	۲۰۰۰۰	مسٹر کلرک کی رپورٹ مورخہ انیسویں (۱۹) دسمبر سنہ ۱۸۳۴ء میں یہ تخمینہ صرف ۱۳ مواضعات کا بیان کیا گیا ہے۔
سنگرور	۱۱	۵۰۰۰۰	
جیچے وال	۱	۴۰۰۰ (جیچے وال، بہونکی، سموٹ، ماہلاں)	محاصل کا یہ تخمینہ رپورٹ مورخہ انیسویں (۱۹) دسمبر سنہ ۱۸۳۴ء سے لیا گیا ہے۔
بہونکی	۱		
سموٹ	۱		
ماہلاں	۱		
میزان	۳۲۲	۲۳۶۰۰۰	

جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کو واپس دینا قرار پایا۔

نام پرگنات	تعداد مواضعات	محاصل تخمینی	کیفیت
بلوارہ	۱	روپیہ ۹۰۰۰ (بلوارہ، تلونڈی، نصف مدکی، نصف غیاث پورہ)	×سندوں کے ترجمہ کی رو سے جو صاحب ایجنٹ کی چٹھی مورخہ تیسویں جنوری سنہ ۱۸۳۷ء کے ساتھ پہنچا تھا یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان مواضعات کا ایک ربع مہاراجہ رنجیت سنگھ نے عطا کیا تھا۔
تلونڈی	۱		
نصف مدکی	×		
نصف غیاث پورہ	×		
میزان		۹۰۰۰	

کو بھی اپنا استحقاق کل علاقہ جیند کی نسبت ظاہر کرنیکا موقع مل جائیگا۔ مگر گورنمنٹ اُن کے دلی مطلب سے بیخبر نہ تھی +

راجہ جیند کو بمعاوضہ ایک حصہ علاقہ سفیدوں کے کیتھل کے ضبط شدہ علاقہ میں سے ماہلاں گھابدان کا پرگنہ جس میں ۲۳ دیہات جمعی تیس ہزار بیالیس روپیہ ۳۰۰۴۲ شامل تھے دیاگیا۔ مگر خاص موضع سفیدوں اس انتقال سے مستثنےٰ رکھا گیا تھا۔ کیونکہ اُس میں خاندان جیند کے بزرگوں کی سمادھیں ہیں +

۱۸۴۵ء کی لڑائی میں راجہ سروپ سنگھ کا چال چلن سرکار انگریزی کی جانب داری میں ایسا تسلی بخش نہیں بیان کیا گیا ہے جیساکہ اُس سے امید تھی۔ نومبر ۱۸۴۵ء کے شروع میں راجہ سروپ سنگھ کو ایک سو پچاس ۱۵۰ شتر واسطے بار برداری فوج سرہند ڈویژن کے مہیا کرنے کے لیئے حکم ہوا مگر اُس کی تعمیل نہ ہوئی۔ اور اس قصور میں میجر براڈفٹ صاحب نے راجہ صاحب پر دس ہزار روپیہ جرمانہ کیا۔ جس کا اثر آیندہ کے لیئے بہت مفید ثابت ہوا۔ یعنی اس کے بعد سامان رسد و بار برداری کے پہنچانے میں نہایت تیزی دکھلائی گئی۔ اور راجہ سروپ سنگھ کی فوج نے انگریزی فوج کے ساتھ نہایت مستعدی اور گرمجوشی سے کام دیا۔ چنانچہ کپتان ھے صاحب نے ایک دستہ فوج جیند کی حسن انتظامی اور جفاکشی کی تعریف جو فوج پٹیالہ کے ساتھ گھونگرانہ گئی تھی۔ نہایت زور و شور سے لکھی تھی۔ بعد ازاں تھوڑے دنوں

تتمہ فہرست علاقہ جیند جو گورنمنٹ انگریزی کے پاس رہا۔

		روپیہ	
بسیاں	۱۶	۱۶۰۰۰	اگر کوئی مقام مندرجہ فہرست ہذا ستلج کے اُس پار واقع ہوگا۔ اُسکو بیشک گورنمنٹ نہیں لے گی۔
لدھیانہ	۷۷	۸۵۰۰۰	
مورنڈہ	۳۶	۴۴۰۰۰	
نصف منڈکی	۸	۱۰۰۰۰	یہ جاگیر رنجیت سنگھ نے ۱۸۰۷ء میں عطا کی تھی مسٹر کلرک کی رپورٹ مورخہ دسویں نومبر ۱۸۳۵ء میں یہ جاگیر شامل نہیں ہے۔
جنڈیالہ	۹	۱۱۰۰۰	
میزان	۱۴۶	۱۶۶۰۰۰	
چھال	۰	۲۰۰۰	یہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ یہ علاقے کس طرح پر اور کس شخص نے حاصل کیئے تھے۔ لہذا یہ امر مشتبہ ہے۔ کہ آیا یہ علاقے گورنمنٹ کے پاس رہنے دیئے جائیں گے۔ یا واپس کیئے جائیں گے۔
دیال پورہ	۰	۳۰۰۰	
متفرق دیہات	۰	×۱۱۰۰۰	×یہ مواضعات مسٹر کلرک کی رپورٹ مورخہ دسویں نومبر ۱۸۳۵ء میں شامل نہیں ہیں۔ مگر اُس خلاصہ میں مندرج ہیں۔ جو انتیسویں ۲۹ دسمبر ۱۸۳۴ء کو پیش کیا گیا تھا۔
میزان	۰	۱۶۰۰۰	

حاشیہ۔ نو مواضعات کو غربی حصہ علاقہ دہلی میں ملا لینے کا حکم ہوا ہے۔ یعنی بمبوری و سندلانہ و کپراو و کہڑک و پہاری و داپ و بھدوڑ و پورانہ کھیڑہ و کھرکھودا۔ اور چونکہ یہ مواضعات علاقہ انگریزی کا ایک جزو ہیں۔ اس واسطے ان میں سے کوئی موضع راجہ سروپ سنگھ کو نہیں دیا جائیگا۔

دستخط جی۔ اے۔ بشبی سیکرٹری

بعد جیند کا ایک دستہ فوج کشمیر کی مہم میں شریک ہؤا۔

گورنمنٹ کا خوش ہوکر راجہ سروپ سنگھ کو جاگیر وغیرہ عطا کرنا۔

الغرض اختتام جنگ کے بعد اِن تمام خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ نے علاوہ معاف کرنے دس ہزار جرمانہ کے راجہ **سروپ سنگھ** کو باظہار خوشنودی ایک جاگیر مالیتی تین ہزار روپیہ سال عطا کی۔ اور سپاہ کو ایک ایک ماہ کی تنخواہ انعام میں دی۔ اور وعدہ کیا کہ راجہ جیند سے کبھی کسی قسم کا خراج یا معاوضہ خدمت فوجی نہیں لیا جائیگا۔ اور موقوفی محصول آمدورفت مال تجارت کے عیوض میں گورنمنٹ نے راجہ صاحب کو ایک اور عطیہ جمعی ایک ہزار سالانہ کا لاہور کی جدید فتوحات میں سے عطا کیا۔ علے ہذا راجہ نے بھی اقرار کیا۔ کہ بہ ضرورت کیوقت سرکار کو اپنی تمام فوج سے امداد دونگا۔ اور اپنے علاقہ میں دختر کشی و غلامی و ستی وغیرہ بد رسموں کا ہمیشہ انسداد رکھوں گا +

راجہ جیند کو بھی پھول کی اور ریاستوں کی طرح گورنمنٹ سے ایک سند ملی اور اُس میں اُس کی موروثی ریاست کا حق اُسپر بحال رکھا گیا[۱] +

[۱] ترجمہ سند موسومہ راجہ جیند مورخہ بائیسویں ستمبر ۱۸۴۷ء حسب ذیل ہے۔

دو ہرگاہ کہ عالی جناب گورنر جنرل بہادر نے راجہ جیند کو بصلہ اُس خیرخواہی اور خدمت کے جو لاہور کی پچھلی لڑائی میں گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ اُس نے کی ہے۔ بعض اراضیات کے عطا کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ اور راجہ جیند نے اس کے ساتھ یہ بھی درخواست کی ہے۔ کہ اُس کے مقبوضات قدیمی میں اُس کے حقوق کی حفاظت و کفالت کا وعدہ مجدداً کیا جائے۔ نواب گورنر جنرل بہادر اس وعدہ کا بکشادہ پیشانی بہ شکل سند منقولہ ذیل کے اظہار فرماتے ہیں۔ تاکہ راجہ موصوف اور اس کے قایم مقام لوگ اطمینان کامل کے ساتھ اپنے مقبوضات میں اُن حقوق و اختیارات کو حسب دستور عمل میں لاتے رہیں۔

۱۱ راجہ کے قدیمی و موروثی علاقے مندرجہ فہرست منسلکہ معہ تمام حقوق حکمرانی متعلقہ اختیارات فوجداری و وصول محاصل حسب دستور ہمیشہ اُن کے اور اُن کے قایم مقاموں کے قبضہ میں رہیں گے۔ جملہ جہار میاں و ماتحتان و متوسلان و وابستگان راجہ حسب معمول راجہ کی رفاقت و خدمت گذاری میں وابستہ رہینگے۔ راجہ صاحب خود عدل و انصاف کے حامی اور اپنی رعایا کی بہبودی اور خوشحالی کی ترقی میں ساعی ہوں گے۔ اور اُن کی رعایا پر واجب ہوگا۔ کہ اُن کو اپنا واقعی اور حقیقی حاکم سمجھ کر اُن کی اور اُن کے قایم مقاموں کی اطاعت دل سے کریں۔ اور محاصل کو بطور واجب ادا کریں اور زراعت کی ترقی میں ہمیشہ سرگرم اور اپنی خیرخواہی و اطاعت کو ثابت کرتے رہیں۔ راجہ صاحب اپنی ذات سے اور اپنے قایم مقاموں کی طرف سے محصول آمدورفت مال تجارت یعنی زکوۃ کے وصول کرنے کے استحقاق سے جو ریاست جیند میں موقوف ہوگیا ہے ہمیشہ کے واسطے دست بردار ہوئے ہیں۔ راجہ صاحب نے اپنی ریاست کے اندر اپنے اور اپنے جانشینوں کی طرف سے رسوم ستی و دختر کشی و غلامی کے انسداد کی بھی ذمہ داری کی ہے۔ اگر حکام ریاست کی بیخبری میں کوئی شخص ان افعال کا مرتکب ہوگا۔ تو ریاست کی طرف سے بحالت ثبوت جرم ایسی سخت سزا دیجائیگی کہ اوروں کو عبرت ہو۔ گورنمنٹ انگریزی راجہ صاحب اور اُن کے قایم مقاموں سے اور اُن کے متعلقان مذکورہ بالا سے کبھی کوئی چیز بطریق خراج یا محاصل یا معاوضہ خدمت فوج وغیرہ کے نہیں طلب کریگی۔ بدیں وجہ کہ راجہ صاحب موصوف حسب معمول گورنمنٹ انگریزی کی خدمت و مطالب کی بہواخواہی میں دل و جان سے معروف رہیں گے۔ حکام انگریزی راجہ کی رعایا یا متعلقین کی شکایتوں کی سماعت نہ کریں گے۔ اور نہ راجہ صاحب کے اختیارات میں دست اندازی کریں گے۔ اگر احیاناً کوئی غنیم کسی سمت سے بارادہ تسخیر اس ملک کے بیاس یا ستلج کے اِس طرف پہنچے۔ تو راجہ صاحب بذات خود اپنی فوج کے ساتھ انگریزی فوج کے شامل ہوکر غنیم کے اخراج میں دل و جان سے مدد دیں گے۔ اور ضوابط معینہ انتظام لشکر انگریزی کی اطاعت اور پابندی کریں گے اور لڑائی کے زمانہ میں اپنے ملک کے سامانوں کو گورنمنٹ انگریزی کے اختیار میں دیدیں گے۔ راجہ صاحب اِس امر کی ذمہ واری کرتے ہیں۔ کہ اپنے علاقہ کی جنگی سڑکوں کو انگریزی فوج کے انبالہ و دیگر مقامات سے فیروزپور جانے کے واسطے اپنے ہی ملازمین کے ذریعہ سے بنوا دیں گے اور مرمت کرایا کریں گے اور ان سڑکوں کے عرض و ارتفاع کی تعین گورنمنٹ کا مہ انجنیر افسر کیا کریگا۔ جسکے متعلق سڑکوں کا بنوانا ہوگا راجہ صاحب مختلف منزلوں میں جو بتا دیجائینگی انگریزی فوج کی فرودگاہوں کے لئے

اس کے بعد سکھوں کی دوسری لڑائی کے موقع پر بھی راجہ **سروپ سنگھ** نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ اس کو بذات خاص فوج کے ساتھ لاہور جانے کی اجازت دیجائے۔ تاکہ وہ انگریزی لشکر کے ساتھ شامل ہوکر سرکار کو اپنی خیرخواہی اور وفاداری کا ہاتھ دکھلاوے۔ مگر گورنمنٹ نے اسکی خدمات کی چنداں ضرورت نہ سمجھی اور جواب میں اُن کی خیرخواہی اور جان نثاری کا دلی شکریہ ادا کیا +

شمولیت پنجاب کے بعد گورنمنٹ نے ریاست جیند کو بھی باستثنائے سزائے قصاص خودمختارانہ اختیارات عطا کر دیئے۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ راجہ **سروپ سنگھ** نے اپنے تئیں ہر طرح لایق اور مستحق ثابت کیا +

راجہ **سروپ سنگھ** نے اپنی ریاست کے انتظام کو بالکل انگریزی قاعدے اور طریقہ پر لانا چاہا۔ مگر شروع شروع میں اسکو چند دقتیں پیش آئیں جن پر وہ اپنی ذاتی لیاقت اور شجاعت سے غالب آیا۔ جیسے موضع بجوانہ کے کاشتکاروں نے جو رہتک کی سرحد پر واقع ہے ۱۸۵۵ء میں بغاوت کی اور ایک تحصیلدار کو جو رقبہ مزدعہ کی پیمایش کے واسطے بھیجا گیا تھا مار ڈالا۔ راجہ **سروپ سنگھ** نے فوراً اپنی فوج لیکر باغیوں کی سرکوبی کے لیئے جن کے سرغنے بہورا اور نگاہیا تھے کوچ کر دیا۔ اُدہر پٹیالہ سے بھی دو باقاعدہ پلٹنیں معہ چار توپوں کے راجہ مذکور کی امداد میں پہنچگئیں۔ اور ایک خفیف سی لڑائی کے بعد جس میں ۸۰ سپاہی معہ گلاب سنگھ کمیدان کے زخمی ہوئے۔ اور ۱۷ آدمی مارے گئے۔ بغاوت بالکل فرو ہوگئی +

> راجہ سروپ سنگھ کا دہلی کے غدر میں گورنمنٹ انگریزی کی مدد کرنا

۱۸۵۷ء کے غدر میں بھی راجہ **سروپ سنگھ** نے سرکار انگریزی کو بہت مدد دی۔ بلکہ دہلی کی لڑائی میں انگریزی فوج کے ساتھ بذات خود شریک رہا۔ اور اس کی عملی خیرخواہی و وفاداری مہاراجہ پٹیالہ و نابھ سے کسی طرح پر کم نہیں ہوئی۔ جسوقت راجہ **سروپ سنگھ** کو دہلی کی بغاوت کی خبر پہنچی اسیوقت وہ سنگرور سے معہ اپنی کل فوج کے روانہ ہوکر ۱۸۔ تاریخ کو بکوچ یلغر کرنال پہنچا۔ اور وہاں کی چھاونی و شہر کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ اسوقت راجہ جیند کے ساتھ آٹھ سو سے زیادہ فوج نہ تھی۔ مگر چونکہ باقاعدہ اور قواعد دان تھی اسوجہ سے اُس نے بڑا کام دیا۔ اور کرنال کو بالکل لوٹ سے بچا رکھا۔ کرنال سے راجہ صاحب نے ایک دستہ فوج کا باغپت کے پُل کی حفاظت کیواسطے روانہ کیا۔ جس سے بہت مطلب برآری ہوئی۔ یعنی میرٹھ کی فوج بآسانی جمنا عبور کرکے **برنارڈ صاحب** کی فوج سے جا ملی۔ اور پانی پت میں جو آمادہ بغاوت ہو رہا تھا۔ امن قایم ہوگیا۔ جیند کی فوج نے اُسوقت انگریزی فوج کے آگے آگے جاکر بڑا کام کیا یعنی راجہ **سروپ سنگھ** انگریزی فوج کے واسطے رسد جمع کی۔ اور فوج سمہالکا اور رائی کو چھین کر سڑک پر اپنا دخل کر لیا۔ اور سے ۷۔ جون کو علی پور کے مقام پر جا ملا۔ اور دوسرے دن سرائے بادلی کی لڑائی میں راجہ کی فوج نے وہ کام دیا۔ کہ باید و شاید۔ چنانچہ کمانڈر انچیف صاحب نے عین جنگ میں اُن کی بہادری کی تعریف کی اور شاباش کہا۔ اس مقام پر منجملہ اُن توپوں کے جو سرکار کے ہاتھ آئیں ایک توپ راجہ جیند کو بھی عطا ہوئی۔ ۱۹۔ جون کو جیند کی فوج نے نصیر آباد کے باغیوں کو جنہوں نے سرکاری فوج پر حملہ کیا تھا پسپا کیا۔ اس کے بعد راجہ **سروپ سنگھ** کو اپنے علاقہ کا فساد فرو کرنے

کے لیئے تھوڑے دنوں کے واسطے جیند واپس جانا پڑا۔ یہ فساد ہانسی اور حصار کے باغیوں کے اشتعال سے اُٹھنے والا تھا مگر جسوقت راجہ صاحب پہنچ گئے سب رفع ہوگیا۔ اور راجہ **سروپ سنگھ** ایک جدید فوج بھرتی کرکے ۹ ستمبر کو دہلی کی چڑھائی کے موقع پر انگریزی لشکر سے پھر آملا +

دہلی کے حملہ میں جیند کی فوج نے جو سردار کاہن سنگھ کے زیر کمان تھی نہایت بڑھ کے ہاتھ دکھلایا۔ اور شہر پناہ پر انگریزی فوج کے ساتھ ساتھ چڑھ گئی۔ جس میں کئی ایک آدمی جیند کے مقتول و مجروح بھی ہوئے +

تمام روساء اینروے ستلج میں سے ایک راجہ **سروپ سنگھ** ہی ایسا خوش نصیب شخص تھا۔ جسکو دہلی کے حملہ میں بذات خاص خود شریک رہنے کا فخر حاصل ہوا۔ حالانکہ مہاراجہ پٹیالہ و راجہ کپورتھلہ وغیرہ نے بھی اپنی شمولیت کی درخواست کی تھی مگر اُن کی موجودگی اور جگہوں میں زیادہ تر مفید سمجھی گئی +

انہی ایام میں جبکہ غدر کی آگ چاروں طرف مشتعل ہو رہی تھی ضلع رہتک کا انتظام خاص راجہ صاحب جیند کے تعلق کیا گیا تھا۔ جسکو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور زمینداروں سے محاصل وغیرہ بھی اُنہوں نے وصول کیا +

رفع غدر کے لیئے مختلف مقامات پر فوج جیند کا متعین کیا جانا۔

ایام غدر میں راجہ **سروپ سنگھ** صاحب نے سرکار انگریزی کو بہت مدد دی۔ اُن کی خدمات نہایت بے بہا ثابت ہوئیں۔ فوج جیند کے آدمیوں نے کچھ دہلی اور رہتک وغیرہ ہی میں امداد نہیں دی۔ بلکہ مختلف مقامات پر۔ دہلی کی فتح کے بعد جب راجہ صاحب سفیدوں کو واپس گئے۔ تو اُنہوں نے ۲۵ آدمی تو تحصیل سرسوتی کے انتظام کے لیئے وہاں چھوڑے اور ۲۵ آدمی خاص دہلی میں۔ علاوہ ازیں ایک سو دس آدمی کرنل **رچرڈ لارنس صاحب** کے ہمراہ بسرکردگی سردار کاہن سنگھ بھیجے۔ اور دو سو آدمی جنرل **وان کورٹلینٹ صاحب** کے ساتھ ہانسی کو روانہ کیئے۔ اور پچاس آدمی گوہانہ میں انتظام قایم رکھنے کے لیئے متعین کیئے گئے +

ایام غدر میں امداد دینے کے صلہ میں راجہ جیند کا اعزاز و تعریف

جنرل **ولسن صاحب** نے دہلی کی فتح کے بارہ میں راجہ **سروپ سنگھ** کی امداد کی اپنے مراسلہ مورخہ ۲۲ ستمبر میں بڑے شد و مد کے ساتھ تعریف لکھی ہے۔ علی ہذا **طامسن صاحب** سی بی کمسری جنرل نے بھی رسد کی باربرداری اور وقت پر بہم پہنچانے کی نسبت راجہ صاحب جیند کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور لکھا کہ:۔ "اگر راجہ کی رسد نہ پہنچ جاتی۔ تو مقدار رسد کی پہلے پہل فوج کے لیئے ناکافی ہوتی"۔ چنانچہ حضور وائسرائے صاحب بہادر نے اپنے اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۵۸ء میں راجہ صاحب جیند کی تعریف میں علانیہ طور پر یہ اعلان فرمایا کہ:۔ "راجہ جیند کی مستعدانہ امداد گورنمنٹ کے دلی شکریہ کی مستحق ہے"۔ علاوہ ازیں فرزند دلبند راسخ الاعتقاد راجہ سروپ سنگھ بہادر والی جیند کا خطاب اعزازی مرحمت فرمایا۔ اور ۱۱ توپوں تک سلامی بڑھا کر درباری خلعت میں گیارہ پارچات سے پندرہ کی منظوری فرمائی +

خدمات ایام غدر کے عوض عطا شدہ علاقہ جات کی فہرست۔

علاوہ اس کے جو علاقجات راجہ **سروپ سنگھ** کو ایام غدر کی خدمات میں عطا ہوئے۔ اُنکی

فہرست یہ ہے کہ:-

اوّل[1] تو کل علاقہ دادری جو وہاں کے نواب کی بغاوت سے ضبط سرکار ہو گیا تھا۔ راجہ صاحب جیند کو عطا ہوا۔ اس علاقہ کی جمع گو اسوقت ایک لاکھ تین ہزار روپیہ سالانہ کی تھی۔ مگر اب بہت بڑھ گئی ہے۔ دوئم[2] کلاٹراں کے مقبوضہ ذیل ۱۳ دیہات ملے جنکی آمدنی تیرہ ہزار آٹھ سو تیرہ روپیہ سالانہ تھی۔ بھیاپورہ۔ عالم پور۔ بلم گڈھ۔ کلاٹراں۔ رودوڑہ۔ رڈٹلی۔ رنگاوئی۔ دھرم گڈھ بزرگ۔ سیپورہ۔ موئی۔ لکڑالہ۔ شاہ پور۔ سوئیم خاص شہر دہلی میں ایک عالیشان مکان چھہ ہزار روپیہ کی مالیت کا ملا جو شہزادہ مرزا ابوبکر سے بغاوت میں ضبط سرکار ہوا تھا ✝ بعد ازاں مواضعات بڈرکھاں وبہیم بڈہی کی نسبت جو سنگرور کے عین متصل واقع تہی۔ مگر دراصل ضلع تھانیسر سے جو اسّی میل کے فاصلہ پر تھا لگتی تھی۔ راجہ صاحب جیند نے درخواست کی۔ کہ یہ مواضعات جنکے جاگیردار سرداران بڈرکھاں ہیں ہماری ماتحتی میں کردیئے جاویں۔ لیکن چونکہ راجہ صاحب کو کافی معاوضہ مل چکا تھا۔ اسلیئے گورنمنٹ انگریزی کو شروع شروع میں کچھ اعتراض ہوا۔ مگر آخر کار بیس برس کا محاصل یعنی بارہ ہزار آٹھ سو ستر آٹھ آنہ راجہ صاحب سے یکمشت وصول کرنیکے بعد ہر دو مواضعات مذکور کو راجہ صاحب کے یہاں بطور امر خاص منتقل کردیا گیا۔ اور اسوقت یعنی ۱۸۶۷ء سے سرداران بڈرکھاں ریاست جیند کے ماتحت ذیلدار ہو گئے ✝

اب چند دیہات علاقہ دادری کے اضلاع رہتک وجھجر میں متفرق طور پر واقع تھے۔ جن کی وجہ سے قائمی سرحد اور نیز انتظام میں دقت ہوتی تھی۔ اس وجہ سے گورنمنٹ نے ان مواضعات کا بہ معاوضہ دیگر ہم قیمت دیہات واقع پرگنہ جات بدہوانہ و کالونڈ سرکار انگریزی کے پاس منتقل ہونا مناسب سمجھا۔ اسواسطے مواضعات چرکلی۔ نندا۔ لوآلی۔ یسوالہ۔ پچوبہ کلاں۔ پچوبہ خورد۔ لوڈہی جنکا سالانہ محاصل دس ہزار آٹھ سو پچاس روپیہ تھا۔ راجہ صاحب جیند کے پاس منتقل کیئے گئے اسی طرح پر ۱۸۶۱ء میں مواضعات بمہوری۔ بڈھاکھیڑہ۔ بیانہ کھیڑہ۔ پنہاری۔ ڈھاڈ۔ سرسانہ۔ سوہنہ۔ چندلانہ۔ کھرک پونیاں۔ گیان پور۔ کیردل۔ کہرکہوری ملکیت راجہ صاحب جو حصار کے گردنواح میں واقع تھے۔ بسہولیت انتظام کے لیئے مواضعات نگری۔ چیکی۔ منڈاوالہ۔ لوٹلی۔ دھنیٹھا۔ عثمان پور۔ سپر ہیڑی۔ مرد ڑہی۔ مردان ہیڑی۔ مرملاں والی۔ ننہیرا ازاں سرکار انگریزی سے جو سنگرور کے قریب واقع ہیں تبدیل کیئے گئے ✝

راجہ سروپ سنگھ کو بھی تبنیت کی سند عطا ہوئی۔

چونکہ راجہ **سروپ سنگھ** نے بھی بہ شمولیت مہاراجہ پٹیالہ ونابھہ گورنمنٹ کی خدمت میں ایک عرضی واسطے ملنے اختیار تبنیت وغیرہ کے ارسال کی تھی۔ اسلیئے راجہ جیند کو بھی گورنمنٹ نے پھول کی اور ریاستوں کی طرح ایک سند[2] متضمن اختیارات بنانے متبنّےٰ وغیرہ عطا فرمائی اور جو جو اختیارات خود مختارانہ اور حقوق آزادانہ مہاراجہ پٹیالہ وراجہ نابھہ کو مرحمت ہوئے تھے سب راجہ جیند کو بھی عطا ہوئے ✝

[2] ترجمہ سند مورخہ پانچویں مئی ۱۸۶۰ء مقام شملہ جو عالیجناب نواب گورنر جنرل بہادر نے راجہ کو عطا کی۔ جب سے ہندوستان میں انگریزی عملداری قایم ہوئی ہے۔ راجگان جیند اطاعت میں ہمیشہ مستعد رہے ہیں۔ اس وفاداری و خیرخواہی کے صلہ میں اُن کے اعزاز واکرام اور علاقہ کا اضافہ بارہا کیا گیا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے۔ کہ راجہ حال جیند اُس استقلال

اس کے بعد ان رؤساء کے اپنے علاقہ جدید عطیہ سرکار میں اختیارات ضبطی معافیات کی بابت ایک جھگڑا اٹھا جس میں گورنمنٹ کی پہلے مرضی نہ تھی۔ کہ ان کو اختیارات ضبطی ملیں مگر چونکہ اسناد میں کسی قسم کی قید نہیں کی گئی تھی۔ بلکہ یہ صاف درج تھا۔ کہ اُن رئیسوں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۱ اور بہادری کے لحاظ سے جو ۵۸-۱۸۵۷ء کے غدر کے ایام میں اس نے ظاہر کی ہے اپنے خاندان کی پہلی کارگذاری پر سبقت لیگیا ہے۔ اس سچی اور اعلےٰ درجہ کی خیرخواہی کی یادگار میں عالی جناب نواب گورنر جنرل و وائسرائے بہادر ہند نے بنظر مزید اعزاز و رعایة راجہ کو اس کی ذات کیواسطے اور اس کے ورثاء کے واسطے علی الدوام عطا فرمایا ہے۔ اور راجہ صاحب کی اس خواہش کو کہ ایک سند بہ مُہر و دستخط جناب وائسرائے بہادر عطا کی جائے۔ جس میں راجہ موصوف کے قدیمی علاقوں اور نیز ان اقطاع اراضی کے بلا مزاحمت قبضہ کی کفالت کی جائے جو راجہ موصوف اور اسکے جانشینان ماسبق کو گورنمنٹ انگریزی سے وقتاً فوقتاً مرحمت ہوئے ہیں براہ عنایت منظور فرمایا ہے۔

دفعہ ۱۔ راجہ اور اس کے ورثاء اپنے قدیم اور جدید علاقوں پر جو فہرست منسلکہ میں مندرج ہیں۔ ہمیشہ اختیارات حاکمانہ عمل میں لائیں گے۔ جملہ حقوق و رعایات خاص جو راجہ کو اپنے موروثی علاقہ میں حاصل ہیں وہ علاقہ مکسوبی میں بھی بجنسہ حاصل ہوں گے۔ ہر درجہ کے ماتحتوں اور وابستہ لوگوں پر واجب ہوگا۔ کہ اس کے علاقہ کے اندر اس کے مطیع و فرمان پذیر رہیں۔

دفعہ ۲۔ باستثناء شرایط مندرجہ دفعہ ۳ گورنمنٹ انگریزی راجہ اور اس کے قایم مقاموں یا اسکے کسی ذیلدار یا قرابت دار یا متوسل سے کسی قسم کا خراج بربناء محاصل خدمت یا کسی اور وجہ کے کبھی نہیں طلب کرے گی۔

دفعہ ۳۔ گورنمنٹ انگریزی کی دلی خواہش ہے کہ جیند کے ذی رتبہ خاندان کو استقلال ہو۔ اور اس نیت سے راجہ اور اس کے ورثا کو ہمیشہ کیواسطے یہ استحقاق عطا فرمانی ہے۔ کہ جب کبھی سلسلہ ذکور منقطع ہو جائے۔ تو خاندان پھول کی اولاد میں سے کسی شخص کو متبنّٰی کر لیں۔ لیکن اگر احیاناً کسی وقت کوئی راجہ جیند بدون چھوڑنے کسی اولاد ذکور کے وفات پائے۔ اور کسی کو متبنّٰی بھی نہ کیا ہو۔ تو اس صورت میں مہاراجہ پٹیالہ اور راجہ نابھہ کو اختیار ہوگا کہ بصلاح صاحب کمشنر یعنی پولیٹیکل ایجنٹ گورنمنٹ انگریزی کے خاندان پھول میں سے کسی شخص کو جانشینی کے واسطے منتخب کریں۔ مگر اس صورت میں ایک نذرانہ جو ریاست جیند کے کل سالانہ محاصل کے ایک ثلث کے مساوی ہو گورنمنٹ انگریزی کو دیا جائے گا۔

دفعہ ۴۔ ۴۸-۱۸۴۷ء میں گورنمنٹ انگریزی نے راجہ کو سزائے موت کے عمل میں لانے کا بقید منظوری صاحب کمشنر اختیار دیا تھا۔ اب وہ اس قید منظوری کو دور کرتی ہے۔ اور راجہ کو اپنی رعایائے خاص پر کل اختیارات موت و زندگی کا بخشتی ہے۔ اور در بارہ مجرمان رعایائے انگریزی جو راجہ کے علاقہ میں گرفتار ہوں راجہ اُن قواعد کے بموجب کاربند ہوگا جو آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرز کے مراسلہ بنام گورنمنٹ مدراس نمبر ۳ مورخہ یکم جون ۱۸۳۶ء میں مندرج ہیں۔ راجہ عدل و انصاف کے عمل میں لانے اور اپنی رعایا کی بہبودی و خوشحالی کی ترقی دینے میں بذات خود ساعی رہیگا۔ راجہ مذکور اپنے علاقہ کے اندر رسوم ستی و بردہ فروشی و دختر کشی کے انسداد کی اور اُن لوگوں کو جو اُن جرایم کے مرتکب ہوں نہایت سخت سزا دہی کی ذمہ داری کرتا ہے۔

دفعہ ۵۔ راجہ فرمانروائے سلطنت برطانیہ کی خیرخواہی اور اطاعت میں کبھی کوتاہی نہیں کریگا۔

دفعہ ۶۔ اگر کوئی فوج مخالف گورنمنٹ انگریزی اس نواح میں نمودار ہو تو راجہ گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ اتفاق کرے گا۔ اور غنیم کا مقابلہ کرے گا۔ اور بہ تعمیل اُن احکامات کے جو اُسکو پہنچیں وہ انگریزی فوج کو رسد اور باربرداری مہیا کرنے میں اپنے حتّےٰ المقدور کوشش کریگا۔

دفعہ ۷۔ گورنمنٹ انگریزی راجہ کی کسی رعایا کی خواہ معافیدار جاگیردار قرابت دار متوسلین ملازمین یا دیگر اشخاص ہوں کسی قسم کی شکایت کی سماعت نہیں کریگی۔

دفعہ ۸۔ راجہ کے خانگی اور خانہ داری کے انتظامات کو گورنمنٹ انگریزی بہ نظر حرمت دیکھے گی۔ اور اُن میں کبھی طرح کی دست اندازی نہ کریگی۔

دفعہ ۹۔ آہنی سڑکوں ریلوے اسٹیشنوں اور شاہی سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کے واسطے ضروری سامانوں کو راجہ حسب معمول مروجہ نرخ پر اپنے ہی افسروں کی معرفت مہیا کر دیگا۔ وہ اُس اراضی کو بھی بلا قیمت دیگا جو آہنی سڑکوں اور سرکاری شارع عاموں کی تعمیر کے واسطے مطلوب ہوں۔

دفعہ ۱۰۔ راجہ اور اُس کے جانشین وغیرہ گورنمنٹ کی خیرخواہی اور جان نثاری میں ہمیشہ ثابت قدم رہیں گے۔ اور گورنمنٹ بھی راجہ اور اسکے خاندان کے اعزاز و احترام کے قایم رکھنے کے لیۓ ہمیشہ مستعد رہیگی۔

فہرست علاقجات متعلقہ راجہ جیند

علاقجات موروثی

اور اُن کے قایم مقاموں کو اس جدید علاقہ میں وہی حقوق واختیارات و رعایات خاص حاصل ہونگی جو اُن کو اپنے موروثی علاقہ میں بر طبق سند مورخہ ۵- مئی ۱۸۶۰ء حاصل ہیں"- اسلیئے لاچار سیکرٹری آف سٹیٹ کو مضمون اسناد کے برقرار رکھنے کے لیئے یہی فیصلہ دینا پڑا- کہ ان کو ضبطی وغیرہ کے اختیارات حاصل ہوں گے*

پھر ۱۸۶۰ء میں جب **لارڈ کیننگ صاحب** رونق افروز ہوئے- اُسوقت تقدیم و تاخیر درجہ ریاست جیند و نابھہ کے تصفیہ کی ضرورت پڑی- ان دونوں رُوساء کی آمدنی واختیارات وخطابات اعزازی بالکل یکساں تھے- اِسوجہ سے اِسکا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہؤا- نابھہ بوجہ ہونے قایم مقام فرع اکبر و رکھنے عہدہ چودہرات جیند سے رتبہ بزرگی رکھتا تھا- مگر چونکہ راجہ سروپ سنگھ نے سرکار انگریزی کو دہلی کی مہم پر بذات خود میدان میں جاکر مدد دی تھی- اسوجہ سے گورنمنٹ کو اسکا لحاظ زیادہ ہوا- اور اسی کو ترجیح دی گئی* راجہ نابھہ نے اِس فیصلہ سے بہت ناخوشی ظاہر کی- اور چاہا- کہ گورنمنٹ پھر غور کرے- مگر راجہ **بھرپور سنگھ** کے

(۱) پرگنہ جیند و مواضعات موسوم بہ علاقہ پنجگرائوں (۲) پرگنہ سفیدوں (۳) پرگنہ لجوانہ (۴) پرگنہ بالانوالی (۵) پرگنہ سنگرور مع مواضعات ماہلاں وگھابداں (۶) پرگنہ بازید پور مع موضع للوڈہا (۷) حصہ موضع بھائی رُدپا-

علاقجات مکسوبہ

موضع دولم والہ (جو بالفعل پرگنہ جیند میں شامل ہے) موضع براده- موضع بسینی- موضع کہٹلہ (فی الحال پرگنہ سفیدوں میں شامل ہیں اور از روے سند مورخہ بائیسویں ستمبر ۱۸۴۷ء دستخطی وائکونٹ ہارڈنگ صاحب گورنر جنرل عطا ہوئے) پرگنہ دادری ۱۴ مواضعات پرگنہ کُلاراں- (بذریعہ چٹھی سیکرٹری گورنمنٹ ہند مورخہ دوسری جون ۱۸۵۸ء نمبر ۱۵۴۹ (الف) عطا ہوئے ہیں-

جاگیرداران

سکھاں دیالپورہ

۵۱ بنام فرزند دلبند راسخ الاعتقاد دولت انگلشیہ راجہ سروپ سنگھ بہادر والی جیند مورخہ پانچویں مارچ ۱۸۶۲ء

ہرگاہ کہ جناب ملکہ معظمہ کی یہ خواہش ہے کہ ہندوستان کے رؤساء اور سرداروں کی جو اپنی اپنی ریاستوں میں بالفعل حکمراں ہیں حکومتیں علی الدوام قایم رہیں اور اُن کے خاندانوں کی عظمت واقتدار باقی رہے- لہذا میں اُسکی تعمیل میں آپ سے اُس وعدہ کا اعادہ کرتا ہوں جس سے آپکو میری دستخطی ایک سند مورخہ پانچویں مئی ۱۸۶۰ء کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی تھی- کہ درصورت عدم موجودگی ورثاء حقیقی کے آپکا کسی جانشین کو خاندان پھول میں سے بنظر قیام ریاست متبنے کرنا سلطنت بالادست کی مرضی کے مطابق ہوگا- اور بخوشی قبول و منظور کیا جائیگا- اور اگر اسیا نا کوئی راجہ جیند کبھی بلا چھوڑنے اولاد ذکور کے اور بدون کرنے متبنے کے وفات پائے تو اس صورت میں مہاراجہ پٹیالہ اور راجہ نابھہ کو اختیار ہوگا- کہ بصلاح صاحب کمشنر یعنی پولیٹکل ایجنٹ گورنمنٹ انگریزی کے خاندان پھول میں سے کسی شخص کو جانشینی کیواسطے منتخب کریں- مگر اس صورت میں ایک نذرانہ جو ریاست جیند کے کل سالانہ محاصل کے ایک ثلث کے مساوی ہو گورنمنٹ انگریزی کو دیا جائیگا"-

آپ اِس بات کا اطمینان رکھو کہ جبتک کہ آپ کا خاندان سلطنت انگریزی کا خیر خواہ اور عہد ناموں اور سندوں یا معاہدوں کی اُن شرایط پر ثابت قدم رہیگا جن میں گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ بعض ذمہ داریاں معرض تحریر میں آئی ہیں- اِس وعدہ میں جو آپکے ساتھ کیا گیا ہے کسی قسم کا فرق نہ آئیگا"

۵۲ ترجمہ سند متعلقہ حصہ پرگنہ بدہوانہ ضلع جھجر جو عالیجناب ارل کیننگ صاحب بہادر جی سی بی وایسرائے و گورنر جنرل ہندوستان نے راجہ جیند کو عطا کی تھی-

تمہید- ہرگاہ کہ راجہ جیند اور اُس کے مورثوں کی خیرخواہی و وفاداری جب سے کہ ہندوستان میں سلطنت انگریزی کو غلبہ حاصل ہوا ہے ہمیشہ مشہور و معروف رہی ہے- لہذا عالیجناب وایسرائے و گورنر جنرل بہادر نے ان اوصاف کی قدر دانی کے اظہار کی نیت سے راجہ موصوف کو پرگنہ بدہوانہ ضلع جھجر کا ایک حصہ جو انیس ۱۹ موضعوں پر بر طبق فہرست منسلکہ مشتمل ہے- اور جسکی سالانہ جمعبندی مبلغ اٹھارہ ہزار پانسو ۱۸۵۰۰ میں

بعد راجہ **بھگوان سنگھ** نے چنداں کوشش نہ کی اور فیصلہ سابق ہی بحال رہا۔

راجہ سروپ سنگھ کا نرملہ اکھاڑہ دھرم دہجا کی مدد میں جاگیر کا دینا

۱۲۔اگست ۱۸۶۲؁ء میں جب نرملہ سنتوں کا اکھاڑہ دھرم دھجا کھڑا ہوُا۔ اور پٹیالہ نے اُسکو ۸۰ ہزار روپیہ نقد و دو گانوں جھنڈی بھینی مالیتی چار ہزار اور نابھہ نے ۱۶ ہزار روپیہ نقد و ایک گانوں ہری گڈھ نامی مالیتی ۵۷۵ روپیہ سالانہ واسطے اخراجات قایمی اکھاڑہ وقف کیا تو راجہ **سروپ سنگھ** نے بھی انکو بہ شمولیت والیان مذکور ۲۰ ہزار روپیہ نقد و دو گانوں منڈلانوالہ و بلم گڈھ مالیتی ایک ہزار تین سو روپیہ عطا کیا۔

راجہ سروپ سنگھ کی وفات

راجہ **سروپ سنگھ صاحب** والی جیند عارضہ اسہال و پیچش میں کئی مہینہ تک مبتلا رہکر ۲۶۔جنوری ۱۸۶۴؁ء کو اس جہان فانی سے ملک جاودانی کو کوچ کر گئے۔ ۱۸۶۳؁ء میں راجہ صاحب کیواسطے جی۔سی ایس۔آئی کا خطاب منظور ہوُا۔ مگر افسوس کہ قبل حصول اس اعزاز کے وہ انتقال کر گئے۔

راجہ سروپ سنگھ کے اوصاف

جتنا بہادر اور عقلمند والی ملک راجہ **سروپ سنگھ** تھا۔ اُس کی تواریخ سے خود ظاہر ہے۔ **سر لیپل گریفن صاحب** نے اپنی کتاب میں اُن کی نسبت بہت عمدہ الفاظ استعمال کیئے ہیں۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ راجہ **سروپ سنگھ** واقعی ایسی ہی تعریف کے لایق تھے۔ اسکا ترجمہ جس میں صاحب موصوف نے کوئی مبالغہ نہیں کیا یہ ہے:-

"سروپ سنگھ بوقت وفات اکاون (۵۱) برس کا تھا۔ اور یہ ایک نہایت عجیب و غریب اور قابل افسوس بات تھی۔ کہ تین بڑی ریاستیں پٹیالہ و نابھہ و جیند کی قریب قریب ایک ہی وقت میں خالی ہوگئیں۔ اور تینوں شخص جنہوں نے گورنمنٹ انگریزی کی ایسی بڑی بڑی خدمتیں کی تھیں اور جنکی درازی عمر سے پنجاب کو بہت بڑا فائدہ پہنچتا۔ ساتھ ہی ساتھ دنیا سے چل بسے۔ مگر ان تینوں میں راجہ جیند شاید سب سے زیادہ ممتاز تھا اُس کی وضع اور قطع پر شان ریاست برستی تھی۔ اور قوم سکھ میں جو بالعموم قوی ہیکل ہوتی ہے۔ اس قد و قامت اور جثہ و جسامت کا آدمی شاید ہی مل سکے۔ جسوقت وہ زرہ بکتر جسکا وہ بہت شایق تھا۔ زیب تن کر کے اپنی فوج کے آگے آگے جاتا تھا۔ تو کوئی رئیس ہندوستان میں ایسا نہیں نظر آتا تھا۔ جس کی شان اسقدر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

روپیہ ہے۔ عطا کرنا اور راجہ سے ایک نذرانہ تعدادی تین لاکھ ستتر ہزار و چار روپیہ کا قبول کرنا پسند فرمایا ہے۔ بنابریں احکامات مفصلہ ذیل صادر ہوتے ہیں۔

دفعہ ۱۔علاقہ متذکرہ بالا راجہ جیند اور اس کے ورثا کو ہمیشہ کے واسطے عطا کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۲۔اس جدید علاقہ میں راجہ اور اُسکے قایممقاموں کو وہی اختیارات اور رعایات خاص و حقوق حاصل ہونگے۔ جو بالفعل اُسکو اپنے موروثی علاقہ میں برطبق شرایط سند مورخہ پانچویں مئی ۱۸۶۰؁ء دستخطی عالیجناب ارل کیننگ والیسرائے و گورنر جنرل ہندوستان حاصل ہیں۔

دفعہ ۳۔راجہ اور اُسکے قایممقام گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ ویسے ہی خیر خواہانہ تعلقات قایم رکھیں گے۔ اور در بارہ اس جدید علاقہ کے اُن ہی ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہیں گے جو از روئے شرایط سند مورخہ پانچویں مئی ۱۸۶۰؁ء کے جو راجہ کے علاقجات موروثی سے متعلق ہیں۔ اُس کے ذمہ واجب قرار دی گئی تھیں)۔۱۲

بہادرانہ اور وضع اسقدر سپاہیانہ معلوم ہوتی ہو۔ از روے طینت کے وہ بادیانت اور منصف مزاج تھا اور گو اسکی تمکنت اور ناقرار پسند طبیعت اُسکے ہمسایوں کے ساتھ اُسکا تکرار کرا دیتی تھی۔ مگر گورمنٹ انگریزی کو کوئی دوست سروپ سنگہ سے زیادہ خالص اور زیادہ وفادار جو نہ کسی قسم کے خوف سے بلکہ محض دوستی سے خدمتیں انجام دیتا تھا کبھی نہیں ملا ہے۔ گورمنٹ کے اس فیصلہ سے جس نے اُسکو ریاست جیند کے صرف ایک حصہ کی وراثت کا مجاز کیا تھا وہ بالطبع مایوس ہؤا تھا۔ مگر اس نے کبھی اِس فیصلہ سے اپنی طبیعت کو منغص ہونے نہیں دیا۔ اور نہ اپنی وفاداری و خیر خواہی پر اثر بخشنے دیا؛

کنور رگھبیر سنگہ کی سند نشینی۔

راجہ **سروپ سنگہ** کے بعد اُسکا لایق بیٹا کنور **رگھبیر سنگہ** جانشین ہؤا۔ اور ۳۱۔ مارچ ۱۸۶۴ء کو بموجودگی کل رؤساء پھول و سرداران اینروے ستلج **مسٹر ہربرٹ صاحب** بہادر ایجنٹ گورنر اسکی سند نشینی کی رسم بڑی دہوم دہام سے ادا کی گئی +

راجہ رگھبیر سنگہ کی حسن انتظامی

راجہ **رگھبیر سنگہ صاحب** جسوقت گدی پر بیٹھے اُن کی عمر ۳۰ برس کی تھی۔ اور چونکہ اُنہوں نے اپنے باپ کی اتالیقی میں ریاست کی حکومت کی تعلیم بہت اچھی طرح سے حاصل کی تھی۔ اسوجہ سے ریاست جیند کی انتظام میں راجہ **سروپ سنگہ** کے بعد کچھ خرابی نہ واقع ہوئی۔ بلکہ ریاست کا انتظام بعض امورات میں اُن کے وقت سے بھی بہت اچھا ہوگیا۔ اور اس شخص نے اپنے تئیں ایک نہایت لایق اور بیدار مغز جوان والی ملک ثابت کیا۔

راجہ رگھبیر سنگہ کا دادری کی بغاوت کو فرو کرنا۔

شروع عہد راجہ **رگھبیر سنگہ** میں دادری کے زمینداروں نے بغاوت اختیار کی۔ مگر نوجوان اور بہادر راجہ نے اس خبر کے سنتے ہی اپنی فوج کو لیکر فوراً اس طرف کو کوچ کر دیا۔ اور ۸۔ مئی کو وہاں پہنچگیا۔ اس نے اس مہم میں اپنے ہمسایہ کی کسی ریاست سے مدد نہ لی اور ۱۴۔ مئی کو صبح کے وقت چرخی پر جہاں ڈیڑہ ہزار جاٹ باغی خندق کہود کر مقابلہ کے لیئے بیٹھے ہوئے تھے حملہ کر دیا۔ آخر جب توپ چلنی شروع ہوئی۔ تو باغی وہاں سے رفو چکر ہوے۔ اور مانکیاس میں جو وہاں سے چھہ میل کے فاصلہ پر تھا چلے گئے۔ راجہ **رگھبیر سنگہ** نے اُن کا وہاں تک بھی تعاقب کیا اور اس موضع کو فتح اور تباہ کر کے موضع جنجوہ میں جہاں باغیوں کا آخری مقام ہوا جا پہنچا۔ اور وہاں سے بھی اُن کو نکال دیا۔ اس مقام پر کچھہ دیر تک میدان گرم رہا۔ اور دونوں طرف کے آدمی کام آئے۔ مگر جب باغیوں نے دیکھا۔ کہ ہماری کچھہ پیش نہیں جاتی۔ تو وہ بھاگ کر راجپوتانہ میں چلے گئے۔ اور بغاوت فرو ہوگئی +

اس کامیابی نے راجہ **رگھبیر سنگہ** کا دبدبہ اور رعب تمام ریاست میں اس طرح کا قایم کر دیا۔ کہ پھر اُس کو اپنی حیات میں کبھی اسقدر تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہ پڑی +

راجہ رگھبیر سنگہ کا کنبہ

راجہ **رگھبیر سنگہ** نے دو شادیاں کیں۔ ایک چودہری جواہر سنگہ دادری والہ کی بیٹی سے۔ جس سے بلبیر سنگہ ایک ولیعہد اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ دوسری دہیان سنگہ گل ساکن راجو مزرعہ کی دختر سے۔ مگر اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی

راجہ رگھبیر سنگھ کے اوصاف اور دوسری مختلف عمارات وغیرہ جو اُن کے وقت میں تعمیر ہوئیں۔

راجہ رگھبیر سنگھ نے اپنی دار الخلافت سنگرور میں قایم کی اور وہیں رہتا رہا۔ مگر اپنے دور دراز ملک کی نگرانی سے کبھی غافل نہوا۔ نہایت عقلمند اور سمجھدار رئیس تھا۔ فن سپہ گری اور شکار کا ازحد مشتاق تھا۔ اِس کی فوج گو مختصر تھی مگر نہایت صاف اور قواعد دان۔ راجہ رگھبیر سنگھ کو عمارت اور رنگارت کی ترقی کا ازحد شوق تھا۔ سمت ۱۹۲۲ بکرمی میں سنگرور کے بازار کو جیپور کی قطع پر تعمیر کرانا شروع کیا۔ ایک دیوانخانہ و سنگ مرمر کی بارہ دری بنوائی۔ سمت ۱۹۲۶ بکرمی میں ایک پختہ تالاب موسومہ بھوتیشر کی بنیاد خاص جیند میں رکھی۔ اور اُسکے وسط میں امرتسر کی قطع پر ایک شوجی کا مندر بنوایا۔ پھر سفیدوں کے مقام پر ایک دوسرا تالاب ناگ چھیتر کے نام سے جہاں راجہ جنمیجا نے سانپوں کا ہون کیا تھا نہایت عالیشان اور قابل دید عمارت میں تعمیر کرانا شروع کیا۔ علاوہ ازیں سنگرور کے چاروں طرف باغات اور تالاب و مندر و شہر پناہ وغیرہ کی عمارت بنوائی۔ غرض یہ تمام عمارتیں سمت ۱۹۲۲ سے شروع ہو کر سمت ۱۹۴۴ بکرم میں اختتام کو پہنچیں۔ اور دنیا پر راجہ رگھبیر سنگھ کی ایک عمدہ یادگاریں مدتوں تک قایم رہیں گی۔ اِسکے علاوہ راجہ صاحب نے امرتسر کے تالاب کی پرکرماں کو بھی جسکے ۲½ بازو باقی تھے۔ سمت ۱۹۳۹ سے سمت ۱۹۴۴ بکرمی تک سنگ مرمر اور سنگ موسے سے بصرف کثیر مزین کرا دیا۔ ماسوائے ان سب کے سب سے زیادہ اور قابل توقیر یادگار راجہ رگھبیر سنگھ کی سکھوں کی قوم میں دہلی کے گوردوارہ سیس گنج کا معاملہ ہے۔ جسکا مفصل ذکر یوں ہے۔ کہ ایام غدر میں جب سرکار انگلشیہ نے سکھوں کی خاص امداد سے دہلی فتح کی۔ تو اُس موقع پر جب مہاراجہ پٹیالہ کو بعوض خدمات گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے زینت محل اور نابھہ کو ایک دوسری حویلی ملی۔ تو راجہ سروپ سنگھ نے اپنے لیئے گورنمنٹ سے وہ مسجد جو سیس گنج گوردوارہ مذکور کے سر پر واقع تھی مانگ لی اور اِس مسجد کو گروا کر وہاں گوردوارہ کی عمارت کو توسیع دی تین چار سال بعد جب ہر جگہ امن قایم ہوگیا۔ تو مسلمانوں نے سرکار میں دعوے کیا۔ جہاں سے یہ حکم ہؤا۔ کہ اُس مقام پر جہاں مسجد بنی ہوئی تھی گوردوارہ کی عمارت ہٹا کر وہاں پھر مسجد بنا دیجاوے۔ چنانچہ مسلمانوں نے فوراً گوردوارہ کی زاید عمارت کو ہٹا کر وہاں مسجد بنا دی۔ اِسکا اپیل راجہ رگھبیر سنگھ نے بڑے شدّ و مدّ کے ساتھ ولایت میں کیا۔ جہاں انکی اپیل منظور ہؤا۔ اور قطعی فیصلہ یہ ٹھیرا کہ جو احکام ایام غدر کے حکام نافذ کر چکے ہیں وہ اٹل ہیں۔ اور اُن میں عدالت حال کوئی مداخلت نہیں کر سکتی۔ یہ حکم آتے ہی راجہ رگھبیر سنگھ نے مسجد کو ایک دم میں گروا دیا۔ اور نہایت کشادہ اور عمدہ عمارت کا پختہ گوردوارہ وہاں پر تعمیر کرا کے ایک گانوں جاگر میں اُس کے لیئے وقف کیا۔

راجہ رگھبیر سنگھ نے لنگر جاری کیئے

سمت ۱۹۲۲ بکرمی میں خاص امرتسر کے ملوئی بنگہ میں ایک لنگر (سدابرت) جاری کیا۔ جو ابتک قایم ہے سوائے اِسکے وہاں سکھوں کا کوئی اور سدابرت نہیں ہے۔ پھر سمت ۱۹۳۲ بکرمی میں کانشی جی یعنی بنارس میں ایک سدابرت لگایا جو ابتک وہاں جاری ہے۔

خطابات وغیرہ کا ملنا

جنوری ۱۸۶۷ء میں راجہ رگھبیر سنگھ کو جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔ ۱۸۷۶ء میں جو الائمکھی گئے

۱۸۷۹ء میں ۵۰۰ پیدل ۲۰۰ سوار دو توپیں بہ سرکردگی سردار رتن سنگھ و سردار جگت سنگھ مہم کابل پر روانہ کیئے جبیر خدمت کے عیوض راجہ **رگھبیر سنگھ** کو راجہ راجگان کا خطاب ملا۔ اور سردار جگت سنگھ کو سی۔ آئی۔ ای کا۔ اور سردار رتن سنگھ کو ایک کرچ ملی۔

سنگرور کا ورکشاپ قایم ہوا

غرض راجہ **رگھبیر سنگھ** ایک نہایت لایق اور عقلمند رئیس تھا۔ اُس نے اپنی ریاست کو بہت رونق دی اپنے علاقہ میں آب پاشی کیواسطے نہر لانے کے اخراجات منظور کیئے۔ اور خاص سنگرور میں ایک کارخانہ جاری کیا۔ جس میں ہر قسم کے دُخانی انجن برف بنانے کی کل۔ آٹا پیسنے کی چکی۔ واٹر ورکس (پانی کی کل) وغیرہ کا کل سامان لاکھوں روپیہ کے صرف سے مہیّا کیا۔ جس ذریعہ سے اپنی ریاست کے سینکڑوں غریب آدمیوں کو رزق پہنچایا

راجہ رگھبیر سنگھ کا انتظام۔ اور چال چلن

راجہ **رگھبیر سنگھ** گو کسی قدر جابر تھا۔ مگر اُس کی یہ سختی انصاف اور دیانت سے کبھی تجاوز نہیں کرتی تھی۔ اور اسمیں کوئی کلام نہیں کہ منتظم آدمی کے لیئے کسی قدر سختی کی صفت بھی ضرور درکار ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہو۔ تو انتظام قایم نہیں رہ سکتا۔ چور اور بدوضع آدمیوں کے راجہ **رگھبیر سنگھ** سے ہمیشہ ہی جلتے تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اُسکا انتظام ہندوستانی ریاستوں میں بہت اعلےٰ درجہ کا تھا۔ اس ریاست کی گو ۹ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی خالصہ کی پہلے تھی۔ مگر راجہ **رگھبیر سنگھ** نے اپنی لیاقت سے ڈیوڑھی سے بھی زیادہ کرلی +

ٹکہ بلبیر سنگھ کی وفات

۲۰۔ نومبر ۱۸۸۳ء کو راجہ **رگھبیر سنگھ** کے بڑے بیٹے **ٹکہ بلبیر سنگھ** نے جو نہایت لایق اور ہوشیار تھا۔ اور سمت ۱۹۱۳ بکرمی میں پیدا ہوا تھا۔ عین عالم شباب میں بعارضہ چیچک انتقال کیا +

راجہ رگھبیر سنگھ کی وفات۔

اس وفات حسرت آیات کا ایسا سخت صدمہ راجہ موصوف کے دل پر گذرا۔ کہ وہ بھی دو تین سال بعد بعارضہ جگر ایک عرصہ تک مبتلا رہکر ۷۔ مارچ ۱۸۸۷ء کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کر گیا

کونسل آف ریجنسی کا مقرر ہونا۔

۱۵۔ مارچ ۱۸۸۷ء کو جناب سر جیمس **لائل صاحب بہادر** لفٹنٹ گورنر پنجاب بتقریب ماتم پرسی سنگرور میں رونق افروز ہوئے۔ اور انہوں نے حسب شرایط سند مورخہ ۵۔ مئی ۱۸۶۰ء **رنبیر سنگھ** خلف ٹکہ **بلبیر سنگھ** متوفی کونسل آف ریجنسی مقرر کیا جسکے واسطے انتظام ریاست تا ایام بلوغت ولیعہد رنبیر ... اور منشی ہرسروپ پریذیڈنٹ سردار رتن سنگھ خلف سردار اتار سنگھ سبیا سابق کمانڈر انچیف افواج جیند مقرر ہوئے۔ اور منشی ہرسروپ سابق میرمنشی و مرزا رحیم بخش عدالتی ممبران کونسل مقرر ہوئے +

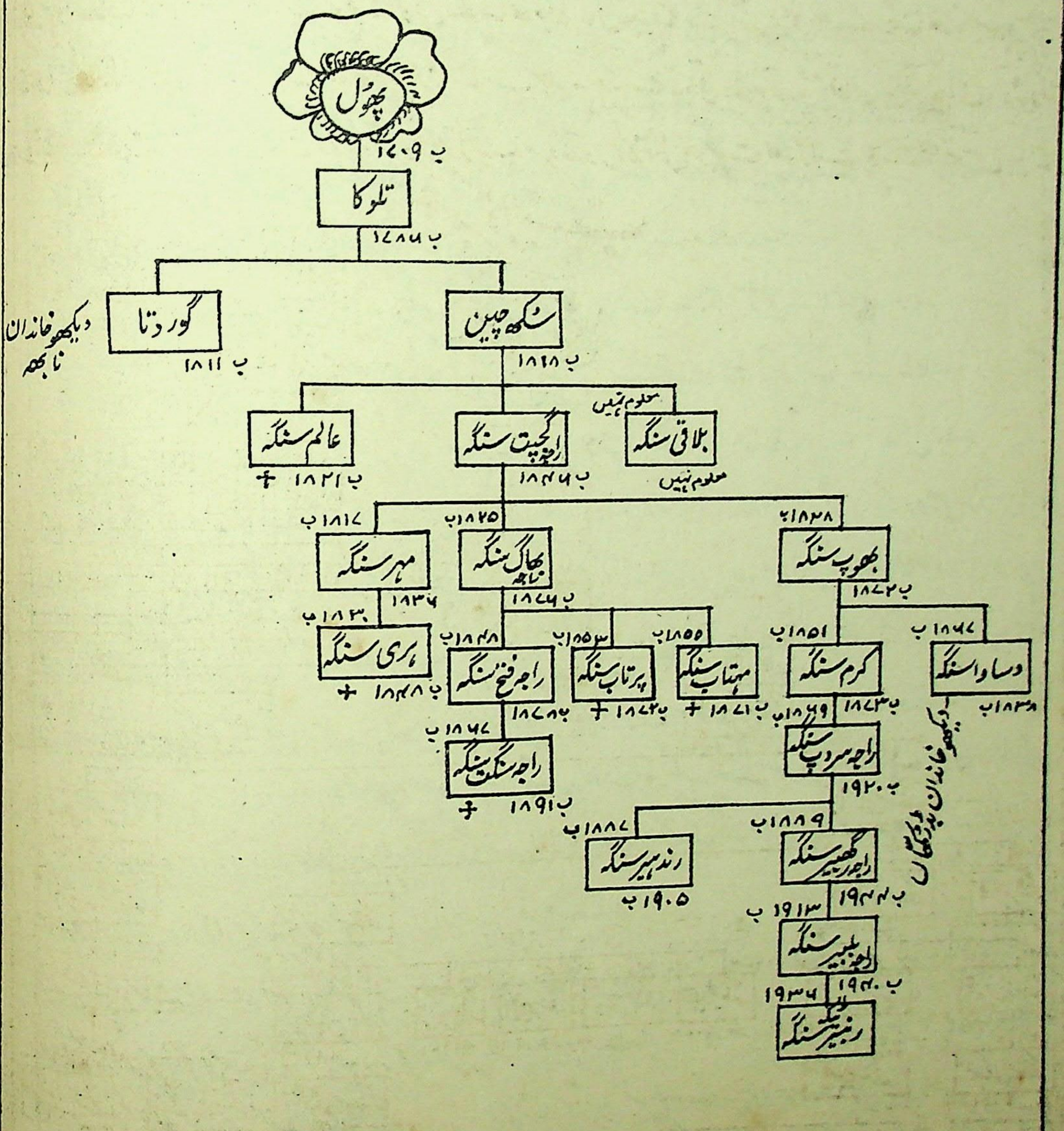
۳۱۔ مارچ ۱۸۸۷ء سے اس کونسل آف ریجنسی کا عمل درآمد شروع ہوا۔ اس کونسل کے وقت میں کوئی اور تاریخی واقعہ ہوئے کہ اس کونسل کے عہد میں ابتک ریاست کے انتظام کی بابت کوئی شکایت نہیں سنی گئی۔ اور پریذیڈنٹ کونسل و ممبران اس امر کے لیئے داد کے مستحق ہیں + اسلئے کہ خالصہ کالج کو معہ ۷۵۰۰۰ روپیہ دیا گیا۔ قابل تذکرہ نہیں ہے۔

ولیعہد رنبیر سنگھ کی مسند نشینی۔

۲۷۔ فروری ۱۸۸۸ء کو رسم مسند نشینی ولیعہد **رنبیر سنگھ** کی جو اُسوقت کل ۹ برس کے تھے بمقام جیند

بڑی دھوم دھام سے ادا ہوئی۔ اس موقع پر خود سر جیمس لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر پنجاب و مہاراجہ
پٹیالہ و راجہ نابھہ و کل رؤساء ایزوے ستلج شریک جلسہ تھے۔
راجہ رنبیر سنگھ کو فی الحال انگریزی و فارسی کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اور راجہ صاحب نہایت ہونہار معلوم ہوتے ہیں
فقط

شجرہ خاندان جیند

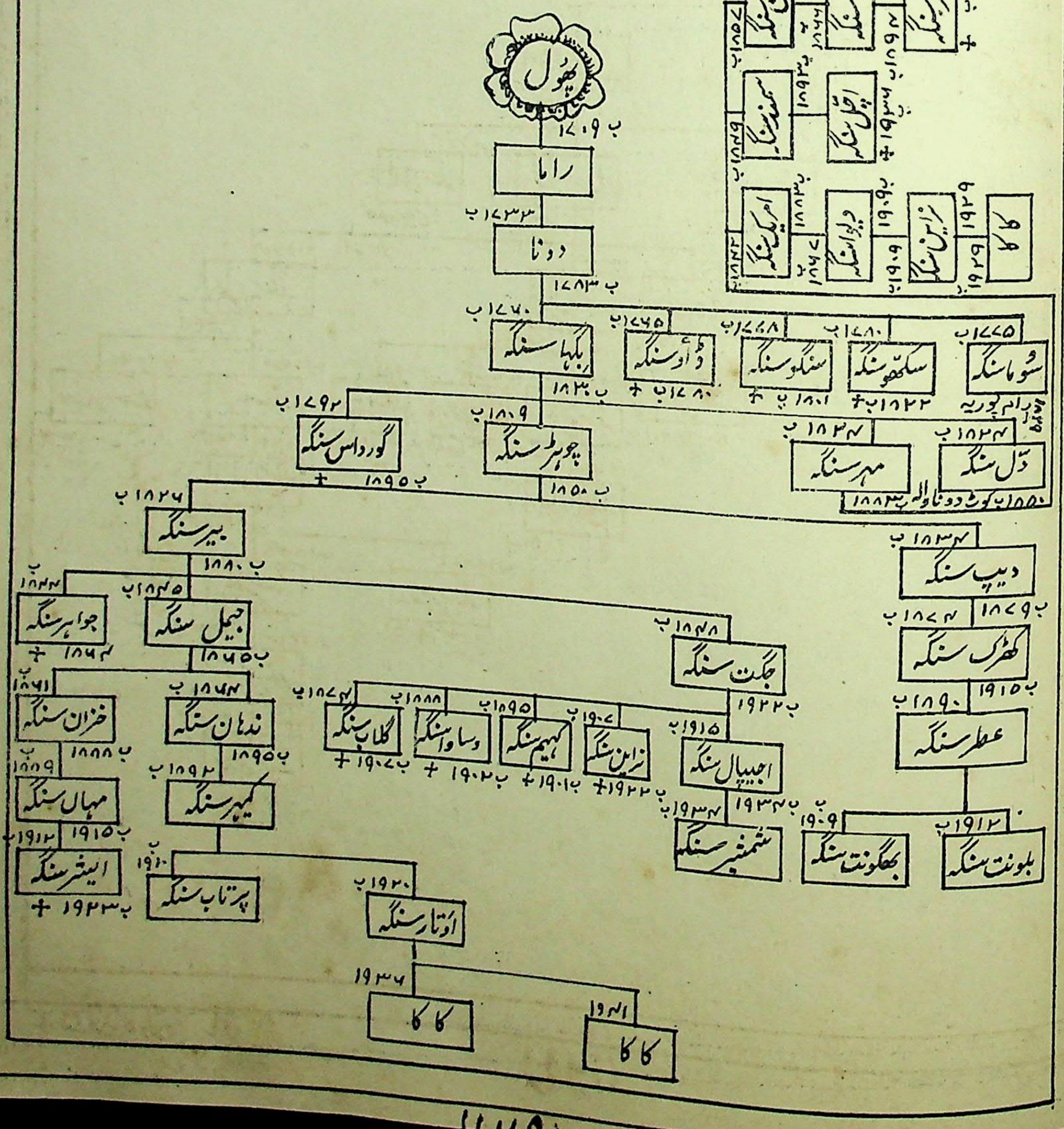


+ نشان لاولدی ۱۲

خاندان بھدوڑ

علاوہ اِن خاندانوں کے جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ چودہری پھول کی اولاد سے کئی ایک اور بھی چھوٹے چھوٹے خاندان ہیں۔ جنکا تاریخی حال قابل تحریر بہت کم ہے۔ مگران تمام چھوٹے خاندانوں میں رئیس بھدوڑ کا خاندان سب سے افضل ہے بلکہ پرانے زمانہ میں ان تمام بڑے خاندانوں کے ساتھ جنکا بیان ہو چکا ہے ہمسری کا دعوے رکھتا تھا۔ اسوجہ سے اس خاندان کا حال انہی ریاستوں کے ساتھ درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ باقی رہا ملود و بڈرکھاں۔ جیوندیاں۔ لوڈہ گرڈھیے دیالپورئیے۔ رام پوریئے وکوٹ دونا وغیرہ دوسرے درجہ کے سرداروں کا حال جو بہت تھوڑا ہے چوتھے حصّے میں بیان ہوگا

شجرۃ النسب



چودھری دُنّا پسر چودھری رآما و نبیرہ چودھری **پھول** خاندان بھدوڑ کا مورث اعلےٰ ہے۔ یہ اپنے بھائی **آلا سنگھ** کے ہمراہ بھدوڑ میں جسکو چودھری رآما نے سمت ۱۷۸۵ بکرمی میں آباد کیا تھا رہتا رہا جب **آلا سنگھ** نے دوڑ دھوپ کرکے اپنے لیئے ایک وسیع ریاست علیحدہ پیدا کرلی اور برنالہ میں چلا گیا۔ تو اس کے بعد سمت ۱۸۰۹ سے بھدوڑ بلا شرکت غیرے صرف اسی کے (دُنّا کے) قبضہ میں آگیا۔ اور اسکو اپنے باپ کی چودہرات کا عہدہ بھی مل گیا۔ یہ شخص صلح پسند آدمی تھا۔ سمت ۱۷۸۲ بکرمی میں جب اس سے محاصل ادا نہ ہوسکا۔ تو حاکم لاہور نے اسکو اور اس کے بیٹے **ڈاؤ سنگھ** دونوں کو قید کردیا۔ **ڈاؤ سنگھ** تو وہیں مرگیا۔ مگر اس کو اپنے ایک دوست شیخ الیاس کے ذریعہ سے رہائی ملی۔

دُنّا کی وفات

چونکہ اسکو قیدخانہ میں جیسا کہ مسلمانوں کی حکومت میں عام دستور تھا عذاب بہت دیا گیا۔ اسوجہ سے اس کی صحت میں خلل آگیا۔ اور خواص پور میں پہنچکر سمت ۱۸۳۳ بکرمی میں فوت ہوگیا۔ اس کی سمادھ متصل سمادھ گورو امرداس صاحب کے بمقام گوبندوال ابتک موجود ہے +

چودھری دُنّا کی اولاد

چودھری **دُنّا** کی شادی جگراج چاہل کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ جس کے شکم سے ۵ بیٹے پیدا ہوئے **بگھا سنگھ** ڈاؤ سنگھ۔ سنگو سنگھ۔ سکھو سنگھ۔ سوماں سنگھ۔ **بگھا سنگھ** جو سب سے بڑا تھا۔ اسکا جانشین ہوا۔ مگر یہ بیچارہ بھی اپنے باپ کی طرح محصول وغیرہ ادا کرنے کی مشکلات میں پڑا رہا۔ ایک مرتبہ جب بادشاہی حاکموں نے اسکو بعوض ۸۵ ہزار روپیہ محصول کے قید کرنا چاہا۔ تو اُسنے یہ تدبیر کی کہ اپنے بیٹے گوردآس کو اپنی جگہ کفالت میں بھیجدے اور بعدہ کوشش سے جب محصول ادا ہوجاوے تو اُسکو واپس منگالے۔ لیکن اس بات پر لڑکے کی ماں رضامند نہ ہوئی۔ بلکہ وہ اپنے لڑکے کو لیکر اپنے میکے میں بھاگ گئی۔ اس کے بعد **بگھا سنگھ** ایک مدت تک جبتک کہ اُس نے محاصل ادا نہ کرلیا۔ قیدخانہ میں پڑا رہا۔ پھر جب قید سے رہا ہوکر واپس آیا۔ تو اُسنے چاہا کہ چودہرات سے استعفا دیدے۔ مگر لوگوں نے سمجھا بوجھا کر اُسے ایسا کرنے سے باز رکھا +

گوردآس اور اُسکی ماں کی وفات۔ اور بگھا سنگھ کی دوسری شادی۔

جس زمانہ میں یہ قید تھا۔ اُس کے لڑکے گوردآس نے وفات پائی۔ اور اُسکی ماں بھی اسی رنج والم میں زہر کھاکر مرگئی۔ اسلیئے **بگھا سنگھ** نے دوسری شادی کی جس سے چوہڑ سنگھ و مہر سنگھ دو بیٹے پیدا ہوئے تیسری سکھو سنگھ کی بیوہ سے جسکو اُس نے اپنے گھر میں ڈال لیا تھا۔ ایک لڑکا دل سنگھ پیدا ہوا جس کی اولاد میں سے سرداران کوٹ دُنّا ہیں +

بگھا سنگھ کا انتقال اور اسکے بیٹے چوہڑ سنگھ کی جانشینی۔

ماگھ سمت ۱۸۲۳ بکرمی میں **بگھا سنگھ** نے انتقال کیا۔ اور اُس کی جگہ اُسکا بیٹا **چوہڑ سنگھ** جو کہ سمت ۱۸۰۹ بکرمی میں پیدا ہوا تھا جانشین ہوا۔ یہ شخص ایک بڑا جوانمرد اور بہادر سپاہی تھا۔ اس نے کئی ایک جدید فتوحات سے ریاست بھدوڑ کو بہت ترقی دی۔ اور ایسا مشہور آدمی ہوا۔ کہ اسکی فیاضی اور بہادری اور بڑی بڑی لڑائیوں پر فتوحات حاصل کرنے کے ابتک گانوؤں میں گیت گائے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک نہایت منصف مزاج آدمی تھا۔ اسلئے

تمام جھگڑے اور فساد کے فیصلہ کے لیئے یہ شخص سرپنچ مقرر کیا جاتا۔ اور لوگ اس سے دادخواہ ہوتے۔ مجرموں کو سخت سزا دیتا تھا۔ لیکن چوری مویشی کو چنداں سنگین جرم نہیں خیال کرتا تھا۔ اور اسیوجہ سے اسکے دشمن اقوام ہیراڑ ابتک اپنے بچھیو لیا کو جب وہ جنگل میں آوارہ ہوجاتے ہیں "او چوہڑ لیا!" "او چوہڑ لیا!" کے لفظ سے جسکے معنی یہ ہیں۔ کہ تجھکو چوہڑ سنگھ لیجائے پکارتے پھرتے ہیں +

تیمور شاہ نے چوہڑ سنگھ کو سند چودہرات عطا کی۔

سمت ۱۸۵۶ بکرمی میں تیمور شاہ جو اپنے باپ کی حکومت حاصل کرنے آیا تھا۔ **چوہڑ سنگھ** کو بھدوڑ اور رتہاڑا کی چودہرات کی سند عطا کی [۹۱] +

چوہڑ سنگھ اور دل سنگھ کا جل کر فوت ہونا

راجہ **امر سنگھ** کی وفات کے بعد جب راجہ **صاحب سنگھ** کے وقت میں ریاست پٹیالہ کا انتظام ابتر ہو رہا تھا۔ اُسوقت سردار بھدوڑ نے پٹیالہ کے چند مقبوضات پر اپنا تصرف کرلیا۔ اور بھدوڑ کے گرد نواح سے بھی نوے دیہات اپنے قبضہ میں لے آیا۔ مگر چند گاؤں ان میں سے بعد میں اُس کے ہاتھ سے نکل گئے۔ افغانان مالیر کوٹلہ پر بھی **چوہڑ سنگھ** حملہ آور ہوا۔ اس لیئے ریاست بھدوڑ کی وسعت کو اس نے اپنے زمانہ میں بہت بڑھایا۔ اور اسی کوشش میں تھا۔ کہ سمت ۱۸۵۵ بکرمی میں اُس کے دشمنوں نے جبکہ یہ ایک دن معہ اپنے بھائی **دل سنگھ** کے برنالہ سے واپس آرہا تھا رستہ میں دھوکہ سے اسکو موضع گھنا باجا میں گھیر لیا۔ اور وہاں سے مسمی سجان ہیراڑ اُن کو شراب پلا کر ایک برج میں لیگیا۔ اور جب وہ غافل ہوگئے۔ تو برج کے دروازہ میں لکڑیاں وغیرہ چن کر آگ لگا دی۔ آگ کی گرمی اور لوگوں کے شور و غل سے جب اُن کی آنکھ کھلی اور انہوں نے تمام راستہ مسدود پایا۔ تو برج کی چھت پر چڑھ گئے۔ اور دونوں بہادر وہاں سے اپنے دشمنوں پر تیر برسانے لگے۔ مگر اسی دوران میں بدقسمتی سے چھت گر پڑی اور وے بیچارے دونوں بہادر بھائی ناکامیاب آگ میں جل کر خاک ہوگئے +

چوہڑ سنگھ کے دونوں بیٹوں نے دشمنوں سے اپنے باپ کا انتقام لیا

یہ خبر سنتے ہی **چوہڑ سنگھ** کے دونوں بیٹوں دیپ سنگھ و بیر سنگھ نے انتقام لینے کی غرض سے موضع گھنا باجا پر چڑھائی کردی۔ پہلے سجان ہیراڑ کو تلاش کرکے شکار گاہ میں قتل کیا بعدہٗ موضع گھنا پر معہ دیگر دس دیہات قرب و جوار کے اپنا قبضہ کرلیا۔ اس موقع پر پٹیالہ سے بھی ان کو مدد ملی +

[۹۱] ترجمہ سند عطیہ تیمور شاہ بنام چوہڑ سنگھ پھولمورخہ گیارہویں رجب ۱۱۹۲ھ مطابق ۱۷۷۹ع
وو پرگنہ رتہاڑا کا قدیمی تعلقہ بشمول علاقہ بھدوڑ جو تمہارے قبضہ میں ہے وو دربنولا فرمان عالیشان بنظر مزید عنایت سلطانی صادر کیا جاتا ہے۔ اُسکو وصول کرو جیساکہ ابتک تمہارے مورث لوگ کرتے حسب سابق تمکو عطا کیا جاتا ہے۔ تمکو چاہیئے کہ جو روپیہ پھول کے لوگ جمع کرتے ہیں۔ وو یہ بھی سنا گیا ہے کہ راجہ پٹیالہ کی معرفت روانہ کیا کرو۔ وو یہ بھی سنا گیا ہے کہ تمکو حضور میں بھیجنی ہو وہ راجہ پٹیالہ کی معرفت روانہ کیا کرو۔ آئے ہیں۔ تمکو لازم ہے کہ راجہ پٹیالہ کے مطیع رہو اور جو عرضداشت کہ تمکو حضور میں بھیجنی ہو وہ راجہ پٹیالہ کی معرفت روانہ کیا کرو۔ اور محمد حسن خاں کو بہت جلد اس ہری سنگھ نے اپنے ملک میں فساد برپا کیا ہے۔ تمکو چاہیئے کہ باتفاق دیگر راجاؤں کے اُسکو خلق خدا کو ایذا پہنچانے سے باز رکھو اور محمد حسن خاں کو بہت جلد اس غرض سے بھیجا جائیگا۔ کہ باستعانت راجہ پٹیالہ کے ہری سنگھ کے ملک پر قبضہ کرے اور اُسکو مقبوضات شاہی میں شامل کرے۔ وو چونکہ ہری سنگھ دراصل ملتان سے آیا تھا جہاں کا وہ باشندہ ہے اسواسطے اُسکو وہاں واپس جانا چاہیئے۔ وو۔ تمام معاملات جو تم سے علاقہ رکھتے ہیں محمد حسن خاں کو سمجھا دیئے گئے ہیں۔ اور اُسکا فیصلہ اور عملدرآمد بوساطت راجہ پٹیالہ کے ہوگا۔ وو تمکو لازم ہے کہ حضور میں حاضر ہو ورنہ تمہارا ملک سرکاری قبضہ میں آجائیگا۔ وو۔ ہری سنگھ تعلقہ نالی کی طرف روانہ ہوا تھا۔ راجہ پٹیالہ نے اُسکو وہاں سے نکال دیا۔ اگر ہری سنگھ اب جنگل کی طرف جائے۔ تو اُسکو وہاں داخل نہ ہونے دینا۔ وو۔ تمکو لازم ہے کہ حسب دستور قدیم راجہ پٹیالہ کے مطیع رہو اور مراحم سلطانی کے متوقع رہو۔ ۱۲

بیر سنگھ کا چوہڑ سنگھ کی جگہ جانشین ہونا ۔ اور ریاست بھدوڑ کا دو حصّوں میں تقسیم ہونا ۔

غرض بیر سنگھ بڑا بیٹا چوہڑ سنگھ کا جانشین ہوا ۔ مگر جب ۱۸۱۳ء میں کل ریاستہائے اینروے ستلج زیر حفاظت سرکار انگریزی آئیں ۔ تو بیر سنگھ اور دیپ سنگھ دونوں بھائیوں نے ریاست کو بحصّہ مساوی باہم تقسیم کرلیا ✣

سمت ۱۸۶۶ بکرمی میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر اور سرکار انگریزی کے درمیان سرحد کا فیصلہ ہوا ۔ اُسوقت بھدوڑ کے دو مواضعات موسومہ سیدوکے و بہنگہ مہاراجہ صاحب نے اپنی طرف شامل کرلیئے جنکی واپسی کے لیئے اُسوقت سرکار انگلشیہ نے کچھ اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا ۔ لیکن اُن کے معاوضہ میں رئیس بھدوڑ کو دو ہزار روپیہ سالانہ گورنمنٹ انگریزی نے اپنے پاس سے دینا منظور کیا ۔ اور یہ رقم ۱۸۴۸ء تک رئیس بھدوڑ کو گورنمنٹ سے براہِ راست ملتی رہی ۔ مگر اسکے بعد ریاست پٹیالہ نے اپنے وکیلوں کی معرفت اس رقم کی وصولی کا اہتمام خود لے لیا ۔ اور اس ذریعہ سے اپنے دعوے حق بالادستی ریاست بھدوڑ کو جو در اصل ناواجب تھا قوت پہنچانا چاہتے تھے ✣

دیپ سنگھ و بیر سنگھ کی وفات ۔

سمت ۱۸۷۹ بکرمی میں دیپ سنگھ نے انتقال کیا ۔ اور اُس کے دوسرے سال یعنی سمت ۱۸۸۰ بکرمی میں سردار بیر سنگھ بھی راہی ملک بقا ہو گیا ✣

بیر سنگھ کی اولاد ۔

بیر سنگھ کے تین بیٹے تھے ۔ جواہر سنگھ ۔ جیمل سنگھ ۔ جگت سنگھ ۔ منجملہ اُن کے جیمل سنگھ اور جگت سنگھ کی اولاد ابتک موجود ہے ۔ باقی رہا جواہر سنگھ کی صرف ایک لڑکی عطر کور تھی ۔ جو کنور نونہال سنگھ لاہور والے سے بیاہی گئی ۔ سردار دیپ سنگھ کے بعد اُس کی وراثت کا مالک سردار کھڑک سنگھ بنا ۔ یہ شخص نہایت لایق اور فہمیدہ آدمی تھا مگر بہ نسبت دنیاوی معاملات کے اس کی طبیعت دین کیطرف بہت مائل تھی ۔ اور ہمیشہ خیرات و مندروں وغیرہ کی تعمیر میں مصروف رہتا تھا ✣

ستلج کی لڑائی میں سردار کھڑک سنگھ نے سرکار انگریزی کو بہت مدد دی ۔ ایک کنٹنجنٹ بھیجا ۔ اور فوج کے لیئے رسد وغیرہ بھی بہم پہنچائی ✣

اسی دَوران میں ریاست پٹیالہ نے بھدوڑ کو اپنا ماتحت اور ذیلدار گردانا ۔ اور انہوں نے مطلق العنانی بیان کی ۔ یہ جھگڑا ایک مدت تک سرکار انگریزی کے ہاں پیش رہا ۔ اور ہر طرح کی چھان بین کے بعد ۱۸۵۵ء میں گورنمنٹ نے ریاست پٹیالہ کی بالادستی کو نامنظور کیا ۔ اور فی الحقیقت ریاست بھدوڑ کے کل حالات سابقہ پر نظر ڈالنے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ یہ ریاست ہمیشہ خود مختار رہی ۔ مگر آخر کار گورنمنٹ انگریزی نے رعایتاً ایام غدر کی خیر خواہی میں مہاراجہ پٹیالہ کو ریاست بھدوڑ کی بالادستی عطا کردی ✣

سردار کھڑک سنگھ کی وفات اور سردار عطر سنگھ کی جانشینی

سمت ۱۹۱۵ بکرمی میں سردار کھڑک سنگھ نے انتقال کیا اور سردار عطر سنگھ بہادر سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ ایل ایل ڈی خلف الرشید جو آجکل خاندان بھدوڑ کے سرگروہ ہیں جانشین ہوئے ۔ سردار عطر سنگھ نے ایام غدر میں گورنمنٹ انگریزی کو

لدھیانہ اور فیروزپور کے مقام پر پچاس سواروں کے ساتھ بذات خود مدد دی اور ان خدمات نمایاں کے صلہ میں سرکار نے چھ ماہ کا معاوضہ خدمت فوجی ان کو معاف فرمایا +

سردار عطر سنگھ کے اوصاف

سردار **عطر سنگھ** واقعی ایک نہایت بیدار مغز صاحب فہم اور منتظم رئیس ہے - اور انکو علم کی اشاعت کا بہت شوق ہے - خاص بھدوڑ میں ایک مدرسہ جاری کیا ہے - جس میں سنسکرت - فارسی - گورمکھی اور انگریزی سب مروجہ علوم کی تعلیم دیجاتی ہے - لڑکوں سے فیس مطلق نہیں لیجاتی - بلکہ جو غریب اور مفلس ہیں ان کو کھانا اور کپڑا بھی سردار صاحب اپنے پاس سے دیتے ہیں - اور نیز ایک کتب خانہ لدھیانہ میں بنایا ہے جس میں ہر قسم کی کتابیں خصوصاً پورانے زمانہ کی قابل قدر قیمتی کتابیں بہت سی موجود ہیں +

سردار عطر سنگھ کے خطابات

سنہ ۱۸۷۰ء میں سردار **عطر سنگھ** پنجاب یونیورسٹی کالج کے سینیٹ کے ممبر مقرر ہوئے - اور ان کو سرکار انگریزی سے مفصلہ ذیل خطاب عطا ہوئے ہیں :-

جنوری سنہ ۱۸۷۷ء میں دربار قیصری دہلی سے **فاضل الفضلا شمس العلماء**

جنوری سنہ ۱۸۸۰ء میں .... **سی - ایس - آئی**

جنوری سنہ ۱۸۸۷ء میں .... **مہا مہوا دپادھیاء**

جنوری سنہ ۱۸۸۸ء میں .... **کے - سی - آئی - اے**

خالصہ کالج کی قایمی کا ظہور بھی سردار **عطر سنگھ** بہادر کی ہی بے بہا کوششوں کا نتیجہ ہے - شروع شروع میں انہوں نے ہی اسکی تحریک کی اور خالصہ دیوان لاہور کے ممبروں کو ہر طرح سے مدد دی - یہ خالصہ دیوان کے پریذیڈنٹ بھی ہیں علاوہ ان تمام باتوں کے اپنی خاص ریاست کے کام کو بھی بہت لیاقت اور شرافت سے انجام دیتے ہیں - انگریزی طریقہ پر ہر سال بجٹ تیار ہوتا ہے - اور خرچ و آمدنی کا حساب رکھا جاتا ہے - جو ہندوستانی ریاستوں میں عموماً بہت کم دستور ہے

ان کے دو بیٹے ہیں - بھگونت سنگھ - بلونت سنگھ +

ریاست بھدوڑ کی آمدنی ایک لاکھ روپیہ کی ہے - جسمیں سے نصف سردار **عطر سنگھ** کا ہے - اس ریاست کو سردار **عطر سنگھ** کی ذاتی لیاقت اور اخلاق و تمدن کی وجہ سے **حضور وائسرائے ہند** نے بھی ایک مرتبہ اپنا خاص مقام مالوکے منسوخ کر کے اپنی تشریف آوری سے اعزاز بخشا +

۱۸۷۷ء میں سردار موصوف نے خاص شہر لدھیانہ میں ایک عالیشان مکان تعمیر کرایا - اور اب اپنی بود و باش بھی عموماً وہیں رکھتے ہیں +

شاخ جواہر سنگھ - جواہر سنگھ ولد بیر سنگھ سمت ۱۸۴۴ بکرمی میں پیدا ہوا - اور دو شادیاں کیں - ایک سمت ۱۸۵۶ بکرمی میں دوسری سمت ۱۸۷۵ بکرمی میں جس سے صرف ایک دختر مسماۃ عطر کور پیدا ہوئی - جو سمت ۱۸۹۳ بکرمی میں نونہال سنگھ نبیرہ مہاراجہ

رنجیت سنگھ سے بیاہی گئی اور سمت ۱۸۹۷ بکرمی میں اپنے خاوند کے ساتھ ستی ہوگئی۔ اِس سردار کا اِس خاص رشتہ کی وجہ سے دربار لاہور میں بڑا رسوخ تھا۔ اور کوئی زیادہ تواریخی حالات قابل اندراج نہیں معلوم ہوئے۔ آخر سمت ۱۸۸۴ بکرمی میں لاولد گذر گیا

شاخ جیمل سنگھ۔ تیبر سنگھ کے دوسرے بیٹے جیمل سنگھ کے دو لڑکے تھے۔ خزان سنگھ ندھان سنگھ۔ جیمل سنگھ سمت ۱۸۶۶ بکرمی میں دیوانہ کتے کے کاٹنے سے مرگیا۔ اُسکی جگہ خزان سنگھ اُسکا بڑا بیٹا خاندان کا مالک بنا اور سمت ۱۸۷۷ بکرمی میں اِس جہان سے کوچ کر گیا۔ اسکا بیٹا مہاں سنگھ بھی ایک فرزند ایشر سنگھ نامی چھوڑ کر سمت ۱۹۱۵ بکرمی میں فوت ہوا۔ اِس کے بعد ایشر سنگھ بھی سمت ۱۹۲۳ میں لقمہ موت ہوا۔ اور اُسکی جگہ اُسکا چچا کیہر سنگھ جائداد کا وارث ہوا۔ جیمل سنگھ کا دوسرا بیٹا ندھان سنگھ سمت ۱۸۸۸ بکرمی میں بمقام قلعہ کٹاہری راجہ پٹیالہ کے مقابلہ میں لڑا۔ اور سمت ۱۸۹۵ بکرمی میں ایک بیٹا کیہر سنگھ نامی چھوڑ کر مرگیا۔ کیہر سنگھ زندہ ہے۔ اور اُس کے دو بیٹے اوتار سنگھ و پرتاب سنگھ بھی موجود ہیں ؛

شاخ جگت سنگھ۔ تیبر سنگھ کے تیسرے بیٹے جگت سنگھ کے گھر میں جسکا سمت ۱۹۲۲ بکرمی میں انتقال ہوا اگرچہ پانچ بیٹے ہوئے مگر اولاد صرف ایک اجیپال سنگھ کی جو سمت ۱۹۳۴ میں فوت ہوا شمشیر سنگھ ابتک زندہ اور موجود ہے۔ باقی چار لاولد گئے۔

شاخ موہر سنگھ۔ موہر سنگھ پسر بگھا سنگھ جو کریوہ سے تھا بڑے بھائی چوہڑ سنگھ کے ہمراہ رہتا رہا ہے اور موضع اسپال اسکے قبضہ میں گذارہ کے لیئے بطور جاگیر خرچ قبایل تھا۔ بقیہ خرچ بڑے بھائی کے ذمہ تھا۔ وہ سمت ۱۸۸۳ بکرمی میں تین بیٹے چھوڑ کر مرگیا۔ امریک سنگھ۔ سمند سنگھ۔ سجان سنگھ ؛ امریک سنگھ کے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا دیوا سنگھ پیدا ہوا۔ منجملہ لڑکیوں کے چند کور کی شادی شاہ آباد میں ہوئی اور رتن کور کی گھنولی میں۔ دیوا سنگھ سمت ۱۹۰۹ بکرمی میں ایک لڑکا مسمّے نراین سنگھ چھوڑ کر مرگیا۔ اب نراین سنگھ کا جو سمت ۱۹۲۹ بکرمی میں فوت ہوا۔ ایک بیٹا موجود ہے ؛ سمند سنگھ کے گھر ایک لڑکا اچل سنگھ پیدا ہو کر سمت ۱۹۳۶ بکرمی میں لاولد گذر گیا۔ سمت ۱۸۹۱ بکرمی میں جب بہادر سنگھ ہٹھور والے کی دفات کے موقع پر مفسد لوگوں نے ایک کثیر جماعت کے ساتھ بھڈوڑ پر حملہ کیا۔ تو سمند سنگھ نے اُسوقت اپنی ذاتی شجاعت اور مردانگی سے لوگوں کا منہ موڑا اور بھڈوڑ کو بچالیا ؛ سُجان سنگھ کا ایک لڑکا اُتم سنگھ ہوا۔ جسکا بیٹا عطر سنگھ سمت ۱۹۳۶ بکرمی میں لاولد گذر گیا ؛

کوٹ ڈونا۔ بگھا سنگھ کے تیسرے بیٹے دَل سنگھ کی اولاد جو کریوہ سے تھا موضع کوٹ ڈونا میں ہے۔ دَل سنگھ چوہڑ سنگھ کے ہمراہ موضع گنہنہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے جلایا گیا۔ دَل سنگھ کی والدہ بباعث ہونے کریوہ ہمیشہ کوٹ ڈونا میں رہی اور تین گانوں کوٹ ڈونا۔ بگرہ۔ مٹا ہر اِس کے قبضہ میں رہے۔ بعد گذرنے دَل سنگھ کے اُسکا بیٹا جیت سنگھ جائداد پر قابض ہوا۔ اُس کے دو بیٹے ہوئے۔ مہتاب سنگھ۔ جودھ سنگھ ؛ اوّل الذکر کی اولاد میں سے کشن سنگھ زندہ ہے۔ آخر الذکر جودھ سنگھ معہ اپنے دو بیٹوں پنجاب سنگھ اور لال سنگھ کے زندہ ہے۔ فقط

مِثل آہلوُوالیاں

خاندان ریاست کپورتھلہ

یہ مثل بھی خاندان **پھولکیاں** کیطرح نہ صرف پنجاب کی نہایت طاقتور اور مشہور مثلوں میں سے ہے بلکہ ایسی خوش قسمت ہے کہ ابتک صفحہ ہستی پر اس کی یادگار کا ظہور نہایت اعزاز و افتخار سے ریاست کپورتھلہ کے نام پر قایم اور موجود ہے اس مثل کا اصل بانی تو ایک شخص **بھاگو** نام قوم کلال باشندہ موضع ہلوساد ہو ضلع لاہور کا تھا جس نے نواب کپور سنگھ کے ڈیرہ کے ساتھ شامل ہو کر پاہل لی۔ اور بھاگو سے **بھاگ سنگھ** بن کر چھتریوں کا پیشہ اختیار کیا۔ چونکہ یہ شخص بذات خود آدمی جوانمرد اور چلتا ہوا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں سنگھوں کے ساتھ رہکر غارت اور تاراج سے صاحب دولت ہو گیا۔ اور اُسے شوق ہوا کہ میں بھی اپنے ساتھ اچھے اچھے جوانمرد اور جنگجو سنگھ شامل کر کے ملک گیری شروع کردوں۔ چنانچہ اُسنے ایسا ہی کیا۔ کہ اپنے گانوں اور گردنواح کے بہت سے آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا کے دو سال کے عرصہ میں بہ سرپرستی نواب کپور سنگھ جو اس پر بہت مہربانی رکھتے تھے اپنا ایک علیحدہ جتھا قایم کرلیا ✤

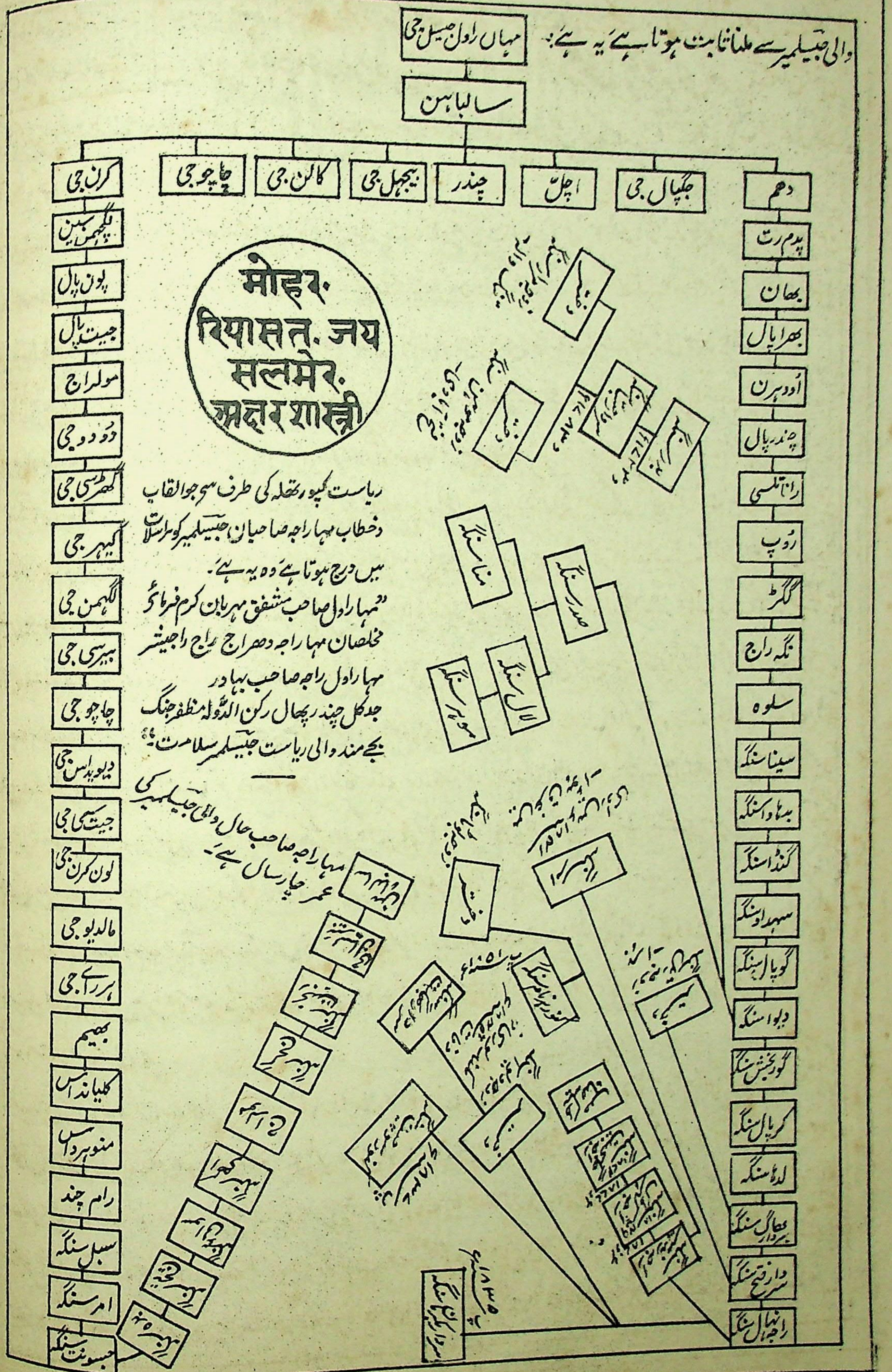
بھاگ سنگھ خود لا ولد تھا۔ مگر اُس کی ایک بہن جو موضع آہلو وال پرگنہ لاہور میں ایک شخص بدر سنگھ نامی کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔ صاحب اولاد تھی۔ اور اُسکا بیٹا جسا سنگھ سردار **بھاگ سنگھ** کی وفات کے بعد جو شاہی فوج کے مقابلہ میں بمقام ہریاں واقع ہوئی اپنے ماموں کی جائداد کا وارث بنا ✤

سردار **جسا سنگھ** ایک نہایت بہادر اقبالمند شخص تھا۔ اُس نے اس مثل کو بہت رونق دی اور اپنی طاقت کو اسقدر بڑھایا کہ چالیس لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کے ملک و مال کا مالک بنگیا۔ اور چند ہزار فوج رکھ کے کپورتھلہ کو اپنی دارالسلطنت بنایا۔ چونکہ سردار **جسا سنگھ** اصل باشندہ موضع آہلو وال کا تھا اسوجہ سے اس مثل اور خاندان کا نام بھی آہلووالیہ مشہور رہا ✤

تشریح خاندان کپورتھلہ

اب قبل اس کے کہ سردار **جسا سنگھ** کے کارناموں کا ذکر شروع کیا جائے پہلے اُن کے خاندان کی تشریح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ✤ یہ خاندان گو مدت تک کلال مشہور رہا۔ اور شادی بیاہ بھی کلالوں میں ہی ہوتی رہی۔ مگر اب نہ صرف یقین ہی دلایا گیا ہے۔ بلکہ عملی طور سے بھی ثابت کر دکھلایا گیا ہے۔ کہ سردار **جسا سنگھ** کے خاندان کی شجرہ نسب خاندان سردار **جسا سنگھ** کا جس سے اُس کے خاندان کا تعلق راجگان قوم بھٹی راجپوت والی جیسلمیر سے ملتی ہے۔ بلکہ اسی ثبوت پر راجہ صاحب کپورتھلہ کی شادی بھی پہاڑی راجپوتوں کے خاندان میں ہو گئی ہے۔

والی جیسلمیر سے ملنا ثابت ہوتا ہے یہ ہے:۔



ریاست کپورتھلہ کی طرف سے جو القاب وخطاب مہاراجہ صاحبان جیسلمیر کو مراسلات میں درج ہوتا ہے وہ یہ ہے۔

"مہاراول صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے مخلصان مہاراجہ دھراج راج راجیشر مہاراول راجہ صاحب بہادر جدکل چند رپھال رکن الدولہ مظفر جنگ بجے مند والی ریاست جیسلمیر سلامت"

مہاراجہ صاحب حال والی جیسلمیر کی عمر چار سال ہے۔

سردار جسا سنگھ کے بزرگوں اور ان کے کلال بن جانیکی کیفیت

اب سردار جسا سنگھ کے بزرگوں کا خاندان جیسلمیر سے علاقہ رکھنے اور ایک وجہ خاص سے کلالوں
میں شامل ہو جانیکا قصّہ اس طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ عہد محمود غزنوی میں ایک شخص مسمّی
رانا کپور اس طرف سے پنجاب میں آیا۔ اور اس نے قصبہ کپورتھلہ آباد کیا۔ اس کی اولاد میں رانا تلسی ایک بڑا نامی گرامی
شخص ہوا +

اسی زمانہ میں جب رانا ہرراے مسند نشین جیسلمیر سے شاہ اکبر نے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ تو باوجود اس کے کہ خاص
بارگاہ سلطانی سے راول کا خطاب بھی عطا ہوا تھا۔ مگر اسنے بپاس غیرت خاندان صاف انکار کیا۔ اور گدی نشین کو بھی منع
کر دیا۔ آخر کار اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شاہی عتاب و عذاب میں مبتلا ہو کر جلا وطن ہوا۔ اور ملک پنجاب کی طرف چلا آیا +
رانا تلسی کی اولاد میں سے رانا گنڈا سنگھ نے کئی مرتبہ اپنی جدی جاگیر کے لینے کا قصد کیا۔ مگر کبھی کامیاب نہوا۔ اور غارت
گری وغیرہ سے اوقات بسر کرتا رہا۔ جب بادشاہ اورنگ زیب مر گیا اور اس کے بعد اس کے شاہزادوں میں
مسند نشینی کے اوپر باہم تکرار شروع ہوا۔ اور سلطنت مغلیہ پر زمانہ ادبار آیا۔ تو گنڈا سنگھ کچھ جمعیت سواروں کی اپنے
ساتھ بہم پہنچا کر بھٹنڈا کے گرد نواح میں اپنی جدی جاگیر حاصل کرنے کی امید پر جا پہنچا۔ مگر ناکامیاب رہا۔ آخر اسنے قرب و جوار
میں چندے اقامت کر کے موضع گجر جاک متصل ترنتارن ضلع امرتسر میں بود و باش اختیار کی۔ اور ایک مدت تک پیشہ غارت
گری سے اوقات بسری کرتا رہا۔ گنڈا سنگھ کے بعد اس کے بیٹے شہدا دسنگھ نے بھی وہی پیشہ اختیار کیا اور اسکا تمام علاقہ میں
ایسا خوف اور دبدبہ بیٹھ گیا۔ کہ کوئی اس کے سامنے آنے کی جرات نہ کرتا تھا۔ آخر جب حاکم لاہور نے دیکھا۔ کہ وہ کسی اور
طرح سے قابو میں نہیں آتا۔ تو اس نے شہدا دسنگھ سے ازراہ دوستانہ یہ کہلا بھیجا۔ کہ بہتر ہے اگر تم نوکری کر لو۔ اور
پیشہ ڈکیٹی چھوڑ دو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ مجھ سے کسی کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ ایسے ہی مہربان ہیں۔ تو مجھکو
کوئی زمین کا رقبہ عطا فرمادیں جسکو آباد کر کے میں وہاں معہ اپنے متعلقین کے جا کر امن سے گذران کروں۔ چنانچہ
نواب خان بہادر صوبیدار لاہور نے اس بات کو پسند کیا۔ اور لاہور سے جانب جنوب ایک افتادہ زمین نہایت وسیع شہداد
سنگھ کو عطا کی۔ جس میں اسنے مفصلہ ذیل پانچ گانوں آباد کیے۔ آہلو۔ ہلو۔ سادہو۔ تور۔ چک۔ اور موضع اہلو میں خاص اپنی
سکونت اختیار کی +

اب رہی اس خاندان کے کلال بن جانے کی روایت۔ وہ یوں ہے۔ کہ شہدا دسنگھ کا چھوٹا بھائی سدا وا سنگھ ایک
کلال کی لڑکی جو نہایت خوبصورت اور کنواری تھی عاشق ہو گیا۔ اور اپنی جان سے بھی بیزار تھا۔ کہ شہدا دسنگھ اس کے بھائی
نے برہمنوں سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ اگر دوسری قوم کی عورت ہمارے ہاں بیاہ کر لائی جاوے۔ تو ذات میں کچھ بہت زیادہ
خلل تو نہیں آسکتا؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ چونکہ راجہ سانتن نے ملاح کی دختر سے شادی کی اور اسی خاندان سے راجہ
پنڈو دھرت راشٹر پیدا ہوئے۔ جو ابتک خاندان پانڈوں کے بزرگ مانے جاتے ہیں۔ اسلیئے ہماری راے میں

کچھ ہرج نہیں ہے۔ بلکہ اور بھی اسی قسم کی نظیریں دیکر **شہدا دسنگھ** کا اطمینان کردیا۔ بعد ازاں اُس نے لڑکی کے والدین سے درخواست کی۔ اُنہوں نے دولتمند سمجھکر منظور کرلیا۔ مگر یہ شرط کی کہ جو اولاد اُس سے ہوگی اُن کا بیاہ شادی سب ہماری ہی قوم میں ہوا کریگا۔ **شہدا دسنگھ** کو اپنے بھائی کی خاطر بدرجہ غایت منظور تھی۔ اسلیئے لاچار ہو کر یہ بھی منظور کرلیا۔ اور سدا وا سنگھ کی شادی اُس کلال کی لڑکی سے جسپر وہ عاشق تھا کردی گئی۔ اُس زمانہ سے اگرچہ یہ خاندان کلال ہو گیا۔ مگر پروہت اور بھاٹ اس قوم کے ابتک وہی چلے آتے ہیں جو پہلے راجپوتوں کے تھے ؛

سدا وا سنگھ کی اولاد۔

سدا وا سنگھ کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ کرپال سنگھ۔ ہموں۔ سکندر۔ چاہا۔ اِن سب کی شادیاں حسب وعدہ قوم کلال میں ہی ہوئیں۔ اور **چاہا** کے دو بیٹے مانو سنگھ و کھانو سنگھ پیدا ہوئے۔ اور اُس نے لاہور میں سکونت اختیار کی جہاں اُسکا ایک بازار بنوایا ہوا ابتک اُسی کے نام پر مشہور و موجود ہے۔ سکندر اور ہموں نے کچھ شہرت حاصل نہ کی۔ گوپال سنگھ کے یہاں ایک لڑکا دیوا سنگھ پیدا ہوا۔ جسکے آگے تین بیٹے ہوئے۔ گوربخش سنگھ۔ صدر سنگھ۔ بدر سنگھ۔ اور بدر سنگھ کی شادی اس نسل کے اصل بانی سردار باگھ سنگھ کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ اور اسکے شکم سے سردار جسا سنگھ ایک ایسا صاحب نصیب لڑکا پیدا ہوا۔ کہ اُسکو اپنے ماموں بھاگ سنگھ کی ریاست ملی اور دنیا میں اُس کے نام کا سکہ چلا ؛

سردار جسا سنگھ کی پیدایش۔

بدر سنگھ کے گھر پہلے کوئی لڑکا جیتا نہ تھا۔ جو پیدا ہوتا مرجاتا۔ مگر جب آخر کار انہوں نے سردار باگھ سنگھ اپنے رشتہ دار کی ترغیب سے **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی منت مانی۔ اور یہ عہد کیا کہ جو لڑکا ہمارے گھر پیدا ہوگا۔ اُسکو ہم گورو کا سکھ بنائینگے۔ تو اسکے یہاں سمت ۱۷۷۵ بکرمی میں ایک نہایت خوش جمال اور صاحب اقبال لڑکا پیدا ہوا۔ اور اُسکا نام **جسا سنگھ** رکھا گیا ؛

بدر سنگھ کا انتقال ہونا اور سردار جسا سنگھ کا ماتا سندری جی کے پاس جانا

اسی درمیان میں جب جسا سنگھ پانچ سال کا ہوا۔ تو سمت ۱۷۸۰ بکرمی میں بدر سنگھ اُس کے باپ نے انتقال کیا۔ اور چونکہ یہ ابھی تک سکھ نہیں بنایا گیا تھا۔ اُس کی ماں یعنی بیوہ بدر سنگھ نے اپنے خاوند کے مرجانے اور مصیبت میں پڑنے کو اپنی وعدہ خلافی کا نتیجہ خیال کیا۔ چنانچہ وہ فوراً معہ **جسا سنگھ** کے ماتا سندری جی بیوہ **گورو گوبند سنگھ صاحب** کے پاس جو اُسوقت دہلی میں قیام پذیر تھیں اپنے لڑکے کو سکھ بنانے اور منت وغیرہ گذراننے کے لیئے چلی گئی۔ وہاں پہنچ کر اُس نے اپنے لڑکے **جسا سنگھ** کو ماتا سندری جی کے پاؤں میں ڈالدیا۔ اور بخشش کی طلبگار ہوئی۔ ماتا جی نے اُن کے سچے اعتقاد کو دیکھکر اُن کی بڑی خاطر کی اور ماں بیٹے دونوں کو اپنے پاس ٹھیرالیا۔ یہ ماتا صاحب کی خدمتگذار رہیں ایک مدت تک دہیں رہے اور اُنکو بھی اِن دونوں سے کمال درجہ کی محبت ہوگئی۔ ماتا سندری جی نے ایک روز سردار **جسا سنگھ** کو پیار سے اپنی گود میں لے لیا۔ اور فرزند خاص کا لفظ اپنی زبان مبارک سے فرما کر اُسے گورمکھی کے حروف سکھلائے اور اُسکو مثل اپنے خاص بیٹوں کے چاہنے لگیں ؛

اُدھر سردار **جسا سنگھ** کی والدہ کے بھائی سردار باگھ سنگھ کے یہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ بھی اپنی نظر محبت صرف اپنے

بھانجے پر ہی رکھتا تھا۔ چنانچہ جب ان لوگوں کو دہلی کیطرف ماتا سندری جی کے پاس آئے ہوئے سات سال کا عرصہ گذر چکا۔ تو آخر بہ تقاضائے محبت اپنی بہن اور بھانجے دونوں کو اپنے پاس بلا بھیجا +

سردار جسا سنگھ کا ماتا سندری جی سے رخصت ہونا

جب یہ ماتا سندری جی سے رخصت ہو کر پنجاب کی طرف چلنے لگے۔ تو ماتا جی نے سردار جسا سنگھ کو اپنی دست مبارک سے لباس فاخرہ یعنی خلعت پہنا کر بہت سی دعائیں دیں اور یہ فرمایا۔ کہ یہ لڑکا خالصہ پنتھ کا سردار ہوگا اور ایک چاندی کا عصاء دیکر یہ پیشینگوئی کی کہ تیرے اور تیری اولاد کے آگے ہمیشہ عصاء بردار چلیں گے۔ بعد ازاں وہاں سے رخصت ہو کر جب یہ جالندھر پہنچے۔ تو حسن اتفاق سے وہاں نواب کپور سنگھ صاحب خیمہ زن تھے۔ جن کے ساتھ سردار جسا سنگھ کا ماموں سردار باگھ سنگھ بھی وہیں موجود تھا۔ یہ دونوں ماں بیٹے باگھ سنگھ کے پاس جا اترے۔ باگھ سنگھ کی ہمشیرہ یعنی سردار جسا سنگھ کی ماں کو جب سے وہ سکھنی ہو گئی تھی اور اس کی مراد گورو کی کرپا سے بر آئی تھی۔ اسکو گوروؤں کی بانی اور شبد پڑھنے و گانے کا بہت شوق ہو گیا تھا۔ وہ ہمیشہ صبح کو آسا کی وار دوتارے سے گایا کرتی تھی۔ اور جسا سنگھ بھی اس کے ساتھ ساتھ گاتا۔ چنانچہ حسب معمول یہاں پر بھی جب صبح کو اٹھ کر ان دونوں ماں بیٹوں نے ایک سر ہو کر آسا کی وار لگائی۔ اور ان کی میٹھی میٹھی خوش گلو آواز نواب کپور سنگھ صاحب کے کانوں تک پہنچی۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔ صبح کو جب دریافت سے انکو معلوم ہوا۔ کہ یہ سردار باگھ سنگھ کے رشتہ دار آسا کی وار گا رہے تھے۔ تو انکو انہوں نے اپنے پاس بلا بھیجا۔ اور جسا سنگھ کی پیاری پیاری خوبصورت شکل انکے دل کو ایسی بھائی کہ انہوں نے سردار باگھ سنگھ کی بہن سے یہ کہا۔ کہ یہ لڑکا ہمکو دیدو۔ ہمارے پاس رہیگا۔ چنانچہ جسا سنگھ کو اس کی ماں نے نواب کپور سنگھ کے سپرد کر کے جنہوں نے اسکو اپنے ہاتھ سے پاہل دیکر اپنے پاس نہایت خاطر سے رکھا موضع ہلو ساد ہو میں اپنے بھائی کے گھر چلی گئی +

نواب کپور سنگھ کا سردار جسا سنگھ کو اپنا نائب مقرر کرنا۔

اس زمانہ میں نواب کپور سنگھ کا خالصہ پنتھ میں بڑا لحاظ تھا۔ اور وہ بجائے گورو کے خیال کیئے جاتے تھے۔ جسا سنگھ انکی خدمت میں رہنے لگا۔ اور نواب صاحب کی اس پر بہت مہربانی رہتی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ نواب کپور سنگھ صاحب نے ایک رات کو کئی بار پکار کر کہا کہ کون حاضر ہے؟ لیکن ہر مرتبہ سوائے اس لڑکے جسا سنگھ کے کسی اور نے جواب نہ دیا اس بات پر نواب کپور سنگھ صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور انہوں نے صبح ہوتے ہی جسا سنگھ کو بلا کر کہا۔ کہ اے جسا سنگھ! تو نے اس خوردسالی میں بھی ایسی ہوشیاری و فرمانبرداری اختیار کی ہے۔ تو نہال اور خوشحال ہوگا۔ تیرا جاہ و جلال خالصہ پنتھ میں بڑا ہوگا۔ اگلے روز نواب صاحب نے جسا سنگھ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اور پنتھ خالصہ کو دانہ تقسیم کرنے کی خدمت سپرد کی +

جسا سنگھ کو نواب کپور سنگھ کی دعا

چونکہ جسا سنگھ اسوقت ابھی لڑکا ہی تھا۔ اکثر سکھ لوگ اس سے مذاق کرتے۔ ایک دن اسکو سکھوں نے بہت ہی ستایا۔ وہ روتا ہوا نواب صاحب کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ "ابھی کیا ہے۔ تھوڑی سی ہی خدمت پر دق ہو گئے ہو۔ ہم نے تو تمسے دس ہزار سوار کو دانہ دلوانا ہے۔ اور پنتھ خالصہ نے مجھکو خطاب نوابی عطا کیا۔ تمہیں تمکو بادشاہی

خطاب دلانا ہے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ نواب کپور سنگھ صاحب جسا سنگھ پر بہت مہربان ہیں۔ تو اُس روز سے سب نے مذاق کرنا چھوڑ دیا اور ہمیشہ ادب سے پیش آنے لگے *

جسا سنگھ کا پہلا وار

اسکے بعد ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ سردار جسا سنگھ نواب صاحب سے رخصت لیکر اپنے گھر کو جاتا تھا۔ اثناء راہ میں ایک غول افغانوں کے قافلہ کا ملگیا۔ اس نے حالانکہ پیشتر اس کے کوئی معرکہ نہیں دیکھا تھا۔ بلکہ ابھی بالکل خورد سال تھا۔ لیکن مقابلہ کیوقت بالکل نہ ڈرا۔ اور ایسی بہادری سے دشمنوں پر غالب آیا اور اُن کا تمام اسباب وغیرہ لوٹ کر اُن کو بھگا دیا۔ کہ لوگ عش عش کرنے لگے جسقدر دولت سردار جسا سنگھ کو اس فتح میں ہاتھ آئی اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کردی *

پھر جب موضع ہلو ساد ہو میں اپنے ماموں سردار بھاگ سنگھ کے پاس پہنچا۔ تو وہ اس بہادری اور فتح کا حال سُن کر بہت خوش ہوا۔ بلکہ لاولد ہونے کیوجہ سے اُسکو اپنا متبنٰے بنالیا *

سردار بھاگ سنگھ کا مرنا اور سردار جسا سنگھ کا اُسکی جگہ مثل کا مالک بننا۔ اور اُسکے اوصاف

اس کے بعد سمت ۱۷۹۸ بکرمی میں بھاگ سنگھ ہریاں کے مقام پر ایک مقابلہ میں کام آیا۔ اور اُسکی جگہ سردار جسا سنگھ مثل کا مالک بنا *

یہ سردار ایسا صاحب ہمت اور شجاعت نکلا۔ کہ اسنے اپنی طاقت اور عزت کو پنجاب کے تمام نوجوان سکھ سرداروں سے اول نمبر پر پہنچا دیا۔ اور نواب کپور سنگھ کے بعد اپنے تمام فرقہ کا سرگردہ بھی یہی بنا۔ یہ سردار بڑے اونچے قد کا نہایت وجیہہ اور شکیل جوان تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی نہایت خوبصورت۔ پیشانی کھُلی ہوئی۔ رنگ گندمی۔ ابرو پیوستہ۔ بازو لمبے لمبے معمول سے بھی زیادہ تھے۔ اور چونکہ بچپن میں ایک عرصہ تک ماتا سندری جی کے پاس دہلی میں رہنے کا اتفاق پڑچکا تھا۔ اسوجہ سے لب و لہجہ و لباس عموماً اُسی طرف کے باشندوں جیسا پسند کرتا قوت بدنی اور صحت کا یہ حال تھا۔ کہ نصف بکرا تن تنہا کھاکر ہضم کرجاتا اور ہر روز صبح کیوقت ایک سیر مکھن مصری کے ساتھ ناشتہ میں کھاتا ۔ فن سپہ گری میں بھی ایسی مہارت تھی کہ توڑے دار بندوق اور تیر کا نشانہ ہمیشہ شرطیہ ہوتا تھا۔ غرض سردار جسا سنگھ اپنی قوم میں بہادری اور جوانمردی میں یکتا تھا۔ اور فتح نصیب شخص تھا *

سردار جسا سنگھ کے کارنامے

سردار جسا سنگھ خالصہ دل کے ساتھ ہر ایک لڑائی و معرکہ آرائی میں جنکا مفصل ذکر اس کتاب کے دوسرے حصہ میں آچکا ہے۔ شریک رہا۔ اور میدان جنگ میں ہمیشہ سب سے بڑھکر اپنی بہادری اور شجاعت کے ہاتھ دکھلاتا تھا۔ سمت ۱۷۹۶ بکرمی میں جب نادر شاہ ہندوستان میں آیا۔ اور سکھوں کا دل جو اُسوقت ابھی بالکل نابالغ تھا راستہ چھوڑ کر مکتسر کیطرف (جہاں گورو گوبند سنگھ صاحب کا مسلمانوں کی فوج سے آخری مقابلہ ہوا۔ اور سکھوں میں وہ ایک متبرک جگہ مانی جاتی ہے۔) چلاگیا۔ تو جسا سنگھ بھی اپنا گانوں چھوڑ کر معہ اپنے دل کے اُن کے ہمراہ ہولیا بعد ازآں پھر جب نادر شاہ کی مراجعت کے بعد سب وہاں سے واپس آئے۔ تو سردار جسا سنگھ نے راوی کے کنارہ پر موضع ڈلہ میں ایک قلعہ تعمیر کراکے اُسی کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اور اپنی طاقت کو ہر طرح سے بڑھانے لگا *

جسا سنگھ کا جسپت رائے کو قتل کرنا اور سکھوں کا اسکے بھائی سے شکست کھانا

جس زمانہ میں سکھوں کے چند گروہوں کا اجتماع بتقریب میلہ بیساکھی بمقام گوردوارہ روڑی صاحب واقعہ ایمن آباد کا ہوا اور دیوان **لکھپت رائے** کے بھائی **جسپت رائے** پر انہوں نے حملہ کر کے اسکو قتل کر ڈالا۔ اور اسکا مال و اسباب معہ خزانہ سرکار لوٹ لیا۔ (دیکھو صفحہ $\frac{۱۳۹۶}{۵۶۷}$ حصہ دوم) تو اسوقت سردار **جسّا سنگھ** بھی حملہ میں شریک تھا۔ بلکہ کل کام اسی کے حکم میں ہوا تھا۔ اور جو کچھ روپیہ و مال لوٹ سے ہاتھ آیا۔ وہ سب سردار **جسّا سنگھ** نے پنتھ کو تقسیم کر دیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دیوان **لکھپت رائے** صوبہ لاہور سے فوج لیکر سکھوں کے پیچھے پڑ گیا۔ اور جھیل کاہنوان پر جسکا مفصل ذکر صفحہ $\frac{۱۳۹۶}{۵۶۷}$ حصہ دوم میں ہو چکا ہے۔ آپس میں سخت مقابلہ ہوا۔ اور سکھوں کو شکست ہوئی۔ سردار **جسّا سنگھ** پہاڑوں میں جا گھسا۔

جسا سنگھ کا صوبہ لاہور اور آدینہ بیگ سے لڑنا

بعد ازآں سردار **جسّا سنگھ** کی ایک عرصہ تک میر **معین الملک** صوبہ دار لاہور اور **آدینہ بیگ** کیساتھ مختلف مقامات پر لڑائی ہوتی رہی۔ کبھی وہ غالب آتے کبھی یہ۔ ابھی کسی فریق کو قطعی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ کہ سردار **جسّا سنگھ** آہلووالیہ نے صلابتخاں فوجدار امرتسر پر حملہ کر دیا۔ اور اسکو قتل کر کے اُس کے تمام علاقہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔

دیوان کوڑا مل کی مدد پر ملتان جانا

اِس کے بعد سمت ۱۸۰۹ بکرمی میں جب دیوان **کوڑا مل** نے ملتان پر قبضہ حاصل کرنے کے لیئے مدد چاہی۔ تو سردار **جسّا سنگھ** آہلووالیہ نے معہ کل دیگر سرداران کے اُس کے ساتھ ملتان کی مہم پر کوچ کر دیا۔ اور اُسکو اپنے دشمن پر فتحیاب ہونے میں کافی مدد دی۔ دیوان **کوڑا مل** نے بھی سکھوں کے ساتھ اِس امداد کے صلہ میں بہت کچھ سلوک کیا۔ (دیکھو صفحہ $\frac{۲۴۴}{۴۴۲}$ حصّہ دوم)

آدینہ بیگ کا جسا سنگھ کو شکست دینا

اسی سال میں آدینہ بیگ نے سرداران رام گڑھیہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے بمقام ماکھووال سرداران آہلووالیہ و گھنیہ و شکر چکیہ کی افواج کا مقابلہ کر کے ایک سخت شکست دی۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ صرف ایک تارا سنگھ نے ہی سرداران رام گڑھیہ میں سے سکھوں کا ساتھ دیا ورنہ تمام مخالف فریق کیطرف رہے۔ لیکن سردار **جسّا سنگھ** آہلووالیہ نے سرداران رام گڑھیہ کی اِس بیجا حرکت کو اپنے دل میں رکھا اور موقع پا کر سمت ۱۸۳۵ بکرمی میں ان سے انتقام لے لیا۔

جسا سنگھ کا عزیز خاں کو شکست دینا و پہاڑی خراج لوٹ لینا اور آدینہ بیگ کو شکست دینا

اِس معرکہ کے دوسرے سال سمت ۱۸۱۱ بکرمی میں سردار **جسّا سنگھ** نے عزیز جان سپہ سالار کو شکست دیکر رائے جگراؤں و کوٹ کو فتح کیا۔ اور پہاڑی راجاؤں کا زر خراج جو لاہور آرہا تھا۔ نادون کے مقام پر لوٹ لیا۔ اور دو سال تک برابر **آدینہ بیگ خان** سے پے در پے جنگ کرتا رہا۔ مگر سمت ۱۸۱۲ بکرمی میں سردار **جسّا سنگھ** نے گھنڈور کے مقام پر اُس کو ایک سخت شکست دی۔ اور فتح آباد جو دریائے بیاس کے کنارہ پر واقع ہے اُس سے چھین لیا۔

ابید خاں کو قتل کرنا۔

بعد ازآں ابید خاں خواجہ سرا دربار لاہور پر جو راجگان کوہستان سے نذرانہ وصول کر کے لاہور جا رہا تھا۔ حملہ کر کے اسکو قتل کیا۔ اور عزیز بیگ خان کو بھی جسے **آدینہ بیگ** نے اُس کے مقابلہ پر بھیجا تھا پھر دوبارہ پسپا کیا۔ اِن

آدینہ بیگ کا جسا سنگھ سے صلح کرنا۔

متواتر شکستوں نے **آدینہ بیگ خاں** کو بالکل ڈھیلا کر دیا۔ اور اُس نے سردار **جسّا سنگھ** جیسے بہادر اور زبردست شخص سے صلح کرنا مناسب سمجھا۔

...سنگھ کا آدینہ بیگ ...کرنا۔

بعد ازاں اسی سال میں جب **احمد شاہ** کے حملہ میں درّانیوں کی فوج نے **آدینہ بیگ خاں** کو شکست دیکر پہاڑوں میں بھگا دیا۔ اور **ناصر علیخاں** حاکم جالندھر ہؤا۔ تو بعد واپس جانے **احمد شاہ** کے **آدینہ بیگ خاں** نے ابتدا سمت ۱۸۱۳ بکرم میں درّانیوں سے اپنا ملک واپس لینے کے لیئے سوڈھی بڈّھا سنگھ کی سفارش سے **سردار جسّا سنگھ** کو اپنی مدد پر بلایا۔ چنانچہ سردار مذکور نے پنتھ خالصہ کو اپنے ہمراہ لیکر **آدینہ بیگ خاں** کی فوراً مدد کی۔ اور درّانیوں کی فوج کو ایک خونخوار جنگ کے بعد جالندھر سے خارج کر کے **آدینہ بیگ خاں** کو اُسکا ملک واپس دلا دیا۔ اس نے بھی اس عمدہ سلوک کے عیوض میں خالصہ پنتھ کو علاوہ پانچ ہزار روپیہ کڑاہ پرشاد کے بیس ہزار روپیہ نقد خرچ کا دیکر اُنکا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ پھر یہاں سے **سردار جسّا سنگھ** نے کوچ کر کے معہ پنتھ خالصہ کے کرتار پور مقام کیا۔ اور گوردوارہ کو جسے **ناصر علیخاں** درّانی حاکم نے تعصب سے منہدم کرا دیا تھا۔ ازسرِ نو تعمیر کرا کے **آدینہ بیگ خاں** سے وہاں کے نام کچھہ جاگیر معاف کرا دی ✤

جسّا سنگھ کا بہاولپور جانا

اس زمانہ میں صرف **آدینہ بیگ خاں** ہی پنجاب میں ایک ایسا مسلمان حاکم تھا۔ جو **سردار جسّا سنگھ** سے اپنا محاصل بانٹ کھانے کی وجہ سے ذرا با امن تھا ورنہ اور سب خالصہ جی کی تلوار کے تلے بیجان ہو رہے تھے۔ انہی دنوں میں سردار **جسّا سنگھ** آہلووالیہ کا بہاولپور کیطرف دورہ کرنا اور نذرانہ وصول کر کے واپس آنا بھی بیان کیا گیا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۴۸)

...سنگھ کا احمد شاہ درّانی پر حملہ آور ہونا

اسکے بعد جب سمت ۱۸۱۴ میں **احمد شاہ** درّانی کا ہندوستان پر چھٹا حملہ ہؤا۔ اور وہ علی گڈھ و متھرا سے ہنود کے مندروں کو برباد کر کے لکھوکھا روپیہ کا مال لیکر واپس ہؤا۔ تو ابھی وہ لاہور تک نہیں پہنچنے پایا تھا۔ کہ راستہ میں ہی سکھّوں کے دل نے شبخون کر کے اسکا تمام مال و اسباب و خزانہ لوٹ لیا۔ اور فوج کو بہت نقصان پہنچایا۔ **احمد شاہ** نے لاہور پہنچکر اپنی بہت سی فوج سکھّوں کی گرفتاری کے لیئے تعینات کی۔ مگر جب کچھہ حسب دلخواہ کامیابی حاصل نہوئی۔ تو وہ معمولی انتظام کے بعد واپس کابل ہؤا۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۲ حصّہ دوم)

...سنگھ کا بیکانیر ...طرف جانا۔

اور اسی اثناء میں راجہ بیکانیر نے ایک لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کر کے نوّاب کپور سنگھ و سردار **جسّا سنگھ** آہلووالیہ و سردار **جسّا سنگھ** رام گڈھیہ وغیرہ مشہور مشہور سرداران "خالصہ دل" کو مہم جیسلمیر پر کامیابی حاصل کرنے کے لیئے اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ چنانچہ یہ تمام سرداران خالصہ دل ۲۰ ہزار کی جماعت میں ہو کر راجہ مذکور کی امداد پر فوراً پہنچ گئے۔ مگر حسن اتفاق ایسا ہؤا۔ کہ دونوں فریق میں مصالحت ہو گئی۔ اور نوبت کشت و خون کی نہ پہنچی۔ کچھہ عجب نہیں کہ یہ صلح **سردار جسّا سنگھ** آہلووالیہ کی تحریک اور کوشش سے عمل میں آئی ہو۔ کیونکہ وہ باطن میں والی جیسلمیر کو اپنا یک جدّی خاندان سمجھکر ہرگز نقصان پہنچانا نہیں چاہتا ہوگا ✤

بعد ازاں سردار **جسّا سنگھ** نے خالصہ دل کے ساتھہ قصبات بھکر۔ بھٹیاں۔ سرسہ۔ رانیاں۔ حصار۔ دوجانہ جیپور و علاقہ نجیب خاں روہیلہ۔ انبالہ۔ تھانیسر۔ ساڈھورہ کا دورہ کرتے ہوئے جنکا ذکر حصّہ دوم میں آچکا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۳/۲۵۴ و ۲۵۴/۲۶۲) پوس سمت ۱۸۱۵ بکرمی میں سرہند فتح کیا۔ اور دیال پور کو جو گجا سنگھ کے قبضہ میں تھا برباد کر کے نصف اسکا

کرتار پور کے سوڈھیوں کو عطا کیا۔ پھر جنڈیالہ پر حملہ کیا جس میں سردار لال سنگھ برادر سردار **جسّا سنگھ** سخت زخمی ہوا۔ مگر فتح اسی کے نام رہی۔ سربداس وہاں کا رئیس جو قید میں آیا سات ہزار روپیہ نذرانہ دیکر چھوٹا +

بعد ازاں **آدینہ بیگ خاں** حاکم جالندھر کی وفات کے بعد جو اسی سال میں واقع ہوئی۔ سردار **جسّا سنگھ** کا اُس کے دیوان بشمبر مل سے قادیاں کے مقام پر ایک سخت مقابلہ ہوا۔ جس میں سردار **جسّا سنگھ** فتحیاب ہوا۔ اور اسکو ہزیمت حاصل ہوئی۔ سردار مذکور نے اُس کے بہت سے ملک پر قبضہ کر لیا۔ اور قصبہ فتح آباد کو اپنی دار السلطنت بنایا +

اس کے بعد سردار **جسّا سنگھ** نے سمت ۱۸۱۶ بکرم میں **عبد اللہ خاں** حاکم جالندھر کو شکست دیکر جالندھر پر پھر سے اپنا قبضہ کر لیا۔ اور چرنداس اپنے ملازم کو وہاں کا تھانہ دار مقرر کیا۔ پھر خالصہ دل کو اپنے ہمراہ لیکر لاہور پر حملہ آور ہوا۔ اور وہاں کے صوبہ **منیر محمد خاں** سے تیس ہزار روپیہ نذرانہ وصول کر کے واپس ہوا +

بعدہ سمت ۱۸۱۷ بکرمی میں سردار **جسّا سنگھ** آہلووالیہ نے فیروز پور کیطرف باگ اٹھائی۔ وہاں ڈوگر اور نیپالوں کے علاقہ جات ملّانوالہ و پکھو پر قبضہ کر کے دونوں جگہ قلعے تعمیر کرائے۔ یہ دونوں مقامات تا جنگ ستلج سردار مذکور کے ہی قبضہ میں رہے۔ مگر بعدہٗ گورنمنٹ انگریزی کے تصرف میں آ گئے۔ بعد ازاں کوٹ عیسےٰ خاں پر جو اسی نواح میں واقع ہے حملہ کر کے فتح کیا۔ اور قادر بخش وہاں کے اصلی رئیس کے پاس صرف دو چار گانوں گذارہ کے رہنے دیئے۔ پھر اسی سال کے موسم گرما میں سردار **جسّا سنگھ** نے حملہ آور ہو کے ہوشیار پور و پھڑوک و نرائن گڈھ وغیرہ مقامات واقع ضلع انبالہ کو اپنے قبضہ و تصرف میں کیا۔ کپورتھلہ کے جاگیردار **رائے ابراہیم** سے خراج وصول کیا۔ اور لاہور وغیرہ لوٹتا ہوا جھنگ علاقہ سیالاں تک پہنچ گیا۔ مگر وہاں کے حاکم **عنایت اللہ خاں** سیال پر غالب آنا ذرا مشکل نظر آیا۔ اسوجہ سے واپس آیا +

اسی سال میں خالصہ دل نے اتفاق کر کے درّانیوں کو امرتسر سے نکال دیا۔ اور صوبہ دار **جہان خاں** کو اٹاری کے مقام پر سردار **جسّا سنگھ** وغیرہ تمام خالصہ دل کے مشہور سرداروں نے معہ اپنی اپنی جماعت کے اتفاق کر کے ایک فاش شکست دی اور درّانیوں کا لاہور کی دیوار تک تعاقب کیا +

غرض سردار **جسّا سنگھ** خالصہ دل کے ہر ایک حملہ میں جو اس کے بعد قصور اور جالندھر وغیرہ مقامات پر ہوا۔ اور جنکا مفصّل بیان حصّہ دوم میں آ چکا ہے شریک رہا۔ (دیکھو صفحہ ۲۵۷ تا ۲۵۹ حصّہ دوم) اور سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں اپنے نام کا ایک سکّہ جاری کیا۔ جس پر یہ شعر کندہ تھا ؎ سکّہ زد در جہاں بفضلِ اکال۔ ملکِ احمد گرفت جسّا کلال۔ مگر اس کی بابت تاریخ پنجاب مؤلفہ گنیش داس میں یہ لکھا ہے۔ کہ یہ سکّہ سکھوں نے نہیں بنایا تھا۔ بلکہ سمت ۱۸۲۱ بکرمی میں جب نانک شاہی روپیہ جس پر یہ شعر کندہ ہوا (؎ دیگ و تیغ و فتح و نصرت بیدرنگ۔ یافت از نانک گورو گوبند سنگھ۔) کثرت سے جاری ہو گیا۔ تو قاضی اور ملّاؤں نے **احمد شاہ** کو ناراض کرنے کے لیئے خود ہی اکیس روپیہ اس سکّہ کے بنا کر بھیجدیئے۔ جس سے احمد شاہ کو اشتعال ہو۔ اور وہ اسطرف توجہ کرے۔ علاوہ ازیں اس سکّہ کا

روپیہ آجتک کسی نے دیکھنا بیان نہیں کیا۔ اور نہ راجہ صاحب کپورتھلہ کے یہاں موجود ہے۔ غالبًا ایسا ہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے ✤

جسّا سنگھ کی احمد شاہ ابدالی کے مقابلہ پر بہادری۔ گھلوگھارہ

بعد ازیں سمت ۱۸۱۹ بکرمی میں جب **احمد شاہ** ابدالی کا ہندوستان پر آٹھواں حملہ خاص سکھوں کے علاج کے لیئے ہوا۔ اور اُس نے خالصہ کے لوگوں کو رائے پور و گجروال کے متصل گھیر لیا۔ تو اُس معرکہ میں گو سکھوں کو ہزیمت حاصل ہوئی اور بہت سے بہت نقصان پہنچا۔ لیکن سردار **جسّا سنگھ** آہلو والیہ نے اپنی شجاعت اور بہادری سے کئی مرتبہ دُرّانیوں کا منہہ موڑا۔ اور ایک مرتبہ جب **احمد شاہ** خود حملہ آور ہو کے نزدیک آگیا۔ تو سردار **جسّا سنگھ** نے خالصہ دل میں سے ایک ہزار سکھ سوار لیکر اُس کے حملہ کو ایسی تندی سے روکا۔ کہ **احمد شاہ** دیکھتا ہی رہگیا۔ بلکہ دوسری دفعہ سردار مذکور فوج دُرّانی کو چیر کر کئی افسروں کا کام تمام کرکے خاص **احمد شاہ** ابدالی کے پاس پہنچگیا۔ اور پکار کر کہنے لگا۔ کہ "اے احمد شاہ بادشاہ دو ہاتھ خاص اپنے دکھا جا! یہ موقع مردانگی کا ہے"۔ مگر ابدالی کی ہمت نہ پڑی کہ ایسے بہادر کے سامنے کھڑا رہتا۔ فورًا پیچھے ہٹ گیا۔ اُسکا منشا تھا۔ کہ سردار موصوف بھی اپنا داؤں گھات بچا کر اپنے لشکر میں واپس چلا آیا۔ اِس لڑائی میں دس بارہ ہزار سکھ مارے گئے۔ اور یہ معرکہ گھلوگھارہ کلاں کے نام سے مشہور ہے (دیکھو صفحہ ۱۷۱ حصّہ دوم)۔

اِسکے بعد جب **احمد شاہ** واپس چلا گیا۔ تو سکھوں نے پیچھے سے پھر سر نکالا۔ اور اسقدر زور پکڑا۔ کہ تمام ملک پر قابض ہوگئے پہلے ساڈھورہ فتح کیا۔ بعد جیٹھ سمت ۱۸۲۰ بکرمی میں سرہند کو اِس بُری طرح سے تاخت و تاراج کیا۔ کہ اُسکا نام و نشان تک باقی نہ چھوڑا۔ **زین خاں** وہاں کے صوبہ دار کو قتل کر ڈالا۔ اور کھنڈرات راجہ پٹیالہ کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔ اِس مہم میں سردار جسّا سنگھ کو بہت فائدہ پہنچا۔ ضلع انبالہ کے چوبیس ۲۴ دیہات جو علاقہ سہوڑاں کے نام سے مشہور تھے۔ سردار مذکور کے قبضہ میں آگئے۔ منجملہ ان کے آٹھ مواضعات ۸ تو سردار نے اپنے پاس رکھے۔ بارہ ۱۲ بنڈ اپنے سکھوں کو (جو اس مہم میں اُس کے ہمراہ تھے) اور چار سرداران رُوڑکی کو دیدیئے۔ لیکن جبھی ہی وہ ستلج کے پار اُترا۔ راجہ پٹیالہ نے اُن آٹھوں دیہات کو جو اُس نے اپنے واسطے رکھے تھے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور یہ دیہات ایک مدّت تک اُسی کے قبضہ میں رہی۔ لیکن آخرکار مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی مدد سے یہ دیہات سرداران آہلو والیہ کو پھر واپس ملگئے ✤

یہاں سے سردار **جسّا سنگھ** آہلو والیہ خالصہ دل کے ساتھ ممالک مشرقی کے دَورہ پر اُٹھا۔ پہلے سہارنپور جو اُسوقت مرہٹوں کے قبضہ میں تھا لوٹا۔ بعدہٗ میراں پور۔ دیوبند۔ مظفر نگر۔ جوالا پور۔ کنکھل وغیرہ مقامات کو تاخت و تاراج کرکے جب لنڈھورہ کی طرف متوجہ ہوا۔ تو وہاں کے رئیس رائے مل گوجر نے بتیس ہزار ۲۰۰۰۰ روپیہ نقد نذرانہ دیکر خالصہ دل کو گنگا پار اُتارا۔ وہاں نے نجیب آباد نگینہ۔ چندوسی۔ انوپ شہر۔ گڈہ مکتیشر وغیرہ شہروں کو لوٹے کھائے خالصہ دل کا ہر ایک سکھ اپنا اپنا تھیلا سونا چاندی سے بھر کر واپس پنجاب آیا۔ راستہ میں جالندہر کے حاکم **شاہ ولی خاں** کو قتل کرکے اس کے علاقہ پر اپنا قبضہ کیا۔ اور امرتسر میں داخل ہوئے اور اُس متبرک تالاب میں سے جسکا مغاک **احمد شاہ** ابدالی اپنی واپسی کے وقت بھر گیا تھا۔ مٹی نکلوا کر

وہاں پانی بہم پہنچایا۔ اور ہرمندر جی کی عمارت بنوانے کی بھی فکر کی گئی۔ علاوہ ازیں سردار **جسّا سنگھ** نے امرتسر میں ایک نہایت خوبصورت بازار کٹڑہ آہلو والیاں کے نام سے جو ابتک موجود ہے۔ اور سب بازاروں سے خوشنما اور آباد ہے تعمیر کرایا٭

غرض اب جب تمام ملک دریائے جمنا اور چناب کے درمیان کا سکھوں کے قبضہ میں آگیا۔ تو زمینداران خان چٹھا وغیرہ سردار **جسّا سنگھ** کو نذرانہ لیکر آملے۔ ست گھری و کاٹ گڈھ میں ایک بھاری لڑائی ہوئی جس میں دشمن بھاگ نکلے۔ اور ان کے مکان لوٹے گئے۔ راجہ گھمنڈ چند والی کٹوچ سے بھی سردار **جسّا سنگھ** نے بجنگ شکست دیکر نذرانہ وصول کیا٭

اسی اثنا میں سمت ۱۸۲۲ بکرمی کے قریب سردار **جسّا سنگھ** نے جواہر مل والی بھرت پور کی مدد پر نجیب خاں کے مقابلہ کے لیئے معہ دیگر سرداران خالصہ دل دہلی کیطرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کے دو چار مقابلے ہوئے۔ لیکن ابھی کسی فریق کو کامیابی حاصل نہ ہونے پائی تھی۔ کہ اسی دوران میں **احمد شاہ** ابدالی کے آنے کی خبر پہنچ گئی۔ اور نجیب خاں کو مجبوراً جواہر مل سے صلح کرنی پڑی۔ راجہ نے تین لاکھ روپیہ خالصہ دل کو دیکر واپس کیا٭

چونکہ اس مرتبہ **احمد شاہ** ابدالی کی فوج میں سرہند پہنچ کر ہیضہ پھوٹا۔ اسوجہ سے اُسے واپس ہونا پڑا۔ مگر یہ موقع سکھوں کو اُس سے اپنے گذشتہ گھلو گھارہ کے انتقام لینے کا بہت اچھا ہاتھ آیا۔ اور سردار **جسّا سنگھ** نے خالصہ دل کے کل سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کے تیس ۳۰ پینتیس ۳۵ ہزار کی جماعت میں ہو کر مقام نورمحل علاقہ کپورتھلہ کے متصل **احمد شاہ** پر اس زور و شور سے حملہ کیا۔ کہ وہ تاب مقابلہ کی نہ لا کر بھاگ چلا۔ سکھوں نے جہلم تک اُسکا تعاقب کیا۔ اور درانیوں کی بے شمار فوج قتل کر ڈالی۔ (دیکھو صفحہ ۲۶۶ حصّہ دوم)

اسی سال میں سردار **جسّا سنگھ** نے فتح آباد کے مقام پر اپنی دوسری شادی کی اور راجہ **آلا سنگھ** والی پٹیالہ کی وفات کے بعد راجہ **امر سنگھ** کو گدی نشینی کا خلعت دیا۔ جسکے عیوض علاقہ ایسڑو کا سردار نکور کو وہاں سے بطور نذر ملا٭

نواب کپور سنگھ کا انتقال اور سردار جسا سنگھ کا انکی جگہ جانشین ہونا۔

اس کے بعد سمت ۱۸۲۳ بکرمی میں نواب **کپور سنگھ** نے امرتسر کے مقام پر انتقال کیا۔ اور انہوں نے اپنی پگڑی سردار **جسّا سنگھ** کے سر پر بند ہوا کر اپنے بعد پنتھ خالصہ کا پیش رو بنایا۔ اس اعزاز نے سردار **جسّا سنگھ** آہلو والیہ کے رتبہ کو پنتھ یعنی تمام قوم میں بہت ہی معزز و قابل ادب بنا دیا٭!

اسی سال میں سردار **جسّا سنگھ** نے باتفاق سرداران پٹیالہ و جیند جنوب کی طرف کوچ کیا۔ اور جھجر۔ ریواڑی و باغپت وغیرہ مقامات کو تاخت و تاراج کر کے افغانان مالیر کوٹلہ سے پایل و ایسڑو چھین لیئے٭

سردار جسّا سنگھ کا جلال آباد لوہاری کیطرف کوچ کرنا

اس کے بعد بیساکھی سمت ۱۸۲۴ بکرم میں جب تمام خالصہ امرتسر کے مقام پر جمع ہوا۔ تو اُسوقت تعمیر عمارت ہرمندر کے بابت مشورہ ہوا۔ لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ کہ ایک برہمن ساکن جلال آباد لوہاری نے خالصہ دیوان میں جسکے صدر نشین سردار **جسّا سنگھ** آہلو والیہ تھے حاضر ہو کے یہ فریاد کی کہ سید **محمد خاں** حاکم جلال آباد لوہاری نے میری دختر کو زبردستی اپنے گھر میں ڈال لیا ہے۔ میں اپنی فریاد تمام راجگان راجپوتانہ سے کر آیا ہوں مگر مجھکو کسی نے

بھی مدد نہیں دی۔ اس کے سنتے ہی سردار مذکور نے معہ تمام خالصہ دل جلال آباد لوہاری کی طرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچکر پہلے سید **حسن خاں** وہاں کے حاکم کو گرفتار کرکے اسکو اس کے ظلم کی سزا دی۔ یعنی زندہ آگ میں جلا دیا۔ بعد ازاں تمام شہر کو غارت کیا۔ اور اس برہمن کو اس کی بیٹی دلا کر **ضابطہ خاں** رئیس میرٹھ کیطرف رخ کیا۔ اس سے نذرانہ لیکر نجیب آباد۔ نگینہ۔ چندوسی علی گڈھ ہوتا ہوا فرخ آباد پہنچا۔ یہاں کے نواب کے ساتھ تین روز تک برابر مقابلہ گرم رہا۔ بلکہ سردار **جسا سنگھ** اس معرکہ میں زخمی بھی ہوا۔ آخر کار وہاں سے نذرانہ لیا۔ اور واپسی کیوقت جب خورجہ کو لوٹا تو وہاں یہ عہد کیا۔ کہ یہاں کی لوٹ کا جسقدر روپیہ ہے وہ سب دربار صاحب سری امرتسر کی عمارت میں صرف ہوگا۔ چنانچہ چار لاکھ سے زیادہ وہاں سے ہاتھ آیا۔ اور وہ سب امرتسر میں ہرمندرجی کی عمارت پر صرف کیا گیا۔ پھر غازی آباد و انوپ شہر وغیرہ مقامات پر جو دہلی کے گرد نواح میں واقع ہیں حملہ کیا۔ اور مرزا سکھن کو جسے بادشاہ دہلی نے اُسکے مقابلہ پر بھیجا شکست دیکر قلعہ مہتاب پر قبضہ کر لیا۔ مگر اس پر قبضہ رکھنا بہت دشوار امر تھا*

سردار جسا سنگھ کا تخت شاہی پر بیٹھنا۔

اُس زمانہ میں دہلی کی سلطنت بالکل چراغ سحری ہو رہی تھی۔ خالصہ دل نے خورجہ سے کوچ کرکے دہلی پر حملہ کیا۔ اور وہاں کے بازاروں کو لوٹ کر قلعہ میں گھس گئے۔ جہاں سکھوں نے سردار **جسا سنگھ** آہلووالیہ کو تخت شاہی پر بٹھا کر اپنا بادشاہ بنایا اور اسی روز سے قوم میں سردار مذکور کا خطاب بادشاہ مشہور ہوا*

سردار جسا سنگھ کا لوہارو وغیرہ میں پہنچکر راجپوتوں کو شکست دینا اور جیپور و بیکانیر وغیرہ کی سیر کرنا۔

اُس زمانہ میں خالصہ دل کو قبضہ اور دخل کا چنداں شوق نہ تھا۔ صرف اس بات کے مشتاق تھے کہ لوٹا۔ مارا۔ فتح کیا اور آگے بڑھے۔ ورنہ دہلی کے قلعہ میں گھس کر پھر بلا قبضہ چھوڑ آنے کی اور کوئی وجہ نہیں تھی یہاں سے سردار **جسا سنگھ** معہ خالصہ دل کے پانی پت کرنال وغیرہ کو تاخت و تاراج کرتا ہوا لوہارو میں پہنچا۔ اس گرد نواح کے راجپوتوں نے بہ جمعیت ۲۵ ہزار سوار و پیادہ مقابلہ کیا۔ لیکن ناکامیاب رہی۔ اور ان کو بھی نذریں دینی پڑیں۔ ان لوگوں نے دو ہزار جوان بطور نوکری ہمراہ سردار **جسا سنگھ** کے مقرر کر دیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر سردار مذکور علاقہ جے پور اور بیکانیر تک گیا۔ اور وہاں کے رئیسوں نے بھی علیٰ ہذا اس زبردست قوم کو ہاتھ جوڑا۔ وہاں سے واپس ہوکر جب ہانسی حصار کے متصل پہنچا۔ تو **الیاس بیگ** مغل حصار کے رئیس سے سخت مقابلہ ہوا۔ آخر الیاس بیگ کو شکست ہوئی۔ اور اس نے بھی بیس ہزار روپیہ نذرانہ دیکر جان بچائی*

سمت ۱۸۲۵ بکرمی میں سردار **جسا سنگھ** نے کوٹ مہتاب کو فتح کیا۔ اور ایک لاکھ روپیہ صرف کرکے اننَدپور میں باولی بنوائی اور سوڈھیان آنندپور کو علاوہ جاگیر سابقہ کے کچھ اور جاگیر ازسرِنو واگذاشت کرائی۔ سمت ۱۸۲۶ بکرمی میں دریاے ستلج عبور کرکے جو لوگ ڈکیتی اور رہزنی کرتے تھے اُن کو سخت سزائیں دیں اور اُن کے سرگروہ شیر خاں کو گرفتار کیا*

قصور پر حملہ

سمت ۱۸۲۸ بکرمی میں سردار موصوف نے بیروال کے پٹھانوں اور راجپوتوں سے رائے کوٹ کی گڑھی چھین لی۔ اور قصور پر بھی حملہ کیا۔ وہاں کے رئیس نے نذرانہ دیکر صلح کر لی۔ عمر خاں وغیرہ دیگر رئیسوں نے بھی نذرانے

ادا کیئے۔ بعد ازاں وہاں سے راہداس پور میں پہنچکر سردار بہادر نے بابا بڈھا صاحب کی اولاد کو خلعت اور چند گاؤں کی معافی عطا فرمائی۔ علاوہ ازیں اُس ملک کے زمیندار جو سرکش ہو رہے تھے اور بابا بڈھا کی اولاد کے ساتھ بمقابلہ پیش آتے تھے۔ انکو سزا دیکر اُن سے ۵۰ ہزار روپیہ جرمانہ وصول کیا۔

ترقی عمارت ہرمندرجی

پھر امرتسر میں بیٹھکر اپنے بازار کٹڑہ اور ہرمندرجی کی عمارت کو ترقی دینا شروع کیا۔ خاص ہرمندر کی عمارت میں گو سب مثل کے سرداروں کا روپیہ خرچ ہوا۔ مگر سب سے زیادہ روپیہ سردار جسا سنگھ آہلو والیہ کا خرچ ہونا بیان کیا گیا ہے۔

سردار جسا سنگھ نے رائے ابراہیم سے کپورتھلہ چھین لیا۔ اور اپنا صدر مقام بنایا۔

پھر دوسرے سال کپورتھلہ کے حاکم رائے ابراہیم کیطرف توجہ کی۔ اُس نے ایک لاکھ روپیہ سالانہ خراج دینے کا اقرار کیا مگر ادا نہ کرسکا۔ سمت ۱۸۳۴ بکرمی میں مہر سنگھ داماد سردار جسا سنگھ واسطے وصولی خراج کپورتھلہ گیا۔ لیکن جب وہ گولی سے جو اُس پر قلعہ کے اندر سے چلائی گئی تھی مارا گیا۔ تو آخر الامر سمت ۱۸۳۷ بکرمی میں اِس بات کو آگے رکھکر و نیز خراج نہ ادا ہونے کا الزام لگاکر سردار جسا سنگھ نے کپورتھلہ پر قبضہ کرلیا۔ اور اُسی کو اپنی دار السلطنت بنایا۔

سردار جسا سنگھ آہلو والیہ کا سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ کو شکست دینا۔

اُن دنوں پنجاب میں سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ کا دور دورہ بھی بہت اوج پر تھا۔ اور دن بدن اُس کی طاقت بڑھتی جاتی تھی مگر چونکہ وہ سردار جسا سنگھ آہلو والیہ کی چنداں پرواہ نہ کرتا تھا۔ بلکہ ایک مرتبہ سردار مذکور کو گرفتار بھی کرلیا تھا۔ اور بعد میں لوگوں کے سمجھانے بوجھانے سے چھوڑ دیا تھا۔ اسوجہ سے اپنے گھنیا اور بھنگی وغیرہ بقیہ تمام مثل کے سرداروں کو اپنے ساتھ شامل کرکے سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ کو سخت شکست دی۔ اور سمت ۱۸۳۵ بکرم میں اُسکو پنجاب سے باہر نکال دیا۔ اور اُس کے علاقہ کو باہم تقسیم کرلیا۔

سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ کو اُسکا علاقہ واپس ملنا

سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ ہریانہ کی طرف چلا گیا۔ اور سات سال تک اُسی طرف خانہ بدوشی کی حالت میں لوٹ مار کرتا پھرا۔ مگر سمت ۱۸۴۲ بکرمی میں بعد وفات سردار جسا سنگھ آہلو والیہ سردار جسا سنگھ رام گڈھیہ کو مہاں سنگھ سکرچکیہ نے سرداران گھنیا کو شکست دینے کے لیئے اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ اور اُس کو اُسکا اصلی علاقہ واپس دلایا۔

اس میں کوئی کلام نہیں ہے کہ اگر سردار جسا سنگھ آہلو والیہ اپنے ہمنام سردار رام گڈھیہ کے مقابلہ پر عموماً تمام دیگر مثل کے سرداروں کو اپنے ساتھ شامل نہ کرلیتا۔ تو صرف اکیلے اُسکو مغلوب کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ (دیکھو صفحہ ۲۸۰ حصہ سوم)

عبد اللہ خاں وزیر دہلی کی پٹیالہ وغیرہ پر چڑھائی اور راجہ امر سنگھ والی پٹیالہ کا سردار جسا سنگھ آہلو والیہ کو اپنی مدد پر بلانا۔

سمت ۱۸۳۷ بکرم میں جب عبد اللہ خاں وزیر دہلی نے سکھوں سے ملک واپس لینے کے لیئے ایک کثیر فوج کے ساتھ پنجاب کی طرف کوچ کیا۔ اور بگھیل سنگھ سردار مثل کروڑیاں وغیرہ راستہ کے سرداروں کو اپنا مطیع بناتا ہوا پٹیالہ کیطرف جھکا۔ تو مہاراجہ امر سنگھ والی پٹیالہ نے سردار جسا سنگھ آہلو والیہ کو جس سے اُس نے امرت چھکا تھا۔ اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ چنانچہ سردار مذکور معہ دیگر خالصہ سرداران پنجاب بہت سی فوج لیکر راجہ پٹیالہ کی مدد پر پہنچ گیا۔ آخر کار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وزیر نے ایک لاکھ ۲۵ ہزار روپیہ دیکر بمشکل تمام اپنا پیچھا چھوڑایا۔

اور واپس دہلی ہوا + (دیکھو صفحہ ۲۹۹/۲۹ حصہ سوم -)

سردار جسا سنگھ آہلووالیہ کا کرتار پور پہ سوڈھیونکو اپنے ساتھ ملا -

سمت ۱۸۳۸ بکرم میں سوڈھی کرتارپوریونکی درخواست پر سردار جسا سنگھ معہ دیگر خالصہ سرداران انکی مکان پر گیا - اور اُن کے لنگر کا پرشاد یعنی کھانا تناول کر کے اُنکو بھی اپنے ساتھ ملا یا - کیونکہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے اپنے پنتھ کو سوڈھی دہیرمل کی اولاد سے ربط ضبط رکھنے کی سخت ممانعت کر رکھی تھی - لیکن پہلے ان لوگوں نے کھنڈے کی پاہل لیکر سنگھ بننا اختیار کیا - بعدہٗ اُن کو سردار جسا سنگھ نے جو اُسوقت قوم میں بطور پیشرو مانا جاتا تھا - اُن کے ساتھ میل جول رہنے کی اجازت دی +

کیفیت دورہ باوا گلاب سنگھ صاحب سوڈھی کرتارپور

اسی سال میں (ابتدائے ۲۲ - ماہ محرم ۱۱۹۹ھ لغایت دوازدہ ربیع الاول) سوڈھی گلاب سنگھ صاحب "جنکو سردار جسا سنگھ نے کرتارپور جاگیر میں دے رکھا تھا اور علاوہ خدمات لایق اعتبار اُن کی حفاظت علاقہ جات ذیل کی اُن کے تعلق تھی" دورہ علاقہ جات کر کے کپورتھلہ میں آئے - اسی سال میں مرمت باولی اللہ پور والی کی بھی ترقی کی گئی - یہ علاقہ جات سوڈھی صاحب کی تفویض میں زیادہ تر اس وجہ سے بھی تھے - کہ وہ گوردوارہ ہائے جابجا کی خبرگیری بخوبی رکھیں - اُن کے تعلق مفصلہ ذیل علاقہ جات تھے -

بابل پور - ماڑیاں پڑہ بابا گل شاہ ساکن ماڑیاں - انندپور - نینا دیوی - کیرت پور - ماتا راجی - ہوشیارپور - ڈیرہ گورو بہاگ سنگھ ڈیرہ بابا چرن شاہ

کیفیت دورہ سردار بھاگ سنگھ بہادر طرف ضلع ملتان

اسی سال میں سردار بھاگ سنگھ برادر سردار جسا سنگھ نے ابتدائے ماہ ذوالحجہ ۱۱۹۸ ہجری لغایت ماہ رجب ۱۱۹۹ھ ایک بڑے لشکر کے ساتھ ملتان تک دورہ کیا - اور اس سفر کے خرچ کا حساب بھی منزل وار ۲۳ ورق پر اسیوقت کا لکھا ہوا ریاست کپورتھلہ میں ابتک موجود ہے - اس حساب کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماہ ذوالحجہ ۱۱۹۸ ہجری میں سردار مذکور نے بیروال سے کوچ کر کے ماہ محرم ۱۱۹۹ھ ماہ صفر - ماہ ربیع الاول - ماہ ربیع الثانی ماہ جمادی الاول - ماہ جمادی الثانی - ماہ رجب ۱۱۹۹ھ تک ملتان کی طرف کا دورہ کیا - اور توپ خانہ جنسی معہ نرگاوان و زنبورخانہ و فراش خانہ و فیلان وغیرہ بھی سردار موصوف کے ہمرکاب تھے - اور کلاوت و طوایفان و نقاران کا بھی ساتھ ہونا پایا جاتا ہے - کیونکہ جابجا خرچ انعام ان کے نام مندرجہ فرد حساب ہے "

وقت قیام ڈیرہ بمقام ملتان وہاں کے نواب نے سردار بھاگ سنگھ کی بہت تواضع و تکریم کی - جس سے ثابت ہے کہ سردار جسا سنگھ کی حکومت کا لوہا ملتان تک مانا جاتا تھا - ورنہ یہ کبھی ممکن نہیں تھا - کہ ایسے بھاری ڈیرہ سے سردار بھاگ سنگھ اُس زمانہ میں منزل بمنزل دورہ بآرام کر سکتے - اور ہاہجہ کی طرف سے جانا اور لاہور کی راہ سے بامن واپس آنا کچھ آسان امر نہیں تھا - علاوہ ازیں چونکہ اکثر منازل میں ہرکارگان کو بھی انعام ملنا درج حساب ہے

نمبرشمار	نام مقام	نام ماہ و تاریخ	تعداد یوم	کیفیت ضروری
۱	دیروال	۲۷ ماہ ذالحجہ ۱۱۹۸ھ	الیوم	
۲	فتح آباد			

اس سے پایا جاتا ہے - کہ ریاستگاہ سے تا سر منزل اس ڈیرہ کی آمد و رفت کی اطلاع بذریعہ ہرکارہ جاری تھی

(نوٹ صفحہ گذشتہ)

نمبر شمار	نام مقام	نام ماہ و تاریخ	تعداد یوم	کیفیت مزوری
۳	موضع سیلوکے		۱	
۴	موضع لوت			
۵	متصل موضع بھکر			
۶	موضع دہرم سنگھ والا			
۷	موضع دیبجا			
۸	موضع سحرہ	۱۶ ماہ محرم ۱۱۹۹ھ		
۹	قصبہ پٹی			
۱۰	قصبہ کہیم کرن			
۱۱	متصل بلبڑو ہیہ	۱۷ سے ۲۲ محرم	۶	
۱۲	قصبہ قصور	۲۳ سے ۲۹ محرم	۳	
۱۳	متصل قصبہ چونیاں	۲۶ سے ۲۳ صفر	۲۸	اس مقام پر خبر ولادت فرزند یگانہ سردار بہاگ سنگھ صاحب پہنچی جسکا نام دہنونت سنگھ رکہا تہا - یہ بڑا بیٹا بہائی بلاں سردار فتح سنگھ صاحب آہلووالیہ تہا - اسی مقام میں ؏ بنام شاگرد پیشہ دیوانصاحب کا غذ لالہ دلیسراج جی میں بابت جو نجری دیے گئے
۱۴	موضع کبیلہ	۲۴ سے ۲۵ صفر	۲	
۱۵	مقام متصل موضع حمزہ	۲۷ ماہ صفر سے یکم ربیع الاول ۱۱۹۹ھ	۸	
۱۶	متصل حویلی لکہا دلبع	۵ ربیع الاول	۱	بابا بہادر سنگھ اس مقام سے رخصت وطن ہوئے - اسی مقام پر دہرم داس جنڈیالیہ کو معہ دیوان سنگھ مودی مفصلہ ذیل انعام ہؤا فیلبان ؏ نقدی ؏ فتو گمان ؏
۱۷	متصل بھکر	۶ سے ۹ ربیع الاول		اس جگہ مقام رہا اور مفصلہ ذیل انعام عطا ہوا فیلبان ؏ سر زادہ کو وجہ درمعہ سرے
۱۸	متصل قصبہ پاکپٹن	۱۰ سے ۱۳ "	۴	اس مقام پر حسب ذیل انعام دیا گیا - میرا کلاوت ؏ جہنڈی بردار ؏ میر شکاران ؏ فیلبان ؏ مطرب ؏
۱۹	متصل کوٹ دینہ	۱۴ سے ۱۵ "	۲	اس مقام پر فقیران کو وجہ خیرات ؏ دیے گئے - اسی مقام پر گوردیال سنگھ مخلانے والا حکم ست ہؤا -
۲۰	ڈیرہ در ضلع داواپور	۱۶ سے ۲۳ "	۸	
۲۱	متصل رام گڈہ	۲۴ ربیع الاول	۱	
۲۲	متصل کہائی چک	۲۵ سے ۲۷ "	۳	حسب ذیل تاریخ اول ۲۵ کو انعام ہؤا - فیلبان ؏ رنگریزہ ؏ زخمی ؏ سد و جھنڈ طبی بردار ؏
۲۳	ڈیرہ کنگیاں	۲۸ ربیع الاول	۱	؏ فیلبان کو اور انعام ہؤا -
۲۴	مقام پٹی	۲۹ ربیع الاول	۱	

سردار جسّا سنگھ کا انتقال اور سردار بھاگ سنگھ کی جانشینی۔	سمت ۱۸۴۰ بکرمی میں سردار جسّا سنگھ سکھوں کا ایک بہادر اور عقلمند پیش رو امرتسر کے مقام پر بعارضہ درد شکم راہی ملک بقا ہوا۔ چونکہ سردار جسّا سنگھ کے گھر سوائے دو لڑکیوں کے اور کوئی اولاد نہ تھی۔ اس

بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ

۲۵	مقام متصل اللہ داد	یکم ربیع الثانی سنہ ۱۱۹۹ھ	۱	
۲۶	مقام دادو پور	۲ ربیع الثانی	۱	دیوان بوڑا مل منشی ہمرکاب تھے جو مبلغ ذیل انکے نام درج ہیں غرہ ربیع الثانی ماہ تتمہ ایضاً
۲۷	ڈیرہ کوٹ مکر خاں	۳ سے ۴ ”	۲	
۲۸	ڈیرہ ملتان خاص	۵ سے ۱۷ ”	۱۳	۸ ملا و غیلبان ۶ انعام ٹیک سنگھ کو ۶ انعام۔ نواب صاحب ملتان نے نہایت تواضع و تکریم کی شیخ کریم اللہ ہمراہ ڈیرہ تھا۔ اُس کے واسطے لله اور سہ اپا وقت رخصت کے
۲۹	متصل گوکھرو	۱۸ سے ۲۳ ”	۶	
۳۰	عبور دریائے تموں	۲۴ سے ۲۸ ”	۵	۲۷ کو طوائفان و میر شکاران کو انعام عطا ہوا۔ آ نزدے آب۔ ۲۹ تاریخ کو اندر دے آب عبور ہوا خدمتگاران جیگہ صیر ادم سوبھی کرنار پور ۳۰ کو اس جگہ مقام رہا
۳۱	مقام رنگپور کھیڑہ	غرہ جمادی الاول سے تا ۱۴	۱۴	۴ تاریخ کو کلو د رسور جہاں ۱۲ انعام و ۸ تاریخ بہادر بیگ کو لہ انداز و ملا کمہوراں مدد مور چال کو انعام دیا گیا ۱۴ تاریخ خوراک بکاواں توپخانہ معہ مرہ آہنگر دیے گئے۔ ۱۰ تاریخ جیل آہنی خرید ہوئی۔
۳۲	احمد پور	۱۵ سے ۱۷ ”	۳	
۳۳	عبور دریائے تموں	۱۸ سے ۲۵ ”	۸	
۳۴	مقام رام چوترہ	۲۶ سے ۲۹ ”	۴	
۳۵	عبور دریائے تموں و مقام رام چوترہ	غرہ یکم جمادی الثانی	۱	احمد خاں ہرکارہ انعام ۸
۳۶	مقام تکاہہ	۱۰ جمادی الثانی	۱	انعام چوبداران سردار بھاگ سنگھ جی بابت بیساکھی لله
۳۷	مقام درج نہیر	۱۱ سے ۲۳ ”	۱۳	
۳۸	”	۲۴ سے ۳۰ ” و غرہ یکم رجب تا ۲ رجب ۱۱۹۹ھ	۹	بنام منیرا آہنگر توپ ساز انعام ۸
۳۹	مقام سیدوالہ	۳ سے ۴ ”	۲	
۴۰	کوچ از مقام سیدوالہ تا لاہور مقام	۵ سے ۷ ”	۳	
۴۱	مقام لاہور خاص	۸ سے ۹ ”	۲	
۴۲	شالامار باغ لاہور	۱۰ سے ۱۱ ”	۲	
۴۳	متصل چیچو چک	۱۲ سے ۱۳ ”	۲	
۴۴	متصل رانیاں	۱۴ ماہ رجب	۱	
۴۵	متصل لدھیانہ	۱۵ ” ”	۱	
۴۶	نام درج نہیر	۱۶ سے ۲۱ ”	۶	کاغذ پر نام ڈیرہ نظر نہیں آیا پرشاد برائے جے سنگھ جی رخصت آئی تھے معہ اور ندر بھینٹ گورد گرنتھ صاحب ڈیرہ سے جے سنگھ جی ۸

وجہ سے اس کی جائداد اور ریاست کا مالک سردار **بھاگ سنگھ** جو اسکے حقیقی چچا **گور بخش سنگھ** کی اولاد میں سے تھا۔ بنا۔

سردار جسّا سنگھ کی اولاد۔

سردار **جسّا سنگھ** نے اپنی حیات میں ہی کل ریاست کا کام سردار **بھاگ سنگھ** کے سپرد کر دیا تھا۔ اور وہی ایک شخص اُسکی جانشینی کے لایق بھی تھا۔ سمت ۱۸۰۱ بکرمی میں سردار **جسّا سنگھ** کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا مگر چھ ماہ کے بعد مر گیا۔ اور اُس کے بعد سوائے دو لڑکیوں کے جن میں سے ایک نبھ بادمیں موہن سنگھ سے اور دوسری مہر سنگھ تنگ والہ سے منسوب ہوئی۔ اور کوئی اولاد نہ ہوئی +

سردار جسّا سنگھ کی مختصر لائیف

سردار **جسّا سنگھ** آہلو والیہ حقیقتاً ایک نہایت دلیر اور جوانمرد شخص تھا۔ اس نے اپنے ایام زندگی میں خاص اپنی قوت بازو سے نہ صرف اپنے ہی لیئے بہت سا حصّہ حاصل کیا بلکہ قوم کو بھی بہت فائدہ پہنچایا۔ اس کے بدن پر بیس یا بائیس زخم کے نشانات تھے۔ اور یہ ایسا بہادر و فتح نصیب شخص تھا۔ کہ جسطرف اس نے منہ کیا۔ جیت ہمیشہ آگے ہی سے ملی۔ حالانکہ بہت سی دیگر مثلوں کے سردار بھی اس کے ہم پلہ اور شجاعت میں بعض بعض بڑھکر بھی تھے۔ مگر سکھوں میں اسکا رتبہ بدیں وجہ سب سے اعلےٰ شمار کیا جاتا تھا۔ کہ نواب **کپور سنگھ** نے اسکو اپنا جانشین قرار دیکر **گورو گوبند سنگھ جی** کا خاص گرز جو ابتک اکال بنگہ دربار امرتسر میں موجود ہے عطا کیا تھا۔ علاوہ ازیں خالصہ قوم میں اسکی زیادہ تر عزت اس وجہ سے بھی تھی۔ کہ یہ بذات خاص ایک نہایت محتاط اور اپنے مذہب کا پابند پکا سنگھ تھا۔ بڑے بڑے ذی عزت اور صاحب دولت سرداروں نے مثل مہاراجہ **امر سنگھ** والی پٹیالہ وغیرہ کے سردار **جسّا سنگھ** سے امرت چھکا تھا۔ اور بعد نواب **کپور سنگھ** کے عموماً لوگ سردار مذکور سے ہی پاہل لینا زیادہ تر پسند کرتے تھے۔ یہ شخص اپنی قوم میں سلطان القوم مشہور تھا اور اس نے اپنی قوم میں بہت سے نمایاں کام کیئے۔ شہر امرت سر کو جسے **احمد شاہ** درّانی برباد کر گیا تھا۔ از سر نو آباد کرایا۔ دربار صاحب امرتسر کی تعمیر کا کام جیسے سرداران بھنگی و اکالیاں و پوجاریان نے مجبور ہو کر **صاحب رائے** چودھری کے ذمہ کر دیا تھا اور وہاں کی کل آمدنی تا تیاری مندر اُس کے یہاں رہن رکھدی تھی۔ اپنے ذمہ لیا۔ اور کل زر رہن اپنی گرہ سے ادا کر کے مندر کی تعمیر کو خاص اپنے اہتمام سے تکمیل کو پہنچایا۔ آنند پور میں بصرف کثیر ایک تالاب اور بادلی بنوائی۔ اور وہاں کے سوڈھیوں کو بہت کچھ دیا۔ غرض اس سردار نے اپنے گورو کے مذہب کی بہت ترقی کی۔ اور اُس کی زندگی سکھ قوم کے لیئے بہت ہی مفید ہوئی +

یہ ایک نہایت عالی دماغ اور سخی مزاج شخص تھا۔ اس کے لنگر سے سینکڑوں آدمیوں کو کھانا جو کسی خاص فرقہ یا قوم پر محدود نہ ہوتا ملتا تھا۔ اور اسکو تعصب مذہبی مطلق نہ تھا۔ کیونکہ مسلمان بھی کثرت سے اس کے پاس نوکر تھے۔ اور اُن سب کو اپنے فرائض مذہبی کے ادا کرنے کی اجازت تھی۔ البتہ گاؤکشی کے بالکل برخلاف تھا۔ چنانچہ اس کے انسداد میں قصور اور

۴۷	قلعہ امرت سر	۲۲ سے ۲۷	رجب ۱۱۶۵ھ	۳	۲۵۔ رجب نام مقام درج نہیں۔ مگر انعام خدمتگاران وغیرہ ہمراہ ڈیرہ سردار بھاگ سنگھ جی وسلہ درج دفتر ہیں۔
۴۸	نام مقام ندارد	۰		۰	

لاہور پر کئی مرتبہ چڑھائیاں کیں اور قصابوں کو قتل کیا +

اس کے زمانہ میں سکھوں کی جنگی طاقت کو بہت استحکام پہنچا۔ اور جب کبھی تمام مثلوں کے سردار متفق ہو کر کسی ایسی مہم پر جاتے جو غیر قوم کے مقابلہ میں ہوتی۔ تو اسوقت سردار جسا سنگھ آہلووالیہ کو چونکہ وہ نواب کپور سنگھ کا جانشین قرار دیا گیا تھا۔ تمام مہم کا برائے نام اعلے افسر یعنی کمانڈر انچیف بنا دیا جاتا تھا۔ مگر ہر ایک فوج خاص اپنے ہی سرداروں کی ماتحتی میں لڑتی تھی اور جسقدر علاقہ یا مال کسی کے ہاتھ آتا۔ وہ اُس پر خود ہی قبضہ کر لیتا +

اُس زمانہ میں سکھوں کی فوج "خالصہ دل" بمعنی خالصہ لشکر کے نام سے مشہور تھی۔ عموماً سوار فوج جو "کاٹھی بند" کے نام سے پکاری جاتی تھی زیادہ تھی۔ اِن لوگوں کی کوئی خاص تنخواہ نہیں تھی۔ لوٹ کے مال سے حصّہ پاتے تھے۔ اور گھوڑا اپنے پاس سے لاتے تھے۔ مگر ہر ایک سردار کے پاس بقدر حیثیت اپنے ذاتی نوکر سوار بھی ہوتے تھے۔ جن کو وہ تنخواہ۔ گھوڑا سلاح جنگ وغیرہ سب اپنے پاس سے دیتا۔ اور ایسے لوگ "بارگیر" کہلاتے تھے + چونکہ مفتوحہ علاقہ سے پہلی چیز جو وصول کیجاتی تھی۔ گھوڑے ہوتے تھے۔ اِس لیئے پیادے سپاہی بھی تھوڑے دنوں کے بعد سوار بن جاتے تھے۔

اُس زمانہ میں پیادہ فوج زیادہ تر پسند نہیں کیجاتی تھی۔ ایسے لوگ بہت تھوڑے صرف چوکی پہرہ وغیرہ کے کام کے لیئے نوکر رکھے جاتے۔ پیادہ فوج میں صرف ایک اکالیوں[۱] کی فوج ایسی تھی جسکی بہت قدر کیجاتی۔ اور یہ لوگ دھاوے کیوقت سب سے آگے ہوتے۔ چونکہ یہ لوگ سُکھا یعنی بھنگ بہت پیتے تھے خصوصاً جنگ اور حملہ کے وقت تو ضرور ہی استعمال کرتے۔ اِس وجہ سے اُن کا پُرجوش حملہ اکثر بہت فائدہ پہنچاتا۔ حالانکہ سکھوں کے پاس توڑے دار بندوقیں اور توپیں بھی تھیں۔ مگر یہ لوگ تلوار سے بہت کام لیتے۔ اور اِس میں ایسے مشّاق تھے۔ کہ اِن کی تلوار کے سامنے افغانی اور

[۱] لفظ اکالیئے اکال سے نکلا ہے۔ جس کے معنی لایموت ایک صفت منجملہ خدا کی صفات کے ہے۔ چنانچہ سکھ لوگ خداوند کریم کو اکال پورکھ کہتے ہیں۔ اکالیئے بمعنی خدا کی فوج۔ یہ لوگ نیلگوں لباس رکھتے ہیں۔ اور گورو گوبند سنگھ صاحب کا اپنے تئیں پکا سکھ سمجھتے ہیں۔ شرع کے پابند متعصب مذہب بدرجہ غایت ہیں۔ دستار نہایت اونچی اور لامبی باندھتے ہیں۔ اور دمالہ کے گرد دو تین چکر (لوہے کے حلقے از قسم آلہ حرب) رکھتے ہیں۔ اور کرد و کھنڈا یعنی چھوٹی چھوٹی یک دھاری و دو دھاری چھریاں بھی اپنی پگڑی میں ٹانگے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر وقت گلے میں تلوار ہاتھ میں سلوتر یعنی لکڑی کا چھوٹا سا ایک گول ڈنڈا جس سے بھنگ گھوٹنے کا کام بھی لیتے ہیں۔ رکھتے ہیں۔ لوہے کا ایک کڑا ہاتھ میں۔ لوہے کی مالا اور عموماً لوہے کے ہی برتن وغیرہ کا استعمال فرض سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ نہنگ کے نام سے بھی زیادہ مشہور ہیں۔ اور اِن کی فوج کسی خاص ضابطہ یا قاعدہ کی پابند نہ تھی اور نہ یہ کسی کی اطاعت یا حاضر باشی پسند کرتے تھے۔ انکا روزمرہ بھی جدا ہے۔ آپسمیں بول چال کے محاورے اور اصطلاحات عجیب ہی قسم کے دلچسپ اور پُر از لطف ہیں۔ ایک آدمی اپنے تئیں سوا لاکھ کے برابر سمجھتا ہے۔ اگر کسی سے یہ پوچھا جائے۔ کہ "نہنگ سنگھ جی آپ اکیلے ہیں" تو وہ کہیگا کہ "سوا لاکھ کے ساتھ"۔ اسیطرح ہر ایک شے اور چیز کے نام کے آخر میں لفظ سنگھ کا لگا کر بولیں گے جیسے چنوں کو "بادام سنگھ"۔ دودھ کو "سمندر سنگھ"۔ پیاز کو "روپا سنگھ"۔ دستی سوٹے کو "سلوتر سنگھ"۔ نمک کو "سرب رس"۔ کیکر کے درخت کو "سدا گلاب" وغیرہ۔ اِن لوگوں میں جوش زیادہ ہوتا ہے۔ اور اتفاق بھی بہت کم ہے مگر صابر اور پرہیزگار اپنے مذہبی قوانین اور شرع کے دل و جان سے پابند۔ چاہے تن پر کپڑا نہو مگر دماغ اور مزاج بادشاہی رکھتے ہیں۔ بیخوف مرنے مارنے سے نہیں ڈرتے۔ یہ لوگ اپنے گورو گوبند سنگھ صاحب کے نام پر دل و جان سے فدا ہیں اور ہمیشہ اُنہی کے احکام کی تائید اور پیروی کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن عموماً علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور علم کے شایق بھی بہت کم ہیں۔ سکھوں کی قوم میں یہ لوگ گویا خالصہ پولیس و اسطے حفاظت اور قیام کرنے شرع مذہبی کے مقرر ہیں۔ انکا مفصل ذکر حصّہ پنجم میں ہوگا ۱۲

درانی کوئی بھی نہ ٹھیرتا۔ لوٹ کا مال جو کچھہ حاصل ہوتا تھا۔ وہ لڑنیوالوں میں بحصّہ مساوی تقسیم کردیا جاتا تھا۔ جو شخص زخمی ہوتا یا لڑائی میں مارا جاتا۔ اُس کے رشتہ داروں کو ایک معقول معاوضہ دیا جاتا۔ اور متوفّی کا لڑکا اُس کی جگہ بھرتی ہو جاتا +

القصّہ کوتاہ سردار جسّا سنگہ بہادر کی وفات کے بعد سردار **بھاگ سنگہ** اُسکا برادرزادہ جانشین ہوا۔ اُس نے شیخ **کریم الدّین** و دیوان بوڑامل دو شخصوں کو اپنے آگے واسطے انتظام ملک و مال مقرر کرکے خود ملک دوابہ کے دورہ پر کوچ کیا۔ علاقہ پھگواڑہ دلو زمحل و راہوں وغیرہ کے جاگیرداراں سے نذرانہ لیا۔ سمت ۱۸۴۱ بکرمی میں موضع سٹن والوں کی فریاد پر وہاں کے حاکم سردار گوربخش سنگہ کو بجبنگ اُس ملک سے خارج کیا۔ پھر اسی سال میں علاقہ شیر قیور کو جو سرداران نکیّہ نے دبا لیا تھا۔ بجنگ اُن سے چھوڑایا۔ اور دیگر سکھہ سرداران کے ہمراہ قصبہ قصور پر حملہ کرکے وہاں کا ایک قلعہ فتح کیا +

سردار فتح سنگہ کی پیدائش۔

اسی مقام پر یہ خبر آئی کہ سردار **بھاگ سنگہ** کے گھر وارث ملک و مال پیدا ہوا۔ چونکہ یہ خوشخبری ایک نمایاں فتح کے وقت پہنچی۔ اسلیئے اس لڑکے کا نام فتح سنگہ رکھا گیا۔

بعد ازاں سردار **جے سنگہ** گھنّیہ۔ وزیر سنگہ و بھگوان سنگہ سرداران مثل نکیّہ کا جو لاہور اور گوگیرہ کے درمیان واقع ہی مقابلہ کیا جس میں ایک خفیف سی لڑائی کے بعد جانبین میں صلح ہو گئی +

سردار بھاگ سنگہ کا جے سنگہ گھنیہ کی مدد کرنا۔

پھر سمت ۱۸۴۲ بکرمی میں سردار **بھاگ سنگہ** نے جے سنگہ گھنّیہ کو اُس مہم میں بھی مدد دینے کی غرض سے جو بمقابلہ سنسار چند کٹوچیہ و مہاں سنگہ و جسّا سنگہ رام گڈہیہ واقع ہوئی کوچ کیا۔ لیکن اس معرکہ میں سردار مذکور کی امداد کچھہ کام نہ آئی اور جے سنگہ کو بٹالہ کے مقام پر ایک ایسی سخت شکست ملی کہ وہ پھر نہ اُٹھ سکا +

اس کے بعد سردار **بھاگ سنگہ** نے دریاے بیاس عبور کرکے بیدیوں کو اُن کی ریاست جھلور کا جہاں سے انہیں سردار **ہری سنگہ** ڈلّہ والہ نے نکال دیا تھا پھر سے قبضہ دلا کر واپس کپورتھلہ آیا +

پھر سردار **بھاگ سنگہ** نے راجہ سنسار چند کٹوچیہ سے راہ و رسم پیدا کرکے اپنے لڑکے فتح سنگہ کو راجہ مذکور کے بیٹے کنور انرودھ چند کے ساتھ جو اُسی کے ہم عمر تھا۔ دستار بدل بھائی بنایا +

قصبہ ترنتارن و جنڈیالہ پر قبضہ

اسی سال میں سردار **بھاگ سنگہ** نے گلاب سنگہ بھنگی کے علاقہ ترنتارن و جنڈیالہ پر قبضہ کر لیا۔ کیونکہ اُس کے آدمیوں نے اِن کے ایک معتمد کو بمقام جھبال قتل کر ڈالا تھا۔ مگر وہ علاقہ سردار آہلووالیہ کے قبضہ میں مدّت تک نہ رہ سکا +

دیوان بوڑامل کی معزولی اور رام گڈہیہ سرداران کو شکست دینا۔

سمت ۱۸۴۴ بکرمی میں دیوان بوڑامل اپنے معتمد کو جسکے چال چلن میں اشتباہ گذرا گرفتار کرکے اُسکی جگہ دیوان سنگہ کو اپنا دیوان بنایا۔ اور بیروال میں سروپ سنگہ کو تھانہ دار کیا۔ پھر متصل موضع سیکر رام گڈہیوں کو ایک شکست دی اور سردار بھگیل سنگہ کی درخواست پر اُس کے مختاروں کا بندوبست کیا +

زمان شاہ کا آنا۔

سمت ۱۸۵۱ بکرمی میں جب **زمان شاہ** لاہور میں آیا۔ اور سب سکھہ سردار کنارہ کش ہو گئے۔ اُسوقت

صرف سردار **بھاگ سنگھ** ہی ایک شخص تھا جو امرتسر میں قیام پذیر رہا +

سردار فتح سنگھ کا امرت چھکنا اور بیاہا جانا۔

سمت ۱۸۵۲ بکرمی میں سردار **بھاگ سنگھ** نے اپنے فرزند دلبند سردار **فتح سنگھ** کو امرتسر میں لیجاکر سادھو سنگھ سے اکال سنگھ میں امرت چھکوایا۔ اور سمت ۱۸۵۳ بکرمی میں بڑی دھوم دھام سے اُسکی شادی کردی۔

زمان شاہ کا دوبارہ آنا اور سرداران رام گڑھیہ منگل سنگھ وغیرہ سے لڑائی

اسی سال میں جب **زمان شاہ** پھر دوبارہ شاہدرہ تک آیا۔ اور بہت سے سکھ سردار ملک پنجاب چھوڑ کر کوہستان اور ملک مالوہ کی طرف چلے گئے۔ تو سردار **بھاگ سنگھ** قصبہ وبیرووال میں مقیم رہا۔ بعد ازاں موہر سنگھ اور منگل سنگھ نے جو سردار **بھاگ سنگھ** سے دلی کاوش رکھتے تھے۔ مواضعات بجارہ و دتالیوال دوہوکیاں وغیرہ چھین لیے۔ پھر جب انہوں نے رام گڑھیوں کے اشتعال سے زیادہ فساد کرنا چاہا۔ تو سردار **بھاگ سنگھ** نے سردار ہمیر سنگھ کو ایک فوج دیکر اپنی طرف سے تعینات کیا۔ جس نے فوراً پہنچتے ہی پہلے اُن سے بجنگ مہتاب کا کوٹ لیا۔ پھر اور بھی بہت سے دیہات اُن سے چھین کر اپنے تحت میں کر لیئے۔ اس کے بعد سردار **بھاگ سنگھ** نے اپنی قدیمی دشمن سرداران رام گڑھیہ کے مقابلہ پر سردارنی سداکور جسکی مدد پر **مہاراجہ رنجیت سنگھ** خود آیا تھا۔ امداد کی۔ اور ایک مدت تک قلعہ میانی کا اس کے ساتھ محاصرہ قایم رکھا۔ اور امید تھی۔ کہ فتح ہو۔ مگر دریائے راوی کی ناگہانی طغیانی نے ان سب کی افواج کو اپنا کل سامان ہی چھوڑ کر ناکامیاب واپس آنے پر مجبور کیا۔

سردار بھاگ سنگھ کا دورہ۔

سمت ۱۸۵۶ بکرمی میں سردار **بھاگ سنگھ** نے معہ کنور **فتح سنگھ** کے آنر دے ستلج کا دورہ کیا اور تمام سرداران و رئیسان رائے کوٹیہ وغیرہ سے نذرانہ وصول کرکے واپس کپورتھلہ آیا +

کنور فتح سنگھ کا دورہ۔

سمت ۱۸۵۵ بکرمی میں کنور **فتح سنگھ** نے معہ رتن سنگھ کے دریائے ستلج عبور کیا۔ اور مواضعات سہوٹہ۔ خانپور داؤد مزرعہ۔ بیر سوہانہ۔ حسن پور۔ مجھولی۔ شکر اللہ پور۔ رڑکی وغیرہ اپنے قبضہ وتصرف خاص کا دورہ کیا پھر سردار **بھاگ سنگھ** معہ اپنے بیٹے کنور **فتح سنگھ** کے لاہور گیا۔ اور وہاں سے واپس آکر کنور **فتح سنگھ** نے موضع سرڑالی کو جس میں اکثر رہزن اور قطاع الطریق لوگ بستے تھے۔ تاخت و تاراج کیا۔ اور خوجہ پوری منڈی والے معہ نذرانہ گھوڑی لیکر حاضر آئے +

سرداران رام گڑھیہ نے دوابہ کا ملک دبا لیا

سمت ۱۸۵۸ بکرمی میں جب رام گڑھیہ سرداروں نے باتفاق فوج راجہ سنسار چند ملک دوابہ پر دست درازی کی۔ تو سردار **بھاگ سنگھ** نے ہمیر سنگھ کو ایک کثیر فوج کے ساتھ اُن کی طرف روانہ کیا۔ لیکن سرداران آہلو والیہ کو ہزیمت حاصل ہوئی۔ بلکہ ہمیر سنگھ خود مجروح ہوا۔ اس شکست کی خبر سنتے ہی سردار **بھاگ سنگھ** نے خود معہ تمام اپنی بقیہ فوج کے اسطرف کوچ کیا +

سردار بھاگ سنگھ کا انتقال۔

لیکن قصبہ پھگواڑہ میں پہنچکر اس کے پاؤں میں ایسی سخت چوٹ آئی۔ کہ اس کی حالت دن بدن غیر ہوتی گئی۔ اور اُسکو واپس کپورتھلہ آنا پڑا۔ حتےٰ کہ اسی تکلیف سے وہ کپورتھلہ پہنچ کر راہی ملک بقا ہوگیا +

کنور فتح سنگھ کا وارث ریاست مقرر ہونا۔ اور بغاوت کا فرو کرنا

سردار **بھاگ سنگھ** کے بعد کنور **فتح سنگھ** اُسکا اکلوتا بیٹا ریاست کپورتھلہ کا مالک بنا۔ اور سب سے پہلا کام اُسکا یہ ہوا۔ کہ جب سمت ۱۸۵۵ میں موضع سٹھیالہ۔ بوسیالہ کے زمینداروں نے رام گڈھیوں کے بہکانے سے بغاوت کی تو اُس نے خود وہاں پہنچکر رام گڈھیوں کا تھانہ بجنگ وہاں سے اٹھا دیا۔ اور اپنا قبضہ کر کے وہاں کے زمینداروں پر سخت جرمانہ کیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ واسطے تعزیت سردار بھاگ سنگھ کپورتھلہ آنا اور سردار فتح سنگھ کے ساتھ پگڑی بدلنا۔

بعدہ اسی سال یعنی سمت ۱۸۵۵ بکرمی میں **مہاراجہ رنجیت سنگھ** معہ اپنے دو سو سواران باڈی گارڈ کے واسطے ادائے تعزیت سردار **بھاگ سنگھ** متوفی وارد فتح آباد ہوا۔ سردار **فتح سنگھ** نے حسب دستور مہاراجہ مذکور کی خاطر و تواضع کی۔ اور اُس کی غمخواری و ہمدردی کا شکریہ ادا کیا۔ اسی اثناء میں دوران گفتگو میں **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے سردار **فتح سنگھ** سے یہ کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رابطہ اتحاد و دوستی قایم رہے۔ اور ہم آپس میں ایک دوسرے کے درد شریک اور خیر خواہ رہیں۔ جو ملک نیا لیا جاوے۔ باہم تقسیم کر لیں۔ چنانچہ سردار **فتح سنگھ** نے بھی اس بات کو بہت خوشی سے منظور کر لیا۔ اور ان دونوں نوجوان رئیسوں نے امرتسر میں جو سکھوں کا متبرک مقام ہے۔ جاکر اپنے مذہب کی مقدس کتاب **گورو گرنتھ صاحب** کی قسم کھائی اور باہم اپنی پگڑیاں بدل کے ہمیشہ آپس میں صلح اور محبت رکھنے کا عہد کیا۔

موضع چھیمہ اور سرہالی کی بغاوت

پھر انہی دنوں میں زمینداران موضع چھیمہ و سرہالی وغیرہ نے بھی سرداران رام گڈھیہ کے اشارہ سے سر اُٹھایا اور بغاوت اختیار کی۔ لیکن سردار **فتح سنگھ** نے فوراً وہاں پہنچکر اُن کا تدارک کیا۔ اور بغاوت فرو ہو گئی

سردار فتح سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کو مدد دینا

بعد ازاں **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے موضع حالکی پور پر حملہ کیا۔ اور سردار **فتح سنگھ** کو بھی معہ فوج اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ چنانچہ یہ سردار وہاں پہنچا۔ اور موضع مذکور کو فتح کیا۔ پھر دونوں نے باتفاق قلعہ نوشہرہ کو بھی لے لیا۔

سردار فتح سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ قصور پر حملہ۔

سمت ۱۸۶۰ بکرمی میں سردار **فتح سنگھ** مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کے ساتھ قصور پر حملہ آور ہوا۔ لیکن چونکہ وہاں کے پٹھانوں میں ابھی کچھ جان باقی تھی۔ اس لئے اس حملہ میں پوری پوری کامیابی نہ ہوئی صرف دو ایک قلعے جو فتح ہو گئے۔ اُن پر امر سنگھ مجیٹھیہ کو تھانہ دار مقرر کر کے واپس آئے۔

بھنگہ و پھگواڑہ وغیرہ پر قبضہ۔

سمت ۱۸۶۱ بکرمی میں سردار **فتح سنگھ** نے قصبہ بھنگہ پر قبضہ پایا۔ اور چودھری جودھ سنگھ کے منحرف ہونے پر قصبہ پھگواڑہ بھی اُس سے چھین لیا۔ اس کے بعد سردار مذکور ایک عرصہ تک علاقجات واقع دوابہ بست جالندھر کے نظم و نسق میں مصروف رہا۔ پنجلاسہ نرائنگڑہ کو فتح کر کے اُس ملک میں اپنا تھانہ چوکی بٹھایا۔ اور پھر جب راجہ سنسار چند نے معہ سردار جودھ سنگھ رام گڈھیہ کے قصبہ بجواڑہ کے قرب و جوار میں پہنچکر موضع ڈرولی پر مورچہ لگایا۔ تو سردار **فتح سنگھ** نے وہاں پہنچ کر اُسکو بھی شکست دی۔

اسی درمیان میں جب سمت ۱۸۶۲ بکرمی کے شروع سرما میں جسونت رائے ہلکر انگریزوں سے متواتر شکست کھاکر پنجاب کی طرف بھاگ آیا۔ اور **مہاراجہ رنجیت سنگھ** سے امداد کا خواستگار ہوا۔ تو اسوقت حالانکہ مہاراجہ مذکور کا اسکو ہاتھ دینے کا ارادہ ہوگیا تھا۔ لیکن سردار **فتح سنگھ** اور راجہ **بھاگ سنگھ** والی جیند کے سمجھانے بجھانے سے وہ باز رہا۔ اور اُسنے امرتسر کے مقام پر جسونت رائے کو صاف جواب دیدیا۔

لیکن اب لارڈ **لیک صاحب** جو ہلکر کے تعاقب میں دریائے بیاس تک آپہنچے تھے حسب منشاء گورنر جنرل ہند جن کی طبیعت بہ نسبت جنگ کے صلح کیطرف زیادہ مائل تھی۔ آشتی کو کام میں لائے۔ اور انہوں نے **مہاراجہ رنجیت سنگھ** و سردار **فتح سنگھ** وغیرہ کی معرفت ہلکر سے اگر وہ آئیندہ کوئی بدعہدی نہ کرے سلوک رکھنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ جسونت رائے ہلکر اور سرکار انگریزی کے مابین ایک عہدنامہ[۱] لکھا گیا جس کی رُو سے ایک بہت بڑا حصّہ علاقہ کا جو اُس سے چھین لیا گیا تھا۔ اُسکو واپس دیا گیا۔ اور اُسی کے سلسلہ میں **مہاراجہ رنجیت سنگھ** و سردار **فتح سنگھ** کے ساتھ بھی سرکار انگریزی نے ایک عہدنامہ[۲] لکھا۔ جس کی رو سے سرداران مذکور نے اقرار کیا۔ کہ وہ "جسونت رائے کو امرتسر میں نہیں ٹھیرنے دینگے اور نہ اس سے کوئی رسم اتحاد قایم کریں گے"۔ اور گورنمنٹ انگریزی نے یہ عہد کیا۔ کہ "جبتک ان کا رویہ سرکار انگریزی کے ساتھ دوستانہ رہیگا۔ اُسوقت تک سرکار انگریزی لاہور اور ریاست آہلووالیہ کے حقوق اور ریاست میں کسی قسم کی مداخلت یا دست اندازی نہیں کرے گی"۔ بعد لکھے جانے عہدنامہ اور رخصت ہو جانے ہلکر کے اس خیر خواہی کے صلہ میں سردار **فتح سنگھ** نے سرکار انگریزی اور مہاراجہ لاہور دونوں کی طرف سے خوشنودی حاصل کی۔ لارڈ **لیک صاحب** نے چلتے وقت سردار صاحب کو ہدیتاً ایک چیتا عنایت کیا۔ اور اُنہوں نے اس کے عیوض میں صاحب موصوف کو ایک باز نذر گذرانا۔

> سردار فتح سنگھ کا مہاراجہ لاہور کے ساتھ دَورہ۔

بعد ازآں سردار **فتح سنگھ** نے **مہاراجہ رنجیت سنگھ** کے ساتھ ملک مالوہ کا دَورہ کیا۔ جس میں قصبہ جگرانواں سردار کی قبضہ میں آیا۔ اور رائے صاحب کی رانی کو رائے کوٹ کا علاقہ واسطے گذارہ کے چھوڑ دیا گیا۔ پھر **مہاراجہ رنجیت سنگھ** کی مدد سے قلعہ نرائن گڈھ پر فتح حاصل ہوئی اور مقامات پنجلاسہ۔ جیو مجرا۔ مروانہ وغیرہ جو راجہ ناہن نے اُن سے چھین لیئے تھے واپس ملے۔

سمت ۱۸۶۳ بکرمی میں سردار **فتح سنگھ** مہاراجہ لاہور کے ساتھ جھنگ کو گیا وہاں فتح حاصل ہوئی۔ پھر وہاں سے واپس کپورتھلہ آکر سردار مذکور نے ایک فوج قصبہ تلونڈی پر جسکو کنگ کے سکھوں نے سوڈھیوں سے چھین لیا تھا روانہ کی

[۱] اس عہدنامہ مورخہ ۲۴۔ دسمبر ۱۸۰۵ء کی رو سے مہاراجہ ہلکر کو علاقہ جات ٹونک و رام پور۔ و بوندی سے بالکل ہاتھ دہونا پڑا۔ باقی رہا علاقہ واقع جنوبی حصہ دریائے چمبل کی بابت وعدہ ہوا کہ بالکل دست اندازی نہ کیجائے گی۔ اور قلعے و اضلاع واقع ملک دکن بعد منقضے ہونے ایک خاص میعاد کے واپس دیئے جائیں گے۔ ۱۲

[۲] دوسرا عہدنامہ جو دربار لاہور اور سرکار انگریزی کے مابین اسی کے سلسلہ میں لکھا گیا۔ اسکی تاریخ تحریر یکم جنوری ۱۸۰۶ء ہے ۱۲

اور کچھہ فوج **مہاراجہ رنجیت سنگہ** کی ہی بسرکردگی سردار فتح سنگہ امداد کے لیئے گئی۔ اِن دونوں فوجوں نے سکھاں کنگ کو اُن کی زیادتی کا بخوبی سبق دیا۔ اور سوڈھیوں کا علاقہ ۲۴ برس بعد اُن کو دلایا۔ اِس کے بعد **مہاراجہ رنجیت سنگہ** نے معہ سردار **فتح سنگہ** کے قصور پر حملہ کیا۔ اور اِس مرتبہ ایک خونخوار مقابلہ کے بعد مہاراجہ موصوف کو قصور پر فتح حاصل ہوئی اور کل علاقہ سرکار لاہور کے تحت میں آگیا*

غرض سردار **فتح سنگہ** اسی طرح **مہاراجہ رنجیت سنگہ** کی ہر ایک مہم میں اُس کے ساتھ شریک رہا۔ اور اُس کے مرتبہ اور اقتدار کو اپنی نہایت قوی اور مستحکم امداد سے روز بروز ترقی پہنچاتا رہا*

مسٹر مٹکاف سفیر انگریزی کا مہاراجہ رنجیت سنگہ کے پاس آنا۔

ستمبر ۱۸۰۸ء مطابق سمت ۱۸۶۵ بکرمی میں جب مسٹر **مٹکاف صاحب** سفیر انگریزی قصور کے مقام پر **مہاراجہ رنجیت سنگہ** کی خدمت میں آیا۔ تو اُسکی پیشوائی اور خاطر تواضع کا سارا انتظام سردار **فتح سنگہ** و دیوان محکم چند کے تعلق کیا گیا تھا۔ اور تا ماہ اپریل ۱۸۰۹ء مطابق سمت ۱۸۶۶ بکرمی جبتک مسٹر **مٹکاف صاحب** رخصت نہ ہوئے سردار **فتح سنگہ** برابر **مہاراجہ رنجیت سنگہ** کے ہمراہ رہا۔ یہانتک کہ اِس مہم میں بھی جو علاقجات ایپرو ے ستلج میں خلاف مرضی سفیر انگریزی اختیار کی گئی تھی۔ اور عہدنامہ مورخہ ۲۵ - اپریل ۱۸۰۹ء کی تصدیق ہونے کے وقت تک بھی مہاراجہ صاحب لاہور کے ساتھ رہا جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو کچھہ شرائط عہدنامہ مابین سرکار انگریزی و لاہور واسطے رکھنے اتحاد وغیرہ کے تحریر پائیں۔ وہ سب سردار **فتح سنگہ** کے مشورہ اور سعی خاص سے عمل میں آئیں۔ لیکن **سر لیپل گریفن صاحب** کا اپنی کتاب میں یہ بیان ہے۔ کہ "جو بات چیت مہاراجہ رنجیت سنگہ اور مسٹر مٹکاف صاحب کے باہم ہوئی۔ اُس میں فتح سنگہ کو کچھہ دخل نہ تھا کیونکہ مہاراجہ کو اب ایک ایسے شخص پر اعتبار نہ رہا تھا جسکے اغراض و مطالب صریحاً اُس کے اغراض و مطالب کے منافی تھے"۔

چونکہ اسوقت تک مہاراجہ و سردار مذکور کے باہم کوئی ایسی بات سوائے اتحاد اور خلوص محبت کی واقع نہیں ہوئی۔ جس سے اِس قسم کا گمان کیا جائے۔ اسلیئے ایسی صورت میں جبکہ سردار کا مہاراجہ کے ساتھ ہر معرکہ اور ہر مرحلہ میں موجود ہونا پایا جاتا ہے۔ تو یہ امر کہ اُن کا کچھہ دخل نہو۔ غیر ممکنات سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ راے شاید صاحب مذکور نے مسٹر **مٹکاف صاحب** کی اُس چٹھی کے مضمون سے اخذ کی ہے۔ جو اُنھوں نے اُس موقع پر سردار **فتح سنگہ** کے رویّہ اور رتبہ کی بابت گورنمنٹ کو اطلاع دی تھی*

اِس میں کوئی شک نہیں کہ مسٹر **مٹکاف صاحب** کی رائے مابعد کے واقعات پر نظر ڈالنے سے صحیح ثابت ہوتی ہے۔ تاہم اُسوقت کی موجودہ صورت پر ہی خیال کرنے سے سردار مذکور کا اِن معاملات میں بالکل دخل نہ ہونا قرین قیاس سے باہر ہے۔ ہاں البتہ اگر مصلحتاً سردار صاحب نے مسٹر **مٹکاف صاحب** کے سامنے علانیہ دخل دینا مناسب

نہ سمجھا ہو۔ تو کچھ تعجب نہیں۔ لیکن درپردہ مہاراجہ اور سردار صاحب کے ایک مشورہ ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔

مسٹر مٹکاف صاحب کے خط کا ترجمہ یہ ہے :۔ قولہٗ :۔

"سردار فتح سنگہ آہلو والیہ کی نسبت اگرچہ عام خیال تو یہ ہے۔ کہ راجہ (رنجیت سنگہ) سے وہ بالتخصیص محبت رکھتا ہے۔ مگر نفس الامر میں یوں ہے کہ وہ اُس سے بالتخصیص ناراض ہے۔ رنجیت سنگہ اور فتح سنگہ کا الائینس یعنی دوستی و اتحاد باغراض ملکی اوایل عمر سے شروع ہوا تہا۔ اور اُسکی ہی دوستی سے رنجیت سنگہ کو اس عجیب و غریب عروج و ترقی میں بہت کچھہ مدد ملی ہے۔ فتح سنگہ باعتبار رتبہ اور قوت کے رنجیت سنگہ سے ہرگز کم نہ تہا۔ مگر اُس کی چُپ چاپ اور ذی سکون طبیعت رنجیت سنگہ کے مردانہ اور حکومت پسند مزاج کی محکوم ہوگئی۔ اور فتح سنگہ نے رنجیت سنگہ کو عروج و ترقی پر پہنچنے میں زینہ کا کام دیا ہے۔ اور اب مثل سابق کے وہ اپنے تئیں ایک ہمسر و ہم رتبہ رفیق و دوست نہیں پاتا۔ بلکہ ایک حاکم اعلے کا برائے نام مصاحب پاتا ہے۔ چنانچہ ظاہری ارتباط اور بے تکلفی تو ابتک قایم ہے مگر باہم دلی اعتماد نہیں ہے۔ وہ اب راجہ کے مشیروں اور رازداروں میں نہیں ہے۔ مگر ایک فوج کثیر کو ساتھ رنجیت سنگہ کی ہمرکابی میں بدون اس علم کے کہ کہاں اور کس کام کیواسطے جاتا ہوں چلا کرتا ہے لیکن فتح سنگہ اب بہی باعتبار رتبہ اور اعزاز اور جنگی قوت اور وسعت ریاست کے رنجیت سنگہ کی فوج کے سرداروں میں اوّل نمبر کا ہے۔ ستلج کے مشرق میں جگرانو سے لیکر دریائے ندکو زنک اور بالعموم وہ ملک جو ستلج اور بیاس کے مابین ہے۔ اور وہ علاقہ جو بیاس کے مغرب میں امرتسر تک منتہی ہوتا ہے اُس کے قبضہ میں ہے۔ اُس کی عزت و ناموری بہت بڑی ہے۔ اور جو سردار لوگ کہ رنجیت سنگہ کو بددل اور ناراض ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر اُس کی حکومت سے پھر آزاد ہو جانے کے لیئے کوئی جتھا باندہ جائے۔ تو اُسکا سرغنہ بنانے کے قابل یہی شخص ہے۔ مگر بحسب ظاہر اُس میں مطلقاً فساد کا مادہ ہی معلوم نہیں ہوتا۔ وہ ایک سلیم الطبع نیک طینت اور سیدھا سادہ سا شخص پایا جاتا ہے۔ مگر در اصل اُس میں لیاقت اور قابلیت کی ہی کمی ہے۔ یہ وہی سردار ہے۔ جو دریائے بیاس کے کنارہ پر لارڈ لیک صاحب کے پاس گیا تھا۔ اور وہاں سے ہی اُس کی آنکھوں میں انگریزوں کی ایسی قدر و منزلت سما گئی ہو جس کے باعث وہ گورنمنٹ انگریزی سے یہ توقع رکھتا ہے۔ کہ وہی اُسکو رنجیت سنگہ کی ناقابل برداشت زیادتیوں سے نجات دیسکتی ہے۔"

سمت ۱۸۶۶ بکرمی میں سردار **فتح سنگہ** قلعہ کانگڑہ کے محاصرہ میں جو گورکھیوں کے سردار امر سنگہ تھاپہ نے ایک عرصہ سے کر رکھا تہا شریک ہوا +

سمت ۱۸۶۷ بکرمی میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ ملتان کیطرف روانہ ہوا تو اُس نے اپنے پیچھے لاہور اور امرتسر کی حفاظت سردار فتح سنگھ کے سپرد کی۔ پھر سمت ۱۸۶۸ بکرمی میں جب مہاراجہ شاہ محمود برادر شاہ شجاع سے جو کشمیر کو جا رہا تھا۔ راولپنڈی کے مقام پر ملنے گیا۔ تو سردار مذکور کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا۔

سردار فتح سنگھ والی کپورتھلہ کی سردار بدہ سنگھ جالندہر والے پر چڑہائی۔

وہاں سے واپس آکر اسی سال میں مہاراجہ کے اشارہ سے سردار فتح سنگھ نے بہمراہی دیوان محکم چند و سردار جودہ سنگھ رام گڈہیہ جالندہر کے سردار بدہ سنگھ پر فوج کشی کی۔ اس سردار کی آمدنی تین لاکھ روپیہ تھی اس پر چڑہائی کی وجہ یہ تھی۔ کہ اُس نے مہاراجہ کی فرمانبرداری سے صریح انحراف کیا تھا۔ بدہ سنگھ بیچارے میں اسقدر طاقت کہاں تھی۔ کہ ان کا مقابلہ کرتا۔ یہ خبر سنتے ہی کہ لاہور کی فوج آرہی ہے ستلج کے پار بھاگ گیا۔ اور اُسکا تمام علاقہ مہاراجہ لاہور کے قبضہ میں آیا۔ جس میں سے ملک تہاڑہ و ملیان سردار فتح سنگھ کو ملے۔

سردار فتح سنگھ کی سردار بھڑوگھ پر چڑہائی۔

سردار فتح سنگھ نے حسب ایماء سر ڈیوڈ اکٹرلونی صاحب ایک فوج بہ سرکردگی میر نظام الدین سردار بھڑوگھ پر روانہ کی جس نے وہاں پہنچ کر بھڑوگیہ کی فوج کو شکست دیکر کل علاقہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اس معرکہ میں ڈیڑہ سو آدمی کے قریب دونوں طرف کے کام آئے۔ سردار بھڑوگیہ پر چڑہائی کرنے کی مختصر کیفیت یوں ہے۔ کہ سردار جسا سنگھ آہلووالیہ نے اس ریاست کو جس میں ایک سو گانوں شامل تھے اپنے ایک متوسل مرزا سنگھ کو عطا کیا تھا۔ اُسکا بیٹا جواہر سنگھ سردار آہلووالیہ کی طرف سے ایک لڑائی میں مارا گیا۔ جواہر سنگھ کا بیٹا مہاں سنگھ چونکہ صغیر سن تھا۔ اِسوجہ سے اُس کی ماں نے ریاست کا کل اہتمام وساوا سنگھ اور رائے سنگھ دو شخصوں کے سپرد جو اُس کے بہت منہہ لگے ملازم تھے۔ کر رکھا تھا۔ یہ لوگ ایسے بڑے کام کے لایق نہ تھے۔ ان کے بیجا ظلم اور زیادتیوں سے ریاست کا تمام کام ابتر ہو گیا۔ جب اینہ دے ستلج کی کل ریاستیں زیر حفاظت سرکار انگریزی آگئیں۔ اور حکام انگریزی نے مہاں سنگھ رئیس بھڑوگیہ کو چند امورات کی بجا آوری کے لیئے ہدایت کی۔ تو اُس نے اپنے تئیں سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کا ذیلدار بیان کیا۔ جس صورت میں حکام انگریزی نے سردار بھڑوگیہ کی چند مفسدہ پردازیوں پر ناراض ہو کر سردار فتح سنگھ کو اُس کے ضبطی علاقہ کی بابت لکھا۔ چنانچہ اُسکی تعمیل بھی ہو گئی۔ لیکن اب گورنمنٹ نے مہاں سنگھ کی صغیر سنی کا خیال کر کے اُسکا قصور معاف کیا۔ اور سردار فتح سنگھ کو لکھ بھیجا کہ بھڑوگ مہاں سنگھ کو پھر واپس دیدیں مگر سردار آہلووالیہ کو اس بات کی تعمیل میں ذرا پس و پیش ہوا۔ اور اُسکا بخیال اُن تمام تکالیف اور نقصان کے جو اُسے اس مہم کی وجہ سے اُٹھانی پڑیں ریاست کو پھر واپس دینے میں ذرا تامل کرنا انصافاً بالکل واجبی اور ٹھیک بھی تھا۔ چنانچہ سر چارلس مٹکاف صاحب نے بھی اپنی ایک چٹھی میں اس کی بابت گورنمنٹ کی کسیقدر سختی کو تسلیم کیا ہے:۔

قولہ۔ "سردار فتح سنگھ کا مہاں سنگھ کی جائداد کے واپس دلادینے سے جبکہ اُس کو اُس کی ضبطی کی اجازت ہو چکی تہی نقصان ہوا ہے۔ یہ کارروائی مہاں سنگھ کے حق میں بیشک رعایت آمیز اور فیاضانہ تھی

مگر میں اس بات کا معترف ہوں کہ اس سے فتح سنگھ کے حق میں ایک قسم کا جبر ہوا ہے۔ گو مصلحت اسی کی مقتضی تھی"*

آخرکار جب گورنمنٹ نے ہر طرح سے سردار **فتح سنگھ** کو اس معاملہ میں مجبور کیا۔ تو اس نے ریاست بھڑوگ مہاں سنگھ کو واپس دیدی۔ اور اپنی فوج وہاں سے واپس منگالی*

مہاں سنگھ کی ناشکری اور گورنمنٹ و سردار فتح سنگھ سے سرکشی۔

لیکن مہاں سنگھ نے جب ہوش سنبھالی۔ تو گورنمنٹ کی اس خاص رعایت کی اُس نے کچھہ قدر نہ کی اور ایسا بے مہار ہوا۔ کہ اس نے سمت ۱۸۸۲ بکرمی میں سردار آہلووالیہ کی ذیلداری سے صاف انکار کردیا۔ صاحب ایجنٹ کی متواتر ہدایات کی بھی اُس نے کچھہ پرواہ نہ کی۔ آخر اُنہوں نے رزیڈنٹ صاحب سے سفارش کی کہ تاوقتیکہ مہاں سنگھ تعمیل حکم نہ کرے اُسکا سارا علاقہ یا جز و قرق رہنا چاہیئے۔ صاحب رزیڈنٹ نے بھی اُسکو بہت سمجھایا۔ مگر وہ کب سنتا تھا۔ اُس کی نکیل تو ایک کسی کے ہاتھ میں تھی۔ جدہر وہ چاہتی پھیرتی۔ نیک صلاح اور نصیحت کا اُس پر کاہیکو اثر ہونا تھا۔ اُسکا یہ علانیہ قول تھا۔ کہ "بھیک مانگنا قبول مگر فتح سنگھ کی ذیلداری کرنا منظور نہیں"*

اس معاملہ کا فیصلہ

آخرکار جب یہ معاملہ گورنمنٹ کے انصاف کے کمرہ میں پہنچا۔ تو وہاں سے یہ فیصلہ ہوا۔ کہ "چونکہ اُس عہدنامہ سنہ ۱۸۰۶ء میں جو مابین سرکار انگریزی اور مہاراجہ صاحب تحریر ہوا۔ سردار **فتح سنگھ** کے ماتحت سرداروں میں سے کوئی بھی سردار ندکور کی فرمانبرداری سے مبرا نہیں رکھا گیا تھا۔ قطع نظر اس کے جب مہاں سنگھ کی ریاست دراصل سردار آہلووالیہ کی عطیہ ہے۔ اور مہاں سنگھ کے بزرگوار ہمیشہ ریاست کپورتھلہ کے فرمانبردار رہے ہیں۔ تو کوئی ایسی وجہ نہیں ہے۔ کہ مہاں سنگھ سردار آہلووالیہ کا ذیلدار نہ سمجھا جاوے یا وہ فرمانبرداری قبول نہ کرے۔ اسلیئے سردار **فتح سنگھ** کو اُس سے اپنی بالادستی قبول کرانے کا خواہ بزور خواہ بہ صلح ہر طرح سے اختیار ہے"*

سردار فتح سنگھ کا بھڑوگ پر دوبارہ چڑھائی کرنے کا ارادہ

جس وقت یہ حکم سردار **فتح سنگھ** کے پاس پہنچا۔ اُسوقت حالانکہ وہ کئی طرح کے مخمصات اور تفکرات میں جو اُسے مہاراجہ لاہور کیطرف سے پہنچ رہے تھے۔ مبتلا تھا۔ لیکن اُس نے سمت ۱۸۸۳ بکرمی میں اپنے باغی اور منحرف ذیلدار بھڑوگ کو مطیع الحکم بنانے کے علاج میں ایک فوج اُسطرف کو روانہ کردی۔ لیکن **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے جس کی نظر اب ہر طرف سے سیر اور فارغ ہوکر اپنے خاص پگڑی بدل بھائی (جس کی خاص مدد سے اسقدر مرتبہ اور عروج حاصل ہوا) کی پگڑی اتارنے کی فکر میں پھری تھی۔ حیلہ کی تلاش میں سردار **فتح سنگھ** کو تحکمانہ یہ کہلا بھیجا۔ کہ بلا ہماری اجازت مہاں سنگھ پر فوج کشی نہ کیجاوے۔ اور اگر فی الواقع ایسا کرنے کی ضرورت معلوم ہو۔ تو فوج کپورتھلہ کے ساتھ لاہور کی فوج بھی واسطے امداد کے ضرور جاوے۔ مہاراجہ کی ناواجب دست اندازی کی اطلاع گورنمنٹ کو ہوئی۔ تو اُنہوں نے فوج لاہور کو کپورتھلہ کے ساتھ ستلج عبور کرنے کی اجازت نہ دی۔ ناچار سردار **فتح سنگھ** کو مہاں سنگھ پر فوج کشی کرنے کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ اور اس امر نے مہاں سنگھ کو اور بھی زیادہ مطلق العنان کردیا*

سردار فتح سنگھ کو یہ ارادہ فسخ کرنا پڑا

سردار **فتح سنگھ** مہاراجہ لاہور کی کل مہمات سالانہ میں گیا جنگ حضرو جو سمت ۱۸۷۰ بکرمی میں اٹک کے قریب بمقابلہ فتح خان وزیر و سپہ سالار کابل واقع ہوئی۔ اور اُس کو شکست دیکر پنجاب سے نکال دیا۔ وکیا بمقابلہ بھمبر و معرکہ جات دراجوری اور بہاولپور و سمت ۱۸۷۵ بکرمی میں آخری محاصرہ ملتان جس میں وہاں کا نواب **مظفر خاں** قتل ہوا اور وہ کل صوبہ دربار لاہور کے ہاتھ آیا۔ وغیرہ وغیرہ سب میں شریک رہا۔ اور یہ صرف اُسی کی خاص مدد و معاونت کا باعث تھا۔ جو ہر معرکہ میں مہاراجہ لاہور کو فتح فیروزی حاصل ہوتی رہی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ تمام پنجاب کا مالک بن گیا۔ گو اس میں بھی کلام نہیں کہ وہ بھی ایک بہادر مرد اور جیّد آدمی تھا۔ اور اُس کی خاص و بےمثل ہمّت و شجاعت نے بھی جسکے ساتھ مدد خدا بھی ایک سب سے اعلےٰ درجہ کی اور بےنظیر طاقت شامل تھی۔ اُس کو دفعتاً ایک ایسے بڑے درجہ پر پہنچانے کے لیئے بہت کچھ سہارا دیا۔ مگر چونکہ سردار **فتح سنگھ** کی طاقت اور قدر و منزلت بھی اُس زمانہ میں اُس سے کچھ کم نہ تھی۔ بلکہ ایک طرح پر زیادہ تھی۔ کیونکہ عموماً کل سرداروں اور خالصہ قوم کو بوجہ پیش رو ہونے سردار **جسّا سنگھ** کے اِس خاندان کا کچھ زیادہ لحاظ تھا۔ اسلیئے اگر یہ سردار مہاراجہ لاہور کے مخالف ہو جاتا۔ تو اُسکو اسقدر ترقی اور عروج حاصل ہونا ایک نہایت دشوار اور مشکل ہوتا خصوصاً ایسے وقت میں جب خاص خالصہ قوم کے ہی عام دوسرے سردار **مہاراجہ رنجیت سنگھ** کی طرف سے بیدل اور بیزار تھے۔

سردار جودھ سنگھ رام گڈھیہ کے علاقہ پر سردار فتح سنگھ کا قبضہ

سمت ۱۸۷۲ بکرمی میں سردار جودھ سنگھ رام گڈھیہ کی وفات کے بعد اُسکا علاقہ مہاراجہ لاہور نے لے لیا۔ تو اُس میں سے مواضعات کرتل۔ ٹانڈہ۔ اچھو پور۔ گڈھ دمالہ وغیرہ جو ملک ماجھہ میں واقع ہیں سردار فتح سنگھ کے قبضہ میں آئے۔

سردار نہال سنگھ کی پیدائش۔ و تعمیر قلعہ ایسٹرو۔

اسی سال میں سردار ند کور کے گھر سردار **نہال سنگھ** ایک فرخندہ بخت لڑکا پیدا ہوا سمت ۱۸۷۵ بکرمی میں سردار **فتح سنگھ** نے قلعہ گوبند گڈھ واقع امرت سر کے نمونہ کا قصبہ ایسٹرو میں ایک قلعہ بنوانا شروع کیا

قلعہ کی تعمیر سے مہاراجہ پٹیالہ کے دل میں خدشہ پیدا ہوا۔

لیکن چونکہ علاقہ ایسٹرو کے گرد و نواح میں مہاراجہ پٹیالہ کے بہت سے دیہات واقع تھے۔ اور اس علاقہ کو اُس کے بزرگوں نے بہ شرکت سردار **جسّا سنگھ** فتح کیا تھا۔ اسلیئے اِس قلعہ کی تعمیر سے مہاراجہ کے دل میں خدشہ پیدا ہوا۔ اور اُس نے حکّام انگریزی سے کہہ سن کر اِس قلعہ کی تعمیر کو بند کرنے کے لیئے تحریر کرایا پہلے تو سردار **فتح سنگھ** نے حکّام انگریزی کے لکھنے کی کچھ پرواہ نہ کی اور تعمیر قلعہ کو جاری رکھا۔ مگر تین برس کے بعد جب سرکار انگریزی نے سردار ند کور کو بہت ہی مجبور کیا۔ تو لاچار اُسکو ماننا پڑا۔

سمت ۱۸۷۶ بکرمی میں جب مہاراجہ لاہور نے کشمیر پر چڑھائی کی تو پیچھے سے لاہور کا انتظام سردار **فتح سنگھ** کے سپرد رہا۔

سردار فتح سنگھ کا کوٹلہ پر قبضہ

سمت ۱۸۷۹ بکرمی کے موسم گرما میں سردار **فتح سنگھ** نے قلعہ کوٹلہ پر جو اُس کے علاقہ جات واقع آنروی ستلج کے وسط میں واقع تھا۔ اِس دعوے پر کہ وہ اُس کی ذیل اور ماتحتی میں ہے۔ بزور اپنا قبضہ کرلیا۔ اور با وجودیکہ پولیٹکل افسر انگریزی متعینہ انبالہ نے سردار ند کور کو بارہا اِس امر کی تاکید لکھی۔ کہ وہ وہاں سے اپنا قبضہ اُٹھانے

لیکن اُس نے کچھ خیال نہ کیا۔ چونکہ نہنگ خاں رئیس کوٹلہ کا اپنے چھوٹے بھائیوں سے باہم سلوک نہ تھا۔ اس وجہ سے بلونت خاں اُس کے چھوٹے بھائی نے سرداران آہلووالیہ کو اس وعدہ پر اپنے ساتھ ملا کے کہ اوّل تو وہ ہمیشہ جنگی خدمت میں حاضر رہیگا۔ دوسرے ریاست کپورتھلہ کی بالادستی کو ہر طرح سے قبول رکھیگا۔ یہ کارروائی کی۔ کہ اپنے بڑے بھائیوں کا دخل اُٹھاکر کوٹلہ کے قلعہ پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اس سے پہلے بھی سردار **فتح سنگھ** نے بلونت خاں کو سمت ۱۸۷۰ بکرمی میں دو ایک مرتبہ مدد دی تھی۔ مگر ۱۸۷۰ء میں **سر ڈیوڈ آکٹرلونی صاحب** کی اس دھمکی پر کہ اگر نہنگ خاں کو تکلیف دینے سے باز نہ آوگے۔ تو تم پر فوجکشی کیجائیگی۔ سردار مذکور اپنی زیادتی سے باز آگیا تھا بعد ازاں دوسرے مرتبہ سمت ۱۸۷۶ میں بھی کرنل **برچ صاحب** کی تحریر کا ایسا ہی اثر ہوا۔ اور بلونت خاں اُسوقت سے اس آخری حملہ تک جس میں اُس نے نہنگ خاں اپنے بڑے بھائی کو خارج کرکے اپنا دخل کرلیا۔ برابر کپورتھلہ میں ہی سردار آہلووالیہ کے پاس رہا۔ لیکن اس مرتبہ نہیں معلوم کہ حکام انگریزی کے متواتر احکامات کا سردار **فتح سنگھ** کو کیوں لحاظ نہ ہوا۔

آخرکار یہ مقدمہ خاص گورنمنٹ کی خدمت میں واسطے تصفیہ کے بھیجا گیا۔ پولٹیکل افسر نے تو چاہا تھا۔ کہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ سے درخواست کیجاوے۔ کہ وہ اپنی فوج بھیجکر بلونت خاں کو کوٹلہ سے نکلوادیں۔ اور نہنگ خاں اُس کے بھائی کا قلعہ پر قبضہ کرادیں۔ مگر یہ منظور نہ ہوا۔ اور ایک مزید تحقیقات کے بعد گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ "چونکہ کوٹلہ بھی ریاست نہنگ خاں

گورنمنٹ کا فیصلہ

کے بزرگوں نے بزور شمشیر حاصل کی تھی۔ اور گو یہ کسی زمانہ میں ریاست کپورتھلہ کی ذیلداری میں رہ چکی ہے تاہم وہ ماتحتی بالکل برائے نام اور رعایتاً کسی خاص غرض اور مصلحت وقت پر مبنی ہے۔ قطع نظر اس کے اس ریاست پر سردار مذکور کی بالادستی کا استحقاق (جو کسی زمانہ میں حاصل تھا) اس ملک کے سرکار انگریزی کی حفاظت میں داخل ہونے سے پیشتر ہی خود بخود زائل و باطل ہوچکا تھا۔ کیونکہ اوّل تو سردار مذکور نے افغانان کوٹلہ کا خراج اُن کی بہادرانہ خدمات کے صلہ میں خود ہی معاف کردیا تھا۔ دوسرے سکھ سرداروں کی بیجا دست درازیوں سے بھی رئیس کوٹلہ کو نہیں بچایا تھا"۔ اسلیئے سردار **فتح سنگھ** کو ہدایت ہوئی۔ کہ "وہ کوٹلہ کے معاملات میں آیندہ کسی قسم کا دخل نہ دے"۔

الغرض نہنگ خاں کو کوٹلہ پھر واپس ملگیا۔ بلکہ سرکار انگریزی نے بلونت خاں کا بھی نصف حصہ ضبط کرکے اُسی کو دیدیا۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ اس معاملہ میں گورنمنٹ کو اس زمانہ کی پالیسی اسی بات کی مقتضی تھی۔ جیسا کہ فیصلہ ہوا۔ مگر کوٹلہ کا حقیقتاً ریاست کپورتھلہ کی ذیلداری میں ہونا بہر صورت ثابت تھا۔ کیونکہ جو دلائیں گورنمنٹ نے کپورتھلہ کے حق بالادستی کے توڑنے میں دی ہیں۔ وہ ایسی کافی اور مضبوط نہیں ہیں۔ کہ اُن کے افسری کے استحقاق کو بالکل باطل کردیں۔ بلکہ دراصل زیادہ تر سردار آہلووالیہ کے ہی دعوے کی تائید میں ہیں۔

مہاراجہ لاہور کا کپورتھلہ کی طرف دو پلٹنوں کا روانہ کرنا

اس کے بعد سمت ۱۸۸۲ بکرمی کے موسم سرما میں **مہاراجہ رنجیت سنگھ** کو سردار **فتح سنگھ** اپنے دھرم بھائی کی بھی مزاج پرسی کا خیال ہوا۔ اور اُس نے دو پلٹنیں اُس کے ملک پر روانہ کیں

جب یہ حال سردار فتح سنگھ کو معلوم ہوا۔ کہ لاہور کی فوج اُس کے ملک کی طرف بڑہی چلی آرہی ہے۔ تو وہ (جس کے دل میں مدت سے اس کا کھٹکا لگ رہا تھا۔ اور خصوصاً اُسوقت سے جبکہ مہاراجہ لاہور نے سردار جودہ سنگھ رام گڈہیہ کا علاقہ باوجود دایمی دوستی اور اخلاص محبت کے موقع پاکر ضبط کر لیا تہا۔ کامل یقین ہو گیا تھا کہ ایک نہ ایک دن میرے ساتھ بھی مہاراجہ نے ایسا ضرور کرنا ہے۔) اپنی تمام فوج لیکر ستلج کے پار اپنے علاقہ جگرانوں میں جو زیر حفاظت سرکار انگلشیہ تھا بھاگ گیا۔ اور اس طرف کا اپنا تمام علاقہ مہاراجہ لاہور کے لیئے چھوڑ گیا۔ اِس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ بات سچ ہے۔ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دوستی اور عہد و پیمان خاصکر اپنے ذاتی مطالب اور غرض حاصل کرنے کے اصول پر ہوتے تھے۔ مگر سردار فتح سنگھ ایک ایسا شخص تھا جسکی خاطر اُسکو دل سے منظور تھی۔ اور اگر کوئی شخص جس پر مہاراجہ کی کچھہ بھی سچّی اور دلی عنایت تھی تھا بھی۔ تو یہی ایک سردار تھا۔ اسوجہ سے سردار مذکور کا اِسقدر خایف ہونا اور اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگ جانا بالکل ٹھیک نہ تھا۔ بلکہ اسوقت پنجاب میں اگر مہاراجہ کے مقابلہ میں مخالفانہ کھڑے ہونے کے قابل طاقت ور اور مضبوط سردار کوئی تھا۔ تو صرف یہی تھا۔ اور اگر اِس کی نظر بدل جاتی۔ تو اور بھی تمام دوسرے سردار جنکو مہاراجہ کے ہاتھ سے نقصان پہنچا تھا۔ اِس کے ساتھ شریک ہو جاتے۔ اور غالباً یہ کامیاب بھی ہو جاتا۔ لیکن سردار فتح سنگھ کی طبیعت بذات خاص نہایت بے شر اور لاطمع تھی۔ وہ دراصل ڈرپوک اور بزدل نہیں تھا۔ بلکہ خونریزی اور عہد شکنی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اور بد طینتی و بے سخنی کے مادہ سے قدرت نے ہی اُسکو محفوظ کر رکھا تھا +

ستلج کے پار پہنچکر اُس نے چاہا کہ گورنمنٹ انگریزی کچھہ اس کی مدد کرے۔ مگر چونکہ عہدنامہ ۱۸۰۹ء کی رو سے سرکار انگریزی علاقجات واقع آنروے ستلج میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کر سکتی تھی۔ بلکہ سردار فتح سنگھ کے علاقجات واقع ایروے ستلج بھی دراصل تمام گورنمنٹ انگریزی کی حفاظت میں نہ تھے۔ کیونکہ منجملہ ان تمام علاقجات کے ۴۸۵ مواضعات جنمیں سے ۲۹۱ گانوں تو خاص سردار موصوف کے قبضہ میں تھے۔ اور ۱۶۳ مواضعات جاگیرداروں کے پاس تھے ماسِوا چھوڑ کر تعلقہ نارنگڈہ کے ۴۴ جگرانوں کے ۷۷ دیہات پر جو سردار فتح سنگھ کو ایک معقول نذرانہ کے عیوض میں مہاراجہ لاہور کیطرف سے عطا ہوئے تھے سرکار لاہور کی بالا دستی کو گورنمنٹ خود منظور کر چکی تہی +

ادھر سردار فتح سنگھ کے بھاگنے نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو خود بخود اُس کے مقبوضات ایروے ستلج پر قبضہ کر لینے کا خیال پیدا کر دیا۔ اور اُسنے اُس کی فوج کو قلعوں میں سے نکالدیا۔ لیکن چونکہ دلی منشاء مہاراجہ رنجیت سنگھ کا سردار فتح سنگھ کو نقصان پہنچانے یا اس کی ریاست چھین لینے کا نہیں تھا۔ اِسوجہ سے اِس درجہ تک نوبت پہنچ جانے کے بعد ہی کہ اُسکے علاقہ پر مہاراجہ کا قبضہ بھی ہو گیا تاہم مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار فتح سنگھ سے مصالحت اور صفائی کرنے کے لیئے اپنا دلی ارادہ ظاہر کیا۔ اور سردار مذکور کی ریاست قایم رکھنے کا ہر طرح سے اطمینان کیا۔ بلکہ اِسی مضمون کا ایک عہدنامہ بہ ثبت پنجہ زعفرانی لکھہ کر سمت ۱۸۹۴ بکرمی میں کنور نونہال سنگھ

و راجہ دہیان سنگہ و سردار دیسا سنگہ و سوڈہیان انندپوریہ کو سردار **فتح سنگہ** کے پاس بھیجکر اُسکو واپس بلایا۔ اگرچہ سردار **فتح سنگہ** کو مہاراجہ کے عہد و پیمان پر اب بھی شک تھا۔ لیکن راجہ دہیان سنگہ کے سمجھانے اور گورنمنٹ انگریزی سے کچھہ امداد نہ ملنے پر اُس نے آخرکار ریاست کپورتھلہ میں واپس جانا مناسب و قرین مصلحت سمجھا +

لیکن قبل واپس جانے کے اُس نے اپنے علاقجات واقع ایں روے ستلج پر گورنمنٹ انگریزی کی حفاظت کو ایک لابدی امر قرار دلایا۔ کیونکہ اس امر کو وہ بخوبی سمجھے بیٹھا تھا۔ کہ ستلج کے جنوب میں مجھے پھر بھی کبھی نہ کبھی پناہ لینے کا موقع اگر پڑجاوے۔ تو تعجب نہیں + **سر چارلس مٹکاف صاحب** نے اپنی چٹھی مورخہ ۱۴۔ جنوری ۱۸۲۶ء میں سردار موصوف کے مقبوضات کا اس طرح پر فیصلہ کیا:۔ قولہ

"جو علاقے ستلج کے کنارہ چپ پر سردار فتح سنگہ یا اُس کے مورثوں کے قبضہ میں قبل قایم ہونے اتحاد مابین اُس کے اور راجہ رنجیت سنگہ کے تھے۔ راجہ موصوف کا اُن سے کچھہ سروکار متصور نہیں ہوسکتا اور اس وجہ سے زیر حفاظت گورنمنٹ انگریزی سردار فتح سنگہ کے قبضہ میں قایم و بحال رہنے چاہئیں۔ اور اسی قاعدہ کو اُن علاقوں تک بھی توسیع دینی چاہیئے جو دریاے مذکور کے اُسی کنارہ پر بشرکت راجہ رنجیت سنگہ ایسے زمانہ میں سردار موصوف نے حاصل کیئے تھے۔ جبکہ یہ دونوں رئیس اپنی فتوحات کو بحصہ مساوی آپس میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ لیکن جو علاقہ ایسا ہو کہ سردار موصوف کے قبضہ میں بطور عطیہ مہاراجہ رنجیت سنگہ کے آیا ہوا ہو اُس پر راجہ موصوف کے دعوے بالادستی کو ضرور تسلیم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس قسم کا قبضہ مہاراجہ رنجیت سنگہ کے حق حکومت اور فتح سنگہ ماتحتی کو ثابت کرتا ہے۔"

جب سردار **فتح سنگہ** کپورتھلہ میں واپس آیا۔ تو حالانکہ **مہاراجہ رنجیت سنگہ** نے کل علاقہ واپس دینے اور ریاست کے قایم رکھنے کا اقرار کرلیا تھا۔ مگر تاہم مفصلۂ ذیل علاقجات پھر بھی اپنے پاس رکھ لیئے اور واپس نہ دیئے۔

نمبر شمار	نام علاقہ	تعداد قصبات	نمبر شمار	نام علاقہ	تعداد قصبات	نمبر شمار	نام علاقہ	تعداد مواضعات	نمبر شمار	نام علاقہ	نمبر شمار
۱	اورنگ آباد	۸	۶	بہنگا	۵	۱۱	تلونڈی سیداں	۷	۱۶	چونگی گوہلروالی	۱۹
۲	بوہ	۹	۷	پنڈوری	۲	۱۲	مہتی واقع کوہستان	۹	۱۷	دہندل چکت	۱۱
۳	بلاچور	۱۷	۸	پتی	۱۵	۱۳	جلال آباد	۶	۱۸	چورچک	۰
۴	بوہ دسیل	۱۲	۹	ٹنگہ	۱	۱۴	جنڈیالہ ورتوری	۴۴	۱۹	چوہالہ	۱
۵	بونداسہ	۵	۱۰	ٹانڈہ ارم	۱۰	۱۵	چھتیا	۳	۲۰	چولہہ	۱۹

نمبر شمار	نام علاقہ	تعداد مواضعات	نمبر شمار	نام علاقہ	تعداد مواضعات	نمبر شمار	نام علاقہ	تعداد مواضعات
۲۱	دہرم کوٹ	۱۵	۲۸	فتح گڈھ	۲۹	۳۵	ہیبت پور	۲۳
۲۲	رائے پور	۱۹	۲۹	امرسنر کرٹہ، ہلوولیاں	۱۵	۳۶	نور محل	۴۲
۲۳	ستھالہ	۲۸	۳۰	کوٹ ابل خاں	۸	۳۷	دیرووال	۵
۲۴	سرہالی	۱۶	۳۱	کلبیتھا	۹	۳۸	دیرکہ	۲
۲۵	صرح معہ ملکہ	۷	۳۲	کھوروپال	۱	۳۹	پرگنہ سہہوڑ	۲
۲۶	مہجا فتح آباد	۶۵	۳۳	لاڈیاں	۱۲		[illegible]	۵۱۴
۲۷	فتح کوٹ	۲۴	۳۴	شمہالی مقصود پور	۸			

راجہ نہال سنگھ کی شادی اور راجہ رندہیر سنگھ کی پیدائش

اسی سال میں سردار فتح سنگھ نے اپنے ولیعہد راجہ نہال سنگھ کی شادی بڑی دہوم دہام سے کی اور سمت ۱۸۸۸ بکرمی میں راجہ نہال سنگھ کے ہاں راجہ رندہیر سنگھ وارث تخت وتاج پیدا ہوا + بعدازاں سمت ۱۸۹۲ بکرمی میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پیشاور پر چڑہائی کی۔ تو اپنے پیچھے لاہور کا انتظام سردار فتح سنگھ کے سپرد کر گیا +

اسی سال میں چہرت سنگھ نور محلیہ سردار فوت ہوا۔ چنانچہ سردار فتح سنگھ نے خاص اپنے ہاتھ سے اُس کے بیٹے کیسر سنگھ کو بشرط نوکری اور فرمانبرداری اُسکا جانشین مقرر کیا +۔ اسی سال میں راجہ نہال سنگھ کے یہاں کنور بکرما سنگھ دوسرا لڑکا پیدا ہوا

سردار فتح سنگھ کی وفات اور راجہ نہال سنگھ کی مسند نشینی۔

اکتوبر ۱۸۳۷ء مطابق سمت ۱۸۹۴ بکرمی میں سردار فتح سنگھ نے ملک جاودانی کو کوچ کیا اور سردار نہال سنگھ اُسکا جانشین ہوا۔ اسی سال کاتک کے مہینے میں جب سردار نہال سنگھ مہاراجہ لاہور سے ملنے گیا۔ وہاں مہاراجہ نے اس سے چار لاکھ روپیہ نقد نذرانہ لیا۔ اور زبردستی پانسو پیادہ اور زنبورک کی نوکری پہلے سے زیادہ لکھوالی +

کنور امر سنگھ نے راجہ نہال سنگھ کو ریاست سے اُتارنے کی کوشش کی

اسی درمیان میں کنور امر سنگھ نے اپنے بڑے بھائی سردار نہال سنگھ کو ریاست سے خارج کرکے خود قابض ہونے کی فکر میں دربارہ لاہور کے ساتھ منصوبہ گانٹھا۔ اور وہاں سے اُس کو اس معاملہ میں کسی قدر تقویت بھی دیگئی۔ لیکن اُس نے نہایت عجلت کی اور اُس مناسب موقع کا جو اُسکو دربار لاہور سے ایک معقول نذرانہ دینے کے وعدہ پر حاصل ہوجاتا انتظار نہ کیا۔ اور بعض ملازمان ریاست کو ساتھ شامل کرکے اپنے بھائی سردار نہال سنگھ کے قتل کرانے کا بندوبست کیا۔ اس نالائق ارادہ کو اُس نے ایک دن ایسے موقع پر پورا کرنا چاہا۔ جبکہ سردار نہال سنگھ اپنی حرم سرائے سے اکیلا صرف ایک خدمتگار کے ساتھ باہر آرہا تھا۔ اُسوقت مسمیان روڑ سنگھ و مہتابا وغیرہ چند نمکحرام آدمیوں نے باغوائے امر سنگھ سردار نہال سنگھ پر حملہ کیا۔ اُسنے بڑی

بہادری کے ساتھ اپنی جان بچائی۔ گو کچھ خفیف سی زخم آئے۔ لیکن گلاب سنگھ و چڑت سنگھ اُس کے خدمتگاروں نے اپنی آپکو کمال وفاداری و جاں نثاری سے اپنے آقا کی سپر بنا دیا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ علاوہ ازیں راجہ صاحب کی ہمراہیوں میں سے چار کس اور جو پیچھے سے غوغا سن کر پہنچ گئے تھے۔ زخمی ہوئے۔ اِتنے میں راجہ صاحب کے مددگار فوجی لوگ آ پہنچے۔ اور دشمن بھاگ نکلے۔ مگر گرفتار ہو کر اپنے کیئے کو پہنچے ٭

راجہ نہال سنگھ و امر سنگھ کی صلح۔

جب اِس حادثہ کی خبر مہاراجہ لاہور کو پہنچی۔ تو اُس نے دونوں بھائیوں کو اپنے پاس بلا کر بڑے کے ساتھ نہایت ہمدردی کی اور چھوٹے کو تنبیہہ کر کے راجہ **نہال سنگھ** سے کہا کہ **امر سنگھ** کو بجائے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر کے جو اس کی خواہش ہے تیس ہزار روپیہ سالانہ کی ایک علیحدہ جاگیر دیدو۔ اور جن لوگوں کی سازش سے یہ فعل ہوا ہے اُن کو عبرت انگیز سزا دو ٭ چنانچہ جب راجہ **نہال سنگھ** واپس کپور تھلہ آیا۔ تو اُس نے **امر سنگھ** کو اُسیقدر جاگیر علاقہ سلطان پور دیکر ملازمان نمک حرام کو جو اُسوقت فساد میں شامل تھے پوری پوری سزا دی ٭ سمت ۱۸۹۴ بکرم میں مسمی اندری رو بال صاحب وزیر ریاست کی معزولی پر مولوی غلام محمد خاں کو وزارت عطا ہوئی۔ سمت ۱۸۹۶ بکرمی میں بعد انتقال **مہاراجہ رنجیت سنگھ** کے جب **مہاراجہ کھڑک سنگھ** گدی نشین ہوئے۔ تو اُسوقت بباعث سستی دربار لاہور کے مقرر دیپ لال صوبیدار دوابہ جالندھر نے راجہ صاحب کے علاقہ سمرالہ پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ اُس پر چڑھائی کی گئی۔ اور اسکو شکست دیکر اس سے علاقہ مذکور واپس لیا گیا ٭

سمت ۱۸۹۷ بکرمی میں جب **مہاراجہ شیر سنگھ** لاہور کے تخت پر بیٹھے۔ تو امید تھی۔ کہ وہ راجہ **نہال سنگھ** کے طرفدار ہوں گے۔ کیونکہ اُس نے اُسکی تخت نشینی کی تائید کی تھی۔ لیکن مہاراجہ مذکور کو **امر سنگھ** نے خوشامد کر کے اپنی طرف کر لیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اُسکو دربار لاہور میں اسقدر رسوخ حاصل ہو گیا۔ کہ اُسکو اپنے دعوے کے تسلیم ہو جانے اور سردار **نہال سنگھ** کے ریاست سے بیدخل کر دیئے جانے کی بہت کچھ امید ہو گئی۔ مگر **ع** من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال۔ کا معاملہ ہے۔ ابھی **امر سنگھ** اپنی امید کے انتظار میں ہی تھا۔ کہ ناگہاں اجل نے آگھیرا ٭ ۲۸۔ مارچ

امر سنگھ کا انتقال

کو جب **مہاراجہ شیر سنگھ** بہمراہی راجہ **دہیان سنگھ** راجہ **ہیرا سنگھ** و جمعدار خوشحال سنگھ و راے **کیسری سنگھ** و بھائی گورمکھ سنگھ و سردار عطر سنگھ وغیرہ اپنے مصاحبوں کے کشتی پر سوار ہو کے دریائے راوی کی سیر کر رہے تھے۔ تو اُسوقت اُن کے ساتھ سردار **امر سنگھ** آہلو والیہ بھی بیٹھا ہوا تھا۔ کشتی میں یکایک پانی بھر آیا۔ اور غرق ہو گئی۔ مہاراجہ صاحب معہ اور سب سرداروں کے ہاتھیوں پر سوار ہو کر جو کنارے سے اُسیوقت کشتی ڈوبتی ہوئی دیکھکر پانی میں ڈال دی گئی تھی بچگئے۔ مگر سردار امر سنگھ آہلو والیہ ڈوب گیا۔ اِس واردات کی بابت اگرچہ بہت سے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ یہ کشتی خاص مہاراجہ صاحب کے اشارہ سے جمعدار خوشحال سنگھ کو ڈبانے کے لیئے جس سے وہ ناراض تھا جان بوجھکر غرق کی گئی تھی۔ لیکن اس سے اگر فائدہ پہنچا تو صرف راجہ **نہال سنگھ** والی

کپورتھلہ کو۔ کیونکہ امر سنگھ کے مرنے سے اوّل تو اسکو اپنے ایک ہمیشہ کی محنت اور جانی دشمن سے نجات ملی۔ دوسرے اُس کی جاگیر واقع سلطان پور کا علاقہ بھی راجہ دھیان سنگھ کی معرفت ایک معقول نذرانہ دیکر راجہ نہال سنگھ کو ہی واپس ملگیا۔ اور اُس کے بیٹے کیسر اسنگھ کیواسطے جو مغلانی کے شکم سے تھا کچھہ بطور گذارہ مقرر کر دیا گیا۔

سمت ۱۸۹۶ بکرمی میں مہاراجہ شیر سنگھ نے کسی سبب سے ناراض ہوکر سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کو علاقہ کپورتھلہ میں دست انداز ہونے کے لیئے مامور کیا۔ چنانچہ چند دیہات گماں والہ۔ ملکی والہ جمیل والہ متعلقہ علاقہ کپورتھلہ کو سرکار لاہور کے قبضہ میں لے آیا۔ اس پر راجہ نہال سنگھ ناراض ہو کر ستلج کے پار اپنے علاقہ پھگواڑہ میں چلا گیا۔ اور وہاں سے مسٹر کلارک صاحب ایجنٹ گورنر جنرل سی ملکر یزیڈنٹ لاہور کی سرکار انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں رہنا زیادہ تر پسند کیا۔

راجہ نہال سنگھ نے دو تین موقعوں پر سرکار انگریزی کو اپنی ہوا خواہی اور دوستی کا بخوبی ثبوت دیا۔ اوّل تو جب ۱۸۳۸ء میں لارڈ آکلنڈ صاحب گورنر جنرل پنجاب میں رونق ہوئے۔ تو اُن کے لشکر کو رسد بہم پہنچانے میں سردار نہال سنگھ نے بہت مدد دی۔ پھر جب صاحب ممدوح واپس آئے۔ تو سردار مذکور نے لارڈ صاحب موصوف کے پار اُترنے کے لیئے ہری کی مقام پر ایک پُل بندھوا دیا۔ اور مقام ملکو میں جا کر صاحب ممدوح کی ملاقات کی۔ بعد ازاں ۱۸۴۲ء میں جب سرکار انگریزی نے کابل پر چڑہائی کی۔ تو راجہ نہال سنگھ نے علاوہ بہم پہنچانے اپنے علاقہ میں سامان رسد و باربرداری وغیرہ کے اپنی ایک فوج بھی بسرگردگی حیدر علیخاں سرکاری فوج کے ساتھ واسطے مدد کے روانہ کی۔

پھر ۱۵ ستمبر ۱۸۴۳ء کو جب دربار لاہور میں مفسدہ اُٹھا۔ اور مہاراجہ شیر سنگھ کو قتل کر کے مہاراجہ دلیپ سنگھ کو گدی پر بٹھایا گیا۔ تو اُسوقت اگر راجہ نہال سنگھ کچھہ بھی ہمت اور جرات کرتا۔ تو یہ سارا لاہور کا راج اُس کے ہاتھ آجاتا۔ اُسوقت راجہ دھیان سنگھ کے مرجانے اور سندہانوالیہ کا جتھا لوٹ جانے اور فوج کا وزیر ہیرا سنگھ سے ناراض ہونے سے لاہور کی حکومت کی کشتی بالکل بھنور میں پڑ رہی تھی۔ مگر راجہ مذکور کو لاہور کے معاملات میں دخل دینے کا بالکل خیال نہ پیدا ہوا۔ بلکہ موقع دسہرہ پر بھی اپنی علالت طبع اور جوالا مکھی جانے کا حیلہ کر کے حاضر نہ ہوا۔ اصل میں یہ راجہ نہال سنگھ بالطبع حریص اور مفسدہ پسند نہ تھا۔ ورنہ اگر وہ راجہ گلاب سنگھ جموں والے کے معاملہ میں جس سے کوئی بھی فوج خالصہ میں سے مہارانی صاحبہ کے راضی نہ تھا۔ فوج خالصہ کی سرگروہی اختیار کرتا۔ تو اسکو بلا شبہ لاہور کا تخت مل جاتا۔ کیونکہ اُس زمانہ میں اِس سردار سے بڑھکر صاحب اقتدار اور ذی رسوخ دربار لاہور میں دوسرا کوئی سکھہ رئیس نہیں تھا۔ اگرچہ سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ کسیقدر اقتدار رکھتا تھا۔ مگر وہ بھی چونکہ پست ہمت و ڈرپوک تھا۔ ایسے وقت میں جبکہ ملک کو اُس کی صلاح اور مشورہ اور امداد کی عین ضرورت تھی۔

ترک وطن کرکے پنجاب سے چلاگیا - چونکہ فوج خالصہ سردار **نہال سنگہ** کو اپنے پیشوایان نواب **کپور سنگہ** و سردار جسا سنگہ کا جانشین سمجھکر اُس پر بہی اپنا ویساہی اعتقاد رکھتی تھی - اسلیئے اگروہ ذراسا بھی اپنا ارادہ ظاہر کرتا - تو تمام خالصہ فوج خود بخود اسکو لیجاکر لاہور کے تخت پر بٹھادیتی - لیکن اس کی قانع اور سلیم طبیعت و فرشتہ خصلت مزاج نے اُس کے دل میں اس قسم کے خیالات کو بالکل گنجایش ہی نہ دی - قطع نظر اس کے اُسکی دوراندیشی اور لاہور کی باہم پھوٹ نے اسکو یہ یقین دلا رکہا تہا - کہ ایک نہ ایک دن لاہور میں صاحبان انگریز کی مداخلت کی ضرورت لابدی ہوگی - اس لیئے خود چندروزہ حکومت حاصل کرنے سے بہتر ہے - کہ اسی مستحکم آنے والی حکومت کا انتظار کیا جاوے اور انہی کی مدد بہی کیجاوے - چنانچہ اسلیئے افواج لاہور کے بُلانے پر بہی وہاں نہ گیا - اور اپنے پار کے ملک میں جاکر مولوی **رجب علی خاں** کی معرفت حکام انگریزی سے ملاقات کرکے اُن سے لاہور کا سارا حال بیان کیا - اور دیوان سوداگرمل ولد اننتو مل کو حکام انگریزی کی خدمت میں چھوڑ کر آپ خلعت اور مراسلہ دوستی کا حاصل کرکے واپس کپورتھلہ آیا - سمت ۱۹۰۱ بکرمی میں بہ سبب غدر فوج لاہور کے راجہ صاحب کپورتھلہ میں ہی رہے - اور لالہ کرپارام وجستامل کو حکام انگریزی کی خدمت میں بہیجکر تمام حال سرکار لاہور کا ظاہر کیا - اس کے بعد سمت ۱۹۰۲ بکرمی مطابق ۱۸۴۵ء میں جب جنگ ستلج کی تیاریاں ہوئیں - تو اُسوقت ہر ایک سردار و رئیس ریاستہائے محفوظہ کو گورنمنٹ نے بذریعہ اعلان آگاہ کیا تہا - کہ گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ شامل ہوکے جنگی خدمات ادا کریں - ورنہ جو سردار یا رئیس اس موقع پر اظہار خیرخواہی سے چوکے گا - اُسکا شمار احسان فراموشوں میں ہوگا - چنانچہ اس اطلاع کے بعد سردار **نہال سنگہ** نے ستلج پار جانے کی تیاری کرکے اپنے ارادے کی اطلاع لالہ کرپارام وکیل کی معرفت بذریعہ ایک مراسلہ **میجر براڈفٹ صاحب** کو روانہ کی - لیکن چونکہ اسی اثناء میں کپورتھلہ کی فوج نے نمکحرام ہوکر بغاوت اختیار کی اور وزیر کو قتل و راجہ صاحب کو محصور کرلیا - اس وجہ سے سردار **نہال سنگہ** سرکار انگریزی کے ساتھ شریک ہونے سے قاصر رہا - مگر حکام انگریزی نے ایسے موقع پر سردار **نہال سنگہ** کے پیچھے رہجانے اور سرکار انگریزی کے ساتھ شامل نہ ہونے کو ایک امر مجبوری خیال نہیں کیا - بلکہ اُسکو کسی خاص حکمت یا پالسی پر مبنی سمجھا - اور گورنمنٹ میں سردار **نہال سنگہ** کی بابت یہ رپورٹ کی - کہ اوّل سردار نہال سنگہ پر واجب تہا کہ حسب ۲۵ - اپریل ۱۸۰۹ء کے عہدنامہ و ۶ - مئی ۱۸۰۹ء کے اشتہار کی دفعہ چہارم کی رُو سے اپنے علاقہ ایزوے ستلج میں افواج انگریزی کے واسطے رسد وغیرہ کا سامان مہیا کرتا - دوم سردار مذکور کو ۱۸۴۵ء کے اعلان کی رو سے چاہیئے تہا - کہ خود اپنے علاقہ آنروے ستلج میں چلا جاتا - اور سرکار انگریزی کو ہرطرح سے مدد دیتا - لیکن اُس نے باوجود احکامات متواتر وچٹھیات تاکیدی **کرنل میکیسن صاحب** و کپتان **میلیس صاحب** اور **میجر براڈفٹ صاحب** وغیرہ حکام انگریزی کے نہ تو کافی طور پر رسد بہم پہنچائی - اور نہ خود حاضر ہوا +

اس میں کوئی شخص نہیں کہ اُسوقت سردار **نہال سنگہ** کی بجنسہ وہ حالت تہی جیسے دو افسروں کے ماتحت کی ہوتا

کرتی ہے۔ ایسے موقع پر اُسکا مجبوراً حکام انگریزی کے پاس حاضر نہ ہوسکنا بھی شبہ سے خالی نہیں ہوسکتا تھا۔ حالانکہ یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اُس نے حکام انگریزی کے حکم کی بجا آوری میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی چنانچہ اپنے علاقہ آنر دے ستلج جگراؤں وغیرہ میں اُسنے لالہ کرپا رام اپنے معتبر وغیرہ کو افواج انگریزی کی خدمت و مدد کیواسطے رسد و باربرداری وغیرہ کا سامان مہیا کرنے کے لیئے متعین کر دیا تھا۔ جنہوں نے بڑی کوشش و تردد کے ساتھ خدمتیں کیں اور سردار موصوف خود افواج لاہور کا بھید اور ہر طرح کی خبریں سرکار انگریزی کے پاس پہنچانے میں متردد و مشغول رہا۔ حتّےٰ کہ پانچ چھ خطوط روزانہ فیروزپور میں **میجر میکسن صاحب** اور لفٹنٹ **کننگہم صاحب** کی خدمت میں اپنے قاصدوں کی معرفت بھیجتا رہا۔ چنانچہ **میجر ہنری لارنس صاحب** بہادر نے بھی اپنی رپورٹ میں ان خطوط کا ذکر کیا ہے۔

چونکہ پنڈ ربھبیں ہرکارے خبروں کی چٹھیاں لیکر ہر روز کپورتھلہ سے روانہ ہوتے تھے۔ اِسلیئے کپورتھلہ کی سکھ فوج جو اپنی خاص قوم کے مقابلہ میں انگریزوں کی مدد کرنا مطلق نہیں چاہتی تھی۔ سردار **نہال سنگہ** کیطرف سے بدظن ہوگئی۔ اور نتیجہ آخر کار یہ نکلا۔ کہ ۲۰۔ دسمبر ۱۸۴۵ء کو کپورتھلہ کی خالصہ فوج نے سردار **نہال سنگہ** سے منحرف ہوکر مولوی **غلام محمد خاں** وزیر کو قتل کرکے اپنے راجہ کو پھر محصور کرلیا۔ بعد ازاں ۲۲۔ دسمبر ۱۸۴۵ء کو خود بخود کپورتھلہ سے کوچ کرکے سردار رنجودہ سنگہ کے ساتھ بھلور کے مقام پر جا ملی۔ سردار **نہال سنگہ** کے ملازم جو علاقہ پکھووال وغیرہ میں وارد تھے اپنے آقا کی سکھ فوج کی سب خبریں حکام انگریزی کو دیتے رہے۔ اور فراہمی گودام وغیرہ کی مدد میں سرکار انگریزی کے حضور حاضر رہے۔ اِس میں شک نہیں کہ ایسے موقع پر جب سردار کی فوج بے قابو ہوگئی تھی۔ تو اُسکو واجب تھا کہ تن تنہا سرکار انگریزی سے جا ملتا۔ لیکن اسکی باغی فوج نے اُس کو کچھ نہ کرنے دیا۔

آخرکار ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنگ ستلج کے بعد سردار **نہال سنگہ** آہلووالیہ پر حکام انگریزی نے مفصلہ ذیل الزام لگائے:-

اوّل یہ کہ سردار نہال سنگہ کی طرف سے **میجر ہنری لارنس صاحب** کے پاس ایام جنگ میں کوئی ایسی مفید مطلب یا غیر مفید خبر اُسوقت تک نہیں پہنچی۔ جبتک وہ کسی دوسرے ذریعہ سے اُن کے پاس نہ پہنچ گئی ہو" دوسرے رسد کے بارہ میں **میجر میکسن صاحب** نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا کہ۔ "باوجود احکامات متواتر کے کارپردازان آہلووالیہ رسد بہم پہنچانے میں بالکل قاصر رہے" تیسرے کپتان **میلس صاحب** نے بھی علےٰ ہذا رسد کے معاملہ میں یہی رپورٹ کی کہ۔ "سردار آہلووالیہ نے رسد وغیرہ کی کچھ مدد نہیں دی۔ سکھوں کی آخر شکست سے پہلے تک صرف برائے نام چون ۵۴ من غلہ پہنچا۔ لیکن سکھوں کی کامل شکست کے بعد ریاست کپورتھلہ نے رسد بہم پہنچانے اور انگریزی فوج کی ہر طرح سے خاطر و تواضع کرنے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا" چوتھے علی پورا ور بدووال

کی لڑائی میں سردار آہلو والیہ کی سکھ فوج بھی کیا سوار کیا پیدل کیا توپخانے زیر کمانڈ **حیدر علی خاں** انگریزی فوج سے لڑی اور سر **ہنری سمتھ صاحب** کی فوج میں سے فوج آہلو والیہ نے ایک ہاتھی۔ اور نو دس گھوڑے لوٹ کر بطور غنیمت و تحفہ جنگ کپور تھلہ کو روانہ کیئے"۔

ان تمام الزامات میں سے آخری الزام اس میں شک نہیں کہ جس پیرایہ میں لگایا گیا تھا بہت سخت تہا۔ مگر سردار **نہال سنگہ** نے اس کا بہی جواب اپنی طرف سے بہت معقول دیا۔ اور لکھا کہ :۔ "چونکہ میری تمام فوج نے مجھسے صرف اس بات پر کہ میرا ارادہ انگریزی لشکر کے ساتھ شامل ہوجانے کا تھا۔ منحرف ہوکر بغاوت اختیار کی۔ بلکہ میرے وزیر کو قتل کر کے خود مجھے محصور کر لیا۔ اور جسکی اطلاع بہی مینے اُسوقت سرکار انگریزی کو بھیجدی۔ اسوجہ سے میں اپنی فوج کے کسی ایسے کام کا جو اُسنے حالت بغاوت میں سرکار کے برخلاف سرزد ہوا۔ ذمہ وار نہیں ہوسکتا"۔ لیکن اس جواب کو حکام انگریزی نے ناکافی خیال کیا اور لکہا کہ :۔ "اوّل تو اس بیان کی کوئی تصدیق نہیں۔ دوسرے بغاوت غالبًا اس سبب سے ہوئی۔ کہ وزیر کو لوگ ناپسند کرتے تھے۔ اور فوج کو اپنی چڑہی ہوئی تنخواہ کے وصول کرنے میں بہت دقت ہوئی تہی۔ اور اگر بالفرض یہ بات مان بہی لیجائے۔ کہ فوج سردار سے منحرف تہی۔ تو اوّل تو اُسی تن تنہا انگریزی لشکر میں اجانا چاہیئے تہا۔ دوسرے فوج آہلو والیہ کا انگریز فوج میں سے ہاتہی اور گھوڑے لوٹ کر کپور تہلہ بھیجنا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ اصل میں درپردہ اپنی فوج کی لوٹ گھسوٹ کا حصہ دار تھا"۔ اب اس بات پر رائے لگانا کہ آیا سردار **نہال سنگہ** کا عذر صحیح تہا یا حکام انگریزی کی رائے درست تہی ایک نہایت پیچیدہ اور مشکل امر ہے۔ لیکن جب فوج کا باغی ہوجانا غالبًا ایک واقعی امر ثابت ہوا۔ تو خواہ وہ وزیر کے وقت پر نہ تنخواہ دینے کی وجہ سے ہوا یا سردار **نہال سنگہ** کے انگریزوں کی طرفداری کرنے پر ہوا۔ بہرحال فوج سردار **نہال سنگہ** کے قابو سے باہر ہوگئی تہی۔ اور وہ ذمہ واری سے بری تہا۔ باقی رہا یہ امر کہ سردار **نہال سنگہ** خود تن تنہا انگریزی فوج میں کیوں نہ چلا گیا۔ یہ ایک بڑی بہاری سمجھہ اور دوربینی کا کام تہا۔ علاوہ اس کے جب مفید تھا۔ تو وہ ایسا کیونکر کرسکتا تھا۔ اگر شاید ارادہ کرتا۔ تو اپنی جان کو وزیر کیطرح اور زیادہ خطرہ میں ڈالتا۔ دوسرے ہاتہی اور گھوڑوں کا جو انگریزی فوج میں سے لوٹے گئے۔ کپور تھلہ بھیجا جانا ایک ایسا واقعہ نہیں ہے۔ کہ اُس سے سردار **نہال سنگہ** کا فوج سے ملا رہنا شرطیہ ثابت ہوتا ہو۔ بلکہ صرف گمان اور خیال ہے۔ کچہہ تعجب نہیں۔ کہ فوج نے اپنے سردار **نہال سنگہ** کی تشویش اور ناراضگی دور کرنے کے لیئے ایسا کیا ہو۔ کیونکہ جب کوئی کام اپنے مالک کی رائے کے برخلاف ہوکر کیا جاتا ہے۔ اور خصوصًا وہ کام جسکی اجازت مالک صرف ناکامیاب ہونے کے اندیشہ سے نہیں دیتا۔ تو ایسے موقع پر جب کامیابی حاصل ہوجائے۔ تو صرف اپنی رائے کی مضبوطی اور بہادری جتلانے کے لیئے ہی نوکر ایسا کردیتے ہیں۔ کہ کوئی چیز اپنی ظفریابی اور فتح کے نشان کی اپنے مالک کو خوش کرنے کے لیئے بھیجدیتے ہیں۔

الغرض اسی طرح سے سردار **نہال سنگہ** آہلو والیہ نے ہر ایک الزام کی جوابدہی بہت معقول طور پر کی۔ اور لکھا کہ "اوّل تو

میں ہرطرح کی خبریں روزانہ انگریزی حکام کی خدمت میں پہنچاتا رہا ہوں چنانچہ میری ایسی چٹھیوں کی بابت میجر ہنری لارنس صاحب نے خود اپنی رپورٹ میں لکھا کہ "اگرچہ راجہ صاحب کی چٹھیاں پانچ وچھ ہر روز میجر میکسن صاحب اور لفٹنٹ کننگ ہم صاحب کے پاس مقام فیروزپور پہنچتی رہی ہیں۔ مگر میرے پاس ایسے کامل مفید مطلب کی خبر بذریعہ چٹھی راجہ صاحب کی طرف سے عین موقع پر کوئی نہ پہنچی"۔ دویم غلہ ورسد وغیرہ کے بہم پہنچانے کے لئے علاقہ جگراؤں میں میرے کارپرداز موجود وحاضر رہے علاوہ بریں جالندھر میں حالانکہ چالیس ہزار سپاہ دشمن کی موجود تھی تاہم انگریزی لشکر کے واسطے ایک لاکھ من غلہ جمع کیا گیا۔ اور وہ فوج انگریزی کو لاہور سے واپس آنے پر دیا گیا۔ بلکہ اُنکے لکڑی جلانے کے واسطے اپنی رعایا کے مکانوں کے شہتیر اور کڑیاں تک بھی اُتروا کر حاضر کردی گئیں۔ باقی رہا جب میں نے لشکر انگریزی میں شامل ہونے کی تیاری کی۔ تو میری فوج مجھ سے باغی ہوگئی۔ میرا وزیر قتل ہؤا۔ اور میں اُن کی قید میں آیا۔ صرف بے بس اور زیر حراست ہونے کی وجہ سے شامل لشکر انگریزی نہ ہوسکا۔ لیکن باوجود اس کے کہ میری فوج کی یہ حالت تھی۔ تاہم مینے بقدر استطاعت حکام انگریزی کو امداد دینے میں اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کی۔ یعنی خبریں وغیرہ ہر قسم کی پہنچاتا رہا"۔ ماسوا اس کے سردار **نہال سنگھ** نے اُن تمام خدمات کا بھی جو عہدنامہ ۱۸۰۹ء سے لیکر اس لڑائی تک گورنمنٹ انگریزی کی نسبت ظہور میں آئیں تذکرہ کیا اور ظاہر کیا۔ کہ گورنمنٹ انگریزی کا میں ہمیشہ دل سے ہواخواہ رہا ہوں"۔

لیکن چونکہ گورنمنٹ انگریزی کی اُسوقت کی پالیسی اسی بات کی محتاج تھی۔ کہ ہر ایک سکھ سردار کی طاقت جہانتک ممکن ہو فوراً کمزور کردیجائے۔ راجہ **نہال سنگھ** کے تمام عذرات ووجوہات حکام کے نزدیک ایسے کافی اور وافی نہ پائے گئے۔ کہ وہ الزام سے بالکل بری الذمہ سمجھا جاوے۔ چنانچہ سوائے پٹیالہ کے جیند ونابھہ وغیرہ سب ریاستوں کے ساتھ ذرا سے شبہہ پر یہی سلوک ہؤا۔ دراصل تو پٹیالہ بھی الزام سے خالی نہ رہا تھا۔ مگر راجہ **کرم سنگھ** خاص ہوشیاری اور چالاکی سے بچ گیا+

الغرض میجر **لارنس صاحب** اعلےٰ پولیٹیکل افسر نے اس معاملہ کی بابت گورنمنٹ کو اپنی رائے میں یہ تحریر کیا کہ:۔

"اس قصور میں سردار نہال سنگھ کا کل علاقہ واقع جنوب ستلج جسکی جمع تخمیناً پانچ لاکھ پینسٹھ ہزار روپیہ سالانہ ہے ضبط سرکار کر لیا جاوے اور علاقہ واقع دوابہ بست جالندھر جو جمعی پانچ لاکھ ستتر ہزار سات سو تریسٹھ روپیہ سالانہ کا خیال کیا جاتا ہے اور جس کی بابت چار سو سوار اور پانسو پیدل فوج کا حاضر رکھنا اُس پر واجب تھا بشرط ہمیشہ رہنے ہواخواہ سرکار انگریزی کے اُس کے ورثا پر بحال رکھا جاوے۔ اور اُس کے علاقہ کے وہ دیہات جو بطور متفرق اُس کی ریاست کے بڑے حصے سے علیحدہ واقع ہیں۔ فوجی خدمت کے عیوض بحساب فی سوار سولہ(۱۶) روپیہ وفی پیادہ چھ روپیہ ماہواری جمعی ایک لاکھ بارہ ہزار آٹھ سو روپیہ سالانہ کے لے لئے جاویں۔ اور اس طرح سے سردار موصوف کی خاص ملکیت میں چار لاکھ چونسٹھ ہزار نو سو ساٹھ روپیہ سالانہ کا علاقہ اس شرط کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ کہ اُسکا چال وچلن سرکار انگریزی کے ساتھ عموماً نیک اور انتظام ریاست عمدہ رہے۔ اور ایام جنگ میں بہمہ وجوہ گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ شامل رہے۔ اور جو شارع عام

اس کی ریاست سے گذرتے ہوں اُن کو درست اور تیار رکھے"۔ چنانچہ گورنمنٹ نے بھی میجر لارنس صاحب کی تحریکیں بالعموم منظور کر کے علاقہ اپروے ستلج کی نسبت[۹۱] ضبطی کا حکم صادر فرمایا۔ اور علاقہ واقع دوابہ جالندھر سردار موصوف کے قبضہ میں نسلاً بعد نسلٍ باختیارات فوجداری وغیرہ بحال رکھا۔ اور معاہدہ ادائے خدمت فوجی تعینہ مثل دیگر جاگیرداروں کے ایک معاوضہ زرنقد کے ساتھ بدلایا گیا[۹۲]+

سردار نہال سنگہ نے عدالتیں وغیرہ قایم کیں۔ اور ولیعہد رندہیر سنگہ کی شادی۔

سمت ۱۹۰۴ بکرمی میں راجہ نہال سنگہ نے اپنی ریاست میں محکمہ جات عدالت فوجداری و دیوانی کو انگریزی طریقہ پر قایم کیا۔ اور موضع کالہ میں ولیعہد رندہیر سنگہ کی شادی بڑی دہوم دہام سے کی۔ پھر شروع سمت ۱۹۰۵ بکرمی میں کنور بکرمان سنگہ کی شادی کی اور امرتسر میں کٹڑہ تعمیر کروایا+

سردار نہال سنگہ کا دوسری لڑائی میں سرکار انگلشیہ کو مدد دینا اور خطاب راجگی کا عطا ہونا۔

اسی سال میں جب سکھوں کے ساتھ سرکار انگریزی کی دوبارہ لڑائی چھڑی۔ تو سردار نہال سنگہ آہلووالیہ نے حتی الامکان اپنے گورنمنٹ کو بہت مدد دی۔ اور فوج عازم ملتان کے لیئے سامان رسد وغیرہ نہایت افراط سے بہم پہنچایا۔ بلکہ معہ فوج خود جانے کی بہی درخواست کی۔ لیکن چونکہ سرکار کے پاس اس موقع کے لیئے ضرورت سے بہی زیادہ فوج تہی۔ اس وجہ سے سردار نہال سنگہ کو گورنمنٹ نے خواہ مخواہ زیربار کرنا مناسب نہ سمجھکر جواب میں اسکا شکریہ ادا کیا۔ بلکہ جنگ کے ختم ہونے پر جناب نواب گورنر جنرل صاحب بہادر نے کپورتھلہ میں رونق افروز ہو کر سردار موصوف کو راجگی کے خطاب سے سرفراز فرمایا[۹۳]۔ اور سورج پور وغیرہ مواضعات کے بالعوض جو جالندھر میں چھاونی قایم ہونے کے وقت گورنمنٹ انگریزی کے قبضہ میں آ گئے تہے۔ ضلع اچھ راجہ نہال سنگہ کو عطا کیا گیا+

راجہ کھڑک سنگہ کی پیدایش۔ کنور سوچیت سنگہ کی شادی کھڑک سنگہ کے دوسرے بھائی کنور ہرنام سنگہ کا پیدا ہونا۔

سمت ۱۹۰۶ بکرمی ۱۸۵۰ع میں ولیعہد رندہیر سنگہ کے گھر کھڑک سنگہ وارث تاج و تخت پیدا ہوا۔ اور بکرمان سنگہ اس کے چھوٹے بھائی کے ہاں بہی ایک لڑکا تولد ہوا۔ سمت ۱۹۰۷ بکرمی میں کنور سوچیت سنگہ راجہ نہال سنگہ کے سب سے چھوٹے لڑکے کی شادی ہوئی۔ اور سمت ۱۹۰۹ بکرمی میں ٹکہ رندہیر سنگہ کے یہاں کنور ہرنام سنگہ ایک دوسرا لڑکا پیدا ہوا+

راجہ نہال سنگہ کی وفات بعد راجہ رندہیر سنگہ کی سند نشینی

اسی سال میں راجہ نہال سنگہ نے ۱۳۔ دسمبر ۱۸۵۲ع کو اس جہان فانی سے ملک جاودانی کو کوچ کیا اور اسکا بڑا بیٹا رندہیر سنگہ اسکا جانشین ہوا+

راجہ نہال سنگہ کے اوصاف

راجہ نہال سنگہ بذات خاص نہایت نیک نیت آدمی تہا۔ اور چونکہ اس کی طبیعت انصاف اور عدل کی

سنہ ۹۵ نقشہ ملک منضبطہ ریاست کپورتھلہ

نمبر شمار	نام علاقہ	تعداد مواضعات	نمبر شمار	نام علاقہ	تعداد مواضعات	نمبر شمار	نام علاقہ	تعداد مواضعات	نمبر شمار	نام علاقہ	تعداد مواضعات
۱	الیٹرو	۶۲	۵	کوٹ ڈیسے خاں	۷۹	۹	بلاں والہ	۸۶	۱۳	علاقہ جات متفرقہ آنسروے ستلج	۹
۲	بسیاں	۲۷	۶	جگراؤں	۵۳	۱۰	مکھو	۴۳	"	"	"
۳	بھونڈری	۷۷	۷	عالم پور شہور	۹۷	۱۱	نرائن گڈھ	۵۷	"	"	"
۴	بھرڈگ	۳۱	۸	فتح گڈھ	۲۹	۱۲	ولی پور	۵	سنہ ۹۴ و سنہ ۹۵ دیکھو صفحہ آئندہ		

طرف زیادہ رجوع تھی۔ اسلیئے اُس کی رعایا بھی اس سے بہت رضامند اور خوشحال تھی۔ اُسکا انتظام نہایت عمدہ اور باضابطہ تھا۔ وہ سرکار انگریزی کا بھی دلی خیر خواہ تھا۔ لیکن مہم ستلج میں وہ اپنی فوج کی عام بغاوت کی وجہ سے ایسا سخت مجبور رہا کہ اُسکو اپنی خیر خواہی کو کھلے طور پر دکھلانے کا موقع نہ ملا۔ اور حق الامر تو یوں ہے۔ کہ ایسے نازک اور پُرخطر موقعوں پر بڑے بڑے مستقل مزاج آدمیوں کی طبیعت بھی ہل جاتی ہے۔ نہ کہ راجہ **نہال سنگھ** تو بہت ہی نرم مزاج شخص تھا۔ چنانچہ

نوٹ صفحہ گذشتہ

۲ نقل مراسلہ جناب مسٹر جان لارنس صاحب بہادر سمت ۱۹۰۳ بکرمی

سردار صاحب مشفق مہربان مخلصان سلمہ اللہ تعالےٰ۔ بعد اشتیاق ملاقات میمنت سمات واضح رائے باد کہ بتاریخ امروزہ چٹھی جناب سیکرٹری اعظم نواب گورنر جنرل بہادر دام اقبالہٗ۔ مورخہ تاریخ امروزہ نمبری ۴۹۴ معہ نقل چٹھی صاحب بہادر سیکرٹری ممدوح موسومہ صاحب ایجنٹ گورنر بہادر مورخہ ۱۷۔ نومبر سنہ حال نمبر ۴۶۰ اس مضمون کی وصول ہوئی۔ کہ جو حکم ضبطی جاگیرات آں مشفق واقع آنروے آب ستلج کا بقصور کہ بروقت ہنگامہ لڑائی سرکار دولتمدار سرکار خالصہ ظہور میں آئی تھیں۔ بتاریخ ۱۷۔ نومبر نواب گورنر جنرل بہادر سے نافذ ہوا تھا۔ سو معلوم ہوتا ہے کہ اسکی خبر بالا بالا سردار صاحب یعنی آں مشفق کو پہنچی ہے۔ لیکن بذریعہ خطوط سرکاری شاید خبر نہیں دی گئی ہے۔ اسواسطے نقل چٹھی اُس تاریخ یعنی ۱۷۔ نومبر موسومہ صاحب ایجنٹ بہادر کے بذریعہ اس چٹھی تمہارے پاس بھیجکر نقلی ہوا۔ کہ اسکا مضمون دوجوہات تم سردار صاحب یعنی آں مہربان کو سمجھا دو۔ بناءً علیہ نوک قلم محبت رقم کے آتا ہے۔ کہ ہم بموجب ارشاد صاحب سیکرٹری بہادر آپ کو لکھتے ہیں۔ اور مضمون چٹھی ۱۷۔ نومبر سے آپ کو اطلاع دیتے ہیں۔ کہ مضمون اسکا یہ ہے۔ کہ نواب گورنر جنرل صاحب بہادر بعد سماعت کیفیت و عذرات کہ آپ نے بذریعہ تحریر و تقریر زبانی معرفت اپنے وکیل کے گذرانی تھی۔ و بملاحظہ وجوہات پیش کردہ جناب صاحب ایجنٹ بہادر میجر میکسن صاحب بہادر کمشنر ملک محفوظہ تجویز فرماتے ہیں۔ کہ جو جاگیرات آپ کی واقع آنروے آب ستلج ہیں۔ وہ بھی حکومت سرکار انگریزی سے پہلے ہیں۔ وہ بہ قصورات وقوعہ وقت ہنگام لڑائی ضبط سرکار ہوئیں۔ اور جو جاگیرات دوابہ میں بعلاقہ جالندھر ہیں وہ زیر حکم سرکار خالصہ تھا وہ بادائے زر بعوض نوکری سلامت رہیں۔ اور تفصیل وجوہات نواب صاحب ممدوح اس طور پر قلمی فرماتے ہیں۔ کہ ثبوت بدخواہی سرکار انگریزی کے نسبت سردار نہال سنگھ اہلو والیہ یعنی آں مشفق وقت ہنگام لڑائی ایسا کامل ہے۔ کہ باوجود تلاش و تجسس کوئی باعث بریت اُن کا نہیں ملتا۔ اور تفصیل بدخواہی کے اس نمط ہے۔ کہ یہ رئیس اہلو والیہ وہ ہے کہ جو شبہ سے پہلے سمت ۱۸۰۹ء کے بحفاظت سرکار دولت مدار آیا تھا۔ اور اُسی وقت سے بکمال حفاظت سرکار انگریزی اُس ملک میں قایم رہا۔ اور آمدنی وہاں کی کھاتا رہا۔ اور جو ملک اس رئیس کا بعلاقہ سرکار خالصہ تھا۔ وہ بھی بباعث پاسداری سرکار دولتمدار بچا رہا۔ اب بہ وقت ہنگام جنگ کے سرکار نے معاملہ نازک تیغ یعنی یہ کہ سردار صاحب کا ملک بعلاقہ ہر دو سرکار واقع ہے۔ سردار صاحب پر بخوبی روشن کیا گیا اور خاطر جمع اُن کی کردی گئی۔ کہ ببشرط خیر خواہی سرکار ملک واقع دوابہ یعنی ایزدے آب ستلج میں ہے۔ کہ جو تحت سرکار خالصہ میں کچھہ خلل نہیں آویگا۔ اور اشتہار مورخہ ۱۳ دسمبر سنہ ۱۸۴۵ء میں ایک دفعہ خاص اس مقدمہ سردار صاحب کو درج ہوئی تھی۔ اور بوقت نقل اس اشتہار کے بدست وکیل سردار صاحب ممدوح بمقام سرائے لشکری خاں منشاء کلی اس دفعہ کے اس کو واپس کیا گیا تھا۔ اور سردار صاحب کو تاکیداً فہمایش کرائی گئی تھی۔ کہ تمکو اختیار دیا جاتا ہے کہ خواہ بطرف خالصہ ہو خواہ بطرف سرکار دولتمدار ہو۔ اور دونوں باتوں کا نتیجہ صاف صاف ظاہر کر دیا تھا۔ جو اُسوقت بظاہر قول سردار صاحب مشعر ہوا خواہی سرکار تھا۔ لیکن عملدرآمد خلاف اُس کے تھا۔ یعنی جو کچھہ کہ سامان رسد و خواہ باربرداری ان کے ملک آنروے ستلج سے بہم پہنچ سکتا تھا۔ وہ انہوں نے نہیں دیا۔ بلکہ فوج سرکار روبرو خود سنگھ کی خاص علاقہ سردار صاحب یعنی آں مشفق واقع ملک دوابہ میں جمع ہوئی۔ اور افواج سردار صاحب یعنی آں مہربان معہ فرزند خاص و توپ ہاے کے شامل اس فوج کے ہوئی۔ لڑائی علی وال میں فوج سردار صاحب نے شکست کھائی۔ اور توپ اُن کی سرکار کی فوج نے چھین لی فقط۔ چنانچہ پیشگاہ نواب گورنر جنرل بہادر سے بہ قصورات مرقومہ بالا حکم ضبطی جاگیرات واقع ایزدے آب ستلج کا نافذ ہوا ہے۔ اور یہ حکم ناطق نواب صاحب ممدوح کا ہے۔ کچھہ ردّ و بدل نہ ہوگا۔ تحریر ۲۱۔ ماہ دسمبر سنہ ۱۸۴۶ء .... ہست مکشوف خاطر محب اثر باد۔

حاکم اوّل

۳ نقل مراسلہ کرنل ہنری لارنس صاحب بہادر حاکم اوّل

سردار صاحب مشفق مہربان مخلصان سلامت۔ بعد اشتیاق ملاقات مسرت آیات کہ

حکم صدر عالی قدر بعد ملاحظہ رپورٹ مرسلہ دستدار میجر فریڈرک میکسن صاحب بہادر کہ پس از خوض و تامل وایگی مراتب کیفیت مرقومہ

سر لیپل گریفن صاحب نے بھی اپنی رائے میں اس امر کو علانیہ تسلیم کیا ہے۔ اور اُن کے الفاظ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ فوج کی خواہش راجہ نہال سنگہ سے علانیہ برخلاف تھی۔ صاحب موصوف کا قول ہے:۔

"بمقابلہ ایسے زمانہ کے جبکہ ہمکو مہم ستلج میں فتح حاصل ہوئی تھی۔ آجکل اس بات کا تسلیم کرلینا زیادہ تر آسان ہے کہ راجہ نہال سنگہ جیسے سردار کو جسکو اُس کے فرائض ایک طرف مائل کرتے تھے۔ اور اُسکی ہمدردی اور اپنی رعایا اور فوج کی عام خواہش دوسری طرف کھینچتی تھی۔ کسقدر وقت پیش آئی ہوگی۔ ایسے سخت امتحان میں ایک بڑے مستقل مزاج آدمی کی طبیعت بھی ہل جانی ممکن ہے۔ اور ایسے ضعیف المزاج آدمی کا مغلوب ہوجانا تو ضرور ہی امر یقینی تھا"

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ آں شفق وجوابات گذرانیدہ۔ آمدہ از باب نجوم چیدہ اصحاب فیتوم جامع الکمالات واقف اوضاع ملکیات رفعت و عوالی مرتبت لالہ بلہومل سمت ترسیل یافتہ بودند۔ بدیں شرح صادر گردید۔ کہ علاقہ اینروئے ستلج بالکل بہ ضبط سرکار انگریزی در آمد۔ وصاحب عالیشان جان لارنس صاحب بہادر حاکم زر نقد عیوض فوج مفصل بآں مشفق بیان خواہند فرمود۔ پس بدالنسبت دوستدار بہ نظر رعایت و عنایت و مہربانی صاحبان صدر جلیل القدر و خصوصاً لارڈ گورنر جنرل بہادر دام شوکتہم بلحاظ بزرگی و خیرخواہی ہاء الد ماجد آں مشفق بسیار مبذول شدہ است۔ امید کہ گونہ بخش آں مشفق راہم دریں نخواہد بود۔ کہ بخوبی معلوم کہ از روے اشتہار مورخہ ستائیسویں دہم دسمبر ۱۸۴۵ء ملک واقع آں روے ستلج بہ ضبط سرکار انگریزی آمدہ است و طوریکہ اسلاف آنمشفق ملک را بزور شمشیر بہ صرف خود آوردہ بودند۔ ہمیں نمط دوابہ جالندھر تحت تسلط سرکار انگریزی محض از راہ رحم ملک ایں روے آب بعد منہائے نقدی عیوض فوج بلانذرانہ و دیگر کدامی وجہ اخذ وجیر برائے آں مشفق نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن بقبضہ آں مشفق مسلّم داشتہ شکر از عنایات سرکار انگلشیہ بر عب طینت وتہ دل بودہ۔ در اداے خدمات سرکار انگلشیہ مشغول باشند۔ بعد ملاحظہ حسن خدمات و قبول احکامات دوستدار از دادن صلاح مناسب و سفارشے واجبی در حصول اعزاز و احترام آں مشفق دریغ نخواہد داشت۔ پس بہ طور مطالعہ رقیمہ الاتحاد احکامات بنام کارداران ملک آں روے آب ستلج نگاشتہ روانہ فرمایند۔ کہ حکمے کہ صاحب عالیشان میجر فریڈرک میکسن صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ کمشنر ملک مقبوضہ بکار داران مسطور دہند۔ مطابق آں بعمل آرید و یک نقل احکامات بنابر اطلاع دوستدار معرفت لالہ کرپا رام وکیل خود خواہند فرستاد۔ دوام دوست را مصروف دوستی تصور فرمودہ از گرامی نامجات مبشر صحاح مزاج مسرور الوقت و محظوظ میفرمودہ باشند۔ ۵۱

۵۳ نقل سند خطاب راجگی و بہادری

سند خطاب راجگی و بہادری بخشیدہ بندگان نواب مستطاب معلے القاب گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ بنام راجہ نہال سنگہ صاحب بہادر کپورتھلہ والہ مرقومہ پنجم دسمبر ۱۸۴۹ء۔ از آنجا کہ خلوص عقیدت و فرمانبرداری در سوخ ارادت و وفاداری آں مشفق دوستان بہ جانفشانی ہا نمایاں و بتقدیم مراتب خیرخواہی ہا شایان نسبت بہ سرکار فلک اقتدار کمپنی انگریز بہادر بہ پایہ ثبوت و قرار رسیدہ نظر برآں دریں اوان سعادت اقتران مراحم بیکراں بہ چمنستان اقبال آنمہربان بار دیدہ از راہ وفور شفقت و مزید مکرمت خطاب راجگی و بہادری معہ خلعت فاخرہ عطا در رائے گردیدہ سند ہذا سمت امضاء پذیرفتہ۔ باید کہ باداے اینچنیں عطیہ عظمیٰ و موہبت کبریٰ اوبیش از بیش دولتخواہ و خیراندیش سرکار ذوی الاقتدار کمپنی انگریز بہادر بودہ۔ مدام بہ تقدیم مراتب حسن خدمت و جانفشانی ہا کوشند۔ و ایں سند را ذریعہ فخر و افتخار خود بین الامثال و اقران شناسد۔ مرقوم فی تاریخ پنجم ماہ دسمبر ۱۸۴۹ء۔

راجہ **نہال سنگھ** چونکہ اپنی دوسری رانی یعنی دونوں چھوٹے بیٹوں کی ماں کے قابو میں بہت تہا۔ اور اسلیئے اُسکا ارادہ اُسی کی اولاد کو فائدہ پہنچانے کا تہا۔ مگر گورنمنٹ انگریزی کے دباؤ سے جو ایسے معاملات میں ہمیشہ اولاد اکبر کا زیادہ لحاظ کرتی ہے۔ اُسکو اپنی مرضی کے برخلاف **رندہیر سنگھ** کو ہی ریاست اور حکومت دینی پڑی۔ اُس نے اپنی وفات سے پیشتر ایک وصیت نامہ[۵] تحریر کر کے بغرض منظوری صاحبان **بورڈ آف ایڈمنسٹریشن** روانہ کیا تھا جس میں اُس نے ریاست کا مالک تو بیشک اپنے بڑے بیٹے **رندہیر سنگھ** کو قرار دیا۔ لیکن اپنے دوسرے دو بیٹوں کو بھی اسقدر فائدہ پہنچانا چاہا۔ جس سے نہ صرف رندہیر سنگھ کو ہی نقصان پہنچتا تہا بلکہ ریاست آہلووالیہ کا قایم رہنا ہی مشکل تہا۔ اِس میں راجہ صاحب نے منجملہ ۵ لاکھ ۷۷ ہزار سات سو ترسیٹھ[۷۷۶۳] روپیہ کل آمدنی ریاست کے دو لاکھ روپیہ کا علاقہ کنور **بکرمان سنگھ** و **سوچیت سنگھ** اپنے دونوں چھوٹے بیٹوں کو بحصہ مساوی بلا ادائے کسی قسم کے نذرانہ وغیرہ کے دیا جانا تجویز کیا۔ اور باقی ۳ لاکھ ۷۷ ہزار سات سو ترسیٹھ[۶۳] میں کل اخراجات و نذرانہ وغیرہ شامل کر کے بڑے بیٹے **رندہیر سنگھ** کو عطا کیا۔ جس میں سے تفصیل اخراجات ریاست و نذرانہ وغیرہ منہائی کرنے سے صرف بتیس[۳۲] ہزار تین سو اکتیس[۳۳۱] روپیہ ذاتی مصارف راجہ **رندہیر سنگھ** کے واسطے بچتے تہے۔ جس صورت میں سوائے بربادی ریاست کے اور کوئی دوسری بات ظہور میں آنیوالی نہ تہی تفصیل اخراجات کی جو راجہ صاحب نے بیان کی ہے یہ ہے۔

---

۵ تاریخ تحریر وصیت نامہ مذکورہ گیارہویں جولائی ۱۸۵۲ء مطابق ستیویں اساڑہ سمت ۱۹۰۹ تہی۔ اور اسکا ترجمہ یہ ہے۔ "ہر گاہ کہ اس دنیا ناپایدار میں انسان کی زندگی مثل حباب کے ہے۔ اور ہر متنفس کو بمجواے قول قدیم "کل نفس ذایقۃ الموت" ایک نہ ایک دن اس جہان کو چھوڑ جانا ہے۔ لہذا مرد عاقل کو لازم ہے۔ کہ اس زندگی کو مستعار سمجھے اور ایسا بندوبست کرے جس سے اُس کے پس ماندوں کے باہم عمدہ انتظام قایم رہے۔ نظر بریں بحالت صحت نفس و ثبات عقل بطیب خاطر و بلا اکراہ و اجبار کلمات ذیل تحریر کرتا ہوں"۔ واضح ہو کہ خدا کے فضل سے میرے تین بیٹے یعنی کنور رندہیر سنگھ پسر کلاں پہلی رانی کے پیٹ سے اور کنور بکرمان سنگھ و کنور سوچیت سنگھ دوسری رانی کے بطن سے ہیں۔ چونکہ میری خواہش ہے۔ کہ یہ تینوں بھائی میرے بعد صلح و اتفاق و اخلاص و اتحاد کے ساتھ رہیں اور ان میں کوئی آثار نا اتفاقی اور مخالفت کے جیسا کہ اس انقلاب پذیر دنیا میں اکثر ہوا کرتے ہیں۔ نہ ظاہر ہوں۔ بالتخصیص ریاستوں اور جائدادوں کے معاملات ایسے ہیں کہ جن میں بھائی بھائی بھی دشمن جانی ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے درپے قتل ہو کر مرتکب جنگ و جدال ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کہ میرے اور میرے بھائی امر سنگھ کے باہم معاملہ ظہور میں آیا تھا۔ جسکو بیٹے بیٹے کی طرح پالا پوسا تھا۔ مگر اُس نے میری ساتھ جو سلوک کیا۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ اندریں صورت مجکو امید نہیں ہے۔ کہ یہ تینوں بھائی صلح و اتفاق باہمی سے رہیں گے۔ اور اگر خدا نخواستہ ان میں کینہ و عداوت پیدا ہو جائے۔ تو وہ باعث خونریزی و بربادی ریاست اور نیز اُن کی بدنامی کا موجب ہو گی۔ نظر بریں میں نہایت غور و فکر کے ساتھ کوئی ایسی تدبیر سوچ رہا تہا۔ جس سے یہ باتیں وقوع میں نہ آئیں۔ اور انجام کار انتظام مفصلہ ذیل میرے نزدیک قرار پایا۔ جس سے خاطر خواہ نتیجہ کے حاصل ہونے کی توقع ہے۔ وہو ہذا

"ایک علاقہ مالیتی ایک لاکھ روپیہ سالانہ کا کنور بکرمان سنگھ کو اور اسیقدر علاقہ کنور سوچیت سنگھ کو بدون ادا کرنے کسی قسم کے نذرانہ گورنمنٹ کے دیا جائے۔ تاکہ یہ دونوں بھائی اپنا اپنا علیحدہ علاقہ لیکر آپس میں قضیہ و فساد نہ کریں۔ اور ایک دوسرے سے سروکار نہ رکھیں۔ اور باقی ریاست بڑے بیٹے کنور رندہیر سنگھ ولیعہد کے قبضہ میں رہے۔ جس کے ذمہ ریاست کا انتظام کرنا اور لوگوں کے موجودہ روزینوں کا قایم رکھنا اور رشتہ داروں و اہلکاروں کی حسب حیثیت ہر واحد کی عزت و حرمت کرنا۔ اور اپنی ریاست اور اپنے بھائیوں کے حصص کی بابت گورنمنٹ کو مقررہ نذرانہ کا ادا کرنا واجب ہو گا۔ لیکن اگر گورنمنٹ کو ہر ایک بھائی سے جُدا جُدا نذرانہ لینا منظور ہو۔ تب اس صورت میں اُن دونوں بھائیوں کے حصص میں اُسیقدر اضافہ کرنا ہو گا۔ یعنی بڑے بھائی کے علاقہ میں سے کچھہ اور دیہات بقدر نذرانہ سرکاری کے ہر ایک بھائی

لیکن چونکہ راجہ رندہیر سنگھ نہایت عقلمند اور دور اندیش نوجوان والی ملک تہا۔ اُس نے اپنے باپ کی وفات کے بعد فوراً اپنے چھوٹے بھائیوں کو اپنی دانائی اور رسائی سے اپنے ساتھ ملا کر صاحبان بورڈ کی خدمت میں اپنے وکیل کی معرفت اس مضمون کی ایک عرضداشت پیش کی۔ کہ ہم میں سے کوئی بھائی اس وصیت نامہ کو پسند نہیں کرتا۔ اور نہ ہم تینوں بھائی اس بات کے خواہاں ہیں۔ کہ ریاست کی تقسیم عمل میں آوے۔ بلکہ سب آپس میں اتفاق سے رہنا چاہتے ہیں۔ اور وصیت نامہ کے عملدرآمد سے سراسر ریاست کی بربادی متصور ہے۔ ماسوائے اس کے اس قسم کی خاندان آہلو والیہ میں کوئی نظیر بھی آجتک نہیں علاوہ اس کے دونوں چھوٹے بھائیوں نے اپنے بڑے بھائی کے مطیع اور فرمانبردار رہنے اور ہمیشہ اُس کی صلاح پر ہر ایک کام کرنے میں اپنی رضامندی بذریعہ مراسلات اور تحریرات صاحبان بورڈ کے حضور علیحدہ علیحدہ بھی ظاہر کی۔ لیکن چونکہ صاحبان بورڈ اس کپورتھلہ کے معاملہ میں باہم متفق الرائے نہیں تھے۔ یعنی ایک ممبر کی تو یہ رائے تھی۔ کہ بالعوض رقم نذرانہ کے دیہات لے لینے چاہئیں۔ ورنہ یہ تو ضرور ہونا چاہیئے۔ کہ جو علاقہ مثل بھگواڑہ کے ریاست سے کسیقدر فاصلہ پر واقع ہیں۔ لے لئے جاویں۔ اور منجملہ رقم خراج بقدر اُن کی جمع کے تخفیف کر دیجاوے۔ اور اختیارات پولیس و فوجداری بھی جو راجہ متوفیٰ کو حاصل تھے۔ لے لیئے جاویں۔ بقیہ دو ممبران کی رائے اس کے خلاف تہی۔ اور وہ کوئی کارروائی خلاف عہد و پیمان کی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اسلیئے جملہ رائیں جو ممبران بورڈ نے اِس بارہ میں تحریر کی تھیں۔ گورنمنٹ ہند کی خدمت میں قطعی فیصلہ کے لیئے روانہ کی گئیں۔ اور وہاں سے یہ فیصلہ ہوا کہ:۔ "کل ریاست اُسوقت تک جبتک کہ تینوں بھائیوں میں اتفاق رہے بلا تقسیم راجہ رندہیر سنگھ کے قبضہ میں رہے۔ اور اگر کسی وقت اُن میں پھوٹ پیدا ہو جیسا کہ ظن غالب ہے کہ ہو گی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے جدا جدا نذرانہ لینا منظور ہو۔ تب اُس صورت میں اُن دونوں بھائیوں کے حصص میں اُسی قدر اضافہ کرنا ہو گا۔ یعنی بڑے بھائی کے علاقہ میں سے کچھ اور دیہات بقدر نذرانہ سرکاری کے ہر ایک بھائی کے حصہ میں اضافہ کیئے جائیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُن میں سے ہر ایک کو ایک خالص حصہ ایک لاکھ روپیہ کا اُن کے ذاتی مصارف کے واسطے ماسوائے نذرانہ سرکاری ملیگا۔ اور چونکہ اِن تینوں حصّوں کا انتظام فوجداری ولیعہد کے اختیار میں رہیگا۔ لہذا اُس کو لازم ہے۔ کہ عدل و انصاف کے ساتھ کاربند ہو۔ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ کسی قسم کی مخالفت ظاہر نہ کرے۔ اور اگر یہ دونوں بھائی اپنی جاگیروں کے اندر اُس کے انتظام فوجداری سے ناراض ہوں تو گورنمنٹ انگریزی اُس انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور ولیعہد کے اختیار میں صرف اُسکے حصّہ ریاست کا انتظام رہنے دے۔ اور دیگر حصص کی فوجداری سے اسکو کچھ سروکار نہ رہے۔ ہر ایک بھائی کو لازم ہے۔ کہ حتی المقدور گورنمنٹ انگریزی کی خدمت و اطاعت کرے اور اُسکو اپنے اعزاز و اکرام کا موجب سمجھے۔ اور گورنمنٹ ممدوح کا ہمیشہ شکر گذار رہے۔ اور جسوقت مرقومہ بالا ہر ایک چیز کا بندوبست ہو جائے تو اُن کو لازم ہے۔ کہ اپنی ملازموں اور رشتہ داروں کی عزت و آبرو کا لحاظ رکھیں۔ اور رعایا کے عدل و انصاف اور غربا و مساکین کے حقوق کا خیال رکھیں۔ اور اُن کو آپس میں اتفاق و اتحاد کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ اس کاغذ میں جو بطور ایک عام تجویز کے بغرض منظوری صاحبان بورڈ لکھا گیا ہے۔ ہر ایک حصّہ کی تفصیل مندرج نہیں ہے مگر درصورت منظوری پیش ایک اور کاغذ جس میں تمام ملاقیات و املاک اور نقدی اور مکانات کی تفصیل اور اشخاص مستحق ریاست کی فہرست مندرج ہو گی روانہ کرونگا۔ اور التماس ہے کہ اِس دستاویز کی ایک مصدقہ نقل محکمہ بورڈ میں رکہی جاوے اور ایک نقل جسپر صاحبان بورڈ کی منظوری اور دستخط ثبت ہوں میرے پاس بھیجدیجاوے۔ گورنمنٹ انگریزی کو اُن خدمات کا بخوبی علم ہے جو مجھ سے اور میرے والد بزرگوار سے ظہور میں آئی ہیں۔ اور جن کے صلہ میں ہمکو اپنی ریاست کا دوامی قبضہ رحمت ہے۔ اور مجھکو امید ہے۔ کہ گورنمنٹ موصوف اسی طرح سے میرے بیٹوں کو اپنے ظل حمایت میں رکھکر اُن کا اعزاز و اکرام ملحوظ رکھیگی۔ اور وہ بھی تا

تو اُسوقت راجہ صاحب متوفی کا وصیت نامہ نافذ کیا جائیگا۔ اور ایسی صورت میں دونوں چھوٹے بھائیوں کے حصّے راجہ کے حصّہ سے علیحدہ ہو کر عام جاگیروں کے طور پر ہو جائیں گے۔ اور ان میں ہمارا انتظام فوجداری داخل کیا جائیگا"۔

دوسرے گورنمنٹ نے اس امر کو بھی کہ راجہ سے نذرانہ کے عیوض دیہات لے لیئے جاویں منظور نہیں کیا۔ اور لکھا کہ "اگرچہ ریاست کپورتھلہ کے ایسے دیہات کا جو بطور متفرق واقع ہیں۔ گورنمنٹ کے پاس منتقل ہو جانا بیشک کاروبار اور عام انتظام میں موجب آسانی ہے۔ مگر باعتبار ایفائے عہد اور اپنے اقرار کے گورنمنٹ کو ایسے انتقال کے واسطے جبر کرنا زیبا نہیں ہے"۔

"چنانچہ ۱۸۴۶ء کے کاغذات سرکاری کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کا ارادہ اُس تصفیہ کو جو اُسوقت (اس ریاست کے بارہ میں) عمل میں آیا تھا۔ بطور ایک فیصلہ آخیر و ناقابل انحراف قرار دینے کا تھا۔ لفٹنٹ کرنل سر ہنری لارنس صاحب نے تحریک کی تھی"۔ کہ راجہ سے سالانہ نذرانہ میں زمین لے لی جائے"۔ مگر جناب نواب گورنر جنرل صاحب بہادر نے غور کامل کے بعد اس تحریک کو نامنظور کیا تھا۔ اور یہ تجویز قرار دی تھی کہ راجہ کا معاہدہ جو واسطے حاضر رکھنے فوج کے برائے ادائے خدمات سرکار رہے۔ اس کو سالانہ نقد نذرانہ کے ساتھ بدل دیا جائے۔ اور گورنمنٹ نے اس تجویز کو خوب سوچ بچار کر اختیار کیا تھا۔ اور اسلیئے اب اُس تجویز کا بدل دیا جانا انصافاً ناممکن ہے۔ علاوہ بریں صرف یہی نہیں ہے۔ کہ ۱۸۴۶ء سے لیکر ابتک اس رئیس کا رویہ ہماری نسبت اچھا رہا ہے۔ بلکہ جناب نواب گورنر جنرل بہادر نے حکام مختص المقام کی سفارش پر اُس کو خطاب راجگی عطا فرمایا۔ اور خود بنفس نفیس اُس کی ملاقات کے واسطے کپورتھلہ میں تشریف فرما ہوئے پس ان وجوہ سے ظاہر ہے۔ کہ سپریم گورنمنٹ کا وہ فیصلہ (۱۸۴۶ء والا) کچھ راجہ نہال سنگھ کے حین حیات کے ہی واسطے نہ تھا۔ بلکہ دوامی تھا۔ اور درحالیکہ راجہ کے رتبہ اور حیثیت کی بقا کا مسئلہ ایک مرتبہ قطعاً فیصل ہو چکا ہے۔ تو اُس قضیہ کو از سرِ نو چھیڑنا انصاف سے بعید ہے۔"

باقی رہا اختیارات فوجداری و پولیس کی بابت بھی گورنمنٹ ہند نے عہدنامہ کے برخلاف فیصلہ کرنا بعید از انصاف سمجھکر یہ تحریر فرمایا کہ "یہ امر حقیقتاً مذکورہ بالا مسئلہ آخیر میں ہی شامل ہے۔ اور اگرچہ بیشک سردار آہلووالیہ کو دراصل رتبہ فرمانروائی مطلق و آزادانہ حاصل نہ تھا۔ تاہم اُسکو اختیارات حکومت خودمختارانہ ہمیشہ حاصل تھے۔ اور یہ اختیارات از روے چٹھی گورنمنٹ ہند جسکا حوالہ ایک مقام پر پیچھے لکھا جا چکا ہے۔ قایم اور بدستور بحال رکھے گئے تھے۔ یعنی اُس میں یہ الفاظ مندرج تھے۔ کہ اُس کے علاقجات واقعہ دوابہ جالندھر "سردار کے خودمختارانہ قبضہ میں بحال رکھے جائیں گے"۔ یہ تجویز اور احکام دوامی تھے اور از روئے اس حکم کے گورنمنٹ کو کوئی استحقاق باقی نہیں ہے۔ کہ راجہ سے اختیارات فوجداری لے لے"۔ چنانچہ اپریل ۱۸۵۳ء میں صاحب کمشنر اور حکم دیا کہ۔ راجہ رندھیر سنگھ کو مسند نشینی کا خلعت گورنمنٹ سے عطا کیا جاوے۔

جالندھر نے راجہ رندھیر سنگھ صاحب کو مسند نشینی کا خلعت عطا کیا۔ لیکن ابھی اس بات کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ راجہ کے چھوٹے بھائی سوچیت سنگھ نے اپنے اقرار اور عہد سے برخلاف ہو کر اپنے حصہ کی تقسیم کی درخواست کی۔ حالانکہ راجہ صاحب نے اس کے دعوے کی تردید میں بہت کچھ کوشش کی۔ اور سپریم گورنمنٹ کو ایک عرضداشت بھی بھیجی۔ لیکن وہاں سے شرط وصیت نامہ کا ایسے وقت میں نفاذ پانا ایک لازمی امر سمجھا گیا۔ اور صاحب کمشنر کو حکم ہوا۔ کہ وہ ایک معقول جانچ اور پڑتال کے بعد جو دیہات مناسب ہوں سوچیت سنگھ کو اس کے حصہ میں دلا دیں۔ چنانچہ اپریل ۱۸۵۴ء میں صاحب موصوف نے تعلقہ جات دائیاں و بھونگہ جن کی آمدنی بلاشبہ تعداد معینہ کے قریب تھی کنور سوچیت سنگھ کو دلا دیئے۔ اور بھونگہ ضلع ہوشیارپور میں اور دائیاں ضلع جالندھر میں شامل کر دیا گیا ✽ اسی درمیان میں سوچیت سنگھ پھر اپنے بھائیوں سے راضی ہو گیا۔ اور اس نے ایک اقرارنامہ پیش کیا۔ جس میں اس نے بہ نسبت اس کے ایک کمتر جاگیر کا معہ اختیارات جوڈیشل کے کپورتھلہ کی ماتحتی میں لینا منظور کیا۔ چنانچہ صاحب کمشنر نے بھی اس تجویز کی منظوری کے واسطے سفارش کی۔ اور لکھا۔ کہ "راجہ صاحب اپنے بھائی کو پچاس ہزار سالانہ کی جاگیر معہ اختیارات جوڈیشل ماتحتانہ کے دینا چاہتے ہیں۔ اور یہ تجویز سوچیت سنگھ کو بھی بجائے ایک لاکھ روپیہ کی ایسی جاگیر کے جس میں کچھ اختیارات نہوں بدل منظور ہے" لیکن گورنمنٹ نے اس کو منظور نہ کیا ✽

اس کے بعد ۱۸۶۰ء میں سوچیت سنگھ کی اس جاگیر کا معاملہ جو ریاست سے علیحدہ ہو چکی تھی پھر چھیڑا گیا۔ اور کرنل لیک صاحب کمشنر ایز دے ستلج نے یہ تجویز کیا۔ کہ "چونکہ اب بھائیوں میں پھر اتفاق ہو گیا ہے۔ اور دونوں جاگیر علیحدہ شدہ کی واپسی کے خواہاں ہیں۔ اس لیئے اگر یہ درخواست منظور ہو جائے۔ تو کچھ ہرج نہیں۔ اور نہ وصیت نامہ کی اس سے منسوخی مفہوم ہوگی۔ بلکہ صرف اسقدر ترمیم ہوگی۔ کہ سوچیت سنگھ بجائے ایک عام جاگیردار ہونے کے اپنے بھائی کا ذیلدار ہو جائیگا۔ کیونکہ دونوں بھائیوں میں باہم اقرارنامہ لکھا گیا ہے اور اس میں سوچیت سنگھ نے اپنے بھائی کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار کیا ہے۔ اور بڑے بھائی نے بھی ان علاقجات کا جو گورنمنٹ نے ریاست سے لیکر کنور سوچیت سنگھ کو دیئے ہوئے ہیں۔ بدستور اس کے قبضہ میں رہنے دینے کا اور نیز بعد وفات اس کے بہ پابندی چند قیود مندرجہ اقرارنامہ جاگیر مذکور اس کے ورثا پر قایم اور بحال رکھنے کا وعدہ کر لیا ہے" ✽

اس سفارش کی گورنمنٹ پنجاب نے بلحاظ خدمات ایام غدر راجہ صاحب کے نہایت زور سے تائید کی۔ اور لکھا کہ اس ترمیم سے نہ تو گورنمنٹ کا ہی کوئی نقصان ہے۔ اور نہ وصیت نامہ ہی کی تعمیل میں کچھ زیادہ تر فرق آتا ہے۔ چنانچہ سپریم گورنمنٹ نے بھی اس تجویز کو منظور کر لیا۔ اور جاگیر مذکورہ بالا ریاست کپورتھلہ کو منتقل کر دی گئی ✽

بکرماں سنگھ کی نا اتفاقی

مگر ۱۸۶۶ء میں پھر بھائیوں کے باہم ان بن ہو گئی۔ اور صاحب کمشنر جالندھر نے گورنمنٹ پنجاب کو یہ اطلاع دی۔ کہ بیسویں اپریل کو سردار بکرماں سنگھ نے مجھکو باضابطہ مطلع کیا ہے۔ کہ میرے بھائی راجہ صاحب کپورتھلہ کے ساتھ میری

پوری نا اتفاقی ہوگئی ہے۔ لہذا اس بات کا مستدعی ہوں۔ کہ حسب ہدایت گورنمنٹ ہند انتظام مندرجہ وصیت نامہ راجہ صاحب مُسر گباشی نافذ فرمایا جاوے۔" لیکن گورنمنٹ پنجاب نے موجودہ انتظام میں ردّ و بدل کرنا مناسب نہ سمجھکر **بکرما ن سنگہ** کی درخواست کو نامنظور کیا۔ بعد ازاں سردار **بکرما ن سنگہ** نے اپنے دعوے کی تائید میں مکرّر اور سہ کرّر گورنمنٹ سے اصرار کیا۔ لیکن وہاں سے ہر بار وہی ایک جواب جو پہلے مل چکا تھا ملتا رہا[۵۱]۔

بکرما ن سنگھ نے اپنے دعوے کو تقویت دی

اب **بکرما ن سنگہ** نے اپنے دعوے کو زیادہ قوت پہنچانے کے لیئے **سوچیت سنگہ** کو بھی اپنے ساتھ شامل کیا۔ اور اُس نے بھی علیحدگی کی درخواست کی۔ اسپر گورنمنٹ پنجاب نے یہ معاملہ گورنمنٹ ہند کے پاس ایک قطعی فیصلہ کے لیئے ارسال کیا۔ جہاں سے فروری ۱۸۶۸ء میں مفصلہ ذیل حکم صادر ہوا:۔

اُس وصیت نامہ کو گورنمنٹ انگریزی نے ۱۸۵۲ء میں قبول و منظور کیا تھا۔ اور گو بوقت منظور کیئے جانے اُس وصیت نامہ کے حقیقتاً تقسیم کرا دیئے جانے حصہ جات برادران پر اصرار نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن قابل انقسام ہونا ان حصوں کا مسلم ہو چکا تھا۔ اور اگرچہ اس فیصلہ کے خلاف میں راجہ صاحب نے عذر اور استغاثہ کیا مگر گورنمنٹ نے بطور قطعی یہی حکم دیا۔ کہ تقسیم ضرور ہوگی۔ اس کے بعد کوئی بات ابتک ایسی واقع نہیں ہوئی جس سے گورنمنٹ ہند کو اس معاملہ میں کوئی فیصلہ اُس کے برخلاف کرنا پڑے۔ اور کسی بھائی نے درصورت پیدا ہو جانے نا اتفاقی کے اپنے اس استحقاق سے آجتک دست برداری بھی نہیں کی۔ اور جو جواب ۱۸۶۱ء کے دربار میں لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے دیا تھا۔ وہ صریحاً صرف اتنی بات کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ کہ وصیت نامہ کی تعمیل ملتوی کر دی گئی ہے۔ اور اُس سے کوئی وعدہ اس قسم کا مترشح نہیں ہوتا ہے۔ کہ وصیت نامہ کی تعمیل کبھی بھی نہوگی۔ اور یہ مقدمہ جو بالکل صاف ہے۔ ایک معمولی سیدھے سادے الفاظ کے متعلق ہے۔ اور قاعدہ جانشینی خلف اکبر کی پابندی پنجاب کی چھوٹی ریاستوں میں کوئی امر لابدی نہیں ہے

[۵۱] گورنمنٹ پنجاب نے اس معاملہ کو از سر نو چھیڑنے سے پھر انکار کیا۔ اور یہ لکھا۔ کہ جانشینی خلف اکبر کا دستور ایک ایسا قاعدہ ہے جو شاستر اور رسم و رواج دونوں کے رو سے ہمیشہ اس قسم کی حقیقتوں کے بارہ میں عمل میں آتا رہا ہے۔ اور جب کبھی کسی ویسی ریاست میں اس سے انحراف کیا گیا ہے۔ تو وہ انحراف صرف اس سبب سے واقع ہوا ہے۔ کہ رئیس ذی اختیار نے وینگا دھینگی جو چاہا سو کر دیا۔ اور جو کارروائی ۱۸۵۲ء میں ریاست کپورتھلہ کی نسبت کی گئی تھی۔ وہ ایک مستثنٰے طور کی تھی اور چونکہ کئی سببوں سے اُس وقت راجہ نہال سنگہ نظر عنایت کے مستحق تھے۔ اور علاوہ بریں قاعدہ جانشینی خلف اکبر چند سال سے غیر ملحوظ ہو رہا تھا۔ ان سببوں سے وصیت نامہ مذکورہ بالا منظور کیا گیا تھا۔ مگر خاص سردار بکرمان سنگہ کے معاملہ میں چونکہ اس پر کبھی عملدرآمد ہی نہیں ہوا۔ اس لیئے اب بلحاظ واقعات مابعد اور بلحاظ منقضی ہو جانے عرصہ سولہ برس کے (تاریخ تحریر وصیت نامہ پر) اور بلحاظ اس امر کے۔ کہ قاعدہ جانشینی خلف اکبر اب حکماً بطور ضابطہ معمولی اور قاعدہ عام کے مقرر ہو چکا ہے۔ گورنمنٹ اس قاعدہ کے نفاذ کی ذمہ داری سے بری ہو چکی ہے۔"

اور خواہ کچھ ہی ہو یہ انتظام جسکو گورنمنٹ سجید کی کے ساتھ منظور کر چکی تھی - اب مسترد نہیں ہو سکتا - لہٰذا وصیّت نامہ کی تعمیل جسقدر کہ ان دونوں بھائیوں سے متعلق ہے بالضرور عمل میں لائی جانی چاہیئے +

سوچیت سنگہ کو حسب شرائط وصیّت نامہ ایک علاقہ تخمیناً ایک لاکھ روپیہ سالانہ کا تقسیم ہو کر ملا ہوا ہے - اور وہ سرکار انگریزی کے جاگیرداروں میں داخل ہو گیا تھا - اور از سر نو جمعبندی کیئے جانے کی وجہ سے اگرچہ اُس کی آمدنی ایک لاکھ سے کم ہو گئی ہے - مگر اُسکو کہہ دیا گیا تھا - کہ بجز قبولیت جمع بندوبستی مجوّزہ حکّام انگریزی اور کچھ چارہ نہیں ہے - اور وہ نہ تو اب راجہ صاحب سے ہی زیادہ کا دعوےٰ کر سکتا ہے - اور نہ تا انقضائے میعاد بندوبست جمعبندی ہی بڑھ سکتی ہے - اور بکرمان سنگہ کی نسبت یہ حکم دیا جاتا ہے - کہ اُسکو بھی ایک لاکھ روپیہ کا علاقہ موجودہ جمعبندی مجوّزہ ریاست کے حساب سے دلایا جائے - کیونکہ بلحاظ حالات موجودہ وقت یہ امر قرین مصلحت نہیں معلوم ہوتا - کہ سرکاری عہدیداران بندوبست کی معرفت تشخیص جمعبندی کرائی جائے - اور چونکہ وصیت نامہ میں یہ بات درج ہے - کہ درصورت تقسیم ہو جانے حصّہ جات ہر دو براداران کی اختیارات مالی و فوجداری و دیوانی علاقجات مذکور یا تو بالکل گورنمنٹ انگریزی کے ہاتھ میں آجائیں گے - یا زیر حکومت گورنمنٹ بطور ذیلداران دونوں بھائیوں کے ہاتھ میں رہیں گے - اسلیئے دونوں کو اجازت دیجاتی ہے کہ اپنی اپنی جاگیروں کے اندر اختیارات مالی و فوجداری و دیوانی عمل میں لایا کریں - اور اگرچہ از روئے وصیّت نامہ ان میں سے ہر ایک کو گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت آجانے کا استحقاق حاصل ہے - لیکن اگر اُن میں سے کوئی راجہ صاحب کی ماتحتی میں رہنا پسند کرے اور اپنے اختیارات حکومت اپنے ہی پاس رکھنا چاہے - تو فبہا - کیونکہ اس صورت میں ریاست کپورتھلہ یکجا رہکر انقسام سے بطور کافی محفوظ رہیگی " اور آخیر میں یہ بھی حکم دیا جاتا ہے - کہ بکرمان سنگہ اور سوچیت سنگہ دونوں کی جاگیریں کیا باعتبار علیحدگی اُن کی آمدنی کے آمدنی ریاست سے اور کیا بلحاظ اختیارات حکومت اُن کی صلبی اولاد ذکور کو حسب قاعدہ جانشینی خلف اکبر ضرور پہنچنے چاہئیں - یعنی بڑا بیٹا وارث جاگیر ہوا کریگا - اور اگر اُس کے کوئی اور چھوٹے بھائی ہونگے تو اُن کے واسطے ایک معقول درجہ کا گذارہ مقرر کر دیا کریگا - اور درصورت عدم موجودگی اولاد ذکور صحیح النسب کے وہ جاگیر راجہ صاحب کے پاس یا جو شخص اُسوقت کپورتھلہ کے خاندان آہلو والیہ کا رئیس ہو اُسکے پاس عود کر یگی "

چونکہ یہ فیصلہ صریح راجہ **رندہیر سنگہ** کے خلاف مرضی ہوا - اسلیئے اُنھوں نے اپنے لایق اہلکار دیوان **متھرا داس** کو ولایت بھیجکر اُسکا اپیل سیکرٹری آف سٹیٹ یعنی وزیر ہندوستان کے ہاں دائر کیا - جہاں سے یہ مقدمہ بحق راجہ صاحب فیصل ہوا - اور سیکرٹری آف سٹیٹ نے گو وصیّت نامہ کے جواز کو قایم رکھا - مگر فیصلہ کو بدرجہ غایت ترمیم کر دیا - صاحب ممدوح نے **لارڈ کننگ صاحب** کے بیان کو وصیت نامہ کی منسوخی کی بابت قایم رکھا - اور راجہ **رندہیر سنگہ** کو کل

اس مقدمہ کا ولایت میں اپیل اور فیصلہ سمت ۱۸۲۵ بکرمی

ریاست کا مالک باختیار کامل قرار دیکر حکم دیا کہ چھوٹے بھائی اپنے اپنے حصّہ کی پوری مقدار حسب وصیّت نامہ بہ شکل زر نقد خواہ بطور جاگیر حاصل کریں۔ لیکن تاحیات۔ اور اگر اُن کے حصّہ میں جاگیر کا ملنا قرار پائے۔ تو وہ باعتبار اختیارات فوجداری راجہ صاحب کے ماتحت اور تابع رہیں گے۔ جو ڈسپیچ یعنی مراسلہ سیکرٹری آف سٹیٹ صاحب نے ۱۲۔ فروری ۱۸۶۹ء کو جناب وائسرائے صاحب بہادر ہند کی خدمت میں اس مقدمہ کے آخری فیصلہ کی بابت روانہ کیا۔ اُسکا ترجمہ یہ ہے۔:۔

"آپ کی گورنمنٹ کی چٹھیاں محولہ حاشیہ معہ کاغذات منسلکہ جو راجہ صاحب کپورتھلہ اور اُن کے بھائیوں کے معاملات سے تعلق رکھتے تھے۔ وصول ہوئیں۔ اور میں نے باجلاس کونسل جیسی کہ اس مقدمہ کی اہمیت مقتضی تھی۔ اُن کو ویسے ہی کماحقہ غور و توجہ کے ساتھ معائنہ کیا۔"۔ کوائف متعلقہ راجہ نہال سنگھ کے وصیّت نامہ کی تشریح اور اُن بھائیوں کی کارروائی ہائے مابعد کی وہ تفصیل جو ان کاغذات زیر مطالعہ میں شرح و بسط کے ساتھ مندرج ہے۔ اُسکا تفصیل وار اعادہ کرنا غیر ضروری ہے۔

سرکاری طور پر یہ امر بیان کیا گیا ہے۔ کہ لارڈ کیننگ صاحب بہادر وائسرائے ہند نے اکتیسویں جنوری ۱۸۶۰ء کو راجہ صاحب کپورتھلہ کو اُن کی اُن خدمات نمایاں کا جو اُن سے میدان جنگ میں ظہور میں آئی تھیں شکریہ ادا کرنے کے بعد سر دربار اس امر کا یقین دلایا تھا۔ کہ اُن کا علاقہ جس حیثیت سے کہ اُن کے والد کی وفات سے پہلے تھا۔ اسی حیثیت کے ساتھ اُن کو دوام کیواسطے دیا گیا۔ اور وہ الفاظ جو گورنر جنرل صاحب نے فرمائے تھے بجنسہ یہ تھے۔ قولہ "ان خیر خواہانہ اور وفادارانہ خدمات کے صلہ میں ہمنے آپکا قدیمی علاقہ واقع دوابہ باری آپ کو بطور دوام کے عطا کیا ہے۔ اور آپ کے والد کا وصیّت نامہ منسوخ ہؤا۔ اور آپکا علاقہ معہ دائیاں و بھونگہ آپ پر اسی حیثیت سے بحال کیا گیا اور ریاست میں شامل کیا گیا جسطرح کہ سابق میں تھا"۔ اس تقریر کی بابت آپکی گورنمنٹ نے یہ بیان کیا ہے کہ جو جواب لارڈ کیننگ صاحب نے ۱۸۶۰ء کے دربار میں دیا تھا۔ وہ صرف اتنی بات سے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ کہ "وصیّت نامہ کی تعمیل ملتوی کردی گئی تھی"۔ اور اُس سے کوئی اس قسم کا وعدہ مترشح نہیں ہوتا کہ اُس کی تعمیل کبھی بھی نہ ہوگی۔ "دفعہ ۳"۔ لارڈ کیننگ صاحب کے الفاظ کو جن معنوں میں آپ لیتے ہیں۔ میں اُن میں اتفاق رائے نہیں کرسکتا۔ اور انکی تاویل ایک مختلف طور سے کرنے پر مجبور ہوں۔ یہ تاویل اُن الفاظ کی جو وائسرائے ممدوح نے راجہ نہال سنگھ کے وصیّت نامہ کی نسبت استعمال کئے تھے کچھ انگریزی ترجمہ کی مطابقت اور صحت پر موقوف نہیں ہے۔ خواہ وہ ترجمہ منسوخ کرنا ہو " یا نفی کرنا " یا کنارے کردینا " بلکہ کل کلام کے سیاق پر مبنی ہے۔ یعنی لارڈ کیننگ صاحب نے اس اپنے بیان کو راجہ رندھیر سنگھ کی پولٹیکل خدمات کے پُرجوش اعتراف کے ساتھ شامل کیا تھا۔ اور اس سے صریح اُن خدمات کا صلہ دینا مقصود تھا۔ اور اُس سے ایک ایسی موجودہ انتظام ہی کیطرف جو راجہ صاحب کے

چھوٹے بھائیوں کی خوشی پر منحصر تھا۔ یا منحصر رہنے والا تھا۔ محض اشارہ کرنا مقصود ہوتا۔ تو پھر یہ کسی قسم کا صلہ نہ تھا اور اس صورت میں پولٹیکل خدمات کا تذکرہ محض بیمعنی تھا۔ مگر جبکہ صریح اُس سے صلہ مدنظر تھا۔ تو اس کو ایک وعدہ اور اقرار کی شکل حاصل کرنا لازم آیا۔ یہ مدعا جو اس تقریر کے کل سیاق سے مستنبط ہوتا ہے۔ اس معاملہ کے حالات ماسبق کی عام کیفیت سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے یعنی راجہ نہال سنگھ کے وصیت نامہ سے راج کی آیندہ تقسیم و تفریق کا خطرہ عاید حال ہوگیا تھا۔ چنانچہ ابتداءً ان جوان بھائیوں کے باہم بطور خود ایک راضی نامہ کر لینے سے یہ خطرہ موقوف رہگیا تھا۔ اُس راضی نامہ باہمی کی حیثیت سے اور جس طریقہ میں کہ وہ عمل میں آیا تھا۔ اُس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ راجہ رندھیر سنگھ کو کسقدر فکر و تردد عظیم اس بات کا تھا۔ کہ اُسکا راج تقسیم و تفریق سے محفوظ رہجائے۔ اور اس تقسیم کے ممکن الوقوع ہونے کو وہ کتنی بڑی مصیبت خیال کرتا تھا۔ اسلیئے اس خدمت عظیم اور عین برموقع کا صلہ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا تھا۔ کہ والیسرای صاحب راجہ رندھیر سنگھ کو اس بات کی طمانیت دیتے کہ گورنمنٹ ہند کی یہ خواہش ہے کہ اس اندیشہ کی بنیاد ہی آپ کے دل سے ہمیشہ کے لیئے دور ہو جائے میرے نزدیک اس میں کچھہ شک نہیں ہے۔ کہ لارڈ کیننگ صاحب کی یہی مراد تھی۔ اور یہی وہ صلہ تھا جسکی واسطے اُنہوں نے گورنمنٹ انگریزی کے قول و قرار کی کفالت دی تھی۔

دو دفعہ ۴ بناءً علیہ حضرت ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کی یہ رائے ہے۔ کہ لارڈ کیننگ صاحب کے فیصلہ کا قایم رکھنا اور یہ حکم دینا ہم پر واجب ہے۔ کہ کوئی ایسی بات نہیں کیجائیگی۔ کہ جس سے ایک ایسے رئیس کی شان اور حکومت میں کمی ہوتی ہو جو ہمارے نہایت وفادار رفیقوں میں سے ہے۔ اور جس نے اس قسم کا وعدہ برسر دربار ایسے زمانہ میں حاصل کیا تھا جبکہ اس کی خدمات کا نقش والیسرای صاحب کے دل میں تازہ تھا۔

دو دفعہ ۵ لہذا میری خواہش ہے۔ کہ راجہ رندھیر سنگھ کا کامل اختیار اور حکومت کل ریاست کے اندر بدستور رہنا چاہیئے۔ مگر جس نظر سے کہ آپ کی گورنمنٹ نے اس مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا۔ میں اُسکو بھی بخوبی سمجھتا ہوں یعنی اس نظر سے کہ چھوٹے بھائیوں کے حق میں جن کے واسطے راجہ نہال سنگھ نے وصیتاً بعض انتقالات فرمائے تھے اور جن کے جواز کو گورنمنٹ ہند تسلیم کر چکی تھی۔ ہر طرح کی رعایت ملحوظ رہے۔ اور پورا پورا انصاف عمل میں آئے۔ لیکن جو انتظام کہ خود ان بھائیوں نے اپنی ہی مرضی سے کر لیا تھا۔ اور جس پر چند سال سے عملدرآمد ہوتا چلا آتا ہے۔ اُس کو مستقل اور استمراری کر دینا اُن کے حق میں کوئی ناانصافی نہو گی۔ اُن کو اُن حصوں کی پوری تعداد جو اُن کے باپ کے وصیت نامہ میں درج ہیں۔ خواہ بطور زر نقد خواہ حین حیاتی جاگیروں کے ذریعہ سے جسطرح کہ آپ کی رائے قرار پائی ملنی چاہیئے۔ مگر یہ بات بخوبی سمجھہ لینی چاہیئے کہ اگر ان بھائیوں کو ریاست کپورتھلہ میں حسب شرح بالا جاگیریں دیجائیں گی۔ تو وہ باعتبار اختیارات فوجداری کے بالکل راجہ

صاحب کے ماتحت رکھی جائیں گی اور ہر ایک بھائی کی وفات کے بعد محاصل اُسکی جاگیر مقبوضہ کا راجہ صاحب کی طرف عود کریگا۔ مگر سب سے پہلا مصارف منجملہ آمدنی اُس جاگیر بازیاب شدہ کے یہ ہوگا۔ کہ برادر متوفی کے اہل و عیال کے واسطے ایک معقول وظیفہ بمنظوری گورنمنٹ ہند مقرر ہوا کریگا۔

۱۱ دفعہ ۱۱۔ امید ہے کہ حضرت ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ کی اِس مصرعہ تجویز کے اعلان کے بعد نوّاب لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب برطبق آپ کی ہدایتوں کے ایسا بندوبست کرسکیں گے جس سے سب فریق راضی ہو جائیں۔ مگر چونکہ کنور سوچیت سنگھ اپنی جاگیر کو ریاست سے علیحدہ کرا لینے کی درخواست کرچکا ہے۔ اِس لیئے وہ راجہ صاحب سے اُس اقرار نامہ پر قایم رہنے کا جو ۱۸۵۹ء میں ان دونوں کے باہم عمل میں آیا تھا۔ اب دعوے نہیں کرسکتا ہے۔

ولایت کے فیصلہ کا عمل درآمد۔

چونکہ اس فیصلہ سے راجہ صاحب کے دونوں چھوٹے بھائی راضی نہ ہوئے۔ اور نہ وہ کسی طرح پر اپنے بڑے بھائی سے صفائی کر لینے پر راغب معلوم ہوئے۔ اِسلیئے اُن کو کپورتھلہ میں جاگیر کا دلایا جانا نامناسب خیال کیا گیا۔ اور گورنمنٹ پنجاب نے یہ تجویز کی کہ اُن کو نقد وظیفہ بقدر ان کے حصص کے دلایا جاوے۔ لیکن چونکہ علیحدہ شدہ جاگیر کی جمعبندی گو راجہ نہال سنگھ کے وقت میں ایک لاکھ کے قریب تھی۔ مگر گورنمنٹ انگریزی کے تحت میں جانے سے اُن کی جمع بہت ہلکی ہوگئی تھی۔ یعنی فقر ۵۲ ہزار ۴۰ روپیہ۔ اِسلیئے الضافاً اب صرف یہی تعداد جسکے مستحق چھوٹے بھائی ازروئے وصیّت نامہ تھے۔ واجب الادا معلوم ہوئی ۔ مگر اس کے ساتھ ہی گورنمنٹ پنجاب کو یہ بھی منظور نہیں تہا۔ کہ کسی طرح سے کنور بکرماں سنگھ و سوچیت سنگھ کو بھی خواہ نخواہ نقصان پہنچے۔ اِسلیئے دونوں چھوٹے بھائیوں کے لیئے ساٹھ ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کا ظیفہ باقساط ششماہی ریاست کپورتھلہ سے ملنا تجویز ہوا۔ اور بھونگہ و داٹیاں کنور سوچیت سنگھ سے واپس لئے گئے۔

ان خانگی قضیوں نے راجہ رندھیر سنگھ کو اپنی آخری زندگی میں بہت ہی متفکر و مشوّش رکھا۔ حتےٰ کہ کچھہ عرصہ سے اُنہوں نے پنجاب کو گویا بالکل ترک ہی کر دیا تھا۔ اپنے علاقہ واقع اودہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ اور جبتک یہ خبر نہ سن لی۔ کہ ولایت سے اس مقدمہ کا فیصلہ اُن کے حق میں ہوا۔ اور ریاست تقسیم نہ ہوگی۔ تب تک پنجاب میں واپس نہ آئے۔

راجہ رندھیر سنگھ کا دربار عام فرمانا اور دیوان متھراداس کو خطاب و جاگیر کا عطا کرنا

دیوان متھراداس کے ولایت سے اس مقدمہ کو جیت کر واپس آنے کی خوشی میں ۱۸۔ کاتک سمت ۱۹۲۶ بکرمی کو راجہ رندھیر سنگھ نے کپورتھلہ میں ایک دربار عام کیا۔ جس میں اہلکاران ریاست اور رئیسان شہر لاہور و امرتسر وغیرہ راجہ صاحب کو اِس خوشی کی مبارکبادی دینے کے لیئے شامل ہوئے۔ اور بہت سے معزز معزز انگریزی حکام بھی شریک تھے۔ اِس جلسہ میں راجہ صاحب موصوف نے اپنے لایق دیوان متھراداس کی نمایاں خدمات کی جو اُس نے، ولایت میں جاکر اِس مقدمہ کی پیروی میں کی تھیں۔ اور اپنی ذاتی حسن لیاقت سے ولایت کے کل اعلےٰ اعلےٰ حکام کی خوشنودی حاصل کی تہی۔ اعلےٰ درجہ کی قدردانی کی۔ یعنی خدمات کے صلہ میں ایک جاگیر دو ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی واسطے دوام کے معہ خطاب دیوان متھراداس کو عطا کیا۔ اور حاضرین سے مخاطب ہوکر "رفعت و عوالیمرتبت زبدہ خیرخواہان باوفا"

اپنی اسپیچ میں مفصلہ ذیل الفاظ فرمائے :-

"اے روساء و شرفاء ابھی جو میں نے آپ صاحبان سے تقریر کیا - وہ یہ تھا - کہ میں نہایت مشکور و ممنون ہوا - بنیا ضانہ عنایت ہاء حضور ملکہ معظمہ سے جو انہوں نے ازسر نو میری ریاست کو قایم فرما کر صدمہ تقسیم سے سلامت اور محفوظ رکھا - اگرچہ ایک بوجھ بھاری گذارہ کا واسطے اُن ہر دو برادران پڑ گیا - لیکن جبکہ قایمی ریاست ہو گئی - تو بہر حال شکریہ ملکہ معظمہ کا واجب ہے - اور چونکہ میں نے متھراداس کو واسطے پیروی اس مقدمہ عظیم کے انگلستان کو روانہ کیا تھا - تو اس سے میں نہایت خوش ہوں - جو اُس نے بموجب میرے حکم کے نہایت عمدہ طور پر وہاں کارروائی کی - اور جس قدر میرے دوستان انگلستان میں تھے - اُس سے نہایت خوش اور راضی رہے - جو بہر طریق بموجب رضامندی حکام اور میرے دوستوں کے ولایت میں کاربند رہا - اسواسطے بمراد اظہار اپنی مہربانی اور خوشنودی کے میں نے اس کو منصب دیوانی اور جاگیر دو ہزار روپیہ کی نسلاً بعد نسلٍ بہ قاعدہ اولاد اکبری برائے دوام عطا فرمائی اور نیز خطاب "رفعت و عوالیمرتبت زبدہ خیر خواہان باوفا دیوان" متھراداس کو عطا فرمایا - کہ عنایت ہماری سے مشکور رہو کر آیندہ مورد عنایات ہماری کا رہے - اور سند خلعت علیحدہ اس تمام عنایات کے بمعہ سند[۵۱] جاگیر بشرائط مناسب بجانیت عطا فرمائی جاویگی - اور کرنیل محمد علیخاں جو ہمراہ متھراداس گیا تھا - اُس کے واسطے علاوہ از تنخواہ سابق ایکسو روپیہ ماہوار کی پنشن عطا فرمائی گئی - اور دو دو سو روپیہ نقد واسطے دیگر ملازمان ہمراہی متھراداس کے عطا فرمایا گیا"

بعد ازآں اُسیوقت اسپیچ ختم کرتے ہی راجہ صاحب نے دیوان **متھراداس**[۵۲] کو اپنے پاس بلا کر اُس کے گلے میں اپنے ہاتھ سے ایک کنٹھا مروارید ہی بایں الفاظ پہنایا - کہ "ہم تمکو یہ اسوقت کی یادگار عطا فرماتے ہیں" +

۵۱

بفضل سری اکال پورکھ جی!

سند عطاء جاگیر دو ہزار روپیہ سالانہ معہ خطاب جلیلہ دیوانی از پیشگاہ فیض مکرمت بندگان حضور راجہ راجگان دولت انگلشیہ سر مہاراجہ رندہیر سنگھ صاحب بہادر آہلووالیہ والی کپورتھلہ و بونڈی و بھتولی و اکونہ جی سی - ایس - آئی بنام رفعت و عوالیمرتبت زبدہ خیر خواہان باوفا دیوان متھراداس بسمت انعام بتاریخ یکم فروری ۱۸۶۵ء از محکمہ عالیہ گورنری ممالک ہند وغیرہ برطبق دعوے سردار بکرماں سنگھ و سوچیت سنگھ مدعیان حکم تقسیم ریاست صادر گردید - چونکہ ایں امر باعث تنزل بنیان ریاست اندودت مابود - بنا برآں بچشمداشت معدلت و حق پژوہی سرکار گردوں وقار ملکہ معظمہ دام ملکہا اپیل مقدمہ مذکور رجوع نمودہ برائے گذارش حالات آں و پیروی مقدمہ لالہ متھراداس را روانہ ولایت انگلستان فرمودیم - چنانچہ بتاریخ ۱۲ - فروری ۱۸۶۹ء از پیشگاہ کیوان جاہ حضور پر نور ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریہ دام اقبالہا بذریعہ جناب ڈیوک آف ارگل سیکرٹری آف سٹیٹ دارالسلطنت ہند بمنظوری اپیل و منسوخی تجویز محکمہ گورنمنٹ ہند حکم قایمی ریاست بدستور پر تو ظہور یافت - ازانجا کہ دریں موقع لالہ متھراداس بہ توفیق ایزدی معمد رخدمات پسندیدہ گردیدہ جملہ کارروائی برطبق حکم وہدایت مابدولت بہ عمل آورد - و درینجا و در انگلستان جمیع دوستان حضور از نیک روشی خوش وقت داشت - ۱۰ زانرو کہ دریں خدمت لائقہ خلوص عقیدت و فرمان برداری و رسوخ ارادت و وفا شعاری معہ الیہ و جانفشانی ہاء نمایاں و تقدیم مراتب خیر خواہی ہاء شایاں بہ پایہ ثبوت پیوستہ - بہ پاس خاطر عاطر حضور از دو آرایش محظوظ و مسرور گردیدہ بنابرآں بہ وفور رحمت و مکرمت بجلدوی حسن خدمتی ہاء مذکورہ بالا خلعت فاخرہ بعہ اعزاز خطاب جلیلہ دیوانی معہ جاگیر دو ہزار روپیہ جمع سالانہ برائے دوام نسلاً بعد نسلٍ ...... یعنی اولاد اکبری بجلسہ عام بتاریخ ۱۸ - کاتک سمت ۱۹۲۶ مطابق یکم نومبر ۱۸۶۹ء عنایت و مرحمت فرمودیم - ایں وقت بہ سبب عدم تقرر نام دیہات حکم شدہ بود کہ معافیت سند عطا خواہد شد - لہذا ایں وقت سند ہذا بشرح نام مواضع دلتو اور قبہ و جمیع حال مفصلہ ذیل عز اجراء یافت -

درو بست موضع شاہجہان پور تعلقہ دلہ تحصیل سلطانپور سالم کیہانوں | درو بست موضع رام پور تعلقہ امداد تحصیل سلطانپور الساناز کیہانوں

راجہ رندھیر سنگھ کا ایام غدر میں گورنمنٹ انگلشیہ کو مدد دینا۔

یہانتک تو گویا راجہ رندھیر سنگھ کے خانگی جھگڑوں اور مقدموں کا حال جو ۱۶ سولہ برس تک ریاست کپورتھلہ میں جاری رہنے کا مبیند ہوا۔ لیکن اب اسوقت سے چندسال پہلے کی تواریخ پر اُن واقعات کی بابت نظر ڈالنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جن میں راجہ رندھیر سنگھ نے گورنمنٹ انگریزی کا ایک ایسے مشکل وقت میں ساتھ دیا۔ جبکہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کی کشتی غدر کے بھنور میں غوطہ زن ہو رہی تھی۔ اور اُس کو گرداب سے نکالکر ساحل تک بخیریت تمام پہنچانے والا سوائے پنجاب کے سکھوں کے اور کوئی دوسرا بہادر و تیز رو ملّاح نہیں نکلا۔ یعنی جب مئی ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں آتش غدر و فساد مشتعل ہوئی۔ تو اسوقت اگرچہ راجہ رندھیر سنگھ پر بحیثیت ذیلداری سرکار انگریزی یہ واجب تھا۔ کہ جسقدر ممکن ہو گورنمنٹ کی مدد کرے۔ لیکن چونکہ وہ ایک لاکھ ۳۲ بتّیس ہزار روپیہ نقد سالانہ گورنمنٹ کو فوجی خدمات کے عیوض پہلے سے ہی ادا کرتے تھے۔ اسلیئے وہ فوجی خدمت کے لیئے مخصوص مجبور نہیں کیئے جاسکتے تھے۔ تاہم جسوقت راجہ صاحب موصوف کو دہلی اور میرٹھ کے غدر کی خبر پہنچی۔ وہ فوراً اپنی تمام فوج کو جمع کرکے معہ اپنے بھائی سردار بکرما ن سنگھ و بڑے بڑے اہلکاران ریاست کے جالندہر چلے گئے۔

راجہ رندھیر سنگھ کا مقام جالندہر پر گورنمنٹ کی مدد کرنا

اور تمام گرمی کا موسم اپنی فوج کے ساتھ وہیں کاٹا۔ بلکہ اپنی فوج کا ایک حصّہ دہلی بھی بھیجنا چاہا۔ مگر چونکہ اُن کی موجودگی کی ضرورت بہ نسبت دہلی کے وہیں زیادہ تھی۔ اس وجہ سے اُن کی یہ درخواست گورنمنٹ نے منظور نہ کی۔ بعد ازآں جس رات کو خاص جالندہر میں غدر کی آگ بھڑکی۔ اُس روز راجہ صاحب نے معہ تمام شہر اور خزانہ و جیل وغیرہ کی نہایت سرگرمی سے حفاظت کی اور جنرل جانسٹن صاحب کے ہمراہ اپنی کل سوار فوج کو باغیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ پھر

ہوشیار پور کی حفاظت

جولائی میں جب سیالکوٹ کے غدر کی وجہ سے ہوشیار پور کی حفاظت کی ضرورت پڑی۔ تو راجہ صاحب نے دو سو پیدل ایک سو سوار اور دو توپیں اُس طرف کو روانہ کیں۔ جو ماہ نومبر تک وہیں رہیں۔ سردار بکرما ن سنگھ نے بھی اپنے بھائی کی طرح بہت مستعدی اور خیرخواہی ظاہر کی۔ جالندہر کے مقام پر حالانکہ راجہ صاحب کی فوج کے سامنے چھ ماہ تک سرکاری فوجیں بغاوت اور نمکحرامی کے نمونے دکھلاتی رہیں۔ مگر اُن سے کوئی کام ایسا سرزد نہیں ہوا۔ جو خلاف حسن انتظام ہوتا بلکہ اس موقع پر راجہ صاحب کی تمام فوج اور افسروں کا چال چلن نہایت ہی قابل داد و تحسین رہا +

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عاملان حال و استقبال حفظا عزاز عطیہ حضور در و بست مواضع مذکور بقرار دوام بقبض و تصرف موصی الیہ و اولاد معز الیہ داشتہ از جمیع وجوہ مطالبات دست تعرض کوتاہ دارند بکمی بیشی جمیع وحاصلات جاگیر وقتاً فوقتاً ر دبدہد۔ تعلق جاگیردار موصوف و ورثۂ او خواہد ماند۔ سندم کہ دیوان معز الیہ و اولادش شکر گذار عنایات اور افزون خداوندی بودہ علی الدوام بتقدیم مراتب اطاعت و فرمانبرداری و دعائے ترقی اقبال و دولتخواہی سرکار ثابت قدم و راسخ دم مانندہ ہمیعنی را باعث سعادت و بہبودی خود شناسد و سند عطیہ ہذا را ذریعہ فخر و اعزاز خود در بین الامثال و اقران تصور کردہ باشند رسنگرانند مبارک ماہ چیت سمت ۱۹۲۶ ب مطابق مارچ ۱۸۶۹ء پروانگی خاص حضور انور مقام کپورتھلہ - ۱۲

سلہ دیوان متھرا داس دیوان رام جس کی (جو اس ریاست کا بہت پورانا و خیرخواہ اور دیانتدار اعلےٰ اہلکار ہے) اولاد اکبر ہے۔ یہ شخص بھی اپنے باپ کی طرح ریاست کپورتھلہ میں خاص خیرخواہی و وفاداری اور ایمانداری کے لیئے بہت نیکنام ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ولایت کے مقدمہ میں دیوان مذکور کی اعلےٰ درجہ کی نیک چلنی اور نمایاں خدمت ایسی ہی اعلےٰ درجہ کی قدردانی اور سلوک کی محتاج تھی۔ جو راجہ صاحب کپورتھلہ نے اس کے ساتھ کی۔ یہ شخص انگریزی میں نہایت آسانی اور صفائی سے گفتگو کرسکتا ہے اور ریاست کپورتھلہ میں ایک لایق اور اعلےٰ

اِس میں کوئی کلام نہیں کہ اس موقع پر راجہ **رندھیر سنگھ** کی بالکل صاف اور یکرخ کاروائی نے عوام پر بہت بڑا اثر پیدا کیا اور اس نے بلا کسی پس وپیش یا انتظار صلاح و مشورہ روسائے عظام اینروئے ستلج کے گورنمنٹ کی طرفداری اختیار کر لی تھی۔ بعد چلے جانے فوج قابل، روانگی دہلی کے علاقہ دوابہ جالندھر میں باستثنائے ایک سو نفر گوروں کے جنگی حفاظت میں پھلور کا قلعہ تھا۔ اور اسیفدر گورہ سپاہیوں کے جو خاص جالندھر میں مقیم تھے۔ و لو سو سواراں لوانہ و یک جدید پلٹن پیادگان پنجابی کے صرف راجہ **رندھیر سنگھ** کی ہی ایک ایسی فوج تہی۔ جس پر پورا پورا بھروسہ اور اعتبار خیر خواہی سرکار انگریزی ہو سکتا تھا۔ ورنہ دہلی کے باغیوں کا فوج انگریزی کے مقابلہ میں بدستور قایم رہنا دیکھکر بہت سے لوگ سرکار کی کامیابی سے مایوس ہو گئے تھے۔ راجہ **رندھیر سنگھ** کی ہوا خواہی و جاں نثاری میں سر مو فرق نہیں آیا۔ اور وہ برابر اپنے ارادہ خیر خواہی پر ثابت قدم رہا۔ علے ہذا گورنمنٹ کو بھی راجہ صاحب کی وجہ سے دوابہ جالندھر اور ممالک اینروئے ستلج کیطرف سے بہت بڑی تقویت حاصل ہو گئی تھی۔ راجہ صاحب نے باوجود ان تمام باتوں کے فوجی خدمات کا خراج ادا کرنا بھی جسکو والفعاً اُس فوج کی تنخواہ کی بابت جسکا ازروے قاعدہ حاضر کرنا ان پر واجب تھا وضع کر سکتے تھے ملتوی نہیں کیا۔ بلکہ عین وقت پر زر خراج ادا کرتے رہنے کی وجہ سے اُنہوں نے اپنے اوپر ایک کثیر قرض کا بار اُٹھا لینا تو منظور کیا۔ لیکن گورنمنٹ کی مشکلات کو مطلق نہ بڑہنے دیا +

ان ایام میں راجہ صاحب کی فوج کی تعداد جس نے کام دیا چودہ سو ۱۴۰۰ سے زیادہ تھی۔ یعنی بارہ سو ۱۲۰۰ پیدل اور دو سو ۲۰۰ سوار پانچ توپیں تھیں۔ جن کے واسطے نومبر ۱۸۵۷ء میں سپریم گورنمنٹ نے بارہ ہزار روپیہ کا انعام منظور فرمایا۔ جو ہر ایک افسر اور سپاہی کی ایک مہینے کی تنخواہ کے برابر تھا + فوج کپورتھلہ موجودہ ہنگام غدر کی تعداد

اور اس کے علاوہ راجہ **رندھیر سنگھ** کی خدمات کا گورنمنٹ نے تہ دل سے شکریہ ادا کر کے راجہ صاحب کے زر خراج میں سے ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ کی تخفیف کی۔ اور ایک سال کا خراج بالکل معاف کر دیا۔ اور پندرہ ۱۵۰۰۰ ہزار کا ایک خلعت راجہ صاحب کو دہ ہزار کا سردار بکرما سنگھ اُن کے بھائی کو عطا کر کے راجہ صاحب کے لیئے گیارہ ۱۱ توپوں کی سلامی اور "**فرزند دلبند**

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) درجہ کا منصف مزاج اور صاف گو افسر ہے۔ ولایت کی بود و باش نے دیوان متھرا داس کے ذاتی جوہر اخلاق و تمدن کو گویا جلو دیدی ہے۔ اور میں اپنے خاص تجربہ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ دیسی ریاستوں میں ایسی پنکچوالیٹی (صداقت و وعدہ وفائی) اسٹریٹ فارورڈنس (صاف بالنی) اسٹرکٹ آنسٹی (کٹر ایمانداری) کا عہدیدار ہونا ریاست کپورتھلہ کیلیئے بڑا فخر ہے + چونکہ ولایت کی تہذیب اور اخلاق نے دیوان متھرا داس کے خیالات کو بہت بلند کر دیا تھا اسوجہ سے اُس نے اپنے منجھلے بیٹے دولت رام کو تعلیم حاصل کرنے کے لیئے ولایت بھیجا۔ جو وہاں سے ایک لایق بیرسٹرایٹ لا بن کر آیا۔ اب آخیر ۱۹۰۱ء سے حال کے نوجوان راجہ جگجیت سنگھ صاحب نے اسی نوجوان بیرسٹرایٹ لا کو اپنے معزز عہدہ پرائیویٹ سیکریٹری کے واسطے منتخب کیا۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ راجہ صاحب کا یہ انتخاب بہت مناسب ہوا۔ کیونکہ ایسے معزز اور نازک عہدہ کے لیئے ایسے ہی لایق اور تعلیم یافتہ لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر برعکس اس کے ہندوستانی ریاستوں میں ایسے عہدوں پر جن پر رئیس کے ذاتی اور خانگی چال چلن کا کل دارو مدار ہوتا ہے۔ عموماً رذیل قوم اور تھوڑی سی لیاقت کے لوگ ممتاز ہوتے ہیں۔ جن سے عمدہ نتایج کا برآمد ہونا ایک دشوار امر ہے + ہماری رائے میں ہندوستانی رئیس کا خانگی اسٹاف مخصوص نہایت لایق اور اعلے درجہ کے تعلیم یافتہ شخصوں کا ہونا چاہیئے۔ اور اگر اسکا لحاظ کیا جائے تو ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ آیندہ ہمکو کبھی ایسی خبر کا ہتونکے سننے کا موقع نہ ملے جیسا کہ اب ہم آئے دن ہندوستانی روسا کے خانگی چال و چلن کے نہایت شرمناک واقعات کی بابت دیکھتے اور سنتے ہیں +

راسخ الاعتقاد کا اعزازی خطاب مقرر کیا۔ اور سردار بکرما ن سنگھ صاحب کو بہادری کا خطاب دیا +

اس کے بعد مئی ۱۸۵۸ء کے آغاز میں راجہ رندہیر سنگھ سپریم گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر کے معہ اپنی فوج کے اودھ کو روانہ ہوئے۔ اور سردار بکرما ن سنگھ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی ہمراہ لیتے گئے۔ دس مہینے تک برابر راجہ صاحب کی فوج وہاں میدان جنگ میں نمایاں کام کرتی رہی۔ چھ مرتبہ تو اس فوج کو مخالفین سے دوبدو لڑنے کا اتفاق پڑا جن میں یہ فوج ہمیشہ کامیاب ہوتی رہی۔ اور نو توپیں غنیم کی انہوں نے چھین لیں۔ اس تمام عرصہ میں راجہ صاحب اور اُن کے بھائی دونوں نے نہ تو کبھی کسی تکلیف کا خیال کیا۔ اور نہ کسی امر کا خطرہ یا اندیشہ کیا۔ بلکہ ہمیشہ میدان جنگ میں اپنی فوج کے ساتھ شامل ہو کر خود لڑتے رہے۔ اور اپنی اعلےٰ درجہ کی شجاعت اور بہادری کا ظہور دکھلاتے رہے۔ اور سچ تو یوں ہے کہ راجہ صاحب کی فوج نے میدان جنگ میں نہ صرف بڑی بہادری ہی دکھلائی بلکہ نیک چلنی کے واسطے بھی اعلےٰ درجہ کی نیکنام رہی۔

الغرض مارچ ۱۸۵۹ء کے آخیر میں راجہ صاحب اور اُن کی فوج اودھ کے محاربات سے فراغت حاصل کر کے واپس پنجاب آئی +

راجہ رندہیر سنگھ صاحب کو خدمات اودھ کے صلہ میں علاقہ جات بونڈی[۱] و بھٹولی جو بالزام بغاوت وہاں کے تعلقہ داروں سے + بطور قبضہ استمراری کے معہ کل حقوق و اختیارات جو وہاں کے سابق مالکان کو حاصل تھے عطا ہوئے[۲]۔ اور علاوہ اسکے دو لاکھ روپیہ نقد فوج کے اخراجات کی بابت جس کے لیئے صاحب چیف کمشنر بہادر اودہ نے پہلے ہی سے وعدہ کر لیا تھا۔ علیحدہ دیا گیا۔ ماسوائے اس کے دلیسی افسران فوج کو فی کس پانچسو روپیہ کا خلعت ملا۔ اور انگریزی افسران کا جو راجہ صاحب کی فوج کے متعلق تھے۔ گورنمنٹ نے شکریہ ادا کیا۔ اور خاص راجہ رندہیر سنگھ صاحب کو بھی

+ ضبطی سرکار میں آگئے تھے۔

۱؎ ۱۸۵۸ء میں ان علاقجات کی جمع ایک لاکھ روپیہ سالانہ تھی۔ اور۔ یہ تعلقے دریائے گھاگرا کے کنارہ پر واقع ہیں ۱۲

۲؎ سند عطائے زمینداری علاقہ بونڈی و بھٹولی بنام راجہ رندہیر سنگھ بہادر آہلو والیہ بخشیدہ نواب مستطاب معلے القاب نائب سلطنت و گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ و حشمتہ انآنجا کہ از تحریر صاحب چیف کمشنر بہادر اودہ مُدرک و مفہوم گردید کہ راجہ رندہیر سنگھ بہادر آہلو والیہ در ایام بلوہ از راہ خیر خواہی و وفاشعاری نسبت بسرکار فلک اقتدار انگریز بہادر با فواج خویش بسر کردگی ذات خاص خود بمقام لکھنؤ در رسیدہ مراتب امداد و اعانت نمایاں بر روئے ظہور آوردہ اند و ایں معنی موجب رضامندی و خوشنودی خاطر اینجانب گردیدہ۔ نظر برآں دریں آوان میمنت اقتران از رہ گذر کمال مرحمت و عنایت زمینداری علاقہ بونڈی و بھٹولی بمعافی نصف خراج بہ صیغہ استمراری بہ راجہ رندہیر سنگھ بہادر عطا گشتہ مشروط بہ اینکہ در وقت سختی و آفت مراتب حسن رویہ و نیکو خدمت در امور جنگی و ملکی بعمل آرند۔ و واضح باد کہ آنچہ حقوق مالکان سابق را حاصل بود سوائے آں دیگر ہیچ حق بہ راجہ موصوف مفوض نگردیدہ و نیز خلعت قیمتی دہ ہزار روپیہ عنایت و ارزانی گردیدہ سند ہذا سمت امضا پذیرفت۔ شکے نیست کہ راجہ صاحب موصوف بازائے ہمچوں عطیہ کبرے و مواہب عظمی بیش از بیش خیر اندیش سرکار دولتمدار انگریزی بودہ تقدیم مراتب خیر خواہی را موجب سود و بہبود خود خواہند شناخت۔ مرقوم پانزدہم ماہ اپریل ۱۸۵۹ء در دار الامارت کلکتہ

ملاحظہ شد
اظہار حسین میر منشی محکمہ معظمہ
گورنری

سنہ ۱۸۳۱ء
نظم و نسق امور ممالک و جزائر ہند و ایگریز بہادر مختار علی الاطلاق در علی
مہر سرکار اعظم دا

دستخط
لارڈ کیننگ صاحب بہادر وائسرائے و
گورنر جنرل ہند

پانچہزار کا خلعت عطا ہؤا تھا

اسیطرح بکرما سنگھ کو بھی گورنمنٹ نے خدمات آودہ کے صلہ میں ایک تعلقہ موسومہ اکوناجسکی ۷۵ ہزار روپیہ سالانہ واقع ضلع بہڑائچ پوری شرح لگان سرکاری پر عطا فرمایا۔ اور اس تعلقہ میں سے راجہ صاحب کے چند دوسرے اہلکاروں کو بھی جنہوں نے نمایاں خدمات کی تھیں کچھہ حصہ دیا گیا؛

خلعت راجہ صاحب بہادر

پارچات — زیور ۵ عدد

کنگن مرصع — جیغہ مرصع

مالا مروارید — بازو بند

انگشتری نگینہ الماس

سلاح ۶ عدد — اسپ مع ساز نقرہ یک راس

شمشیر — بندوق دونالی — پستول آٹھہ ناکا

فیل مع ہودج نقرہ — دو لاکھہ روپیہ نقد — ملکیتی عیوض پالکی

خلعت سردار بکرما سنگھ صاحب بہادر

پارچات — زیور ۳ عدد

مالا مروارید یک — کنگن یک جوڑی — بازو بند

اسپ مع ساز نقرہ یک راس — شمشیر یک

خلعت چودہری سلطان خانصاحب

پارچات: دوشالہ — کمخواب یک — سفیدی ۵ عدد

زیور: کنگن یک — مالا مروارید یک

خلعت دیوان رام جس صاحب

پارچات: دوشالہ یک — کمخواب یک — سفیدی ۵ عدد

زیور: کنگن یک — مالا مروارید یک

خلعت لالہ گلذاری مل

پارچات ۳ — کنگن یک جوڑی

خلعت لالہ بنا مل

پارچات ۳ — کنگن یک جوڑی

خلعت میاں کرم بخش

پارچات ۳ عدد — کنگن یک جوڑی

خلعت کرنل ولیم سن صاحب

پارچات ۳ عدد — کنگن یک جوڑی

خلعت کرنل مہتاب خاں

پارچات ۳ عدد — کنگن یک جوڑی

خلعت کرنل بنی بخش

پارچات ۵ عدد — کنگن یک جوڑی

خلعت مرزا دو زبیر بیگ

پارچات ۳ عدد — کنگن یک جوڑی

خلعت سید حید علی شاہ

پارچات ۳ عدد — کنگن یک جوڑی

خلعت چودہری علی بخش رسالدار

پارچات ۳ عدد — کنگن یک جوڑی

سردار تارا سنگھ

پارچات ۳ عدد — کنگن یک جوڑی

خلعت امیر خاں نائب رسالدار

پارچات ۳ عدد — کنگن یک جوڑی

خلعت غلامی خاں نائب رسالدار

پارچات ۳ عدد — کنگن یک جوڑی

علاوہ ان تمام عطیات کے گورنمنٹ نے راجہ رندہیر سنگھ صاحب کو ایک باغ مالیتی ۱۳۰۰ سو روپیہ واقع نزد بگیڑہ ضلع انبالہ جو سکھوں کی پہلی لڑائی کے بعد رئیس آہلووالیہ سے سرکار انگریزی نے ضبط کر لیا تھا خدمات ایام غدر کے مزید صلہ میں بطور لاخراجی برائے دوام واپس کیا؛

سند تہنیت کا عطا ہونا

اب ان تمام انعامات اور عطیات سے بڑھکر گورنمنٹ کی راجہ رندہیر سنگھ پر ایک یہ عنایت ہوئی۔ کہ اس کو افتخاز تہنیت ازروئے سند عطیہ لارڈ کیننگ صاحب بہادر وائسرائے ہند جسکا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ عطا ہوا

ترجمہ سند

"بنام فرزند دلبند راسخ الاعتقاد راجہ راجگان رندہیر سنگھ بہادر والی کپورتھلہ

"ہرگاہ کہ آنحضرت ملکہ معظمہ کی یہ خواہش ہے۔ کہ وہ سب سرداران و رؤساء ہندوستان جو اپنی اپنی قلمرووں کے اندر اب حکمران ہیں۔ اُن کی ریاستوں اور حکومتوں کو دوام حاصل ہو۔ اور اُن کے خاندانوں کا نام اور عزت برقرار رہے۔ لہذا بہ تعمیل اِس خواہش کے میں بذریعہ اس سند کے آپکو اس وعدہ سے مطلع کرتا ہوں کہ درصورت عدم موجودگی ورثا حقیقی کے آپ کا اور آپکی ریاست کے آیندہ فرمانرواؤں کا بموجب دہرم شاستر اور رواج آپ کی قوم کے کسی شخص کو جانشینی کیواسطے متبنے کر لینا مسلم اور منظور کیا جائیگا"

"اور اس بات کا اطمینان رکھو۔ کہ تا وقتیکہ آپ کا خاندان تاج و تخت سلطنت کا خیر خواہ رہیگا۔ اور گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ جو عہدنامے یا اسنادات یا قول و قرار عمل میں آئے ہوئے ہیں۔ اُن کی شرائط پر قایم و ثابت قدم رہیگا۔ کوئی چیز اس وعدہ میں جو آپ کے ساتھ ازروئے سند ہذا کیا گیا ہے خلل انداز نہوگی"

علاقہ آہلو کا واپس ملنا

اِس کے بعد راجہ رندہیر سنگھ نے اپنے پشتی علاقہ واقع ملک دوابہ باری کی واپسی کی جو ستمبر ۱۸۵۲ء میں معرض ضبطی بہ سرکار آگیا تھا درخواست کی۔ کیونکہ ان کے خاندان کا اصلی وطن موضع آہلو اسی علاقہ میں واقع تھا۔ اور اس سے راجہ صاحب کو ایک قسم کی محبت تھی۔ اس کل علاقہ کی آمدنی کا تخمینہ کرنل لارنس صاحب نے ۱۸۵۰ء میں ۲۶ ہزار تین سو روپیہ سالانہ کیا تھا۔ اور اس علاقہ کے اٹھارہ مواضعات ضلع لاہور میں اور اکیس امرتسر میں واقع تھے۔ اور ایک باغ ملتان میں تھا؛ راجہ صاحب کی یہ درخواست بھی گورنمنٹ نے منظور کی۔ اور اُن کو یہ علاقہ بطور جاگیر علی الدوام عطا کیا گیا جسکی حکومت دیوانی اور فوجداری سرکار انگریزی کے ماتحت رہی۔ حالانکہ اُس کے واسطے بھی راجہ صاحب نے اپنی بڑی خواہش ظاہر کی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس کا منظور کرنا مناسب نہ سمجھا؛

راجہ راجگان کا خطاب عطا ہونا

۱۸۶۱ء میں گورنمنٹ نے راجہ رندہیر سنگھ صاحب کو تعلقہ داران اودہ پر فوقیت دینے کی غرض سے راجہ مان سنگھ و دگ بجے سنگھ وغیرہ مہاراجگان کے راجہ صاحب موصوف باعتبار رتبہ کے راجگان کا خطاب عطا فرمایا۔ کیونکہ

شاہ گنج وبلرام پور سے کہیں زیادہ تھے ؛

ستارہ ہند کا تمغہ عطا ہوا

۱۷- اکتوبر ۱۸۶۴ء کو حضور وایسرائے ہند نے راجہ رندہیر سنگہ صاحب کو لاہور کے وایسریگل دربار میں جس میں مہاراجگان کشمیر وپٹیالہ وراجگان نابھہ وجیند ومنڈی وفریدکوٹ وجمنا وسکیت وگوگیر ونوابان مالیرکوٹلہ وپالوڈی وددجانہ ولوہارو وسردار کلسیہ وغیرہ سب بڑے بڑے رئیس وسردار شامل تھے **ستارہ ہند** کا معزز تمغہ عنایت فرمایا- اس موقع پر عالیجناب وایسرائے صاحب بہادر ہند نے جو اسپیچ اردو زبان میں راجہ صاحب سے مخاطب ہوکر سنائی وہ یہ تھی :-

''اے راجہ رندہیر سنگہ راجہ کپورتھلہ مجکو بڑی خوشی حاصل ہے- اسبات سے کہ جناب ملکہ معظمہ شاہنشاہ انگلستان نے مجکو اختیار دیا کہ آپ کو یہ عظیم الشان نشان الطاف شاہی ،،سٹار آف برٹش انڈیا،، کا عطا کروں- یہ خطاب معزز صرف اُن راجگان اور رئیسان کو عطا ہوا ہے- جو علاوہ درجہ اعلےٰ کے لیاقت ذاتی بھی رکھتے ہیں- آپکو اُن منتخب اشخاص میں شامل کرنے کی مجکو بڑی خوشی ہے- آپ کا دادا سردار فتح سنگہ بڑا نامور اور معزز سردار آہلو والیہ تہا- اور مصاحب مہاراجہ رنجیت سنگہ کا تھا اور آپ کا باپ راجہ نہال سنگہ میرا قدیم دوست جبکہ آپ نابالغ تھے وہ فوت ہوا- اور آپ جانشین ہوکر ذمہ دار سب کام کے ہوئے- جس کو آپ نے حسن لیاقت اپنی سے بخوبی انجام دیا- ایام غدر ۱۸۵۷ء میں آپ نے منجملہ راجگان کلاں فرض اپنا ادا کیا- اور سرکار انگریزی کی طرفداری کی- اور بعد تسخیر دہلی کے آپ اپنی فوج کو بافسری خود اودھ میں لیگئے- اور وہاں سے اُس ملک کی بازیافت میں اپنی جان ومال کا کچھہ دریغ نہ کرکے مدد دی- اِن خدمات کے صلہ میں آپ نے اسوقت تحسین اور انعامات اعلےٰ پائے- اور اب سب سے اعلےٰ ایک نہایت مشہور عظیم الشان خطاب پیشگاہ ملکہ معظمہ سے ملتا ہے- جسکو میں حضرت ملکہ معظمہ کے نام سے بموجب اُن کے حکم کے یہ بڑا معزز خطاب ،،سٹار آف انڈیا،، کا جسکے آپ نائیٹ مقرر ہوئے ہیں عطا کرتا ہوں مبارک ہو- اس تقریر کو مینے ہندوستانی زبان میں اسواسطے کیا ہے- کہ راجگان اور سرداران جو یہاں اسوقت شامل اس جلسہ مبارک کے ہیں- اور آپ کے اقربا اور احباب موجود ہیں- سمجھکر خوش ہوں- ورنہ اس تقریر نیک کو انگریزی میں کرتا- کیونکہ میں جانتا ہوں- کہ آپ انگریزی کو بخوبی سمجھتے ہیں- اور خوب بولتے ہیں- اور یہ بات بیشک موجب ترقی ارتباط مابین آپ کے اور میرے ہموطنوں کے ہے ''

اِس کے بعد صاحب ممدوح نے طبقہ مذکور کا فیتہ اور گلوبند خاص اپنے ہاتھ سے راجہ صاحب کے گلے میں پہنایا اور ستارہ اُن کے حوالہ کیا- اس کے جواب میں راجہ صاحب نے جو شکریہ ادا کیا وہ یہ ہے :-

میں نہایت عزت وافتخار سمجھتا ہوں جو میرے واسطے حضرت ملکہ معظمہ سے تمغہ ،،سٹار آف انڈیا،، کا عنایت ہوا- اور اُس کا شکریہ میں ادا کرنا چاہتا ہوں- مگر میری زبان سے کسی طرح ادا نہیں ہو سکتا- میرے دلی شکرانے اور نیاز اور تسلیمات بہت بہت جناب ملکہ معظمہ کی خدمت میں گذارش کیے جائیں- اور آپ بھی میری طرف سے بہت بہت شکرانہ قبول کریں-

اور یہ جو تذکرہ میری تھوڑی خدمات کا آپ نے فرمایا ہے۔ میں بخوبی جانتا ہوں۔ کہ میری خدمات دراصل بہت تھوڑی تھیں لیکن میرے نزدیک وہ آج بہت بڑی ہوئیں۔ کہ اُس تھوڑی خدمت میری کو حضور ملکہ معظمہ نے براہ عنایت قبول فرمایا۔ اور تاحال براہ مہربانی اُس کو یاد اور قبول فرماتی ہیں۔ اور میں اسواسطے بھی اس کو بڑی خدمت جانتا ہوں۔ جو اسیقدر میرے سے ہو سکتی تھی۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ جب آپ نے حضور ملکہ معظمہ کی طرف سے اسقدر عزت میرے واسطے بخشی ہے۔ تو پاس اس عزت کا ہر طرح سے اور ہمیشہ سرکار کو ملحوظ رہے گا۔ اور جسقدر عزت اور فخر اس اعلےٰ تمغہ کا ہے۔ میں بخوبی اُس کو جانتا ہوں۔ آپ یقین کریں۔ کہ جب تک میری حیات ہے۔ میں بھی اس تمغہ اعلےٰ کی عزت اور پاس دل وجاں سے کروں گا۔ اور میں زیادہ شکر اس بات کا کرتا ہوں۔ کہ تمغہ مجکو اُس کے ہاتھ سے عطا ہوا ہے۔ جسکا نام ہے بچانے والا ہندوستان کا[۱]"

اس کے بعد اب راجہ **رندہیر سنگہ صاحب** کا ارادہ سیر انگلستان کا جسکے وہ مدت سے مشتاق تھے ہوا۔ خصوصاً ولایت کے مقدمہ کی جیت نے جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ اُن کو اسقدر خوش کیا تہا۔ کہ انہوں	سیر انگلستان کا ارادہ۔

نے آغاز ۱۸۷۰ء میں ولایت جا کر حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی قدمبوسی حاصل کرنے کا بالکل پکا ارادہ کر لیا۔ اور اُن کا خیال تہا کہ اگر آب وہوا موافق آگئی۔ تو ایک سال کے عرصہ تک وہاں قیام کریں گے۔ اور پیچھے ریاست کا انتظام کنور **کھڑک سنگہ** اپنے بیٹے کے سپرد کر کے یہ ہدایت کی کہ جو امور زیادہ اہم ہوں اُن کے تصفیہ کی بابت میرا استصواب ولایت سے حاصل کر لیا جاوے

الغرض ۱۵۔ مارچ ۱۸۷۰ء کو راجہ صاحب موصوف بعزم سفر انگلستان کپورتھلہ سے بمبئی کو روانہ ہوئے۔ لیکن اُن کی صحت بوجہ خلل جگر ایسی نازک حالت میں تہی۔ کہ وہ ایسے دور دراز سفر کے لایق نہیں تھے	راجہ صاحب کا سفر انگلستان کے لیئے روانہ ہونا۔

چنانچہ اکثر دوستوں اور خیر خواہوں نے اُن کو اس ارادہ کو بالکل ملتوی رکھنے کی صلاح دی۔ لیکن چونکہ سفر کا سب انتظام ہو چکا تھا۔ اور اُن کے دل میں سیر انگلستان کا شوق اسقدر بدرجہ غایت تھا۔ کہ انہوں نے اپنی روانگی میں درنگ کرنا کسیطرح پر پسند نہ کیا ۔

مگر افسوس کہ یہ سیر جس کے وہ اسقدر مشتاق تھے اُن کو نصیب نہ ہوئی۔ اور اُن کی حالت بمبئی سے روانہ ہو کر عدن تک ہی پہنچنے پر ایسی غیر ہو گئی۔ کہ ایک ڈاکٹروں کی کمیٹی نے اُن کا معائنہ کر کے بالاتفاق یہ	راجہ رندہیر سنگہ صاحب کی وفات

رائے پاس کر دی۔ کہ اب راجہ صاحب صرف کوئی گھڑی کے مہمان ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ جب اُن کو اُس جہاز پر سے اُتار کر دوسرے جہاز پر جو بمبئی کو آتا تھا۔ واپس ہندوستان لانے کی غرض سے سوار کرایا گیا۔ تو اُس کے تھوڑے ہی دیر بعد اُن کی حیات کا جہاز گرداب فنا میں غرق ہو گیا۔ اور **وے** روئے گل سیر نہ دیدیم بہار آخر شد + کا مصداق ہوا۔ اُن کی نعش اُن کے ہمراہی بمبئی میں لے آئے۔ جہاں کنور **کھڑک سنگہ** بھی اپنے والد ماجد کی سخت علالت کا

[۱] چونکہ غدر میں انگریزی سلطنت کو ہندوستان میں قایم وبرقرار رکھنا صرف ایک پنجاب خاص کی امداد کا کام تہا جہاں کے حاکم اُسوقت لارڈ لارنس صاحب بہادر تھے۔ اسوجہ سے اُن کے ہموطن اُن کو مدح کے طور پر "سیویر آف انڈیا" یعنی بچانے والا ہندوستان کا کہتے ہیں ۱۲

حال سنگ کپورتھلہ سے بہ سرعت تمام روانہ ہو کر پہنچ گیا تھا۔ بمبئی سے راجہ صاحب کی نعش کو ناسک کے مقام پر جسکو ہندوؤں میں بہت متبرک جگہ خیال کرتے ہیں لیجا کر داہ کیا گیا۔ اور کریاکرم کی رسم بھی وہیں بجا لائی گئی۔ پھر وہاں سے دو مہینے کے بعد راجہ صاحب مغفور کے پھول ہردوار بھیجے گئے۔

راجہ رندہیر سنگھ کے بعد۔ کنور کھڑک سنگھ کی جانشینی کی بابت حضور والیسرائے سے منظوری

اس کے بعد کنور **کھڑک سنگھ** کو اپنے باپ کے ترکہ اور خطابوں کا وارث قرار دینے کے لئے حضور والیسرائے ہند سے منظوری منگائی گئی۔ چنانچہ صاحب ممدوح نے اس امر کو کہ کنور کھڑک سنگھ بیشک اپنے باپ کی جگہ مسند نشین کیا جائے بلا تامل تسلیم کر لیا۔ اور راجہ صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سننے پر اپنا سخت افسوس اور قلق ظاہر کیا۔ اور یوں تحریر فرمایا۔ کہ:۔

"راجہ رندہیر سنگھ کے وفات پانے سے گورنمنٹ انگریزی کا ایک وفادار اور رحالیقدر دوست اور ایک ایسا رئیس جس نے ایک مستحکم اور ترقی کناں سررشتہ نظم ونسق سے دیگر والیان ریاست کی تقلید کے لیئے ایک عمدہ نظیر قایم کر دی تھی ضایع ہو گیا۔ وہ بیش بہا خدمتیں جو راجہ صاحب موصوف نے گورنمنٹ کے واسطے تکالیف اور خطرہ کے ایام میں کی تھیں فراموش ہونے والی نہیں ہیں"۔

راجہ رندہیر سنگھ صاحب کی وفات پر حضور ملکہ معظمہ کا رنج وغم ظاہر کرنا

واقعی راجہ **رندہیر سنگھ صاحب** جس لیاقت اور دماغ کے والی ملک تھے اُس کے حال کی خود اُن کی تواریخ شاہد ہے۔ جو کچھ حضور والیسرائے صاحب نے لکھا۔ اُس میں سر مو فرق نہیں۔ چنانچہ حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند نے بھی راجہ صاحب موصوف کی اس ناگہاں وفات کا جو کہ خاص اُن کا نیاز حاصل کرنے کی انتظار میں واقع ہوئی تھی خاص طور پر اپنا اظہار رنج وغم کیا۔ جو آجتک کسی کی بابت نہیں سنا گیا۔ اور یہ ریاست کپورتھلہ کے لیئے بڑا بھاری فخر ہے۔

چٹھی انگریزی جو ولایت سے بحکم قیصرہ ہند راجہ **کھڑک سنگھ صاحب** کے نام بطور تعزیت آئی اُس کی نقل معہ ترجمہ ذیل میں درج ہے:۔

India Office
June 1870

My friend,

I have received with deep regret the melancholy intelligence of the death of your Highness's much esteemed father. The last act of his life, was con-

-sistent with the long sustained loyalty & fidelity which he had evinced alike in war and in peace towards the British Crown & British nation.

He was on his way to England to pay homage in person to Her Gracious Majesty the Queen, when it pleased the Almighty disposer of events to arrest his honorable career in the prime of his life & the fullness, of his zeal and efficiency.

It may be some Condolation & Encouragement to you to be assured that the uniform devotion & Consistent good service of the deceased Chief have been duly appreciated in this Country & that I have received the Command of Her Majesty to convey to your Highness & to your family the heart-felt Condolence of the Queen on this sorrowful occasion.

Accept at the same time the sincere Expression of my regret & sympathy.

Believe me to be

H. H. The Raja of Kapurthala

Your Highnesses very faithful friend & well wisher

-Sd/- R. Gill

ترجمہ

چٹھی جناب نواب معلے القاب ڈیوک آرگل وزیر اعظم ہند- از جانب حضور فیض معمور جناب ملکہ معظمہ دامت سلطنتہا- موسومہ بہ ہزہائینیس جناب راجہ راجگان راجہ کھڑک سنگھ صاحب بہادر والی کپور تھلہ-

"انڈیا آفس- جون ۱۸۷۰ء

مشفق من!

آپ کے شریف اور عالیقدر والد کی وفات کا حال پُر ملال سن کر مجکو نہایت رنج و افسوس ہوا- آخرکام بھی اُن کی زندگی میں اُن سے ایسا ہی ظہور میں آیا- جیسا کہ بنظر اتحاد و خیر خواہی کیا لڑائی کیا امن میں پادشاہ و قوم برطانیہ کے لیئے وہ جان نثار ہی کرتے رہے- راجہ صاحب مرحوم براد بجا آوری کورنش بحضور جنابہ ملکہ معظمہ دام اقبالہا انگلستان تشریف لیجانے "تھے- جیکہ ناگہاں مشیت منظر سلسلہ جنبانیاں کے متقاضی اس امر کی ہوئی- کہ عین عنفوان شباب میں اُن معززِ دُور اور کامل گرمجوشی کو زدل پہنچاوے- آپ کو اس امر کا واضح ہونا ہی تلافی غم و افزایش حوصلہ ہوگا- کہ خدمات حسنہ اور سلسلہ وار راسخ الاعتقادی راجہ صاحب مرحوم کی پسند خاطر خلایق اس ملک کے ہوئی- اور نیز آپ کو بدریافت اس بات کے طمانیت ہوگی- کہ مجکو ارشاد جنابہ ملکہ معظمہ دام اقبالہا کا ہوا ہے- کہ جناب اور جناب کے خاندان پر اس واقع جانکاہ کے واقع ہونے سے جناب ملکہ معظمہ کیطرف سے رنج و افسوس ظاہر کروں- میری طرف سے بھی یہی کلمات محسر و افسوس قبول فرماویں- اور مجکو اپنا خیر خواہ دوست تصوّر کریں

دستخط
آرگل

راجہ کھڑک سنگھ کی مسند نشینی-

۱۲- مئی ۱۸۷۰ء کو راجہ **کھڑک سنگھ** اپنے والد مغفور کی جگہ مسند ریاست پر بڑی دھوم دھام سے متمکن کیئے گیئے- اور اس جلسہ میں بہت سے رؤساء ہندوستانی و انگریزی شریک تھے- پہلے گورنمنٹ کیطرف سے **کرنل کاکس صاحب** کمشنر جالندھر نے خلعت پیش کیا بعدہٗ کل ریاستہائے خود مختار کیطرف سے خلعتیں پیش ہوئیں- اور کل رسومات گدی نشینی ادا کرنے کے بعد اس موقع پر تمام رعایا و ملازمان کپور تھلہ کیطرف سے ایک تہنیت نامہ پیش ہوا جس میں راجہ صاحب کو مسند نشینی کی مبارکباد کے بعد ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کا چندہ جمع کر کے یہ خواہش ظاہر کیگئی تھی- کہ راجہ صاحب مغفور کی جس کے راج میں اُنہوں نے نہایت خوشگذرانی اور امن آمان سے زندگی بسر کی ہے- کوئی مناسب یادگار قایم کیجاوے- چنانچہ راجہ صاحب نے رعایا کے اسقدر نیک اور عمدہ خیال کو نہایت خوشی سے منظور کیا- اور ایک لاکھ روپیہ اپنی طرف سے شامل کر کے یہ حکم دیا کہ ایک رندہیر کالج اور ایک رندہیر شفاخانہ دو یادگاریں اس روپیہ سے قایم کیجادیں- چنانچہ بیس ہزار روپیہ میں کالج کی عمارت اور پانچ ہزار میں شفاخانہ کی تیار ہوئی- باقی دو لاکھ روپیہ کے پرامیسری نوٹ خرید لیے گیئے- جن کے سود کی آمدنی سے جو دس ہزار روپیہ سالانہ کے قریب ہوتی ہے شفاخانہ اور کالج کی کارروائی ہمیشہ کے لیئے جاری کی گئی +

نقل تہنیت نامہ	اس مقام پر رعایا کے تہنیت نامہ کی اور راجہ صاحب کی تقریر کی جو اس کے جواب میں ہوئی بجنسہ ذیل

میں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے :-

تہنیت نامہ رعایائے کپورتھلہ

"ہم جمیع رعایا و ملازمان ریاست کپورتھلہ و بونڈی و بھونگی و اکونہ ٹلک اودھ ہزار ہزار شکر و سجدہ بدرگاہ خداوند جل جلالہ کرتے ہیں۔ کہ بہ عنایات خسروانہ حضور فیض گنجور ملکہ معظمہ دام ملکہا بادشاہ انگلستان و شاہنشاہ ہندوستان بعد سر گباش ہوئے حضور فرزند دلبند راسخ الاعتقاد دولت انگلشیہ یہ جلسہ گدی نشینی حضور کا نصیب ہم لوگوں کے ہؤا۔ اب ہم جمیع رعایا و ملازمان کو قطعی داد گستری و فیض بخشی حضور سے امیدات قوی ہیں۔ کہ جلد تلافی اس اندوہ و مصیبت اور غم کی جو حادثہ جانکاہ سر گباش ہوجانے سری مہاراجہ صاحب بہادر سے ہم لوگوں کو ہؤا ہے ہوگی۔ اور ہم لوگ پیشتر سے نیک نیتی اور رحمدلی اور انصاف پروری حضور کے شاہد ہیں۔ جو عہد مہاراجہ صاحب بہادر سر گباشی میں ہی حضور کو توجہات بطرف انصاف اور پرورش ہم لوگوں کے تھیں۔ اب جو خداوند حقیقی نے حضور والا کو مالک اور والی ہم لوگوں کا بنایا۔ تو ہمکو بیش از بیش توقعات ہیں۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ جو قلق مہاجرت جناب سر مہاراجہ صاحب بہادر سر گباشی کا ہم لوگوں کو ہؤا ہے۔ وہ تا ابد ہمارے دل سے نہیں جائیگا۔ سبب اسکا خاص یہ ہے کہ گو اس خاندان سرکار آہلووالیہ میں ہر رئیس گدی نشین نامی گرامی عالی ہمت ہوتے رہے ہیں۔ جن کے وصف کی تفسیر عالم پر اظہر من الشمس ہے۔ لیکن فی زمانہ جو کارنمایاں اس مہاراجہ بیکنٹھ باشی سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ان کی یاد دلوں کو منغص کرتی ہے۔ کارنمایاں اسقدر تفصیل طلب ہیں۔ اس مختصر وقت میں ان کی تفصیل کو گنجائش نہیں۔ لیکن علے سبیل الاجمال متن ضمن میں حصر کیا جاتا ہے +

پہلے جو کارروائی کہ بہ نسبت رعایا ذات سر مہاراجہ صاحب بہادر ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ سابق اس ریاست میں رعایا ہندی سرکاروں کے موافق بطور بٹائی لگان لیا جاتا تھا۔ اور جو ویران ہوجاتا تھا۔ اس کی ملکیت پر دوسرے لوگ قبضہ کر لیتے تھے۔ اس مہاراج کے عہد میں بندوبست قانونی ہو کر باستثنائے چند دیہات ملحقہ لب دریا وغیرہ جمع مناسب تجویز کی گئی۔ اور فردحقوق حسب ضابطہ تیار ہو کر جملہ تنازعہ باہمی رعایا طے کیئے گئے۔ کوئی کسی کی ملکیت پر ناجائز طور پر قبض و دخل نہیں پاسکتا۔ اور جو منافع مالگذاری زمیندار کو بچت ہو وہ زمیندار کے دامن میں برابر رہا۔ اس سبب سے زمیندار اسقدر دولتمند ہوگئے ہیں۔ کہ آگے محتاج ساہوکار کے ہوتے تھے اب یہ لوگ خود ساہوکار ہ کرتے ہیں +

فوجداری میں اسقدر انتظام ہؤا۔ کہ ہر ایک اپنے گھر میں امن و اماں سے آباد ہے۔ عملہ پولیس و چوکیات بدستور انگریزی مقرر ہیں۔ دوم جو کار کہ بہ نسبت اس خاندان اور ذات سر مہاراجہ صاحب بہادر ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔ اول سری مہاراجہ صاحب جتا سنگھ بہادر نے اسقدر ریاست پیدا کی جو تمام خالصہ میں بادشاہ القاب پایا۔ چنانچہ یہ اظہر من الشمس ہے۔ بعد اس کے جو سری مہاراجہ بھاگ سنگھ صاحب بہادر گدی نشین ہوئے۔ اگرچہ کوئی دقیقہ انتظام ریاست میں

فروگذاشت نہیں ہوا۔ مگر چونکہ یہ مہاراجہ بہت رحم دل خداترس اور خدایاد تھے۔ اس سبب سے اکثر عاملان وکارکنان خود سر ہوگئے۔ اور ریاست میں ضعف آگیا۔ بعدازیں جو سری مہاراجہ فتح سنگہ صاحب بہادر گدی نشین ہوئے۔ مہاراجہ ممدوح نے بہت علو ہمتی سے اکثر اُن لوگوں خودسران حق فراموش کو تباہ کرکے رونق ریاست کو بڑہایا۔ اور بمقام فتح آباد مہاراجہ رنجیت سنگہ صاحب بہادر نے ان سے دستار بدل کی اور انہیں کے عہد میں پہلا عہدنامہ پنجاب جو ۱۸۰۶ء میں اصالتاً از خود ووکالتاً از جانب سردار رنجیت سنگہ باہم لارڈ لیک وازجانب برٹش گورنمنٹ ہوا قرار پایا ہے۔ اور اُس میں لفظ سردار فتح سنگہ وسردار رنجیت سنگہ بدرجہ مساوی درج ہیں۔ مگر بہ امر تقدیری بنظر بدعہدی مہاراجہ رنجیت سنگہ صاحب بہادر جو جگراؤں کو تشریف لیگئے۔ وقت مراجعت باوصف قول واقرار وعہد وپیمان عدم دخل در علاقہ جات مقبوضہ قدیم۔ پھر مہاراجہ صاحب رنجیت سنگہ نے ملک لکھا روپیہ جالندہر دوابہ باری سے مع کٹرہ آہلو والیاں واقع امرتسر لے لیا۔ اسواسطے پھر ریاست کو ضعف آگیا۔ بعد اس سے جو سری مہاراجہ صاحب نہال سنگہ بہادر گدی نشین ہوئے۔ اُس عہد میں بہی بہت اچھا انتظام اور رونق ریاست وملک روزافزوں رہی۔ لیکن نمکحرامی فوج نمکحرام سے کل ملک آنروئے ستلج موروثی جدی قدیمی ہاتھ سے جو جاتا رہا نہایت ہی ضعف ریاست کو ہوگیا۔ اُس سے بعد جو یہ مہاراج گدی نشین ہوئے۔ تو مثل سری مہاراجہ جسا سنگہ صاحب بہادر خداوند حقیقی نے اِن کو طاقت ترقی کی بخشی۔ کہ تادم آخیر روز بروز ترقی اُن کے نام واسم کی ہوتی رہی۔ چنانچہ مختصر حال اسکا یہ ہے۔ اولاً علاقہ فتح آباد جو بوجہ حین حیات سر مہاراجہ نہال سنگہ صاحب بہادر سرکار سے ضبط ہوا تہا۔ بخدمت نمایاں سرکار سے حاصل کیا۔ ثانیاً بفاصلہ پانصد کردہ ریاست قدیم سے ملک اودہ میں ریاست وراثت بہاری سرکار سے جدید عطا پائے ثالثاً قدیمی ریاست کو دو صدمہ سے محفوظ رکھا۔ پہلے ۱۸۵۳ء میں جو طرف علاقہ داعیاں وہونگہ سے ہوا۔ بذریعہ خدمت نمایاں اور ثانیاً ۱۸۶۹ء میں جو بحکم گورنمنٹ حکم تقسیم ہوا بذریعہ پیش کرنے اپیل بحضور سیکرٹری آف سٹیٹ ولایت کے بچایا۔ رابعاً خطاب فرزند دلبند راسخ الاعتقاد دولت انگلشیہ اور راجہ راجگان اور پریسیڈنٹ امیران اودہ اور مرتبہ گرانڈ کمانڈر آف دی موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی سٹار آف انڈیا حاصل کیا۔ خامساً تمغہ خدمت جنگ اودہ +ستار آف انڈیا بنظر ظاہر بہت قلیل الوزن تہا۔ لیکن اُن کی شجاعت بے بدل کا نشان تہا جس کے واسطے بمقام کلکتہ حضور شاہزادہ ڈیوک ایڈنبرا نے اپنی زبان سے فرمایا۔ کہ یہ تمغہ کسی کے زیب لباس نہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ سوائے آپ کے اور کوئی رئیس بذات خاص معرکہ جنگ میں موجود نہیں ہوا۔ اسواسطے زیادہ تر فروغ ستار آف انڈیا سے اس عنایت ملکہ معظمہ کو سمجھا جاتا تہا۔ سادساً جو ریاست میں رونق وآبادی شہروں کی ذات مہاراج سے ہوئی وہ یہ ہے۔ کہ دارالریاست خاص کپورتھلہ کو جو ایک قصبہ بعمارت خام آباد تہا۔ اسقدر رونق عمارت دی۔ کہ اب شہر پختہ آباد ہے۔ بازار اور سڑکیں شہر میں حسب قرینہ تیار ہیں۔ درخت دورویہ بازار میں نصب کیئے گئے ہیں۔ ہر کارخانہ کی دوکانیں کشمیر وامرتسر سے لاکر شہر میں آباد کیں اور چھاونی تیار کی۔ معہذا یہ آبادی خاص کپورتھلہ کی ہی نہیں

+ [illegible]

بڑہائی بلکہ بازار بھگواڑہ و سلطان پور جو قدیمی رواج چھپر پوش تہا۔ کشادہ اور برانڈہ دار تیار کرائے ہیں۔ اور باغات اور کوٹھیات کپورتھلہ و بھاگستو و لاہور و جالندہر و کوہ مری میں شایان شان حاصل کیں۔ اسکولات و مدرسہ جات مثل علاقہ انگریزی کل علاقہ ریاست میں جاری کیئے۔ افسوس ہے کہ اب تجویز لانے نہر کی شہر میں اور ترقی شفاخانہ کی تہی۔ مگر عمر مبارک نے وفا نہ کیا۔ سو یہی جو کارکہ بہ نسبت گورنمنٹ ہند و ذات سری مہاراجہ صاحب بہادر ہوئے وہ یہ ہیں۔ ایام مفسدہ میں بہادرانہ ضلع جالندہر میں بذات خاص خدمت کی اور پھر جنگ ملک اودہ میں اکثر معرکوں میں بذات خاص موجود رہے۔ اور عمدہ عمدہ کام جو اظہر من الشمس ہیں کیئے۔ اور پھر جب سرحد افغانستان میں شورش ہوا اور زیر چڑہائی فوج ظفر موج کی تاب آباسینہ پر ہوئی۔ اسوقت درخواست شامل ہونے ہر دو معرکہ میں اس مہاراج نے پیش کی۔ بجواب اس کے چھٹیات خوشنودی مزاج گورنمنٹ پنجاب مصدق حال ہیں۔ اب آخر بسبب نہایت ربط و شوق قدمبوسی حضور ملکہ معظمہ سفر ولایت کیا۔ باوصفیکہ طبع اقدس علیل تھی اور ارا کین دولت سدّ راہ بھی ہوئے۔ لیکن شوق دلی قدمبوسی حضور ملکہ معظمہ نے اسقدر انبعاث کیا۔ کہ بہادرانہ عازم ولایت ہوئے۔ افسوس صد افسوس اس زمانہ ناہنجار سے کہ اس شوق دلی کو پورا نہ ہونے دیا۔ راستہ میں ہی یہ حادثہ جانکاہ دکھلایا۔ آہ اس چرخ دوّار نے کبھی کسی سے وفا نہیں کیا۔ اب ہم ان کارہائے نمایاں اس مہاراج کو یاد کر کر چشم پر نم ہوتے ہیں۔ اور دعا دیتے ہیں۔ کہ رب العالمین جیسا اس مہاراج نے اپنی حکومت میں ہم لوگوں کو امن و آمان میں رکھا ہے۔ اب دار گیر حشر میں ویسا ہی مہاراج کو اپنے سایہ میں بہشت نصیب دیوے۔ ہرچند بعالم ظاہری رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے ہیں۔ لیکن بہمین ناموری و عالی حوصلگی جو ہمیشہ یادگار زمانہ میں رہیگی بموجب اس قول کے کہ۔ نوشیروان نمرد کہ نام نکو گذاشت * ہم جمیع رعایا و ملازمان ریاست کو اسقدر پرورش و آسایش فرمائی جو واسطے بسر حیات ہماری اور اولاد ہماری کے کافی ہے۔ جمیع ما رعایا و ملازمان خاص ریاست کی یہ تمنا تھی۔ کہ بعوض اس پرورش کے کسی موقع میں جان نثاری و خدمتگذاری کرکے حق ملازمی و رعایا پروری ادا کیا جاوے۔ جو کہ تقدیر ایزدی سے وہ تمنائے دل بدل رہی۔ اب ہم ملازمان و رعایا پر فرض ہے۔ کہ بامید ظاہر کرنے ارادت و اطاعت اپنی کے ایک یادگار سری مہاراجہ صاحب بہادر سُرگباشی ریاست میں تیار کرائی جاوے۔ کہ جس سے تمام ملازمان و رعایا ریاست کو فیض عام نصیب ہو۔ و نام نامی و فیاضی اور پرورش فرمائی جناب سری مہاراجہ صاحب بہادر سُرگباشی کا نشان برائے دوام ظاہر رہے۔ لہذا مبلغ ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ بطور چندہ جمع کرکے بحضور سری مہاراجہ کھڑک سنگہ صاحب بہادر پیش کرکے التماس کرتے ہیں۔ کہ حضور جیسا مناسب جانیں کپورتھلہ میں ایک یادگار بنام نہاد سری مہاراجہ صاحب بہادر تیار فرمائیں۔ تاکہ ہماری آل و اولاد اس نامی عادل فیاض خاوند کو یاد رکھ کر ہمیشہ اپنے آپکو معزز سمجھیں کہ ہم بھی ایسے عالی ہمت و داد گستر کی اولاد کے زیر سایہ حکومت میں نسلاً بعد نسل چلے آتے ہیں۔ اور تفصیل اس چندہ کی جس طرح پر لوگوں نے اپنی رضامندی اور خوشی سے جمع کیا ہے۔ فرد علیحدہ میں درج ہے۔ اب ہم اس التماس کو دعا پر ختم کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالے ہمیشہ اس ریاست کو حوادث روزگار سے محفوظ رکھے۔ اور سایہ عاطفت

پایہ حضور النور کو زیر سایہ ملکہ معظمہ دام اقبالہا بہ ترقی اقبال مدام بر سر ما رعایا و غلامان قایم و سلامت رکھتے ۵ عمرت در اباد که تا دور شتری ۔ ماز تو بر خوریم تو از عمر بر خوری ۔ المرقوم یکم ماہ جیٹھ سمت ۱۹۲۷ بکرمی مطابق بارہویں ۱۲ مئی ۱۸۷۰ عیسوی

تقریر راجہ صاحب بہادر

واقع میں اس حادثہ جانکاہ جناب قبلہ گاہی بیکنٹھ باشی سے جسطرح آپ لوگوں نے بیان کیا ہے۔ آپ لوگوں کو قلق ہوا ہے آپ سے بڑھکر میرے کو رنج والم ہے۔ لیکن جبکہ دنیا فانی گذشتنی اور گذاشتنی ہے۔ اور سوائے صبر صبر اس درد کا کچھ علاج نہیں۔ لاجرم صبر کیا جاتا ہے۔ اور جو روپیہ آپ لوگوں نے واسطے تیاری یادگار سر مہاراجہ صاحب بہادر کے پیش کیا ہے میں اسکا نہایت شکر کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں کو سری مہاراجہ کے قدموں میں بڑا انس اور شوق تھا۔ علے الخصوص جو رعایا ملک جدید نے پچیس ہزار روپیہ اس میں شامل کیا ہے۔ اس سے میں نہایت خوش ہوں۔ کیونکہ یہ رعایا پیدا کردہ خود ذات سری مہاراجہ صاحب بہادر ہے۔ بلکہ مجکو یاد ہے۔ کہ اکثر اوقات اس رعایا کے تذکرہ میں سر مہاراجہ صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ رعیت بہ سبب اس کے کہ میری ذات کی پیدا کی ہوئی ہے۔ رعایا ریاست کپورتھلہ سے عزیز تر ہے۔ واقع میں اب جو ان لوگوں نے یہ روپیہ شامل رعایا کپورتھلہ دیا ہے۔ گویا اس قول سر مہاراجہ کو تصدیق کیا۔ اسلیئے میں بھی اس رعیت کو مثل رعیت اس ریاست کے عزیز اور متحد سمجھتا ہوں۔ بابت تیاری یادگار آپ لوگوں پر واضح رہے۔ کہ والد میرے کو کوئی اس سے عزیز امر نہیں تھا۔ کہ رعایا اور ملازمان میرے ترقی علم سے روشن دل ہوں۔ اور اسی سبب سے وہ ہمیشہ بنانے مدرسہ جات اور شفاخانوں اور غریب خانوں کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ پس میں پورا کرنا ارادہ اس فیاض باپ کا نہایت عمدہ یادگار کا نتیجہ جانتا ہوں۔ اسلیئے تجویز کرتا ہوں کہ کپورتھلہ میں ایک یادگار موسوم ،، رندہیر کالج ،، رندہیر شفاخانہ ،، تیار کیا جاوے۔ جس میں تا ابد فیض علم و ہنر رعایا کو پہنچتا رہے۔ پس پچیس ہزار روپیہ میں تو عمارت کالج و شفاخانہ عمدہ تیار ہو سکتے ہیں۔ کالج۔ شفاخانہ۔ باقی ایک لاکھ روپیہ کے پرامیسری نوٹ خرید لیئے جائیں گے۔ اسطرح قریب پانچہزار روپیہ کے سود نوٹ کی آمدنی ہوگی۔ اور لکھ روپیہ میں بھی سرکار سے شامل کرتا ہوں۔ تاکہ دس ہزار روپیہ نوٹ ہا کا سود اور دس ہزار روپیہ سالانہ ریاست سے دیا جاویگا۔ اسطرح بیس ہزار روپیہ سالانہ میں اچھا کالج و شفاخانہ جاری ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بات ظاہر ہے کہ جاری ہونے اس کالج و شفاخانہ میں اگر شفقی صاحب کمشنر بہادر (کرنل کاکس صاحب بہادر) جو شریک جلسہ ہیں۔ مدد دیویں۔ اور ایسے اچھے پرنسپل عالم واسطے تعلیم و علاج کے جو ہمیشہ خیالات نیک اسمی ریاست کیواسطے رکھکر محض تعلیم و علم ہنر اور علاج رعایا سے کام رکھیں درخواست کریں۔ اور ان کی طلب لایق میرے سے مقرر کرا دیویں۔ تو البتہ یہ یادگار ایسی رونق پا سکتی ہے جو مثل ذات عالی سری مہاراج صاحب بہادر مبدا فیض عام تا ابد الدہر ہووے ۔

راجہ **کھڑک سنگھ صاحب** کی مذکورۃ الصدر تقریر سے جو انہوں نے بجواب تہنیت نامہ اپنی رعایا کے فرمائی صاف

ثابت ہوتا ہے - کہ راجہ رندہیر سنگھ صاحب مغفور کی اعلےٰ دماغی اور بلند خیالی کا حصہ اُن کے بیٹے کو بھی پہنچا تہا - اور وہ ایک ہونہار والی ملک تھے اس کے بعد راجہ کھڑک سنگھ صاحب نے اپنی اعلےٰ خیالی اور شاہانہ فیاضی کا ایک یہ اور نمونہ دکھلایا - کہ اُنہوں نے پچیس ہزار روپیہ صرف اس غرض سے عطا کیا - کہ سر ڈونلڈ میکلوڈ صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر پنجاب کی کوئی یادگار اس ملک میں قایم رہے چنانچہ اُس روپیہ کی بابت جناب لاٹ صاحب موصوف نے یہ تجویز فرمائی - کہ اس روپیہ میں سے ایک سالانہ انعام ایسے شخص کو دیا جاوے جو دیسی زبان میں علم طبعیات کی کوئی عمدہ کتاب تصنیف یا تالیف کرے - اور اس انعام کو کل باشندگان ہندوستان حاصل کر سکتے ہیں ٭ مگر افسوس کہ شراب خواری کی کثرت نے جس امر کے نوجوان سکھ رؤسا بالعموم عادی ہو جاتے ہیں - راجہ صاحب موصوف کی بے بہا اور فائدہ بخش زندگی کو بہت نقصان پہنچایا - اور بیساکھ سمت ۱۹۳۱ بکرمی میں جب وہ بھاگسو کے پہاڑ پر بنا بر آرام موسم

راجہ کھڑک سنگھ کو خلل دماغ کا عارضہ ہونا

گرما تشریف لیجاتے تھے ہوشیارپور کے مقام پر پہنچکر اُن کے دماغ میں خلل آگیا - یہ دماغی عارضہ ۹ مئی ۱۸۷۴ء کو نمودار ہوا اور راجہ صاحب کے ہمراہی اُن کو واسطے علاج کے کپورتھلہ واپس لے آئے ٭

یہاں پر آکر راجہ صاحب کا علاج نہایت تندہی اور مستعدی سے شروع کیا گیا - مگر جب کوئی افاقہ کی صورت نظر نہ آئی - تو گورنمنٹ

کونسل آف ریجینسی کا مقرر ہونا

نے تا صحت راجہ صاحب واسطے انتظام امورات ریاست ایک کونسل آف ریجینسی مقرر فرمائی - جس میں ریاست کے تین مفصلہ ذیل اعلیٰ عہدہ داران ممبر مقرر ہوئے ٭ میاں غلام جیلانی وزیر - دیوان رام جس۵ - دیوان بجیناتھ مشیر المال

ایک سال تک کونسل مجوزہ نے ریاست کے کام کو نہایت ایمانداری اور جانفشانی سے انجام دیا - لیکن گورنمنٹ نے بجائے

سر لیپل گریفن صاحب کا سپرنٹنڈنٹ ریاست مقرر ہونا -

کونسل کے ریاست کا انتظام کسی اعلےٰ انگریزی عہدہ دار کے تعلق کرنا نہایت مناسب سمجھا - اسلیئے سر لیپل گریفن صاحب بعہدہ سپرنٹنڈنٹی ریاست کپورتھلہ کے لیئے متعین ہوئے - اور ۱۸ - اپریل ۱۸۷۵ء

۵؎ دیوان رام جس اس ریاست کا نہایت خیرخواہ اور نمک حلال پورانا اہلکار ہے - یہ اپنی ایمانداری اور سچی خیرخواہی کے لیئے ریاست کپورتھلہ میں ایک اعلیٰ درجہ کا مشہور افسر ہے - حالانکہ دیوان رام جس کے بزرگ بھی اسی ریاست کی خدمات سے فیضیاب تھے - مگر یہ شخص بذات خاص سمت ۱۹۱۸ اب میں ریاست کپورتھلہ میں ملازم ہوا - اور اپنی نیک نیتی و سلامت روی اور لگاتار ایمانداری کی نمایاں خدمات سے اپنے مالک کو ایسا خوش کیا - کہ اُس نے اُس کو مشیر مال جیسے اعلےٰ عہدے پر ممتاز کیا - مہاراجہ رندہیر سنگھ مغفور کی نگاہ میں اس افسر کی بڑی قدر و منزلت تہی - جو مشکل کام پڑتا تھا - خواہ وہ جنگی خدمات کے تعلق ہوتا خواہ ملکی امورات کے اُس کے انجام کے لیئے راجہ صاحب ہمیشہ اس شخص کو منتخب کرتے - اودہ کی لڑائی میں یہ شخص راجہ رندہیر سنگھ صاحب کے ہمرکاب رہا اور اس خدمات کے صلہ میں سرکار انگریزی نے اُس کو ایک تمغہ اور خلعت عطا کیا - پھر مہم کابل پر فوج کا اعلے افسر بناکر بعہدہ پولیٹیکل افسری بھیجا گیا جس کے صلہ میں ایک تمغہ ملا - بعد ازاں دیوان رام جس کی ان تمام پسندیدہ اور نمایاں خدمات کی قدرشناسی گورنمنٹ انگریزی نے بہی کی اور ایک تمغہ قیصری و خلعت و تمغہ سٹار آف انڈیا یعنی - ایس - آئی کا دیوان صاحب کو عطا کیا - شروع شروع میں جب راجہ رندہیر سنگھ کو اودہ میں علاقہ ملا - تو اُس کے انتظام وغیرہ کے لیئے بہی راجہ صاحب نے اسی دیانتدار اور لایق شخص کو تجویز کیا تہا جس کام کو دیوان مذکور نے چند سال تک وہاں رہکر نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا - الغرض ۵۸ سال تک اس شخص نے ریاست کپورتھلہ کی لگاتار نہایت ایمانداری اور نیک نامی سے ملازمت کی - ۱۵ - اگست ۱۸۷۸ء کو بوجہ ضعیف العمری کے صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر نے دیوان رام جس کو بقایمی مدارج و مواجب بدستور ریاست کے کام سے آزادی دی - یعنی پنشن مقرر کردی اور دیوان متھرا داس اُن کے بڑے بیٹے کو (جو ۱۵ - جون ۱۸۷۲ء سے بحکم گورنمنٹ عالیہ علاقہ اودہ کے انتظام پر مامور تھے) اُن کی جگہ عہدہ دیوانی پر مقرر کیا - یہ جو کچھ لکھا گیا ہے - عام شہرت کے مطابق حق الامر درج کیا گیا ہے - دیوان رام جس علاوہ دنیاوی معاملات میں نیک نام ہونے کے دینی امور میں بہی بالکل اسم بامسمی ہے - کپورتھلہ کی رعایا اور ملازم سب اس شخص کے مداح ہیں - بلکہ جب کبھی ذکر آتا ہے - تو فرشتہ اور دیوتا کے الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں ٭ ۱۲

کو انہوں نے کونسل سے چارج لیا۔ الغرض راجہ **کھڑک سنگھ** کو مطلق افاقہ نہوا۔ اور آنکی زندگی تین برس تک برابر دماغی مرض کی وجہ سے تلخ رہی یہاں تک کہ ۲۲۔ بھادوں سمت ۱۹۳۴ بکرمی مطابق ۵۔ ستمبر ۱۸۷۷ء کو بروز چہارشنبہ ۹ بجے رات کے وقت بھاگسو کے مقام پر دفعتاً راجہ صاحب

راجہ کھڑک سنگھ کی وفات

موصوف اس دار فانی سے ملک جاودانی کو کوچ کر گئے۔ ۷ ستمبر ۱۸۷۷ء کو راجہ صاحب مغفور کی لاش کپورتھلہ میں لائی گئی۔ اور شالامار باغ میں متصل سمادھ راجہ فتح سنگھ صاحب سرگباشی کے بڑی شان و شوکت کیساتھ داہ کی گئی۔ اس قبل از وقت وفات کا ریاست کپورتھلہ کی تمام رعایا اور ملازمان کو سخت صدمہ گذرا۔ راجہ کھڑک سنگھ صاحب کی جگہ آن کے فرزند ارجمند راجہ **جگجیت سنگھ** صاحب حال والی ریاست کپورتھلہ (جو ۲۴۔ نومبر

راجہ جگجیت سنگھ کی مسند نشینی

۱۸۷۲ء کو بساعت سعید تولد ہوئے تھے) مسند نشین ہوئے۔ یہ مبارک رسم ۳۔ مگھر سمت ۱۹۳۴ بکرمی مطابق ۱۶۔ نومبر ۱۸۷۷ء کو بروز جمعہ کاتک شدی ایکادشی والے دن جس کے فرائض ادا کرنے کے لیے خود جناب سر ایجرٹن صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر پنجاب معہ پچاس ساٹھ عہدہ داران اور یوروپین افسران کے کپورتھلہ میں تشریف لائے تھے۔ بموجودگی دیگر راجگان و رئیسان پنجاب بڑی دہوم دہام سے ادا ہوئی۔ پہلے گورنمنٹ کی طرف سے خلعت مسند نشینی پیش ہوا۔ بعد ازاں دیگر ریاستہائے کے خلعت اور کل رسومات گدی نشینی کی ادا کرنے کے بعد راجہ صاحب حال نے جن کی عمر اُسوقت کل پانچ سال کی تہی۔ بجواب مبارکباد حضور لاٹ صاحب بہادر خود کھڑے ہوکر کمال متانت اور استقامت کیساتھ اُس عالی دربار میں اپنی پیاری پیاری اور بھولی بھولی زبان سے یہ مختصر الفاظ فرمائے۔ "میں بڑے فخر سے اس امر کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ جناب نارتھ بروک صاحب نے میرا نام گزٹ کیا۔ اور جناب سر ایجرٹن صاحب بہادر نے مجکو گدی نشین فرمایا"۔ جس کے سنتے ہی حضور لاٹ صاحب بہادر و کل حاضرین دربار نے اظہار خوشی و مبارکبادی میں تین چیرس دیئے۔ یعنی خوشنودی کی تالیاں بجائیں۔ اس کے بعد جب جلسہ تماشہ اور آتشبازی دیکھکر دربار برخاست ہوا۔ تو جناب لاٹ صاحب بہادر راجہ صاحب کو کوٹھی تک پہنچانے گئے۔ اور جب وہاں سے مراجعت فرمانے لگے۔ تو اُسوقت دیوان رامجس صاحب سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ "دیوان صاحب! آپکے مہاراجہ صاحب بڑے با اقبال ہونگے۔ دیکھیئے آج صبح سے اسوقت نصف شب تک آپ کی مہاراجہ نے اس صغیر سنی میں اپنے تمام فرائض کو کیسے لطف اور خوبصورتی سے انجام دیا ہے۔ کہ کوئی دانا اور بوڑھا آدمی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ میں یہ فال نہایت نیک اُن کے اقبال کی ترقی اور روز بروز افزونی کی چاہتا ہوں"۔ راجہ صاحب موصوف کی ایام نابالغی میں مفصلہ ذیل یوروپین افسران ریاست کپورتھلہ کے سپرنٹنڈنٹ رہے۔ سر لیپل گریفن صاحب ۱۸۔ اپریل ۱۸۷۵ء (۷ بیساکھ سمت ۱۹۳۲ب) سے ۱۳۔ فروری ۱۸۷۶ء تک۔ بعد ازاں مسٹر ریوار صاحب ۴۔ پھاگن سمت ۱۹۳۲ب مطابق ۱۴۔ فروری ۱۸۷۶ء سے ابتدائے فروری ۱۸۷۹ء تک مسٹر ڈبلیو لیک صاحب قایممقام ۷۔ فروری ۱۸۷۹ء (۲۷۔ ماگھ سمت ۱۹۳۵ب) سے شروع مئی ۱۸۸۳ء تک۔ ڈبلیو فریز صاحب قایممقام ۸ مئی ۱۸۸۳ء (۲۷ بیساکھ سمت ۱۹۴۰ب) سے ابتداء فروری ۱۸۸۴ء تک مسٹر کنیہم صاحب قایممقام ۱۴ فروری ۱۸۸۴ء (۴ پھاگن سمت ۱۹۴۰ب) سے شروع اپریل ۱۸۸۵ء تک مسٹر جارج چارلس نیر صاحب ۱۵۔ اپریل ۱۸۸۵ء (۵ بیساکھ سمت ۱۹۴۲ب) سے شروع نومبر ۱۸۸۵ء تک مسٹر ایچیسن صاحب ۶ نومبر ۱۸۸۵ء (۲۳۔ کاتک سمت ۱۹۴۲ب) سے اگست ۱۸۸۶ء تک۔ میجر میسی صاحب بہادر بالاستقلال سپرنٹنڈنٹ ۱۸۔ اگست ۱۸۸۶ء (۴ بھادوں سمت ۱۹۴۳ب) سے ۲۴۔ نومبر ۱۸۹۰ء تک۔ اب چونکہ راجہ جگجیت سنگھ صاحب انگریزی و فارسی کی تعلیم حاصل کر کے اپنی ریاست کی عنان حکومت لینے کے قابل معلوم ہوئے

راجہ جگجیت سنگھ کا با اختیار ہونا۔

اسلیئے ہزجمیس لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر پنجاب کی نہایت مہربان اور عادل گورنمنٹ نے ۲۴- نومبر ۱۸۹۰ء کو معہ اپنے کل سٹاف اور اعلیٰ افسران یوروپین کے کپورتھلہ میں رونق افروز ہوکر ایک بڑے عالیشان دربار میں راجہ صاحب موصوف کو انکی ریاست کی عنان حکومت جو گورنمنٹ کے پاس بطور حفاظت امانت رکھی ہوئی تھی سپرد کی اور اپنی اسپیچ میں ریاست کے اہلکاران و صاحب سپرنٹنڈنٹ کا جنہوں نے راجہ صاحب کی ایام نابالغی میں انکی ریاست کا ہر ایک کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا تھا شکریہ ادا کیا۔ تفصیل ممبران جن کے نام جناب لاٹ صاحب کی اسپیچ میں درج ہیں یہ ہے۔ کنور ہرنام سنگھ صاحب۔ دیوان رام جس صاحب۔ سردار بھگت سنگھ صاحب۔ لالہ ہر بھگوانداس صاحب۔ سردار نبی بخش صاحب۔ دیوان متھرا داس صاحب۔ لالہ ہر چرن داس صاحب۔ دیوان بیجناتھ۔ میاں غلام جیلانی لالہ اننتداس صاحب۔ لالہ ایشر داس صاحب۔ سردار بکرمان سنگھ صاحب۔ مولوی محمد ولی اللہ صاحب۔ کرنیل محمد علی خان صاحب+

راجہ صاحب نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے لائق لائق اہلکاروں کی عمدہ کام کی قدر شناسی میں انکی تنخواہوں میں اضافہ کیا۔ اور جو جو تدابیر ترقی ملک و قیامی امن و انصاف کی ضروری معلوم ہوئیں عمل میں لائے۔ پھر بمبئی وغیرہ ہندوستان کے مشہور مشہور مقامات کا سیر کیا کیونکہ سفر اور سیاحت سے بھی بہت تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ بعد ازاں خالصہ کالج کی قیامی کے لیئے ایک لاکھ روپیہ عطا کیا۔ جو راجہ صاحب کی اعلےٰ درجہ کی دریا دلی و فیاضی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ راجہ صاحب ایک نہایت لائق اور تعلیم یافتہ نوجوان والی ملک ہیں۔ طبیعت بالکل سادہ اور انصاف پسند ہے۔ مزاج میں جبر و تشدد نام کو نہیں چہرہ بشاش اور پیشانی ہنستی ہوئی ہے۔ آنکھیں بڑی بڑی خوبصورت اور شرم آلودہ ہیں+ ۱۷- ماہ مئی ۱۸۹۲ء روز شنبہ کو (مطابق ۶ ماہ جیٹھ سمت ۱۹۴۹ بکرمی) بساعت سعید یعنی چار بجے کے ۵ منٹ اوپر وقت شب راجہ **جگجیت سنگھ** صاحب کے یہاں وارث تخت و تاج پیدا ہوا۔ یہ مبارک خوشخبری تمام رعایا و ملازمان ریاست کپورتھلہ کے لیئے ایک اعلیٰ درجہ کی خوشی کا باعث ہوئی۔ گھر گھر شادیانے بجنے لگے اور مبارک مبارک کی صدا چہار طرف سے بلند ہوئی۔ اسی روز یعنی ۱۸ مئی ۱۸۹۲ء کی صبح کو حسن اتفاق سے دو گھنٹے بعد مہاراجہ پٹیالہ بھی بہ تقریب ملاقات راجہ صاحب کپورتھلہ وارد ہوکر اس جلسہ خوشی میں شریک ہوئے۔ اور راجہ صاحب کو خاص اپنی زبان سے مبارکباد دی ہزار ہا روپیہ غریب غربا کو بطریق بارہ تقسیم کیا۔ اس موقع پر مہاراجہ پٹیالہ کی تشریف آوری سے کپورتھلہ میں گویا اس ولادت باسعادت کی خوشی کی دو بالا رونق ہو گئی۔ کپورتھلہ میں گھر گھر شادی منائی گئی۔ اور ریاست کے تمام اعلیٰ اعلیٰ اہلکاروں نے اس خوشی میں جدا جدا جلسے اور دعوتیں دیں پہلے سردار بھگت صاحب منشیر اعلےٰ نے ایک بڑا بھاری جلسہ کیا جس میں مہاراجہ صاحب پٹیالہ اور راجہ صاحب کپورتھلہ بھی شریک ہوئے۔ اور اپنی تشریف بری سے سردار بھگت سنگھ کو اعزاز بخشا۔ پھر دیوان رام جس صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ نے جلسہ کیا انکو بھی مہاراجہ صاحب اور راجہ صاحب نے اپنی تشریف بری سے ممتاز کیا+ کپورتھلہ میں مفصلہ ذیل مقامات قابل دید ہیں۔ اول شالامار باغ جس میں فوارہ اور بارہ دری سنگین بنی ہوئی ہے۔ اس باغ کو سردار فتح سنگھ نے تعمیر کرایا تھا۔ اور اس میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ضیافت دی تھی۔ اس باغ میں راجہ صاحب حال کی فائدہ بخش تجویز سے ہر اتوار کی شام کو میلہ لگتا ہے جس سے ہر خاص و عام کو آٹھویں دن باہم ملاقات اور تفریح طبع کا ایک عمدہ موقع ملتا ہے۔ دویم شہر کے باہر ایک عالیشان عمارت موسومہ کچہری و ہال دربار جو قریب قریب چیف کورٹ پنجاب کی عمارت کے مشابہ ہے بعہد راجہ صاحب حال زیر نگرانی صاحب سپرنٹنڈنٹ ۸ لاکھ روپیہ کی لاگت سے تعمیر ہوئے۔ یہ مکان واقعی کپورتھلہ میں قابل دید ہے بیچ میں ایک بڑا فراخ اور بلند ہال جو وسعت میں لارنس ہال سے بھی بڑا ہے عمدہ عمدہ نفشہ اور سامان آرائش سے ہر طرح پر آراستہ ہے۔ اور اسمیں راجہ صاحب حال کی تجویز سے بجلی کی روشنی مثل دن کے ہوتی ہے۔ اس ہال کے چار طرف مکانات عدالت دو منزلہ سہ منزلہ بنے ہوئے ہیں سامنے ایک چھوٹا سا پائیں باغ بھی ہے۔ سوم رندھیر کالج۔ چھاؤنی افواج کوٹھی لائبریری و باغات وغیرہ وغیرہ+

مثل سکرچکیاں

مورث اعلےٰ خاندان سکرچکیاں

یہ وہ مشہور اور مبارک مثل ہے۔ جس میں مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر شیر پنجاب پیدا ہوا۔ اور اُس کے اقبال کے سامنے سب مثلیں ستاروں کی مانند چھپ گئیں۔ گو اصل وجود اس مثل کا سردار بدھ سنگھ سے ہے جسکی خاندان کی زنجیر بھٹی راجپوتوں راجہ سالباہن کی اولاد سے ملتی ہے۔ مگر اسکو زیادہ تر طاقت در بنا کی مثل کا نام مشہور اور نامزد کرنیوالا سردار چڑت سنگھ نبیرہ سردار بدھ سنگھ و دادا مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر ہوا ہے۔

اصل تعلق خاندان مورث اعلےٰ کا راجہ سالباہن سے

اب قبل اس کے کہ اس خاندان کا حال چڑت سنگھ یا بدھ سنگھ کے وقت سے قلمبند کیا جائے۔ کچھ تھوڑا سا اس سے پیشتر کا حال بھی درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

یہ امر اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ اس خاندان کی شاخ راجہ سالباہن بھٹی راجپوت سے ملتی ہے۔ اور اسکی مختصر طور پر اصل کیفیت یوں ہے کہ:-

راجہ سالباہن اور بکرماجیت کا جنگ

راجہ سالباہن جنوبی ہند کے ممالک گجرات وغیرہ کا راجہ تھا۔ اور ادھر مہاراجہ بکرماجیت کی راجدھانی تھی۔ نربدا ندی دونوں کے درمیان سرحد قائم تھی۔ مگر برخلاف اس کے مہاراجہ بکرماجیت کے وزیر نے مدام لب دریائے نربدا کو عبور کرکے راجہ سالباہن کے ملک پر ہاتھ بڑھانا شروع کیا جب اس کی خبر اُسکو ہوئی۔ تو اُس نے پہلے تو مہاراجہ بکرماجیت کو بخیال اُسکی بزرگی اور نیکی کے لکھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان ایسا نہ ہونا چاہیے۔ اور چاہا کہ لڑائی نہ ہو مگر اُس وزیر کی شرارت سے یہ معاملہ بہ سلوک طے نہ ہوا۔ بلکہ نربدا کے کنارہ پر ان دونوں راجاؤں کا باہم جنگ شروع ہو گیا۔ اور آخر کار ایک عظیم اور خونخوار جنگ کے بعد راجہ بکرماجیت اپنے سمت ۱۳۵ میں وہیں لڑائی میں مارا گیا۔ اور اُسکا تمام ملک راجہ سالباہن کے قبضہ میں آگیا۔ مگر چونکہ سالباہن بھی ایک نہایت لایق اور دہرماتما راجہ تھا۔ اُس نے اُس کے ملک پر قبضہ کرنے بھی اُسکی یادگار کو بھی قایم رکھا۔ اور اپنے نام کا ایک جدا ساکا چلایا۔ یعنی ہنود کی پتریوں میں جو سمت درج ہوتا ہے۔ وہ تو بکرماجیت کی یادگار ہے۔ اور جو سال ساکا کے نام سے تحریر ہوتا ہے۔ وہ سالباہن کی یادگار ہے۔ جیسے آجکل ۱۹۴۹ سمت بکرمی ہے۔ تو سالباہن کا ساکا ۱۸۱۴ ہے۔

راجہ سالباہن کی دارالسلطنت اور کنبہ

اب جب سالباہن کا راج تمام ملک پر ہو گیا۔ تو اُس نے پنجاب میں سیالکوٹ شہر کو جسے شال راجہ نے بکرماجیت سے ۳۳۴۳ برس پہلے آباد کیا تھا۔ اپنی راجدھانی بنایا۔ اور وہیں رہنے لگا۔ راجہ سالباہن کے ۱۶ لڑکے بڑے بڑے بہادر اور مشہور والی ملک اس بھارت ورش میں ہوئے۔ اوّل پورن بھگت جسکی دیانت

اور پارسائی کے قصّے کہانیاں اور گیت ابتک تمام پنجاب کے ہر شہر اور گاؤں میں گائے جاتے ہیں۔ دوسرا راجہ **رسالو** جسکے محل ابتک دریائے اٹک کے کنارہ پر اُس کے نام سے مشہور چلے آتے ہیں۔ تیسرا **جوندہر** چوتھا **بلند** پانچواں **دھرم** چھٹا **روپا** ساتواں **سندر** وغیرہ وغیرہ*

زوال سلطنت راجہ سالباہن

انقلاب زمانہ سے ان کا راج جاتا رہا اور مسلمانوں کی سلطنت ہندوستان میں قایم ہوگئی۔ اس ردّ و بدل میں یہ سب دشمنوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ صرف ایک راجہ **سوہاندا** نامی جوندہر کی اولاد سے اپنی جان بچاکر پہاڑوں میں جا چھپا۔ اور اُسکی ایک رانی جو حاملہ تھی سالنبوکے ٹانڈہ میں پناہ گزیں ہوئی۔ وہاں اُس کے لڑکا پیدا ہوا۔ اور پرورش پاتا رہا۔ اس درمیان میں **سوہاندے** کی قسمت نے پھر زور کیا۔ اور اُس نے کچھ ملک اپنے دشمنوں سے چھوڑا لیا۔ جب اسکو اپنی رانی کا حال معلوم ہوا۔ تو اُسکو بھی معہ لڑکے کے لے آیا۔ اور امرتسر سے چار کوس کے فاصلہ پر اُس جگہ جہاں اب ایک کھنڈر اور تھیہ پڑا ہوا ہے۔ اور ابتک "سوہاندا دا تھیہ" کے نام سے مشہور ہے ایک گانوں آباد کرکے اپنی دار السلطنت قایم کی* سمت ۱۹۴۲ بکرمی میں اسی مقام سے بیشمار اینٹیں نکال نکال کر حکام انگریزی نے ریل کی سڑک پر استعمال کیں۔ علاوہ بریں وہاں کی اینٹیں خاص امرتسر شہر میں بھی بہت سے مکانوں میں کام آئیں*

راجہ **سوہاندا** نے اپنے لڑکے کا نام **سہنسر** رکھا۔ جو بگڑ کر لوگوں میں **ساہنسی** کے نام سے مشہور ہوا۔ غرض رفتہ رفتہ جیسے براڑ کی اولاد براڑ اور سدہو کی اولاد سدہو۔ دولٹ کی دولٹ نامزد ہیں۔ اسیطرح اُس کی اولاد کا گوت بھی ساہنسی کے نام سے شہرت پکڑ گیا*

بیان راجہ سہنسر عرف ساہنسی کا

غرض راجہ **سہنسر** عرف ساہنسی ایک نہایت بہادر اور مشہور شخص ہوا۔ اور اُس کے بعد اُس کے لڑکے **کرتو** نے سمت ۱۱۰۱ بکرمی میں اپنے باپ کی یادگار میں ایک گانوں بنام راجہ ساہنسی آباد کیا۔ اور وہیں اپنی راجدہانی قایم کی۔ لیکن زمانہ کے دور اور مسلمانوں کے جور نے اُس کی سلطنت قایم نہ رہنی دی۔ اور وہ ایک لڑائی میں مارا گیا۔ اُسکے بعد اُسکا بیٹا **بگھا** اس ملک کا مالگذار رہا۔ جس کے بیٹے **بھاگ مل** کو **شاہجہان** بادشاہ کے حضور سے تحصیل امرتسار ن کے گرد نواح کے علاقہ یوسف پور وغیرہ کی چودہرات اور باجگذاری کی سند معہ خلعت عطا ہوئی۔ یہ دونوں باپ بیٹا گورو ہرگوبند **صاحب** چھٹے گورو کے بڑے مشہور اور معتقد سکھ تھے*

بڈھا سنگہ کی پیدائش اور اُسکا کنبہ

سمت ۱۷۳۵ بکرمی میں چودھری **بھاگ مل** کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جسکا نام **بڈہا** رکھا گیا۔ اور جو بعد میں بالغ ہونے پر **گورو گوبند سنگہ صاحب** دسم گورو سے امرت چھک کر بڈہا سے بڈہا سنگہ بن گیا۔ اور اُن کے ہمراہ اور نیز بابا بندے کے ساتھ رہکر ہر ایک معرکہ جات انند پور و سرہند وغیرہ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑی جوانمردی اور بہادری سے لڑتا رہا۔ سردار **بڈہا سنگہ** کے پاس ایک نہایت عمدہ باد رفتار گھوڑی تھی۔ جسکا نام اُس نے دلبی رکھ چھوڑا تھا۔ اس گھوڑی کے دم خم کی بابت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سردار **بڈہا سنگہ** اُسپر سوار ہوکر پچاس پچاس ساٹھ

ساٹھ کوس رات کو دھاوہ کر کے صبح کو پھر اپنے گھر پر آجاتا تھا۔ اور کوئی اُس کے تعاقب میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ سردار بدّھا سنگھ اِس گھوڑی کیوجہ سے بہت مشہور ہوا۔ یہانتک کہ اُسکا نام "سردار بدّھا سنگھ دیسی" مشہور ہو گیا۔ اِس کے پاس پچاس ساٹھ سوار ہمیشہ رہتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ یہ دور دور تک لوٹ مار کر آتا تھا۔ اِس کے دو بیٹے تھے۔ چنداسنگھ و نوده سنگھ۔ یہ بھی دونوں جوان مردی اور بہادری میں اپنے باپ سے کچھ کم نہ نکلے۔ اِنہوں نے سمت ۱۷۸۱ بکرمی میں رسول نگر کو جواب رام نگر کے نام سے مشہور ہے بجنگ فتح کیا۔ اور ہمیشہ اپنے ساتھ چالیس پچاس سواروں کا جھنڈ لیکر ہر طرف لوٹ مار کا دورہ کرتے پھرتے تھے۔ اُس زمانہ میں چونکہ مجیٹھے کے گل جاٹ سکھوں کے برخلاف تھے۔ اور خان بہادر صوبہ لاہور سے مخبری کر کے سنگھوں کو پکڑوا دیتے تھے۔ اسلئے چنداسنگھ اور نوده سنگھ دونوں نے اُن سے دق آکر سمت ۱۷۸۷ بکرمی میں گوجرانوالہ کے پرگنہ میں اپنا ایک گانوں سُکر چک[۵۱] کے نام سے آباد کیا۔ اور وہیں رہنے لگے۔ چنانچہ اِن کی مثل بھی اُسی گانوں کے نام پر سُکر چکیہ مشہور ہوئی +

سردار بدّھا سنگھ مع اپنے دونوں بیٹوں کے ایک عرصہ تک موضع سُکر چک میں رہا۔ اور تمام قرب وجوار اور گرد و نواح کے علاقہ کا اپنے خاص قوت بازو سے سردار بن گیا +

سردار بدّھا سنگھ کی وفات اور چڑت سنگھ کی جانشینی

سمت ۱۷۹۳ بکرمی میں سردار **بدّھا سنگھ**[۵۲] مع اپنے بیٹے نوده سنگھ کے موضع مجیٹھے کے قریب پٹھانوں کے مقابلہ میں بہت سے آدمیوں کا کام تمام کر کے مارا گیا۔ اور نوده سنگھ کا بیٹا سردار **چڑت سنگھ** جو سمت ۱۷۸۰ بکرمی میں پیدا ہوا تھا اپنے چچا چنداسنگھ کے ساتھ جس کی اولاد میں سردار ٹھاکر سنگھ سندھانوالیہ پنجاب میں ایک مشہور سردار ہوا[۵۳]۔ پرورش پاتا رہا۔ مگر مثل مشہور ہے کہ ہونہار لڑکے کے پاؤں پالنے میں ہی نظر آجاتے ہیں۔ جب سردار **چڑت سنگھ** ۱۶ برس کی عمر پر پہنچا۔ اور اُس نے ہوش سنبھالی۔ تو وہ فوراً اپنے باپ دادا کے دوستوں اور ہمراہیوں کو اپنے ساتھ لیکر خالصہ پنتھ کے گروہ میں جا شامل ہوا۔ اور **احمد شاہ** درانی کے حملوں میں جنکا مفصل ذکر حصہ دوم میں ہو چکا ہے۔ اِس نے خالصہ پنتھ کے ساتھ ملکر خوب ہاتھ دکھلائے۔ اور جنگ کا تجربہ حاصل کیا۔ بعد ازاں سکھوں کے گروہ کے ساتھ جب اِس نے قصور۔ چونیاں

حمید خاں حاکم گوجرانوالہ پر چڑت سنگھ کا حملہ

جالندھر بجواڑہ۔ نکودر وغیرہ کی لوٹ میں اپنا ہاتھ خوب گرم کر لیا۔ تو اُن سے الگ ہو کر دو تین سو سوار اپنے خاص نوکر رکھ کے **حمید خاں** حاکم گوجرانوالہ پر حملہ آور ہوا۔ اور سمت ۱۸۰۷ بکرمی میں اُس کو شکست دیکر وہاں سے نکال دیا۔ اور گوجرانوالہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔ سمت ۱۵۷۶ بکرمی میں سب سے پہلے گوجرانوالہ کو اُس کے ایک گوت بھائی **ساہنسی** نے آباد کیا تھا۔ اور اُس کا نام خان پور رکھا تھا۔ مگر سمت ۱۶۶۱ بکرمی میں گُجر اُس موضع کے گوجر جالٹوں نے چھٹے جالٹوں کی جماعت سے اُن سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور اُسکا نام گوجرانوالہ رکھا۔

۵۱ پہلے سُکر چک کو سمت ۱۵۴۳ بکرمی میں چودھری سُکر گل جاٹ نے آباد کیا تھا۔ مگر زمانہ کے انقلاب سے کچھ عرصہ بعد اُجڑ گیا۔ اور صرف تھیہ یعنی کھنڈر اُسکا باقی تھا۔ اب دوسری مرتبہ گو اِن لوگوں نے وہیں اُس گانوں کو از سر نو آباد کیا۔ مگر نام اُس کا وہی رکھا۔ کیونکہ کھنڈر سُکر چک کے نام سے مشہور تھا۔ ۱۲ ۵۲ بدّھا سنگھ دیسی نہایت جوانمرد اور بہادر شخص تھا۔ اس کے جسم پر ۹ زخم تلوار کے ۷ گولی کے اور ۱۱ تیر اور نیزہ وغیرہ کے موجود تھے۔ ۱۲ ۵۳ اِس شاخ کا مفصل ذکر حصہ چہارم میں کیا جائیگا + ۱۲

چڑت سنگھ کا گوجرانوالہ پر قبضہ۔ اور لاہور کو لوٹنا۔

چنانچہ اب اسی دعوے سے سردار **چڑت سنگھ** نے گوجرانوالہ پر حملہ کر کے اپنا تصرف اور دخل جما دیا۔ اور سمت ۱۸۱۱ بکرمی میں وہاں ایک خام قلعہ بنا کے اس میں ہر ایک طرح کا سامان جنگ وغیرہ اور لوٹ مار کا مال جمع کرنے لگا۔ پھر سکھ سرداروں کو اپنے ساتھ لا کے **عبداللہ خاں** صوبہ لاہور سے جا لڑا۔ اور اسکو شکست دیکر وہاں سے بہت کچھ لوٹ کا مال لایا+

سردار چڑت سنگھ کا سیالکوٹ پر حملہ

بعد ازاں وہاں سے واپس ہو کر سیالکوٹ کے حاکم **نور الدین** پر چڑھائی کی۔ وہ بھاگ کر جموں چلا گیا۔ اور اسکا جو کچھ مال و اسباب تھا سب اس کے ہاتھ آیا۔ بعد ازاں سردار **چڑت سنگھ** وہاں کی حکومت اپنے چھوٹے بھائی دل سنگھ کے سپرد کر کے خود واپس گوجرانوالہ آیا۔ اور ایک ہزار سواروں کی جماعت نوکر رکھ کے ملک گیری کرنے لگا۔

تیمور شاہ کا حمید خاں کو گوجرانوالہ پر بھیجنا اور اس کا شکست کھا کر واپس جانا۔

اتنے میں ہی سمت ۱۸۱۷ بکرمی میں **تیمور شاہ** نے حمید خاں کو ۲۰ ہزار فوج اور ۱۲ توپیں دیکر گوجرانوالہ پر بھیجدیا۔ اور اس نے پہنچتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ سردار **چڑت سنگھ** ایک عرصہ تک اندر سے نہایت جوانمردی اور تندی کے ساتھ لڑتا رہا۔ لیکن جب رسد وغیرہ باہر سے پہنچنی بند ہو گئی۔ اور عنقریب تھا۔ کہ اس کو شکست ملے۔ خوش نصیبی سے سردار **جھنڈا سنگھ و جسا سنگھ** آہلووالیہ وغیرہ معہ اپنی افواج کے اس ماجرے کی خبر سن کر اس کی مدد پر پہنچ گئے۔ اور رات کے وقت اچانک دشمن کی فوج پر اس زور و شور سے حملہ آور ہوئے۔ کہ ان کو اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ اور جو جہاں تھا وہیں سے بھاگ نکلا۔ اتنے ہی میں سردار **چڑت سنگھ** بھی اپنے سکھ بھائیوں کے آنے کی خبر سن کے قلعہ سے باہر نکل آیا۔ اور ان کے ساتھ شامل ہو کے دشمنوں کے تعاقب میں مصروف ہو گیا غرض سکھوں نے مسلمانوں کا آٹھ کوس تک پیچھا کیا۔ اور تین ہزار سے زیادہ مسلمان قتل کر ڈالے۔ اور ان کا جتنا مال و اسباب تھا سب معہ التواپ۔ فیل۔ گھوڑے سردار **چڑت سنگھ** کے ہاتھ آیا+

وزیرآباد اور رہتاس پر قبضہ

اب اس فتح فیروزی سے سردار **چڑت سنگھ** کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ **احمد شاہ** کے صوبہ دار سے وزیرآباد چھین کر اپنے خسر گوربخش سنگھ کو جاگیر میں عطا کیا۔ پھر دوسرے سال میں **احمد شاہ** کے چچا **بلند خاں** صوبیدار رہتاس پر حملہ کر دیا۔ جس میں وہ کامیاب ہوا۔ اور قلعہ[1] رہتاس اس کے قبضہ میں آگیا+

سردار چڑت سنگھ کا دہنی و پنڈ دادنخاں وغیرہ پر قبضہ

اس کے بعد تمام علاقہ دہنی و چکوال و جلال پور۔ و پنڈ دادن خاں وغیرہ معہ لون میانی و بھیرہ کے سردار **چڑت سنگھ** کے قبضہ میں آگیا۔ جنمیں سے احمدآباد و لون میانی و علی پور کا علاقہ دل سنگھ اپنے ملازم کو عطا کیا۔ اور پنڈ دادنخاں کے مقام پر ندھان[52] سنگھ و گھبو سنگھ کو چھوڑ کر وہاں ایک قلعہ تعمیر کرانے کا حکم دیا۔ اور نمک کی کان پر قبضہ کر کے نمک کی منڈی کو لون میانی سے اٹھا کر قصبہ رام نگر میں قایم کیا۔ نمک کی یہ کان پہلے سرداران بھنگی کے قبضہ میں تھی۔ مگر جب سردار **چڑت سنگھ** نے بزور اپنے تخت و تصرف میں لے لیا۔ تو ان کو سخت ناگوار گذرا۔ اور باہم بغض و عناد کی جڑ قایم ہو گئی+

قصبہ کوٹ صاحب خاں و راجہ کا کوٹ دایمن آباد پر قبضہ۔

پنڈ دادنخاں سے آگے بڑھ کر سردار **چڑت سنگھ** نے قصبہ کوٹ صاحب خاں و راجہ کا کوٹ

[1] اس قلعہ کو شیر شاہ بادشاہ نے ہمایوں کے نکالنے کے بعد سمت ۱۵۹۸ بکرمی میں نہایت پختہ تعمیر کرایا تھا۔ سو بیگہ مربع اس کی وسعت ہے اور ۳۰ گز عرض و ۳۰ ... طول اس کی دیواریں ہیں۔ تواریخ پنجاب مصنفہ رائے کنہیا لال میں یہ لکھا ہے کہ ... سنگھ اور ... سنگھ نے ... قلعہ کی تعمیر کا اہتمام ان کے سپرد کیا۔

دو مقام اور فتح کیئے۔ غرض اس سردار کی تمام ملک میں دہوم مچگئی۔ جس طرف یہ منہہ اٹھاتا تا۔ فتح خود بخود اُس کے ہمراہ ہو لیتی یقصبہ ایمن آباد کو بھی اس نے فتح کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ مگر اس کی دن بدن ترقی اقبال وافزونی حشمت و دولت کو دیکھکر دوسرے سکھ سرداروں کو مخصوص بھنگیوں کو جو ایک وقت میں سب سے زیادہ مال اور ملک رکھتے تھے نہایت رشک ہوا۔ اور سب نے چاہا کہ اتفاق کر کے سردار چڑت سنگھ کو نیچا دکھادیں اس بات کی خبر اس کو بھی پہنچ گئی۔ اور جانبین میں سخت رنج پیدا ہو گیا

> چڑت سنگھ کا جموں کے راجہ رنجیت دیو کی مدد پر جانا۔ اور پھر واپس آنا

اسی درمیان میں راجہ **رنجیت دیو** والی جموں کا اپنے بیٹے **برج راج دیو** سے تخت نشینی کے معاملہ پر تکرار ہو گیا۔ راجہ چاہتا تھا۔ کہ بمقابلہ اپنے بڑے لڑکے برج راج دیو کے اپنے چھوٹے بیٹے دلیل سنگھ کو جو اسکو بہت پیارا تھا۔ گدی دے۔ مگر **برج راج دیو** اپنی حیات میں اُسکو ایسا کب کرنے دیتا تہا۔ اُس نے فوراً اپنے باپ کی فوج کو پہاڑ کر نصف کے قریب اپنی طرف کر لیا۔ اور بہت سے امراء بھی اُس کی طرف ہو گئے۔ لیکن اُسکو اُس فوج پر چونکہ پورا پورا بھروسہ نہ تھا۔ اسلیئے اُس نے سردار **چڑت سنگھ** سکر چکیہ و حقیقت سنگھ و جے سنگھ گھنیا کو اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ چنانچہ ان دونوں مثلوں کے سردار جو عرصہ سے جموں کی دولت اور خزانہ پر تاک لگائے بیٹھے تھے۔ اس پیغام کے پہنچتے ہی معہ اپنی اپنی افواج کے جموں کی طرف روانہ ہو پڑے۔ جب اس کی خبر راجہ **رنجیت دیو** کو پہنچی۔ تو وہ بہت ڈرا اور اُس نے سمجھ لیا۔ کہ اب میرا تخت و تاج کسیطرح سے نہیں بچنے کا۔ اسلیئے بنظر مناسب ایک طرف تو اپنے بیٹے برج راج کو صلح کا پیغام بھیجا۔ اور دوسری طرف بھنگی سرداروں کو سکر چکیوں کے مقابلہ میں اپنی طرف بلا بھیجا۔ چنانچہ **جھنڈا سنگھ**

> سردار چڑت سنگھ کا بھنگی سرداروں کے ساتھ اتفاقیہ مقابلہ

بھنگی سردار بھی اس پیغام کے سنتے ہی برخلاف مثل سکر چکیاں وغیرہ جموں کی طرف روانہ ہو پڑا۔ اِن دونوں مخالفین سرداروں کے لشکر آگے پیچھے جموں کو جا رہے تھے۔ کہ اثناء راہ میں متصل موضع داسوسو ہارا وادو ہوچک علاقہ ظفروال کے ایک نالہ کے کنارے پر دونوں کا مقابلہ ہو گیا۔ اور باہم لڑائی شروع ہو گئی۔ چند روز تک آپس میں خوب تلوار چلتی رہی۔ اور ابھی کوئی فریق مغلوب نہیں ہوا تھا۔ کہ یکایک سردار **چڑت سنگھ** کی

> سردار چڑت سنگھ کی وفات۔

اپنی بندوق عین میدان جنگ میں پھٹ گئی۔ اور اُسکی ضرب سے وہ خود ہی مر گیا۔ یہ واقعہ سمت ۱۸۲۳ بکرمی میں ہوا۔ اس کے مرنے کے بعد سردار **جے سنگھ** گھنیہ نے اُس کے لشکر کا انتظام اپنے ذمہ لیا۔ اور میدان جنگ کو برابر گرم رکھا۔ لیکن سردار **چڑت سنگھ** کے مرنے سے سرداران جے سنگھ و حقیقت سنگھ دونوں کا دل اندر سے ٹوٹ گیا۔ اور چونکہ یہ اُن کا ایک بڑا بھاری شہزور اور بہادر دوست اس لڑائی میں کام آیا۔ اسوجہ سے انہوں نے بھنگی مثل کے سردار سے بھی بغیر انتقام لیئے خاموش رہنا مقتضائے انصاف نہ سمجھکر خاص اُنہی کے لشکر کے ایک مذہبی سکھ کو رشوت دیکر سردار **جھنڈا سنگھ** بھنگی کو بھی بندوق سے مروا ڈالا۔ اس سردار کے مرنے سے بھنگیوں کی مثل کی بھی کمر ٹوٹ گئی۔ اور جب اسکا حال راجہ **رنجیت دیو** کو معلوم ہوا۔ تو وہ بھی بالکل ناامید ہو گیا۔ اور اُسنے اُسوقت یہی مناسب سمجھا۔ کہ برج راج دیو اپنے بڑے لڑکے کو جسکی وجہ سے یہ فساد اٹھا تھا

ہے۔ گدی دیدے۔ اور سکھوں کے لشکر کو جن کے آنے سے جموں کا راج بالکل تباہ ہو جائیگا۔ کچھہ نذرانہ دیکر واپس کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ راجہ **رنجیت دیو** نے اپنی گدی **برجراج** کو دیدی۔ اور ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ سردار **جے سنگہ** گھنیا کو دیکر سکھوں کے لشکر کو واپس کیا۔ لیکن اس مہم کے بعد سرداران بھنگی و شکر چکیوں میں (جن کے سردار بہی مارے گئے۔ اور خرچ وغیرہ بہی انہی کا بہت ہوا) چند عقلمند سرداروں نے ملکر باہم صلح کرا دی۔ کیونکہ جے سنگہ گھنیہ تو نذرانہ کا روپیہ لینے ہی چلتا بنا یعنی جسقدر دوسرے سرداروں کے حصہ کا انعام آتا تہا اُسقدر نہیں دیا۔

سردار چڑت سنگہ کا کنبہ۔

سردار **چڑت سنگہ** کے دو بیٹے تھے۔ مہاں سنگہ و سہج سنگہ و ایک لڑکی بی بی راجکور جس کی شادی گوجر سنگہ بھنگی سردار سے ہوئی۔ سردار **چڑت سنگہ** کے بعد اُسکا بڑا بیٹا **مہاں سنگہ** جانشین ہوا چونکہ وہ اُسوقت دس بارہ برس سے زیادہ عمر کا تھا۔ اسلیئے کچھہ مدت تک اُسکو سردار **جے سنگہ** گھنیہ کے زیر حمایت رہنا پڑا۔ جے سنگہ نے **مہاں سنگہ** کی شادی راجہ **گجپت سنگہ** والی جیند کی لڑکی سے جس کے شکم سے **مہاراجہ رنجیت سنگہ** پیدا ہوا۔ بڑی دہوم دہام سے کرائی۔ لیکن جب **مہاں سنگہ** نے ہوش سنبھالی۔ تو اُسکا اور جے سنگہ گھنیہ کا باہم اتفاق نہ رہا۔

مہاں سنگہ کا بھنگی سرداروں کے ساتھ ملتان وغیرہ پر جانا اور واپس آنا۔

سردار **مہاں سنگہ** جس کی بھنگی سرداروں سے صلح ہو گئی تہی۔ پہلے اُن کے ساتھ ملتان کی مہم پر جسکا مفصل ذکر خاندان بھنگیوں میں درج ہو چکا ہے گیا۔ بعدہٗ وہاں سے واپسی کے وقت اُس نے اُن کے ساتھ ساتھ موضع دہارا کو لوٹ کر احمد آباد پر حملہ کیا۔ اور وہاں کے حاکم احمد خاں کو تنگ کر کے اُس سے اپنی وہ احمد شاہی توپ جسکو وہ قلعہ لاہور سے لایا تہا۔ اور بوجہ ہونے بہت وزنی راستہ میں ہی چھوڑ گیا تھا۔ اور پیچھے سے **احمد خاں** اُسے اپنے ہاں لے گیا تھا چھین لیا۔

مہاں سنگہ کا گنڈا سنگہ کے ساتھ پٹھانکوٹ کا محاصرہ کرنا

پھر جب **گنڈا سنگہ** بھنگی نے حقیقت سنگہ گھنیہ کے بھائی تارا سنگہ پر اِس الزام میں کہ اُس نے ملسا سنگہ ایک بھنگی سردار کی بیوہ کو اپنے گھر میں ڈال لیا تھا چڑہائی کی۔ اور پٹھانکوٹ کا ایک مدت تک محاصرہ کیا تو اِس مہم میں بہی سردار **مہاں سنگہ** اُس کے ساتھ رہا۔ لیکن جب **گنڈا سنگہ** اِس لڑائی میں گولی سے مارا گیا۔ اور بھنگی سرداروں کی فوج اُس کے مارے جانے سے ہراساں ہو کر حسب ایماء دیسو سنگہ کے جو اُس کا جانشین ہوا پٹھانکوٹ کا محاصرہ چھوڑ کر واپس گئی۔ تو یہ بھنگیوں سے علیحدگی اختیار کر کے واپس گوجرانوالہ چلا آیا۔ کیونکہ دیسو سنگہ ایک عیاش مزاج اور آرام پسند آدمی تہا۔ اور اُس کے وقت میں سرداران بھنگی کو سخت نقصان پہنچا۔ حتے کہ اسی **مہاں سنگہ** نے ہی

مہاں سنگہ کا بھنگیوں کے علاقہ پر قبضہ کرنا

جو اِس سے پیشتر اُس مثل کا ایک خیر خواہ دوست تہا۔ پنڈی بھٹیاں۔ ساہی وال۔ عیسے خیل۔ موسے خیل اور جھنگ وغیرہ کو جو بھنگیوں کے قبضہ میں تھا۔ یورش کر کے اپنے تحت و تصرف میں کر لیا اور دیسو سنگہ سے کچھہ بہی اُسکا تدارک نہ ہو سکا۔

مہاں سنگھ کی بہن راج کور کی شادی

اس کے بعد مہاں سنگھ نے اپنی بہن راج کور کی شادی سردار گوجر سنگھ بھنگی سے کر کے جس کے قبضہ میں لاہور کا تیسرا حصہ تھا۔ اُسکو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ اُس کے اِس طرف ملجانے سے بھنگیوں کی مثل بہت کم زور ہوگئی۔ اور مہاں سنگھ کی طاقت بڑھ گئی۔ کیونکہ بھنگی سرداروں میں گوجر سنگھ سب سے زیادہ دلیر اور مقدرت والا سردار تھا علاوہ تیسرے حصہ لاہور کے شہر گجرات اور بہت سا علاقہ دوابہ رچنا کا بھی اُس کے قبضہ میں تھا؛

گوجر سنگھ اور اُس کے بیٹے صاحب سنگھ کا باہم تکرار۔

گوجر سنگھ کے بیٹے صاحب سنگھ نے بامداد سردار مہاں سنگھ اول شہر گجرات پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ اپنے باپ کے کل علاقہ پر جو اسطرف واقع تھا دخیل ہو گیا۔ لیکن جب اسکی خبر اُس کے باپ کو ہوئی جو اُسوقت لاہور میں تھا۔ تو وہ فوراً بکوچ بلغر گجرات پہنچا۔ اور دونوں باپ بیٹوں میں لڑائی شروع ہوگئی۔ دونوں طرف کے بہت سے آدمی کام میں آئے۔ مگر اسی اثناء میں سردار مہاں سنگھ نے وہاں پہنچکر دونوں میں صلح کرا دی۔ گوجر سنگھ نے تمام علاقہ اپنے بیٹے صاحب سنگھ سے واپس لے لیا۔ صرف اس کے پاس سودہرہ کا علاقہ گذارہ کیواسطے چھوڑ دیا؛

مہاں سنگھ کا شاہدی وال اور رہتاس وغیرہ پر قبضہ کرنا۔

بعد طے کرنے اس فساد کے سردار مہاں سنگھ شاہدی وال اور رہتاس کیطرف رجوع ہوا۔ پہلے اُن کو فتح کر کے اپنے قبضہ میں لایا۔ بعد ازاں قصبہ لوہاروں کی کوٹلی واقع ضلع سیالکوٹ کے باشندگان سے نذرانہ وصول کر کے وہاں بھی اپنا دخل اور قبضہ جماتا ہوا رامداس پور پر حملہ آور ہوا۔ یہاں کی رعایا نے بھی علی ہذا نذرانہ دیکر اطاعت قبول کی۔ بیان کیا گیا ہے کہ مہاں سنگھ نے دو ماہ تک یہاں قیام رکھا۔ اور اس عرصہ میں اُس گرد و نواح کے چڑت سنگھ کلال والیہ و دیا سنگھ و مہاں سنگھ وڈالیہ وغیرہ ۲۲ سرداروں کو اپنے پاس ملاقات کے بہانہ سے بلا کر قید کر دیا۔ پھر جب ہر ایک سے معقول نذرانہ وصول ہو گیا۔ تو سب کو چھوڑ دیا۔ اس فعل سے تمام علاقہ میں سردار مہاں سنگھ کا خوف چھا گیا؛

مہاں سنگھ کا قصبہ رسول نگر کو فتح کرنا۔

بعد ازاں سردار مہاں سنگھ رامداس پور سے روانہ ہو کر رسول نگر پہنچا۔ اور وہاں کے زمیندار پیر محمد خاں سے وہی احمد شاہی توپ جسکو بھنگی سرداروں کے ساتھ ملتان سے واپس آتے ہوئے احمد خاں احمد آباد والے سے چھین لایا تھا۔ اور بعد ازاں بمشورہ بھنگی سرداروں کے پیر محمد خاں رسول نگر والے زمیندار کے یہاں امانتاً رکھ دی گئی تھی طلب کی۔ پیر محمد خاں نے انکار کیا۔ اور کہا "یہ توپ مجھکو بھنگی سرداروں سے ملی ہے۔ جبتک وہ نہ طلب کریں میں آپکو نہیں دونگا" اُس کا یہ کہلا بھیجنا تھا۔ کہ مہاں سنگھ کو آگ لگ گئی۔ اور اُس نے اُسیوقت رسول نگر کا محاصرہ کر لیا۔ تین ماہ تک پیر محمد خاں برابر مقابلہ میں اندر سے لڑتا رہا۔ مگر آخر کار مغلوب ہوا؛

مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر شیر پنجاب کی پیدائش

ابھی سردار مہاں سنگھ یہاں کے محاصرہ سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ کہ اُس کو یہ خوشخبری ملی۔ کہ گوجرانوالہ میں پہلی رانی راجہ جیند کی لڑکی کے شکم سے دوسری مگھر سمت ۱۸۳۷ بکرمی کو بساعت سعید بوقت ۱۹ گھڑی ۱۳ پل دن چڑھے منگل کے روز ایک نہایت بلند اقبال لڑکا پیدا ہوا۔ مہاں سنگھ اس فرحت افزا اور مسرت بخش خبر کے سنتے ہی بہت خوش ہوا۔ اور روپیہ پیسہ غریب غربا کو خیرات میں لٹایا۔ نوکر چاکر اور فوج کے سپاہیوں کو

انعام واکرام دیا۔ اور لڑکے کا نام **رنجیت سنگھ** رکھا۔

اس مہم کو نہایت مبارک خیال کر کے سردار **مہاں سنگھ** نے رسول نگر کا نام تبدیل کر کے رام نگر۔ اور علی پور کا جو خاص پیر محمد خاں کے قبضہ میں تھا اکال پور رکھا اور ان دونوں جگہوں کی حکومت اپنے ملازم دَل سنگھ کے سپرد کر کے واپس گوجرانوالہ ہوا۔

مہاں سنگھ کا شہر جموں پر حملہ۔

اسی درمیان میں جب سردار **مہاں سنگھ** کو یہ معلوم ہوا۔ کہ جموں کا راجہ **برجراج دیو** جو سمّت ۱۸۳۹ بکرمی میں اپنے باپ **رنجیت دیو** کے مرنے کے بعد گدی پر بیٹھ گیا تھا۔ اپنے چھوٹے بھائی کو قید کر کے عیش وعشرت میں پڑ گیا ہے۔ تو اس نے فوراً اپنی فوج کو آراستہ کر کے اس طرف کو کوچ کر دیا۔ جب اس کے آنے کی خبر برج راج دیو کو ملی۔ تو وہ شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ **مہاں سنگھ** نے شہر میں داخل ہونیکے بعد تین دن تک جموں کو خوب لوٹا۔ اور کسی کے پاس کچھ نہ چھوڑا

مہاں سنگھ کا امرتسر جانا۔ اور جے سنگھ سے تکرار ہونا۔

بعد ازاں سردار **مہاں سنگھ** وہاں سے بے انتہا دولت لیکر رام نگر ہوتا ہوا گوجرانوالہ آیا۔ اور سمّت ۱۸۴۷ بکرمی میں بتقریب میلہ دیوالی امرتسر گیا۔ جہاں **جے سنگھ** گھنیہ بھی اسی تقریب سے آیا ہوا تھا۔ اسکو مہاں سنگھ کی حشمت اور اقبال کی ترقی دیکھکر از حد رشک ہوا۔ اور اس نے اپنے وکیل کی معرفت کہلا بھیجا۔ کہ جو کچھہ مال تم جموں سے لوٹ کر لائے ہو۔ اس میں سے نصف خالصہ جی کا حق ہے۔ اسلیئے کچھہ حصہ ہمکو بھی دو۔ مگر مہاں سنگھ نے کورا جواب دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان دونوں سرداروں میں مجیٹھہ کے متصل باہم لڑائی شروع ہوگئی۔ اور دونوں طرف سے سخت تلوار چلی۔ آخرکار **جے سنگھ** کو شکست ملی۔ اور وہ بھاگ کر دریائے بیاس کے پار اُتر گیا۔

جے سنگھ کا مہاں سنگھ کے ہاتھ سے دوبارہ مغلوب ہونا۔

پھر **جے سنگھ** گھنیہ نے تھوڑے دنوں بعد بہت سی فوج جمع کی۔ اور سردار **مہاں سنگھ** سے اپنا انتقام لینا چاہا۔ لیکن اس کی خبر **مہاں سنگھ** کو بھی پہنچ گئی۔ اور اس نے اپنے بچاؤ اور دور رہنے کی یہ ترکیب کی۔ کہ سردار **جسّا سنگھ** رام گڑھیہ کو جو **جے سنگھ** کا جانی دشمن تھا۔ اور اُسوقت ستلج پار خانہ بدوشی کی حالت میں پھر رہا تھا۔ اس وعدہ پر بشرط کامیابی تمکو تمہارا تمام ملک واپس دیا جائیگا اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ چنانچہ **جسّا سنگھ** رام گڑھیہ ان تمام افواج کو جو جے سنگھ نے اس کا راستہ روکنے کے لیئے بھیجی تھیں شکست فاش دیتا ہوا سردار **مہاں سنگھ** سے فوراً آملا۔ اور نوشہرہ کے مقام پر بشمول اس کے جے سنگھ گھنیہ سے خوب لڑا۔ آخرکار سردار **مہاں سنگھ** فتحیاب ہوا۔ اور جے سنگھ بھاگ کر نور پور کے قلعہ میں جا چھپا۔ **مہاں سنگھ** نے اسکا تعاقب وہاں تک کیا۔ اور نور پور کے قلعہ کو بھی گھیر لیا لیکن بعد میں بھاگے ہوئے آدمی کا زیادہ پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھہ کر وہاں سے محاصرہ اٹھا کے دینا نگر چلا گیا۔ کیونکہ فتح تو اس کو جے سنگھ کے اوپر بہرحال حاصل ہو ہی چکی تھی۔

راجہ سنسار چند کٹوچیہ کا کانگڑہ پر یورش کرنا اور مہاں سنگھ سے مدد لینا۔

دینا نگر کے مقام پر سردار **مہاں سنگھ** سے راجہ **سنسار چند** کٹوچیہ والی کوہستان ملا۔ اور اس نے کہا۔ کہ اگر آپ مجھکو جے سنگھ گھنیہ سے قلعہ کانگڑہ واپس دلا دیں۔ تو میں آپ کا صرف مشکور ہی نہیں ہونگا بلکہ دو لاکھ روپیہ نذرانہ بھی دوں گا۔ چنانچہ سردار **مہاں سنگھ** نے وعدہ کر لیا۔ اور گوجرانوالہ پہنچ کے اس نے

ایک ہزار سوار بسرکردگی دیارام و محمد صالح افسران کے کانگڑہ کیطرف راجہ سنسار چند کی مدد پر بھیجدیئے۔ اس فوج نے فوراً کانگڑہ پہنچکر بہ ہمرہی فوج راجہ سنسار چند قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ کچھ دنوں تک لڑتے رہے۔ مگر چونکہ راجہ سنسار چند کی فوج کیساتھ خزانہ نہ تھا۔ اور نہ یہاں سے یہ لیگئے تھے۔ بہت جلد فاقہ کشی پر نوبت پہنچ گئی۔ جب خرچ کے لیئے دیارام وغیرہ نے اپنے سردار کو پیچھے لکھا۔ تو وہاں سے جواب آیا کہ فی الحال منجملہ دو لاکھ روپیہ زرمشروطہ کے چار ہزار راجہ سے لیلو۔ اور کام چلاؤ۔ ادھر راجہ نے صاف جواب دیا۔ اور کہا کہ جبتک قلعو فتح نہیں ہوگا میں ایک حبہ نہیں دونگا۔ آخر سردار کی اور مہاراجہ کی باہم لڑائی شروع ہوگئی۔ محمد صالح وہیں مارا گیا۔ اور دیارام روتا پیٹتا فوج کو ہمراہ لیکر خراب خستہ حالت سے واپس گوجرانوالہ آیا۔ **مہاں سنگھ** کو اپنی فوج کی ایسی بدتر حالت دیکھکر سخت غصہ آیا۔ اور چاہا کہ خود جاکر راجہ سنسار چند کو اس بیوفائی کا سبق دے۔ مگر موقع اس قسم کا نہ دیکھا۔ اس وجہ سے خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اور اپنے اس ارادے کو پھر کسی دوسرے عمدہ اور مناسب وقت پر پورا کرنے کے لیئے ملتوی رکھا۔

جے سنگھ کا قلعو خالی کرنا۔ اور پچھتانا

ادہر راجہ **سنسار چند** نے جب دیکھا۔ کہ قلعو فتح نہیں ہوتا۔ تو یہ چال چلی کہ جے سنگھ گھنیہ کو کہلا بھیجا۔ کہ "اگر تم قلعو خالی کردو۔ اور مجھ سے صلح رکھو تو میں تمہارے ساتھ شامل ہوکے مہاں سنگھ سے تمہارا بدلا لے دوں"۔ جے سنگھ نے اس کے اس دہوکے میں آکر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور راجہ سنسار چند نے اس پر اپنا قبضہ بے کھٹکے کرلیا۔ پیچھے جب جے سنگھ نے اس سے سردار **مہاں سنگھ** پر یورش کرنے کے لیئے کہا۔ تو اس نے صاف انکار کردیا۔ اور اپنے وعدے اور عہد سے منحرف ہوکر کہنے لگا کہ مجکو کیا ضرورت پڑی ہے جو مہاں سنگھ پر حملہ کروں۔ اور خواہ مخواہ تمہارے لیئے اپنے آپکو آفت میں ڈالوں۔ اس کورے جواب کو سنکر جے سنگھ بہت پچھتایا۔ مگر اب کیا کرسکتا تھا۔ بقول شخصیکہ "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد"۔ خاموش ہو رہا۔

مہاں سنگھ کا جموں پر دوبارہ حملہ۔

انہی دنوں میں **مہاں سنگھ** کو خبر ملی۔ کہ جموں شہر اب پھر آباد ہوگیا ہے۔ اور برج راج دیو معہ اپنے خزانہ کے جس کو وہ پہلی مرتبہ اپنے ساتھ لیگیا تھا۔ وہیں واپس چلا آیا ہے۔ اور نیز جو جو لوگ اپنا اپنا دھن دولت پہلی مہم کی لوٹ کے ڈر سے لیکر بھاگ گئے تھے وہ سب اسوقت شہر جموں میں آگئے ہیں۔ اور موجود ہیں۔ اگر اسوقت حملہ کیا جاوے تو بے انتہا دولت ہاتھ آئیگی۔ یہ سنتے ہی **مہاں سنگھ** نے فوراً جموں کی طرف کوچ کردیا۔ اور وہاں کے لوگوں کو خبر تک نہ ہونے پائی کہ یہ جلدی سے پہنچ گیا۔ اور اس کی فوج نے شہر میں داخل ہوکر لوٹ مچادی۔ جسقدر راجہ کا خزانہ و جواہرات تھا۔ اور شہر میں دولت تھی سب ایک دم میں بلا کسی حیل وحجت کے **مہاں سنگھ** کے ہاتھ آیا۔ ریاست کا کل سامان تلواریں بندوقیں وغیرہ خالصہ نے لوٹ لیں اور بارود خانہ کو آگ لگادی۔ غرضیکہ تمام شہر برباد کرکے خاک میں ملادیا۔ اور وہاں سے بیشمار دولت حاصل کرکے قصبہ بہادر کی طرف متوجہ ہوا۔ عالم سنگھ وغیرہ تمام روساء دامن کوہ نے **مہاں سنگھ** کو نذرانہ دیکر اپنا ملک غارتگری اور تباہی سے بچایا۔ اس سفر میں سردار **مہاں سنگھ** کے ساتھ اسکا خوردسال بیٹا **مہاراجہ رنجیت سنگھ** بھی تھا۔ اتفاق سے اسکو چیچک نکل آئی۔ اور وہ ایسا سخت بیمار ہوا۔ کہ کوئی امید اس کی زیست کی نہ رہی۔ **مہاں سنگھ** بہت گھبرایا۔ اور بکوچ یلغار رام نگر پہنچ کے بہت سا روپیہ خیرات میں بانٹا۔ اور ہر مذہب و فرقہ کے فقرا اور رسیدہ لوگوں کی خاطر

تواضع کی گئی - ایک طرف برہمن درگا پاٹھ کر رہے تھے - دوسری طرف گرنتھ صاحب کا اکھنڈ پاٹھ رکھا ہوا تھا - غرض ایشور کا فضل ہوا - اور مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اکیس دن کے بعد غسل صحت کیا - لیکن افسوس کہ ایک آنکھ اُس کی جاتی رہی - مہاں سنگھ کو اسکا غم تو بہت ہوا - مگر اسوقت اتنا بھی بڑے شکر کا مقام تھا - کہ لڑکے کی جان بچ گئی ✚

گوربخش سنگھ پسر جے سنگھ کی لڑکی کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ رشتہ اور سردار جبتا سنگھ رام گڈہیہ کا سردار مہاں سنگھ سے منحرف ہونا

اس کے بعد جے سنگھ گھنیہ نے جب دیکھا - کہ اُسکا اسوقت کوئی حامی نہیں - اور راجہ سنسار چند نے اُس کو بہت تکلیف دی ہے - تو اُس نے اپنے بیٹے گوربخش سنگھ کی لڑکی مہتاب کنور کا رشتہ مہاں سنگھ کے بیٹے رنجیت سنگھ کے ساتھ کرکے اُسکو اپنا دردشریک بنالیا - یہ امر جبتا سنگھ رام گڈہیہ کو جو جے سنگھ کا جانی دشمن تھا سخت ناگوار گذرا - اور اُس نے مہاں سنگھ سے رخصت چاہی - لیکن مہاں سنگھ نے اُس کی بہت تسلی کی اور جسقدر اُسکا علاقہ جے سنگھ کے قبضہ میں تھا سب اُس کو واپس دلا دیا - مگر جبتا سنگھ رام گڈہیہ تو جے سنگھ کا بالکل نام و نشان ہی نہیں رکھنا چاہتا تھا - اُس کی ان باتوں سے بھلا کب تسلی ہو سکتی تھی - وہ مہاں سنگھ سے بھی اس معاملہ پر برگشتہ ہوگیا - اور چاہا - کہ اپنی مثل کے سرداروں کو جمع کرکے مہاں سنگھ کو قتل کردے - اور اُس کے علاقہ پر اپنا قبضہ جما دے چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا - کہ جودھ سنگھ کو اپنے ہمراہ لیکر مہاں سنگھ پر جو اسوقت اپنے ملک کے دورہ پر تھا حملہ کردیا - مہاں سنگھ کو بھی اس کی خبر ہوگئی - اور اُس نے نہایت دلیری سے ان کا مقابلہ کیا - جانبین میں ایک سخت لڑائی ہوئی اور بہت سے آدمی کھیت رہے - مگر آخرکار مہاں سنگھ فتحیاب ہوا - اور جبتا سنگھ شکست کھا کر بھاگ گیا - جودہ سنگھ کلال والیہ مارا گیا ✚

گوجر سنگھ کا مرنا اور مہاں سنگھ و رنجیت سنگھ کا اُس کے بیٹے صاحب سنگھ سے جنگ کرنا -

سمت ۱۸۴۷ بکرمی میں گوجر سنگھ بھنگی نے وفات پائی - اور اُس کا بیٹا صاحب سنگھ اُسکا جانشین ہوا - جب اپنی پدری جائداد پر قبضہ حاصل کرنے کے لیئے لاہور گیا - تو پیچھے سے مہاں سنگھ نے حالانکہ اسکی ہمشیرہ صاحب سنگھ کے گھر میں تھی - اس معاملہ رشتہ داری کی مطلق پرواہ نہ کرکے سودہرہ پر چڑہائی کردی اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا - صاحب سنگھ کی فوج قلعہ کے اندر سے برابر لڑتی رہی - ابھی یہ مہم انجام کو نہیں پہنچی تھی - کہ مہاں سنگھ سخت بیمار ہوکر گوجرانوالہ چلا گیا - اور اپنے لڑکے رنجیت سنگھ کو اپنے دوست سردار دل سنگھ کالیاں والے کی اتالیقی میں چھوڑ کر قلعہ کا محاصرہ جبتک فتح نہ ہو جائے برابر قایم رکھنے کے لیئے کہہ گیا - اُس کے پیچھے رنجیت سنگھ برابر قلعہ والوں سے لڑتا رہا - مگر اسی درمیان میں ایک یہ خبر آئی - کہ سردار جبتا سنگھ رام گڈہیہ مع کرم سنگھ دولو دل سنگھ و جودھ سنگھ بھنگی وغیرہ کے ایک کثیر لشکر کے ساتھ تمہارے مقابلہ کے لیئے آرہا ہے - رنجیت سنگھ نے اس خبر کے سنتے ہی سودہرہ کا محاصرہ چھوڑ دیا - اور فوراً اُس طرف اُن کا راستہ روکنے کے لیئے روانہ ہوا - موضع کوٹ مہاراجہ کے متصل دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا - اور باہم خوب لڑائی ہوئی - حالانکہ رنجیت سنگھ کے پاس بمقابلہ دوسرے فریق کے آدہی فوج بھی نہ تھی - مگر فتح خداداد ہے - آخرکار رنجیت سنگھ فتحیاب ہوا - اور جبتا سنگھ رام گڈہیہ وغیرہ میدان چھوڑ کر پیچھے کو

ہٹ گئے۔ یہ گویا رنجیت سنگھ کی پہلی فتح ہے +

سردار مہاں سنگھ کی وفات۔

اس کے بعد گوجرانوالہ سے خبر آئی کہ پانچویں بیساکھ سمت ۱۸۴۷ بکرمی کو سردار مہاں سنگھ سُرگ باش ہو گئے اس خبر کے سنتے ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے گوجرانوالہ کو کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کے اپنے باپ کی لاش کے داہ اور کریاکرم میں مصروف ہؤا +

مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر شیر پنجاب

سردار مہاں سنگھ کے بعد اُسکا بیٹا مہاراجہ رنجیت سنگھ جسکی عمر اُسوقت کل بارہ سال کی تھی۔ اُسکی جائداد کا مالک بنا۔ لیکن یہ نونہال اپنے وقت کا ایسا صاحب جاہ وجلال وخجستہ خصال نکلا۔ کہ اُس کے آفتاب اقبال کے سامنے پنجاب کے تمام بڑے بڑے سردار کیا رام گڈہئے کیا بھنگی کیا گھنیئے سب کے سب پامال ہو گئے۔ ملتان کشمیر۔ پشاور۔ ڈیرہ جات اور ستلج کے درمیان کا سارا ملک اس کے قبضہ میں آگیا۔ یہ ایک ایسا بہادر صاحب اقبال اور بلند خیال والی ملک ہؤا۔ کہ اس کے رعب وداب سے دور دور تک کی نہایت مضبوط اور قوی سلطنتیں بھی دہل اُٹھیں۔ اور اُن کے دل میں خدشہ پیدا ہو گیا۔ اٹک جیسے زور آور دریا نے بھی اسے راہ دیا۔ اور شاہ شجاع کابل کے بادشاہ نے اسکا پانی بھرا۔ اس کی ہمت اور استقلال شجاعت اور جاہ وجلال سخاوت اور برجستہ خیال کی باتیں سُن سن کر عقل وفکر کے بھی ہوش اڑتے ہیں +

شروع شروع میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے کم عمر ہونے کی وجہ سے ریاست کے معاملات کا زیادہ تر دارومدار کارپردازان ریاست کے اوپر رہا۔ لکھپت رائے نامی ایک کھتری جسکو اس کی والدہ کے مزاج میں زیادہ دخل تھا۔ تمام ریاست کا کام انجام دیتا تھا۔ اور اُسکا ساختہ پرداختہ منظور نظر ہوتا۔ لیکن یہ شخص حتی الامکان مہاراجہ رنجیت سنگھ کا جو ریاست کا اصل مالک تھا اپنے انتظام میں دخل دینا بالکل پسند نہیں کرتا تھا۔ اور چونکہ اُس کی والدہ بھی اُسی کے ہاتھ میں تھی۔ اس وجہ سے وہ بھی اپنے بیٹے کو جہانتک اُسکا بس چلتا ریاست کے کاروبار سے علیحدہ رکھتی۔ صرف مبلغ ۱۰ عہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو یومیہ جیب خرچ کے واسطے ملتا۔ اگر یہ نونہال کسی کام کو اپنی مرضی کے موافق کرانا چاہتا۔ تو وہ خود دماغ لکھپت رائے بالکل اس کے برعکس چلتا۔ اور مہاراجہ ریاست کے اصل وارث کی رضامندی کا کچھ خیال نہ کرتا۔ غرض پانچ سال تک یہی کیفیت رہی۔ مگر جب مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۷ برس کی عمر پر پہنچا۔ تو اُس نے خود بخود ہر ایک کام میں دخل دینا شروع کیا۔ لیکن اُسکا ایسا کرنا اُس کی والدہ اور لکھپت رائے دونوں کو ناگوار گذرتا۔ اور وہ جہاں تک اُنکا بس چلتا اُس کی رائے کے برخلاف کرتے +

شاہ زمان خاں بادشاہ کابل کا پنجاب میں آنا۔

اسی اثناء میں شاہ زمان خاں بادشاہ کابل سکھوں کی تنبیہ کے لیئے سمت ۱۸۵۳ بکرمی میں ایک جرّار فوج کے ساتھ پنجاب میں داخل ہؤا۔ اُسوقت خالصہ جی کا دل ایک جگہ نہیں تھا۔ تمام پنجاب میں

داخل ہوا۔ اسوقت خالصہ جی کا دل ایک جگہ نہیں تہا۔ تمام پنجاب میں متفرق طور پر اپنی اپنی ریاستوں میں پہیلا ہوا تہا۔ اسوجہ سے اُس کا کوئی سدّراہ نہ ہوا۔ دو ایک سردار مثل رنجیت سنگہ وغیرہ جن کے علاقہ میں سے اُسکا گذر ہوا۔ تن تنہا اُس کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اسوجہ سے وہ بہی اپنی اپنی ریاست چہوڑ کر اِدہر اُدہر ہو گئے۔ غرض بادشاہ بلا کھٹکے لاہور تک پہنچ گیا۔ اور وہاں کے تینوں سردار بہی لاہور چہوڑ کر اُس کے خوف سے بھاگ گئے۔ چند روز تک **زمان شاہ** نے لاہور میں قیام رکہا۔ اور سکہوں کے انتظام کے واسطے جابجا فوجیں بہیجیں۔ لیکن سکہوں کا دُرّانی سواروں کے ہاتھ آجانا کوئی آسان کام نہ تہا۔ اتنے میں ہی کابل سے بادشاہ کے پاس ایک ایسی ضروری خبر پہنچی۔ کہ اُسکو فوراً واپس ہونا پڑا۔ مگر اپنے پیچہے مسمی شاہنچی خاں ایک سپہ سالار کو جو جوانمردی اور بہادری میں یکتا تہا۔ بہت سی دُرّانی فوج دیکر سکہوں کی فکر میں لاہور چہوڑ گیا +

رنجیت سنگہ کا شاہنچی خاں کو شکست دینا

شاہنچی خاں نے بادشاہ کے واپس جاتے ہی معہ توپ خانہ و ایک جرّار فوج گجرات کی طرف جہاں سکہوں کا بہت اجتماع سنا گیا تہا۔ کوچ کر کے پہلے رام نگر کا محاصرہ کیا۔ یہ مقام چونکہ سردار **مہاں سنگہ** کے علاقہ میں واقع تھا۔ اسلیئے **مہاراجہ رنجیت سنگہ** نے معہ اپنی تمام فوج کے اُسکا مقابلہ کیا۔ اور سردار ملکہا سنگہ پنڈیوالہ و بدہ سنگہ و رتن سنگہ سرائے کالا والے وجودہ سنگہ اٹاری والہ و دہرم سنگہ جلالیہ وغیرہ سرداران کو اپنی مدد پر بلا لیا۔ غرض فریقین میں ایک سخت لڑائی ہوئی اور عنقریب تہا کہ شاہنچی خاں کو شکست ملے۔ لیکن اتنے ہی میں شاہنچی خاں نے جب دیکہا۔ کہ گورو کے خالصہ کی فوج بہت زوروں پر ہے۔ تو خود بخود رام نگر کا محاصرہ چہوڑ کر گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ جب گجرات کے قریب پہنچا۔ تو اُدہر آگے سے سردار صاحب سنگہ بہنگی نے پانچسو سوار اُنکے ساتھ شہر سے باہر اُس سے ہاتھ ملایا۔ اِدہر پیچہے سے **مہاراجہ رنجیت سنگہ** کی فوج بہی اُس کے تعاقب میں وہاں پہنچ گئی۔ غرض شاہنچی خاں دو لشکروں کے درمیان میں آکر گولی سے مارا گیا۔ اور اُس کے گرتے ہی دُرّانی فوج کا کہیں پتہ نہ لگا +

رنجیت سنگہ کی ہمت اور اس کے برخلاف سازشیں

اب گویا پنجاب میں پہر سوائے سکہوں کی سلطنت کے اور کسی غیر ملک کے بادشاہ کی دست اندازی نہ رہی مگر اسوقت تمام دیگر سکہ سرداروں میں سے صرف سردار **مہاں سنگہ** کے نوجوان لڑکے ہی کی بلند ہمت اور اعلٰی شجاعت اس بات کی مقتضی تہی۔ کہ وہ تمام پنجاب کا حاکم بن جائے۔ لیکن اُس کی روز بروز ترقی اور فتحیابی کی خبر اُس کے ہمعصروں کے دل میں مثل کانٹے کے کھٹکنے لگیں۔ اور سب نے یہ صلاح کی۔ کہ اگر اِس ہونہار بیل کی جڑ ابہی سے اُکہاڑ کر پہینکی نہ جائیگی تو یہ ضرور کسی نہ کسی دن ہمارا تمام علاقہ روک لیگی۔ اور سارے پنجاب میں پہیل جائیگی۔ چنانچہ اسی ارادے سے حشمت خاں زمیندار قوم چٹہہ کو جسکا بہت سا علاقہ دریائے چناب کے کنارہ پر واقع تہا۔ ورغلا کر رنجیت سنگہ کا دشمن بنا دیا۔ اور اُس نے چاہا کہ اِس سبزہ آغاز تیز رفتار نونہال کو کسی آسان طریقہ سے قلم کر دوں۔ چنانچہ ایک روز جب **رنجیت سنگہ** شکار کہیل کر اکیلا گہوڑے پر سوار اُس کے علاقہ میں ہو کر واپس آرہا تہا۔ اور اُس کے ساتھی سب پیچہے تھے۔ تو اُسوقت حشمت خاں چٹہہ بہی ایک طرف سے آپہنچا۔ اور **رنجیت سنگہ** پر اچانک پیچہے سے تلوار کا

وار کیا۔ مگر بقول **سعدی صاحب** دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست۔ اُسکا ہاتہہ اوچھا پڑا۔ اور رنجیت سنگہ کے گھوڑے کی کاٹھی پر لگا۔ جو کٹ گئی۔ اتنے میں **رنجیت سنگہ** نے ہوشیار ہوکر حشمت خاں پر اپنا ہاتھ چلایا۔ جس سے وہ دو ٹکڑے ہوگیا۔ اُس کے مرنے کے بعد اُسکا تمام علاقہ **رنجیت سنگہ** نے اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ اور دوسرے اقوام چھٹہ کے زمینداروں نے بہی نذرانہ دیکر اُس کی اطاعت قبول کرلی ✤

رنجیت سنگہ کا اپنی ساس کی مدد پر رام گڈہیوں کے مقابلہ میں جانا۔ اور ناکام یاب واپس آنا۔

اس کے بعد سردار **رنجیت سنگہ** اپنی خوشدامن سردارنی سدا کور کی مدد پر سرداران رام گڈہیہ کے مقابلہ میں گیا۔ اور اُس کے ساتھ میانی کے قلعہ کا ایک مدت تک محاصرہ رکھا۔ مگر ابہی کسی فریق کو کامیابی حاصل نہیں ہونے پائی تہی۔ کہ موسم برسات آگیا۔ اور دریاے چناب کی ناگہاں طغیانی نے رنجیت سنگہ اور اُس کی ساس دونوں کو ناکامیاب میدان چہوڑ کر واپس آنے پر مجبور کیا ✤

دیوان لکھپت رائے کا مارا جانا۔

یہاں سے واپس آکر سردار **رنجیت سنگہ** نے اپنے دیوان لکھپت رائے۔ کو (جس کی بابت سردارنی سدا کور اُس کی ساس نے چلتے وقت اچہی طرح سے ذہن نشین کرادیا تہا۔ کہ تاوقتیکہ اپنے اُس اہلکار کو جہنم رسید نہ کروگے تمہاری جان کا ہمیشہ خطرہ رہے گا) علاقہ دہنی میں بہیجکر وہاں کے زمینداروں سے اُسکا کام تمام کروادیا۔ اور دل سنگہ نامی ایک شخص کو جس کی خاص سپردگی میں اس کے باپ سردار **مہاں سنگہ** نے اسکو چہوڑا تہا۔ اپنا مدار المہام بناکر انتظام ترقی ملک میں مصروف ہؤا۔ لیکن انہی ایام موسم سرما سمت ۱۸۵۵ بکرمی میں **زمان شاہ** بادشاہ کابل نے اپنے سپہ سالار

سمت ۱۸۵۵ بکرم

زمان شاہ کا پنجاب میں دوبارہ آنا۔

شاہانچی خاں کی شکست کا سکہوں سے انتقام لینے کے لیئے پہر دوبارہ پنجاب پر چڑہائی کی۔ بادشاہ کی آمد کی خبر سنکر بہت لوگ بہاگ گئے۔ بادشاہ نے گانوں کے گانوں ویران دیکہکر بہت افسوس کیا۔ اور جب لاہور پہنچا۔ تو وہاں کے تینوں حاکم بہی شہر چہوڑ کر بہاگ گئے۔ اُن کی گرفتاری کے لیئے سپاہ تعینات ہوئی۔ مگر کوئی ہاتھ نہ آیا۔ آخرکار چار ماہ تک بادشاہ نے لاہور میں قیام رکہ کے جب دیکہا کہ اس ملک کا انتظام اس کے قابو سے باہر ہے۔ تو اُسنے کابل کیطرف مراجعت کی۔ جب زمان شاہ کابل کیطرف واپس ہؤا۔ تو سکہوں نے چاہا۔ کہ شبخون کرکے اُسکو نقصان پہنچاویں لیکن سردار **رنجیت سنگہ** نے یہ کہکر کہ "جبتک بادشاہ یہاں رہا۔ اُسوقت تک تو کوئی اُس کے مقابلہ میں نہ آیا۔ اب جب وہ واپس جاتا ہے۔ تو اُس پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟ یہ کوئی مردانگی نہیں ہے" سب کو بادشاہ پر حملہ کرنے سے باز رکہا ✤ جس زمانہ میں بادشاہ لاہور میں تہا۔ اُسوقت صرف رنجیت سنگہ ہی ایسا سردار تہا۔ جو رام نگر اپنے علاقہ میں ایک مختصر فوج کے ساتھ برابر قیام پذیر رہا۔ ورنہ اور سب اپنی اپنی ریاستیں چہوڑ چہوڑ کر دُور دُور چلے گئے ✤

زمان شاہ کا پنجاب سے واپس جانا اور رنجیت سنگہ کو لاہور کی حکومت کی اجازت دے جانا۔

جب **زمان شاہ** کابل کو واپس جاتا تہا۔ تو راستہ میں دریاے چناب کی طغیانی کے سبب اُسکو سخت تکلیف ہوئی۔ پندرہ روز تک اُسکو ٹہرے رہنا پڑا۔ آخر میں بمشکل تمام اُس کے تمام لشکر نے دریا عبور کیا۔ لیکن پہر بہی ۱۰ عدد توپیں بادشاہ کی دریا میں غرق ہوگئیں۔ جنکا نکلنا اُسوقت بامشکل

تھا۔ لاچار بادشاہ نے سردار **رنجیت سنگھ** کو جس کے علاقہ میں یہ وقوعہ ہوا تھا۔ ایک مراسلہ اس مضمون کا بھیجا۔ کہ ہماری بارہ عدد توپیں دریا میں ڈوب گئی ہیں۔ جنکا سردست نکلنا بالکل دشوار ہے۔ ہاں البتہ جب پانی اتریگا۔ تو اُن کا نکلنا بہت آسان ہوگا۔ اسواسطے اگر تم اُن توپوں کو نکلوا کر ہمارے پاس کابل میں پہنچا دو۔ تو نہ صرف باعث خوشنودیٔ مزاج اینجانب ہوگا۔ بلکہ اِس خدمت کے صلہ میں ہماری طرف سے تمکو اجازت ہے۔ کہ جاکر لاہور پر اپنا قبضہ کرلو۔ اور اپنی حکومت خود مختارانہ پنجاب پر قایم کرو۔ آیندہ ہماری طرف سے کوئی حاکم یا فرمان فرما تمہارے ملک سے مزاحم نہ ہوگا۔" اس حکم کو پڑھکر سردار **رنجیت سنگھ** بہت خوش ہوا۔ اور اُس نے چار ماہ کے بعد جب دریا کا پانی کم ہوا۔ تو بڑی کوشش سے بادشاہ کی آٹھ توپیں دریا سے نکلوا کر خاص اپنے ایک معتبر کے ہاتھ کابل کو روانہ کیں۔ جب توپیں کابل پہنچیں۔ تو بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور معتبر کو ایک خلعت فاخرہ دیکر بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا*

زمان کے از خود واپس جانے کی ایک عام روایت

زمان شاہ بادشاہ کابل کے لاہور سے دفعتًا واپس چلے جانے اور سردار **رنجیت سنگھ** کو خود بخود ایک ذراسی خدمت کے عیوض لاہور کی حکومت خود مختارانہ دے جانے کی بابت عام لوگوں میں مخصوص سکھوں میں ایک عجیب و دلچسپ روایت مشہور ہے۔ جسکا اِسجگہ ذکر کرنا خالی از لطف نہ ہوگا:۔

بیان کرتے ہیں کہ:۔ "جب زمان شاہ نے دفعتًا رمضان کا چاند دیکھتے ہی لاہور سے کابل کیطرف خود بخود مراجعت کی۔ اور کسی کو لاہور کا انتظام نہ سپرد کیا۔ تو اُس کے وزیر نے ایسی عجلت اور بلا کسی وجہ کے فورًا لاہور کو بالکل خالی چھوڑ کر واپس جانے کی وجہ دریافت کی۔ جسکا جواب بادشاہ نے یوں دیا۔ کہ "میں چاند کی شب کو خواب میں ایک ایسی جگہ چلا گیا جہاں ایک عام مجلس پیغمبران و اولیا اللہ لوگوں کی لگی ہوئی تھی۔ اُس وقت حضرت **محمد صاحب**ؐ کے پاس میں نے ایک صاحب سفید ریش نہایت نورانی اور پاکیزہ شکل کے ہند و فقیر دیکھے۔ اُن کی خدمت میں ایک نوجوان لڑکا جس کی ایک آنکھ کانی تھی بیٹھا ہوا تھا۔ میرے وہاں جانے پر حضرت نے اُس بزرگ نیک مرد کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ کہ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟ اب ہمارا زمانہ نہیں ہے آجکل گورو نانک صاحب کا دور دورہ ہے۔" اور میرے سر کا تاج اُتار کر اُن کے سامنے رکھدیا۔ اُنہوں نے اُٹھا کر اُس نوجوان لڑکے کے سر پر رکھدیا۔ اتنے میں میری آنکھ کھُل گئی۔ اور مجکو یقین کامل ہوگیا۔ کہ اب میری سلطنت یہاں قایم نہیں رہ سکتی۔ اس وجہ سے میں پنجاب کو خود بخود چھوڑ کر واپس جانا مناسب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جب میرا تاج دوسرے کے سر پر رکھا گیا۔ تو بہر حال اُسی کی سلطنت ہوگی جسکو تاج دیا گیا۔ خواہ میں صلح سے دوں خواہ لڑائی سے۔ اِس سے بہتر ہے۔ کہ میں خود چلا جاؤں اور ناحق خلقت خدا کا نقصان نہ کراؤں"*

رنجیت سنگھ کا لاہور پر دخل پانا۔

۱۸۵۶ اب اُدھر تو **رنجیت سنگھ** کو لاہور پر قبضہ کرنے کی بادشاہ کیطرف سے اجازت مِلگئی۔ اِدھر لاہور کی رعایا نے بھی وہاں کے تینوں سکھ سرداروں کے ظلم و بدعت سے ناراض ہوکر **رنجیت سنگھ** کے پاس ایک عرضی بھیجی۔ اور وہاں کے حاکموں کے ظلم و بیداد کی شکایت کرکے یہ درخواست کی۔ کہ آپ لاہور میں بلا کھٹکے چلے آویں۔

اور شوق سے قبضہ کرلیں۔ آپ کی صرف ایک موجودگی درکار ہے۔ اور باقی سب کام ہم لوگ خود کرلیں گے۔ یہاں کے حاکم بالکل غافل اور ظلم پسند ہیں۔ اُن کے پاس فوج بھی آپ کے مقابلے کے لیئے کافی نہیں ہے۔ اور نہ اُن میں کچھہ ہمت اور استقلال ہے۔ خلقت خدا برباد ہو رہی ہے۔ محلہ کے محلے اُجڑے پڑے ہیں۔ لوگ ظلم سے تنگ آکر گھر چھوڑ چھوڑ کر بھاگے جاتے ہیں"
اس عرضی پر حاکم رائے۔ بھائی گوربخش سنگہ۔ میاں عاشق محمدؐ خاں۔ میاں محکم الدین۔ محمدؐ باقر۔ محمدؐ طاہر۔ مفتی محمدؐ مکرم۔ میر شادی وغیرہ شہر کے کل نامی نامی اور مشہور مشہور رئیس وچودہریوں کے دستخط[1] تھے۔ اور اسی مضمون کی ایک عرضداشت باشندگان لاہور نے سردارنی سدا کور کے پاس بھی جو مثل گھنیہ کی مالک تھی روانہ کی ❊

یہ عرضی سردار **رنجیت سنگہ** کے پاس رام نگر کے مقام پر پہنچی۔ جس کے دیکھتے ہی وہ بہت خوش ہوا۔ اور اُس نے قاضی عبدالرحمن باشندہ رام نگر کو اسیونت میاں عاشق محمدؐ کے پاس ہر ایک امور زبانی طے کرنے کے لیئے لاہور روانہ کیا۔ آخرکار جب تمام معاملات طے ہوگئے۔ اور میاں عاشق محمدؐ نے یہ کہلا بھیجا۔ کہ جب آپ آوگے۔ لوہاری دروازہ آپ کے واسطے فوراً کھول دیا جائیگا۔ تو **رنجیت سنگہ** نے اپنی تمام فوج آراستہ کرکے بٹالہ کیطرف اپنی ساس سدا کور سے مشورہ لینے کے لیئے کوچ کیا۔ وہاں سردارنی مذکور کے پاس بھی پہلے سے ہی باشندگان لاہور کی عرضی پہنچی ہوئی تھی۔ وہ بھی معہ اپنی افواج کے **رنجیت سنگہ** کے ساتھ ہولی۔ پہلے رنجیت سنگہ امرتسر گیا۔ تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ وہ امرتسر جی کے اشنان کو آیا ہے۔ بعد وہاں سے پانچہزار جرار فوج کے ساتھ ایک کوچ میں لاہور پہنچا۔ اور نواب وزیر خاں کی بارہ دری میں جہاں اب انارکلی میں لائبریری بنی ہوئی ہے مقام کیا۔ اور تمام فوج انارکلی میں اُس مقام پر جہاں اب سرکاری ڈاکخانہ واقع ہے اُتر پڑی میاں عاشق محمدؐ و محکم الدین دونوں نے ملکر **رنجیت سنگہ** کو کہلا بھیجا۔ کہ آپ کے واسطے لاہور کے اندر داخل ہونیکا کل انتظام ہوگیا ہے۔ اور ایکی وخضری دروازہ کے درمیان دیوار توڑکر ایک نہایت کشادہ راستہ بنا دیا گیا ہے۔ آپ چپ چاپ اُسی راستہ سے شہر کے اندر آجائیں۔ لیکن **رنجیت سنگہ** نے اس میں کچھہ بھید سمجھا۔ اور خیال کیا کہ شاید اس کے ساتھ باشندگان لاہور کا درپردہ صاف ارادہ نہیں ہے۔ اسلیئے خاص کسی دروازہ کے راستہ کامیابی کے ساتھ اندر جانے کا قصد کیا۔ اتنے میں لاہور کے تینوں سرداروں کو بھی اُس کے آنے کی خبر ہوگئی۔ اور اُنہوں نے ایک دستہ فوج کا **رنجیت سنگہ** کے مقابلے کے لیئے شہر سے باہر روانہ کیا۔ مگر رنجیت سنگہ کی سپاہ نے اُس کو فوراً

[1] اُس زمانہ میں میاں عاشق محمدؐ و محکم الدین دو آدمیوں کی لاہور میں بہت عزت تھی۔ اور ہر ایک آدمی اُن کا لحاظ کرتا تھا۔ تمام اہم معاملات میں اُنکی رائے لی جاتی تھی۔ اور یہ لوگ شہر کے چودہری تھے۔ میاں عاشق محمدؐ کی لڑکی میاں بدرالدین شہر کے ایک دوسرے مشہور چودہری سے منسوب تھی۔ چودہری بدرالدین کا شہر کے چند کھتریوں سے تکرار ہوگیا۔ اور انہوں نے سردار چیت سنگہ حاکم لاہور سے بدرالدین کی شکایت کی۔ اور یہ الزام لگایا کہ وہ شاہ کابل سے خط وکتابت رکھتا ہے۔ اور دو ایک جعلی خطوط بھی پیش کیئے۔ جسپر سردار چیت سنگہ نے بلاکسی استفسار یا تحقیقات کے بدرالدین کو پابہ زنجیر کرکے قید خانہ میں بھیجدیا۔ لیکن اس امر کا اُس کے خسر میاں عاشق محمد کو سخت رنج گذرا۔ اور اُسنے شہر کے تمام دوسرے چودہری اور بھلے مانسوں کو جمع کرکے سردار چیت سنگہ کے پاس جاکر بدرالدین کی مخلصی کے واسطے بہت سعی کی۔ لیکن سردار مذکور نے ایک نہ مانی اور سب کو لاچار واپس آنا پڑا۔ جب میاں عاشق محمد نے دیکھا کہ اُس کی تمام تدبیریں ہیچ ہوگئیں۔ تو اُس نے یہ چال چلی۔ کہ سارے شہر کے باشندگان کو ورغلا کر رنجیت سنگہ کے بلانے

جلد پس پا کیا۔ اور پانچ چھ آدمی اُنکے مارے گئے۔ آخرکار میاں عاشق محمد و محکم الدین نے مشورہ کرکے در پردہ **رنجیت سنگھ** کو پیغام بھیجا۔ کہ آپ کل ۱۳ ار صفر ۱۲۱۵ھ ہجری کی فجر کو (ساڑھے نو بجے ہمچھی سمت ۱۸۵۶ بکرمی) براہ لوہاری دروازہ شہر کے اندر تشریف لادیں۔ جسوقت آپ دروازہ پر پہنچیں گے۔ فوراً دروازہ کھول دیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ جب تاریخ اور وقت مقررہ پر سردار رنجیت سنگھ اپنی ایک ہزار چیدہ اور جرّار فوج کے ساتھ لوہاری دروازہ کے سامنے پہنچا۔ تو اُس کے لئے میاں محکم الدین محافظ دروازہ نے فی الفور پھاٹک کھولدیئے۔ سردار **رنجیت سنگھ** نے اس خدمت کے عوض اُسیوقت ایک جوڑی طلائی کنگنوں کی اور ایک دوشالہ عطا کیا۔ اور خود معہ ہمراہی فوج کے شہر کے اندر داخل ہوکر باگ اُٹھائے قلعہ کیطرف چلا گیا۔ قبل داخل ہونے رنجیت سنگھ کے شہر میں سردار چیت سنگھ یہ خبر پاکر کہ رنجیت سنگھ لوہاری دروازہ سے آرہا ہے۔ معہ ایک فوج کے لوہاری دروازہ پر دشمن کے حملہ کو روکنے کے لئے پہنچا۔ مگر محکم الدین محافظ دروازہ نے اُسے یہ دہوکا دیا۔ کہ "رنجیت سنگھ اس طرف آیا تہا۔ ہم لوگوں نے اُس پر گولیاں سَر کیں۔ وہ یہ سمجھکر کہ یہاں بہت سی فوج اُس کے مقابلہ کے لئے موجود ہے۔ دہلی دروازہ کی طرف چلا گیا۔ آپ وہاں جائیں۔ اور اُس طرف کا انتظام کریں۔" اُنہیں بیروں دہلی دروازہ کی طرف لوٹا دیا۔ اور پیچھے سے جب **رنجیت سنگھ** آیا۔ تو فوراً دروازہ کھول دیا۔

الغرض جب لاہور کے تینوں سرداروں کو یہ حال معلوم ہوا۔ کہ رنجیت سنگھ معہ اپنی فوج کے شہر میں داخل ہوگیا ہے۔ تو دو سردار تو بھاگ گئے۔ صرف ایک چیت سنگھ نے یہ کوشش کی۔ کہ میں جلدی سے قلعہ کے اندر داخل ہوکے دروازہ بند کرلوں اور اندر سے اپنے حریف کا مقابلہ کروں۔ چنانچہ اُس نے فوراً حضوری باغ کے دروازہ سے قلعہ کے اندر داخل ہوکر دروازے بند کرلیئے۔ **رنجیت سنگھ** کے سواروں نے اُس کو قلعہ کے اندر جاتے دیکھ لیا۔ اور اُنہوں نے گھوڑے دوڑا کر گولیاں سَر کیں۔ اور دروازہ بند کرتے کرتے ہی دو تین دربانوں کو وہیں گرا دیا۔ لیکن بایں ہمہ چیت سنگھ کے آدمی دروازہ بند کرنے میں کامیاب ہوگئے جسوقت **رنجیت سنگھ** کی فوج شہر میں داخل ہوئی۔ اُس کا ارادہ شہر کے لوٹنے کا ہوا۔ لیکن رنجیت سنگھ نے سخت ممانعت کی۔ اور بیچارے شہر والے لوٹ کی آفت سے اس حملہ میں بچ گئے۔ اِس کے بعد سردار **رنجیت سنگھ** کی سپاہ نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ اور تمام دن دونوں طرف سے بندوقیں چلتی رہیں۔ لیکن سردارنی سداکور نے **رنجیت سنگھ** کو سمجھایا۔ کہ اب گولی چلانا فضول ہے۔ صرف قلعہ کا محاصرہ قایم رکھو۔ دو ایک روز میں چیت سنگھ آپ ہی رسد وغیرہ کی قلت سے تنگ آکر نکل جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ دوسرے روز ہی چیت سنگھ نے اپنی جان کی امان چاہی۔ اور قلعہ چھوڑنے پر رضامند ہوگیا۔ رنجیت سنگھ نے اُس کی التجا منظور کی۔ اور وہ خود بخود قلعہ چھوڑ کر چلا گیا۔ بعد ازآں سردارنی سداکور کی سفارش پر **رنجیت سنگھ** نے اُسکو دو ایک گانوں گذارہ کے واسطے عطا کیئے۔ اور خود لاہور کے قلعہ میں داخل ہوکے شہر کے انتظام اور اہتمام سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔ پہلے شہر کے تمام امراء اور رئیس لوگوں نے **رنجیت سنگھ** کیخدمت میں حاضر ہوکر نذریں پیش کیں۔ اور فتح کی مبارکباد دی جس کے جواب میں **رنجیت سنگھ** نے تمام شہر کی حفاظت جان و مال اور اُن کے اعزاز و حفظ مراتب کا ہر طرح سے خیال

رکھنے کا وعدہ کیا۔ بعدہ غریب وغربا کو اس فتح کی خوشی میں سردار رنجیت سنگھ نے بہت کچھہ نقد و زر تقسیم کیا۔ اور عام منادی کرادی۔ کہ ہر ایک دوکاندار وساہوکار اور پیشہ ور لوگ بلا کھٹکے بازار کھولیں اور اپنا اپنا بیوہار نہایت ازادی سے کریں۔ کوئی شخص اُن سے مزاحم نہ ہوگا۔ اور اپنی فوج کی سپاہ کو بھی ہدایت کی۔ کہ اگر کوئی رعیت کو ستائیگا۔ تو اُس سے سخت بازپرس کیجاویگی بلکہ پیشہ ور لوگوں کے دل بڑہانے کے لیئے جسقدر بندوقیں اور تلواریں ٹوٹی پھوٹی قلعہ کے سلح خانہ میں دستیاب ہوئیں وہ سب لوہاروں کو مرمت کے لیئے دی گئیں۔ جن کی معقول اُجرت ہر ایک کاریگر کو دی گئی۔ اور جو چیز سرکاری کام کے واسطے بازار سے خریدی جاتی۔ خلاف عادت سکھہ سرداروں کے سب کی واجبی قیمت دلائی جاتی۔ الغرض ان سب باتوں کا اثر حاکم کیطرف سے رعایا کے دل پر بہت اچھا پڑا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں تمام شہر لاہور پھر پہلے کی طرح آباد ہوگیا۔ اور ہر ایک بازار و محلہ میں رونق ہوگئی۔ اُجڑے ہوئے مکانات اور کھنڈر جہاں الّو بولا کرتے تھے از سر نو آباد ہوگئے۔ اور تمام رعایا جس کو ایک مدت کے بعد اب رنجیت سنگھ کے وقت میں کچھہ امن نصیب ہوا۔ اُس کی ترقی عمر و دولت کے لیئے دست بدعا رہنے لگی ۔

دوسرے سرداروں کا رنجیت سنگھ سے بھسین کے مقام پر مقابلہ۔

اسی اثناء میں جب دوسرے سرداروں پر یہ حال ظاہر ہوا۔ کہ رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ کرلیا۔ تو اُن سب کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ خصوصًا رام گڈہیہ سردار کو جسکی حکومت کا کنکوا اُسوقت آسمان پر چڑہ رہا تھا۔ اور وہ اپنے سامنے ہر ایک کو ہیچ سمجہتا تہا۔ بہت ہی بُرا معلوم ہوا۔ لیکن اب وہ ضعیف العمر ہوگیا تہا۔ اُس میں خود تو میدان جنگ میں جانے کی طاقت باقی نہ رہی تہی۔ مگر جودہ سنگھ وغیرہ اُس کے بیٹے ہوشیار تھے جنکو اُس نے فورًا اپنی مثل کے سواروں کے ساتھ گلاب سنگھ بھنگی کے پاس روانہ کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ کل قرب وجوار کے چھوٹے بڑے سرداروں کو جمع کرکے جسطرح سے ہو سکے لاہور پر حملہ کردو۔ اور رنجیت سنگھ کا قبضہ وہاں سے ہٹا دو۔ اِدہر رام گڈہیہ سرداروں کی فوج آگئی اُدہر صاحب سنگھ بھنگی سردار گوجر سنگھ کا بیٹا بھی آشامل ہوا۔ اور وزیر آباد سے جودہ سنگھ۔ قصور سے نظام الدین وغیرہ بھی اپنی اپنی فوج لیکر پہنچگئے۔ غرض ان سب لوگوں نے اپنے اپنے رسالے اور توپخانے آراستہ کرکے گلاب سنگھ بھنگی کے ساتھ ایک کثیر جماعت میں ہوکر امرتسر سے لاہور کی طرف کوچ کیا۔ جب یہ بھسین کے مقام پر جو لاہور سے مشرق جانب ۱۰ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ پہنچے تو وہاں اس انتظار میں مقام کردیا۔ کہ باقی کے اور چھوٹے چھوٹے سردار بھی سب پہنچ جاویں۔ تو ایک ساتھ ہوکر لاہور پر حملہ کردیا جاوے۔ اُدھر جب رنجیت سنگھ کو لاہور میں اس بات کی خبر پہنچی۔ تو اُسے بہت فکر ہوا۔ کیونکہ فوج اس وجہ سے کہ اُسکو لاہور کی لوٹ سے باز رکھا گیا تہا۔ کچھہ کشیدہ خاطر ہو رہی تہی۔ دوسرے اسوقت اُس کے پاس اسقدر کافی خزانہ بھی نہ تہا کہ وہ فوج کی تنخواہ تقسیم کرکے اُس کو خوش کردے۔ گوجرانوالہ سے ابھی اپنا خزانہ اس اندیشہ سے نہیں منگایا تہا۔ کہ مبادا سکھہ لوگ راستہ میں لوٹ لیں۔ ابھی یہ اسی فکر و تردد میں مشوش بیٹھا تہا۔ کہ ایک پیر مرد اسّی برس کی عمر والے نے اُس کے سامنے آکر بیان کیا کہ اگر آپ میری پرورش کریں۔ تو میں آپ کو اس قلعہ میں ایک خزانہ دفینہ کا نشان بتلا دوں جسکو میر معین الملک صوبہ لاہور نے میرے روبرو دفن کروایا تہا۔ اور چند برجی توپوں کا نشان بھی قلعہ کے اندر ہی

بتلا سکتا ہوں۔ اس خوشخبری کے سنتے ہی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے داگورو کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور اس پیر مرد کی بہت کچھ خوشامد کی۔ چنانچہ جب اُس کی نشان دہی پر تہ خانہ کی زمین کھود کر دیکھا گیا۔ تو لاکھوں روپیہ کا خزانہ دستیاب ہوا۔ اور چند توپیں بھی زمین میں سے نکلیں۔ غرض رنجیت سنگھ نے خزانہ پاتے ہی اوّل تو اُس مخبر کو خوش کیا۔ بعدہ بہت کچھ خیرات میں تقسیم کر کے اپنی فوج کو دو ماہ پیشگی تنخواہ دیکر رضامند کر لیا۔ اور اُن توپوں کو فوراً تختہ پر چڑھوا کر اپنی تمام فوج کے ساتھ لاہور سے باہر نکل کر بھسین سے ایک کوس کے فاصلے پر اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیئے اکھڑا ہوا۔ دو ماہ تک آپس میں خفیف خفیف سی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ کچھ آدمی ادھر کے کام آئے کچھ اُدھر کے۔ اتنے میں سردار گلاب سنگھ نے ایک روز سب سرداروں کو بلا کر مشورہ کیا۔ اور کہا کہ کل ضرور دو ٹوک لڑائی لڑی جاوے۔ چنانچہ سب کی یہی صلاح ہو گئی۔ لیکن افسوس کہ گلاب سنگھ کو اپنے ارادہ کے پورا کرنے کی مہلت نہ ملی۔ اور وہ اپنی عادت کے موافق اُس روز رات کو اتنی شراب پی کر سو یا۔ کہ پھر نہ اُٹھا جب صبح کو فوج تیار ہو کر لڑائی کے لیئے چڑھنے لگی۔ تو سردار گلاب سنگھ کو خیمہ میں جگانے کے لیئے گئے۔ اور بہتیرا ہلایا جلایا۔ آواز دی۔ مگر سننے اور بولنے والی چیز تو وہاں تھی ہی نہیں۔ جواب کون دیتا۔ اور اُٹھتا کون۔ آخرش جب لشکر میں اس کے مرجانے کی خبر پہنچی۔ تو ساری فوج سکتے کے عالم میں ہو گئی۔ اور سب کا پاؤں آگے اُٹھنے سے رہ گیا۔ رام گڈھیے سردار اور قصوری پٹھان میدان چھوڑ چھوڑ کر پیچھے کو چل دیئے۔ باقی بہت سے رنجیت سنگھ سے جاملے۔ اور اُس کو پیغام دیا کہ تمہارے دشمن کو خود بخود اکھورو نے لے لیا۔ اور کل فوج بھاگ گئی ہے۔ رنجیت سنگھ اس خبر کے سنتے ہی بہت خوش ہوا۔ اور اس نے اُن لوگوں کو جو اُس سے آملے تھے۔ نہایت کشادہ دلی سے اپنے پاس نوکر رکھ کے سرداران رام گڈھیہ وغیرہ کا بہت دور تک تعاقب کیا۔ لیکن وہ ہاتھ نہ آئے۔ آخر جو تھوڑی بہت فوج خاص دشمن کی خیمہ گاہ میں ڈیرہ ڈنڈہ اکھیڑ رہی

خزانہ کا ملنا۔

رنجیت سنگھ کا فتحیاب ہو کر واپس لاہور آنا۔

اور بھاگنی جاتی سامنے آگئی۔ اُس کو پامال کر کے اس خداداد فتح کی خوشی کا ڈنکا بجاتا ہوا واپس لاہور پہنچا۔ یہاں شہر کے چودہری اور رئیسوں نے حاضر ہو کر مبارکبادی کی نذریں پیش کیں۔ اور اُن کو خلعت ملے۔ غریب غربا کو خیرات میں بہت سا نقد و زر جو مغلوب شدہ فوج کی لوٹ سے حاصل ہوا تھا۔ لوٹایا گیا۔ اور کئی دن تک اس خوشی میں شادیانے بجتے رہے*

ولادت مہاراجہ کھڑک سنگھ

بعد ازآں اسی سال سمت ۱۸۵۷ بکرمی میں پھاگن شدی سپتمی کو بساعت سعید رانی راج کور لکائین کے بطن سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے گھر وارث تخت و تاج پیدا ہوا۔ اور اس کا نام کنور کھڑک سنگھ رکھا گیا۔ اس مبارک پیدائش کی تقریب پر مہاراجہ نے بڑی خوشی کی۔ اور کئی روز تک محفل رقص و سرود گرم رہی۔ انعام و اکرام تقسیم ہوتے رہے۔ ہزارہا روپیہ مساکین اور محتاجوں کو بانٹا گیا*

رنجیت سنگھ کا خطاب مہاراجگی حاصل کرنا

پھر ایک ماہ کے بعد یہ تجویز قرار پائی۔ کہ ایک عام دربار کیا جائے جس میں سردار رنجیت سنگھ اپنی واسطے مہاراجگی کا خطاب لیں۔ چنانچہ دُور دُور تک کے چودہری اور نمبردار جہاں تک مہاراجہ

کا علاقہ نہا بلائے گئے۔ اور ایک مبارک دن میں جلسہ مہاراجگی کا منعقد ہوا۔ جس میں پروہت نے اپنے ہاتھ سے مہاراجہ کو تلک لگایا۔ اور مبارک مبارک کے نعرے چہار طرف سے بلند ہوئے۔ لاہور کے علماء اور شعراء بھی اس جلسہ میں شریک تھے۔ اُن کو ہر ایک کے اعزاز و مراتب کے لحاظ سے انعام و اکرام دیا گیا۔ نوکر چاکر ملازمان فوج و اہلکاران وغیرہ سب کو خلعت دیئے گئے۔ اور مہاراجہ نے فرمایا۔ کہ آیندہ سے ہمکو سب لوگ "سرکار" کے لفظ سے مخاطب کیا کریں۔ اور تحریر میں "مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر" لکھا جایا کرے ✤

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنا سکہ جاری کیا

اس کے بعد سکہ جاری کرنے کی تجویز قرار پائی۔ اور حکم ہوا۔ کہ فارسی میں کوئی ایسا شعر روپیہ پر مضروب کرنے کے لیے تجویز کیا جائے۔ جس میں گورو نانک صاحب اور گورو گوبند سنگھ صاحب کا مبارک نام بھی آجاوے چنانچہ ایک کامل غور اور تامل کے بعد یہ شعر پسند ہو کر ؎ دیگ و تیغ و فتح و نصرت بیدرنگ۔ یافت از نانک گورو گوبند سنگھ ✤ حکم ہوا۔ کہ ایک طرف یہ شعر مضروب کیا جاوے۔ اور دوسری طرف شہر کا نام جہاں سکہ مضروب ہو اور مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر کا نام ضرب کیا جائے۔ الغرض اسی روز ٹکسال جاری کی گئی۔ اور دوسرے دن کئی سو روپیہ مضروب ہو کر مہاراجہ کے حضور پیش ہوا جسکو اُنہوں نے محتاجوں اور سکھوں میں تقسیم کر دیا ✤

انتظام شہر لاہور

اس کے بعد مہاراجہ نے شہر کے قاضی نظام الدین کو خلعت دیکر اُس کا سابق کام یعنی مسلمانوں کے نکاح و طلاق کا سپرد کیا۔ اور مفتی سعد اللہ چشتی کو بھی خلعت دیکر اُس کا کام قبالہ جات کی تصدیق وغیرہ کا اُس کے حوالہ لیا۔ اور تاکید کی کہ اپنا اپنا کام نہایت دیانتداری اور انصاف سے کریں۔ تاکہ رعایا کو ایندہ شکایت کے لیے گنجایش نہ رہے۔ امام بخش کو جسکو عام لوگ "خرسوار" کے نام سے پکارا کرتے تھے شہر کا کوتوال مقرر کیا۔ اور ہر ایک دروازہ پر حفاظت کے لیے سپاہ تعینات کی گئی دیوان موتی رام کو جدید شہر پناہ بنانے کے لیے ایک لاکھ روپیہ دیا گیا۔ اور حکیم نور الدین کو طبابت کا عہدہ ملا۔ فوجی قواعد میں ترمیم کی گئی۔ اور جدید قاعدے مقرر ہوئے۔ غرض **مہاراجہ رنجیت سنگھ** نے سلطنت کے کام کو باضابطہ پورانے بادشاہی ڈھنگ پر قایم کر کے اپنی رعایا کو خوشحال کیا۔ مہاراجہ حالانکہ پڑھا لکھا ایک حرف نہیں تھا۔ مگر خداداد عقل کا جوہر اُس کے دماغ میں ایسا تھا۔ کہ اُس کی کوشش و ہمت نے ایک مدت کے بعد پنجاب میں پھر امن کی صورت قایم کر دی ✤

مہاراجہ کا صاحب سنگھ بھنگی گجرات والے پر پہلا حملہ۔

اسی اثنا میں جب **مہاراجہ رنجیت سنگھ** کو خبر ملی۔ کہ گجرات والا صاحب سنگھ بھنگی اُس کے خلاف فوج جمع کر رہا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ یورش کر کے لاہور پر حملہ کرے۔ تو اُس نے فوراً ایک معقول فوج کے ساتھ اُس طرف کو کوچ کیا۔ صاحب سنگھ نے قلعہ کا دروازہ بند کر کے مہاراجہ کا مقابلہ تو کیا۔ لیکن رنجیت سنگھ کی توپوں نے اُس کے قلعہ کے دروازہ کو تھوڑے ہی دنوں میں ہلا دیا۔ آخر جب صاحب سنگھ نے دیکھا۔ کہ رنجیت سنگھ کے حملہ کو روکنا اُس کی طاقت سے باہر ہے۔ تو اُس نے صاحب سنگھ بیدی کی معرفت ایک بھاری نذرانہ ادا کر کے اطاعت قبول کر لی ✤

مہاراجہ کا دل سنگھ کو قید کر کے اکال گڈھ پر حملہ آور ہونا

بعد ازاں جب مہاراجہ گجرات سے واپس ہو کر لاہور تشریف لائے۔ تو پھر اُن کو یہ خبر ملی۔ کہ دل سنگھ اکال گڈھیہ جسکو مہاراجہ کے والد سردار مہاں سنگھ نے اپنا دست پروردہ سمجھکر اکال گڈھ کا علاقہ بخشا تھا۔ صاحب سنگھ

بھنگی کا رفیق بن گیا ہے۔ اور دونوں ملکر چاہتے ہیں۔ کہ لاہور پر یورش کریں۔ اس پر مہاراجہ کو بہت غصہ آیا۔ اور اس نے دَل سنگھ کو قبل اس کے کہ وہ صاحب سنگھ کے ساتھ مل کے کچھ فساد کرے۔ اسطرح پر اپنے قابو میں کرنا چاہا۔ کہ پہلے اس کو ایک خط اس مضمون کا بھیجکر کہ "آپ میرے والد کے بڑے دوست ہیں اور مجکو بھی آپ کا بڑا لحاظ ہے۔ میرا جی آپ سے ملنے کو بہت چاہتا ہے۔ جیسے آپ نے میرے باپ کے ساتھ رہکر انکو بڑی بڑی امدادیں دی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ میرے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور آپ بلا تامل میرے پاس چلے آویں۔ جو جو فتوحات آپ کی امداد سے حاصل ہوں گی۔ اُن میں سے نصف آپ کو دیا جایا کریگا"۔ اپنے پاس بلایا۔ بعد جب دَل سنگھ لاہور میں آیا۔ تو مہاراجہ نے حالانکہ اُس کی بڑی عزت کی۔ اور قلعہ کے اندر اُتارا۔ لیکن رات کو اس کے اوپر سپاہیوں کا پہرہ مقرر کر کے اُس کو نظر بند کر دیا۔ اور خود صبح کو فوج لیکر اکال گڈھ اس کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے لئیے چلا گیا۔ جب اکال گڈھ کے نزدیک پہنچا۔ اور سردار دَل سنگھ کی بیوی کو یہ حال معلوم ہوا۔ کہ رنجیت سنگھ میرے خاوند کو قید کر کے ملک پر قبضہ کرنے کے لیئے آتا ہے۔ تو اُس بہادر اور دلیر عورت نے فوراً شہر کے دروازے بند کر لیئے۔ اور قلعہ کی دیواروں پر دو تین توپیں چڑھا کر بڑے استقلال کے ساتھ مہاراجہ کے مقابلہ پر آمادہ ہوگئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو یہ امید نہ تھی۔ کہ اسکو اکال گڈھ پہنچکر یہ وقت پیش آویگی۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے ساتھ بہت مختصر فوج لایا تھا۔ مگر اب اسے لاچار لڑنا پڑا۔ الغرض دونوں طرف سے گولہ باری شروع ہوگئی۔ اور ایک مدت تک لڑائی ہوتی رہی۔ بلکہ بعض اوقات وہ بہادر عورت اپنی فوج کے ساتھ قلعہ سے باہر نکل کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج پر مردانہ وار حملہ کرتی۔ یہ عورت بڑی بہادر اور عقلمند تھی۔ ادھر تو اس نے لڑائی شروع رکھی اُدھر صاحب سنگھ بھنگی کو اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ چنانچہ صاحب سنگھ تیار ہو گیا۔ اور اس نے جودہ سنگھ وزیر آباد کے حاکم کو اپنے ساتھ شامل کرنیکے لیئے بلا بھیجا۔ ابھی یہ دونوں سردار روانہ نہیں ہوئے تھے۔ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو بھی اس کی خبر ہوگئی۔ اور اس نے ایسے وقت میں جبکہ تین چار دشمن اکٹھے ہو جانیوالے ہوں۔ فی الحال اکال گڈھ کا محاصرہ چھوڑ کر خاص صاحب سنگھ کیطرف رجوع ہونا زیادہ تر مناسب سمجھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ کہ وہاں کا محاصرہ چھوڑ کر گجرات کی طرف

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا گجرات پر دوبارہ حملہ

روانہ ہوا۔ اور ایک خط حاکم وزیر آباد کے پاس اُس کی احسان فراموشی کی شکایت میں لکھکر اس کو جتلایا کہ نہایت افسوس کا مقام ہے۔ کہ تم حالانکہ نمک پروردہ خاص ہمارے والد بزرگوار سردار مہاں سنگھ کے ہو اور انہوں نے ہی یہ علاقہ وزیر آباد کا فتح کر کے تمکو دیا تھا۔ مگر تم ہمارے دشمن صاحب سنگھ سے سازش رکھتے ہو۔ تمکو چاہیئے کہ تم ہمارے خاندان کا قدیمی احسان نہ بھولو۔ اور ہمارے مخالفین کی مدد نہ کرو۔ یہ خط تمکو بلحاظ رابطہ سابقہ تنبیہاً لکھا جاتا ہے اگر تم ایسا کرو گے۔ تو تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک جو مخالفین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ کیا جائیگا"۔ الغرض اس خط کا اسپر معتدبہ اثر ہوا۔ اور جب مہاراجہ گجرات کے قریب پہنچا۔ تو صاحب سنگھ بھنگی معہ اپنی فوج کے شہر سے دو میل کے فاصلے پر باہر نکل کر مقابل ہوا۔ صبح سے شام تک دونوں فریق نہایت سرگرمی کے ساتھ لڑتے رہے۔ اور بہت سے آدمی دونوں اطراف کے مارے گئے۔ اس طرح پر تین روز تک میدان جنگ گرم رہا۔ چوتھے روز صاحب سنگھ بھنگی قلعہ میں محصور ہو گیا

اور مہاراجہ کی فوج نے شہر و قلعہ دونوں پر مورچال قایم کر کے گولے برسانے شروع کر دیئے۔ چند روز تک یہی حال رہا۔ اور قلعہ و شہر کی دیواریں مثل غربال کے ہو گئیں۔ آخر کار صاحب سنگھ بھنگی نے جب سوائے اطاعت قبول کرنے کے اور کوئی دوسری صورت بریت کی نہ دیکھی۔ تو اُس نے بابا صاحب سنگھ بیدی کو جسکا گورو نانک صاحب کے خاندان میں ہونے کی وجہ سے سکھ لوگ بڑا لحاظ کرتے تھے بیچ میں ڈال کر صلح کا پیغام بھیجا۔ صاحب سنگھ بیدی نے مہاراجہ کو سمجھا بوجھا کر اس بات پر راضی کر لیا۔ کہ وہ ایک کثیر نذرانہ معہ جرمانہ خرچ فوج لینے کے بعد محاصرہ اٹھا لیں۔ لیکن یہ شرط قرار پائی۔ کہ آیندہ کے لیئے صاحب سنگھ و دَل سنگھ وغیرہ کوئی ان میں سے سرکار لاہور کے خلاف مفسدہ پردازی نہ کریگا۔ اور اپنے تئیں لاہور کا ماتحت سمجھیں گے۔ الغرض مہاراجہ ایک کثیر مقدار نذرانہ معہ کل خرچ فوج وصول کر کے واپس لاہور ہوا۔ اور یہاں آ کر اُس نے دَل سنگھ کو بھی حسب وعدہ قید سے چھوڑ دیا۔

وفات دَل سنگھ و شمولیت اکال گڑھ۔

دَل سنگھ کے دل پر اس قید کا بہت سخت صدمہ گذرا تھا۔ اور وہ اکال گڈھ پہنچنے کے بعد بہت تھوڑے دن جیا جب وہ مر گیا۔ تو پیچھے سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک دن ماتم پرسی کے بہانہ سے اکال گڈھ پہنچکر اُس کی بیوہ کو قید کر کے اُس کے کل علاقہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔ بعدہ دو گانوں اُسکو گذارہ کے واسطے عطا کیئے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ اکال گڈھ کے قلعہ سے مہاراجہ کو بہت دولت ہاتھ لگی۔ اور علاوہ دولت کے سامان حرب بھی بہت کچھ ہاتھ آیا۔

قصور کا متابعت اختیار کرنا۔

اسی سال میں اس مہم سے پیشتر مہاراجہ نے ایک فوج بسر کردگی سردار فتح سنگھ کالے والہ قصور پر روانہ کی تھی جہاں کے رئیس نظام الدین نے متابعت قبول کی۔ اور اپنے بھائی قطب الدین خاں کو مہاراجہ کی خدمت میں آداب بجا لانے کے لیئے روانہ کیا۔ اور ایک فوج واسطے امداد سرکار لاہور دینے کا وعدہ کیا۔ مہاراجہ نے نظام الدین کے بھائی کی جب وہ آیا بہت خاطر کی۔ اور اُس کو ایک خلعت دیکر جس میں ایک زنجیر فیل و ایک راس اسپ شامل تھے رخصت کیا۔

سردار فتح سنگھ آہلووالیہ سے پگڑی بدلنا۔

اس کے بعد اب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور پہنچکر سب سے پہلے یہ معلوم کرنا مناسب سمجھا۔ کہ قابلِ ملک میں سے کون کون سردار اُس کے دوست و غمخوار ہیں۔ اور کون کون دشمن ہیں۔ چنانچہ واسطے دریافت کرنے اس امر کے اُس نے ہر ایک سکھ سردار کے پاس خطوط شعر طلبی اُن کے تحریر کیئے۔ لیکن نہ تو کوئی آیا۔ اور نہ کسی نے سوائے سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کے جواب دیا۔ سردار مذکور نے اپنے والد کی وفات کا حال جو اسی زمانہ میں سمت ۱۸۵۹ بکرمی کے قریب واقع ہوئی تھی ظاہر کر کے اپنی حاضری سے معذرت چاہی۔ اب جب مہاراجہ نے دیکھا۔ کہ اُس کا سوائے سردار فتح سنگھ کے اور کوئی دوست نہیں ہے۔ تو اُس نے ایسے موقع پر جب اس کے والد کا انتقال ہو گیا ہو خود ماتم پرسی کے لیئے جانا نہایت مناسب سمجھا۔ اور ترنتارن جی کا اشنان کر کے بمقام فتح آباد علاقہ کپورتھلہ وارد ہؤا۔ مگر جب یہ حال سردار فتح سنگھ کو معلوم ہؤا۔ تو اُسکو اندیشہ ہؤا۔ کہ مبادا امیر ابھی حال اکال گڈھ کے سردار کی ماتم پرسی والا ہو۔ اسلیئے اُس نے اپنے شہر کا سارا انتظام کر لیا۔ اور قلعہ پر توپیں وغیرہ چڑھا کے ہر طرح سے مقابلہ کے لیئے کاش اگر موقع ہؤا چاک و چوبند ہو بیٹھا۔ اور شہر سے باہر مہاراجہ کے لیئے خیمہ نصب کرا کے جب مہاراجہ کے آنے کی خبر ہوئی۔ تو دو میل کے فاصلے سے آگے جا کر سردار فتح سنگھ آہلووالیہ نے بڑی

سمت ۱۸۵۹

تپاک سے مہاراجہ کا استقبال کیا۔ اور اُس خیمہ میں لاکر شہر سے باہر اُتارا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی بڑا عقلمند اور دوربین آدمی تھا۔ جب اُس کو شہر کے باہر اُتار دیا گیا۔ تو وہ بھی سمجھ گیا۔ کہ سردار فتح سنگھ کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔ اس لیے جب سردار فتح سنگھ مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو بعد ادا کرنے رسم ماتم پرسی کے مہاراجہ نے سردار فتح سنگھ کا ہر طرح سے اطمینان کیا۔ اور کہا کہ اس زمانہ میں میں تم سے بڑھکر اپنا دوست اور خیر خواہ کسی کو نہیں سمجھتا۔ تم اس بات سے مطمئن رہو۔ کہ میں تمہارے ساتھ کبھی دغا اور فریب نہیں کرونگا۔ بعد ازاں اُس کی پگڑی اُتار کر مہاراجہ نے اپنے سر پر رکھ لی۔ اور اپنی پگڑی اُس کے سر پر رکھ کے سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کو اپنا پگڑی بدل بھائی قرار دیا۔ غرض ان دونوں سرداروں میں اب یہ ایک مستحکم اتحاد رکھنے کی رسم حسب رواج پنجاب ادا ہوئی۔ اور پھر امرتسر پہنچ کے دونوں نے گرنتھ صاحب اپنے مذہب کی مقدس کتاب کی قسم کھا کر باہم ہمیشہ اتحاد اور اخلاص رکھنے کا عہد کیا۔ اور اسی مضمون کا ایک عہدنامہ تحریر کرکے دونوں سرداروں نے اُس پر اپنی اپنی مہریں ثبت کردیں۔

> مہاراجہ کا اپنی ساس سدا کور کو راجہ سنسار چند کے مقابلہ میں مدد دینا۔

یہاں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور واپس آیا۔ تو اُس کو خبر ملی کہ سردارنی سدا کور اُس کی ساس کے علاقہ میں راجہ سنسار چند والی کانگڑہ نے دست درازی کرنا شروع کیا ہے۔ چنانچہ معاً پہنچنے اس خبر کے مہاراجہ نے پہلے اپنی فوج کو اُسطرف روانہ کیا۔ بعد سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کو بٹالہ کے مقام پر آملنے کے لئے خط بھیجکر خود بھی اُسی طرف کو کوچ کیا۔ جب راجہ سنسار چند کے کارداروں کو مہاراجہ کے آنے کی خبر ملی۔ تو وہ علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور سردارنی سدا کور کو اُس کا تمام علاقہ جو چھن گیا تھا۔ از خود بلا کسی لڑائی بھڑائی کے پھر ہاتھ آگیا۔ بلکہ کچھ اور علاقہ راجہ کانگڑہ کی ملکیت میں سے موسومہ نوشہرہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فتح کرکے اپنی ساس کو عطا کیا۔ پھر مہاراجہ نے نور پور کا علاقہ فتح کیا۔ اور راجہ سنسار چند تاب مقابلہ کی نہ لاکر پہاڑوں میں بھاگ گیا۔

> ملک دھنی اور پوٹھوہار کا حاصل کرنا۔

یہاں سے واپس ہوکر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پٹھان کوٹ کے متصل قلعہ سجان پور کو جو سرداران بدھ سنگھ و سنگت سنگھ کے قبضہ میں تھا۔ فتح کیا۔ اور وہاں اپنا قبضہ کرکے بہرام پور و شکال گڈھ و دھرم کوٹ وغیرہ اضلاع گرد نواح کو بھی اپنے تحت و تصرف میں لایا۔ بعد ازاں علاقہ پنڈی بھٹیاں کو زیر کرکے سردار فتح سنگھ کے حوالہ کیا۔ اور تمام دھنی پوٹھوہار کا ملک جہاں کے گھوڑے مشہور ہیں اپنی حکومت میں شامل کرکے وہاں سے چار سو کے قریب نہایت عمدہ اور تیز رفتار گھوڑے لیکر واپس لاہور ہوا۔

> ڈسکہ اور پنڈی بھٹیاں وغیرہ کی شمولیت۔

پھر یہاں سے مہاراجہ نے ہمراہی سردار فتح سنگھ آہلووالیہ ڈسکہ کی طرف کوچ کیا۔ جہاں کا قلعہ دار قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور مہاراجہ اُس قلعہ میں اپنا تھانہ بٹھا کر واپس لاہور آیا۔ اسی اثناء میں پنڈی بھٹیاں کی طرف سے خبر آئی۔ کہ جسا سنگھ بھنگی ولد کرم سنگھ دلو حاکم چنیوٹ وہاں کے زمینداروں کو ستا رہا ہے۔ چنانچہ فی الفور مہاراجہ نے اُس طرف فوج کشی کی۔ اور حاکم مذکور کا کل علاقہ فتح کرکے اُسکے لئے کچھ تھوڑا سا گذارہ مقرر کر دیا۔

مہاراجہ کا قصور پر پہلا حملہ۔

ابھی مہاراجہ کو اس مہم سے واپس آکر دم لینے کی فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ کہ قصور سے بغاوت کی خبر آئی۔ اور معلوم ہؤا۔ کہ نظام الدین وہاں کے حاکم کا ارادہ سرکار لاہور سے فساد کرنے کا ہے۔ بلکہ اُس نے ایک کثیر جماعت افغانوں کی بہم پہنچا کر دو ایک گانوں واقع حدود لاہور کو بھی لوٹ لیا ہے۔ یہ سنتے ہی مہاراجہ اپنی آنکھوں میں خون بھر لایا۔ اور فوراً سردار **فتح سنگھ** آہلو والیہ کو قصور کی طرف کوچ کرنے کے لیئے نہایت تاکیدی خط لکھ کے آپ بھی اپنی بڑی چیدہ اور لڑاک فوج کو ہمراہ لیکر نظام الدین حاکم قصور کی سرکوبی کے واسطے روانہ ہؤا۔ اُدھر سے پٹھان سردار نے بھی میدان میں آکر بڑے شدّ ومدّ سے ان دونوں لشکروں کا مقابلہ کیا۔ اور کئی دن تک لڑتا رہا۔ لیکن آخرکار سکھوں کی تلوار کے سامنے افغانوں کو ٹھیرنا محال ہوگیا۔ اور کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں مہاراجہ **رنجیت سنگھ** و سردار **فتح سنگھ** آہلو والیہ دونوں نے بذات خود دشمن کے مقابلہ میں کئی مرتبہ جا جا کر اپنی اپنی فوج کے ساتھ جوانمردی اور بہادری کے ہاتھ دکھلائے۔ جسکا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ نظام الدین کو مجبوراً میدان چھوڑ کر قلعہ میں محصور ہونا پڑا۔ مگر مہاراجہ نے شہر میں داخل ہوکر قلعہ کو بھی گھیر لیا۔ اور اسقدر آگ برسائی۔ کہ تھوڑی ہی دیر میں ہر طرف سے توبہ توبہ مچ گئی۔ الغرض ایک سخت کشت وخون کے بعد قلعہ بھی مہاراجہ نے فتح کر لیا۔ اور جسقدر فوج قلعہ میں تھی سب تہ تیغ ہوئی۔ سکھوں نے تمام شہر لوٹ لیا۔ اور بہت سے لوگ قید میں آئے۔ لیکن چونکہ نظام الدین نے آخر میں معافی مانگی۔ اور تمام فوج کا خرچ ادا کرکے ایک کثیر نذرانہ داخل کیا۔ اور آیندہ کے لیئے ہمیشہ کے واسطے متابعت کی تحریر دیدی۔ اس وجہ سے مہاراجہ لاہور نے پھر اُسی کو حکومت قصور پر برقرار و بحال رکھ کے ایک نمایاں فتح کے ساتھ لاہور کی طرف مراجعت کی*

مہاراجہ کا دوابہ جالندہر میں پھگواڑہ وغیرہ کو فتح کرنا۔

اس کے بعد مہاراجہ نے دوابہ جالندہر کیطرف رخ کیا۔ اور جو ہٹرمل کھتری کی بیوہ سے جو خود مختار حکمران تھی اُسکا سارا علاقہ پھگواڑہ معہ کل مال و متاع کے ضبط کرکے سردار فتح سنگھ آہلو والیہ کو عطا کیا۔ اور اُس عورت کو اُس کی خواہش کے مطابق ہردوار میں اپنی بقیہ زندگی بسر کرنے کے قابل دولت لیکر وہاں چلے جانے کی اجازت دیدی۔ پھر یہاں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ حسب درخواست سردار فتح سنگھ آہلو والیہ کپورتھلہ گئے۔ اور وہاں سلطان پور کے جنگل میں کئی دنوں تک سردار مذکور کیساتھ شکار و تفریح طبع میں مصروف رہکر جب یہ خبر ملی کہ سنسار چند راجہ کوٹ کانگڑہ نے دوابہ جالندہر میں پھر دست اندازی شروع کی ہے اور ہوشیارپور و بجواڑہ وغیرہ مقامات پر اپنا قبضہ بھی کر لیا ہے۔ تو اس طرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کے راجہ کانگڑہ کو شکست دیکر اُن دونوں مقامات کو اپنے قبضہ میں لے آیا۔ راجہ سنسار چند پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ لیکن تھوڑی دور تک **رنجیت سنگھ** نے اُسکا تعاقب کیا۔ اور چند دیہات جو پہاڑ کے نیچے واقع تھے فتح کرکے اپنے تخت میں لے آیا۔ پھر کرتارا سنگھ گھنئیہ و دہرم سنگھ امرتسریہ و بدھ سنگھ فیض اللہ پوریہ وغیرہ سرداروں سے نذرانہ وصول کرتا ہؤا واپس لاہور پہونچا*

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا موراں طوایف پر عاشق ہونا۔

یہاں آکر (بیان کیا گیا ہے) کہ مہاراجہ **رنجیت سنگھ صاحب بہادر** ایک طوایف مسمّاۃ موراں پر جو بہت خوبصورت تھی عاشق ہوگئے۔ اور اُس کے ایسے مطیع ہوئے۔ کہ اُس کے نام کا ایک سکّہ بھی مضروب کرایا۔ بعض مسلمان مورخوں کا بیان ہے۔ کہ مہاراجہ نے اُس عورت کے ساتھ اہل اسلام کے طریقہ کے مطابق نکاح پڑھوایا۔ اور یہ

رسم بڑی دہوم دہام اور شان و شوکت سے ایک حویلی میں جو خاص اُس معشوقہ کی بود و باش کے واسطے گھو برجیو کے کٹرہ میں خریدی گئی تہی ادا کیگئی ✤

اگر ایسا ہوا ہو تو کچھہ تعجب نہیں۔ کیونکہ مہاراجہ کی دماغی طاقت پولیٹکل باریکیوں کو بہت پہنچتی تہی۔ چونکہ سکھوں اور مسلمانوں میں ایک مدت سے باہم نفاق اور تعصب کے خیالات پیدا ہو جانے کی وجہ سے ملک کی سخت بربادی اور ویرانی ہو رہی تہی۔ اسلیئے اکبر بادشاہ کیطرح ایسی نظیر قایم کرنے سے اُسکا خاص منشاء یہ تھا۔ کہ ان دونوں قوموں میں میل جول ہو جاوے اور مسلمان رعایا کے دل میں اُس کی سلطنت کے ساتھ محبت پیدا ہو۔ مگر اِس کے ساتھ ہی چونکہ رنجیت سنگھ اپنے مذہب کا بہی بہت پابند تھا۔ اِسواسطے اُس نے قبل از نکاح موراں کے ساتھ اپنے مذہب کے قواعد کی رُو سے بہی جسکا نہایت آسان طریقہ ہے عقد کرلیا تہا (دیکھو صفحہ ۹۴۳ حصۂ دُوم۔)

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہردوار جانا۔

حالانکہ کچھہ عرصہ تک مہاراجہ صاحب موراں کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف رہے۔ لیکن انہوں نے سلطنت کے کام کو جس کے وہ خدا کی طرف سے ذمہ وار تھے کبھی بھی اپنے دل سے نہ بھلایا۔ اس واقع کے تھوڑے ہی دن بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ ہردوار تشریف لیگئے۔ اور راستہ کے کل سکھ سرداروں نے جن کے علاقوں میں سے گذرے نذرانے دیئے۔ ہردوار پہنچ کر مہاراجہ نے گنگاجی کا اشنان کیا اور ایک لاکھ روپیہ کے قریب وہاں کے برہمنوں کو پُن دان میں دیا ✤

قصور پر دوسرا حملہ۔

اِدھر قطب الدین خاں نے اپنے بڑے بھائی نظام الدین خاں رئیس قصور کو جس نے اس کی جاگیر ضبط کرلی تہی قتل کردیا۔ اور خود حکومت کرنے لگا۔ جب یہ حال ہردوار سے واپس آنے پر مہاراجہ کو معلوم ہوا تو اُس نے اسیوقت معہ سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کے قصور کیطرف کوچ کیا۔ اُدھر قطب الدین کو جب مہاراجہ کے آنے کی خبر ملی۔ تو اُس نے بھی مقابلہ کی تیاریاں کرلیں۔ اور اِس میں شک نہیں۔ کہ اُس نے مہاراجہ کے حملہ کو نہایت مستعدی سے روکا۔ اور اپنے قلعہ و شہر کی گذرگاہوں کو اسقدر معقول اور مضبوط تعداد سپاہ سے محفوظ کیا۔ کہ کئی مہینے تک سکھوں کی فوج باہر سے لڑتی رہی۔ مگر قصور فتح نہ ہوا۔ آخرکار ایک سخت کُشت و خون کے بعد مہاراجہ کو فتح حاصل ہوئی۔ مگر چونکہ قطب الدین نے ایک کثیر نذرانہ معہ فوج دینے کا اقرار کرکے لاہور کی تابعداری بدستور قبول کرلی۔ اسلیئے مہاراجہ نے اُس کا قصور معاف کیا۔ اور پھر اُسکو حکومت قصور پر بحال کیا ✤

مہاراجہ کی ملتان پر چڑھائی۔

ابھی فوج اِس مہم کی تکان سے دم نہیں لینے پائی تہی۔ کہ مہاراجہ نے ملتان کا قصد کیا۔ چند امرا اور مصاحبین نے مہاراجہ کو ایسے وقت میں جبکہ فوج قصور جیسی سخت مہم سے واپس آکر بالکل بیدم ہو رہی تہی ملتان پر چڑھائی کرنے سے منع کیا۔ لیکن اُس بہادر نے یہ جواب دیکر۔ "کہ اگر ہمیں اپنی سلطنت کو استحکام دینا منظور ہے۔ تو فوج کو بھی کبھی آرام طلبی کی عادی نہیں ہونا چاہیئے۔" اپنے وزیروں کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ اور ملتان کی طرف کوچ کا حکم دیدیا ✤

اِسوقت تک مہاراجہ کے اقبال سکندری اور دبدبہ نادری کا شہرہ دُور دُور تک پہنچ چکا تہا۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ ترساں ولرزاں تھا۔ غرضیکہ جب یہ خبر صوبہ ملتان کو ملی۔ کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ میری طرف آرہا ہے۔ تو اُس کے بدن میں خون تک نہ رہا

اور اُس نے بجائے اِس کے کہ پہلے بمقابلہ پیش آوے۔ اور پھر اگر ناکامیابی کی صورت دیکھے تو متابعت اختیار کرلے۔ پہلے سے انجام پر خیال کرکے مہاراجہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجدیا۔ اور ملتان سے نکلکر ۳۰ کوس کے فاصلہ پر مہاراجہ سے خود بخود آملا۔ اِس کو مہاراجہ نے بہت غنیمت سمجھا۔ کیونکہ فوج کا جو اصلی حال تھا وہ بھی اُس سے چھپا نہ تھا۔ الغرض مہاراجہ لاہور صوبہ ملتان سے ایک کثیر رقم خراج کی لیکر واپس ہوا۔

> ملتان کی لڑائی کی بابت دوسرے مؤرخوں کی رائے

بعض مؤرخوں کا یہ بھی قول ہے۔ کہ اِس مہم میں صوبہ ملتان نے مہاراجہ سے ایک سخت لڑائی کی۔ مگر جب آخر کار اپنے تئیں مقابلہ کے قابل نہ پایا۔ تو صلح کرلی۔ لیکن اِس کے قبول کرنے میں اشتباہ ہے۔ کیونکہ سوائے رائے کنھیا لعل صاحب اور دیگر دو ایک یعنی مسعود صاحبان کے دیوان امرناتھ صاحب۔ مسٹر میکریگر صاحب اور سید محمد لطیف صاحب وغیرہ کل مؤرخین اِس کے برخلاف ہیں۔ اور اِس مرتبہ لڑائی کا ہونا کوئی مؤرخ بیان نہیں کرتا۔

> مہاراجہ رنجیت سنگھ کا امرت سر پر دخل پانا اور بھنگی مثل کا نیست و نابود ہونا۔

یہاں سے واپس آکر مہاراجہ نے بھنگیوں کی مثل کو بالکل نیست و نابود کرنے کے ارادے سے امرتسر کو کوچ کیا۔ جب وہ وہاں پہنچا۔ تو گلاب سنگھ کی بیوہ نے شہر کی فصیل پر توپیں چڑھاکے مہاراجہ کا بڑی سرگرمی سے مقابلہ کیا۔ رنجیت سنگھ کی فوج نے قلعہ گھیر لیا۔ اور ایک دن و ایک رات برابر دونوں طرف سے آگ برستی رہی۔ آخر ش سردار فتح سنگھ نے ایک طرف سے اور خود مہاراجہ نے دوسری طرف سے قلعہ لوہگڈھ دروازہ کے سامنے سے اسقدر گولوں کی بھرمار کی کہ دروازہ اور دیواریں دونوں پاش پاش ہوگئیں۔ اور مہاراجہ کی فوج معہ مہاراجہ کے شہر میں گھس گئی۔ اور قلعہ لوہگڈھ بھی آسانی سے فتح ہوگیا۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ اُسوقت موسلادھار مینہہ برس رہا تھا۔ اور بیچاری گلاب سنگھ کی بیوہ کو معہ اپنے نابالغ لڑکے گوردت سنگھ کے کہیں سر لگانے کی جگہ بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ مگر آخر کو سردار جودھ سنگھ رام گڈھیہ کو اُس پر رحم آیا۔ اور اُس نے اپنی حویلی میں اُن دونوں ستم رسیدہ ماں بیٹوں کو جگہ دی۔ بلکہ بعد ازاں مہاراجہ سے سفارش کرکے اُن کے گذارہ کے واسطے کچھ جاگیر بھی دلوادی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اِس فتح کی خوشی میں بہت کچھ نقد و زر غریب و غربا کو حسب عادت بانٹا۔ اور امرت سر کے تالاب میں اشنان کرکے ہرمندرجی کا درشن کیا۔ کڑاہ پرشاد کرایا۔ اور وہاں کے گرنتھی اور پوجاریوں کو بہت کچھ دیا۔ اور اُن کے یومیہ میں بھی ترقی کی۔

> مہاراجہ لاہور کا جھنگ پر حملہ۔

سمت ۱۸۶۰ ب

اس کے بعد سمت ۱۸۶۰ بکرمی میں دسہرہ کی پوجا کے بعد جس کی رسم اِس سال بہ نسبت دیگر سالوں کے لاہور میں بڑی دہوم دہام سے ادا کی گئی تھی۔ مہاراجہ نے احمد خاں سیال حاکم جھنگ پر چڑھائی کی۔ اُس نے پہلے تو مہاراجہ کا بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ مگر آخر ش سکھوں کی خونخوار اور جرّار فوج کے سامنے اُس کی کچھ پیش نہ گئی۔ قطع نظر اِس کے ایک اُس کی ہندو رعایا اُس سے برخلاف ہوگئی۔ دوسرے خود اُس کی فوج کے بہت سے آدمی بھی مہاراجہ سے آن ملے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ احمد خاں سیال بھاگ کر ملتان چلا گیا۔ اور مہاراجہ نے شہر کے اندر داخل ہوکر اُس کے کل مال و متاع پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اِس مرتبہ مہاراجہ کی فوج نے اِس شہر کو خوب دل کھول کر لوٹا۔ حالانکہ شہر کے چودہری اور امیروں کی عاجزانہ درخواست

پر مہاراجہ نے فوج کو غارت گری سے سخت ممانعت کی۔ لیکن فوج میں اسقدر ابتری پھیل گئی تھی۔ کہ کسی نے مہاراجہ کے حکم کی پرواہ نہ کی اسی اثناء میں احمد خاں سیال نے بھی مہاراجہ کو ۶۰۰۰۰ ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ خراج علاوہ اخراجات فوج دینے کا اقرار کر کے وعدہ کیا۔ کہ آئندہ ہمیشہ لاہور کے تابع رہوں گا۔ چنانچہ مہاراجہ نے پھر اُس کو اُس کی ریاست پر بحال کیا۔ اور بعد ازاں اُوچ کیطرف متوجہ ہوا۔ وہاں کے حاکم سے بھی ایک کثیر رقم خراج کی لیکر قصبات ساہی وال وگڈہ مہاراج میں داخل ہوا۔ اُنہوں نے بھی مہاراجہ کی خواہش کو گھوڑوں اور نقدی دونوں سے پورا کیا۔ اور سکھ فوج نے اُن کا تمام علاقہ جس طرح سے چاہا من مانا لوٹا۔

راجہ سنسار چند والی کانگڑہ کا ہوشیارپور سے بھاگ جانا۔

اس کے بعد سمت ۱۸۶۱ بکرمی میں سنسار چند والی کانگڑہ نے ایک مرتبہ پھر ہوشیارپور اور بجواڑہ پر یورش کر کے قبضہ کر لیا۔ مگر جب مہاراجہ نے اپنی افواج کے ساتھ وہاں پہنچکر مورچال لگایا تو وہ پھر پہاڑوں میں بھاگ گیا۔

مہاراجہ کا امرتسر جانا

یہاں سے واپس ہو کر مہاراجہ لاہور معہ اپنی تمام فوج کے واسطے درشن سری ہرمندر جی کے امرتسر تشریف لیگئے اور ہزارہا روپیہ دربار صاحب کی پوجا وبھینٹا میں وہاں پر صرف کیا۔ پھر وہیں اپنی فوج کے سرداروں کو مفصلہ ذیل عہدے اور خطاب عطا کیئے۔

عہدہ داروں کا تقرر

سردار حکم سنگھ چمنی کو توپخانہ کا افسر مقرر کر کے ۲۰۰ سوار اُس کی ماتحتی میں دیئے۔ غوث خاں کو بھی توپخانہ کا حاکم بنا کے ۲۰۰ سوار اُس کے تابع کیئے۔ ہری سنگھ نلوہ کو جو پہلے مہاراجہ کا خاص خدمتگار تھا سردار کے خطاب سے ممتاز کر کے ۸۰۰ سپاہ پیدل وسوار اُس کے سپرد کیئے سردار دیسا سنگھ مجیٹھہ کو ۴۰۰ سواروں کی افسری عطا کی۔ روشن خاں وشیخ عبداللہ ہندوستانی افسروں کی ماتحتی میں ۲۰۰۰ سوار مقرر کیئے۔ ملکھا سنگھ کو ۷۰۰ سپاہ کے ساتھ راولپنڈی میں تعینات کیا۔ نودھ سنگھ کو ۴۰۰ آدمیوں کی افسری دیکر پرگنہ گھیپ کا اُس کو جاگیر میں بخشا۔ عطر سنگھ پسر فتح سنگھ دھاری کو رسالدار مقرر کر کے ۵۰۰ سپاہ اُس کے تعلق کی۔ مت سنگھ بھرنیاں کو ۵۰۰ سواروں کی افسری دی۔ کرپا سنگھ کو ایک ہزار سپاہ کا دنہال سنگھ اٹاری والہ کو ۵۰۰ کا حاکم بنایا۔ باج سنگھ کو بابو بھاگ سنگھ مورنی والہ کا خطاب دیا۔ اور ۵۰۰ سپاہ کی افسری عطا کر کے اُس کو کچھ جاگیر بھی عنایت فرمائی۔

علاوہ اِس کے مفصلہ ذیل سرداروں کو ایک معینہ تعداد فوج کی ضرورت کے وقت بہم پہنچانے کی ہدایت کر کے اُن کو اپنی افواج کے اعزازی عہدے عطا کیئے:۔

سردار جیسا سنگھ پسر کرم سنگھ وجیت سنگھ پسر لہنا سنگھ وبھاگ سنگھ ہلووالیہ وصاحب سنگھ پسر گوجر سنگھ وپسران تارا سنگھ گھیباری سے دس ہزار سپاہ وسرداران ملک نکہ سے چار ہزار وگھنیہ سے ۵۰۰۰ ودوابہ سے سات ہزار اور روسائے پہاڑ سے ۵۰۰۰۔

مسلمان رئیسوں کا اطاعت قبول کرنا

اب چونکہ کابل کی سلطنت بالکل تنزلی پر تھی۔ اور اُس کا کوئی ظاہر التعلق ہندوستان سے باقی نہ رہا تھا اسوجہ سے سمت ۱۸۶۲ بکرمی میں تمام مسلمان سرداران گردنواح چناب اور جہلم نے بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ

کی اطاعت قبول کرلی۔ اور اسی کے زیر سایہ رہنا اپنا فخر سمجھنے لگے +

مہاراجہ کا ہردوار تشریف لیجانا۔

اسی سال میں مہاراجہ صاحب گنگاجی کے اشنان کو ہردوار تشریف لیگئے۔ اور وہاں سے واپس آکر محاصل ملک کیطرف توجہ کی۔ اور ہر ایک گانوں کی جمعبندی میں اضافہ کیا گیا۔ پھر اُن اضلاع کیطرف جنکو احمد شاہ نے پنجاب میں فتح کیا تھا۔ نگاہ پھیری۔ اور وہاں کے دُرانی حکام پر اپنی طاقت کا ایسا اثر ڈالا۔ کہ سب نے اُس کے سامنے سر جھکایا + جھنگ کے نواب کا خراج جو پچھلے سال ساٹھ ہزار کی تعداد میں منظور ہوچکا تھا۔ اس حملہ میں ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ پر بڑھایا گیا +

بعد ازاں وہاں سے ملتان کیطرف کوچ کیا۔ لیکن جب مہاراجہ کا لشکر موضع مہتم میں جو ملتان سے ۲۰ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پہنچا۔ تو ملتان کا نواب جو مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ مہاراجہ سے وہیں آملا۔ اور دس ہزار روپیہ خراج کا ادا کر کے مہاراجہ کو واپس کیا + شاید یہ نذرانہ مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کو ملتان سے چُپ چاپ واپس آنے کے لیئے

جسونت رائے ہلکر کا انگریزوں سے شکست کھاکر پنجاب میں واسطے امداد کے آنا

کافی نہوتا۔ اگر پیچھے سے مہاراجہ کو یہ خبر نہ پہنچ جاتی۔ کہ راجہ جسونت رائے ہلکر سرکار انگریزی سے شکست کھاکر معہ اپنے دس پندرہ ہزار لشکر کے پنجاب میں چلا آیا ہے۔ اس خبر نے مہاراجہ کو جو اپنے ملک میں (خصوصًا ایسے وقت جبکہ اُس کا اقبال ہرطرح سے ترقی کررہا تھا) غیر ممالک کی افواج کا وارد ہونا بالکل پسند نہیں کرتا تھا۔ بہت ہی متشوش کردیا۔ اور وہ جلدی جلدی لاہور کو واپس آیا۔ یہاں پر مہاراجہ کے پاس ہلکر کا (جو اسوقت امرتسر میں پہنچ گیا تھا) ایک وکیل پہنچا۔ اور اُس نے بیان کیا۔ کہ مہاراجہ جسونت رائے ہلکر جو مرہٹوں میں ایک مشہور اور عالیجاہ والی ملک ہے اپنی گردش زمانہ سے انگریزوں سے مغلوب ہوکر اب آپ کی پناہ میں آیا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ جیسے والیان سلطنت ایسے وقت میں ایک دوسرے کو آپس میں مدد دیتے آئے ہیں۔ آپ بھی اُس کی مدد کریں۔ مہاراجہ لاہور نے ہلکر کے وکیل کی درخواست کو نہایت غور سے سنکر یہ جواب دیا۔ کہ ایسے تنگ وقت میں جبکہ مہاراجہ جسونت رائے امرتسر میں پہنچ گئے ہیں۔ اور لارڈ لیک صاحب بھی انگریزی لشکر کے ساتھ اُن کے تعاقب میں ستلج تک آگئے ہیں۔ میں کسی طرح پر کافی مدد نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اسقدر تھوڑے عرصہ میں تمام فوج کا ہرطرف سے منگاکر مہیّا کرنا ایک دشوار امر ہے۔ تاہم میں تمہارے ساتھ امرتسر چلتا ہوں اور وہاں مہاراجہ سے ملاقات کے بعد جیسی کچھ صلاح ہوگی ویسا کیا جائیگا۔ ابھی مَیں کوئی قطعی جواب نہیں دیسکتا + الغرض اس معاملہ میں مشورہ کرنے کے لیئے مہاراجہ نے اپنے دوست سردار **فتح سنگھ** آہلو والیہ کو امرتسر آنے کے واسطے خط بھیجکر خود بھی اسیطرف کو کوچ کیا۔ سردار **فتح سنگھ** آہلو والیہ بہت دُور اندیش اور مہاراجہ کا سچا دوست تہا۔ اُس نے فوراً امرتسر پہنچکے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ملاقات کی۔ اور اس معاملہ کی کل نشیب و فراز جتلاکر مہاراجہ کو اپنے پہلے ہی جواب پر قائم رہنے کی صلاح دی +

اتنے میں ادہر انگریزوں کی فوج بھی **لارڈ لیک صاحب** کے زیر کمان دریاے بیاس کے کنارے تک آپہنچی۔ گورے گورے رنگ کے قدآور اور مضبوط انگریزی سپاہیوں کا نہایت صاف اور آراستہ فوجی وردیوں میں مثل دیوار کے

ڈطار باندھے ہوئے چپ چاپ نیچے اور تلے ہوئے قدموں سے ایک ایسی سرزمین میں آنا جہاں اس سے پیشتر کبھی ایسی باقاعدہ اور قواعددان وشائستہ فوج خواب میں بھی نظر نہ آئی ہو۔ پنجابیوں کے لیئے ایک اچنبھا و تماشا ہو گیا جس راہ سے انگریزی گوروں کی فوج باجا بجتے ہوئے گذرتی۔ تماشائیوں کا ہجوم ہو جاتا۔ کجا درانیوں اور سکھوں کی افواج جس راستہ سے گذرتی تھیں۔ کھیتوں کے کھیت اور گانوں کے گانوں اُجڑ جاتے تھے۔ کجا یہ انگریزی شائستہ فوج جس راہ سے جاتی تھی۔ کھیت تو درکنار ایک بال یا دانہ کا نقصان بھی نہیں ہوتا تھا۔ کسی کی یہ مجال نہیں تھی کہ راستہ میں سے ایک تنکا بھی بلا ادائے قیمت اُٹھا لیتا۔ کسی متنفس کو آزار نہیں پہنچایا گیا۔ دانہ۔ گھاس۔ لکڑی جو چیز خریدی جاتی اُس کی فوراً ادا بھی قیمت دیجاتی۔ کوئی سپاہی کسی پر ظلم نہ کرتا

الغرض انگریزی فوج کے اس چپ چاپ اور بے آزار معزز طریقے نے پنجابی رعایا کے دل پر ایسا عمدہ اثر پہنچایا۔ کہ خود بخود ہر ایک کے منہہ سے یہ نکلنے لگا۔ کہ مبارک ہے وہ ملک اور قوم جہاں کے یہ باشندے ہیں۔ کاش ہمارے ملک کو بھی خدا ان ہی کے زیر سایہ بناتا۔ ہندو۔ مسلمان سکھ سب کے دلوں پر انگریزوں نے اپنے شریفانہ برتاؤ کا ایسا جادو ڈالا۔ کہ ہر ایک بشر انہی کا کلمہ پڑھنے لگا۔ ہندو رام سے مسلمان اللہ سے سکھ واہگورو سے خود بخود ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر یہ دعا مانگنے لگے۔ کہ ہے ایشور! ہے خداوند کریم! ہے اکال پورکھ! ہمارے ملک کی سلطنت کی باگ بھی انہی فرشتہ خصلت اور نیک مزاج شخصوں کے ہاتھ میں دے ✤

لارڈ لیک صاحب کا سردار بھاگ سنگھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس پہنچانا۔

یہاں سے لارڈ لیک صاحب نے راجہ بھاگ سنگھ والی جیند کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں بھیجکر اس امر کی کوشش کی۔ کہ اُن کو جسونت رائے ہلکر کی مدد کرنے سے باز رکھا جاوے ✤ الغرض آخر میں مہاراجہ نے اپنے سب سکھ سرداروں کو جمع کر کے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ اور سکھوں کی رائے نے اس امر سے اتفاق کیا۔ کہ ایسے وقت میں جبکہ خاص مہاراجہ کا ہی تسلط تمام ملک میں اچھی طرح نہیں بیٹھا ہے۔ جسونت رائے کو ایک ایسی طاقتور اور زور آور قوم کے مقابلہ میں جیسی انگریزوں کی ہے۔ کسیطرح سے امداد دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ کوشش کر کے اگر مہاراجہ صاحب جسونت رائے کی انگریزوں سے صلح کرا دیں تو یہ بھی ایک بڑی بھاری مدد ہے۔ چنانچہ مہاراجہ نے ہلکر سے ملاقات کر کے اُس کو صلاح دی۔ کہ تم بجائے مقابلہ کے متابعت اختیار کر لو۔ تو بہت بہتر ہے۔ کیونکہ اسوقت میں تمکو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتا۔ اُس کو بھی یہ بات بہت فائدہ مند معلوم ہوئی اور اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے استدعا کی کہ اگر آپ درمیان میں پڑ کر صلح کا انتظام کرا دیں۔ تو اس سے بہتر اور کیا ہے

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا جسونت رائے ہلکر کو مدد دینے سے انکار کرنا اور صلح کا مشورہ دینا۔

الغرض ۱۹۔ دسمبر ۱۸۰۵ء کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لارڈ لیک صاحب کی خدمت میں اپنا وکیل بھیجکر جسونت رائے ہلکر کے ساتھ مصالحت سے پیش آنے کے لیئے سفارش کی۔ اُدھر گورنر جنرل صاحب کا منشاء بھی چونکہ بہ نسبت جنگ کے صلح کیطرف مائل ہو رہا تھا۔ اِسلیئے انہوں نے بھی منظور کر لیا۔ اور ایک عہدنامہ مورخہ ۱۱ جنوری ۱۸۰۶ء کی رو سے جسونت رائے ہلکر اور انگریزوں کے درمیان صلح ہو کر اس کا ضبط شدہ علاقہ اُس کو واپس دیا گیا

جسونت رائے ہلکر کا انگریزوں سے صلح کرنا اور عہدنامہ کا تحریر پانا۔

مابعد اس کے سرکار انگریزی اور مہاراجہ لاہور کے درمیان بھی ایک عہدنامہ آپس میں اتحاد رکھنے اور ایک دوسرے کے ملک پر کبھی دست انداز نہ ہونے کی شرایط سے لکھا گیا۔ مہاراجہ نے وعدہ کیا۔ کہ وہ جسونت رائے ہلکر کو کبھی مدد نہ دیں گے۔ اور وہ بہت جلد پنجاب سے رخصت کردیا جائیگا۔ اس کے بعد غیر ممالک کی افواج نے جن کی آمد آمد سے تمام پنجاب میں ایک طرح کی ہل چل پڑ رہی تھی اپنے اپنے قدم پیچھے کو ہٹائے۔ اور مہاراجہ لاہور بھی امرتسر سے شکر شکر کرکے اپنے دارالسلطنت کو واپس آیا ؏
رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت ✤

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کٹاس تشریف لیجانا۔

یہاں آکر مہاراجہ نے ہولی کا تیوہار بڑی دہوم دہام سے منایا۔ اور بعد ازاں بیساکھ سمت ۱۸۶۳ب کو (اپریل ۱۸۰۶ء) دریائے سندھ کے کنارے پر بمقام کٹاس تشریف لیجاکر اشنان کیا۔ اور اُس کے گرد نواح کے تمام زمینداران و تعلقہ داران کو اپنا مطیع الحکم بنایا۔ یہاں سے واپسی کے وقت مہاراجہ کی طبیعت سخت علیل ہوگئی۔ اور وہ جبتک صحت کُلّی نہ ہوئی قصبہ میانی میں خیمہ زن رہے۔ بعد وہاں سے کوچ کرکے تمام برسات کا موسم لاہور میں کاٹا۔ اور اس عرصہ میں شالا باغ کی مرمت کراکے اُس میں علی مردان خاں والی نہر کا پانی چھوڑوایا۔ دوسرے اپنے ملک کی جمعبندی اور محاصل کی وصولی کا ایک معقول انتظام کیا ✤

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ستلج دریا کے پار جانا

پھر اسی سال کے موسم سرما میں مہاراجہ نے ستلج عبور کرکے سردار موہر سنگھ نشاناں والہ کی بیوہ سے زیرہ چھین لیا اور کوٹ کپورہ و مکتسر وغیرہ پر بھی جو جگت سنگھ بوڑیہ والہ کے قبضہ میں تھے۔ اپنا دخل جمایا۔ اور ہری سنگھ والیئے سنگھ سے دہرم کوٹ اور ماڑی لیکر فرید کوٹ پر ہاتھ اُٹھایا۔ مگر وہاں کے رئیس نے ایک معقول نذرانہ ادا کرکے اپنا ملک مہاراجہ کے زبردست پنجہ سے بچالیا ✤ اسی درمیان میں راجہ صاحب سنگھ والی پٹیالہ اور اسکی رانی میں آتش فساد مشتعل ہوئی۔ اور نابھہ

مہاراجہ کا پٹیالہ جانا۔

و پٹیالہ کی بھی آن بن ہوگئی۔ جسکے فیصلہ کے واسطے مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کو بلایا گیا۔ چنانچہ ۱۷ کاتک سمت ۱۸۶۳ بکرمی کو ایک کثیر فوج کے ساتھ مہاراجہ صاحب نابھہ پہنچے۔ اور ایک خفیف سی لڑائی کے بعد جسکا مفصل ذکر پٹیالہ کے بیان میں ہوچکا ہے (دیکھو صفحہ ۳۴۷) جانبین میں صلح ہوگئی۔ اور اُنہوں نے مہاراجہ کو بہت کچھ نقد و زر نذرانہ میں دیکر واپس کیا

رائے الیاس کا ملک ضبطی میں آنا

یہاں سے واپس ہوکر مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے رائے الیاس کی بیوہ سے اُس کا علاقہ لدھیانہ وغیرہ چھین کر اپنے ماموں راجہ جیند کو عطا کیا۔ اور پرگنہ تہاڑا جو تعلقہ بیاس میں واقع ہے۔ الیاس غوث سے لیکر اپنے خاص آدروہ محکم چند کو بخشا۔ اور جگرانوں۔ جنڈیالہ۔ بدووال۔ تلونڈی۔ ڈھاکہ وبسی وغیرہ تمام دیہات جو رائے الیاس کے قبضہ میں تھے۔ راجہ جیند و نابھہ و سردار فتح سنگھ آہلو والیہ و دیوان محکم چند و سردار وساواسنگھ و سردار بھنگا سنگھ وغیرہ کے درمیان تقسیم کردیا ✤

تھانیسر و جوالا مکھی جانا۔

بعد ازاں مہاراجہ لاہور تھانیسر تشریف لیگئے۔ اور وہاں سے دیوالی کا تیوہار منا کر پیچھے کو واپس ہوئے۔ راستہ میں راہوں جائے سکونت تارا سنگھ غیبا سے ہوتے ہوئے جوالا مکھی کے درشنوں کو چلے گئے ✤

کانگڑہ میں گورکھیوں کا آنا اور واپس جانا۔

ابھی وہیں جوالامکھی میں تھے۔ کہ مہاراجہ کے پاس راجہ سنسار چند والی کانگڑہ کا چھوٹا بھائی سردار فتح چند یہ خبر لایا کہ امر سنگھ تھاپہ سپہ سالار نیپال گنگا سے لیکر ستلج تک تمام پہاڑی ملک فتح کرتا آیا ہے۔ اور اب کانگڑہ پر حملہ آور ہو کے اسکو بھی زیر کرنا چاہتا ہے۔ نالاگڈہ۔ گڑھوال۔ سرمور۔ بسہر وغیرہ تمام مقامات کے رئیسوں کو اُس نے شکست دیکر اُن سے نذرانے اور خراج حاصل کیئے ہیں۔ اب کانگڑہ کا قلعہ آ گھیرا ہے۔ اسلیئے میرا بھائی اسوقت حضور کی مدد چاہتا ہے۔ جس کے عیوض آپکو ایک معقول نذرانہ ادا کرے گا۔ چنانچہ یہ خبر پاتے ہی مہاراجہ نے کانگڑہ کی طرف کوچ کیا۔ جب مہاراجہ وہاں پہنچا۔ تو امر سنگھ گورکھیوں کے جرنل کی طرف سے خفیہ طور پر ایک شخص زور آور سنگھ نامی نے مہاراجہ کے حضور حاضر ہوکر درخواست کی کہ آپ راجہ سنسار چند کے نذرانہ سے دوگنی رقم ہمسے لے لیں اور واپس چلے جاویں۔ لیکن سنسار چند کی مدد نہ کریں۔ گورکھیوں کے وکیل کی اِس عرضداشت کو مہاراجہ نے نامنظور کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب ہم چونکہ سنسار چند کو زبان دے چکے ہیں۔ اس وجہ سے اُس کے برخلاف کرنا انسانیت سے بعید ہے۔ دراصل مہاراجہ کا یہ جواب کچھہ اپنی زبان پروری اور ایفاء وعدہ کے خیال سے نہیں تھا۔ بلکہ خاص حکمت عملی پر مبنی تھا۔ کیونکہ مہاراجہ یہ خوب جانتا تھا۔ کہ اگر گورکھیوں کی طاقت یہانتک پہنچگئی۔ تو پنجاب میں امن قایم ہونے کی کوئی صورت نہ رہیگی۔ اور ایک نہ ایک دن وہ ضرور پنجاب تک پاؤں پھیلانے کی کوشش کریں گے۔ الغرض مہاراجہ نے اپنی فوج کو حملہ آور ہونیکا حکم دیدیا۔ لیکن ابھی لڑائی شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ گورکھیوں کے لشکر میں وبا پھوٹی۔ اور بغیر لڑائی اُن کی فوج کے سو سو دو دو سو آدمی روزمرّہ مرنے لگے امر سنگھ تھاپہ مہاراجہ کا سپہ سالار بہت گھبرایا۔ اور اُس کی فوج وبا کے خوف سے خود بخود واپس چلے جانے کو تیار ہوگئی۔ ناچار امر سنگھ نے اپنا محاصرہ اُٹھا لیا۔ اور مہاراجہ لاہور کی خدمت میں وکیل بھیجکر درخواست کی۔ کہ ہماری فوج میں وبا پھوٹ گئی ہے۔ ہم خود بخود محاصرہ چھوڑکر واپس جاتے ہیں۔ اب آپ ہمارا خواہ مخواہ نقصان نہ کریں۔ بلکہ ہم آپکی عنایت کے بڑے مشکور رہیں گے اگر آپ ایسے وقت ہمکو باربرداری کا سامان اپنے علاقہ میں سے مہیّا کرا کے بامن واپس بھجوا دیں گے۔ مہاراجہ نے اُن کی درخواست کو منظور کیا۔ اور سامان باربرداری کا اُن کو دلا کر حکم دیا۔ کہ وہ لوگ اُنکو دریاے ستلج کے پار اُتار کر واپس آجاویں +

گورکھیوں کے جانے کے بعد راجہ سنسار چند بھی قلعہ سے باہر نکلا۔ اور مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہوکر اپنے تہ دل سے مہاراج کی اسقدر مہربانی اور لطف خسروانہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور پچاس ہزار روپیہ نذرانہ کا داخل کرکے خود مہاراجہ کے ہمرکاب جوالامکھی کے پہاڑ تک گیا۔ یہاں آکر مہاراجہ نے دوبارہ قیام کیا۔ اور علاوہ پوجا و نذر بھینٹ جوالامکھی کے بہت سا روپیہ غریب و غربا و مساکینوں کو بانٹا۔ بعد ازآں جب یہاں سے مہاراجہ پہاڑ اُترنے لگے۔ تو حکم دیا۔ کہ ایک ہزار فوج نادون

(نوٹ صفحہ ۵۷۰) سے ۱۵ اِس باغ کے نام پر مہاراجہ نے ایک بڑی بحث کی۔ اور اپنے مصاحبوں سے کہا کہ یہ نام عمدہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے خیال کی بموجب شالامار کے لفظی معنی خدا کا غضب نکالتا تھا۔ جھنگ کے محاورہ میں شالا خدا کو کہتے ہیں۔ اور مار کے معنی ہندی اصطلاح میں بددعا کے ہیں۔ اُس کے جواب میں حالانکہ مہاراجہ سے یہ کہا گیا۔ کہ شالا لفظ ترکی ہے۔ یہ بمعنی خوشی اور لفظ مار کے معنی جگہ کے ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے چغتائی بادشاہوں نے یہ نام رکھا تھا۔ مگر مہاراجہ کو اُن کا ترجمہ پسند نہ آیا۔ اور فرمایا کہ اگر واقعی یہ عمدہ نام ہوتا۔ تو مرزا مہدی اِس کو شعلہ ماہ کیوں لکھتا۔ اور یہ منادی کرادی۔ کہ آج سے اِس باغ کا نام شالامار کوئی نہ پکارے۔ بلکہ شہلا باغ کہا جاوے۔ فارسی میں شہلا ایسی معشوق کو کہتے ہیں جس کی آنکھوں کی سیاہ پتلی ہو اور سرخ دھاری ہو۔

میں قیام کرے۔ اور سردار فتح سنگھ کالیاں والہ اپنی فوج کے بجواڑہ میں مقیم رہکر گورکھیوں کے اس طرف قدم بڑھانے کی خبر رکھیں اور جسوقت اُن کا ارادہ فاسد دیکھیں۔ فوراً انکو بزور شمشیر روکیں۔ اور اِسجانب کو خبر دیں٭٭

مہاراجہ شیر سنگھ کی پیدائیش

اِس کے بعد پہاڑ سے اُترتے ہی مہاراجہ کو یہ خوشخبری ملی۔ کہ رانی مہتاب کور خاندان گھنیا کی لڑکی کے شکم سے اُس کے دو بیٹے توام پیدا ہوئے ہیں۔ مہاراجہ نے اِس خبر کے سننے پر بہت خوشی ظاہر کی۔ اور پہلے کا نام شیر سنگھ اور دوسرے کا نام تارا سنگھ رکھا٭[۱]

قصور پر مہاراجہ کا حملہ۔

ابھی مہاراجہ نے دریاے بیاس کو بھی عبور نہیں کیا تھا۔ کہ اُن کے پاس یہ خبر پہنچی۔ کہ قطب الدین خاں رئیس قصور نے صوبہ ملتان کے ساتھ ملکر یہ منصوبہ گانٹھا ہے۔ کہ فوج جمع کر کے باتفاق لاہور پر یورش کریں۔ اور آپ کو ہٹاکر پھر سے اپنی سلطنت محمدی قایم کریں۔ بلکہ اس بارہ میں باہم دونوں کی نوشتہ بھی ہو چکی ہے۔ یہ سنتے ہی مہاراجہ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور مارے غصہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ حکم دیا کہ سب طرف سے فوجیں جمع ہو کر قصور پر حملہ آور ہوں۔ سردار فتح سنگھ آہلو والیہ کو بلا بھیجا۔ اور فتح سنگھ کالیاں والہ کو تادون بھیجکر وہاں سے بھی فوج منگائی۔ غرض تو شہر کے مقام پر ہر طرف سے فوجیں جمع ہو کر دریائے بیاس کو عبور کر کے داخل علاقہ قصور ہوئیں۔ اور تمام علاقہ کو تاخت و تاراج کر کے جب قصور کے پاس پہنچیں۔ تو مہاراجہ بھی پیچھے سے سردار فتح سنگھ آہلو والیہ کے ساتھ سیر و شکار کی بہار دیکھتے ہوئے آملے۔ اور فوج کو آراستہ کر کے قصور پر حملہ کر دیا۔ باہر کا جتنا علاقہ تھا وہ سب سکھوں نے لوٹ کر برباد کر دیا۔ گانوں کے گانوں اُن کے خوف سے خالی ہو گئے۔ اور بہت لوگ اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے۔ جب اِس کی خبر اندر قطب الدین کو پہنچی۔ تو وہ بہت گھبرایا۔ اور اُس نے اپنے مشیر کاروں سے اس معاملہ میں صلاح لی۔ بعض کی تو یہ رائے ہوئی کہ لڑائی نہ کیجاوے۔ اور جو کچھ نذرانہ و خرچ طلب کرے وہ دیکر مہاراجہ کو رخصت کر دیا جاوے۔ مگر بہتوں نے یہ صلاح دی۔ کہ ابھی مہاراجہ کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ ہم سے خراج وصول کر کے واپس گئے ہیں۔ پھر اب دوبارہ آنے کی کوئی ایسی وجہ نہیں تھی۔ کیونکہ ہم لوگوں نے کوئی بدعہدی بھی نہیں کی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مہاراجہ کی قصور پر ضرور قبضہ کرنے کی نیت ہے۔ اور اگر اُس کے دل میں یہی سمائی ہے۔ تو پھر بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی۔ ایک نہ ایک دن تو ہم لوگوں نے اُسکا لقمہ ضرور ہونا ہے۔ اِس سے بہتر ہے۔ کہ ابھی مقابلہ سے پیش آویں۔ اگر جیت جاویں تو بہتر ورنہ میدان میں لڑ کر کٹ جانا لاکھ درجہ اچھا۔ بہ نسبت اس کے کہ ہم اپنی آنکھوں سے اپنی عورتوں کی بیحرمتی ہوتے ہوئے دیکھیں اور جیتے رہیں۔ الغرض قطب الدین کو بھی اُنکا کہنا پسند آیا۔ اور اُس نے فوراً اپنی تمام فوج جمع کر کے شہر کی فصیل پر توپیں چڑھوا دیں۔ بعد ہر ایک گذرگاہ پر دو دو تین تین دستہ

[۱] مہاراجہ کی اِس توام اولاد کی بابت بھی بعض بعض مورخوں نے صرف افواہی باتوں پر جیسا کہ آجکل بھی ہندوستان کی کئی ایک دیسی ریاستوں کا دستور ہے بناوٹی اولاد قرار دیا ہے (دیکھو تواریخ سید محمد لطیف صاحب کا انگریزی صفحہ ۳۷۰) لیکن جیسی وقعت اس قسم کی خبروں کی فی زمانہ ہوتی ہے۔ اسیطرح پر اُس زمانہ میں بھی کی گئی۔ اور ثابت ہو گیا کہ یہ افواہ محض بے بنیاد ہے٭ ۱۲

فوج کے چھوڑ کر بقیہ تمام سپاہ کے ساتھ باہر میدان میں مہاراجہ کے مقابل نکل کھڑا ہوا۔ اور دونوں طرف سے گولہ رانی شروع ہو گئی۔ دو روز تک برابر توپ چلتی رہی۔ اور دونوں طرف کے بہت سے آدمی ضایع ہوئے۔ تیسرے روز افغانوں کی فوج نے سکھوں پر حملہ کر دیا۔ اور بندوقوں کی باڑھیں شروع کر دیں۔ خالصہ نے اُن کے اس حملہ کو نہایت مستعدی سے روکا اور ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ غرضیکہ شام تک دونوں طرف سے آگ برستی رہی۔ خون کے فوارے چھوٹتے رہے۔ جوانمرد مثل بجلی کے کڑکتے رہے۔ لیکن چوتھے روز صبح کو مہاراجہ کے بہادر سکھ تلواریں کھینچ کھینچ کے مسلمانوں کی فوج پر اسطرح جا پڑے کہ انکی ساری چوکڑی بھلا دی۔ حالانکہ انہوں نے بھی نہایت تندی اور بہادری سے ایک مرتبہ سکھوں کا وار روکا۔ اور چاہا کہ زور کر کے پیچھے ہٹا دیں۔ لیکن شیر پنجاب کے بہادروں کی تلوار اور چلتر کی لڑائی کے سامنے جو ایک ایک ہاتھ میں دو دو تین تین اور دس دس کو گرانے جاتے تھے اُن کی کب پیش جاتی تہی۔ کسی کا ہاتھ اُٹھا ہے تو وہ پر ہی رہ گیا۔ کوئی میان سے کھینچ رہا ہے۔ تو قبضہ ہی پہ ہاتھ دھرا رہا۔ گویا افغانوں کے لیئے ایک آفت ٹوٹ پڑی۔ تیسرے پہر تک میدان جنگ خوب گرم رہا۔ آخر کار شام کو قصور کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور سکھوں نے مسلمانوں کو آگے دھر لیا۔ مسلمان بھاگ کر شہر کے اندر جا گھسے۔ اور دروازہ بند کر کے قلعہ کے اندر سے گولہ رانی کرنے لگے۔ مہاراجہ نے بھی باہر سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور قلعہ پر جدا جدا فوج معہ دو دو تین تین توپخانوں کے تعینات کر کے حکم دیدیا۔ کہ نہ تو کوئی شہر کا آدمی باہر آنے پاوے۔ اور نہ اندر جانے پاوے۔ الغرض دو ماہ تک یہی حال رہا۔ کہ دونوں طرف سے آگ برستی رہی اور خلقت خدا مثل مچھلی کے تلتی رہی۔ آخر جب اندر غلہ کا قحط پڑ گیا۔ اور لوگ ایسے تنگ ہوئے۔ کہ مویشی کاٹ کاٹ کر کھانے لگے۔ جب وہ بھی ختم ہوئے۔ تو گھوڑوں تک نوبت پہنچی۔ ادہر سکھوں نے بھی قلعوں کی دیواریں گرا دیں۔ اور اندر داخل ہونے کی تیاریاں کر لیں۔ اتنے میں جب رعیت کی اسقدر تنگی کا حال معلوم ہوا۔ تو مہاراجہ نے اپنی سپاہ کو حکم دیا۔ کہ جو شخص شہر کے باہر جانا چاہے۔ اُس کو خالی ہاتھ بیشک نکال دو۔ مگر مال اسباب کوئی نہ لیجانے پاوے۔ اتنی اجازت کا ہونا تھا۔ کہ بیچاری قصور کی رعایا جھنڈ کے جھنڈ میں ہو کر اپنا تمام اسباب و مال وہیں چھوڑ چھاڑ کر بھوک کے عذاب سے باہر بھاگ نکلی۔ اس کے بعد سکھوں کی فوج نے شہر میں گھس کر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا اور شہر کو اس بُری طرح سے لوٹا۔ کہ کسی کے تن پر کپڑا تک نہ چھوڑا۔ بیچاری عورتیں ننگے سر ننگے بدن اپنے آپ کو چھپاتی پھرتی تھیں۔ مگر اُن کو کوئی جگہ نہیں ملتی تہی۔ تمام شہر ایسی تباہی و پریشانی میں پڑ گیا۔ کہ کسی کو ایک دوسرے کی خبر تک نہ رہی۔ سب کو اپنی اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ بھائی نے بہن کو نہیں پوچھا۔ باپ نے بیٹے کو نہ لیا۔ میاں کا بیوی سے ساتھ نہ رہا۔ دوست دوست سے نہ ملا۔ غرض جس طرف جسکا منہ اُٹھا۔ اُسی طرف چلا گیا۔ بہت سی اشراف عورتیں جنہوں نے بغیر مرد کی کبھی صورت تک نہ دیکھی تھی۔ اور اپنی ڈیوڑھی سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ اپنی عصمت اور عزت کے خوف سے خود پھانسی لے کر مر گئیں۔ یا کنوؤں میں ڈوب مریں۔ سکھوں نے بہت سی جوان جوان اور خوبصورت عورتیں و لڑکیاں لڑکے گرفتار کر کے قید کر لیئے۔ اور جب شہر کو لوٹ کر بالکل محتاج کر دیا۔ تو اُس قلعہ کو جس میں

قطب الدین محصور نہا گرانے کے لیئے توپیں رکھدیں۔ اُسوقت بیچارے قطب الدین کی بری حالت تہی۔ مثل دیوانہ کے ادہر ادہر پھرتا تھا۔ اور کوئی صورت اُس کو اپنی جان بری کی نظر نہیں آتی تہی۔ بہت تھوڑے آدمی اُس کے پاس رہ گئے تھے۔ لیکن وہ بھی اُس کی صحبت سے بیزار تھے۔ آخر کار جب اُس سے کوئی تدبیر نہ بن پڑی تو اُس نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ اپنے آپکو مہاراجہ کے رحم پر چھوڑ دے۔ چنانچہ اسی ارادہ پر پختہ ہوکے اُس نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کے مہاراجہ صاحب کے حضور چلا گیا۔ مہاراجہ نے بہی جب اپنے دشمن کو سر تسلیم دیکھا۔ تو اُس پر رحم کیا۔ اور اُس کو بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر فوج کو حکم دیا۔ کہ قلعہ میں جاکر جسقدر اُس کا مال و اسباب ہے سب قرق کرلو۔ جس کی اسیوقت تعمیل ہوگئی۔ قطب الدین خاں اُس روز سکھوں کے پہرہ میں نظر بند رہا۔ دوسرے روز مہاراجہ نے یہ حکم دیا۔ کہ علاقہ قصور معہ تعلقہ چونیاں و کھڈیاں معرض ضبطی میں آوے اور ممدوٹ کا علاقہ جو ستلج کے پار واقع ہے قطب الدین خاں کے پاس گذارہ کیواسطے بدستور بحال رہے۔ قطب الدین خاں نے اسکو ہی غنیمت سمجھا۔ اور فوراً مہاراجہ سے رخصت ہوکے ستلج کے پار اپنے علاقہ ممدوٹ میں چلا گیا ✦ اس شہر کی لوٹ اور غارتگری میں مہاراجہ کی فوج مالامال ہوگئی۔ کوئی سپاہی ایسا نہیں تہا۔ جس نے اپنا جھولا سونے اور چاندی سے نہ بھر لیا ہو علاوہ اس کے خاص قطب الدین خاں کا خزانہ اور مال و اسباب جو مہاراجہ کے ہاتھ آیا وہ بہی بیشمار تھا۔ علاوہ نقدی کے بہت سے اونٹ گھوڑے۔ ہاتھی۔ جواہرات۔ سونے چاندی کے برتن و فرش و خیمہ جات و پارچات پشمینہ وغیرہ اسقدر افراط سے مہاراجہ کے ہاتھ آئے۔ کہ اُن کا اندازہ کرنا مشکل ہوگیا۔ اب اس مہم سے فراغت پاکر مہاراجہ **رنجیت سنگھ**

مہاراجہ رنجیت سنگھ کا قصور فتح کرکے واپس آنا اور جشن خوشی کا کرنا

ایک نمایاں فتح کے ساتھ لاہور واپس آیا۔ اور اس فتح فیروزی کی خوشی میں ایک بڑا دربار کرکے اپنے تمام اہلکاران مال اور عہدہ داران فوج کو درجہ بدرجہ خلعت و انعام اکرام عطا کیئے۔ لاہور اور امرتسر کی رعایا کو شہر میں چراغاں کرنیکا حکم دیا۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں دونوں شہروں کے باشندوں نے گھر گھر روشنی کی اور بڑی خوشی منائی۔ لاہور میں جابجا محفل رقص و سرود گرم ہوئی۔ اور لوٹ کے مال میں سے بہت کچھہ نقد و زر مہاراجہ نے دربار سری امرتسر کی پوجا میں چڑہایا۔ بعد ازاں پندرہ روز لاہور میں قیام کرکے مہاراجہ نے فوج کو ملتان کی طرف کوچ کا حکم دیا

مہاراجہ کا ملتان پر چڑھائی کرنا

جب فوج روانہ ہوچکی۔ تو پیچھے سے مہاراجہ بہی خود معہ اپنے مصاحبین کے روانہ ہوکر نہایت سرعت سے ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں کہیں مقام نہ کیا۔ اور نہ فوج کو دم لینے دیا۔ جب ملتان کے قریب پہنچا۔ تو سردار فتح سنگھ کالیاں والہ کو **مظفر خاں** نواب ملتان کے پاس بہ پیغام دیکر روانہ کیا۔ کہ تم نے ہماری اطاعت اختیار کرکے عہد کیا تھا۔ کہ ہمارے کسی مخالف کے ساتھ تم سازش نہ کروگے۔ مگر تم نے اپنے قول کو نہ پالا برخلاف اس کے جب جھنگ کا رئیس احمد خاں سیال بھاگ کر آیا۔ تو تم نے اُس کو اپنے پاس پناہ دی۔ تمکو چاہیئے تھا۔ کہ اُس کو گرفتار کرکے ہمارے پاس بھیجدیتے۔ پھر تمنے قطب الدین خاں سے دوستی کرکے ہمارے ساتھ جنگ کرنیکا منصوبہ گانٹھا اب چونکہ تمنے خود عہد شکنی کی ہے۔ اس وجہ سے یا تو ایک سال کا خراج معہ زر جرمانہ اور خرچ افواج ادا کرو ورنہ خالصہ جی کا

لشکر ملتان میں داخل ہوکر فوراً انکو بیدخل کر دیگا۔ اور اپنا قبضہ کرلیگا۔ جب مہاراجہ کا یہ پیغام سردار فتح سنگھ کی معرفت نواب
مظفر خاں والی ملتان کو ملا۔ تو اُس نے نہایت ملائمت اور عجز کے ساتھ جواب دیا۔ کہ مہاراجہ نے خود یہاں تک آنے
کی اسقدر ناحق تکلیف اُٹھائی ہے۔ میں تو ہر طرح سے تابعدار تھا۔ سالانہ خراج ادا کرنے کے لیے میں نے جس کا پہلے اقرار کیا تھا۔ بسر و چشم
حاضر ہوں۔ جب چاہتے اسوقت ایک کتا بھیجکر منگا لیتے۔ البتہ اگر میں نے فی الحقیقت کوئی بغاوت کی ہو تو فوجکشی کرنا بھی لازم
تھا۔ لیکن جس صورت میں کہ میں دست بستہ اپنے تئیں مہاراجہ کا خادم سمجھتا ہوں ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ میں نے
احمد خاں سیال کو مطلق پناہ نہیں دی۔ بلکہ جسوقت وہ آیا۔ اُسی وقت اُس کو یہاں سے رخصت کر دیا۔ باقی رہا اسکو گرفتار
اس وجہ سے نہیں کیا گیا۔ کہ مہاراجہ کا کوئی پروانہ میرے پاس اس بارہ میں نہیں آیا تھا۔ ہاں اگر کوئی ارشاد آیا ہوتا۔ اور
اُس کی تعمیل میں نے نہ کی ہوتی۔ تو بھی میں قصوروار تھا۔ دوسرے قطب الدین خاں حاکم قصور سے بھی میں نے کوئی سازش نہیں
کی۔ یہ خبر مہاراجہ کو بالکل کسی نے جھوٹی دی ہے۔ اب اسقدر خراج و جرمانہ و خرچ سپاہ کا جو مہاراجہ نے طلب کیا ہے میرے
پاس موجود نہیں ہے۔ ورنہ اس کی تعمیل میں بھی مجھے کچھ عذر نہ ہوتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ مہاراجہ مجھپر رحم فرما دیں گے۔ اور
اسقدر مجھپر جبر نہ کریں گے۔ کہ میں بالکل برباد ہو جاؤں۔ سالانہ خراج کا روپیہ تو جس طرح پر مجھسے ہو سکیگا۔ میں ادہر اُدہر سے
جمع کر کے داخل کر دونگا۔ لیکن باقی کے لیئے مجھے معاف فرماویں۔ کیونکہ ابھی تک پہلے ہی خراج کے سود کا روپیہ مجھسے ادا
نہیں ہوا ہے۔ اور سچ تو یوں ہے۔ کہ اسقدر رقم کا بھی مجھ سے اسوقت بہم پہنچنا بہت مشکل ہے۔ لیکن تاہم یہ روپیہ تو میں
جیوں تیوں کر کے ادا کر دونگا۔ باقی کا مجھ سے کسی صورت سے داخل نہیں ہو سکتا۔ جب یہ جواب مہاراجہ نے سنا۔ تو اُس
نے فوراً اپنی سپاہ کو لڑائی کا حکم سنا دیا۔ اور کہا کہ یہ سب نواب کا بہانہ ہے۔ ورنہ یہ ممکن نہیں۔ کہ اس کے پاس روپیہ نہو
الغرض خالصہ جی کی فوج نے فوراً کمریں باندھ لیں۔ اور لڑنے مرنے پر مستعد ہوکر شہر کیطرف چل پڑے۔ جب یہ خبر شہر والوں
کو ملی۔ تو وہ بیچارے نہایت بیقرار ہوئے۔ اور سکھوں کی لوٹ مار کے خوف سے گھر بار چھوڑ چھاڑ کے باہر بھاگنے لگے
استنے میں جب فوج شہر کے نزدیک پہنچگئی۔ تو نواب نے دروازے بند کرلیئے۔ اور مقابلہ کے لیئے باہر نہ نکلا۔ سکھوں کی فوج
نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اور باہر کی آمد و رفت بند کردی۔ جب شہر کے اندر رعیت کو سخت تکلیف ہوئی۔ اور اُنہوں نے
اپنی جان و مال دولتوں کو ایک سخت خطرے میں پایا۔ تو شہر کے بڑے بڑے چودہری اتفاق کر کے نواب **مظفر خاں** کے
پاس گیئے۔ اور آبدیدہ ہوکر کہنے لگے۔ کہ یہ سکھوں کا لشکر آگے بھی ملتان کو تباہ کر گیا ہے۔ اب پھر برباد کرنے آیا ہے
اس کو اب جسطرح سے ممکن ہو نذرانہ وغیرہ دیکر رخصت کریں۔ اور اپنی رعیت کو بچاویں۔ ورنہ خلقت خدا کی تباہ ہو جائیگی
اگر آپ کے خزانہ میں روپیہ نہیں ہے۔ تو ہم لوگوں کو حکم دیجیئے۔ عام رعایا ملکر چندہ کر دینے کو تیار ہے۔ مگر آپ ذرا مستعد
ہوں اور کوشش کر کے مہاراجہ لاہور کو ایک بات پر رضامند کرلیں۔ الغرض ایک بڑی طول طویل بحث کے بعد ایک لاکھ
روپیہ کے قریب بالمقطع رقم مہاراجہ نے منظور کی جس کا نصف شہر کی رعایا نے چندہ کر کے پورا کیا۔ اور نصف نواب نے

خود اپنے زیورات و جواہرات فروخت کر کے ادا کیا ✤

مہاراجہ کا ملتان سے بہاولپور جانا

جب تمام روپیہ مہاراجہ کے پاس خاطر خواہ پہنچگیا۔ تو اُس نے محاصرہ اُٹھالیا۔ اور بہاولپور کیطرف کوچ کیا۔ جب مہاراجہ کا لشکر دریا عبور کر کے بہاولپور کے علاقہ میں داخل ہوا۔ اور گانوں گانوں و قریہ قریہ لوٹنے لگا۔ تو رعیت بیچاری تراس تراس کرتی ہوئی سکھوں کے خوف سے اپنا اپنا گھر بار چھوڑ کر جسطرف راستہ ملا بھاگنے لگی۔ اور یہ خبر نواب بہاولپور کو بھی پہنچی۔ وہ سکھوں کے لشکر کی آمد کا حال سنتے ہی بہت ڈرا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یا خدا اس آفت سے بچانا۔ آخرکار نواب نے مہاراجہ کے پاس جلدی سے اپنا ایک معتبر روانہ کیا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ میں مہاراجہ کا ہر وقت دست بستہ فرمانبردار اور جاں نثار تابعدار رہوں۔ مجھکو مہاراجہ کے حکم کی تعمیل بسر و چشم منظور ہے۔ جو ارشاد ہو حضور کی نذر کیا جائے۔ مگر بیچاری رعیت کی جان بخشی کیجاوے۔ الغرض بہادل خاں سے بھی مہاراجہ نے ایک معقول رقم نذرانہ کی وصول کی۔ اور اُس کو اپنا مطیع الحکم بنا کے فقیر عزیزالدین کی معرفت اُس کے لیئے اپنی طرف سے ایک بیش بہا خلعت بھیجکر فوج کو واپسی کا حکم دیا ✤

جب فقیر عزیزالدین مہاراجہ کا خلعت لیکر بہادل پور گیا۔ تو نواب نے اس کا شہر کے باہر تک استقبال کیا۔ اور بڑی عزت سے لیجاکر اُس کو اپنے ایک بڑے آراستہ مکان میں ٹھیرایا۔ اور ایک نہایت پرتکلف دعوت دی۔ بعدازاں دوسرے روز ایک عام دربار میں مہاراجہ کے خلعت کو بڑی عزت سے پہن کر فقیر عزیزالدین کو رخصت کیا ✤

مہاراجہ کا اپنی فوج بڑھانا۔

اس دورہ سے واپس آکر مہاراجہ نے چندے لاہور میں قیام کیا۔ اور اپنی فوج کے بڑھانے و سامان جنگ کے افراط سے بہم پہنچانے کے انتظام میں مصروف رہا۔ جداجدا توپخانے قایم کر کے ہر ایک فوج میں اپنے لایق لایق افسر تعینات کیئے۔ غوث خاں کو توپخانہ کی کمیدانی کا عہدہ عطا کر کے حکم دیا۔ کہ وہ نئی نئی توپیں ڈھلوا کر دو توپخانے جدید تیار کرے علاوہ اس کے بہت سی پیادہ اور سوار فوج بھی جدید بھرتی کر کے اُن کو ہر ایک ضروری سامان حرب سے مسلح کیا۔ اور بندوق بنانے کا بھی ایک کارخانہ کھولا جس میں دور دور سے ہوشیار کاریگر لوہار بلاکر نوکر رکھے ✤

آدینہ نگر کا زیر کرنا اور سرداری سداکور سے بگاڑ ہونا۔

انہی ایام میں موسم بارش کے شروع ہونے سے پیشتر ہی مہاراجہ نے ایک دستہ فوج کا آدینہ نگر کو زیر کرنے کے جسے آدینہ بیگ خاں نے پہاڑ کے نیچے آباد کیا تھا۔ کُل پہاڑی سرداروں سے جو کانگڑہ کے گرد نواح میں قیام پذیر تھے۔ خراج وصول کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ چونکہ یہ علاقہ جات خاص سرداری سداکور مالک مثل گھنیاں وساس مہاراجہ صاحب کی ماتحتی میں تھے۔ جس کی امداد خاص سے مہاراجہ کو اسقدر عروج حاصل ہونے کا موقع ملا تھا۔ اسلیئے سرداری مذکور کو اپنے داماد کی اس بیجا دخل دہی پر سخت رنج گذرا۔ اور یہ رنج رفتہ رفتہ اسقدر بڑھ گیا۔ کہ بیچاری سرداری کو اپنی جان اور ملک دونوں سے ہاتھ دھونا پڑا ✤

مہاراجہ کا دوبارہ پٹیالہ جانا

اسی درمیان میں مہاراجہ صاحب سنگھ والی پٹیالہ کا پھر اپنی رانی آس کور سے نفاق ہو گیا۔ اور معاملہ اسقدر طول پکڑ گیا۔ کہ دونوں طرف سے نوبتِ تلوار پہنچ گئی۔ آخرکار اس معاملہ کے تصفیہ کے لیئے مہاراجہ لاہور پھر بلائے گئے مہاراجہ صاحب نے جو ایسے موقع کے ہمیشہ دل سے منتظر رہتے تھے راجگان پھول کا یہ پیغام سنتے ہی ایک بڑے بھاری لشکر کے ساتھ معہ سردار فتح سنگھ آہلووالیہ و دیوان محکم چند پٹیالہ کیطرف کوچ کیا۔ پہلے ہری کے پتن سے دریا عبور کر کے کوٹ کپورہ میں جس کو پچھلے سال فتح کیا تھا مقام کیا۔ پھر وہاں سے بھدوڑ میں رونق افروز ہوئے۔ اور وہاں کے رئیس سے نذرانہ وصول کیا۔ بعد ازاں مالیر کوٹلہ کے رئیس سے نذرانہ وصول کر کے ریاست نابھہ سے ہو کر ستمبر ۱۸۰۸ء میں خاص پٹیالہ وارد ہوئے۔ لیکن جب رانی کو مہاراجہ لاہور کے آنے کی خبر ملی۔ تو اس نے فوراً اپنے خاوند سے صلح کر لی۔ اور مہاراجہ کو موتیوں کا کنٹھہ و ایک توپ موسومہ کڑے خاں وغیرہ دیکر پچھلے پاؤں واپس بھیج دیا۔ (دیکھو صفحہ ۲۴۲ ریاست پٹیالہ۔)

مہاراجہ کا پٹیالہ سے انبالہ کی طرف رجوع ہونا

پٹیالہ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ انبالہ کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں کی رانی دیا کور بیوہ سردار گور بخش سنگھ نے مہاراجہ کو نذرانہ دیا۔ اور بھائی لعل سنگھ کیتھل والہ۔ گوردت سنگھ و کرم سنگھ شاہ آباد یہ و بھگوان سنگھ بوڑیہ والہ و جودہ سنگھ کلسیہ والہ وغیرہ ہر ایک سکھ سردار نے مہاراجہ کو نذرانہ دیا۔ اور خلعت حاصل کیا۔

نرائن گڈھ کا محاصرہ

اس کے بعد مہاراجہ نے قلعہ نرائن گڈھ پر جو انبالہ اور پہاڑ کے درمیان کنور کشن سنگھ ناہن والہ کے قبضہ میں تھا حملہ کیا۔ یہ قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ محصورین نے مہاراجہ کے حملہ کو نہایت سرگرمی اور دلیری سے روکا۔ اور تین ہفتہ تک برابر لڑتے رہے۔ بلکہ اس درمیان میں کئی مرتبہ انہوں نے سکھوں کے لشکر کا منہ پھیر دیا۔ لیکن آخرکار سردار فتح سنگھ کالیانوالہ مہاراجہ کے نامی گرامی سپہ سالار نے اسقدر آگ برسائی۔ کہ قلعہ کی دیواریں ہل گئیں۔ اور مہاراجہ کو فتح حاصل ہوئی۔ اس سردار کے پر جوش حملہ سے مہاراجہ نے قلعہ کو تو فتح کر لیا۔ لیکن افسوس کہ سردار مذکور کو خود میدان میں اپنی کامیابی کی خوشی دیکھنے کا موقع نہ ملا۔ کیونکہ فتح حاصل ہونے سے ایک لمحہ پیشتر وہ دشمن کے وار کا نشانہ ہو چکا تھا۔ اس لڑائی میں مہاراجہ کے دو ایک اور بھی مشہور افسر بہادر سردار موہن سنگھ و دیوا سنگھ کام آئے۔ اور چار سو آدمی کھیت رہا۔ بعد فتح کے نرائن گڈھ کا سارا علاقہ مہاراجہ نے سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کو بعوض چالیس ہزار روپیہ نذرانہ کے عطا کر دیا۔

تارا سنگھ غیبا کا ملک ضبط کرنا۔

اسی معرکہ میں تارا سنگھ غیبا نے بھی۔ جو ایک مرتبہ ڈلہ والی مثل کا سردار رہ چکا تھا۔ اور اس نرائن گڈھ کے محاصرہ میں لاہور کی فوج کے ساتھ لڑائی میں شامل تھا وفات پائی۔ اس کے آدمی اس کی نعش کو چپ چاپ راہوں کے قلعہ میں۔ جہاں اس کی بیوہ اور لڑکے بالے موجود تھے لیگئے۔ اور ابھی اس کی لاش چتا پر جل ہی رہی تھی۔ کہ یکایک مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سپاہ کا ایک دستہ جسکو سردار کی وفات کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ وہاں جا پہنچا اور متوفی کے علاقہ و خزانہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ متوفی سردار کی بیوہ بذات خود ایک نہایت دلیر اور جوانمرد صفت عورت تھی۔ وہ فوراً مردانہ بھیس میں تلوار ہاتھ میں لیئے ہوئے میدان میں آموجود ہوئی۔ اور دشمن کے مقابلہ کو تیار ہو گئی۔ لیکن افسوس کہ قلعہ کی

دیواریں بھُس کی مانند بہت جلد گر پڑیں۔ اور حملہ کرنیوالوں کی جیت رہی۔ مہاراجہ نے متوفی کے تمام علاقہ پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اور اُس کے لڑکوں اور بیوہ کے گذارہ کے لیئے ایک بہت مختصر سی پنشن مقرر کر دی۔ مگر تھوڑے دنوں بعد پیچھے سے وہ بھی بند کر دی گئی۔

علاقہ جات مورنڈہ و نوشہرہ پر قبضہ۔

اِس کے بعد مہاراجہ نے تارا سنگھ غیبا کی جاگیر نوشہرہ پر قبضہ کر کے وہاں سے رانی کے ملازموں کو نکالدیا۔ اور دھرم سنگھ کی جاگیر مورنڈہ المعروف باغاں والہ کو بھی اُس کے بیٹے سے چھین کر علاقجات بہلول پور و برہنگڈہ کو جو بھاگ سنگھ کی بیوہ کے قبضہ میں تھے لے لیا ؛

ستلج پار کی فتوحات کی تقسیم وغیرہ۔

پھر ستلج پار کی چند فتوحات کو سردار فتح سنگھ آہلو والیہ و راجہ جسونت سنگھ والی نابھہ و دیوان محکم چند و گربا سنگھ و سردار کرم سنگھ گلہ وغیرہ اپنے رفیقوں کے درمیان تقسیم کر کے مہاراجہ نے زمینداران ملک دوابہ و سرداران منی مزرعہ و روپڑ وغیرہ پر مفصلہ ذیل سالانہ خراج مقرر کر کے پیچھے کو باگ موڑی۔ سرداران دوابہ سے ۸۰۰۰۰ ۔ سردار گوپال سنگھ منی مزرعہ والے سے ۳۰۰۰۰ رنجیت سنگھ منوی والہ ۲۰۰۰۰ ۔ سردار ہری سنگھ روپڑ والہ ۱۵۰۰۰ ؛

پٹھانکوٹ پر قبضہ اور پہاڑی راجاؤں کو اپنا مطیع الحکم بنانا۔

بعداز آں سمت ۱۸۶۲ بکرمی میں مہاراجہ اپنی خاص ساس سردارنی سدا کور کے علاقہ پر بھی (جسکی خاص مدد سے اِس کو یہ مرتبہ حاصل ہوا تھا) دست درازی کرنے سے باز نہ رہا۔ اور پٹھانکوٹ کا قلعہ فتح کر کے اپنے تحت و تصرف میں لے آیا۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے راجہ جسروتہ و چینیہ وغیرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اُن دونوں نے بھی ایک کثیر رقم نذرانہ کی ادا کر کے آیندہ کے لیئے متابعت اختیار کر لی۔ اور بسوہلی والے راجہ نے بھی آٹھ ہزار خراج دینے کا وعدہ کیا ؛

دیوان محکم چند کی فتوحات۔

اُدھر مہاراجہ تو پہاڑ کیطرف معروف ہو رہا تھا۔ اِدھر اُس کا دیوان محکم چند بھی ستلج پار کے سرداروں کو بڑی جوانمردی اور دلیری کے ساتھ مغلوب کرنے میں مشغول تھا۔ بہت سے سرداروں کو تو اُس نے نذرانہ وصول کر کے انھیں اپنی اپنی جگہ قایم رہنے دیا۔ اور بہتیروں کو جنہوں نے اطاعت قبول کرنے سے اعتراض کیا۔ اُن کو فتح کر کے اُن کا سارا علاقہ معرض ضبطی میں لایا ؛

مہاراجہ کا دربار عام کرنا اور سیالکوٹ و گجرات پر چڑھائی کرنا۔

پہاڑ سے واپس آکر مہاراجہ نے ایک عام دربار اپنے سکھ سرداران ماتحت کا کیا۔ جس میں اُس نے سب سے نذریں لیں۔ لیکن اِس دربار میں دو سردار ایک جیون سنگھ سیالکوٹ والہ دوسرا صاحب سنگھ گجرات والہ نہیں آئے تھے جس سے پایا گیا۔ کہ اُن کو مہاراجہ کی متابعت سے انکار ہے۔ مہاراجہ نے فوراً اُن پر فوجکشی کا حکم دیا۔ اور پہلے سیالکوٹ کے قلعہ پر مورچال لگایا۔ یہاں چار حاکم تھے۔ جیون سنگھ۔ صاحب سنگھ۔ مہر سنگھ۔ بابا ننھا سنگھ صاحب[۵] شہید ؛ کہتے ہیں۔ کہ آخر الذکر صاحب نے جو حقیقت میں ایک فرشتہ خصلت اور نیک مزاج بزرگ شخص تھے۔ اُنہوں نے اپنے کشف باطنی سے سیالکوٹ کے دوسرے تین سرداروں کو سمجھایا۔ اور کہا کہ دیکھو! نوجوان لڑکا نہایت اقبالمند شخص ہے۔ اِس کا مقابلہ کرنا گویا سراسر جان بوجھ کر اپنے سر کو پتھر سے ٹکرانا ہے۔ اِس سے بہتر ہے۔ کہ تم لوگ خود ہی اطاعت

۵؎ بابا ننھا سنگھ صاحب شہید باوجود ہونے صاحب مال و ملک کے دنیا کی خواہشات سے بالکل پاک صاف تھے۔ اور چونکہ وہ فی

صفحہ

قبول کر لو۔ لیکن اُس نیک مرد کی صلاح سے دوسرے سرداروں نے اتفاق نہ کیا۔ اور مہاراجہ سے بمقابلہ پیش آئے۔ ایک ہفتہ تک برابر دونوں طرف سے جنگ ہوتا رہا۔ آخرکار مہاراجہ کی زبردست توپوں نے سیالکوٹ کے قلعہ کا نہایت مضبوط دروازہ گرا دیا۔ اور فوج نے اندر گھس کے جیون سنگھ کو نذربند کر لیا۔ مہاراجہ نے بابا نتھا سنگھ شہید کے علاقہ کو تو مطلق ہاتھ نہ لگایا۔ لیکن دوسرے سرداروں کے علاقہ کو ضبط کر کے اُن کے پاس صرف دو ایک دیہات گذارہ کے واسطے چھوڑ دیئے۔ اور سیالکوٹ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷۸) ایک نہایت متقی و پرہیزگار شخص تھے۔ اور ان کی زندگی بالکل بے مزا اور نردوش تھی۔ اس وجہ سے عوام اس کی بہادری کی مدح میں لفظ شہید سے اُن کو مخاطب کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی میں عورت کی شکل کبھی نہیں دیکھی۔ اور سخاوت میں حاتم پر بھی سبقت لے گئے تھے۔ اپنی حیات میں ہی اپنا تمام ملک اور جائداد دربار بیر بابا نانک صاحب کے نام جو سیالکوٹ سے جانب مشرق ایک میل کے فاصلہ پر ایک نہایت عالیشان اور قابل دید عمارت میں واقع ہے۔ وقف کر دیا تھا۔ سیالکوٹ کے ضلع میں بہت کم ایسی دھرم سالیں اور گوردوارے ہیں جن کے نام بابا نتھا سنگھ شہید کی عطیہ جاگیر کا کچھ نہ کچھ حصہ ابتک سرکار انگریزی کے وقت میں بھی اسی کی سخاوت اور فیاضی کی یادگار میں قائم نہو۔ جبتک یہ زندہ رہے۔ مہاراجہ لاہور نے جو ایسی شخصوں کا بہت دوست تھا۔ کبھی اِن کے علاقہ سے مزاحمت نہ کی۔ لیکن جب بابا نتھا سنگھ شہید کا سمت ۱۸۶۶ بکرمی میں انتقال ہوا۔ تو مہاراجہ نے اُن کا علاقہ ایک شخص گنگا رام کھتری کو عطا کیا۔ یہ شخص ایک بڑا بد مزاج آدمی تھا۔ اس نے سیالکوٹ میں پہنچتے ہی بابا نتھا سنگھ شہید کی تمام جائداد پر جو وہ اپنی زندگی میں ہی گوردوارہ کے نام ارپن کر چکے تھے قبضہ کر کے دربار بیر بابا نانک کے پوجاریوں کو بہت تکلیف دینا شروع کیا۔ اُسوقت بابا مہاں سنگھ صاحب جو دوسرے بابا نتھا سنگھ صاحب کے ہم صفت شخص تھے بابا بیر کے مہنت تھے۔ مشہور ہے کہ جب اُن کو گنگا رام نے بہت ستایا۔ تو انہوں نے ایک روز دربار میں کھڑے ہو کر گورو نانک صاحب کی تصویر کے سامنے فرش پر ہاتھ ٹیک کر نہایت رنج سے یہ کہا۔ کہ "ہے گورو نانک صاحب! کیا آپ سو گئے ہیں؟ دیکھئے ہم لوگوں کی کیا دشا ہو رہی ہے۔ جبکا فی الفور یہ نتیجہ دوسرے دن اِس طرح پر ہوا۔ کہ گنگا رام کے آدمیوں سے سردار حکما سنگھ چمنی کی سپاہ کا شہر میں کسی بات پر تکرار ہو پڑا۔ اور نوبت تلوار تک پہنچ گئی۔ گنگا رام یہ سنتے ہی اپنے سپاہیوں کی مدد کے لیئے اُس طرف دوڑا۔ مگر سردار کے آدمیوں نے اسقدر زور ڈالا کہ گنگا رام کو مع اس کے آدمیوں کے آگے دھر لیا۔ مشیت ایزدی اس وقت کچھ ایسی ہوئی۔ کہ ایک ندی جو سیالکوٹ کے نیچے مشرق طرف بہتی ہے۔ طغیانی پر آگئی۔ اور گنگا رام کے لیئے یہانتک بُری مصیبت کا وقت آیا۔ کہ پیچھے سے بندوقوں کی باڑھ اور آگے سے ندی کے پانی کا زور شور سے چڑھاؤ۔ آخرکار گنگا رام کو سوائے ندی میں کودنے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ لیکن چونکہ وہ مصیبت کا مارا گھبرایا ہوا تھا۔ اُس کا دم بہت جلد لوٹ گیا۔ اور گرداب میں ڈوب گیا۔ تیسرے دن اُس کی لاش پل کے نیچے سے نکالی گئی۔ اور اُس کے آدمی جو بچ گئے تھے سب بھاگ گئے۔ جب اِس واردات کی بجنسہ خبر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو لاہور میں پہنچی۔ تو وہ بہت ڈرا۔ اور اس خیال سے کہ مبادا بابا مہاں سنگھ کو تکلیف پہنچنے کا مجکو بھی کوئی بد نتیجہ دیکھنا پڑے فی الفور لاہور سے کوچ کر کے سیالکوٹ میں وارد ہوا۔ اور بابا صاحب موصوف کی خدمت میں دست بستہ کھڑا ہو کر معافی کا منتظر ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب مہاراجہ دربار میں آکر کھڑا ہوا۔ تو بابا مہاں سنگھ جی نے اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ اور رنجیت سنگھ کیطرف مطلق نظر اُٹھا کر نہ دیکھا۔ تین روز تک برابر یہی کیفیت رہی۔ کہ مہاراجہ صاحب روز دربار میں آکر بابا صاحب کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے۔ لیکن بابا مہاں سنگھ نے مطلق پرواہ نہ کی۔ چوتھے دن کھڑے ہو کے معافی کے خواہاں ہوئے۔ اور دو دو تین تین گھنٹے تک برابر کھڑے رہے۔ آپ اِسے لے لیں۔ ہمکو اس سے اُنہوں نے صرف اتنا جواب دیا۔ کہ یہ جاگیر جو دربار صاحب کے نام واسطے خرچ لنگر کے ہے۔ آپ کی ملکیت ہے۔ اور مہاراجہ نے تمام جاگیر سخت تکلیف پہنچتی ہے۔ الغرض بھائی لکھا سنگھ جی برادر بابا مہاں سنگھ نے اُٹھکر مہاراجہ کی ارداس کر کے تنخواہ[1] بخش دی۔ اور مہاراجہ نے تمام جاگیر جو بابا نتھا سنگھ صاحب شہید نے دربار صاحب کے نام ارپن کی تھی بدستور واگذار کر کے ایک پٹہ لکھدیا۔ اُس زمانہ میں ... کی جاگیر اس گوردوارہ کے نام وقف تھی۔ لیکن اب سرکار انگریزی کے وقت میں صرف ۳۵۰۰ کی جاگیر معاف ہے۔ اب یہاں کے مہنت پریم سنگھ صاحب منتظم ہیں۔ جنہوں نے گو آمدنی بہت کم رہ گئی ہے۔ لیکن اپنی ذاتی لیاقت اور پارسائی سے گوردوارہ کی رونق کو بہ نسبت پہلے کے دو بالا کر رکھا ہے۔ اِس گوردوارہ کی منتظمان اور عام طریقہ کی مفصل تواریخ حصہ پنجم میں درج ہو گی ۱۲

[1] سکھوں کی اصطلاح میں گوردوارہ بخشنا معاف کر دینے کو کہتے ہیں ۱۲

کی حکومت اپنے ایک رفیق سردار حکم سنگھ چمنی کو عطا کرکے گجرات کیطرف کوچ کیا۔ وہاں صاحب سنگھ کو یہاں کی ساری سرگذشت کا حال معلوم ہو ہی چکا تھا۔ اسلیئے بہ نسبت مقابلہ کرنے کے متابعت اختیار کرنے کو افضل سمجھا۔ اور فوراً اپنے آدمیوں کی معرفت ایک کثیر رقم نذرانہ کی مہاراجہ کی خدمت میں بھیجکر راستہ میں سے ہی اُس کو لوٹا دیا۔ مہاراجہ نے بھی جس کی زیادہ تر خواہش مطیع بنانے اور روپیہ حاصل کرنے پر ہوتی تھی۔ نذرانہ قبول کرکے بجائے گجرات کے اکھنور پر چڑھائی کردی۔ وہاں کے رئیس عالم خاں نے بھی نذرانہ دیکر اطاعت قبول کرلی۔ اور اپنے ملک کو شیر کے پنجے سے بچالیا۔

شیخوپورہ کا فتح کرنا اِسی اثناء میں شیخوپورہ کی رعیت نے وہاں کے حاکمان اربیل سنگھ و امیر سنگھ کے بیجا ظلم و تعدی کی مہاراجہ کے پاس آکر فریاد کی۔ چنانچہ چار ہزار فوج مہاراجہ نے میاں غوث خاں افسر توپخانہ خاص مہاراجہ صاحب و سردار حکما سنگھ چمنی شیخوپورہ کو روانہ کی۔ اور اس مہم کا سپہ سالار شہزادہ کھڑک سنگھ کو مقرر کیا۔ جب لاہور کی فوج شیخوپورہ پہنچی۔ تو وہاں کے حاکموں نے اُن کا نہایت تندی اور مستعدی سے مقابلہ کیا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ تاوقتیکہ بھنگیوں کی بڑے منہہ والی توپ لاکر قلعہ کے دروازہ کے سامنے نہ رکھی گئی۔ مہاراجہ کے لشکر کو قلعہ فتح کرنا بہت دشوار ہوگیا۔ مگر اُس گراندیل توپ کے دو تین گولوں نے ہی قلعہ کا دروازہ پاش پاش کردیا۔ اور دیوار کو بھی توڑکر گرادیا۔ الغرض راستہ کے ہوتے ہی فوج نے اندر داخل ہوکے سردار اربیل سنگھ و امیر سنگھ کو قید کرلیا۔ اور اُس کی جسقدر فوج تھی سب مہاراجہ کی ملازمت میں آگئی۔ بعد ازآں مہاراجہ نے شیخوپورہ کا علاقہ اپنی رانی نکائن والدہ شہزادہ کھڑک سنگھ کو بطور جاگیر عنایت کیا۔

انگریزی وکیل کا آنا اس کے بعد مہاراجہ کی خدمت میں سرکار انگریزی کی طرف سے ایک وکیل تحفہ جات انگریزی لیکر آیا جسکو مہاراجہ نے نہایت عزت سے اپنے دربار میں بلایا۔ اور پانچہزار خلعت معہ تحفہ جات ملک پنجاب واسطے حاکمان انگریزی کے دیکر رخصت کیا۔

قلعہ گوبند گڈھ کی تعمیر اسی سال مہاراجہ نے امرتسر میں ایک نہایت پختہ اور مضبوط قلعہ تعمیر کراکے اُس کا نام گوبند گڈھ رکھا۔ اور اُس میں اپنے صدر خزانہ کے دفینہ کی جگہ بناکے ۲۰ عدد بڑی اجگر توپیں چہار طرف برجوں پر رکھوائیں۔ اور وہاں ہر وقت ...... ۲ فوج رہنے کا حکم دیا۔

وصول خراج از ملتان پھر چونکہ ملتان کیطرف سے خراج آنے میں دیر ہوگئی تھی۔ اسوجہ سے بابو باج سنگھ و جسا سنگھ بھنگی و قطب الدین خاں محمدوٹ والہ (سابق رئیس قصور) کو پانچہزار فوج دیکر ملتان سے خراج وصول کرنے کیلیئے روانہ کیا۔ چنانچہ تین ماہ کے بعد یہ لوگ خراج وصول کرکے واپس آئے۔ اُسیوقت دیوان محکم چند بھی ماکھووال دانند پور وغیرہ مقامات کو فتح کرکے چھ لاکھ روپیہ صرف نذرانہ کا دوابہ کے ملک سے تحصیل کرکے واپس آیا۔ مہاراجہ نے اُس کی ایسی نمایاں کارگذاری سے بہت خوش ہوکر اُس کی بہادری اور وفاداری و نمک حلالی کی بہت تعریف کی۔

بھوانی داس کا محکمہ مالی کی افسری پر مقرر ہونا اِسی درمیان میں میاں بھوانی داس شاہ شجاع کا ایک بڑا لائق اور فائق افسر مال اُس کے

دربار سے دق ہو کر لاہور میں چلا آیا۔ یہاں مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے اس کی بڑی عزت کی۔ اور اس کو اپنے دربار کے محکمہ مال کا اعلےٰ افسر مقرر فرمایا۔ یہ شخص واقعی مال کے کام میں بہت ہوشیار تھا۔ اس نے اپنے عہدہ کا چارج لیتے ہی ہر ایک محکمہ کے حساب و کتاب کی درستی کے لیئے نئے نئے قاعدے اور ضابطے جاری کیئے۔ اس زمانہ میں لاہور کے راج کا محاصل صرف تیس لاکھ روپیہ کے قریب تھا۔ مگر کوئی قاعدہ یا طریقہ خزانہ کا نہ تھا۔ اور نہ کوئی حساب کتاب کے پوچھنے والا تھا۔ صرف ایک شخص رامانند نامی امرتسر کے ساہوکار کے پاس محاصل مال داخل ہوتا تھا۔ اور وہی سلطنت کے سارے خرچ کو چلاتا تھا۔ حسن خدمت کے عیوض اسکو نمک کی کان کا محصول معاف تھا۔ مگر بھوانی داس نے اس بدانتظامی کو جاری نہ رکھا۔ اس لیئے ایک مسودہ دستور العمل خزانہ کا بنا کے جس میں نہایت عمدہ عمدہ سابق کے قانون اور قاعدے جانچ و پڑتال حساب و کتاب کے مقرر کیئے مہاراجہ کے سامنے پیش کیا۔ مہاراجہ مذکور نے افسر مذکور کی ہر ایک تجویز کو بہت پسند کیا۔ اور دستور العمل کو منظور کر کے ہر ایک محکمہ کے حساب و کتاب کو کیا سول کیا فوج اسی دستور العمل کی ہدایت کے بموجب مرتب ہونیکا حکم دیا۔ ایک صدر خزانچی مقرر ہوا۔ اور نمک کی کان کا محصول جو پیشتر بالا بالا ہی ساہوکار کے گھر پہنچ جاتا تھا۔ باقاعدہ خزانہ سرکاری میں داخل ہونے لگا۔ اور ہر ایک محکمہ کے جدا جدا تحویلدار صدر خزانچی کے ماتحت مقرر ہوئے جن سب کا ماہواری حساب محکمہ اعلےٰ لالہ بھوانی داس میں واسطے جانچ و پڑتال کے جانے لگا۔ الغرض لالہ بھوانی داس کے اس باقاعدہ انتظام سے جس سے مہاراجہ کے اصل خزانہ کی حالت کو بہت فائدہ پہنچا۔ مہاراجہ بڑا خوش ہوا۔ بلکہ دوسرے سال لالہ بھوانی داس کے دوسرے بھائی دیوید اس کو بھی جو شیر محمد کا دیوان اور وزیر تھا۔ ٹاکر مال کے محکمہ میں معاون مال کا عہدہ عطا فرمایا

پھر اپنی عدالت کی مہر جو پہلے لشن سنگھ کلال کے تحویل میں تھی مہاراجہ نے اُس سے لیکر کرم چند باشندہ لاہور کی سپردگی میں دی

> سرداران سس ستلج کا مورود کر کے انگریزی حکومت کی ماتحتی قبول کرنا

مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی زبردست طاقت اس کے بعد سرداران سس ستلج نے جن کے دلوں پر مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی زبردست طاقت کا ہر وقت خوف غالب رہتا تھا۔ اور ان کو یہ یقین کامل ہو گیا تھا۔ کہ ایک نہ ایک دن ہماری ریاستوں کو بھی مہاراجہ نے نیست و نابود کر کے اپنے ساتھ شامل کر لینا ہے۔ سمانہ ضلع پٹیالہ کے مقام پر جمع ہو کے مشورہ کیا جس میں سب کی یہ رائے قرار پائی۔ کہ بہ نسبت مہاراجہ لاہور کی ماتحتی قبول کرنے کے جس میں سوائے نقصان کے فائدہ کی کوئی بھی ظاہر صورت نظر نہیں آتی۔ گورنمنٹ انگریزی کے زیر سایہ چلے جانا ہر طرح پر ہم لوگوں کے لیئے فائدہ بخش اور امن کی صورت ہے۔ الغرض اس رائے کی تائید میں ایک خاص سفارت صاحب رزیڈنٹ دہلی کے پاس بھیجی گئی۔ اور اس کے ذریعہ سے گورنمنٹ انگریزی میں یہ درخواست پیش کی گئی۔ کہ چونکہ ہم لوگ ہمیشہ سے سلاطین دہلی کے ماتحت چلے آئے ہیں۔ اسلیئے امید ہے کہ سرکار انگلشیہ بھی ہم لوگوں کو اپنے سایہ عاطفت میں لیکر شیر پنجاب مہاراجہ لاہور کے زبردست پنجہ سے نجات دلاویگی۔ ورنہ وہ بہت جلد ہم سب لوگوں کا خون پی ڈالیگا۔ مسٹر **سٹین صاحب** نے جو اسوقت دہلی کے رزیڈنٹ تھے۔ اس سفارت کی بڑی عزت کے ساتھ ملاقات کی۔ اور گو ان کی درخواست کو دفعتاً منظور کرنے

سے انکار کیا۔ مگر تاہم گورنمنٹ کی منظوری آنے پر اُن سے وعدہ کیا گیا۔ کہ تمہاری گذارش پر ضرور کچھہ نہ کچھہ لحاظ کیا جائیگا۔

دربار لاہور کے لیئے کرنل مٹکاف صاحب کا سفیر انگریزی مقرر ہونا

الغرض رفتہ رفتہ اِس درخواست کی منظوری کا بھی وقت آگیا۔ اور گورنمنٹ انگریزی نے مسٹر مٹکاف صاحب کو جو پولٹیکل معاملات کی الجھنوں کو سلجھانے کے لیئے ایک بلا کی لیاقت کا پتلا تھا۔ ان تمام امورات کے طے کرنے کے لیئے مہاراجہ لاہور کی خدمت میں بطور سفیر روانہ کرنے کے لیئے منتخب کیا۔

اِس سفارت کی ایک اَور وجہ۔

قطع نظر ان سب باتوں کے اسوقت لارڈ منٹو کی جدید گورنمنٹ کا اِس سفارت کے بھیجنے میں برخلاف رائے پالیسی گورنمنٹ لارڈ **کارن والس صاحب** کے جو اس بات کی متقاضی تھی۔ کہ ابھی خواہ مخواہ پنجاب میں مداخلت نہ کیجاوے اِسقدر جلدی کرنے کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہوئی۔ کہ ملک فرانس کے شہنشاہ **نپولین بونا پارٹ** نے جس کی طاقت اسوقت زوروں پر تھی۔ ابھی شہنشاہ روس سے قول و قرار لیکر فارغ ہؤا تھا۔ کہ ہندوستان کی طرف آنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اسلیئے ضروری ہؤا۔ کہ گورنمنٹ انگریزی ہندوستان کی تمام سرحدی سلطنتوں سے رابطہ اتحاد کا قایم کر کے اُس آنے والی بلا کا نہایت تندہی اَور گرمجوشی سے سامنا کرنے کے لیئے مستعد ہو جاوے۔ چنانچہ مسٹر **جان ملکولم صاحب** طہران میں و مسٹر الفنسٹون صاحب کابل میں و مسٹر **مٹکاف صاحب** پنجاب میں اِس معاملہ کے طے کرنے کے لیئے بطور سفیر روانہ کیئے گئے۔

سفیر انگریزی کا پٹیالہ ہو کر قصور کے مقام پر مہاراجہ لاہور سے ملنا۔

مسٹر **مٹکاف صاحب** روانہ ہو کر ۲۲۔ اگست ۱۸۰۸ء کو پہلے پٹیالہ میں پہنچے۔ جہاں کے رئیس صاحب سنگھ نے اُن کا بڑے اعزاز کے ساتھ استقبال کیا۔ یہاں پر سرداران سِس ستلج نے پھر بالاتفاق اُسی درخواست کو جو رزیڈنٹ صاحب دہلی کے پاس پیش کی گئی تھی مسٹر **مٹکاف صاحب** کے سامنے بھی از سرِ نو تازہ کیا۔ بلکہ راجہ صاحب سنگھ والی پٹیالہ نے تو یہاں تک کیا۔ کہ اپنی کنجیاں تک صاحب موصوف کے سامنے پھینک دیں۔ اَور کہا کہ اِس کے آپ مالک ہیں۔ جس کے جواب میں مسٹر **مٹکاف صاحب** نے راجہ صاحب سنگھ کو کنجیاں واپس دیکر کہا۔ کہ خدا یہ ذمہ واری آپ کو ہی مبارک رکھے۔ گورنمنٹ کو اِس کی کچھہ ضرورت نہیں ہے باقی رہا اگر آپ لوگ سرکار انگریزی پر فی الحقیقت ایسا اعتقاد صادق رکھتے ہیں۔ تو وہ اِس میں شک نہیں۔ کہ ضرورت کے وقت آپ کی ضرور مدد کرے گی۔ اَور جیسا آپ لوگوں کا منشا ہے۔ ویسا ہی رفتہ رفتہ ہو جائیگا۔ آپ لوگ تسلی رکھیں یہاں سے روانہ ہو کر سفیر ابھی لاہور نہیں پہنچنے پایا تھا۔ کہ مہاراجہ نے اُس کے آنے کی خبر سنکر دیدہ و دانستہ قصور کی طرف کوچ کر دیا۔ اَور حکم دیا۔ کہ ہم سفیر سے وہاں ملاقات کریں گے۔ جب یہ خبر مسٹر **مٹکاف صاحب** کو پہنچی۔ کہ مہاراجہ صاحب قصور کے مقام پر تشریف رکھتے ہیں۔ تو وہ بھی اُسیطرف کو روانہ ہؤا۔ ۱۱۔ ستمبر کو جب سفیر انگریزی قصور کے قریب پہنچا۔ تو سردار فتح سنگھ آہلو والیہ و دیوان محکم چند نے دو ہزار سواروں کے ساتھ مہاراجہ کے حکم سے شہر کے باہر نکل کر اُس کا استقبال کیا۔ اَور بڑے اعزاز کے ساتھ فرودگاہ تک پہنچایا۔ دوسرے روز مہاراجہ نے مسٹر مٹکاف

صاحب سے ملاقات کی۔ سفیر انگریزی نے تین ہاتھی معہ ہودج طلائی وکل زرین سازو سامان جھول وغیرہ و ایک ولایتی بگھی معہ دو راس اسپ یک رنگ اور بہت سی ولایتی تحفہ کی چیزیں گورنمنٹ انگریزی کیطرف سے بطور نذر پیش کیں مہاراجہ نے ان تمام چیزوں کو نہایت خوشی سے قبول کیا۔ اور گورنمنٹ انگریزی کی مہربانی کا شکریہ ادا کر کے فرمایا۔ کہ میں نہایت صدق دل سے سرکار انگریزی کے ساتھ اخلاص و محبت رکھنے پر تیار ہوں۔ اور نپولین بوناپارٹ وغیرہ کی طرف سے گورنمنٹ کو چاہیئے۔ کہ کوئی اندیشہ نہ کرے۔ باقی رہا دیگر معاملات کی بابت ایک کامل غور کے بعد جواب دیا جائیگا

الغرض مسٹر **مٹکاف صاحب** کی مہاراجہ صاحب سے چار پانچ مرتبہ علیحدگی میں ملاقات ہوئی جس میں ہر بار مہاراجہ نے گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ ہمدردی ظاہر کر کے اتحاد رکھنا منظور کیا۔ لیکن جب دریائے ستلج کو حد قایم کرنے کا نام آتا۔ اسیوقت مہاراجہ چونک پڑتا۔ اور آنکھیں بدل لیتا ؂

مہاراجہ کا خلاف مرضی سفیر انگریزی ستلج کے پار مہم کرنا۔

اسی درمیان میں ابھی سفیر کے ساتھ کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں ہؤا تھا۔ کہ مہاراجہ نے یکبار گی ستلج کے پار کوچ کا حکم دیکر عزیز الدین اپنے سیکرٹری کو حکم دیا۔ کہ سفیر کو ہمراہ پیچھے پیچھے لادے۔ مہاراجہ کی یہ حرکت مسٹر **مٹکاف صاحب** کو سخت ناگوار گذری۔ مگر چونکہ اُن میں تحمل اور استقلال بدرجہ غایت تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے چنداں پرواہ نہ کی۔ کہیٹی کے مقام پر مہاراجہ کی سفیر سے پھر ملاقات ہوئی۔ لیکن کوئی عمدہ نتیجہ مترتب نہ ہؤا ؂

فیروزپور۔ فرید کوٹ و مالیر کوٹلہ کا فتح کرنا

بعد ازاں مہاراجہ نے فیروزپور سے نذرانہ وصول کر کے کرم چند چاہل اپنے ایک بہادر سپہ سالار کو فرید کوٹ کے محاصرہ پر بھیجا۔ جس نے وہاں پہنچتے ہی مورچال لگادیا۔ دوسرے دن مہاراجہ بھی خود وہاں پہنچگیا۔ اور وہاں کے رئیس کو بیدخل کر کے اُس ریاست کا کام دیوان چند کو سپرد کر کے مالیر کوٹلہ کیطرف متوجہ ہؤا وہاں کے رئیس عطاء اللہ خاں نے بمشکل تمام اپنے چند دیہات راجہ پٹیالہ کے پاس رہن رکھکر ایک لاکھ روپیہ مہاراجہ کو ادا کیا ؂

مسٹر **مٹکاف صاحب** کو مہاراجہ کی اسقدر سختی اور زبردستی پر بہت رنج گذرا۔ اور انہوں نے مہاراجہ کی اس کارروائی پر سخت اعتراض کر کے آگے جانے سے انکار کیا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ افسوس کا مقام ہے کہ مہاراجہ صاحب نے میری موجودگی میں ہی بلا تصفیہ کرنے معاملہ سرحد کے اُسی ملک متنازعہ پر جس کے لیئے میری سفارت کی ضرورت ہوئی ہے۔ مہم اختیار کی ہے۔ لیکن چونکہ مہاراجہ کا دلی منشاء تو یہ تھا۔ کہ قبل قایم کرنے سرحد کے میں جمنا تک کا ملک اپنے قبضہ میں کرلوں۔ اسلیئے اُس نے سفیر کے اعتراض کی کچھہ پرواہ نہ کی۔ اور یہ حکم دیکر کہ میں اس معاملہ کا فیصلہ اس مہم سے واپس آکر کروں گا۔ آگے بڑھا۔ مسٹر **مٹکاف صاحب** نے بھی جو غضب کا متحمل اور مستقل مزاج پولیٹیکل شخص تھا۔ مہاراجہ لاہور کی اس بے اعتنائی کا مطلق خیال نہ کیا۔ بلکہ اپنے اصل مطلب کو پیش نظر رکھ کے

نہایت ملایمت اور صبر کے ساتھ اس موقع کے انتظار میں جبکہ مہاراجہ خود بخود معاملہ کی بات پر آجاوے ستلج کے کنارہ فتح آباد کے مقام پر ٹھہر گیا ❊

انبالہ پر قبضہ کرنا۔ ادہر مہاراجہ نے انبالہ پہنچکر وہاں کی رانی دیاکور بیوہ سردار گورنجش سنگھ کو بیدخل کر کے اُس کا سارا مال و اسباب ضبط کر لیا۔ اور وہاں اپنی چھاؤنی ڈال کر گنڈا سنگھ سائی کو ۵۰۰ سواروں کے ساتھ تعینات کیا۔ بعد ازاں ساہنے وال۔ چاندپور۔ دہاری۔ بہرام پور وغیرہ مقامات کو جنکی سالانہ آمدنی پچاس ہزار روپیہ کی ہوگی۔ فتح کر کے دیوان محکم چند کو جاگیر میں عطا فرمائے۔ اور سوائے خاص شہر انبالہ کے رانی دیاکور کا تمام علاقہ جو معرض ضبطی میں آیا تھا۔ راجہ نابھہ کو مرحمت کیا۔ اور سردار کرم سنگھ شاہ آبادی وغیرہ سے نذرانہ وصول کر کے رحیم آباد۔ ماچھی واڑہ۔ کاہنا۔ تروکوٹ پھلدودی وغیرہ علاقہ جات سردار فتح سنگھ آہلو والیہ و کرم سنگھ ناگلہ دونوں کے درمیان تقسیم کر دیئے ❊

مہاراجہ لاہور کا مہاراجہ پٹیالہ سے پگڑی بدلنا پھر لکھنور کے مقام پر راجہ **صاحب سنگھ** والی پٹیالہ کو ملا کے ۲۴۔ نومبر کو اس کے ساتھ مہاراجہ نے پگڑی بدلنے کی رسم ادا کی۔ اور اُس کو اپنا دہرم کا بھائی قرار دیکر اقرار کیا۔ کہ میں تمہارے ملک پر کبھی دست انداز نہ ہوں گا۔ اور ہمیشہ تمسے رابطہ اتحاد رکھوں گا۔ چنانچہ جانبین میں ایک عہدنامہ تحریر ہو کر دونوں کے دستخط اور مہر ثبت ہو گئے۔ لیکن باوجودیکہ یہ سب کچھہ ہوا۔ مگر دونوں کا دل صاف نہ تھا۔ ہر ایک اپنی اپنی وقت گذاری کر رہا تھا۔ راجہ **صاحب سنگھ** نے جو کچھہ کیا وہ مہاراجہ کے خوف سے اور مہاراجہ نے صرف اس غرض سے کہ بجائے ستلج کے جمنا مہاراجہ لاہور کی سرحد قرار پاوے ❊

مہاراجہ کا واپس ہونا اور سرکار انگریزی کے ساتھ سامان جنگ کا کرنا اب جب مہاراجہ نے اپنی طرف سے جمنا کو سرحد قایم کرنیکا ہر ایک طرح سے پختہ انتظام کر لیا۔ تو فوراً پیچھے کو باگ موڑی۔ اور بکوچ یلغر ستلج عبور کر کے ۴۔ کو امرتسر پہنچے۔ سفیر انگریزی نے مہاراجہ کے سامنے گورنمنٹ ہند کا یہ قطعی فیصلہ پیش کیا۔ کہ چونکہ ابتدا سے دریائے ستلج کے پائیں کنارہ کا ملک سلاطین دہلی کی ماتحتی میں رہا ہے۔ اور علے ہذا سکھہ سرداران بھی بادشاہ دہلی کے ماتحت رہے ہیں۔ اسوجہ سے اس ملک پر سوائے گورنمنٹ انگلشیہ کے اور کسی دوسری سلطنت کا استحقاق بالادستی نہیں ہو سکتا۔ علاوہ اس کے چونکہ سنہ ۱۸۰۵ء میں مہاراجہ لاہور نے خود لارڈ **ڈلیک صاحب** سے یہ کہا تھا۔ کہ دریائے ستلج ہمارے و آپ کے درمیان سرحد رہیگی۔ اس لحاظ سے اب اس کے برخلاف کرنا گویا مہاراجہ کو خود اپنی زبان سے منحرف ہو کر عہد شکنی کرنا ہے۔ لہذا مناسب یہی ہے۔ کہ مہاراجہ صاحب ستلج پار سے اپنا بالکل دخل اُٹھالیں"۔ لیکن اب مہاراجہ کو اپنا قبضہ ستلج اور جمنا کے درمیان سے اُٹھانا بہت مشکل ہو گیا۔ اس نے فوراً گورنمنٹ انگریزی سے اس معاملہ پر جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور ہر طرف سے افواج کو امرتسر میں جمع ہونیکا حکم دیدیا۔ دیوان محکم چند کو جو اُسوقت کانگڑہ کیطرف تھا۔ بلا کر ایک کثیر فوج کے ساتھ پھلور کے مقام پر مامور کیا۔ قلعہ گوبندگڈھ کے

برجوں پر چار توپیں رکھوادیں۔ اور اُس کو وقت ضرورت کے جائے پناہ خیال کرکے جو واقعی ایسے موقع کے لیئے ایک نہایت مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا۔ اُس میں ہر ایک قسم کا سامان کمسریٹ وحرب وغیرہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور اپنی تمام فوج کو گولی بارود با فراط تقسیم کراکے انگریزوں کے ساتھ ایک خونخوار مقابلہ کے لیئے مستعد ہوگیا✢

کرنل آکٹرلونی صاحب کا سفیر انگریزی کی مدد کیلیئے پنجاب کو روانہ ہونا

اُدھر لارڈ منٹو صاحب گورنر جنرل ہند نے بھی کرنل آکٹرلونی صاحب کو ایک معقول تعداد انگریزی سپاہ کی دیکر سفیر کی امداد میں پنجاب کو روانہ کیا۔ اور ہدایت کی کہ جسطرح ہوسکے مہاراجا لاہور کو ستلج تک محدود کرکے (جن سرداران اینروے ستلج کو مہاراجہ لاہور نے اس بحث کے پہلی بار چھڑنے سے بعد بزور مغلوب کرکے اُن کا علاقہ چھین لیا ہے۔) اُن کو ازسرنو اُن کی ریاستوں پر قایم کیا جاوے✢ چنانچہ سر ڈیوڈ آکٹرلونی صاحب روانہ ہوکر پہلے انبالہ میں وارد ہوئے۔ اور وہاں رانی دیا کور اُس کے اپنے علاقہ پر قایم کرکے پٹیالہ نابھہ وغیرہ ریاستوں میں سے گذر کر جہاں کے رئیسوں نے اُن کی آمد پر اپنی عین خوشی ظاہر کی۔ لدھیانہ پہنچے یہاں انگریزی سپاہ پہلے سے بھی موجود تھی جنکو اپنے ساتھ شامل کرکے کرنل آکٹرلونی صاحب نے اپنی طاقت کو اچھی طرح سے مستحکم کرلیا۔ اور سفیر انگریزی کے پیغام کے انتظار میں وہیں ٹھہر گئے✢

انگریزی فوج کے آگے بڑھنے کی خبر نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو گو قدرے مشوش کیا۔ مگر اُس نے اپنی ذاتی بلند ہمتی اور اعلےٰ حوصلگی سے اس بات کی کچھہ پرواہ نہ کی۔ اور نہ سفیر کی رائے سے اتفاق کرنے پر کسی نوع سے اپنا میلان خاطر ظاہر کیا۔ وہ اپنی بہادر قوم کے سپاہیوں کی طاقت اور شجاعت سے بخوبی واقف تھا۔ اور صرف یہی گھمنڈ اُس کو انگریزوں سے بمقابلہ پیش آنے کی ترغیب دیتا تھا۔ ورنہ انگریزوں کی باقاعدہ اور آتش فشاں لڑائی کے ڈھنگ سے بھی وہ کچھہ بے خبر نہ تھا✢

سفیر کی سپاہ کے ساتھ اکالیوں کا تکرار

ابھی یہ دونوں طرف سے کشمکش جاری تھی۔ اور کسی بات کا فیصلہ نہ ہونے پایا تھا۔ کہ امرتسر میں ایک اور تازہ گُل کھلا۔ یعنی سفیر انگریزی کی سپاہ کا اکالیوں سے عشرہ محرم کے دن تعزیہ کی دھوم دھام پر تکرار ہو پڑا۔ اور دونوں طرف سے کشت وخون کی نوبت پہنچ گئی۔ اس جھگڑے کی مختصر کیفیت اسطرح پر ہے۔ کہ سفیر انگریزی کے ساتھ جو ہندوستانی مسلمان سپاہی تھے۔ اُنہوں نے بوجہ آجانے ایام محرم کے اپنے لشکر میں حسب دستور سابق ایک بڑا بھاری تعزیہ بنایا۔ اور عشرہ محرم کے دن اُس کو بڑی دہوم دہام کے ساتھ انگریزی باجہ بجاتے "اور حسن حسین" کہتے ہوئے شہر میں گشت کے لیئے لے گئے۔ تمام شہر میں سے ہوکر جب تعزیہ اکالیوں کے ڈیرہ کے پاس پہنچا تو اکالیوں کو جو متعصب مذہب بدرجہ غایت ہوتے ہیں۔ اپنے سکھوں کے راج میں مسلمانوں کے مذہبی فرایض کا اس آزادانہ طور سے ادا ہونا سخت ناگوار گذرا۔ اور اُنہوں نے فوراً بلا کسی حیل وحجت کے سفیر کی سپاہ پر حملہ کرکے اُن کا تعزیہ وغیرہ توڑ ڈالا۔ اور اُن کے کئی ایک آدمیوں کو نقصان بھی پہنچایا۔ پہلے تو وہ سپاہی بالکل خاموش رہے

لیکن بعد میں بوجہ جوش مذہبی کے اُن سے بھی چپ چاپ نہ رہا گیا۔ اور اُنہوں نے بھی جو انگریزوں کے قواعد دان سپاہی تھے اپنے اپنے ہتھیار سنبھال لیئے۔ پھر کیا تھا۔ خوب گتھم گتھا لڑائی ہونے لگی۔ سوٹے پہ سوٹا برسنے لگا۔ تلوار سے تلوار کھٹکنے لگی۔ جن کے پاس بندوقیں تھیں۔ اُنہوں نے ایک فیر سے دو دو چار چار کو گرانا شروع کیا۔ علیٰ ہذا اکالیوں نے بھی اکال اکال کہہ کے اپنے سلوتر سنگھ اور سری صاحب سے خوب کام لیا۔ اور جو اُن کے ہتھے چڑھا خالی نہ بچا۔ اکالیوں کی تعداد بہ نسبت ہندوستانیوں کے دوگنی تھی۔ مگر کجا وہ انگریزی قواعد سیکھے اور اعلےٰ درجہ کے پٹے باز گتکا پھری داؤ گھات سب سے واقف۔ کہاں یہ نہنگ سنگھ جنہوں نے قواعد کا کبھی جنم سے نام بھی نہ سنا ہو۔ اور گتکا پھری یا پٹہ کا ہاتھ تو جانے اُن کی بلا۔ صرف ایک بھنگ پینے کے عاشق ہوں پیر رکھنے کہیں لگنے پڑتا کہیں تھا بھلا اُن کے سامنے کیا کر سکتے تھے ✤ اکالیوں میں ایک بڑی بھاری صفت یہ ہے۔ کہ یہ لوگ پیچھے ہٹنے کا تو نام نہیں جانتے۔ بلکہ اسی وجہ سے یہ لوگ سکھوں کے حملہ میں سب سے آگے رکھے جاتے تھے۔ اور اکثر اسی اس عمدہ صفت کی بدولت کامیاب بھی ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ کہ یہ لوگ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے مگر پیچھے نہیں ہٹے۔ اُسوقت کی یہ ساری کیفیت مہاراجہ **رنجیت سنگھ** اپنے قلعہ گوبندگڈھ میں بیٹھا ہوا دور سے بچشم خود دیکھ رہا تھا جب اُس نے دیکھا کہ اکالیوں کو شکست ہوئی۔ تو وہ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کے جائے موقع پر پہنچا۔ لیکن دیکھا۔ تو یہاں ابھی لڑائی ہو رہی تھی۔ چنانچہ اُس نے فوراً امن کے لیئے ہاتھ اٹھایا۔ جس کے دیکھتے ہی سب نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ پھر اُسیوقت مہاراجہ انگریزی سفیر کے خیمہ میں گیا۔ جو اُسوقت اس ماجرے کا حال سنکر ایک بڑے غضب کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن مہاراجہ نے اپنی دانائی سے صاحب موصوف کو بہت جلد ٹھنڈا کر لیا۔ اور اکالیوں کی متعصب طبیعت کا حال بیان کر کے ظاہر کیا۔ کہ آپ معاف کریں۔ ایسے موقعوں پر جہاں مذہبی جوش کا تعلق ہوتا ہے۔ اکثر جہالت ہو جایا کرتی ہے۔ دوسرے انگریزی سپاہ کی قواعد دانی اور بہادری کی بہت تعریف کر کے اُن کو انعام دینا چاہا۔ جسکو کرنل **مٹکاف صاحب** نے بطور ہرجانہ اپنی سپاہ کے منظور کر لیا۔ اور دو چار اکالیوں کو مہاراجہ نے سزا دے کر معاملہ کو رفع دفع کر دیا ✤

اس فساد کا اثر۔

لیکن اس معرکہ کا اثر مہاراجہ لاہور کی طبیعت پر انگریزوں کی طرف سے بہت اچھا پہنچا۔ اور اُس کے دل میں بھی اپنی فوج کو انگریزی قواعد سکھلانے کا شوق پیدا ہوا ✤

دربار لاہور اور سرکار انگریزی کے درمیان صلح ہو کر دریائے ستلج کا حد فاصل مقرر ہونا۔

اس کے بعد اب مہاراجہ لاہور کو منظور ہوا۔ کہ سفیر انگریزی کے ساتھ جلد فیصلہ ہو جاوے چنانچہ اُس نے سردار **فتح سنگھ** آہلووالیہ وغیرہ اپنے دو چار رفیقوں و مصاحبوں کو جمع کر کے اس معاملہ پر مشورہ کیا۔ اور اس بات کے ہر ایک پہلو پر نظر ڈالکر ایک کامل غور کے بعد سب کی یہی رائے قرار پائی کہ سرکار انگریزی کے ساتھ فی الحال جنگ کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ ابھی مہاراجہ لاہور کا خاص اپنے ہی ملک پر

اچھی طرح تسلط نہیں ہوا۔ مبادا پنجاب کے ہی سکھ سردار جنکو مہاراجہ کے عروج اقبال و ترقی دولت و مال سے نقصان پہنچا ہے۔ انگریزوں کے ساتھ جیسے ستلج پار کے لوگ مل گئے ہیں۔ مل جاویں۔ اسوقت سوائے خفت اور پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اسلیئے اگر ستلج پار کا علاقہ انگریزوں کیطرف چلا جاوے۔ تو چنداں ہمارا حرج نہیں۔ کیونکہ مغرب و شمال کا تمام ملک کابل و کشمیر تک ابھی ہمارے فتح کرنے کو پڑا ہے۔ مہاراجہ نے بھی اس رائے کے ساتھ اپنا اتفاق ظاہر کیا۔ اور سفیر انگریزی کے مسودہ شرایط عہدنامہ کو منظور فرماکے حکم دیا۔ کہ ستلج پار سے فوجیں بقدر معمول فوراً واپس منگائی جاویں ٭ الغرض ۲۵۔ اپریل ۱۸۰۹ء کو دونوں سرکاروں کے درمیان رابطہ اتحاد قایم ہوکر ایک عہدنامہ تحریر ہوگیا۔ جس کی رو سے یہ قرار پایا۔ کہ دریائے ستلج سرکار انگریزی و دربار لاہور کے درمیان حد فاصل قایم ہو۔ سرکار انگریزی کو ستلج کے شمال مہاراجہ کی حدود سلطنت میں کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اور نہ مہاراجہ کو ستلج کے پار اُن کی سرحدیں کسی قسم کی ناواجب دست اندازی کرنیکا مجاز ہوگا۔ اور یہ دونوں سلطنتیں ہمیشہ باہم اتحاد و محبت رکھیں گی ۱؎

۱؎ Treaty between the British Govt: & Maha Raja Ranjit Singh of Lahore

Whereas certain differences which had arisen between the British Govt & The Raja of Lahore have been happily and amicably adjusted, and both parties being anxious to maintain the relations of perfect amity & concord, the following articles of treaty, which shall be binding on the heirs & successors of the two parties, have been concluded by Raja Ranjit Singh on his own part, and by the agency of Charles Theophilus Metcalfe, Esqr:, on the part of the British Govt: –

Article I. – Perpetual friendship shall subsist between the British Govt: & the State of Lahore. The latter shall be considered, with respect to the former to be on the footing of most favoured powers, and the British Govt: will have no concern with the territories & subjects of the Raja to the northward of the river Sutlej.

Article II. – The Raja will never maintain in the

اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ اس عہدنامہ کے معاملہ کا بخیریت تمام انجام کو پہنچ جانا لارڈ منٹکاف صاحب سفیر انگریزی کی خاص لیاقت اور غایت درجہ کی مستقل مزاجی اور بردباری کا نتیجہ ہے۔ علاوہ اس کے کرنل آکٹرلونی صاحب کا بھی ایسے وقت میں جبکہ سفیر انگریزی کو اپنے مطلب کے حاصل کرنے میں بہت ہی دقت اور دشواری پیش آرہی ہو۔ ایک معقول فوج کے ساتھ لدھیانہ تک بلا کسی روک ٹوک کے پہنچ جانا بہت مفید ہوا۔ ورنہ اگر سفیر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۷) انگریزی

territory occupied by him & his dependents on the left bank of the river Sutlej more troops than are necessary for the internal duties of that territory, nor commit or suffer any encroachments on the possession & rights of the Chiefs in its vicinity.

Article III. In the event of a violation of any of the preceding articles or of a departure from the rules of friendship on the part of either state, this treaty shall be considered to be null & void.

Article IV. Relates to the ratification of the treaty by His Excellency the Governor Genl in Council.

Seal & Signature of C. T. Metcalfe. }

{Signature & Seal of Raja Ranjit Singh

Company's Seal

Sd/- Minto

Ratified by the Governor General in Council on 30 May 1809.

فوج انگریزی جمنا کے پار نہ اُتری ہوتی۔ اور مہاراجہ کا ستلج کے پار چوتھا دورہ شروع ہو گیا ہوتا۔ تو پھر سرکار انگریزی کو بھی ستلج اور جمنا کے درمیان اپنے استحقاق بالادستی کو قایم کر کے دریاے ستلج تک اپنی سرحد مقرر کرنا ایک بہت مشکل امر ہوتا یکم مئی ۱۸۰۹ء کو بعد طے پانے کل امورات عہدنامہ کے کرنل **مٹکاف صاحب** امرتسر سے واپس گئے۔ اور اُس وقت سے لیکر اپنی حیات تک مہاراجہ **رنجیت سنگھ** ہمیشہ انگریزوں کا سچّا دوست رہا۔ اور اُس نے کبھی اپنے عہد کے برخلاف قدم رکھنے کا ارادہ نہ کیا۔ علے ہذا سرکار انگریزی بھی مہاراجہ لاہور کے ساتھ ہمیشہ ویسا ہی سلوک رکھتی رہی۔ اور اس کی ترقی اقبال وجاہ وجلال کی صدق دل سے نیک خواہاں رہی +

مہاراجہ کا اپنی سرحد کو مضبوط کرنا۔

اب بعد واپس چلے جانے سفیر انگریزی و طے ہو جانے کل معاملہ حد فاصل کے سب سے پہلا کام مہاراجہ کا اپنے قلعہ جات وجدید سرحدی مقامات کو زیادہ تر مضبوط و محفوظ کرنے کا ہوا۔ یعنی قلعہ پھلور کی دیواروں کو از سر نو مرمت کرا کے اُس کے چاروں طرف ایک بڑی گہری پختہ خندق بنوائی۔ اور شیر شاہ بادشاہ کی سرائے کو جو وہیں ستلج کے کنارے پر پھلور میں ایک نہایت مستحکم اور مضبوط عمارت میں بنی ہوئی تھی۔ قلعہ کے طور پر تعمیر کرا کے اس میں بھی توپخانہ اور فوج کے رہنے کا حکم دیا۔ اس سے پیشتر قصبہ پھلور پر سردار دھرم سنگھ قابض تھا۔ مگر مہاراجہ کے حکم سے دیوان محکم چند نے جو اس طرف تمام ملک دوابہ بست جالندہر اور کوہستان کا دربار لاہور کی طرف سے افسر اعلیٰ تھا۔ اُس کو بیدخل کر کے تمام علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ دھرم سنگھ نے مہاراجہ کے حضور پہنچکر بہت واویلا کیا۔ اور چاہا کہ اُسکو کچھہ گذارہ کے لیئے ملجاوے۔ لیکن اُسکی شنوائی کچھہ نہ ہوئی۔ الغرض پھلور کے قلعہ کو جو دریائے ستلج کے شمالی کنارے پر واقع ہے۔ ایک معقول تعداد فوج سے محفوظ کر کے دیوان محکم چند کو وہاں کا قلعہ دار یا سرحدی حفاظت کا ایک اعلےٰ ذمہ دار افسر مقرر کیا گیا۔ اور اسیطرح سے قلعہ گوبندگڈہ واقع امرتسر کے چاروں طرف بھی ایک پختہ اور مضبوط گہری خندق تعمیر کرا کے اُس میں ایک تعداد سپاہ کی مامور کی گئی۔ اور ان دونوں مقامات میں میگزین و کمسریٹ وغیرہ کے کل سامان حرب و اشیاء باربرداری و رسد وغیرہ کا ایک بڑا بھاری ذخیرہ رکھا گیا +

ہندوستان کے دیگر رؤسا کا دربار لاہور سے سازش کرنے کی کوشش کرنا۔

بیان کیا گیا ہے۔ کہ مہاراجہ لاہور اور سرکار انگریزی کے مابین عہدنامہ تحریر ہو جانے کے بعد بھی ایک مدت تک مہاراجہ سیندھیا والی گوالیار و جسونت رائے ہلکر و امیر خاں روہیلہ وغیرہ کے دلوں میں یہ امید بنی رہی۔ کہ شاید سکھوں کی مدد سے وہ انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نکال دینے میں کامیاب ہو جائیں۔ چنانچہ اسی امید میں ایک عرصہ تک سیندھیا و ہلکر و امیر خاں وغیرہ ہندوستان کی مشہور مشہور طاقتوں کے وکیل دربار لاہور میں آتے جاتے رہے۔ بلکہ تھوڑے دنوں بعد یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ مہاراجہ لاہور پھر سرداران سس ستلج سے درپردہ رفاقت بڑہانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ سب باتیں لغو اور فضول معلوم ہوئیں۔ اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ سرکار انگریزی پر غالب آنے کی امید قطع کر کے خاموش ہو رہا۔ بلکہ دربار

لاہور اور سرکار انگریزی کے باہم تعلقات بہت ہی گہرے اور صادق ثابت ہوئے ✤

مہاراجہ کا گورکھیوں کو شکست دینا اور قلعہ کانگڑہ پر قبضہ کرلینا۔

سمت ۱۸۶۶ب سمت ۱۸۶۶ بکرمی میں گورکھیوں نے پہاڑی علاقہ میں پھر سر آنکالا۔ اور امر سنگھ تھاپہ نے تمام علاقہ فتح کرکے کانگڑہ کے قلعہ کا جو بہت پختہ اور مضبوط تھا محاصرہ کرلیا۔ راجہ سنسار چند نے مہاراجہ لاہور کو اپنا بھائی سردار فتح چند بھیجکر اپنی مدد پر بلا بھیجا۔ چنانچہ مہاراجہ نے فوراً اُس طرف کو کوچ کیا۔ مگر جب مہاراجہ کا لشکر وہاں پہنچ گیا۔ تو سنسار چند نے ایک بڑی بیوقوفی کی۔ یعنی ادہر تو مہاراجہ کو یہ وعدہ کرکے بلا بھیجا تہا۔ کہ اگر آپ میرے علاقہ میں سے گورکھیوں کو نکال دیں۔ تو اس سلوک کے عیوض میں آپکو کانگڑہ کا قلعہ دیدوں گا۔ اُدھر امر سنگھ تھاپہ کو یہ پیغام دیا۔ کہ اگر تو ہماری جان بخشی کا وعدہ کرے۔ تو ہم قلعہ چھوڑکر باہر نکل آتے ہیں۔ اور تو اپنا دخل کرلے۔ اس پر مہاراجہ کو بہت غصہ آیا۔ اور مہاراجہ

۱۸۰۹ء نے راجہ اور گورکھیوں کی سپاہ کو شکست دیکر ۲۴۔ اگست ۱۸۰۹ء کو قلعہ پر اپنا قبضہ کرلیا۔ امر سنگھ تھاپہ نے وہاں سے کوچ کرکے ملاگرہ کے قلعہ کو گھیر لیا۔ لیکن سکھوں کی فوج نے اسکا تعاقب کرکے وہاں سے بھی اُسکو چلتا کیا۔ کہتے ہیں کہ خالصہ فوج نے ان دونوں مقاموں پر گورکھیوں کی فوج کو بہت سخت نقصان پہنچایا۔ اور آخرکار امر سنگھ کو لاچار ہوکر اپنے ملک کو واپس جانا پڑا۔ اس کے بعد امر سنگھ نے کئی مرتبہ **سر ڈیوڈ آکٹرلونی صاحب** کو اپنے ساتھ پنجاب کے حملہ میں شریک

۱۸۱۵ء کرنے کی کوشش کی۔ مگر ہر بار ناکامیاب رہا۔ ۱۸۱۵ء میں گورکھیوں کا سرکار انگریزی سے بھی مقابلہ ہوا۔ جس میں انکو سخت شکست ملی۔ اور اس کے بعد انہوں نے پھر کبھی اس طرف آنے کا ارادہ نہیں کیا ✤

کانگڑہ کا انتظام مہاراجہ نے سردار دیسا سنگھ مجیٹھہ کے سپرد کرکے اُسکو نہ صرف اُسی جگہ کا قلعہ دار بنایا۔ بلکہ اُس گرد نواح کی تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا جن کے نام ذیل میں درج ہیں۔ افسر اعلےٰ مقرر فرمایا:۔

چنبہ[۱]۔ نورپور[۲]۔ شاہ پور[۳]۔ کوٹلہ[۴]۔ جسروٹہ[۵]۔ بسوہلی[۶]۔ مانکوٹ[۷]۔ جسورن[۸]۔ سیبا[۹]۔ گولیر[۱۰]۔ کہلور[۱۱]۔ منڈھی[۱۲]۔ سکیت[۱۳]۔ کلو[۱۴]۔ داتار پور[۱۵] ✤

ہریانہ و بھوپ سنگھ کے ملک پر قبضہ کرنا

پھر یہاں سے مہاراجہ لاہور جوالامکھی کے پہاڑ کا سیر فرماتے ہوئے اور رو آلیان سکیت۔ کلو منڈی وغیرہ سے نذرانہ لیتے ہوئے جالندہر دوآب میں تشریف فرما ہوئے۔ اور ہریانہ و بھوپ سنگھ کے ملک کو اپنے قبضہ میں لاکر امرتسر جی میں واپس آئے۔ جہاں ہولی کا تیوہار بڑی دہوم دہام سے منایا گیا ✤

پھر اسی سال میں مہاراجہ نے دیوان بہوانی داس کو ایک برجستہ فوج کے ساتھ جموں فتح کرنے کے لیئے جو اُسوقت ایک شخص ڈیڈو نامی ڈوگرہ کے قبضہ میں تھا روانہ کیا۔ اس بہادر سردار نے ایک ماہ کی لگاتار لڑائی کے بعد جموں کو فتح کرکے مقبوضات دربار لاہور کے ساتھ شامل کیا۔ اور قلعہ سید گڈہ میں مہاراجہ کا تھانہ قایم ہوگیا ✤

مہاراجہ لاہور کا قصبہ وزیرآباد پر حملہ

اُنہی دنوں میں جب جودہ سنگھ رئیس وزیرآباد کا انتقال ہوگیا۔ تو مہاراجہ نے اُسکا ملک ضبط کرنے کے لیئے اُسطرف کو کوچ کیا۔ جب نزدیک پہنچا۔ تو اُس کے بیٹے گنڈا سنگھ نے ایک لاکھ روپیہ نذرانہ دیکر

اپنی پدری جائداد اور علاقہ کو بشرط اطاعت پھر اپنے نام لکھا لیا۔

مہاراجہ نے گجرات ضبط کر لیا۔

یہاں سے مہاراجہ نے دریائے چناب عبور کر کے اسلام گڈھ کا قلعہ جو صاحب سنگھ بھنگی رئیس گجرات کے قبضہ میں تھا ضبط کر لیا۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ جلال پور کے قلعہ کو بھی جہاں صاحب سنگھ بھنگی اسلام گڈھ کے قلعہ سے بھاگ کر پناہ گزین ہوا تھا۔ حملہ کر کے بلا کسی لڑائی وغیرہ کے حاصل کر لیا۔ جب مہاراجہ کا لشکر یہاں پہنچا۔ تو صاحب سنگھ مارے خوف کے بھاگ کر قلعہ منگلا میں جو رہتاس اور قصبہ میرپور کے درمیان واقع ہے۔ چلا گیا۔ اس کے بعد مہاراجہ نے اپنے لایق مشیر فقیر عزیز الدین کو ایک برجستہ فوج دیکر خاص گجرات پر قبضہ کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ چنانچہ فقیر عزیز الدین نے ایک دستہ فوج کے ساتھ وہاں پہنچکر فوراً قبضہ کر لیا۔ سکھوں کی فوج نے چاہا۔ کہ گجرات شہر میں اپنی لوٹ کا ہاتھ دکھلادیں۔ مگر فقیر عزیز الدین نے جو ایک نہایت لایق اور باتمیز شخص تھا فوج کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ خالصہ جی فوراً اس سے ناراض ہو گیا۔ مگر چونکہ وہ ایک عقلمند اور تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ اس نے فوج کو ناراض کرنا بھی مناسب نہ سمجھکر گجرات کی رعایا پر ایک مختصر سا ٹیکس لگا کے اپنی سپاہ کو دیدیا۔ جس سے وہ بہت خوش ہو گئی۔ بعد ازاں فقیر عزیز الدین نے صاحب سنگھ بھنگی وہاں کے رئیس کا تمام مال و اسباب و خزانہ ضبط کر کے اپنے آقائے نامدار کے پاس جلال پور کے مقام پر پہنچا دیا۔ جس کو دیکھکر مہاراجہ بہت خوش ہوا۔ اور اپنے وزیر کے اس نمایاں کام کی داد میں اس کو ایک بیش بہا خلعت عطا کر کے اسی کے بھائی کو گجرات کا حاکم اعلےٰ یعنی گورنر مقرر کیا

شاہ زمان کا اندھا ہو کر پنجاب میں آنا

اس مقام پر مہاراجہ کے پاس یہ خبر پہنچی۔ کہ **شاہ زمان** بادشاہ کابل کو اس کے وزیروں نے اندھا کر کے تخت سے اُتار دیا ہے۔ اور وہ اپنی جان کے خوف سے بھاگ کر پنجاب میں بمقام راولپنڈی چلا آیا ہے۔ مہاراجہ نے سن کر بہت افسوس ظاہر کیا۔ اور **شاہ زمان** کے وکیل کو جو اسوقت حاضر تھا بلا کر راولپنڈی کے خزانہ پر یہ حکم لکھدیا۔ کہ پچاس روپیہ ہر روز واسطے خرچ شاہ زمان کے کاردار لوگ خود بادشاہ کے پاس پہنچا آیا کریں۔

بعد ازاں مہاراجہ کا ارادہ ہوا۔ کہ قلعہ منگلا کو بھی جہاں صاحب سنگھ بھنگی پناہ گیر ہوا ہے فتح کر لیں۔ مگر اس کی عورت نے جو مہاراجہ کے رشتہ میں پھوپھی تھی۔ ایک نہایت عاجزانہ اور مودبانہ عرضداشت بھیجکر مہاراجہ سے درخواست کی کہ اب گورو کے واسطے اس کے خاوند کی جان بخشی کیجاوے۔ اور قلعہ منگلا اس کے پاس بطور گذارہ کے چھوڑ دیا جاوے کیونکہ اس کی بربادی اور تباہی میں اب کوئی بات باقی نہیں رہی۔ مہاراجہ نے اپنی پھوپھی کی درخواست کو منظور کر لیا۔ اور قلعہ منگلا صاحب سنگھ کے پاس بطور گذارہ چھوڑ کر خوشاب کی طرف روانہ ہوا۔ اور فتح خاں حاکم قلعہ کچھ کو طلب کیا۔ لیکن وہ نہ آیا۔ مہاراجہ کو اس کی گستاخی پر بہت افسوس ہوا۔ اور کمال غضب سے حکم دیا۔ کہ اس کے قلعہ کو چاروں طرف توپیں رکھ کے اُڑا دو۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہو کر گولے چلنے لگے۔ فتح خاں نے بھی آنکھیں کھولیں۔ اور

سمجھا کہ سوائے عاجزی کے اور کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا۔ فوراً امان مانگی اور مہاراجہ کے پاس حاضر ہو کر جان بخشی کی درخواست کی۔ مہاراجہ نے اُس کو قید کر کے قلعہ کانگڑہ میں بھیجدیا۔ اور اُس کا تمام علاقہ ضبطی میں آیا ✤ پھر مہاراجہ نے سردار عطر سنگھ دہاری کو ایک برجستہ فوج دیکر حکم دیا۔ کہ قلعہ ساہیوال اور خوشاب کو فتح کر کے بہت جلد اپنے قبضہ میں لے آوے۔ چنانچہ اُس بہادر نے آقا کے حکم میں ذرا بھی دیر نہ کی۔ اور بہت جلد اُن دونوں مقامات کو اپنے قبضہ میں لے آیا ✤

سنہ ۱۸۱۰ء

شاہ شجاع کا پنجاب میں آنا۔

اسی درمیان میں کابل سے شاہ **شجاع** بھی شکست کھا کر پنجاب میں بھاگ آیا۔ اور ۳۔ فروری سنہ ۱۸۱۰ء کو خوشاب کے مقام پر مہاراجہ **رنجیت سنگھ** سے ملا۔ مہاراجہ نے شاہ مذکور کے ساتھ نہایت تپاک سے ملاقات کر کے اُس کی شاہانہ خاطر و تواضع کی۔ اور ایک ہزار دو سو پچاس روپیہ اُس کی ضیافت میں خرچ کیا۔ اس کے بعد شاہ **شجاع** بہت جلد اپنے بھائی **شاہ زمان** سے ملنے کے لئے راولپنڈی چلا گیا۔ اور وہاں سے

شاہ شجاع کا اقوام کوہی کی مدد سے پشاور پر قابض ہونا۔

پشاور کے قرب و جوار کی پہاڑی اقوام کو اپنے ساتھ شامل کر کے شاہ محمدؐ کو ایک سخت شکست دی۔ اور ۲۰۔ مارچ کو پشاور میں داخل ہو کے جہاں کی رعایا اُس کے ساتھ بڑے خلوص سے پیش آئی بہت سے مغربی حصہ کے ملک پر اپنا قبضہ کر لیا۔ مگر چھ ماہ کے بعد اُس کی قسمت نے پھر پلٹا کھایا۔ اور گردش کے

سمت ۱۸۶۶ب

شاہ شجاع کا پھر شکست کھا کر پنجاب میں آجانا

ایام آموجود ہوئے۔ یعنی محمد عظیم خاں فتح خاں وزیر کے بھائی نے شاہ **شجاع الملک** کو ایک فاش شکست دیکر پھر اٹک کے پار نکال دیا ✤

آخیر سمت ۱۸۶۶ب

مہاراجہ کا ملتان پر چڑھائی کرنا۔

اُدہر مہاراجہ نے بعد فتح کرنے خوشاب اور ساہیوال کے ملتان کیطرف جونہی بار کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر لڑائی شروع کر دی۔ ملتان کے نواب کا در اصل لڑائی کا ارادہ نہیں تھا۔ لیکن جب اُس کے سر پر تلوار آچمکی۔ تو ناچار اُس کو بھی اپنے بچاؤ کی فکر میں تلوار پکڑنی پڑی۔ الغرض دونوں طرف سے گولہ باری شروع ہو گئی دن رات آگ برسنے لگی۔ مہاراجہ کے دو ایک مشہور مشہور اور نامی نامی سردار عطر سنگھ دہاری وغیرہ کام آئے۔ اور سردار نہال سنگھ اٹاری والہ و سردار ہری سنگھ نلوہ وغیرہ زخمی ہوئے۔ مہاراجہ نے اپنی سپاہ کو کمال غضب کے ساتھ حکم دیا۔ کہ اور زیادہ زور ڈالیں۔ مگر دوسری طرف نواب کی فوج بھی قلعہ کے اندر سے جان توڑ کر لڑ رہی تھی۔ کچھ پیش نہ گئی۔ حتے کہ زمزمہ توپ جس میں اڑھائی من کچے کا گولہ پڑتا تھا۔ منگا کر قلعہ کے دروازہ کے سامنے رکھی گئی۔ مگر چونکہ اُس توپ کے باترکیب چلانیوالے آدمی مہاراجہ کی فوج میں اُسوقت موجود نہ تھے۔ اسلیئے اُسکا بھی کچھ بس نہ چلا۔ ابھی کسی طرف کا بازو نہیں ہلا تھا۔ کہ نواب نے خلقت خدا کا نقصان ناحق کرانا مناسب نہ سمجھکر مہاراجہ کے پاس یہ کہلا بھیجا۔ کہ آپ محاصرہ اُٹھا لیں اور میرے کسی عزیز کو خراج اور نذرانہ کے عیوض اپنے ہمراہ لیجادیں۔ جبتک خراج ادا نہ ہو جائے۔ اُس کو اپنے پاس رکھیں۔ چونکہ اُسوقت مہاراجہ کی فوج میں بیماری پھیل گئی تھی۔ اور وہ خود بھی محاصرہ کے اُٹھانے پر رضامند ہو رہا تھا۔ اسلیئے اُس نے نواب کی درخواست کو قبول کر کے محاصرہ اُٹھانے کا حکم

دیدیا۔ اور ابوبکر خاں نواب مظفر خاں کے خسرپورہ کو بطور یرغمال اپنے ہمراہ لیکر لاہور واپس آیا۔ اور اپنی فوج کو انگریزی قاعدہ پر آراستہ کرنے میں مصروف ہوا۔ چند پوربیہ لوگ انگریزی قواعد سیکھے ہوئے منگائے گئے۔ اور اُن کو معقول تنخواہ پر نوکر رکھ کے ہر فوج میں دو دو تین تین آدمی انگریزی قواعد سکھانے کے لئے مامور کیئے گئے ؀

اُدھر دیوان محکم چند کا بھی قلعہ شجاع آباد کے محاصرہ میں یہی حال ہوا۔ یعنی سکھوں کی فوج نے ۲۱۔ مارچ کو قلعہ پر نہایت زور سے حملہ کیا۔ مگر کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ پانچ روز بعد ۲۵۔ کو پھر دوبارہ حملہ کیا۔ مگر اس میں بھی کوئی بہتر نتیجہ مترتب نہ ہوا

دل سنگھ کا ملتان سے خراج وصول کرنا اور مٹھہ ٹوانا واوچ کا فتح کرنا۔

اب حالانکہ چار ماہ گذر گئے۔ مگر ملتان سے خراج نہ پہنچا۔ اسلیئے مہاراجہ نے سردار دل سنگھ اپنے ایک بہادر سپہ سالار کو چار پلٹنیں اور دو توپخانے دیکر حکم دیا۔ کہ پہلے علاقہ مٹھہ ٹوانہ واوچ فتح کرکے اپنے قبضہ میں لاؤ۔ بعدہ پچاس ہزار روپیہ نواب ملتان سے بابت خراج وصول کرکے ابوبکر خاں کو رہائی دو۔ چنانچہ بہ تعمیل حکم بالا سردار دل سنگھ نے روانہ ہوکر نہایت جوانمردی سے علاقہ جات مٹھہ ٹوانہ واوچ کو فتح کیا۔ پھر ملتان پہنچکر خراج کا تقاضہ کیا۔ نواب نے ایک ہفتہ کی مہلت مانگی جسکو اس نے منظور کیا۔ اور ایک ہفتہ کے بعد پچاس ہزار روپیہ خراج کا نواب سے وصول کرکے واپس لاہور رہوا۔ ملتان سے چل کر دل سنگھ نے علاقہ کوٹ کمالیہ کو بھی فتح کرکے شامل علاقہ مہاراجہ کیا۔ اور اس شہر کو سکھوں نے خوب لوٹا۔ جب دل سنگھ لاہور پہنچا۔ اور اس نے مہاراجہ کے حضور ایک کثیر خزانہ پیش کیا۔ تو مہاراجہ لاہور اُسپر بہت خوش ہوا۔ اور ایک خلعت فاخرہ عطا کرکے اس کی جوانمردی اور نمک حلالی کی داد دی ؀

وزیر آباد کا علاقہ ضبط کرنا۔

بعد از آں ابھی وزیر آباد کے علاقہ کو جودہ سنگھ کے بیٹے پر بعد لینے ایک کثیر رقم نذرانہ کے بحال و برقرار رکھے کچھ بہت عرصہ نہیں گذرا تھا۔ کہ اسی سال کے موسم گرما میں (جون ۱۸۱۰ء) مہاراجہ نے پھر فوج بھیجکر اسکا سارا علاقہ ضبط کرلیا۔ اور امریک سنگھ و گنڈا سنگھ متوفی سردار کے دونوں بیٹوں کو دس ہزار کی ایک جاگیر واسطے گذارہ کے عطا کی۔ اور چونکہ سرداران ملک نکہ میں ہمیشہ باہم نااتفاقی رہتی تھی۔ اسواسطے نکہ کا کل علاقہ ضبط کرکے مہاراجہ نے شہزادہ **کھڑک سنگھ** کو عطا کیا۔ صرف ایک علاقہ بھڑوال وجہ سردار کاہنہ سنگھ نکئی کے پاس رہنے دیا ؀

راجگان کوہستان سے خراج وصول کیا گیا

اسی درمیان میں دیوان محکم چند کی عرضداشت اس مضمون کی آئی۔ کہ حالانکہ عرصہ ڈیڑھ سال کا گذر گیا ہے۔ مگر راجگان کوہستان نے ابتک ایک حبہ خراج کا ادا نہیں کیا۔ اور تاوقتیکہ ایک خاص فوج مامور نہ کیجائے۔ خراج کا وصول ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مہاراجہ نے دیوان بھوانی داس و میاں موٹہ کو جو ایک ڈوگرہ سردار تھا۔ چار پلٹنیں و دو توپخانے دیکر راجگان منڈی وسکیت وغیرہ سے خراج وصول کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ دیوان بھوانی داس نے کمال جانفشانی سے پچاس ہزار روپیہ راجہ منڈی سے و ستر ہزار روپیہ کلو سے و سات ہزار روپیہ سکیت سے وصول کرکے خزانہ لاہور میں بھیجا۔ اور واپسی کے وقت حسب الحکم مہاراجہ لاہور قلعہ فیروزوالہ اور محی الدین پورہ جو سردار دیا سنگھ و گوربخش سنگھ کے قبضہ میں تھا۔ فتح کرکے تمام علاقہ مہاراجہ لاہور کے ساتھ شامل کیا ؀

بیوہ سردار بگھیل کا بیدخل کیا جانا۔ اور سردار ندہان سنگھ ہٹو کا قید میں آنا۔

انہی دنوں میں رانی رام کور بیوہ سردار بگھیل سنگھ بھی اپنی جاگیر بہادر گڈھ سے بیدخل کردیگئی۔ اور سردار ندہان سنگھ ہٹو کو اس الزام میں کہ وہ ملتان کی مہم پر ۲۵۰ مقررہ سواروں کے ساتھ شامل نہ ہوا۔ ایک ماہ کی لگاتار لڑائی کے بعد مہاراجہ نے قید کرلیا۔ اور اُس کا تمام علاقہ معرض ضبطی میں آیا۔ اسیطرح رچنا دوآب میں بھاگ سنگھ ہلو والیہ کو بہی مہاراجہ نے قید کرکے اُس کا سارا علاقہ ضبط کرلیا۔ مگر ایک ماہ کے بعد اُس کی ماں کی منت سماجت پر مہاراجہ نے اُس کو بجوات میں ایک لاکھ کی جاگیر عطا کرکے رہا کردیا۔ سردار ندہان سنگھ ہٹو کو بھی ملک راج و جمیعت سنگھ بیدی کی سفارش پر رہا کرکے ایک جاگیر دینا چاہا۔ لیکن اُسنے منظور نہ کیا۔ اور کشمیر میں جاکر فتح خاں بارکزئی کے ہاں نوکر ہوگیا۔ فتح خاں ساہیوال کے رئیس پر بہی رحم ہوا۔ اور ایک اوداسی فقیر کے کہنے سے اُس کو رہا کرکے چودہ ہزار روپیہ کی ایک جاگیر علاقہ جھنگ میں عطا کی۔ جہاں وہ تین سال رہا۔ مگر بعد ازاں دربار لاہور کی نظر اپنی طرف سے پھر پھری ہوئی دیکھکر علاقہ بھاولپور میں چلاگیا۔ اور وہاں سمت ۱۸۷۱ بکرمی میں مرگیا۔ پھر دہرم سنگھ دہرم کوٹیہ واقع جالندہر دوآب کے سردار پر جسکا علاقہ ۱۸۶۷ء میں معرض ضبطی میں آیا تھا۔ نظر کرم ہوئی۔ اور اُس کو ایک جاگیر واسطے گذارہ کے عطا کیگئی۔

رئیس بھمبر پر چڑہائی۔ سمت ۱۸۶۷ ب

بعد ازاں دیوان محکم چند کو چار پلٹنیں اور ایک توپخانہ و بعض کا یہ قول ہے کہ پانچہزار سوار دیکر علاقہ بھمبر کو مغلوب کرنے کے واسطے جہاں کے رئیس سلطان خاں کی یہ شکایت پہنچی تھی۔ کہ اُس نے اپنے بھائی اسمعیل خاں کے علاقہ پر بزور قبضہ کرلیا ہے۔ روانہ کیا۔ سردار مذکور نے وہاں پہنچکر توپیں چھوڑدیں۔ اور آگ برسانی شروع کردی سلطان خاں نے بھی نہایت جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ بلکہ ایک مرتبہ قلعہ سے باہر نکل کر سکھوں پر ایسے زور کا حملہ کیا۔ کہ اُن کو پانچ چھہ کوس تک پیچھے ہٹادیا۔ مگر آخرکار جب دوسرے روز سکھوں نے اتفاق کرکے ایک پُرجوش حملہ کیا۔ تو پھر سامنے ٹھہرنا اُس کو مشکل ہوگیا۔ اور لاچار ہوکر اُسنے چالیس ہزار روپیہ خراج دینے کا وعدہ کرکے متابعت کا پیغام دیا۔ اور اسمعیل خاں کا علاقہ بجنسہ اُس کو واپس کردینے کا اقرار کیا۔ جسکو دیوان محکم چند نے منظور کرلیا۔ اور بعد وصول کرنے ایک کثیر رقم نذرانہ علاوہ خراج کے واپس ہوا۔

ملاحظہ کان نمک و ملاقات بادشاہ کابل

پھر اسی سال کے آخیر میں مہاراجہ نے نمک کی کان کا ملاحظہ کیا۔ اور پنڈ دادنخاں کے قرب و جوار میں تین قلعے فتح کیئے۔ اسی نواح میں مہاراجہ کے پاس یہ خبر پہنچی۔ کہ شاہ محمود بادشاہ ۱۲ ہزار افغان سپاہ کے ساتھ پنجاب میں داخل ہوا ہے۔ چنانچہ مہاراجہ نے فوراً اپنے تئیں راولپنڈی کے مقام پر پہنچایا۔ اور وہاں سے بادشاہ کیخدمت میں اپنا ایک وکیل بھیجکر اُس کے پنجاب میں آنے کی وجہ دریافت کی۔ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ میں صرف صوبہ کشمیر و اٹک کو صرف اس بات کی سزا دینے آیا ہوں۔ کہ اُنہوں نے کیوں شاہ شجاع الملک کی مدد کی۔ جب یہ حال مہاراجہ کو معلوم ہوا۔ تو اُس کی تشویش رفع ہوئی۔ اور اُس نے محمود شاہ بادشاہ کابل سے راولپنڈی کے مقام پر بڑے تپاک سے ملاقات کی۔ دونوں طرف سے پہلے تحفہ تحایف پیش ہوئے۔ بعد ازاں باہم رابطہ اتحاد رکھنے کا وعدہ ہوکر مہاراجہ

لاہور کو واپس آیا۔

دیوان محکم چند کا راجپوتوں سے خراج وصول کرنا و جبیٹھ سردار کا قلعہ گولیر فتح کرنا۔

اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دیوان محکم چند کو گجرات کے شمال پہاڑی راجپوتوں سے خراج وصول کرنے کے لیئے تعینات کیا۔ جہاں سے وہ چالیس ہزار روپیہ وصول کر کے واپس آیا۔ اور سردار دلیسا سنگھ مجیٹھ کو قلعہ کوٹلہ واقع علاقہ تلوک ناتھ فتح کرنے کے لیئے نورپور کیطرف روانہ کیا۔ یہ قلعہ اسوقت دھیان سنگھ کے قبضہ میں تھا۔ جو کسی زمانہ میں راجہ گولیر کا وزیر رہ چکا تھا۔ مہاراجہ نے حکم دیا۔ کہ اگر مجیٹھیہ سردار اس قلعہ کو ایک ہفتہ کے اندر فتح کر لیگا۔ تو اس کو نصف علاقہ جاگیر تلوک ناتھ کا عطا کیا جائیگا۔ چنانچہ سردار مذکور نے ایسا ہی کیا۔ کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر قلعہ کو فتح کر کے اپنے قدردان آقا سے سات ہزار کی جاگیر علاقہ تلوک ناتھ میں حاصل کی۔

فیض اللہ پوریہ سردار کا مغلوب ہونا۔ اور محکم چند کو دیوانی کا خطاب ملنا۔

بدھ سنگھ فیض اللہ پوریہ نے بھی اسوقت کچھ آثار بغاوت کے ظاہر کیئے۔ چنانچہ دیوان محکم چند نے فوراً بہمراہی سردار جودھ سنگھ رام گڈھیہ و فتح سنگھ آہلووالیہ کے جالندھر دوآب میں پہنچ کے اس کو اس کے غرور کا نتیجہ دکھلایا۔ وہ تو بھاگ کر ستلج پار علاقہ انگریزی میں چلا گیا۔ لیکن اس کی نمک حلال فوج برابر فوج لاہور کے مقابلہ میں ایک عرصہ تک لڑتی رہی۔ مگر آخر کار ایک سخت کشت و خون کے بعد لاہور کی فوج نے فتح پائی اور جالندھر شہر کے اندر داخل ہو کے اسقدر لوٹ اور غارتگری مچائی۔ کہ کسی کے پاس ایک حبہ تک نہ چھوڑا۔ جالندھر ہی۔ ہیبت پور وغیرہ مقامات کے قلعہ جات معہ کل علاقہ فیض اللہ پوریہ مثل جسکی آمدنی قریب تین لاکھ روپیہ سالانہ کے ہوگی۔ دیوان محکم چند نے ضبط کر کے دربار لاہور کے ساتھ شامل کیئے۔ اور بدھ سنگھ کا جسقدر خزانہ و مال و اسباب تینوں قلعوں میں موجود تھا۔ سب معرض ضبطی میں آیا۔ بلکہ چند سوار بدھ سنگھ کی گرفتاری کے لیئے اس کے پیچھے روانہ کیئے گئے۔ مگر وہ ستلج عبور کر کے علاقہ انگریزی میں پہنچ چکا تھا۔ اسلیئے دستیاب نہ ہوا۔ اس نمایاں خدمت کے صلہ میں مہاراجہ لاہور نے محکم چند کو ایک بے بہا خلعت و بکر دیوانی کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اور اس کی بہادری کی لواد میں اسکو ایک قبضہ تلوار جس کے دستہ پر جواہرات کی جڑت کا کام تہا۔ اور بہت قیمتی تھی۔ عنایت کیا۔ اور ایک ہاتھی بھی معہ ہودج طلائی کے عطا کیا۔

ندہان سنگھ ہٹو کا علاقہ ضبط ہوا۔

اس کے بعد مہاراجہ نے ندہان سنگھ پسر جے سنگھ کنھیا کو بھی کسی بات سے ناراض ہو کر پابہ زنجیر کر دیا۔ اور حاجی پور و پھلواڑہ وغیرہ جسقدر علاقہ اس کی جاگیر میں تھا ضبط کر لیا۔

جمعدار خوشحال سنگھ کی کیفیت۔

اسی سال میں مہاراجہ نے ایک شخص خوشحالا نامی گوڑ برہمن کو جسپر اس کی از حد مہربانی تہی۔ لارڈ چیمبرلین یعنی ڈیوڑھی والہ کا عہدہ عطا کیا۔ یہ شخص موضع اکری پرگنہ سردہنہ ضلع میرٹھ کا رہنے والا تہا۔ اسکا باپ ہرگوبند نامی ایک بہت غریب برہمن دوکانداری کے پیشہ سے اوقات بسری کرتا تہا۔ ۱۸۰۷ء میں خوشحالا اپنی قسمت آزمائی کے لیئے لاہور آیا۔ اور یہاں ایک جدید پلٹن موسومہ دہوکل سنگھ والی میں پانچ روپیہ ماہواری کا سپاہی مقرر ہو گیا۔ کچھ

دلوں بعد اس کی نوکری مہاراجہ کے باڈی گارڈوں میں ہو لی گئی۔ چونکہ یہ ایک سبزہ آغاز نکیلا اور سجیلا جوان تھا۔ اسلیئے اکثر اُس پر مہاراجہ کی نظر مہربانی کی پڑتی۔ یہ خوش گلو اور خوش آواز بھی تھا۔ اس کی پہلی بات جو مہاراجہ کے دل کو بھائی۔ وہ یہ تھی۔ کہ ایک روز رات کے وقت یہ پہرہ پر کھڑا ہوا میٹھی میٹھی آواز سے کچھ گا رہا تھا۔ مہاراجہ کو اُس کی آواز بہت پسند آئی اور صبح کو اُسے ترقی دیکر اپنے خاص حاضر باشوں میں مقرر کیا۔ پھر رفتہ رفتہ جمعداری کا خطاب دیکر ڈیوڑھی والہ کے معزز عہدہ پر ممتاز کیا۔ سمت ۱۸۶۹ بکرمی میں اس نے پاہل لی۔ اور خوشحالا سے خوشحال سنگھ بنا۔ مہاراجہ کے تمام خانگی امورات کا انتظام اسی شخص کے تعلق تھا۔ اور روزمرہ صبح کو افواج کی ضروری رپورٹیں مہاراجہ کو سناتا تا۔ بعد ازاں جمعدار خوشحال سنگھ نے اپنے بھتیجے تیجا پسر ندہا کو بھی میرٹھ سے بلوا کر اپنی نیابت کا عہدہ اُسے دلوایا۔ اور سمت ۱۸۷۱ بکرمی میں وہ بھی سنگھ بنکر تیجا سنگھ بن گیا + جمعدار خوشحال سنگھ کی بہت سی حویلیاں و مکانات پختہ امرتسر و لاہور میں ہیں۔ قلعہ لاہور کے پاس جانب مشرق ایک بڑی عالیشان حویلی ہے جسکو دوسرا قلعہ سمجھنا

سمت ۱۸۶۹ء

شاہ شجاع و زمان شاہ لاہور میں آئے

اسی سال کے موسم سرما میں شاہ **شجاع** اور **زمان شاہ** کابل کے دونوں معزول شدہ بادشاہ لاہور میں آئے۔ اور یہاں سے اُنہوں نے بطلب امداد سرکار انگریزی سے خط و کتابت کی۔ مگر گورنمنٹ انگریزی نے اُن کے خانگی جھگڑوں میں دخل دینا مناسب نہ سمجھکر مدد دینے سے انکار کر دیا +

ولیعہد کنور کھڑک سنگھ کی شادی۔

سمت ۱۸۶۸ = ۱۸۱۲ء

بعد ازاں اسی سال سمت ۱۸۶۸ بکرمی کے آخیر و ۱۸۱۲ء کے شروع میں بماہ فروری مہاراجہ نے بتقریب شادی اپنے ولیعہد کنور **کھڑک سنگھ** لاہور میں ایک بڑا بھاری جشن کیا۔ پنجاب کے ہر ایک سردار اور والیان ملک اس جلسہ خوشی میں شریک ہونے کے لیئے مدعوے کیئے گئے + الغرض لاہور میں اس شادی کی بڑی دہوم دہام کی گئی۔ ہر ایک بازار اور گلی کوچہ میں چراغان ناچ و رنگ کے تماشہ کی رونق ہوئی۔ سرکار انگریزی کے پاس بھی نوید بھیجا گیا۔ جہاں سے **سر ڈیوڈ آکٹر لونی صاحب** ایک بہت مختصر سی فوج کے ساتھ معہ ایک گیلوپر توپ کے جس کے دیکھنے کا مہاراجہ کو ازحد شوق تھا۔ تشریف لائے۔ اس شادی میں کل پنجاب کے راجے اور سردار شریک ہوئے۔ اور کابل و کاشمیر و ملتان و بہاولپور وغیرہ تمام مقامات کے وکیل بھی تمبول لے کر آئے۔ موٹی موٹی رقومات تنبول کی جو اس شادی میں مہاراجہ لاہور کی خدمت میں آئیں یہ تھیں :۔

- کرنل آکٹر لونی صاحب سرکار انگریزی کیطرف سے
- راجہ بھاگ سنگھ جیند والہ معہ فیل
- بھائی لعل سنگھ معہ فیل۔
- راجہ جسونت سنگھ نابھہ
- فقیر عزیز الدین رضا
- دیوان دیوبیداس
- دیوان بھوانی داس
- حکم سنگھ اٹاری والہ
- نہال سنگھ اٹاری والہ
- دیوان حکماں سنگھ متاجر لاہور
- حکم سنگھ چمنی
- خالصہ دل سنگھ
- دہنا سنگھ ملوئی
- مت سنگھ بھڑانیہ
- لالہ رامانند صراف
- راجہ نورپوریہ
- راجہ جنبہ والہ
- راجہ جسروٹہ
- خالصہ فتح سنگھ اہلوالیہ

جودھ سنگھ رام گڑھیہ لہ عـــــ ///	راجہ سنسار چند معمـــــ ///	احمد خاں سیال معہ دو راس اسپ عـــــ ///	راجہ بسوہلی صمـــــ	راجہ ہری پوریہ للعـــــ ///
راجہ منکوٹیہ للعمـــــ ///	قطب خاں قصوریہ معہ ہفت راس اسپ معمـــــ	نواب رکن الدولہ محمد صادق خاں عـــــ ///	نواب سربلند خاں اعـــــ صمار	
نواب ملتان صمـــــ ///	اروڑ چند صراف - فمار			

بیان کیا گیا ہے کہ مہاراجہ نے ہر ایک جگہ سے تنبول بہت کم لیا۔ لیکن تاہم نوید کی رقم تین لاکھ سے زیادہ بڑھ گئی ٭

اس مبارک موقع پر مہاراجہ نے اپنی تمام فوج کو نہایت زرق برق وردیوں سے آراستہ کیا۔ اور جب سب مہمان امرتسر کے مقام پر جمع ہو گئے۔ تو قلعہ گوبندگڈھ سے مہاراجہ نے بارات کے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ کنور کھڑک سنگھ کی یہ مبارک شادی سردار جیمل سنگھ گھنیا متوطن فتحگڈھ ضلع گورداسپور کی دختر نیک اختر رانی چندکور کے ساتھ قرار پائی تھی۔ الغرض جس شان وشوکت اور دہوم دہام سے یہ بارات چڑھی اور سردار جیمل سنگھ کے دروازہ پر پہنچی ایک قابل دید مناظرہ تھا۔ ہاتھیوں کے جھنڈ سونے چاندی کے ہودوں اور زرین جھولوں سے آراستہ۔ گھوڑے باد رفتار۔ زیورات نقری وطلائی سے پیوستہ۔ اچھلتے کودتے ہوئے۔ آگے آگے نوبت نشان جسکے پیچھے زنبوداے شتربان۔ پھر رسالہ کے سوار۔ جن کے بعد پلٹنوں کی قطار انگریزی باجہ بجاتی ہوئی۔ پھر تخت رواں اور آرایشی پھلواڑی۔ جن میں سونے چاندی کے پھول ٹکے ہوئے تھے۔ کوسوں تک لام باندہے ہوئے۔ اُن کے پیچھے خاصہ بردار۔ برچھی بردار و بان برداروں کے غول۔ پھر شاہی باڈی گارڈ سواروں کے پرے زرین وردی سے ملبوس۔ جن کے بعد نوشہ شہانہ جوڑا پہنے ہیر پر موتیوں کا سہرا باندہے۔ جیغہ کلغی لگائے۔ طرہ دھرے گلے میں موتیوں کا کنٹھا پہنے۔ ہاتھوں میں کنگنا باندھے ہوئے ایک باد رفتار گھوڑے پر جس پر گنگا جمنی کا ساز لگا ہوا تھا سوار۔ پھر خاص مہاراجہ بہادر کی سواری جس کے دائیں بائیں کل راجگان وسرداران پنجاب زرق برق اور رنگین لباس سے ملبوس ٭ القصہ جب بارات قریب پہنچی تو سردار جیمل سنگھ گھنیا کی طرف سے معزز معزز سردار حسب دستور استقبال کے لئے آئے۔ اور جس مقام پر محفل نشاط و مجلس انبساط کے لیئے تجویز ہوئی تھی۔ بارات کو اتارا دیا گیا۔ جب شام ہوئی۔ آرایش لٹنے لگی۔ اور آتشبازی چھٹنے لگی۔ پھلجھڑی اور انار۔ ہوائی اور باغ شالامار۔ ساون بھادوں کی بہار ہر طرح کے اشجار قسم قسم کے گل بوٹے۔ اور جانوروں کی قطار۔ جن میں ہاتھی گھوڑے۔ ہرن پاڑھے۔ شیر چیتے سفید وگلدار۔ خرگوش سیہ گوش وغیرہ تمام شکارگاہ کے جاندار۔ چرخی سورج مکھی۔ مہتابی گل داؤدی۔ گولے۔ برج وغیرہ وغیرہ جن کی تشریح کے لیئے ایک دفتر چاہیئے۔ ہزار آدمی تو صرف اٹھانیوالے ہی تھے۔ اُدھر سے سردار مجیٹھہ نے بھی بارات کی تواضع ومدارات میں سب سامان شاہانہ مہیا کیا مبلغ پچاس ہزار روپیہ تو پہلے دن ضیافت کا دیا۔ بعدہ پندرہ پندرہ ہزار فی یوم جبتک بارات وہاں رہی بابت ضیافت کے دیتا رہا۔ قصہ کوتاہ ۶- فروری ۱۸۱۲ء کو برہمنوں اور پنڈتوں نے شہزادہ کھڑک سنگھ کا سردار جیمل سنگھ کی دختر

نیک اختر رانی چند کور کے ساتھ بیاہ پڑہا۔ مبارک مبارک کی صدا کا اندر باہر غل مچا۔ دلہن اور نوشہ کے سر پر سے اشرفیاں نوچھاور کی گئیں۔ غریب و غرباء کو ہزارہا روپیہ باڑہ میں تقسیم ہوا۔ جبتک وہاں رہے محفل رقص و سرود گرم رہی۔ ہر طرف سے صدائے نوشا نوش آتی رہی۔ تین دن کے بعد سردار مجیٹھہ نے دو تین لاکھ روپیہ کا سامان جہیز میں دیکر بارات کو رخصت کیا۔ پھر اسیطرح بڑی شان و شوکت کے ساتھ بارات شہزادہ کو بیاہ کے دلہن کی سواری پر چاندی سونے کے پھول اور اشرفیاں لٹاتی ہوئی واپس لاہور آئی۔ چونکہ ہولی کا تیوہار بہت قریب تھا۔ اسلیئے مہاراجہ نے کسی مہمان کو رخصت نہ کیا۔ اور ہولی کے تیوہار تک برابر جلسہ عیش و طرب جاری رکھا۔ ہر ایک راجہ اور سردار نے مہاراجہ کے ساتھ ہولی کھیلی کرنل آکٹرلونی صاحب کو بھی اس جلسہ میں شریک کیا گیا۔ مگر چونکہ اُن کو پیچھے گورکھوں کی یورش کا انتظام کرنا تھا۔ اسوجہ سے وہ خاص ہولی کے دن تک لاہور میں نہ ٹھیر سکے ۞

ہولی کے بعد مہاراجہ نے ہر ایک مہمان کو بڑی عزت کے ساتھ اعلٰے قدر و مراتب خلعت دے دے کر رخصت کیا۔ اور چونکہ بھمبر کیطرف سے یہ شکایت پہنچی۔ کہ وہاں کے رئیس سلطان خاں نے اپنے بھائی اسمعیل خاں کو قتل کر کے اُس کے علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اسلیئے بھائی رام سنگھ اتالیق شہزادہ کھڑک سنگھ کو چار پلٹنیں اور دو سو سوار معہ ایک جنگی توپ خانہ کے دیکر اس طرف روانہ کیا۔ اور شہزادہ موصوف کو بھی اس مہم کا برائے نام سرپرست بنا کے ہمراہ کیا۔ جب یہ لشکر بھمبر پہنچا۔ تو سلطان خاں نے بھی بڑے زور و شور سے مقابلہ کیا۔ اور لاہور کی فوج کا کئی مرتبہ منہ پھیر پھیر دیا۔ مگر آخر کار جب دیوان محکم چند لاہور اور گجرات سے امدادی فوج لیکر وہاں پہنچ گیا۔ اور سکھوں نے قدم جما کر آگ برسانی شروع کر دی۔ تو سلطان خاں نے تاب مقابلہ کی نہ لا کر صلح کا پیغام دیا۔ جسکو دیوان محکم چند نے بھی مان لیا۔ اور محاصرہ اُٹھا کر سلطان احمد خاں کو اپنے ہمراہ لے کے اس وعدہ پر کہ میں تمہارا قصور سرکار لاہور سے معاف کرا دوں گا۔ لاہور لیگیا۔ لیکن جب وہ لاہور پہنچا۔ تو مہاراجہ نے اُس کی ایک نہ سنی۔ اور فوراً اُس کو قید کر کے جسقدر اُس کا علاقہ تھا سب ضبط کر لیا۔ اس کے بعد مہاراجہ نے دیوان محکم چند کو راجوری کیطرف اور شہزادہ کھڑک سنگھ کو بہمراہی سردار رام سنگھ اکھنور و جموں کی جانب مامور کیا۔ دونوں کامیابی کے ساتھ واپس آئے اور شہزادہ کھڑک سنگھ کو جموں و اکھنور کا تمام علاقہ معہ ریاست بھمبر کے جاگیر میں عطا ہوا ۞

ریاست بھمبر کا ضبط ہونا

سنہ ۱۸۶۹ ب

سردار جیمل سنگھ مجیٹھہ کا انتقال

اس کے بعد سنہ ۱۸۶۹ب کے موسم گرما میں سردار جیمل سنگھ مجیٹھہ خسر شہزادہ کھڑک سنگھ نے لاولد انتقال کیا۔ جس کی کل جائداد مہاراجہ نے بھائی رام سنگھ کو ادائے رسم ماتم پرسی کے بہانہ سے وہاں بھیجکر ضبط کر لی۔ اور چونکہ وہ اکثر امرتسر کے ساہوکاروں کو سود پر روپیہ قرض دیا کرتا تھا۔ اسلیئے حکم دیا۔ کہ جسقدر امرتسر کے مہاجنوں کے پاس واجب الادا روپیہ ہو۔ وہ سب خزانہ لاہور میں داخل کیا جائے۔ پھر تین ماہ کے بعد جیمل سنگھ کی بیوہ کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ چنانچہ اُس کے گذارہ کے واسطے مہاراجہ نے ۱۵ ہزار کی جاگیر معاف فرمائی ۞

چونکہ اسمعیل خاں کے وارثوں کو علاقہ بھمبر کا کچھہ بھی حصہ نہ ملا۔ اسلیئے انہوں نے رئیس رجوری کی اتفاق کرکے بغاوت پر کمر باندہی۔ مگر مہاراجہ اُن کے ایسے فاسد ارادوں کی درستی کے لیئے کچھہ کم نہ تھا۔ جب اُس کو یہ حال معلوم ہوُا۔ اُس نے فوراً بذات خاص ایک تھوڑی فوج کے ساتھہ اُس طرف کو کوچ کردیا۔ اور اُن کو اُن کے مفسدہ پردازی کی سزا دی۔ تمام علاقہ جو رجوری وغیرہ مسلمان رئیسوں کے قبضہ میں گھاٹی پیر پنجال تک واقع تھا۔ سب اپنے قبضہ میں لیکر موسم سرما کی ابتدا میں واپس لاہور آیا॥

مہاراجہ کا وزیر کابل کو مہم کشمیر میں مدد دینا

اسی اثنا میں فتح محمد خاں وزیر شاہ کابل نے صوبہ کشمیر اور اٹک کی پاداش میں جنہوں نے شاہ شجاع کو امداد دی تھی ایک مہم اختیار کی۔ مگر ایسے موقع پر جبکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنی طاقت کو روز بروز بڑہاتا جاتا ہو۔ اور کشمیر کے سر تک پہنچ گیا ہو۔ بلکہ اگر خدانخواستہ وہ صوبہ کشمیر کا معاون ہو جاوے تو اس کے لیئے اس مہم میں کامیابی حاصل کرنا ایک بہت دشوار امر ہو جائیگا۔ اسلیئے وزیر مذکور نے مصلحتاً اس مہم میں پہلے اپنے ساتھہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو جس سے رابطہ اتحاد کا وعدہ ہو چکا تھا۔ شامل کرنا بہت ضروری سمجھکر گودڑمل اپنے وکیل کو مہاراجہ لاہور کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور امداد کی درخواست کرکے اس معاملہ کو دوبدو طے کرنے کی غرض سے ملاقات کی بھی خواہش ظاہر کی۔ مہاراجہ نے وزیر کابل کی تجویز کو بخوشی منظور کیا۔ اور پہلی دسمبر ۱۸۱۲ء کو جہلم کے کنارہ پر مہاراجہ لاہور کی وزیر کابل سے ملاقات ہوکر مستحکم طور پر یہ بات قرار پاگئی۔ کہ مہاراجہ لاہور وزیر کابل کو ایک معقول مدد دیں گے اور اس امداد کے عیوض ملک مفتوحہ میں سے تیسرا حصہ مہاراجہ لاہور کو ملیگا۔ الغرض مہاراجہ لاہور نے دیوان محکم چند کو ۱۲ ہزار فوج کے ساتھہ وزیر کابل کے ہمراہ مہم کشمیر پر روانہ کردیا۔ لیکن جب پیر پنجال تک پہنچے۔ تو برف پڑنے لگی۔ اور سکھوں کی فوج کے لیئے جو ایسے ٹھنڈے ملک میں بمقابلہ افغانوں کے بالکل سفر کرنے کی عادی نہ تھی۔ آگے جانا مشکل ہوگیا۔ وزیر فتح خاں نے جس کی فوج سردی برداشت کرنے کی عادی تہی۔ کچھہ خیال نہ کیا۔ اور بلا مشورہ دیوان محکم چند کے دو دو کوچ کرکے آگے بڑھ گیا۔ اور سکھوں کو پیچھے چھوڑ گیا۔ مگر دیوان محکم چند نے رجوری کے رئیس کو پچیس ہزار کی جاگیر دینے کا وعدہ کرکے ایک ایسا آسان راہ کشمیر پہنچنے کا دریافت کرلیا۔ کہ سکھوں کی فوج بھی عین اُسی موقع پر کشمیر میں پہنچی۔ جب وزیر کابل وہاں پہنچا॥ وزیر یہ دیکھکر سخت حیران رہ گیا۔ اور اُسکو سوائے اس کے کہ سکھوں کے لشکر کو اپنے ساتھہ شامل کرلے اور کوئی دوسرا بہتر چارہ نظر نہ آیا॥

قلعہ کشمیر فتح ہوا اور عطا محمد خاں و شاہ شجاع دیوان محکم چند کی پناہ میں آئے۔

پہلے ایک لڑائی موضع ہمیر پور کے قریب ہوئی۔ جس میں سکھوں کی فوج نے مخالفوں کو سخت شکست دی۔ سمند خاں برادر زادہ صوبہ کشمیر مارا گیا۔ اور بہت سے افغان قتل ہوئے۔ صوبہ بھاگ کر شیر گڈہ کے قلعہ میں محصور ہوا۔ وزیر نے دیوان محکم چند کو محاصرہ کا حکم دیا۔ اور سکھوں نے وہاں بھی وہی حال کیا॥ دو دن کے محاصرہ میں ہی محصورین کا دم ناک میں آگیا۔ آخرکار قلعہ فتح ہوگیا۔ اور عطا محمد خاں معہ شاہ شجاع الملک کے جو اُن دنوں اُسی کے پاس تھا۔ قلعہ سے باہر نکل کے چپ چاپ دیوان محکم چند کے پاس چلا گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اگر آپ مجکو وزیر کے حوالہ نہ کریں۔ اور میری پرورش کا اقرار کریں۔ تو میں اٹک کا قلعہ جو اسوقت میرے قبضہ میں ہے۔ دربار لاہور کے حوالہ کردوں گا۔ دیوان محکم چند نے

بخوشی اِس امر کو منظور کرلیا۔ اور دونوں کو باوجود متواتر تاکید وزیر فتح خاں کے مطلق اُس کے حوالہ نہ کیا۔ بلکہ یہ کہلا بھیجا کہ میں اِن لوگوں کو تاوقتیکہ مہاراجہ لاہور کا حکم نہ ہو۔ حوالہ نہیں کرسکتا۔ اور ایک عریضہ مہاراجہ لاہور کی خدمت میں مفصل حال لکھکر بھیجا۔ اور اُسکے جواب کے انتظار میں وہیں ٹھیرا رہا۔ اُدھر وزیر نے بھی دیوان مذکور کی شکایت میں مہاراجہ کے پاس ایکخط روانہ کرکے یہ لکھا۔ کہ آپ کی مہربانی کا جس کے ذریعہ میں اِس مہم میں کامیاب ہؤا ہوں از حد مشکور ہوں۔ لیکن اب آخر میں دیوان محکم چند خلاف میری مرضی کے شاہ شجاع اور عطا محمد خاں کو اپنی پناہ میں لیکر انھیں میرے حوالہ کرنے سے انکار کرتا ہے۔ میں نے گذشتہ سالوں کے لاکھوں روپیہ کا عطا محمد خاں سے حساب لینا ہے۔ جب یہ دونوں خطوط مہاراجہ کے پاس پہنچے۔ تو اُسی موقع پر شاہ بیگم زوجہ شجاع الملک کا بھی ایک خریطہ مہاراجہ کی خدمت میں آیا۔ جسکا مضمون یہ تھا۔ کہ مَیں نے سنا ہے۔ کہ فتح خاں وزیر جو میرے خاندان کا قدیمی دشمن ہے۔ میرے خاوند شاہ شجاع کو مہاراجہ سے واپس لینا چاہتا ہے۔ اسلیئے میری گذارش ہے۔ کہ میرے خاوند کو مہاراجہ براہ کرم گستری وزیر مذکور کے حوالہ نہ کریں۔ ورنہ اُس کی جان کی خیر رہنا بہت مشکل ہے۔ اور اِس سلوک کے عیوض میں وعدہ کرتی ہوں کہ اگر مہاراجہ لاہور شاہ شجاع کو وزیر فتح خاں کے پاس واپس نہ بھیجیں گے۔ تو میں اُن کو کوہ نور جو میرے خاوند کے پاس ایک بے بہا جواہر ہے۔ جب وہ لاہور میں آئیگا۔ اُس سے کہہ کے دلادوں گی"۔ اب چونکہ مہاراجہ کو ان لوگوں کے واپس نہ کرنے میں ایک بڑا فائدہ تھا۔ اسلیئے اُس نے دیوان محکم چند کو لکھ بھیجا۔ کہ تم اوّل ایک تحریر عطا محمد کی قلعہ دار اٹک کے نام لکھوا کر جلد ہمارے پاس روانہ کرو۔ تاکہ اٹک کا قبضہ ہمکو مل جاوے۔ اور شاہ شجاع الملک و عطا محمد خاں دونوں کو اپنے ہمراہ لیکر لاہور چلے آؤ۔ اگر وزیر فتح محمد خاں کسیطرح سے تمہارے سدِّ راہ ہو۔ تو اُس کو ایسا کرنے سے بجنگ باز رکھو

الغرض جب یہ حکم دیوان محکم چند کے پاس پہنچا۔ تو اُس نے عطا محمد خاں سے اُسیوقت ایک خط جہاندار خاں قلعدار اٹک کے نام اُسی مضمون کا لکھوا کر۔ کہ وہ فوراً قلعہ اٹک پر مہاراجہ لاہور کا دخل کرادے۔ مہاراجہ کے پاس ارسال کیا۔ اور پیچھے سے آپ بھی معہ شاہ شجاع اور عطا محمد خاں کے لاہور کی طرف روانہ ہؤا۔ وزیر فتح خاں نے بھی اُس سے مطلق مزاحمت نہ کی۔ کیونکہ وہ بخوبی جانتا تھا۔ کہ اگر ذرا بھی اُس نے پیش قدمی کی۔ تو کشمیر کا صوبہ اِس کے ہاتھ سے چھن جائیگا

اٹک کے قلعہ پر مہاراجہ لاہور کا قبضہ

اِدھر جیوں ہیں عطا محمد خاں کی تحریر قلعدار اٹک کے نام کی مہاراجہ لاہور کے پاس پہنچی۔ اُس نے فوراً فقیر عزیز الدین اپنے لایق اور بہادر مشیر کو ایک فوج دیکر قلعہ اٹک پر قبضہ کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ جس نے وہاں پہنچتے ہی عطا محمد خاں کا پروانہ وہاں کے قلعہ دار جہاندار خاں کو دکھلا کر قلعہ پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اتنے میں دیوان محکم چند بھی معہ شاہ شجاع اور عطا محمد خاں کے لاہور پہنچگیا۔ مہاراجہ نے شاہ مذکور کے استقبال کے لیئے خاص اپنے شہزادہ کھڑک سنگھ کو شاہدرہ تک بھیجا۔ اور شاہ کو بڑی عزت اور توقیر کے ساتھ مبارک حویلی میں اُتارا۔

مخفی نہ رہے کہ جس زمانہ میں مہاراجہ نے وزیر کابل کے ہمراہ مہم کشمیر پر دیوان محکم چند کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا

اسوقت مہاراجہ نے راجگان کوہی کو بھی اپنی فوج لیکر دیوان محکم چند کی امداد میں جانے کے لیئے لکھا تھا۔ چنانچہ تمام راجاؤں نے اس حکم کی تعمیل میں اپنے تئیں فوج لاہور کے ساتھ شریک کیا۔ مگر نہیں معلوم جب کوہ پرپنچال پر پہنچے۔ تو کیوں سب کے سب باہم اتفاق کر کے ایکبارگی پیچھے کو لوٹ آئے۔ اور دیوان مذکور کیساتھ منزل مقصود تک نہ گئے۔ چونکہ یہ امر سراسر حکم عدولی اور عین موقع پر دہوکادہی کا تھا۔ اسوجہ سے لازم آیا۔ کہ مہاراجہ اُن کو اس قصور کی ایک سخت سزا دے۔ تاکہ آیندہ کے لیئے اُن کو ایسا کرنے کی جرأت نہو۔ مہاراجہ نے سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کو چار پلٹنیں اور دو توپخانے دیکر پہاڑ کے ملک پر روانہ کیا اور ہدایت کی کہ ہر ایک راجہ سے جو مہم کشمیر میں ادھ بیچ سے ہی واپس چلے آئے مفصلہ ذیل جرمانہ وصول کرے۔ اگر کوئی انکار کرے یا مقابلہ سے پیش آوے۔ تو اُس کو فوراً بزور شمشیر مغلوب کر کے اُسکا سارا علاقہ منبط کرلے۔

راجہ نورپور	راجہ سکیت	راجہ منڈی	راجہ جینبہ	راجہ جسروٹہ	راجہ ہری پور
۵۰۰۰۰	۲۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰۰	۱۵۰۰۰

الغرض دیسا سنگھ سردار نے پہاڑ میں پہنچکر ایک سخت آفت برپا کر دی۔ اور بڑی سختی و جور تعدی کیساتھ جرمانہ کا تمام روپیہ وصول کر کے واپس آیا۔ ان میں سے بعض والیان ریاست مثل جینبہ۔ سکیت۔ منڈی کو نہ تو کشمیر کی مہم پر جانے کا حکم ہوا تھا۔ اور نہ وہ گئے تھے۔ لیکن اُن سے بھی جبراً وصول کیا گیا۔ جب اُنہوں نے اپنا عذر پیش کیا۔ تو یہ جواب ملا۔ کہ شاید اگر تم جاتے۔ تو تم سے بھی یہی ظہور میں آتا۔ اسلیئے یقیناً تم لوگوں سے بھی جرمانہ ضرور وصول کرنا ہے۔ تاکہ آیندہ تم بھی ایسی غلطی نہ کرو ✢

مہاراجہ نے شاہ شجاع سے کوہ نور ہیرا حاصل کیا۔

اس کے بعد جب دو ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور شاہ **شجاع** کی بیگم بھی لاہور میں آگئی۔ تو ایک روز مہاراجہ لاہور نے شاہ کو اُس کی بیگم کا وعدہ جو کوہ نور کی بابت تھا یاد دلایا۔ شاہ نے بہت حیلہ حوالہ کیا اور کہا کہ کابل میں گرو ہے۔ میرے پاس نہیں۔ لیکن جب مہاراجہ نے اُس پر بہت سختی کی۔ یہانتک کہ تین دن تک اُس کے باورچی خانہ میں کھانا تک نہ پکا۔ اور اُس کو فاقہ سے بہت تکلیف ہوئی۔ تو اُس نے ناچار اپنے قیمتی جواہر سے جدا ہونا ہی مناسب سمجھکر یہ کہلا بھیجا۔ کہ مہاراجہ خود میرے پاس آکر کوہ نور کو لیجائیں۔ چنانچہ مہاراجہ **رنجیت سنگھ** خود اُس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اُس نے نہایت افسوس کے ساتھ خون جگر پی کر **کوہ نور** کا بے بہا گوہر جسکا ثانی آجتک کوئی اور جواہر روئے زمین پر نہیں سنا گیا۔ مہاراجہ کے حوالہ کر دیا۔ مہاراجہ نے بادشاہ سے اُس کی قیمت پوچھی۔ اُس نے جواب دیا کہ اس کی قیمت لاٹھی ہے۔ میرے بزرگوں نے بھی اسیطرح حاصل کیا تھا۔ جیسے تمنے مجھسے لیا ہے۔ تمسے بھی اسیطرح کوئی اور جوزور آور ہوگا لے لیگا ✢ مہاراجہ نے شاہ کو پچاس ہزار نقد دیکر پچاس ہزار جاگیر دینے کا وعدہ کیا اور **کوہ نور** کو شاہ **شجاع** سے لیکر بہت خوش ہوا۔ اور اُس روز اظہار خوشی میں ایک بڑا بھاری جلسہ کر کے حکم دیا۔ کہ تمام شہر میں خوشی منائی جاوے۔ اور گھر گھر روشنی ہو جس کی فوراً تعمیل ہوئی۔ اور ساری رعیت نے خوشی منائی۔ صرف اگر چراغ نہیں جلا۔ تو شاہ **شجاع** کے گھر جسکے یہاں اُس دن کوہ نور کی جدائی میں سوگ پڑ رہا تھا۔ اور سوائے غم و الم کے اُس بیچارے کے ہاتھ میں کچھہ نہ تھا ✢ اس بارہ

کوہ نور کے بارہ میں مہاراجہ کی بابت اور مورخوں کی رائے پر ایک منصفانہ ریویو۔

ہیں بعض مورخوں نے مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کو بدنام کیا ہے۔مخصوص سید **محمد لطیف صاحب** اپنی انگریزی تواریخ کے صفحہ ۳۹۸ پر یوں خامہ زن ہیں۔کہ "یہی ایک ایسا معاملہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے اپنی زندگی میں سرزد ہوا ہے۔جو اس کی یادگار پر پنجاب کے تمام سلاطینوں میں سے غایت درجہ کے لالچ۔خود غرضی۔اور بدتہذیبی کا دھبہ لگاتا ہے"۔لیکن اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے۔تو اس معاملہ میں اُس کی کوئی خود غرضی اور طمع ثابت نہیں ہوتی۔بلکہ برعکس اس کے شاہ **شجاع** کی وعدہ خلافی اور دغا بازی ثابت ہوتی ہے۔جب شاہ **شجاع** کی بیگم کا مہاراجہ سے یہ وعدہ اور اقرار ہو چکا تھا۔کہ "اگر آپ میرے خاوند کو وزیر کابل کے حوالہ نہ کریں گے تو میں اس نیک سلوک کے صلہ میں آپ کو کوہ نور کا جواہر نذر کردوں گی"۔تو پھر یہ کوہ نور انصافاً مہاراجہ کا ہو چکا تھا۔ہاں البتہ اگر مہاراجہ لاہور نے شاہ **شجاع** کو پناہ دیکر اُس کو عزت سے لاہور میں نہ جگہ دی ہوتی۔تو اُس کی بیشک زبردستی تھی۔مگر جب اُس نے یہ سب کچھ کیا۔اور ایک معقول مہلت شاہ **شجاع** کو اپنی بیگم کے وعدہ وفا کرنے کے لئے بھی دی۔تو اُس صورت میں جب بادشاہ کی طرف سے ایفاء وعدہ نہ ہوا۔اور مہاراجہ نے اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے اُس پر کسی قسم کا تشدد کیا تو وہ نامنصفانہ نہیں تھا۔اور نہ اُس کی یادگار پر خود غرضی و بدتہذیبی یا سخت لالچی ہونے کا داغ لگ سکتا ہے +

راجہ نورپور کا علاقہ ضبط ہوا۔

اسی اثناء میں مہاراجہ کے پاس یہ خبر پہنچی۔کہ نورپور کا راجہ جسپر کشمیر کی مہم سے واپس چلے آنے کے قصور میں مہاراجہ نے پچاس ہزار روپیہ جرمانہ کیا تھا۔اور اُس نے وعدہ کیا تھا کہ چھ ماہ کے عرصہ میں داخل کردونگا۔اپنا تمام مال واسباب لیکر ستلج کے پار علاقہ انگریزی میں بھاگ گیا ہے۔جس پہ مہاراجہ نے یہ حکم دیا۔کہ اُس کا تمام علاقہ بالعوض جرمانہ ضبط ہو کر علاقہ محروسہ کے ساتھ شامل کر لیا جاوے +

تعمیر حضوری باغ۔

بعد ازاں انہی دنوں میں مہاراجہ نے فقیر عزیز الدین کو حکم دیا۔کہ جو میدان مابین قلعہ لاہور اور مسجد بادشاہی واقع ہے۔اس میں ایک نہایت عمدہ باغ لگا کے اُس کا نام حضوری باغ رکھا جائے۔جسوقت مہاراجہ نے یہ حکم دیا اُسوقت اتفاق سے جمعدار خوشحال سنگھ بھی وہیں موجود تھا۔اُس نے عرض کی۔کہ اگر اس باغ کے وسط میں سنگ مرمر کی ایک بارہ دری بنائی جاوے تو بہت خوشنما معلوم ہو۔چنانچہ یہ تجویز بھی منظور ہوئی۔اور دو سال کے عرصہ تک باغ اور سنگ مرمر کی بارہ دری جو ابتک مہاراجہ کی یادگاریں قایم ہیں دونوں تیار ہو گئے +

شاہ شجاع کے مصائب۔

اب یہاں پر شاہ **شجاع** کی دوسری مصیبتوں کا جو اُس پر کوہ نور چھین جانے کے بعد واقع ہوئیں تذکرہ کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔مثل مشہور ہے۔کہ مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی۔اول تو لاکھ مصیبتوں کی ایک مصیبت شاہ **شجاع** پر یہ آئی۔کہ وہ اپنی سلطنت کھو کر دربدر بھیک مانگتا اور تمام زمانہ کی خاک چھانتا پھرا۔بعد ازاں انمول جواہر کوہ نور جس کیوجہ سے وہ تمام دنیا میں دولتمند تھا چھن گیا۔پھر اب جب اُس نے لاہور میں بودوباش اختیار کر کے اپنی زندگی کو جیوں تیوں کر کے پورا کرنا چاہا۔تو اُسکو وہاں بھی گردش افلاک نے چین نہ لینے دیا

یعنی کارداران گوجرانوالہ نے ایک ولایتی پٹھان کے ہاتھ سے قاضی شیر محمد خاں مصاحب شاہ شجاع کا ایک دستی خط بنام محمد عظیم خاں ناظم کشمیر پکڑ کے مہاراجہ کے پاس بھیجدیا۔ جسکا یہ مضمون تھا۔ کہ اگر تم لاہور پر فوجکشی کرو۔ تو ہم رنجیت سنگھ کو قتل کر ڈالیں گے۔ اور پنجاب کی بنی بنائی سلطنت پھر مسلمانوں کے ہاتھ آجائیگی۔ مہاراجہ یہ خط دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا اور اس نے کمال غضب کے ساتھ شاہ شجاع سے اس کا حال دریافت کیا۔ اس نے بالکل لاعلمی ظاہر کی۔ اور کہا۔ کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے۔ اور نہ ایسا کرنے کی کسیکو اجازت دی ہے۔ پھر اس کے مصاحب شیر محمد خاں قاضی کو بلاکر پوچھا گیا۔ اس نے اقبال کیا اور کہا۔ کہ بیشک یہ خط میرا لکھا ہوا ہے۔ مگر بادشاہ کو مطلق اسکا علم نہیں۔ مہاراجہ نے اسکو قیدخانہ میں بھیجدیا۔ اور اس پر بہت تشدد کیا گیا۔ لیکن اُسنے اپنے آقا کا نام مطلق نہ لیا۔ آخر ایک ماہ کے بعد پچیس ۲۵۰۰۰ ہزار روپیہ شاہ شجاع سے بطور جرمانہ کے لیکر قاضی شیر محمد خاں کو رہا کیا گیا +

اس کے بعد جب مہاراجہ لاہور نے کشمیر کی طرف کوچ کیا۔ تو شاہ شجاع کو بھی اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ لیکن چونکہ اسکو بوجہ زیادتی برف اس مہم کو ملتوی رکھکر اٹک کے گردنواح جانا پڑا۔ اسلیئے اس نے شاہ شجاع کو واپس لاہور کیا۔ جس سفر میں شاہ کا تمام مال و اسباب لوٹا گیا۔ اس لوٹ کی بابت شاہ کا سکھوں پر اشتباہ تھا۔ مگر دراصل یہ سب شرارت اس کے ایک خانگی ملازم میر عبدالحسن کی تھی +

اس شخص نے اپنے آقا کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور یہی فتنہ پرداز اس خط وغیرہ کی بابت بھی اپنے مالک پر آفت نازل کرانے کا باعث ہوا تھا۔ اور مہاراجہ کو بھی کانا پھوسی کر کے شاہ کے برخلاف اسی نے کر دیا تھا۔ الغرض بادشاہ پر جو مصیبت آتی تھی وہ سب اسی کے خانہ ساز آدمیوں کی شرارت سے برپا ہوتی تھی۔ پہلے تو اس نمک حرام اور حرامزادی نوکر نے خط وغیرہ کا معاملہ پیش کرا کے مہاراجہ لاہور کو شاہ شجاع کی طرف سے بالکل درہم برہم کر دیا۔ بعدہ اب اس کو یہ خبر دی۔ کہ شاہ کے پاس حرم میں اب بھی بہت کچھ دولت اور جواہرات ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مہاراجہ نے بھائی رام سنگھ کو تعینات کرا کے عورتوں کی معرفت بادشاہ کے حرم کی بھی خانہ تلاشی کا حکم دیا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ مہاراجہ کا یہ حکم بالکل خلاف طریقہ بادشاہوں کے تھا۔ مگر سچ تو یوں ہے۔ کہ اس معاملہ میں مہاراجہ لاہور کی بھی کوئی شکایت کی گنجایش نہیں۔ کیونکہ یہ جو کچھہ ہوتا تھا۔ سب بادشاہ کے گردش ایام کا باعث تھا۔ جب برے دن آتے ہیں۔ تو زمین بھی دشمن بنجاتی ہے۔ اپنا بیگانہ ہوجاتا ہے۔ بقول شخصیکہ ؎ موت مانگوں تو رہے آرزوئے خواب مجھے ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایاب مجھے + غرض جسقدر اسباب و پارچات معہ جواہرات وغیرہ کے حرم میں دستیاب ہوا مہاراجہ کے پاس پیش ہوکر خزانہ لاہور میں داخل کیا گیا + اب جب بادشاہ کی بیگم نے دیکھا کہ اس کے پاس کچھہ نہیں رہا۔ بلکہ اگر کچھہ دنوں اور رہی تو شاید جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ اسلیئے وہ بہ لباس تبدیل وہاں سے بھاگ کر لدھیانہ میں آگئی۔ جہاں سرکار انگریزی نے اُس کے ساتھ نہایت فیاضانہ سلوک کیا۔ پھر اُس کے بعد جب خاص بادشاہ

شاہ شجاع الملک کی بیگم کا بھاگ کر لدھیانہ سرکار انگریزی کے علاقہ میں جانا

پر بھی زیادہ سختی ہونے لگی۔ یہانتک کہ جن جن ساہوکاران امرتسر ولاہور پر شتباہ ہؤا۔ کہ وہ بادشاہ سے لین دین کرتے ہیں۔ اُن کے بھی گھر نیلام ہونے لگے۔ تو ایک روز اندھیری رات کا موقع دیکھکر ابتدائے بیساکھ سمت ۱۸۷۲ میں (اپریل ۱۸۱۵ء) شاہ شجاع الملک نے بھی فراشخانہ کے پیچھے کی دیوار میں نقب لگوا کے معہ اپنے دونوں شہزادوں ملازموں کے باہر کی راہ لی۔ مگر چونکہ شہر کے دروازے بند تھے۔ اسلیئے وہ لوہاری دروازے کی نالی کے راستہ سے باہر نکلا۔ اور بھاٹی دروازہ کے باہر داتا گنج بخش کی مزار کے پاس اپنے کپڑے وغیرہ دہو کر جو نالی کے پانی سے ناپاک ہو گئے تھے۔ نماز ادا کی۔ بعدہ دریائے راوی کو راتوں رات تیر کے عبور کیا۔ اور بیل کی گاڑی میں سوار ہو کر گوجرانوالہ و سیالکوٹ کے راستے جموں جا پہنچا۔ پیچھے سے جب مہاراجہ کو یہ خبر ملی۔ تو اُس نے مبارک حویلی کی محافظ سپاہ پر اپنی سخت ناراضگی ظاہر کی۔ اور دربانوں کو موقوف کر کے اُن کی جگہ سکھ سپاہ مقرر کی۔ اور لدہیانہ کی طرف جس جانب بادشاہ کے جانے کا زیادہ ظن غالب تھا۔ سوار وغیرہ دوڑائے۔ لیکن وہ تو اُدہر گیا ہی نہیں تھا ہاتھ کہاں سے آتا۔ لاچار سب خاموش ہو کر بیٹھ رہے ✤

اُدہر شاہ شجاع الملک نے کشتوار میں پہنچکر جہاں کے رئیس نے اُس کی بہت خاطر کی۔ تین چار ہزار سپاہ بہم پہنچا کے چاہا۔ کہ کشمیر پر قبضہ کرے۔ مگر برف کے زیادہ پڑنے نے اُس کو ناکامیاب رکھا۔ اور وہ تھوڑے دنوں تک پہاڑی رئیسوں کے پاس قیام کر کے جب اُس کی ساری امیدیں منقطع ہو گئیں۔ تو کلّو کے راستہ سے بہت لمبا چوڑا پھیر کھا کر ستمبر ۱۸۱۶ء میں لدہیانہ پہنچ گیا۔ یہاں پر گورنمنٹ انگریزی اُس کے ساتھ نہایت عزت اور خاطر داری سے پیش آئی۔ اور اُس کے پہنچنے پر اُس کے خاندان کی پنشن جو پہلے صرف ۱۸ ہزار سالانہ تھی ۵۰ ہزار تک بڑھا دی۔ اور علاوہ اس کے ۲۴ ہزار کی پنشن اُس کے نابینا بھائی شاہ زمان کے واسطے بھی منظور فرمائی ✤

سمت ۱۸۷۱ ب

قلعہ اٹک مہاراجہ کے قبضہ میں آیا

اب ۱۸۷۱ ب کے چند واقعات پر توجہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جن دنوں مہاراجہ شاہ شجاع سے کوہ نور لیکر اُس خط کے معاملہ کو جسکا پیچھے ذکر آچکا ہے۔ طے کر کے فارغ ہؤا تھا۔ کہ فقیر عزیز الدین قلعہ اٹک پر قبضہ کر کے واپس لاہور آیا۔ اور مہاراجہ سے ملتمس ہؤا۔ کہ باقبال حضور قلعہ اٹک پر سرکاری فوج قابض ہو گئی ہے۔ اور جہانداد خاں وہاں کے قلعہ دار نے جسقدر سامان گولہ بارود افغانوں کا وہاں موجود تھا سب ہماری فوج کے حوالہ کر دیا۔ اور تین توپیں جو قلعہ میں موجود تھیں۔ وہ بھی ہمکو دیدیں۔ چونکہ اُس نے سرکار لاہور کے حکم کی تعمیل میں ذرا بھی دیر نہ کی۔ اور اپنے تئیں بڑا خیر خواہ ثابت کیا۔ اسواسطے میں اسکو اپنے ہمراہ لے آیا۔ اور وزیر آباد پہنچ کے تین روپیہ یومیہ اُسکا بطور گذارہ مقرر کر کے وہیں کے خزانہ کے نام اُسکو پروانہ لکھدیا ہے۔ مہاراجہ نے فقیر عزیز الدین کی گذارش کو بہت خوشی سے منظور فرمایا۔ اور اُس کی اس کارگذاری سے بہت خوش ہو کر اُس کو ایک خلعت فاخرہ بخشا ✤

قلعہ اٹک پر افغانوں اور سکھوں کی باہم لڑائی

اُدھر جب یہ حال فتح محمد خاں وزیر کابل کو کاشمیر میں معلوم ہوُا۔ کہ مہاراجہ نے اٹک کے قلعہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ تو اُس نے جلدی سے کاشمیر کے انتظام کو اپنے بھائی عظیم خاں کے سپرد کر کے قلعہ اٹک کی طرف کوچ کیا۔ اور مہاراجہ کو لکھا کہ وہ قلعہ اٹک خالی کر دے۔ لیکن مہاراجہ نے انکار کیا۔ اور جواب میں یہ کہلا بھیجا۔ کہ تاوقتیکہ مفتوحات کشمیر میں سے نصف حصّہ حسب اقرار دربار لاہور کے حوالہ نہ کیا جائیگا۔ قلعہ اٹک واپس نہیں دیا جائیگا۔ لیکن اسی بارہ میں رائے کنھیا لعل صاحب کا اپنی تواریخ میں یہ قول ہے۔ کہ وزیر فتح محمد خاں نے اپنے وکیل کی معرفت مہاراجہ کو یہ پیغام دیا۔ کہ قلعہ اٹک آپ ہمکو دیدیں۔ اور اُس کے عیوض ہم آپکو ملتان کا قلعہ و شہر دیدیں گے جسکے جواب میں مہاراجہ نے یہ لکھ بھیجا۔ کہ پہلے آپ ہمارا قبضہ ملتان پر کرا دیں بعدہ اٹک کا قلعہ واپس کیا جائیگا۔ لیکن غالباً یہ بیان ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ ملتان تو پیشتر سے ہی مہاراجہ کا باجگذار علاقہ تھا۔ اور نہ معاوضہ میں قلعہ اٹک کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا۔ الغرض یہ معاملہ بہت طول کھینچ گیا۔ اور فتح خاں وزیر نے قلعہ اٹک کا محاصرہ کر لیا۔ اندر سے مہاراجہ کی فوج بھی اُن کا ترکی بہ ترکی جواب دیتی رہی۔ مگر تابکے۔ تھوڑے دنوں ہی میں محصورین قلت رسد سے دق آگئے مگر جب اس حال کی خبر مہاراجہ کو پہنچی۔ تو اُس نے فوراً کرم چند چاہل کو ایک دستہ فوج دیکر محصورین کی امداد میں روانہ کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ وہ لوگ بکوچ بلیغار وہاں پہنچ کر افغانوں کے محاصرہ کا تدارک کریں۔ پیچھے سے دیوان محکم چند کو بھی ایک کثیر فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ جو تھوڑے دنوں میں ہی وہاں پہنچ گیا۔ سکھ اور افغانی فوج دونوں ایک دوسرے کے مقابل میں ایک مدت تک پڑی رہیں۔ اور باہم خفیف سی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ مگر لائق اور بہادر دیوان محکم چند نے بالکل خاموشی اختیار رکھی۔ اور اُسوقت کا انتظار کیا۔ جبکہ پٹھان لوگ بالکل تھک گئے۔ اور گرمی کا موسم اچھی طرح آگیا۔ دہوپ تڑاقے کی پڑنے لگی۔ اُسوقت دیوان محکم چند نے اپنی فوج کو لیکر آگے کو قدم بڑھایا۔ اور حیدرو کے مقام پر جو قلعہ سے ۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جا پہنچا۔ یہاں پر افغانی فوج مقابلہ کے لئے تیار کھڑی تھی۔ اور دوست محمد خاں برادر وزیر کابل جو بعد میں عرصہ تک امیر کابل رہا۔ اُن کا سپہ سالار تھا۔ اُس نے فوراً سکھوں پر باڑھ سَر کی۔ جسکا جواب دوسری طرف سے بھی ویسا ہی دنداں شکن ملا۔ اتنے میں دیوان محکم چند نے اپنے سواروں کو چار حصّوں میں تقسیم کر کے ہر طرف ایک پیادہ فوج کو اسکوائر یعنی چار گوشہ بنا کر آگے بڑھایا اور اُن کی مدد پر غوث خاں کو ایک توپخانہ دیکر روانہ کیا۔ افغان فوج نے جس میں ملکھیا بہت تھا۔ اِس آگے بڑھتی ہوئی فوج پر اِس زور سے حملہ کیا۔ کہ ایک مرتبہ اُن میں سخت گھبراہٹ پھیل گئی۔ اور عنقریب تھا۔ کہ وہ توپیں افغانوں کے ہاتھ آجاتیں۔ لیکن پیچھے سے دیوان محکم چند معہ اپنی دو توپوں کے فوراً وہاں پہنچ گیا۔ اور مخالفوں کے ایسے دانت کھٹے کیئے۔ کہ وہ پیچھے ہٹے۔ الغرض اِس مقام پر افغانوں کے ساتھ سکھوں کی ایک خوب دست بدست لڑائی ہوئی۔ جس میں فریقین نے اپنی اپنی بہادری اور شجاعت کے خوب جوہر دکھائے۔ لیکن آخر کار خالصہ جی کی تلوار اوپر رہی۔ اور

افغانی فوج جس کے ہاتھ بیدم ہو کر پھول گئے۔ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ چونکہ گرمی اور دھوپ کی شدت بالکل ناقابل برداشت تھی۔ اسلیئے دیوان محکم چند نے افغانوں کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھکر قلعہ کیطرف باگ موڑی۔ اور نہایت مسرت اور حشمت کے ساتھ فتح کا نقارہ بجاتے ہوئے قلعہ کے اندر داخل ہو کر غلہ کے ہزاروں اونٹ جو اُس کے ہمراہ تھے فوج میں تقسیم کر دیئے جس سے کئی دن کی فاقہ کشی کے بعد بیچاری محصور فوج کو ٹکڑا نصیب ہوا۔ اس کے بعد بہادر دیوان محکم چند نے بہت سا سامان خوراک و حرب اُس قلعہ میں چھوڑ کر ایک برجستہ فوج وہاں مامور کی۔ اور خود واپس لاہور آیا۔ جہاں مہاراجہ نے اُس کی بڑی عزت کی۔ اور اس نمایاں خدمت کے عیوض ازراہ قدردانی اُس کی جاگیر کو المضاعف کر دیا۔ اس فتح نے مہاراجہ کی طاقت کو بہت مضبوط اور مستحکم کر دیا۔ افغانوں جیسی سخت اور جنگجو قوم میں بھی اُس کی شجاعت اور بہادری کا چرچا پھیل گیا۔ اور سب کے سب خائف ہو گئے۔ کسی میں سر اُٹھانے کی جرأت نہ رہی۔

بعد ازاں اس مہم سے فراغت پا کر مہاراجہ نے خاص کشمیر پر فوجکشی کرنے کی تیاری کی۔ لیکن مہاراجہ نے ابھی اپنے ارادہ کی کسیکو خبر نہیں کی۔ صرف اتنا حکم دیا۔ کہ فلاں فلاں توپخانے رسالے و پیادہ افواج اپنا اپنا سامان لڑائی اور سفر کا لیکر دریائے راوی کے پار اُتر کر ڈیرہ کریں۔ بعد ازاں جب تمام سپاہ تیار ہو کر راوی کے پار پہنچ گئی۔ تو شہزادہ کھڑک سنگھ کو حکم ہوا کہ وہ فوج کو اپنے ہمراہ لیکر سیالکوٹ جا اُترے۔ اور جبتک سرکار خود وہاں رونق افروز نہو۔ وہیں انتظار میں ٹھہرا رہے۔ پیچھے سے مہاراجہ بھی جوالا دیوی کی پوجا کر کے اور تمام کوہستان کے والیان اور جاگیرداراں کے نام اپنی اپنی فوج لیکر سیالکوٹ میں حاضر ہونے کا حکم بھیج کے وہاں پہنچگیا۔ پھر سیالکوٹ سے مہاراجہ نے ایک بڑے بھاری اجتماع کے ساتھ ہر ایک راجہ اور رئیس کی فوج کی خود حاضری لے کے وزیرآباد کو کوچ کیا۔ اور وہاں سے لاہور کے کالم کو شامل کر کے رہتاس کی طرف روانہ ہوا۔

مہاراجہ کا کشمیر جانا بوجہ پڑنے برف کے ملتوی رہا۔

اسی اثناء میں یہ خبر ملی۔ کہ وزیر فتح خاں نے ایک کثیر جماعت کے ساتھ پھر دوبارہ اٹک پر یورش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ مہاراجہ نے ایک فوج اُسکا راستہ روکنے کے لیئے اُسطرف کو مامور کی۔ اور خود جب رہتاس سے آگے بڑھا۔ اور کشمیر کیطرف مڑنے لگا۔ تو یہ معلوم ہوا۔ کہ پیر پنجال کے پہاڑوں پر برف پڑ گئی ہے۔ اور راستہ بند ہو گیا ہے۔ اسوجہ سے مہاراجہ نے آگے جانے کا ارادہ ملتوی کر کے فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ اور کٹاس کے چشمہ میں جو ہندوؤں کا ایک مشہور تیرتھ ہے۔ اشنان کیا۔ پھر سردار دل سنگھ و دیوان محکم چند کو ایک برجستہ فوج دیکر قلعہ مکھڈ کا فتح کرنے کو جو کالاباغ کے قریب واقع ہے۔ روانہ کیا۔ جب سردار مذکور وہاں پہنچا۔ تو داد نی خاں وہاں کے حاکم نے سرکار

قلعہ مکھڈ کا فتح ہونا

لاہور کی فوج کا مقابلہ کیا۔ اور کچھ تھوڑی دیر تک لڑا۔ مگر آخر کار میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور وہ قلعہ فتح ہو کر مہاراجہ کے قبضہ میں آیا۔ بعد ازاں جب یہ خوشخبری مہاراجہ کو پہنچی۔ تو اُس نے سردار دل سنگھ کی کارگذاری سے بہت خوش ہو کر اُسی کو وہاں کا قلعہ دار مقرر کر دیا۔ اس کے بعد مہاراجہ نے دیوان محکم چند کو یہ حکم دے کر کہ وہ اپنی فوج لے کر

راولپنڈی کے مقام پر موجود رہے۔ اور شہزادہ کھڑک سنگھ کو یہ تحریر کر کے کہ وہ اٹک کے متصل قیام رکھیں۔ لاہور کو مراجعت کی۔

مہاراجہ کا بتقریب اشنان ماگھی امرتسر تشریف لے جانا۔

بعد ازآں بتقریب اشنان ماگھی مہاراجہ نے لاہور سے امرتسر کو کوچ کیا۔ وہاں مہاراجہ کے پاس حیدرآباد سندھ کے وکلاء واسطے قایم کرنے رابطہ اتحاد تحایف وغیرہ لے کر حاضر ہوئے۔ جن کو مہاراجہ نے خلعت دیکر رخصت کیا ❊

ہری پور فتح ہوا۔

اسی اثناء میں خبر آئی۔ کہ دیوان بھوانی داس نے جو کوہستان کے ملک میں بھیجا گیا تھا۔ قلعہ ہری پور کو جو کانگڑہ کے علاقہ میں واقع ہے۔ بلا کسی روک ٹوک یا دقت کے فتح کرلیا ہے۔ چنانچہ اس فتح کی خوشی میں شاہانہ سلامی لی گئی۔ اور سردار بھوپ سنگھ کو جو قید میں تھا مہاراجہ نے رہا کر کے کچھ جاگیر عطا فرمائی ❊

وزیر فتح خاں کا ملتان کی طرف یورش کرنا۔

پھر انہی دنوں میں مہاراجہ کے پاس نواب **مظفر خاں** والی ملتان کی ایک تحریر بدیں مضمون موصول ہوئی۔ کہ وزیر فتح خاں کالاباغ تک آگیا ہے۔ اور اس کا ارادہ ہے کہ ملتان پر فوجکشی کرے۔ چونکہ یہ ریاست اب مدت سے دربار لاہور کی باجگذار ہے۔ اسلئے امیدوار ہوں۔ کہ مہاراجہ صاحب بہادر اس کا کوئی مناسب انتظام فرماویں۔ مہاراجہ نے اس خبر کے سنتے ہی فی الفور شہزادہ **کھڑک سنگھ** کو چار پلٹنیں۔ دو توپخانے وایک رسالہ دیکر ملتان کیطرف روانہ کیا۔ لیکن وزیر فتح خاں کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ کہ لاہور کی فوج ملتان کی مدد میں آرہی ہے۔ تو وہ پیچھے کو واپس چلا گیا ❊

پھر بعد جشن تیوہار ہولی شروع سال سمت ۱۸۷۱ بکرمی میں مہاراجہ لاہور نے امرتسر میں اشنان کیا۔ اور وہاں سے فوج کو لیکر آدینہ نگر کیطرف جو پہاڑ کے نیچے واقع ہے کوچ کیا۔ چونکہ راجہ عجب سنگھ والی جسروٹہ نے انہی ایام میں انتقال کیا۔ اسلیئے مہاراجہ نے چاہا۔ کہ اسکا علاقہ ضبط کرلے۔ لیکن اس کے لائق بیٹے لال دیو نامی نے فوراً حاضر ہوکر مہاراجہ کو ایک لاکھ روپیہ نذرانہ کا ادا کیا۔ اور اپنی پدری جائداد پر بدستور بحال ہوگیا ❊

مہاراجہ کا دوبارہ کشمیر پر چڑھائی کرنا۔

بعد ازآں مہاراجہ نے کشمیر پر چڑھائی کرنے کا مصمم ارادہ کرکے تمام کوہستان کی ریاستوں اور ماتحت سرداروں کے نام اپنی اپنی فوج لے کر سیالکوٹ میں حاضر ہونے کا حکم جاری کیا۔ اور شہزادہ **کھڑک سنگھ** کو تاکید لکھی۔ کہ وہ بھی لاہور کی فوج لے کر سیالکوٹ پہنچ جاویں۔ کہتے ہیں کہ دیوان محکم چند نے موسم کی ناموافق حالت پر نظر ڈال کے مخصوص ایسے وقت میں جبکہ بالکل بے سروسامانی ہو اور رسد وغیرہ کا بھی راستہ میں اچھی طرح انتظام نہ ہوگیا ہو کشمیر پر فوجکشی کرنے سے بہت روکا۔ مگر مہاراجہ نے کچھ خیال نہ کیا۔ اور اپنے ارادہ کو پورا کرنے کی غرض سے جب سیالکوٹ میں سب طرف سے فوجیں جمع ہوگئیں۔ تو ایک روز تمام لشکر کی خود حاضری لیکر کشمیر کی طرف کوچ کا حکم دیدیا۔ دیوان محکم چند اس مہم پر بوجہ علالت طبیعت خود مہاراجہ کے ہمرکاب نہ جاسکا۔ لیکن اپنے نبیرہ رامدیال کو جس کی عمر اسوقت ۲۲ سال کے قریب ہوگی۔ اور جو دلاوری اور شجاعت میں بہت ہوشیار معلوم ہوتا تھا

اپنی جگہ ایک دستہ فوج سپرد کر کے مہاراجہ کے ہمراہ روانہ کیا۔

الغرض جب مہاراجہ لاہور ٹہمبر ہوتے ہوئے رجوری کے مقام پر پہنچے۔ تو وہاں کے رئیس اغر خاں نے مہاراجہ کا بڑی عزت سے استقبال کیا۔ یہاں سے مہاراجہ نے پیر پنجال کیطرف رخ کیا۔ مگر قبل کوچ بولنے کے اغر خاں سے کسی آسان راستہ کا پتہ پوچھا۔ جس نے مہاراجہ کو ایک سخت دغابازی اور بے ایمانی کا ہاتھ دکھلایا۔ اور دشمن کی تعداد و طاقت کا اندازہ بتلانے میں ہی گمراہ نہیں کیا۔ بلکہ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کرا کے اُس خاص حصہ کو جو مہاراجہ کے ساتھ تھا۔ توشو میدان ہو کر پونچھ کے راستے کشمیر پہنچنے کے لئے بتلایا۔ اور دوسرے حصہ کو بہرام گلہ کے راستے سپین ہو کر جانے کو کہا۔ اب وہ فوج جو بہرام گلہ کیطرف بھیجی گئی۔ اسکی کمان دیوان رامدیال نبیرہ دیوان محکم چند کے سپرد ہوئی۔ اور اُس کے ہمراہ سردار دل سنگھ اور غوث خاں افسر توپخانہ و مت سنگھ وغیرہ سردار مع اور بہت سے جاگیرداروں کے روانہ کیئے گئے۔ جمعدار خوشحال سنگھ بھی اسی طرف بھیجا گیا۔ اور اُس کا کالم سب سے آگے رکھا گیا۔ اور سردار ان ہری سنگھ نلوہ و نہال سنگھ اٹاری والہ سب سے پچھلے دستہ فوج کے ساتھ مامور کیئے گئے۔ تین روز بعد جب یہ فوج ۱۸۔ جون ۱۸۱۴ء کو بہرام گلہ کے مقام پر پہنچی۔ تو وہاں کے قلعہ کی فوج بمقابلہ پیش آئی۔ لیکن ایک تھوڑی سی لڑائی کے بعد اُن کو سکھوں کے سامنے ٹھیرنا مشکل ہو گیا۔ اور بھاگ کر قلعہ میں گھس گئے۔ اور محصور ہو کر وہاں سے لڑنے لگے۔ لاہور کی فوج نے قلعہ بھی گھیر لیا۔ اور وہ آگ برسائی۔ کہ محصورین سے سوائے پناہ مانگنے کے اور کچھ نہ بن پڑا۔ سکھ فوج قلعہ کے اندر داخل ہو گئی۔ اور قلعہ مہاراجہ کے قبضہ میں آگیا۔ یہاں تھوڑی سی فوج چھوڑ کر دیوان رامدیال آگے بڑھا۔ دوسرے دن سب کے آگے کے دستہ فوج نے پیر پنجال پہاڑ کی چوٹی عبور کر کے وہاں سے بھی افغانوں کو نکال دیا۔ اور جب وہاں سے کوچ کر کے دیوان رامدیال موضع ہیرپور کے قریب پہنچا۔ تو اتنے میں عظیم خاں نے بھی ان لوگوں کے آنے کی خبر پا کر ایک نہایت برجستہ اور جرار فوج افغانوں کی اُن کے مقابلہ میں بھیجدی۔ اور ۲۲۔ جولائی کو ہیرپور کے متصل دونوں فریقوں کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اس مقام پر سکھوں نے اپنی دشمن فوج کے خوب دانت کھٹے کیئے۔ اور سپین کے قریب تک اُن کو دبائے چلے گئے۔ پھر ۲۴۔ تاریخ کو دیوان مذکور نے شہزادہ **کھڑک سنگھ** کی فوج کے ایک بڑے بہادر افسر جیون مل کے دستہ کو سب سے آگے رکھ کر خاص سپین پر بھی حملہ کر دیا۔ لیکن شکور خاں نے اس حملہ کو نہایت مستعدی سے روکا۔ سکھوں کی فوج بڑی جوانمردی کے ساتھ لڑتی رہی اور امید تھی کہ کامیاب ہو جائیگی۔ کہ اتنے ہی میں ابر نمودار ہوا۔ اور برف پڑنے لگی۔ سکھوں کے ہاتھ پیر گلنے لگے۔ پھر کیا تھا۔ افغانوں کی جو سرد ملک کے باشندے تھے خوب بن آئی۔ وہی جو پیچھے کو ہٹتے تھے۔ آگے بڑھنے لگے۔ جیوں جیوں ہوا تیز ہوتی وہ شیر ہوتے جاتے۔ بیچارے سکھ مارے سردی کے خود بخود گرے جاتے۔ جیون مل اور فتح سنگھ وغیرہ بہت سے نامی نامی سردار کام میں آئے۔ اور سکھوں کی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ رات کو بیچارے راستہ سے ناواقف برف پڑتی ہوئی میں اِدھر سے اُدھر سر ٹکراتے پھرے۔ کہیں پناہ کی جگہ

نصیب نہ ہوتی۔ جدہر جاتے افغان اُن کے سر پر موجود ہوتے۔ کچھ تو بھاگ کر پیر پنجال پہنچ گئے۔ اور کچھ مع اپنے آتارام دیال کے خاص سرینگر کے متصل ایک گانوں میں پناہ گیر ہوئے۔ یہ فوج اُسوقت بڑی تباہ حالت میں ہوگئی۔ نہ تو اُس کے پاس کافی سامان خوراک کا رہا۔ اور نہ کوئی امداد نزدیک معلوم ہوئی +

اُدھر دوسری فوج کا بھی جو خاص مہاراجہ کی ماتحتی میں پونچھ ہو گئی تھی یہی حال ہوا۔ یعنی اوّل تو رجوری کے مقام پر ہی اُن کو بارش شروع ہوگئی۔ اور ۲۶۔ جون تک وہیں ٹھیرے رہنا پڑا۔ بعد ازاں جب بھاگتی بھاگتی بمشکل تمام پونچھ اور منڈی تک اپنا قبضہ کر لی ہوئی پہنچی بھی۔ تو پھر وہاں سے آگے جا کر مارے سردی کے ایسی جکڑ گئی۔ کہ پٹھانوں کے سامنے مطلق ہاتھ پاؤں نہ ہلا سکی۔ توشہ میدان کے پاس کشمیر والی فوج نے لاہور کے لشکر کو ایسی سخت شکست دی۔ کہ جس کا بیان نہیں۔ حالانکہ سکھ بھی بڑی جرأت اور شجاعت سے لڑے۔ لیکن برفانی ملک کی سخت سردی نے اُن کی کچھ پیش نہ جانے دی۔ لاچار مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی فوج کو پیچھے ہٹانا مناسب سمجھا۔ اسی مقام پر مہاراجہ کے پاس دیوان رامدیال کی حالت کی بھی خبر پہنچی۔ جس کے علاج میں مہاراجہ نے بھائی رام سنگھ و قطب الدین خاں قصوری کو پانچہزار سواروں کے ساتھ اُس کی کمک پر روانہ کیا۔ مگر برف کی شدت اور کچھ خوف کی حالت نے اُن کو بہرام گلہ سے آگے بڑھنے نہ دیا۔ اُدھر مہاراجہ نے بھی اپنی فوج کو ایسی خطرناک حالت میں دیکھ کر دیوان رامدیال کے انتظار کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور جلد جلد واپس لاہور ہوا۔ راستہ میں بھی جو بالکل برف سے رُکا ہوا تھا۔ مہاراجہ کی فوج کو سخت نقصان پہنچا۔ اور زیادہ تر اس وجہ سے بھی کہ پہاڑی اور افغانی لوگوں سے کہیں کہیں مقابلہ و مجادلہ کا بھی اتفاق پڑ جاتا۔ اس مہم میں مہاراجہ کے چند نامی نامی اور بہادر سردار مثل دل سنگھ مان۔ گوربخش سنگھ دھاری۔ اور مت سنگھ بدھانیہ وغیرہ کے کام میں آئے +

غرض مہاراجہ تو بہزار دقت و خرابی لاہور پہنچ گیا۔ لیکن رہا صرف رامدیال۔ سو اُس کی کیفیت یوں ہے۔ کہ وہ ایک بڑا لایق سردار تھا۔ اُس نے استقلال کو مطلق اپنے ہاتھ سے نہ دیا۔ اور اپنی حکمت عملی سے باوجودیکہ ایک بڑا نازک وقت تھا۔ صرف اپنے آپ کو وہاں سے محفوظ ہی نہیں نکال لایا۔ بلکہ محمد عظیم خاں صوبہ کشمیر کو ایسا مجبور کیا۔ کہ اُس نے مہاراجہ لاہور کے پاس چند تحایف بطور نذرانہ روانہ کیئے اور بذریعہ ایک خاص تحریر کے اپنے اوپر دربار لاہور کی بالادستی کو بھی قبول کر لیا + اس معاملہ میں بعض مؤرخوں کی یہ بھی رائے ہے۔ کہ محمد عظیم خاں نے دیوان رامدیال کو صرف اُس کے دادا کی دوستی کے لحاظ سے بخیریت واپس جانے دیا تھا۔ لیکن دراصل یہ بات نہیں تھی۔ بلکہ اب محمد عظیم خاں پر یہ بخوبی ظاہر ہو گیا تھا۔ کہ سکھ فوج کا اور زیادہ مدت تک اُس کے علاقہ میں ٹھیرے رہنا اُس کے لیئے فائدہ بخش نہ ہوگا کیونکہ اس عرصہ میں سکھوں نے گو سردی بالکل ناقابل برداشت تھی۔ اور اُن کو کچھ کرنے نہیں دیتی تھی۔ تاہم گرتے پڑتے دو ہزار افغانی فوج کا کام تمام کر دیا تھا۔ اور دن بدن قابو پکڑتے جاتے تھے +

اس مہم میں جو جو مصائب اور تکالیف مہاراجہ کو پیش آئیں۔ کچھ ایسی کم نہ تھیں کہ وہ اپنے لایق اور رنجیلا کار دیوان

محکم چند کی صلاح پر عمل نہ کرنے سے پچھتاتا۔ مگر افسوس کہ مہاراجہ کے لاہور واپس آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اس کا یہی نیک صلاح کار اور اعلےٰ درجہ کا خیر خواہ بہادر سردار دیوان محکم چند اس دار فانی سے ۱۵- کاتک سمت ۱۸۷۱ بکرمی کو کوچ کر گیا۔ مہاراجہ کو اپنے ایسے لایق اور نمک حلال سردار کی وفات کا بہت غم ہوا۔ بلکہ تمام سکھ فوج نے ماتم کیا۔ یہ شخص واقعی ایک نہایت عقلمند اور دور اندیش افسر تھا۔ اور اُس کی مشہور شجاعت و طاقت سے مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کو بہت فائدہ پہنچا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے لایق اور منتظم آدمی کے ضایع ہونے سے دربار لاہور کو ایک سخت صدمہ پہنچا۔ مہاراجہ نے اُس کی جگہ اُس کے بیٹے موتی رام کو دیوان مقرر کیا۔ اور جالندھر دوآب و قلعہ پھلور کی حکومت بھی بدستور اسی کے پاس رکھی۔ پھر دیوان محکم چند کے پوتے رام دیال کو جس نے اپنے تئیں ایک نہایت جنگ آور اور بہادر جوان ظاہر ثابت کیا تھا۔ اپنی تمام فوج کا کمانڈر انچیف یعنی سپہ سالار مقرر فرمایا۔ بعد ازاں مہاراجہ تھوڑے دنوں تک شالامار باغ میں قیام کرکے امرتسر گیا۔ اور وہاں عبد النبی خاں وکیل سرکار انگریزی کے ساتھ جو وایسرائے ہند اور سر ڈیوڈ آکٹر **لونی صاحب** کی طرف سے دوستانہ خطوط لایا تھا۔ ملاقات کی۔ اور ایک ہزار روپیہ کا خلعت دیکر اسکو رخصت کیا۔

دیوان محکم چند کی وفات سمت ۱۸۷۱

پھولا سنگھ گرفتار ہوا

انہی ایام میں مہاراجہ کے پاس پھولا سنگھ نہنگ کے جور و ستم کی شکایت پہنچی۔ اور معلوم ہوا۔ کہ ملک مالوہ میں اُس نے بالکل غدر برپا کر رکھا ہے۔ چنانچہ دیوان موتی رام کو پھلور سے اُس کی سرکوبی کے واسطے تعینات کیا گیا۔ اور اُس نے کوٹ کپورہ کے مقام سے پھولا سنگھ اکالیہ کو معہ اس کے دوسرے ساتھی نہال سنگھ اٹاری والہ کے گرفتار کرکے لاہور روانہ کیا۔ جہاں اُس کو مہاراجہ نے امن قایم رکھنے کے وعدہ پر اکالیوں کی فوج کا سردار بنا کے اپنی ملازمت میں رکھ لیا ✣

سمت ۱۸۷۲

سرکار انگریزی کی گورکھوں کے ساتھ لڑائی

اسی اثناء میں جب مہاراجہ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ امر سنگھ تھاپہ ستلج پار کے پہاڑی علاقہ میں سرکار انگریزی کے ساتھ بمقابلہ پیش آیا ہے۔ تو مہاراجہ نے فقیر عزیز الدین کو سر ڈیوڈ آکٹر **لونی صاحب** کی خدمت میں بھیجکر سرکار انگریزی کو اس موقع پر مدد دینا چاہا۔ مگر گورنمنٹ نے بجواب اُس کے مہاراجہ کی مہربانی اور خیر اندیشی کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور لکھا۔ کہ فی الحال آپ کی مدد کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں اگر آیندہ کوئی موقع ہوا۔ اور ضرورت سمجھی گئی تو آپ کو ضرور تکلیف دیجاوے گی ✣

رام گڈھیوں کی مثل کا خاتمہ

اسی سال میں مہاراجہ نے سردار جودھ سنگھ کے مرنے پر رام گڈھیوں کی مثل کا بھی خاتمہ کیا۔ یعنی اُسکا کل علاقہ معرض ضبطی میں آیا۔ اور دیوان رام دیال و دل سنگھ وغیرہ کو رجوری اور بھمبر کے علاقہ پر جنہوں نے کشمیر کے گذشتہ حملہ میں سخت دہوکہ دیا تھا۔ بھیجکر پیر پنجال تک کا ملک اپنے قبضہ میں لے آیا۔ رجوری کا راجہ بھاگ کر کوٹلی چلا گیا۔ مگر سکھ فوج نے اُس کا وہاں بھی تعاقب کیا۔ اور قلعہ کوٹلی کو فتح کرکے اپنے تحت میں لے آئے۔ چونکہ موسم سرما کا شروع ہو گیا اسواسطے قلعہ سروچ سے اور آگے نہ بڑھے۔ اور وہیں سے واپس چلے آئے ✣

پنڈت دینا ناتھ کا تقرر

پنڈت دینا ناتھ بھی جو پیچھے سے راجہ دینا ناتھ مشہور ہوا۔ اسی سال میں دہلی سے آکر دربار لاہور کی ملازمت میں

داخل ہوا۔ اور اپنی ذاتی لیاقت و شرافت سے بہت جلد ترقی پاکر سول اور مال وغیرہ کے محکموں کا اعلےٰ افسر بن گیا۔ اور مہاراجہ نے اُسکو راجگی کا خطاب عطا کیا۔

سمت ۱۸۷۳

جھنگ۔ لیّہ و پاکپٹن قبضہ میں آئے۔

سمت ۱۸۷۳ بکرمی میں مہاراجہ نے نورپور کے رئیس کا علاقہ ضبط کر لیا۔ اور وہ بیچارہ بھاگ کر سرکار انگریزی کے علاقہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اسی سال میں جھنگ اور لیّہ کا علاقہ بھی ضبط ہو کر لاہور کے ساتھ شامل ہوا۔ اور مہاراجہ نے معہ سردار فتح سنگھ آہلو والیہ کے ملتان اور بہاولپور کیطرف کوچ کیا۔ جب پاکپٹن پہنچے۔ تو وہاں کے سجادہ نشین شیخ محمد یار خان نے مہاراجہ کو ایک قبضہ تلوار جس کی موٹھ جواہرات سے جڑی ہوئی تھی و ایک راس اسپ نہایت قیمتی نذر کیا۔ پہلے تو یہ علاقہ ضبط ہو کر جمعدار خوشحال سنگھ کے سپرد ہوا تھا۔ لیکن پیچھے سے مہاراجہ نے بہ لحاظ بزرگی مزار بابا شیخ فرید کے وہ علاقہ سجادہ نشین کے پاس ہی رہنے دیا۔ اور ۹ ہزار روپیہ خراج مقرر کیا۔

بہاولپور سے نذرانہ لیا۔

اسی اثناء میں صوبے رائے وکشن داس وکلاءِ بہاولپور نے مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ۸۰ ہزار روپیہ بابت نذرانہ کے داخل کیا۔ اور ۷۰ ہزار سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے جدید عہد نامہ متابعت کا لکھدیا۔

ملتان سے نذرانہ لیا۔

بعد ازاں جب ۱۵۔ چیت کو مہاراجہ ہڑپہ کے مقام پر پہنچا۔ تو سید محسن شاہ وکیل ملتان مہاراجہ کی خدمت میں چند گھوڑے و تحایف بطور نذرانہ لیکر حاضر ہوا۔ جس سے مہاراجہ نے ایک لاکھ اور بیس ہزار روپیہ طلب کیا۔ مگر وکیل نے چالیس ہزار روپیہ نقد داخل کر کے باقی رقم کے واسطے دو ماہ کی مہلت مانگی۔ جس کو مہاراجہ نے مطلق منظور نہ کیا آخر پہلے احمد آباد کا قلعہ فتح کیا۔ بعدہ دریائے چناب عبور کر کے جب مہاراجہ سالم واہن کے مقام پر پہنچا۔ تو وہاں سے ایک دستہ فوج کا آگے بھیجکر حکم دیا۔ کہ فوراً ملتان پہنچ کر نواب کو واسطے ادخال نذرانہ کے مجبور کرو۔ چنانچہ پھولا سنگھ اکالیہ نے پہنچتے ہی شہر پر آفت برپا کر دی۔ اور شہر کے بیرونی مقامات پر اپنا دخل کر لیا۔ اب نواب نے دیکھا۔ کہ بلا ادائے نذرانہ چھٹکارا نہیں۔ اسلیئے اُس نے فوراً بندوبست کر کے دیوان بھوانی داس کی معرفت ۸۰ ہزار روپیہ مہاراجہ کی خدمت میں پہنچایا۔ اور باقی چالیس ہزار روپیہ کی بابت بہت تھوڑے عرصہ میں ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

مانکیرا سے نذرانہ لیا۔

جب مہاراجہ کے پاس اس قدر کثیر رقم پہنچ گئی۔ تو اُس نے فوج کو ملتان سے واپس آنے کا حکم دیا۔ اور مانکیرا کی طرف توجہ کی۔ اور سجان رائے کو وہاں کے نواب کے پاس بھیجکر ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ بابت نذرانہ کے طلب کیا مگر نواب نے اس قدر کثیر رقم کا ادا کرنا اپنی طاقت سے باہر ظاہر کر کے صرف مبلغ بیس ہزار روپیہ معرفت نرائن داس پنڈی داس کے ارسال کیا۔ جس کے دیکھتے ہی مہاراجہ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور حکم دیا۔ کہ منکیرا کا تمام ملک فوراً غارت کر کے تباہ کر دیا جاوے۔ اس اشارہ کا ہونا تھا۔ کہ پھولا سنگھ اکالیہ نے فوراً حملہ کر کے قتل عام شروع کر دیا مخصوص مسلمانوں پر بہت ظلم کیا۔ محمد پور۔ خان گڑھ۔ اور محمود کوٹ تینوں مقامات کے قلعے سکھوں نے فتح کر لیئے۔ اور اسقدر آگ برسائی۔ کہ گاؤں کے گاؤں تباہ ہو گئے۔ آخر کار ۵۰ ہزار روپیہ رائے پنڈی داس بندوبست

کرکے مہاراجہ کے پاس لے گیا۔ اور دست بستہ امان کا خواہاں ہوا۔ مہاراجہ نے اُس کی گذارش کو منظور کیا۔ اور فوج کو واپسی کا حکم دیکر وہ علاقہ بدستور شیر محمد خاں پر بحال رکھا۔

جھنگ ۔ اوچ و اکال گڈھ کے رئیس قید ہوئے۔

بعد ازاں جھنگ ۔ اوچ ۔ و اکال گڈھ وغیرہ مقامات کے رئیس احمد خاں سیال و رجب علی خاں وغیرہ قید کرکے لاہور بھیجے گئے۔ جھنگ کا علاقہ جسکا محاصل چار لاکھ کے قریب تھا۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ پر بطور ٹھیکہ سکھدیال کو دیا گیا۔ اور سجان رائے کے تعلق وہاں کی فوجداری اور دیوانی کا انتظام سپرد ہوا۔

بھائی رام سنگھ اتالیق شہزادہ کھڑک سنگھ قید کیا گیا

یہاں سے واپس آکر مہاراجہ کے پاس بھائی رام سنگھ اتالیق شہزادہ **کھڑک سنگھ** کی شکایت پہنچی۔ کہ وہ ایمانداری سے کام نہیں کرتا۔ چنانچہ مہاراجہ نے اُس کو قید کرکے اُس کا سارا گھر بار نیلام کرادیا۔ اور اُس کی جگہ دیوان بھوانی داس پشوریہ کو شہزادہ **کھڑک سنگھ** کے علاقہ کا سربراہ کار مقرر کیا۔ اتم چند ساہوکار کو بھی جس کے ساتھ بھائی رام سنگھ کا حساب کتاب تھا۔ پابہ زنجیر کیا گیا۔ اور جسقدر جواہرات و زیورات مالیتی ایک لاکھ روپیہ چار لاکھ روپیہ کی ہنڈویاں وغیرہ اُس کے گھر سے برآمد ہوئیں۔ ضبط ہوکر خزانہ سرکار میں داخل کیگئیں۔

شہزادہ کھڑک سنگھ کو وارث تخت و تاج قرار دیا

سمت ۱۸۷۳ ب ۱۵ ماگھ

اس کے بعد ۱۵ ۔ ماگھ سمت ۱۸۷۳ بکرمی کو مہاراجہ نے ایک عام دربار میں جس میں پنجاب کے کل رئیس سردار شریک ہوئے شہزادہ **کھڑک سنگھ** کو اپنی راجگدی کا تلک دیکر اپنے بعد لاہور کے تخت و تاج کا اسکو وارث قرار دیا۔ یہ مبارک جلسہ انارکلی میں بڑی دہوم دہام کے ساتھ کیا گیا۔ اور ہر ایک جاگیردار و سردار و رئیس سے شہزادہ **کھڑک سنگھ** کو نذریں دلوائی گئیں۔

مہاراجہ کا پہاڑی ریاستوں میں دورہ

سمت ۱۸۷۴ ب

پھر سمت ۱۸۷۴ بکرمی میں دسہرہ کی سلامی لیکر مہاراجہ نے کوٹ کانگڑہ وغیرہ پہاڑی ریاستوں کے دورہ پر کوچ کیا۔ پہلے امرتسر میں پہنچ کے اشنان کیا۔ اور ہزار روپیہ دربار صاحب کی بھینٹ پوجا میں چڑہا کر حکم دیا۔ کہ مادہوپور والی نہر سے ایک شاخ نکال کر امرتسر کے تالاب میں ڈالی جاوے۔ تاکہ پانی ہمیشہ صاف اور تازہ پڑتا رہے۔ بعدہ وہاں سے جب مہاراجہ کوچ کرکے آدینہ نگر میں پہنچا۔ تو وہاں راجہ چنبہ کے وکیل نے حاضر ہوکر ۴۰۰۰ روپیہ خراج کا داخل کیا۔ اور چند چرند و پرند از قسم عجائبات پہاڑ نذر کیئے۔ پھر آدینہ نگر سے مہاراجہ نے ۱۴ ۔ ملگھر کو نورپور کیطرف جہاں کا رئیس بھاگ کر انگریزی علاقہ میں چلا گیا تھا۔ کوچ کیا۔ جب اُس علاقہ میں پہنچا۔ تو دیکھا کہ دیہات کے دیہات اُجڑے پڑے ہیں۔ اور تمام ملک بالکل تباہ اور ویران پڑا ہے۔ مہاراجہ کو یہ دیکھکر سخت افسوس ہوا۔ اور اُس نے حکم دیا۔ کہ سب آدمی اپنے اپنے گھروں کو واپس بلائے جاویں۔ اور اُن کا ہر طرح سے اطمینان کرکے اس ملک کو بہت جلد آباد کیا جاوے۔ بلکہ مہاراجہ خود وہاں ٹھہرا رہا۔ اور جبتک نورپور کے علاقہ کو اچھی طرح سے آباد نہ کرا لیا آگے نہ بڑھا۔

نورپور سے مہاراجہ بہادر کانگڑہ کے علاقہ میں جوالا دیوی کے پہاڑ پر گئے۔ اور وہاں سے مفصلہ ذیل پہاڑی ریاستوں سے خراج وصول کرکے ہولی کے تیوہار تک واپس لاہور آئے۔

راجہ ایسری سین والی منڈی - راجہ سکیت { ۶۵۰۰۰ بابت خراج و ۱۰۰۰۰ نذرانہ ۱۰۰۰۰

راجہ بکرماں سین والی کلو چونکہ انتقال کر گیا تھا۔ اسلیئے جب مہاراجہ نے اُس کی ریاست پر مداخلت کرنیکا قصد کیا۔ تو اُس کے بیٹے ٹھاکر داس نے ایک لاکھ روپیہ بابت نذرانہ کے داخل کر کے اپنی پوری ریاست کو بدستور اپنے نام بحال و برقرار کرا لیا ✣

انتظام علاقہ منضبطہ رام گڈھیاں - وچڑھائی ملتان

اسی سال ماہ ماگھ میں مہاراجہ نے پہاڑ سے واپس آکر فقیر نور الدین کو تو واسطے انتظام علاقہ منضبطہ سرداران رام گڈھیہ کے روانہ کیا۔ اور دیوان موتی رام و بھوانی داس پشوریہ و ہری سنگھ نلوہ وغیرہ سرداروں کو واسطے وصولی بقایا زرخراج ملتان پر مامور کیا۔ مگر اس مرتبہ بقول شخصیکہ تنگ آید بجنگ آید کا معاملہ ہوا۔ نواب **مظفر خاں** والی ملتان نے اس فوج کا بڑی گرمجوشی سے مقابلہ کیا۔ اور اسقدر آگ برسائی۔ کہ لاہور کی فوج نے مجبور ہو کر محاصرہ اُٹھا لیا اور واپس لاہور آئی۔ مہاراجہ دیوان بھوانی داس کی کم ہمتی پر جو اس مہم کا سپہ سالار تھا سخت ناراض ہوا۔ اور اُس کو قید کر کے اُس پر دس ہزار روپیہ جرمانہ کیا ✣

انہی دنوں میں زرادہ پنڈی داس کی معرفت نواب مانکیرا کے ساتھ عہد نامہ ہوا۔ جس کی رو سے اسی ہزار ۸۰۰۰۰ روپیہ سالانہ خراج و ضرورت کے وقت عمدہ عمدہ گھوڑے و شتر کی امداد دینے کا وعدہ کیا ✣

شہزادہ شیر سنگھ کا ملک ہزارہ کو فتح کرنا۔

پھر مہاراجہ نے شہزادگان **شیر سنگھ** و **تارا سنگھ** دونوں بھائیوں کو ہزارہ کی مہم پر روانہ کیا۔ کیونکہ وہاں کے رئیس محمد خان نے سردار حکم سنگھ چمنی حاکم اٹک کو بہت دق کر رکھا تھا۔ اس لڑائی میں خان ہزارہ کے ساتھ تمام پہاڑی افغان دو ہزار کے قریب مذہبی لڑائی سمجھکر شامل ہو گئے تھے۔ مگر بہادر **شیر سنگھ** کی سپاہ کے سامنے کسی کی کچھ پیش نہ گئی۔ سکھوں نے افغانوں کو راستہ بھلا دیا۔ ایک ایک پردہ دو دو تین تین چڑھا دیئے۔ یہانتک کہ محمد خان اُن کا خاص سردار بھی مارا گیا۔ سید احمد خاں اُس کے بڑے بیٹے نے متابعت اختیار کی۔ اور بطور سزا بجائے پچاس ہزار سالانہ خراج کے پچہتر ہزار روپیہ آیندہ کے واسطے دربار لاہور کو ادا کرنا منظور کیا۔ اس فتح کی خبر سن کر مہاراجہ نے لاہور میں بہت خوشی منائی۔ اور گورو مہاراج کا کڑاہ پرشاد تقسیم ہوا۔ اب مہاراجہ کا ارادہ تھا کہ ملتان پر چڑھائی کرے۔ لیکن بوجہ علالت طبع کے اُس کو اپنا ارادہ کچھ دنوں کے لیئے اور ملتوی رکھنا پڑا ✣

مہاراجہ کا شہزادہ کھڑک سنگھ کو مہم ملتان پر روانہ کرنا

مگر چونکہ تھوڑے ہی دنوں میں مہاراجہ کو آرام ہو گیا۔ اسلیئے اسی سال ۱۸۷۵ بکرمی کے آخیر اور ابتدائے ۱۸۱۸ء میں مہاراجہ نے کل باربرداری و رسد رسانی وغیرہ کا سامان بافراط مہیا کر کے شہزادہ **کھڑک سنگھ** کو پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ فوج کے ساتھ ملتان پر روانہ کیا۔ اور مصر دیوان چند کو جو خاص اپنی ذاتی لیاقت اور شجاعت کیوجہ سے چھوٹے عہدے سے ترقی پا کر توپخانہ کا اعلیٰ افسر مقرر ہوا تھا۔ اور اپنی بہادری و دلاوری کی نمایاں خدمت کے عیوض ظفر جنگ کے معزز خطاب سے ممتاز تھا زمزمہ نامی توپ جو آجکل لاہور کے سرکاری عجائب خانہ کے سامنے رکھی ہے۔ دیگر شہزادہ موصوف کے ساتھ بھیجا۔ اور تاکید کی بغیر فتح واپس نہ آنا۔ مگر مہاراجہ ایسے وقت کے خطرناک

اندیشات سے جن کی نسبت مسلمان رعایا کی طرف سے اپنے دین کی حمایت میں ہونے کا ظن غالب تھا۔ بالکل بے خبر نہ تھا۔ اُس کو ایسے معاملات میں بہت دُور کی سوجھتی تھی۔ اور ایسی باتوں کے روکنے کا بھی اُس کو خوب ڈھنگ یاد تھا۔ چنانچہ ادھر تو ملتان پر فوجکشی کا حکم دیا۔ اور ادھر احمد خاں سیال رئیس جھنگ کو جو ۹ ماہ کے عرصہ سے ایک سخت قید میں تھا رہا کر کے میروال کا علاقہ جمعی ۱۲ ہزار ضلع امرتسر میں بطور جاگیر عطا کیا۔ اور نیک چلنی کی شرط میں اُس کے بڑے بیٹے عنایت خاں کو اپنے پاس رکھ لیا*

اُدھر فوج نے ملتان کے قریب پہنچکر ایک کثیر رقم نذرانہ کی معہ عمدہ عمدہ اسپان باد رفتار کے طلب کی۔ مگر نواب نے اس کی تعمیل سے انکار کیا۔ اور ایک عام اشتہار دیدیا۔ کہ یہ دینی لڑائی ہے۔ ہر ایک مسلمان کو چاہیئے۔ کہ اپنے اپنے ہتھیار لیکر میرے ساتھ آشریک ہو۔ یہ مشتہر ہوتا تھا۔ کہ مسلمان لوگ علی علی کہتے ہوئے ہر طرف سے ٹڈی دل کیطرح آجمع ہوئے۔ اتنے میں سکھوں کی فوج نے بھی راستہ کے قلعے مظفر گڈہ اور خان گڈہ کو فتح کر کے خاص ملتان کا محاصرہ آکیا۔ اور آگ برسانی شروع کر دی۔ نواب مظفر خاں نے شہر کا دروازہ بند کر لیا۔ اور قلعہ میں محصور ہو کر سکھوں کا ترکی بہ ترکی جواب دینے لگا۔ کئی روز تک یہی حال رہا۔ مگر آخر کار سکھوں کے لگاتار گولوں نے شہر پناہ کو بہت جگہوں سے توڑ ڈالا۔ اور ایک سخت آتش فشانی کے
فروری ۱۸۱۸ء بعد سکھوں نے فروری ۱۸۱۸ء میں شہر پر قبضہ کر لیا۔ اب قلعہ کی باری آئی۔ جس میں نواب مظفر خاں صرف دو ہزار آدمیوں کے ساتھ محصور تھا۔ سکھوں کی شب و روز کی گولہ رانی نے گو قلعہ کو ہلا دیا۔ مگر اندر سے مظفر خاں کے بہادر ساتھیوں نے بھی سکھوں کو ناک چنے چبوا دیئے۔ اور ایسا وقت پیشتر اس کے لاہور کی فوج کو بہت کم دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ آخر کار سکھوں کی توپوں کی لگاتار باڑھ مخصوص زمزمہ توپ کے پہاڑ توڑ گولوں کی صرف چار ضربوں نے قلعہ کی دیوار کو دو جگہوں سے بالکل توڑ دیا۔ اور دروازہ اُڑا کر جدا پھینک دیا۔ مگر اندر سے چونکہ محصورین نے مٹی کی تودوں سے پشت بندی کر رکھی تھی اسلیئے کچھ دیر تک اُور اڑے رہے۔ اور برابر دو بدو لڑتے رہے۔ مگر تابہ کے۔ تھوڑی دیر میں سب مارے گئے۔ صرف دو تین سو آدمیوں کے قریب مظفر خاں کے پاس اندر رہ گئے۔ اتنے میں ۲۔ جون کی صبح کو سادھو سنگھ نہنگ دو تین سو اکالیوں کو ساتھ لیکر ایک طرف سے جس جگہ کی دیوار گر گئی تھی۔ اکال اکال کہتا ہوا۔ دیوار پر چڑھ گیا۔ اور قلعہ کے اندر گھس کر محصورین کو اپنی تلوار کا مزہ چکھانے لگا۔ اس کے پیچھے اور بھی بہت سی فوج قلعہ کے اندر پہنچ گئی۔ جب نواب نے یہ حال دیکھا تو سبز لباس بطور غازیوں کے پہن کر معہ اپنے بھائی بیٹوں اور تمام نوکر چاکروں کے شہید ہونے کی غرض سے نہایت جوانمردی کے ساتھ محل سے باہر نکل آیا۔ اور تلوار لیکر دشمنوں کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ پہلے نواب کے پورانے پورانے نمک حلال نوکر تلواریں سونت سونت کے آگے بڑھے۔ اور دو دو تین تین کا کام تمام کر کے وہیں رہ گئے۔ پھر شہنواز خاں و شہباز خاں و حق نواز خاں نواب کے تینوں بیٹے باپ سے اجازت لیکر آگے ہوئے۔ اور نہایت جوانمردی و دلاوری سے لڑ کر شہید ہوئے۔ بعد ازاں نواب کا برادر زادہ خیر اللہ خاں سامنے ہوا۔ اور وہ بھی اپنی بہادری دکھلا

کر قتل ہؤا۔ سب کے پیچھے نوّاب **مظفر خاں** تلوار کھینچکر خضری دروازہ کے پاس سکھوں کے مقابل ہؤا۔ اور کمال مردانگی کے ساتھ ہزاروں کے سامنے جو اُس کے اوپر مثل بادل کے اُمنڈ آئے چلا گیا۔ اور کئیوں کو مار کر خود بھی دوسروں کا ساتھی بنا اب سکھوں نے نوّاب مظفر خاں کا کام تمام کر کے غارتگری اور لوٹ کی طرف ہاتھ اٹھایا۔ قلعہ میں جسقدر پانچ چھہ سو کے قریب مکانات تھے۔ گرا کر زمین کے برابر کر دیئے۔ اور تین چار دن تک برابر شہر لوٹتے رہے۔ کسی کے پاس سوائے تن کے کپڑے اور کھانا پکانے کے برتنوں کے کچھہ نہ چھوڑا۔ اِدھر شہزادہ **کھڑک سنگھ** نے قلعہ میں داخل ہو کے نوّاب کا جسقدر مال و اسباب وخزانہ اور جواہرات و پارچات ریشمی و زریں تھے۔ سب معرفت دیوان رامدیال کے نہایت حفاظت اور خبرداری کے ساتھ صندوقچوں میں بھروا کے واسطے ملاحظہ مہاراجہ صاحب بہادر کے بند کروا دیئے۔ اِس کے بعد شہزادہ **کھڑک سنگھ** نے قلعہ شجاع آباد کو بھی فتح کر لیا۔ اور چار لاکھ کے قریب خالص وہاں کی لوٹ سے دربار لاہور کے ہاتھ آیا ✤

اِدھر جب اِس فتح کی خوشخبری مہاراجہ لاہور کو ملی تو اُس نے بہت خوشی منائی۔ پہلا آدمی جس نے یہ خبر مہاراجہ کے پاس لاہور میں پہنچائی۔ سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کا چوبدار تھا۔ جسکو مہاراجہ نے ایک جوڑی سونے کے کنگنوں کی اور ایک زرّیں دوشالہ انعام میں عطا فرمایا۔ اور جب ضابطہ کی خبر پہنچی۔ تو تمام شہر میں شادی منانے کا حکم دیا۔ اور آٹھ روز تک برابر جلسے اور ناچ و رنگ ہوتے رہے۔ امرتسر اور لاہور دونوں شہروں میں روشنی کرائی گئی۔ اور مہاراجہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کے لاہور کے خاص خاص بازاروں کے راستے سے گذر کر لوگوں کو اپنے دیدار مبارک کا موقع دیا۔ اور ہزاروں روپیہ اوپر سے پھینکا۔ اور لٹایا۔ اور جن جن سرداروں و سپاہیوں نے اِس مہم میں نمایاں خدمتیں کی تھیں۔ سب کو سونے کے کنگنوں کی جوڑیاں یا سونے کے کنٹھے و بالے عطا کیئے۔ جیسے آجکل کے زمانہ میں سرکار انگریزی اپنی افواج کو چاندی کے تمغے عنایت کرتی ہے۔ اُسیطرح سے اُس زمانہ میں فتح اور نمایاں خدمات کے صلہ میں فوج کی سپاہ و سرداران کو کنٹھے و طلائی کنگنوں کی جوڑیاں جن کی قیمت پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ اور سو سو اور دو دو سو بعض موقعوں پر اِس سے بھی زیادہ چار چار سو اور پانچ پانچ سو کی ہوتی تھی۔ طلائی زیورات اور دوشالے علےٰ قدر و مراتب عطا ہوتے تھے اور جب فوج ملتان سے واپس آئی۔ تو مہاراجہ نے حکم دیا۔ کہ فوج جو کچھہ مال و اسباب و نقدی ملتان کی لوٹ سے لائی ہے۔ سب خزانہ سرکاری میں داخل کرے۔ اور اگر کسی کے پاس کوئی چیز ملتان کی لوٹ کی بعد میں برآمد ہوگی۔ اُس کو سخت سزا دیجائیگی چنانچہ اِس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ اور ہر ایک سپاہی کیا جواہرات کیا پارچات کیا برتن و دوشالے وغیرہ جو کچھہ کسی کے پاس علانیہ موجود تھا۔ لالا کر توشہ خانہ کے سامنے ڈالنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہر ایک چیز کا انبار لگ گیا۔ اِس قسم کا مال جو کچھہ فوج نے داخل کیا۔ اُس کا تخمینہ پانچ لاکھ سے زیادہ ہؤا۔ مگر اِس میں بھی شک نہیں۔ کہ جتنا مال فوج کے ہاتھ آیا تھا سب نہیں داخل ہؤا۔ مہاراجہ کو اِس بات کی بھی بڑی خوشی ہوئی۔ کہ گو جسقدر آسے اِس طرح سے دولت ہاتھ لگنے کی امید تھی۔ اُسقدر نہیں ملی۔ تاہم اُس کے حکم کی فوج نے بلا عذر تعمیل تو کی ✤

اب مہاراجہ نے ملک مفتوحہ کا اسطرح پر انتظام کیا۔ کہ بابو باج سنگھ کو تو ملتان کا قلعہ دار مقرر کیا۔ اور سکھدیال کھتری کے تعلق جسے پہلے جھنگ کے علاقہ کا ٹھیکہ مل چکا تھا۔ محکمہ دیوانی کا انتظام سپرد کیا۔ مظفر گڈھ میں جمعدار خوشحال سنگھ کا تھانہ اور خان گڈھ میں شام سنگھ پسر نہال سنگھ اٹاری والہ کا اور تو لمبا میں سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کا مقرر کیا۔ دل سنگھ نکیریہ و جودھ سنگھ کلسی و دہنا سنگھ وغیرہ تین چار آدمیوں کو قلعہ ملتان کی دیوار و کھائی و شہر وغیرہ کی مرمت و درستی کے کام پر مامور کیا۔ بعد ازاں سرفراز خاں نواب کے سب سے بڑے بیٹے کے ساتھ جو معہ اپنے چھوٹے بھائی ذوالفقار خاں کے زخمی کے قید ہو کر لاہور آیا تھا۔ مہاراجہ بڑی عزت و خاطر سے پیش آیا۔ اور دو ہزار پانچ سو روپیہ اس کی ضیافت پر خرچ کیا۔ اور شرقپور و نولکھا کا علاقہ اس کو جاگیر میں بطور پنشن عطا کیا۔ اور ذوالفقار خاں کی بھی کچھ پنشن مقرر کر دی ❖

اسی سال میں جب کابل کے وزیر فتح خاں کو کامران نے اندھا کر کے مار ڈالا۔ اور محمد عظیم خاں اسکا بھائی اس وحشتناک خبر کے سنتے ہی کاشمیر میں جبار خاں کو چھوڑ کر کابل پہنچا۔ اور ایوب خاں کو بادشاہ قرار دیا۔ تو اس رد و بدل میں مہاراجہ لاہور کو پیشاور تک قبضہ بڑھانے کے لیئے اچھا موقع دیا۔ چنانچہ مہاراجہ فوراً دریائے اٹک عبور کر کے پیشاور میں جا داخل ہؤا جسکا قبضہ اس کو اسوقت باسانی ملگیا۔ یار محمد خاں پیشاور کا حاکم مہاراجہ کے مقابلے کی تاب نہ لا کر یوسف زئی کے پہاڑ پر بھاگ گیا۔ مہاراجہ نے دیوان شام سنگھ کو پیشاور کے رئیس لوگوں سے نذرانہ وصول کرنیکا حکم دیا۔ چنانچہ ۲۵۰۰۰ روپیہ اسطرح سے مہاراجہ کے ہاتھ آیا۔ تین دن تک مہاراجہ پیشاور میں وہاں کے معزز معززوں سے ملتا گلتا اور ان کو خلعت عطا کرتا رہا۔ چوتھے دن جہانداد خاں کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے ۱۸ اعدد توپوں کے ساتھ جو اس کو پیشاور سے ہاتھ آئیں دریائے اٹک کو عبور کیا۔ اتنے میں ہی دوست محمد خاں بارک زئی یار محمد خاں کے بھائی نے اپنے وکلاء دامودر مل و حافظ روح اللہ خاں کو مہاراجہ کی خدمت میں بھیجکر ایک لاکھ روپیہ سالانہ خراج دینے کا وعدہ کر کے پیشاور پر پھر قبضہ کر لینے کی اجازت چاہی مہاراجہ نے اسے بخوشی منظور کر لیا۔ اور ان وکلاء کو خلعت دیکر رخصت کیا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد یہ خبر پہنچی۔ کہ یار محمد خاں نے پیشاور میں داخل ہو کر اپنا قبضہ کر لیا ہے۔ اور جہانداد خاں بھاگ کر ناگر میں چلا گیا ہے۔ مہاراجہ کو اس پر بہت غصہ آیا اور دل سنگھ کو معہ مصر دیوان چند وغیرہ کے ۱۲۰۰۰ فوج دے کے پھر پیشاور کیطرف واپس بھیجا۔ مگر روح اللہ خاں و دامودر مل وکلاء کابل نے پچاس ہزار روپیہ کی ہنڈوی معہ ایک معقول تعداد عمدہ اور قیمتی گھوڑوں کے مہاراجہ کے واسطے دیکر اس فوج کو واپس کر دیا۔ اور مہاراجہ کٹاس کا اشنان کرتا ہؤا لاہور پہنچگیا ❖ ۲۰ نومبر ۱۸۱۸ء مہاراجہ کا پیشاور پر قبضہ

اسی سال میں بعد واپسی مہم ملتان مہاراجہ اپنے جمعدار خوشحال سنگھ سے بہت ناراض ہو گیا تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ مہاراجہ نے اس کے بھائی رام لعل کو سکھ بننے کے لیئے حکم دیا۔ لیکن اس نے انکار کیا۔ اور بھاگ کر ہندوستان اپنے وطن میں چلا گیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ مہاراجہ نے جمعدار خوشحال سنگھ کو ڈیوڑھی والے یعنی لارڈ آف چیمبرلین کے عہدہ سے ہٹا کر معطل کر دیا۔ اور پچاس ہزار روپیہ جرمانہ کیا۔ اس سختی کا جمعدار کے بھائی رام لعل پر معتد بہ اثر پڑا۔ اور اس نے اسی میں جمعدار خوشحال سنگھ سے مہاراجہ کی ناراضگی۔

خیریت سمجھی۔ کہ واپس آکر سکھ مذہب قبول کرے۔ جب وہ واپس آیا۔ اور پاہل لیکر رام لعل سے رام سنگھ بن گیا۔ تو مہاراجہ نے جمعدار خوشحال سنگھ کی جاگیر بدستور اسی کے نام واگذار کر کے اُس کو چار ہزار سپاہ کا افسر بنا دیا۔ اور تیج سنگھ کو شہزادہ کھڑک سنگھ کی فوج کا جنرل مقرر فرمایا۔ اور میاں دھیان سنگھ ایک راجپوت کو جمعدار خوشحال سنگھ کی جگہ ڈیوڑھی والہ کا عہدہ عطا کیا۔

پہاڑی راجاؤں سے خراج وصول کرنا۔

پیشاور سے واپس آکر فروری ۱۸۱۹ء آخر سمت ۱۸۷۶ بکرمی میں مہاراجہ نے سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کو پہاڑی راجاؤں سے خراج وصول کرنے کے لیئے مامور کیا۔ جنہیں سے کہلور کے راجہ نے جس کا علاقہ ستلج کے شمال و مغرب دونوں طرف واقع تھا صرف اس خیال سے کہ اُس کی دارالسلطنت بلاسپور اندر حدود سرکار انگریزی کے واقع ہے۔ دربار لاہور کچھ مداخلت نہیں کر سکتا خراج دینے سے انکار کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دیسا سنگھ مجیٹھیہ نے معہ سنسار چند ستلج عبور کر کے راجہ کہلور کے قلعہ جات بچھروتہ۔ مکال گڑھ و بنوتی دیوی کو اپنے قبضہ میں کر کے تھوڑے ہی دنوں میں اسی دریا کے دائیں کنارے کے تمام ملک سے بیدخل کر دیا۔ اور ایک دستہ فوج کا خاص بلاسپور پر بھی روانہ کر کے راجہ کو بہت تنگ کیا۔ اُدھر جب یہ خبر سرکار انگریزی کے حکام کو پہنچی۔ تو رزیڈنٹ صاحب دہلی نے پولیٹیکل ایجنٹ ملک کوہستان کو ہدایت کی۔ کہ وہ فوراً مہاراجہ کی آیندہ پیش دستی کو بزور شمشیر روکنے کا بندوبست کرے۔ اور مہاراجہ کو بھی اس امر کی اطلاع دی۔ مہاراجہ نے محض سننے اس خبر کے اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لانے کا حکم دیکر دیسا سنگھ مجیٹھیہ کی خودسر کارروائی پر بہت ناراضگی ظاہر کی۔ بلکہ اُس کو ہدایت کی کہ وہ خود پولیٹیکل ایجنٹ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگے۔

مہاراجہ نے کشمیر پر چڑھائی کی۔

اس کے تھوڑے دنوں بعد سمت ۱۸۷۷ بکرمی میں (اپریل ۱۸۱۹ء) مہاراجہ لاہور نے کاشمیر پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر کے پہلے مصر دیوان چند کو جس نے ملتان کی سخت مہم کو نہایت جانفشانی اور مستعدی سے انجام کو پہنچایا تھا۔ آگے روانہ کیا۔ پھر شہزادہ کھڑک سنگھ کو روانہ کر کے پیچھے سے خود بھی لاہور سے کوچ کر کے وزیر آباد کے مقام پر اسلیئے ٹھہر گیا۔ کہ وہاں سے مہم کے لیئے کل سامان حرب و رسد و باربرداری وغیرہ جلد جلد پہنچاتا رہے۔ اور اگر ضرورت پڑے۔ تو خود بھی بکوچ بلیغ عین موقع پر پہنچکر اپنی فوج کی مدد کرے۔ کیونکہ پہلی مہم کے مصائب نے مہاراجہ کو ایکی دفعہ بخوبی ہشیار کر دیا تھا۔ الغرض جب موسم گرما شروع ہوا۔ تو مئی ۱۸۲۱ء میں مصر دیوان چند پہاڑی توپوں کو بھمبر کے مقام پر چھوڑ کے صرف ہلکی توپوں کو اپنے ساتھ لیکر رجوری پہنچا۔ وہاں کے راجہ نے کچھ بغاوت ظاہر کی جس پر مصر دیوان چند نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ تو بھاگ گیا۔ لیکن اُس کا بیٹا رحیم اللہ خان سکھوں سے آملا۔ جسے دیوان نے مہاراجہ کے پاس وزیر آباد کے مقام پر بھیجدیا۔ جہاں مہاراجہ نے اس کے باپ کی جگہ اسی کو راجہ رجوری مقرر فرما کر وزیر آباد سے گجرات اور وہاں سے بھمبر تک اپنا امدادی لشکر بڑھا کر لے آیا۔

کشمیر فتح ہوئی

اُدھر مصر دیوان چند ۲۳۔ جون کو رجوری فتح کر کے بہرام گلہ پہنچا۔ اور وہاں سے جب آگے بڑھا۔ تو میر محمد خان تھانہ دار پونچھ و محمد علی تھانہ دار سوپین دونوں تابعداری سے پیش آئے۔ صرف زبردست خان راجہ پونچھ

قلعہ تری میں محصور ہوکر بمقابلہ پیش آیا۔ لیکن آخرکار وہ بھی مغلوب ہوا ✤

بعد ازاں آگے بڑھکر پیر پنجال کی بلند چوٹی پر جا پہنچے۔ تو وہاں دیوان چند نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ اور تینوں کو مختلف راستوں سے وادی میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور خود اس حصہ کے ساتھ ہوا۔ جنسے سید ہے پیر پنجال کی چوٹی کو عبور کرکے نیچے وادی میں اُترنا تھا۔ چنانچہ جیوں ہیں یہ کالم جس کے ساتھ خاص دیوان تھا پیر پنجال کی حدود سے گذر کر ذرا اُترا۔ پٹھانوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ اور تمام دن دونوں طرف سے بندوقیں چلتی رہیں۔ مگر آخرکار جب سکھ اکال اکال کہتے ہوئے تلواریں کھینچکر اوپر جا چڑھے۔ تو پٹھان تاب مقابلہ کی نہ لاکر پیچھے کو بھاگے۔ سکھوں نے اُن کا تمام لشکر لوٹ لیا۔ ۲۱۔ جون کو سکھوں کی تمام فوج جو ۱۲ ہزار کے قریب ہوگی وادی کشمیر میں داخل ہوگئی۔ اور سرائے علیؑ کے مقام پر جو سوپین کے راستہ پر واقع ہے۔ سکھوں نے دشمن کے ساتھ مقابلہ کی ٹھانی۔ سردار جبار خاں نے بھی اُدھر سے ایک کثیر فوج کے ساتھ سوپین کے میدان میں آڈیرہ کیا۔ اور دونوں طرف سے دُن دُن بندوقیں و توپیں چلنی شروع ہوگئیں۔ ۵۔ جولائی کی صبح کو سکھوں کی فوج باجہ بجاتی ہوئی آگے کو بڑھی۔ اور پٹھانوں کے ساتھ ایک سخت خونخوار دست بدست مقابلہ ہوا۔ پہلے تو پٹھانوں نے کچھہ ہمت کی۔ بلکہ سکھوں کی دو توپوں تک بھی ہاتھ پہنچایا۔ لیکن دوسری دفعہ جب سکھ جوش میں آکر خنجر کھینچ کھینچ کے آپڑے۔ تو افغانوں سے سوائے پیٹھ دکھلانے کے اور کچھہ بن پڑا۔ ہزاروں افغان وہیں میدان میں سو گئے۔ سردار مہردل خاں و میر اخور صمد خاں جان سے مارے گئے۔ اور جبار خاں سخت زخمی ہوا۔ الغرض سکھوں کی فتح ہوئی۔ اور دوسرے دن لاہور کی فوج نے کشمیر میں داخل ہوکر شیر گڈہ پر قبضہ کرلیا۔ اور سردار جبار خاں معہ اپنے باقیماندہ مختصر سی سپاہ کے اُفتاں و خیزاں دریائے سندھ کیطرف سے پہاڑ و پہاڑ گذر کر پیشاور کو بھاگ گیا ✤

کشمیر کی فتح کی خوشی اور وہاں کا انتظام۔

جب یہ خوشخبری مہاراجہ کو پہنچی۔ تو وہ جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ فوراً لاہور واپس جاکے تین روز تک برابر جلسہ عیش و طرب میں مشغول رہا۔ ہزار ہا روپیہ مساکین اور غریب غربا کو حسب عادت خیرات کیا۔ اور جس جس راستے سے گذرا۔ روپیہ لٹاتا گیا۔ پھر امرتسر جی میں پہنچکر اشنان کیا۔ اور سینکڑوں روپیہ کا کڑاہ پرشاد کرکے ہزار ہا روپیہ دربار ہرمندر جی کی پوجا میں چڑھایا۔ اور اپنے واہگورو کی رحمت کا ہزار ہزار شکر بجا لایا۔ بعد ازاں دیوان موتی رام پسر دیوان محکم چند کو کشمیر کا صوبہ مقرر کرکے معزز دیوان چند کو معہ افواج واپس آنے کا حکم بھیجا۔ دیوان موصوف پنڈت بیر دھر کو جو مال کے کام میں خاص لیاقت کا آدمی تھا اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ اور وہاں جاکر اُس کو کشمیر کی اراضی کا ۳۰ لاکھ روپیہ محاصل پر ٹھیکہ دیا۔ اور دس لاکھ روپیہ پر جواہر مل کو کارخانہ شال بافی سپرد کیا۔ الغرض قریباً یہ تمام سال مہاراجہ کو صرف کشمیر کی متعلقہ ریاستوں کو مطیع کرنے میں لگا۔ جس کام پر سردار ہری سنگھ نلوہ۔ دل سنگھ و دیوان بھوانی داس و رام دیال وغیرہ تعینات رہے۔ اور آخر سال تک پونچھ۔ رجوری۔ دربند وغیرہ سب دربار لاہور کے قبضہ

ہیں آ گئے ✤

مہاراجہ کا ملتان کی طرف دَورہ۔

اسی سال کے آخر میں مہاراجہ نے دسہرہ کے بعد ایک جرار فوج کے ساتھ ملتان کا دَورہ فرمایا۔ چونکہ وہاں پہنچکر معلوم ہُوا۔ کہ شام سنگھ پشوریہ نے جسکو ۶ لاکھ پچاس ہزار کے محاصل پر ملتان کی اراضیات کا ٹھیکہ دیا گیا تھا۔ رعایا پر بہت زیادتیاں کی ہیں۔ اسوجہ سے مہاراجہ نے اُس کو برخاست کرکے پابہ زنجیر کردیا۔ اور ساوَن مل کھتری متوطن اکال گڈھ کو جسکی لیاقت کا حال مہاراجہ پر بخوبی روشن تھا۔ ناظم ۳۵ روپیہ ماہواری کی تنخواہ پر ملتان کے حساب کتاب دخزانہ کا افسر اعلےٰ مقرر فرمایا۔ اور بھائی بدن ہزاری کو ملتان کا ناظم یا گورنر بنایا ✤

پیدائش کشمیرا سنگھ وملتانا سنگھ۔

ابھی مہاراجہ ملتان میں ہی تھا۔ کہ اُس کو یہ خبر پہنچی۔ کہ رانی دیا کور ورتن کور دونوں کے گھر لڑکے پیدا ہوے ہیں۔ چونکہ یہ دونوں لڑکے کشمیر اور ملتان کی فتح کے بعد تولد ہوئے۔ اسوجہ سے مہاراجہ نے دیا کور کے لڑکے کا نام کشمیرا سنگھ اور رتن کور کے بیٹے کا ملتانا سنگھ رکھا ✤

ملک ڈیرہ جات فتح ہُوا۔

انہی ایام میں جمعدار خوشحال سنگھ نے اپنے آقا کے واسطے ڈیرہ جات کا ملک فتح کرکے زمان خاں وہاں کے حاکم کو جو کابل کے شاہ کی طرف سے متعین تھا۔ نکال دیا ✤

مہاراجہ لاہور واپس آیا۔

بعد ازاں ماہ بیساکھ سمت ۱۸۷۸ بکرمی (اپریل ۱۸۲۰ء) میں ملتان کے دَورہ سے واپس آیا۔ اور سفید پری نامی ایک نہایت خوبصورت گھوڑی جسکے مقابلہ کا اور دوسرا کوئی جانور دور دور تک دیکھنے یا سننے میں نہیں آیا تھا۔ حافظ احمد خاں رئیس منکیرا سے زبردستی لیتا آیا۔ یہ گھوڑی مثل برف کے سفید تھی۔ اور غایت درجہ کی خوبصورت اور چالاک تھی ✤

ہزارہ کے مسلمانوں کی بغاوت۔

اسی سال میں ہزارہ کے مسلمانوں نے بغاوت اختیار کی۔ چنانچہ اُن کی سرکوبی کے لئے شہزادہ شیر سنگھ و دیوان رامدیال مامور ہوے۔ ایک عرصہ تک سکھوں اور افغانوں کی باہم مجادلہ ومقابلہ ہوتا رہا۔ کبھی وہ غالب آئے کبھی یہ۔ مگر آخر کار شہزادہ شیر سنگھ کی سپاہ نے اُن کو پسپا کیا۔ اور محمد خاں رئیس گل ڈھیری و سربلند خاں وغیرہ تمام زمینداران ہزارہ و پکلی و دھمتور وغیرہ سے نذرانہ وصول کرکے واپس لاہور آیا ✤ پہلے ان ہزارہ کے پہاڑی اقوام نے بھائی مکھم سنگھ کو قتل کردیا تھا۔ اور پیچھے سے جب حکما سنگھ چمنی لاہور سے بھیجا گیا تو وہ بھی اس قوم کے سر نہ چڑھ سکا۔ بلکہ اُن کو ایک قسم کی اور زیادہ جرأت ہو گئی۔ اور معاملہ دن بدن ابتر ہوتا گیا۔ آخر کار مہاراجہ نے سردار فتح سنگھ آہلووالیہ و رانی سدا کور کو لکھا۔ کہ وہ اپنی اپنی فوجیں لیکر ملک ہزارہ میں پہنچیں۔ اور بغاوت کے رفع کرنے کے لئے جو جو تدابیر مناسب خیال کریں۔ عمل میں لادیں۔ اور ایک کثیر فوج لاہور سے شہزادہ کھڑک سنگھ کو بھی دے کر روانہ کیا۔ و چیدہ چیدہ افسر مثل رامدیال۔ جرنل الٰہی بخش۔ شام سنگھ اٹاری والہ و گنڈا سنگھ لمبا وغیرہ شہزادہ کے ہمراہ بھیجے۔ سدا کور نے پہنچتے ہی باغیوں کو خوب سزا دی۔ اور ہزاروں آدمیوں کو قتل کروادیا۔ لیکن اس سختی کا بہت اُلٹا اثر پڑا۔ تمام پہاڑی اقوام جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اتفاق کرکے اکبارگی سکھوں پر اُمنڈ آئیں

شہزادہ شیر سنگھ نے جنرل الہی بخش کو آگے کیا۔ اور پیچھے سے رامدیال کو بھی اُس کی امداد میں روانہ کیا۔ لیکن افسوس کہ پٹھانوں نے جوش میں آکر اُن دونوں سرداروں کی سپاہ کو بالکل توڑ ڈالا۔ حالانکہ جانبیں توڑ توڑ کر لڑے اور مخالف فریق کے آدمیوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ لیکن چونکہ اُن کی تعداد ان سے چہار چند زیادہ تھی۔ اور میدان بھی بہت دشوار گذار تھا۔ اسلیئے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ بلکہ بہادر دیوان رامدیال اسی لڑائی میں کام آیا۔ جسکا ہر فرد بشر کو بوجہ اُس کی جوانی اور اعلےٰ درجہ کی شجاعت و بہادری کے سخت رنج گذرا۔ لیکن شہزادہ شیر سنگھ نے جو میدان جنگ کے لیئے ایک بڑا بہادر اور جوانمرد سپاہی تھا پٹھانوں کو بغیر سر کیئے اور اُن کے قصور کی سزا دیئے وہ مقام مطلق نہ چھوڑا۔

سردار ہری سنگھ نلوہ کا گورنر کشمیر مقرر ہونا۔

کہتے ہیں کہ جب دیوان رامدیال کی اندوہناک وفات کی خبر اُس کے باپ دیوان موتی رام گورنر کشمیر کو ملی۔ تو وہ غش کھا کر گر پڑا۔ اور دنیا کے تمام دھندوں کو چھوڑ چھاڑ کر اپنی بقیہ زندگی کو پرمیشور کی یادگار میں بنارس کے مقام پر بسر کرنے کے لیئے مہاراجہ سے آزادی کی درخواست کی۔ چنانچہ سردار ہری سنگھ نلوا کشمیر کی گورنری پر تعینات کیا گیا۔ اور جب موتی رام لاہور میں آیا۔ تو مہاراجہ نے اُس کو سمجھا بوجھا کر بنارس نہ جانے دیا۔

ہری سنگھ نلوہ کا واپس آنا۔ اور موتی رام کا پھر کشمیر میں دوبارہ جانا۔

اتنے میں معلوم ہوا کہ سردار ہری سنگھ جو واقعی میدان جنگ کے لیئے ایک لاثانی بہادر اور مرد سپاہی تھا۔ مگر ملکی کاروبار میں ابھی ایسا لایق تجربہ کار شخص نہیں تھا۔ کہ کشمیر جیسے ملک کا انتظام بلا نقص کر سکے۔ لہذا ضروری ہوا۔ کہ اُس کو واپس بلایا جاوے۔ اور کوئی اور شخص وہاں بھیجا جاوے۔ آخر کار مہاراجہ نے پھر دوبارہ موتی رام ہی کو منتخب کیا۔ اور اُس کو کشمیر کی گورنری پر جہاں وہ سمت ۱۸۸۳ بکرمی تک برابر رہا واپس بھیجکر ہری سنگھ کو واپس بلا لیا۔

میاں گلاب سنگھ کو کشمیر میں جاگیر ملنا۔

انہی ایام میں میاں گلاب سنگھ راجپوت برادر میاں دہیان سنگھ ڈیوڑھی والہ نے عزخاں سابق والی رجوری کو جو بغاوت کے الزام میں فرار تھا۔ گرفتار کر کے لاہور بھیجدیا۔ اور اطلاع دی۔ کہ ڈیڈو ڈوگرہ جو پہاڑ کے ملک کا ایک مشہور باغی تھا۔ ایک لڑائی میں توپ کے گولہ سے اُڑایا گیا۔ مہاراجہ میاں گلاب سنگھ کی اس نمایاں خدمت سے بہت خوش ہوا۔ اور اُس کے خاندان کے لیئے کاشمیر میں ایک معقول جاگیر عطا کی۔ اور رحیم خاں و غریب اللہ خاں کو بھی اسی خدمت کے صلہ میں کشمیر میں ۱۲ ہزار کی ایک جاگیر عطا کی۔

مسٹر مور کرافٹ صاحب کی آمد

اسی سال میں ایک انگریزی سیاح مسٹر مور کرافٹ نامی جو یارقند اور بخارا کو جاتا چاہتا تھا۔ پنجاب میں آکر لاہور میں مہاراجہ سے ملا۔ مہاراجہ نے اُس کی بڑی خاطر کی۔ بلکہ اُس کے ساتھ نہایت کشادہ دلی اور صاف باطنی سے پیش آیا۔ اور اُس کو اپنے راج کی شان و شوکت کا بخوبی مناظرہ کرایا۔ پلٹنیں۔ توپخانے۔ رسالے وغیرہ سب فوج اُس کو دکھلائی۔ اور اُس کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آیا۔ اور کہا کہ آپ جہاں چاہیں۔ شوق سے چلے جائیں۔ آپ سے میرے راج میں کوئی روک ٹوک نہ کریگا۔ اور بلکہ یہ صلاح دی کہ اگر یارقند پہنچنے میں براہ تبت کچھ دقت نظر آوے تو

تو وہ کشمیر کابل۔ اور بخارا کے راستہ سے چلے جاویں۔ چنانچہ مسٹر مور کرافٹ نے بھی مہاراجہ کی رائے کے ساتھ اتفاق کرکے کاشمیر اور کابل کے راستہ سے ہی یارقند جانا مناسب سمجھا۔ مسٹر مور کرافٹ صاحب ولایت یعنی انگلستان میں لنکا شائر کے رہنے والے تھے اور انہوں نے لورپول میں تعلیم پائی تھی۔ ڈاکٹری اور جراحی اُن کا پیشہ تھا۔ پھر لنڈن میں حیوانات کے معالج رہے۔ اور وہیں سے بنگال سٹڈ کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہو کر آئے۔ اِن کو سیاحت کا بہت شوق تھا۔ اس سے پانچ برس پیشتر تمام وسط ایشیا کا انہوں نے سیر کیا تھا۔ انگریزوں میں سب سے اول یہی شخص ہے جس نے ہمالیہ پہاڑ کی بخوبی سیر کی اور راون رد و مان سرور جیسی مشہور جھیلوں کو دیکھا۔ اب یہ بخارا میں گورنمنٹ کی طرف سے گھوڑے خریدنے جاتا تھا۔ ۱۸۲۱ء میں مسٹر مور کرافٹ لداخ میں پہنچے۔ اور اسی سفر میں اُن کو ملک روس کے وزیر شہزادہ نیسلروڈ نے مہاراجہ لاہور کے نام مراسلہ دیا جسمیں زار روس کی بادشاہت کو تمام سلطنتوں سے نیکی اور مہربانی کے لئے ترجیح دی گئی تھی اور لکھا گیا تھا۔ کہ "شہنشاہ روس کی ہمیشہ ہر ایک ملک کے والیان کی نسبت نہایت خیراندیشی کی نیت رہتی ہے۔ مخصوص مہاراجہ لاہور کے دلی خیرخواہ ہیں۔ اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رابطہ اتحاد رکھنا چاہتے ہیں"۔ اور اُس کے ساتھ ہی ایک روسی سوداگر کو پنجاب میں جانے کی اجازت چاہی۔ اور اقرار کیا کہ "پنجاب کی تجارت کو ملک روس میں نہایت خوشی سے جگہ دیجاویگی"۔ مگر چونکہ حامل اُس مراسلہ کا مسٹر مور کرافٹ راستہ میں بعارضہ بخار بیمار ہو کر آدخو کے مقام پر انتقال کر گیا۔ اسوجہ سے یہ خط مہاراجہ لاہور تک نہ پہنچا۔

سرداری سدا کور کا علاقہ ضبط ہو کر شہزادہ شیر سنگھ کو جاگیر میں عطا ہوا

پھر انہی ایام میں جب مہاراجہ لاہور نے دیکھا کہ شہزادہ شیر سنگھ کی لیاقت اور شجاعت کا تجربہ مہم ہزارہ میں بخوبی کر لیا۔ تو لابدی ہوا۔ کہ اُس کو بھی بطور شہزادگان کوئی ملک جاگیر میں عطا کیا جائے۔ لیکن مہاراجہ نے بجائے اس کے کہ اُس کو کوئی علیحدہ جاگیر عطا کرتا یہ چاہا۔ کہ سرداری سدا کور شہزادہ مذکور کی نانی اپنے ملک کا نصف حصہ اُس کو دیدے۔ جسکو اُس نے منظور نہ کیا۔ آخر کار مہاراجہ نے اپنی ساس سدا کور کو ملاقات کے بہانہ سے اپنے پاس بلا کر قید کر دیا۔ اور اُس کا سارا علاقہ و مال ضبط کرکے دربار لاہور کے ساتھ شامل کر دیا۔ صرف بٹالہ کا علاقہ شہزادہ شیر سنگھ کو جاگیر میں عطا کیا۔ افسوس کہ سرداری سدا کور جیسی جوانمرد عورت جس کی زندگی پنجاب کی تاریخ کو زیب دے رہی ہو۔ اور جس کی خاص مدد سے مہاراجہ کو یہ عروج حاصل ہونیکا موقع ملا ہو۔ اُس کے ساتھ آخیر میں یہ سلوک ہوا۔ اصل بات یہ تھی کہ یہی ایک خاندان اب پنجاب میں قابو طلب رہ گیا تھا۔ اور چونکہ مہاراجہ کا اصل منشا یہ تھا۔ کہ تمام پنجاب میں ایک سلطنت قایم ہو جاوے۔ اور کوئی دوسرا مقابلہ میں سر اُٹھانیوالا سکھ سردار باقی نہ رہے۔ اسوجہ سے راجنیت کا پھندا ڈالکر خاص اپنی ساس کو بھی قید کر لیا۔

بعد ازاں دسہرہ کے بعد مہاراجہ نے سیالکوٹ کی طرف کوچ کیا۔ اور وہاں تمام فوج کی حاضری لیکر پہاڑی ریاستوں کو زیر کرتا ہوا راولپنڈی پہنچا۔ یہاں کا حاکم نند سنگھ تھا۔ اُس کو علیحدہ کرکے دفتری نانک چند اُس کی جگہ پر مقرر کیا۔ اور ۱۳۔ دسمبر ۱۸۲۰ء کو واپس لاہور آیا۔

کنور نونہال سنگھ کی پیدائش۔

پھاگن سمت ۱۸۷۷ بکرمی یعنی ۹۔ مارچ ۱۸۲۱ء میں ولیعہد شہزادہ کھڑک سنگھ کے گھر جیمل سنگھ فتح گڑھ والے کی بیٹی رانی چند کور کے بطن سے وارث تاج و تخت پیدا ہوا۔ جس کی پیدائش کی خوشی میں مہاراجہ نے بڑی دہوم دہام کی۔ کئی روز تک لاہور میں محفل عیش و طرب گرم رکھی۔ اور گھر گھر و گلی گلی شہر میں چراغان ہوئی۔ اس لڑکے کا نام نجومیوں کی تجویز سے نونہال سنگھ رکھا گیا۔ جس کی تاریخ پیدائش میں راجہ دینا ناتھ نے ذیل کا قطعہ تصنیف کرکے پیش کیا:۔

قطعہ

چوں عقل گل آں نہال دانش۔ در گلشن آفرینش آمد ✢ تاریخ ولادتش بجستم۔ گلدستہ باغ دانش آمد ✢

قلعہ منکیرہ فتح ہوا

سمت ۱۸۷۸

پھر سمت ۱۸۷۸ بکرمی میں مہاراجہ نے دسہرہ کے روز امرتسر کے مقام پر اپنی کل افواج کی سلامی لیکر قلعہ منکیرہ کی طرف باگ اٹھائی۔ کیونکہ اب اس رئیس کی طاقت متواتر نذرانہ دیتے اور سکھوں کی فوجکشی کا بار اٹھاتے بالکل کمزور ہو گئی تھی اور اسکا خزانہ بھی خالی ہو گیا تھا۔ بلکہ کئی ماہ سے فوج کی تنخواہ نہیں ملی تھی۔ الغرض مہاراجہ نے ماہ نومبر ۱۸۲۱ء میں مٹھا ٹوانہ کے مقام سے دریائے سندھ کو عبور کرکے فوج کو حکم دیا۔ کہ پہلے بھکر کا قلعہ فتح کرو۔ چنانچہ جب یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ اور وہاں کا قلعدار بھاگ گیا۔ تو مہاراجہ نے سردار دل سنگھ و جمعدار خوشحال سنگھ کو ۸۰۰۰ فوج کے ساتھ ڈیرہ اسمٰعیلخاں کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ ان دونوں سرداروں نے ایک خفیف سی لڑائی کے بعد ڈیرہ اسمٰعیلخاں کا قلعہ بھی فتح کر لیا۔ اور وہاں کے قلعدار نانک چند گماشتہ نواب منکیرہ نے تمام خزانہ اور مال و اسباب جو وہاں اس کی تحویل میں موجود تھا۔ جمعدار خوشحال سنگھ کے حوالہ کر دیا۔ الغرض جب بعد اختتام اس کام کے سردار دل سنگھ واپس آیا۔ تو مہاراجہ نے تمام فوج کو یکجا کرکے خاص قلعہ منکیرہ کیطرف رخ کیا۔ پہلے خان گڑھ دلیہ و ماجنہ گڑھ وغیرہ مقامات پر مہاراجہ نے قبضہ کیا۔ اور وہاں سے نواب کے آدمی نکال دیئے۔ بعدہ جب خاص منکیرہ کی باری آئی۔ تو وہاں کے نواب نے بھی قلعہ کو مضبوط کرکے مقابلہ کی ٹھہرائی۔ اور دونوں طرف سے گولہ باری شروع ہو گئی۔ مہاراجہ کے پاس حالانکہ بڑی بڑی توپیں تھیں۔ اور ان سے رات دن آگ برسائی جاتی تھی۔ مگر چونکہ وہ قلعہ بھی بہت مستحکم تھا۔ اسوجہ سے کوئی فتح کی صورت نظر نہ آئی۔ یہ ملک چونکہ ریگستان میں ہے اسوجہ یہاں پانی کی بہت قلت تھی۔ ایک دستہ فوج تو صرف اس بات پر تعینات تھا۔ کہ دور دور کے دیہات میں جاکر وہاں سے اونٹوں و گھوڑوں و بیلوں پر پانی لاویں۔ مگر اس انتظام پر بھی پانی کل فوج کے لئے مکتفی نہ ہوتا تھا۔ بہت سے گھوڑے و اونٹ و بیل وغیرہ پیاسے رہ جاتے تھے۔ آخر مہاراجہ نے حکم دیا۔ کہ اگر فوج ہمت کرکے خود کچے کنوئیں کھودلے۔ تو پانی کی تکلیف اسقدر برداشت نہ کرنی پڑے۔ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ اور فوج نے دس پندرہ کنوئیں

لہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اور تمام علاقہ سرداری سدا کور کا بلا جنگ و جدل مہاراجہ کے ہاتھ آ گیا۔ لیکن جب صرف دیوان چند نے قلعہ مکیریاں پر حملہ کیا۔ تو سرداری مذکور کی ایک لونڈی نے جو اس قلعہ میں موجود تھی محصور ہو کر لاہور کی فوج کا ایک سخت مقابلہ کیا۔ اور چونکہ وہ قلعہ مضبوط تھا باوجود شب و روز آگ برسانے کے مصر دیوان چند کی کچھ پیش نہ گئی۔ جب مصر مذکور نے قلعہ کا فتح ہونا اپنی طاقت سے بالکل باہر دیکھا۔ تو رانی سدا کور کو مجبور کرکے اس کے ہاتھ کی نوشتہ قلعہ والوں کے پاس بھیجی۔ جسکا مضمون یہ تھا۔ کہ تم قلعہ مہاراجہ لاہور کے حوالہ کر دو۔ یہ نوشتہ سرداری سدا کور سے جو اسوقت قید میں تھی تین چار روز کی فاقہ کی سخت تکلیف دیکر حاصل کی گئی تھی۔ الغرض جب یہ نوشتہ قلعدار کے پاس پہنچی۔ تو قلعہ دیوان چند کے حوالہ کر دیا۔ ۱۲

یکبارگی کھود لیئے - جس سے پانی عام ہو گیا - ۲۵ روز تک مہاراجہ نے قلعہ کا محاصرہ رکھا - اور دن رات آگ برساتا رہا مگر نواب بھی دوسری طرف سے نہایت مستعدی اور گرمجوشی کے ساتھ ڈٹا رہا - اور ترکی بہ ترکی جواب دیتا رہا - مگر چونکہ مہاراجہ کا اقبال ایسا یاور تھا - کہ خود بخود سب کام درست ہوتے جاتے تھے - ۲۲ روز کے بعد خود نواب کے مصاحبین میں سے چند آدمی مہاراجہ سے آملے اور مہاراجہ کو اُن تمام مقامات کا پتہ و نشان بتلا دیا - جہاں سے بذریعہ توپ قلعہ بہت جلد فتح ہو سکتا تھا - الغرض جب مہاراجہ نے اُن کی نشان دہی کے بموجب گولہ برسانا شروع کیا - تو فوراً قلعہ کے فتح ہو جانے کے آثار نمودار ہوئے - اور نواب کا بالکل حوصلہ ٹوٹ گیا - اب جب نواب نے دیکھا - کہ اُسکا کچھ بس نہیں چلتا اور عنقریب وہ اپنے تئیں دشمن کی تلوار کے نیچے دیکھیگا - اُس نے فوراً مہاراجہ کی خدمت میں ایلچی بھیجکر اطاعت قبول کر لی - اور خود مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا - چنانچہ مہاراجہ نے اُس کی بڑی عزت کی - اور زانوں تک اُٹھکر اُس کی تعظیم کر کے اُس کو اپنے پاس بٹھالیا - نواب نے مہاراجہ سے درخواست کی - کہ ایک تو شہر غارتگری سے محفوظ رکھا جائے - اور دوسرے اُس کی نمک حلال سپاہ کو مہاراجہ اپنی ملازمت میں لے آوے - غرض نواب کی یہ دونوں درخواستیں منظور ہوئیں - اور مہاراجہ نے تمام فوج کو حکم سنا دیا - کہ کوئی کسیکا پتا نہ ہلائے - اور نواب حافظ احمد خاں کو ڈیرہ اسمعیل خاں کا ملک جاگیر میں عطا کر کے منکیرہ کا تمام علاقہ ضبط کر لیا - اور امیر سنگھ سندھانوالیہ کو منکیرہ کا حاکم بنا کے لیہ و بھکر کا علاقہ راجکور نامی ایک کھتری کو ٹھیکہ پر عطا فرمایا +

نواب بہاولپور سے نذرانہ وصول کرنا

بعد ازآں منکیرہ سے مہاراجہ نے بہاولپور کیطرف کوچ کیا - اور ڈیرہ دین پناہ سے ہو کر فوج کو ملتان پہنچنے کا حکم دیا - جب مہاراجہ ڈیرہ غازیخاں کے مقام جو نواب بہاولپور کے علاقہ میں واقع تھا پہنچا - اور وہاں سے نواب کے نام حکم بھیجا کہ چونکہ بیس لاکھ روپیہ کا ملک تمہارے پاس ہے - اس لیئے ہم اڑہائی لاکھ روپیہ سالانہ سے کم نذرانہ تمسے کبھی نہیں لیں گے - اگر تم فوراً پانچ لاکھ روپیہ نہیں دوگے - تو اسیوقت تم پر فوجکشی کیجائے گی - نواب نے قصور و ملتان و منکیرہ تمام ریاستوں کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی چکا تھا - طوعاً و کرہاً پانچ لاکھ روپیہ مہاراجہ کو ادا کر دیا - اور مطلق دم نہ مارا +

۱۸۲۲ء

اب مہاراجہ بہاولپور کے نواب سے ایک خاطر خواہ نذرانہ وصول کر کے ملتان ہوتا ہوا ۲۷ - جنوری سنہ ۱۸۲۲ء کو اپنے دار السلطنت میں واپس آکر آٹھ ماہ تک خاص لاہور میں ہی قیام پذیر رہا - اس عرصہ میں مہاراجہ نے ملک کشمیر میں پکھیلی اور دہتنور کا علاقہ سردار ہری سنگھ نلوہ کو اُس کی خدمات نمایاں کے صلہ میں بطور جاگیر عطا کیا - مصر دیوان چند کو زمینداران تارا کی سرکوبی کے لیئے جنہوں نے سردار امر سنگھ مجیٹھیہ کو قتل کر دیا تھا - تعینات کیا - اور دیوان کرپا رام کو سرائے صالح کے رئیس پندے خاں کی سزا کے لیئے جو کسیقدر گستاخ اور تکلیف دہ ہو گیا تھا مامور کیا - چنانچہ یہ دونوں سردار اپنی اپنی مہم پر سے کامیابی کے ساتھ واپس آئے +

دو فرانسیسی فوجی افسران کا دربار لاہور میں نوکر ہونا

بعد ازآں اپنی ایلم میں ملک فرانس سے ونتورا اور آلرڈ نامی دو فوجی افسران نپولین بوناپارٹ اپنے بادشاہ کی تنزلی پر وہاں سے بھاگ کر لاہور میں مہاراجہ کے پاس تلاش روزگار میں حاضر آئے۔ چنانچہ مہاراجہ نے اُن دونوں افسروں کو اپنی افواج کے انگریزی طریقہ پر قواعد دان بنانے کے لیئے نوکر رکھ لیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ان دونوں افسروں نے لاہور کی فوج کو فرانس کی قواعد سکھلا کے بالکل یوروپین طریقہ پر آراستہ کر دیا۔ اور مہاراجہ اُن کی لیاقت اور محنت سے بہت خوش ہوا۔ چار سال بعد فرانس سے پنجاب میں دو افسر اور آئے۔ جنمیں سے ایک کا نام کورٹ صاحب تھا اور دوسرے کا نام ایوٹیبل صاحب۔ اوّل الذکر نے پیرس میں تعلیم پائی تھی۔ اور ایک عرصہ تک اسپین میں مارشل بیسیرز کے پاس اڈی کانگ کے عہدہ پر ممتاز رہا تھا۔ ان دونوں کو بھی مہاراجہ نے اپنی افواج میں جگہ دیکر جرنل کا عہدہ عطا کیا۔ کورٹ صاحب نے خاص کر مہاراجہ کے توپخانوں اور پیادہ پلٹنوں کی بہت درستی کی۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ شروع شروع میں سکھوں کو اپنے پورانے ہتھیاروں اور پورانے طریقوں کے چھوڑنے میں بہت دقت معلوم ہوئی۔ مگر چونکہ مہاراجہ نے خود انگریزی لباس پہنکر فوج میں قواعد دیکھنے جانا شروع کیا۔ اور جو افواج یوروپین افسروں کی ماتحتی میں مقرر ہوئیں اُن کی تنخواہ میں بھی اضافہ کیا۔ اور اُن کی وردی بھی بالکل انگریزی نمونہ کی منظور فرمائی۔ اسلیئے بہت جلد پچاس ہزار سے زیادہ فوج مہاراجہ کے پاس بالکل انگریزی قاعدے پر قواعد دان اور ہر طرح سے معرکہ آرائی میں چاک چوبند تیار ہو گئی ان افسروں کی تنخواہیں مہاراجہ نے دو ہزار سے تین ہزار تک علاوہ جاگیرات اور سالانہ انعامات کے مقرر فرمائیں۔ اور انارکلی میں اُن کو رہنے کے لیئے جگہ دی۔ جہاں انہوں نے وزیر خاں کی سرائے کے متصل اپنی اپنی عالیشان کوٹھیاں معہ باغات تعمیر کرائیں۔ اور ایک بازار بھی نہایت فراخ اور کشادہ آباد کیا۔ جب مہاراجہ نے ان یوروپین افسروں کو اپنی ملازمت میں قبول کیا۔ تو اُن سے اِن تینوں شرطوں کی سخت پابندی چاہی۔ اوّل گائے کا گوشت نہ کھائیں دوم ڈاڑھی نہ مونڈوائیں۔ اور سوم تمباکو نہ پئیں۔ چنانچہ پہلی دونوں شرطوں کا تو آخیر دم تک پابند رہنا پڑا۔ لیکن تیسری شرط تمباکو نوشی کی چنداں پابندی نہیں کی گئی ✣

سمت ۱۸۷۹ب

(اقوام افغانان ہزارہ کا بغاوت اختیار کرنا۔ اور آخرکار پسپا ہونا۔)

ابتدائے سمت ۱۸۷۹ بکرمی میں خبر آئی۔ کہ اقوام افغانان ہزارہ واٹک نے جمع ہو کر بغاوت پر کمر باندھی ہے۔ اور محمد عظیم خاں نے بھی جواب اپنے بھائی فتح محمد خاں کی جگہ قایم ہو گیا ہے اُنکی مدد پر پیشاور کی طرف کوچ کرکے ارادہ کیا ہے۔ کہ اقوام مذکورہ بالا کو اپنے ساتھ شامل کرکے اٹک کے علاقہ سے سکھوں کا قبضہ دور کر دے۔ دس ہزار کے قریب ملکھیہ اکٹھا ہو گیا ہے۔ اور روز بروز زیادہ جمع ہوتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ مہاراجہ نے اس کے سنتے ہی مصر دیوان چند کو ایک جرار فوج کے ساتھ افغانوں کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ جس نے بکوچ متواتر اٹک کے مقام پر پہنچکر دشمنوں کے ساتھ لڑائی شروع کر دی۔ اور پے در پے دو چار جنگ کیئے۔ مگر چونکہ افغانوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اُن کا مجمع مطلق نہ ٹوٹا۔ آخرکار مصر دیوان چند نے لاچار ہو کر فوراً اپیچھے کو مہاراجہ کے پاس سانڈنی سوار دوڑایا جس کے

سنہ ۱۸۲۳ء

پہنچتے ہی مہاراجہ نے جنرل الٰہی بخش کا توپخانہ و دھونکل سنگھ کی پلٹنیں اُس طرف کو روانہ کر کے پیچھے سے خود بھی جنوری سنہ ۱۸۲۳ء میں حالانکہ طبیعت ناساز تھی بہت سی فوج ہمراہ لیکر اُسی طرف کو کوچ کیا۔ مگر قبل پہنچنے مہاراجہ کے مصر دیوان چند دھونکل سنگھ کی پلٹنوں کی امداد پہنچتے ہی افغانوں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ علاوہ اس کے جب مہاراجہ نے دریائے جہلم عبور کیا۔ تو اُس کی آمد کے خوف سے اَور بھی زیادہ بہتری کی صورت پیدا ہو گئی۔ دشمن خود بخود منتشر ہو گئے۔ اَور مصر دیوان چند نے بھاگتے ہوئے ما لکھیہ کا تعاقب کر کے افغانوں کا بہت ہی نقصان کیا۔ اُدھر محمد عظیم خاں کو بھی کسی خاص کام کی وجہ سے پیچھے کابل کو لوٹ جانا پڑا۔ جب مہاراجہ کو یہ خبر معلوم ہوئی۔ تو اُس نے فوج کو شہزادہ **کھڑک سنگھ** کے ہمراہ لاہور واپس جانیکا حکم دیا۔ اَور خود وزیرآباد کے مقام پر قیام کر کے چند روز تک سیر و شکار میں مصروف رہا۔ اِسی مقام پر مہاراجہ کو کشور سنگھ حاکم جموں کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔ چونکہ اِس شخص نے پہاڑ کا انتظام بہت اچھا کیا تھا۔ اَور اپنے تئیں مہاراجہ کا خیرخواہ ماتحت ثابت کیا تھا۔ اِسلیئے مہاراجہ نے اُس کے بیٹے گلاب سنگھ کو اپنے پاس بلا کر راجہ کا خطاب دیا۔ اَور اُس کو بدستور اُس کے باپ کی جگہ پہاڑ کا حاکم قایم رکھا۔ کشور سنگھ کے تین بیٹے تھے گلاب سنگھ۔ دھیان سنگھ۔ سوچیت سنگھ۔ منجملہ ان کے دھیان سنگھ مہاراجہ کا ڈیوڑھی والہ تھا۔ اُس کو بھی مہاراجہ نے راجہ کا خطاب عطا کر کے اپنی مصاحبت خاص کا معزز عہدہ عنایت کیا۔ اَور سوچیت سنگھ کو فوج کی جرنیلی کا عہدہ دیا۔

پھیلی و دھمتور کے زمینداروں کی بغاوت

اِس سال میں جب علاقہ دھمتور اور پکھیلی کے زمینداروں نے جو ہری سنگھ نلوہ سردار کو جاگیر میں عطا ہوئے تھے۔ فساد اَور شورش پر کمر باندھی۔ تو سردار ہری سنگھ نے فوراً پہنچ کے اُن کو اُن کے فساد کی کماحقہ سزا دی۔ گاؤں کے گاؤں جلا دیئے۔ اَور خاص اِن دونوں مقامات کو تو بالکل ہی غارت کر دیا۔ بعد ازاں ایک مرتبہ پھر تمام زمینداروں نے اتفاق کر کے ہری سنگھ کا نہایت گرمجوشی سے مقابلہ کیا۔ مگر سکھوں کی توپ کے سامنے نہ ٹھیر سکے۔ فوراً بھاگ نکلے۔ تین ہزار سے زیادہ آدمی سکھوں نے اِس مہم میں قتل کر ڈالے۔ اَور جو زخمی ہوئے اُن کا کچھ شمار نہیں ✢

رہتاس کے مقام پر فوج کی گنتی۔

پھر دسہرہ کے بعد مہاراجہ نے رہتاس کے مقام پر کل سکھ فوج کی گنتی لی۔ اَور حکم جاری کیا۔ کہ جو رئیس معہ اپنی مقررہ تعداد فوج کے وقت معینہ پر حاضر نہ ہوگا۔ یا جس کی فوج کا لباس وغیرہ درست نہ ہوگا۔ اُس سے سخت بازپرس کیجائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ سب ماتحت رئیسان اپنی اپنی معینہ تعداد فوج کے ساتھ رہتاس کے مقام پر حاضر ہوگئے۔ صرف ایک جاگیردار دل سنگھ نہیرنہ کی فوج جس نے گذشتہ ایام میں بہت عمدہ عمدہ خدمات کی تھیں اچھی طرح آراستہ نہیں تھی۔ اَور نہ اُس کے پاس ہر ایک سامان ٹھیک ٹھیک موجود تھا۔ چنانچہ مہاراجہ نے کل افواج کی حاضری لینے کے بعد سردار مذکور کو اُس کی سپاہ کی حالت کی طرف توجہ دلا کر سخت شرمندہ کیا۔ بلکہ سردار مذکور پر اِس غفلت میں سخت جرمانہ کرنے کی دھمکی بھی دی ✢

سردار مذکور مہاراجہ کی ایسی سخت نظر دیکھکر بہت شرمندہ اور پشیمان ہوا۔ اور رات کو زہر کھاکر سو گیا۔ بعد ازاں مہاراجہ نے پوس کے مہینے میں فوج کو راولپنڈی پہنچنے کا حکم دیا۔ اور وہاں سے فقیر عزیز الدین خاں کو یار محمد خاں بارکزئی صوبہ پیشاور سے خراج وصول کرنے کے لیئے مامور کیا۔ اسوقت یار محمد خاں کی حالت خراج ادا کرنے کے قابل نہیں تھی۔ چنانچہ اُس نے بالعیوض خراج کے مہاراجہ کے پاس عمدہ و قیمتی گھوڑوں کا نذرانہ بھیجکر درخواست کی کہ اسوقت مجھکو نقد روپیہ سے معاف فرمایا جاوے۔ چنانچہ مہاراجہ نے جو گھوڑوں کا از حد شایق تھا۔ اس نذرانہ کو بہت خوشی کے ساتھ قبول کر لیا۔ اور عزیز الدین خاں کو واپسی کا حکم دیکر کٹاس کا اشنان کرکے ماگھ کے مہینے میں واپس لاہور آیا۔ ۲۴ جنوری سنہ ۱۸۲۳ء

محمد عظیم خاں کا یورش کرکے پیشاور پر قبضہ کرنا اور مذہبی لڑائی کا اشتہار دیکر شروع ہونا۔

مگر جب یہ خبر محمد عظیم خاں کو جسکا دوردورہ اُن دنوں کابل میں بہت ہو رہا تھا۔ معلوم ہوئی۔ کہ یار محمد خاں اُس کے بھائی نے پیشاور سے مہاراجہ لاہور کے پاس گھوڑے بطور نذرانہ روانہ کیئے ہیں۔ تو اُسکو یہ امر سخت ناگوار گذرا۔ اور اُس نے فوراً جلال آباد کی طرف کوچ کرکے خیبر کے آگے کا بھی تمام انتظام اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ اور ۲۷۔ جنوری سنہ ۱۸۲۳ء کو پیشاور میں داخل ہوا۔ یار محمد خاں محمد عظیم خاں کے ارادے سے آگاہی پاکر پیشاور چھوڑ کے یوسف زئی کے پہاڑ پر بھاگ گیا۔ محمد عظیم خاں نے پیشاور میں داخل ہوتے ہی ایک عام اشتہار دیدیا۔ کہ یہ ایک مذہبی لڑائی کافر سکھوں کے مقابلہ میں ہونے والی ہے۔ جنہوں نے اہل اسلام کی سلطنت کا بہت سا حصہ اپنے تصرف میں کر لیا ہے۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ کہ مجمع اہل اسلام کے ساتھ شامل ہوکے اپنے دین کی حمایت میں اپنا اپنا خون لنڈھاوے۔ اس اشتہار کے مشتہر ہوتے ہی ہزاروں افغان صرف دین پر اپنے تئیں قربان کرنے کی خاطر وزیر کے پاس جمع ہو گئے۔

مہاراجہ کا افغانوں کے مقابلہ میں فوج روانہ کرنا۔

اُدھر جب محمد عظیم خاں کی یورش کی خبر لاہور میں مہاراجہ کے پاس پہنچی۔ تو اُس نے فوراً پہلے شہزادہ شیر سنگھ کو ایک جرار فوج سواروں کے ساتھ ایک طرف روانہ کرکے پیچھے سے سردار ہری سنگھ نلوہ و دیوان کرپارام و سرداران عطر سنگھ و دھنو سنگھ وغیرہ کو بھی شہزادہ کے ساتھ شامل ہونیکا حکم دیا۔

قلعہ جہانگیر پر سکھوں نے قبضہ کر لیا۔

اس فوج نے دریائے اٹک عبور کرکے قلعہ جہانگیر کا محاصرہ کر لیا۔ چنانچہ سکھوں اور پٹھانوں کی اس مقام پر خوب لڑائی ہوئی۔ مگر آخرکار خالصہ جی کی فوج ... رہی اور افغان بھاگ گئے۔

افغانوں کا جوش کھانا کر سکھوں کے مقابلہ میں جہاد کا فتویٰ دینا اور لڑنا

مگر اس شکست نے افغانوں کو بجائے اس کے کہ خاموش ہو رہتے اور زیادہ جوش دلایا۔ اور ٹہری کی پہاڑی پر جو اٹک کے مغرب جانب ۱۸۔ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ سوات و بونیرو افریدہ و خٹک وغیرہ مقامات کے تمام افغان مور و ملخ کیطرح اپنے مذہب کے جوش میں صرف جان دینے کے لیئے جمع ہو گئے۔ اور تمام علماؤں اور قاضیوں نے مشورہ کرکے جہاد کا فتوے دیدیا۔ اُدھر پیشاور میں محمد عظیم خاں کے پاس بھی علاوہ باقاعدہ فوج کے ملکھیہ کا بہت سا اجتماع ہو گیا۔ اور اُس نے وہاں سے آگے کو قدم بڑھایا۔

مہاراجہ کا خود فوج لیکر افغانوں کے مقابلہ کے لیئے روانہ ہونا۔ اور دریائے اٹک کو پایاب عبور کرنا۔

جب یہ تمام خبر بذریعہ ڈاک لاہور میں مہاراجہ کے پاس پہنچی۔ تو اُس نے فوراً پھاگن کے مہینے میں دریائے راوی عبور کر کے شاہدرہ کے مقام پر پہلے اپنی تمام فوج کی حاضری لی۔ بعدہٗ شہزادہ کھڑک سنگھ و مصر دیوان چند کو آگے روانہ کر کے پیچھے سے خود بھی معہ اپنی تمام فوج کے روانہ ہؤا۔ ۱۳۔ مارچ کو جب دریائے اٹک پر پہنچا۔ تو توپوں کو ہاتھیوں پر لدوا کے پار کیا۔ باقی رہا فوج کے لیئے جب کشتیاں دستیاب نہ ہوئیں تو مہاراجہ نے حسب اعتقاد زمانہ ایک طشت جواہرات کا دریائے اٹک کی نذر کر کے خود اپنا گھوڑا دریا میں ڈالدیا۔ مہاراجہ نے دریا کو پایاب عبور کیا۔ اور اُس کے ساتھ بہت سی فوج پار اُتر گئی۔ لیکن جب مہاراجہ عبور کر گیا۔ اور پیچھے کی فوج دریا میں اُترنے لگی۔ تو اُسوقت دریا کا پانی یکایک چڑھ آیا۔ اور پانچسو آدمی کے قریب غرق ہو گئے۔ اکثر مقامات سے دریائے اٹک کا پانی بعض اوقات پایاب رہتا ہے۔ مگر پانی کے بہاؤ کا کچھ ٹھیک نہیں ایک لحظہ میں ہی چڑھ آتا ہے۔ اور بانسوں پانی ہو جاتا ہے۔ ایسا ہؤا ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ اور اگر مہاراجہ صاحب کی اس موقع پر خاص اقبال مندی بھی تصوّر کریں۔ جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے۔ تو چنداں بیجا نہیں۔ کیونکہ جبتک مہاراجہ کا قدم دریا میں رہا اُس وقت تک زیادہ پانی مطلق نہیں آیا۔ پس ایسے ناپیدا کنار دریا میں جس کے بہاؤ کا کچھ قیام نہو۔ مہاراجہ کی خوش اقبالی نہ سمجھیں تو اور کیا۔

بیان کرتے ہیں کہ مہاراجہ کے ساتھ ساتھ ایک سپاہی کی بھیڑ نے بھی جس کے گلے میں گھی کی کُپّی بندھی ہوئی تھی۔ دریا عبور کر لیا۔ جبپر ناگہاں مہاراجہ کی بھی نظر جا پڑی۔ اور مہاراجہ نے خوش ہو کر اُس بھیڑ کا ۸ روپیہ مقرر کر دیا۔ پیچھے سے چوتھے دن سرداران فتح سنگھ آہلووالیہ و دیسا سنگھ مجیٹھیہ و امیر سنگھ سوریاں والہ و دولا سنگھ ملوئی و رتن سنگھ گھر جاکھ و لودہ سنگھ و سدا سنگھ اور سدا سنگھ نہیرنہ وغیرہ بھی اپنی اپنی افواج کے ساتھ دریا کو گذر نمازیوالہ گھاٹ سے پایاب عبور کر کے اکوڑا کے مقام پر مہاراجہ سے جاملے۔

یہاں پر مہاراجہ کو معلوم ہؤا۔ کہ ۲ ہزار سے زیادہ ملکھیہ تو ٹھیری کی پہاڑی پر مرنے اور مارنے کے ارادے سے تیار ہوا کھڑا ہے۔ اور نوشہرہ کے مقام پر محمد عظیم خاں بھی اپنی تمام کابلی فوج کے ساتھ پہنچ گیا ہے۔ اُسکا ارادہ ہے کہ پہلے ٹھیری والے مجمع کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لے۔ پھر آگے کو قدم بڑہا دے۔ چنانچہ مہاراجہ نے یہ خبر پاتے ہی جنرل و نتو رہ صاحب و الارڈ صاحب کو آٹھ پلٹنیں دو توپ خانے دیکر براہ راست نوشہرہ روانہ کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ محمد عظیم خاں کو مطلق آگے نہ بڑھنے دو۔ اور خود باقی ماندہ فوج لیکر ٹھیری پہاڑی کی طرف ملکھیہ لوگوں کی سرکوبی کے لیئے روانہ ہؤا۔

یہ عین دوپہر کا وقت تھا جسوقت مہاراجہ نے فوج کو لڑائی کا حکم دیکر ٹھیری پہاڑی پر روانہ کیا۔ پہلے رسالوں کو حکم سنایا کہ وہ پہاڑی کے دائیں جانب نیچے نیچے جاکر دشمن کے پیچھے کھڑے ہو جاویں۔ اور جسوقت دیکھیں۔ کہ

جیت سنگھ ۱۸۱

غنیم غالب ہوتا جاتا ہے۔ تو دوسری طرف سے لڑائی شروع کردیں۔ یا جب دشمن شکست کھاکر بھاگ اٹھے۔ تو اسوقت
ان پر حملہ کردیں۔ بعد ازاں کمیدان سنگو سہائے سنگھ و کرنیل میہاں سنگھ افسران فوج اکالیہ کو حکم دیا۔ کہ آگے بڑھکر پٹھانوں
پر حملہ آور ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں افسر سب سے پہلے پہاڑی پر چڑھے۔ اور ان کے پیچھے فوج بھی نہایت پھرتی کے ساتھ پہاڑ
پر چڑھنے لگی۔ ابھی صرف ایک ثلث راستہ طے کیا ہوگا۔ کہ اوپر سے پٹھانوں نے بڑی تندی اور جوش کے ساتھ سکھوں
کی فوج پر مثل مینہ کے گولیاں برسانی شروع کردیں۔ اکالیوں نے بھی انکا ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ مگر چونکہ افغان بلندی
پر تھے۔ اور یہ نیچے تھے۔ اسوجہ سے افغانوں کی مار ہمیشہ ور رہتی۔ علاوہ گولیوں کے اوپر سے اسقدر بڑے بڑے
پتھر سکھوں پر پھینکتے جس کا کچھ شمار نہ تھا۔ اسوجہ سے اکالیوں کی فوج کا بہت نقصان ہوا مگر تاہم انہوں نے
اپنا قدم آگے ہی کو رکھا۔ اتنے میں جب بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ تو ایک افغان نے سب سے آگے بڑھکر سنگو سہائے
سنگھ پر فرابین سر کی۔ جس کی گولی سے اس کا سر پاش پاش ہوگیا۔ اور وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اسیطرح ایک اور افغان
نے پیچھے سے ہوکر میہاں سنگھ پر تلوار کا وار کیا۔ اور وہ سخت زخمی ہوکر گر پڑا۔ ان دونوں افسروں کا گرنا تھا۔ کہ سکھ
فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور بے حوصلہ ہوکر پیچھے کو مڑی۔ پٹھانوں نے ان کا یہانتک تعاقب کیا۔ کہ نیچے میدان
میں جہاں پھولا سنگھ اکالیہ اپنا کالم لئے کھڑا تھا۔ اتر آئے یہاں پھولا سنگھ نے افغانوں کو بڑی گرمجوشی سے روکا۔
اور آدھ گھنٹہ تک فریقین میں خوب تلوار چلی۔ اور عنقریب تھا۔ کہ مسلمان پیچھے کو منہہ موڑیں۔ مگر اتنے ہی میں ایک
پٹھان نے لپک کر بہادر پھولا سنگھ کو جو اکالیوں کا ایک نہایت جوانمرد اور بہادر سردار تھا۔ قتل کرڈالا۔ اس کے
گرتے ہی سکھ پھر بیدل ہوگئے۔ اور پیچھے کو قدم ہٹانے لگے۔ لیکن جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پیچھے سے
اکالیوں کا یہ حال دیکھا۔ تو اس نے فوراً گھوڑے پر سوار ہوکے اپنی تمام فوج کو بصورت مجموعی حملہ کرنیکا حکم دیا۔ اور
نجیبیوں کی پلٹن کو حکم دیا۔ کہ وہ آگے بڑھکر بھاگتے ہوئے اکالیوں کا رستہ روکیں۔ اور اگر وہ نہ مانیں۔ تو ان کو بھی
پٹھانوں کے ساتھ توپ سے اڑادیں۔ الغرض اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ ایک طرف سے تو تمام پلٹنوں نے اتفاق
کرکے ایکبارگی باڑہ مارنی شروع کی۔ اور دوسری طرف سے توپخانہ نے والے دشمن کے عین مقابلہ میں توپیں لیجاکر
آگ برسانے لگے۔ اتنے میں مہاراجہ کی سوار فوج بھی جو دشمن کے پیچھے تعینات تھی۔ پہاڑی پر چڑھ کے پیچھے سے
افغانوں پر زور ڈالا۔ گویا اب افغان سکھوں کے بالکل گھیرے میں آگئے۔ اور ان کو اپنی جان بچانا مشکل ہوگیا
کچھ دیر تک تو افغان بڑی جوانمردی کے ساتھ لڑتے رہے۔ اور تلواریں کھینچ کھینچ کے سکھوں کی توپوں پر آپڑے
لیکن آخرکار جب دست بدست کی نوبت پہنچی۔ اور خالصہ جی نے اپنا سری صاحب سنبھالا۔ تو بیچارے افغانوں
کو راستہ ڈھونڈنا بھی مشکل ہوگیا۔ جسکا جس طرف منہہ اٹھا۔ اسی طرف بھاگ چلا۔ مگر سکھوں نے تعاقب نہ چھوڑا
اور پہاڑ کی غاروں اور پتھروں کے نیچے چھپے ہوؤں کو بھی نکال نکال کر قتل کیا۔ تین ہزار سے زیادہ پٹھان اس

لڑائی میں کام آئے۔ اور دو ہزار کے قریب سکھ بھی مارے گئے۔ اور زخمی ہوئے ✣ ادھر جنرل ونٹورہ صاحب نے بھی محمد عظیم خاں کا راستہ بڑے استحکام کے ساتھ روک دیا تھا۔ بلکہ جو پانچ چھ کشتیاں فوج کی بھر کر محمد عظیم خاں نے ملکتبہ کی امداد پر روانہ کی تھیں۔ وہ بھی جنرل مذکور نے گولے مار کر دریا میں غرق کرا دیں۔ اور جب پیچھے سے فتح کی خبر آئی۔ تو آگے بڑھ کر محمد عظیم خاں پر بھی حملہ کرنیکا ارادہ کیا لیکن اتنے میں محمد عظیم خاں کا قرار بھی اپنے بھائیوں کا یہ حال سنکر جاتا رہا۔ اور وہ مارے خوف کے بلا مقابلہ پیچھے کو لوٹ گیا ✣ اس لڑائی میں بڑے بڑے نامی اور مشہور افغان سردار مثل لور وزخاں وفیروزخاں خٹک جن کے خاص بھروسہ پر محمد عظیم خاں نے یہ مہم اختیار کی تھی مارے گئے ✣ غرض کہ دوسرے روز مہاراجہ نے فتح فیروزی کے ساتھ آگے قدم بڑھایا۔ اور ہشت نگر پر اپنا قبضہ کر کے ۱۷۔ مارچ کو خاص پشاور میں داخل ہوا۔ سکھوں نے تمام ملک خیبر پاس تک غارت اور تباہ کر ڈالا۔ صرف ایک پشاور کا خاص شہر مہاراجہ نے لوٹنے نہ دیا۔ اسی اثناء میں یار محمد خاں نے حاضر ہو کر پانچ گھوڑے جن میں گوہر بار نامی ایک نہایت خوبصورت اور قیمتی گھوڑا بھی شامل تھا۔ اور جس کی تعریف سنکر مہاراجہ کو مدت سے اس کے لینے کا اشتیاق ہو رہا تھا۔ مہاراجہ کی نذر گذرانے۔ مہاراجہ گوہر بار کو دیکھتے ہی بہت خوش ہوا۔ اور یار محمد خاں سے صرف ایک لاکھ روپیہ خراج کا بجائے ایک لاکھ چھبیس ہزار روپیہ کے وصول کر کے پشاور کی حکومت پھر اسی کو دیدی۔ اور خود معہ افواج کے لاہور کی طرف مراجعت کی ✣

| مہاراجہ نے افغانوں پر فتح پائی

۱۸۔ بیساکھ سمت ۱۸۸۰ بکرمی مطابق ۲۶۔ اپریل ۱۸۲۳ء کو مہاراجہ لاہور میں داخل ہوا۔ اور چونکہ اس کو اس فتح کی بہت ہی خوشی تھی۔ اسلیئے چند روز کے بعد امرتسر جی گیا۔ اور وہاں دربار صاحب میں گرنتھ صاحب پر ۲۵ ہزار روپیہ چڑھا کے لاہور اور امرتسر دونوں شہروں میں روشنی کا حکم دیا۔ اور ہاتھی پر سوار ہو کے دونوں شہروں کے بازاروں میں ہزارہا روپیہ بکھیرا۔ اسی موقع پر مہاراجہ نے شہر امرتسر کی شہر پناہ تعمیر ہونے کا حکم دیا۔ اور یہ کام نہایت سرعت کیساتھ شروع کیا گیا۔ سردار فتح سنگھ آہلووالیہ نے ایک ہزار معمار بھیجے۔ اور سردار دل سنگھ و دلیا سنگھ وغیرہ دیگر تمام سرداران وجاگیرداران نے بھی اس کام میں اپنی اپنی استعداد کے موافق حصّہ لیا۔ چار ماہ تک مہاراجہ نے خود امرتسر میں قیام رکھا۔ بعدہٗ لاہور آیا۔ اور اس سال کا تمام موسم سرما وہیں کاٹا۔ اور ہولی کا جشن بڑی دھوم دھام سے کیا ✣

اس فتح کی خوشی اور تعمیر شہر پناہ امرتسر

بعد ازاں شروع سال سمت ۱۸۸۱ بکرمی میں راجہ سنسار چند والی کٹوچ نے انتقال کیا۔ اسوقت مہاراجہ آدینہ نگر کے مقام پر تھا چنانچہ فقیر عزیزالدین کو فوراً نادون میں اس کے لڑکے سے دو لاکھ روپیہ بابت گدی نشینی وصول کرنے کے لیئے روانہ کیا گیا۔ جس کے پہنچنے پر انرودھ چند اس کے لڑکے نے ایک لاکھ روپیہ تو فوراً ادا کر دیا۔ اور باقی کی نسبت پیچھے سے بھیجنے کا اقرار کر کے اپنے استحقاق گدی نشینی کو باضابطہ منظور کرا لیا ✣

سنسار چند والی کٹوچ کی وفات

انہی ایام میں امرتسر کا مشہور ساہوکار رامانند بھی آٹھ لاکھ روپیہ چھوڑ کر مر گیا جسکا تمام مال مہاراجہ نے ضبط کر کے لاہور

رامانند ساہوکار امرتسر مرنا

کی تصیل پر خرچ ہونے کا حکم دیا۔

مصر دیوان چند کی وفات

مصر دیوان چند نے بھی جو مہاراجہ کا ایک نہایت خیرخواہ اور جوانمرد سردار تھا۔ اسی سال میں انتقال کیا۔ اور مہاراجہ کو کیا بلکہ تمام فوج اور رعایا کو اس افسر کی وفات کا سخت رنج گذرا۔ اسی شخص کی خاص بہادری اور جانفشانی سے ملتان کشمیر اور منکیرہ وغیرہ کی بڑی بڑی مستحکم ریاستیں فتح ہوکر دربار لاہور کے ساتھ شامل ہوئیں۔ اس کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے نکالا گیا۔ اور تمام اہالیان دربار لاہور معہ راجہ دھیان سنگھ وگلاب سنگھ وغیرہ بڑے بڑے سرداران وافسران فوج کے جنازہ کے ساتھ ماتم میں شریک ہوئے۔ ایک زریں اور بیش قیمت شال مہاراجہ نے خاص اپنی طرف سے اوپر ڈالنے کے لیئے بھیجی۔ اور دو ہزار روپیہ نقد جنازہ کے اوپر سے غریب وغربا کے لیئے پھینکنے کو بھیجا۔ اور تمام چتا صندل کی لکڑی کی تیار کرائی گئی۔ مصر دیوان چند کی جگہ سکھدیال اس کے بھائی کو مہاراجہ نے دیوانی کا معزز عہدہ عطا فرمایا۔

پہاڑی راجاؤں کا خراج ڈیوڑھا کیا گیا۔

اسی سال میں مہاراجہ نے پہاڑی راجاؤں کا خراج بہ نسبت آگے کے ڈیوڑھا کر دیا۔ چنانچہ ساٹھ ہزار روپیہ راجہ منڈی و دس ہزار سکیت و چھ ہزار کلو و بتیالیس ہزار چنبہ سے وصول کیا گیا۔

مہاراجہ کا اقوام یوسف زئی کی بغاوت فرو کرنے کے لیئے پیشاور جانا۔

بعد ازاں دسہرہ کے بعد مہاراجہ نے نقرہ بجگا لاہور سے وزیرآباد کو کوچ کیا۔ اور وہاں تھوڑے عرصہ تک سیر وشکار میں مصروف رہے۔ یہیں خبر آئی۔ کہ پیشاور کے علاقہ میں افغانان یوسف زئی نے فساد برپا کر رکھا ہے۔ اور قلعہ دربند میں بھی سکھی فوج کو نکال کے اپنا قبضہ کیا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مہاراجہ نے فوراً بذات خاص پیشاور کی طرف کوچ کیا۔ ۸ کاتک کو جب دربند کے مقام پر پہنچا۔ تو افغان لوگ مہاراجہ کے خوف سے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں جب مہاراجہ دریاے اٹک کے کنارہ پر پہنچا۔ تو اس کو افغانوں کی فوج۔ اور ان کی چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں نظر آئیں۔ یہ دیکھتے ہی مہاراجہ نے دریا عبور کرکے فوراً ان پر حملہ کر دیا۔ اور ایک تھوڑی دیر کی لڑائی کے بعد افغانی فوج بھاگ نکلی۔ سوار فوج ان کے تعاقب میں مامور ہوئی۔ جس نے بہت سے پٹھان پکڑ پکڑ کر قتل کیئے۔ اور ان کے گاؤں کے گاؤں جلا دیئے۔

مہاراجہ کا لاہور واپس آنا۔

دوسرے روز مہاراجہ کھڑی سواری گدھی لکواہ کیطرف گیا۔ وہاں سردار محمد خاں حاکم پیشاور نے مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اقوام یوسف زئی کی حمایت کی۔ اور کہا۔ کہ "انشاء اللہ تعالے آیندہ یہ لوگ کبھی سر اٹھانے نہیں پائیں گے اور ہمیشہ سرکار لاہور کے تابعدار رہیں گے" پھر ا۔ مگر کو مہاراجہ نے وہاں سے واپس ہو کر حسن ابدال کے مقام پر قیام کیا۔ اور وہاں پنجہ صاحب کا درشن کرکے ۲۲۔ پوہ تک واپس لاہور آیا۔

سمت ۱۸۸۲ب مہاراجہ کا دیوان محکم چند کے خاندان پر عتاب

شروع سمت ۱۸۸۲ بکرمی میں دیوان محکم چند کے خاندان پر مہاراجہ کا عتاب ہوا۔ دیوان موتی رام جو کشمیر کا حاکم تھا۔ اس کو معطل کرکے لاہور بلایا گیا۔ اور ۷۰ ہزار روپیہ اس پر جرمانہ ہوا۔ اور کرپا رام اس کے لڑکے کو جس پر یہ الزام تھا۔ کہ وہ دربند کی گذشتہ مہم میں باوجود طلبی خاص کے صرف ۵۰ سواروں کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔ قید کر دیا۔ موتی رام کی جگہ کشمیر میں پہلی

بھیم سنگھ بھیجا گیا۔ مگر اُس کے تھوڑے دنوں بعد پیچھے سے گورمکھ سنگھ اور دیوان چُنی لال کو ۲۷ لاکھ پچاس ہزار کے ٹھیکہ پر کشمیر کی حکومت سپرد کی گئی۔ مگر چونکہ اِن لوگوں سے کشمیر کا انتظام نہ ہو سکا۔ اِسلیئے خاندان دیوان محکم چند میں سے جس پر پھر مہاراجہ کی نظر عنایت ہو گئی تھی۔ دیوان کرپا رام کو گورنری کشمیر پر مقرر کیا۔ یہ شخص چونکہ ایک خاص لیاقت اور شرافت کا آدمی تھا۔ اور علاوہ اِس کے اعلےٰ درجہ کا منتظم تھا۔ اِسلیئے اُس کے عہد میں کشمیر کا نظم و نسق قابل تعریف رہا۔ سرینگر میں رام باغ کی عمارت کہ جس میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی سمادھ ہے۔ اِسی شخص نے تعمیر کرایا تھا÷

اسی سال میں سردار فتح سنگھ آہلووالیہ اپنے پگڑی بدل بھائی مہاراجہ کے خوف سے جس کی نگاہ اب کچھ پھری ہوئی نظر آتی تھی بھاگ کر انگریزی علاقہ میں چلا گیا۔ مگر جب سرکار انگریزی نے اُس کی کچھ حمایت نہ کی۔ تو اُس کو لاچار پھر اپنے ملک میں واپس آنا پڑا÷ چونکہ اِس معاملہ کا مفصّل ذکر خاندان کپورتھلہ کے بیان میں ہو چکا ہے۔ اسوجہ سے یہاں نہر فرو گذاشت کیا جاتا ہے÷

جنرل ونٹورہ صاحب کی شادی۔

اسی سال میں جنرل ونٹورہ صاحب کی لدھیانہ کی ایک یوروپین لیڈی سے حسب رواج ملک فرانس لاہور میں بڑی دھوم دھام کے ساتھ شادی ہوئی۔ مہاراجہ نے دس ہزار روپیہ دلہن کو اپنی طرف سے نذر دیا۔ اور بیس ہزار سے زیادہ اہالیان دربار کیطرف سے جنرل موصوف کو مرف تنبول میں آیا÷

سمت ۱۸۸۳ قلعہ کوٹلیر فتح ہوا۔

اِس کے بعد سمت ۱۸۸۳ بکرمی میں جمعدار خوشحال سنگھ نے قلعہ کوٹلیر فتح کیا۔ اور وہاں کے معزول شدہ راجہ شمشیر سنگھ کو ۱۲ ہزار کی ایک جاگیر واسطے گذارہ کے عطا ہوئی۔ اسی سال میں دیوان گنگا رام نے انتقال کیا۔ اور اُس کی جگہ مہاراجہ نے پنڈت دینا ناتھ کو جسکا بعد میں راجہ دینا ناتھ خطاب ہوا اپنی مہر سپرد کی÷

بیر سنگھ معزول شدہ راجہ نورپور کی یورش۔

اسی سال میں بیر سنگھ معزول شدہ راجہ نورپور نے جو سمت ۱۸۷۳ بکرمی میں بھاگ کر انگریزی علاقہ میں چلا گیا تھا بہت سی فوج جمع کر کے پھر اپنے علاقہ میں واپس آنے کی کوشش کی۔ مگر سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ نے اُس کو ایک سخت شکست دی اور وہ بھاگ کر ایک سادھو کے بھیس میں کسی دھرم سالہ میں جا چھپا۔ جہاں سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کی سپاہ نے اُس کو گرفتار کر لیا÷

زمینداران گندگڑہ کا فساد۔

اسی اثناء میں زمینداران گندگڑہ نے بغاوت اختیار کی۔ اور عباس خاں خٹک وہاں کے حاکم کو جو مہاراجہ کیطرف سے تھا قید کر لیا۔ مہاراجہ نے سردار ہری سنگھ نلوہ و جنرل ونٹورہ صاحب کو فوراً اُن کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ چنانچہ گندگڑہ کے متصل وہاں کے زمینداروں نے سرکاری فوج کا مقابلہ کیا۔ مگر آخر کار پسپا ہوئے۔ اور بہت سے زمیندار کھیت رہے سرغنہ لوگ گرفتار ہوئے۔ عباس خاں خٹک کو رہائی ملی۔ یہاں سے ہری سنگھ نلوہ و جنرل مذکور نے کوچ کر کے سریکوٹ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے پٹھانوں نے نہایت مستعدی سے حملہ کو روکا۔ اور پندرہ روز تک برابر اندر سے لڑتے رہے۔ مگر آخرکار مغلوب ہوئے۔ اور قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مہاراجہ قلعہ سری کوٹ کی فتحیابی کا حال سنکر بہت خوش ہوا

قلعہ سریکوٹ فتح ہوا۔

پیشاور سے خراج وصول کیا گیا

اور سردار مذکور کو حکم بھیجا۔ کہ وہ اُدھر سے اُدھر پیشاور کیطرف کوچ کرے۔ اور یار محمد خاں وہاں کے حاکم سے خراج وصول کرے بلکہ شہزادہ **شیر سنگھ** و مصر سکھدیال و مظہر علی و امام شاہ وغیرہ کو بھی لاہور سے پیشاور پر خراج لانے کے لیے مامور کیا۔ لیکن جیوں ہی سکھوں کی فوج نے دریائے اٹک عبور کیا۔ اور یار محمد خاں کے پاس پیغام بھیجا۔ اُس نے فوراً ایک لاکھ روپیہ کی ہنڈوی بھیجکر فوج کو واپس کر دیا۔

نواب بہاولپور و راجہ منڈی کی وفات ۱۸۲۶ء

اسی سال اپریل ۱۸۲۶ء میں صدیق محمد خاں نواب بہاولپور اور حافظ احمد خاں جاگیردار ڈیرہ اسمٰعیلخاں سابق نواب منکیرہ و راجہ ظالم سین والی منڈی وغیرہ مشہور مشہور آدمیوں نے انتقال کیا۔ چنانچہ اُن کے جانشینوں سے دربار لاہور نے نذرانہ وصول کیا۔ ۲۵ ہزار روپیہ پہلے دونوں کے جانشینوں سے اور ۵۰ ہزار راجہ سوچیت سنگھ ظالم سین کے بیٹے سے۔

مہاراجہ کی علالت طبع

اس سال کے آخیر میں مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی طبیعت سخت علیل ہو گئی۔ پہلے حکیم عزیز الدین و عنایت شاہ کا علاج ہوتا رہا۔ بعدہٗ ڈاکٹر **انڈر یو مرے صاحب** انگریزی ڈاکٹر لدھیانہ سے بلائے گئے جن کی بہت خاطر کی گئی۔ پہلے روز ایک ہزار روپیہ نقد دیا گیا۔ بعد جبتک لاہور میں رہے۔ ایک سو روپیہ یومیہ ملتا رہا۔ مگر مہاراجہ کا زیادہ تر اعتقاد اپنے خاص حکیموں کے علاج میں تھا۔ انگریزی ڈاکٹر تو صرف برائے نام بلایا گیا تھا۔ الغرض مہاراجہ کو ہولی تک صحت ہو گئی۔ اور یہ تیوہار لاہور میں نہایت دھوم دھام سے منایا گیا۔

۱۸۲۷ء

اسی سال کے آخیر اور شروع ۱۸۲۷ء میں ایک متعصب شخص سید احمد[1] نامی باشندہ ہندوستان نے پیشاور کیطرف آکر اقوام یوسف زئی کو بہکایا۔ اور محمدی جھنڈا کھڑا کر کے چاہا کہ سکھوں کے مقابلہ میں مذہبی لڑائی کرے۔ چنانچہ یہ خبر مہاراجہ کو پہنچی۔

[1] یہ شخص بریلی کا باشندہ تھا۔ اور اوائل عمر میں امیر خاں کے پاس فوجی سواروں کا افسر بن گیا۔ لیکن جب مرہٹہ اور پنڈارہ ریوں کی لڑائی کے بعد اُس سردار کی قومی طاقت بالکل زایل ہو گئی اور سرکار انگریزی نے اُس کو خود مختار رئیس نہ قرار دیا۔ تو یہ وہاں سے نوکری چھوڑ کر دہلی چلا آیا۔ اور یہاں سے مولوی عبد الحی و مولوی محمد اسمٰعیل و عبد العزیز عالمان کی صحبت میں رہکر اُس کو مذہبی تعلیم میں بہت اچھا درک ہو گیا۔ پھر اُس نے اہل اسلام کے مذہب کی ترقی میں تمام ہندوستان میں پھر پھر کر وعظ دینا شروع کیا۔ چونکہ صاحب علم تھا۔ اور طاقت گویائی بہت اچھی رکھتا تھا۔ اسوجہ سے جہاں جاتا اُسکی عزت ہوتی۔ ۱۸۲۲ء میں یہ کلکتہ گیا۔ اور اُس کے بہت سے پیرو ہو گئے۔ پھر وہاں سے مکہ مدینہ حج کے لیے گیا۔ اور وہاں سے واپس آکر دین اسلام کی ترقی میں ہر جگہ وعظ کہتا پھرا۔ پھر دہلی میں آیا۔ اور یہاں آگے ہی پیشتر کے صلاح کاروں مولوی محمد اسمٰعیل وغیرہ سے ملکر اُسنے ایک کتاب موسوم بہ تقویت الاسلام شایع کی۔ جس میں مذہبی اصلاح اور ترقی اسلام کے بارہ میں اپنے عمدہ عمدہ خیالات لوگوں پر ظاہر کیے۔ اس شہر میں بہت سے لوگ اُس کے پیرو ہو گئے اور اس نے مذہبی جوش پھیلا کر تمام مسلمانوں میں ظاہر کیا۔ کہ میرا ارادہ کافر سکھوں کو جنہوں نے اہل اسلام کی سلطنت کو بہت نقصان پہنچایا ہے سزا دینے کا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ جو مسلمان میرے ساتھ دین اور مذہب کے لیے جان دینا ثواب سمجھتا ہے شامل ہو جائے۔ اور روپیہ پیسہ ہر ایک چیز میری مدد کرے۔ چنانچہ پانچسو آدمیوں سے زیادہ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور یہ سب کو اپنے ہمراہ لیکر پہلے ٹونک میں جہاں اسکا آقا نامدار رہتا تھا گیا۔ لیکن وہ چونکہ مر گیا تھا۔ اسلیے اس کے بیٹے کو اپنا پیرو بنا کے اُس سے بھی بہت کچھ امداد لی۔ پھر شکارپور خیرپور ہوتا ہوا سندھ کے ملک میں وارد ہوا۔ یہاں کے رئیس میر رستم علی نے اُسکی بڑی خاطر کی۔ وہاں سے قندہار گیا۔ لیکن بارکزئی سرداروں پر اُس کی وعظ کا معتدبہ اثر نہ پڑا۔ اسلیے دریائے کابل کو عبور کر کے مقام پنجیر میں وارد ہوا اور یہاں اقوام یوسف زئی کو جو سکھوں سے پہلے ہی خار کھائے بیٹھے ہوئے تھے اپنے ساتھ شامل کر کے ایک سبز جھنڈا مذہبی لڑائی یا جہاد کا کھڑا کر لیا۔

تو اُس نے فوراً لاہور سے سردار بدھ سنگھ وعطر سنگھ وغیرہ سندھانوالیہ کو چار پلٹنیں اور دو توپخانے دیکر اس جدید بغاوت کے فرو کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ الغرض جب سردار بدھ سنگھ دریائے اٹک کو عبور کرکے اکھوڑا کے مقام پر پہنچا۔ تو سید احمد بھی اپنے سبز جھنڈے کو آگے بڑھا کے تمام اقوام یوسف زئی کے ساتھ سکھوں پر حملہ آور ہؤا۔ مگر سکھوں کے سامنے اُنکی کچھ پیش نہ گئی۔ ہزاروں کا سکھوں نے وہیں ڈھیر کردیا۔ اور سید احمد خاں بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپا +

مہاراجہ کا لیلی گھوڑی کے واسطے پیشاور پر فوج بھیجنا

اسی اثناء میں مہاراجہ کو معلوم ہؤا۔ کہ یار محمد خاں کے پاس ایک لیلی نامی گھوڑی نہایت قبول صورت اور بادرفتار ہے۔ جسکی قیمت میں فتح علی شاہ بادشاہ فارس یار محمد خاں کو ۵۰ ہزار روپیہ نقد اور ۲۵ ہزار کی جاگیر دے رہا تھا۔ مگر اُس نے نہیں دیا۔ مہاراجہ یہ سنتے ہی اُس لیلی کا مجنوں بن گیا۔ اور سردار بدھ سنگھ کو لکھ بھیجا۔ کہ وہ یار محمد خاں سے اُس گھوڑی کو طلب کرے۔ چنانچہ جب یہ پیغام یار محمد خاں کے پاس پہنچا۔ تو اُسنے نہایت افسوس کے ساتھ جواب دیا۔ کہ افسوس لیلی گھوڑی مرگئی۔ ورنہ میں کبھی مہاراجہ کو اُس کے دینے میں عذر نہ کرتا۔ لیکن چونکہ مہاراجہ کو یار محمد خاں کا یہ جھوٹا بہانہ ثابت ہؤا۔ اور اُس کے ساتھ ہی یہ ایک اور خبر ملی۔ کہ ایک اور ایسا ہی بیش قیمت گھوڑا شبرین نامی سلطان محمد خاں کے بھائی شیر محمد خاں کے پاس ہے۔ چنانچہ مہاراجہ نے شروع سمت ۱۸۸۴ بکرمی میں شہزادہ شیر سنگھ اور جنرل ونٹورہ صاحب کو فوج دیکر پیشاور کی طرف روانہ کیا۔ اور ہدایت کی۔ کہ جسطرح سے ہوسکے ان دونوں گھوڑوں کو ضرور حاصل کرکے واپس آؤ۔ الغرض جب شہزادہ شیر سنگھ پیشاور کے پاس پہنچا۔ تو یار محمد خاں مارے خوف کے درّہ خیبر کی طرف بھاگ گیا۔ اور پیشاور بالکل خالی چھوڑ گیا۔ شہزادہ نے فوراً پہنچ کے پیشاور پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اور آٹھ ماہ تک وہیں خیمہ زن رہا۔ آخر سلطان محمد خاں نے اپنی لیاقت اور ہوشیاری سے شہزادہ کو رضامند کرلیا۔ اور شیر محمد خاں اپنے بھائی سے وہ شبرین گھوڑا مہاراجہ کے لیئے دلاکر دس ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر کے واسطے اُس کے لیئے سفارش کی۔ چنانچہ وہ فوراً منظور ہوئی۔ بعد ازاں پیشاور کا علاقہ ایک معقول نذرانہ وصول کرکے کے بعد شہزادہ شیر سنگھ نے سلطان محمد خاں کے سپرد کرکے لاہور کو معاودت کی +

مہاراجہ نے شاہ انگلینڈ کے واسطے تحایف بھیجے۔

اسی سال میں مہاراجہ نے شملہ کے مقام پر گورنر جنرل صاحب بہادر کیواسطے فقیر عزیز الدین و دیوان موتی رام کی معرفت چند تحایف بھیجے۔ اور ایک پشمینہ کا بڑا خیمہ وقنات کارچوبی ساخت کشمیر معہ اور دیگر بے بہا تحایف ملک پنجاب کے خاص بادشاہ انگلینڈ کے لیئے روانہ کیئے۔ چنانچہ گورنر جنرل صاحب نے ان تحایف کو بڑی خوشی سے قبول کیا۔ اور دونوں ایلچیوں کو نہایت اعزاز کے ساتھ رخصت کرکے فرمایا کہ مہاراجہ کا تحفہ ضرور شاہ انگلینڈ کی خدمت میں بھیجا جائیگا۔ اور وہاں سے بھی مہاراجہ کی اسقدر مہربانی اور توجہ کا فرور شکریہ آوے گا +

گورنر جنرل صاحب بہادر کیطرف سے مہاراجہ کیخدمت میں تحایف

اس کے تھوڑے دنوں بعد گورنر جنرل صاحب بہادر نے بھی مہاراجہ کی خدمت میں

کپتان ویڈ صاحب کی معرفت مفصلہ ذیل تحایف روانہ کیئے:۔

دو راس اسب مادیان	ایک زنجیر فیل	ایک قبضہ تلوار جس کی	ایک بندوق	دو موتیوں کے	اور قسم قسم کے
نہایت عمدہ اور قیمتی	معہ ہودج نقرئی	موٹھ پر الماس کا کام تھا	دو نالی	کنٹھے	

پارچات کمخواب وپشمینہ کے تھان وغیرہ۔ ان تحایف کو مہاراجہ نے امرتسر کے مقام پر بڑی خوشی کے ساتھ قبول کیا اور کپتان ویڈ صاحب سے ملاقات کر کے گورنمنٹ انگریزی کی مہربانی اور خیر اندیشی کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ پانچہزار روپیہ نقد وپانچسو اشرفیاں معہ دو سو طشت شیرینی ومیوہ جات کے کپتان ویڈ صاحب کی ضیافت اور رخصتانہ میں پیش کیا گیا بعدازاں اگلے روز راجہ دہیان سنگھ کو حکم ہوا۔ کہ وہ سفیر صاحب کے ہمراہ جا کر ان کو شہر اور دربار صاحب وغیرہ کل قابل دید اور مشہور مشہور مقامات کا سیر کرائیں۔ اسی روز شام کو کپتان صاحب موصوف کو مہاراجہ نے اپنی فوج کا بھی ملاحظہ کرایا۔ اسوقت تمام فوج بسنتی رنگ کی وردی پہنے ہوئے تھی۔ جو دورسے بالکل سنہری بھاؤ مارنے کی وجہ سے بہت ہی عجیب اور خوشنما معلوم ہوتی تھی۔ سفیر انگریزی مہاراجہ کی فوج کا زرق برق اور نہایت آراستہ ساز وسامان دیکھکر دنگ رہ گیا۔

راجہ دہیان سنگھ و گلاب سنگھ کا عروج۔ ان دنوں دربار لاہور میں مہاراجہ کی سب سے زیادہ مہربانی کی نظر میاں دہیان سنگھ اور اُسکے دونوں بھائیوں گلاب سنگھ وسوچیت سنگھ پر جو راجہ رنجیت دیو کے خاندان سے تھے۔ رہتی۔ سب سے پہلے گلاب سنگھ مہاراجہ کے گھوڑچڑھوں میں جمعدار خوشحال سنگھ کی ماتحتی میں آکر لاہور میں نوکر ہوا۔ اور پیچھے سے اُسنے اپنے بھائی دہیان سنگھ کو بھی جموں سے بلا لیا۔ اور دونوں مہاراجہ کے آگے دوڑنے والے سپاہیوں میں نوکر ہو گئے۔ چونکہ یہ دونوں قد آور بڑے خوبصورت جوان تھے۔ اور مہاراجہ ایسے آدمیوں کا اکثر بہت شایق تھا۔ اسوجہ سے مہاراجہ کی نظر میں یہ دونوں جچ گئے۔ لیکن سچ تو یوں ہے۔ کہ اُسوقت اس بات کا کسی کو گمان تک بھی نہیں تھا کہ کوئی وقت ایسا بھی آویگا۔ جب یہ تمام پہاڑ کے ملک کے مالک ہوں گے۔ اور سکھوں کی بھی سلطنت کا سارا دارومدار انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہو جائیگا۔ مگر کسی نے کسی کے پردۂ قسمت کو کھول کے تھوڑا ہی دیکھا ہے۔ دھیان سنگھ بہت جلد ڈیوڑھی والہ کے معزز عہدہ پر بجائے خوشحال سنگھ کے ترقی پا گیا۔ اور گلاب سنگھ بھی کشمیر اور جموں کے علاقہ میں چھوٹے چھوٹے مسلمان رئیسوں کو زیر کرنے کی وجہ سے بڑھ گیا۔ اور اُسکو جموں کا علاقہ جاگیر میں عطا ہوا۔ الغرض دن بدن ان تینوں بھائیوں کا زمانہ یاور ہوتا گیا۔ اور رفتہ رفتہ دہیان سنگھ ڈیوڑھی والہ سے خاص مہاراجہ کے مصاحبوں میں ہو گیا۔ اور سوچیت سنگھ ایک بہادر فوج کا سردار بن گیا۔ آخر میں مہاراجہ لاہور کی دہیان سنگھ پر غایت درجہ کی عنایت ہو گئی۔ اور تینوں بھائیوں کو راجگی کا خطاب عطا کر کے دہیان سنگھ کو اس سال خاص وزیر اعظم کا عہدہ عطا کیا اور راجۂ راجگان راجہ ہند پت راجہ بہادر کا خطاب دیا

ہیرا سنگھ دہیان سنگھ کے بیٹے کو بھی جو اُسوقت کل بارہ سال کا تھا مہاراجہ بہت چاہنے لگا۔ اور اُس کو بھی راجہ کا خطاب دیکر اپنے سامنے کرسی پر بیٹھے رہنے کی جبکہ اور سب اہالیان دربار کھڑے رہتے عزت بخشی۔ اس لڑکے کی بھولی بھولی باتیں مہاراجہ کو ایسی خوش اور پسند آئیں۔ کہ اُن کو بشوق سنا کرتا۔ اور ہنس پڑتا۔ بلکہ یہانتک محبت ہوگئی۔ کہ بمشکل اپنی نظروں سے دور ہونے دیتا۔ مہاراجہ نے چاہا کہ اس لڑکے کی شادی راجہ انردھ چند پسر راجہ سنسار چند والی کٹوچ کی ہمشیرہ سے کردے۔ چنانچہ پنڈت مدھوسودن اور رام کشن کی معرفت یہ گفتگو بھی کی گئی۔ لیکن راجہ انردھ چند جو بباعث اپنی اعلےٰ خاندانی کے راجہ دہیان سنگھ کے لڑکے کو ناطہ دینا کسر شان سمجھتا تھا منظور نہ کیا۔ مہاراجہ کو اُس کے انکار پر بہت غصہ آیا۔ اور انردھ چند کی تخریب کے درپے ہوگیا*

لاہور میں ہیضہ اور کشمیر میں زلزلہ۔

اسی سال لاہور میں ہیضہ کی وبا پھوٹی۔ اور کشمیر میں زلزلہ آیا دونوں جگہ خلقت کا بہت نقصان ہوا۔ سردار بدھ سنگھ سندھانوالیہ جو مہاراجہ کا ایک بڑا بہادر اور سپاہی سردار تھا۔ اسی وبا میں مرگیا۔ اور مہاراجہ کو اُس کی وفات کا بہت رنج گذرا۔ اُس کی جاگیر مہاراجہ نے عطر سنگھ و ساوا سنگھ و لہنا سنگھ سندھانوالیہ کو عطا کی مگر چونکہ ان لوگوں نے مقررہ نذرانہ ادا نہ کیا۔ اسوجہ سے سمت ١٨٨٥ بکرمی میں مہاراجہ نے کل جاگیر ان سے واپس لے لی۔ کشمیر میں بھی ہزاروں مکان گر پڑے۔ دیوان امرناتھ کے تخمینہ کے بموجب ایک لاکھ ٧٨ ہزار آدمیوں کا نقصان ہوا*

سید احمد کا دوبارہ پشاور کے علاقہ میں یورش کرنا

اسی اثناء میں شروع سمت ١٨٨٥ بکرمی میں مہاراجہ کے پاس پشاور کیطرف سے یہ خبر پہنچی۔ کہ سید احمد جہادی نے جو شکست کھا کر بھاگ گیا تھا۔ پھر غازیوں اور جہادیوں کا لشکر جمع کرکے درپے فساد ہونا چاہتا ہے۔ بلکہ قلعہ قاوخیاں پر قابض ہوگیا ہے۔ اور صبح شام میں پشاور پر بھی دخل کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ شہزادہ شیر سنگھ و جرنیل ونتورہ صاحب و الارڈ صاحب تینوں کو مہاراجہ نے اُس طرف روانہ کیا۔ اور ہدایت کی۔ کہ اگر سید احمد خاں نے پشاور لے لیا ہے۔ تو فوراً اُس کو بجنگ وہاں سے نکال دیں۔ اور اگر یار محمد خاں و سلطان محمد خاں بدستور پشاور پر قابض ہیں۔ تو ان سے نذرانہ وصول کرکے واپس آویں۔ چنانچہ جب فوج روانہ ہوکر اٹک کے متصل پہنچی۔ تو شہزادہ کو معلوم ہوا کہ ابھی تک پشاور پر سید احمد خاں کا قبضہ نہیں ہوا۔ اسواسطے اُس نے فوج کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور سلطان محمد خاں کو کہلا بھیجا۔ کہ نذرانہ بھیجدے۔ لیکن اس درمیان میں ایک شخص دیوان دہنپت رائے ملازم شہزادہ کھڑک سنگھ نے جو اس فوج کے ساتھ گیا تھا۔ بلا اجازت شہزادہ شیر سنگھ و جرنل ونتورہ صاحب کے دریائے اٹک کو عبور کیا اور پشاور چلا گیا۔ اور وہاں چند خاص خاص مقامات پر اپنا قبضہ کرلیا۔ اُسوقت سلطان محمد خاں حاکم پشاور نذرانہ وصول کرنے کے تردد میں تھا۔ لیکن دیوان مذکور کی دست اندازی سے اُس کے کام میں سخت ہرج واقع ہوا۔ چنانچہ اُس نے فوراً شہزادہ شیر سنگھ کو یہ کہلا بھیجا۔ کہ جس ملک کی تفویضگی کا مجھسے نذرانہ طلب ہوتا ہے۔ اُس پر تو سرکار نے خود قبضہ کرلیا ہے۔ میں کس بات کا نذرانہ دوں۔ شہزادہ کو دہنپت رائے کی اس خودسری کی

حرکت پر سخت غصہ آیا۔ اور اُس نے پہلے دہنپت رائے کو بذریعہ خط کے واپس آنے کا حکم دیا۔ لیکن اُس نے بزعم میں بات کے کہ میں شہزادہ کھڑک سنگھ ولیعہد کا نوکر ہوں۔ شہزادہ شیر سنگھ کی تحریر کی مطلق پرواہ نہ کی۔ بلکہ گستاخانہ جواب لکھا۔ لاچار شہزادہ نے چار پلٹنوں کو حکم دیا۔ کہ وہ فوراً دریا اُتر کر پیشاور میں داخل ہوں۔ اور دیوان مذکور کو گرفتار کر کے لے آویں۔ چنانچہ وہ فوج دیوان دہنپت رائے کو گرفتار کر کے لے آئی۔ اور جب وہ سامنے آیا۔ تو شہزادہ شیر سنگھ نے اُس کو سر دربار جوتوں سے ایسا پٹوایا۔ کہ وہ ادھ مؤا ہو گیا۔ بعد ازاں اُسکا تمام مال و اسباب ضبط کر کے اُس کو لاہور بھیج دیا۔ جہاں مہاراجہ نے بھی اُس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا +

پیشاور سے خراج وصول کر کے لاہور کی فوج واپس ہوئی۔

پھر پندرہ روز کے بعد جنرل ونٹورہ صاحب خود فوج لیکر پیشاور گیا۔ اور یار محمد خاں سے نذرانہ کا تقاضہ کیا۔ یہیں جنرل موصوف کو یہ معلوم ہؤا۔ کہ لیلی گھوڑی ابتک زندہ ہے۔ اور یار محمد خاں کے پاس ہے۔ مرنے کا صرف بہانہ تھا۔ چنانچہ جنرل مذکور نے یار محمد خاں سے اُسکو بھی طلب کیا۔ مگر اُس نے نذرانہ تو ادا کر دیا۔ اور گھوڑی کے بابت تین ماہ کے بعد دینے کا وعدہ کیا۔ الغرض نذرانہ وصول کر کے لاہور کی فوج پیشاور سے واپس ہوئی +

انرودھ چند کا انگریزی علاقہ میں بھاگ جانا

اُدھر اسی سال میں جب انرودھ چند کو اپنی ہمشیرہ کے ناطہ دینے کی نسبت مہاراجہ نے بہت تنگ کیا۔ تو وہ معہ اپنی والدہ اور دونوں ہمشیروں کے بھاگ کر علاقہ انگریزی میں چلا گیا۔ لیکن گورنمنٹ انگریزی نے اُس کو کسی قسم کی بھی مدد نہ دی۔ آخرکار انرودھ چند اور اُس کی ماں دونوں اسی رنج والم میں مر گئے مگر جیتے جی چھوٹے خاندان کو ناطہ دینا منظور نہ کیا۔ جب مہاراجہ کو انرودھ چند کی وفات کا حال معلوم ہؤا۔ تو وہ فوراً لاہور سے کوچ کر کے نادون پہنچا۔ اور کل علاقہ راجہ متوفی کا ضبط کر کے دربار لاہور کے ساتھ شامل کر لیا۔ صرف بیس ہزار کی جمع کا علاقہ راجگیر فتح چند راجہ سنسار چند کے بھائی کے نام واگذار رکھا +

مہاراجہ کا خود سہرہ باندھ کر راجہ سنسار چند کی لڑکیوں سے شادی کرنا۔

یہاں پر مہاراجہ کو معلوم ہؤا۔ کہ راجہ سنسار چند کی دوسری رانی گدّن کے شکم سے بھی دو لڑکیاں نہایت خوبصورت اور جوان ابھی تک کنواری ہیں۔ چنانچہ مہاراجہ نے اُن دونوں میں سے ایک کی نسبت شادی کا پیغام بھیجا۔ رانی مذکور نے بھی راجہ دھیان سنگھ کو ناطہ دینے سے انکار کیا۔ اور یہ کہلا بھیجا۔ کہ اگر مہاراجہ خود اپنے ساتھ شادی کرنا چاہیں۔ تو مجھے کچھ عذر نہیں۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ اوّل مہاراجہ میری گھر سہرے باندھ کر آوے۔ اور ہماری قوم کی رسم کے بموجب شادی کرے۔ دویم میرے لڑکے جودہ بیر چند کے نام اُس کے باپ سنسار چند کا علاقہ واگذار کر کے اُس کو راجگی کا خطاب دیا جاوے۔ پہلے تو مہاراجہ نے انکار کیا۔ اور کہا کہ جبتک دہیان سنگھ کے لڑکے کی شادی نہ ہووے گی۔ میں اپنی شادی ہرگز نہیں کروں گا۔ مگر پیچھے سے جب لڑکیوں کے حسن و جمال کی بہت تعریف سنی۔ تو مہاراجہ بجائے دہیان سنگھ کے لڑکے کی شادی کے خاص اپنے

بیاہ کے در پے ہوگیا۔ اور سہرا باندھ کر اُن دونوں لڑکیوں کا ڈولہ بڑی دھوم دھام سے بیاہ کے اپنے گھر لے آیا۔ اور حسب وعدہ نادون کا علاقہ جودہ بیر چند کے نام واگذار کرکے اُس کو راجگی کا خطاب دے آیا۔

مہاراجہ کا پیشاور سے لیلی گھوڑی منگانا

۱۸۸۴ء یہاں سے واپس آکر آغاز سمت ۱۸۸۱ بکرمی میں جب مہاراجہ کو معلوم ہؤا۔ کہ لیلی گھوڑی ابتک زندہ ہے۔ تو اُسیوقت مہاراجہ نے جنرل ونٹورہ صاحب کو حکم دیا۔ کہ اپنی فوج لیکر دوبارہ پیشاور کو چلا جاوے۔ اور اُس گھوڑی کو جسطرح سے بن سکے۔ یار محمد خاں سے ضرور لے آوے۔ چنانچہ بتعمیل حکم جنرل ونٹورہ صاحب پیشاور کیطرف روانہ ہؤا۔ مگر اِس عرصہ میں سیّد احمد خاں نے یار محمد خاں پر حملہ کردیا۔ اور قلعہ اور وہاں پر اپنا قبضہ کرلیا۔ لیکن جب مہاراجہ کی فوج نزدیک پہنچی۔ تو یار محمد خاں بہت خوش ہؤا۔ اور چاہا کہ جنرل ونٹورہ صاحب کی مدد لیکر قلعہ اور وہان کو سیّد احمد خاں سے چھوڑا لے۔ چنانچہ اسی ارادہ سے وہ جنرل ونٹورہ صاحب کے پاس آیا۔ اور اُس سے امداد کی درخواست کی۔ لیکن جنرل مذکور نے یہ جواب دیا۔ کہ پہلے تم مجھے لیلی گھوڑی حسب وعدہ دیدو۔ بعد ازاں میں تمہاری کماحقہ مدد کرونگا۔ الغرض اس تقریر کے بعد یار محمد خاں نے پیشاور واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اور چاہا۔ کہ لیلی گھوڑی جنرل ونٹورہ صاحب کو دیکر اُس کی مدد سے اُس مفسدہ پرداز آدمی کو اپنے علاقہ سے نکال باہر کرے۔ لیکن من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال کا معاملہ ہؤا۔ راستہ میں ہی یار محمد خاں کا سیّد احمد سے ٹاکرہ ہوگیا۔ اور باہم خوب تلوار چلی۔ لیکن چونکہ یار محمد خاں

یار محمد خاں مارا گیا۔

کے ساتھ بہت کم آدمی تھے۔ اسوجہ سے سیّد احمد غالب آیا۔ اور یار محمد خاں وہیں کھیت رہا۔ اُس کے آدمی سب بھاگ گئے۔ سیّد احمد اپنی اس خداداد فتح پر بہت خوش ہؤا۔ اور یار محمد خاں کے تمام مال و اسباب پر اپنا قبضہ کرکے خاص پیشاور پر دخل کرنے کے لیئے مستعد ہؤا۔ مگر چونکہ مہاراجہ کی فوج اُسی علاقہ میں نزدیک پڑی ہوئی تھی۔ اسوجہ سے اُسے پیشاور پر دست درازی کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جب یہ خبر جنرل ونٹورہ صاحب کو پہنچی۔ تو اُس نے خاص پیشاور میں داخل ہوکر پہلے لیلی گھوڑی اپنے قبضہ میں لی بعدہٗ وہاں کی حکومت سلطان محمد خاں یار محمد خاں متوفی کے بھائی کو سپرد کرکے واپس لاہور ہؤا۔ جب یہ گھوڑی مہاراجہ کے پاس پہنچی۔ وہ بہت خوش

جنرل ونٹورہ لیلی گھوڑی لیکر واپس ہؤا۔

ہؤا۔ اور جنرل ونٹورہ کو اُس کی نمایاں خدمت کے صلہ میں ایک گراں بہا خلعت معہ مالا مروارید عطا کیا۔ اور جاگیر دو چند کردی۔

سیّد احمد خاں کی پیشاور پر یورش۔

جنرل ونٹورہ صاحب کی واپسی کے بعد سیّد احمد نے پیشاور پر پھر یورش کی۔ اور سلطان محمد خاں نے اُس کا نہایت گرمجوشی کے ساتھ سامنا کیا۔ لیکن چونکہ اُس کے پاس بہت تھوڑی سی فوج تھی۔ اسلیئے وہ ایک سخت لڑائی کے بعد مغلوب ہؤا۔ اور اُس کے تمام آدمی بھاگ گئے۔ آخرکار سلطان احمد خاں نے سیّد احمد کی اطاعت قبول کرلی۔

سیّد احمد خان کا کشمیر کے لوگوں کو ملانیکا ارادہ کرنا اور سکھوں سے شکست کھانا

اِس کے بعد سیّد احمد نے چاہا۔ کہ کشمیر وغیرہ کی مسلمان رعایا کو بھی جو دربار لاہور کی ماتحتی سے سخت بیزار

ہو رہی تھی اپنے ساتھ شامل کرکے خاص پنجاب میں بھی دست اندازی کرے۔ لیکن جونہیں اُس نے موسم گرما سمت ۱۸۸۷ بکرمی میں اس ارادہ سے دریائے اٹک کو عبور کیا۔ جنرل الارڈ صاحب اور سردار ہری سنگھ نلوہ نے فوراً ادہر پہنچ کے اُس کے راستہ کو روکا۔ اور اُس کا معہ اُس کے غازی ہمراہیوں کے وہ بُرا حال کیا کہ خدا کی پناہ۔ سید احمد اور اُس کے جہادی لوگوں کو بھاگتے ہوئے راستہ نہ ملا۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد پھر اُس نے ملکھیہ اور غازیوں کا ایک کثیر مجمع اپنے ساتھ پیدا کر لیا۔ اور پیشاور کو پھر اپنے قبضہ میں لے آیا۔ اور جا بجا بغاوت پھیلانے لگا۔ جب یہ حال دربار لاہور کو معلوم ہوا۔ تو اس مرتبہ مہاراجہ نے بذات خاص اس مفسد شخص کی سرکوبی کے لیئے پیشاور کیطرف کوچ کیا۔ لیکن جب مہاراجہ دریائے اٹک عبور کرکے پیشاور کی سرزمین میں داخل ہوا۔ تو وہ پھر بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپا۔ اور اُس کے ساتھ کی جسقدر باغی فوج تھی۔ سب ہوا ہو گئی۔ لاچار جب مہاراجہ نے میدان میں اپنے مقابل کسی کو نہ پایا۔ تو سلطان محمد خاں کو پھر دوبارہ پیشاور کی حکومت سپرد کرکے واپس لاہور ہوا۔

سید احمد فسادی کا خاتمہ۔

لیکن مہاراجہ کو بیٹھے ویسے کچھ بہت عرصہ نہ گذرنے پایا تھا۔ کہ سید احمد جس نے اب خلیفہ کا خطاب اپنے نام کے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ بلکہ شاید اپنے نام کا سکہ بھی مضروب کرا چکا تھا۔ پھر آ موجود ہوا۔ سلطان محمد خاں نے بجائے اس کے کہ اُس کے ساتھ جنگ کرے۔ اس خیال سے کہ اسیطرح روز کی لڑائی میں خود کسی نہ کسی دن کام میں نہ آجاوے۔ اُس کی نیابت قبول کر لی۔ اور تین ہزار روپیہ ماہواری اُس کے خراج کا دینا منظور کیا۔ مگر اب یہ سید احمد کی کھیل بہت تھوڑے دنوں چلی۔ یہ شخص وہابی تھا۔ اور عموماً اس کی وعظ پورانے اعتقاد کے برخلاف ہوتی تھی نیز یہ بزرگ اور ولی اللہ لوگوں کی مزاروں وغیرہ پر نذر نیاز دینے یا اُن لوگوں کی کرامت وغیرہ پر اعتقاد رکھنے کے بالکل خلاف تھا۔ لیکن چونکہ پیشاور وغیرہ کے باشندگان اس امر کے بہت قائل تھے۔ اسوجہ سے تمام لوگوں کو اس سے نفرت ہو گئی۔ اور وہاں کے پورانے پورانے ملاؤں نے اتفاق کرکے سب کو سید احمد کیطرف سے پھیر دیا۔ بلکہ یہ فتوے دیا کہ یہ منکر ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یوسف زئیوں نے بزور شمشیر اُس کو اپنے علاقہ سے نکال دیا۔ اور اُس کی صورت سے بیزار ہو گئے۔ پیشاور کے لوگوں نے بھی یہی کیا۔ کہ جسقدر اُس کے ہمراہی وہاں تھے سب کو نکال دیا۔

اب سید احمد یوسف زئیوں کے علاقہ سے نکلکر مظفرآباد کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ اور وہاں کے دیہات میں لوٹ مار کرکے گذارہ کرنے لگا۔ آخر جب یہ خبر مہاراجہ کو پہنچی۔ کہ سید احمد ہزارہ کے پہاڑوں میں غارت گری کر رہا ہے۔ تو اُس نے فوراً شہزادہ **شیر سنگھ** کو معہ جنرل الارڈ صاحب کے چار پلٹنیں و ایک رسالہ اور دو توپ خانے دیکر اُس کی سرکوبی کیلیئے ہزارہ کی طرف روانہ کیا۔ شہزادہ بکوچ یلغر ہزارہ میں پہنچا۔ اور جاتے ہی جہادیوں کا محاصرہ کر لیا۔ سید احمد کا ارادہ نہ تھا کہ لڑائی کرے۔ مگر اُس کے ساتھیوں نے جو صرف اپنے مذہب پر جان دینے کے واسطے اُس کے ہمراہ تھے نہ مانا۔ اور لڑنا شروع کر دیا۔ اور جانیں توڑ توڑ کر میدان میں لڑے۔ لیکن سکھوں کے آتش فشاں گولوں نے جہادیوں کے پراخچے

اڑا دیئے۔ آخرکار سید احمد اور اسکا وزیر محمد اسمٰعیل دونوں قتل ہوئے۔ اور اُن کے سر کٹوا کر شہزادہ نے لاہور بھیج دیئے +

شاہ انگلستان کیطرف سے مہاراجہ لاہور کے پاس تحفہ آیا +

پیچھے ذکر آچکا ہے کہ مہاراجہ نے ایک پشمینہ کا خیمہ نہایت بیش قیمت کشمیری ساخت کا شاہ انگلستان کے واسطے تحفہ میں گورنر جنرل صاحب بہادر ہند کے پاس روانہ کیا تھا۔ جسکو ۱۸۲۹ء میں لارڈ ایمبر صاحب ولایت لے گئے۔ یہ تحفہ وہاں عجائبات میں شمار کیا گیا۔ اور شاہ انگلینڈ مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی خیر اندیشی اور تحفہ کی نفاست و بیش قیمتی پر بہت محظوظ ہؤا۔ اب اس تحفہ کے جواب میں مہاراجہ کے پاس بھی شاہ انگلینڈ کیطرف سے پانچ راس اسپ ولایتی نہایت خوبصورت اور بیش قیمت کا معہ ایک مراسلہ کے جس میں بادشاہ کیطرف سے مہاراجہ کی مہربانی اور یاد آوری کا شکریہ ادا کیا جائے۔ بھیجا جانا قرار پایا۔ ۱۸۳۰ء میں یہ گھوڑے بمبئی پہنچے۔ اور وہاں سے انکو پنجاب میں مہاراجہ کے پاس پہنچانے کے لیئے لفٹنٹ **برنس صاحب** پولیٹیکل افسر کچھ منتخب ہوئے۔ مگر اس سفارت کا پنجاب میں براہ سندہ آنا ضروری سمجھا گیا۔ کیونکہ گورنمنٹ انگریزی کا یہ منشا تھا کہ ملک سندہ کے پولیٹیکل حالات سے واقفیت ہو جاوے۔ الغرض لفٹنٹ **برنس صاحب** معہ مسٹر لیکی صاحب وغیرہ ۲۱۔ جنوری ۱۸۳۱ء کو روانہ ہو کر ۲۷۔ مئی کو داؤد پوتروں کے ملک میں جو نوّاب بہاولپور کے علاقہ میں واقع ہے داخل ہوئے۔ پہلے سندہ کے امیروں نے سفارت کو اپنے ملک کی راہ سے جانے دینے میں کچھ روک ٹوک کی تھی۔ لیکن جب اُن کو گورنمنٹ کی طرف سے و نیز مہاراجہ لاہور کی جانب سے اس بارہ میں سخت ہدایتیں پہنچیں اور لکھا گیا۔ کہ اگر وہ سفارت کو بخیریت اپنے علاقہ میں سے نہ گذرنے دیں گے۔ تو اُن کی اس گستاخانہ کارروائی کا علاج دوسرے طور سے کیا جائیگا۔ تو انہوں نے مطلق سر نہ ہلایا۔ لفٹنٹ **برنس صاحب** گورنر بمبئی کیطرف سے امیران سندہ کے واسطے بھی چند تحایف لائے تھے جو اُن کو دیئے گئے۔ صاحب موصوف نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے۔ کہ جب وہ علاقہ سندہ میں پہنچے۔ تو وہاں کے باشندے اُن کے سفید چہرے کی طرف بڑے تعجب اور خواہش کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ انہوں نے کبھی ایسا چہرہ نہیں دیکھا ہے۔ بلکہ ایک جگہ ایک آدمی نے راستہ میں قافلہ کو روک کے بڑی خواہش سے درخواست کی۔ کہ اُس کو سفید چہرہ جو اُس نے کبھی نہیں دیکھا ہے دکھلایا جائے۔ جس راستہ سے یہ سفارت گذرتی تھی۔ تماشائیوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ بعد ازاں جب یہاں سے نکلکر سفارت علاقہ بہاولپور میں پہنچی۔ تو پہلے غلام قادر خان نامی ایک معزز اہلکار نے نوّاب بہاولپور کیطرف سے پیشوائی کی۔ پھر آوچ کے مقام پر لفٹنٹ **برنس صاحب** نے خاص نوّاب بہاول خاں والی بہاولپور سے ملاقات کی۔ اور ایک پستول و ایک جیب گھڑی معہ دو ایک اور چیزوں کے نوّاب صاحب کو گورنمنٹ کی طرف سے تحفہ میں نذر کی۔ لفٹنٹ **برنس صاحب** نے لکھا ہے کہ نوّاب بہاولپور اُن کے ساتھ نہایت اخلاق اور خاطر سے پیش آیا۔ اور دوران گفتگو میں معاملات ملکی کو اُس نے مطلق نہیں چھیڑا۔ صرف اپنے ہرنوں کے شکار وغیرہ اور یورپ کی تجارت کے ذکر اذکار کرتا رہا۔ **الفنسٹون صاحب**

کی چٹھی کو بڑے شوق سے دکھلایا۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُس کی نظر میں بڑی عزت ہے۔ اسلیئے گورنمنٹ کی مہربانی
اور عنایت خسروانہ کا جو اُس کو تحفہ بھیجنے سے اعزاز بخشا گیا بہت شکریہ ادا کیا۔" نواب صاحب نے لفٹنٹ برنس صاحب
کو رخصتانہ میں دو گھوڑے نہایت عمدہ زریں ساز و سامان سے آراستہ و ایک باز اور دو ہزار روپیہ نقد نذر کیا۔ اور
ایک توڑہ دار بندوق بھی اپنی یادگار میں دی جس کی بابت لفٹنٹ صاحب نے اپنی رائے میں بہت خصوصیت
کے ساتھ لکھا ہے۔ اور ظاہر کیا ہے۔ کہ "توڑہ دار بندوق جس خلوص محبت سے دی گئی بخیال اُس کے بہت ہی قیمتی اور
قابل قدر تھی۔" نواب نے کہلا بھیجا تھا۔ کہ "میں نے اس بندوق سے بہت ہرن مارے ہیں۔ اور میری درخواست
ہے۔ کہ جسوقت آپ کی نگاہ اس بندوق پر پڑے۔ آپ خیال کریں۔ کہ بہاول خاں میرا دوست ہے۔" رخصت
ہونے کے وقت نواب نے لفٹنٹ برنس صاحب سے معانقہ کیا۔ اور کہا۔ کہ آپ مجھے ہمیشہ اپنی خیر و عافیت سے
اطلاع دیتے رہیں۔ اور کار لائقہ سے یاد فرماتے رہیں۔

یہاں سے رخصت ہو کر جب سفارت مہاراجہ کی حدود سلطنت میں داخل ہوئی۔ تو سردار لہنا سنگھ نے مہاراجہ کی
طرف سے پہنچ کر استقبال کیا۔ اور سفارت کو بڑی خاطر و تواضع سے ملتان و شجاع آباد وغیرہ دکھلاتا ہوا ۱۵۔
جولائی کو جب چھانگا مانگا کے مقام پر جو لاہور سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہے پہنچا۔ تو وہاں سردار شام سنگھ و فقیر نور الدین
وغیرہ کئی ایک معزز سرداران اور اہالیان دربار نے مہاراجہ کی طرف سے پہنچ کر لفٹنٹ برنس صاحب
کا استقبال کیا۔ مہاراجہ نے سفارت کی تواضع و مدارات کا انتظام اپنے علاقہ میں ہر ایک کوچ و مقام پر بہ ماموری
خاص خاص اہلکاران نہایت عمدہ اور لائق تعریف کے قابل کر دیا تھا۔ اور ملتان و شجاع آباد کے حاکموں کو ہدایت ہوگئی
تھی۔ کہ وہ سفیر انگریزی کے ساتھ نہایت آداب کے ساتھ پیش آویں۔ اور جو جو مقامات قلعہ وغیرہ لفٹنٹ صاحب
دیکھنا چاہیں۔ اُن کو بلا کسی قسم کی روک ٹوک کے دکھلا دیئے جاویں۔ اور ہر ایک صدر مقام پر گیارہ توپ کی سلامی
لی جاوے۔ اور ضیافت کا سامان حسب دستور پیش کیا جاوے۔ پہلی منزل پر ایک ہزار چار سو روپیہ ضیافت کا
دیا گیا۔ پھر شجاع آباد میں ایک ہزار ایک سو روپیہ و ملتان میں دو ہزار پانچسو۔ ڈیرہ سید والہ میں ایک ہزار ایک سو
روپیہ نقد ضیافت کا پیش کیا گیا۔ الغرض ۱۸ جولائی کی صبح کو فقیر عزیز الدین۔ راجہ گلاب سنگھ و راجہ دھیان سنگھ وغیرہ
نے معہ ایک دستہ سواران و دو کمپنیاں فوج پیادہ کے شہر سے باہر تین کوس کے فاصلے پر جا کر لفٹنٹ برنس صاحب
کا استقبال کیا۔ اور بڑی عزت سے لاہور لا کر جنرل الارڈ صاحب کی کوٹھی پر اتارا۔ اور حسب دستور مہاراجہ
کی طرف سے ضیافت کا سامان پیش ہوا۔ بعد ازاں ۲۰۔ تاریخ (۷ ساون) مہاراجہ سے ملاقات کی مقرر ہوئی۔ جس روز
۹۔ بجے صبح کے وقت حضوری باغ کی بارہ دری میں دربار آراستہ کیا گیا۔ جھاڑ فانوس لگ گئے۔ اور فرش
فروش سب بچھ گئے۔ اور کل اہالیان دربار۔ امیر و رئیس و فوجی افسران زرق برق لباس سے ملبوس آ کر اپنی

اپنی جگہوں پر قرینے سے بیٹھ گئے۔ پہلے کپتان ویڈ صاحب جو خاص گورنر جنرل کی طرف سے اس موقع پر مہاراجہ کے حضور لفٹننٹ برنس صاحب کو پیش کرنے کے لیئے بھیجے گئے تھے۔ آئے۔ اور خبر دی کہ لفٹننٹ برنس صاحب آتے ہیں۔ شہر میں جس راستہ سے سفیر انگریزی نے گذرنا تھا۔ تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ کوٹھے اور دریچے سب خلقت سے پر تھے فوج دریسی کی وردی پہنے ہوئے دو رویہ صف باندھے کھڑی تھی۔ الغرض ایک گھنٹہ کے بعد لفٹننٹ برنس صاحب ہاتھی پر سوار معہ تحایف تشریف لائے۔ پہلے راجہ دھیان سنگھ نے دروازہ سے باہر نکل کر استقبال کیا۔ بعدہٗ مہاراجہ صاحب نے ازراہ مہمان نوازی لب فرش تک اُن کا استقبال کیا۔ اور ابھی لفٹننٹ برنس صاحب لب فرش پر اپنا بوٹ اتار رہی رہے تھے۔ کہ یکایک انہوں نے اپنے تئیں ایک وجیہہ اور مشین بڈھے آدمی یعنی خاص مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر شیر پنجاب کے ساتھ بغل گیر پایا۔ مہاراجہ لفٹننٹ برنس صاحب کو پہلو بہ پہلو لے گیا۔ اور اپنے سامنے چاندی کی کرسی پر جو خاص اُن کے واسطے رکھی ہوئی تھی۔ بڑی عزت سے بٹھایا۔ اور شاہ انگلستان کی مزاج پرسی کی ٭ اس کے بعد لفٹننٹ برنس صاحب نے بادشاہ انگلینڈ کیطرف سے مہاراجہ کی خیر و عافیت دریافت کر کے وزیر انگلستان کا خریطہ جو ایک زرین تھیلی میں بند تھا۔ پیش کر کے تحفہ جات کا ذکر کیا۔ مہاراجہ نے تھیلی کی مہر اپنے ہاتھ سے توڑ کر خط کو نکالا۔ اور فقیر عزیز الدین کے حوالہ کر کے حکم دیا۔ کہ اس کا ترجمہ فارسی میں بآواز بلند پڑھ کر اسیوقت سناؤ۔ چنانچہ ترجمہ اُسیوقت سنایا گیا۔ اور جسوقت خط پڑھا جا رہا تھا۔ مہاراجہ کے حکم سے ۲۱ فیر توپ کی سلامی لی گئی۔ بعد ازاں مہاراجہ نے معہ اپنے اہالیان دربار کے اٹھکر تحفہ جات کا ملاحظہ کیا اُسوقت لفٹننٹ برنس صاحب نے یہ تحفے پیش کیئے۔ اور کہا کہ چار گھوڑیاں اور ایک گھوڑا شاہ انگلستان کی طرف سے ہیں۔ اور ایک بگھی سر جان مالکولم صاحب وزیر انگلستان کی جانب سے ہے۔ مہاراجہ گھوڑوں کے قد اور رنگ ڈھنگ و خوبصورتی دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور شاہ انگلستان کی مہربانی اور یاد آوری کا دل سے شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں دربار برخاست ہوا۔ ۱۶۔ اگست تک لفٹننٹ برنس صاحب لاہور میں رہے۔ اور اس عرصہ میں مہاراجہ نے اپنے یوروپین مہمانوں کو اپنی کل چیزوں کا ملاحظہ کرایا۔ پہلے فوج کی قواعد دکھلائی۔ اور اپنے خاص گھوڑوں کا ملاحظہ کرایا۔ بعدہٗ ۲۵۔ جولائی کی شام کو تخلیہ کی ملاقات میں مہاراجہ نے کرنل برنس صاحب سے بہت بے تکلفانہ گفتگو کی۔ اس تخلیہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کرسی پر بیٹھا تھا۔ اور تیس چالیس جوان جوان کاشمیر و پہاڑ کی پاتریں نہایت ہی حسین اور مہ جبین لڑکوں کے لباس میں تیر و کمان ہاتھ میں لیئے ہوئے سامنے کرتب کر رہی تھیں۔ مہاراجہ نے ہنس کر بطور مذاق لفٹننٹ صاحب سے کہا۔ کہ یہ بھی میری ایک پلٹن ہے۔ مگر یہ ایسی زبردست پلٹن ہے۔ کہ اس کو میں کسی خاص ضابطہ یا قواعد کا بند نہیں کر سکتا پھر دو کی طرف جو بہت ہی خوبصورت مثل پریوں کے حسین تھیں۔ اشارہ کر کے کہا۔ کہ یہ دونوں اس فوج

کی کمانڈنٹ ہیں۔ دو گانوں ان کو جاگیر میں ملے ہوئے ہیں۔ اور علاوہ اسکے چار چار پانچ پانچ دس دس روپیہ یومیہ بھی سرکار سے پاتی ہیں۔ بعد ازآں جب یہ فوج اپنا کرتب دکھا چکی۔ تو اُن کو ہاتھیوں پر بٹھا بٹھا کر رخصت کیا گیا۔ اور مہاراجہ لفٹنٹ **برنس صاحب** کے ساتھ بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ اور دوران گفتگو میں ہر بات پر اپنی فوج و سپاہ کی بہادری کی بہت تعریف کرتا۔ اپنی تمام فتوحات کا مفصل ذکر کیا۔ پھر دوسرے دن سفیر صاحب کو اپنے جواہر خانہ کا بھی ملاحظہ کرایا۔ جس میں سوائے کوہ نور کے اور بھی بہت سے وزنی بیش قیمت جواہر رکھے ہوئے تھے۔ ایک جواہر چودہ روپیہ بھر وزن میں تھا۔ اور اُس پر کئی بادشاہوں کے نام کندہ تھے الغرض ۱۱ اگست کی شام کو مہاراجہ نے لفٹنٹ **برنس صاحب** کو رخصت کیا۔ ایک گھوڑا خاص اپنی سواری کا۔ ایک ہیرے کی انگوٹھی۔ اور اور بہت سی چیزیں مہاراجہ نے سفیر مذکور کو رخصتانہ میں دیں۔ جہاں سے لفٹنٹ **برنس صاحب** لارڈ **بینٹنک صاحب** بہادر گورنر جنرل ہند سے اپنے تمام سفر کی کیفیت بیان کرنے کے لیے شملہ تشریف لیگئے۔

> مہاراجہ کی شہرت اور فوجی طاقت کا اندازہ

اب گویا واہگورو کے خالصہ کا جھنڈا بہت بلندی پر لہرانے لگا۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب کی نظر اُس طرف پڑنے لگی۔ اور مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کے اقبال کا آفتاب عین عالم شباب میں چمکنے لگا۔ جس کے نام کا شہرہ تمام روئے زمین پر پھیل گیا۔ ملتان۔ کشمیر۔ پیشاور بڑی بڑی مستحکم ریاستیں مغلوب ہو کر زیر حکومت ہو گئیں۔ خاص پنجاب اور تمام پہاڑ کا مالک بھی اسی کا ہو گیا۔ سندھ اور لداخ پر اب اس نے دانت رکھا۔ دور دور کی سلطنتیں اس کی دوستی کی خواہاں ہوئیں۔ ہر ملک و ہر سمت میں خالصہ جی کی شمشیر کی دھاک بڑ گئی۔ سمت ۱۸۷۳ بکرمی میں نظام حیدرآباد نے اور شہزادہ کامراں والی ہرات نے مہاراجہ اور اُس کے شہزادہ کے واسطے گھوڑے اور ہاتھی تحائف میں بھیجے۔ سمت ۱۸۹۶ بکرمی میں بلوچستان کے ملک سے تحفہ آیا۔ اور سمت ۱۸۸۷ بکرم میں مہاراجہ سیندھیا والی گوالیار نے اپنی شادی کی تقریب پر مہاراجہ کو مدعو کیا۔ لیکن جبکہ مہاراجہ کے شہزادہ کی شادی پر سیندھیا لاہور نہیں آیا تھا۔ تو لاہور کا مہاراجہ اُس کے ہاں کب جا سکتا تھا۔ زار روس نے جدا خط و کتابت شروع کی۔ اور رابطہ اتحاد پیدا کرنا چاہا۔ بادشاہ انگلستان نے الگ تحفہ جات روانہ کیئے۔ اور بہت گہرا رابطہ پیدا کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اُسوقت سکھوں کی جنگی طاقت بھی بہت ہی زبردست تھی۔ جسقدر زیادہ فوج لاہور کے بادشاہ کے پاس تھی اُسقدر کسی اور بڑے بادشاہ کے پاس نہیں تھی۔ خاص مہاراجہ کی ایک لاکھ کے قریب تو صرف پیادہ فوج تھی۔ اور ۳۲ ہزار سوار تھے۔ اور ۳۸۴ میدان جنگ میں جانیوالے توپخانے۔ علاوہ ان کے ریاستہائے ماتحت اور جاگیرداروں کی فوج جو صرف ضرورت کے وقت کام آتی تھی بہت تھی۔

> لاٹ صاحب گورنر جنرل ہند کا مہاراجہ صاحب سے ملاقات کرنیکا ارادہ۔

اب اسی سال میں جب لارڈ **بینٹنک صاحب بہادر** گورنر جنرل ہند کو لفٹنٹ

برنس صاحب سفیر انگریزی کی زبانی مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی ذاتی دلیری اور بہادری اور اُس کی سلطنت کی قدرتی مردانگی اور زبردست طاقت کا سارا حال معلوم ہوگیا۔ اور نیز اسی درمیان میں زار روس کی طرف سے دربار لاہور کے ساتھ خط و کتابت شروع ہونیکا شک گذرا۔ لہٰذا ایسے موقع پر نواب گورنر جنرل ہند نے سرکار انگریزی اور دربار لاہور کے باہم رابطہ اتحاد اور رشتہ دوستی کو اور بھی زیادہ تر مستحکم کرنے کے ارادے سے چاہا۔ کہ وہ ایک مرتبہ خود بذات خاص مہاراجہ سے ملاقات کریں۔ اور اُس کی دماغی طاقت اور خداداد لیاقت کا جس کی اسقدر تعریف ہو رہی ہے بذات خاص امتحان کریں۔ چنانچہ اس خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے لارڈ ممدوح نے کپتان **ویڈ صاحب** کو مہاراجہ کا بجواب اس سفارت کے شکریہ ادا کرنے کے لیئے (جو لفٹنٹ برنس صاحب کی سفارت کے جواب میں دربار لاہور کی طرف سے چند تحفہ جات اور شاہ انگلستان کے مراسلہ کا جواب لیکر گورنر جنرل صاحب بہادر کی خدمت میں بمقام شملہ بھیجی گئی تھی۔) لاہور بھیجکر ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مہاراجہ نے باوجود اس کے کہ چند مصاحبین کی رائے برخلاف تھی۔ لارڈ **بینٹنگ صاحب** کی درخواست ملاقات کو نہایت خوشی سے منظور کرلیا۔ اور ایک بہت سی قیل و قال کے بعد روپڑ کا مقام اس عمدہ کام کے سرانجام کے لیئے نہایت موزوں قرار پایا۔ الغرض جب یہ امر دونوں جانب سے طے ہو کر پختہ ہوگیا۔ کہ روپڑ کے مقام پر دونوں سرکاروں کی ملاقات ہو۔ تو مہاراجہ نے اپنی اُن افواج کو جنہیں ساتھ لیجانا منظور تھا۔ تیاری کا حکم دیکر اُن کو نئی نئی وردیاں اور عمدہ عمدہ ہتھیاروں سے ہر طرح سے آراستہ کیا۔ اُدھر گورنر جنرل صاحب بہادر نے بھی اپنی مفصلہ ذیل فوج کو حکم دیا۔ کہ اپنے اپنے مقامات سے چلکر بمقام روپڑ جمع ہوں۔

دو دستہ یوروپین نیزہ برداروں کا۔ سولہواں شاہی رسالہ۔ ایک رجمنٹ گوروں کی پلٹن کی۔ دو توپخانے اسپی اور دو دستہ اسکنر صاحب کے سواروں کا +

اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ اور دونوں جانب سے ہر ایک قسم کی تیاریاں ہو کر روپڑ میں سامان آرایش جمع کیا گیا۔ ستلج کے پار خیمہ گورنری نصب ہوگیا۔ اور اس طرف کاٹھ گڈہ میں جو روپڑ کے عین مقابلہ میں ستلج کے مغربی کنارہ پر واقع ہے۔ مہاراجہ کا خیمہ استادہ ہؤا۔ ۱۹۔ اکتوبر کو گورنر جنرل صاحب بہادر شملہ سے کوچ کر کے ۲۲۔ کو روپڑ میں رونق افروز ہوئے۔ اور ادھر مہاراجہ صاحب بھی ۲۲۔ بھادوں کو لاہور سے کوچ کر کے امرتسر میں تشریف لائے۔ یہاں کپتان **ویڈ صاحب** گورنر جنرل صاحب کی طرف سے مہاراجہ کے استقبال میں آئے۔ مہاراجہ تمام مہینہ اسوج کا امرتسر میں رہا۔ اور دربار دسہرہ کے بعد جو رام باغ میں بڑی دہوم دہام سے منعقد ہؤا تھا۔ وہاں سے کوچ کر کے بڑے کروفر اور تو زک و احتشام کے ساتھ روپڑ کے سامنے بمقام کاٹھ گڈہ اپنے خیمہ میں فروکش ہؤا۔ اسوقت مہاراجہ کے ساتھ دس ہزار جرّار سوار اور ۶ ہزار پیادہ دو توپ خانے ہمرکاب تھے۔ جس راستہ سے مہاراجہ کا لشکر گذرتا تھا

زمین بھی ہلجاتی تھی۔ جونہیں مہاراجہ بہادر اپنے خیمہ میں داخل ہؤا۔ میجر جنرل **اَنری صاحب** وگورنر جنرل صاحب بہادر کے چیف سیکریٹری صاحب مع دو تین دیگر اعلے عہدہ داران کے گورنر جنرل صاحب بہادر کی طرف سے مہاراجہ کی خدمت میں واسطے مزاج پرسی ومعذرت تکلیف راستہ کے تشریف لائے۔ اور بعد ملاقات واپس ہوئے۔ بعد ازآں شہزادہ **کھڑک سنگھ صاحب** کو مہاراجہ نے جناب گورنر جنرل صاحب ہند کی مزاج پرسی کے لیئے اُن کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور راجہ سنگت سنگھ والی جیند وراجہ گلاب سنگھ وسردار شام سنگھ اٹاری والہ وسردار ہری سنگھ نلوہ وسردار عطر سنگھ سندھانوالیہ کو شہزادہ کے ہمراہ بھیجا۔ چیف سکریٹری صاحب وسپہ سالار صاحب نے شہزادہ کا کچھہ قدم آگے بڑھکر استقبال کیا۔ اور بڑے تپاک اور اعزاز سے گورنر جنرل صاحب ہند کے خیمہ میں لے گئے۔ وہاں لاٹ صاحب ممدوح نے کرسی سے اُٹھکر شہزادہ سے ہاتھ ملایا۔ اور بڑی عزت کے ساتھ اپنے داہنی طرف بٹھا کے مزاج پرسی کی۔ اور مہاراجہ صاحب کی اسقدر تکلیف گوارہ کرنیکا خلوص دل سے شکریہ ادا کیا۔ شہزادہ اور اُس کے ہمراہیوں نے بھی جواب میں نہایت موزوں اور مناسب الفاظ استعمال کیئے۔ ہر ایک نے گیارہ گیارہ سو روپیہ سے سروارنا کیا۔ پھر حسب مناسب خلعتیں حاصل کر کے رخصت ہوئے۔ اور ۲۷۔ اکتوبر خاص مہاراجہ صاحب کی ملاقات کی تاریخ مقرر ہوئی ✤

اسی اثناء میں چند صلاح کاروں نے مہاراجہ کے دل میں یہ ظنّ ڈالدیا۔ کہ آپ کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی دہوکہ کر رہی ہے اور آپ نے جو اُن کی سرحد میں آکر ملاقات کرنا منظور کر لیا ہے۔ یہ بہت نادانی کی ہے۔ اگر لاٹ صاحب کو ملنا ہے۔ تو وہ امرتسر میں چلکر سرکار سے ملیں۔ ورنہ فی الحال ملاقات ملتوی رکھی جاوے۔ آخر کار بڑی رات گئی جنرل الارڈ صاحب کو مہاراجہ نے اپنے پاس بلا کر کہا۔ کہ فی الحال کل کے روز ملاقات ملتوی رکھی جاوے۔ جنرل موصوف نے مہاراجہ کا ہر طرح سے اطمینان کیا۔ اور کہا۔ کہ آپ خاطر جمع رکھیں۔ ملاقات میں کسی قسم کی بدمزگی نہیں ہونے پائیگی۔ اور نہ انگریزوں کا ارادہ آپ کی طرف سے کسی طرح پر فاسد معلوم ہوتا ہے۔ اسبات سے کسی قدر تو مہاراجہ کی دلجمعی ہوئی۔ لیکن جنرل الارڈ نے اپنے آقا کو ابھی دو دلا ہی چھوڑا تھا۔ کہ اس کے پیچھے سے نجومی پنڈت بلائے گئے۔ اور اُن سے اِس بارہ میں مشورہ لیا گیا۔ منجموں نے زائچہ کھینچکر دیکھا۔ تو سب ستارے موافق نظر آئے۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک زبان ہو کر مہاراجہ کی تسلّی کی۔ اور کہا کہ ہمارے نجوم کی رو سے تو انگریز لوگ سرکار لاہور کے دلی خیرخواہ اور دوست معلوم ہوتے ہیں اور اس ملاقات کے ذریعہ سے دونوں سرکاروں میں باہم اور زیادہ تر ارتباط اور اخلاص قایم ہونے کے اسباب نظر آتے ہیں۔ مگر ایسے موقع پر ہمارے جوتش کی رو سے سرکار لاہور اپنے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک سیب لیجائے جب لاٹ صاحب ملیں۔ تو ایک سیب اُن کی نذر کیا جاوے۔ اور دوسرا اپنے ہاتھ میں رکھا جاوے ✤ الغرض جب مہاراجہ کی اچھی طرح سے تسلّی ہو گئی۔ تو ۲۷۔ تاریخ کی صبح کو ملاقات کی تیاری ہوئی۔ پہلے گورنر جنرل صاحب بہادر کیطرف سے ایک سفارت اعلے عہدہ داران کی مہاراجہ کی خدمت میں بھیجی جاکر ملاقات کی درخواست پیش کی گئی

مہاراجہ نے اُس کو منظور کیا۔ اور پہلے جنرل الارڈ صاحب کے آٹھ سو سواروں کو زرق برق وردی سے آراستہ کرکے آگے روانہ کیا۔ جن کے بعد مہاراجہ کے خاص اردل کے تین ہزار گھوڑچڑھے روانہ ہوئے۔ پھر کل سرداران و ارکین دربار طرح طرح کے ریشمین اور زرین لباس مخصوص بسنتی رنگ کی پوشاک اور قسم قسم کے زیورات طلائی اور جواہرات پہن کر۔ تیر کمان ڈھال تلوار۔ پیش قبض اور کٹار وغیرہ سب ہتھیار لگا ڈاڑھیاں سنوار مونچھوں میں کنڈل ڈال تیار ہوئے۔ مہاراجہ نے بھی شاہانہ لباس زیب تن کیا۔ جیغہ کلغی لگائی۔ طرہ رکھا۔ اور بعد خاصہ تناول کرنے کے سب سرداروں کے ساتھ فیلان کوہ پیکر پر سوار ہو کے خراماں دریا کی طرف روانہ ہوا۔ جب سب لشکر ہمراہی دریا عبور کر چکا۔ تو مہاراجہ یہ حکم دیکر۔ کہ اب کوئی شخص فوج سے دریا پار نہ اُترے۔ فوج کی دورویہ صف کے اندر سے سلامی لیتا ہوا آہستہ آہستہ خیمہ گورنری کی طرف متوجہ ہوا۔ جب نزدیک پہنچا۔ تو لارڈ **بنٹنک صاحب** بہادر گورنر جنرل ہند نے خود ہاتھی پر سوار ہو کے مہاراجہ کا استقبال کیا۔ جب دونوں فیل کوہ تمثیل برابر آئے۔ تو مہاراجہ نے اپنے ہاتھ کا سیب گورنر جنرل صاحب کی نذر کیا۔ جسکو صاحب نے تعظیماً لے لیا۔ پھر ہاتھ ملا کر دونوں سرکاروں نے باہم مزاج پرسی کی۔ اور مہاراجہ اپنے ہودج میں سے اُٹھکر لارڈ **بنٹنک صاحب** بہادر گورنر جنرل کے ہودج میں جا کر بیٹھ گیا۔ گویا مہر و ماہ ایک برج میں چلے گئے۔ بعد ازاں مسرت انگیز و اتحاد آمیز بات چیت کرتے ہوئے جب سواری دروازہ پر پہنچی۔ تو دونوں فرمانروا ہاتھی سے اُترے اور مہاراجہ نے حکم دیا کہ پہلے کل ارکین سلطنت و ایوان مملکت خیمہ میں جا کر کرسیوں پر بیٹھ جاویں۔ چنانچہ حسب الارشاد سب اہالیان و سرداران دربار لاہور جو ہمراہ آئے تھے خیمہ کے اندر داخل ہو کر کرسیوں پر بیٹھ گئے پیچھے سے نواب لاٹ صاحب بہادر اور مہاراجہ صاحب بہادر شیر پنجاب بھی ہاتھ میں ہاتھ لیئے ہوئے خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔ اور طلائی مرصع کرسیوں پر دونوں بادشاہوں نے برابر اجلاس فرمایا۔ بلکہ مہاراجہ کو ازراہ تعظیم دہنی طرف جگہ دی گئی۔ چونکہ مہاراجہ صاحب انگریزی سے ناواقف تھے۔ اور لاٹ صاحب پنجابی سے۔ اسلیئے فقیر عزیز الدین اور کپتان وبڈ صاحب دونوں والیان ملک کے درمیان سخنان دلآویز و یگانگت آمیز کے مترجم مقرر ہوئے + الغرض ایک عرصہ تک دونوں فرمان فرما باہم اختلاط اور ارتباط کی گفتگو کرتے رہے۔ لاٹ صاحب نے مہاراجہ کی سپاہ کی بہادری اور دلیری کی تعریف کی۔ اور انہوں نے انگریزی فوج کی قواعددانی و شایستگی کی مدح کی۔ اور دونوں سرکاریں آپس میں ملکر بہت ہی محظوظ ہوئیں۔ بعد ازآں مہاراجہ نے گیارہ سو ٹنکی طلائی سے نواب لاٹ صاحب کا سر وارنہ کیا۔ اور لاٹ صاحب نے بھی اُسیقدر زر مہاراجہ کے سر پر سے نوچھاور کیا۔ پھر مہاراجہ نے اپنے ہر ایک سردار کی درجہ بدرجہ علی قدر مراتب معہ اُن کے اوصاف حمیدہ اور لیاقت پسندیدہ کے نام لے لے کر لاٹ صاحب سے ملاقات کرائی۔ صاحب ممدوح نے سب سے ہاتھ ملایا۔ اور ہر ایک سے حسب موقع و محل دو دو چار چار باتیں کیں اسیطرح نواب لاٹ صاحب نے اپنے ذی عزت اور جلیل القدر یوروپین افسروں کو مہاراجہ کے سامنے پیش کیا

اس دربار کا ایک عجیب قابل دید سماں تھا۔ ایک طرف انگریزی افسران و لیڈی گلگرویاں سیمین تن نازک بدن یاقوت لب غنچہ دہن کی کرسیاں زیب محفل تھیں۔ اور دوسری طرف سامنے مہاراجہ کے سردار زیورات طلائی سے مرصع بسنتی رنگ کے زریں لباس سے آراستہ بڑے توزک و احتشام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ الغرض جب دونوں فرمانرواؤں کی باہم محبت و فرحت آمیز گفتگو ختم ہو چکی۔ تو گورنر جنرل صاحب بہادر کیطرف سے مہاراجہ کے سامنے ۵۱ کشتیاں قسم قسم کے پارچات کمخواب ڈھاکہ و بنارسی ساخت مع زیورات وجواہرات و یک قبضہ تلوار مرصع از الماس و دو راس اسپ گلہ بالوگڈہ حسب رواج ممالک مشرقی زریں زین و زیورات نقرئی و طلائی سے آراستہ پیراستہ و ایک زنجیر فیل ملک برما مع ہودج طلائی و جھول مخملی جس پر تمام زریں کام کیا ہوا تھا۔ بطور تحفہ و نذر پیش ہوئے۔ اسیطرح ۲۱ کشتیاں پارچات و زیورات مع ایک راس اسپ جسپر زریں زین کسا ہوا۔ زیورات نقرئی و طلائی سے بندھا ہوا شہزادہ ولیعہد کے واسطے و خلعت فاخرہ ہر ایک ہمراہی سردار کے لیئے پیش ہوکر دربار برخاست ہوا۔ مہاراجہ نے دو ہزار روپیہ تحفہ جات اٹھانیوالوں کو انعام میں عطا کیا۔ اور لاٹ صاحب بذات خود مہاراجہ صاحب کو خیمہ کے باہر سوار کرانے کے لیئے آئے۔ بلکہ کچھ دور تک ساتھ جا کر پہنچانیکا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن مہاراجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ رخصت ہوتے وقت مہاراجہ صاحب نے لاٹ صاحب کو اپنے کوتل گھوڑوں کا جو ہمراہ گئے تھے ملاحظہ کرایا۔ صاحب ممدوح مہاراجہ کے قیمتی گھوڑوں کو دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ جب یہ گھوڑے سامنے سے گذرتے تھے۔ تو مہاراجہ صاحب لاٹ صاحب سے ہر ایک کا نام اور اس کی خاص صفت بھی بیان کرتے جاتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مہاراجہ کے پاس بہت بہت قیمتی اور نایاب گھوڑے تھے۔ اور شاید ہی ایسے گھوڑے کبھی اور شاہنشاہ کے اصطبل میں ہوں۔ کیونکہ لیلی۔ گوہر بار۔ شیریں جن گھوڑوں کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔ روئے زمین پر اپنی صفت کے ایک ہی گھوڑے پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ سب مہاراجہ کے پاس آگئے تھے۔ غرضیکہ مہاراجہ بہادر گورنر جنرل صاحب سے رخصت ہوکر انگریزی فوج کی جو دو رویہ صف بستہ کھڑی تھی سلامی لیتا ہوا دریا کے کنارے پہنچا۔ اور بنگلہ نما شاہانہ کشتی پر سوار ہوکے دریا عبور کیا۔ اور اپنی فرودگاہ میں پہنچکر تین قلمدان ساخت کشمیر نہایت نفیس جن پر جواہرات کی جرت کا کام تھا۔ فقیر عزیز الدین کی معرفت گورنر جنرل کی خدمت میں ایک تو خاص صاحب ممدوح کے لیئے دوسرا لیڈی صاحبہ کے واسطے اور تیسرا چیف سیکرٹری صاحب کو بطور تحفہ دینے کے لیئے روانہ کیئے +

بعد ازآں دوسرے دن گورنر جنرل صاحب بہادر خود مہاراجہ صاحب کی خدمت میں واسطے ادائے رسم ملاقات باز دید تشریف لیگئے۔ اور مہاراجہ نے گورنر جنرل صاحب بہادر کی تشریف آوری کے انتظام میں اپنے یہاں ہر ایک قسم کا سامان جلوس آراستہ کیا۔ کشمیری ساخت کے خیمہ جات پشمینہ جن کے اوپر زردوزی کا کام کیا ہوا تھا برپا کیئے گئے۔ اور کارچوبی کے مخملی و کمخوابی شامیانے۔ جن کی جھالروں میں موتی ٹنکے ہوئے تھے۔ اور سونے چاندی کی چوبیں

تھیں۔ جابجا کھڑے کیئے گئے۔ قناتیں لگ گئیں۔ فرش بچھ گئے۔ رومی قالین کشمیری غالیچے۔ اور مخملی کارچوبی کی مسندیں جابجا اپنے اپنے موقع سے ڈالدی گئیں۔ سونے چاندی کی کرسیاں دونوں طرف لگ گئیں۔ صدر مقام پر دو سونے کی کرسیاں برابر طلائی تخت پر مہاراجہ اور نواب لاٹ صاحب بہادر کے لیئے رکھی گئیں۔ اور جہاں یہ دونوں کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ اُن کے اوپر ایک چھوٹا سا زری زربفت کا شامیانہ جس میں جھاڑ موتی اور جواہرات ہی لٹکے ہوئے تھے۔ تان دیا گیا۔ اور خیمہ گاہ سے پل تک مہاراجہ کی فوج زرّیں لباس سے ملبوس دو رویہ صف باندھ کر کھڑی کر دیگئی۔ الغرض جب کہ سب تیاری ہوگئی۔ تو نواب گورنر جنرل صاحب بہادر کی انتظاری شروع ہوئی۔ پہلے ولیعہد شہزادہ **کھڑک سنگھ** و شہزادہ **شیر سنگھ** دونوں دریا عبور کر کے نواب لاٹ صاحب بہادر کو لینے گئے۔ بعد ازاں جب صاحب ممدوح معہ اپنے اراکین و مصاحبین کے سوار ہو کر پل پر پہنچے۔ تو وہاں مہاراجہ نے خود بہ سواری فیل استقبال کیا۔ اور بعد مزاج پرسی کے لاٹ صاحب بہادر کو خاص اپنے ہاتھی پر لیکر آہستہ آہستہ دو رویہ فوج کی سلامی لیتے ہوئے خیمہ گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب دروازہ پر پہنچے۔ تو سلامی کی الواپ شلک ہوئیں۔ اور مہاراجہ بہادر نے لاٹ صاحب بہادر کو ہاتھ میں ہاتھ لیئے ہوئے تعظیماً اپنی داہنی طرف تخت مرصع پر لیجا کر بٹھلایا۔ ایک طرف لاٹ صاحب کے یوروپین افسران اور دوسری طرف مہاراجہ کے سردار کرسیوں پر بیٹھ گئے ✤ پہلے مہاراجہ کے سرداروں نے اُٹھکر نواب لاٹ صاحب اور اپنے آقا مہاراجہ بہادر دونوں کے سامنے نذریں پیش کیں۔ اور کپتان **ویڈ صاحب** نے ہر ایک سردار کا نام لے لے کر نواب لاٹ صاحب کے ساتھ اُن کے اوصاف بیان کیئے۔ بعد ازاں چیف سیکرٹری صاحب نے ہر ایک یوروپین افسر کو نام بنام مہاراجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اُن کے عہدہ و لیاقت کا اظہار کیا۔ مہاراجہ نے ہر ایک افسر سے ہاتھ ملایا۔ اور مزاج پرسی کی۔ پھر عطر پان تقسیم ہوا۔ اور ارباب نشاط لوگوں نے آکر محفل رقص و سرود گرم کی۔ اس کے بعد ۵۱ اکشتیہائے پارچات پشمینہ و تحفہ جات پنجاب معہ زیورات و جواہرات ایک تلوار ایک کمان مرصع۔ دو راس اسپ زرّیں ساز و طلائی زیورات سے آراستہ و ایک زنجیر فیل معہ ہودج نقرئی و جھول مخملی جسپر زردوزی کا کام تھا۔ مہاراجہ کیطرف سے نواب لاٹ صاحب بہادر کی خدمت میں بطور نذرو تحفہ دستی پیش ہوکر دیگر صاحبان والاشان کو بھی علےٰ قدر مراتب خلعت و تحفہ جات دیئے گئے۔ اور دربار برخاست ہوا۔ مہاراجہ نے گورنر جنرل صاحب بہادر کو سوار کرا کے دروازہ سے خود رخصت حاصل کی۔ لیکن شہزادہ کھڑک سنگھ و شیر سنگھ صاحبان کو صاحب بہادر ممدوح کے ہمراہ فرودگاہ تک پہنچانے کے لیئے بھیجا ✤

اگلے دن مہاراجہ نے انگریزی فوج کی قواعد کا ملاحظہ فرمایا۔ اور شام کو لاٹ صاحب بہادر کے یہاں ایوننگ پارٹی میں شامل ہو کر خاصہ تناول کیا۔ اور دونوں فرمانرواؤں نے باہم ایک دوسرے کی صحت اور خیر اندیشی کا جام نوش فرمایا۔ اور نصف شب تک محفل انبساط و مجلس نشاط کا مزا لوٹا۔ صاحبان ذی شان و لیڈیان مہرویان کے رقص و سرود و انگریزی باجہ کی خوشگوار اور دلکش آواز نے مہاراجہ کو بالکل موہ لیا۔ چوتھے دن نواب لاٹ صاحب بہادر نے مہاراجہ کی

فوج کی قواعد بھی دیکھی۔ جن کے جنگی کرتب اور فن سپہ گری کے کوتک دیکھکر لاٹ صاحب بہادر و کل افسران انگریزی حیرت زدہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ پھر شام کو لاٹ صاحب بہادر مہاراجہ کے یہاں ڈنر پارٹی میں شریک ہوئی اور طرح طرح کی انگوری و قیمتی شرابیں مہاراجہ کی طرف سے پیش ہوئیں۔ دونوں والیان ملک نے ایک دوسرے کو اپنے ہاتھ سے جام بھر کر دیا۔ اور بڑے اخلاص و محبت سے باہم گفتگو کرتے رہے۔ غرض آدھی رات تک برابر دور چلتا رہا۔ ناچ رنگ ہوتا رہا۔ صاحبان عالیشان و سرداران بہادران آپس میں نہایت خلوص دل اور محبت کے ساتھ بے تکلفانہ ملتے جلتے اور پیتے پلاتے رہے۔ کوئی سرور میں چور کوئی مخمور بزم سور و سرور خوب گرم رہی۔ آخر رات کے ایک بجے نواب لاٹ صاحب نے رخصت چاہی۔ مہاراجہ نے فرمایا۔ دل تو نہیں چاہتا کہ آپ سے جدا ہوں۔ لیکن خیر جیسی آپ کی مرضی۔ یہ کہکر حسب معمول تحفہ جات کی کشتیاں نذر کی گئیں۔ اور مہاراجہ بہادر نواب لاٹ صاحب بہادر کو دروازہ تک پہنچانے آئے۔ بعد ازاں صاحب ممدوح معہ اہالیان و مصاحبین کے بگھی میں سوار ہو کر اپنی فرودگاہ میں واپس گئے۔ ۳۱۔ اکتوبر کی صبح کو نواب لاٹ صاحب بہادر کے ہاں نیزہ بازی اور گھوڑ دوڑ کا امتحان ہوا۔ پہلے انگریزی توپ خانہ والوں نے ایک چھاتہ کا نشانہ اڑایا۔ بعد ازاں اسکنر صاحب کے سواروں نے نیزہ بازی کی اور ہر ایک انگریزی فوج کے افسر نے اپنے اپنے بہادرانہ کرتب دکھلائے۔ جب انگریزی فوج کے لوگ اپنا تمام کرتب دکھلا چکے۔ تو پیچھے سے مہاراجہ نے اپنے سرداروں کو حکم دیا۔ سب سے پہلے راجہ دھیان سنگھ نے گھوڑا دوڑا کر اپنی شہ سواری اور نشانہ بازی کا کرتب دکھایا۔ کئی ایک لیموں کاٹے۔ اور دوڑتے ہوئے گھوڑے پر سے نشانہ لگایا۔ پھر سوچیت سنگھ گلاب سنگھ اور سردار ہری سنگھ نلوہ و جرنیل الہی بخش و ونتورہ صاحب و الارڈ صاحب وغیرہ سب نے میدان میں آکر ایسے ایسے جوانمردی اور بہادری کے کرتب دکھائے۔ کہ تمام انگریزی فوج دیکھکر دنگ رہ گئی۔ جو جو کام انہوں نے کر کے دکھلائے۔ انگریزی فوج نے کبھی دیکھے اور سنے بھی نہ تھے۔ پھر سب سے پیچھے مہاراجہ خود میدان میں آیا۔ اور سرپٹ گھوڑا دوڑا کر ایک برنجی لوٹے پر تین مرتبہ تلوار کی نوک سے خط کھینچا۔ غرض مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی خاص شجاعت اور اس کے مصاحبوں کی قابل تعریف جوانمردی اور لیاقت دیکھکر یوروپین افسروں کے ہوش گم ہو گئے۔ جس روز نواب لاٹ صاحب بہادر نے مہاراجہ کی فوج کی قواعد دیکھی تھی۔ اس روز بھی یہی حال ہوا تھا۔ کہ لاٹ صاحب کے منہ سے بے تحاشا تحسین اور آفریں کے کلمات نکلتے تھے۔ الغرض اسی دن شام کو مہاراجہ نے لاٹ صاحب سے آخری ملاقات کی۔ اور لاٹ صاحب نے مہاراجہ کو دو اسپی توپیں معہ کل ساز و سامان و اسپان بطور تحفہ نذر کیں۔ اور ایک سفری پل کا آہنی سانچہ جو کلکتہ میں خاص مہاراجہ کے واسطے بنوایا گیا تھا اپنی یادگار میں نذر کیا۔ مہاراجہ نے لاٹ صاحب کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور دونوں سرکاروں کے درمیان ایک عہد نامہ از سر نو اسی مضمون کا جو پہلے ۱۸۰۹ء میں مسٹر **مٹکاف صاحب** کی مختاری میں لکھا گیا تھا۔ تحریر

پاکر دونوں والیان ملک کی مہریں و دستخط ثبت کیئے گئے۔ یکم نومبر کی صبح کو دونوں فرمانروا اپنی اپنی دارالسلطنت کو واپس
ہوئے۔ ہنگام قیام روپڑ مہاراجہ نے لاٹ صاحب کے چیف سیکرٹری اور ایک اور معزز افسر انگریزی کے ساتھ اپنے
خیمہ میں بلاکر ہر ایک طرح کے معاملات پولیٹکل اور تجارت وغیرہ پر بحث کی۔ سندہ کی خاص زرخیزی و دولتمندی ظاہر کر کے
اُس علاقہ پر ملکر فوجکشی کرنیکا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن چونکہ گورنمنٹ کی طرف سے جنرل **پوٹنجر صاحب** ایک اعلےٰ پولیٹیکل افسر
اِن امورات کے طے کرنے کے لیئے امیران سندہ کے پاس پیشتر سے ہی بھیجے جا چکے تھے۔ اِسلیئے مہاراجہ کی کسی بات کا
شافی جواب نہیں دیا گیا۔

مہاراجہ کا کپورتھلہ سردار فتح سنگھ کے پاس ٹھہرنا۔

روپڑ سے کوچ کر کے ۹۔ نومبر کو مہاراجہ کپورتھلہ وارد ہوئے۔ اور یہاں چند روز سردار **فتح سنگھ** اہلووالیہ کے ہاں مہمان رہکر
۱۱۔ کو لاہور پہنچے۔ یہاں مہاراجہ کیواسطے میر آخور وکیل سردار پر دل خاں صوبہ قندہار کی طرف سے چند تحایف لایا۔ چنانچہ
اُس کو ایک خلعت فاخرہ دیکر رخصت کیا گیا۔

ڈیرہ غازیخاں کا ملک ضبط ہوا۔ اور نلتان سے خراج وصول کرنا۔

بعد ازاں جنرل ونتورہ صاحب کو نواب بہاولپور کیطرف جسکو ڈیرہ غازیخاں کا علاقہ ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ کے ٹھیکہ پر دیا گیا
تھا۔ اور اُس نے دو سال سے یہ رقم ادا نہیں کی تھی۔ واسطے وصولی خراج و زر ٹھیکہ روانہ کیا گیا۔ چونکہ صادق علی خاں حاکم
ڈیرہ غازیخاں زر ٹھیکہ ادا نہ کر سکا۔ اِسواسطے وہ تمام ملک چھ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کا معہ کل مال و اسباب ضبط سرکار ہوا۔
بعدہ جنرل ونتورہ صاحب نے خاص نواب صاحب بہاولپور سے خراج طلب کیا۔ اُس نے پندرہ روز تک تو اسی لیت و
لال میں رکھا۔ کہ شاید گورنمنٹ انگریزی اُس کو اپنی ماتحتی میں جس کے واسطے اُس نے نواب لاٹ صاحب کو درخواست
بھیجی تھی۔ لے لے۔ اور وہ اِس بار سے بچ جاوے۔ مگر جب وہاں سے ابھی تک کچھ جواب نہ آیا۔ تو ناچار ایک لاکھ روپیہ
دو ماہ کا وعدہ کیا۔
جنرل ونتورہ صاحب کو دیکر رخصت کیا۔ اور باقی کے لیئے

شہزادہ شیر سنگھ کشمیر کا ناظم مقرر ہوا۔

اسی سال میں ناظم کشمیر کی پے در پے شکایتیں مہاراجہ کے پاس پہنچیں۔ چنانچہ شہزادہ **شیر سنگھ** نظامت کشمیر پر
ماموور ہوا۔ مگر چونکہ اُس سے وہاں کا انتظام اچھی طرح نہ چل سکا۔ اِسلیئے جمعدار خوشحال سنگھ بھیجا گیا۔ اُس نے بھی کشمیر کو ایک
ظلم و تعدی سے بالکل تباہ کر دیا۔ تمام کشمیر کی رعایا اپنا وطن چھوڑ چھوڑ کر بھاگ آئی۔ جب یہ خبر مہاراجہ کو پہنچی۔ اور کشمیر کی
رعایا نے لاہور میں آکر مہاراجہ کا راستہ روک لیا۔ تو جمعدار خوشحال سنگھ فوراً معطل ہوکر واپس لاہور آیا۔ اور اُس کی جگہ سردار

مہاں سنگھ کشمیر کا گورنر مقرر ہوکر بھیجا گیا۔

مہاں سنگھ تعینات ہوا۔ جس نے کشمیر کا از سر نو عمدہ انتظام کیا۔ اور رعایا کو ایک سال کا محصول معاف کر کے کاشمیر کو
پھر دوبارہ رونق دی۔ مہاراجہ جمعدار خوشحال سنگھ پر ایک ماہ تک سخت ناراض رہا۔ اور اُس کو اپنے دربار میں نہ آنے
دیا۔ لیکن آخرکار راجہ دھیان سنگھ کی سفارش پر اُس کا قصور معاف ہوا۔
جس زمانہ میں شہزادہ **شیر سنگھ** کو ملک کشمیر کی نظامت سپرد ہوئی تھی۔ اُس زمانہ میں مہاراجہ نے شہزادہ **کھڑک**
سنگھ کو چنیوٹ اور بنوں ٹانک کے متمرد زمینداروں سے محصول وصول کرنے کے لیئے بھیجا تھا۔ اور سردار ہری سنگھ نلوہ

کو راولپنڈی و اٹک کی طرف کے افغانان سرکش کا انتظام کرنے کے لیئے روانہ کیا تھا +

اس انتظام کے بعد لاہور میں کپتان **ویڈ صاحب** تشریف لائے۔ اور انہوں نے گورنر جنرل صاحب کی طرف سے یہ درخواست پیش کی۔ کہ دریائے سندھ کے راستہ سے کابل اور پیشاور تک ہندوستان کی تجارت جاری کرنے کی اجازت دیجاوے جسکو مہاراجہ نے یکایک منظور کرنے سے انکار کیا۔ مگر آخر کار گورنمنٹ کے مکرر وسہ کرر اصرار پر یہ بات بھی مہاراجہ کو منظور کرنی پڑی۔ اور اپریل ۱۸۳۲ء تک امیران سندھ نے بھی اس بات کو منظور کر کے عہدنامہ تحریر کر دیا اس مرحلہ کے قطعی طور پر فیصلہ ہونے سے پیشتر لاہور میں لفٹنٹ **الگزینڈر برنس صاحب** جو پہلے تحفہ جات شاہ انگلستان لے کر آئے تھے تشریف لائے۔ اور کابل قندہار و بلخ بخارا کیطرف جانیکا ارادہ ظاہر کیا۔ مہاراجہ نے اس افسر کے ساتھ خاص اپنی فوج کا ایک دستہ واسطے حفاظت کے دیا۔ اور کل حاکمان ماتحت کے نام پروانہ راہ داری لکھدیا۔ اور چونکہ بے تکلفی تو اس افسر کے ساتھ مہاراجہ کی پیشتر ہی سے تھی۔ اسلیئے تواضع و مدارات بہت کی گئی۔ اور رخصت ہونے کے وقت مہاراجہ نے اس افسر سے بغلگیر ہو کر فرمایا۔ کہ "آپ ہمارے دوست ہیں۔ اور آپ کو چاہیئے۔ کہ جس ملک میں آپ جاتے ہیں۔ اس کے ہر ایک پولیٹکل و مارل حالات سے مجھکو بذریعہ خط اطلاع دیجیئے گا۔" اور مجھکو خواہ آپ کہیں جائیں۔ فراموش نہ کریں"۔ چنانچہ لفٹنٹ **برنس صاحب** نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے۔ کہ "حالانکہ مہاراجہ کی حدود سے ہم بہت دور پہنچ چکے تھے۔ مگر تاہم ہم اس کو نہیں بھولے۔ مہاراجہ کے خط ہمارے پاس بخارا اور تاتار تک آتے رہے"۔ وہی صاحب مہاراجہ کی تعریف میں یوں لکھتے ہیں۔ کہ "میں کبھی کسی ایشیائی رئیس سے اس طرح پر اعلےٰ خیالی کے ساتھ رخصت نہیں ہوا۔ بغیر علم اور بغیر کسی شخص کی صلاح کے یہ اپنی سلطنت کا کام کمال گرمجوشی اور لیاقت کے ساتھ انجام تک پہنچاتا ہے۔ ایسی خوبی اور اعتدال کے ساتھ اپنی اختیارات نہیں برتتا ہے جیسا کہ یہ شخص اپنے کام کو بخوبی چلا رہا ہے"۔ ۱

پھر شروع سال سمت ۱۸۸۹ بکرمی میں شاہ **شجاع** نے خراسان پر قبضہ کرنے کے لیئے مہاراجہ کے ساتھ عہد و پیمان کیا۔ مگر چونکہ وہ دل سے صاف نہیں تھا۔ اسوجہ سے مہاراجہ نے اس کو مدد نہ دی۔ بلکہ کابل والے کو اس کے برخلاف چمکا دیا۔ اور آخر کار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شاہ **شجاع** شکست کھا کر اور اپنا تمام مال و اسباب جو بڑی مشکل سے امیران سندھ سمت ۱۸۸۹ شاہ شجاع کا مہاراجہ سے مدد مانگنا

مہاراجہ کی بابت مذکورہ بالا لفٹنٹ برنس صاحب کی رائے ہے

۱ "I never quitted the presence of a native of Asia with such impressions as I left this man without education and without a guide he conducts all the affairs of his kingdom with surpassing energy and vigour, and yet he wields his power with a moderation quite unprecedented in an eastern prince."

کی مدد سے جمع کر رکھا تھا۔ اٹھا کر افغان خیراں واپس لدھیانہ آیا +

انہی ایام میں شہزادہ **کھڑک سنگھ** سکھر کی طرف مامور کیا گیا۔ مگر شہزادہ کے پہنچتے ہی صلوق خاں وہاں کا حاکم بھاگ گیا۔ اور شہزادہ نے اُسکا تمام علاقہ ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ سالانہ خراج پر جنرل ونتورہ صاحب کے سپرد کیا +

اسی سال جنرل الارڈ صاحب نے ولایت جانیکا ارادہ کیا۔ چنانچہ مہاراجہ نے اُس کو پانچہزار روپیہ نقد اور پچیس ہزار روپیہ کا پشمینہ عنایت کیا۔ اور پانچہزار رستہ کے خرچ کے لیے جدا دیا +

سمت ۱۸۹۰ بکرمی میں مہاراجہ نے امرتسر کی ایک طوائف گل بہار نامی سے جس کے حسن کے آگے مہرو ماہ بھی شرمسار تھے سہرہ باندھکر شادی کی۔ اور لاہور و امرتسر دونوں شہروں میں خوشی منائی گئی۔ اور راجہ دھیان سنگھ کو راجہ کلاں بہادر کا خطاب دیا گیا۔ چونکہ کپتان **وِیڈ صاحب** اکثر مہاراجہ کے ساتھ شکار وغیرہ میں بہت رہتا تھا۔ اور اُس کے اخلاق و تمدن سے مہاراجہ بہت خوش تھا۔ اسلیئے انہی ایام میں کپتان موصوف کو مہاراجہ نے فرزند دلبند کا خطاب عطا فرمایا۔ تاراچند کو دیوان کا عہدہ دیکر بنوں میں تعینات کیا +

انہی ایام میں راجہ سنسارچند کے نبیرہ پسر انرودھ چند کو مہاراجہ نے راجہ سوچیت سنگھ کی سفارش سے کانگڑہ میں پچاس ہزار روپیہ کی جاگیر مرحمت فرمائی۔ اسی سال میں مہاراجہ کی طبیعت امرتسر سے واپس آکر سخت بیمار ہوگئی۔ اور علاج شروع ہؤا۔ مہاراجہ نے حالت بیماری میں ایک روز خواب میں دیکھا۔ کہ چار پانچ نہنگ سنگھ اُس کو دھمکا رہے ہیں صبح اُٹھکر اُس کی تعبیر دریافت کی۔ تو برہمنوں اور منجموں نے یہ کہا۔ کہ وہ واہگورو کے سپاہی اکالیہ تھے۔ جو آپ کو دھمکا رہے تھے۔ چونکہ آپ نے خلاف اپنے اعتقاد کے ایک مسلمان عورت سے شادی کی ہے۔ اسوجہ سے اکال پورکھ کی آپ پر خفگی نمودار ہوئی۔ مہاراجہ جو اپنے مذہبی احکامات کا بہت ہی معتقد تھا بہت ڈرا۔ اور اُسنے فوراً اپنی تنخواہ بخشوائی۔ اور بھائی دیوا سنگھ و آتما سنگھ سے از سر نو پاہل لی۔ اور ہزارہا روپیہ غریب و غربا کو تقسیم کیا + اسیطرح برہمنوں نے ایک ۵۱ تولہ سونیکی مورت بنوا کر ایک برہمن کے ہاتھ میں دی اور اُس کا کالا منہہ کر کے کالے گھوڑی پر سوار کرا سنیچر کے روز معہ پانچہزار روپیہ نقد دیکر شہر سے باہر نکال دیا۔ الغرض تھوڑے دن بعد مہاراجہ کو صحت ہوگئی اور اسی خوشی میں ہزارہا روپیہ محتاجوں کو تقسیم ہؤا +

سمت ۱۸۹۱ بکرمی میں دیوان بھوانی داس محکمہ مال کے ایک مشہور افسر نے جس نے بہت اچھے اچھے کام کیئے تھے۔ انتقال کیا + اُس کی جگہ مہاراجہ نے پنڈت دینا ناتھ ایک لایق شخص کو محکمہ مال کا اعلےٰ افسر مقرر فرمایا + اسی سال میں گدہی ولاساحال واقع بنوں کے زمینداروں نے بغاوت اختیار کی چنانچہ راجہ سوچیت سنگھ اُن کی سرکوبی کے لیئے تعینات ہؤا۔ جس کے پہنچتے ہی دو ایک خفیف لڑائیوں کے بعد امن ہوگیا +

چونکہ ابھی تک پیشاور کی ماتحتی کا یہ معاملہ قطعی طور پر فیصل نہیں ہوا تھا۔ کہ آیا وہ دربار لاہور کے ماتحت رہیگا یا امیر کابل کے۔ کیونکہ ابھی تک دونوں اِس کے دعویدار تھے۔ چنانچہ اس دغدغہ اور شک کو دور کرنے کے لیئے اس سال دسہرہ کے بعد مہاراجہ نے کنور **نونہال سنگھ** کو ایک کثیر فوج دیکر پیشاور روانہ کیا۔ اور جنرل ونٹورہ و کورٹ صاحب فرنچ افسران کو بھی شہزادہ کے ہمراہ بھیجا۔ اور سردار ہری سنگھ نلوہ کو بھی جو اسوقت یوسف زئی کی اقوام کی انتظام میں مشغول تھا حکم بھیجا۔ کہ وہ پیشاور پہنچکر شہزادہ **نونہال سنگھ** کی نیابت میں کام کرے۔ الغرض جیوں ہی اس فوج نے دریاے اٹک عبور کیا۔ اور پیشاور میں یہ خبر پہنچی کہ لاہور سے ایک کثیر فوج آرہی ہے۔ وہاں کے بارکزئی سرداروں نے اپنا تمام مال و اسباب مارے خوف کے لدوا کر مچنی کے مقام پر جو دریاے کابل سے شمال کی طرف واقع ہے بھجوا دیا۔ اور خود گھوڑوں پر کاٹھیاں ڈالکر ایک لمحہ کی خبر میں بھاگنے کو تیار ہو بیٹھے۔ ایک شخص کا چشم دید قول ہے۔ کہ اُن دنوں پیشاور میں عجیب کیفیت تھی۔ سکھوں کی آمد کی گھبراہٹ میں دن میں تین تین چار چار مرتبے گھوڑوں پر کاٹھیاں ڈالی جاتیں۔ اور پھر جب یہ خبر معلوم ہوتی۔ کہ ابھی نہیں آئے۔ تو اتار لیجاتیں۔ جب یہ سنا جاتا کہ سکھ آگئے۔ تو فوراً پٹھان لوگ اپنے اپنے گھوڑوں کی کاٹھیاں سر پر اُٹھا کر کسنے کے لیئے بھاگتے۔ اتنے میں ہی جب یہ معلوم ہوتا۔ کہ یہ خبر غلط ہے۔ تو پھر کاٹھیاں اُتار اتار کر ڈیروں میں لے آتے۔ تمام دن یہی حالت رہتی گھڑی میں تو کاٹھیاں سروں پر اُٹھائے ہوئے گھوڑوں کی طرف بھاگے جاتے نظر آتے۔ اور گھڑی میں کاٹھیاں اُتار کر ڈیروں میں لاتے ہوئے معلوم ہوتے۔ اتنے میں ہی غلام خاں پیشاوریہ کے دھڑہ والوں نے جو شیعہ مذہب رکھتے تھے اور بارکزئی سرداروں کی حکومت سے تنگ آرہے تھے۔ سردار ہری سنگھ نلوہ سے خط و کتابت شروع کی۔ اور شہر کے ہندو دیوالوں نے بھی یہی چاہا۔ اور لکھ بھیجا۔ کہ ہم تمام پیشاور کے لوگ سرکار لاہور کے زیر سایہ رہنا چاہتے ہیں۔ اب جب سردار ہری سنگھ نلوہ نے سب باتیں اپنے موافق پائیں۔ تو اُس نے فوراً سردار سلطان محمد خاں وغیرہ بارکزئی سرداروں کو پیغام دیا کہ وہ پیشاور چھوڑ کے فی الحال مردان خاں کے باغ میں چلے جائیں۔ کیونکہ شہزادہ **نونہال سنگھ** شہر دیکھنا چاہتے ہیں۔ غرض تانت باجی اور راگ پہچانا۔ جسوقت یہ خبر سلطان محمد خاں کو پہنچی۔ اُس نے سکھ فوج کی اصلیت کو دریافت کرلیا۔ اور جب دیکھا کہ فوج نزدیک آگئی ہے۔ تو گھوڑوں پر سوار ہو کر فوراً معہ اپنے کنبہ کے قریب کی پہاڑیوں میں بھاگ گیا✚

فوج لاہور کا پیشاور شہر پر قبضہ۔

سکھوں کی فوج کے اگلے دستہ کو پیشاور میں داخل ہوتے ہوئے حاجی خاں کے آدمیوں نے تھوڑی دیر تک روکا۔ اور بڑی جوانمردی و مردانگی سے مقابلہ کیا۔ مگر بھلا سکھوں کی آتش فشاں توپ کے سامنے کب ٹھہر سکتے تھے۔ فوراً پسپا ہوئے۔ اور ۶ مئی ۱۸۳۴ء (شروع سمت ۱۸۹۲ب) کو پیشاور پر سکھوں کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن ابھی تک باوجودیکہ پیشاور پر دربار لاہور کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مہاراجہ کو پوری پوری تسلی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اور اُس نے فوج کی بھرتی اُس طرف کو برابر جاری رکھی۔ پہلے کنور کشمیرا سنگھ کو ایک فوج دیکر اٹک روانہ کیا۔ پھر سردار تیج سنگھ کو فوج دیکر

خاص پیشاور پر بھیجا۔ اور سب سے آخر میں رہتاس کے مقام پر ایک ماہ تک قیام کر کے مہاراجہ نے خود بھی اسطرف کو کوچ کیا۔ اور راجہ گلاب سنگھ کو اپنے پیش خیمہ کے ساتھ پیشاور بھیجا۔

اسی اثناء میں جب اُدھر کابل میں یہ خبر معلوم ہوئی۔ کہ پیشاور پر سکھوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ تو فوراً اُس کے امیر نے ایک کثیر فوج کے ساتھ جلال آباد کو کوچ کیا۔ اور عید قربانی کے دن لنسوال کے مقام پر پہنچکر نماز ادا کی۔ اور فتح کی دعا مانگی۔ بہت سے غازی لوگ بھی اُس کے ساتھ مذہبی لڑائی سمجھکر شریک ہوگئے۔ اور دوست محمد خاں امیر کابل کوچ در کوچ سیفان کے مقام پر خیبر کے متصل پہنچگیا۔ اتنے میں ہی مہاراجہ بھی ممالک سرحدی کا دورہ کرتا ہوا پیشاور میں داخل ہوگیا۔ اور اُس نے اپنی فوج کو جس نے خیبر تک اپنا قبضہ کر لیا تھا حسب قاعدہ تین حصوں میں تقسیم کر کے دشمن کے مقابلہ کیلئے موقع مناسب پر تعینات کر دیا۔ لیکن قبل شروع ہونے لڑائی کے مہاراجہ نے دوست محمد خاں کے پاس اپنے لائق مشیر فقیر عزیز الدین و مسٹر ہرکن صاحب ایک انگلو انڈین افسر کو جسے مہاراجہ نے ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔ اپنے یہاں نوکر رکھا تھا۔ بھیجکر درخواست کی۔ کہ وہ واپس چلا جاوے۔ اُس نے ان دونوں سفیروں کو قید کر لیا۔ مگر چونکہ سلطان محمد خاں بارکزئی سردار کو بھی جو بعد میں مہاراجہ کے ساتھ آملا تھا سفارت کے ہمراہ بھیجا گیا تھا۔ اسوجہ سے یہ دونوں ایلچی اُسی کی حفاظت میں چھوڑے گئے۔ مگر وہ اپنے بھائی کی بدنیتی دیکھکر بجائے اس کے کہ سفارت کو دوست محمد خاں کے حوالہ کرتا اپنے خیمہ میں لیگیا۔ اور وہاں سے ان لوگوں کو مہاراجہ لاہور کی خدمت میں بھیجدیا۔

جب مہاراجہ کو یہ خبر معلوم ہوئی۔ اُس نے کمال غضب کے ساتھ دشمن پر حملہ کرنیکا حکم دیا۔ مگر جب دوست محمد خاں کو معلوم ہوا۔ کہ لاہور کے ایلچی جو قید کیئے گئے تھے۔ سلطان محمد خاں کی مدد سے پھر اپنے مہاراجہ کے پاس پہنچگئے۔ تو اُس کو سخت رنج گذرا۔ اور مہاراجہ لاہور کے ساتھ تاب مقابلہ کی نہ لاکر راتوں رات کابل کو واپس گیا۔ جسکے بعد مہاراجہ نے پیشاور کی سرحد پر ایک قلعہ بڑا مضبوط اور محفوظ بنانیکا حکم دیکر یہ کام سردار ہری سنگھ نلوہ کے سپرد کیا۔ اور پیشاور کی حکومت راجہ گلاب سنگھ کو واسطے انجام مالی کام کے و جنرل اویٹبل صاحب کو واسطے جنگی خدمات کے سپرد کر کے واپس لاہور ہوا۔ کنور نونہال سنگھ کو بباعث کم عمری کے ایسے سخت ملک میں چھوڑنا مناسب نہ جان کر اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ لیکن چونکہ پیشاور کی مہم کو کنور نونہال سنگھ نہایت دانشمندی اور دور اندیشی سے انجام کو پہنچا کر وہ تمام ملک اپنے قبضہ میں لے آیا تھا۔ اسلیئے خدمت نمایاں کے صلہ میں دربار لاہور کی طرف سے ایک لاکھ روپیہ کی جاگیر عطا ہوئی۔

پھر اسی سال میں مہاراجہ نے بادشاہ انگلستان کے لیئے چند قیمتی تحفہ جات معرفت سردار گوجر سنگھ و بھائی گوبند جس کے کلکتہ روانہ کیئے۔ پھر تمام گھوڑوں وغیرہ پر بھی داغ لگنے کا انہی دنوں حکم ہوا۔ اور تجویز ہوئی۔ کہ ہر ایک سردار اپنا اپنا علیحدہ نشان مقرر کریں۔ اور مہاراجہ نے دسہرہ کے بعد سیالکوٹ اور بٹالہ کا دورہ فرمایا۔ آخر الذکر مقام پر جو شہزادہ شیر سنگھ کی جاگیر میں تھا۔ کنور پرتاب سنگھ شہزادہ موصوف کے بیٹے نے مہاراجہ کا استقبال کیا۔ اور ایک ہاتھی و دو گھوڑے ودو

ہزار ایک سو روپیہ نقد مع ایک سو ایک کشتیہائے پارچات و میوہ جات کے نذر گذرانا۔ اور مہاراجہ کی طرف سے ایک بے بہا خلعت حاصل کیا۔ علےٰ ہذا شہر سیالکوٹ میں بھی شہزادہ پشورا سنگہ نے مہاراجہ کے سامنے ہاتھی و گھوڑے نذر میں پیش کیئے۔ سیالکوٹ سے مہاراجہ نے کوچ کرکے جہلم اور رہتاس کے گرد نواح کا دورہ فرمایا۔ وہیں راجہ بھگت سنگہ والی ملک جیند کی وفات کی خبر پہنچی۔ چونکہ یہ شخص مہاراجہ کا علاوہ رشتہ دار ہونے کے بہت معتبر دوست تھا۔ اس لیئے سرکار کو یہ خبر سن کر بہت افسوس ہوا۔ اور مہاراجہ نے لاہور کی طرف معاودت کی ؛

سمت ۱۸۹۳ بکرمی میں مہاراجہ نے دوبارہ پیشاور کا دورہ فرمایا۔ اور سلطان محمد خاں کو تین لاکھ روپیہ کی جاگیر عطا فرمائی۔ یہاں سے واپس آکر وسہرہ کے تھوڑے دنوں بعد مہاراجہ بعارضہ فالج بیمار ہوگیا۔ مگر تھوڑے دنوں کے علاج میں مہاراجہ نے غسل صحت فرمایا۔ اور ہزارہا روپیہ غریب غربا و مساکین کو خیرات میں لٹایا گیا۔ بہت سے قیدی چھوڑے گئے ؛

زور آور سنگہ کو لداخ اور تبت میں فتوحات حاصل کرنے کا صلہ۔

اسی سال میں مہاراجہ نے زور آور سنگہ وزیر راجہ گلاب سنگہ کو نمایاں خدمات پر جس نے لداخ اور تبت کے ملک میں بہت سی فتوحات حاصل کی تھیں۔ خوش ہوکر خلعت دینے کے لیئے اپنے روبرو بلایا۔ چنانچہ اس شخص نے حاضر ہوکر بہت سے تحایف اور پوستینیں وغیرہ مہاراجہ کے حضور پیشکش کیں۔ اور مہاراجہ نے اس کو ایک بے بہا خلعت عطا فرماکر اس کی بہادری اور جوانمردی کی بہت داد دی۔ زور آور سنگہ نے اُٹھکر مہاراجہ کی قدر دانی کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا۔ کہ اگر سرکار کا حکم ہو تو چین کے ملک پر بھی یورش کرکے مہاراجہ کی حکومت اُس نواح تک قایم کردوں۔ یہ بات سن کر مہاراجہ بہت ہنسا۔ اور خوش ہوکر کہنے لگا۔ کہ بیشک ہمکو تم جیسے بہادر اور جوانمرد سرداروں کی ہمت سے یہی امید ہے۔ لیکن ابھی اس طرف قدم بڑھانے کا موقع نہیں آیا ہے۔ جب وقت آئیگا میں خود تمکو حکم دوں گا ؛

جنرل الارڈ صاحب ولایت سے واپس آئے۔

بعد ازاں انہی دنوں میں جنرل الارڈ صاحب ولایت سے واپس آیا۔ اور فرانس کے بادشاہ کی طرف سے مہاراجہ کی خدمت میں تحفہ جات لایا۔ جنرل موصوف کو سکھوں کی سلطنت سے بہت محبت تھی۔ اور وہ لاہور کا ایسا عاشق تھا۔ کہ اپنی مزار بھی وہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ جب وہ واپس آیا۔ تو اُس نے اپنی اس دلی خواہش کو اس طرح پر ظاہر کیا۔ کہ کسی فارسی شاعر سے ذیل کے چند اشعار تصنیف کراکے اُن کو خود اپنی زبان سے مہاراجہ کے روبرو کھڑے ہوکر پڑھا۔ **نظم**۔ الہی بادشاہم زندہ بادا۔ فلک در خدمتِ او بندہ بادا۔ بدرگاہش رسم اعزاز یابم۔ دہم جاں گردن از حکمش بتابم۔ بود لاہور اگر میرم مزارم۔ بود تابوت در غنچہ انارم ؛

دوجہان اور قلعہ کان فتح ہوا۔

پھر اسی سال میں صوبہ ملتان نے قلعہ کان اور علاقہ دوجہان واقع ملک سندہ کو فتح کرکے دربار لاہور کے ساتھ شامل کرلیا۔ اور چونکہ شہزادہ **کھڑک سنگہ** و نونہال سنگہ دونوں اُسوقت ایک کثیر فوج کے ساتھ دریائے سندہ کے کنارہ پر موجود تھے۔ اسوجہ سے مہاراجہ کی یہ کارروائی سرکار انگریزی کو بہت ناگوار گذری۔ لیکن کپتان

ویڈ صاحب کے آنے پر مہاراجہ نے حسب منشاء سرکار انگریزی اپنے استحقاق بالادستی ملک سندھ سے دست برداری اختیار کی ✤

کنور نونہال سنگھ کی شادی۔

اسی سال کے آخیر میں مہاراجہ نے کنور نونہال سنگھ اپنے نبیرہ کی شادی میں جو سردار شام سنگھ اٹاری والہ کی لڑکی کے ساتھ قرار پائی تھی۔ بہت دہوم دہام کی۔ اور ایسی رونق اور تزک واحتشام کا جلسہ پنجاب میں اس سے پیشتر کبھی نہیں ہوا۔ کل راجگان پھولکے وپہاڑی اور دور دور کی سلطنتوں کے وکیل اس مبارک جلسہ میں شریک ہوئے۔ مہاراجہ نے اس تقریب پر گورنر جنرل صاحب ہند وگورنر صاحب بمبئی ومدراس وغیرہ سب حاکمان ذیشان سلطنت انگریزی کو بھی مدعو کیا تھا۔ لیکن صرف جنرل سر ہنری فین صاحب بہادر کمانڈر انچیف افواج ہند اس موقع پر سرکار انگریزی کی طرف سے مہاراجہ لاہور کے مہمان ہوئے۔ بقیہ صاحبان عدیم الفرصتی کی وجہ سے قاصر رہے۔ پانچ لاکھ آدمی کے قریب اس شادی میں مہاراجہ کے یہاں صرف مہمان آئے۔ جن کو رسد وسامان ضیافت روزمرہ سرکار لاہور کی طرف سے ملتا رہا۔ ۶۔ مارچ کی شام کو تنبول لیا گیا۔ پہلے گیارہ ہزار روپیہ سر ہنری فین صاحب بہادر جنگی لاٹ نے اور ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ راجہ دہیان سنگھ وزیر اعظم نے اور راجہ گلاب سنگھ وسوچیت سنگھ ومصر روپ لال وغیرہ ایک سو سرداران واراکین سلطنت نے اکیاون اکیاون ہزار روپیہ دیا۔ بعد ازاں اسیطرح ہرایک سردار وجاگیردار ورئیس نے اپنی عزت وبڑائی کیواسطے اپنی اپنی حیثیت سے بڑھ بڑھکر تنبول دیا۔ اور کل رقم تنبول کی پچاس لاکھ روپیہ تک پہنچ گئی۔ کہتے ہیں کہ اس شادی کی مہاراجہ کو اور اُس کی تمام فوج ورعایا کو اسقدر خوشی ہوئی۔ کہ ہرایک سپاہی نے ہی اپنی اپنی ایک ایک ماہ کی تنخواہ تنبول میں دینے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ تمام فوج سوار وپیادہ وتوپخانہ کی ایک ایک ماہ کی تنخواہیں وضع ہو کر نوید میں جمع ہوئیں۔ علے ہذا مہاراجہ نے بھی اس شادی پر دل کھول کے روپیہ لٹایا۔ تمام فوج کی سپاہ کو شیرینی تقسیم کی۔ اور ایک ایک مندیل زرروزی کی ہرایک سپاہی کو انعام میں عطا فرمائی۔

اس شادی کا تمام انتظام مہاراجہ نے امرتسر کے مقام پر کیا۔ اور وہیں تمام مہمان بھی جمع ہوئے۔ ۵۔ مارچ ۱۸۳۷ء کو لارڈ ہنری صاحب بہادر سپہ سالار ہند جن کی پیشوائی کے لیئے خاص راجہ دہیان سنگھ وشہزادہ شیر سنگھ بھیجے گئے تھے۔ امرتسر میں رونق افروز ہوئے۔ اور موضع کٹھالی کے متصل اُن کو اُتارا دیا گیا۔ دوسرے روز ۶۔ مارچ کو مہاراجہ کے ساتھ رام باغ میں بڑی دہوم دہام کے ساتھ اُن کی ملاقات ہوئی۔ اِس ملاقات کے دربار میں بھی مہاراجہ نے اپنے یہاں گذشتہ روپڑ کے دربار کی طرح بہت دہوم دہام کی۔ بلکہ ایک طرح سے اُس موقع سے بھی بہت زیادہ شان وشوکت دکھلائی۔ ہرایک سردار زریں پوشاک سے ملبوس اور زیورات وجواہرات سے پُر تھا۔ مخصوص راجہ ہیرا سنگھ وشہزادگان وغیرہ کا تمام جسم ہیرے وجواہرات وموتیوں سے بندہا ہوا تھا۔ اور تمام سردار ایسے زرق برق اور چمکدار لباس میں تھے کہ یکایک کسی پر آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ بعد ملاقات کے اُسی دن شام کو اور تنبول لینے کی رسم ادا ہوئی۔ پھر ۷۔ مارچ کی صبح

کو ہرمندر جی میں گرنتھ صاحب کے سامنے نوشہ کے سر پر مہاراجہ نے اپنے خاص دست مبارک سے موتیوں اور جواہرات کا سہرہ باندھا اور پانچسو روپیہ نقد گرنتھ صاحب پر چڑھایا۔ ڈیڑھ سو روپیہ اکال بنگہ میں اور سوا سوا سو روپیہ ہر ایک بنگہ میں اداس کرایا۔ و پانصد روپیہ صرف اکالیوں کی جو اسوقت حاضر تھے نذر کیا۔ بعد ازآں تیسرے پہر کو بڑے کر و فر کے ساتھ بارات چڑھکر اٹاری روانہ ہوئی۔ اور سچ تو یوں ہے۔ کہ جس شان و شوکت و دھوم دھام سے یہ بارات چڑھی اور امرتسر سے روانہ ہو کر اٹاری میں سردار شام سنگھ لڑکی والے کے مکان پر پہنچی۔ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ناظرین خود خیال کر سکتے ہیں۔ کہ جس شادی میں پانچ لاکھ کے قریب تو صرف مہمان آئے ہوں۔ اُس کی بارات کے ہجوم اور دھوم دھام کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ نہ ہاتھیوں کا شمار رہا تھا نہ گھوڑوں کی گنتی رہی تھی۔ اور اژدہام کی یہ حالت تھی۔ کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا۔ قدم اٹھانے کی بھی گنجایش نہیں تھی۔ بہت سے آدمی تو دب کر مر گئے۔ قدم قدم پر توپوں کی شلک اور گولوں کی دھمک سے آسمان کونج اٹھا تھا۔ اژدہام کا شور و غل اور رنا شے کی تڑتڑ پڑپڑ سے کان بہرے ہو گئے تھے۔ ایک دوسرے کی بات مشکل سے سن سکتا تھا۔ آگے آگے تخت رواں۔ اس کے پیچھے آرایش کا سامان۔ طرح طرح کے پھول بوٹے۔ اور باغ و محل و ماڑیاں جن میں ہزارہا روپیہ کا سونا چاندی ٹکا ہوا تھا۔ پھر مہاراجہ کے کوتل گھوڑے زریں ساز و زیورات طلائی و نقرئی سے پیوستہ ناچتے کودتے کلول کرتے ہوئے جن کے پیچھے مہاراجہ کے باڈی گارڈ سوار زربفت اور کمخواب کی وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ ہاتھیوں کی قطار اور سونے چاندی کے رتھوں کی جھنکار کوئی پیادہ کوئی سوار چلو چلو بڑھو بڑھو کی تکرار غرض ہر ایک سردار و والی ملک و جاگیردار معہ اپنی اپنی زرق برق افواج کے سلسلہ وار بارات کے ساتھ شامل ہوا۔ مہاراجہ نے جنگی لاٹ صاحب و ہر ایک بڑے بڑے سردار کے ہاتھوں پر روپیہ اور اشرفیوں کی تھیلیاں واسطے لٹانے کے رکھوادیں۔ چنانچہ سب اپنے اپنے ہاتھوں سے روپیہ بکھیرتے ہوئے اٹاری میں داخل ہوئے۔ جب بارات سردار شام سنگھ لڑکی والہ کے دروازہ پر پہنچی۔ تو اُس نے پاپیادہ پیشوائی کر کے ایک سو ایک اشرفی اور پانچ راس گھوڑے نہایت قیمتی زریں ساز اور زیورات طلائی و نقرئی سے آراستہ مہاراجہ صاحب کی نذر کیئے اور ۱۰۱ مہر و ایک گھوڑا شہزادہ **کھڑک سنگھ** ولیعہد کو گیارہ گیارہ اشرفیاں و ایک ایک گھوڑا کنور **شیر سنگھ** اور بقیہ شہزادگان کی نذر کیا۔ جسوقت ملنی کی رسم ادا ہوئی۔ سلامی کی توپیں سر ہوئیں۔ گولے چھوٹے مہتابیاں روشن ہوئیں۔ آرایش لوٹی گئی۔ آسمانی گولے اور انار چھوڑے گئے۔ برج چڑھائے گئے۔ پھر سردار شام سنگھ مہاراجہ کو اتار کر معہ اُس کے معزز اہالیان دربار و جنگی لاٹ صاحب کے اپنے محل کی سب سے اوپرلی چھت پر جہاں ایک زردوزی شامیانہ لٹکا ہوا تھا لے گیا۔ اور وہاں مہاراجہ کو سونے کی جڑاؤ کرسی پر بٹھا کر سر **ہنری فین صاحب** کمانڈر انچیف افواج انگریزی کو بھی مہاراجہ کے برابر جگہ دی۔ اور نوشہ کو بیچ میں سونے کی کرسی پر بٹھلایا۔ بقیہ تمام والیان ملک اور ارکین سلطنت بھی اسیطرح اپنے اپنے قرینہ سے بیٹھ گئے۔ اسوقت مہاراجہ بہادر کی چھاتی جس پر موتیوں کے گچھے لٹک رہے

تھے۔ مثل ماہتاب کے چمک رہی تھی۔ اور اس کے بازو پر کوہ نور جو تمام دنیا کے جواہرات کا سرتاج ہے۔ مثل آفتاب کے چمک رہا تھا۔ الغرض ہر ایک کا لباس ایسا چمک دار اور زرق برق تھا۔ کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ بعد ازاں ۹ بجے کے وقت نوشہ کو اندر بلایا گیا۔ اور حسب رواج ملک پنڈتوں نے وید منتروں سے نوشہ کا دلہن کے ساتھ عقد پڑھا۔ اور ہر طرف سے مبارک مبارک کا آوازہ بلند ہوا۔ پھر آتشبازی جو کوسوں تک میدان میں گڑی ہوئی تھی چھوڑی گئی۔ اور تمام رات محفل عیش و طرب گرم رہی۔ اور مہاراجہ نے اپنے خاص مصالحدار اور قیمتی کشید کی شراب کا دور ہر ایک کو تقسیم ہونیکا حکم دیا۔ اور یہ دور اس تیزی اور جلدی کے ساتھ تمام محفل میں چلا۔ کہ انگریزی مہمان دیکھ دیکھکر متعجب رہ گئے۔ ہر ایک بار مہاراجہ نے لاٹ صاحب کو بھی اپنے ساتھ جام پینے میں شریک کیا۔ بلکہ خود لاٹ صاحب کا گلاس ہر بار خالی دیکھ لیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ شراب ایسی تیز اور نشیلی تھی۔ کہ انگریزی مہمانوں کی آنکھوں میں پیتے وقت پانی بھر آتا تھا۔ لیکن اسی شراب کے دو تین جام لبالب بھر کر مہاراجہ نے پے در پے نوش کئیے۔ اور ذرا بھی منہ نہ بگاڑا۔ دوسرے دن صبح کو باڑہ کا انتظام مہاراجہ نے اس طرح پر کیا۔ کہ چہار طرف فوج سے احاطہ باندھ کر تمام مخلوق کو بیچ میں لے لیا۔ اور چار پانچ راستوں سے خلقت کو ایک ایک اور دو دو روپیہ دیکر نکالنا شروع کیا۔ ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ کو اس طرح پر باڑہ میں خیرات دیگئی۔ پھر دوپہر کے بعد سردار شام سنگھ اٹاری والہ کی طرف سے مفصلہ ذیل جہیز کی اشیاء نکال کر دکھلائی گئیں :۔

۱۰۱ راس گھوڑے معہ کل سازوسامان زرین زیورات طلائی و نقرئی سے آراستہ و پیراستہ ۔ ۱۰۱ گاؤ مادہ معہ زیورات نقرئی و طلائی سے پُر ۱۰۱ گاؤ میش ۱۰ اشتر زیورات جڑاؤ و طلائی۔ ہزار ہا روپیہ کے سونے چاندی کے برتن۔

۱۱ زنجیر فیل معہ جھول زرین و ہودج نقرئی و طلائی۔ ۵۰۰ جوڑی بہت نفیس اور بیش قیمت اور لاکھوں روپیہ کے قیمتی جواہرات و پارچات ریشمین و کمخواب بنارسی وغیرہ۔ کشمیری دوشالوں کی۔ اور علاوہ اس کے زیور وغیرہ مستورات کے پارچات کا کچھ شمار نہیں۔ کہ کسقدر دیئے گئے بعد ازاں شام کو پھر بہت سی آتشبازی چلائی گئی۔ اور آج کے دن کی آتشبازی پہلے دن سے بہت چڑھ کر تھی۔ ایک ایک چھڑی میں سے قسم قسم کے رنگ اور طرح طرح کے پھول جھڑتے تھے۔ پھر تمام رات محفل نشاط مجلس رہی۔ دور دور کی طوائفیں آئی ہوئی تھیں۔ کوئی ناچنے میں ستم انبساط گرم رہی۔ ناچ رنگ ہوتا رہا۔ شراب کا دور چلتا رہا۔ کرتی تھی۔ تو کوئی گانے میں غضب ڈھاتی تھی۔ کوئی نرت اچھا کرتی تھی۔ تو کوئی تان خوب توڑتی تھی۔ غرض تمام رات یہی کیفیت رہی کہ ٹھمری۔ ٹپہ۔ غزل۔ شہانا۔ لاونی۔ خیال۔ دھرپت۔ ترانا اور ہر ایک راگ مالکوس۔ ہنڈول بسنت۔ بھیرو۔ کانگڑہ۔ پیرج کہاج۔ سوہنی پربھادتی وغیرہ کی سہریں بھری جاتی رہیں اور تانیں لوٹتی رہیں۔ عاشق مزاج لوگ تیر مژگان کے گھایل ہوتے رہے۔ آخرکار اسیطرح عیش و عشرت میں رات بسر ہوئی۔ جب شفق پھولی صبح

نمودار ہوئی۔ تو جلسہ برخاست ہؤا۔ اور چلنے کی تیاری ہوئی۔ دُلہن کو سونے کی پالکی میں سوار کرایا گیا۔ اور شام سنگھ اٹاری والہ نے مہاراجہ اور اُس کے ہمراہی سرداروں کو علے قدر مراتب ایک ایک خلعت فاخرہ دیکر رخصت کیا۔ پھر مہاراجہ کے سامنے ہاتھ باندھکر کھڑا ہو کے نہایت عجز و انکساری سے ملتمس ہؤا کہ میں بمقابلہ سرکار عالی تبار کے ایک ادنےٰ سا آدمی ہوں۔ مجھسے سرکار دولتمدار کی تواضع و مدارات کب ہوسکتی تھی۔ مگر یہ حضور کی عین کرم گستری اور قدردانی ہے۔ کہ مجھ جیسے ناچیز کے غریب خانہ کو قدوم میمنت لزوم سے اعزاز و افتخار بخشا۔ اور میری روکھی سوکھی کو بھی قبول کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس شادی میں سردار شام سنگھ نے ہر ایک کام کو اپنی حیثیت سے بہت بڑھکر کیا۔ اور اپنے مہمانوں کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ دو شب بارات کو اپنے ہاں رکھا۔ اور ضیافت کا تمام سامان باِفراط بہم پہنچایا۔ الغرض مہاراجہ بہادر اپنے نبیرہ کنور **نونہال سنگھ** کو بڑی دھوم دھام کے ساتھ بیاہ کر واپس لاہور آیا۔ اور چونکہ ہولی کا تہوار بہت نزدیک تھا۔ اسلیئے کسی مہمان کو ہولی تک رخصت نہ کیا۔ پہلے مہاراجہ نے لاہور پہنچ کر ۱۲۔ تاریخ کی شام کو شالا باغ میں ایک بڑا بھاری جلسہ کیا۔

مہاراجہ کا کنور نونہال سنگھ کی شادی کرکے واپس لاہور آنا اور شالا مار باغ میں جلسہ کرنا۔

جس کی تیاری میں شالا باغ کی دیواروں اور کل روشوں پر دو دو تین تین قطاریں چراغوں کی روشنی کی۔ اور دس دس بارہ بارہ چراغ چھوڑ کہ ہر ایک قطار میں رنگ برنگی فانوس اور قندیلیں رکھی گئیں۔ یوروپین مہمانوں کو خاص اُس سنگ مرمر کی بارہ دری کی چھت پر جو شاہجہان کے سنگ مرمر والی نشستگاہ کے سامنے ہے زردوزی کا شامیانہ نصب کرکے ڈنر پارٹی اور ڈانس دیا گیا۔ اور دیسی سرداروں و جاگیرداروں کے لیئے بھی علیحدہ محفل رقص و سرود گرم کی گئی۔ تمام رات فوارے چھوٹتے رہے۔ پانی جھرنوں سے چھن چھن کر حوض میں گرتا رہا۔ چراغوں کی روشنی کا پانی میں عکس پڑنا ایک عجیب و غریب نظارہ پیدا کرتا تھا۔ ایک طرف یوروپین لیڈی صاحبان پری پیکران کا نہایت قیمتی اور چمکدار رنگ برنگی ڈریس یعنی گون میں نہایت ناز و انداز سے شیری شمپین اور کلارٹ کے جام نوش کرکے صاحب لوگوں کے ساتھ بازو میں بازو ڈالے ہوئے روش پر ٹہلنا۔ اور اٹھکیلیاں کرنا اور ڈال ڈال و پتے پتے کی خوشبو لیتے پھرنا۔ ادھر دیسی رقاصہ اور ارباب نشاط لوگوں کا زیورات طلائی و جڑاؤ سے پیوستہ اور آراستہ ہو کر زریں پیشواز پہن کے مثل ماہتاب کے محفل میں آنا۔ اور سکھ سرداروں کو اپنے زت اور بھاؤ و خوش گلو آواز سے ٹھمری۔ ٹپہ غزل اور خیال سنا سنا کر فریفتہ کرنا بالکل پرستان کا سا سماں دکھلا رہا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا۔ کہ گویا اندر کا اکھاڑہ اُس روز شالا باغ میں ہی اُتر آیا ہے۔ جب رات زیادہ گئی۔ تو میم صاحبان رخصت کی گئیں۔ مگر صاحب لوگ اس مقام پر جہاں سکھ سرداروں کا دربار لگا ہؤا تھا بلائے گئے۔ اور تمام رات ناچ و رنگ کا تماشہ ہوتا رہا۔ اور مہاراجہ اپنے انگریزی مہمانوں کے ساتھ مخلی بالطبع ہو کر مذاق آمیز گفتگو کرتا رہا۔ اور سب کو شراب کا جام پلا پلا کر خوش ہوتا رہا۔

مہاراجہ کا جنگی لاٹ صاحب کو باغات دکھلانا اور ملاقات بازدید کے لیئے اُنکے ہاں جانا

دوسرے روز مہاراجہ نے جنگی لاٹ صاحب کو اپنے ساتھ لیجا کر اپنے تمام باغات

اور لاہور کے مشہور مشہور عمارات کا سیر کرایا۔ ۱۴ کو مہاراجہ نے خود لاٹ صاحب کے خیمہ میں جاکر ملاقات بازدید کی رسم ادا کی۔ اور دوران ملاقات میں صدہا طرح کے پولیٹکل اور پیچیدہ پیچیدہ معاملات کے سوال کیئے۔ جن میں سے بعض بعض کا جواب دینے میں جنگی لاٹ صاحب کو بہت غور و خوض کے ساتھ جواب دینا پڑا۔ مہاراجہ کے سوالات عموماً اس قسم کے تھے۔ کہ ہندوستان میں سرکار انگریزی کی جنگی طاقت کسقدر ہے؟ کیا فارس کی طاقت روس کو اگر وہ اسطرف آوے۔ مدد دینے کو کافی ہے؟ کیا روس کا فارس سے مل جانا درحقیقت انگریزی سلطنت کے لیئے مضر ہے؟ اور اگر ایسا ہے۔ تو کن وجوہات سے؟ وغیرہ وغیرہ ✣ بعد ازآں سرکار انگریزی کی طرف سے جنگی لاٹ صاحب نے مہاراجہ کے سامنے یہ تحفہ جات پیش کیئے:۔ ایک زنجیر فیل۔ ۸ راس اسپ۔ ایک بندوق دونالی اور ایک یک نالی و ایک پستول و ۵۱ کشتیاں زیورات و پارچات کی۔ پھر ان رسومات اتحاد آمیز کے ادا ہونے کے بعد مہاراجہ ہاتھی و توپخانہ کے متعلق ذرا ذرا سی بات بھی پوچھتا رہا۔ گھوڑوں کا ساز کہاں اور کس ملک سے آتا ہے۔ یہ توپیں کہاں ڈھالی جاتی ہیں کسقدر گولہ ان میں پڑتا ہے؟ ۱۶۔ مارچ کو مہاراجہ نے لاٹ صاحب کو اپنی ۱۸ ہزار فوج کی قواعد کا جنہوں نے بالکل انگریزی قطع کی وردیاں پہنی ہوئی تھیں اور قواعد بھی انگریزی افسران کی ماتحت سیکھی تھی۔ ملاحظہ کرایا۔ لاٹ صاحب سکھ فوج کی قواعد دانی اور چستی و چالاکی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر ۱۷ کو انگریزی فوج کی قواعد کا مہاراجہ نے امتحان لیا۔ اور توپ کا ایسے وقت میں جب گھوڑے نہایت تیزی سے جارہے تھے دفعتاً زمین پر پھینکا جانا اور اس کے پرزوں پرزوں کا ایک لمحہ میں جدا ہوجانا اور پھر جڑ جانا دیکھکر مہاراجہ بالکل اچنبھے میں رہ گیا۔ اور پہلے تو اس نے صرف یہی سمجھا کہ شاید گھوڑوں کے ساز کا کوئی تسمہ ٹوٹ گیا تھا یا کسی پہیہ کے دھرے میں فرق آگیا تھا۔ لیکن جب دوبارہ اسیطرح پرزے پرزے جدا کر کے دکھلائے گئے۔ اور پھر ایک لمحہ میں توپ جوڑ جاڑ کر تیار کر دیگئی۔ تو مہاراجہ کو یقین آیا۔ اور کہا۔ کہ واقعی یہ لوگ ستم کرتے ہیں۔ ۱۸ کو بھی انگریزی توپخانہ کی نشانہ بازی کا امتحان لیا گیا۔ چارسو گز پر ایک چھاتہ رکھا گیا۔ جس کو انگریزی گولہ اندازوں نے پانچ چھ فیروں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑا دیا۔ مہاراجہ انگریزی فوج کی قواعد دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور بارہ سو روپیہ توپخانہ کی سپاہ کو اپنی طرف سے انعام میں دیا ✣

لیڈی صاحبان کا رنواس میں جانا اور رانیوں سے ملنا۔

۱۹۔ تاریخ کو لیڈی صاحبہ کی معہ اور میم صاحبان کے قلعہ کے اندر ثمن برج میں مہارانی اور رانیوں سے ملاقات ہوئی۔ اندر سوائے مہاراجہ کے اور کوئی دوسرا مرد لیڈی صاحبان کے ساتھ نہیں جانے پایا۔ مہارانی نکائین مادر مہربان شہزادہ **کھڑک سنگھ** نے معہ اور رانیوں کے اپنے مہمانوں کا محل کے دروازہ تک استقبال کیا۔ اور بڑے تپاک سے لیجا کر ان کو سونے چاندی کی کرسیوں پر بٹھلایا۔ ادھر لیڈی صاحبان کا مکھڑا اپنے سادے قیمتی ساٹن وغیرہ کے ڈریس میں مثل ماہتاب کے چمک رہا تھا۔ ادھر رانیوں کا چہرہ ان کی زرّین پوشاک اور طلائی و جڑاؤ زیورات و جواہرات میں مثل آفتاب کے دمک رہا تھا۔ اور دونوں اجنبی قوموں کی نظر

ایک دوسرے کے لباس اور زیورات پر نہایت جانچ و پڑتال سے پڑ رہی تھی۔ الغرض کچھ عرصہ تک باہم محبت آمیز و فرحت انگیز گفتگو ہوتی رہی۔ بعد ازاں مہارانی صاحبہ نے اپنی انگریزی بہنوں کو نہایت خوبصورت اور قیمتی تحفہ جات دیکر رخصت کیا۔

ہولی کا تیوہار۔

۲۲۔ مارچ کو ہولی کا تیوہار تھا۔ اس روز حسب معمول بڑی دھوم دھام ہوئی۔ اور مہاراجہ نے اپنے ہاتھ سے **سر ہنری فین صاحب** کمانڈر انچیف افواج ہند پر جو اس جلسہ میں خاص طور پر شریک کیے گئے تھے گلال اور رنگ ڈالا۔ اور ہر ایک سردار آپس میں ایک دوسرے پر گلال اور قمقمے پھینک پھینک کر ہولی کھیلتا رہا۔ اور خوش ہوتا رہا۔

انگریزی مہمان رخصت ہوئے۔

الغرض ۲۷۔ تاریخ کو انگریزی مہمانوں کو مہاراجہ نے رخصت کیا۔ اور جنگی لاٹ صاحب نے مہاراجہ سے الوداعی ملاقات اُسوقت کی جب وہ اپنی شاہانہ مسند پر بیٹھا ہؤا اپنے پالتو کبوتروں کو اپنے سامنے فرش پر دانا کھلا رہا تھا۔ اور ان کے کلول دیکھ رہا تھا۔ مہاراجہ نے لاٹ صاحب سے ہاتھ ملایا۔ اور کہا۔ کہ میں آپ لوگوں کا بہت مشکور ہوں۔ جو آپ لوگ میری شادی اور غمی میں میرے ساتھ شامل ہو کر مجھکو ممنون فرماتے ہیں۔ علے ہذا لاٹ صاحب نے بھی مہاراجہ کی مہمان نوازی اور انگریزوں کی قوم پر غایت درجہ کی مہربانی اور التفات نظری کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ اور کہا۔ کہ عموماً تمام سیاحان فرنگ جو پنجاب میں آئے ہیں۔ ولایت میں واپس جاکر ہمیشہ مہاراجہ کی مسافر پروری و مہمان نوازی کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ مہاراجہ نے لاٹ صاحب کو رخصت ہوتے وقت ایک زنجیر فیل و چند راس گھوڑے و ایک قبضہ تلوار اور بہت سے کشمیری قیمتی دوشالے نذر کیئے۔ اور شہزادہ شیر سنگھ کو دریائے بیاس تک لاٹ صاحب کو پہنچانے کے لیئے ہمراہ بھیجا۔

انہی ایام میں ابھی لاٹ صاحب رخصت نہیں ہوئے تھے۔ کہ سردار پیر محمد خاں سلطان محمد خاں کا بھائی ۱۲ ہزار افغانوں کے ساتھ مہاراجہ کی خدمت میں آداب بجا لانے کے لیئے حاضر ہؤا۔ اور کوہ نور نامی ایک مشہور گھوڑا جس کے لیئے مہاراجہ کی مدت سے خواہش تھی۔ معہ ایک قبضہ تلوار خراسانی جس کی قیمت دس ہزار روپیہ تھی مہاراجہ کی نذر کیا۔

سردار ہری سنگھ نلوہ کا جمرود پر قبضہ کرنا اور امیر کابل سے لڑنا۔

اسی زمانہ میں جب مہاراجہ کنور **نونہال سنگھ** کی شادی میں مصروف تھا۔ تو سردار ہری سنگھ نلوہ نے جمرود کے قلعہ پر جو خیبر کے دروازہ پر ہے۔ قبضہ کر لیا تھا۔ مگر جب یہ خبر دوست محمد خاں امیر کابل کو معلوم ہوئی۔ تو اس نے کمال غضب کے ساتھ جمرود پر فوجکشی کرنیکا حکم دیا۔ اور عام اشتہار دیا۔ کہ میں سکھوں سے اسلام کے واسطے مذہبی لڑائی لڑنا چاہتا ہوں۔ جس شخص کو اس دینی لڑائی میں شامل ہو کر ثواب حاصل کرنا ہو۔ اپنے اپنے ہتھیار لیکر میرے ساتھ آملے۔ اُدھر اتنے میں ہی یہ اشتہار

دیکھتے ہی حاجی خاں کاکڑہ نامی ایک افغانی سردار دس ہزار ملکھیہ فوج جمع کرکے درہ خیبر سے نکل کر جمرود کے پاس باارادہ جنگ آن اُترا۔ چنانچہ سردار ہری سنگھ نلوہ یہ خبر سنتے ہی فوراً سرکاری فوج کو لیکر وہاں پہنچا۔ اور اس سے مقابلہ آراہؤا پہلے دن سکھوں نے فتح پائی اور افغانوں کا بہت نقصان ہؤا۔ لیکن جب دوسرے دن افغانوں نے سکھوں پر دوبارہ اچانک حملہ کیا۔ تو اس میں اُن کو شکست ہوئی۔ جب یہ خبر مہاراجہ کے پاس لاہور پہنچی۔ تو اُس نے فوراً فوج کو پشاور کی روانگی کا حکم دیا۔ اور خود بھی اپنے بڑے بڑے بہادر سرداروں کے ساتھ اُس طرف کو کوچ کیا۔ اتنے میں سردار ہری سنگھ نلوہ نے پھر حاجی خاں کاکڑہ کو شکست دی۔ اور پسپا کرکے خود پشاور آیا۔ مگر پیچھے سے دوست محمد خاں کی فوج آپہنچی اور اُس نے درہ خیبر سے نکل کر جمرود کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ اُس وقت قلعہ میں مہان سنگھ سردار ہری سنگھ نلوہ کا منہ بولا بیٹا ایک تھوڑی سی فوج کے ساتھ موجود تھا۔ اُس نے افغانوں کے حملہ کو نہایت گرمجوشی سے روکا۔ اور برابر ترکی بہ ترکی جواب دیتا رہا۔ جس سے پٹھانوں کا بہت نقصان ہؤا۔ لیکن جب پٹھانوں نے بہت اچھے اچھے موقعوں پر مورچے لگاکر آگ برسانی شروع کی۔ تو قلعہ کے اندر کی فوج تنگ آگئی۔ علاوہ ازیں قلعہ کے اندر پانی کی قلت نے بھی سکھ فوج کو ہراساں کردیا۔ اتنے میں افغان قلعہ کا ایک بازو گرانے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن اُنکو سکھوں کے مقابلہ میں اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ مہان سنگھ نے اُس طرف کے بازو کو جو افغانوں نے توڑ ڈالا تھا۔ جا روکا۔ اور جب افغانوں نے اُس راستے سے حملہ کرکے اندر آنا چاہا۔ تو اوپر سے سکھوں نے اپنی تمام بندوقیں اور توپیں ایک ہی دفعہ دشمن پر سَر کیں۔ جس سے پانسو افغانوں کو ایک دم سے گرادیا۔ اور آخر کار پٹھان تاب مقابلہ کی نہ لاکر پیچھے کو ہٹ گئے جب یہ خبر سردار ہری سنگھ نلوہ کو پہنچی۔ تو پہلے اُس نے ایک ہفتہ تک لاہور کی فوج آنیکا انتظار کیا۔ لیکن جب وہاں سے فوج نہ آئی۔ تو ہری سنگھ نے پشاور کی تمام فوج جمع کرکے فوراً جمرود کی طرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچتے ہی افغانوں پر آگ برسانی شروع کردی۔ دو گھنٹہ تک سخت لڑائی ہوئی۔ اور پٹھان بھی سکھوں کا دنداں شکن جواب دیتے رہے۔ لیکن آخر کو بہادر سکھ غالب آئے۔ اور پٹھان پیچھے کو ہٹنے لگے۔ حتےٰ کہ بالکل پیٹھ دکھاکر بھاگ نکلے۔ سردار ہری سنگھ نے علی مسجد تک اُن کا تعاقب کیا۔ اور سینکڑوں کو کھیت رکھا لیکن چونکہ یہاں پہنچنے پر شام ہوگئی اور اندھیرا پڑ گیا۔ اسلئے پٹھان بے اختیار ہوکر بھاگے اور اپنا تمام مال و اسباب وہیں چھوڑ گئے۔ سکھوں نے حسب عادت اُن کا تعاقب چھوڑ دیا۔ اور اسباب کی غارت میں مصروف ہوگئے۔ اور سردار ہری سنگھ نلوہ صرف دو چار خاص خاص نوکروں اور اردلی سپاہیوں کے ساتھ میدان میں کھڑا رہ گیا۔ بھاگتے ہوئے افغانوں نے جب دیکھا کہ سکھ فوج لوٹ میں مصروف ہے۔ فوراً موقع پاکر پیچھے کو لوٹ آئے۔ اور پہلے سردار ہری سنگھ پر حملہ کیا۔ سردار کی چھاتی میں گولی لگی۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ پھر دوسرے لوٹتے ہوئے سکھوں پر جا پڑے۔ اندھیرے میں سکھ بہادروں کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور آخر کار لوٹ کا تمام مال وہیں چھوڑ کر پیچھے کو ہٹے جب وہاں آئے جہاں سردار ہری سنگھ نلوہ گرا پڑا تھا۔ تو اُس کو اُٹھاکر ہاتھی پر ڈال کے قلعہ جمرود میں لے آئے۔ یہاں آکر

سردار ہری سنگھ نلوہ کا مارا جانا۔

سردار ہری سنگھ نلوہ کی جان نکل گئی۔ مگر اُس کے بیٹے مہاں سنگھ نے بڑی عقلمندی کی۔ کہ اپنے باپ ہری سنگھ نلوہ کے مرجانے کا راز فاش نہ کیا۔ ورنہ یہ ممکن نہ تھا۔ کہ سردار ہری سنگھ نلوہ کے مرجانے کی خبر پاکر پٹھان پھر زور نہ ڈال دیتے۔ یا سکھ فوج بھی ہراساں نہ ہو جاتی۔ سردار ہری سنگھ نلوا ایک بڑا بہادر اور جوانمرد سپاہی شخص تھا۔ اِس نے پیشاور اور یوسف زئی کے ملک کا بہت عمدہ انتظام کیا۔ پٹھان کی قوم اُس کے نام سے کانپتی تھی۔ بلکہ کابل اور پیشاور کے گرد نواح میں ابتک یہ حال ہے۔ کہ افغانوں کی ماں اپنے روتے ہوئے بچوں کو "ہریا آگیا" یعنی ہری سنگھ کے نام کا خوف دلا کر چپ کرا دیتی ہیں۔

ہری سنگھ نلوہ کی وفات کا راز فاش نہ کیا جانا

موّرخوں کا تو یہ قول ہے کہ مہاں سنگھ نے سردار ہری سنگھ کی نعش کو چپ چاپ جلا دیا۔ اور یہ راز مطلق فاش نہ کیا۔ لیکن سردار ہری سنگھ کے ایک خاص نوکر کا جو اُس لڑائی میں موجود تھا۔ یہ بیان ہے کہ سردار ہری سنگھ نلوہ کی نعش کو مہاں سنگھ نے پیٹ چاک کر کے تیل میں ڈال کر اُس کے خیمہ میں اُسوقت تک رکھ چھوڑا تھا جبتک کہ لاہور سے امدادی فوج نہ پہنچگئی۔ اور اِس خیمہ میں سوائے دو چار آدمیوں کے جنپر اعتبار تھا اور کوئی نہیں جانے پاتا تھا۔ روز کھانا تیار ہوتا۔ اور حسب معمول تھال لگ کر خیمہ میں سردار ہری سنگھ نلوہ کے واسطے لانگری (خانساماں) لے جاتا۔ اور وہاں خود دو چار لقمہ کھا کے باہر آکر یہ مشہور کرتا۔ کہ آج سردار صاحب کی طبیعت بہ نسبت کل کے اچھی ہے۔ بلکہ آج اُنہوں نے آدھا پھلکا بھی کھایا ہے۔ دوسرے روز یہ کہتا کہ آج ایک پھلکا کھایا ہے۔ اسیطرح جبتک پیچھے سے فوج نہ آگئی راز مطلق فاش نہ کیا گیا۔ اور تمام فوج کو تسلّی اور دلبری دیجاتی رہی ؀

مہاراجہ کا پیشاور فوج بھیجنا اور سردار ہری سنگھ کی وفات کا رنج کرنا۔

اُدھر جب یہ خبر مہاراجہ کو پہنچی تو اُس کو اپنے ایسے بہادر اور لایق سردار کے مارے جانیکا جو اُس کا دلی خیر خواہ اور نمک حلال نائب اور لڑکپن کا ساتھی تھا سخت قلق گذرا۔ فوج تو پیشاور کی طرف مہاراجہ پہلے ہی روانہ کر چکا تھا۔ لیکن ہری سنگھ جیسے بہادر اور اولوالعزم سپہ سالار کے مارے جانے سے مہاراجہ کے دل میں پیشاور کی طرف سے بہت ہی تشویش پیدا ہو گئی۔ اور یہ خیال کر کے کہ کہیں افغان لوگ درہ خیبر سے نکل کر پیشاور پر قبضہ نہ کر لیں۔ اور میری کری کرائی محنت برباد ہو جاوے۔ فی الفور راجہ دہیان سنگھ و سوچیت سنگھ وغیرہ کو ایک فوج دیکر حکم دیا۔ کہ میرے پہنچنے سے پیشتر بہت جلد پیشاور پہنچکر افغانوں کا قرار واقعی انتظام کرو۔ اور مجھے بھی آیا سمجھو۔ چنانچہ راجہ دہیان سنگھ فوراً روانہ ہوا۔ لیکن فتح خاں نامی افغان مالک تہکال نے بہت سا روپیہ جمع کر کے اُس کا راستہ روک لیا۔ مگر سکھوں کی فوج نے اُس کے خوب دانت کھٹے کئے اور تمام ملکھیہ پسپا ہو کر بھاگ گیا۔ راجہ دہیان سنگھ نے اُن کا تعاقب کیا۔ اور قلعہ گیلاس کو فتح کر کے بکوچ بلغر پیشاور پہنچا اِس فوج کے پہنچتے ہی پیشاور میں امن ہو گیا۔ اور مہاں سنگھ قلعدار جمرود کو جس نے فوج کے انتظار میں نہایت عقلمندی کے ساتھ اپنے باپ سردار ہری سنگھ نلوہ کے مارے جانے کی خبر کو پوشیدہ رکھنے سے ابتک قلعہ کو بچا رکھا تھا۔ تسلی حاصل ہوئی اور فوج جو قلعہ کے اندر تھی۔ اندر باہر جانے لگی۔ کہتے ہیں۔ کہ جسوقت یہ فوج قلعہ جمرود میں پہنچی۔ مہاں سنگھ نے اپنے باپ کے مرجانے کا راز فاش کیا۔ اور اُس کا جنازہ خیمہ میں سے بڑی دہوم دہام کے ساتھ نکالا۔ تمام سکھ سرداران معہ راجہ

دہیان سنگھ وغیرہ کے سر ننگے ماتم کرتے ہوئے جنازہ کے ساتھ ہوئے۔ بلکہ بعض کا تو یہ بھی قول ہے۔ کہ اسوقت تک مہاراجہ بھی بکوچ بلغر پیشاور پہنچ گیا تھا۔ اور وہ خود اپنے دلی دوست اور خیرخواہ نائب کے جنازہ کے ساتھ ماتم میں شریک ہوکر اس سردار مغفور کی یادگار میں اُس کی سمادھ ابتک قلعہ جمرود میں قایم ہے۔ اس شخص کے نام سے پٹھانوں کی روح قبض ہوتی تھی اور پٹھانوں کو یہ بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور ہمیشہ اُن کو بزدل خیال کرتا تھا۔

سکھوں نے پٹھانوں کو شکست دی۔ اور جمرود میں فتح گڈہ نامی دوسرا قلعہ تعمیر ہوا

ادھر کورٹ صاحب اور گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ وغیرہ درہ خیبر تک بڑھے چلے گئے۔ اور وہاں سکھوں کی افغانوں کے ساتھ ایک سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن آخر میں خالصہ جی کی تلوار ایسی چلی۔ کہ پٹھانوں کو بھاگتے ہوئے۔ راستہ نظر نہ آیا۔ راجہ دہیان سنگھ نے بنظر استحکام سرحد قلعہ جمرود کے پاس ایک اور قلعہ کی بنیاد رکھی۔ جسکا نام فتح گڈہ رکھا۔ کہتے ہیں۔ کہ اس قلعہ کی تعمیر میں تمام سپاہ شریک ہوئی۔ بلکہ راجہ دہیان سنگھ اپنے آقا کی خدمتگذاری میں خود اپنے ہاتھ سے اینٹیں ڈھوتا تھا۔ اور رات دن لگ کر اس قلعہ کی تعمیر کا کام نہایت سرعت کے ساتھ انجام تک پہنچایا گیا۔ الغرض مہاراجہ پیشاور کا انتظام جنرل اوٹیبل صاحب اور راجہ گلاب سنگھ کے سپرد کر کے واپس لاہور آیا۔ اور یہاں مہاراجہ کے پاس کالوجی وغیرہ سرداران نیپال مہاراجہ نیپال کیطرف سے تحفہ جات لیکر پہنچے۔ مہاراجہ نے اُن کی بڑی خاطر کی۔ اور اپنی مہمان نوازی سے اُن کو خوش کر کے چند روز کے بعد مہاراجہ نیپال کے لئے پنجاب کے چند تحایف عجیبہ دیکر رخصت کیا۔

ملتان کی گرد و نواح میں بغاوت

اسی سال بھادوں کے مہینے میں ملتان کی طرف سے خبر آئی۔ کہ اُس نواح کے مسلمانوں نے جہاد کے ارادہ سے موضع رجبیاں کے متصل ایک بڑا بھاری مجمع کیا ہے۔ اور بہرام خاں مزاری اُسکا سرگروہ بنا ہے۔ میر رستم خاں سندہی نے بھی اُنکو روپیہ پیسہ سے بہت مدد دی ہے۔ اب اُن کا ارادہ ہے۔ کہ ملتان پر یورش کریں۔ مہاراجہ نے اس خبر کے سنتے ہی فوراً دیوان ساونمل صوبہ ملتان کے نام اس مضمون کا ایک سخت تاکیدی پروانہ بھیجا۔ کہ اگر تم پہلے سے انتظام کرتے۔ تو اسقدر جہادیوں کا مجمع جمع نہ ہونے پاتا۔ اب چونکہ تمہاری غفلت سے ایسا ہوا ہے۔ اس کا انتظام بھی خود تمہیں کو کرنا پڑیگا۔ ہمارے یہاں سے کچھ مدد نہیں ملیگی۔ چنانچہ یہ حکم پہنچتے ہی دیوان ساونمل نے توپخانہ اور فوج لیکر جہادیوں پر چڑھائی کر دی۔ اور وہاں پہنچکر تمام مجمع پر آگ برسانا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت سے جہادی تو مارے گئے۔ اور باقی کے سب بھاگ گئے۔ مہاراجہ یہ خبر سنکر بہت خوش ہوا۔ اور دیوان ساونمل کی بہادری کی داد میں اس کے نام اپنی خوشنودی مزاج کا ایک پروانہ جاری کیا۔

بغاوت فرو ہوئی

دیوان ساونمل کا چال چلن

دیوان مذکور ذات کا کھتری اکال گڈہ کا رہنے والا تھا۔ اور اس نے اپنی ذاتی لیاقت و شجاعت کے کاموں سے مہاراجہ کے دربار میں بڑی عزت و آبرو حاصل کی تھی حتےٰ کہ ملتان کا صوبہ مقرر ہو گیا تھا۔ جس نواح میں اس کا نام انصاف اور عدل کیلئے ابتک نوشیرواں سے کچھ کم مشہور نہیں۔ یہ ایک نہایت منتظم آدمی تھا۔ اور اسکا رعب و دبدبہ اسقدر تھا۔ کہ چور و رہزن اس کے علاقہ میں جاتے کانپتے تھے۔ اور اس کے نام کی دہائی پھر گئی تھی۔ ڈاکو اور چور چکار لوگوں کا یہ حال تھا۔ کہ جہاں کسی نے دیوان ساونمل

کی دوہائی دی ہے چوری کا مال چھوڑکر بھاگ جاتے تھے۔ اس کے وقت میں ملتان کے گردو نواح میں اگر کسیکا مال ایک تنکا بھر بھی گر پڑتا۔ مجال کیا تھی۔ کہ کوئی اٹھا لیتا۔ اس کے انصاف کے گیت بنے ہوئے اُس گردو نواح میں اب تک گائے جاتے ہیں۔ مہاراجہ کا بھی یہ کمال درجہ کا فرمانبردار اور خیر خواہ نوکر تھا۔ مگر افسوس کہ اُس کے بعد اُسکی بیٹے نے اپنے تئیں ایسا نیک نام نہ رکھا۔ جیسا کہ اُس کا باپ تھا۔ اور اپنے مالک سے بمقابلہ پیش آنے کے نتیجہ میں مقید ہو کر جلا وطن کیا گیا۔

کپتان برنس صاحب کابل بھیجے گئے۔

اسی سال میں گورنمنٹ ہند نے کپتان برنس صاحب کو جنہوں نے پہلے ۱۸۳۱ء میں بھی بخارا تک سفر کیا تھا اور مہاراجہ کیواسطے بادشاہ انگلستان کیطرف سے تحفہ جات لیکر آئے تھے۔ دوست محمد خاں امیر کابل کے ساتھ معاملات تجارت کی سہولیت اور عہد نامہ سابقہ کے استحکام کے لیئے روانہ کیا۔ مگر جب صاحب موصوف کابل میں پہنچے۔ تو دوست محمد خاں نے سفیر انگریزی کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ اور پہلے سرکار انگریزی سے پیشاور پر اپنا استحقاق ظاہر کرکے مہاراجہ لاہور کے برخلاف امداد کی درخواست کی۔ مگر چونکہ گورنمنٹ انگریزی کا مہاراجہ کے ساتھ عہد ہوچکا تھا۔ کہ ستلج کے پار مہاراجہ کے برخلاف سرکار انگریزی کبھی قدم بڑھانیکا ارادہ نہ کرے گی۔ اس وجہ سے اس معاملہ میں سرکار انگریزی نے امیر کابل کو صاف جواب دیدیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُس نے ناراض ہوکر شاہ روس سے سازش کرنیکا ارادہ کیا۔ بلکہ ابھی کپتان برنس صاحب کابل میں ہی تشریف رکھتے تھے۔ اور کسی بات کا قطعی طور پر فیصلہ نہیں ہونے پایا تھا۔ کہ یکایک روس کا ایلچی بھی وہاں نمودار ہوا۔ جس کی تواضع و مدارات میں دوست محمد خاں نے بڑی گرمجوشی دکھلائی۔ یہ شخص کپتان ونکوچ نامی روس کے کونسل جنرل مقام اورنبرگ کا مصاحب اعلیٰ یعنی اڈی کانگ تھا۔ اور کاونٹ سیمانیچ روسی سفیر دربار طہران کی طرف سے امیر کابل کے نام ایک خط لایا تھا۔ جسکا صرف یہ مضمون تھا۔ کہ "آپ حامل کا اپنی ہر ایک رازداری کے معاملہ میں اعتبار کریں اور اُس کو بالکل میری جگہ خیال کریں۔ بلکہ اس کا ہر ایک لفظ گویا میری زبان کا خیال کریں۔"

دوست محمد خاں کے پاس روسی ایلچی آیا

آخرکار جب گورنمنٹ کو یہ سارا حال معلوم ہوا۔ تو اُس نے شروع سمت ۱۸۹۵ بکرمی (اپریل ۱۸۳۹ء) میں کپتان برنس صاحب کو کابل سے واپس بلا لیا۔ اور دوست محمد خاں کو اُس کی گستاخی کی سزا اس طرح پر دینی چاہی۔ کہ بامداد مہاراجہ لاہور دوست محمد خاں پر فوجکشی کرکے اسکو کابل کے تخت سے معزول کیا جاوے اور بجائے اُس کے شاہ **شجاع الملک** کو جو وہاں کا اصل وارث ہے اس شرط پر کابل کا تخت پھر واپس دیا جاوے۔ کہ وہ ہمیشہ سرکار انگریزی اور دربار لاہور کا دوست رہیگا۔ اور غیر ممالک کے سلاطینوں سے کسی قسم کا رابطہ اتحاد نہ قایم کریگا۔ مگر قبل اس کے کہ یہ گفتگو شاہ **شجاع** سے شروع کیجاوے اس معاملہ میں مہاراجہ کی بھی رائے لینا ایک ضروری امر تھا۔ اسلیئے گورنمنٹ ہند کی طرف سے مئی ۱۸۳۸ء میں مفصلہ

کپتان برنس صاحب واپس بلائے گئے اور دوست محمد خاں کو معزول کرکے شاہ شجاع کو اس کی جگہ قایم کرنے کی تجویز۔

ذیل یوروپین افسران مہاراجہ کی خدمت میں اس مشورہ کے لیئے روانہ کیئے گئے :-

مسٹر میگناٹن صاحب پولٹیکل سیکرٹری گورنمنٹ ہند۔ کپتان ویڈ صاحب پولٹیکل ایجنٹ لدھیانہ۔ کپتان آسبورن صاحب فوجی سیکر گورنمنٹ ہند۔ ڈاکٹر ڈرمنڈ صاحب و کپتان میگریگر صاحب +

مہاراجہ کے پاس افسران کی اجازت کے لیئے سفارت انگریزی کا آنا

چونکہ اُسوقت مہاراجہ صاحب آدینہ نگر میں تشریف رکھتے تھے۔ اسلیئے سفارت کا آنا بھی وہیں قرار پایا جب آدینہ نگر دو پڑاؤ رہ گیا۔ تو کنور پرتاب سنگھ خلف شہزادہ شیر سنگھ نبیرہ مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر نے جس کی کل سات سال کی عمر تھی۔ زریں لباس سے ملبوس و جواہرات و زیورات مرصع پہنے ہوئے چھوٹے چھوٹے ہتھیاروں سے مسلح سفید گھوڑے پر جو حنا سے رنگا ہوا تھا سوار دو تین سو سواران ہمرکاب کے ساتھ بڑے تپاک سے سفارت کا استقبال کیا۔ جب آدینہ نگر ایک مقام کے فاصلہ پر رہ گیا۔ تو شہزادہ مذکور نے صاحبان سفارت سے اسلیئے رخصت چاہی۔ کہ وہ پہلے پہنچکر مہاراجہ کو سفارت کے آنے کی خبر کرے مسٹر میگناٹن صاحب نے شہزادہ کو رخصت ہوتے وقت ایک نہایت قیمتی سونے کی گھڑی معہ زنجیر حضور گورنر جنرل صاحب بہادر ہند کی طرف سے نذر کی۔ جسکے جواب میں شہزادہ موصوف نے نہایت متانت کے ساتھ لاٹ صاحب کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ کہ آپ لارڈ آکلنڈ صاحب بہادر سے جب واپس جاویں یہ کہدیں۔ کہ آپ ہمیشہ شیر سنگھ کے بیٹے کو سلطنت انگریزی کا دوست پاویں گے" یہ کہکر شہزادہ نے سب صاحبان سے ہاتھ ملا کے نہایت پھرتی کے ساتھ اپنے تئیں گھوڑے کی پیٹھ پر پہنچایا۔ اور باگ اٹھاتے ہی گھوڑے کو ایڑی لگا۔ پویہ ڈال دیا۔ اور صاحب لوگ جبتک وہ نظر سے غائب نہ ہوگیا۔ برابر کھڑے ہوئے اُس کی طرف دیکھتے رہے۔ اور باہم اس چھوٹے سے خوبصورت لڑکے کی تیز فہمی و حاضر جوابی اور دلیری کی تعریف کرکے حیران ہوتے رہے +

چنانچہ مسٹر آسبورن صاحب اس لڑکے کی بابت یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "آجتک اس لڑکے کے برابر کوئی اعلےٰ درجہ کا ہوشیار لڑکا میری نظر سے نہیں گذرا۔" "یہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ مخصوص آنکھیں نہایت بڑی بڑی اور قدر شناس۔ اس کا لب و لہجہ یا انداز غایت درجہ کا دلکش و تربیت یافتہ و شریفانہ ہے۔ بلکہ اُن تمام نقائص اور بیہودگیوں سے جو عموماً اس عمر کے ولایت زاد لڑکوں میں پائی جاتی ہیں مبرا ہے ہم نے دوران گفتگو میں اس لڑکے سے پوچھا۔ کہ کیا تمہاری یہ توڑے دار بندوق سچ مچ کی ہے؟ اور تم نے کبھی اسے چلایا بھی ہے؟ جس پر وہ نہایت غصہ میں آکر کرسی سے اچھل کر نہایت پھرتی سے اپنی بندوق بھر کر کہنے لگا۔ کہ "آپ فرمایئے کس کو ماروں"؟ جسکا جواب میں نے یہ دیا۔ کہ "فی الحال مجھکو یہاں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی۔ بہتر ہوگا۔ کہ اوپر چھوڑ دو"۔ "مگر یہ تو بتلاؤ کہ تم سو گز کے فاصلہ پر کسی آدمی کو مار سکتے ہو؟" جس کے جواب میں اُس نے فوراً بلا کسی پس و پیش کے اپنے تمام سکھ سرداروں و سپاہ کی طرف جو اُسوقت خیمہ کے ساتھ

گھیرے ہوئے کھڑے تھے اشارہ کرکے جواب دیا۔ کہ یہ سب آپ کے دوست ہیں۔ مگر کوئی ایسا شخص بتلائیے جو سلطنت انگریزی کا دشمن ہو۔ اور پھر دیکھیئے۔ کہ میں اُس کے ساتھ کیا کرتا ہوں"۔[۵۱]

سفارت کا آدینہ نگر پہنچنا اور مہاراجہ کو تحفہ جات دینا۔

دوسرے روز آدینہ نگر سے پانچ میل کے فاصلہ پر آگے جا کے شہزادہ **شیر سنگھ** و **سوچیت سنگھ** نے بہ سواری فیل سفارت کا استقبال کیا۔ اور یورپین افسروں کو بڑی عزت کے ساتھ لیجا کر ایک نہایت خوشنما باغ میں جو نہر کے کنارے پر مہاراجہ کی فرودگاہ سے بہت نزدیک واقع تھا۔ اور جہاں صاحب لوگوں کی آسایش کا ہر ایک سامان پہلے سے بہم پہنچا دیا گیا تھا۔ اتارا پہلی ملاقات سفارت کی مہاراجہ سے ۲۹ مئی ۱۸۳۸ء کو ہوئی جس میں **لارڈ آکلنڈ صاحب** کی طرف سے مہاراجہ کے لیئے مفصلہ ذیل تحایف پیش ہوئے۔ اور کسی معاملہ کی گفتگو سوائے محبت آمیز و فرحت انگیز باتوں کے نہیں ہوئی :-

سنہ ۱۸۳۸ء

تصویر حضور لاٹ صاحب جواہرات سے مرصع۔ یک۔ پستول جس پر سونے کا کام تھا۔ یک جوڑی۔ نہایت عمدہ جڑاؤ تلوار۔ یک قبضہ۔ دو راس

نقل رائے انگریزی مسٹر آسبورن صاحب بابت شہزادہ پرتاب سنگھ

۵۱ The Hon: Mr Osborne says about Partab Singh:

"He is one of the most intelligent boys I ever met with; very good looking, with singularly large and expressive eyes. His manners are in the highest degree attractive, polished & gentlemanlike & totally free from all mauvais honte & awkwardness so generally found in European children of that age. In the course of conversation I asked him if his match-lock was a real one & if he ever shot with it. He jumped off his chair highly indignant at the question, and after rapidly loading his musket exclaimed, 'Now what shall I shoot?' I replied I saw nothing in the camp at present, it would be safe to shoot at, and asked him if he thought he could hit a man at a hundred yards' distance, to which he replied without a moment's hesitation, pointing to a crowd of Sikh Chiefs & soldiers, that surrounded the tent, 'These are all your friends, but show me an enemy to the British Govt: & you shall soon see what I can do.'

اسپ نہایت عمدہ خاص کیپ کی نسل کے زیورات طلائی و زریں ساز سے آراستہ ۔ ۳۱ مئی کو سفارت کی دوسری ملاقات مہاراجہ سے ہوئی ۔ پہلے کچھ دیر تک مہاراجہ ادہر ادہر کی باتیں کرتا رہا ۔ پھر اٹھکر ایک تخلیہ کے کمرہ میں چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہیں سفارت کے معزز افسران بھی بلائے گئے ۔ اسوقت مہاراجہ ایک چاندی کی کرسی پر زانو بہ زانو رکھے بیٹھا ہوا تھا ۔ اور لڑکا ہیرا سنگھ اُس کے سامنے تھا ۔ راجہ دہیان سنگھ وزیر کرسی کے پیچھے کھڑا تھا ۔ رائے گوبند جس و فقیر عزیز الدین و سردار لہنا سنگھ تینوں فرش پر مہاراجہ کے قدموں میں بیٹھے ہوئے تھے ۔ مسٹر **میگناٹن صاحب** نے پہلے لارڈ **آکلنڈ صاحب** کا مراسلہ پڑھکر سنایا ۔ بعدہ گورنمنٹ کی تجویز کی اشد ضرورت بیان کر کے عرض کیا ۔ کہ یہ معاملہ بالکل مہاراجہ کی مرضی پر منحصر ہے ۔ خواہ وہ خود ہی کابل پر فوجکشی کر کے شاہ **شجاع الملک** کو اُس کا تخت واپس دلا دیں ۔ خواہ سرکار انگریزی کی بھی اپنے ساتھ امداد لے لیں ۔ لیکن جسطرح سے ہو سکے دوست محمد خاں کو ضرور معزول کیا جائے ۔ ورنہ اگر اُس نے روس سے سازش کر لی ۔ تو اسوقت پنجاب کی مغربی سرحد کی حالت بہت خطرناک ہو جائیگی ۔ چنانچہ مہاراجہ نے گورنمنٹ کی رائے کے ساتھ بالکل اتفاق کیا ۔ حالانکہ اُس کے مشیر کاروں کی صلاح انگریزی سرکار کے ساتھ ملکر کابل پر فوجکشی کے بالکل برخلاف تھی ۔ اور انہوں نے اشاروں و کنایوں سے مہاراجہ کو بہت روکا ۔ لیکن مہاراجہ نے اُن کی صلاح کی مطلق پرواہ نہ کی ۔ آخرکار مہاراجہ سفارت کو اپنے ہمراہ لاہور لے گیا ۔ اور ۱۳ ۔ جولائی کو حضوری باغ میں ایک عام دربار میں سفارت کے افسران کو خلعت فاخرہ اور تحفہ جات نادرہ دیکر رخصت کیا ۔

مہاراجہ کا سفارت کی درخواست کو قبول کرنا

جب سفارت کا اصلی مطلب دربار لاہور کے ساتھ حسب دلخواہ طے ہو گیا ۔ تو مسٹر **میگناٹن صاحب** لدہیانہ میں شاہ **شجاع الملک** کو اُس کے آنیوالے دنوں کی خوشخبری دینے کے واسطے تشریف لیگئے ۔ اور گورنمنٹ انگریزی کی اس عمدہ تجویز کا اُس پر اظہار کر کے اُس کو تاج برطانیہ اور دربار لاہور دونوں کا احسان مند بنایا ۔ الغرض دربار لاہور اور سرکار انگریزی و شاہ **شجاع الملک** تینوں کے درمیان ایک عہدنامہ تحریر پایا ۔ جس کے رو سے یہ قرار پایا ۔ کہ شاہ **شجاع** خود اپنی فوج سے کابل پر حملہ آور ہو ۔ اور سرکار انگریزی و دربار لاہور کیطرف سے اُس کو کما حقہ امداد دیجائیگی لیکن چونکہ سرکار انگریزی نے شکارپور واقع ملک سندھ کو اپنی ماتحتی میں لینا چاہا ۔ اسلیئے مہاراجہ نے بھی جلال آباد پر اپنا قبضہ رکھنا ضروری قرار دیا ۔ شاہ **شجاع** اپنی طرف سے مہاراجہ کو دو لاکھ روپیہ نقد سالانہ خراج ادا کرنیکا اس رعایت کے عیوض اقرار کیا ۔ اور نیز مہاراجہ کو پشاور کی سرحد پر اُسکا خاص انتظام قایم کرنے کے لیئے رہیگی کہ اُس کے پانچ ہزار مسلمان سواروں کی فوج افغانستان کے ہرسال بھیجنے کا وعدہ کیا ۔ نیز علاوہ خراج کے بہت سے عمدہ نسل کے گھوڑے و خچریں مع دیگر تحفہ جات جب یہ سب امورات طے ہو گئے ۔ تو فیروزپور کے مقام پر انگریزی فوج جمع ہونے لگی ۔ اور یہ تجویز قرار پائی ۔ کہ اس عہدنامہ کو اور زیادہ استحکام دینے کے لیئے فوج روانہ ہونے سے پیشتر حضور لارڈ **آکلنڈ صاحب** بہادر اور مہاراجہ رنجیت سنگھ یادشیر

شاہ شجاع کو اس خوشخبری کی اطلاع ملنا ۔ اور تینوں فرماں رواؤں کے باہم عہدنامہ تحریر پانا

پنجاب دونوں کی ایک مرتبہ فیروزپور کے مقام ملاقات بھی ہو جاوے تو بہت بہتر ہو۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب نے اس بات کو بھی حالانکہ طبیعت ناساز تھی بڑی خوشی سے منظور کیا۔ اور ۳۰۔ نومبر کو دونوں سرکاروں کی فیروزپور کے مقام پر ملاقات ہوئی۔ اور بڑی دھوم دھام سے یہ رسم ادا ہوئی۔ لاٹ صاحب بہادر نے بھی اب کی مرتبہ اپنی طرف ہر ایک طرح کی شان وشوکت کی تیاری بالکل مشرقی طریقہ پر کی تھی۔ تین روز تک آپسمیں برابر ملاقات کی رسومات ادا ہوتی رہیں۔ تحفہ جات بے بہا نذریں حسب دستور پیش ہوتی رہیں۔ پہلے مہاراجہ صاحب لاٹ صاحب کی خیمہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ اور دونوں فرمانرواؤں کی آپسمیں بڑی دھوم دھام سے ملاقات ہوئی اول کل معزز افسران انگریزی نے دریا کے پل پر مہاراجہ کا استقبال کیا۔ پھر لاٹ صاحب نے خود کچھ دور آگے بڑھکر پیشوائی کی۔ اور ہاتھ میں ہاتھ لیکر مہاراجہ کو خیمہ کے اندر لے گئے۔ اور بعد ادائے رسم فراج پرسی وباہم مکالمہ اتحاد آمیز سرکار انگریزی کی طرف سے کشتیہائے تحفہ جات پیش ہوئیں۔ اور دو ضرب توپ اسپی تحایف کے ساتھ مہاراجہ کی نذر کی گئیں۔ اور ایک پورے قد کی تصویر حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کوئین وکٹوریہ کی تحفہ میں دی گئی۔ جب یہ تصویر محفل میں آئی۔ کل انگریزی افسر سروقد تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ اور سلامی کی توپ سر ہوئیں۔ بعد ازاں مہاراجہ صاحب رخصت ہوئے۔ دوسرے دن لاٹ صاحب نے مہاراجہ بہادر کے یہاں تشریف لیجاکر ملاقات بازدید کی رسم ادا کی۔ اور مہاراجہ نے بھی تحایف عجائب وغرائب نواب گورنر جنرل صاحب بہادر کے سامنے دوچنداں پیش کیئے۔

پھر اسیطرح ایک روز لاٹ صاحب نے مہاراجہ کے یہاں آکر فوج کی قواعد دیکھی۔ اور معہ کل اپنے ہمراہی یوروپین افسران اور لیڈیان مہرویان کے ضیافت کھائی۔ اور ایک بجے رات تک محفل رقص وسرود گرم رہی۔ اور مہمان بزم نوشانوش میں شریک رہے۔ اور مہاراجہ نے بھی دوسرے روز انگریزی فوج کی قواعد دیکھکر لاٹ صاحب کے یہاں ضیافت کھائی۔ اور محفل نشاط ومجلس انبساط میں شریک ہوکر بہت رات گئی تک بزم سور وسرور گرم رکھی۔ اور جو کچھ لاٹ صاحب نے معاملات کابل وسندھ کے بارے میں تجویزات پیش کیں سب کو بخوشی منظور کیا۔

بعد ازاں رخصت ہونے وقت مہاراجہ نے لاٹ صاحب سے کہا۔ کہ جس طرح سے ہم نے دو مرتبہ آپ کی درخواست پر آپ کے علاقہ میں جاکر ملاقات کی اسیطرح ہم چاہتے ہیں۔ کہ آپ بھی ہمارے یہاں لاہور میں تشریف لے چلکر ہمکو اپنی مہمان نوازی اور خاطر وتواضع کا موقع دیں۔ چنانچہ لاٹ صاحب نے مہاراجہ کی اس درخواست کو بخوشی منظور کیا۔ اور دونوں والیان ملک ایک دوسرے کے بعد فیروزپور سے روانہ ہوئے پہلے مہاراجہ امرتسر پہنچکر نواب گورنر جنرل کی تشریف آوری کی تیاری میں مصروف ہوا۔ پیچھے سے تین روز بعد نواب لاٹ

مہاراجہ کی فیروزپور کے مقام پر لاٹ صاحب سے ملاقات کرنا۔

مہاراجہ کا واپس لاہور ہونا اور لاٹ صاحب کو مہاراجہ کے علاقہ میں جانا

بھی امرتسر پہنچ گئے - مہاراجہ نے گورنر جنرل صاحب بہادر کی بڑے تزک واحتشام کے ساتھ تواضع ومدارات کی تین روز تک برابر شہر امرتسر میں روشنی کی گئی - اور جس طرح سے شاہانہ طریقہ ہوتا ہے - دونوں فرمانروا ایک دوسرے سے موقع ومحل پر ملتے جلتے اور محفل عیش وطرب گرم رکھتے رہے - الغرض لاٹ صاحب مہاراجہ کی مہماں نوازی اور شاہانہ خاطر داری پر بہت خوش ہوا - اور بات بات پر تحسین وآفریں زبان پر لانے لگا - اسی اثنا میں کنور نونہال سنگھ کو بخار ہوگیا جس کی وجہ سے مہاراجہ سخت متفکر ہوا - نواب لاٹ صاحب خود شہزادہ کی مزاج پرسی کے لیئے تشریف لیگئے - مگر اُن کا قدم کچھ ایسا مبارک پڑا - کہ اسیوقت سے شہزادہ کو افاقہ شروع ہوگیا - اور ایک ہفتہ کے عرصہ میں بفضل الٰہی شہزادہ موصوف نے غسل صحت کیا +

مہاراجہ معہ نواب لاٹ صاحب امرتسر سے لاہور آیا -

امرتسر کی سیر کے بعد مہاراجہ صاحب بہادر اور لاٹ صاحب دونوں ایک سواری میں بیٹھکر لاہور تشریف لے گئے - اور وہاں بھی بڑی دھوم دھام کی گئی - شالامار باغ میں جشن کی تیاری ہوئی ڈال ڈال اور پتے پتے پر شگوفہ کاری ہوئی - ہر ایک دیوار وروش پر صندلی روشنی کی گئی - گلاب اور کیوڑہ کا تمام چھڑکاؤ ہوگیا - کیاری کیاری مہک اُٹھی - جابجا زریں ومخوابی شامیانے ٹنگ گئے - سونے چاندی کے تخت بچھ گئے - نہر چھوڑدی گئی - فوارے چھوٹنے لگے - جھرنے ٹپکنے لگے - تمام سکھ سرداران زرق برق لباس سے ملبوس دربار میں حاضر ہوگئے - ارباب نشاط ورقاصہ لوگ رنگ برنگی سنہری پشوازیں پہن پہن کر مثل پریوں کے اُتر آئیں - مطربان خوشنوا اپنا اپنا ساز باز ٹھیک کر کے گت بجانے لگے - ایک طرف انگریزی افسران دوسری طرف سکھ سرداران بیچ میں صدر مقام پر مہاراجہ صاحب ولاٹ صاحب دونوں برابر سونے کی کرسیوں پر بیٹھ گئے - قسم قسم کی انگوری و میوہ جات کی شرابیں رکھی گئیں - دور چلنے لگا - ناچ ورنگ ہونے لگا - غرض کنور نونہال سنگھ کی شادی کے بعد بھی ایک بڑی دھوم دھام کا جلسہ ہوا - یہ شب تو عیش وعشرت اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ نہایت بے تکلفانہ ملت ومحبت میں گذری - لیکن دوسری رات جشن کی ایسی نامبارک آئی - کہ مہاراجہ کو دفعتاً لقوہ وفالج کی بیماری ہوگئی - زبان گویائی سے ساقط ہوگئی - اور منہ سے پانی جانے لگا - تاہم مہاراجہ نے اپنی بیماری کے ایام میں بھی نواب لاٹ صاحب بہادر کی تواضع وتکریم میں کسی طرح کا فرق نہ آنے دیا - مگر وہ جوش وخروش جو پہلے تھا - مہاراجہ کے بیمار پڑجانے سے نہ رہا - مہاراجہ زبان کی مسدودی کی حالت میں بھی ہر ایک امر میں بذات خود حکم دیتا تھا - اور ایک عرصہ تک اپنا کام اشاروں وکنایوں سے ہی چلاتا رہا +

اسی اثنا میں جب اُدھر شاہ شجاع نے کچھ فوج برائے نام نوکر رکھ کے ساڑھے نو ہزار سرکار انگریزی کی جرار فوج بنگالہ کو اپنے ہمراہ لیکر ملک سندھ اور کوئٹہ کے راستہ سے قندھار پہنچنے کے لئے کوچ کیا - تو ادھر نواب لاٹ صاحب نے کپتان ویڈ صاحب کی معرفت مہاراجہ سے بقیہ فوج انگریزی کے لئے پنجابی فوج کے ساتھ براہ لاہور پشاور جانے

کی اجازت چاہی۔ جسکو مہاراجہ نے منظور کیا۔ لیکن اس شرط پر کہ مہاراجہ لاہور کی عملداری میں وہ فوج گاؤ کشی کی مرتکب نہو۔ الغرض نواب لاٹ صاحب نے تو اس انتظام کے بعد مہاراجہ سے رخصت حاصل کی۔ لیکن کپتان **وِیڈ صاحب** فوج انگریزی اور توپوں کی انتظار میں لاہور ٹھیرا رہا۔

مہاراجہ کا افواج انگریزی کی امداد میں فوج روانہ کرنا

آخیر ماگھ میں جب فوج انگریزی لاہور پہنچگئی۔ تو ۱۱ ہزار جرّار فوج سکھوں کی بھی مہاراجہ نے واسطے امداد کے کرنل **وِیڈ صاحب** کے ہمراہ کی جن سب کو ساتھ لیکر صاحب موصوف نے معہ شہزادہ **تیمور** و **شاہ شجاع** پیشاور کو کوچ کیا۔ علاوہ اس کے پیچھے سے ایک اور جرّار فوج بھی مہاراجہ نے بہ سرکردگی شہزادہ **نونہال سنگھ** روانہ کی۔ جو پیشاور میں پہلی فوج کے ساتھ جا ملی۔

شاہ شجاع کا کابل اور قندہار فتح کرنا۔

شروع سمت ۱۸۹۶ بکرمی میں شاہ **شجاع** قندہار میں پہنچگیا۔ اور اس کے پہنچتے ہی تمام بارک زئی سردار وہاں سے بھاگ گئے۔ چنانچہ ۸ - مئی ۱۸۳۹ء کی صبح کو شاہ **شجاع** تخت پر بٹھا دیا گیا۔ اور مسٹر **میکناٹن صاحب** و سر جان **کین صاحب** سفیران انگریزی نے جو اسوقت ہمراہ تھے گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے تحفہ جات تخت نشینی پیش کیئے۔ اور مسند نشینی کی ہر ایک رسم کو بڑی دہوم دہام سے ادا کیا۔ ۱۱ - جولائی کو غزنی غارت کی گئی اور کابل فتح ہو کر ۱۸ - اگست کو شاہ **شجاع** وہاں کے تخت پر بٹھا دیا گیا۔

مہاراجہ کا زیادہ بیمار ہو کر شہزادہ کھڑک سنگھ کو راج تلک دینا اور راجہ دہیان سنگھ کو اسکا وزیر بنانا۔

ادھر مہاراجہ **رنجیت سنگھ** بہادر شیر پنجاب کی حالت دن بدن بابتر ہوتی گئی۔ اور کوئی علاج کارگر نہوا۔ آخر جب مہاراجہ نے دیکھا۔ کہ اُس کا وقت بہت نزدیک آگیا ہے۔ تو ایک دن اُس نے تمام سرداران واہالیان دربار کو جمع کر کے اُن کے سامنے شہزادہ **کھڑک سنگھ** اپنے بڑے بیٹے کو جو پہلے ہی وارث تاج و تخت قرار پاچکا تھا۔ بلاکر راج تلک دیدیا۔ اور عنان حکومت اُس کے سپرد کر کے راجہ دہیان سنگھ کو نئے مہاراجہ کا وزیر اعظم مقرر فرمایا۔ اور شہزادہ **کھڑک سنگھ** کی بانہہ پکڑ کر جو ایک بالکل سیدھا سادہ اور پارسا صفت شخص تھا راجہ دہیان سنگھ کے ہاتھ میں دیکر یہ اشارہ کیا۔ کہ تم اِسے میری جگہ سمجھنا اور اس کے نیک و بد کے محافظ رہنا۔ اس کے بعد راجہ دہیان سنگھ کو مہاراجہ کے ہاتھ سے ایک بے بہا خلعت دلوا کر یہ خطاب دلوایا گیا کہ۔ "**راجۂ دِھیان سِنگھ نائبُ السّلطنت عُظمیٰ خیر خواہِ شہنشاہی دَولتِ سنی کار وَزیرِ اعظم دستورِ مُکرّم مُختار و مدارُ المہام کُل مُلکِ پنجاب**"۔ اور یہ سب کارروائی باضابطہ تمام ملک میں مشتہر کی گئی۔ اور صوبہ جات ملتان و پیشاور و کاشمیر وغیرہ کے نام احکام جاری ہو گئے۔ بعض مورخوں کا یہ بھی قول ہے۔ کہ شہزادہ **کھڑک سنگھ و شیر سنگھ** دونوں ایسے وقت میں رفع فساد کی غرض سے دیدہ و دانستہ سرحدی معاملات میں بہت دور دور الگ الگ فاصلہ پر رکھے گئے تھے۔ اور شہزادہ **کھڑک سنگھ** صرف اُسوقت بلایا گیا تھا۔ جبکہ مہاراجہ بالکل جاں بلب تھا۔

شیر پنجاب کا آخری دم

آخرکار جب مہاراجہ کا وقت بہت نزدیک آگیا۔ تو لاکھوں روپیہ غریب وغربا و مساکین و محتاجوں کو خیرات میں تقسیم کیا گیا۔ اور ہر ایک فرقہ کی معابدگاہوں میں مہاراجہ کی روح کے لیئے دعاء خیر مانگی جانے لگی۔ آخیر وقت میں جب مہاراجہ پران چھوڑنے لگا۔ تو راجہ دہیان سنگھ نے دس لاکھ کا ایک چبوترہ بنا کر اس پر ہزار روپیہ کے قیمتی دوشالوں کا بستر کر کے اپنے پیارے آقا کو جس کے برابر خدا کے بعد اُس کی نگاہ میں کسی اور دوسرے کا درجہ نہیں تھا۔ لٹا دیا۔ اور اُس چاندی کے چبوترہ پر ۱۵۔ ماہ اساڑھ سمت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق ۲۷۔ جون ۱۸۳۹ء کو پنجشنبہ کے روز چھ گھڑی دن رہے کے وقت شیر پنجاب جس کے نام کا دبدبہ تمام عالم میں چھا رہا تھا۔ اور جس کی شجاعت و ہمت لیاقت و سخاوت اور دلیری کے کارنامے تواریخ کے صفحوں کو زینت دے رہے ہیں۔ ایسے آرام سے سو گیا۔ کہ پھر آج تک کروٹ نہ لی۔ کہتے ہیں۔ کہ مہاراجہ نے پران تیاگنے کے وقت چاہا۔ کہ میں کوہ نور جیسے ہیرے کو دربار صاحب سری امرتسر کے واسطے ارداس یعنی سنکلپ کر دوں۔ جو اس کی سخاوت اور دریا دلی کا آخری نمونہ تھا چنانچہ راجہ دہیان سنگھ و جمعدار خوشحال سنگھ نے کوہ نور کو منگا بھی بھیجا۔ لیکن مصر بیلی رام مہتمم توشہ خانہ نے دینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ یہ ملکیت اُسی شخص کی ہے۔ جس کے سر پر تاج ہے۔ اور خیرات میں نہیں دیجانی چاہیئے۔ الغرض مہاراجہ کا آنکھ بند کرنا تھا۔ کہ تمام لاہور میں کہرام مچ گیا۔ گھر گھر ماتم ہونے لگا۔ راجہ دہیان سنگھ کا تو یہ حال تھا کہ آنسو ہی نہیں تھمتے تھے۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں تھیں۔ اور دوہتڑوں سر پیٹ پیٹ کے ماتم کرتا تھا۔ اُس دن چونکہ ناوقت ہو گیا تھا۔ علاوہ اس کے بادشاہ پنجاب کا جنازہ تھا۔ ہر ایک طرح کی تیاریاں ہونی تھیں اسلیئے دوسرے دن بڑی شان و شوکت اور عظمت کے ساتھ مہاراجہ کا جنازہ نکالا گیا۔ پہلے مہاراجہ کو گنگا جل سے اشنان کرایا گیا۔ پھر راجہ مہاراجوں کی رسم کے مطابق شاہانہ پوشاک اور خسروانہ زیورات زیب تن کیئے گئے۔ اور ہر ایک ہتھیار وغیرہ جنہیں مہاراجہ اپنی زندگی میں لگایا کرتا تھا۔ لگائے گئے۔ عطریات و خوشبویات سے جسم معطر کیا گیا۔ اُدھر مہاراجہ کی رانیوں میں سے چار رانیاں اور سات لونڈیاں اپنی دلی خواہش سے مہاراجہ کے ساتھ ستی ہونے کے لیئے تیار ہوئیں۔ ان میں راجہ سنسار چند والی کانگڑہ کی ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی راج دیوی بھی شامل تھی۔ رانیوں نے پہلے اپنا تمام مال و اسباب زیور و پارچات وغیرہ خیرات کیا۔ بعدہ سونے کا بوان لایا گیا۔ اور مہاراجہ کی لاش اُس میں رکھی گئی۔ پھر رانیاں جو ستی ہونے کے لیئے تیار ہوئی تھیں سفید ریشمی لباس میں بلا کسی زیور وغیرہ کے کھلے چہرے محلوں میں سے نکل کر مہاراجہ کے سرہانے کھڑی ہوئیں۔ اور مہاراجہ کی چھاتی پر گیتا جی کی پوتھی رکھ کے راجہ دہیان سنگھ وزیر سے کہنے لگیں۔ کہ تم مہاراجہ کے قدموں پر ہاتھ لگا کے اور گیتا جی کا دہیان کر کے قسم کھاؤ۔ کہ میں مہاراجہ کے بعد سلطنت کا ایسے ہی خیر خواہ بنا رہوں گا جیسا کہ اُس کی

زندگی میں تھا۔ اور نئے مہاراجہ ونونہال سنگھ میں کبھی نا اتفاقی نہ ہونے دوں گا۔ اور ہمیشہ نیک صلاح دوں گا۔ چنانچہ راجہ دہیان سنگھ نے گیتا جی۔ اور مہاراجہ کے جسم کو ہاتھ لگا کے قسم کھائی۔ اور اقرار کیا۔ کہ میں ہمیشہ سلطنت اور نئے مہاراجہ کا دل وجان سے خیر خواہ رہوں گا۔ اسیطرح مہاراجہ کھڑک سنگھ سے بھی قسم لی گئی۔ کہ سوائے راجہ دہیان سنگھ کے اور کسیکو اپنا وزیر نہیں بناؤں گا۔ جب یہ سب ہو چکا۔ اور برہمنوں نے اپنے اسوقت کی رسم کو ادا کر لیا۔ تو پھر بڑے بڑے معزز سکھ سرداروں نے ننگے پیروں اپنے پیارے مہاراجہ کے جنازہ کو بڑے غم اور الم کی حالت میں اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ اور آہستہ آہستہ اس مقام پر پہنچے۔ جہاں کہ کل چندن کی لکڑی کی چتا خاص طور پر واسطے داہ کے تیار کیگئی تھی مہاراجہ کا بوان قلعہ کے اندر سے بالکل ایسی دہوم دہام اور تزک و احتشام کے ساتھ نکالا گیا۔ جیسے کہ مہاراجہ اپنی زندگی کی حالت میں نکلا کرتا تھا۔ سلامی کی توپیں شلک ہوئیں۔ علم گرا دیئے گئے۔ لیکن فرق صرف اتنا تھا۔ کہ چال بہت آہستہ آہستہ تھی۔ اور باجہ ماتمی بج رہا تھا۔ ہر ایک شخص سکوت اور غم کے عالم میں تھا۔ اسیطرح سے آگے آگے باڈی گارڈ کے سوار اور پیادہ پلٹن مگر ماتمی قدم رکھتی ہوئیں۔ اور پیچھے مہاراجہ کا بوان۔ جس کے ساتھ ایک طرف بغل میں راجہ دہیان سنگھ ننگے پیروں اپنے پیارے اور عزیز آقا کے جسم پر جس کے بدولت اسکو ایک پیادہ کے درجہ سے یہ رتبہ عظیم حاصل ہوا تھا۔ چور ہلاتا اور زار زار روتا جاتا تھا۔ سب سے پیچھے رانیاں معہ اپنی لونڈیوں کے اپنے پیارے خاوند کے ساتھ بڑے اشتیاق سے اپنی جانیں تصدق کرنے کے لیئے نہایت سکتے کی حالت میں آہستہ آہستہ قدم مرتی جاتی تھیں۔ کہتے ہیں۔ کہ منجملہ ان رانیوں کے جو ستی ہونے کے لیئے جا رہی تھیں ایک کو اپنا تمام اسباب لٹانے کا موقع نہ ملسکا تھا۔ اسلیئے اس نے اپنا تمام بقیہ نقدی و زیور چند آدمیوں کے ہاتھ اٹھوا کر اپنے ساتھ لے لیا۔ اور جنازہ کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے تقسیم کرتی جاتی تھی۔ حتی کہ چتا پر پہنچنے تک کل بکھیر لٹا دیں۔ سوائے پوشاک کے ایک تنکا بھی اپنے پاس نہ رہنے دیا۔ جب مہاراجہ کا جنازہ قلعہ کے باہر آیا۔ تو باہر تمام لاہور اور گردو نواح کی خلقت کا مہاراجہ کا بوان دیکھنے کے لیئے ہجوم ہو رہا تھا۔ لیکن کوئی فرد بشر ایسا نہیں تھا۔ جس کے چہرہ پر آثار غم والم نمودار نہیں تھے۔ یا اپنے آنسو نہیں بہا رہا تھا۔ چونکہ مہاراجہ سے تمام رعایا اور اہلکار خوش تھے۔ اور اس کو ہر ایک قوم کے لوگ محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اسلیئے کوئی شخص کیا رعایا و کیا اہلکار ایسا نظر نہیں آتا تھا جس کی آنکھوں میں سے آنسو جاری نہ ہو۔ یا دل سے غم نہ کر رہا ہو۔ ساری مخلوق مارے رنج والم کے تلملا رہی تھی۔ اور اشک حسرت بہا رہی تھی۔ مرغ چمن بھی چپ چاپ تھے۔ وہی مہاراجہ کا حضوری باغ جو آگے افسردہ دلوں کو بھی اپنے نظارہ سے فرحت اور تازگی بخشتا تھا۔ آج جب مہاراجہ کا لاشہ پاس سے گذرا۔ تو وہ حیران پریشان ہکا بکا خود ماتم زن ہو رہا تھا۔ بوٹے بوٹے اور پتے پتے سے گور و کفن کی صدا آ رہی تھی شمشاد حیرت و حسرت میں کھڑا تھا۔ سوسن مارے رنج کے سیہ رو ہو گئی تھی۔ بنفشہ سر کے بال نوچ رہی تھی۔ مہندی خون ڈال رہی تھی۔ پھول

سب کملا گئے تھے۔ اور بلبل دامن گل سے آنسو پونچھ رہی تھی۔ غرض ہر روش خاک اُڑا اُڑا کر اپنے سر میں ڈال رہی تھی۔ اور تمام اشجار ششدر کھڑے تھے۔ فواروں کا روتے روتے حلق سوکھ گیا تھا۔ جھرنوں کی آنکھیں آنسو ٹپکاتے ٹپکاتے تسل پتھر ہوگئی تھیں۔ جانوروں نے بھی آب و دانہ چھوڑ دیا۔ گھوڑوں نے گھاس سے منہ موڑ لیا۔ گائے بیل سب سر ڈال کر بیٹھ رہے۔ الغرض جسطرح کا یہ جانکاہ نظارہ غم و الم و رنج و محن تھا۔ احاطہ تقریر و تحریر سے باہر ہے۔ مہاراجہ کے جنازہ کے اوپر سے لاکھوں روپیہ کی اشرفیاں اور ٹکیاں پھینکی گئیں۔ آخر کار مہاراجہ کا بوان صندل کی چتا کے پاس جو چھ فیٹ اونچی مربع بنائی گئی تھی پہنچا۔ تو پہلے سب سرداروں نے مہاراجہ کی لاش کو ہاتھوں پر اٹھا کے بذریعہ سیڑھی معہ تختہ کے چتا پر پہنچایا۔ اور سونے چاندی کے پھول و کمخواب و زری بادلہ کی جھنڈیاں اور چوَر وغیرہ جسقدر بوان میں لگے ہوئے تھے سب لوگوں نے حسب رواج لوٹ لیئے۔ پیچھے سے چاروں رانیاں درجہ بدرجہ اوپر چڑھکر مہاراجہ کا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ اور لونڈیاں قدموں میں جا بیٹھیں کہتے ہیں کہ راجہ دہیان سنگھ نے اُسوقت چتا کے نزدیک جا کر رانیوں سے درخواست کی۔ کہ وہ نئے مہاراجہ کے حق میں دعا کریں۔ لیکن وہ خاموش بیٹھی رہیں۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ بعد ازاں اوپر سے ایک چھبر تیل سے تر اور گری و پھولوں سے لدا ہوا سٹیوں پر ڈالکر شہزادہ کھڑک سنگھ نے اپنے ہاتھ سے چتا کے چاروں کونوں پر آگ لگائی۔ پھر گھی و خوشبودار تیل اور عطر کے شیشے چتا پر ڈالے گئے جن کے پڑتے ہی آگ کے شعلے سر بفلک ہوئے۔ کہتے ہیں۔ کہ راجہ دہیان سنگھ کو اپنے آقا کی جدائی کا اسقدر قلق گذرا تھا۔ کہ وہ جسوقت آگ دہکی خود اپنے عزیز مالک کیساتھ ستی ہونا چاہتا تھا۔ بلکہ دو تین مرتبہ آگ کے نزدیک پہنچا۔ اور لوگوں نے بہ مشکل تمام وہاں سے ہٹایا۔ جسوقت آگ کے شعلے بلند ہوئے۔ ایک کبوتر کسی طرف سے اڑتا ہوا آیا۔ اور چتا پر گر کر وہ بھی مہاراجہ کے ساتھ ستی ہوگیا۔ پھر اُسیوقت تھوڑا سا ابر آسمان پر نمودار ہوا۔ کچھ بوندیاں پڑنے لگیں۔ گویا مہاراجہ کے انتقال پُر ملال پر آسمان نے بھی آنسو بہائے۔ غرض اسطرح "شیر پنجاب" جس کے دبدبہ سکندری اور حکم نادری سے ایک مرتبہ زمین و آسمان بھی دہل اُٹھے تھے۔ آناً فاناً خاک میں ملگیا۔ بقول شخصیکہ ؎

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا۔ مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے اوصاف و خصایل

مہاراجہ رنجیت سنگھ ایک اوسط اندام اور سانولے رنگ کا آدمی تھا۔ چہرہ پر چیچک کے داغ تھے اور اسی بیماری سے لڑکپن میں داہنی آنکھ جاتی رہی تھی۔ دوسری آنکھ بہت دلیر و بڑی اور تیز نگاہ تھی۔ مہاراجہ گو چنداں خوبصورت آدمی نہیں تھا۔ مگر اُس کے چہرہ پر ایک قسم کا قدرتی نور برستا تھا جسکی وجہ سے اُس کی شکل بڑی دبنگ اور رعب والی معلوم ہوتی تھی۔ پیشانی بہت فراخ تھی۔ اور اُس کی سفید اور لمبی ڈاڑھی اُس کے چہرے پر بہت ہی موزوں و خوشنما معلوم ہوتی تھی۔ مہاراجہ کو ڈاڑھی سے بہت شوق

تھا۔ بلکہ ایک ہاتھ ہمیشہ ڈاڑھی پر رکھتا۔ اور علاوہ اس کے جس سپاہی یا سردار کی لمبی اور بڑی ڈاڑھی دیکھتا۔ اُس پر بہت خوش ہوتا۔ بلکہ آٹھ آٹھ آنہ اور ایک ایک روپیہ یومیہ صرف ڈاڑہی کے خرچ کیواسطے اُن کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیتا۔ جس طمع میں آکر ہر ایک شخص اپنی ڈاڑھی کے بڑہانے اور صاف رکھنے کی بہت کوشش کرتا تہا۔ مہاراجہ حالانکہ پڑہا لکھا ایک حرف نہ تھا۔ مگر علم کی بہت قدر کرتا تھا۔ اور ایک اعلےٰ درجہ کا بیدار مغز و منتظم آدمی تھا۔ اُس نے اپنے دربار میں بہت لایق لایق اور فاضل اشخاص نوکر رکھے تھے۔ ہر ایک کاغذ خود سُنتا تھا۔ اور سب پر مناسب حکم دیتا تھا۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ کوئی حرف زیادہ یا کم بغیر اُس کی منظوری کے کر سکے۔ ہر ایک معاملات ملکی و غیر ملکی میں اُس کی فہم خوب پہنچتی تھی۔ اور جو بات وہ اپنے تجربہ اور عقل خداداد کے زور سے کہدیتا تھا۔ وہی ہو جاتی تھی حق شناس اور عدل پسند غایت درجہ کا تھا۔ اور باوجود اس کے کہ اپنے مذہب سکھی کا پکا معتقد تھا۔ لیکن تعصب مزاج میں مطلق نہ تھا۔ مسلمان ہندو سب کو ایک آنکھ سے دیکھتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ کسی سکھ سردار نے حالت نشہ میں ایک مسلمان سقہ کے اوپر سؤر کا چمڑہ پھینک دیا۔ وہ مظلوم مہاراجہ کے پاس جاکر فریادی ہوا۔ مہاراجہ نے فوراً پولیس بھیجکر اُس سردار کو پکڑوا منگایا۔ اور تحقیقات کے بعد اُس سردار کو قتل کے حکم کی سزا دی۔ راجہ دہیان سنگھ نے سفارش کی۔ کہ مجرم اسقدر سخت سزا کا مستوجب نہیں ہے۔ مگر مہاراجہ نے نہ مانا۔ اور کہا۔ کہ اس سردار نے صرف یہ سمجھکر کہ ہماری قوم کا راج ہے۔ اس بیچارے مسلمان سقہ پر خلاف اُس کے مذہب کے ظلم کیا ہے۔ اسلیئے تا وقتیکہ ایسی سخت سزا اس معاملہ میں نہیں دیجاوے گی۔ دوسروں کو ہرگز عبرت نہ ہوگی۔ جبتک مہاراجہ کا راج پنجاب میں رہا۔ ہندو مسلمان کسی کو اُس سے شکایت نہیں ہوئی۔ اور عموماً تمام ملک میں امن رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اُس نے تمام بڑی بڑی مثل والے سرداروں کو مغلوب کر کے برباد کر دیا۔ اور ان کا تمام علاقہ اپنے قبضہ میں آیا۔ لیکن یہ تمام اُس کی صرف پنجاب میں ایک سلطنت قایم کرنے کی حکمت عملی اور تدبیر پر مبنی تھا مہاراجہ ایک بڑا جوانمرد اور بہادر سپاہی آدمی تھا۔ اور گھوڑے کی سواری کا از حد مشتاق تھا۔ یاد داشت و حافظہ اسقدر تھا کہ کوڑی کوڑی اور پائی پائی کے خرچ کا تمام حساب اپنی زبان پر رکھتا تھا۔ اور سچ تو یوں ہے کہ بلا کا آدمی تھا۔ سخاوت ہمت شجاعت اور مردم شناسی وغیرہ انسان کی جملہ صفات سے بہرہ ور تھا۔ مشہور ہے کہ وہ اپنے تئیں سرکار کے الفاظ سے مخاطب کرتا تھا۔ جب کبھی کسی کو کوئی حکم دیتا۔ تو کہتا کہ سرکار کا یہ حکم ہے۔ لفظ سرکار میں اُس نے ایک بڑا بھاری معمہ رکھ چھوڑا تھا۔ اور یہ اشارہ اُسکا ہمیشہ اپنے طرف نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ کبھی اور اپنے سے اوپر والی ذات عالی کیطرف ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ مہاراجہ کے پاس ایک برہمن آیا۔ اور اُس نے کہا کہ مہاراجہ میری لڑکی کی شادی ہے۔ اور میں نہایت غریب آدمی ہوں۔ جس کے جواب میں مہاراجہ نے حکم دیا کہ "سرکار کا حکم ہے۔ کہ اس برہمن کو پانچ روپیہ دیدو" وہ برہمن بڑا حیران ہوا۔ اور پانچ روپیہ لینے سے انکار کیا۔ مہاراجہ نے فرمایا۔ کہ میں کیا کروں۔ سرکار

کے خزانہ میں تیری قسمت کا اسیقدر ہے۔ تو یہ لیجا اور کسی اپنے لڑکے کو بھیجدے۔ اُس کو جو سرکار سے ہوسکیگا دیا جائیگا برہمن نے نہ مانا۔ اور پانچ روپیہ پھینک کر خفا ہو کے چلا گیا جب وہ باہر گیا۔ تو مہاراجہ نے اُس کو پھر بلا بھیجا۔ اور حکم دیا کہ پانچ کلسی منگائے جاویں۔ چار میں پانچ پانچ ہزار روپیہ اور ایک میں صرف پانچ روپیہ رکھ کے سب کے منھہ بند کر کے ایک جگہ ملا کر رکھدیئے جاویں۔ اور یہ برہمن جس کلسی کو چاہے پانچوں میں سے ایک کو اُٹھالے۔ اگر اُس کا ہاتھ پانچ ہزار کی کلسہ پر پڑگیا۔ تو یہ وہ رقم لیجاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مگر بدنصیبی سے اُس برہمن کے ہاتھ میں پھر بھی وہی پانچ روپیہ والا کلسہ آیا۔ اُسوقت برہمن قایل ہوگیا۔ اور مہاراجہ نے کہا۔ کہ اب پنڈت جی مہاراج کہو۔ ہمارا کیا قصور ہے تمہاری قسمت میں ہی سرکار کے خزانہ سے اتنا ملنا لکھا تھا۔ اسیطرح سے مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی ہزارہا باتیں ایسی ہیں جن کو سُن سُن کر تعجب آتا ہے۔ اور اُن کے لکھنے کے لیئے ایک دفتر چاہیئے۔ اس کے صاحب اقبال اور فرخندہ خیال ہونے کی بابت اُس کی تواریخ ہی خود شاہد ہے۔ اور زیادہ کہانتک لکھا جائے ❊

مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب کا کنبہ۔

مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کے آٹھ بیٹے تھے۔ اور اٹھارہ رانیاں تھیں۔ بیٹوں میں سے فقط ایک بیٹا شہزادہ **کھڑک سنگھ** جو اُس کا جانشین ہوا خاص مہاراجہ کی صحیح النسب اولاد تھا باقی کی نسبت مؤرخان قدیم کی رائے برخلاف ہے۔ عموماً سب کو بناوٹی اور نامرد اولاد قرار دیا گیا ہے۔ لیکن خواہ وہ مصنوعی تھے۔ یا صحیح النسب جب مہاراجہ نے سب کو اپنی خاص اولاد قبول کرلیا تھا۔ تو ہمکو ان سب کے جائز اولاد تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے۔ باقی رہا رانیوں میں سے بھی مہاراجہ نے نصف کے ساتھ حسب ضابطہ سہرہ باندہ کر شادی کی تھی۔ اور نصف کو چادر ڈالنے کی رسم ادا کر کے محلوں میں ڈال لیا تھا۔ اب جن کے ساتھ حسب ضابطہ شادی ہوئی تھی۔ پہلے اُن کی تشریح کیجاتی ہے۔

۱ **رانی مہتاب کور**۔ سردار گوربخش سنگھ کی بیٹی اور جے سنگھ گھنیہ سردار کی پوتی تھی۔ جس کیساتھ ۱۷۹۶ء میں مہاراجہ کی شادی ہوئی۔ اور ۱۸۱۳ء میں مرگئی۔ مہاراجہ **شیر سنگھ** اور **تارا سنگھ** دونوں اس کے بیٹے تھے ❊

۲ **رانی راج کوراں**۔ سردار رن سنگھ نکئی کی بیٹی جو مائی نکاین کے نام سے مشہور تھی۔ اور مہاراجہ **کھڑک سنگھ** صحیح النسب اولاد کی ماں تھی۔ اس نے ۱۸۳۸ء میں وفات پائی ❊

۳ **رانی روپ کور**۔ کوٹ سید محمود ضلع امرتسر کے نمبردار سردار جے سنگھ کی لڑکی تھی۔ اور ۱۸۱۵ء میں اس کی مہاراجہ کے ساتھ شادی ہوئی ❊

۴ **رانی لچھمی**۔ سردار دیسا سنگھ ڈوڈیگشو کی بیٹی جس سے مہاراجہ نے ۱۸۲۰ء میں شادی کی اور اپریل ۱۸۶۷ء میں یہ رانی ہردوار اور سہارنپور کے راستہ میں ہیضہ کی بیماری سے مرگئی۔ اور سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ جس کے ساتھ رانی مذکور کی متبنی بیٹی رادیوی بیاہی گئی تھی اُس کی کل جائداد کا مالک بنا ❊

رانی راج بنسو و **رانی مہتاب دیوی**۔ راجہ سنسار چند کٹوچیہ راجپوت کی دونوں بیٹیاں جن کے ساتھ ۱۸۲۹ع میں مہاراجہ نے نادون کے مقام پر شادی کی۔ اول الذکر تو مہاراجہ کی حیات میں ہی ۱۸۳۵ع کے قریب مرگئی۔ اور آخر الذکر خاص مہاراجہ کے ساتھ ستی ہوئی +

رانی گلبہار۔ امرتسر کے فرقہ اہل نشاط میں سے تھی۔ اس کے ساتھ مہاراجہ نے ۱۸۳۳ع میں بڑی دہوم دہام کے ساتھ شادی کی۔ اور ۱۸۶۳ع میں وہ بمقام لاہور مرگئی۔ ۱۲ ہزار تین سو اسی روپیہ سالانہ پنشن گذارہ کے واسطے سرکار انگریزی سے پاتی رہی +

رانی رام دیوی۔ جو کور سنگھ چھچھری والہ ضلع گوجرانوالہ کی لڑکی تھی۔ اور مہاراجہ کی حیات میں ہی مرگئی۔ تاریخ شادی و وفات معلوم نہیں +

کرم سنگھ چھینہ قوم گل زمیندار ساکن امرتسر کی دختر جو مہاراجہ کی حیات میں ہی مرگئی۔ لیکن تاریخ شادی و نام اور وفات کا کچھہ پتہ نہیں ملتا +

باقی کی نو رانیاں جو مدخولہ تھیں۔ اُن کی تفصیل یہ ہے:۔

اول **رانی دیوی** وزیر بگدا جسوال ضلع ہوشیارپور کی بیٹی۔ دوم و سوم **رتن کور** و **دیا کور** بیوگان سردار صاحب سنگھ بھنگی ساکن گجرات جو ۱۸۱۱ع میں بعد وفات اپنے خاوند کے مہاراجہ کے حرم میں داخل ہوئیں رتن کور کے گھر مہاراجہ سے **ملتانا سنگھ** کا پیدا ہونا مشہور ہے۔ اور دیا کور کے یہاں **کشمیرا سنگھ** و **پشورا سنگھ** کا۔ اول الذکر ۱۸۶۵ع میں مرگئی۔ اور آخر الذکر ۱۸۴۳ع میں۔ چہارم **چند کور** جے سنگھ جاٹ ساکن چین پورہ ضلع امرتسر کی بیٹی۔ جو ۱۸۱۵ع میں مہاراجہ کی زوجیت میں آئی۔ اور ۱۸۴۰ع میں مرگئی پنجم چودہری کی بیٹی **مہتاب کور** جسکو مہاراجہ نے ۱۸۲۲ع میں اپنے حرم میں داخل کیا۔ اور ایک ہزار نو سو نبیس روپیہ سالانہ پنشن سرکار انگلشیہ کی طرف سے پاتی رہی۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ششم صوبا سنگھ ملوئی کی بیٹی سمجان کور جو ۱۸۳۲ع میں مہاراجہ کے محلوں میں داخل ہوئی۔ اور ایک ہزار چار سو چالیس روپیہ سالانہ سرکار انگریزی سے پنشن پاتی رہی ہفتم **گلاب کور** ایک زمیندار موضع بگدیو واقع ضلع امرتسر کی لڑکی جس نے ۱۸۳۴ع میں مہاراجہ کے سامنے وفات پائی۔ ہشتم سنگر چند راجپوت کی دختر بھوری جو منڈی میں رہتی تھی اور للعہ سالانہ کی پنشن سرکار سے پاتی رہی۔ نہم **مہدلو** اتم سنگھ راجپوت ساکن بجوٹر پرگنہ شکر گڈہ ضلع گورداسپور کی بیٹی جس کو سمللعہ روپیہ سالانہ سرکار سے پنشن ملتی رہی +

اٹھارہویں رانی مہاراجہ کی منا سنگھ اولک جاٹ ساکن چاچر علاقہ ضلع گوجرانوالہ کی بیٹی **رانی جنداں** تھی جس کے شکم سے مہاراجہ **دلیپ سنگھ** پنجاب کا آخری بدقسمت فرمانروا پیدا ہوا تھا +

مہاراجہ کے پھول گنگا بھیجے گئے۔

چوتھے دن مہاراجہ اور ستیوں کے پھول چُنے گئے۔ اور پالکیوں میں ڈال کر بڑی دھوم دھام کے ساتھ گنگا میں ڈالنے کے لیئے ہردوار بھیجے گئے۔ جس تُوزک و احتشام کے ساتھ مہاراجہ کی سواری حالت زندگی میں نکلا کرتی تھی۔ اسیطرح مہاراجہ کے پھول بھی روانہ کیئے گئے۔ آگے آگے نقارچی اور باڈی گارڈ کے سوار آہستہ آہستہ چلتے تھے مہاراجہ کی پھولوں کی پالکی جسکے ساتھ راجہ دہیان سنگھ ننگے پاؤں چور کرتا جاتا تھا۔ پھر مہاراجہ کی پالکی کے بعد چاروں رانیوں کے پھول چار پالکیوں میں جدا جدا دروازہ بند شہر کے اندر جس بازار اور جس راستہ سے مہاراجہ کے پھول گذرے کوٹھوں اور دریچوں پر خلقت کا ہجوم تھا۔ اور لوگوں نے اوپر سے پھولوں کی بارش کی۔ جوں ہی مہاراجہ کے پھول شہر کے باہر پہنچے۔ قلعہ کے اندر سے ۱۰۱ توپیں سلامی کی شلک ہوئیں۔ اور جملہ سرداران و اہالیان دربار جو پھولوں کے ہمراہ تھے۔ وہاں سے واپس ہوئے۔ صرف وہی دو تین سو مختصر سی سپاہ جس کے واسطے ہردوار تک ساتھ جانا قرار پایا تھا۔ آگے گئی۔ کہتے ہیں۔ کہ ہردوار تک جس جس علاقہ میں سے مہاراجہ کے پھول گذرے۔ کیا انگریزی و کیا دیسی سردار سب نے مہاراجہ کے پھولوں کا بھی اُسیطرح سے اعزاز کیا۔ جیسا کہ خاص مہاراجہ کا حالت زندگی میں کرتے تھے +

مہاراجہ کھڑک سنگھ

مہاراجہ کھڑک سنگھ کی مسند نشینی

الغرض جب مہاراجہ کے پھول وغیرہ روانہ ہو گئے۔ اور تیرہ دن بعد کریا کرم وغیرہ کی رسومات سے فراغت حاصل ہوئی۔ تو مہاراجہ کھڑک سنگھ نے ایک دن برہمنوں سے مہورت پوچھکر اپنے باپ کی گدی پر بیٹھکر شاہانہ اجلاس کیا۔ بادشاہی سلامی شلک ہوئی۔ اور جمیع اہلکاران و ارکین دربار نے نذریں گذرانی۔ اور راجہ دہیان سنگھ وزیر مقرر ہو کر سلطنت کے انتظام میں مصروف ہُوا مگر ہر کمالے را زوالے۔ موسم بہار کو خزاں ضرور ہے۔ جسقدر سکھوں کو جلد عروج ہُوا تھا۔ اور مہاراجہ کے وقت میں اُن کی گدی آسمان پر چڑھ رہی تھی۔ اُسیقدر اب اُن کے زمانے کو نیچے گرتے دیر نہ لگی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے آنکھ موندتے ہی سکھوں کی سلطنت کا جس کو اُس نے بڑی مشکلات اور جانفشانیوں سے

ایک بڑی طاقتور اور مستحکم بادشاہت بنایا تھا۔ دگرگوں احوال ہونا شروع ہوگیا۔ یعنی چھ ماہ تک تو لاہور کی سلطنت کا کام مہاراجہ **کھڑک سنگھ** کے وقت میں بھی بہت اچھی طرح سے چلا گیا۔ مگر اس کے بعد زمانہ نے رنگ بدلا۔ ہر ایک کے دل میں فساد اور شورش نے گھر کیا۔ وہی جو مہاراجہ کے سامنے دم مارنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے تھے۔ اب ہمچو من دیگرے نیست کا کلمہ پڑھنے لگے۔ اہالیان دربار میں دھڑ بندی قایم ہوگئی۔ ایک دوسرے کی تخریب و ذلت کے درپے ہوا۔ نہ مہاراجہ کو اپنی قسم کا خیال رہا۔ نہ وزیر اپنے حلف پر قایم رہا۔ مگر یہ تمام باتیں مہاراجہ **کھڑک سنگھ** کی ضعف دماغی اور سادہ لوحی کی وجہ سے واقع ہوئیں۔ ایک ناعاقبت اندیش و کم عقل شخص سردار چیت سنگھ نامی کو مہاراجہ کے مزاج میں ایسا دخل ہوگیا۔ کہ وہ جو چاہتا سو کرا لیتا۔ مہاراجہ **کھڑک سنگھ** بالکل کاٹھ کی پتلی کی طرح اُس کے قابو میں ہوگیا جس طرح چاہتا وہ اُسے نچاتا۔ پہلے اُس نے راجہ دہیان سنگھ کا مہاراجہ کی خلوت گاہ یا محلوں میں جانا بند کرایا۔ اور اس فکر میں ہوا۔ کہ راجہ دہیان سنگھ وزیر کو قتل کرا کے میں خود اُس کی جگہ مشیر اعلےٰ بن جاؤں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے اس کے کہ وہ راجہ دہیان سنگھ کو قتل کرواتا۔ خود اپنی جان گنوا بیٹھا۔ یعنی شہزادہ **نونہال سنگھ** جو مہاراجہ **کھڑک سنگھ** کا بیٹا۔ اور مہاراجہ سُرگباشی کا صحیح النسب پوتا تھا بڑا ہونہار نوجوان تھا۔ سیاست مدنی اور بدنی میں اپنے دادا سے کم نہ تھا۔ بلکہ مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کو اُس کے ساتھ بہت محبت تھی۔ اور اکثر یہ کہا بھی کرتے تھے۔ کہ میرے بعد پنجاب کی سلطنت کو سنبھالنے والا یہی ہوگا۔ اور فی الواقع وہ ایسا ہی تیز فہم اور صاحب دل شخص تھا۔ تمام لوگوں کی نظر بھی اُسی کے اوپر ٹھیرتی تھی۔ آخر کار جب راجہ دہیان سنگھ نے دیکھا کہ دن بدن اُس کی بات کی ہیٹھی ہوتی جاتی ہے۔ اور بلکہ اُس کی جان کا بھی خطرہ ہے۔ تو اُس نے شہزادہ **نونہال سنگھ** کو جو اپنے باپ کی ناقابلیت کی وجہ سے پہلے ہی ناراض تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ میں خود مہاراجہ بنجاؤں۔ معہ اپنے بھائی گلاب سنگھ کے پشاور سے بلا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ شہزادہ **نونہال سنگھ** آگے ہی چیت سنگھ کی بیہودہ حرکات سے برگشتہ خاطر رہتا تھا۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ راجہ دہیان سنگھ جیسا لایق اور قابو طلب وزیر بھی میری طرف ہوگیا ہے۔ تو اُس نے بھی راجہ دہیان سنگھ کے ساتھ چیت سنگھ کے قتل کرنے کے منصوبہ میں اپنی خوشی ظاہر کی۔ بلکہ مشہور ہے کہ راجہ دہیان سنگھ نے جوڑ توڑ لگا کر اور جھوٹ موٹ کی باتیں بنا بنا کر یہانتک کامیابی حاصل کر لی۔ کہ شہزادہ **نونہال سنگھ** کی ماں کو بھی اپنے خاوند مہاراجہ **کھڑک سنگھ** سے برگشتہ کر دیا۔ اور وہ اس بات پر رضامند ہوگئی۔ کہ میرے خاوند کو جس میں سلطنت کرنیکا مادہ مطلق نہیں ہے تخت سے اُتار دیا جاوے۔ اور اُس کی جگہ شہزادہ **نونہال سنگھ** میرے لڑکے کو مہاراجہ پنجاب قایم کیا جاوے۔ اُدھر تمام فوج و شہر میں راجہ دہیان سنگھ نے ایک اور سراسر جھوٹا اتہام **مہاراجہ کھڑک سنگھ**

(حاشیہ: سکھوں کی سلطنت میں رد و بدل)

کی نسبت مشہور کر کے کہ وہ انگریزوں کو خراج دینے پر رضامند ہو گیا۔ تمام خالصہ فوج اور سرداران کو مہاراجہ کھڑک سنگھ کیطرف سے منغص کر دیا۔ اب جب راجہ دہیان سنگھ نے دیکھا کہ اُس کے منصوبہ کا پھل ہر پہلو سے پک گیا

سردار چیت سنگھ کا قتل اور مہاراجہ کھڑک سنگھ کا معزول ہونا

تو اُس نے معہ اپنے بھائی گلاب سنگھ و شہزادہ **نونہال سنگھ** کے ایک روز علی الصباح ہی دو گھنٹے رات باقی رہنے کے وقت قلعہ کے اندر مہاراجہ کی خوابگاہ میں جاکر چیت سنگھ کا کام تمام کیا۔ اُسوقت غصّہ میں کچھ تعجب نہیں تھا۔ کہ وزیر نمکحرام مہاراجہ **کھڑک سنگھ** کو بھی اُس کے عزیز مصاحب کے ساتھ روانہ کرتا۔ لیکن رانی چندکور اور شہزادہ **نونہال سنگھ** نے خاص طور پر راجہ دہیان سنگھ سے کہکر مہاراجہ کو قصاص سے بری رکھا۔ اب اس کے بعد بعض مورّخ تو یہ کہتے ہیں۔ کہ راجہ دہیان سنگھ نے مہاراجہ **کھڑک سنگھ** کو اُسیوقت قلعہ میں نظر بند کر کے شہزادہ **نونہال سنگھ** کو تخت پر بٹھا کر مہاراجہ بنا دیا۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ مہاراجہ **کھڑک سنگھ** ایک بہت سیدھا سادہ اور پارسا صفت شخص تھا۔ اور رقیق القلب ہونے کی وجہ سے ان ظالموں کی کارروائی پر سخت ناراض ہو کے خود بخود سلطنت سے دست بردار ہو کر لوہاری دروازہ کی ایک شاہی حویلی میں جا کر رہنے لگا۔ لیکن چیت سنگھ کی وفات اور ان ظالموں کی حرکات کے صدمہ سے مہاراجہ کے

مہاراجہ کھڑک سنگھ کی وفات۔

دل پر ایسا غم طاری ہوا۔ کہ وہ بیمار ہو گیا۔ اور ایک سال تک اپنی زندگی سے بیزار اور بڑی تکلیف کی عالت میں بیمار رہکر ۵۔ نومبر ۱۸۴۰ء (سمت ۱۸۹۶ بکرمی) کو ۳۸ برس کی عمر میں راہی ملک بقا ہو گیا۔ بعض مورخوں کا یہ بھی قول ہے۔ کہ راجہ دہیان سنگھ نے حکیم سے سازش کر کے اُس کو دیدہ و دانستہ بہت جلد رخصت کرا دیا۔ یہ امر اگر سچ ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ کیونکہ ایسی حالتوں میں جب کہ بادشاہ اور ایک قابو طلب وزیر میں عناد پڑ جاتا ہے۔ تو وزیر لوگ اسی قسم کی چالیں کھیلتے ہیں۔ جنکی نظریں ایسی عام ہیں۔ کہ اُن کے اظہار کی کوئی ضرورت نہیں ✤

کنور نونہال سنگھ

کنور نونہال سنگھ کی جانشینی

کنور **نونہال سنگھ** اپنے باپ مہاراجہ **کھڑک سنگھ** کو علیحدہ کر کے ۱۸ برس کی عمر میں پنجاب کا مہاراجہ بنا اور یہ شخص واقعی اپنے دادا بڑے مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کا بالکل نمونہ تھا۔ اور امید قوی تھی۔ کہ اس کے عہد میں پنجاب کی سلطنت بگڑنے نہ پاویگی۔ اس کے عہد میں راجہ منڈی پر فوجکشی ہو کر قلعہ کمال گڈھ فتح ہوا۔ اور دن بدن یہی امید کیجاتی تھی۔ کہ سکھ سلطنت کو یہ ہونہار نوجوان بہت

مگر چونکہ اُس نے اپنے باپ کے ساتھ بہت بدسلوکی کی تھی۔ اور بیماری کی حالت میں بھی اُس پر ہمیشہ ظلم کرتا رہا تھا۔ اسوجہ سے خدا کو ایسے گنہگار کا بھی دنیا پر زندہ رکھنا منظور نہ ہوا۔ چنانچہ جب یہ اپنے باپ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی لاش کو جس کے ساتھ ہی اُس کی دو رانیاں اور نو لونڈیاں ستی ہوئی تھیں۔ جلا کر کے واپس آیا۔ تو اُسوقت جوں ہیں یہ پا پیادہ راجہ گلاب سنگھ کے بیٹے میاں اودہم سنگھ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیئے ہوئے قلعہ کے دروازہ تلے پہنچا۔ کچھہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ بڑی بڑی توپوں کی آواز کے دہل سے دروازہ کی دیوار کانپ اُٹھی اور عین اُس موقع پر جب کنور **نونہال سنگھ** و میاں اودہم سنگھ وہاں تک پہنچے۔ دروازہ کی تھوڑی سی دیوار گر پڑی اور ایک سنگین پتھر کنور **نونہال سنگھ** و میاں اودہم سنگھ دونوں کے سر پر ایسا آکر گرا۔ کہ اودہم سنگھ کی تو وہیں جان نکل گئی۔ اور کنور **نونہال سنگھ** کو جو ابھی نیم جان تھا۔ فوراً پالکی میں ڈال کے قلعہ کے اندر لیگئے۔ وہاں پہنچکر وہ بھی جاں بحق ہو گیا۔ مگر راجہ دہیان سنگھ وزیر نے کنور موصوف کی لاش کے پاس کسی کو جانے نہ دیا۔ اور تین روز تک اس راز کو لوگوں پر فاش نہ کیا۔ لیکن

کنور نونہال سنگھ کی وفات

اس معاملہ کی بابت بھی مؤرخوں کی مختلف رائے ہے۔ بعض تو دیوار کا گرنا از خود بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ جو کچھہ ہوا قدرت ایزدی کی طرف سے ہوا۔ مگر بعض اس پتھر کے گرنے کو بھی راجہ دہیان سنگھ کی سازش بتلاتے ہیں۔ کیونکہ گو راجہ دہیان سنگھ کی صلاح و مشورہ سے ہی کنور **نونہال سنگھ** کو مہاراجہ بنایا گیا تھا۔ لیکن پیچھے سے جب کنور مذکور نے کل کاروبار سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ تو اُس کی طبیعت راجہ دہیان سنگھ سے منغص ہو گئی۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ ان پہاڑی راجپوتوں کو سکھوں کی سلطنت میں اسقدر دسترس یا مداخلت رہے۔ اس کا پختہ ارادہ تھا۔ کہ بتدریج راجہ دہیان سنگھ وغیرہ کی طاقت کو بالکل کمزور کر دیا جائے۔ بلکہ اسی خیال سے اُسنے کشمیر کی طرف پہاڑ میں فوجیں جمع کرنیکا حکم دیا تھا۔ اور اُن کے افسر بھی وہی مقرر کیئے تھے۔ جو راجہ دہیان سنگھ کے دشمن تھے۔ جس کا راز راجہ دہیان سنگھ کو بھی معلوم ہو گیا۔ اور اُس نے کنور **نونہال سنگھ** کو بھی قبل اس کے کہ وہ اپنا ارادہ پورا کرے۔ مہاراجہ **کھڑک سنگھ** کے ساتھ ہی رخصت کیا۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ راز کنور **نونہال سنگھ** کو بھی کچھہ تھوڑی دیر پہلے معلوم ہو گیا تھا۔ کہ میرے واسطے ایسا بندوبست کیا گیا ہے۔ چنانچہ اسلیئے اُس نے راجہ گلاب سنگھ کے بیٹے کو خاصکر اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ مگر یہ بات چنداں قابل قرین قیاس نہیں۔ ہاں اُسوقت وہاں پر فوراً پالکی کا موجود ہو جانا۔ اور پھر راجہ دہیان سنگھ کا کنور نونہال سنگھ کے پاس کسی کو نہ جانے دینا۔ حتےٰ کہ اُس کی ماں کو بھی علیحدہ رکھنا اور ڈاکٹر سے بھی یہ استدعا کرنا۔ کہ آپ اس راز کو فاش نہ کریں۔ بلکہ اگر کوئی پوچھے۔ تو یہ کہیں۔ کہ ہمنے ابھی ایک دوا دی ہے۔ راجہ دہیان سنگھ کے چال و چلن کو بالکل اس الزام سے بری نہیں کرتا۔ مشہور ہے۔ کہ مہاراجہ **کھڑک سنگھ** کی چتا کو آگ لگانے

سے پیشتر راجہ دہیان سنگھ نے کنور نونہال سنگھ کو ساتھ لیجا کر ان ستی ہونیوالی رانیوں سے درخواست کی کہ نئے مہاراجہ کے اقبال و کرم کے لیئے دعا خیر کریں۔ مگر اُنہوں نے بجائے دعا کے یہ بددعا دی اور کہا۔ کہ اے پرمیشور جس نے ہمارے خاوند پر ظلم کیا۔ پہلے اُس کے دوست کو قتل کیا۔ پھر اُسے سلطنت سے بیدخل کر کے اُس کی عزیز جان بھی گنوا دی۔ اُس کو بھی راج کرنا نہ ملے۔ اور ہماری طرح جبر دنیا سے بے النفیب جائے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا

کنور نونہال سنگھ کے اوصاف۔

کنور **نونہال سنگھ** ایک بڑا بہادر اور سپاہی صفت فرمانروا تھا۔ فوج بہی اُس سے بہت خوش تھی۔ اور امورات سلطنت کے سمجھنے کا بہت اچھا مادہ رکھتا تھا۔ لیکن افسوس کہ اُس کی عمر نے وفا نہ کی۔ اور وہ ہونہار نوجوان اِس جہان فانی سے یہ کہتا ہوا سدھارا ؎

حسرتیں پیٹنی جائیں گی جنازہ پہ مرے۔ ہاتھ ملتا ہوا ارماں میرے آگے ہوگا +

رانی چند کور

بعد وفات نونہال سنگھ کے راجہ دہیان سنگھ کی تجویز شہزادہ **شیر سنگھ** کو لاہور کا مہاراجہ بنانے کی تھی۔ بلکہ اُسی کے انتظار میں اُس نے کنور **نونہال سنگھ** کی وفات کا راز تین روز تک برابر پوشیدہ رکھا۔ مگر اسی عرصہ میں اُس نے معلوم کیا۔ کہ سندھانوالیہ سرداروں کی رائے **شیر سنگھ** کے برخلاف ہے۔ اور رانی **چند کور** بیوہ مہاراجہ کھڑک سنگھ خود حکومت کرنا چاہتی ہے۔ کیونکہ اُس نے راج کو خود اپنے ہاتھ میں رکھنے کی غرض سے راجہ دہیان سنگھ کو اپنے روبرو بلا کر یہ کہا۔ کہ کنور نونہال سنگھ کی رانی حمل سے ہے۔ مناسب ہے کہ بالفعل چند ماہ تک اُس مولود کے انتظار میں بطور نیابت کے مَیں حکومت کروں۔ اگر پرمیشور نے اُس کے گھر لڑکا دیا۔ تو وہ مالک تخت و تاج ہوگا۔ ورنہ مَیں تمہارے لڑکے ہیرا سنگھ کو گود میں لیکر اپنا بیٹا بنالوں گی۔ اور وہی لاہور کی سلطنت کا مالک ہو جائیگا۔" حالانکہ رانی **چند کور** کی یہ دونوں باتیں غلط تھیں۔ اوّل تو کنور **نونہال سنگھ** کی رانی حمل سے ہی نہیں تھی۔ دوسرے نہ وہ ہیرا سنگھ کو دل سے اپنا بیٹا بنانا چاہتی تھی۔ بلکہ ارادہ یہ تھا۔ کہ جب راج ملجاوے۔ اور ہر طرح سے میرا تسلط بیٹھ جاوے۔ تو سندھانوالیوں کو وزیر مقرر کر کے خاندان جموں کو برطرف کر دوں۔ چنانچہ راجہ دہیان سنگھ

بھی اس بھید سے ناواقف نہیں تھا۔ وہ خوب جانتا تھا۔ کہ سرداران سندھانوالیہ اس کے بھی برخلاف ہیں۔ مگر اسوقت چونکہ اس نے ہرایک کارخ اسیطرف دیکھا۔ اسوجہ سے خاموش ہو رہا۔ اور جو کچھ رانی نے کہا۔ اس کو منظور کر کے شہزادہ **شیر سنگھ** کو جو اسوقت تک بٹالہ سے آگیا تھا۔ فی الحال واپس جانے کی صلاح دی۔ الغرض شہزادہ **شیر سنگھ** اپنے دل میں بہت خفیف ہوکر بٹالہ واپس چلا گیا۔ اور رانی **چند کور** اس پیدا ہونیوالے لڑکے کے انتظار میں سلطنت لاہور کی مدار المہام بنی۔

چونکہ یہ انتظام راجہ دہیان سنگھ کی مرضی کے خلاف ہوا۔ اسلیئے تھوڑے دنوں بعد وہ دربار کا رنگ ڈھنگ اچھا نہ دیکھکر بیماری کے حیلہ سے جموں چلا گیا۔ مگر اپنے مخبر دربار لاہور میں چھوڑ گیا۔ جو اس کو پیچھے سے لمحہ بلمحہ کی خبر دیتے رہتے۔ اب اسوقت دربار لاہور میں بہت ابتری واقع ہوئی۔ کیونکہ رانی **چند کور** ایک عورت پنجاب جیسے سخت ملک میں حکومت کرنے کے لایق ہرگز موزوں نہیں ہو سکتی تھی۔ کل اختیار سندھانوالیہ سرداروں کا تھا۔ مگر گلاب سنگھ راجہ دہیان سنگھ کا بھائی جو ایک کارآزمودہ اور لئیق شخص تھا۔ اسوقت بھی سندھانوالیہ سرداروں سے ظاہر املار رہا۔ اور رانی **چند کور** کو بھی اپنے قابو میں رکھا۔ کیونکہ وہ سمجھے بیٹھا تھا۔ کہ اگر یہ عورت ہمارے موافق رہی تو اس سے بہت کام نکلینگے راجہ دہیان سنگھ ایک مہینے تک جموں میں رہا۔ مگر اس عرصہ میں اس کی خط و کتابت شہزادہ **شیر سنگھ** کے ساتھ برابر ہوتی رہی۔ آخر کار جب سب امورات طے ہو گئے۔ اور فوج نے بھی شہزادہ **شیر سنگھ** کو مہاراجہ بنانا قبول کر لیا کیونکہ جب سے رانی **چند کور** کے ہاتھ میں عنان حکومت آئی تھی۔ فوج کے لوگوں کو کچھ انعام وغیرہ نہیں ملا تھا۔ اور وہ لوگ عموماً رانی کی حکومت سے ناراض تھے۔ تو ایک روز شہزادہ **شیر سنگھ** تین سو آدمیوں کے ساتھ مکیریاں سے کوچ کر کے لاہور کے پاس شالا باغ میں آ اترا۔ یہاں آنے پر اس کو معلوم ہوا۔ کہ راجہ دہیان سنگھ حسب وعدہ ابھی تک جموں سے نہیں آیا ہے۔ اسوجہ سے اس کو ذرا تشویش ہوئی۔ مگر اس نے جوالا سنگھ اپنے ایک مصاحب کو میانمیر کی چھاؤنی میں بھیجکر براہ راست فوج سے گفتگو کرنا شروع کیا۔ اور علاوہ انعام واکرام دینے کے وعدہ کیا۔ کہ اگر میں فوج کی مدد سے لاہور کا تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ تو تمام سپاہ کی تنخواہ میں اضافہ کرونگا۔ چنانچہ خالصہ فوج شیر سنگھ کو لاہور کا تاج دلانے میں فوراً مستعد ہو گئی۔ اور دوسرے دن ہی ۱۴ جنوری ۱۸۴۱ء کی صبح کو بدھو شاہ کے اڈہ پر جو لاہور کے قریب واقع ہے۔ خالصہ فوج کی چار پلٹنیں اور دو رسالے اور چند توپخانوں نے حاضر ہو کر شہزادہ **شیر سنگھ** کی سلامی لی۔ اور کل افسران فوج نے یک زبان ہو کر شہزادہ موصوف کو علانیہ اپنا بادشاہ گردانا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ شہر کے امیر اور اکابر لوگ بھی سن سن کر نئے مہاراجہ سے آملے۔ اور سوائے راجہ گلاب سنگھ و سندھانوالیہ سرداروں کے جو قلعہ کیطرف گئے۔ اور وہاں پہنچکر **شیر سنگھ** کے حملہ کو روکنے کی تدبیر کرنے لگے۔ کل سردار اور امیر اپنی اپنی فوج لیکر شہزادہ **شیر سنگھ** کے ساتھ آشامل ہوئے۔ جب تمام خالصہ فوج جمع ہو گئی۔ تو نئے مہاراجہ

کی پھر دوبارہ شاہی سلامی لی گئی۔ اور توپوں کی شلک نے شہزادہ **شیر سنگھ** کے بادشاہ پنجاب بننے کی خبر کو ہر ایک خاص و عام پر مشتہر کر دیا۔ جنرل ونٹورہ اور راجہ سوچیت سنگھ بھی نئے مہاراجہ سے آملے۔ اور اسوقت **شیر سنگھ** کے پاس ۵۰-۶۰ ہزار کے قریب فوج کا مجمع ہو گیا۔

ادھر رانی **چند کور** کو بھی **شیر سنگھ** کے آنے کی خبر معلوم ہو گئی تھی۔ اُسنے راجہ گلاب سنگھ کو بلا کر قلعہ اور شہر دونوں کے محفوظ رکھنے کا کل انتظام اُس کے سپرد کر دیا۔ راجہ گلاب سنگھ نے فوراً اپنی فوج کو جو شاہدرہ کے مقام پر تھی بلا بھیجا۔ اور چاہا۔ کہ اُس کو براہ راست **شیر سنگھ** کے مقابلہ پر روانہ کرے۔ لیکن یہ مناسب نہ سمجھا گیا۔ اور اُس فوج کو بھی قلعہ کے اندر ہی بلا لیا گیا۔ جمعدار خوشحال سنگھ و فتح سنگھ و سندھانوالیہ سرداروں کی فوج بھی قلعہ کے اندر داخل ہو گئی اور راجہ گلاب سنگھ نے ہر ایک فوج کو موقع محل سے مورچوں پر لگا کر شہر کے تمام دروازے بند کرا دیئے۔ اور قلعہ میں محصور ہو کر **شیر سنگھ** کے حملہ کو روکنے کے لیئے ہر طرح سے چاک و چوبند ہو بیٹھا۔

آخرکار جب اُدھر **شیر سنگھ** کے پاس فوج کا اسقدر مجمع ہو گیا کہ اُن کو قابو میں بھی رکھنا دشوار ہوا۔ تو آٹھ بجے رات کے وقت نیا مہاراجہ اُس چھوٹے دروازہ سے جو دہلی دروازہ اور میوا سنگھ کی بارکوں کے درمیان واقع تھا شہر کے اندر داخل ہوا۔ اور بعد ازاں اُسکے توپخانے اکی اور دہلی دروازوں سے اندر گھسے۔ اور ٹکسالی و دوسرے دروازہ والوں نے بھی جن کو نئے مہاراجہ کی طرف سے ایک معقول انعام ملگیا فوج کو راستہ دیدیا۔ اور اسطرح سے تمام فوج شہر کے اندر داخل ہو گئی۔ تمام رات فوج نے شہر لوٹا۔ اور چھتہ بازار کو آگ لگا دی۔ صبح ہونے تک **شیر سنگھ** کا تمام شہر میں دخل ہو گیا۔ اور کل فوج مثل مور و ملخ کے واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح کا نعرہ بلند کر کے قلعہ کی طرف جھک پڑی۔ اور مورچال لگا کر قلعہ پر آگ برسانے لگی۔ حضوری باغ کے دروازہ والوں نے بھی شہزادہ **شیر سنگھ** کو ایک معقول انعام ملنے پر راہ دیدیا۔ اور فوج نے چپ چاپ ہی اُس باغ میں داخل ہو کے بادشاہی مسجد پر جہاں راجہ گلاب سنگھ نے گولی سکہ اور بارود وغیرہ تمام سامان حرب جمع کر رکھا تھا۔ قبضہ کر لیا۔ اور وہاں کی تمام چیزیں قسمت سے **شیر سنگھ** کے ہاتھ آگئیں۔ تین روز تک برابر دونوں طرف سے توپیں چلتی رہیں۔ قلعہ کے اندر کی سپاہ نے بھی گو تعداد میں بہت تھوڑی تھی۔ محاصرہ کو نہایت گرمجوشی اور تندہی سے روکے رکھا۔ باہر کی فوج کے سینکڑوں آدمیوں کا نقصان کیا۔ بلکہ کئی مرتبہ محاصرین کا منہ پھیر پھیر دیا۔ اور حالانکہ باہر کی توپوں نے بھی قلعہ کے مغربی دروازہ کو گرا دیا اور قلعہ کی دیوار مثل غربال کے ہو گئی۔ مگر تاہم جب ۳۰۰ اکالیوں نے جوش میں آکر اُس راستہ سے قلعہ کے اندر داخل ہونا چاہا۔ تو اندر سے ڈوگروں نے یکبارگی اُن پر توپوں کی بوچھاڑ کی۔ اور اُن کا سو آدمی ایک ہی جگہ رکھا۔ بعدہ اسقدر اندر سے آگ برسائی۔ کہ باہر کی فوج پس پا ہو گئی۔ اور توپیں میدان میں چھوڑ چھوڑ کر پیچھے ہٹ کر شہر میں پناہ لینے لگے۔ مگر **شیر سنگھ** نے بادشاہی مسجد کے میناروں پر زنبورک توپیں چڑھا کے اسقدر گولے قلعہ کے اندر

برسائے۔ کہ آدمیوں کا چلنا پھرنا بھی بند کر دیا۔ اور اب یہ وقت ایسا آ گیا تھا۔ کہ محصورین ننگ آ کر عنقریب قلعہ چھوڑنے والے تھے۔ کہ اتنے میں ہی راجہ دھیان سنگھ جموں سے آ گیا۔ اور اُسنے لڑائی بند کرا کے یہ تجویز کی کہ رانی چند کور قلعہ خالی کر کے پنجاب کا تخت شہزادہ **شیر سنگھ** کے حوالہ کر دے۔ اور شیر سنگھ اُسکو سولہ لاکھ روپیہ کی ایک جاگیر جموں کے گردنواح میں دیدے۔ جسکا انتظام رانی مذکور کی طرف سے راجہ گلاب سنگھ کے سپرد رہیگا۔ چنانچہ فریقین نے اس بات کو منظور کر لیا۔ اور ۱۸۔ جنوری ۱۸۴۱ء کو قلعہ میں نئے مہاراجہ کا دخل ہو گیا۔ اور راجہ گلاب سنگھ مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کا کل خزانہ اور مال و اسباب جو قلعہ میں رانی چند کور کے قبضہ میں تھا۔ اس بہانہ سے کہ میں رانی کیطرف سے اپنے پاس امانتاً محفوظ رکھوں گا۔ اونٹوں اور ہاتھیوں پر لدوا کے جموں لے گیا۔ کہتے ہیں کہ ۱۶۔ چھکڑے صرف روپیہ سے بھرے گئے تھے۔ اور پانچسو گھوڑے ایسے تھے جن پر بالکل اشرفیوں کی تھیلیاں لدی ہوئی تھیں۔ اور جو راجہ گلاب سنگھ کے خاص خاص نوکر چاکر تھے۔ اُن کی تحویل میں جواہرات و زیورات دیئے گئے۔ پشمینہ کا قیمتی اسباب اور مہاراجہ کے اصطبل کے خاص خاص گھوڑے بھی مہاراجہ گلاب سنگھ اپنے ہمراہ جموں لے گیا۔

مہاراجہ شیر سنگھ

الغرض اسی روز ۱۸۔ تاریخ کو مہاراجہ **شیر سنگھ** نے لاہور کے تخت پر بیٹھکر اجلاس کیا۔ اور راجہ دھیان سنگھ کو وزارت کا خلعت دیکر کل سرداران اور امیران سے نذریں حاصل کیں اور حسب وعدہ مہاراجہ نے کل سپاہ کی تنخواہ میں ایک روپیہ ماہواری کے اضافہ کا حکم دیا۔ سندھانوالیہ سردار عطر سنگھ بھاگ کر ستلج پار چلا گیا۔ اور لہنا سنگھ قید میں آیا۔

مگر مہاراجہ **شیر سنگھ** کے تخت پر بیٹھتے ہی خالصہ فوج بے قابو ہو گئی۔ اور سب سے پہلا کام اُس کا یہ ہوا۔ کہ اُنہوں نے اپنے اُن تمام افسران و عہدہ داران سے انتقام لینا شروع کیا۔ جنہوں نے کسی زمانہ گذشتہ میں اُن پر کسی قسم کی ناواجب سختی کی تھی۔ یا جبراً اُن کی تنخواہ رکھ لی تھی۔ یعنی جس جس منشی اور افسر یا سردار نے ایسا کیا تھا۔ سب کو چن چن کر اُس وقت سکھ فوج نے ہلاک کیا۔ اور گھر بار سب لوٹ پاٹ کے کہیں نام و نشان تک نہ چھوڑا۔ فوکس صاحب ایک بڑا جوانمرد اور نوجوان انگریزی افسر کو بھی سکھ فوج نے بڑے عذاب سے

مار ڈالا۔ آخر کار ایسی خوفناک حالت دیکھکر جنرل کورٹ صاحب جو دربار لاہور کا ایک بڑا لائق اور خیر خواہ افسر تھا۔ وہ بھی پنجاب چھوڑکر بھاگ گیا۔ یہ فوج کی سرکشی کچھہ خاص لاہور تک ہی محدود نہ رہی۔ بلکہ تمام کاشمیر اور پیشاور میں بھی سکھ فوج نے اودھم مچادیا۔ کاشمیر کے جنرل مہاں سنگھ کو فوج نے لوٹ لیا۔ اور قتل کردیا۔ جنرل اویٹیبل صاحب بھی جان بچاکر پیشاور چھوڑکر جلال آباد کیطرف بھاگ گیا*

ایسے سخت موقع پر سرکار انگریزی نے بھی مہاراجہ شیر سنگھ کو اپنی افواج بھیجکر مدد دینا چاہا۔ لیکن مہاراجہ نے ایسے نازک وقت میں غیر ممالک کی فوج کا پنجاب میں آنا مناسب نہ سمجھا۔ اور کمال محنت وجانفشانی سے اپنی بگڑی ہوئی اور سرکش فوج کو خود قابو میں لے آیا۔ اور رفتہ رفتہ خالصہ فوج کا شور وفساد بالکل فرو ہوگیا*

اس کے بعد مہاراجہ شیر سنگھ نے اپنی افواج کو بالکل انگریزی قاعدہ پر ترتیب دیکر ان کی جدا جدا چھاونیاں اور مقامات مقرر کیئے۔ اور جسقدر بڈھے بڈھے اور پورانے پورانے ملازم تھے۔ سب کو یک قلم موقوف کرکے انکی جگہ بالکل نئے نئے اور سبزہ آغاز جوان آدمی بھرتی کیئے۔ مگر چونکہ معزول شدہ سپاہ کی دیرینہ ملازمت اور عمدہ خدمات کے خیال میں ان کے واسطے کچھہ پنشن وغیرہ تجویز نہیں کی گئی۔ اس وجہ سے اس انتظام پر اکثر لوگوں نے اپنی ناخوشی ظاہر کی*

مہاراجہ شیر سنگھ ایک خوبصورت اور جوانمرد شخص تھا۔ اسلیئے تھوڑے ہی دنوں میں تمام ملک پر اس نے اپنا دبدبہ قایم کرلیا۔ اور کچھہ دنوں تک اس کیوقت میں نہایت عمدہ انتظام رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی طبیعت عیش پسند زیادہ ہوگئی اور شراب خواری وناچ رنگ اور سیر وشکار وتماشوں میں ایسا غلطان ہوا۔ کہ امورات سلطنت کیطرف اس کی توجہ صرف برائے نام رہ گئی۔ کجا تو پہلے پہل یہ حال تھا۔ کہ تمام فوج کی خود قواعد لیتا۔ اور صبح سے لیکر گیارہ گیارہ بجے تک سپاہ کو نہ چھوڑتا۔ پھر ہر ایک معاملات ملکی ومالی پر نہایت سرگرمی کے ساتھ توجہ دیتا۔ اور کجا ایک دو سال کے بعد یہ حال ہوگیا۔ کہ سوائے ناچ ورنگ وشراب خواری وتماشہ وکشتی وغیرہ کے اور کسی بات کیطرف دھیان ہی نہ تھا۔ اور آخر کار ایسی غفلت کا جو نتیجہ ہونا ہے اس سے محروم نہ رہا*

شروع شروع میں جب مہاراجہ شیر سنگھ لاہور کا تخت حاصل کرنے کیلیئے آیا۔ اور اس کے مصاحب سردار جوالا سنگھ نے خالصہ افواج سے براہ راست بلا امداد ڈوگرہ سرداروں کے شیر سنگھ کی سند نشینی کی بابتہ گفتگو شروع کی تو اسکو یہ امید تھی کہ اگر خاص اس کی مدد سے بلا شراکت ڈوگرہ وزیر کے شہزادہ شیر سنگھ کو لاہور کا تاج ملگیا۔ تو وہ ضرور وزارت کا عہدہ حاصل کرلیگا۔ چنانچہ اسی امید میں جب راجہ دھیان سنگھ آگیا۔ اور لڑائی بند کرادی گئی۔ تو اسوقت ایک عرصہ تک سردار جوالا سنگھ اپنی فوج کو لیئے برابر لڑتا رہا۔ اور بزور شمشیر قلعہ کے اندر داخل ہونا چاہتا تھا۔ اور جبتک کہ شیر سنگھ اور دھیان سنگھ دونوں خود اس کے پاس جاکر مانع نہ ہوئے وہ برابر لڑتا رہا۔ یہ بات راجہ دھیان سنگھ نے اپنے

دل میں رکھی۔ اور چونکہ جوالا سنگھ اُس کا ایک پرانا دشمن تھا۔ اسلیئے اُس نے جب ہر طرح سے ملک میں امن ہو گیا تو جوالا سنگھ کیطرف سے مہاراجہ **شیر سنگھ** کے کان بھرنے شروع کیئے۔ اور مہاراجہ کو اُس کی طرف سے اسقدر بدظن کر دیا کہ وہ جوالا سنگھ اپنے پرانے رفیق کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اور بجائے دوست کے اپنا دشمن جاننے لگا۔ سردار جوالا سنگھ اپنے پانچہزار گھوڑ چڑہوں کے ساتھ ہمیشہ اپنے تئیں مہاراجہ سے دُور رکھتا۔ اور شالا باغ میں رہا کرتا۔ آخر کار جب مہاراجہ نے اُس کو دربار میں حاضری کا حکم دیا۔ تو وہ نہیں آیا جبتک مہاراجہ **شیر سنگھ** خود معہ وزیر راجہ دہیان سنگھ کے ایک دستہ فوج لیکر اپنے پرانے مصاحب کو اُس کی گستاخی کی سزا دینے کے لیئے روانہ ہؤا جب نزدیک پہنچا۔ تو سردار جوالا سنگھ ہاتھ باندہ کر اپنے آقا کے پیروں میں آگرا۔ اور معافی کا خواہاں ہؤا لیکن مہاراجہ **شیر سنگھ** نے ایک نہ سنی۔ اور اس کو حکم عدولی کی پاداش میں ایک نہایت عبرتناک اور سخت قید کی سزا دی۔ قیدخانہ میں اُس کو نمک اور آٹا دونوں ایک وزن کھانے کے لیئے حکم دیا۔ اور دونوں وقت کوڑوں سے اُس کا چمڑا مثل روئی کے اُڑایا جانے لگا۔ آخر کار اس سخت تکلیف اور عذاب سے ہی سردار جوالا سنگھ شیخوپورہ کے قلعہ میں بحالت قید مر گیا +

مہاراجہ **شیر سنگھ** اپنے حکم کا بہت پکا اور ایک سخت گیر آدمی تھا۔ چور اور رہزنوں کو بھی بڑی عبرتناک سزا دیتا تھا عموماً ایسے لوگوں کے ہاتھ اور پیر کٹوا دیتا تھا۔ اسیوجہ سے اُس کے زمانہ میں چوری اور رہزنی کا بہت عمدہ انتظام رہا بلکہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ جب وہ شروع شروع میں تخت پر بیٹھا۔ تو سرکاری اونٹ حسب معمول جنگل میں واسطے چرنے کے بھیجے جانے لگے۔ چونکہ اُن کے ساتھ ہمیشہ ایک دو کمپنیاں فوج کی حفاظت کیواسطے تعینات رہتی تھیں۔ اسیوجہ سے راجہ دہیان سنگھ نے مہاراجہ سے اجازت چاہی۔ اور عرض کی کہ اگر ارشاد ہو۔ تو دو کمپنیاں شتروں کی حفاظت کیواسطے بار میں بھیجدی جاویں۔ مہاراجہ **شیر سنگھ** اپنے لایق وزیر کی یہ درخواست سن کر ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا۔ کہ :-

افسوس راجہ جی! اگر بار میں اونٹوں کی حفاظت کے لیئے ہمکو کمپنیاں بھیجنے کی ضرورت پڑی۔ تو پھر سرکار کا راج کاہیکو ہؤا۔ یہ تو چوروں کا راج ہؤا۔ کوئی ضرورت نہیں۔ صرف معمولی چروا ہے کافی ہوں گے۔ اگر ایک شتر کا بھی نقصان ہؤا تو دیکھیئے گا۔ کہ میں اُن کو کیسا تماشہ دکھلاوں گا۔ الغرض سرکاری شتر بار میں بلا خاص حفاظت بھیجے گئے۔ اور اُس سال مہاراجہ **شیر سنگھ** کے خوف سے ایک شتر کا بھی نقصان نہ ہؤا۔ حالانکہ پہلے فوج بھی جاتی تھی۔ مگر ہر سال پچاس سانٹھ اونٹ کم آتے تھے۔ اور اُن کی نسبت چوری جانے کی اطلاع پہنچتی تھی +

لارڈ النبرگ صاحب کی شہزادہ پرتاب سنگھ سے ملاقات

سنہ ۱۸۴۲ء میں لارڈ **النبرگ صاحب** نے مہاراجہ **شیر سنگھ** سے ملاقات کرنا چاہا چنانچہ اسی تیاری میں فیروزپور کے مقام پر انگریزی فوج کا بہت سا اجتماع ہؤا۔ بلکہ عوام میں تو یہ مشہور ہو گیا۔ کہ سرکار انگریزی کا ارادہ پنجاب پر برخلاف اپنے عہدنامہ کے حملہ آور ہونیکا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر راجہ دہیان سنگھ نے مہاراجہ کے دل میں شک ڈال کر اُس کو خود جانے سے باز رکھا۔ اور بجائے مہاراجہ کے شہزادہ **پرتاب سنگھ**

کو ہمراہ لیکر فیروزپور کے مقام پر خود لاٹ صاحب سے ملنے گیا۔ پہلے تو لاٹ صاحب کو مہاراجہ کا خود نہ آنا کچھہ ناگوار گذرا۔ لیکن جب شہزادہ **پرتاب سنگھ** اور راجہ دہیان سنگھ دونوں پہنچگئے۔ تو اُن کی ملاقات سے لاٹ صاحب بہادر بہت خوش ہوئے۔ اِس مقام پر لارڈ **النبرگ صاحب** سکھوں کی فوج کی قواعد اور اُن کی صفائی و بہادرانہ صورت و شباہت کو دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ بلکہ اپنی رائے میں یہانتک ظاہر کیا کہ سکھوں کی فوج سرکار انگریزی کی فوج سے کسی طرح پر کم نہیں ہے۔ اِس ملاقات سے سرکار انگریزی اور دربار لاہور میں اتحاد اور ارتباط کا رشتہ اور بھی زیادہ استحکام کے ساتھہ قایم ہوگیا۔ اور جب بعد ملاقات کے فیروزپور سے افواج انگریزی کا لام لوٹا۔ تو سب کے دلوں کے شکوک رفع ہوگئے ✣

اِس کے بعد کابل کا بھی بڑا معرکہ اِسی عقلمند اور بہادر مہاراجہ کے عہد میں طے ہوا۔ یعنی جب کابل والوں نے شاہ **شجاع** کو قتل کرکے بہت سے یوروپین افسران ولیڈی صاحبان کو مقید کرلیا تھا۔ اور جلال آباد کے مقام پر انگریزی فوج افغانوں کے ایک سخت گھیرے میں آگئی تھی۔ تو اُسوقت مہاراجہ **شیر سنگھ** بہادر نے سرکار انگریزی کو بہت مدد دی۔ یعنی اوّل تو گورمنٹ انگریزی کی فوج کو اپنے ملک میں سے راستہ دیکر بہت جلد کابل پر فوجکشی کرنے کا موقع دیا دوسرے راجہ گلاب سنگھ کو جو اُسوقت لداخ کیطرف مشغول تھا۔ اُس طرف سے ہٹاکر پیشاور کی طرف انگریزوں کی مدد پر پہنچنے کا حکم دیا۔ اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ جو خاص اور مفید امداد اُسوقت سرکار انگریزی کو سکھوں کی فوج سے ملی بہت ہی قابل تعریف تھی۔ (دیکھو لیڈی سیل صاحب کا اظہار جو پارلیمنٹ میں لیا گیا۔) تیسرے جب دوست محمد خاں معزول شدہ امیر کو سرکار انگریزی نے رہائی دی۔ تو مہاراجہ **شیر سنگھ** نے ہی خود بیچ میں ضامن ہوکے امرتسر کے مقام پر یوروپین افسران اور لیڈی صاحبان کو جو افغانوں کی قید میں آگئے تھے۔ اُن سے چھوڑاکر سرکار انگریزی کے حوالہ کیا۔ اور دوست محمد خاں کابل کے امیر کو سرکار انگریزی سے رہائی دلاکر افغانوں کے سپرد کیا۔ یہ کام ایک ایسا اہم تھا۔ کہ اگر مہاراجہ **شیر سنگھ** خود بیچ میں نہ پڑتا۔ تو سرکار انگریزی کو افغانوں سے اپنے آدمی واپس لینا ایک محال امر ہوجاتا ✣

یہانتک تو ہر ایک بات ٹھیک رہی۔ مگر اب زمانہ نے پھر رنگ بدلا۔ اور فلک ناہنجار نے ملے ہوئے دو دلوں کو جدا کرنا چاہا۔ بقول شخصیکہ **ع** یہ دو دل کو یکجا بٹھاتا نہیں۔ کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں ✣ اُسوقت سکھوں کی سلطنت میں راجہ دہیان سنگھ ایک بڑا قابو طلب شخص تھا۔ اور اِس گھمنڈ سے کہ مہاراجہ **شیر سنگھ** کو میری خاص امداد سے لاہور کا تخت ملا ہے۔ ہر امورات میں اپنی رائے کو ہی سبقت دینا چاہتا تھا۔ مگر اُس کی یہ بات مہاراجہ **شیر سنگھ** جیسے دلاور اور بہادر والی ملک کو جو بالکل مطلق العنان ہونا چاہتا تھا۔ بھلا کب بھانے لگی تھی اِتنے ہی میں لہنا سنگھ سندہانوالیہ مہاراجہ کو یہ منظور ہوا۔ کہ کسی طرح راجہ دہیان سنگھ کے اختیارات کو کم کیا جاوے۔

والیہ کی بابت جسکو مہاراجہ نے قید کر دیا تھا۔ امرتسر کے گرنتھی اور بھائی رام سنگھ وغیرہ کی معرفت معافی کے لیئے سفارش پہنچی۔ اور سندھانوالیہ سرداروں نے گرنتھ صاحب کی قسم کھائی۔ کہ وہ لوگ مہاراجہ کے کبھی برخلاف نہیں ہوں گے مہاراجہ **شیر سنگھ** ایک صاف باطن اور شریف مزاج شخص تھا۔ اس نے ان لوگوں کا قصور معاف کر دیا۔ اور لہنا سنگھ کو رہائی دیکر اجیت سنگھ اور عطر سنگھ کو بھی جو بھاگ کر ستلج پار چلے گئے تھے۔ واپس بلا لیا۔ اور ان کی جاگیرات وغیرہ جو معرض ضبطی میں آگئی تھیں۔ سب انکو واپس کی گئیں۔ عطر سنگھ تو حسب دستور سابق اپنی جاگیر میں چلا گیا۔ لیکن لہنا سنگھ و اجیت سنگھ دونوں چچا بھتیجے دربار لاہور میں سے اپنے اپنے اصلی عہدوں پر بحال ہو گئے۔ اس معافی کے دینے میں مہاراجہ **شیر سنگھ** نے ایک امر یہ بھی مدِنظر رکھا تھا۔ کہ ان کے صاف دل ہو کر واپس آجانے سے وہ راجہ دہیان سنگھ کے ذلیل کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ کیونکہ سندھانوالیئے سردار ڈوگروں کی وزارت کے مدت سے ہی برخلاف تھے۔ الغرض رفتہ رفتہ سندھانوالیئے سرداروں کا مہاراجہ **شیر سنگھ** کے مزاج میں بہت دخل ہو گیا۔ اور راجہ دہیان سنگھ کی قدر و منزلت جیسی کہ مہاراجہ کی نگاہ میں پہلے تھی اب نہ رہی۔ آخرکار اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ راجہ دہیان سنگھ نے اپنا داؤں کھیلا۔ اور جوڑ توڑ لگا کر سندھانوالیئے سرداروں سے ربط ضبط پیدا کر کے ان کے دل میں یہ شک ڈال دیا کہ تمکو مہاراجہ نے صرف قتل کرنے کے لیئے واپس بلایا ہے۔ گو وہ تم سے ظاہرا بہت اچھی طرح ملتا ہے مگر اندر سے وہ ہر وقت تمہاری جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے۔ سندھانوالیئے پہلے سے ہی یہ چاہتے تھے۔ کہ کوئی بہانہ ملے۔ کیونکہ وہ مہاراجہ اور وزیر دونوں کے دشمن تھے۔ اور گو بظاہر ملے ہوئے تھے۔ مگر دل ان کا مطلق صاف نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے تو تدبیر کی یہ بات سنکر پہلے یہ من گھڑت مہاراجہ **شیر سنگھ** کو جا کر سنائی۔ اور ہاتھ جوڑ کے کہا۔ کہ سرکار ہم تو آپ کے تابعدار ہو گئے۔ اور رات دن آپ ہی کی ترقی دولت و اقبال کی ارداس کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ڈوگرا وزیر آپ کی جان کے پیچھے پڑ رہا ہے۔ اور نونہال سنگھ کیطرح آپ کا بھی حال کرنا چاہتا ہے۔ آج ہمسے کہنے لگا۔ "کہ تم جا کر مہاراجہ کو قتل کر دو۔ مہاراجہ نے یہ سنکر تلوار سندھانوالیئے سرداروں کے سامنے رکھدی۔ "اور کہا کہ اگر آپ لوگ مجھکو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تو یہ تلوار لیجیئے۔ اور میرا سر موجود ہے مگر افسوس ہے۔ کہ آپ میری خیر خواہی کا دم ماریں۔ اور پھر دہیان سنگھ کو اس کے اعمال کی سزا نہ دیں۔ اس پر سندھانوالیوں نے کہا کہ آپ ہمکو یہ لکھدیں۔ کہ تم جا کر راجہ دہیان سنگھ کو قتل کر ڈالو۔ اور تم سے اس معاملہ میں کوئی مواخذہ نہیں کیا جائیگا۔ ہم ابھی اس کا سر کاٹ لائیں گے۔ مہاراجہ **شیر سنگھ** جو ایک صاف باطن بادشاہ تھا فوراً سندھانوالیوں کی بات میں آگیا۔ اور رقعہ لکھکر ان کے حوالہ کیا۔ سندھانوالیئے سردار اجیت سنگھ و لہنا سنگھ دونوں مہاراجہ کا دستخطی پروانہ حاصل کر کے مہاراجہ سے یہ کہکر کہ "فی الحال ہم راجہ سانسی جاتے ہیں۔ اور وہاں سے اپنی فوج لیکر پہلے سرکار کی حاضری دیں گے بعدہ راجہ دہیان سنگھ کا کام تمام کریں گے"۔ رخصت ہوئے۔ اور

بجائے اِس کے کہ راجہ سالسی جائے" پہلے راجہ دہیان سنگھ کے پاس چلے گئے۔ اور اُس کے ہاتھ میں مہاراجہ کا پروانہ دیکر کہا۔ کہ "دیکھو تمہاری بابت مہاراجہ شیر سنگھ کا کیا خیال ہے"۔ مگر ہم تم سے ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ اب بتلاؤ تمہاری کیا رائے ہے"۔ راجہ دہیان سنگھ نے کہا کہ جو تمہاری رائے ہو۔ میں اُس کے ساتھ دل وجان سے موجود ہوں جسکے جواب میں انہوں نے کہا۔ کہ جب وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔ اور تمہارا بھی جس نے اُس کے ساتھ ایسی بڑی بھاری نیکی کی کہ لاہور کا تخت دلوایا۔ ایسا سخت بیری ہو گیا ہے۔ کہ جان کا خواہاں ہے۔ تو ایسی حالت میں ہم لوگ پہلے اسی کا کیوں نہ سر کاٹ ڈالیں اور اُس کی جگہ دلیپ سنگھ کو جو ایک نابالغ ہے۔ تخت پر بٹھا کر تمہاری وزارت کو بدستور قایم رکھیں۔ یہ سن کر راجہ دہیان سنگھ نے بھی اُن کے ساتھ اتفاق کیا؛

آخر کار سندہانوالیوں نے وزیر سے بھی اسی طرح مہاراجہ **شیر سنگھ** کے قتل کی بابت ایک تحریر حاصل کی۔ اور جمعہ کا دن اس کام کے لیئے مقرر کر کے راجہ سالسی اپنے مسکن کیطرف روانہ ہوئے۔ بادشاہ تو یہ یقین کیئے بیٹھا تھا۔ کہ وزیر مارا جائیگا۔ اور وزیر اپنی جگہ بادشاہ کو ہی ختم کر چکا تھا۔ مگر سندہانوالیہ سرداروں کے اصل دل کا حال دونوں میں سے ایک کو بھی معلوم نہیں تھا۔ لیکن اُنکا ارادہ خیریت سے دونوں کو ایک ہی جگہ پہنچانے کا تھا۔ الغرض جب وہ دن آیا۔ تو اُس روز (جو ہندو مہینہ کی پہلی تاریخ اور انگریزی ستمبر کی ۱۵ ایتھی) مہاراجہ صبح کو گھوڑے پر سوار ہو کے رَشنی دروازہ ہوتا ہؤا شاہ بلاول کے مقام پر جہاں وہ اکثر تفریح طبع کے لیئے جا کر ہفتہ ہفتہ دو دو ہفتہ رہا کرتا تھا۔ چلا گیا یہاں مہاراجہ نے آج کشتی کا تماشہ دیکھنا تھا۔ چنانچہ مہاراجہ کے وہاں پہنچتے ہی وقت مقررہ پر کشتی شروع ہو گئی۔ اور مہاراجہ بارہ دری کی کھڑکی کے سامنے کرسی پر بیٹھکر پہلوانوں کے پیچ و داؤ دیکھنے لگا۔ اُسوقت مہاراجہ کے پاس بہت مختصر سے آدمی تھے۔ کیونکہ اس روز سنکرات کا دن تھا۔ اور دربار میں تعطیل تھی۔ وہیں نزدیک ایک باغ میں شہزادہ پرتاب سنگھ مہاراجہ کا بڑا بیٹا بھی تلادان دینے میں مصروف تھا۔ اتنے ہی میں سندہانوالیئے سردار اپنی جدید بھرتی شدہ سواروں کے ساتھ اپنی فوج کی حاضری دینے کے لیئے لاہور میں وارد ہوئے۔ اجیت سنگھ تو مہاراجہ کی طرف روانہ ہؤا۔ اور لہنا سنگھ شہزادہ پرتاب سنگھ کی طرف گیا۔ اور صلاح یہ ہوئی۔ کہ جو ہیں لہنا سنگھ کے کان میں بارہ دری کے مقام سے بندوق چھوٹنے کی آواز پہنچے۔ شہزادہ **پرتاب سنگھ** کا سر بھی فوراً جدا کر دیا جاوی کہتے ہیں۔ کہ جسوقت اجیت سنگھ مہاراجہ کے پاس پہنچا۔ اُسوقت وہ پہلوانوں کی کشتی دیکھکر اُن کو انعام تقسیم کر رہا تھا اور بہت خوش وخورم حالت میں اجل سے جو اُسوقت اُس کے سر پر کھڑی کچھ لمحہ ہی گن رہی تھی۔ بالکل بیخبر بیٹھا تھا۔ اجیت سنگھ صرف ۵۰ سواروں کو اپنے ہمراہ اندر لے گیا۔ اور مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہو کے ملتمس ہؤا۔ کہ سرکار فوج حاضر ہے۔ حاضری لے لی جاوے۔ جس کے جواب میں مہاراجہ نے راجہ دینا ناتھ کو حکم دیا۔ کہ وہ اُٹھکر جدید بھرتی کے ملازموں کی حاضری لیکر اُن کے نام لکھ لیں۔ اور اتنے ہی میں اجیت سنگھ نے ایک بھری ہوئی

انگریزی دو نالی بندوق بکس میں سے نکال کر پیش کی۔ اور مسکراتے ہوئے کہا۔ کہ "دیکھئے مہاراج یہ ملنے کیسی عمدہ ولایتی بندوق ۱۴ سو روپیہ کو خریدی ہے۔ اس کے اگر کوئی مجھے تین ہزار بھی دے تو بھی میں اسے ہرگز جدا نہ کروں"۔ جیونہیں مہاراجہ نے اُس بندوق کے لینے کے لئے ہاتھ لپکایا۔ اُس ظالم اور دغاباز شخص نے بندوق کو نال کیطرف سے مہاراجہ کے ہاتھ میں دیتے ہی پیچھے سے دونوں گھوڑوں کی کل دبادی۔ دونوں گولیاں مہاراجہ **شیر سنگھ** کی چھاتی میں لگیں۔ اور بہادر مہاراجہ صرف اتنا کہکر کہ "اُوئے ایہہ کی دغا کیتا" (ارے یہ کیا دغا کیا) زمین پر گر پڑا۔ بدھ سنگھ مہاراجہ **شیر سنگھ** کا بہادر اور نمک حلال نوکر بندوق کی آواز سنتے ہی تلوار لیکر فوراً اپہنچا۔ اور اجیت سنگھ کے دو ہمراہیوں کو قتل کر کے خاص اجیت سنگھ پر ہاتھ مارا۔ لیکن تلوار اوپر چھت سے اٹکر دو ٹکڑے ہو گئی۔ وہ بہادر جلدی سے دوسری تلوار لینے کے لئے دوڑا۔ مگر ٹھوکر کھاکر منہ کے بل گر پڑا۔ اور اُسے اجیت سنگھ کے آدمیوں نے پہنچکر قتل کر دیا۔ سب آدمی بھاگ گئے۔

> مہاراجہ شیر سنگھ و شہزادہ پرتاب سنگھ کا قتل

اجیت سنگھ مہاراجہ **شیر سنگھ** کا سر کاٹ کے اپنے ہاتھ میں لیکر شہزادہ **پرتاب سنگھ** کیطرف چلا۔ اُدھر لہنا سنگھ نے بندوق کی آواز سنتے ہی شہزادہ **پرتاب سنگھ** کا کام تمام کر دیا تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ جسوقت ننگی تلوار لیکر لہنا سنگھ شہزادہ **پرتاب سنگھ** کے سامنے گیا۔ اُسوقت وہ تلادان کی تیاری میں تہا۔ اور کہیں کھلا رہا تھا۔ لہنا سنگھ کی خون آلودہ شکل دیکھتے ہی وہ خوبصورت لڑکا خوف زدہ ہو کر نہایت عاجزی سے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ کہ چچا میں تمہارا نوکر ہو کر رہوں گا۔ مگر مجھ بیگناہ کی جان بخشی کرو۔ لیکن بیرحم اور ظالم چچا ایسا سنگدل تھا۔ کہ اُس کو اپنے معصوم بھتیجے کی عاجزانہ منت و سماجت کا مطلق خیال نہ گذرا۔ اور اُس نے فوراً کیسوں سے پکڑ کر اُس بیگناہ خوبصورت بچے کا بھی سر جدا کر دیا۔ اب اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ دونوں مہاراجہ **شیر سنگھ** اور اُس کے بیٹے کا سر لئے ہوئے اپنی فوج کے ساتھ قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے ✤

اتنے میں مہاراجہ **شیر سنگھ** کے مارے جانے کی خبر تمام لاہور میں پھیل گئی۔ گھروں کے دروازے بند ہو گئے تمام دوکاندار لوٹ کے خوف سے دوکانیں بند کر کے شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ الغرض جب سندھانوالیئے سردار قلعہ کے نزدیک پہنچے۔ تو آگے سے اُن کو راجہ دہیان سنگھ وزیر قلعہ کے اندر سے اپنے ردِ تم کام تمام کر کے باہر شاہ بلاول کیطرف گھوڑے پر سوار آتا ہوا ملا۔ اجیت سنگھ نے فوراً اپنی سواری ٹھیرائی۔ اور راجہ دہیان سنگھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ لو راجہ جی ہم تو کام کر آئے ہیں۔ یہ تمہارے دشمنوں کے سر ہیں۔ اب تم واپس چلو۔ اور قلعہ میں چلکر دلیپ سنگھ کو گدی پر بٹھاؤ۔ راجہ دہیان سنگھ یہ دیکھکر حیران رہ گیا۔ اور اجیت سنگھ سے کہنے لگا۔ کہ اُس لڑکے کا ناحق کیوں خون کیا۔ جسکے جواب میں اُس ظالم اور بیرحم نے یہ کہا۔ کہ اچھا راجہ جی! جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب اتنا تو ہے نہیں۔ اس کا کچھ خیال نہ کرو۔ راجہ دہیان سنگھ نے اُسوقت پیچھے پھر کر دیکھا تو اُس کے ساتھ ہی

بہت کم آدمی ہیں۔ لاچار اُن کے ہمراہ پیچھے کو لوٹا۔ جب قلعہ کے اندر داخل ہوئے۔ اور دوسری ڈیوڑھی سے گذرنے لگے۔ تو اجیت سنگھ نے راجہ دہیان سنگھ کے ساتھیوں کو وہیں روک دیا۔ آگے بڑھکر جواہر سنگھ نے راجہ دہیان سنگھ سے پوچھا۔ کہ کیوں راجہ جی رانی چند کور کو کس نے مروایا تھا۔ جب یہ بات راجہ دہیان سنگھ نے سُنی اُس کو اپنی جان کی خیر نظر نہ آئی۔ اسلئے پیچھے پھر کر دیکھا۔ تو اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو نہ پایا۔ پھر دو قدم آگے بڑھکر اجیت سنگھ نے راجہ دہیان سنگھ کی بانہہ پکڑ کے پوچھا۔ کہ اب کہو کس کو بادشاہ بنایا جاوے۔ اُس نے کہا کہ سوائے دلیپ سنگھ کے اب اور کون ایسا باقی رہا ہے۔ جسکو لاہور کا تخت دیا جاوے۔ اس پر اجیت سنگھ نے ہنس کر کہا۔ کہ جب دلیپ سنگھ مہاراجہ ہو۔ اور تم اُس کے وزیر بنے۔ تو پھر بتلاؤ۔ کہ ہمکو اس تمام تکلیف کے اُٹھانے سے کیا فائدہ ہوا۔ جس کے سنتے ہی راجہ دہیان سنگھ میں کاٹو تو خون نہ رہا۔ بعد ازاں بھائی گورمکھ سنگھ جو اُسوقت نزدیک تھا۔ یوں بولا۔ کہ بہ نسبت کہنے کے کرنا اچھا ہوتا ہے۔ "جد ولٹوہا نواں لیا تے پھیر کڑچھا پرانا رکھن دا کی مطلب"۔ یعنی جب دیگ نئی خریدی گئی۔ تو اُس میں چمچہ پورانا رکھنا اچھا نہیں"۔

راجہ دہیان سنگھ وزیر سلطنت کا قتل

گویا یہ اشارہ تھا۔ کہ راجہ دہیان سنگھ کو بھی مہاراجہ **شیر سنگھ** کے ساتھ رخصت کر دیا جاوے۔ الغرض اُسیوقت اجیت سنگھ کے اشارہ پر ایک شخص نے پیچھے سے راجہ دہیان سنگھ کی پیٹھ میں گولی سَر کی۔ اور لاہور کا دانشمند وزیر بھی گھوڑے سے گر کر اپنے مہاراجہ کا ساتھی بنا۔ راجہ دہیان سنگھ کے ایک مسلمان خدمتگار نے جو اُسوقت ہمراہ تھا اپنے آقا کی یہ حالت دیکھکر چاہا۔ کہ انتقام لے۔ مگر اُس کو بھی اجیت سنگھ کے ایک ہمراہی نے وہیں رکھا۔ کہتے ہیں۔ کہ جسوقت راجہ دہیان سنگھ گھوڑے سے گرا۔ تو اجیت سنگھ نے اُتر کر تلوار سے اُس کے دو تین ٹکڑے کر ڈالے اور اُس کی لاش کو گھسیٹ کر بارودخانہ کے پاس کی خندق میں ڈال دیا۔ اب ظالم و ناعاقبت اندیش اجیت سنگھ سلطنت پنجاب کے ایک لایق اور بہادر بادشاہ کو معہ اُس کے وزیر کے اِسطرح برباد کر کے بڑی خوشی کے ساتھ زنان خانہ میں چلا گیا۔ اور وہاں سے دلیپ سنگھ ایک چھوٹے سے بچے کو لا کر پنجاب کی گدی پر بٹھا دیا۔ اور نئی سلطنت کی خوشی میں ہر ایک انتظام کو بھول کے محفل نوشا نوش اور بزم رقص و سرود میں مصروف ہوا۔ تمام رات ناچ و رنگ ہوتا رہا۔ اور شراب کا دور پیہم چلتا رہا۔ افسوس کہ پنجاب کی ایسی بھاری سلطنت جسکو مہاراجہ **رنجیت سنگھ** نے بڑی کوشش و محنت سے حاصل کیا تھا۔ اب مثل کھلونے کے لڑکوں کے ہاتھ پڑ گئی۔ جو اُس کو دن بھر میں

سینکڑوں دفعہ پتھر مار مار کر توڑتے ہیں۔ اور پھر اُتنی ہی مرتبہ جوڑتے ہیں +

مہاراجہ شیر سنگھ کے اوصاف و خصایل

مہاراجہ **شیر سنگھ** کو پیچھے سے عیاش مزاج بہت ہو گیا تھا۔ لیکن ایک بڑا بہادر اور جوانمردوالی ملک تھا۔ اور امورات سلطنت کے سمجھنے میں بہت اعلے دماغ رکھتا تھا۔ بڑا قوی ہیکل اور خوبصورت جوان تھا۔ آنکھیں بہت بڑی بڑی مثل آہو کے۔ چہرہ گول اور رنگ گورا مثل کندن کے۔ غرضیکہ ایک بہت ہی

حسین جوان تھا۔ سکھوں میں ڈاڑہی اُوپر چڑہانے کا فیشن اسی مہاراجہ کی ایجاد ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی حیات میں ہی مہاراجہ **شیر سنگھ** کو ہزارہ کی مہم پر بھیجا گیا۔ جہاں ایسا اتفاق ہوا۔ کہ مخالف فوج کے سردار نے جو ایک بڑا قد آور اور جنگجو افغان تھا۔ میدان میں آکر یہ کہا۔ کہ بجائے اس کے کہ لڑائی شروع کرکے دونوں طرف کی فوج کا نقصان کیا جاوے۔ بہتر ہے۔ کہ دونوں جانب کے سردار میدان میں آکر تن تنہا لڑیں۔ جس طرف کا سردار مارا جائے۔ اسی کی فوج کو بھی شکست ہی سمجھی جاوے۔ اس کے سنتے ہی مہاراجہ **شیر سنگھ** خود میدان میں چلا گیا۔ اور گھوڑے سے اُتر کر کہا۔ کہ پہلے تم اپنا وار کرلو۔ بعد ازاں میں دیکھوں گا۔ چنانچہ پہلے اُس طرف کے سردار نے **شیر سنگھ** پر وار کیا۔ جسکو اس نے بڑی جوانمردی کے ساتھ روکا۔ مگر دوسری بار مہاراجہ **شیر سنگھ** کا ہاتھ اس پر ایسا پڑا۔ کہ وہ دو ٹکڑے ہوگیا۔ غرضیکہ اس طرح پر یہ مہم مہاراجہ **شیر سنگھ** اکیلا جیت کر واپس آیا۔ جسکو مہاراجہ **رنجیت سنگھ** سن کر بہت خوش ہوا۔ اور **شیر سنگھ** کو بلاکر اس کی بہادری کی داد دی۔ اور اپنی گود میں بٹھایا۔ افسوس کہ ایسے بہادر اور لایق والی ملک کو ان کمبخت اور ظالم اشخاص نے دھوکے اور دغا سے مار ڈالا۔ مگر اُن کی بدکرداری کا نتیجہ آسمان نے اُن کو بھی بہت جلد دکھلایا۔

مہاراجہ دلیپ سنگھ

جب یہ خبر راجہ ہیرا سنگھ وزیر کے بیٹے کو جو اُسوقت بدہو شاہ کے آدہ پر تھا پہنچی۔ کہ سندہانوالیوں نے قلعہ میں پہنچکر اُس کے باپ راجہ دہیان سنگھ کو بھی قتل کردیا ہے۔ تو وہ بالکل بیچین ہوگیا۔ اور غم زدہ ہوکر زمین پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ راجہ سوچیت سنگھ اُس کے چچا نے جو اُسوقت موجود تھا اپنے بھتیجے ہیرا سنگھ کو بہت تسلی دی اور کہا۔ کہ مرد بنو اسطرح تڑپنے اور لوٹنے سے کچھہ فائدہ نہیں۔ اگر ہو سکے تو اپنے باپ کا انتقام لینے کی فکر کرو۔ غرض راجہ ہیرا سنگھ اپنے چچا کی یہ گفتگو سنکر فوراً اُٹھا۔ اور فوج کے سرداروں کے پاس جاکر اُن سے سندہانوالیہ سرداروں کے ظلم کا حال بیان کیا۔ اور کہا کہ دیکھو خالصہ جی! اوّل اُن ظالموں نے تمہارے مہاراجہ کو مارا۔ پھر میرے باپ کو جس نے شروع سلطنت سے آپ لوگوں کے ساتھ سوائے نیکی کے کبھی برائی نہیں کی ناحق اور بیگناہ قتل کر ڈالا

بڑے مہاراجہ ہمیشہ میرے باپ کو اپنا راست بازو سمجھتے رہے۔ اور مجھے فرزند خاص کے لقب سے پکارتے رہے افسوس ایسے لایق وزیر کو جس نے ہمیشہ خالصہ فوج کی خیر خواہی کی سوا بد خواہی کا کبھی دم نہ مارا ہو۔ آج یہ ظالم سندھانوالیئے سردار اس کے خون سے اپنا دامن تر کریں۔ اور آپ لوگ خاموش بیٹھے رہیں۔ اے خالصہ جی۔ اگر آپ لوگ آج سندھانوالیہ سرداروں سے مہاراجہ اور شہزادہ اور میرے باپ تینوں کے خون کا انتقام لیں۔ تو میں آپکا احسان تمام عمر نہ بھولوں اور ہر ایک پیادہ سپاہی کی تنخواہ ۱۲ بارہ روپیہ ماہواری اور سوار کا ایک روپیہ ۱ یومیہ مقرر کردوں۔ خالصہ فوج کو راجہ ہیرا سنگھ کی اسقدر درد انگیز گفتگو پر سخت جوش آیا۔ اور خصوصاً اضافہ تنخواہ کی خوشخبری نے تو ان کو ایک منٹ کی بھی دیر نہ لگانے دی۔ فوراً سندھانوالیہ سرداروں سے بدلہ لینے کے لیئے تیار ہو گئے۔ شباشب فوج نے شہر میں داخل ہو کر قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ اور گولہ باری شروع کردی۔ تمام رات توپ چلتی رہی صبح ہوتے ہی لہنا سنگھ اور اجیت سنگھ کی جو تمام رات شراب کے نشہ میں مخمور پڑے رہے تھے آنکھیں کھلیں۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ قلعہ کی دیوار کئی جگہ سے پاش پاش ہو چکی تھی۔ اور اندر کی سپاہ کا بھی نصف سے زیادہ نقصان ہو گیا تھا۔ ہاں البتہ سندھانوالیہ سردار اگر اسیوقت جسوقت انہوں نے مہاراجہ اور اس کے وزیر کو قتل کیا تھا۔ فوج کو کچھ طمع دیکر جیسا کہ راجہ ہیرا سنگھ نے کیا۔ اپنی طرف کر لیتے۔ تو شاید یہ دن ان کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ مگر "چاہ کن را چاہ در پیش"۔ ظالم کی عمر بہت کم ہوتی ہے جیسا انہوں نے کیا تھا ویسا ان کے آگے آیا۔ جب اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ دونوں نے دیکھا۔ کہ اب کچھ پیش نہیں جاتی۔ تو قلعہ کے اندر سے بھاگنے پر مستعد ہوئے۔ سردار اجیت سنگھ دیوار سے کودتا ہوا گرفتار کیا گیا۔ اور قتل ہؤا۔ اور لہنا سنگھ معہ اپنے مصاحب مہر گھسیٹا کے بدررو کے راستہ بھاگتا ہؤا پکڑا گیا۔ اور مقتول ہو کر اپنے کیئے کی سزا کو پہنچا۔ الغرض یہ دونوں نمکحرام مارے گئے۔ اور قلعہ فتح ہو کر فوج کے ہاتھ آیا۔ سکھوں نے پہلے اپنے مالک کا خزانہ اور توشہ خانہ خوب لوٹا۔ ابد ازاں راجہ ہیرا سنگھ نے مہاراجہ **دلیپ سنگھ** کو پھر دوبارہ گدی پر بٹھایا۔ اور خود وزارت کا خلعت پہن کر پنڈت جلا نامی اپنے ایک رفیق کو اپنا نایب مقرر کرکے انتظام سلطنت میں مصروف ہؤا۔ گورمکھ سنگھ گرنتھی و مصر بیلی رام وغیرہ بھی قتل ہوئے۔ اور راجہ ہیرا سنگھ نے سندھانوالیہ سرداروں کا تمام علاقہ ضبط کرکے راجہ سانسی میں ان کے تمام مکانات وغیرہ مسمار کرادیئے۔ اور اجیت سنگھ و لہنا سنگھ کی لاشوں کو ان کے عضو تناسل کاٹ کر ان کے منہ میں ڈال کر لاہور کے تمام بازاروں میں گھسیٹوایا۔ اور سندھانوالیوں کے طرفداروں میں سے ایک ایک کو چن چن کر مروا دیا۔ صرف سردار عطر سنگھ اور اس کا بیٹا بھاگ کر بابا بیر سنگھ کے پاس چلے گئے یا ان کے خاندان میں سے سردار شمشیر سنگھ جو ہمیشہ سے اجیت سنگھ وغیرہ کے مخالف تھا بچ گیا۔ الغرض جب بغاوت رفع ہوئی تب راجہ ہیرا سنگھ نے حسب وعدہ پہلے فوج کی تنخواہ میں اضافہ کا حکم دیا۔ اور جسقدر فوج کی بقایا تنخواہ تھی۔ سب انکو دام دام اور کوڑی کوڑی دلوادیا۔ جس سے فوج بہت خوش ہوئی۔ مگر مہاراجہ **دلیپ سنگھ** کے ماموں جواہر سنگھ

کو جو خود وزیر ہونا چاہتا تھا۔ یہ امر بہت ناگوار گذرا۔ چنانچہ وہ ایک دن مہاراجہ دلیپ سنگھ کو گود میں لیکر فوج کے سرداروں کے پاس چلا گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اگر تم ڈوگروں کو وزارت پر رکھوگے۔ تو میں اپنے بھانجے کو لیکر انگریزوں کے پاس چلا جاؤں گا۔ انگریزوں کا نام سنتے ہی سکھوں کی آنکھوں میں خوں اتر آیا۔ اور انہوں نے جواہر سنگھ کو گرفتار کرکے راجہ ہیرا سنگھ کے حوالہ کر دیا۔ راجہ ہیرا سنگھ نے اُس کو مہاراجہ کھڑک سنگھ کی حویلی میں سخت قید کیا۔ مگر چونکہ وہ رانی جنداں کا بھائی تھا۔ اسوجہ سے چند روز بعد رانی مذکور کے کہنے سننے سے رہا کر دیا گیا۔ ابھی اس قضیہ کو ختم ہوئے کچھ دن نہیں گذرے تھے۔ کہ راجہ ہیرا سنگھ کی وزارت کا ایک اور رقیب پیدا ہوا۔ یعنی راجہ سوچیت سنگھ اُس کے خود چچا کی یہ منشاء ہوئی۔ کہ میں وزیر بن جاؤں۔ چنانچہ وہ سوار فوج سے سازش کرکے راجہ ہیرا سنگھ کو دربار لاہور سے خارج کرنے کے لیئے اچانک ۲۶۔ مارچ ۱۸۴۳ء کو معہ اپنی فوج کے شاہدرہ کے مقام پر آ پہنچا۔ فوج کو راوی دریا کے پار چھوڑا اور خود ایک سو سواروں کے ساتھ معہ رائے کیسری سنگھ کے لاہور کے باہر خانقاہ وڈا کے متصل آ اترا۔ اُس کو یہ امید تھی۔ کہ میرے پہنچتے ہی تمام سواری فوج میرے ساتھ آ شامل ہوگی اور میں اُس کی مدد سے راجہ ہیرا سنگھ کو خارج کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ مگر یہ تدبیر اُس کے برخلاف پڑی کیونکہ جب سوچیت سنگھ کے آنے کا حال راجہ ہیرا سنگھ کو معلوم ہو گیا۔ تو اُس نے فوراً فوج کے تمام سرداروں کو بلا کے پوچھا۔ کہ خالصہ جی مجھ سے کونسی ایسی نمکحرامی اور تقصیر ہوئی ہے۔ جو آپ لوگوں نے مجھ سے ناراض ہو کر میرے چچا کو میری جگہ بلایا ہے۔ اگر آپ لوگ کسیطرح پر مجھسے ناراض ہیں۔ تو لیجیئے یہ تلوار اور میری گردن حاضر ہے۔ مجھے ابھی قتل کر دو۔ لیکن خود درخت لگا کر اُس کو غیروں سے قلم کرانا مناسب نہیں۔ پیادہ فوج تو اس راز سے پہلے ہی بیخبر تھی۔ سکھوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ اور کہا۔ کہ ہمنے کبھی ایسا نہیں کیا۔ صرف تمہارے حکم کے منتظر ہیں۔ اگر تم اب حکم دو۔ تو ابھی سوچیت سنگھ کو قتل کر آویں۔ سواری فوج نے جب دیکھا۔ کہ پیادہ فوج راجہ ہیرا سنگھ کیطرف ہے۔ اور توپخانہ وغیرہ بھی سب پیادہ فوج کے پاس ہے۔ تو اُنہوں نے بھی ایسے وقت میں اپنے قول و قرار کو بالائے طاق رکھکر پیادہ فوج کا ہی ساتھ دیا۔ آخرکار جب ہیرا سنگھ نے دیکھا۔ کہ کل فوج میری طرف ہو گئی ہے۔ تو اُسنے حکم دیا۔ کہ علی الصباح راجہ سوچیت سنگھ کا محاصرہ کر لو۔ اور اس خدمت کے عیوض جب فوج میرے دشمن کا کام تمام کر لیگی۔ تو فی سپاہی ایک ٹیکی طلائی اور افسروں کو ایک کنٹھہ و مالا مروارید انعام میں تقسیم کروں گا۔ الغرض دوسرے روز فوج نے وہاں پہنچکر راجہ سوچیت سنگھ کا محاصرہ کر لیا۔ وہ بڑی جوانمردی کے ساتھ لڑا۔ مگر ایک سو آدمیوں کے ساتھ کیا کرتا۔ فوج تمام پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اُس کو یہ امید نہ تھی۔ کہ فوج میری مخالف ہو جائیگی۔ آخر مارا گیا۔ اس کے بعد گو راجہ ہیرا سنگھ کو کسیقدر طمانیت حاصل ہوئی۔ لیکن اسی اثناء میں سردار عطر سنگھ سندھانوالیہ کی بابت یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ وہ بھائی بیر سنگھ جی کی امداد سے پھر دربار لاہور میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ بھائی بیر سنگھ صاحب اُس زمانہ

ہیں سکھوں کی قوم میں ایک نہایت بزرگ اور پارسا شخص تھے۔ ہروقت عبادت میں مصروف رہتے اور ہزار بارہ سو آدمیوں کو روزمرہ اُن کے لنگر سے کھانا ملتا۔ سکھ لوگ اُن کا بڑا لحاظ کرتے۔ بلکہ اُن کو بجائے گورو کے سمجھتے۔ راجہ ہیرا سنگھ کو یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بھائی بیر سنگھ کا ارادہ ہے۔ کہ وہ سکھ فوج کو اپنے ساتھ شامل کر کے لاہور کی وزارت پر کسی سکھ کو قایم کریں۔ وہ نہیں چاہتے۔ کہ لاہور کی سلطنت میں جو خاص **گورو گوبند سنگھ صاحب** کی بادشاہت ہے سوائے سنگھ کے کوئی اور ڈوگرہ یا راجپوت وغیرہ وزارت جیسے عہدہ پر ممتاز ہو راجہ ہیرا سنگھ کے دل میں اس بات کا بہت خدشہ پیدا ہوا۔ اور آخر کار اُس نے یہ چال کھیلی۔ کہ تمام فوج کے سرداروں کو بلا کر یہ کہا۔ کہ خالصہ جی آپ نے سنا ہوگا۔ کہ سردار عطر سنگھ انگریزوں سے گفتگو کر کے اب بھائی بیر سنگھ کے پاس آیا ہے۔ اور اس کوشش میں ہے۔ کہ بھائی صاحب کی مدد سے مجھکو قتل کرا کے خود وزارت کے عہدہ پر ممتاز ہو۔ اُس کے ساتھ انگریزوں نے یہ بھی وعدہ کیا ہے۔ کہ اگر تمکو بھائی بیر سنگھ لاہور کی وزارت دلا دے۔ تو بہتر۔ ورنہ انگریزی فوج بھیجکر خالصہ کو مغلوب کر کے تمکو وزارت دلائی جائیگی۔ اور جبتک انتظام نہ ہوجائیگا۔ انگریزی فوج وہیں مقیم رہے گی۔ پس اگر آپ لوگوں نے بیر سنگھ کے کہنے پر مجھکو بیگناہ قتل کرنا ہے۔ تو خالصہ جی سے میری پہلے ہی التماس ہے۔ کہ مجھے اجازت دیدے میں اپنے وطن کو چلا جاؤں۔ ناحق یہاں رہکر اپنی جان کو کیوں گنواؤں۔ اگر خالصہ جی میرے گذارہ کے واسطے کچھہ جاگیر مرحمت کرے تو عین مہربانی ہے۔ ورنہ میں ویسے ہی خوش ہوں۔ صرف اپنی ایک جان بخشی چاہتا ہوں۔ الغرض راجہ ہیرا سنگھ کی اس عاجزانہ تقریر نے خالصہ جی کو موم کر لیا۔ اور اُنہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔ کہ بھائی بیر سنگھ ایک سادہ آدمی ہے۔ اُس کو معاملات سلطنت سے کیا آگاہی ہو سکتی ہے ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں۔ کہ بھائی بیر سنگھ کے کہنے سے پھر اُسی نمک حرام خاندان کے آدمی کو جس نے ہماری راج کو اسطرح پر برباد کر دیا ہے۔ وزارت کا عہدہ دیں۔ ہم تو عطر سنگھ کے خون کے پیاسے بیٹھے ہیں۔ صرف آپ حکم دیں۔ ہم ابھی جاتے ہیں۔ اور عطر سنگھ بے ایمان کے سر کو کاٹ کر آپ کے سامنے لا دیتے ہیں۔ الغرض راجہ ہیرا سنگھ کی باتوں میں آکر خالصہ فوج نہایت جوش کے ساتھ بھائی بیر سنگھ کی طرف روانہ ہو پڑی۔ بھائی بیر سنگھ جی اُسوقت فیروزپور کے مقابل دریائے ستلج سے اسطرف چالیس میل کے فاصلے پر مقیم تھے۔ اور کنور کشمیرا سنگھ خلف مہاراجہ **رنجیت سنگھ** بھی اُسوقت انگریزی علاقہ میں سے گھوم گھام کر انہی کے پاس آگیا تھا۔ پانچ روز کے عرصہ میں فوج نے وہاں پہنچ کر بھائی بیر سنگھ جی کے پاس پیغام دیا۔ کہ اوّل تو سردار عطر سنگھ کو بھائی صاحب موصوف قید کر کے بھیجدیں۔ یا اُس کو اپنے ڈیرہ میں سے نکالدیں۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ کریں تو خود ڈیرہ چھوڑ کر الگ ہو جاویں ہم خود اُس کو پکڑ لیں گے۔ بھائی بیر سنگھ نے ان تینوں باتوں سے انکار کیا۔ اور دوسرے روز خالصہ جی کی ضیافت میں کئی سو من آٹا و بکرے و بھنگ بھیجکر یہ درخواست کی۔ کہ خالصہ جی فی الحال پرشاد تو چھکے۔ یعنی کھانا تو کھائے

خالصہ جی نے منظور کر لی۔ جس سے بھائی بیر سنگھ کو کچھ امید ہو گئی۔ لیکن تیسرے روز خالصہ جی نے ضیافت کھانے کے بعد بھی پھر وہی سوال پیش کیا۔ مگر بھائی بیر سنگھ جی نے اس مرتبہ بھی منظور نہ کیا۔ آخرکار خالصہ فوج نے تیسری بار پھر پیغام بھیجا۔ اور اس مرتبہ وکیل نے خالصہ کیطرف سے بھائی بیر سنگھ جی و سردار عطر سنگھ جو اُسوقت پاس بیٹھا تھا دونوں کے شان میں بہت سخت سخت الفاظ استعمال کیئے۔ جس کو سن کر سردار عطر سنگھ نے طیش میں آ کر وکیل کو قتل کر دیا۔ وکیل کے قتل کی خبر سکھوں کو کیا پہنچی۔ کہ گویا قہر آ گیا۔ فوراً توپیں جوڑ دی گئیں۔ اور بھائی بیر سنگھ پر گولہ باری شروع ہو گئی۔ چند فیروں میں ہی خانگی چار دیواری گر پڑی۔ اور بھائی بیر سنگھ جی کے سکھ یعنی چیلے قتل ہونے لگے اس وقت بھائی بیر سنگھ جی گردن نیچے کیئے ہوئے راضی برضا و شاکر بخدا اکال پورکھ کی یاد میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں یکایک ایک گولہ بھائی بیر سنگھ کے سر میں لگا۔ اور وہ مہاتما جن پرمیشور کے پیارے سری واہگورو سری واہگورو جی کا جاپ کرتے مارے گئے۔ اس گولہ نے بھائی بیر سنگھ جی کے سر کو نہیں اڑایا۔ بلکہ سکھوں کی سلطنت کو پیام اجل سنایا۔ جس راج میں ایسا اندھیر ہونے لگے۔ کہ خدا پرست اور خدا دوست لوگوں پر گولے پڑنے لگیں تو یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اس کی موت کے دن بہت نزدیک آ گئے ہیں۔ مسلمانوں کی سلطنت آٹھ سو سال تک ہندوستان میں رہی۔ اور خونریزی و ظلم کا بھی کچھ انتہا نہ رہا۔ لیکن جب شمس تبریز جیسے رسیدہ اور حق شناس فقیر کی کھال کھینچی گئی۔ اور گورو تیغ بہادر جیسے مہاتماؤں کے سر لیئے گئے۔ تو ان کی سلطنت کو بھی جاتے دیر نہ لگی ✤

بھائی بیر سنگھ کے بعد سردار عطر سنگھ تلوار لیکر خالصہ جی کے سامنے ہوا۔ اور نہایت جوانمردی کے ساتھ کئی ایک آدمیوں کا کام تمام کر کے شہید ہو گیا۔ کنور کشمیرا سنگھ بھی اسی لڑائی میں کام آیا۔ جب بھائی بیر سنگھ جی کے مارے جانیکا حال لوگوں کو معلوم ہوا۔ گانوں کے گانوں مثل گھٹا کے امنڈ آئے۔ اور جیسے کوئی اپنے حقیقی رشتہ دار کے لیئے روتا ہے۔ زار زار ماتم کرنے اور آنسو بہانے لگے۔ اس حالت کو دیکھکر خالصہ فوج بہت نادم ہوئی۔ اور اپنے کیئے پر پچھتانے لگی۔ چنانچہ جب یہ فوج فتح کے ساتھ واپس لاہور آئی۔ اور ہیرا سنگھ شکریہ ادا کرنے کے لیئے سامنے گیا۔ اور اپنی بڑی خوشنودی ظاہر کی۔ تو اُسوقت فوج نے مارے شرمساری اور ندامت کے کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ جو کچھ ہیرا سنگھ نے اس خدمت کے صلہ میں اُن کو انعام دیا وہ بھی واپس کر دیا ✤

اب اسوقت خالصہ فوج کا یہ حال تھا۔ کہ وہ خود اپنے تئیں فرمانفرما سمجھتی تھی۔ اور سوائے لوٹ مار اور غارت کے کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔ جتنے اہالیان دربار اور سردار تھے۔ سب فوج سے ڈرتے تھے۔ جسکو چاہتی لوٹ لیتی اور جسکو چاہتی چھوڑ دیتی۔ کسی کی یہ مجال نہ تھی۔ کہ اُن کے سامنے دم مارتا۔ فوج کا ایک سپاہی بھی اپنی جگہ بادشاہ بنا بیٹھا تھا۔ مردم آزاری اور دل آزاری کا بازار گرم تھا۔ جس گانوں میں چلی جاتے وہ گانوں اُجڑ جاتا۔ جس بازار میں سے گذرتے تو وہ بازار خاک میں مل جاتا۔ حلوائیوں نے مٹھائی بنانا چھوڑ دیا۔ بزازوں نے کپڑا بیچنا ترک کر دیا۔

تو شاید اس قسم کی گڑبڑ اور روزمرہ کے کُشت و خون کی نوبت نہ پہنچتی۔ مگر افسوس کہ خاندان ڈوگرہ کی خودغرضی و بدنیتی
یعنی ہربات میں بجائے اس کے کہ وہ اپنے آقا کے خیرخواہ ہوتے۔ خاص اپنے ہی مطالب کو مقدم سمجھنے کے خیال
نے اور نیز سکھوں میں علم کی ضرورت نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت کو زیادہ عمر حاصل کرنے کا موقع نہ دیا۔
سکھوں نے اپنے قوت بازو سے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ایک معقول اور طاقتور سلطنت پیدا کر لی تھی۔ لیکن بے
علم ہونے کی وجہ سے اس کو سنبھال نہ سکے۔ ورنہ جیسی یہ قوم بہادر اور شجاع تھی۔ اگر علم سے بے بہرہ نہ ہوتی۔ تو ان
کی سلطنت کو ابد تک کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

اب جواہر سنگھ نے ڈوگرہ خاندان کی وزارت کو ختم کرنے کے بعد سب سے مقدم کام اپنا خالصہ فوج کو رضامند کرنا سمجھا چنانچہ
توشہ خانہ میں جسقدر زیورات و ظروف و آرائشی سامان طلائی موجود تھے۔ سب کو توڑ کر ان کے کنٹھے بنوانا شروع کیا
تین ماہ تک یہ کام برابر جاری رہا۔ آخرکار جب سب تیار ہو گئے۔ تو تمام خالصہ فوج کے ہر ایک سپاہی کو ایک ایک کنٹھا
طلائی انعام میں تقسیم کیا گیا۔ بعد ازاں خالصہ فوج نے بسرکردگی سردار شام سنگھ اٹاری والہ و جنرل میوا سنگھ مجیٹھیہ و
سلطان محمد خاں اور فتح سنگھ مان راجہ گلاب سنگھ کی خبر لینے کے لیے جموں کیطرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچکر تین کروڑ
روپیہ راجہ گلاب سنگھ سے بطور جرمانہ طلب کیا۔ کیونکہ راجہ ہیرا سنگھ و سوچیت سنگھ وغیرہ کے تمام مال و اسباب و علاقہ پر
اس نے اپنا قبضہ کر لیا تھا۔ اوّل روز راجہ گلاب سنگھ بمقابلہ پیش آیا۔ اور اس لڑائی میں سردار فتح سنگھ مان مہاراجہ
رنجیت سنگھ کا ایک بہادر ساتھی اور فوج کا ازحد پیارا افسر ڈوگروں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ سکھوں کو اس کے مرنے
سے سخت جوش آیا۔ اور انہوں نے دریائے توی کو عبور کر کے خاص جموں پر بڑے جوش سے حملہ کر دیا۔ راجہ گلاب سنگھ
خالصہ فوج کی بہادری سے پورا پورا واقف تھا۔ اور بمقابلہ ان کے اپنی فوج ڈوگرہ کی کچھ حیثیت نہیں سمجھتا تھا۔
اسلیئے بجائے مقابلہ کرنے کے اس نے مصالحہ کرنا مناسب سمجھا۔ اور سردار مذکور کے مارے جانے پر اپنا ازحد
افسوس ظاہر کر کے خالصہ جی سے معافی کا خواہاں ہوا۔ تین لاکھ روپیہ اونٹوں پر لدوا کے اسیوقت دربار لاہور کی نذر
کیا۔ اور علاوہ اس کے فوج کے پنچوں کو بھی بہت سا روپیہ نذر کیا۔ اور ہاتھ باندھ کر خالصہ جی کے سامنے ملتمس ہوا
کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب خالصہ جی کا ہے۔ مجکو کچھ عذر نہیں۔ غرضیکہ ایسی میٹھی میٹھی باتیں بنا کے اس نے
فوج کے غصہ کو فرو کیا۔ اور کسیقدر اپنا مطلب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن بہرحال اس کو فوج کے ساتھ
حساب کتاب طے کرنے کے لیے لاہور تک جانا پڑا۔

۱۸۴۵ء

اپریل ۱۸۴۵ء میں راجہ گلاب سنگھ لاہور پہنچا۔ اور رانی جنداں نے اس کی بڑی عزت کی۔ بلکہ وزارت کا عہدہ
اسی کو دینا چاہا۔ لیکن جواہر سنگھ رانی کے بھائی نے جو خود وزیر بننا چاہتا تھا اپنی ہمشیرہ کی رائے کی مخالفت کی
اور آخرکار ۱۴ مئی ۱۸۴۵ء کو جواہر سنگھ ہی وزارت کے عہدہ پر قایم کیا گیا۔ اور لعل سنگھ اس کا نائب مقرر ہوکے

رجگی کے خطاب سے ممتاز ہوا۔ راجہ گلاب سنگھ نے خود بھی وزارت کے عہدہ سے جو اُن دنوں بہت ہی خطرناک اور بالکل لڑکوں کا کھیل بن رہا تھا۔ احتراز کیا۔

اس کے بعد ۱۰ جولائی کو چتر سنگھ اٹاری والہ کی لڑکی سے مہاراجہ دلیپ سنگھ کی نسبت کی رسم ادا ہوئی۔ اور اس جشن میں راجہ گلاب سنگھ بھی شریک ہوا۔ مگر اس زمانہ میں دربار لاہور کی ایسی خطرناک حالت ہو رہی تھی۔ اور سازش اور افترا پردازی کا اسقدر بازار گرم تھا۔ کہ راجہ گلاب سنگھ نے بہت جلد دربار لاہور سے رخصت ہونا چاہا اور آخرکار ۶۸ لاکھ روپیہ دینے کا اقرار کر کے اپنے بھائی سوچیت سنگھ و بھتیجے ہیرا سنگھ کی جائداد سے دست بردار ہو کے بمشکل تمام اپنا پیچھا چھوڑا کر جموں واپس گیا۔ انہی ایام میں مولراج صوبہ دار ملتان سے بھی دو لاکھ کے قریب خراج وصول کیا گیا۔

اب لاہور سے واپس آکر راجہ گلاب سنگھ نے ایک اور نیا شوشہ چھوڑا۔ یعنی ایک طرف تو کنور پشورا سنگھ خلف مہاراجہ رنجیت سنگھ کو جسے اُسوقت اپنے بھائی کشمیرا سنگھ کی جاگیر بھی اس شرط پر کہ وہ امن سے خاموش بیٹھا رہیگا دربار لاہور سے ملگئی تھی۔ لاہور کا تخت دلانیکا لالچ دیا۔ اور دوسری طرف جواہر سنگھ کو یہ پٹی دی۔ کہ ابھی پشورا سنگھ سلطنت لاہور کا ایک اور دعویدار باقی ہے۔ جبتک تم اس کانٹے کو نہیں نکالو گے۔ اُسوقت تک اپنی بادشاہت کو مستحکم نہ سمجھو۔ اس سے راجہ گلاب سنگھ کی اصل مراد یہ تھی۔ کہ جب جواہر سنگھ پشورا سنگھ کو مروا ڈالیگا۔ اُسوقت خالصہ فوج اس کی جانی دشمن ہو کر اس کو بھی زندہ باقی نہ چھوڑے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

الغرض کنور پشورا سنگھ نے خالصہ فوج کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں کامیابی حاصل کر کے لاہور کی طرف کوچ کیا جب وہ لاہور پہنچا۔ تو فوجی افسران نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا۔ بلکہ رانی نے بھی اس کو اپنے دربار میں بڑی فراخدلی کے ساتھ مدعو کیا۔ اور اس کا اعزاز بالکل اپنے لڑکے دلیپ سنگھ کے برابر کیا۔ مگر جواہر سنگھ رانی کے بھائی نے اس بات کو مطلق پسند نہ کیا۔ بلکہ عین دربار میں کنور پشورا سنگھ کیساتھ بدتمیزی سے پیش آیا جس پر پشورا سنگھ ناراض ہو کر وہاں سے چلا آیا۔ اور بدھو شاہ کے آوے پر جہاں شہزادہ شیر سنگھ آکر اترا تھا۔ جنرل اویٹابائل صاحب کے مکان میں جا ٹھہرا۔ یہاں پر فوج کے پنچوں نے پشورا سنگھ سے ملاقات کی۔ اور عنقریب تھا۔ کہ سب فوج اس کے ہمراہ ہو کے لاہور کا تاج اُسکو دلاوے۔ لیکن جواہر سنگھ کو اس کا حال معلوم ہو گیا۔ اور اس نے فوراً اپنی ہمشیرہ سے مشورہ کر کے فوج کو پچیس پچیس روپیہ کا طلائی کنٹھہ دینے کا وعدہ کر کے پشورا سنگھ کی مدد کرنے سے روک لیا۔

الغرض فوج کے پنچوں نے پشورا سنگھ کو یہ کہکر واپس کیا۔ کہ فی الحال موقع نہیں ہے۔ آپ لوٹ جائیں۔ اور جب ہم پھر بلائیں۔ اُسوقت چلے آویں۔ آپ کو لاہور کا تخت ضرور دلایا جاوے گا۔

اسوقت کا نام اب تک سکھا شاہی مشہور ہے۔ آخرکار جب فوج مطلق العنان ہو گئی۔ اور خزانہ میں بھی کچھ باقی نہ رہا۔ جو کچھ تھا۔ وہ سب فوج کے انعام و اکرام یا اضافہ تنخواہ اور روز کی غارت اور لوٹ کی نذر ہو گیا۔ تو ایسے وقت میں ہیرا سنگھ وزیر کو بہت تشویش پیدا ہوئی۔ اس طوائف الملوکی کی وجہ سے ملک کا محاصل بھی ہر ایک صوبہ و تعلقہ دار نے ادا نہ کیا۔ ہر ایک کیطرف کئی سال کا بقایا نکلتا تھا۔ الغرض راجہ ہیرا سنگھ نے پنڈت جلا اپنے مصاحب خاص کو اس امر پر تعینات کیا۔ کہ وہ حساب کر کے واجب الادا رقم کو ہر ایک صوبہ سے وصول کرے۔ چنانچہ پنڈت جلا نے حساب کیا۔ اور چونکہ کوئی سردار یا تعلقہ دار اور صوبہ دار ایسا نہیں نکلا جس کے ذمہ لاکھوں روپیہ کی باقی نہ نکلتی ہو۔ اسلیئے اس نے بقایا رقومات وصول کرنے کے لیئے ہر ایک پر سختی کرنا شروع کیا۔ پنڈت جلا کی یہ کارروائی عموماً لوگوں کو سخت ناگوار گذری اور ایک زمانہ اس سے نالاں ہو گیا۔ انہی ایام میں ملتان کے لایق صوبہ دار ساونمل کو ایک سپاہی نے قتل کر ڈالا۔ اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مولراج صوبہ دار بنا جس نے بقایا محاصل کے دینے میں کچھ لیت و لال کیا۔ لیکن جب لاہور سے فوجکشی کی دھمکی پہنچی۔ تو اس نے اپنی جانشینی کا نذرانہ ادا کر کے بقایا کی بابت بھی بافاطہ ادا کرنے کا اقرار کر دیا۔ ادھر سیالکوٹ کی جانب کشورا سنگھ نے بھی کچھ ہاتھ پیر نکالے تھے۔ لیکن راجہ ہیرا سنگھ نے اپنے چچا راجہ گلاب سنگھ کو لکھا۔ کہ وہ فوراً سیالکوٹ پہنچکر اس کا انسداد کرے۔ چنانچہ راجہ گلاب سنگھ نے ایک جرار فوج کے ساتھ سیالکوٹ میں داخل ہو کے کنور کشورا سنگھ کی بغاوت کو فرو کر دیا۔

اب دن بدن دربار لاہور میں پنڈت جلا کی زیادتیوں اور بدزبانی سے عام ناراضگی پھیل گئی۔ یہانتک کہ فوج کے لوگ بھی اس کے دشمن ہو گئے۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ پنڈت جلا ایک نہایت بدزبان اور بیباک آدمی تھا۔ کئی دفعہ اس نے سر دربار سردار جواہر سنگھ رانی جنداں کے بھائی تک کو بیعزت کر دیا۔ اور خاص رانی کی بابت بھی علانیہ بیہودہ اور خلاف شان الفاظ زبان پر لے آیا۔ آخرکار اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فوج نے راجہ ہیرا سنگھ کو پیغام دیا کہ وہ پنڈت جلا کو دربار سے نکال دیں۔ ورنہ بہتر نہیں ہوگا۔ کچھ دن تک تو راجہ ہیرا سنگھ نے اس بات کو آج کرتا ہوں کل کرتا ہوں اسطرح پر ٹالا۔ لیکن جب دیکھا۔ کہ اب کسی طرح سے چھٹکارا نہیں ہوتا۔ تو لاچار ہو کر بجائے اس کے کہ پنڈت جلا اپنی رفیق کو جدا کر دیتا۔ لاہور کی وزارت کو چھوڑ کر معہ اپنے دلی دوست کے چپ چاپ اپنے وطن میں بھاگ آنے کی ٹھہرائی۔ الغرض ایک دن ہیرا سنگھ اپنا تمام مال و اسباب و خزانہ سرکاری وغیرہ لیکر گھوڑوں پر سوار ہو کے معہ اپنی فوج ہمراہی کے لاہور سے نکل کھڑا ہوا۔ جب راوی کے پار پہنچا۔ تو فوج کو یہ خبر ہوئی۔ کہ راجہ ہیرا سنگھ لاہور کا تمام خزانہ وغیرہ لیکر بھاگا جاتا ہے۔ فوج نے اسیوقت تیار ہو کے اسکا تعاقب کیا۔ اور ابھی وہ پانچ کوس سے زیادہ فاصلہ پر نہیں پہنچنے پایا تھا کہ اس کو جا گھیرا۔ کچھ دور تک تو ہیرا سنگھ نے اشرفیوں کی تھیلیاں پھینک پھینک کر جس کے لوٹنے میں خالصہ فوج مصروف ہو جاتی تھی فوج کے حملہ سے اپنے تئیں بچایا۔ اور آگے کو بڑھتا گیا۔ مگر آخرکار یہ اشرفیاں کہانتک کفایت

کرتیں۔ جب سب ختم ہوگئیں۔ تو سکھوں نے یکبارگی اُس پر حملہ کردیا۔ راجہ ہیرا سنگھ بھی راجپوت کا بیٹا تھا۔ تلوار کھینچ کر نہایت جوانمردی سے سامنے ہوا۔ مگر ہزارہا کے سامنے اس اکیلے کی کیا پیش جاتی تھی۔ کئی ایک آدمیوں کا کام تمام کرکے کھیت رہا۔ شاباش! جان دینا قبول کیا۔ مگر جیتے جی اپنے دوست سے جدا نہ ہوا۔ پنڈت جلا بھی اُس کے ساتھ وہیں رہا۔ اور جسقدر مال و اسباب راجہ ہیرا سنگھ اور اس کے دوست کا تھا۔ سب فوج کے ہاتھ آیا۔ یہ واقع ۲۱۔ دسمبر ۱۸۴۴ء کا ہے ✠ ۱۸۴۴ء

وزارت جواہر سنگھ اس فتح کے بعد جواہر سنگھ معہ خالصہ فوج کے دوپہر کے وقت لاہور شہر میں داخل ہوا۔ اور راجہ ہیرا سنگھ وزیر اور اُس کے مصاحب پنڈت جلا و سوہن سنگھ و لابھ سنگھ وغیرہ اپنے دشمنوں کے سروں کو بطور نشان فتح اپنے ہمراہ لیتا آیا۔ ہر ایک نے جواہر سنگھ کو اُس کی فتح کی مبارکباد دی۔ اور وہ اُس دن سے دربار لاہور کا وزیر مقرر ہوا۔ کہتے ہیں کہ ہیرا سنگھ کا سر لوہاری دروازہ پر اور لابھ سنگھ کا موری دروازہ پر ایک عرصہ تک ٹنگا رہا۔ اور پنڈت جلا کے سر کی نوبت ہی مٹی خراب کی۔ یعنی اکالیئے اور نہنگوں نے اُس کے سر کو دوکان دوکان اور دروازہ بدروازہ دکھلا دکھلا کے کوڑیاں اور پیسے وصول کیئے۔ پنڈت جلا کے نام سے اسقدر لوگ متنفر تھے۔ کہ کوئی بشر ایسا نہ تھا جس نے اُس کے سر کو دیکھکر اُس کے نام پر دو چار صلواتیں نہیں سنائیں۔ حتیٰ کہ عورتوں نے بھی اُس کے سر کو دیکھکر گالیاں دیں۔ اور کہا کہ "یہی بدمعاش اور شیطان ہے۔ جس نے ہیرا سنگھ کو بہکا کر اپنے بہادر چچا سوچیت سنگھ کے قتل کرنے پر مجبور کیا"۔ اس کے بعد پنڈت جلا کے سر کو روڑی پر پھینک دیا گیا۔ جہاں کئی ہفتوں تک وہ پڑا رہا۔ اور جواہر سنگھ کے حکم سے کتوں کی نذر ہوا۔ ہیرا سنگھ اور میاں سوہن سنگھ کے سروں کو ہر ایک دروازہ پر مشتہر کرنے کے بعد قلعہ کے باہر ایک میلے پانی کی نالی میں پھینک دیا گیا۔ جہاں سے کئی دنوں بعد کسی ڈوگروں کے خیرخواہ آدمی نے رات کو چوری سے اُٹھا کر راجہ دھیان سنگھ کی پرانی حویلی میں پہنچا دیا۔ اور وہاں سے راجہ گلاب سنگھ نے جب وہ سمت ۱۹۰۲ء میں لاٹ صاحب کی ملاقات کیلئے لاہور آیا۔ حاصل کرکے حسب رواج قوم جلا دیا۔ سروں کا تو یہ حال ہوا۔ باقی رہا ان کی لاشیں وہیں جہاں لڑائی ہوئی تھی پڑی رہیں۔ اور طعمہ زاغ و زغن ہوگئیں ✠

اب اس مقام پر یہ بات قابل غور ہے۔ کہ آیا سندھانوالیوں نے سکھوں کی سلطنت کو نقصان پہنچایا۔ یا خاندان ڈوگرہ نے۔ مگر ان دونوں کو علیحدہ رکھکر سب سے اوّل خالصہ فوج قابل الزام ہے۔ جسکی خودسری اور کوتہ اندیشی نے سکھوں کی سلطنت کا مہاراجہ کے بعد دو تین برس میں ہی ملیامیٹ کردیا۔ اس کے بعد جب مہاراجہ شیر سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ دونوں قتل ہوچکے تھے۔ اُسوقت اگر خالصہ فوج ذرا بھی اپنی عقل کو راہ دیکر بجائے اس کے کہ سندھانوالیوں کے درپے ہوجاتی۔ اگر اُسوقت ہیرا سنگھ وغیرہ کو قتل کرکے خاندان ڈوگرہ کے دخل کو دربار لاہور سے بالکل اُٹھا دیتی۔ اور سندھانوالیہ سرداروں کو جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے خاص اور یکجدّی بھائی بند تھے۔ دربار لاہور کا وزیر رہنے دیتی

اب پشورا سنگھ نے واپس آکر ایسی ہمت کی۔ کہ دفعتاً اٹک کا قلعہ اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اور جب اُس گرد نواح کے تمام مسلمان پٹھان اُس کے ساتھ شریک ہوگئے۔ تو اُس نے اپنے تئیں لاہور کا مہاراجہ مشہور کرکے دوست محمد خاں کابل والے سے بھی خط و کتابت شروع کی۔ اور چونکہ خالصہ فوج کی طرف سے بھی اُس کو ایک طرح کی امید تھی۔ اسلیئے اُس نے علانیہ طور پر اپنے تئیں وارث اور مستحق تخت لاہور ظاہر کرکے چاہا۔ کہ اگر امیر کابل بھی میرے ساتھ شریک ہو جاوے۔ تو میں لاہور پر چڑھائی کردوں۔ ادھر جب یہ خبر لاہور میں جواہر سنگھ کے پاس پہنچی۔ کہ پشورا سنگھ نے اٹک کے قلعہ پر قبضہ کرکے علانیہ طور پر بغاوت اختیار کی ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ کابل والے کی مدد سے لاہور پر فوجکشی کرے تو اُس نے اُسیوقت لاہور سے ایک جرار خالصہ فوج پشورا سنگھ کی سرکوبی کے لیئے روانہ کی۔ مگر اُس فوج نے وہاں پہنچکر بلحاظ ادب پشورا سنگھ کے مطلق ہتھیار نہ اُٹھائے۔ کیونکہ وہ بڑے مہاراجہ کا بیٹا تھا۔ آخر جب یہ حال جواہر سنگھ کو معلوم ہوا۔ تو اُس نے فوراً اپنے دوست فتح خاں ٹوالہ اور چتر سنگھ اٹاری والہ کو جس کی بیٹی کے ساتھ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی نسبت ہوئی تھی حکم دیا۔ کہ وہ فوراً اٹک پہنچکر شہزادہ کو سزا دیں۔ اسوقت اول الذکر ڈیرہ اسمعیلخاں کی طرف تھا۔ اور آخر الذکر نوشہرہ میں۔ غرض جب یہ دونوں سردار اپنی اپنی فوج لیکر اٹک پہنچے۔ تو اُنہوں نے پشورا سنگھ کو ہر طرح سے مستعد اور مضبوط پایا۔ اور بخوبی سمجھ لیا۔ کہ لڑائی سے ہم کبھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے آخرکار بجائے جنگ کے آشتی کام میں لانا مناسب سمجھا۔ اور ۱۲ روز تک برابر جانبین میں گفتگو ہوتی رہی پہلے پشورا سنگھ نے صلح کرنے سے مطلق انکار کیا۔ مگر اُن دونوں سرداروں نے دربار لاہور کی طرف سے ہر ایک طرح پر نیک سلوک ہونیکا اطمینان دلاکر شہزادہ کو اس بات پر رضامند کرلیا۔ کہ علاوہ جاگیرات ماسبق کے شہزادہ کو ایک لاکھ کی جاگیر اور دربار لاہور کی طرف سے ملیگی۔ اور شہزادہ کا ہمیشہ شاہانہ اعزاز کیا جائیگا۔ اس بات کی تصدیق میں جواہر سنگھ کے بناوٹی دستخطی خط بھی پیش کیئے گئے۔ آخرکار شہزادہ نے اُن بے ایمانوں کی باتوں میں آکر ۳۰ اگست کو قلعہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُنہوں نے شہزادہ کو دھوکے سے قید کرلیا۔ اور قلعہ اٹک کے اُس اندھیرے برج میں جسکا نام کالا برج ہے۔ ڈالکر رات کے وقت اُس کو قتل کرادیا۔ اور اُس کی لاش دریائے اٹک میں پھینک دی گئی۔ کنور پشورا سنگھ کے قتل کی خبر سن کر جواہر سنگھ بہت خوش ہوا۔ اُسیوقت قلعہ میں سلامی اور رات کو تمام شہر میں روشنی کا حکم ہوا۔ مگر جب یہ خبر خالصہ فوج کو پہنچی۔ تو اُن کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور تمام فوج نے قسم کھائی۔ کہ جبتک ہم شہزادہ کا بدلہ جواہر سنگھ سے نہ لے لیں گے۔ اُسوقت تک ہمکو کھانا پینا بھی حرام ہے۔ الغرض شہر سے باہر تین چار کوس کے فاصلہ پر میانمیر کے متصل تمام فوج جمع ہوگئی۔ صرف جواہر سنگھ کے خاص سوار نہیں آئے۔ اور جواہر سنگھ کو خالصہ فوج میں طلب کیا گیا۔ پہلے تو جواہر سنگھ نے بہت لیت و لال کیا۔ اور فوج کے پنچوں کو رشوت وغیرہ دیکر چاہا۔ کہ میں بچ جاؤں۔ لیکن فوج کا جوش اُسوقت اس درجہ

تک پہنچ چکا تھا۔ کہ وہ ساری سلطنت ملجانے پر بھی جواہر سنگھ کو زندہ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ آخر کار جب جواہر سنگھ نے دیکھا۔ کہ کسیطرح چھٹکارا نہیں ہوتا۔ بلکہ جسقدر جانے میں دیر کروں گا۔ اسیقدر فوج کو زیادہ برہم کروں گا۔ اپنی بہن کے پاس گیا۔ اور اُس سے مشورہ کر کے معہ اپنی ہمشیرہ رانی جنداں و مہاراجہ **دلیپ سنگھ** اپنے بھانجے کے ہاتھی پر سوار ہو کے قلعہ سے باہر نکلا۔ اور فوج کو رشوت دینے کے لیئے اشرفیوں کی تھیلیاں بھی اپنے ہمراہ لے لیں۔ الغرض جب وہ فوج کے سامنے پہنچا۔ اوّل تو فوج نے بڑے تپاک سے اُس کی سلامی لی۔ مگر جونہیں نزدیک پہنچا سپاہ نے اُس کے ہاتھی کو گھیر لیا۔ اور مہاوت کو ہاتھی بٹھلانے پر مجبور کیا۔ ابھی ہاتھی اچھی طرح بیٹھا بھی نہ تھا۔ کہ ایک سپاہی نے فوراً لپک کر جواہر سنگھ کی گود میں سے مہاراجہ **دلیپ سنگھ** کو زبردستی چھین لیا۔ اور فوراً ایک شخص نے اوپر پہنچکر جواہر سنگھ کے بائیں طرف سنگین گھونپ دی۔ جونہیں وہ داہنی طرف کو جھکا۔ دوسرے نے اوپر سے گولی رسید کی جس کے کھاتے ہی جواہر سنگھ مردہ ہو کر گر پڑا۔ اُسوقت جواہر سنگھ نے خالصہ جی کی بہت خوشامد کی۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہا۔ کہ صرف میری ایک بات سُن لیجیئے۔ مگر خالصہ جی نے اُس کو ایک حرف بھی منہ سے نکالنے کی مہلت نہ دی۔ پھر اُس کی لاش کو گھسیٹ کر نیچے اُتارا۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی تلوار سے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کیئے۔ بعد ازاں اُس کی روتی ہوئی ہمشیرہ رانی جنداں کو ایک خیمہ میں لے گئے۔ اور جسقدر اشرفیاں و مال وہ فوج کو دینے کے لیئے ہمراہ لائی تھی۔ سب خالصہ جی نے لوٹ لیا۔ اور تمام رات رانی جنداں پر پہرہ رکھا۔ اور مہاراجہ **دلیپ سنگھ** کو بھی اُس کے حوالہ نہ کیا۔ یہ واقعہ ۲۱۔ ستمبر ۱۸۴۵ء کا ہے ÷

دوسرے دن مہاراجہ **دلیپ سنگھ** کو اُس کی ماں کے حوالہ کیا گیا۔ اور رانی جنداں کو اپنے بھائی کی ٹکڑے ٹکڑے شدہ لاش کو دیکھنے کی اجازت ہوئی۔ رانی جنداں اپنے بھائی کی محبت میں زار زار روتی تھی۔ اور اپنے سر کے بال نوچتی تھی۔ اور دست تاسف مل مل کر خالصہ فوج کو ظلم اور بیرحمی کے عیوض دونوں ہاتھوں کو سنتی تھی۔ آخر کار جواہر سنگھ کی نعش جلائی گئی۔ اور اُس کے ساتھ اُس کی دو عورتیں ستی ہوئیں۔ لیکن خالصہ فوج کو جواہر سنگھ پر ایسا سخت غصہ تھا۔ کہ حالانکہ اب اُس کا کام بھی تمام ہو چکا تھا۔ اور اُس کو جلانے کے لیئے لیجا رہے تھے۔ لیکن اُسوقت اُس کی ستی ہونیوالی عورتوں پر بھی ظلم اور بیرحمی دکھلانے سے باز نہ رہے۔ یعنی اُن عورتوں کے پاس جو کچھ مال و زر تھا۔ اور وہ خیرات کرنا چاہتی تھیں۔ سب لوٹ لیا۔ حتّٰی کہ اُن کے کانوں کی بالیاں بھی ہاتھ ڈالکر کھینچ لیں اور بیچاریوں کے کانوں سے خون کے فوارے جاری ہو گئے۔ یہ ایسا دردناک موقع تھا۔ کہ دیکھا نہیں جاتا تھا وہ بیچاری مظلوم عورتیں زار زار روتی تھیں۔ اور ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر خالصہ فوج کو بد دعائیں دیتی تھیں۔ اور کہتی تھیں کہ ”او ظالمو! پرمیشور تمہارا ستیاناس کرے۔ اور تمکو تمہارے ظلم کا بدلہ دے“۔ رانی جنداں کا یہ حال تھا

کہ اُس نے اپنے بھائی کے بروگ میں پیٹ پیٹ کر اپنا منہ اور چھاتی دونوں کو سوجا لیا تھا۔ اور تمام سر کے بال نوچ ڈالے تھے۔ اُس کی گریہ وزاری دیکھ دیکھ کر سنگدل بھی پگھل گئے تھے۔ الغرض اسطرح راجہ گلاب سنگھ کی مراد پوری ہوئی۔ اور جواہر سنگھ اپنے کیے کو پہنچا۔

اب دربار لاہور میں جواہر سنگھ کے بعد کچھ مدت تک وزارت کا عہدہ خالی رہا۔ جس کے واسطے تجویز کی جاتی وہی خالصہ فوج کے خوف سے انکار کرتا۔ راجہ گلاب سنگھ سے بھی درخواست کی گئی۔ کہ وہ لاہور کی وزارت قبول کرے۔ مگر اُس نے بھی انکار کیا۔ آخر کار کچھ عرصہ تک تو رانی جنداں والدہ مہاراجہ **دلیپ سنگھ** ہی۔ بامداد راجہ لال سنگھ دھرداران سنگھ دربار لاہور کا کام چلاتی رہی۔ لیکن خالصہ فوج کی خودسری اور سرکشی سے ہر ایک کا دم ناک میں تھا کیا وزیر کیا بادشاہ سب کو اپنی اپنی جان کا فکر پڑ رہا تھا۔ اور جو دن گذر جاتا۔ اُسی کو غنیمت سمجھتے۔

اُدھر سرکار انگریزی کو بھی دربار لاہور کے اُن کل معاملات کی خبر ذرہ ذرہ پہنچتی تھی۔ اور جسطرح کی کھیل اُسوقت لاہور میں مچ رہی تھی۔ اُس سے صاف یہی نتیجہ نکلتا تھا۔ کہ ایک نہ ایک دن سرکار انگریزی کو پنجاب میں امن قایم کرنے کے لیے ضرور دخل دینا پڑیگا۔ اور سکھ فوج کی خودسری وسرکشی کے متواتر واقعات نے حکام انگریزی کو ایک عرصہ سے اس بات کا یقین دلا دیا تھا۔ کہ ایک دن سکھوں کی انگریزوں کے ساتھ ضرور لڑائی ہوگی۔ چنانچہ حفظ ماتقدم کے خیال سے یہ ضروری تھا۔ کہ سرکار انگریزی اپنی سرحدی قوت کو بہ نسبت پہلے کے زیادہ تر مضبوط اور محفوظ بنانے کی کوشش کرتی۔ مگر سرکار انگریزی کی اس پیش بندی کو سکھوں نے کسی اور اُلٹے معنوں میں سمجھا۔ اور خیال کیا۔ کہ شاید ان کے خیرخواہ دوست کی نیت میں فرق آگیا ہے۔ اور حفظ ماتقدم کے نقشہ کو بیجا اور ناواجب کارروائی کی صورت میں بدل کر یہ نتیجہ نکال لیا۔ کہ سرکار انگریزی خلاف اپنے عہد وپیمان کے اُن کا ملک لینے کے لیے سرحد پر فوج جمع کر رہی ہے۔ اور سکھوں کی یہ غلط فہمی بخیال اُن کی عام سمجھ کے کچھ بیجا بھی نہیں تھی کیونکہ یہ لوگ پولیٹکل معاملات مغربی سے بالکل ناواقف تھے۔ قطع نظر اس کے اُسوقت کچھ سکھوں کا ہی یہ خیال نہ تھا۔ بلکہ تمام ہندوستان کے باشندگان نے سرکار انگریزی کی فوجی تیاریوں سے یہ مطلب نکال لیا تھا۔ کہ عنقریب پنجاب کی سلطنت بھی سرکار انگریزی کے ساتھ شامل ہونیوالی ہے۔ علاوہ بریں میجر **براڈفٹ صاحب** ایجنٹ لدھیانہ کا سوڈھیان انندپور کی جاگیرات میں (جسکا انتظام چند سال پیشتر سے بالکل مہاراجہ **رنجیت سنگھ** پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور سرکار انگریزی اس علاقہ میں اپنی دست اندازی سے دست بردار ہو چکی تھی) اپنا دخل قایم کرنا اور مقبوضات دربار لاہور واقع ملک سس ستلج کو بعد وفات مہاراجہ دلیپ سنگھ مثل پٹیالہ و دیگر ریاستہائے اندرونے ستلج کے زیر حفاظت سرکار انگریزی قرار دینا سکھوں کو گونہ رنجور خاطر اور خیال فاسد پیدا کرنیکا باعث ہوا۔ ۱؎

۱؎ دیکھو تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۹۵ و ۲۹۶ ۱۲

الغرض یہ موقع اہالیان دربار لاہور کے لیئے اپنی خود سری اور بے قابو فوج کو انگریزوں جیسی زبردست طاقت سے بھڑا کر اُن کا قلع وقمع کرانے کے لیئے بہت ہی مناسب نظر آیا۔ اور اُنہوں نے رانی جنداں سے مشورہ کر کے ایک روز شالا باغ میں عام دربار کیا جس میں خالصہ فوج کے پنچوں کو مخاطب کر کے دیوان دینا ناتھ نے ایک نہایت پر جوش تقریر کی۔ اور کہا۔ کہ دیکھو خالصہ جی! آجکل انگریزوں نے اپنے قدیمی عہد و پیمان کو جو اُنہوں نے مہاراجہ بہادر رنجیت سنگھ کے ساتھ کیئے تھے۔ بالکل طاق پر رکھدیا ہے۔ اور روز بروز آگے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ فیروزپور وغیرہ مقامات پر فوج جمع کر رہے ہیں۔ موضع موڑاں جو سرکار لاہور کے مقبوضات آنر و سے ستلج میں تھا اُسکو راجہ نابھہ نے ضبط کر لیا ہے۔ اور انگریز بھی اُسی کی طرف ہو گئے ہیں۔ پندرہ لاکھ روپیہ جو راجہ سوچیت سنگھ کا فیروزپور کے مقام پر رکھا ہوا تھا۔ اُس کو بھی انگریزوں نے لے لیا ہے۔ اور دیتے نہیں نہیں آلتے انہی ایام میں ایک اور تازہ واقع صاحبان انگریز کی طرف سے زیادتی کی صورت میں ہوا تھا۔ یعنی ماہ نومبر میں سکھوں کے دو دیہات واقع سرحد لاہور کو جو لدھیانہ کے متصل واقع تھے۔ ایجنٹ صاحب لدھیانہ نے اس بنیاد پر کہ سرکاری ملزمان ان دیہات میں پناہ لیتے ہیں۔ اور گرفتار ہونے میں نہیں آلتے۔ بلا استصواب دربار لاہور قرق کر لیا تھا۔ اور واقعی یہ بات صاحب موصوف سے جبکہ دونوں سرکاروں میں رابطہ اتحاد تھا خلاف دستور سرزد ہوئی تھی۔ چنانچہ اس کا بھی تذکرہ کیا۔ اور ایک جعلی خط یا اشتہار آنر وے ستلج کی طرف سے پیش کیا جسکا یہ مضمون تھا۔ کہ سرکار انگریزی ہم لوگوں پر بہت زیادتیاں کر رہی ہے۔ اگر دربار لاہور ان لوگوں کی سرکوبی پر کمر ہمت باندھے۔ تو ہم لوگ خالصہ جی کے ساتھ مدد دینے کو تیار ہیں۔ غرض خالصہ جی دیوان دینا ناتھ کی یہ تقریر سنکر ایکبارگی جوش میں آگیا۔ اور کہنے لگا کہ انگریزوں کی کیا طاقت ہے۔ جو خالصہ جی کے ملک و مال پر نظر اُٹھا کر دیکھیں۔ خالصہ جی ابھی تیار ہو کر انگریزوں کی طرف کوچ کریگا۔ اور اُن کو اُن کی زیادتیوں کی سزا دیگا۔ اس سے پہلے رانی جنداں نے جب مصر لعل سنگھ کو وزارت کا عہدہ دینا چاہا تھا۔ تو خالصہ فوج نے نہیں مانا تھا۔ مگر آج کے روز راجہ لعل سنگھ خلعت وزارت پہنایا گیا۔ اور سردار تیج سنگھ کو سپہ سالار فوج مقرر کر کے خالصہ فوج نے انگریزوں پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر دیں۔ الغرض تھوڑے دنوں میں ہی خالصہ فوج نے انگریزوں سے جنگ کرنے کے لیئے تیار ہو کر فیروزپور اور لدھیانہ کی طرف کوچ کرنا شروع کر دیا۔ بلکہ ۱۱۔ دسمبر کو کسیقدر خالصہ فوج ہری کے پتن سے دریای ستلج عبور کر کے فیروزپور سے دس پندرہ میل کے فاصلہ پر آگے ۱۸۔ دسمبر کو بمقام مُدکی سرکار انگریزی کی افواج سے مقابلہ آ رابھی ہوئی ❖

اب یہاں پر قبل شروع کرنے حالات لڑائی کے ایک یہ امر قابل غور ہے۔ کہ آیا۔ اس لڑائی کی موجد گورنمنٹ انگریزی خود بخود ہوئی تھی یا سکھوں نے خواہ مخواہ اپنا سر پہاڑ سے ٹکرایا تھا۔ مگر یہ ایک بڑا پیچیدہ سوال ہے۔ اور مناسب

یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا فیصلہ خود ناظرین کے اپنے انصاف اور دانش پر چھوڑ دیا جائے۔ مگر تاہم ہمارا جہانتک خیال ہے۔ دونوں فریق الزام سے خالی نہیں۔ گو مسٹر کننگھم صاحب کی رائے کے مطابق گورنمنٹ انگریزی کے ایجنٹ مسٹر میجر براڈفٹ صاحب کی نسبت کی پالیسی جو انہوں نے سرحدی افواج کی تعداد بڑھانے اور مقبوضات دربار لاہور واقع ایزوے ستلج میں اپنے اختیارات کو زیادہ تر آزادی کے ساتھ برتنے اور نیز دو ایک معاملات میں (مثل جاگیرات سوڈھیان انندپور ماکھووال و فرقی دیہات واقع سرحد لاہور کے جن میں ملزمان کے روپوش ہونیکا الزام تھا) علانیہ پیشقدمی کرنے میں اختیار کی تھی۔ ایسی نہ تھی۔ کہ ایک نازبیت یافتہ قوم کو بلا سوچے سمجھے اشتعال دینے کا باعث نہ ہوتی۔ چنانچہ انہی وجوہات پر صاحب موصوف نے لکھا ہے۔ کہ:۔ "میجر براڈفٹ صاحب کی ہر ایک کارروائی سے بیش بندی کے خیالات ظاہر ہوتے تھے۔ اور ان میں سے بجائے خیر اندیشی ظاہر ہونے کے مخالفت کی بو آتی تھی"۔ بلکہ اس رائے پر یہ حاشیہ دیا ہے۔ کہ:۔ "میجر براڈفٹ صاحب کی تقرری عہدہ ایجنٹی لدھیانہ سے ہندوستان میں عموماً تمام انگریزوں نے سکھوں سے لڑائی ہونے کا نتیجہ نکال لیا تھا۔ اور سب کا یہ قوی خیال تھا۔ کہ کاش مسٹر کلارک صاحب ہی ایجنٹ رہے ہوتے تو ہرگز سکھوں کی انگریزوں سے لڑائی نہ ہوتی۔ کیونکہ میجر براڈفٹ صاحب کی بابت عموماً یہ رائے تھی۔ کہ وہ سکھوں کے مخالف ہیں"۔ چنانچہ اس رائے کی تصدیق میں کننگھم صاحب نے خود میجر براڈفٹ صاحب کی تحریرات کا بھی حوالہ دیا ہے۔ (دیکھو تواریخ کننگھم صاحب صفحہ ۲۷۷)

بعد ازاں انہی صاحب نے آگے بڑھکر بوجوہات صدر خاصکر گورنمنٹ انگریزی پر ہی لڑائی کے موجد ہونے کا اتہام لگایا ہے۔ اور بالکل صاف اور کھلے الفاظوں میں یہ تحریر کیا ہے۔ کہ "اگرچہ ابتدا اس بارہ میں سکھوں کی طرف سے ہوئی۔ لیکن یہ خیال کرنے سے کہ گورنمنٹ انگریزی صدق دل سے اہل پنجاب کے ساتھ امن و امان سے رہنے کی خواہاں تھی۔ جو پالیسی کہ سرکار انگریزی کی جانب سے اختیار کی گئی تھی۔ اس سے یہ مترشح نہیں ہوتا۔ کہ انہوں نے اپنے پہلے قول و قرار کی سخت پابندی رکھی۔ یا اعلے درجہ کی دانائی و مستحکم دوراندیشی سے کام لیا ہو۔ جس سے کہ ایک مدبر سلطنت کے ارکین ممیز ہو سکتے۔ خاصکر جو سکھوں کی زندگی کے حالات اور تواریخی نظائر سے بخوبی واقف تھے"۔

گورنمنٹ کی صاف باطنی میں تو کوئی شبہ نہیں۔ مگر ان کی ایمانداری صرف ان کی اپنی ہی عقل اور تقاضائے انسانیت سے قبول کیجا سکتی ہے"۔ (دیکھو کننگھم صاحب کی تواریخ کا صفحہ ۳۰۰) مگر ہمارا کننگھم صاحب کے ساتھ اسقدر زور کے ساتھ جیسا کہ ان کی تحریر سے ظاہر ہے۔ اتفاق نہیں۔ حالانکہ اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ اگر میجر براڈفٹ صاحب کی اس قسم کی مخالفانہ کارروائی نہ ہوئی ہوتی۔ تو شاید خالصہ فوج چاہے ان کو اہالیانِ

دربار کتنا ہی اشتعال دیتے۔ خواہ نخواہ انگریزوں کے سر آنے کی جرأت نہ کرتی۔ ہاں پہلے وقتوں میں جب اُن کا مہاراجہ زندہ تھا۔ اگر اُس کا ذرہ بھی اشارہ ہوتا۔ تو بڑے شوق سے دہلی تک پہنچ جانے کو تیار ہو جاتی مگر جب سکھوں کا اپنا ہی انتظام درست نہ تھا۔ اور دربار لاہور میں سوائے کشت و خون و سازش اور افترا پردازی کے کوئی دوسرا کام نہ رہ گیا تھا۔ دن بھر میں کئی بادشاہ بنتے اور کئی وزیر ہو جاتے۔ تو ایسی حالت میں اگر سرکار انگریزی نے اپنی پالیسی کو بدلا تو کیا گناہ کیا۔ ہاں البتہ اگر لاہور کا انتظام اچھا ہوتا۔ فوج بھی اپنی جگہ حکم کی پابند ہوتی۔ اور جیسا بڑے مہاراجہ کے وقت میں ہر ایک شخص اپنے اپنے پانی میں تھا۔ اسیطرح اس وقت بھی ہوتا۔ اور پھر سرکار انگریزی اپنی پالیسی کو بدل ڈالتی۔ تو بیشک شکایت کی جگہ تھی۔

سکھوں کی پہلی لڑائی

حالانکہ سکھ فوج لڑائی کی تیاری کر کے ستلج کے کنارہ تک پہنچ گئی تھی۔ مگر سرکار انگریزی نے اُس وقت تک یہ نہیں خیال کیا تھا کہ حقیقت میں سکھوں کو ہمارے ساتھ مقابلہ کی جرأت پڑیگی۔ چنانچہ اسی خیال سے اس وقت تک کوئی غیر معمولی انتظام لڑائی کی تیاری کا سوائے اُن افواج کے جو پہلے سے ہی لدھیانہ و فیروزپور اور انبالہ وغیرہ میں حفظ ماتقدم کے خیال سے جمع ہو چکی تھیں۔ گورنمنٹ انگریزی کی طرف نہیں ہوا تھا بلکہ دربار لاہور کے تمام ایام شور و فساد اور ابتری کے درمیان سرکار انگریزی کی نیت بالکل صلح کن۔ اور تحمل و برداشت کی رہی تھی۔ اور جہانتک ہو سکا۔ گورنمنٹ انگریزی نے اپنے تئیں ہر ایک شکایت و الزام سے جو ایسے موقعوں پر خواہ نخواہ بھی زبردست اور فاتح سلطنت کے ذمہ عاید ہو جاتے ہیں۔ محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ بلکہ ۱۳۔ دسمبر کو سر **ہارڈنگ صاحب** نے سکھوں کی فوج کو بذریعہ ایک عام اشتہار متنبہ کیا کہ آج تک ہمارے اور دربار لاہور کے درمیان رابطہ و اتحاد رہا ہے۔ اور گورنمنٹ انگریزی نے عہدنامہ ۱۸۰۹ء کی پابندی کو مہاراجہ کے جانشینوں کے ساتھ بھی برابر ملحوظ رکھا ہے۔ لیکن اب چونکہ دربار لاہور کے حکم سے فوج نے ہمارے ساتھ لڑنے کا ارادہ کر کے عہدنامہ کی شرایط کو توڑ ڈالا ہے۔ اسلیئے گورنر جنرل صاحب بہادر کا منشاء ہے۔ کہ اب بھی سکھ اپنے ارادہ سے باز آجاویں۔ تو بہتر ہے۔ ورنہ بحالت مجبوری گورنمنٹ انگریزی کو اپنے اقتدار اور حفظ مراتب کے قایم رکھنے کے لیئے عہد شکنی کرنیوالوں کو سخت سزا دینی پڑیگی۔" اس اشتہار میں یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ ستلج کے بائیں کنارے کا ملک مقبوضہ مہاراجہ رنجیت سنگھ ضبط

ہو کر شامل علاقہ سرکار انگریزی ہو گیا ہے"۔ لیکن جب سرکار انگریزی نے دیکھا۔ کہ اشتہار کا کچھ اثر نہیں ہوا اور سکھوں کی فوج نے عہدنامہ ۱۸۰۹ء کی شرائط کو توڑ کر دریائے ستلج عبور کر لیا ہے۔ اور جبتک ان کی اچھی طرح سے گوشمالی نہ کیجائیگی۔ وہ کسی طرح پر باز نہیں آویں گے۔ تو سرکاری افواج کو بھی آگے بڑھنے کا حکم ہوا۔ لارڈ ہارڈنگ صاحب گورنر جنرل ہند نے شروع دسمبر میں کمانڈر انچیف صاحب بہادر افواج ہندی انبالہ کے مقام پر ملاقات کی۔ اور جب معلوم ہوا۔ کہ سکھ ستلج پار اتر آئے ہیں۔ تو لارڈ صاحب موصوف نے جو احکام افسران فوج کے نام ضروری تھے۔ جاری کر کے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اور خود لدھیانہ کے مقام پر رونق افروز ہو کے وہاں کی چھاؤنی کو جہاں اسوقت ۵ دیسی پلٹنیں و ایک دیسی رسالہ و دو توپخانے موجود تھے مضبوط کیا۔ اور افواج اضلاع مغربی و شمالی کو بھی پنجاب میں بکوچ یلغر پہنچنے کا حکم دیا گیا۔ اور ہر ایک مقام سے فوجیں چل پڑیں۔ اسوقت سب سے نزدیک اور حاضر الوقت افواج انگریزی صرف لدھیانہ و فیروزپور و انبالہ تین مقامات کی تھیں۔ منجملہ ان کے فیروزپور میں سر جان لٹلر صاحب ایک جوانمرد انگریزی افسر کی ماتحتی میں اسوقت کل دس ہزار سپاہ اور ۳۱ توپیں موجود تھیں۔ جو بمقابلہ سکھوں کی فوج کے بالکل کافی نہیں تھیں۔ اسلیئے انبالہ کی فوج کو ان کی مدد پر سیدھے پہنچنے کا حکم ہوا۔ اور اسی درمیان میں لارڈ ہارڈنگ صاحب نے اسوقت یہ مناسب سمجھا۔ کہ لدھیانہ میں صرف ایک مختصر سی فوج جو وہاں کے چھوٹے سے قلعہ کو محفوظ رکھنے کے لیئے کافی ہو چھوڑ کر باقی کل فوج ڈویژن انبالہ کے ساتھ ملکر سکھوں کا مقابلہ کرے تو بہت بہتر ہو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بقول کننگھم صاحب کے اسوقت سکھوں کی فوج کی تعداد جو فیروزپور کی طرف تھی۔ علاوہ اُس فوج کے جو لدھیانہ کی طرف رجوع ہوئی۔ کچھ عجب نہیں کہ ۳۵ یا ۴۰ ہزار سپاہ و ڈیڑھ سو توپ کے برابر ہو۔ مگر عموماً سکھوں کی تعداد کی بابت لوگوں کا اس سے بھی بدرجہا خیال زیادہ تھا۔ لیکن ایسے موقعوں پر عموماً فاتح اور مفتوح دونوں کی طرف سے افواج کی تعداد میں زیادہ تر مبالغہ کیا جاتا ہے۔ ورنہ ہمکو کوئی ایسا پختہ اور قابل اطمینان ثبوت نظر نہیں آتا۔ جس سے ہم یہ کہہ سکیں۔ کہ سکھوں کی باضابطہ فوج انگریزوں کی المضاعف تعداد سے زیادہ ہو۔

راجہ لال سنگھ نے جو اسوقت سکھ فوج کا کمانڈنگ افسر تھا ستلج کو عبور کر کے فیروزپور کی چھاؤنی پر جہاں اسوقت سر جان لٹلر صاحب نہایت مستعدی سے ان کے مقابلہ کے لیئے تیار تھے حملہ نہیں کیا۔ بلکہ کترا کر دس میل کے فاصلہ سے فیروزشہر کے مقام پر جا اترا۔ لال سنگھ اور تیج سنگھ دونوں کا منشا اپنی افواج کو ایک زبردست طاقت سے تباہ کرانے کا تھا نہ کہ انگریزوں پر فتح حاصل کرنیکا۔ چنانچہ ان دونوں نے انگریزی حکام کو اپنی نیک نیتی کے راز سے نامحرم نہیں رکھا تھا۔ بلکہ کپتان نکلس صاحب انگریزی ایجنٹ متعینہ فیروزپور کے ساتھ لال سنگھ

کی خط و کتابت بھی اس بارہ میں ہوتی رہی ؀

لیکن لعل سنگھ کو ظاہر داری کے خیال سے فوج کے ساتھ شامل رہنا ایک ضروریات سے تھا۔ اسلیئے اُس نے
فوج سے یہ کہکر کہ ایک چھوٹی سی چھاونی پر حملہ کر کے فتحیاب ہونا کوئی زیادہ تر خالصہ جی کے لیئے ناموری کا باعث
نہیں ہوگا۔ جیساکہ آگے بڑھکر خاص لاٹ صاحب پر حملہ آور ہو کے فتحیاب ہونے سے فیروزپور کو بالکل محفوظ رکھا
اسوقت حالانکہ سکھوں کا افسر ایک دغاباز اور اُن کا دلی بدخواہ شخص تھا۔ مگر تاہم سنگھ سپاہ بذات خاص اپنا
ملک اور قوم کے لیئے دل و جان سے اپنا خون بہانے کے لیئے تیار تھے۔ اور وہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ اُن
کے جیتے جی کسی غیر ملک کا آدمی اُن پر حکومت کرے۔ ہر ایک سکھ اس لڑائی میں اپنے تئیں اپنے بادشاہ
کا نوکر سمجھ کر نہیں آیا تھا۔ بلکہ خاص اپنا ذاتی کام سمجھکر دل و جاں سے موجود تھا۔ اور اُن کی گرمجوشی و بہادری اس
بات سے ظاہر تھی۔ کہ ہر ایک سپاہی اسوقت ایسی جفاکشی سے کام کرتا تھا۔ کہ اگر مزدور کا کام آپڑتا۔ تو وہ بھی
خود کر لیتا۔ بندوق بھی اُٹھاتا۔ تلوار بھی باندھتا۔ گاڑی بھی خود ہانکتا۔ لادنے اور اتارنے کا کام سب خود کرنا۔
خالصہ گو چست اور چالاک اور بے خوف بڑے مستحکم دل کا سپاہی تھا۔ لیکن اس سے پیشتر اس کو بھی ایسا زبردست
دشمن نہیں ملا تھا۔ اور انہوں نے کچھ فوج پیچھے چھوڑ کر مُدکی کے پاس جاکر مورچہ لگا دیا۔ مُدکی میں جو فیروزپور سے
۲۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ۱۸۔ دسمبر کو لدھیانہ اور انبالہ کی فوجیں پہنچیں۔ اور ابھی انہوں نے اچھی طرح سے
دم نہیں لیا تھا۔ بلکہ شام کے کھانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ کہ یکایک سکھوں کی توپوں کی آواز نے اُن کو حیران کر دیا
یہ تو بیشک اُن کو معلوم تھا۔ کہ دشمن نزدیک ہیں۔ لیکن یہ خبر نہ تھی۔ کہ ابھی ہمارے سر پر آن پہنچیں گے۔ لارڈ
ہارڈنگ صاحب ایک بہادر سپاہی آدمی گھوڑا دوڑا کر میدان میں آیا۔ کچا کھانے کا میز لگ رہا تھا
اور ہندوستانی سپاہی اپنے اپنے کھانے والے کی فکر میں تھے۔ کہ لڑائی کا بگل بجنے لگا۔ بیچاری فوج کو جسنے
۱۵۰ میل کا سفر ۱۶ دن میں طے کیا تھا۔ اور راستہ کی تکان اور بھوک پیاس سے ہارمانے ہوئے تھی۔ فوراً
لڑائی کے لیئے تیار ہونا پڑا۔ غرض آناً فاناً میں فوج تیار ہوگئی۔ اور سر ہیو گف صاحب نے سواری فوج اور
اسپی توپخانوں کو ہمراہ لیکر آگے قدم رکھا۔ اور پیادہ فوج و فیلڈ باڑی کو پیچھے پیچھے آنے کا حکم دیا۔ یہاں سے
سکھوں کا مورچہ دو میل کے فاصلہ پر جنگل اور جھاڑیوں و ریت کے ٹیلوں کے درمیان تھا۔ سکھ فوج کی تعداد
اسوقت ۳۰ ہزار کے قریب بیان کی گئی ہے۔ مگر کننگھم صاحب کی تحریر کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ کہ صرف دو
ہزار پیادہ ۲۲ توپ اور ۸ یا ۱۰ ہزار سواروں سے زیادہ فوج نہیں تھی۔ انگریزی فوج کی تعداد گیارہ ہزار
تھی۔ الغرض جونہیں انگریزی فوج سامنے نظر پڑی۔ سکھوں نے اسقدر زور سے آگ برسائی۔ کہ اُن کو وہیں
روک دیا۔ لیکن انگریزی سوار ایک بازو ہو کر سکھوں کے بائیں طرف گھومے اور اُن کے توپخانوں اور پیادہ

فوج کے پیچھے جا پڑے۔ اور آگے سے سرکاری فیلڈ توپوں نے سکھوں کی توپوں کا منہ بند کر دیا۔ انگریزی پلٹنیں سکھوں کی پیادہ فوج پر حملہ آور ہوئیں۔ اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی۔ انگریزی پیادہ فوج کے افسران سرجان میکسکل و سر ایچ سمتھ و گلبرٹ صاحبان تھے۔ سکھ انگریزوں کے مقابل بڑی چستی اور چالاکی سے ہوئی اور ایسی تیزی اور تندی سے لڑے کہ لڑائی کے وقت اُن کا قدم پیچھے نہ ہٹا۔ انگریزوں کی طرف ایسی سخت آگ برسائی۔ اور پیادہ فوج نے ایسی بہادری اور جوانمردی کے ساتھ اپنی تلوار اور بندوق چلائی۔ کہ اگر ایک ساعت اور لڑائی ہوتی۔ اور دغاباز راجہ لعل سنگھ اپنی بہادر فوج کو دیدہ و دانستہ ذلیل کرانے کی غرض سے خود بخود میدان چھوڑ کر پیچھے کو بھاگ نہ جاتا۔ تو میدان ضرور سکھوں کے ہاتھ رہتا۔ مگر تو بھی جوانمرد اور بہادر سکھوں نے اپنے سردار کے میدان میں سے بھاگ جانے کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اور بڑی گرمجوشی اور تندی کے ساتھ میدان میں برابر لڑتے رہے۔ بہت سے سوار تو اپنے گھوڑوں سے اُتر اُتر کر دونوں ہاتھوں میں تلوار لے کے قتل کرتے ہوئے انگریزی فوج میں گھس جاتے۔ اور آخرکار انگریزوں کو اپنی لاثانی بہادری کا تماشہ دکھلا کر جنکا انہوں نے اپنی ساری عمر میں کبھی امتحان نہیں کیا تھا۔ شہید ہو جاتے۔ مگر آخرکار جب بہت اندھیرا ہو گیا۔ اور گورنر جنرل صاحب خود میدان میں جا گھسے۔ حالانکہ مسٹر کری صاحب نے اُن کو منع بھی کیا۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور اُن کے خود جانے کا ایسا اثر ہوا۔ کہ انگریزی سپاہ میں جو اُسوقت کچھ ہارے ہوئے نظر آتی تھی۔ از سر نو جان آ گئی۔ اور سب نے ملکر سکھوں پر اس زور شور سے حملہ کیا۔ کہ آخرکار اُن کو میدان چھوڑنا ہی بن پڑا۔ ۱۷ توپیں سکھوں کی سرکار انگریزی کے ہاتھ آئیں۔ لیکن سرکار انگریزی کی یہ فتح کچھ ایسی کامیاب اور نمایاں نہیں ہوئی۔ جیسی کہ اس سے پیشتر ہر ایک غیر ملک اور ہندوستان میں انہوں نے حاصل کی تھی۔ اسلئے مناسب سمجھا گیا۔ کہ تاوقتیکہ سرجان لٹلر صاحب کی فوج کے ساتھ بھی شمولیت حاصل نہ ہو جاوے اسوقت تک سکھوں کے اس حصہ فوج پر جو فیروشہر میں وہاں سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر موجود تھی حملہ نہ کیا جاوے +

اس لڑائی میں ۲۱۵ آدمی سرکار انگریزی کے مارے گئے۔ اور ۶۵۷ زخمی ہوئے +

پھیروشہر کی لڑائی

اس معرکہ کے بعد سکھوں نے پھیروشہر میں جو فیروزپور اور مدکی دونوں کے درمیان دس کوس کے فاصلہ پر واقع تھا مورچہ بندی کی۔ اور اپنے میدان کو ۱۰۸ بڑی بڑی توپوں سے مضبوط کیا۔ اور اس مقام پر سکھوں کی فوج کی تعداد کی بابت مشہور تو یہ تھا۔ کہ قریب پچاس ہزار کے جمع تھے۔ لیکن دراصل صرف ۱۲ پلٹنیں اور رہی

آٹھ یا دس رسالے جو پہلے معرکہ میں لڑ چکے تھے۔ موجود تھے۔ پس اس حساب سے سکھوں کی تعداد انگریزوں سے سوائے توپوں کے کچھ بہت زیادہ نہ تھی ٭ (دیکھو کننگھم صاحب کی تواریخ کا صفحہ ۳۰۷)

الغرض جب ۲۱ دسمبر کو دوپہر کے وقت **لٹل صاحب** کی فوج کا میل **سر ہیو گف صاحب** کمانڈر انچیف صاحب والی فوج سے ہو گیا۔ تو اسوقت سکھوں پر جو وہاں سے چار میل کے فاصلہ پر مورچہ لگائے کھڑے تھے حملہ آور ہونے کی صلاح ٹھہرائی گئی۔ اور سر ہنری **ہارڈنگ صاحب** بہادر گورنر جنرل ہند نے بذات خاص معرکہ میں شریک ہو کر اپنی خدمات کو **سر ہیو گف صاحب** بہادر سپہ سالار ہند کے حوالہ کیا۔ عین ۴ بجے شام کے وقت انگریزی فوج نے صف آرائی کر کے سکھوں پر حملہ کیا۔ اور بڑے زور شور سے گولہ رانی شروع کی۔ لیکن سکھوں نے بھی سامنے سے ترکی بترکی جواب دیا۔ اور ان کی پیادہ سپاہ نے جو نہایت استحکام کے ساتھ اپنی توپوں کے درمیان اور پیچھے قدم جمائے کھڑے تھے۔ اسقدر زور اور تیزی کے ساتھ اپنی بندوقوں سے کام لیا۔ کہ انگریزوں کے ہوش بھلا دیئے۔ مگر ان گولے اور سنسناتی ہوئی گولیوں کے درمیان جو ساون کے مینہ کی طرح برس رہے تھے۔ کپتان پرنگل او **ہیلن صاحب** نے اپنی پلٹن کو بڑھا کر سکھوں پر بڑی تندی کے ساتھ حملہ کر کے ان کی چند توپوں کو چھین لیا۔ لیکن سکھوں کی پلٹن نے جو پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ آگے آکر اپنی بندوقوں کی باڑھ اس انگریزی پلٹن پر جو آگے بڑھ آئی تھی اس زور اور تندی کے ساتھ سر کی۔ کہ ان کا منہ پیچھے کو موڑ دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اسوقت انگریزی فوج ایسی منتشر اور پریشان ہو گئی۔ کہ اس کو اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہو گیا سکھوں کی توپوں نے انگریزوں کی توپوں کو تختوں پر سے گرا دیا۔ اور ان کا میگزین ہوا میں اڑا دیا اور انکی پلٹنیں پیچھے مڑ کر اضطرابی اور پریشانی کی حالت میں ایک دوسرے پر گرنے لگیں۔ انگریزی جرنیل فتحیابی سے مایوس ہوئے بکے کھڑے تھے۔ اور کرنیلوں کا یہ حال تھا۔ کہ ان کو اپنی اپنی فوج کی جس کے وہ افسر تھے۔ خبر نہ تھی۔ کہ کہاں ہیں اور تمام فوجیں آپس میں خلط ملط ہو گئیں۔ یہ وقت واقعی انگریزوں کے لیئے بہت مصیبت اور خطرہ کا تھا۔ ان کی سپاہ کو آج تک ایسے سخت دشمن سے کبھی پالا نہیں پڑا تھا۔ انہوں نے اس سے پیشتر ہمیشہ فتح پائی تھی۔ مگر آج فتح کے آثار سو سو کوس دور نظر آتے تھے۔ اور ان بہادر انگریزی سپاہیوں کو جنہوں نے اس سے پیشتر کیا ہندوستان اور کیا غیر ملک میں کبھی فتح حاصل کرنے میں دقت نہیں اٹھائی تھی۔ آج وہی فتح ان کو ایک ٹیڑھی کھیر نظر آ رہی تھی اور ارادہ ہو گیا تھا کہ اب ہم پیچھے فیروزپور کو لوٹ جائیں۔ لیکن بہادر سپہ سالار اور جوانمرد گورنر جنرل نے ان کی رائے کے ساتھ اتفاق نہ کیا۔ اور کہا کہ ہماری فوج کے لیئے جس نے آج تک میدان میں کبھی پیٹھ نہیں دکھائی آج پیچھے ہٹ جانا بڑے شرم کی بات ہو گی۔ اور انگریزی پلٹنوں کو ہمراہ لیکر کہا۔ کہ یا تو بہتر ہے۔ کہ آج ہم اپنی قوم کی ناموری کے لیئے لڑ کر میدان میں شہید ہو جاویں۔ یا فتح حاصل کریں۔ چنانچہ گورنر جنرل صاحب و کمانڈر انچیف صاحب کی

مردانہ ہمت اور دلیری سے آفتاب غروب ہونے کے وقت انگریزی فوج کو کسیقدر کامیابی حاصل ہوگئی۔ اور عارضی طور پر انکو کچھ آرام ملا۔ یعنی میجر جنرل ہنری اسمتھ صاحب کی بریگیڈ نے پھیروشہر کو سکھوں سے تھوڑی دیر کے لیئے چھین لیا تھا۔ چونکہ شب کو اس پر اپنا دخل قایم نہ رکھ سکے اسلیئے وہاں سے پیچھے ہٹ آئے۔ حضور قیصرہ ہند کی تیسری ڈریگون نے حالانکہ نہایت جوانمردی اور تندی کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کرکے اُن کی چند طاقتور توپوں کو بھی چھین لیا۔ مگر تاہم سکھ اپنے اپنے مورچوں پر نہایت استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ اڑے رہے۔ اور برابر انگریزوں پر آگ برساتے رہے۔ یہ رات انگریزوں کے لیئے ایک بڑے ستم اور غضب کی رات تھی۔ ایک تو بیچارے دن بھر کے بھوکے پیاسے تھکے ماندے دوسرے سردی کا یہ حال تھا۔ کہ ہاتھ پاؤں سُن ہوتے جاتے تھے۔ اوپر سے دشمن گولے پر گولہ برسا رہا تھا۔ غرضیکہ ایک آفت کا سامنا تھا۔ سکھ اپنے یہاں آگ جلا جلا کر اپنے ہاتھ پاؤں گرم کرتے رہے۔ مگر اُن کی توپ اور بندوق تمام رات چلتی رہی۔ انگریزوں نے ایسی سخت حالت اور تکلیف میں تمام رات بغیر اوڑھنے اور بچھونے کے میدان میں کاٹی۔ سکھوں کا یہ حال تھا۔ کہ جسطرف پڑتے صفایا کرتے چلے جاتے۔ آخرش جب ۲۲ کی صبح ہوئی۔ تو انگریزوں نے بھی اپنی پلٹنوں کی صف باندھ کر سکھوں پر آگ برسانا شروع کیا۔ اور سر **ہارڈنگ** و سر **ہف گف** صاحبان نے آگے بڑھکر ایسی جوانمردی اور بہادری سے پے در پے حملے کیئے۔ کہ سکھوں کو بالکل منتشر کر دیا۔ اور سکھ فوج میدان چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ ایسے وقت میں سکھ فوج کے لیئے بھی میدان میں برابر کھڑے رہنا جبکہ وہ تمام رات اپنی بندوق اور توپ کے ساتھ مصروف رہی تھی۔ اور مطلق پلک سے پلک نہیں جوڑنے پائی تھی۔ ایک بالکل محال امر تھا۔ آخرکار نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سرکار انگریزی فتحیاب ہوئی۔ اور سکھوں کی ۷۳ توپیں اور بہت سامال و اسباب انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ مگر ابھی فتح حاصل ہوئے کچھ بہت عرصہ نہیں گذرا تھا۔ کہ سکھوں کی ایک اور دوسری کثیر فوج بہ سرکردگی سردار تیج سنگھ میدان میں دکھلائی دی۔ اس فوج کے سردار سے اُس کے نمک حلال اور سچے سپاہیوں نے درخواست کی تھی۔ کہ دن نکلنے سے پیشتر انگریزوں پر حملہ کیا جائے۔ مگر چونکہ اُس کا دلی منشاء فوج کو دیدہ و دانستہ ذلیل اور شرمندہ کرانیکا تھا۔ اسلیئے اُس نے جان بوجھکر پہنچنے میں دیر کی۔ اور جبتک کہ لعل سنگھ کی فوج شکست کھاکر بالکل بھاگ نہ گئی۔ اسوقت تک میدان میں نہ پہنچا۔ اور پھر جب میدان میں آیا بھی اور لڑائی شروع ہوئی۔ تو عین اس موقع پر جبکہ انگریزوں کا گولی بارود بالکل ختم ہو چکا تھا۔ اور کچھ اُن کی فوج پیچھے کو بھی لوٹ پڑی تھی۔ اپنی سپاہ کو میدان میں لڑتی ہوئی چھوڑ کر پیچھے کو بھاگ چلا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُس کی سپاہ بھی گھبراکر اسی کے پیچھے ہولی۔ اگر کاش اسوقت تیج سنگھ پیچھے کو نہ ہٹ جاتا۔ اور جس جوش و خروش سے اُس کی سپاہ کا قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ برابر انگریزی فوج کو خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ وہ پیچھے کو لوٹ پڑی تھی۔ اور گولی سکہ بھی

اُن کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ دبائے ہوئے آگے بڑھا چلا جاتا۔ تو انگریزوں کا اُسوقت کہیں ٹھکانا نہ ملتا۔ اور سکھّی فوج شرطیہ فتحیاب ہوتی ؎۱

اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ اس سے پیشتر جب سے انگریزوں نے ہندوستان میں قدم رکھا۔ اُن کو کبھی ایسی سخت اور خطرناک لڑائی لڑنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اور نہ انہوں نے گورو گوبند سنگھ صاحب کے سکھوں جیسی کوئی سخت جنگ جو قوم کا اپنے مقابلہ میں آجتک امتحان کیا تھا۔ سکھوں کی بہادری اور مضبوطی کا حال خود اُن کی بڑی بڑی توپوں کے ہی ملاحظہ سے جو انگریزوں کے ہاتھ آئیں۔ معلوم ہوتا تھا۔ مخصوص اُن کی مہارت نشانہ بازی۔ بمقابلہ انگریزوں کے بہت ہی قابل تعریف تھی۔ کیونکہ جسقدر سکھوں کی توپیں دیکھی گئیں اُن میں سے کسی پر بھی گولے یا گولی کی مار کا نشان نظر نہیں آتا تھا۔ حالانکہ انگریزوں کی تین حصّہ توپیں سکھوں کی زبردست مار سے اپنے چھکڑوں پر بالکل ناکام پڑی تھیں۔ (دیکھو کننگہم صاحب کا صفحہ ۳۰۹) اس لڑائی میں ۹۴۲ آدمی سرکار انگریزی کے مارے گئے۔ اور ۱۷۲۱ زخمی ہوئے۔ منجملہ اُن کے جو مارے گئے۔ تین مشہور اور معزز افسر بھی تھے۔ میجر براڈفٹ صاحب پولٹیکل افسر۔ ڈی۔ آرسی ٹاڈ صاحب۔ اور بریگیڈیر والس صاحب +

لڑائی بدووال

اب اس لڑائی نے سرکار انگریزی کو ہوشیار کر دیا۔ اور ضرورت ہوئی۔ کہ میدان جنگ میں انگریزوں کے نام کی شہرت کو قایم رکھنے کے لیے ہر ایک مناسب تدبیر بہت جلد عمل میں لائی جاوے۔ چنانچہ جسقدر ہندوستان میں اسوقت نامی نامی انگریزی فوجی افسر فن جنگ کے ماہر تھے سب کو معہ اپنی اپنی افواج کے پنجاب کی لڑائی میں فوراً شامل ہونے کے لیے حکم ہوا۔ اور سامان میگزین دہلی اور آگرہ وغیرہ سے بافراط منگایا گیا۔ اور جسقدر ہندوستان میں انگریزی فوجیں تھیں سب اپنے اپنے مقامات سے پنجاب کی لڑائی میں شریک ہونے کے لیے چل پڑیں۔ لیکن ابھی دہلی سے میگزین کا سامان پہنچنے نہیں پایا تھا۔ کہ سکھوں نے بسرکردگی رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ پھلور کے مقام سے پھر ستلج کو عبور کیا۔ اور لدھیانہ پر حملہ کر کے جہاں اُسوقت بہت تھوڑی سی انگریزی فوج تھی

؎۱ اس لڑائی کی بابت عام زبان زد یہ ہے۔ بلکہ دفعہ شاہ محمد و اتھاس گورو سنگھان میں بھی لکھا ہے۔ کہ ۲۳ تاریخ کو دوپہر سے پہلے اسقدر زور سے سکھ لڑے۔ اور میدان گرم ہوا۔ کہ بہت حصّہ انگریزی سپاہ کا ہار کر پیچھے کو فیروزپور کیطرف لوٹ پڑا تھا۔ اور موضع بدھنی ۵ میل کے فاصلہ تک انگریزی فوج پہنچ گئی تھی۔ لیکن جب تیج سنگھ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور سکھوں کی فوج بھی اپنی افسر کی بدنیتی کی وجہ سے میدان میں نہ ٹھہر سکی۔ تو اُسوقت پہاڑ سنگھ مورث اعلےٰ خاندان راجہ فرید کوٹ نے جو سرکار انگریزی سے ملا ہوا تھا فوراً احکام انگریزی کے پاس بدھنی کے مقام پر پہنچ کے یہ خبر دی۔ کہ آپ لوگ کیوں واپس جاتے ہیں سکھ تو خود بخود میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں جسکو سُن کر انگریزی فوج پھر میدان میں واپس آگئی تھی

وہاں کی چھاونی کو آگ لگا دی۔ رنجودہ سنگھ کے ساتھ اسوقت راجہ لاڈوہ جو سرکار انگریزی کی حفاظت میں تھا منحرف ہو کر جا شامل ہوا۔ ہنری سمتھ صاحب کو جنہوں نے ۱۷۔ جنوری کو دہرم کوٹ کا محاصرہ کر کے وہاں سے غلّہ وغیرہ کی آمد کو آسانی دی تھی۔ اور اب میگزین اور خزانہ وغیرہ کو بحفاظت فیروزپور میں پہنچانے کے انتظام میں مصروف تھے۔ حکم ہوا۔ کہ ۱۸۔ توپ چار پلٹنیں اور تین رسالوں کے ساتھ فوراً لدھیانہ پہنچکر وہاں کی سپاہ کی مدد کریں۔ چنانچہ ۲۰۔ جنوری کو صاحب موصوف نے قصبہ جگراؤں میں جو لدھیانہ سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے مقام کیا۔ اور یہاں پر سردار نہال سنگھ آہلو والیہ کے کارداروں نے بجنبال عہدنامہ ۱۸۰۵ء جو سردار فتح سنگھ اور سرکار انگریزی کے درمیان ہوا تھا صاحب موصوف کو جگراؤں کے مضبوط قلعہ میں خوشی خوشی ٹھہرنے کی اجازت دی ؛ اب موضع بدووال جہاں کے قلعہ میں رنجور سنگھ نے کچھہ تھوڑی فوج رکھہ چھوڑی تھی جنرل موصوف کے راستہ میں تھا۔ مگر افسر موصوف کے پہنچنے تک وہاں دس ہزار سکھہ سپاہ جمع ہو گئی تھی۔ جنرل صاحب نے بہتیرا چاہا۔ کہ لڑائی نہ ہو۔ چنانچہ اس خیال سے اصل راستہ چھوڑ کر موضع بدووال سے اوپر اوپر کترا کر لدھیانہ پہنچنا چاہا لیکن جو نہیں انگریزی فوج سامنے سے کترا کر جاتی ہوئی نظر آئی سکھوں نے اُن پر آگ برسائی۔ لاچار جنرل موصوف کو بھی اپنی توپیں جوڑ کر جواب دینا پڑا۔ مگر اسمتھ صاحب نے لڑائی شروع کرنے پر بھی قدم اپنا لدھیانہ کی طرف رکھا۔ اور چاہا کہ جسطرح سے ہو سکے جلد وہاں کی فوج کے ساتھ شمولیت حاصل کیجائے۔ مگر سکھوں نے نہایت سرگرمی اور تیزی کے ساتھ لڑائی شروع کر دی۔ انگریزی فوج نے بھی نہایت جوانمردی سے مقابلہ کیا لیکن آخرکار سکھہ ورُر رہے۔ اور انگریزوں کو اس معرکہ میں بہت تھوڑی سی تعداد ہونے کی وجہ سے شکست ملی۔ اور انگریزوں کے کچھہ اونٹ اور اسباب سکھوں کے ہاتھ آیا۔ اس میں کچھہ شک نہیں۔ کہ اگر بریگیڈیئر کرٹن صاحب کے رسالہ کی مدد جو دہرم کوٹ سے آگے بڑھ رہا تھا اسوقت نہ پہنچ جاتی۔ تو انگریزوں کا بہت نقصان ہوتا۔ مگر تاہم ایک سو آدمی کے قریب مارے گئے۔ ۶۸ زخمی ہوئے۔ اور ۷۷ لاپتہ رہے۔ بہت سے گورے قید کر کے سکھوں نے لاہور بھیجدیئے۔ جنمیں سے ایک کا نام مسٹر برن اسسٹنٹ سرجن تھا۔ سکھہ ابھی اس فتح سے پھولے نہیں سماتے تھے اور گھر گھر اس فتح کا چرچا تھا۔ یہ لڑائی ۲۱ جنوری ۱۸۴۶ء (۱۰ ماگھ سمت ۱۹۰۲) بکرمی کو ہوئی۔ اور اس کے بعد گو انگریزی فوج نے لدھیانہ پہنچکر اپنا آپ پھر سنبھال لیا۔ مگر اس خفیف سی لڑائی میں انگریزوں کو شکست ملنے سے نہ صرف سکھوں کو ہی باعثِ فخر ہوا بلکہ بقول مسٹر کننگھم صاحب کے "ہندوستان کے بالعموم کل مفتوح ریاستوں کے روساء کو خوشی کے ساتھہ یہ اظہار کرنیکا موقع ملگیا۔ کہ آخرکار اُن کے اجنبی مالک کی خوفناک فوج کو گورو گوبند سنگھ صاحب کے پیروکاران کی مستعدی و بہادری نے جو دراصل اُنکی ہی سرزمین کے اُن کے ہم جنس لڑکے ہیں شکست دیہی دی"۔ علاوہ ازیں اُسوقت کی بابت انہی صاحب کا ایک یہ بھی بیان

ہے۔ کہ اُسوقت انگریزی فوج کے ہندوستانی سپاہی آپس میں ایک دوسرے کی طرف چور نگاہ سے نظر ڈالتے تھے۔ یا پورب کی سمت اپنے اپنے مکانوں کی طرف دیکھتے تھے۔ اور انگریزوں کا خود اپنی جگہ جب وہ لڑائی کا خیال کرتے بجائے آثار فتح نمایاں ہونے کے فق ہو رہا تھا۔ گورنر جنرل صاحب اور کمانڈر انچیف صاحب دونوں میگزین کی طرف سے جسکی اُسوقت ازحد ضرورت تھی بہت فکرمند ہو رہے تھے اور چاہتے تھے کہ بخیریت تمام پہنچ جاوے اسی اثناء میں رانی جنداں نے سانڈنی سوار بھیجکر راجہ گلاب سنگھ کو جموں سے بلالیا۔ اور ۲۷ جنوری کو اُس کو وزارت کا عہدہ دیکر کہا۔ کہ جسطرح سے ہو سکے اپنے ملک کے بچانیکی کوشش کرو اور فوج کو قابو میں لاؤ۔ ادہر اتنے میں رنجور سنگھ کے ساتھ ستلج کے دائیں کنارہ سے سکھوں کی چار ہزار پیادہ فوج ۱۲ توپیں اور ایک کثیر جماعت سواروں کی اور جا ملی۔ اور اس نے جگراؤں کیطرف سے انگریزوں کا راستہ بند کرنیکے لیئے اسطرف کو کوچ کیا۔ اسیوقت سر ہیری **سمتھ صاحب** کی مدد پر بھی انگریزی فوج آپہنچی۔ اور لدھیانہ وغیرہ کی کل فوج ملا کے جب صاحب موصوف کے پاس گیارہ ہزار فوج ہوگئی۔ تو انہوں نے ۲۸ تاریخ کو رنجور سنگھ کی فوج پر حملہ آور ہونے کے لیئے کوچ کر دیا۔ اسوقت سکھوں کی فوج ۱ میل کے فاصلہ پر تھی۔ مگر آدھی دور پر جا کر معلوم ہوا کہ سکھوں کی فوج قلعہ گھنگرانہ اور جگراؤں کی طرف جا رہی ہے۔ چنانچہ انگریزی فوج نے اُسطرف کو رخ کیا۔ اور علی پور و بھونڈری دونوں مواضعات کے درمیان میں انگریزی فوج نے سکھوں پر حملہ کر دیا۔ سکھوں نے انگریزوں کے حملہ کو نہایت جوانمردی سے روکا۔ لیکن اُسوقت سر ہیری **سمتھ صاحب** نے سب سے مقدم کام پہلے علی وال کے گاؤں کو اپنے قبضہ میں لینا سمجھا چنانچہ پیادہ پلٹن کے داہنی طرف بہت زور ڈالا گیا۔ اسطرف پہاڑی ڈوگرہ لوگ کھڑے تھے۔ انہوں نے پہلے تو بڑی گرمجوشی سے بندوقیں چلائیں۔ لیکن چونکہ وہ بہ نسبت خالصہ کے بالکل بے غرض تھے۔ اسلیئے زیادہ دیر تک سامنے نہ ٹھہرے اور فوراً منتشر ہو گئے۔ رنجود سنگھ اُنکا افسر بھی اپنی بہادر خالصہ فوج کو میدان میں لڑتا ہوا چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ مگر شاباش سکھوں کو جنہوں نے میدان میں ٹکڑے ٹکڑے ہونا قبول کیا لیکن قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ حالانکہ اُسوقت انگریزی سواری فوج نے اس زور سے حملہ کیا کہ نصف سے زیادہ سکھوں کی فوج کو منتشر کر دیا۔ مگر تاہم بمقابلہ انگریزی فوج کی محنت اور جانفشانی کے سکھ اپنی طرف سے مطلق ہارے ہوئے نظر نہیں آتے تھے۔ بلکہ بڑی فراخ دلی اور بہادری سے بازو پھیلائے ہوئے سامنے آتے تھے۔ اور ایک سچے خالصہ کو انگریزوں کے لیئے دبا لینا کچھ آسان کام نہیں تھا۔ سکھوں کو شکست دینے کے لیئے ابھی اس سے بھی زیادہ زور اور قوت درکار تھی۔ آخرکار ایک انگریزی رسالہ مع ہندوستانی رسالہ کے بڑے جوش کے ساتھ سکھوں کی پیادہ پلٹن کے سامنے کیا گیا۔ بہادر خالصہ نے اُن کے حملہ کو بھی بڑی جوانمردی اور دلیری سے روکا۔ مگر پھر بھی انگریزوں کی طرز لڑائی کے سامنے اُن کی

تھا کی سچی بہادری کب کام دیتی تھی - اُن کا بہت نقصان ہوا - لیکن بہادر سکھوں نے کچھ پرواہ نہ کی - گرتے پڑتے پھر اٹھ کھڑے ہوئے - اور انگریزوں پر آگ برسانا شروع کر دیا - مگر تاب کے - بلا افسر فوج کہانتک لڑتی - آخرکار تین مرتبہ اسیطرح انگریزوں نے بڑے بڑے زور سے حملہ کرکے سکھوں کو بیدم کر دیا - اور اُن کا قدم میدان میں سے اُکھیڑ دیا - اس میں شک نہیں کہ حملہ سکھوں پر بہت دلیری اور جوانمردی سے کیا گیا - اور جو طریقہ کہ اختیار کیا گیا - نہایت دانشمندی اور بہتر طریقہ فتح حاصل کرنیکا تھا - مگر تاہم ایک انگریزی مورخ کپتان کننگھم صاحب کا جو اسوقت خاص میدان میں حاضر تھے یہ قول ہے کہ :- "گو حملہ نہایت عقلمندی اور جوانمردی سے کیا گیا - مگر تاہم میدان میں فاتح سواروں کی لاشیں بہ نسبت سکھوں کی مفتوح پیادہ سپاہ کے زیادہ پڑی ہوئی نظر آتی تھیں" جس سے سکھوں کی اعلےٰ درجہ کی بہادری اور جوانمردی ظاہر ہوتی ہے - الغرض اس لڑائی میں انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی - اور جسقدر بدووال کی شکست کا اُن کو رنج تھا سب دور ہو گیا - سکھوں کی ۵۰ توپیں انگریزوں کے ہاتھ آئیں اب حالانکہ سکھوں کو مخصوص اُن کے اپنے افسروں کی بدنیتی کیوجہ سے ہر ایک معرکہ میں سوائے ایک جلیبوال کی لڑائی کے برابر ہزیمت حاصل ہوتی رہی - لیکن تاہم ابتک اُن کے بہادر دل انگریزوں کے سامنے جانے سے مطلق پست نہ ہوئے - اُن کا ہر ایک متنفس اپنے گورو کے جمہوری انتظام کو قایم رکھنے کے لیئے دل و جان سے مستعد تھا - وہ میدان میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا اپنی قوم کا ایک اعلےٰ اصول اور فخر سمجھتے تھے - چنانچہ اسی خیال سے وہ لوگ ایک طرف شکست کھاتے تھے - تو دوسری طرف پھر جمع ہو کر دل و جان سے لڑنے کے لیئے موجود ہو جاتے تھے - اب بدووال کی لڑائی کے بعد سکھوں نے سبھراؤں کے مقام پر انگریزوں سے پانچویں دفعہ مقابلہ کرنے کے لیئے اجتماع کیا - اور ستلج کے بائیں کنارہ پر لڑائی کیواسطے مورچہ باندہ کر ۷۰ توپیں وہاں جوڑ دی گئیں - سکھوں کی طاقت کا تخمینہ اُسوقت ۳۵ ہزار فوج پر بالعموم کیا گیا ہے - لیکن کپتان کننگھم صاحب کے تخمینہ کے مطابق ۲۰ ہزار سے زیادہ فوج سکھوں کی نہیں تھی - بلکہ اُن کی رائے میں اصل قواعد دان اور باقاعدہ فوج صرف ۱۵ ہزار تھی - (دیکھو کننگھم صاحب کا نوٹ صفحہ ۳۴۸) + اس مقام کی لڑائی شروع ہونے سے پیشتر راجہ گلاب سنگھ نے خالصہ فوج کو اپنے ایک زبردست ہمسایہ سے لڑائی چھیڑنے پر بہت ملامت اور فضیحت کی تھی - بلکہ حکام انگریزی کے پاس صلح کا پیغام بھی دیا تھا جسکو گورنر جنرل نے بخوشی منظور کرنا چاہا - کیونکہ حقیقت میں پنجاب جیسے ملک کو جسکی فوجی طاقت انگریزوں سے کچھ کم نہ تھی ایک ہی موسم میں فتح کرنا بہت دشوار امر تھا - ملتان - جموں - پشاور تینوں صدر مقاموں کا جدا جدا محاصرہ کرنا اور پھر چند ماہ کے عرصہ میں ہی تینوں جگہوں پر کامیابی حاصل کرنا سرکار انگریزی کی اُسوقت کی موجودہ طاقت سے اگر غیر ممکن نہیں تھا - تو آسان بھی نہیں تھا - ہندوستان میں اُسوقت اگر سچ پوچھا جائے تو انگریزی سلطنت کا دار و مدار اُن کی اپنی ہی قوم

کی فوجی طاقت اور جنگی لیاقت پر تھا۔ مگر گورہ فوج کے لیئے موسم گرما کی لڑائی بہت ہی مضر تھی۔ کیونکہ ایک ذرہ سی ہوا بھوٹتے پر کیا افسر وکیا سپاہی سب گھبرا جاتے۔ اور اسوقت سوائے ناامیدی کے اور کوئی دوسری کامیابی کی صورت پیدا ہونا بالکل غیر ممکنات سے ہوجاتا۔ علاوہ بریں اُس زمانہ میں جب سرکار انگریزی کی پنجاب میں سکھوں کے ساتھ لڑائی ہورہی تھی۔ تمام ہندوستان کے باشندوں کا دل جنبش کھا گیا تھا۔ اور اگر کاش اسوقت لڑائی ذراسی بھی طوالت پکڑ جاتی۔ تو نہ صرف جمنا کے ہی میل جول میں خطرہ واقع ہوجانے کا اندیشہ تھا بلکہ تمام ممالک مغربی وشمالی میں ہل چل پڑجانے کی امید تھی۔ جہاں کی تمام جنگی قوم مثل مورو ملخ کے ہر ایک کے جھنڈے کے ساتھ شامل ہونے کو جو انہیں تنخواہ دیسکے اور لوٹ کی اجازت دیدے تیار رہتی ہیں۔ لیکن سب سے مقدم کام سکھوں کو پہلے ستلج کے پار بزور شمشیر اُن کے اپنے ملک کی طرف واپس بھیجنا تھا۔ اور تاوقتیکہ یہ نہ کیا جاتا سرکار انگریزی کی ناموری میں بٹہ لگتا نظر آتا تھا۔ لیکن اُس کے ساتھ ہی اسقدر زبردست اور بہادر سکھوں کی فوج کو (جو اسوقت انگریزی گورمنٹ کے ساتھ لڑنے کو تیار میدان میں کھڑی نظر آرہی تھی) خصوصًا اسوقت جب اُن کے کل سردار اور رئیس بھی اتفاق کرکے کسی ایک لایق آدمی کے پیرو بن جاتے۔ صرف ایک دو شکست میں مغلوب کرلینا بھی کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اسلیئے گورنر جنرل صاحب نے مناسب سمجھکر حسب خواست راجہ گلاب سنگھ لاہور میں سکھوں کی سلطنت قایم رہنے دینے کو اگر سکھ فوج اُن کے قابو میں آجائے بخوشی منظور کرلیا۔ لیکن چونکہ خالصہ فوج کی خودسری سے راجہ گلاب سنگھ خود اور مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کے خاندان کے دیگر خیرخواہان بھی ابتک خایف تھے۔ اسلیئے راجہ موصوف نے ظاہر کیا۔ کہ فوج کو قابو میں لانا میرے بس سے باہر ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بےبسی کا اظہار زیادہ تر خودغرضی کے واسطے ہوا۔ ورنہ راجہ گلاب سنگھ جیسے عقلمند شخص کے نزدیک خالصہ فوج کو اپنے قابو میں لے آنا کچھہ بہت بڑی بات نہیں تھی۔ چنانچہ اسی وجہ سے کپتان کننگھم صاحب نے اس سبراؤں والی آخری لڑائی کی بابت اپنی رائے میں یوں ظاہر کیا ہے۔ کہ "اسطرح پر ایک بےشرم نمکحرامی اور چالاکی کی پالیسی سے سبراؤں کی لڑائی لڑی گئی"

اس لڑائی میں انگریزی فوج کی تعداد ۱۵ ہزار تھی۔ جس میں سے ۵ ہزار صرف گورہ فوج تھی۔ گو سکھہ ہر طرح سے لڑائی پر آمادہ میدان میں مستعد نظر آتے تھے۔ مگر علیوال کی گذشتہ شکست نے ان کے چہروں کو کسیقدر مغموم کر رکھا تھا لیکن انگریزی فوج اپنے سامنے یہ دیکھکر کہ دہلی سے سامانِ جنگ بہم پہنچگیا ہے۔ اور بڑی بڑی توپوں کو ہاتھی گھسیٹ کر لارہے ہیں مارے خوشی کے پھولی نہیں سماتی تھی۔ علاوہ بریں علیوال کی فتح نے اُن کے دلوں کو بہت بڑھا دیا تھا۔ اور فتح کی امید اُن کے بشاش چہروں سے ہی مترشح تھی۔ الغرض ۱۰ فروری ۱۸۴۶ع کی صبح کو انگریزوں نے سکھوں پر حملہ کردیا۔ اُس دن صبح کے وقت کوہر بہت پڑرہا تھا۔ مگر ۷ بجے کیوقت جو ہیں آفتاب

طلوع ہوا۔ اور دھند کسیقدر پھٹ گئی۔ انگریزوں نے نہایت زور شور سے سکھوں پر گولہ رانی شروع کردی اور تین گھنٹہ تک برابر وہ آگ برسائی۔ کہ جسکا ٹھیک نہیں۔ لیکن یہ سب بیفائدہ نظر آیا سکھ میدان میں بیدھڑک کھڑے تھے۔ اور بقول کپتان کننگھم صاحب "Flash for flash returned & fire for fire" جس کے معنی یہ ہیں کہ ترکی بہ ترکی۔ غرضیکہ میدان ایک بہادر اور جوانمرد لڑاک سپاہ سے منوّر ہو رہا تھا۔ اور بارود کے دھوئیں کا میدان کے اوپر ایک دوسرا آسمان نظر آتا تھا۔ اور دونوں طرف کی توپوں کی گرج ملکر اسقدر زور کی آواز پیدا کرتی تھی۔ کہ فیروزپور تک جو ۲۰ میل کے فاصلہ پر وہاں سے ہے دھمک سنائی دیتی تھی۔ تلواریں اور سنگینیں مثل بجلی کے چمکتی تھیں۔ غرضیکہ ایک عجیب مناظرہ تھا۔ اتنے میں ہی توپوں کا چلنا دفعتًا بند ہوگیا۔ اور بندوق و سنگین کی لڑائی مناسب سمجھی گئی۔ انگریزی فوج کا بایاں بازو بریگیڈیر اسٹیسی صاحب کے ماتحت مع ایک توپخانہ کے آگے بڑھا جب دشمن کا مورچہ ۳۰۰ گز کے فاصلہ پر رہگیا۔ تو سکھوں نے اسقدر تیزی و تندی کے ساتھ اپنی توپوں اور بندوقوں سے کام لیا۔ کہ انگریزی فوج کے اس بڑھتے ہوئے حصّہ کا منہ موڑ دیا۔ لیکن اسوقت بڑی سخت لڑائی ہوئی اور جانبین نے اپنی بہادری اور جوانمردی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ اتنے میں جسقدر انگریزی فوج کے حصّہ کو سکھوں نے پیچھے کو بھگا دیا تھا سب کو سر رابرٹ **ڈِک صاحب** ایک بہادر اور تجربہ کار جنگ آزمودہ افسر نے پھر لوٹایا اور اپنے ہمراہ لیکر اس زور سے حملہ آور ہوا۔ کہ خندق پھاند کر سکھوں کے ایک مورچہ پر جا چڑھا۔ اور ان کی توپوں کے درمیان میں فتح کا نعرہ مارتا ہوا جا کھڑا ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریزی سپاہ نے اسوقت بڑی ہمت کی مگر ابھی تک سکھ میدان میں ڈٹے ہوئے کھڑے تھے۔ اور اپنے ہتھیاروں سے نہایت استقلال کے ساتھ کام لے رہے تھے۔ انہوں نے فورًا اپنے بہتیری توپوں کا منہ اپنے تھکے ہوئے حملہ کنندگان کیطرف پھیر دیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اُن کو جو مورچہ پر چڑھ آئے تھے پیچھے ہٹنا پڑا۔ مگر اسیوقت پیچھے سے اور فوج اُن کی مدد پر پہنچائی گئی۔ جس نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ مورچہ پر چڑھنا شروع کیا۔ لیکن سکھوں کے سخت اور آتش فشاں گولوں نے اُن کو بھی گھبرا دیا۔ مگر ایک فرلانگ کے فاصلہ پر اُن لوگوں نے جبکہ سکھوں کی آگ کا خوب ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ آخرکار اس استقلال کی وجہ سے ایک سخت لڑائی کے بعد دوسرا حملہ کسیقدر کامیاب ہوگیا۔ یعنی جس مقام پر اوّل بار حملہ کنندگان کا ہاتھ پڑا تھا یہ بھی وہیں پہنچ گئے۔ اور جسقدر سکھوں کی توپیں ان کے سامنے آگے ملیں سب ان کے ہاتھ آئیں۔ جسطرح کہ دوسری بار کے حملہ کنندگان کو سکھوں کی زبردست آگ نے پیچھے ہٹا دیا تھا۔ اگر انگریزی افسر مستعدی اور ثابت قدمی اور جوانمردی سے اپنی فوج کو روک کر کھڑے نہ ہو جاتے۔ تو کامیابی کی صورت بہت مشکل ہوتی۔ لیکن انگریزی افسروں کی ہمت اور جوانمردی نے اُن کو ناکامیاب نہ رہنے دیا۔ دہنی طرف کی انگریزی پلٹن اور علی وال کی فاتح رسالے سکھوں کے اس بازو پر جو بالکل اُن کے مقابل تھا بڑے زور و شور سے ڈالے گئے۔ سکھوں نے بھی اس حملہ کو بڑی گرمجوشی سے

روکا اور ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ لیکن انگریزوں کے پے در پے حملوں نے اُن کو اسقدر گھبرا دیا جسکی وجہ سے انگریزی فوج کو سکھوں کے مورچوں میں ہر ایک جگہ داخلت حاصل ہوگئی۔ مگتا ہم درمیان کا میدان ابتک بہادر اور جوانمرد سکھوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور بہت سے زنبورک و ہلکی توپیں اُن کے پاس تھیں۔ جن سے وہ بڑی دلیری اور تیزی کے ساتھ کام لے رہے تھے۔ اور ایک انگل انگل زمین کے پیچھے اپنا خون بہا رہے تھے۔ مگر افسوس کہ انکی بہادری اور جوانمردی پر اُن کی قسمت ہر طرف سے رو رہی تھی۔ آگے زبردست دشمن پیچھے دغا باز اور نمک حرام افسر تھے۔ جسوقت لڑائی خوب گرم تھی اور دونوں طرف کے بہادر دست بدست جٹ رہے تھے۔ کوئی ایک دوسرے سے کم نظر نہیں آتا تھا۔ بلکہ سکھوں کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا تھا عین اسوقت میں اُن کا بے ایمان اور نمک حرام سپہ سالار تیج سنگھ بجائے اس کے کہ پیچھے سے فوج کو اپنی داہنی طرف بڑھا کر سامنے لاتا اور اپنی بہادر سپاہ کو مدد پہنچاتا یکایک میدان چھوڑ کر پیچھے کو بھاگ گیا۔ اور جاتا جاتا جان بوجھکر غرق آب کرنے کی نیت سے بیچ میں سے پل کی ایک کشتی کو ڈبو گیا۔ جہاں کے افسر کی نیت کا یہ حال ہو پھر بھلا وہاں فوج بیچاری کی کیا پیش جاسکتی تھی۔ بلا سردار سپاہ کو ہی میدان میں ٹھہرا رہنا اکھڑنے لگا۔ مگر ایسے وقت میں بھی سکھوں کے ایک بہادر سردار شام سنگھ اٹاری والہ نے میدان کو چھوڑ جانا گویا اپنی قوم کے نام پر بٹہ لگانا اور گورو کے احکام کے برخلاف چلنا سمجھا۔ اور فوراً سفید لباس پہن کر میدان میں مرتبہ شہیدی حاصل کرنے کے لیے آکر کہنے لگا۔ کہ "اے بہادر سکھو! ہمارا کام آج میدان کو چھوڑ کر پیچھے ہٹنا نہیں ہے۔ بلکہ اپنے مالک کے واسطے جان دیدینا یا فتح حاصل کرنا ہے"۔ شام سنگھ کی اس کلام نے سکھوں میں از سر نو جان ڈالدی اور اُس کے ساتھ ایک مرتبہ پھر میدان میں انگریزوں کے سامنے آئے۔ ایک شخص کا چشم دید بیان ہے کہ سردار شام سنگھ ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر "کہاں لاٹ"۔ "کہاں لاٹ"! کہتا ہوا سیدھا انگریزوں کی فوج میں گھس گیا۔ اور دو چار کا کام تمام کرکے نہایت جوانمردی اور مردانگی کے ساتھ میدان میں شہید ہوگیا۔ اس کے گرتے ہی میدان انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ لیکن آدھ گھنٹہ تک تو یہ لڑائی ایسی سخت خونریز ہوئی کہ جس کا بیان نہیں۔ سکھوں کا یہ حال تھا۔ کہ جدھر سفید چہرہ والوں کا جھنڈ دیکھتے تلواریں کھینچ کھینچ کے اسیطرف جا پڑتے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے مگر پیچھے نہ ہٹتے۔ زمین بالکل سرخ ہوگئی تھی۔ خندقیں لاشوں سے بھر گئیں تھیں حالانکہ سکھوں کو ہر طرف سے انگریزوں نے رسالے اور اپنی پلٹنوں سے گھرا یا اور دریا تک پیچھا کرتے چلے گئے۔ اور بھاگتے ہوئے اور تیرتے ہوئے آدمیوں کو جہانتک ہوسکا زندہ نہ چھوڑا گیا۔ بلکہ اسقدر سختی کی گئی۔ کہ ستلج دریا کا پانی بھی کچھ دیر کے لیے گلابی ہوگیا۔ گھوڑے مال و اسباب سکھوں کا تمام دریا میں بہہ گیا۔ اور پانچ ہزار سے زیادہ پنجابی فوج کام میں آئی لیکن بقول کننگھم صاحب۔ "باوجود اس کے کہ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر کسی سکھ نے اطاعت قبول نہ کی اور نہ کسی گورو گوبند سنگھ کے

سکھ نے پناہ مانگی"۔ وہ برابر اپنے فاتح کے سامنے سینہ اُبھارے ہوئے اور غصہ سے ہو جاتے رہے۔ اور بعض ہی تو خاص مرنے کے ہی ارادہ سے سامنے آتے"۔ "فاتح قوم اپنی مفتوح کی لگاتار بہادری اور اس غایت درجہ کی جواں مردی و دلیری دیکھہ دیکھہ کر حیران رہ جاتی تھی"۔ "اور انگریزوں کے منہ سے بے اختیار شاباش! شاباش!! کے کلمے نکلتے تھے"۔ الغرض سرکار انگریزی کو فتح حاصل ہوئی۔ اور سکھوں کو اپنے غرور اور خود سری کی سزا ملی۔ کیونکہ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ اس لڑائی میں تین سو بیس ۳۲۰ آدمی سرکار انگریزی کے مارے گئے۔ اور دو ہزار تراسی ۲۰۸۳ زخمی ہوئے +

اس لڑائی کے بعد خالصہ فوج بھی سرکار انگریزی کا لوہا مان کر خاموش ہو رہی۔ اور خالصہ جی کو بخوبی معلوم ہو گیا۔ کہ انگریزوں سے بازی جیتنا کچھہ ہنسی ٹھٹھا نہیں ہے۔ گو میدان میں اُن کی ہمت و شجاعت بمقابلہ اُن کے کسی طرح بھی کم نہیں تھی لیکن جب اُن کے افسروں ہی کی نیت میں بدی سمائی ہوئی ہو تو فوج کی کیا پیش جا سکتی تھی۔ اور واقعی کننگہم صاحب کا یہ قول سچ تھا۔ کہ "Hearts to dare and hands to execute were numerous but there was no mind to animate the whole"

"جرأت والے دل اور کام کرنیوالے ہاتھ تو سکھوں میں بہت تھے۔ مگر رہنما یا سب کو حوصلہ دینے والا کوئی نہ تھا" الغرض اب جب گورنر جنرل صاحب بہادر نے دیکھا۔ کہ میدان بالکل خالی ہے۔ تو فوج کو دریائے ستلج سے عبور کر کے قصور پر قبضہ کرنیکا حکم دیا۔ اور فوج نے دریا عبور کر کے ۱۱۔ فروری ۱۸۴۶ء کو قصور پر قبضہ کر لیا۔ کوئی متنفس انگریزی فوج کے ساتھ مزاحم نہ ہوا۔ جب یہ خبر لاہور پہنچی۔ تو دربار کیطرف سے لایق وزیر گلاب سنگھ کو لاٹ صاحب بہادر کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی نہ کسی طرح سے اس معاملہ کو بہ صلح انجام دینے کے لیئے روانہ کیا گیا۔ اور ۱۵۔ فروری ۱۸۴۶ء کو قصور کے مقام پر راجہ گلاب سنگھ نے لاٹ صاحب کے حضور حاضر ہو کر دست بستہ عرض کی۔ کہ "یہ جو کچھہ زیادتی یا ابتدا ہوئی ہے۔ خالصہ فوج کی طرف سے ہوئی ہے۔ دربار لاہور نے جسقدر فوج کی تائید کی وہ صرف اپنی جان کے خوف سے کی کیونکہ اگر کوئی اراکین دربار میں سے اُسوقت فوج کی رائے کے برخلاف ہوتا تھا۔ تو وہ فوراً ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا تھا" یہ ساری ہی خود سری اور سرکشی فوج کی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی سزا کو پہنچ گئی ہے۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ بڑے مہاراجہ کا جو سرکار انگریزی کا دلی دوست اور خیر خواہ تھا۔ خورد سال بچہ بیگناہ قابل الرحم ہے۔ اور سرکار انگریزی کو بخیال دوستی اُس کے والد کے تاوقتیکہ وہ سن بلوغت کو نہ پہنچ جاوے۔ اُس کی ہر طرح سے پرورش کرنا لازم ہے"۔ لاٹ صاحب نے بھی راجہ گلاب سنگھ کی تقریر کو سنکر مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی یا سختی کا برتاؤ کرنا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا۔ کہ "سرکار انگریزی کا ہرگز ارادہ نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے ایک سچے دوست کی سلطنت کو اُس کی وفات کے بعد بدنگاہ سے دیکھے۔ بلکہ عین خوشی ہے۔ کہ لاہور میں سکھوں کی حکومت قایم رہے۔ اور

مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ بھی سرکار انگریزی ویسی ہی محبت اور اتحاد کا برتاؤ رکھیگی۔ جیساکہ اُس کے باپ کے ساتھ تھا۔
لیکن چونکہ ابتدا سکھوں کی طرف سے ہوئی ہے۔ اسلیئے تمام علاقہ سرکار لاہور کا جو ستلج اور بیاس کے درمیان واقع ہے ضبط ہو
کر انگریزی علاقہ کے ساتھ شامل ہو جائیگا۔ اور دونوں دریا سرکار انگریزی کے اختیار میں رہیں گے۔ علاوہ اس کے ڈیڑھ
کروڑ روپیہ نقد بابت معاوضہ اخراجات جنگ و خون انگریزی افسران دربار لاہور سے بطور تاوان لیا جائیگا۔ راجہ گلاب
سنگھ نے یہ حکم سن کر بہت عذرات کیئے۔ اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کی خورد سالی پر گورنمنٹ انگریزی کے خاص رحم کا
طلبگار ہو کر کہا۔ کہ رقم تاوان بہت ہے۔ اس میں تخفیف کیجاوے۔ الغرض ایک بڑی طول طویل بحث کے بعد صرف تاوان
کی رقم میں پچاس لاکھ کی تخفیف ہو کر ایک کروڑ روپیہ نقد دینا قرار پایا۔ اور بقیہ جو کچھ شرطیں بابت ضبطی علاقہ وغیرہ تھیں
بدستور قایم رہکر دربار لاہور کو طوعاً و کرہاً منظور کرنی پڑیں۔ اس کے بعد تیسرے دن ۱۸ تاریخ کو للیانی کے مقام پر
جو دریائے راوی اور بیاس کے عین وسط میں واقع ہے۔ خود مہاراجہ دلیپ سنگھ نے لاٹ صاحب سے ملاقات
کی۔ اور اپنے تئیں خاص سرکار انگریزی کے رحم کے حوالہ کیا۔ لاٹ صاحب نے مہاراجہ دلیپ سنگھ کی تسلّی کی
اور اس کی حکومت پنجاب میں مستقل قایم رہنے دینے کا وعدہ کر کے اُسی دن ایک عام اشتہار بنام کل رعایاء پنجاب مخصوص
باشندگان امرتسر و لاہور اس مضمون کا جاری کیا۔ کہ چونکہ آج مہاراجہ دلیپ سنگھ نے خود ہم سے ملکر اپنی فوج کی گذشتہ
گستاخی اور اپنی لاچاری کا اظہار کر کے اپنی سلطنت کی غلطی پر بہت تاسّف کیا ہے۔ اسلیئے مجھکو امید ہے۔ کہ عنقریب
بہت جلد دونوں سرکاروں کے درمیان پھر ویسی ہی رابطہ اتحاد و محبت قایم ہو جائیگا۔ اور کوئی خطرہ کی بات نہیں
عام اس بات سے آگاہ ہیں۔ کہ انگریزی فوج کی طرف سے مطلق اُن پر تشدد یا جبر نہ ہوگا۔ اور اُن کے ملک کی حکومت اگر
دربار لاہور نے سرکار انگریزی کے ساتھ بالکل ایمانداری کا برتاؤ رکھا۔ تو بدستور قایم رہیگی۔ غرض اس اشتہار نے لوگوں
کی کچھ تسلی کر دی۔ ورنہ پہلے امرتسر اور لاہور دونوں شہروں کے باشندوں میں عام خوف پیدا ہو گیا تھا۔ اور رعایا بہت
بے چین ہو رہی تھی۔ ۲۰ تاریخ کو لاٹ صاحب معہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے لاہور میں داخل ہوئے۔ اور مہاراجہ
کو خاص انگریزی سپاہ کی حفاظت میں محلوں کے اندر پہنچایا گیا۔ اور لاہور کے ہر ایک دروازہ و قلعہ کے اندر و باہر
انگریزی سپاہ کے پہرے کھڑے ہوگئے۔ ۲۲ فروری ۱۸۴۶ء کو لاٹ صاحب نے ایک عام اشتہار دیا۔ جس کے سنہ ۱۸۴۶ء
ذریعہ سے کل حالات جسطرح سے انگریزی فوج نے خالصہ فوج کو چار لڑائیوں میں شکست دیکر اُن کے غرور کو توڑا
اور ۲۲۰ توپیں اُن کی چھین لیں۔ ظاہر کیئے۔ اور لکھا۔ کہ اب سرکار انگریزی بنظر رحم و خیال دوستی بڑے مہاراجہ صاحب
بہادر سرگباشی پھر لاہور میں سکھوں کی سلطنت کو قایم رکھ کے مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ ایک نیا عہدنامہ لکھتی ہے
امید ہے۔ کہ سکھوں کو پھر علاقہ سرکار انگریزی میں قدم بڑھانے کی جرأت نہ ہوگی +
اس کے بعد دوابہ بست جالندھر اور علاقہ پار ستلج سے دربار لاہور کے کل کاردار اور اہلکار واپس بلائے گئے۔ اور

وہ تمام علاقہ پہاڑی و میدانی حسب شرط عہدنامہ جدید سرکار انگریزی کے حوالہ کر دیا گیا۔ صرف ایک کروڑ روپیہ نقدی تجویز ہو کر لاہور کے ذمہ بابت تاوان خرچ فوج وغیرہ دینا قرار پایا تھا۔ باقی رہ گئی۔ لیکن سردست اسقدر زر خزانہ میں سے بہم پہنچانا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ خالصہ فوج کی گندغنہ غارت اور لوٹ و انعام و اکرام و عام بدنظمی نے لاہور کے خزانہ کو بالکل خالی کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کی بابت لاٹ صاحب سے عرض کیا گیا۔ کہ یہ رقم ان کو بعد میں باقساط پہنچا دی جاویگی۔ لیکن صاحب ممدوح نے اس روپیہ کو باقساط لینا منظور نہ فرمایا۔ لاچار یہ تجویز قرار پائی۔ کہ جسقدر علاقہ کشمیر و تبت و لداخ و جموں وغیرہ دریا سے یادہوپور کی حدود تک پہاڑ میں زیر قلم سرکار لاہور کے واقع ہے۔ وہ تمام و کمال ایک کروڑ روپیہ میں فروخت کر دیا جاوے۔ اور زر ثمن مشتری سے وصول ہو کر سرکار انگریزی کے حوالہ کیا جاوے۔ چونکہ اسوقت یہ روپیہ راجہ گلاب سنگھ نے دینا منظور کیا۔ اسواسطے وہ سارا ملک اس کو ملگیا۔ اب یہاں پر ایک امر بہ غور طلب ہے۔ کہ سرکار انگریزی نے ایک کروڑ روپیہ کے عوض میں بجائے اس کے کہ وہ ملک راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دیا خود کیوں نہیں لے لیا۔ مگر اسوقت اگر سرکار انگریزی ایسا کرتی۔ تو شاید اپنے تئیں ایک نہایت خطرناک حالت میں ڈالتی۔ کیونکہ پہاڑ کا کل علاقہ پیشتر سے ہی راجہ گلاب سنگھ کے قبضہ میں تھا۔ اسوقت کی پالیسی اس بات کی محتاج تھی۔ کہ یہاں سرکار انگریزی راجہ گلاب سنگھ کو اپنے احسان کے تلے لاکر اس کی طاقت کو پنجاب سے علیحدہ کر دے۔ چنانچہ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اسوقت راجہ گلاب سنگھ کو اپنا ممنون احسان بنا لینے سے سرکار انگریزی کو بہت فائدہ پہنچا۔ ۵ مارچ کو حضور لاٹ صاحب بہادر نے اپنے کل جنگی افسران کو ایک عالیشان ڈنر دیا جس میں کمانڈرانچیف و سر چارلس نیپیر صاحب وغیرہ بہت سے اعلے اعلے افسر شامل تھے۔ اور اس میں لاٹ صاحب بہادر نے پنجاب کی فتح کی خوشی اور اپنی انگریزی گورنمنٹ کے اقبال کی ترقی میں جام مبارکبادی تجویز کیا۔ اور "ہپ ہپ ہرّے" کے نعرے بلند ہوئے۔ ۸ مارچ کو نئے عہدنامہ پر دونوں سرکاروں کے مختاروں نے اپنے اپنے دستخط ثبت کر دیئے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے مسٹر کری صاحب چیف سیکرٹری گورنمنٹ ہند و میجر لارنس صاحب ایجنٹ نے دستخط کیئے اور دربار لاہور کیطرف سے راجہ لال سنگھ سردار تیج سنگھ۔ بھائی رام سنگھ۔ دیوان دینا ناتھ و فقیر نورالدین نے۔ پھر اسوقت مہاراجہ کیطرف سے دربار لاہور کے اراکین نے اول سرکار انگریزی کی مہربانی اور کرم گستری کا از حد شکریہ ادا کیا۔ بعدہ مہاراجہ کیطرف سے میجر لارنس صاحب کی خدمت میں ایک عرضی اس مضمون کی پیش کی۔ کہ چونکہ اسوقت تک جو کچھ انتظام و سلوک سرکار انگریزی کیطرف سے دربار لاہور کے واسطے ہوا ہے۔ وہ سب صرف خیر اندیشی اور خالص نیک نیتی کا اظہار کرتا ہے۔ اسلیئے درخواست ہے کہ حفاظت جان و مال مہاراجہ صاحب و نیز قائمی امن کے لیئے اس سال کے آخر تک کچھ فوج انگریزی و توپخانہ لاہور میں مقیم رہے۔ کیونکہ ابھی تک ہمکو خالصہ فوج کی طرف سے اطمینان حاصل نہیں ٭

دوسرے روز تیسرے پہر نواب لاٹ صاحب نے لاہور میں ایک عام دربار کیا جس میں کل افسران انگریزی و مہاراجہ دلیپ سنگھ و مہاراجہ گلاب سنگھ و راجہ لعل سنگھ و تیج سنگھ وغیرہ ۳۰ ۲۳ ممبران کونسل دربار لاہور شریک ہوئے صدر مقام کی کرسی پر حضور لاٹ صاحب بہادر نے اجلاس فرمایا۔ اور برابر میں انکی داہنی طرف مہاراجہ دلیپ سنگھ بیٹھے۔ اور بائیں طرف شہزادہ والڈمر صاحب جو اتفاق سے اسوقت انگریزی گورنمنٹ کے ایک مشہور مہمان تھے۔ ایک طرف کل انگریزی افسر اور دوسری طرف دربار لاہور کے اراکین کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ باہر انگریزی باجہ بج رہا تھا۔ پہلے حضور لاٹ صاحب نے عہدنامہ کی تصدیق کی جس کی ہر ایک شرط کو مہاراجہ دلیپ سنگھ نے اپنی زبان سے منظور کیا[۱]۔ پھر لاٹ صاحب نے اراکین دربار لاہور کی طرف متوجہ ہوکر ایک اسپیچ دی جسکا ترجمہ بھی ساتھ کی ساتھ مسٹر کری صاحب کرتے گئے۔ اس اسپیچ میں

---

[۱] اس عہدنامہ کی روسے جو ۱۶ دفعات پر مشتمل تھا۔ اور اس دربار میں حضور لاٹ صاحب و مہاراجہ دلیپ سنگھ دونوں کی مہروں سے مصدق ہوا۔ مہاراجہ لاہور نے انگریزی گورنمنٹ سے ہمیشہ اتحاد و محبت رکھنے کا اقرار کیا۔ اور وعدہ ہوا۔ کہ دونوں سرکاریں یعنی گورنمنٹ انگریزی اور مہاراجہ دلیپ سنگھ اور اس کے جانشین باہم سلوک اور مصالحت رکھیں گے۔ دوسرے مہاراجہ لاہور اور اس کے جانشینوں کا علاقہ واقع شمال دریائے ستلج سے کوئی سروکار یا دعوے نہ ہوگا۔ تیسرے مہاراجہ لاہور نے دوابہ میں اپنا تمام ملک پہاڑی و میدانی جو بیاس اور ستلج کے درمیان واقع ہے معہ اپنے کل بادشاہی اختیارات کے ہمیشہ کے لیے کمپنی کے حوالہ کر دیا۔ چوتھے چونکہ سرکار انگریزی نے ڈیڑھ کروڑ روپیہ نقد دربار لاہور سے بطور تاوان علاوہ اُس ملک کے جسکا تذکرہ دفعہ ۳ میں آچکا ہے۔ طلب کیا تھا۔ اور وہ روپیہ دربار لاہور نہ تو ایک دم سے ادا کرنے کے قابل تھا اور نہ کوئی معقول ضمانت پیش کر سکتا تھا۔ اسلیئے مہاراجہ نے ہمیشہ کے لیئے اپنا تمام پہاڑی ملک جو بیاس اور ستلج کے درمیان واقع تھا۔ معہ ممالک کشمیر و ہزارہ کے ایک کروڑ روپیہ کے عوض ہمیشہ کے لیئے آنریبل کمپنی کے حوالہ کر دیا۔ پانچویں پچاس لاکھ روپیہ نقد مہاراجہ نے تصدیق عہدنامہ کے دن یا پیشتر ادا کرنیکا اقرار کیا۔ چھٹے مہاراجہ نے اُس تمام سپاہ کو جس نے بغاوت اور خودسری اختیار کی تھی علیحدہ کرکے اُن سے ہتھیار لے لینے کا وعدہ کیا۔ اور اقرار کیا۔ کہ جس قاعدہ پر کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وقت میں اتنی فوج رکھی جاتی تھی اسی طریقہ پر اب رکھی جائیگی۔ اور اُن کو وہی تنخواہ اور بھتہ وغیرہ جو بڑے مہاراجہ کے وقت میں تھا ملیگا۔ اور جو سپاہ برخاست کیجائیگی اُس کی تنخواہ کا سب حساب بقایا وغیرہ دام دام بیباق کر دیا جائیگا۔ ساتویں فوج کی تعداد میں ۲۵ پیادہ پلٹنوں اور ۱۲ ہزار سواروں سے بلا مشورہ گورنمنٹ انگریزی کسی حالت میں اضافہ نہیں کیا جائیگا۔ آٹھویں ۳۱ توپیں جو ستبھراؤں کی لڑائی میں سرکار انگریزی کے سامنے کی گئی تھیں۔ مگر دریا کے داہنے کنارہ پر ہٹ جانے کی وجہ سے نہیں پکڑی جا سکتی تھیں انگریزی گورنمنٹ کے حوالہ کریجاویں۔ نویں بلحاظ سہولت تجارت ستلج اور بیاس دونوں دریاؤں کا بہاؤ مقام مٹھن کوٹ کے سنگھم تک جہاں سندھ دریا ملتا ہے۔ زیر حکومت سرکار انگریزی رہیگا۔ اور مٹھن کوٹ سے لیکر بلوچستان کے کنارہ تک دریائے سندھ بھی بلحاظ محصول و میر بحری وغیرہ سرکار انگریزی کی نگرانی میں رہیگا۔ لیکن یہ دفعہ سرکار لاہور کی تجارتی کشتیوں اور آمد و رفت مسافران کی مزاحم کسیطرح نہ ہوگی۔ باقی رہا دونوں ملکوں کے درمیان میر بحری وغیرہ کی آمدنی کا منافع نصف بعد منہائے خرچ سرکار لاہور کو دیا جایا کریگا۔ علاوہ اس کے دریائے ستلج کے اُس حصہ پر جو بہاولپور اور لاہور کی حدود میں واقع ہے۔ میر بحری وغیرہ کی شرط جو اس دفعہ میں ہے عاید نہ ہوگی۔ دسویں اگر کسی موقع پر سرکار انگریزی اپنی فوج پنجاب کے درمیان سے کسی اور ملک پر بغرض حفاظت اپنے ملک کے پہنچانا چاہے۔ تو اُس کو بلا کسی حجت کے راستہ دیا جائیگا۔ ہاں البتہ انگریزی فوج کو اس ملک کے مذہبی ممنوعات کا جس میں وہ گذریگی ضرور پابند ہونا پڑیگا۔ گیارہویں مہاراجہ لاہور کسی یورپین یا امریکن آدمی کو بغیر مشورہ سرکار انگریزی نوکر نہیں رکھیں گے۔ بارہویں بلحاظ اُن خدمات کے جو راجہ گلاب سنگھ نے دونوں سرکاروں کے درمیان صلح کرانے میں ادا کی ہیں۔ مہاراجہ لاہور نے اقرار کیا۔ کہ راجہ گلاب سنگھ کو اُس حصہ ملک پر جس پر وہ بڑے مہاراجہ کے وقت سے قابض و دخیل چلا آتا ہے۔ یا جو ملک سرکار انگریزی بذریعہ علیحدہ عہدنامہ کے اُس کے حوالہ کرے گی۔ ہمیشہ

حضور ممدوح نے فرمایا۔ کہ میں امید کرتا ہوں کہ جو دوستی ہم دونوں سرکاروں کے درمیان اب اس عہدنامہ کی رو سے قائم ہوئی ہے وہ ہمیشہ تک برقرار رہیگی۔ اور لاہور کی حکومت نہایت استحکام کے ساتھ اپنی فوج کو اپنے قابو میں رکھکر ملک کا انتظام نہایت عمدہ طرح سے کریگی"۔ اور گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ مہاراجہ **رنجیت سنگھ صاحب** سُرگباشی کے نیک خیالات کو یاد دلا کر فرمایا کہ "جسطرح سے انہوں نے گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ برتاؤ رکھا اور اپنے عہدنامہ کی شرائط کی پابندی کی۔ اسیطرح سے اب مہاراجہ دلیپ سنگھ بھی کریں گے۔ اور ان کے اراکین نہایت عقلمندی اور ایمانداری سے عہدنامہ کی پابندی بلحوظ خاطر رکھیں گے"۔

ساتھ ہی اس کے صاحب ممدوح نے یہ بھی جتلا دیا۔ کہ انگریزی گورنمنٹ کا منشاء ہرگز لڑائی کا نہیں تھا۔ اور نہ وہ اپنے ترقی ملک کے لیئے پنجاب میں آئی ہے۔ اور نہ وہ کبھی پنجاب کے اندرونی معاملات میں مخل ہونے کی خواہاں ہے۔ بلکہ جو انگریزی فوج لاہور میں چھوڑی جاتی ہے۔ وہ بھی دربار لاہور کی خاص درخواست پر مشکل سے منظور کی گئی ہے۔ اور وہ کسی صورت میں اس سال کے اختتام سے زیادہ یہاں پر نہیں رہے گی۔ اور امید ہے۔ کہ اگر اس دوستانہ امداد اور صلاح پر جو انگریزی گورنمنٹ کی طرف سے دیگئی ہے۔ دربار لاہور عقلمندی اور ایمانداری سے چلیگا۔ تو ہر طرح سے ملک کی سرسبزی ہوگی۔ اور کوئی کام بلا شراکت گورنمنٹ انگریزی کے کرنے کی احتیاج باقی نہ رہے گی۔ مگر دربار لاہور کی طرف سے اگر ذرا بھی اس معاملہ میں غفلت ہوئی۔ تو پھر اسوقت انگریزی گورنمنٹ کی کوئی مدد بھی ملک کے بچانے میں کارآمد نہ ہوگی"۔ لاٹ صاحب کی اسپیچ ختم کرنے پر دربار لاہور کی طرف سے حضور ممدوح کی غایت درجہ کی مہربانی اور خیراندیشی کا شکریہ ادا کیا گیا۔

اب اس کے بعد ١١ مارچ کو گورنر جنرل صاحب بہادر نے ثمن برج میں جاکر مہاراجہ **دلیپ سنگھ** کے ساتھ ملاقات بازوبند کی رسم ادا کی۔ اور یہ دربار بڑی دھوم دھام سے کیا گیا۔ کل پنجاب کے رئیس و سردار اس دربار میں شریک ہوئے اور سب نے دونوں سرکاروں کے سامنے حسب قاعدہ نذریں پیش کیں۔ ١١ تاریخ کو حضور لاٹ صاحب نے انگریزی فوج کو آخر سال تک لاہور میں واسطے حفاظت جان و مال مہاراجہ **دلیپ سنگھ** کے بذریعہ ایک علیحدہ عہدنامہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ٦٩٢) خودمختار والی ملک سمجھا جاویگا۔ علیٰ ہذا انگریزی گورنمنٹ نے بھی اقرار کیا۔ کہ وہ راجہ گلاب سنگھ کو اُسکے احسن چال و چلن کیوجہ سے بذریعہ ایک علیحدہ عہدنامہ کے خودمختار والی ملک تصور کریگی۔ تیرھویں اگر بالفرض کسی معاملہ میں دربار لاہور کی راجہ گلاب سنگھ سے نااتفاقی ہو جائیگی۔ تو وہ معاملہ سرکار انگریزی فیصل کریگی۔ اور وہ فیصلہ دربار لاہور کو بہرحال منظور کرنا پڑیگا۔ چودھویں حدبندی ملک لاہور کی کسی صورت میں بلا استصواب گورنمنٹ انگریزی کے تبدیل نہیں کیجائیگی۔ پندرھویں گورنمنٹ انگریزی دربار لاہور کے اندرونی معاملات میں کبھی مخل نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی صلاح لیجاویگی۔ تو اس کے فیصلہ کے لیئے گورنمنٹ انگریزی دربار لاہور کے افادہ کے لیئے کوئی لایق افسر تعینات کرے گی۔ سولھویں دونوں سرکاروں کی رعایا ایک دوسرے کے ملک میں عزت کے ساتھ مسلوک ہوگی۔

اجازت دیکر امرتسر کو روانہ ہوئے۔ وہاں ۱۵ کو حضور ممدوح نے راجہ گلاب سنگھ کو مہاراجہ کا خطاب دیا۔ اور ایک کروڑ روپیہ کے عوض (جس میں سے پندرہ لاکھ روپیہ اس کے بھائی سوچیت سنگھ کا جو ملتان میں پڑا ہوا تھا اور ایک مدت تک اس کی بابت انگریزی گورمنٹ اور دربار لاہور کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی مجرا دیا گیا) جموں اور کشمیر کا ملک باختیار خود مختاری بذریعہ ایک علیحدہ عہدنامہ کے اس کے حوالہ کیا۔ ۱۶ تاریخ کو یہ عہدنامہ جو مہاراجہ گلاب سنگھ اور گورمنٹ انگریزی کے درمیان تحریر پایا۔ تصدیق ہوا۔ اور اس عہدنامہ کی رو سے گورمنٹ انگریزی نے ہمیشہ کے لیئے راجہ گلاب سنگھ اور اس کے جانشینوں کو قلمرو جموں و کشمیر کا ایک خود مختار والی ملک قبول کیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے بھی سرکار انگریزی کی برتری کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنے کا اقرار کرکے ہر سال ایک گھوڑا اور بارہ شال کی بکریاں و تین دوشالے سرکار انگریزی کو بطور تحایف بھیجتے رہنے کا وعدہ کیا۔ بلکہ حضور لاٹ صاحب کے سامنے کھڑے ہوکر ہاتھ باندھ کے حضور ممدوح کی مہربانی اور عنایت دوبہ کی خسروانہ عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ مجھے آپ اپنا ہمیشہ زر خرید غلام تصور فرماویں *

القصہ کہ تا اب سکھوں کی خود مختاری لوٹ گئی۔ اور مہاراجہ **رنجیت سنگھ** کی کہ جس اپنے ذاتی جوہر اور کمال سے ایک بڑی زبردست اور لایق سلطنت بنائی ہوئی ایسی ذلت کو پہنچ گئی۔ کہ اس کے جانشین کی جان و مال کی حفاظت کے لیئے ایک غیر ملک اور اجنبی فوج کے لاہور میں رہنے کی ضرورت پڑی۔ اور **میجر لارنس صاحب** جو بعد میں **سر ہنری لارنس صاحب** کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ بطور رزیڈنٹ لاہور کے معاملات کی نگرانی کے لیئے تعینات ہوئے۔ راجہ لال سنگھ دربار لاہور کا وزیر و مدار المہام مقرر ہوا اور رانی **جنداں** والدہ مہاراجہ **دلیپ سنگھ** تا ایام بلوغت لڑکے کے قایم مقام والی ملک تصور ہوئی۔ مگر راجہ لعل سنگھ نے وزارت کا کام سنبھالتے ہی سرکار انگریزی کے برخلاف سازشیں کرنی شروع کیں۔ یعنی شیخ امام الدین صوبہ کشمیر کے نام درپردہ ایک یہ حکم لکھ بھیجا کہ کشمیر کا ملک راجہ گلاب سنگھ کے حوالہ نہ کرے۔ چنانچہ جب مہاراجہ گلاب سنگھ کی فوج کشمیر کا قبضہ حاصل کرنے کے لیئے گئی۔ تو شیخ امام الدین بمقابلہ پیش آیا۔ اور کئی ایک لڑائیاں بھی راجہ گلاب سنگھ کی فوج کے ساتھ ہوئیں۔ مگر شیخ امام الدین نے کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کے حوالہ نکیا۔ جبتک کہ **میجر لارنس صاحب** خود لاہور سے فوج لیکر وہاں نہ گئے * اکتوبر ۱۸۴۶ء کو شیخ امام الدین نے اپنے تئیں رزیڈنٹ صاحب کے حوالہ کردیا۔ اور راجہ لعل سنگھ کا اصل حکم پیش کرکے ظاہر کیا۔ کہ میں دربار لاہور کا نوکر تھا۔ جب خاص اسی کا حکم میرے نام اس مضمون کا آیا۔ کہ کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کو ہرگز ہرگز حوالہ نہ کرنا۔ تو میں کسطرح حکم عدولی کرسکتا تھا۔ الغرض جب یہ بھید کھلا تو لاہور پہنچکر رزیڈنٹ صاحب نے اس معاملہ کی تحقیقات شروع کی۔ اور ۳ و ۴ ستمبر کو ایک عام دربار میں یہ مقدمہ پیش کیا گیا۔ راجہ لعل سنگھ

کے پاس رہ گئے۔ ورنہ سب اُس دہرم جھنڈے کے ساتھ جسکو مولراج نے انگریزوں کی مخالفت میں کھڑا کیا تھا جا ملے

اسی دن شام مولراج کے مذہبی سکھوں کی ایک کمپنی واہگورو جی کی فتح کا نعرہ مارتی ہوئی بڑے جوش و خروش کے ساتھ عیدگاہ میں جہاں دونوں انگریزی حکام زخمی پڑے تھے۔ گھس آئی۔ اُسوقت انڈرسن صاحب تو چارپائی پر پڑا ہوا ہل جل ہی نہیں سکتا تھا۔ بلکہ دم آخری کے کوئی لمحے ہی گن رہا تھا۔ اور اگنو صاحب اپنے ہموطن بھائی کا ہاتھ پکڑے ہوئے پاس بیٹھا تھا۔ وہیں کانھ سنگھ بھی اپنے آٹھ دس سپاہیوں کے ساتھ انگریزی افسروں کو گھیرے ہوئے بیٹھا تھا کانھ سنگھ نے مذہبی سکھوں کو اس جوش و خروش کے ساتھ آتے ہوئے دیکھکر کہا۔ کہ صاحب! اگر آپ کہیں۔ تو میں چادر گلے میں ڈالکر رحم کی درخواست کروں۔ مگر بہادر اگنو صاحب نے جواب دیا کہ "رحم مانگنے کا وقت اب دور گیا۔ کچھہ مضایقہ نہیں۔ ہماری صرف دو جانوں کے ساتھ ہی انگریزوں کا اختتام نہیں ہو جائیگا بلکہ ہمارے چلے جانے کے بعد تم دیکھو گے۔ کہ ہزاروں انگریز ہمارے بھائی یہاں پر پہنچ جاویں گے۔ اور مولراج کو معہ اُس کی سپاہ کے اُس کی بے ایمانی اور دغابازی کی سزا دیں گے" ابھی اگنو صاحب نے اپنی بات کو اچھی طرح ختم بھی نہیں کیا تھا۔ کہ مذہبی سکھ شور مچاتے بڑے جوش کے ساتھ اندر گھس آئے۔ اور آتے ہی کانھ سنگھ کو قیدی بنالیا۔ یہ ایک بڑی لاچاری کا موقع تھا۔ دونوں انگریزی افسر ایک دوسرے کو اپنے آخری وقت کا سلام کہہ رہے تھے۔ کہ ایک مذہبی سکھ گودڑ سنگھ نامی نے بندوق کے کندے سے نوکروں کو چارپائی کے پاس سے ہٹا کر بڑے غصے کے ساتھ برا بھلا کہتے ہوئے مسٹر اگنو کی گردن پر تلوار کا وار کیا۔ ایک دو اور تیسرے ہاتھ میں اُسکا سر جدا کر دیا۔ اسیطرح انڈرسن کو تلوار سے رخصت کیا گیا۔ اور ان دونوں افسروں کی لاشیں غصے سے گھسیٹ کر باہر لے آئے۔ اور نہایت بری اور ناگفتہ بہ طریقوں سے اُن کا مردہ خراب کیا۔ مسٹر اگنو صاحب کا سر گودڑ سنگھ مولراج کے پاس لیگیا۔ جسکے صلہ میں اُس کو ایک ہاتھی اور ایک گھوڑا و بہت سا روپیہ انعام ملا +

جب یہ خبر لاہور پہنچی۔ تو رزیڈنٹ صاحب کو سخت غصہ آیا۔ اور انہوں نے فوج کو ملتان کی روانگی کے لئے حکم سنا دیا۔ مگر کمانڈر انچیف صاحب کے یہاں سے منظوری آنے کا انتظار کیا گیا چونکہ موسم سخت گرم تھا۔ اسوجہ سے مہم کو موسم سرما تک ملتوی رکھنا مناسب سمجھا گیا۔ دربار لاہور کی حالت اسوقت بہت سست ہو رہی تھی۔ جب رزیڈنٹ صاحب نے اراکین دربار لاہور سے مولراج کی بغاوت کو فوراً فرو کرنے کے لئے کہا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کام آجکل ہماری طاقت سے بالکل باہر ہے۔ تاہم راجہ شیر سنگھ اٹاری والہ و شیخ امام الدین و سردار شمشیر سنگھ سندھانوالہ و عطر سنگھ کالیاں والہ ریاست کی فوج لیکر ملتان کو روانہ ہوئے۔ اور علاوہ اس کے جو انگریزی فوج روانہ کی گئی۔ اُس کی کمان کپتان ایڈورڈس صاحب کے تعلق کیگئی۔ مگر بغاوت کا یہ خیال تھا۔ کہ ہر طرف شعلہ زن ہو رہی تھی۔ اُسوقت ایڈورڈس صاحب بنوں میں تھے۔ جوہیں اُن کو بغاوت کی خبر پہنچی۔ انہوں نے فوراً

وہاں سے ایک فوج مسلمان سواروں کی بھرتی کرکے دریاے سندھ عبور کیا۔ اور جنرل کارٹ لینڈٹ صاحب کے ساتھ شمولیت حاصل کرکے ۴ ہزار فوج کے ساتھ اُس بغاوت کو جو دریاے سندھ کے دائیں کنارہ پر پھوٹ گئی تھی فرو کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ پہلی لڑائی جو ۲۰۔مئی کو ڈیرہ غازیخاں میں لڑی گئی۔ لونگمل وہاں کے گورنر کے مقابلہ میں تھی۔ جلال خان الگھانی اس ضلع کا ایک نہایت طاقتور لومندار تھا۔ اسی کے ساتھ شامل ہوا کیا۔ لیکن قوم خوشہ میں سے اس کا ایک دشمن کوڑا خاں بمندار جو بالکل اُس کے ہم پلہ تھا۔ اِس لڑائی سے پندرہ روز پہلے کپتان ایڈورڈس صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر سرکار انگریزی کی اطاعت قبول کرچکا تھا صاحب موصوف نے غلام حیدر خاں کوڑا خاں کے لڑکے کو ایک خلعت عطا کرکے اُس کی خدمت کو جنرل کارٹ لینڈٹ صاحب کے جو اُس وقت ڈیرہ غازیخاں میں تھے حوالہ کیا۔ غلام حیدر خاں اپنے باپ کی سپاہ کو ساتھ حسب اجازت صاحب موصوف لونگامل کے مقابلہ میں بڑی جوانمردی کے ساتھ آ گو بڑھا۔ اور جب وہ ڈیرہ غازیخاں میں پہنچا۔ تو اُسکا باپ کوڑا خاں بھی اُس کے ساتھ آملا۔ تمام رات لڑائی ہوتی رہی۔ اور لونگامل کی طرف کے لگھاڑیوں نے کوڑا خاں کی سپاہ کو کئی مرتبہ پیچھے ہٹا ہٹا دیا۔ لیکن جب صبح ہوئی تو کوڑا خاں اپنے گھوڑے سے اُتر کر تلوار ہاتھ میں لیکر اپنے ساتھیوں کو یہ کہتا ہوا۔ کہ اگر تم سچے خوشہ ہو۔ تو گھوڑوں پر سے اُتر پڑو۔ اور میرے ہمراہ ہو۔ اور گھوڑوں کو یہیں بھاگنے کے واسطے دشمن کے حوالہ کردو۔ دشمن کے سامنے ہوا۔ اُس کی فوج بھی اپنے مالک کا یہ حال دیکھکر بڑے جوش و خروش کیساتھ اُسکی ہمراہ ہوئی۔ اور اس زور و شور سے دشمن پر حملہ کیا۔ کہ اُن کا منہہ موڑ دیا۔ تین گھنٹے تک دونوں طرف سے تلوار چلتی رہی۔ اور وہ گھمسان کا رن پڑا۔ کہ جسکا بیان نہیں آخر کار کوڑا خاں جیتا۔ اور لونگامل گرفتار ہو کر اُن کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد ۱۸۔جون کو کپتان ایڈورڈس صاحب کی دوسری لڑائی مولراج کی ۰۰۰ ۷ فوج سے جو رنگ رام کی ماتحتی میں بھیجی گئی تھی چناب کے کنارہ پر موضع کنیری کے متصل ہوئی۔ یہ بھی ایک بڑی خونخوار اور سخت لڑائی ہوئی۔ ۷ بجے صبح سے ۴ بجے شام تک ۹ گھنٹے برابر میدان کارزار گرم رہا۔ ۰۰۰ ۵ خاص کپتان ایڈورڈس صاحب کی اپنی بھرتی کردہ فوج معہ سجان خاں والی پلٹن و کارٹ لینڈٹ صاحب کی سورج مکھی رجمنٹ کے تھی۔ اور اسیقدر نواب بہاولپور کی فوج مدد پر آگئی تھی۔ گویا سرکار انگریزی کیطرف سے اس لڑائی میں کل دس ہزار سپاہ تھی الغرض اس لڑائی میں بھی کپتان ایڈورڈس صاحب کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اور رنگ رام میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد ۲۰۔ جون کو شجاع آباد کے قلعہ دار نے خود بخود سرکار انگریزی کی اطاعت قبول کرلی۔ اور نواب بہاولپور کی فوج نے جاکر وہاں کے قلعہ پر اپنا قبضہ کرلیا۔

۱۸۴۸ء پھر ۲۱۔جون کو معہ افواج کے لفٹنٹ ایڈورڈس صاحب سورج کنڈ کے مقام پر جو ملتان سے تین کوس کے

فاصلہ پر واقع ہے جا پڑے۔ اور وہیں ۳۰- تاریخ کو شیخ امام الدین بھی اپنی چار ہزار فوج کے ساتھ لاہور سے آکر صاحب موصوف کے ساتھ ملگیا۔ غرض یکم جولائی کو سدا آسا کے میدان میں مولراج کی فوج کے ساتھ مقابلہ آرائی ہوئی۔ اِس لڑائی میں مولراج ۱۱ ہزار فوج اور دس توپوں کے ساتھ بذات خود میدان میں آیا۔ اور بڑی گرمجوشی اور تندہی کے ساتھ لڑا۔ لیکن سرکار انگریزی کی ۱۸ ہزار ۷ سو زبردست فوج اور ۲۲- توپوں کی لگاتار مار کے سامنے اُس کی کیا پیش جا سکتی تھی۔ آخر کار میدان چھوڑ کر پیچھے کو ہٹا۔ اور بھاگ کر شہر میں گھس گیا +

ملتان کا قلعہ ہندوستان کے تمام قلعوں سے مضبوط تھا۔ اور شہر پناہ بھی اسقدر مضبوط اور پختہ تھی۔ کہ یکایک اُس شہر میں داخل ہونا بہت مشکل تھا۔ اسلیئے **ایڈورڈس صاحب** جبتک کہ جنرل **وِہش صاحب** کراچی کی طرف سے ۹ ہزار فوج کے ساتھ ملتان میں نہ پہنچے۔ وہیں گردو نواح میں ٹبی کے مقام پر ٹھہرے رہے۔

۴- ستمبر کو جنرل **وِہش صاحب** ملتان پہنچے۔ اور ۷ ستمبر کو کل ۳۲ ہزار فوج کے ساتھ ملتان شہر کا محاصرہ کرکے آگ برسانا شروع کر دیا گیا۔ اُسوقت مولراج کے پاس بمقابلہ انگریزوں کی ۳۲ ہزار جرار فوج کے کل بارہ ہزار فوج تھی۔ ۱۲- تاریخ کو سرکار انگریزی نے شہر کے ملحق دشمن کی فوج پر ایک بڑے زور کا حملہ کیا۔ جس میں مولراج کی فوج بڑی جوانمردی اور دلیری کے ساتھ لڑی۔ آخر کار انگریزوں کے آتش فشاں گولوں کے سامنے نہ ٹھیر سکی اور اِس فتح نے سرکار انگریزی کو اب یقین دلا دیا۔ کہ تھوڑے ہی دنوں میں خاص شہر پر بھی قبضہ حاصل ہو جائیگا +

لیکن ابھی یہ مہم انجام کو نہیں تک پہنچنے پائی تھی کہ ایک اور دوسرا فساد ہزارہ کیطرف اُٹھا۔ یعنی وہاں کے حاکم سردار چتر سنگھ اٹاری والہ نے شروع اگست میں سرکار انگریزی کے برخلاف بغاوت اختیار کی۔ پہلے سکھ سپاہ نے کرنل کنٹورا صاحب ایک باشندہ امریکہ کو جو دربار لاہور کا نوکر تھا قتل کیا۔ پھر اٹک کی طرف روانہ ہوئے۔ اور آتش فساد و بغاوت ایسی مشتعل ہوئی کہ پشاور وغیرہ تمام مقامات کی فوجیں باغی ہوکر سردار چتر سنگھ سے آملیں۔ اور نومبر کے آغاز میں **جارج لارنس صاحب** وغیرہ انگریزی افسر جو پشاور وغیرہ کی نظامت پر متعین تھے سب سردار چتر سنگھ کی قید میں آگئے۔ اور سردار مذکور نے امیر کابل کو بھی اِس وعدہ پر اپنے ساتھ ملا لیا کہ جب انگریزوں کو پنجاب سے نکال دیا جائیگا اُسوقت علاقہ پشاور و ڈیرہ جات پھر بدستور کابل کے متعلق کر دیا جائیگا۔ اور تمام پنجاب میں یہ خبر مشہور کردی گئی کہ یہ ایک دھرم کی لڑائی ہے۔ جو شخص اِس میں شامل ہوکر شہید ہوگا۔ اُس کو گورو کے گھر بڑا مرتبہ ملیگا۔ یہ خبر سنتے ہی جسقدر معزول شدہ سپاہ خالصہ فوج کی تھی سب سردار چتر سنگھ کے ساتھ آکر ملگئی۔ اور پچاس ہزار آدمی کے قریب اکٹھا ہو گیا۔ مگر بے سروسامانی کمال درجہ کی تھی۔ کیونکہ نہ اسقدر ہتھیار چتر سنگھ کے پاس موجود تھے۔ کہ تمام آدمیوں کو تقسیم کرتا۔ نصف سے زیادہ ایسے تھے جن کے پاس کوئی معقول سامان حرب نہ تھا۔ ٹوٹے پھوٹے ہتھیاروں سے ہی خالصہ جی مرنے اور مارنے کیلیئے بڑے جوش کے ساتھ انگریزوں کے مقابلہ میں تیار ہو گیا

اور لاہور کی سلطنت میں اس درجہ کی بے انتظامی واقع ہوئی۔ جس کا بیان نہیں۔ اُدھر راجہ شیر سنگھ سردار چتر سنگھ کا بیٹا بھی جو دربار لاہور کی طرف سے اپنی ماتحت فوج کے ساتھ ملتان کی مہم پر بھیجا گیا تھا۔ اپنے باپ کا یہ حال دیکھ کر باغی ہو گیا۔ اور اپنی فوج کو لیکر علانیہ مولراج کے ساتھ جا ملا۔ مگر کہتے ہیں کہ مولراج نے اُس کی کچھ قدر نہ کی۔ اور معہ اپنی فوج کے ملتان سے پنڈ دادنخاں کے راستہ ہو کر اپنے باپ کے ساتھ آملا۔ اب گویا انگریزوں کے لیئے دو طرف کی مہم قایم ہو گئی اور رزیڈنٹ صاحب لاہور کو بہت فکر پیدا ہوا۔ جسقدر ہندوستان میں افواج تھیں سب طلب کی گئیں۔ کراچی کی فوج مولراج کی بغاوت فرو کرنے کے لیئے بلائی گئی۔ بنوں میں کرنل ہوم صاحب کو سکھوں نے قتل کر دیا۔ اور ملک فتح خاں ٹوانہ کو بھی جس کے تعلق میجر ایڈورڈس صاحب بنوں کا انتظام کر گئے تھے۔ سکھوں نے بڑی بیرحمی کے ساتھ قتل کر دیا۔ چونکہ کنور پشورا سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے کو اسی شخص نے دہوکہ سے گرفتار کرکے قتل کیا تھا۔ اسلیئے سکھوں کا اس پر مدت سے دانت لگ رہا تھا۔ چنانچہ سب کو فتح خاں ٹوانہ سے انتقام لینے کا یہ ایک عمدہ موقع ہاتھ آیا۔ کہتے ہیں۔ کہ فتح خاں ٹوانہ نے سکھوں کا بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ اور کہا کہ ایک ایک ہو کر مجھسے لڑو۔ اور پھر دیکھو کہ مردانگی کس کا نام ہے۔ ایک دم سے ایک آدمی کے اوپر آجانا بہادروں کا کام نہیں ہے۔ مگر سکھ جوش میں آئے ہوئے کب مانتے تھے۔ فوراً اُس کے اوپر یہ کہتے ہوئے جا پڑے کہ "تو نے ہمارے بہادر شہزادہ پشاورا سنگھ کو دغا بازی اور دہوکہ سے مروا ڈالا تھا۔ ہم تجھکو ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اور آناً فاناً میں اُسکا سارا بدن گولیوں سے چھلنی کر دیا۔

جب برگیڈیر ڈنڈز صاحب بمبئی کی فوج لیکر ۲۱۔ دسمبر کو ملتان میں پہنچ گئے۔ تو ۲۷۔ دسمبر کو ملتان کا محاصرہ پھر از سر نو شروع کیا گیا۔ اسوقت مولراج کے پاس قلعہ میں ۱۴ ہزار فوج تھی۔ یعنی بمقابلہ انگریزوں کے ۸ ہزار کم جنگی فوج کی تعداد ۲۰ ہزار تک تھی۔ اور ایک سو توپیں تھیں۔ الغرض ۲۷ تاریخ کے حملہ میں مولراج کا عام خاص باغ دیوان ساون مل کی سمادھ معہ مقبرہ فقیر شمس تبریز وغیرہ مقامات کے جو شہر کے باہر واقع تھے سب انگریزوں کے قبضہ میں آگئے بلکہ بمبئی کی ایک دیسی پلٹن نے شہر کے ایک دروازہ کو بھی اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ۲۹ تاریخ کو مولراج کے دو ہزار سپاہی دہلی دروازہ کے راستہ سے نکلکر انگریزی فوج کے مقابل ہوئے۔ اور بڑی تیزی اور تندی کے ساتھ لڑے۔ مگر آخرکار انگریزی سپاہ نے اُن کو ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی سخت لڑائی کے بعد پیچھے ہٹا دیا۔ اس معرکہ میں مکمہن صاحب ایک والنٹیر نے بڑی جوانمردی دکھلائی۔ اور اس نے سکھ پلٹن کے ایک بڑے طاقتور افسر کے سر کو ایک کرچ سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد ۳۰ تاریخ کو انگریزوں کی ایک مار سے ملتان کے قلعہ کا میگزین جس میں پانچ ہزار من بارود تھا اڑ گیا۔ اور اس کے اڑنے سے قلعہ کے اندر کی سپاہ کو بہت نقصان پہنچا۔ پانچسو سپاہی تو بالکل ایک ہی جگہ ڈھیر ہو گئے۔ اور صدہا زخمی ہوئے۔ ۲۔ جنوری کو خونی برج اور دہلی دروازہ دونوں کے متصل شہر میں داخل ہونے کے لیئے راستہ دستیاب ہوا۔ اور ۳۔ کو ایک بڑی